روح نشین

تحریر : مروہ مرزا

ایک نئ صبح روح زمین پر اتر چکی تھی، آسمان صاف تھا اور سردیوں کے آغاز کے دن شروع تھے۔

نارنجی پھولوں اور سبز مخملیں بیلوں میں حصاری ہوئی "انصاری حویلی" اس شہر کی زمین پر خوبصورتی کا مسکن دیکھائی دیتا تھا، باہر کی پر تپاک رونق جیسے اندر بھی صبح صبح چہل پہل دیکھائی دے رہی تھی۔

تین عدد ملازمین مودب ہو کر بڑی سی ڈائنگ میز پر صبح کا ناشتہ لگانے میں مصروف تھے وہیں بڑی کرسی پر براجمان سگار سلگا کر کش لگاتے سرخ و سفید رنگت کی مالک وجاہت خیز شخصیت تیوری پر خفیف سی شکنیں سجائے انگلش نیوز پیپر کا سرسری سا مطالعہ کرنے میں مصروف تھے،

"صبح بخیر بابا سائیں"

ایزل مریم جو اس حویلی کی بڑی بہو اور آئی جان کے نام سے جانی جاتی تھیں، نے ملازمہ کے سنگ بابا جان کا سپیشل ناشتہ (خاص قسم کا ابلی سبزیوں کا سیلڈ) انکے سامنے سرو کیے محبت اور شائستگی کے سنگ صبح کا سلام کیا اور مسکرا کر اپنی کرسی پر بیٹھیں تو فیروز شمیشر نے شفقت بھری نگاہ اپنی بڑی بہو پر سر ہلاتے جمائی جیسے وہ صبح کے سلام کا جواب دے رہے ہوں۔

"گڈ مارننگ بابا جانی"

ساتھ ہی کنول بھی چاپلوس ہنسی ہنستی آکر فیروز شاہ کی لاڈلی بنی پہلے آکر ان سے لپٹی پھر ساتھ ہی براجمان ہوئی، سسر صاحب اس والی بہو کو دیکھ کر کھل اٹھتے تھے، اور کنول نے بھابھی کے عین روبرو کرسی پر تفاخر اور متکبر تاثرات کے سنگ براجمان ہوتے تفاخر سے اپنی گردن اکڑائی جس پر ایزل بس اس عورت کی شیخی بگاڑنے پر پس لب تھکا سا مسکرا دیں۔

"میر ابر شیر نہیں اٹھا؟"

اپنے لاڈلے کا پوچھتے سمے وہ اخبار کو غیر ضروری قرار دیے تہہ لگا کر سامنے میز کی سطح پر رکھتے ایزل کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ابھی کچھ دیر پہلے ہی اٹھا کر آئی تھی، فریش ہو کر آتا ہے باباسائیں۔۔۔ رات کافی لیٹ آیا تھا، پوچھا تو بتایا نہیں اس نے بس یہی کہا کہ آپکے کام سے گیا تھا، پتا نہیں کیا کیا کرتا پھرتا ہے، رات بھی اسکی شرٹ کے کف پر خون

لگا تھا، میں تو اس لڑکے کی ان پر اسرار اور خوفناک حرکتوں سے تنگ آچکی ہوں"

ایزل مریم کی آزردہ فکر پر اول تو فیروز صاحب کے بڑی بڑی سفید داڑھی اور مونچھ سے سجے جاذب چہرے پر سنجیدگی سی اتری مگر اگلے ہی لمحے وہ متوازن سا مسکرا دیے، کنول کی توجہ اسی جانب تھی۔

"ہم دشمن دار لوگ ہیں بہو، وہ خون ہمارے دشمنوں کا ہوتا ہے اسکا نہیں اور یہ مرد کی شان ہے کہ وہ فساد اور شرارت میں مبتلا ہو کر آنکھ اٹھا کر دیکھنے والے کا کلیجہ نوچ لے، ویسے بھی مردوں کے کاموں میں گھر کی عورتوں کو نہیں بولنا چاہیے۔ اس کے سر پر اسکے دادا کا ہاتھ ہے پھر بھی تم فکر کرتی رہتی ہو۔ حیرت ہے"

لہجے میں غرور سا لیے وہ ایزل سے مخاطب ضرور تھے مگر انکی یہ دلیل اور وضاحت کسی اور کے جسم کی رگوں کا خون ضرور چھلکا گئی تھی۔

"یہی تو ساری پریشانی ہے کہ اسکے سر پر آپکا ہاتھ ہے محترم، اپنی طرح کا بے حس تو آپ اسے بنا ہی چکے ہیں، لیکن اسے اپنی گندی چالوں، سیاست اور لالچ سے دور رکھیں یہی آپکے لیے بہتر ہو گا"

یہ خشونت بھری سخت آواز کسی اور کی نہیں، گھر کے چھوٹے بیٹے طلال انصاری کی تھی، چہرے پر سنگین قسم کی خفگی لیے وہ ہر لفظ پر زور دیتے نک سک شلوار سوٹ پر کوٹ پہنے، پیروں میں سیاہ دفتری شوز چڑھائے، نکھرے مگر برہم سے کہیں روانگی کے لیے تیار قریب آکر رکتے بولے تو جہاں فیروز صاحب کے چہرے پر محظوظ ہوتی مسکراہٹ تھی وہیں کنول، اپنے شوہر کے غیض و غضب سے کچھ بیزار لگی، صبح صبح اس بندے کی منہ ماری کی عادت اسے سلگا دیتی، جبکہ ایزل مریم کی آنکھوں میں خوف رقم تھا۔

"ہاہا، بہو رانی۔۔ کیا اوزان کے طوطے کو کھلانے کے بجائے اپنے پیارے اور لاڈلے دیور کو اٹھتے ہی مرچیں کھلا دی ہیں، خاصا سلگ رہا ہے تمہارا لاڈلہ "

بابا کے ہنس کر زچ اور طنز کرنے پر وہ جبڑے بھینچ گئے، ادب ولحاظ ملحوظ خاطر رکھنا انکی مجبوری تھی ورنہ وہ اپنی حدود نا جانے کب کے توڑ چکے ہوتے، ایزل مریم اور طلال کا رشتہ دیور بھابھی کے بجائے بہن بھائی سا تھا جسکی وجہ یہ تھی جب وہ اس حویلی میں دایب انصاری کی بیوی بن کر بیاہ کر آئیں تو طلال جو بن ماں کے پلا تھا، اسے بھابھی کی صورت ایک بہت اچھی بہن ملی تھی اس سے پہلے تک ان تین بھائیوں کی لاڈلی گڑیا رہی تھی لیکن اب وہ اس دنیا میں نہ تھی نہ اسے اس گھر میں یاد کیا جاتا تھا۔

دیور بھابھی کہ اس خوبصورت رشتے کی وجہ سے آج بھی طلال اپنے اہم کام کنول کے بجائے آئی جان یعنی بھابھی کو کہتے تھے اور کنول کو یہ بات تلووں لگ کر سر پر بجھتی تھی جسکے سبب اسکا ایزل مریم سے سلوک بھی اکثر و بیشتر جار خانہ رہتا۔

اسے لگتا تھا کہ طلال اگر اسے منہ نہیں لگاتا تو اسکی وجہ اسکی بھابھی ایزل ہے۔

"آپکا یہ غیر انسانی سلوک مجھے، گڑیا، آریز اور دایب لالہ کو تو برباد کر گیا لیکن میں اوزان اور دیان کو آپکے شر سے ہر ممکنہ بچاؤں گا فیروز شمشیر صاحب۔ خاص کر اوزان کو، آپ جب اسے کھائی میں دھکیلیں گے، آپکو اپنے پیچھے اسی کھائی میں دھکا دینے کے لیے طلال انصاری ہمہ وقت موجود ملے گا۔ یہ مت سمجھیے گا کہ وہ یتیم ہے تو آپ اسے اپنے ہاتھ کی جب چاہے کٹ پتلی بنا کر نچائیں گے"

وہ اپنی بے بسی پر دو حرف بھیجتے اس سفاک باپ پر بگھڑے، انھیں یونیورسٹی سے دیر ہو رہی تھی ورنہ آج انکا مزاج خاصا پر تپش اور اشتعال آمیز تھا، وہ اب بھی طلال کو اکسانے، تمسخرانہ ہنسے جبکہ ایزل تو انکی ہر بار کی ایسی تکرار کے بعد آتی قیامت سے ابھی سے خوفزدہ دونوں پر باری باری نظر جما رہی تھیں، البتہ کنول اس ڈرامے سے ہر صبح محظوظ ہوا کرتی، اسکی جوتی کو بھی پرواہ نہ تھی کہ کون اذیت میں ہے، وہ فیروز انصاری کی لاڈلی تھی بس یہی اسکی طاقت تھی۔

"او جا یار، جا کے اپنے سٹوڈنس کو سبق پڑھا، آیا بڑا استاد۔۔۔ تیرا بھتیجا ہے وہ پر میرا پوتا ہے، میری طرح جی دار اور شیر۔۔۔ تو کافی ہے بزدل اور رحم دل، اور وہ دونوں بھی کسی کام کے نہ تھے اور گڑیا کا نام اپنی زبان سے مت لیا کر ہزار بار کہہ چکا ہوں، شکر ہے میرے دونوں پوتے اپنے دادا پر گئے ہیں۔۔ تو جل، آج تک جلنے کے سوا تجھے آیا ہی کیا ہے"

فیروز شمشیر انصاری کے لہجے کی کڑواہٹ اور انکا طلال کی تضحیک کرنا وہ سہہ نہ سکے تبھی مٹھیاں بھینچتے وہاں سے چلے گئے جبکہ پیچھے فیروز انصاری کا استہزایہ قہقہہ جہاں ایزل کو خوفزدہ کر گیا وہیں مکمل بلیک میں اپنی دادا سے دگنی وجیہہ شخصیت کے سحر بکھیرتا، شربتی آنکھوں والا، بڑھتی عمر کے رنگوں کی حسن و وجاہت پر پختگی کے سنگ چھاپ چھوڑتے وہ دادا کو مست قہقہہ لگائے دیکھ کر خوشگوار سے زہریلے متجسس تاثرات کے سنگ متوازن قدم اٹھاتا زینے اترنے لگا۔

سر تا پیر اوڑھی سیاہی نے اسکی جاذبیت کو دہکا رکھا تھا اور پھر شربتی آنکھوں کی تیز تپش، کسرتی وجود کی دھاک، ایک متاثر کن ڈریسنگ سینس، اوڑھنے، پہننے، بولنے اور سامنے والے کو متاثر کر دینے کا چال باز تنگڑا ہنر اوزان دایب انصاری کی ذات کے غرور کو بڑھاتا، خود سے جڑی ہر چیز کا قیمتی کے بجائے منفرد ہونا اسکے من پسند شوق تھے، سیڑھیوں کے وسط میں کھڑا ہاتھ پتلون کی جینوں میں ارسائے وہ ہر معاملے کو بڑی شاطر نگاہوں سے دیکھے آبزرو کر رہا تھا۔

"میں آتی ہوں، طلال کا لنچ دے آوں۔۔۔ ورنہ سارا دن بھوکا رہے گا"

ایزل کی نظریں تو بے تابی سے باہر کی طرف لگیں تھیں جہاں سے طلال خاصے غصے سے نکلے جبکہ ایزل نے اجازت طلب ہوتے جلدی سے ملازمہ کا تھمایا لنچ باکس پکڑا اور طلال کے پیچھے ہی لپکنے لگیں جب کنول نے فیروز انصاری کے شر انگیز اشارے پر اٹھ کر انکی راہ میں آتے ہی پیاری بھابھی

کے ہاتھ سے لنچ باکس جھپٹ لیا، یہ منظر اوزان نے بڑی دلچسپی اور توجہ سے دیکھا۔

"آپ بھول جاتی ہیں پیاری بھابھی کہ آپ اپنا شوہر کھو چکی ہیں، دوسروں کے شوہروں پر بے جا قبضہ اچھی بات نہیں۔ طلال کو میں خود لنچ دے دوں گی، آپ اپنے ان پیارے بدنصیب ہاتھوں کو زحمت نہ دیں"

کنول نے یہ سب باقاعدہ ایزل کے کان کی اور جھک کر اس تضحیک سے کہا کہ انکی آنکھوں میں اذیت اور اس سبکی پر آنسوؤں بھری سرخی اتری۔

"ٹھیک ہے تم خود دے آو، تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ تمہارے دماغ میں جو گند ہے اسے خود تک محدود رکھو۔

میرا اور طلال کا کس قدر مقدس رشتہ ہے اسکی صفائی مجھے تم جیسی کو دینے کی ہرگز ضرورت نہیں"

ایزل مریم یہ جواب کبھی نہ دیتیں اگر اوزان کی سخت نظر ان سے نہ ملتی جس نے اپنی ماں کو خاموشی سے سب سہنے سے سختی سے نہ صرف روکا تھا بلکہ اپنا دفاع خود کرنا سیکھایا تھا۔

ان لائیٹ سی براون کرسٹل آنکھوں میں ماں کے ایسے جواب پر چمک اتری تبھی تو وہ اپنے رکے قدم واپس ڈائنگ کی طرف بڑھا چکا تھا، اسکا ماننا تھا کہ سہارے انسان کو کمزور کرتے ہیں سو وہ خواہش رکھتا تھا کہ اسکی اماں سائیں اور طلال چاچو بھی اپنے بل بوتے پر مضبوط ہوں، وہ دادا کی جانب بڑھا اور دادا کے ساتھ والی کرسی غرور اور تنتنے کے سنگ سنبھالی جو اوزان دایب کے پہاڑ سراپے اور وجاہت پر متاثر کن مسکراہٹ اسکی سمت اچھال کر رشک کرتے دیکھائی دیے، اوزان کی دبنگ اور کڑک جوانی میں انکو اپنا لڑکپن یاد آیا تو مسرور سی مسکراہٹ انکے ہونٹوں پر رینگتی چلی گئی۔

"آپکی تو پرانی عادت ہے بھابھی، اپنا کیا کرایہ دوسروں پر تھوپنے کی۔ آپکی حرکتیں اتنی اچھی ہوتیں تو دایب انصاری کو خودکشی نہ کرنی پڑتی۔ ہنہ۔ بڑی آئیں مجھے میری اوقات یاد دلانے والیں"

اس بار کنول نے اگلے پچھلے سارے حساب بے باک کرتے ایزل مریم کے کردار پر کیچڑ اچھالا اور حقارت سے ہنکارہ بھرے وہاں سے واک اوٹ کر گئی۔

جبکہ ایزل، بہت مشکل سے اپنی آنکھوں کے آنسو دباتیں خود بھی وہاں سے چلی گئیں، کنول سیدھی باہر تا حد نگاہ پھیلے انصاری حویلی کے پورچ کی سمت آئی۔

"طلال!"

کنول کی مصنوعی پیار سے لبریز پکار پر طلال اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے پلٹے تو اپنے قریب آکر رکتی کنول نے استہزایہ ہوئے اسکی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھیں اور پھر فوری چہرے پر فکر و محبت سجالائی۔

"میری جان اتنا غصہ کیوں ہوتے ہیں، بابا ہیں وہ تمہارے"

کنول خود کو طلال کا خیر خواہ ثابت کرتے ہوئے اس سے پہلے اسکی گال پر بوسہ دیتی، وہ گریز کرتے اپنا چہرہ اسکی دسترس سے دور کرکے اسکی بازو پکڑ کر سختی سے جنجھوڑ کر پرے دھکیلتے اسے سرد سا گھورے جیسے اسکی جان لے لینا چاہتے ہوں۔

"اپنی ان حرکتوں سے باز رہا کرو، ملازمین دیکھ رہے ہیں۔ تم میں شرم وحیا نہ سہی میری غیرت زندہ ہے۔ بابا کی چہتی بن کر رہا کرو، میرے معاملات میں گھسنے کی ضرورت نہیں تمہیں"

طلال نے نہ کوئی لحاظ دیکھا یا نہ مروت اور اسے باقاعدہ اپنی راہ سے پرے دھکیل گئے جبکہ کنول کی آنکھوں میں اس زلت پر لہو اترا۔

"یہ لنچ بھابھی لاتیں تو تم انکی راہوں میں بچھ جاتے،۔بھاڑ میں جاو تم طلال انصاری"

کنول نے دو حرف اسکی اکڑ پر بھیجے اور لنچ وہیں گاڑی کی چھت پر رکھے پیر پٹختی واپس چلی گئ۔

"تم بھی تھوڑا وقت نکال کر مر کیوں نہیں جاتی، جان چھوڑ دو میری۔زندگی کا عذاب ہے یہ عورت"

اپنے پیچھے طلال کی ابھرتی دھاڑ پر وہ پلٹ کر دفع دور کا اشارہ کیے ان سنی کیے حویلی کے اندر بڑھی مگر اس سے پہلے طلال اپنا سر کہیں دے مارتے، ایزل کی نرم آواز نے انکے قدم روکے۔

"کیوں اپنے وقت اور صبر کو ضائع کرتے ہو طلال، ان لوگوں کو کب احساس ہوا ہے اپنی ناانصافیوں کا۔ انکی سگی اولاد یونہی ان کے ضمیر کو جگاتے جگاتے خود قبر میں جاسوئی، آریز، اپنے جگر کے گوشے کو صرف ایک نافرمانی پر خود سے، اس گھر سے، اس خاندان سے بے دخل کر دیا اسکی بیوی سمیت۔ اپنے سوتیلے بھائی درید انصاری کی واحد امانت کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ آج بھی دل لہو روتا ہے۔

میرے پاس تو اوزان نام کی پختہ امید بھی نہیں کہ وہ میرے آنسو پونچھے گا، باباسائیں جیسا سفاک ہوتا جارہا ہے، اس حویلی میں میری آخری امید تم ہو میرے بھائی۔ تمہیں کچھ ہوگیا ت۔۔۔"

بھابھی کی تکلیف، انکے سینے کو جکڑ گئی، لیکن وہ اس وقت انکی بھی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہ تھے۔

"نہیں مروں گا بھابھی، اس شخص نے مجھے پہلے ہی مارا ہوا ہے مجھ سے میری محبت میری گڑیا چھین کر اس کنول نامی عذاب کو مجھ پر مسلط کر کے، جب جب اس عورت کو دیکھتا ہوں مجھے وہ معصوم لڑکی اور اس کے ساتھ کیے ظلم مارنے لگتے ہیں۔ میری تو خیر تھی اپنی آنکھوں سے اپنے اوزان کی تباہی دیکھتے دل خون ہو جاتا ہے، مجھے ابھی جانے دیں پلیز بھابھی"

وہ بہت تکلیف میں پہلو بچاتے جانے کو پلٹے تو ایزل نے گاڑی سے لنچ باکس اٹھا کر انھیں تھمایا۔

"کھانا لے جاو طلال، خود کو اتنی تکلیف مت دو جو تم سہہ نہیں سکتے"

وہ آنسو روکے بمشکل بول سکی تھیں تبھی وہ بھابھی کا دل رکھتے ان سے لنچ باکس لیتے، آزردہ سی نظر ان پر ڈالے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

لیکن یہ منظر گھر کی روش پر کھڑی کنول ضرور دیکھ رہی تھی، مٹھیاں بھینچتی وہ اپنے اشتعال کو دباتی اندر چلی گئی جبکہ ایزل مریم کی آنکھ سے چند آنسو ٹوٹ کر انکی رخساروں کو تر کر گئے۔

"آپ نے خودکشی کر کے اپنی آسانی تو ڈھونڈلی دا یب لیکن مجھے جہنم میں جھونک گئے۔ یا اللہ مجھے صبر دیجئے"

سسکی کی صورت اس عورت نے آنکھیں آسمان کی جانب پھیرتے آہ بھری تھی، دردناک سی۔

وہیں اندر ملازم نے ادب واحترام کے سنگ اوزان کو اسکی بلیک کافی سرو کی جو وہ ہمیشہ ناشتے میں لیتا تھا، ملازم کو سرد و سپاٹ نظروں سے جانے کا اشارہ کیا جس پر وہ اوزان انصاری کے خوف سے فوری فرمابرداری کے سنگ کئی قدم پیچھے جا کر سہم کر کھڑا ہوا اور جب اوزان کے قہر سے یوں دنیا ڈرا کرتی، یہ چیز فیروز انصاری کو بہت تسکین دیتی۔

"خیر ہے؟ اتنے بڑے سیاسی جھٹکے اور بزنس لاس کے باوجود آپ ہنس رہے ہیں، بینک نے لون دینے سے منع کر دیا ہے، اس منیجر کو بھی رات اٹھوایا، اچھی خاصی ٹھکائی کروائی ہے لیکن الٹا وہ خبیث مجھے پولیس کی دھمکی دے رہا تھا، اسے شاید پتا نہیں تھا کہ اس شہر کی پولیس انصاری حویلی کے ٹکڑوں پر پلتی ہے، لیکن اسکے باوجود وہ نہیں مانا سو اب آپ بتائیں اسکے ساتھ کیا کرنا ہے کیونکہ ہمارے بزنس کی گرتی حالت اسی نے اپنے بینک والوں کو بتا کر لون دینے سے منع کروایا ہے"

اوزان نے اپنا استفسار کرتے ہی رات کا احوال خاصے غائبانہ متنفر انداز سے سنائے فیروز صاحب کو کسی گہری سوچ کے حصار سے باہر نکالا، بظاہر انکی کپڑے کی تین فیکٹریاں تھیں، سیاسی طور پر فیروز انصاری ایک ایم این اے کے رتبے پر تھے، اسکے علاوہ بھی زمینوں کا کاروبار تھا مگر پچھلے کچھ ماہ سے تینوں فیکٹریوں کا کام خسارے میں تھا اور پھر سیاسی طور پر فیروز انصاری کی ٹکر کا ایک اور آدمی منظر عام پر آچکا تھا جسکے اس بار الیکشن جیتنے کے بہت

چانس تھے، تبھی اس وقت صرف خاندانی ہوسپٹل سے آتے پیسے پر ہی انصاری حویلی کا نظام چل رہا تھا اور کچھ اوزان کے زمینی معاملات، تبھی اپنی گرتی پوزیشن بحال کرنے کے لیے فیروز شمشیر انصاری ایک بڑا پلین کر رہا تھا۔

"دفع کرو اسے، میرے پاس اس سے کہیں بڑی سکیم ہے لاڈلے"

دادا کے کمینگی بھری پر اسرار مسکراہٹ اچھالنے پر اوزان کے بھی گویا کان کھڑے ہوئے، پر شوق تیکھی نگاہیں دادا کے چہرے پر ٹکائے وہ مکمل توجہ انکی سمت مبذول کر چکا تھا۔

"آہاں، سننے میں اچھا ہے۔۔ تو پھر اپنے کرائم پارٹنر کو بتائیں اپنی سکیم"

ویسی ہی شاطر آنکھوں کی شیطانیت بھری مسکراہٹ انکی سمت اچھالے وہ آنکھ دبائے معنی خیزی سے بولا تو مقابل شوخ سی مسکراہٹ پھیلی۔

"زینیش یعقوب"

یہ نام وہ دادا کی زبان پر آج یکسر مختلف انداز سے دیکھ کر جھٹکا سا کھا چکا تھا کیونکہ کل تک انھیں اس نام سے اخیر نفرت تھی، اوزان انصاری کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کے شعلے جل اٹھے۔

زینش کا باپ یعقوب اسکی نظر میں ایک ایسا انسان بنایا گیا تھا جسکی وجہ سے ہی دایب انصاری نے خودکشی کی، تھا تو وہ دایب کا یار اور انصاری حویلی میں کچھ دن بیٹا بن کر بھی رہا، اس آدمی نے دایب انصاری کے ساتھ پارٹنرشپ کی لیکن عین وقت پر دھوکہ دے کر بھاگ گیا اور اس وجہ سے دایب انصاری کڑوڑوں کا محتاج ہو گیا، جتنا پیسہ انہوں نے شراکت داری میں لگایا وہ سب یعقوب ہڑپ کر گیا، اور یہ صدمہ دایب برداشت نہ کر سکے، یہی نہیں وہ اس گھر میں نقب زنی بھی کر گیا، انصاری حویلی کی واحد بیٹی گڑیا کا شاید ریب کیا جو دراصل فیروز شمشیر انصاری کے سوتیلے بھائی اور رقیب درید انصاری کی بیٹی تھی جو ایک حادثے میں وفات پا گیا اور اپنی گڑیا کو فیروز بھائی کی امانت بنا گیا اور وہ بچی جسے گڑیا بلاتے انصاری حویلی میں ہی فیروز

انصاری کی بیٹی بن کر انکے تینوں بیٹوں کے ساتھ پلی بڑھی، اوزان کو یہ بھی بتایا گیا کہ اس گڑیا کا اور یعقوب کا ناجائز تعلق تھا لیکن وہ سامنے آ گیا اور پھر انصاری خاندان والوں نے اپنی ساکھ اور عزت بچانے کو گڑیا کو یعقوب کے سر تھوپ کر اپنے خاندان سے ہمیشہ کے لیے بے دخل کر دیا، اب اوزان کے دماغ میں انکی بیٹی کا امیج ناجائز کے طور پر تھا، یعنی وہ گڑیا اور یعقوب کے آپسی تعلق کا ثمر بھی ہو سکتی ہے ایسا اوزان کو اسکے پیارے دادا نے بتایا تھا۔

یہ کہانی اوزان کو اسکے دادا نے سنا رکھی تھی لیکن اس میں سچ کتنا تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا، کیونکہ یعقوب ایک بہت اچھا اور نیک انسان تھا، گڑیا سے محبت ضرور کرتا تھا لیکن اسکی عزت اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھتا تھا، یعقوب بیک وقت دایب اور طلال دونوں کا اچھا دوست تھا اور گڑیا کو صرف یعقوب نہیں، طلال انصاری بھی جان سے بڑھ کر چاہتے تھے۔

اور اب اس آدمی کا اور اسکی بیٹی کا حوالہ اوزان کو پر سکون تو ہرگز رہنے نہیں دے سکتا تھا۔

"زینیش یعقوب، کہیں یہ اس یعقوب حیدر اور گڑیا کی بیٹی تو نہیں ہے۔۔۔ آپ سیریس ہیں، وہ غلیظ لوگ ہماری سکیم کا حصہ کب سے بننے لگے۔ آپ نے کہا تھا وہ دھوکے باز اور زانی آدمی ہے، قاتل بھی ہے۔ آپ نے گڑیا پھپھو کو بہت سالوں پہلے اس خاندان بے دخل کر دیا تھا پھر اب یہ سب؟"

اوزان کی صبیح پیشانی شکنوں سے پر، سرمئ آنکھیں سرخ اور لہجہ یہ استفسار کرتے زہریلا ہوا۔

"یعقوب کی بیٹی اور میرے اس منحوس بھائی کی نواسی ہی اب وہ مہرہ ہے جسے ہم اپنی گرتی عزت اور طاقت کو بحال کرنے کے لیے اپنی من مرضی کی بساط کا حصہ بنائیں گے اوزان۔۔۔ بھولنا مت کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ میرا ہے، وقت آگیا ہے اس کمینے آدمی سے اپنے دایب کی موت کا بدلا بھی لیا جائے اور اسکی بیٹی کو بھی کیش کروایا جائے جسکے نام یعقوب کی ساری جائیداد لگ چکی ہے"

وہ دادا کی غیر واضح بات اب بھی نہ سمجھا۔

"لیکن کیسے"

کھر درا استفسار جو دل کاٹ کر رکھ دے۔

"قصور کے شہر میں کڑوروں کی مالیت کی زمین کی مالک ہے وہ، رہی بات یعقوب کی، خبر ملی ہے ڈاکٹرز نے اسکے ناکارہ ہو جاتے گردوں پر جواب دے دیا کہ مزید ڈائلاسیز ممکن نہیں رہا، اسکی موت کا میں نے کئی سال انتظار کیا ہے۔ اسکے مرتے ہی وہ ساری زمین اسکی ساری جائیداد زینیش کے پاس آجائے گی، بلکہ میں نے یہ بھی سنا ہے وہ سب کچھ اپنی بیٹی اور دوست کے بیٹے کے لیے وقف کر چکا ہے، زینیش کے حصے آتی زمین ہی ہماری بیک بون بنے گی، وہ کڑوروں کی مالیت رکھتی ہے"

دادا کی ساری تفصیل اب جا کر اوزان کے پلے پڑی، براون آنکھوں کے کنارے معنی خیز سی شیطانیت جاگی۔

"اوہ! بڑا تگڑا پلین کیا ہے آپ نے، واقعی آپ گرو ہیں۔۔ تو اب ہمیں یعقوب کی موت کا انتظار کرنا پڑے گا، اسکے بعد؟"

وہ دادا ساری پلاننگ سمجھنے کے بعد شاطرانہ انداز سے بولا جس پر فیروز انصاری ہنس سے دیے۔

"اسکے بعد اسکی پیاری بیٹی ہمارے پاس آئے گی، اس سے اسکی تمام زمین لے کر ہم اپنا مطلب پورا کریں گے۔ تمہیں ہو سکتا ہے اس سے پیپر میرج بھی کرنی پڑے لیکن اپنا مطلب پورا ہوتے ہی تم بھلے اسے چھوڑ دینا، کیونکہ زینیش کے نام لگی جائیداد کا مالک اسکا نکاح ہوتے ہی اسکا شوہر آٹومیٹکلی بن جائے گا۔

اب وہ لڑکی باپ کے کیے کا پھل بھگت رہی ہو گی لیکن میری دور کی نواسی ہو گی تو اسے زیادہ تکلیف تو نہیں دے سکتا، کسی اچھے سفید پوش آدمی کو دیکھ

کر اسکی شادی کر دوں گا، یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنے کی واہ واہ الگ۔۔ سیاست بھی چمک اٹھے گی"

دادا کی اگلی معنی خیز باتیں ضرور اوزان کے تلووں لگ کر سر پر بجھ چکی تھیں، بھلا وہ مر کر بھی ایسا کیسے کر سکتا تھا، اس آدمی کی بیٹی سے شادی جس کا امیج اسکی نظروں میں دھوکے باز، فراڈیے اور زانی کے طور پر بنا تھا۔

"نو۔۔۔نیور۔۔۔۔میں اس تھرڈ کلاس باپ کی بیٹی سے پیپر میرج تک نہیں کرنے والا"

وہ بدلحاضی کے سارے ریکارڈ توڑتا متنفر ہوا تو فیروز انصاری کو اپنے بنے بنائے پلین کے چوپٹ ہونے کی فکر لاحق ہوگئی تبھی شاطر چہرے پر مظلومیت اوڑھی کیونکہ یہ سر پھرا پوتا ان سے کئی ہاتھ آگے تھا اور کبھی کبھی انکی بھی سننے سے منہ پر انکار کر دیتا تھا۔

"اویار سن تو، دادے کی جان لے گا کیا۔۔یہ تیور مجھے مت دیکھایا کر۔۔

تیری غصے والی آنکھیں میرے بھی پیر کپکپا دیتی ہیں۔

یہ نہیں کہہ رہا کہ بیوی بناوا اسے، کوٹ والے بے آسرا ہو جاتی لڑکیوں کو انکے وارثوں کے سپرد بنا کسی ایسی تگڑی شرط کے جانے نہیں کرتے اور یعقوب تو ویسے بھی انکا لاڈلہ ہے ورنہ آج وہ ایسے نہ مر رہا ہوتا تو پھانسی کے تختے پر ہوتا لیکن اس پر جس تگڑے آدمی کا ہاتھ ہے وہ بچ نکلا، زینیش کے باپ کا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے، گڑیا بھی مر چکی ہے۔ایسے میں اگر یعقوب بھی مر جاتا ہے تو آٹومیٹکلی ہم زینیش کے وارث بن جائیں گے، وہ میرے سوتیلے ہی سہی بھائی کی نواسی ہے سمجھو میری ہوئی۔

یہ بھی ممکن ہے اسکی نوبت ہی نہ آئے مگر ایسا کرنا پڑا تو تمہیں کرنا ہو گا، عزت کا سوال ہے ورنہ اس شہر میں ہماری عزت جھاگ کی طرح ختم ہو گئی، اگر یہ سچائی میڈیا کو پتا چلی کہ خبروں، میگزین اور ٹی وی پر اتنا ان رہنے والا مشہور سیاسی انصاری خاندان، اندر سے دیوالیہ ہو چکا ہے تو سمجھو ہم ختم ہو

جائیں گے، سارے ووٹرز چلے جائیں گے اور وہ جواد سیال الیکشن جیت جائے گا"

سلطان فیروز نے مصالحتی انداز اپنائے اوزان کے غصے کی شدت اپنے قائل کرتے انداز سے قدرے کم کی کیونکہ وہ اوزان کی ذہینت کے مطابق اپنے رنگ بدلتے تھے، انکے پاس اپنی حاکمیت برقرار رکھنے کے لیے اوزان ہی آخری مضبوط مہرہ بچا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن میں پہلے اپنے طریقے سے اس لڑکی کو یہاں لانے کی کوشش کروں گا، اسکے بعد دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ویسے سارے مشکل کام آپ مجھے ہی دیتے ہیں، غلط بات ہے، اس بیچ کوئی پھڑک ورک گیا تو میں ذمہ دار نہیں ہوں، اور وہ جاہل گنوار لوگ میری راہ میں اس بیچ روڑے تو خوب اٹکائیں گے"

اپنی صلاحتیوں پر اسے غرور تھا جبکہ اسکے مان جانے نے سلطان فیروز شمشیر انصاری کے اندر تسکین اتاری تو وہ اسکے آخری شکوے پر اسکا کندھا فولادی طاقت سے تھپکتے ہنسے مگر اسکے خطرناک اختتام تک وہ مسکراہٹ خوف کے رنگوں میں بدل گئی، کبھی کبھی تو انھیں اوزان سے خود بھی ڈر لگنے لگتا تھا۔

"ظاہر ہے بھئی، تمہارا طریقہ ہو گا بھی تو فسادی۔۔۔ہاہا۔۔۔ چلو سنبھال لوں گا میں، تم بس ٹارگٹ پر فوکس رکھنا۔

اس گھر میں صرف تم ہی میرے جیسے بہادر اور شیر دل ہو میرے بچے، باقی تو چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھتے بزدل جمع تھے۔ عورتیں ہونا چاہیے تھے میرے سب بیٹوں کو، پر شکر ہے دونے تم اور دیان انصاری جیسے شیر پیدا کر کے مجھے کچھ سکھ دے دیا، اور طلال سے مجھے امید ہی نہیں ہے کہ وہ نامراد مجھے کبھی وارث دے گا، کنول کو کاٹ کھاتا ہے، سمجھ سے باہر ہے اسکی ہٹ دھرمی، ابھی ابھی مجھے لیکچر دے کر گیا ہے کہ میں تمہیں برباد کر رہا ہوں۔

باقی دیان ابھی تھوڑا غیر سنجیدہ ہے لیکن تمہارے ہی نقش قدم پر چلے گا اسکا یقین ہے"

دادا کے لہجے کا رشک اک پل تو اوزان کو ہوا میں اڑا سا دیتا تھا لیکن یہ بڑی لمحاتی کیفیت تھی، اوزان کو غرور دینے والے اور بھی کئی اسباب تھے جو وہ شخص کسی سے شئیر نہیں کرتا تھا، دادا سے بھی نہیں وہ اس تعریف کو ایز آ کمپلیمنٹ لینے کے حق میں دیکھائی دیا۔

اسکے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ کسی گہرے پراسرار معاملے کی ترجمان تھی، لیکن جب جب دادا سائیں طلال کے لیے ایسے لفظ استعمال کرتے یہ اوزان سے برداشت نہ ہوتا لیکن اسے سب سن کر برداشت کرنا پڑتا تھا، طلال انصاری سے لیے وعدے کے سبب۔

"آئی لائک دس کمپلیمنٹ، طلال چاچو کی باتیں سنجیدہ مت لیں، دیان نے آریز چاچو کا ہوسپٹل اچھے سے سنبھال لیا ہے، اسکی دلچسپی جس طرف ہے

اسے اسی طرف رہنے دیں، امید ہے وہ آگے چل کر آپکی امیدوں پر ضرور پورا اترے گا اور میری فکر اور ذمہ داری کم ہو گی"

ہوسپٹل اور یونی کے لیے ریڈی ہو کر وہیں آتے دیان اور مشائم انصاری کو دیکھتے ہوئے اوزان کی توجہ ان دو پر امید افزاء ہوئے جمی جو ہمیشہ کی طرح جنگی طیارے بنے وہیں چلے آ رہے تھے، فیروز انصاری نے تائیدی انداز میں سر ہلائے مسکرا کر اپنے جنگی جہازوں کو دیکھا۔۔

دیان عمر میں مشائم سے چھ سال بڑا تھا مگر دونوں جب لڑتے تو نہ لحاظ خاطر میں لاتے نہ چھوٹے بڑے ہونے کی تمیز ملحوظ خاطر رکھتے۔

"آپکی شکل ہو گی بندر جیسی، میرے سے چھ سال پہلے پیدا ہو کر آپ نے میری زندگی مشکل کر دی ہے ورنہ اس تمیز کے ہر گز لائق نہیں ہیں کہ آپ آپ کروں، کسی دن مر جائیں گے آپ میرے ہاتھوں سے"

نازک اور ملائم خدوخال کی مالک گہرے آنکھوں والی مشائم جو اس وقت جینز ٹاپ کے ساتھ خاصی لوز سی اونی جرسی پہنے، پیروں میں فی میل جاگرز ارسائے ایک کندھے پر بیگ لٹائے ہوئے تھی، اپنی پونی سے دیان کے کھینچنے کے سبب نکلے بالوں کو دوبارہ بن کی شکل دیتے غراتے ہوئے اسکو کوسا جو بتیسی کی نمائش کرتا اسکے بالوں میں بمب پھوڑنے کی شرارت کیے جھنمپ مارے دادا سے لاڈ کے سنگ لپٹ کر انکے سنگ مل کر مشائم پر ہنسا، اوزان کے چہرے پر ہنوز سنجیدگی تھی اور اسکا رعب ہی تھا کہ مشائم نے بدلہ ترک کیا کیونکہ بھیا سے الگ کلاس ملتی، دیان اسی وجہ سے بچ نکلتا کیونکہ وہ عمر میں اس سے کافی بڑا تھا ورنہ مشائم کا بس چلتا تو دیان انصاری کو راکٹ میں بٹھا کر سپیس روانہ کر دیتی، دیان زرا چلبلا اور حاکم طبعیت کا مالک ہونے کے ساتھ زبان کا خاصا تیز تھا لیکن اسی طرح وہ زندگی سے بھرا ہوا تھا، ممی بابا کی وجہ سے اسکی ذات میں کافی محرومیاں تھیں جنھیں وہ اپنی مدد آپ کے

چھپا لیتا، اور مشائم گھر کی اکلوتی اور لاڈلی تھی سو اسے ستانے چھیڑنے سے وہ اپنے دکھ بھول جاتا تھا۔

آریز انصاری نے اپنی مرضی سے فائزہ نامی ایک ماڈل لڑکی سے شادی کی جو فیروز انصاری کے مخالفین کے خاندان میں سے تھی، آریز نے لڑ جھگڑ کر فائزہ کو پا تو لیا مگر بابا سائیں نے اسے اس نافرمانی پر اپنے خاندان سے عاق کر دیا، لیکن پھر جب دیان پیدا ہوا تو فیروز صاحب نے اپنی سنگدلی میں صرف اس لیے نرمی برتی کہ وہ وارث تھا، لیکن پھر چھ سال پہلے آریز اور فائزہ کا ایک کار حادثے میں انتقال ہو گیا اور دیان اکیلا ہو گیا، آریز بھی ہارٹ سپیشلسٹ تھے اور آگے سے دیان نے بھی یہی شعبہ نہ صرف چنا بلکہ ڈیڑھ سال سے وہ بابا کے ہوسپٹل کو اونر اور ڈاکٹر دونوں بن کر سنبھال رہا تھا، اسے دادا کو اپنے ماں باپ کے ساتھ کی زیادتی کے لیے معاف کرنا پڑا کیونکہ یہی اسکا خاندان اور اسکی پہچان تھی۔

"اور تم چیپنزی، مروگی تو تم۔۔۔ مسلی جاوگی بلکہ۔۔۔ باز رہا کرو کیوں تم نے میری اہم فائیل پر انک گرائی۔۔ کسی دن تمہیں پاگل والاا نجیکشن لگا کر تمہارا کام ہی ختم کر دوں گا"

دیان نے اس کی چڑ کو اور بڑھایا اور وہ اسکا گلا ہی دبا ڈالتی اگر اوزان کی سرد گھوری نے اسکو روکا نہ ہوتا۔

"آپ بھی مجھے آنکھیں نکالتے ہیں اینگری بھیا، دادا بھی ہنس رہے، ان مسٹر نمونے کو شہہ دے دے کر جانور بنا دیا ہے، پورے ہوسپٹل کا سٹاف ان کے چہرے پر لگے اس دوزخی منہ سے تنگ ہے جس سے صرف آگ نکالتے ہیں اور سامنے والے کی ہستی رولتے ہیں، میں بتا رہی ہوں کہ کسی دن انکی حرکتوں سے تنگ آ کر کسی کھائی میں چھلانگ لگا دوں گی"

اوزان کو بھی وہ غصے سے دیکھتی غراتے بولی جبکہ اوزان نے خود سے چار سال چھوٹے دیان آریز کو بھی برابر سرد نظروں اور برہمی سے گھورا جو اسکی

اس سخت نظر سے منصوعی مسکین بن گیا، ان دو کو سمجھانا دیوار سے سر مارنے کے مترداف تھا۔ بائیس سالہ مشائم ہو یا پھر آٹھائیس سالہ دیان آریز، دونوں بچے بن جاتے، اور چھوٹے ہونے کے ناطے لاڈلے بھی تھے سو اکثر اوزان بھی اپنے سخت لہجے اور اصولوں کو دونوں کے لیے نرم کر دیتا۔

"ایڈھی توں جنگ دی ہیر۔۔۔ جا کم کر اپنا۔۔ میرا ہوسپٹل میری مرضی۔۔ میں دوزخی منہ سے آگ نکالوں یا دھواں"

دیان نے کوئی اثر نہ لیتے ڈھٹائی سے اسکوستانا جاری رکھا تو ان دو کو سلونہ پڑتے دیکھ کر خود ہی اوزان غصے سے اٹھا، جبکہ اوزان کا دل دونوں کو ایک ایک لگانے کا کیا، گدھوں جتنے قد ہو چکے تھے مگر دونوں چھوٹے بچوں کی طرح لڑ مر رہے تھے۔

"دیان! باز آجاو بچے۔۔۔۔ کہیں سے نہیں لگتا کہ تم ایک ہارٹ سپیشلسٹ ہو۔ حد ہے"

دادا نے اس شوخے کا کان دبوچے اوزان کے غصے کو دباتے گھر کا تو گز بھر لمبی زبان نکال کر اس نے مشائم کو خونخوار دیکھنے پر اکسایا یہ تو اوزان نے مشائم کی بازو پکڑے اسکو باہر کی سمت چلتا کیا ورنہ یہاں خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

"اپنی عمر کا لحاظ نہ سہی اپنے شعبے کی عزت کیا کرو دیان آریز، اور تم میشی! چلو تم، یونی ڈراپ کروں تمہیں"

اوزان نے دیان کو آڑے ہاتھوں لیتے ساتھ ہی میشی کی طرف دیکھتے سختی سے کہا تو مشائم نے رحم طلب مسکین نگاہ ناشتے کی سجی ٹیبل پر ڈالی جس سے وہ آج پھر اس کو جے لچے لفنگے باندر کی وجہ سے محروم کر دی گئی تھی، جبکہ دیان صاحب تفاخر سے اپنے کالر ہوں جھاڑ رہے تھے جیسے ابھی بے عزتی نہیں میڈل ملا ہو، فیروز صاحب بھی مسکراہٹ دباتے دیکھائی دیے۔

"لیکن بھیا ناشتہ؟"

مشائم نے روہانسے ہو کر ڈائنگ کی سمت ترس بھری نظریں ڈالیں تو خفیف سے اوزان کے چہرے پر بھی تناو بھرے تاثرات ہلکے ہوئے۔

"راستے سے کروادوں گا، جب بتا ہے اسکے منہ کے آگے خندق ہے تو تم ہی اپنی زبان بند کر لیا کرو مگر نہیں، ایک سیر ہے تو دوسرا سوا سیر۔۔نہ اسے لحاظ ہے کہ چھوٹی بہن ہو نہ تمہیں کہ کتنا بڑا ہے عمر میں بس سینگ لڑانے ضروری ہیں۔۔ بیٹھو گاڑی میں"

اسکو باقاعدہ پکڑ کر باہر لاتا وہ پورچ کی سمت کھڑی اپنی گاڑی کی سمت بڑھا تو اوزان بھیا کے کروائے شاہی ناشتے کا سن کر مشائم کی آنکھیں پوری آب و تاب چمکیں، وہ جتنی نازک اور پیاری تھی اتنی شرارتی بھی تھی۔

"اوئی ماں، مطلب نیہاری۔۔۔۔بٹر نان۔۔۔اور حلوہ پری"

رال ٹپکاتی وہ جوشیلے انداز میں ناچ اٹھتی مچلی تو اوزان نے آئیبرو اچکا کر ایسا گھورا کے مشائم کی ساری مسکراہٹ اسکے اندر دفن ہوئی۔

"ولیمہ نہیں ہے میرا جو اتنی لمبی لسٹ بتا رہی ہو، سنپل سا بریک فاسٹ ملے گا بس، مجھے تو فکر ہو رہی ہے کہ تم نے ایک دن مجھے بھی نگل جانا ہے"

خفت سے بڑبڑاتا ہوا وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا تو مشائم بھی ہنستی ہوئی ساتھ ہی بیٹھی، بھیا کا دبدبا اور ڈر اپنی جگہ پر وہ اپنے بھائی سے دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتی تھی۔

"فکر نہ کریں وہ بھی ایک دن ہو گا اور تب تو میری فرمائشی لسٹ آپکے سچ میں ہوش اڑانے گی، پھر آپکو یہ بہن اپنے کھاو ہنر کا بہت اچھے سے نظارہ کروائے گی"

شرارت پر اتری وہ فوری بھیا کی گھوری سے خوف کھائے شرافت سے کانوں میں ہیڈ فون دے چکی تھی جبکہ اوزان اسکی باتوں اور ان دو کی گھر میں رونق لگانے پر واقعی ہلکا پھلکا ہو جاتا تھا لیکن فطری سنجید گی اسکے چہرے پر بہت جلد واپس براجمان ہو جاتی تھی۔

"جو بھی ہے وہ تم سے عمر میں بہت بڑا ہے میشی، اگنور کیا کرو۔ ان فیوچر اگر تم دو کی شادی کا سین ہوا تو کیسے چلے گا؟"

اوزان کے سنجیدہ ہونے اور اسکے کان سے ائیر فون کھینچ کر اتارتے مشائم نے خوفزدہ نظروں سے بھیا کو دیکھا۔

"لاشیں گریں گی لاشیں۔ خدا کا واسطہ ہے بھیا مجھے اس پاگل دیان ڈنگر ڈاکٹر کے ہاتھ نہ دینا جس نے ڈاکٹر بن کر بھی دھرتی پر بوجھ بڑھا رکھا، ہارٹ اٹیک دیتا رہتا ہو گا اپنے مریضوں کو پھر خود ہی علاج کر کے پیسے کماتا ہے۔ آپ کو تو پتا ہے میری خواہش فوجی کی بیوی بننا ہے۔ اور فوجی کے علاوہ مجھے کوئی قبول نہیں۔ آئی لووو فوجی۔۔۔"

مشائم کا فوجی نامہ شروع دیکھتے اوزان نے خود ہی خاموشی اختیار کر لی کیونکہ جانتا تھا یہ دماغ سے ہلی لاڈلی اس معاملے میں مرنے مارنے پر آجاتی ہے۔

"تمہارے لیے کوئی فوجی آرڈر پر تیار کرنا پڑے گا میشی، اس بچارے کی معمولی تنخواہ تو تمہارے کھانے پر ہی لگ جائے گی۔"

اوازن خود تو سنجیدہ تھا پر مشائم ضرور اپنی گرے آنکھیں پٹپٹاتی دبا دبا مسکرائی۔

دونوں بہن بھائیوں کی آنکھیں ایک دوسرے سے زیادہ پیاری اور پر کشش تھیں۔

"میک آپ پر بھی بھیا، کوئی نہیں میرے امیر سائیکیٹرسٹ بھیا ہیں نہ، آفٹر میرج بھی میرے لاڈ اٹھالیں گے"

لقمہ دیے بنا تو اسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا، اپنی منی میک آپ کٹ نکال کر خود کو تکتی وہ جتنی شرارت بھری حرکتیں کر رہی تھی اوزان کو اتنی پیاری لگی، وہ اسے کیوں نہ پیاری ہوتی، وہ اسکے لیے بھائی سے زیادہ باپ تھا اور آخری سانس تک اسکے لاڈ اٹھا سکتا تھا۔

..________________________..

"تمہارے ہاتھ سلامت رہیں زینو، اللہ نے ان میں برکت، جادو اور زائقہ سب عطا کیا، یقین کرو کہیں سے دیسی گھی نہیں مل رہا تھا، تم تو امید کی کرن بن گئی۔ بتاؤ کتنے کا دو گی دیسی گھی"

علاقائی ویلوٹ کے جامنی سوٹ پر گرے سوفٹی اور گرد اونی شال لپیٹی وہ سادہ لوح عورت تھی جو زینو ڈیری سب وے کے داخلی بہت خوبصورت سے کٹھئی دروازے پر کھڑی مسرت کا اظہار کر رہی تھی، مقابل بھی ساکن کر دیتی مسکراہٹ ان پھیلے بھرے بھرے ہونٹوں پر نکھری، گہری براون آنکھیں اس پیار اور ستائش پر چمکیں اور رخساروں پر بہار اتری جو کل سے روٹھی ہوئی تھی، بہت خوبصورت اور سادہ سی وہ اس علاقے کی سب سے خوبصورت، سلجھی اور سمجھدار لڑکی کوئی اور نہیں زینش یعقوب تھی، جسکے ہاتھوں میں مہارت اور دل میں لاتعداد دکھ تھے، اسکی معصومیت اسکے چہرے سے ٹپکتی تھی، وہ بانکی سجیلی مکمل ٹہنوں تک آتی شرٹ اور شلوار کے

ہمراہ اس وقت ایپرن پہنے ہوئے کھڑی تھی، پیر سینڈلز میں مقید، بال تھوڑے تھوڑے کرل کے سنگ بہت ترتیب اور سلجھاو کے سنگ ربر بینڈ میں مقید کر کے سر پر ڈھیلا سا حجاب اوڑھ رکھا تھا جیسے وہ ابھی کچن میں کام کر کے آئی ہو، اجلے چہرے کی طرح اسکا دل اور کردار بھی شفاف تھا۔

"آپ کے لیے خاص ڈسکاونٹ ہے انو آنٹی، آپ جتنی قمیت لائی ہیں وہ دے دیں میں خوشی لے لوں گی"

زینیش کے نرم لہجے سے اسکے اندر کی پاکیزگی جھلکتی تھی، انو صاحبہ کے چہرے کا رنگ چمکا اور ہزار کے دو تین نوٹ وہ زینو کو تھما تیں دنیا جہاں کی دعاوں سے نوازے وہاں سے چلی گئیں اور وہ اپنی ہتھیلی میں موجود ان پیسوں کو دیکھ کر درد بھرا مسکرائی اور واپس زینو ڈیری سب وے کی بہت خوبصورت سی دو عمارتا بلڈنگ میں داخل ہوئی جہاں کاونٹر پر اسکا فون مسلسل بج رہا تھا۔

اپنے فارم ہاوس کی بھینسوں اور گائے کے تازہ دودھ سے بنی مٹھائیاں ہوں یا خاص حلوے، دیسی مرغیوں اور بکریوں سے نکلتے گوشت سے بنی بہت سی نمکین اور مصالحے دار سوغاتیں ہوں سب زینوڈیری سب وے میں ملتا تھا، قصور شہر کی سب سے جانی مانی شاپ کی اونر زینیش یعقوب جسکی زندگی زینو ڈیری فارم سے زینوڈیری سب وے تک ہی محیط تھی۔

چھ کے قریب علاقے کی محنتی لڑکیوں کے ساتھ وہ اپنی یہ شاپ چلاتی جسکی پچھلی طرف گودام تھا، دودھ سے کھویا اور کھوئے سے مٹھایاں بننے کا سارا کام اسی گودام میں ہوتا، یعقوب حیدر نے اپنے اچھے وقتوں میں کافی زمین خریدی، اور انکی ہونہار بیٹی نے آگے سے اس زمین کو سونا اگلنے جیسا بیش قیمتی بنادیا۔

بیس سے تیس تگڑی بھینسیں، پندرہ گائے، کئ بکرے بکریاں اور مرغے مرغیاں زینیش کے دوست تھے، انھی کے ساتھ وہ پلی بڑھی تھی اور پھر اپنے اس کام کو مزید آگے بڑھانے کو اس نے زینوڈیری سب وے جیسی

کامیاب شاپ کھولی، جو کوٹ سے باہر شہری آبادی کے آغاز میں واقع تھی اور واحد ہونے کے سبب ارد گرد کے کئی قصبے اور گاوں ان ضروریات کے لیے اسی پر انحصار کرتے۔

پچھلے دو سال سے یعقوب صاحب فالج اور گردے کی بیماری کے سبب بستر سے لگے تھے اور تب سے کفالت کا مکمل بوجھ زینو پر تھا، بابا کی دیکھ بھال کے ساتھ وہ اپنا ڈیری فارم اور شاپ بھی چلا رہی تھی اور اسی وجہ سے لوگ اسکی ہمت اور حوصلے کے گرویدہ اس کو کوٹ کی بیٹی اور مکھنی بلاتے، اور ان دو سالوں میں اسے کبھی ایسا محسوس نہ ہوا کہ وہ بے بس ہے، بابا کے آدھے جسم پر فالج تھا اور گردے فیل جسکی وجہ سے ہر چوتھے دن انکا ڈائلا سیز ہوتا، لیکن اب انکی حالت دن بدن اس دردناک علاج سے بہت ہی ابتر ہو گئی کہ ڈائلا سیز انکو آرام دینے کے بجائے مزید اذیت میں اتار رہے تھے لیکن زینو نے ان دو سالوں میں ایک بار بھی ہمت نہ ہاری، ڈیری فارم اور شاپ سے جتنا پیسہ کماتی وہ سب بابا کے اس مہنگے علاج پر لگ جاتا، اور وہ اسی پر شکر

کرتی کہ اللہ نے اسے اس قابل کیا کہ وہ اپنے بابا کا خود علاج کروانے کی اہل ہے۔

کوٹ کے تمام لوگ اسے زینو یا مکھنی ہی بلاتے، اور اسکی شاپ کی شہرت اب تو قصور کے باہر اور آس پاس کے شہروں تک بھی جا پہنچی تھی، خاص کر اسکی شاپ کا سپیشل کاجو، اخروٹ، کھوئے، بادام اور گڑ کا خاص حلوہ جسے زینیش اپنی مما کی سیکرٹ ریسپی سے تیار کیا کرتی تھی، لوگ دور دور سے اس خاص حلوے کو کھانے آتے، کیونکہ وہ اور کہیں سے نہیں ملتا تھا۔

یعقوب حیدر کی گرتی طبعیت کے پیش نظر اب ڈاکٹرز انکے کڈنی ٹرانسپلانٹ کا مشورہ دے رہے تھے اور اسکے لیے انکے دوست جواد سیال ہی اپنی کڈنی دینا چاہ رہے تھے لیکن ابھی تک یہ معاملہ رسک پر تھا۔

اسی سلسلے میں جواد صاحب کا اکلوتا بیٹا بھی ایک ہفتے کی چھٹی پر قصور آرہا تھا، المان سیال جو پاکستان ملٹری کمیشن میں کیپٹن کی پوسٹ پر تھا۔

"مجھے چھٹی مل گئی ہے زینو میں کل تک پہنچ جاوں گا قصور، پریشان مت ہو۔ بابا کی کڈنی میچ نہ بھی ہوئی تو میں اور خان بابا ہیں۔یعقوب انکل کو کچھ ہونے نہیں دیں گے۔ تم ہمت مت ہارنا، کیونکہ تم اکیلی نہیں ہو"

فون کاونٹر پر سے اٹھاتے ہی المان سیال کی محبت بھری ڈھارس نے زینو کی کانچ آنکھوں میں اُمڈتے آنسووں کو دباسادیا۔

"جو حکم آپکا کیپٹن صاحب، لیکن زینو پریشان نہیں ہوتی یہ تمہیں بھی پتا ہے نہ تم اور تمہاری بہن مجھے اداس ہونے دیتے ہو۔ہاں تم جب کہتے ہو ساتھ ہو تو سٹرونگ ضرور ہو جاتی ہوں۔ تم چھ ماہ بعد آرہے ہو، تمہارے لیے سپیشل سینیمن کیک بیک کروں؟"

کاونٹر پر پڑے لاتعداد پکوانوں کو چھکنے کے پلیٹر سے موتی چور کالڈو اٹھا کر منہ میں ڈالے وہ دھیما سا مسکرائی اور زینو کی آفر کیپٹن صاحب ٹھکرانے کا کیسے رسک لیتے، وہ اس وقت ایک اوٹ ڈور کیمپ میں تھا جہاں فوجی دستہ

مشق کر رہا تھا اور الماں سیال وردی میں ملبوس وجاہت خیز شخصیت کا مالک، گرے آنکھوں والا بس دل وجان سے فون کے اس پار متوجہ تھا۔

"مجھے اسکی سمیل بہت بری لگتی ہے، تم میرے لیے لیمن کیک کیوں بیک نہیں کرتی زینو"

الماں نے برا سا منہ بناتے فرمائشی پروگرام کھولے شکائیت کی جس پر وہ براون سی آنکھیں الوہی سی شرارتی چمک سے بھریں، وہ مسکراتی تو منظروں کو ساکت کر دیتی تھی۔

"کیونکہ لیمن سے تمہیں الرجی ہے الماں، خیر میں اپنی آفر واپس لیتی ہوں۔ تمہیں ایک چھوٹی سی بدمزہ پیسٹری پر ٹرخاوں گی دیکھنا۔ بائے داوے اپنی ڈی پی پر اتنی ہنڈسم پکچر مت لگایا کرو، نظر لگ جائے گی"

وہ فورا سے ظالم بن جاتی، اسکے لیے الماں اور پنار پوری دنیا تھے لیکن الماں کے دل میں کبھی کبھی ہی سہی زینو کے سارے دکھ سمیٹ لینے کی خواہش

ضرور انگڑائی لیتی تھی، پھر وہ اسکے ساتھ بچپن گزار کر بڑی ہوئی تھی، تبھی پنار، زینیش اور المان کے بیچ بہت گہری دوستی تھی۔

" نظر لگ گئی تو میرے پاس دو چڑیلیں ہیں نہ نظر بٹو۔۔ تم اور پنار۔۔ ہاہاہا۔ "

المان کے شرارت سے ہنسنے پر زینو نے مصنوعی منہ پھلایا اور بلکل بچوں جیسی لگی۔

"ناٹ فیئر کیپٹن صاحب، آپکی وردی کے سبب آپکو بخش دیا جاتا ہے اسکا یہ مطلب نہیں آپ ہمارے جذبات سے کھیل جائیں"

زینو کی ڈرامائی غالب کے فی میل ورژن والی آواز پر وہ دبا دبا مگر جاذب مسکرایا۔

"بس کر دو ڈرامے باز کوئین۔۔ چلو میں کل ملتا ہوں ڈیوٹی ٹائم ہے۔ لیمن کیک کی امید باندھ کر آوں گا، توڑنا مت۔۔ سی یو پارٹنر"

المان نے مسکراتے ہوئے اجازت لی اور رابطہ بھی توڑا لیکن زینو کے ہونٹوں پر نا جانے کیوں وہ رقص کرتی مسکراہٹ اگلے ہی لمحے سمٹ گئی، زینو نے اپنی ہتھیلی کھول کر آنکھوں کے سامنے کی جہاں مہندی کی باریک نوک سے 'او، زی' سائن درج تھا، اب اس کا کیا مطلب تھا ابھی کچھ کہنا مشکل تھا لیکن زینو کے دل میں ٹوٹ پھوٹ ضرور ہوئی جو اسکی آنکھوں میں ویرانگی، نمی اور تکلیف کا جہاں ٹھہرا گئی۔

..________________________..

"میں سمجھ گئی لالہ، لیکن میرا وہ کھڑوس باس مجھے چھٹی دے گا تو نہ، دس بج رہے ہیں اور لاٹ صاحب ابھی تک ہوسپٹل نہیں پہنچے"

ہوسپٹل کے کوریڈور میں گونجتی یہ شوخ اور چینچل نسوانی آواز کسی اور کی نہیں ڈاکٹر پنار سیال کی تھی جسے یقینا فون کے اس پار المان ہی قصور جانے کی تاکید کر رہا تھا، تاکہ وہ اس مشکل وقت میں زینو کے ساتھ موجود رہے۔

اسکی خوبصورت بڑی بڑی سیاہ آنکھیں جن میں چمک تھی، چہرے کی ملاحت و دلکشی اسکے اندر کی شرارت، شوخی اور حسن کو دہکاتی تھی، ہمہ وقت ذات میں سمٹا اعتماد اسکا حصہ تھا، سنپل ڈیزائنر سوٹ پر ڈاکٹری کا سفید کوٹ پہنے، دائیں ہاتھ میں ستیتھوسکوپ جکڑے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کورونری کیئر وارڈ کی جانب بڑھ رہی تھی، چال میں آہستگی اور لہجے میں فکر تھی۔

"سفارش دلوا دینا طلال انکل کی، لیکن کچھ بھی کر کے تم آج ہی پہنچو کوٹ، وہ بتا نہیں رہی پر بہت اداس ہے"

المان کی اس جانب سے ابھرتی تاکید میں فکر اور محبت تھی۔

"ٹھیک ہے کیپٹن، آپکے حکم کی تعمیل ہو گی میں زینو کے پاس شام تک پہنچ جاوں گی۔ اوپس آگیا ہے سڑیل وہ میں آپکو انفارم کرتی ہوں"

پنار کی نظر ہوسپٹل کے انٹری گیڈ کی جانب ریسیپشن پر کھڑے دیان پر پڑی تو فوری المان کو بائے کہا اور وارڈ کے بجائے اسی طرف بڑھی جہاں وہ جنٹل مین، مغرور اور پنار کے بقول کھروس باس کھڑا ریسپشنسٹ سے کچھ بات کر رہا تھا۔

پنار نے جب اسے ریسپشنسٹ سے مسکرا کر فلٹری انداز میں بات کرتے دیکھا تو یہ اس سے برداشت نہ ہوا، فوری بنا آہٹ دیتے قدموں کے سنگ وہ اس خوشبوؤں میں اخیر حد تک بسے شخص کے پیچھے جا کھڑی ہوئی، اور ایسا کیسے ممکن تھا پنار ارد گرد ہو اور دیان آریز کو اسکی خبر نہ ہو، دیان کے ہونٹ زرا سے پھیلے۔

"اہمم اہمم، دیر سے آنے کی سزا آپ خود پر لاگو کیوں نہیں کرتے ڈاکٹر دیان، آپکی اہم سرجری تھی آج، اور آپکو تو پتا ہوگا کہ سرجری سے پہلے ڈاکٹر مریض کی ایک اچھی سی ملاقات کا رواج ہے"

پنار کی عقب سے آتی سرگوشیانہ آواز پر پلٹے پلٹے ہی اس شریر شخص کے ہونٹ پھیلے مگر جب وہ پلٹا تو بلا کا متکبر اور مغرور تاثر دے کر پنار کو سر تا پیر یوں گھورا کہ وہ اچھی بھلی پر اعتماد بھی ان روح تک جھانکتی بے ادب نظروں کی حدت سے گڑبڑا گئی، دیان آریز کی سیاہ آنکھیں پنار کی روح تک جب یوں جھانکتی تھیں تو وہ گھبرا جاتی۔

"لیکن میرے طور اطوار کچھ الگ ہیں ڈاکٹر پنار، میں ہر سرجری سے پہلے کسی بہت خاص سے ملنا پسند کرتا ہوں اور وہ میں مل چکا۔ تمہیں میری بوا بننے کی ضرورت نہیں، میں جب چاہے آوں جاوں اٹس نن آف یور بزنس"

دیان نے جس کٹھور لہجے میں بے مروتی سے ٹکا سا جواب دیا، پنار نے جس دقت سے جبراً اسی مسکراہٹ چہرے پر چپساں کی اس سے دیان صاحب خاصے مسرور ہوئے۔

"میری بلا سے آپ لیڈی ڈیانا سے ملیں یا کرس گیل سے، اور ہاں میں آپکی بوا بن بھی نہیں سکتی، اتنا بگھڑا میرا بچہ ہوتا تو میں خود ہی تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دیتی، خس کم جہاں پاک۔

لیکن پروفیشنلزم بھی کوئی چیز ہے، آپ یہاں کے اونر ضرور ہیں لیکن رتبے میں ایکول ہیں۔ اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کریں"

پنار کسی سے کم نہ تھی، ایک ایک لفظ دانت پیس کر اتنے ادب سے گوش گزار کیا کہ دیان کے ماتھے پر ناگواری سے بل پڑے، اوپر سے پورے ہوسپٹل سٹاف میں یہ واحد لڑکی تھی جو دیان آریز انصاری کے منہ پھٹ مشہور ہونے کے باوجود ماتھا ٹیکنے سے باز نہ آتی تھی۔

پنار کے دل میں اس وقت یہ پھپھولے پھوڑ کر راحت اتری اور دیان نے مٹھیاں بھینچتے خود کو اسکا گلا دبانے سے روکا، اسکی سیاہ آنکھیں مزید گہری ہوئیں۔

"اس سے پہلے کہ آپکا یہ منہ نامی آتش فشاں پھٹے ڈاکٹر دیان، مجھے ون ویک کی لیو چاہیے ارجنٹ"

پنار نے اسکو بغور دیکھا جو ٹریگر بمب کی طرح پھٹنے کے دہانے پر تھا تبھی فوری اپنی درخواست کی لیکن دیان تو اسکی ہمت پر ششدر تھا جو لیو بھی حکم کر کے مانگ رہی تھی۔

"ابھی کوئی پروفیشنلزم کے لیکچر دے رہا تھا، تمہیں پتا نہیں ریکوسٹ کرنے کے بھی کچھ اداب ہیں۔ میرے آفس میں آو، اپنے باغی رویے کی معافی مانگو اور پھر بہت ملتیجانہ انداز میں لیو کی اپلیکیشن دو۔۔۔ سمجھ گئی"

اب وہ بھی تو دیان تھا جو فقط اس لڑکی کے لیے کبھی اپنے اور اسکے بیچ سب ٹھیک نہیں ہونے دے سکتا تھا کیونکہ ڈرتا تھا وہ اسیر زادی ہے اپنا آسیب پھونک دے گی، لاڈ اٹھوائے گی اور دیان صاحب لاڈ اٹھوانے والوں میں سے تھے، پنار کی لہو چھلکاتی رنگت محظوظ ہو کر تکتا وہ ریسپشنسٹ پر کھڑی لڑکی سے نین مٹکا کرتا وہاں سے اپنے آفس کی طرف بڑھا جبکہ پنار نے خونخوار سی نظر ریسپشنسٹ والی لڑکی اقراء پر یوں ڈالی جیسے اسکا خون پی جائے گی، اقراء کے چہرے کا رنگ تب پھیکا پڑا جب پنار کاونٹر کے پاس آکر رکی اور اسے خشمگیں نظروں میں عتاب بھرے دیکھا۔

"تمہیں کتنی بار کہا ہے اقراء اس فلٹری سے دور رہا کرو، بڑے دانت نکل رہے تھے اس کے سامنے۔ بھولو مت تمہیں یہ جاب میں نے دلوائی ہے تو نکلوا بھی سکتی ہوں"

اقراء کا رنگ مزید پھیکا پڑا اور پنار کا بس نہ چل رہا تھا دیان کو دیکھتی ہر لڑکی کی آنکھیں پھوڑ دیتی تبھی اقراء کے ساتھ وہ خاصی روڈ ہوئی۔

"سوری ڈاکٹر پنار، میں دوبارہ نہیں کروں گی ایسا۔۔۔ پلیز مجھے جاب سے مت نکلوایئے گا"

اقراء کے منت سماجت پر اترنے پر پنار کا غصہ کچھ زائل ہوا۔

"گڈ، یہ فلٹری سر پھرا ڈاکٹر ہوسپٹل سٹاف میں سے کس سے اور ہنس ہنس کر ملتا ہے مجھے ساری انفارمیشن چاہیے۔ ورنہ اپنا بوریہ بستر باندھ لینا"

پنار نے دبے دبے مگر برہم و ناراض انداز میں اقراء کو وارننگ دی اور وہاں سے دیان کے آفس کی طرف بڑھی۔

"اور تم مسٹر دیان، کسی بھول میں مت رہنا کہ پنار سیال کبھی تمہارے سامنے جھکے گی، لیو کے لیے مجھے تم جیسے فلٹری کی اجازت درکار ہی کب ہے۔ ہنہ"

اسکے آفس کی طرف جاتے جاتے پنار رکی اور اپنے وائیٹ کوٹ کی جیب سے فون نکال کر اپنی راج ہنس سی گردن مزید اونچی کیے طلال انکل کا نمبر ڈائیل کیا۔

وہ اس وقت اپنی کمسٹری کی کلاس میں بزی تھے مگر پنار کا نام دیکھ کر انھوں نے اپنا لیکچر لمحہ بھر روکا۔

"اسلام و علیکم طلال انکل، کیسے ہیں آپ؟"

فون لگتے ہی پنار کی تروتازہ آواز پر طلال مسکرا دیے۔

"میں بالکل فٹ ہوں بچہ، تم بتاو۔ خیریت سے کال کی"

پنار انکو کسی ہوسپٹل کے کام کو لے کر ہی کال کرتی تھی سو تبھی وہ فطری متفکر ہوئے۔

"جی دراصل مجھے ہوسپٹل سے ایک ویک کی لیو چاہیے تھی، آپ جانتے ہیں آپکا وہ بھتیجا کتنا اریٹیٹ کرتا ہے۔ سو پلیز آپ میری لیو اپرو کر دیں۔ پکا یہ لاسٹ ہو گی، بہت ارجنٹ ہے"

پنار سیدھے مدعے پر آئی جب کے اسکی بے قراری پر وہ بھی بے قرار ہوئے، خاص کر ارجنٹ کا سن کر۔

"س۔۔ سب خیریت ہے؟ یعقوب تو ٹھیک ہے نہ پنار؟"

طلال صاحب کچھ لمحے کو اپنی کلاس سے باہر نکل کر دروازے میں آئے جبکہ انکے اس سوال میں چھپے درد کو پنار نے دل سے محسوس کیا اور آزردہ ہوئی۔

"ڈائلاسیز کامیاب نہیں رہے، کڈنی ٹرانسپلانٹ کی بات ہو رہی ہے۔ زینو بہت اداس ہو گی اور اس وقت اسکے پاس کسی دوست کا ہونا ضروری ہے۔ آپ جانتے ہیں بابا یہاں لاہور میں اپنی سیاست کی وجہ سے موجود ہیں اور

ماں بھی یہیں ہیں، سو دادا اور ہم دونوں بہن بھائی اس مشکل وقت میں ان باپ بیٹی کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتے"

پنار کی آواز میں بھی تکلیف رچی تھی اور طلال کے چہرے پر بھی اذیت سی نمودار ہوئی۔

زینو انکے لیے بہت عزیز تھی کیونکہ وہ انکے دوست اور انکی محبت کی اولاد تھی، اور وہ انکی سب خبر رکھتے تھے جب سے گڑیا کو اس خاندان سے بے دخل کیا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاو تمہاری لیو آپرو کر دوں گا، زینو کا خیال رکھنا۔ مجھے بتانا پھر کہ کیسی ہے وہ؟ کیا گڑیا جیسی لگنے لگی ہے؟ یا یعقوب۔۔۔"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے اور رابطہ توڑا اور پنار اپنے اس عمر سے دگنے بیسٹ فرینڈ کی تکلیف پر بجھ سی گئی۔

پنار اور طلال کے بیچ یہ انڈرسٹنڈنگ کب ہوئی یہ لمبی کہانی تھی، جو یقینا مناسب وقت پر کھلتی۔

پنار نے چہرے کی اداسی زائل کی اور چہرے پر سنجیدگی سجائے وہ دیان کے آفس میں دستک دیتی انٹر ہوئی جو نرس کے ہمراہ کھڑا اپیشنٹ کی فائل اور ڈیلٹیلز دیکھ رہا تھا۔

پنار نے اسکے ساتھ کھڑی نرس کو آنکھیں نکالیں جس پر وہ گدھے کے سر سے سینگ بنی فورا دیان کے آفس سے نکلی جس پر خود دیان نے نظر فائیل سے ہٹا کر ایک بار کمرے سے نکلتی نرس کو دیکھا پھر گردن اکڑا اکر اسکے قریب مناسب فاصلے پر آکر رکتی پنار کو۔

دونوں کی آنکھیں انتہا کی سیاہ تھیں، اور جب ایک دوسرے کو اتنے قریب سے دیکھتیں تو اور سیاہ ہو جاتیں۔

"تم میرے ارد گرد لڑکیوں کو برداشت نہیں کر سکتی، کیا کوئی جلن کا مسئلہ ہے ڈاکٹر پنار"

فائیل میز پر رکھتے دونوں ہاتھ ہاف وائیٹ جینوس کے پاکٹس میں ارسائے عین پنار کی آنکھوں میں جھانکتے محظوظ کن مسکراہٹ اچھالتے معنی خیزی سے سوال کیا جس پر پنار نے اپنے ہونٹوں کو لمحہ بھر بھینچا جیسے اس فضول کے سوال کا اثر زائل کر رہی ہو۔

" آپ میں ایسا کچھ ہے کیا جس پر آپ ان منڈلاتی لڑکیوں کے حق دار کہلا سکیں، سو میں ٹھہری انصاف پسند لڑکی، یہ ناانصافی سہی نہیں جاتی"

پنار نے اس بار بھی ایک ایک لفظ چبا کر حساب باک کیا اور دیان کے ہونٹوں پر رقص کرتی تمخسرانہ مسکراہٹ پنار کے طنز پر سمٹ گئی۔

"تم جانتی ہو تم اس وقت کس کے سامنے کھڑی ہو؟"

نہایت خفگی دباتے غیض وغضب پر قابو پائے سوال آیا جس پر پنار نے مسکراتے ہوئے سر کو ہلائے اسے اور سلگایا۔

"سینگ مارنے والا بارہ سنگا ہے یہ کوئی"

بظاہر تو وہ منہ ہی منہ میں گول کر گئی پر حسرت تھی کہ ایسا سب اسکے منہ پر کہے۔

"منہ میں کیا بڑبڑا رہی ہو، ہمت ہے تو میرے منہ پر کہو، ڈرتی ہو تم مجھ سے"

دیان کا لہجہ آگ لگانے والا اور مسکراہٹ اکسانے والی تھی۔

"کہوں گی، وہ دن بھی آئے گا۔ خیر مجھے لیو چاہیے، دے رہے ہیں یا..."

پنار اس کو زیادہ دیر دیکھ نہ پائی تو فوراً سے بات بدلی مگر وہ درشتی سے اسکی بات کاٹے دو قدم قریب ہوا تو پنار کے قدم خودبخود پیچھے سرکے۔

"معافی مانگو پہلے، ریکویسٹ کرو۔ پھر سوچوں گا"

پنار کے چہرے پر لہراتے خوف اور تڑپ کے رنگ بھانپے کو مزید قدم نہ بڑھائے رکا جس پر پنار نے چہرے پر رقم گھبراہٹ فوری دبائی، وہ لیو تو لے چکی تھی پر پتا نہیں کیوں اس شخص کی بات اس سے ٹالی نہ جاتی تھی۔

"اور اگر میں معافی نہ مانگوں"

پنار کی آنکھوں میں چیلنج تھا۔

"تو تمہارا ارجنٹ کام ادھورا رہ جائے گا"

نہایت طمانیت کے سنگ اطلاع دی گئی۔

"معافی مانگنی نہیں آتی مجھے، آپ سیکھا دیں تو شاید آگے سے مانگ لوں"

دونوں ہاتھ بازو سمیت سینے پر لپیٹے پنار نے اپنا دامن بچایا جس پر دیان نے اسکی پراسرار سی چھپائی مسکراہٹ آبزرو کی۔

"اوکے کہو مجھے معاف کر دیں ڈاکٹر دیان، میں آگے سے آپکی شان میں گستاخی نہیں کروں گی۔ آپکو برا نہیں کہوں گی، آپکو ٹیس نہیں کروں گی اور آپکے افیرز میں ٹانگ نہیں اڑاوں گی"

دیان نے فوری سیکھانے کو کلاس دی اور وہ یہ سب کہتا ہوا اسے ہنسنے پر نہ سہی مسکرانے پر ضرور اکسا چکا تھا۔

"ارے واہ آپکو تو بہت اچھی معافی مانگنی آتی ہے، اب اپنے نام کی جگہ میرا نام ایڈ کریں زرا"

پنار کی چالاکی پر دیان نے سرد نظروں سے اسکی ہنسی دیکھی جو اس لڑکی کے دانتوں سمیت توڑنے کا جی چاہا۔

"خود کو بہت سمارٹ سمجھتی ہو"

دیان اسکی مسکراہٹ سے زچ ہوتا پست ساغرایا تو پنار نے آنکھیں مٹکاتے معصومانہ سی سر کو جنبش دی۔

"نہیں، آپکو بہت زیادہ کدو۔۔۔۔بائے۔لیو لے لی ہے اپنے بڑی سے۔اب ہفتہ آپکو پنار نامی بوا سے نجات رہے گی۔بائے"

بنا دیان کو سنبھلنے کا موقع دیے بنا وہ ہنس کر کمرے سے نکل بھی گئی اور وہ وہیں پیچ و تاب ہی کھاتا رہ گیا۔

"چاچو! آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔جب جب اس کو قابو کرنے والا ہوتا ہوں، آپ اپنا خدا ترسی کا کاروبار کھول لیا کریں۔۔۔۔اپنی لو وسٹوری کا تو کباڑہ ہو گیا، یہ چاہتے ہیں اور کسی کی بھی نیا پار نہ لگے"

دیان کا بس نہ چلا طلال صاحب کو اپنے سٹائیل والی اکیس توپوں کی سلامی پیش کر دیتا، وہ لڑکی نظروں سے اوجھل کیا ہوئی، دیان آریز کی آنکھیں خالی کر گئی، کیونکہ یہ سچ تھا دونوں ایک دوسرے کو نہ سامنے برداشت کرتے تھے نہ ایک دوسرے کا اوجھل ہونا اور ان کے بیچ یہ کشش پنار کے چھ ماہ پہلے یہاں آنے سے اب تک موجود تھی۔

..________________________..

مشائم کو یونی ڈراپ کرنے کے بعد وہ اپنے وکیل کو کچھ اہم کام دے چکا تھا کہ ایک گھنٹے میں وہ اسے مطلوبہ معلومات فراہم کرے، اس بیچ اس نے ایک گھنٹہ یونہی پارک میں ٹہلتے گزارا جس کے بیچ وہ کچھ نہیں سوچتا تھا بس اپنے ارد گرد گردش کرتے لوگوں، انکی زندگی، انکے تاثرات سٹڈی کرتا تھا، کہا جاتا ہے دماغی ڈاکٹر خود بھی آدھا مریض ہوتا ہے لیکن شاید وہ پورا تھا۔ ایک گھنٹہ پورا ہوا تو وہ پارک سے سیدھا اپنے فارم ہاوس پر آیا، یہیں اسکا کلینک تھا، وہ اپنے پیشنٹس کو یہیں اپنے فارم ہاوس آفس میں ڈیل کرتا تھا، وسیع اراضی پر محیط یہ فارم ہاوس اوزان دایب انصاری کی ملکیت تھا اور یہاں انصاری حویلی کے کسی فرد کو آنے کی اجازت نہ تھی، یہاں تک کہ دادا سائیں کو بھی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ اوزان کی ملکیت کے ساتھ اسکی خاموش دنیا تھی تو بے جا نہ ہو گا۔

پروفشن کا سائکیٹرسٹ مگر شاید نیم پاگل وہ خود بھی تھا، تبھی تو زندگی اس سے جو بھی کرواتی وہ بنا سوچے کرتا چلا جاتا۔

اس فارم ہاوس میں اسکے ملازمین میں ایک چوکیدار، ایک کک، ایک فارم ہاوس کی صفائی کرنے والا ملازم، ایک اسکے گھوڑوں کا خیال رکھنے والا اسطبل اونر اور ایک کیئر ٹیکر تھا، ان پانچوں کے علاوہ چھٹا فرد جو اس فارم ہاوس کی دیواریں دیکھتی تھیں وہ خود اوزان تھا، یہاں کا کیئر ٹیکر عدم نامی درمیانی عمر کا آدمی تھا، شکل کا عام اور کافی حد تک سیدھا آدمی جو یہاں اوزان کے تمام پروفیشنل امور کی نگرانی کرتا، اسکے پیشنٹس کی اس کے ساتھ آپائنٹمنٹ ایڈجیسٹ کرتا، اسے ریمانڈر دیتا۔

اوزان کا آفس بہت خوبصورتی سے اور پرسکون کرتے رنگوں سے سجا تھا، سفید اور ہلکی گرے آرٹ رکھتی دیواروں پر بہت ساری پینٹنگز تھیں جو اسکے پیشنٹس کے لیے تھیراپی کا کام کرتیں، آج اسکی دو پیشنٹس سے

آپائنٹمنٹ تھی جو بارہ کے بعد تھیں، فی الحال وہ فارم ہاوس کے لان میں موجود تھا اور عدم کا منتظر تھا۔

اپنے عقب میں آ کر کھڑے ہوتے عدم کا احساس ہوتے ہی اوزان نے لان کے آخری کنارے بنے اس چھوٹے سے پیٹ ہاوس کو دیکھا، اسکے چہرے پر بلا کا سکون تھا، شربتی کرسٹل آنکھیں اب بھی پراسرار تھیں۔

"کیسا ہے وہ؟"

اوزان کے سپاٹ سوال پر عدم دو قدم قریب آیا، انداز میں بے حد احترام تھا۔

"بہتر ہے، آپ کہیں تو اسے اڑا دوں سائیں"

عدم کے استفسار پر اوزان کی نظر ہنوز اسی طرف جمی تھی۔

"لے کر آو، میں دیکھ لوں پھر"

اوزان کی تاکید پر عدم فوری کندھوں پر ڈالی شال لپیٹتا ہوا سر سبز موسمی اور بے موسمی لاتعداد پھولوں سے اٹے لان کی طرف بڑھا اور کچھ دیر بعد جب وہ واپس آیا تو عدم کے ہاتھ میں ایک بہت خوبصورت سفید کبوتر تھا، ناجانے کیوں اوزان کو اس پرندے پر ترس آیا، کل رات اسکے کف پر لگا خون اسی زخمی کبوتر کا تھا جو کل یہاں کسی نوکیلی شاخ سے زخمی ہو کر اوزان کے قدموں میں گرا اور اوزان نے خود اسکے زخم پر مرہم لگایا۔

"میں نے آج سے پہلے آپکو کسی انسان پر بھی اتنا رحم دل ہوتے نہیں دیکھا سائیں، پھر اس عام سے پرندے میں ایسی کیا خاص بات تھی کہ آپ نے اپنے اجلے لباس کی پرواہ نہ کرتے رات اسکی مرہم پٹی کی"

عدم کے اندر رات سے چلتے سوالوں کی پوچھاڑ اسے ایک سوال کہہ دینے پر مجبور کر گئی مگر اوزان نے انتہائی پر سکون انداز میں اس کبوتر کی جانچ کرتا آہستگی سے اسے اڑایا جس پر وہ ایک دو بار پر پھڑ پھڑاتے ہی جب پروان بھر

گیا تو اوزان کی ہمہ وقت پتھر دل رہتی آنکھوں میں الگ ہی خوشی چمک کر معدوم ہوئی۔

"اچھا لگنے کے لیے کسی انسان، پرندے یا جانور کی اک زرا سی کشش بھی کافی ہوتی ہے عدم، یہ ایک معصوم پرندہ ہے جسے معصوم لوگ ہی پالتے ہیں، کیونکہ سنگدلوں کی منڈیروں پر یہ اپنا گھونسلہ بنانا پسند ہی نہیں کرتے۔ سوچو جسکا یہ کبوتر تھا، وہ اسے زخمی دیکھ کر بلکل ویسا درد محسوس کرتا جیسے اپنا۔ بس تبھی مجھے کسی معصوم کا دکھتا دل اچھا نہیں لگا"

اوزان کے شفاف، شائستہ اور پر اثر لہجے میں ناجانے کیا تھا کہ عدم ساکن سا بس اس شخص کے اس بدلتے روپ پر ششدر تھا، رات جس طرح اوزان کے لوگوں نے اس مینجر کی دھلائی کی وہ منظر اب بھی عدم کی آنکھوں میں ہر اس بند کر مقید تھا کیونکہ اسے زخمی لہولہان ہوتے دیکھ کر اوزان کل بڑے آرام سے وہ سب تماشا دیکھتا رہا تھا۔

"تو پھر اس مینجر کو اتنا ٹارچر کیوں کیا سائیں، بچارا مسکین آدمی تھا"

عدم نے یہ سب افسوس میں کہہ تو دیا مگر اسکی جان تب نکلی جب اوزان نے ہاتھ بڑھا کر جھٹکے سے اسے گردن سے دبوچ کر لہراتے اپنے مقابل کیا، عدم کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑا۔

"مجھ پر یا میرے کسی کام میں سوال اٹھانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے، مجھے یہ بات دہرانی نہ پڑے سمجھ گئے"

اوزان کی خشونت بھری دھمکی پر عدم نے حلق تر کرتے تھوک نگلا اور سر فوری ہلایا جس پر اوزان نے اسے جھٹکے سے پرے دھکیل کر اس پر روح فنا کرتی نظر ڈالی اور قدم آفس کی طرف بڑھائے۔

ہلکے اور گہرے گرے کے امتزاج سے بھرپور، سیاہ سفید کی مناسب میل تال سے سجا وہ خوبصورت آفس تھا جہاں سیاہ رنگی نیا دمکتا ہوا جدید طرز کا فرنیچر زینت و زیبائش میں اضافے کا سبب تھا، آفس کی چھت سے لٹکتا

خاص سنگاپوری فانوس، ملگجی اندھیرے میں نرم سی روشنیاں بکھیر رہا تھا، وہیں فرش پر بچھے عمدہ ایرانی قالین نے جاذبیت کو نکھار رکھا تھا۔

آفس کے انٹرنس وال پر

"Welcom to chameleon's Heaven"

کے الفاظ درج تھے، اوزان نے اپنا کوٹ اتار کر رولنگ چیئر کی پشت پر لٹکایا اور خود جھک کر ٹیبل پر رکھے لینڈ لائن کا ریسیور اٹھایا۔

"میری درانی سے بات کرواو"

یہ اسکے فیکٹری آفس کا ریسپشن کارنر تھا جہاں اوزان کی کال سیکرٹری نے اٹھائی اور فوری اوزان کے حکم پر کسی درانی کا نمبر ملایا۔

سیکرٹری نے فوری کال اوزان کی طرف ٹرانسفر کی۔

"جی اوزان سر"

مقابل سے جو شیلی آواز بلند ہوئی، اوزان نے کن پٹی سہلاتے جیسے خود کو یہاں بمشکل خاضر کیا۔

"کام کا کیا ہوا؟

اوزان کا استفسار کھردرا تھا۔

"خان سانول سیال (خان بابا) کوٹ کے جرگے کے سرپنچ ہیں، آپکے دادا کے سیاسی خریف جواد سیال کے والد ہیں یہ محترم، یعنی تگڑا ٹاکرا۔ ایسا کوئی بھی معاملہ جو قانونی حیثیت رکھتا ہو انکے جرگے میں ہی تکمیل پاتا ہے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ قصور کی پولیس بھی کوٹ کے جرگوں اور فیصلوں میں مداخلت نہیں کرتی، یہ روایات صدیوں سے چلی آرہی ہیں۔ کوٹ کے جرگے صرف انصاف فراہم کرتے ہیں اس پر ان سب علاقے کے لوگوں کا پختہ یقین ہے"

درانی جو اوزان کا وکیل بھی تھا اس کو اوزان نے یہاں آنے سے پہلے اس بارے میں پتا کروانے کا کام دیا تھا اور یہ سب سننے کے بعد اوزان کی سنجید گی کچھ مزید بڑھی۔

"خان سانول سیال سے میری ایک پر اسرار سی ملاقات ارینج کرواو، میں دیکھنا چاہتا ہوں اسکے جرگے کا نظام۔ ایسا کونسا انصاف کیا جاتا ہے وہاں جسکی اتنی دھومیں مچی ہیں، ایک انصاف اس بندے نے میرے بابا کے ساتھ دھوکہ اور فراڈ کر کے انکے پاس پناہ لیتے خبیث کو معافی دلوا کر بھی تو دیا تھا۔ ملنا تو پڑے گا درانی"

اوزان کی یہ سب زہر میں بجھی نفرت انگیز باتیں اسکا وکیل اور خاص آدمی سن بھی رہا تھا اور متفق بھی تھا۔

"ٹھیک ہے میں تمام معلومات لے کر آپکو بتاتا ہوں سر، ایک سوا ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے یہاں سے کوٹ تک کا۔ آپ ایک علاقائی رہائشی کا بہروپ بدل کر جاسکتے ہیں"

درانی کے مشورے پر اوزان نے کوئی خاص تاثر نہ دیا بس اونہوں کرتے کال کاٹ دی۔

اسکی آنکھوں میں واضح حقارت اتری۔

"ایسے انصاف پسند مر ہی جائیں تو اچھا ہے، اب تم سے ہی دایب انصاری کی خودکشی کا معاملہ شروع ہوگا پیارے خان سیال"

اوزان کے لہجے میں اس قدر حقارت تھی کہ وہ سامنے والے کو جھلسا سکتا تھا، ناجانے وہ کیا کرنے والا تھا مگر کچھ اچھی وائبز نہیں آرہی تھیں۔

..________________..

شام اسکے خوبصورت لکڑی کے شہہ تیروں سے بنے گھر میں ہولے ہولے اتری تو ڈیری فارم اور زینو ڈیری سب وے کو اپنی ہونہار لڑکیوں اور لوگوں کے سپرد کیے وہ بھی گھر آئی، چھوٹا سا سہی مگر خوبصورت اور زیبائش میں زینو کا گھر محل کو مات دیتا تھا۔

ہاتھ سے بنی بہت ساری سجاوٹی چیزیں، یہاں تک کہ سوتی مختلف کڑھائی کے دھاگوں سے سجے پلنگ کی چادریں اور تکیے، دیواروں پر لگائے ڈریم کیچر، یہ سب زینو کو گڑیا سے میراث میں ملا تھا۔

گھر کے دالان میں چھوٹا سا اوپن کچن اور ساتھ بیٹھنے کی اور دھوپ سیکنے کی بہت خوبصورت جگہ تھی جہاں موسمی ہر پھول کھلا تھا، وہیں اندر چھوٹے چھوٹے تین کمرے جن تینوں میں پلنگ، پرانے زمانے کے پختہ صوفہ سیٹ اور سنگار میز تھے، باہر صحن میں دو کرسیاں اور لکڑی اور بانس کی بنی میز تھی جس پر شیشے کی سطح تھی۔

اور زینو کے کمرے میں دیوار پر نسب اسکی اور اسکی ماں الایہ درید (گڑیا) کی تب کی تصویر تھی جب زینو دس سال کی تھی، اور یہ زینیش کی ممی کے ساتھ آخری تصویر تھی، بہت جگہوں پر وہ تصویر میں الایہ کے ساتھ کھڑی تھی مگر کہیں بھی ان کے ساتھ یعقوب حیدر موجود نہیں تھے۔

زینیش کے بابا کے لیے سبزیوں کا سوپ بنایا اور نرم آٹے کی روٹی بیل کر پکائی، دودھ میں ہلدی ڈال کر گرما گرم گلاس بھرا اور ٹرے لے کر بابا کے کمرے میں آئی جہاں وہ ٹیک لگا کر بیٹھے اکھڑے اکھڑے سانس لینے کے ساتھ قرآن پاک کھول کر اسے دھیرے دھیرے تلاوت کے سنگ پڑھ رہے تھے، فالج کا اثر انکی آدھی زبان پر بھی تھا سو انکی کہی باتیں بہت دفع زینو کو بھی سمجھ نہ آتیں۔

زینیش کو دیکھتے ہی انہوں نے تلاوت رکوع ہوتے ہی روک کر قرآن پاک بند کیا جس پر زینو نے ٹرے وہیں رکھی اور بابا کے ہاتھ سے قرآن پاک لے کر پلٹی اور اسے اونچی جگہ بنے طاقچے میں رکھا اور پلٹی۔

بابا کی آنکھوں میں اداسی تھی جو زینیش نے بھانپی بھی اور انکے پاس بیٹھے ہی انکا ہاتھ عقیدت سے پکڑے پشت چومی۔

"ز۔۔ینو۔۔ک۔ کڈنی ٹرانسپلانٹ کا کوئی فائدہ نہیں، ان سب نے پہلے ہی بہت کچھ کیا ہمارے لیے۔ ا۔۔اب مزید انکے احسانات لیے تو زمین میں ویسے ہی دب جاوں گا پتر۔ت۔۔ تم مجھے اب جانے دو اس دنیا سے، م۔۔میں تم پر مزید بوجھ نہیں بننا چاہتا"

رک رک کر اپنی آواز کو واضح کرنے کی کوشش میں وہ زینیش کو ان دلخراش سسکیوں کے سنگ اذیت سے دوچار کر گزرے کیونکہ اس ضعیف شخص کی آنکھیں بے بسی سے چھلک اٹھیں، وہ اپنی عمر سے دگنے بوڑھے ہو چکے تھے ورنہ انکی عمر ابھی پچاس پچپن کے قریب تھی، زینو کی براون آنکھوں کے کنارے بھی سرخی چمکی۔

"باپ بیٹیوں پر بوجھ نہیں ہوتے بابا، مت روئیں۔ ہم سبکو کوشش کرنے دیں۔ ہو سکتا ہے اس کوشش کی صورت زینو کو اسکے بابا واپس مل جائیں"

زینیش کی آواز یہ کہتے کانپی جب اس نے اپنی مرمریں ہتھیلوں اور ہاتھ کی ملائم پوروں سے بابا کے آنسو پونچے اور یعقوب حیدر کی آنکھیں ہنوز بھیگتی گئیں شاید وہ اپنے آخری لمحوں میں پہنچ چکے تھے اور کہتے ہیں نہ موت کا علم بھلے کسی کو نہ ہو لیکن مرنے والے کو ہر تکلیف سے آزاد ضرور کر دیا جاتا ہے اور اس وقت یعقوب حیدر کے صرف اندر دکھ برپا تھے۔

"تمہیں تمہارے بابا ضرور ملیں گے زینو، لیکن میں مروں گا تبھی تم سچائی جانو گی۔ اور میرا آخری وقت آگیا میری بچی۔۔۔۔ وقت آگیا ہے کہ میں تمہارے نام کے ساتھ لگا اپنا یہ نام چھین لوں"

یہ سب وہ شخص زینیش کو تو نہ کہہ سکا پر اسکے دل میں کہرام ضرور برپا تھا، وہ زینو کی پاکیزہ اور مقدس بھیگی سی آنکھیں تکتے خود سے ہمکلام تھے۔

"ز۔۔ینو! میرے مرنے کے بعد تم وہی کرنا جو تم سے خان بابا کہیں، وہ تمہارے لیے جو بھی فیصلہ لیں اسے اپنے بابا کی خوشی اور حکم سمجھ کر قبول کر لینا"

اس مرتے شخص کا اگر کوئی رازدان تھا تو وہ خان سانول سیال تھے جبکہ زینیش جسکی جان فقط بابا کے رونے سے جا رہی تھی، اس دردناک تمہید پر تو وہ رونا بھول کر اس دردناک تاکید پر بچوں کی طرح سہم گئی۔

اس وقت وہ زمانے سے لڑتی زینو نہیں، تکلیفوں سے اٹی زینیش تھی۔

"ک۔۔کیسا فیصلہ بابا، ایسا مت کہیں۔ ممی کے ب۔۔بعد اگر آپ نے بھی مجھے چھوڑ دیا تو میں کہاں جاوں گی۔ کس کے لیے جیوں گی۔ ایسا مت بولیں، پلیز"

وہ بے جان ہوتی بابا کے ہونٹوں پر ہتھیلی جمائے سسک اٹھی، جیسے وہ یہ سب سوچنا بھی نہ چاہتی ہو۔

"تم۔۔ تم وعدہ کرو مجھ سے ،و۔۔وہ میرے رازدان ہیں زینو۔وہ تمہیں تمہاری زندگی کا مقصد دیں گ۔۔گے۔ تم بس انکی بات تسلیم کرنا۔"

یعقوب نے اپنے ہونٹوں سے جڑی زینیش کی ہتھیلی پکڑے زرا پرے کرتے آزردگی اور ضد سے اصرار کیا تو چند آنسو زینو کی آنکھوں سے ٹپک کر رخساروں پر رینگ پڑے۔

"ٹھ۔۔ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں لیکن آپ بھی کریں نہ۔مجھے مت چھوڑیے گا۔میرے سگے تو صرف آپ ہیں بابا، پلیز"

وہ زینو کی بات پر دلخراش سا مسکرائے، کیونکہ انھیں اس معصوم بچی کے مستقبل کے روشن ہونے کی سچی امید مل چکی تھی، موت سے پہلے وہ اپنی امانت لوٹانے والے تھے، گڑیا کی امانت، انکی الایہ کی امانت۔

اور پھر یعقوب نے اپنے سرہانے کے نیچے چھپائی سلائیوں پر بنی بہت خوبصورت سی جامنی، پیلی اور کالی گڑیا جب نکال کر زینو کو دی تو وہ روتی روتی مسکرا دی اور اس گڑیا کو پکڑتے ہی نم آنکھوں سے بابا کو دیکھنے لگی۔

"یہ میں نے تمہاری اگلی چوبیسویں سالگرہ بھی دینی تھی، جو ایک ماہ بعد ہے لیکن لگتا ہے شاید میرے پاس مہلت نہیں رہی۔ اسکا نام امید ہے، یہ میں نے تب بنائی تھی جب تم دو سال کی تھی، سوچا تھا جب تم کامیاب وومین بنو گی تب یہ پیارا گفٹ دوں گا۔ لیکن تم اسکی اب مستحق ہو، اسے بابا کی جگہ سمجھ لینا، کیونکہ اسکے ایک ایک ٹانکے میں یعقوب حیدر نے اپنی زینو کے لیے حوصلہ، دعا اور امید ٹانکی تھی۔ کبھی موقع ملا تو اپنا خواب اپنا ماسٹر ضرور مکمل کرنا۔ جو بابا کی ذمہ داری نے تمہیں کرنے نہیں دیا"

یہ سب باتیں وہ اس سے کیوں کر رہے تھے یہ سوچنا ہی زینو کے وجود سے جان سرکا رہا تھا، وہ گڑیا واقعی بہت خوبصورت تھی، دھاگے سے بنی ہوئی، ایک ایک دھاگے کو سمیٹ کر اسے بہت مہارت سے بنایا گیا تھا۔

"ا۔۔ایسا مت کہیں نہ"

امید کو پرے پھینکتی وہ بابا کے سینے لگ کر رو دی اور یعقوب کی تو جان جیسے اسکی آنکھوں میں اٹکی تھی جو آنسو بن کر بہہ رہی تھی۔

"تم بہت جلد جان جاو گی زینو اپنا اصل"

یعقوب کے چہرے پر حسرت و تکلیف تھی اور زینو کی تکلیف وہ دل میں گڑھتی ہوئی محسوس کر رہے تھے لیکن اس شخص کے دل کو آہستہ آہستہ قرار آرہا تھا۔

"نہ خود روئیں نہ مجھے رلائیں، چلیں کھانا کھائیں۔ آپ کہیں نہیں جا رہے اور نہ میں آپکو کہیں جانے دوں گی۔ اب اگر آپ نے مرنے کی بات کی تو آپکی آنکھوں کے سامنے پلنگ سے چھلانگ لگا کر جان دے دوں گی"

زینیش نہ زیادہ رو پائی نہ بابا کو رلا سکی اور وہ زینو کی معصومانہ روہانسی دھمکی پر مسکرائے اور اسکے پیارے پیارے ہاتھوں سے اس سبزیوں کے سوپ میں

ڈبوڈبو کر دیے نوالے کھانے لگے، یہ بدمزہ پھیکا کھانا انھیں زینو کے ہاتھوں سے من سلوی لگتا اور کبھی کبھی تو خود زینیش افسردہ ہو جاتی کہ بابا کیسے یہ سب ٹارچر سہتے ہیں۔

وہ انکو کھانا کھلاتے ہوئے ساتھ دنیا جہاں کے شکوے، نصیحتیں کرتی جا رہی تھی اور یعقوب حیدر اپنی زندگی کے یہ آخری لمحے اور شام اس پیاری مقدس روح کے ہمراہ گزار کر ابھی سے اپنی جنت کو اپنی آنکھوں کے سامنے سجا دیکھ کر مسکرا رہے تھے، جو فرض انہوں نے نبھایا، جو دردناک زندگی جی اسکے بعد جنت تو اس شخص کا مقدر تھی۔۔

..________________________..

خوبصورت سی شام جنگلی علاقے کے اس جانب تا حد نگاہ ہولے ہولے اتر رہی تھی، وہ اپنی صبح واپسی کی تیاری کر چکا تھا بس کچھ گھنٹے کی نیند درکار تھی مگر میجر کے بلانے پر المان کو نیند ترک کیے واپس کیمپ آنا پڑا۔

"مے آئی کم ان سر"

کیپٹن الامان نے چیف میجر گلزار کے آفس کیبن میں آنے کی اجازت طلب کی جس پر وہ اپنی فائیل پر کچھ کام کرتے رکے اور خوش دلی سے الامان کے پہاڑ سراپے اور پر کشش شخصیت پر نگاہ ثبت کیے مسکرائے اور اندر آنے کا اشارہ کیا، خاکی وردی کا رعب الگ پھر کندھوں پر سجے تین تین سنہری بیج کیپٹن کے عہدے کا ثبوت پیش کرتے نظر آتے، وہ واقعی بہت خوبصورت خدوخال کا مالک تھا، سرخ و سفید رنگت اور وہ منفرد سی گرے آنکھیں کسی بھی مخالف جنس کا دیمان ڈگمگا سکتی تھیں۔

الامان نے انکے خوش دل اشارے پر ادب کے سنگ انکے سامنے والی کرسی سنبھالی۔

"سب خیریت ہے، آپ نے تو میری لیو آپرو کر دی تھی"

اسے چیف کے اچانک یوں ملٹری آفس سے واپس کیمپ بلانے پر فطری پریشانی ہوئی جبکہ میجر گلزار کے چہرے پر رقم مسکراہٹ سنجیدگی میں بدلی۔

"ہاں کر دی تھی کیپٹن المان مگر اچانک ایک مشن آگیا ہے، شاید تم نے نیوز نہیں دیکھی۔ کوئٹہ کے ایک نجی قصبے میں یکے بعد دیگرے چھ گھنٹوں میں تین بمب بلاسٹ کی خبر موصول ہوئی ہے جس میں بہت سے راہگیر اور علاقائی لوگ زخمی ہوئے اور کچھ مارے گئے، کئی بلڈنگز کو نقصان پہنچا ہے۔ یہی نہیں ہمارے خفیہ ذرائع سے پتا چلا ہے کہ ان دہشتگردوں نے وہاں کے ایک سرکاری مدرسے پر قبضہ کیے اساتذہ کو یرغمال بنالیا ہے۔ ان لوگوں نے ملٹری سے مدد مانگی ہے، وہاں کی پولیس بھی اس معاملے میں بے بس ہو چکی ہے۔ سو میں چاہتا ہوں لیفٹیننٹ اسد کی ملٹری ٹیم کو پیچھے رہ کر تم خود لیڈ کرو"

میجر گلزار نے یہ سب بتا کر المان کو نا جانے کس کس معاملے کے لیے بے چین کر دیا، سب سے بڑی تکلیف قصور نہ جا پانے کی، المان کی بحیثیت کیپٹن

بہت ساری ذمہ داریاں تھیں، وہ عام طور پر ایڈجوڈنٹ کے فرائض بھی انجام دیتا تھا(لیکن زیادہ تر یہ لیفٹیننٹ خود دیکھتے تھے)، اسکے علاوہ اسے کوارٹرماسٹر، پروجیکٹ آفیسر وغیرہ کے فرائض بھی انجام دینے پڑتے تھے۔

"ٹھیک ہے سر میں آج ہی روانہ ہو جاتا ہوں"

الماں نے بنا کچھ سوچتے فوری ہامی بھری مگر گلزار صاحب اسکی لیو واپس لینے پر کافی آفسردہ تھے، پچھلے چھ ماہ سے وہ لگتار ڈیوٹی پر تھا اور اس بیچ اسکے ساتھی کیپٹن اور جونیئرز تک کئی بار چھٹی پر جا چکے تھے لیکن الماں نے اپنی چھٹی اس وقت کے لیے سنبھالی تھی مگر اب فرض اہم تھا۔

"مجھے بہت برا لگ رہا ہے کیپٹن الماں کہ تمہیں لیو کے بیچ یہ مشن دینا پڑا، تم ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے سب سے جانباز اور بہادر جیم ہو، ایسے معاملات

ہنڈل کرنے کے لیے ہتھیار سے زیادہ دماغ چاہیے اور تم ہتھیار اور دماغ کو بہت اچھے سے چلانے کے ماہر ہو"

میجر گلزار کی شرمندگی اس شخص کے دل کی ویرانگی کا توڑ تو نہ کر سکی مگر وہ انکو اس گلٹ سے فوری نکال لینا چاہتا تھا۔

"آپ ایسا کہہ کر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں سر، میں گھر مشن کے بعد چلا جاوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ مجھے اجازت دیجیۓ ہم نکلنے کی تیاری کرتے ہیں"

المان نے شائشہ لہجے کے سنگ نرم سی آواز رکھتے مقابل کو اس گلٹ سے آزادی دی اور اجازت طلب ہوتا جب کھڑا ہوا تو چیف میجر گلزار بھی اپنی نشست سے اٹھ کر کھڑے ہوئے، بہت کم آرمی آفیسرز کو اس طرح کی عزت ملتی تھی۔

"تم خود ان سے براہ راست مت ملنا بلکہ لیفٹیننٹ اسد ہی تمہارے اور ان دہشتگردوں کے بیچ پیغام رسانی کا فرض نبھائے گا، ان کے کیا مطالبات ہیں یہ ہمیں جلد پتا لگوانا ہوگا ورنہ یہ بمب بلاسٹ ملک کے اور شہروں میں بھی ہو سکتے ہیں، گڈ لک کیپٹن المان سیال"

اپنی جگہ سے سرکتے میز کرسی کے بیچ سے باہر نکلتے انہوں نے المان کا کندھا تھپکائے اجازت دی تو وہ فرمابرداری سے سر ہلائے انکے آفس سے باہر نکلا۔

لیکن باہر آتے ہی المان کے چہرے پر دکھ اور گہرے آنکھوں میں تکلیف سی اتر آئی۔

"آئی ایم سوری زینو، میں پھر اپنا وعدہ نہیں نبھا سکا۔ یہ جانتے بوجھتے کہ تمہیں اس دوست کی کتنی ضرورت ہے، آئی ایم ہلپ لیس۔۔۔۔"

فرض سے عشق ضرور تھا پر ایسے بے بس کر دیتے لمحے اسے بہت دکھ دیتے تھے، خاص کر جب وہ بے بسی زینیش سے جڑی ہو۔

دل کو مضبوط کیے اس نے اپنے بھاری قدموں کو واپس کیمپ کی سمت بڑھایا جہاں اسکا جونئیر لیفٹیننٹ اسد اور اسکی ملٹری ٹیم پہلے ہی روانگی کے لیے تیار تھی۔

..______________________________..

بابا کو سلانے کے بعد وہ ان پر لحاف اوڑھائے، انکی جبین پر بوسہ دیتی پیار بھری نظر ڈالے برتن سمیٹے کمرے سے باہر آئی تو داخلی دروازے سے انٹر ہوتی پنار کو دیکھ کر زینو کی آنکھیں جگمگائیں، خود پنار نے قریب آتے ہی اس حسینہ کو پکڑ کر دبوچ ہی لیا کہ وہ ہنس کر بمشکل کمرے سے باہر رکھی میز پر برتن رکھ سکی۔

"میری جان، میرا بیبہ بچہ۔۔ آگئی میں"

پنار نے اس نازک کو جس شدت سے بازووں میں بھینچا، زینو کی مسکراہٹ میں اس درجہ ظالمانہ پیار کا اثر بھی چھلکا تبھی تو الگ ہوتے ہی دونوں کھلکھلا دیں۔

"پتا چل رہا ہے، ہڈیوں میں کچھ توڑ پھوڑ سے "

زینو کی شرارت بھری جواب دہی پر پنار کھلکھلا دی۔

"کیا کروں تم ہو ہی میری لاڈلی، اور دل اتنا گھبرایا ہوا تھا۔ بابا کیسے ہیں؟"

پنار نے اسکے مسکراتے چہرے کے باوجود اداسی بھانپ لی۔

"کچھ کہنا مشکل ہے پنار، وہ مجھ سے زیادہ تکلیف میں ہیں۔ شکر ہے تم میرے پاس آگئی"

زینیش نے جس طرح اسکے ہاتھ تھامے خود پنار نے پھر سے اسے اس تاسف پر گلے لگایا۔

"کیوں نہ آتی، تم اکلوتی ہی تو میری سہیلی ہو۔ پریشان مت ہو، سب ٹھیک ہو جائے گا"

پنار کے آجانے نے واقعی زینیش کو بہت ہمت دی، وہ دونوں باورچی خانے ساتھ ہی بڑھیں کیونکہ پنار اسکے ہاتھ کی سپیشل چائے پینا چاہتی تھی۔

"تمھیں چھٹی کیسے مل گئی، دیان جی نے اعتراض نہیں کیا"

باورچی خانہ بھی اوپن تھا پر بہت خوبصورت، صفائی اور سلیقہ اس کچے مکان کے ہر کونے سے چھلکتا تھا، زینیش کے سوال میں اختتام تک شرارت گھلی۔

"جی۔۔۔ اتنا وہ موصوف جی کے لائق"

پنار نے وہیں پیڑی گھسیٹ کر بیٹھتے برا سا منہ بنایا تو چائے کے لیے چولہے پر پانی رکھتی وہ بھی حیرت و بے یقینی کا تاثر دیے پلٹی۔

"آئے ہے، بری بات۔ کل کو تمہارے وہ بنیں گے۔ ادب کرو لڑکی"

زینیش کے ٹوکنے پر پنار کی شرارت بھی چہرے پر اتری۔

"یار امیں تو چاہتی ہوں ادب کرنا لیکن اسکی حرکتیں ایسا ممکن نہیں رہنے دیتیں، اب کیا تک بنتی ہے کہ مجھے وہ یاد آئے"

پنار اسے یاد کر رہی تھی اسکا اثر اسکے اداس لہجے میں اترا تو زینو بھی دھیما دھیما مسکرائی، ان دونوں سر پھروں کی لو وسٹوری اسے تو کہیں سے مکمل ہوتی نظر نہ آرہی تھی۔

"دونوں طرف انا ہو تو رشتہ بننے سے پہلے بکھر جاتا ہے پنار، وہ اظہار نہیں کرتے تو تم اپنے نرم رویے سے احساس دلاو، تم بھی انا میں آجاتی ہو تو وہ اور بپھر جاتے ہیں"

زینو نے آج بھی ہمیشہ کی طرح اسے خوبصورت تاکید کی جس پر پنار نے اٹھ کر وہیں اسکے پاس آکر رکتے گرد بازو باندھے اپنی ٹھوڑی زینو کے کندھے پر ٹکائی۔

"وہ بہت لکی ہیں جسے تم جیسی صابر شاکر لڑکی ملے گی، مجھے تو لگتا ہے تم اپنے ان کو پیر کی طرح مانو گی میرے پیسے بچے۔ لیکن میں بہت ڈیمانڈنگ ہوں یار، جب تک سامنے والا مجھ پر پوری جان سے فدا نہ ہو اثر نہیں رکھتا۔ اور وہ مجھ سے ہر معاملے میں دو دو ہاتھ آگے ہی ہے۔۔۔۔اف میں بھی کیا باتیں کر رہی، اسے کیوں یاد کر رہی ہوں"

پنار کے پہلے جملے سے ہی زینیش کی آنکھوں میں تکلیف سی رقص کر گئی، وہ اپنا پیر تو بہت پہلے چن چکی تھی، جبکہ پنار کی کوفت پر زینو پلٹی اور پنار کو شانوں سے پکڑا۔

"اس لیے کہ تم ان پر عاشق ہو، مان لو۔ تم نے خود تو بتایا تھا کہ ممی بابا کے بغیر پلے بڑھے ہیں، نوابی ہیں۔ غرور انگ انگ میں ہے انکے، ہو سکتا ہے دیان بھیا کی ذات کے بہت نایاب معاملات ہوں۔ جب تک تم انا سے نکلو گی نہیں، انکو کیسے جان پاؤ گی۔ اور عشق اتنا آسان نہیں ہے، ٹوٹ بکھر کر محبوب کی مرضی کے مطابق ڈھلنا پڑتا ہے۔ بالکل ویسے جسے ہم اپنے اللہ کی

مرضی اور رضا کی خاطر اسکی بتائی ہر بات ماننے کی اولین کوشش کرتے ہیں، ہر خوبصورت محبت ایسی ہی ہوتی ہے، بے لوث، بنا صلے کی چاہ کے دیوانہ وار کرنے کے لائق"

زینو کی یہ باتیں پنار کو الجھا دیتی تھیں، کیونکہ وہ زینو سے اس معاملے میں کبھی جیت نہیں سکتی تھی۔

"یار تم پتا نہیں کیا چیز ہو، مرد اور عورت برابر ہیں زینو۔ عورت محبت کی دیوی بنی رہے اور مرد اکڑا رہے، یہ کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے۔ جتنے حق لڑکے کے پاس ہیں ہم لڑکیوں کے پاس بھی ہیں، چاہنے کا اور چاہے جانے کا"

پنار کی ان باتوں سے زینو متفق نہیں تھی، دھیما سا مسکرائی اور سانس سی کھینچی۔

"چاہنے کا حق دونوں کے پاس ہے پر اپنا بنانے کا صرف مرد کے پاس، سو وہ ہم سے افضل ہوئے ان معاملوں میں۔ خیر چھوڑو۔ تمہاری حالت پر تشویش ہے۔پنار صاحبہ کو اسکے قریب چین نہیں، اس سے دور قرار نہیں"

زینو کی شرارت اختتام تک بڑھی تبھی تو پنار نے منہ سا بنایا۔

"ہاں بالکل ٹھیک بولی ہو تم، وہاں وہ چین لینے نہیں دیتا اور یہاں آتے ہی تم مجھے اس کے نام پے تھرڈ کلاس سا چھیڑتی ہو۔

حد ہو گئی یار"

پنار کے بگھڑنے پر زینیش کے چہرے پر بکھری مسکراہٹ لمحے میں غائب ہوئی، بلکہ مجبوراً کی گئی۔

"تو کیا کروں، تم نے پچھلے چھ ماہ سے انکے قصے سنا سنا کر مجھے اتنا عادی کر دیا ہے کہ اب تمہارے ہر موڈ کی وجہ بھی مجھے وہی لگتے ہیں"

زینیش نے خوبصورتی سے اسکی برہمی ہٹائی مگر اس چھچھندر کو سوچ کر وہ ہمیشہ بری طرح تلملا جاتی، جو نیندیں اڑاتا اور سکون غارت کرتا رہتا تھا۔

"سواگہ! منہ کے آگے ہلکا کتا باندھ رکھا ہے اس نے جو ہر کسی کو دو منٹ میں کاٹنے لگتا ہے، اسکی مجھ سے یہی تعریف سنی تھی نہ تم نے"

پنار کو اس درجہ ظالمانہ ہوتے دیکھ کر زینیش اپنی ہنسی واقعی نہ روک پائی۔

"سیریسلی! ہلکا کتا۔۔۔اور جو تم اپنے منہ کے آگے موصوف کے روبرو بمبار گن لگا لیتی ہو، کچھ مسکین تو وہ بچارے بھی لازمی ہوں گے پنار۔۔۔میں نہیں مانتی کہ تالی ایک ہاتھ سے بج سکتی ہے"

زینیش کو اس بچارے پر غائبانہ ترس مند دیکھ کر پنار نے منہ بگھاڑا، اور آئیبرو سکیڑے۔

"بالکل معصوم نہیں ہے دیان آریز، وہ سب جانتا ہے لیکن میسنا گھنا بنا رہتا ہے۔ چھوڑو اسکی بات، تم بتاو مجھے، کیسی ہو"

پنار نے خود ہی اس سنگدل کے ذکر سے اجتناب برتا۔

"میں، بس ٹھیک"

یہ جواب دیتے زینو کو بہت سوچنا پڑا۔

"تم سے کچھ مانگوں پنار؟"

یکدم ہی زینو کے تمہید باندھنے پر پنار نے فوری سر ہلایا۔

"جان بھی مانگ سکتی ہو تم"

پنار کے محبت و چاہ سے لبریز جواب پر زینو تھکا سا مسکرائی اور ابلتی چائے کے نیچے جلتی آگ بند کی۔

"بابا کو کہو نہ مجھے ممی کی قبر کا پتا دے دیں، چودہ سال ہو گئے ممی کو گئے۔ لیکن وہ کہاں دفن ہیں اس سے مجھے کیوں بے خبر رکھا گیا ہے۔ میری بات وہ پچھلے کئی سالوں سے ٹال رہے ہیں لیکن تم کہو گی تو شاید وہ مجھ پر یہ رحم کر

دیں۔م۔۔ممی کی قبر سے بے خبری، انکی موت سے بڑا دکھ ہے میرے لیے"

یہ سب زینو نے بہت تڑپ کر کہا تبھی تو پنار نے اسے گلے لگاتے اسکی پشت تھپکتے پر سکون کیا۔

"رومت، میں پوچھوں گی ان سے۔بس روتے نہیں ہیں۔چلو چائے کے ساتھ فرائز میں بناتی ہوں۔تم یہاں بیٹھ کر مجھے اپنے خوابوں کے شہزادے کا بتاو، آخر کب اس 'او' سائن کا راز کھولو گی حسینہ"

پنار نے اسکو پکڑ کر بٹھایا اور خود فنگر فرائز بنانے کی تیاری پکڑی جبکہ زینو نے اپنی ہتھیلی کھول کر آنکھوں سے سامنے کی اور پنار نے محبت بھری نظر اسکی شفاف دودھیا ہتھیلی پر لکھے زی او کے ایلفابیٹ کو دیکھا۔

"شاید کبھی نہیں"

زینیش کی آنکھوں میں اس وقت جو الوہی سی چمک و تازگی اتری وہ اسکی براون آنکھوں کو اور خوبصورت بنا گئی، جبکہ پنار اسکے اس معاملے کو آج بھی راز رکھنے پر ہنس پڑی۔

"پلیز مسٹر 'او' جلدی سے میرے بیبے بچے کی زندگی میں آجاو، اور اسے سنبھال لو۔ ورنہ یہ کسی کو اپنے قریب آنے کی اجازت نہیں دے گی، بچارا میرا مسکین کیپٹن، اس اونامی رقیب کے سبب بیچ میں ہی لٹک گیا"

فرائز کے لیے آلو نکال کر کچن کاونٹر پر رکھتی پنار نے آواز بلند دعا کی اور آہ بھری لیکن اس لڑکی پر جیسے اس دعا اور آہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔

وہیں دوسری جانب اوزان دایب انصاری پہلی بار کوٹ میں داخل ہوا، اپنی گاڑی وہ خود ڈرائیو کر کے آیا تھا، خلیہ بدلا نہیں تھا، اسے بہروپ بدلنے کی عادت ضرور تھی پر ظاہری نہیں، صرف اندرونی۔ اور پھر اس بار تو تگڑا

حساب لینے آیا تھا وہ، اس انصاف پسند خان بابا سے یہ پوچھنے کہ انہوں نے اسکے بابا کے مجرم کو کس قانونی شق کے مطابق معاف کیا تھا۔

"خان سانول سیال، تم سے ملاقات کا وقت ہوا چاہتا ہے، امید ہے یہ ملاقات تمہارے لیے زیادہ دردناک نہ ہو"

اوزان کی روانگی سیال حویلی کی جانب تھی، اسے خبر موصول ہو چکی تھی کہ اس وقت خان سانول سیال حویلی کے جرگے کے میدان میں ہی علاقے کے معززین کے ساتھ موجود ہیں اور تبھی وہ ان سے ملنے سیدھا سیال حویلی ہی جا رہا تھا، لیکن وہ بھول گیا تھا کہ وہ اس دشمن دار علاقے میں آیا تو اپنی مرضی سے تھا پر ویسے ہی اپنی مرضی سے واپس نہیں جا سکتا۔

..________________________..

"آپ کیوں لینے آئے ہیں مجھے؟ بھیا کہاں ہیں۔ میں بتا رہی ہوں اگر مجھے تنگ کیا تو چلتی گاڑی سے کود جاوں گی"

کارڈور آدھا اوپن کیے اندر جھانک کر وہ باقاعدہ غرائی کیونکہ جس کی وجہ سے وہ صبح کے لزیز ناشتے سے محروم ہوئی تھی وہی چہرہ اسے واپسی پر بھی تکنے کو ملا۔

مشائم کی آج ایکسٹرا کلاسیز تھیں تبھی اسے چھ تک یونی رکنا پڑا، اپنے یونی فرینڈز کے گروپ کے سنگ مل کر وہ کچھ کیمیکل اسائنمنٹ ورک کر رہی تھی، ابھی تک طلال چاچو بھی یونی میں ہی موجود تھے مگر انکو ابھی مزید رکنا تھا تبھی دیان کو کال کر دی کہ وہ مشائم کو لے جائے۔

ویسے تو میشی کو یونی پک اینڈ ڈراپ اوزان کرتا تھا مگر وہ دو گھنٹے پہلے ہی قصور نکل چکا تھا تبھی اس نے یہ ذمہ داری چاچو کو دی جنہوں نے آگے دیان کو دی جو خود بھی پنار کے چلے جانے کے بعد اپنی اہم سرجری نمٹاتے ہی ہوسپٹل سے نکل گیا، پنار کے بغیر پورا ہوسٹل اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں چمپینزی تمہیں ملازم بن کر پک اینڈ ڈراپ سروس دوں، چاچو کی درخواست اور منت آئی تھی تو آ گیا۔ اب منہ کم چلاؤ تاکہ میں سکون سے ڈرائیونگ کر سکوں"

دیان کے سڑے حکیمانہ و بیزار لہجے پر وہ کار کا دروازہ بند کرتی سیٹ بیلٹ باندھے بیٹھی، مسکرائی اور گردن پھیر کر دیان کی بسوری شکل دیکھی جو ڈرائیونگ سٹارٹ کرتے ہی گاڑی مین روڈ پر ڈال چکا تھا، شام بہت تیزی سے ڈھل کر ملگجی ہو رہی تھی۔

"کیا ہوا آج میرے لڑاکو طیارے کے فیوز کیوں اڑے ہیں، کہیں پنار آپا نے آپکے دوزخی منہ سے نکلی آگ کا تگڑا جواب تو نہیں دے دیا"

لڑائی، ستانا الگ مگر دیان صاحب کے دل سے جڑی پنار کی اس چٹکی کو پوری پوری خبر تھی، دیان نے سرسری سا سر گمائے آئیبر و اچکاتے گھور کر دیکھا جس پر میشی نے فوراً ہونٹوں اور دانتوں پر حاوی مسکراہٹ دبائی۔

"تمہیں کیوں بتاوں، میری اماں لگتی ہو؟"

دیان نے زچ ہوتے ہٹ دھرمی سے منہ پھیرا جس پر مشائم نے توبہ کرتے اپنے کان چھو لیے، بلکہ اسے تو منی ہارٹ اٹیک آیا۔

"اللہ اللہ یہ ننھی جان آپکو کس اینگل سے اماں لگی، کچھ خدا کا خوف کر لو دینو۔۔۔ آنٹی کہتے پھر بھی میں صبر کر جاتی"

مشائم نے اسکے نام کو جس طرح رگڑتے دل ہول اٹھنے کا مظاہرہ کیا، دیان نے فوری گاڑی کو بریک لگائی، میشی کے بقول اس دینو نام کو سن کر وہ پاگل گھوڑے جیسا ہو جاتا، اسکے کان سرخ اور کالی آنکھیں کسی مگرمچھ کی آنکھوں جیسی ہو جاتیں۔

"تم نے پھر میرا نام بگاڑا۔۔۔ آج تم مرو گی میشی"

دیان نے خونخوار ہوتے اسکو گھورا اور اس سے پہلے وہ اسکی گردن دباتا، لمحے کے ہزارویں حصے کے بیچ میشی نے اپنی جینز کی پاکٹ سے پیپر سپرے نکالا

اور سیدھا دیان کی آنکھوں میں سپرے کر دیا، اس جان لیوا حملے کے لیے نہ تو وہ بچارا تیار تھا نہ میشی کو علم تھا کہ اوزان نے اسے ہتھیار کے نام پر یہ کیا بلا تھما دی ہے۔

"میشی۔۔۔ اندھا کر دیا۔۔۔۔ بد دما۔۔ بدماغ لڑکی۔۔۔ مار دیا۔۔۔۔ یا اللہ۔۔۔ یہ کیا تھا کوجی باندری، چھچھندری۔"

آنکھوں میں ہوتی جلن پر دیان نے باقاعدہ چینختے اسکی گردن دبوچنے والے ہاتھ سے اپنی آنکھیں رگڑ دیں جبکہ میشی مسکراہٹ دباتی سپرے فوراً سے پہلے واپس بیگ کی جیب میں چھپاتی اسکی طرف زرا جھکی۔

"وہ یہ اوزان بھیا نے مجھے لے کر دیا تھا کہ اگر کوئی گینڈا حملہ آور ہو تو اسکی آنکھوں میں سپرے کر دینا، اب مجھ معصوم کو کیا پتا کہ بھیا نے یہ صرف اجنبی گینڈوں کا کہا تھا، میں نے گھر کے گینڈے کو بھی ایفیکٹ کر دیا۔۔۔ اب میں کیا کروں۔۔۔ سوری دینو۔۔۔ میرا مطلب دیان بھیا"

بظاہر تو وہ ہاتھ پیر پھولائے، ڈری، پریشان اور روہانسی ہوئی مگر اس سے صبح کا بدلا لینے پر جو ٹھنڈ مشائم کے کلیجے کو پری وہ تو صبح کے ناشتے کی محرومی کا دکھ بھلا گئی پر دیان کا دل چاہا اسکی گردن دبوچ دے، گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے پاس ہی موجود شاپ والے کو پانی لانے کا اشارہ کیے وہ ساتھ ساتھ کھلتی بند ہوتی آنکھوں سے میشی کو غراتے تیوروں سے بھی دیکھ رہا تھا جو دیان کی حالت سے محظوظ ہوتی من ہی من میں مسکرا رہی تھی لیکن جب وہ گھورتا تو فوراً مسکین شکل بنا کر مظلوم اور دکھی پوز دینے لگتی۔

"تم آج نہیں بچو گی، آج تمہارا خاتمہ ہو جائے گا میشی کی بچی"

گاڑی کے پار کھڑی میشی کو غرا کر کہتے وہ اس آدمی سے پانی کی بوتل لیے اپنی آنکھیں دھونے لگا، اسقدر جلن تو اسے کبھی پنار کے طنزوں پر نہ ہوئی جتنی اس دو روپے کی میشی نے دے دی۔

"سوری دیان بھیا قسم سے میں نے یہ جان کر نہیں کیا، مجھے مت مارنا۔ انصاری حویلی کی اکلوتی لاڈلی آپکے ہاتھوں سے مفت میں ضائع ہو گئی تو دنیا کیا کیا باتیں بنائے گی۔۔۔۔ سنیں ناں"

اب شرارت کچھ کچھ خوف بن رہی تھی کیونکہ دیان واقعی آنکھیں دھونے کے بعد پلاسٹک کی بوتل وہیں مٹھی میں چڑمڑا کر زمین پر مارتا اسکی طرف غیض وغضب سے پھٹ جانے والا بنتا آیا تو وہ ڈر کر سڑک کے وسط میں جا کھڑی ہوئی۔

لیکن جب دیان کی سرخ آنکھیں دیکھیں تو مشائم کی ہنسی اس کے منہ سے پھسلی اور اس سے پہلے وہ اس دیو سے ڈر کر سڑک کی سمت بھاگتی، تیز رفتار گاڑی نے بروقت اس لڑکی کے عین سامنے بریک لگائی مگر مشائم تو سامنے کا منظر دیکھ کر اپنے حواس کھو چکی تھی، کیونکہ اس ملٹری وین کے آگے موجود ٹویوٹا گاڑی پر بھی ملٹری سائن تھا تبھی تو اس گاڑی کے فرنٹ ڈور کے کھلنے اور اس میں سے وردری میں ملبوس آفیسر کو نکلتا دیکھ کر مشائم صاحبہ وہیں

سن رہ گئیں خود دیان جو اسکا کچومر بنانے کے ارادے میں اسکے پیچھے بھاگ رہا تھا اس نے بھی فوجیوں کو دیکھتے اپنے قدم روکے کیونکہ اب اسے یہ فکر تھی کہ کہیں یہ لڑکی اسے فوجیوں سے ہی نہ پٹوا دے۔

"آر یو اوکے؟ ابھی آپ گاڑی کے نیچے آجاتیں مس۔ اور یہ آپ بھاگ کس سے رہی تھیں۔؟ یہ۔۔۔۔۔ تنگ کر رہا تھا آپکو؟"

المان کے باہر نکلنے پر اسکا جونئیر اسد بھی گاڑی کی دوسری طرف سے چھلانگ مارے نکلا جبکہ دیان تو سکتے میں جا چکی میشی کو گھورا جس سے المان سیال کے خوبصورت چہرے سے نظریں رتی برابر سرکانا بھی محال ہوا، بالکل وہ صورت حال تھی کہ مشائم دایب انصاری کی دنیا تھم گئی، حرکت کرتی کائنات رک گئی، نا جانے کیسے کیسے راگ آلاپتے منظر چمک اٹھے، وہ اپنی آنکھوں پر کیسے یقین کرتی کہ یہ تو اسکا خواب تھا، جبکہ ٹکٹکی باندھ کر اپنی جانب متوجہ ان ہم رنگی آنکھوں والی کی خوشی محسوس کرتے المان سیال نے

بھی عجیب سی دل میں ترنگ محسوس کی، شاید اس لیے کہ وہ معصوم سی لڑکی اسکو دیکھتے ہی سب بھول گئی، خود کو بھی۔

ایک تو اسکے بچپن کا عشق فوجی، پھر وردی میں، اور سونے پر سہاگہ اتنے قریب کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اس کی وردی چھو سکتی تھی، جن آفیسرز کی گاڑیوں کو غائبانہ سیلوٹ دے دے کر وہ بڑی ہوئی اس وقت کچھ فاصلے پر کھڑی تھی، تمام ملٹری سپاہی بھی باہر چلتے تماشے کی جانب دلچسپی سے متوجہ تھے۔

المان نے سرد نظر دیان آریز پر ڈالی جو خود ہی میشی کو کھڑے کھڑے فوت محسوس کرتا اسکے ساتھ ہی آکر رکا۔

"میں اسے تنگ نہیں کر رہا یہ میرے سر کا عذاب ہے، بد قسمتی سے میری کزن ہے۔ اور میری آنکھیں دیکھ کر سمجھ جائیں مسٹر کیپٹن کے اس نے میرے ساتھ کیا کیا ہے جو مجھے اسکی جان لینے کو پیچھے بھاگنا پڑا۔۔۔ اور تم، فوت ہو گئی ہو یا زندہ ہو"

دیان نے خود ہی اس سکتے میں آئی میشی کی بازو پکڑے ہلاتے سامنے کھڑے المان کو مشکوک نظروں کو ہٹانے پر مجبور کیا اور خود المان مسلسل میشی کی خود پر جمی نظروں سے اب بے چین تھا۔

مشائم کو لگا اگر وہ ہل بھی گئی تو اسکا یہ خواب ٹوٹ جائے گا۔

" آج تو یہ دینو مجھے مار بھی دیں تو غم نہیں، م۔۔ میرا سب سے بڑا خواب پورا ہو گیا۔ فوجی دیکھ لیا میں نے، ک۔۔ کیا آپ سچ میں فوجی ہیں؟"

المان، دیان یہاں تک کہ اسد بھی ورطہ حیرت میں تھا کیونکہ اس بددماغ لڑکی کو آس پاس کی کچھ ہوش نہ تھی، اسد جو المان کا جونئیر اور خاصا جولی سا تھا، کندھے سے المان کے کندھا ٹچ کیے اسے بھی واپس ہوش میں لایا۔

جبکہ دیان کا دل چاہا اس لڑکی کے سر میں دو مکے رسید کر دے جو اسے اب سخت ٹارچر کر رہی تھی۔

"معذرت چاہتا ہوں، لگتا ہے میری کزن سچ میں فوت ہو گئی ہے۔ ایکچولی یہ فوجیوں کی جبڑا فین ہے اسکی یہ بے ادب نظریں اگنور کریں۔۔ بائے آفیسرز۔۔۔ چلو، بد دماغ"

دیان نے ہی شرمندگی سے بچنے کو واپس میشی کی بازو پکڑے جب واپس لے کر جانا چاہا تو الماں سیال کی پکار پر اس سے پہلے ہی میشی نے اپنی بازو دیان آرئز کے ہاتھ سے چھڑوائی اور بے قراری سے پلٹی اور الماں کو پھر سے محبت سے دیکھنے لگی۔

" آرام سے ہینڈل کریں انکو مسٹر، اور آپ مس۔ آگے سے دھیان رکھیے گا، یہ روڈ بھاگنے کے لیے نہیں ہے۔ ہیو آ گڈ ڈے"

مشائم کی حالت سے من ہی من میں محظوظ ہوئے، چھٹی کینسل ہونے کا صدمہ کم محسوس کرتے الماں سیال نے نرم سے لہجے میں دیان کی سرزنش

کی اور ساتھ میں وہ میشی کی آنکھوں میں جھانک کر اپنا تو نہیں لیکن اس لڑکی کا رہا سہا دل بھی لوٹ گیا۔

اور وہ خوابناک کی سی کیفیت میں ان دونوں گاڑیوں کو وہاں سے جاتا تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئیں۔

"میشی، میں تمہارا سر توڑ دوں کیا؟"

دیان کو یہ لڑکی بت بنی مسلسل زچ کر رہی تھی۔

"ہائے! یہ کتنا ہنڈسم فوجی تھا۔۔۔ ماشاءاللہ۔ آپ نے دیکھا دیان بھیا اسکی اور میری آنکھیں سیم تھیں۔۔۔۔ اوئی ماں۔۔۔۔ میرے خوابوں کا شہزادہ مل گیا۔۔۔۔"

میشی کا بس چلتا تو یہیں ناچنے لگتی جبکہ دیان اسکے جوش کے سنگ کودنے پر اسکی بازو جکڑتا گھسیٹ کر واپس گاڑی تک لایا۔

"ہوش کے ناخن لو باندری، یہ سڑک ہے۔ شہزادے کے ملنے کا جشن حویلی جا کر منانا۔ تمہاری تو آئی جان سے آج اچھی ٹانگیں سیکواتا ہوں پتری۔۔۔ تم بیٹھو زرا"

دیان نے اسے جیسے تیسے کر کے گاڑی کے اندر گھسایا مگر وہ ونڈو سے سر نکال کر بس وہیں دیکھے جا رہی تھی جہاں وہ ملٹری گاڑیاں روانہ ہوئی تھیں، دیان نے دوسری طرف سے آکر سیٹ سنبھالی اور بڑی مشکل سے اپنے اڈتے جلال کو قابو کیا۔

"سر اندر کرنا یہ یا میں تمہیں یہیں بکرے کی طرح حلال کر دوں؟"

دیان کی غصیل وارننگ پر میشی نے سر تو اندر کرتے شرافت دیکھادی پر آج اسکا دل سچ میں ناچنے کو چاہا۔

آنکھوں کے سامنے بس المان سیال تھا، اور میشی تو پہلے ہی فوجیوں کی دیوانی تھی، اب لگتا تھا ان گرے آنکھوں کی مستانی ہونے والی تھی۔

دیان نے خونخوار سی نظر اس شرماتی لجاتی پتا نہیں کونسی پرانی فلموں والے پوز دیتی میشی کو دیکھا اور پھونک مارے اپنے غصے کو ٹھنڈا کیے گاڑی سٹارٹ کی، بچارے کی آنکھیں اس قدر جل رہی تھیں کہ سامنے مسلسل دیکھنا تک حرام ہو رہا تھا۔

..________________________..

سیال حویلی کا مردان خانہ اور حویلی سے ملحقہ جرگے کا میدان ہر خاص و عام کے لیے کھلا رہتا تھا تبھی اوزان کی انٹر ہوتی گاڑی کو نہ تو سیال حویلی کے چوکیدار نے روکا نہ کسی ملازم یا خفاظت پر معمور انکے لوگوں میں سے کسی نے اوزان سے پوچھ گچھ کی جس پر وہ گاڑی پورچ میں روک کر اپنے سحر انگیز شخصیت کے رعب و تنتنے کے سنگ باہر نکلا۔

سیاہ پینٹ شرٹ پر گہرا براون بیلذر پہنے، پیروں میں بلیک مونک شیوز، سر کے بال اور ہلکی ہلکی گھنی بیرڈ کو بہت سلیقے سے مینج کیے، رنگ فنگر میں ایک خاص پتھر میں مقید چاندی کی انگوٹھی جو اسکے پرکشش ہاتھوں کو مزید توجہ کا مرکز بنا رہی تھی، دائیں کلائی میں بندھی بہت کلاسی ریسٹ واچ جو یقیناً مہنگی نہیں معیاری تھی۔ اسکے پہاڑ مہکتے وجود پر ہر رنگ جچتا مگر وہ ٹھہرا سیاہ کا شیدائی، دیکھنے والی آنکھ اسکے بظاہر دیکھائی دیتے روپ کو تکتے لمحہ بھر ساکن رہ جاتی، اسے خود کو دیکھنے والوں کی آنکھوں میں اپنے لیے تجسس، حسرت اور ستائش پسند نہ تھی لیکن پھر بھی اسے یہی ملتا۔

خفیف سی حیرت کے سنگ اوآن نے گاڑی سے نکل کر ان آدمیوں کو دیکھا جیسے وہ لوگ اوزان دایب انصاری کے ہی منتظر تھے۔

"مسئلہ یہ ہے خان بابا، کہ میری زمینوں کو سیر اب کرنے کے بعد اضافی نکلتا پانی پرویز کے کھیت میں گیا، اور کماد کی فضل خراب ہو گئی۔ اب یہ کہہ

رہا ہے یا تو اسے ساٹھ ہزار دوں یا یہ میرے خلاف پولیس میں شکایت درج کروائے گا"

جرگے کے میدان میں علاقے کے چند معزز لوگ جمع تھے اور وہیں کوٹ کے دو کسانوں کے مابین تنازعے کا معاملہ رکھا گیا تھا، بہت خوبصورت اور شفیق خدوخال کے مالک سفید موٹے کاٹن کے اجلے اور بنا کسی سلوٹ کے سوٹ تلے مردانہ کھسہ پہنے، سر پر سفید پنچائتی شملہ جبکہ کندھوں پر روائتی براون شال ڈال رکھی تھی، دونوں کسان اپنے اپنے مسئلے کو گوش گزار کرنے کے بعد خان بابا کا انصاف اور فیصلہ چاہتے تھے۔

"خان بابا آپ جانتے ہیں یہ زمین چوہدری کرم داد کی ہے، وہ تو مجھے ایک روپیہ نہیں بخشے گا، غریب آدمی ہوں، گھر بھی بک گیا تو مجھ سا سفید پوش تو مر جائے گا۔ اس بندے نے جان بوجھ کر پانی میرے کھیت کی طرف بہایا"

پرویز نے ڈرتے ڈرتے ڈبڈبائی آنکھوں سے پورے وثوق سے پھر سے فریاد کی جس پر لمحہ بھر خان بابا کی آنکھوں میں عامر کے لیے عتاب سا چمکا۔

"ی۔۔یہ جھوٹ کہہ رہا ہے خان بابا، میں ایسی گری حرکت نہیں کر سکتا"

عامر جیسے اسکی اس بات پر بپھرا لیکن اس سے پہلے وہ دو آپس میں ہی دست و گریبان ہوتے، خان بابا نے ہاتھ بلند کرتے دونوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

"عامر پتر، جب تجھے پتا تھا تیری زمینوں سے اضافی پانی کا اخراج پرویز کے کھیت کی سمت رخ کرے گا تو تو نے پانی لگانے سے پہلے اسکے اخراج کے لیے مناسب اقدامات کیوں نہیں کیے۔ کماد کی کھڑی فصل میں اضافی نمکیات والا پانی گیا ہے تو اسکا نقصان تو ہوا ہے"

خان بابا نے دونوں طرف کی بات تحمل سے سنی جبکہ عامر اب خاموش تھا، پرویز بچارے کی آنکھوں میں اپنے اتنے نقصان پر آنسو چلے آئے۔

"خان بابا میں نے اندازہ لگاتے ہوئے ہی پانی لگایا تھا، لیکن مجھے خود سمجھ نہ آئی کہ یہ کیسے ہوا"

عامر نے اپنی غلطی دبانے کی کوشش بھرپور مظلومیت کا لبادہ اوڑھے کی جبکہ پرویز بس چپ چاپ آنسو گھوٹے کھڑا تھا۔

"تو نے نالا نہیں بنایا تھا؟"

خان بابا کے سوال پر عامر کی سٹی گم ہوئی اور روتے ہوئے پرویز کی آنکھوں میں چمک اتری۔

اسی دوران اوزان دایب انصاری جرگے میں نہ صرف بنا اجازت آیا بلکہ بڑے مغرور انداز میں اس نے بھی ایک کرسی سنبھالی اور اپنی پتھر جیسی نظر خان بابا پر ٹکائے اپنی جیکٹ کی جیب سے سگریٹ نکالی پھر لائٹر اور سلگا کر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ کچھ لوگوں کے عقب میں ٹھیک خان بابا کی ناک کی سیدھ میں بیٹھا ہوا تھا۔

"خان بابا و۔۔وہ"

عامر نے اپنی غلطی دباتے منمنانے کی کوشش کی جس پر خان بابا نے ہاتھ اٹھائے تنبیہی تیوروں سے اسے روکا۔

"چونکہ غلطی عامر کی ہے تو سزا بھی اسی کو ملے گی، پرویز کے نقصان کی بھرپائی کر اور آئیدہ سے ایسی شرارتوں سے باز رہنا پتر۔ ایسا نہ ہو انہی چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کے سبب تم لوگ ایک دوسرے کی جانیں نگلنے لگو"

خان بابا کے فوری انصاف پر وہ سگریٹ سے اٹھتے دھوئیں کے مرغولے اڑاتا تمسخرانہ مسکرایا، جیسے مصنوعی ہی سہی بہت متاثر ہوا ہو، اسکی شربتی آنکھوں میں آگ لپکی۔

"لیکن خان بابا میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں، غریب بندہ ہوں۔ رحم کریں"

عامر نے سسک کر وہیں زمین پر گھٹنے ٹیکتے خان بابا کے سامنے ہاتھ جوڑے جس پر خان بابا وہیں پاس کھڑے اپنے منشی جلال کی جانب متوجہ ہوئے۔

"جلال تیری مدد کر دے گا، لیکن یاد رکھنا خان سانول سیال کی پنچائیت میں ہر بار ایسا رحم نہیں دیکھا یا جاتا"

خان بابا کی رحم دلی پر اوزان پھر سے زہریلا مسکرایا۔

"یونہی اپنی حرام کمائی اپنے چہیتے جمع کرنے کی کوشش میں لٹاتے رہے تو دوسروں کے حق مار کر بھرے دولت کے کنوئیں بھی خالی ہو جائیں گے خان سیال صاحب"

مجمعے میں سے سنائی دیتی اس متنفر اور سرد آواز میں ایسی وحشت تھی کہ ہر فرد گردنیں پھیرے اس بے ادب آواز کے چہرے کو دیکھنے پلٹا، جبکہ خان بابا کی نظر جب اس چہرے سے ٹکرائی تو اسکی آنکھوں کے آگے بھی دھند چھائی۔

"کیا بکواس کر رہا ہے، تُو ہے کون ہے بے؟"

جلال کا تو خان بابا سے اس طرح بے ادبی سے بات کرنے والے کے لیے جسم کا سارا خون تپ اٹھا تبھی اوزان نے دھواں اگلتی سگریٹ کچی زمین پر پھینکی اور اسے بوٹ سے مسلتا ہوا مجمعے کے بیچ و بیچ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ارسائے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں، مسٹر کمپلیئین۔۔۔ تم لوگوں کے خان سیال کی موت"

اپنے دل دہلاتے تعارف سے وہ سب پر سکتہ طاری کر چکا تھا۔

"خاموش"

اس سے پہلے جلال آپے سے باہر ہوتے ساتھ ہی کھڑے گارڈ سے بندوق چھپٹتا، خان سانول سیال کی دبنگ آواز پر اوزان پر حملہ آور ہوتا ہر شخص تھما، اوزان کی جلتی سلگتی مسکراہٹ کسی کا بھی قتل کر سکنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

"خان بابا یہ کون ہے؟ کیا بکواس کر رہا ہے۔ اجازت دیں اسکے تن کے اتنے ٹوٹے کروں گا کہ ساری اکڑ نکل جائے گی"

جلال نے لہو ہوتی رنگت اور اشتعال آمیز لہجے میں دبا سا غراتے اپنی بے بسی عیاں کی جبکہ خان سانول سیال نے سب کو جانے کا حکم دیا تو سب کے چہروں کی رنگت سفید پڑی۔

"مجھے اور اسے اکیلا چھوڑ دو سب، جاو"

انکے گارڈ اور لوگ ہرگز انھیں اس مشکوک اور خطرناک آدمی کے پاس چھوڑنا نہ چاہتے تھے مگر جب خان بابا نے سختی سے کہا تو معززین سمیت انکے محافظ بھی ایک ایک کر کے جرگے کا میدان چھوڑتے چلے گئے۔

اوزان کی آنکھیں جہنم کی طرح جل رہی تھیں، وہ اسی طرح چلتا ہوا عین ان محترم ہستی کے روبرو آیا اور یوں اپنی جلتی آنکھیں انکی شفیق آنکھوں میں گاڑیں جیسے انکا کلیجہ سالم نگل لینا چاہتا ہو۔

"میں نے بہت پوچھا دادا سے کہ بتائیں یعقوب حیدر کو بہت سالوں پہلے کس نے موت سے بچایا، بہت سال لگ گئے اس سچ تک پہنچنے میں۔ تو وہ آپ تھے بزرگوار، شکل مومن، کرتوت کافرانہ کی خصوصیات رکھنے والے۔ یقیناً آپکے اس منہ بھولے بیٹے یعقوب نے آدھا لوٹا مال آپکو رشوت کے طور پر دیا ہوگا، تبھی تو آپکا لافانی انصاف پیسے کی چمک کے آگے غرق ہو گیا"

اس شخص کے زہر میں بجھے الفاظ پر خان بابا کی نا صرف آنکھیں لہو ہوئیں بلکہ انکا اٹھا ہاتھ یقیناً اوزان دایب انصاری کے جبڑے کو ہلا دیتا اگر بروقت وہ انکا ہاتھ ٹھیک اپنے رخسار کے قریب پوری قوت سے روک نہ لیتا، اس شخص کی آنکھوں میں شرارے دوڑے، جسم میں گردش کرتا لہو سلگ گیا۔

اوزان کی آنکھوں میں نفرت کی انتہا اتری جبکہ خان سانول سیال اک لمحہ تو اس کی جرت پر کپکپا گئے۔

"اوزان دایب انصاری ہوں، ناحق تکلیف کو خود پر حرام رکھنے والا۔ آپکے اس تھپڑ کا مستحق میں نہیں وہ یعقوب تھا، بروقت اس پر اٹھ جاتا تو شاید میرے بابا زندہ ہوتے۔ لیکن جب آپ نے اپنا فیصلہ یعقوب کے حق میں دیا بس یہی میرے بابا کی دردناک حرام موت کا سبب بن گیا، اندر کی بات میرے منہ سے سن کر آپکو یہ جو آگ لگی ہے نہ پیارے سیال صاحب، اسی آگ میں اب تم لوگ جلو گے، سب کے سب"

اوزان کا بس نہ چلا وہ اس بے رحم شخص کی بزرگی کا رہا سہا احترام بھی ترک کر دیتا جسکے اجلے سفید لباس پر اوزان کو اپنے باپ کا خون دیکھائی دے رہا تھا۔

"یعقوب کے پاس جو کچھ تھا وہ دایب کا تھا، اسکے تمام قانونی ثبوت میرے پاس عدالتی مہروں سمیت رکھے ہیں۔ کاروبار میں جو نقصان ہوا وہ بھی یعقوب کی غلطی کی وجہ سے، لیکن آپکا انصاف کیا تھا؟ قاتل کی زندگی اور

بے قصور کی موت۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا سیال صاحب، آئینہ دیکھا نہیں جا رہا، اس میں دیکھائی دیتی اپنی خوفناک صورت برداشت نہیں ہو رہی؟"

اگر الماں یا جواد کو بھنک بھی پڑتی کہ انکے دادا اور بابا کے ساتھ اوزان کیا کر رہا ہے تو سچ میں اوزان کی زندگی یہیں گل کر دی جاتی، شاید یہ اوزان کی قسمت تھی جو اسے یہاں کھینچ لائی، اور اس وقت نہ ہی جواد سیال یہاں موجود تھے نہ الماں۔

خان سانول سیال کی آنکھوں میں اس بچے کے حرف حرف سے خوف اترا تبھی تو اوزان اختتام تک ان پر تمسخرانہ ہوا۔

"ج۔۔ جیسا تجھے بتایا ہے تیرے بدبخت دادے نے ویسا کچھ نہیں ہے، میرے جسم پر یہ کپکپاہٹ جانتا ہے کیوں ہے؟ کہ تو اپنے باپ جیسا رتی برابر نہیں نکلا، وہ تو میرے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھاتا تھا اور ایک تو بدبخت ہے کہ اس بوڑھے کو تکلیف تک دے رہا ہے"

انکا اشارہ اپنے کمزور ہاتھ کی جانب تھا جسے اوزان نے شدت سے پکڑا لیکن انکے جتانے پر اس نے فوری انکے ہاتھ کو آزاد کیا اور دو قدم پیچھے ہٹا۔

"آنکھ نہیں اٹھاتے تھے تبھی تو آپ نے انکی فرمابرداری اور خلوص کا یہ صلہ دیا، خودکشی کرنے کے لیے بہت زیادہ تکلیف پہنچنا ضروری ہوتا ہے پیارے سیال۔ ایسی تکلیف جو اس پوری دنیا کی تکلیف سے دگنی ہو تب جا کر ہمارے ان جسم میں اس سے اپنی خوشی سے بچھڑنے کی ہمت آتی ہے۔ یعقوب نے گڑیا کے ساتھ جو کیا؟ کیا تم لوگوں کی عدالت اتنی گری پڑی ہے۔ وہ عورت میرے چاچو کی محبت تھی، لیکن اس یعقوب نے کیا کر دیا؟ یہ سب کہانیاں دفن کر دی گئیں۔ انکی قبروں سمیت۔۔۔۔۔ لیکن بہت ہو گیا۔ بہت کر لیا ہم نے تم جیسے بدنیتوں اور ناانصاف لوگوں پر یقین۔ اب یہ سارے معاملات اوزان دایب انصاری بذات خود دیکھے گا۔ میں آپکی اس دوٹکے کی پنچائیت کے تقدس کو اپنے پیروں تلے روند دوں گا، یاد رکھیے گا اوزان یہاں اپنا چھینا حق واپس لینے آیا ہے اور اپنے حق کے ساتھ اپنے مجرم بھی ساتھ

گھسیٹ کر لے جائے گا۔ یہ بات آپ اپنے اس چہیتے یعقوب کو بھی بتادیجئے گا"

اس وقت اس شخص پر خون سوار تھا اور وہ ان پر قہر برساتا رخ موڑ گیا مگر پھر پلٹا اور نفرت سے اٹی کینہ توز نگاہ خان بابا پر ڈالی۔

"اور ہاں، یہ اوزان دایب واقعی اپنے باپ جیسا نہیں ہے پیارے سیال، یہ اوزان مارنے اور مرنے سے پہلے سوچنا پسند نہیں کرتا۔ یہ مت بھولیے گا کہ آپکا کامیاب سیاسی بیٹا اور کیپٹن پوتا بھی اس دشمنی کی بھینٹ چڑھ سکتا ہے سو میری راہ میں آنے سے پہلے آپکو لاکھ بار سوچنا ہو گا۔ شب بخیر"

اسکے لہجے میں صاف صاف دھمکی تھی جبکہ اوزان اس میدان کی مٹی پیروں سے دھول بناتا اپنا فیصلہ صادر کیے وہاں سے چلا گیا جبکہ خان سانول سیال نے بمشکل اپنی کرسی کو تھامے خود کو گرنے سے بچایا، لمحے میں وہ آبدیدہ ہوئے۔

نظریں بس اسی طرف تھیں جہاں وہ گیا تھا، اسکے پیروں سے اٹھتی دھول اب بھی ملگجی سی روشنی میں گھلی ہوئی تھی۔

کچھ دیر اپنے آنسو پینے کے بعد وہ اٹھے تو جلال کو خونخوار تیوروں کے قریب آتا دیکھتے بنا اسے کچھ پوچھنے کی مہلت دیے بنا اسکے کندھے پر تھکے سے انداز میں ہتھیلی رکھ دی۔

"ابھی کچھ مت کہہ جلال پتر، میں یعقوب سے ملنے جارہا ہوں۔ میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے۔ پنار پتری کو پتا نہ چلے اس بارے، نہ الماں یا جواد کو۔ آتا ہوں میں"

خان بابا کے رندے چہرے سے جلال بے تاب تو تھا پر وہ انکے حکم کا پابند تھا سو بے دلی سے ہی سہی وہیں رکا اور وہ سیدھا حویلی سے نکل کر زینیش اور یعقوب کے گھر کی طرف گئے۔

باباچونکہ سو رہے تھے سوزینو نے انکے کیئر ٹیکر علاقے کے ہی نظیر بھائی کو انکے آس پاس رہنے کا کہا اور خود وہ پنار کی فرمائش پر زینو سب وے چلی گئی کیونکہ پنار کا دل کچھ زینو کی بیکری سے کھانے کا تھا۔

نظیر ابھی خان بابا کا ہی آدمی تھا جو پچھلے دو سال سے یعقوب حیدر کے ساتھ انکو واش روم لے جانے، نہلانے اور انکے وہ سب کام کرنے کے لیے ساتھ موجود تھا جو زینیش نہ کر سکتی تھی، یہاں تک کہ کپڑے بدلنے کے لیے بھی بھانظیر ا آتا اور وہی یعقوب صاحب کی ایسی دیکھ بھال کرتا۔

نظریرا انکے کمرے کے باہر ہی کرسی پر بیٹھ کر اپنے موبائیل میں ریڈیو لگا کر ہیڈ فون ایک کان میں دیے بیٹھا تھا جب خان بابا کو دروازے سے اجلت میں اندر آتا دیکھ کر وہ فوری مودب سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"خان بابا، آپ۔۔ خیریت ہے۔ پریشان لگ رہے ہیں"

نظیرے نے آگے بڑھ کر خان بابا کا ہاتھ تھاما کیونکہ اب انکے گھٹنے اس قدر اچھے نہ تھے کہ وہ تھوڑا سا بھی لاٹھی کے بنا سفر کرتے لیکن اس وقت انھیں صرف یعقوب سے ملنا تھا

"ہاں میں ٹھیک ہوں، تو جا آدھا گھنٹہ جا کے روٹی ٹکر کھا۔ میں ہوں یعقوب کے پاس۔ مجھے کچھ بات کرنی ہے اس سے"

خان بابا یوں تھے جیسے اس وقت انھیں کسی کا سایہ بھی برداشت نہ ہو تبھی تو نظیرا بھی لمحہ بھر منہ سا بنا گیا۔

"جی خان بابا، وہ سو رہے ہیں۔ پر آپ کی ایک آواز پر جاگ جائیں گے۔ میں آتا ہوں پھر۔ زینو بی بی اور پنار بی بی ابھی کچھ دیر پہلے ہی زینو سب وے گئی ہیں"

نظیرے نے فوری اطلاع دی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے جا"

وہ اسے ہاتھ کے اشارے سے چلتا کرتے یعقوب کے کمرے میں داخل ہوئے تو نظیرے نے بھی آدھے گھنٹے کی عیاشی ملتے ہی گھر سے باہر نکلتے ہی اپنے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔

..______________________________..

"یہ کیا بلا ہے؟ کیا کوئی نیو ریسپی"

وہ دونوں زینو ڈیری سب وے کی خوبصورت عمارت میں آئیں تو اس وقت کافی سارے کسٹمر زوہیں بیٹھ کر ڈنر کر رہے تھے، علاقے کے علاوہ اس شاپ کی افادیت یہ بھی تھی کہ یہاں قصور گھومنے آنے والے لوگ بھی باقاعدگی سے کھانا کھانے آجاتے۔

زینو نے اپنی ٹیم اور اپنی بنائی ریسپی آف ویک چکھائی تو پنار نے اس کا ذائقہ اچھا محسوس کرتے پہلی بائیٹ لیتے ہی دریافت کیا، زینو کے ساتھ یہاں چھ بہت پیاری اور کم عمر لڑکیاں بھی تھیں، سب ہی جھرمٹ بنائے پنار کے

گرد کھڑی تھیں اور زینو کیبن پر چڑھ کر بیٹھی پنار کے تاثرات دیکھنے میں محو تھی۔

"یہ پرونز اینڈ فش کڑی ہے پنار میڈم"

انھی چھ ہونہار ٹیم ممبرز میں سے یہ سائرہ تھی جس نے فوری سسپنس توڑا۔

"ارے واہ تم تو یہ کیڑے مکورے بھی پکانے لگی ہو، لیکن بھئی ٹیسٹ مزے کا ہے، میں نے کافی قسم کی پرونز ڈشیز کھائیں لیکن اسکا ذائقہ سب سے اوپر ہے"

پنار صاحبہ یہاں کی چیف گرو تھیں اور سٹاف جب بھی ایسا کوئی نیا تجربہ کرتا اسے پنار ہی اپروول دیتی اور اسکے بعد وہ زینو ڈیری سب وے کے مینیو میں شامل ہوتا۔

پنار کے ریمارکس پر سب نے ہنستے تالیاں بجائیں تو زینو بھی مسکرائی۔

"مطلب پنار آپیا ہم اسے مینو میں ایڈ کر سکتے ہیں نہ؟"

یہ دوسری لڑکی حرا تھی جس نے پر جوش ہوتے اگلا سوال کیا۔

"بالکل بھئی، اور مجھے لگتا ہے تم سب نے تجربے کر کر کے زینو ڈیری سب وے کے ساتھ زینو پکوان کا ہوٹل بھی عنقریب کھول لینا ہے۔ مطلب آل ان ون پیکج بن چکی ہے یہ بیکری"

پنار نے اس پر ونز اور فش کڑی کے ساتھ روغنی نان اور پھر زیرے والے رائس بھی ٹرائے کیے، مزہ دوبالا ہوا اور زینیش بس مسکرا کر ان سب کو دیکھ رہی تھی۔

"میم، ایک مسٹر آئے ہیں۔ سینیمن کیک اور کافی کا آرڈر دیا ہے، ایسا نہ ہو خرید کر کھانے کے بعد وہ ہمارے اس سپیشل کیک کا مزاق اڑا کر چلے جائیں۔ تو آپ بتادیں میں انکو سروکروں یا نہیں ہے کہہ کر بگھادوں،"

سب کو ہنستا دیکھتی زینو تب تھمی جب اسی کی جونیر شائستہ نے آکر یہ حیرت انگیز انکشاف کیا، کیونکہ یہاں ملتا سینیمن کیک سب نے پہلی نظر میں دیکھتے ہی فیل کر دیا تھا، مگر یہ زینو کا فیورٹ تھا مگر اسے زینو ڈیری سب وے میں کوئی خاص مقام حاصل نہ ہوا نہ اسے کوئی دار چینی کی تیز خوشبو اور تھوڑے کڑوے زائقے کی وجہ سے کھانا پسند کرتا لیکن نجانے کتنے ماہ بعد اسکا کوئی خریدار آیا تھا کہ زینو کا دل چاہا وہ اس بندے کو دیکھے۔

پنار تو واپس اپنے ڈنر میں لگ گئی لیکن زینو ضرور اس شائستہ نامی لڑکی کے ساتھ باہر کاونٹر تک آئی، زینو ڈیری سب وے کی عمارت کے باہر بھی تین چار میز اور کرسیاں کسٹمرز کے لیے رکھی گئی تھیں اور وہ موصوف باہر ہی کی میز کے ساتھ کرسی پر چوڑے ہو کر براجمان تھے کہ زینو کو کاونٹر پر کھڑے ہو کر صرف اسکی پشت دیکھائی دی۔

"وہ بیٹھے ہیں"

شائستہ نے زینو کی توجہ ہاتھ کے اشارے سے مزید اس بندے ہر کروائی۔

"تم ایسا کرو شائستہ ، انھیں ٹیسٹ کے لیے یہ دے کر آو۔ اگر انھیں ہمارا سینیمن کیک پسند آیا تو ٹھیک ہے انھیں سیل کر دینا ورنہ تم کہہ دینا کہ وہ کچھ اور آرڈر کر لیں کہ ہماری یہ ریسپی فلاپ ہے"

زینو نے وہیں کاونٹر پر سجے لاتعداد کیکس اور پیسٹریز میں نے سینیمن فلیور کا ون منی پیسٹری پیس اٹھایا اور اسے بہت پیار اریپ کر کے سیاہ رنگ کی پتھر کے میٹریل کی پلیٹ میں رکھے ساتھ لوہے کی مڈل سائز سپون رکھی جس کے کنارے پر زینو ڈیری سب وے کا لاگو بنا تھا، شائستہ نے فرمابرداری سے ٹرے میں اس کسٹمر کے لیے بنائی بلیک ہاٹ کافی رکھی اور ساتھ کیک والی پلیٹ رکھے پلٹی مگر زینو نے پھر سے کاونٹر سے نکل کر شائشتہ کی بازو پکڑے روکا۔

"آپ بھی نہ زینو باجی"

زینو نے مسکرا کر اسی پلیٹر میں چھوٹی سی گول ٹکیہ اپنے سپیشل حلوے کی رکھی جو یہاں بیٹھ کر یہاں کی کوئی بھی چیز کھانے والے کو فری ٹیسٹ کو دیا جاتا تھا، شائستہ اسکے ہر کام کو سلیقے سے کرنے پر مسکرائی اور پھر پروفیشنل انداز میں شائستہ جب وہ ٹرے لیے باہر آئی تو اوزان دایب انصاری تاحد نگاہ پھیلے لان اور وہاں کی خوبصورتی میں بڑی فرصت سے کھویا ہوا تھا۔

آہٹ پر وہ متوجہ ہوا تو حجابی یونیفارم میں پراپر کوور سی شائشتہ نے نرم سی مسکراہٹ کے سنگ وہ خوبصورت ٹرے اوزان کے سامنے میز کی سطح پر رکھی، کیک کا انتہائی کم پیس، پھر اضافی حلوہ ٹائپ وہ ٹکیہ دیکھ کر وہ تھوڑا بدمزہ ہوا اگر شائشتہ نے قبل از وقت اسکی برہمی بھانپے جواز پیش کیا۔

"سر، ایکچولی ہمارے یہاں کا سینیمن کیک ہماری اب تک کی سب سے فلاپ ریسپی ہے، حالانکہ یہ ہماری اونر کی فیورٹ ہے۔ وہ اس کو برا بھلا برداشت نہیں کرتیں سو ہمارے ہاں رواج ہے کہ جو بھی اسے آرڈر کرتا

ہے ہم اسے پہلے ٹیسٹ کے لیے دیتے ہیں تا کہ رائے جاننے کے بعد ہی سرو کریں۔ آپ چھ ماہ بعد اس کیک کو خریدنے والے پہلے کسٹمر ہیں"

شائشتہ کی تمہیدی باتیں سن کر وہ جو کافی غصے میں تھا، نا جانے کیوں مسکرا سا دیا۔

یہ رول اس نے آج سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا، یعنی یہ جگہ یقینا کسی پروفیشنل کے انڈر تھی اور نفاست، پروفیشنلزم، سلیقہ اوزان دایب کی کمزوری تھی۔

"ویری گڈ، اور یہ کیا ہے مس؟"

اوزان کا اشارہ اس حلوے کی ٹکیہ کی طرف تھا جو ڈرائے فروٹس کا لگ رہا تھا اور اس پر چاندی کا ورک بھی تھا۔

"یہ ہماری ویکلم ریسپی ہے، یہاں آتے ہر کسٹمر کو زینو ڈیری سب وے کی یہ سب سے کامیاب ریسپی بطور گفٹ دیا جاتا ہے"

شائشتہ کسی چابی والے کھلونے کی طرح ہر سوال کا پٹر پٹر جواب دے رہی تھی اور زینو اس آواز کو سن رہی تھی، دروازے کی اوٹ میں چھپ کر، اسے بہت خواہش تھی وہ اس انسان کو دیکھے جو اسکی طرح اس بدمزہ کیک کا شوقین ہے، زینو کے دل کی رفتار معمول پر تھی بس ڈر، ہچکچاہٹ اور تجسس حاوی تھا۔

"مجھے لگا تھا یہ عام سی جگہ ہے، لیکن یہاں معیار اور اصول کافی اچھے ہیں۔ طور اطوار سمیت۔ اپنی اونر کو شکریہ کہیے گا"

اوزان نے رسانیت سے انکی سروس سراہی اور فارک کے سنگ اس نے پہلے سینیمن کیک چکھا، اور شائستہ سے زیادہ جس کے دل کی دھڑکنیں تھمیں تھیں وہ زینو تھی جو اس شخص کے ریماکس کے لیے دم سادھے متوجہ تھی۔

"سر، کیسا لگا؟"

شائشتہ نے اوزان کے تاثرات تکتے فوری بے صبری سے پوچھا جس نے کیک کا فسٹ بائیٹ نگلتے ہی مکمل توجہ جب شائشتہ کی طرف دی تو اسکے آدھے چہرے کو زینو نے بھی دیکھا تبھی تو پتھرا گئی، معمول پر چلتا دل اس قدر تیز ہوا کہ اسے لگا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

"میں نے ایسا سینیمن کیک اپنی پوری زندگی میں نہیں کھایا، بریلنٹ ٹیسٹ۔ مجھے حیرت ہے اتنا کلاسی اور مناسب ذائقہ فلاپ کیسے ہوا۔ ممکن ہے یہاں کے لوگوں کو اسکی افادیت سے آگاہی نہ ہو، یہ بہت مزیدار ہے۔ پلیز مجھے اور چاہیے"

یہ سن کر شائستہ کی شادی مرگ کی سی حالت تھی کیونکہ ایسا کم از کم اسکے یہاں کام کرنے سے اب تک تو پہلی بار ہوا تھا اور وہ جو اسکا چہرہ دیکھ کر پتھرا گئی تھی فورا اسے دروازے کی اوٹ سے ہٹ کر دیوار سے جا لگی اور تیز تیز سانس لینے لگی، اپنی ہتھیلی فورا سے کھولی اور اس اوسائن کو دیکھ کر حواس باختہ سا مسکرائی، یہ تو وہی شخص تھا۔

یہ تب کی بات تھی جب وہ پنار کے ساتھ چار ماہ پہلے لاہور گئی تب دیان کی سالگرہ تھی اور پورے ہوسپٹل سٹاف نے سیلبریٹ کی جس میں پنار اسے بھی لے کر گئی، تبھی اس نے وہاں اوزان انصاری کی بس ایک جھلک دیکھی تھی، زینیش کبھی کسی مرد کے حوالے سے اتنی بے باک نہ تھی مگر اس شخص کو دیکھنے کے بعد وہ اپنا دل اس ایک جھلک میں وار آئی اور تب دیان نے ہی اسکے سامنے اوزان انصاری کو اوزان بھائی کہہ کر پکارا جس سے زینو کو اسکا نام بھی پتا چل گیا لیکن یہیں پر سب ختم نہ ہوا، وہ شخص اسکے بابا کی پرانی فوٹو گرافس میں بھی تھا، کم عمر لیکن وہ اسے پہچان گئی، زینو کی زندگی اتنی پراسرار اور الجھی تھی کہ اس نے یہ معاملہ خود میں دبالیا لیکن آج پھر چار ماہ بعد وہی چہرہ، وہی انسان اسکی اس دنیا میں آچکا تھا یہ زینو کے لیے صدمے سے کم نہ تھا۔

رہی سہی کسر شائستہ کے قریب آکر اچھلنے اور کان میں ٹانگوں سمیت گھس جانے نے پوری کی جس پر زینو ڈر سی گئی۔

"باجی۔ باجی وہ بندہ تو ہماری فلاپ ریسپی کا دیوانہ ہو گیا۔ اور مانگ رہے۔۔۔۔ اوپر سے اتنا ڈیشنگ اور ہنڈسم ہے باجی، اور انکی آنکھیں آپ جیسی ہیں۔ اتنا سوہنا بندہ پورے قصور میں نہیں ہونا، مجھے لگتا یہاں گھومنے آئے"

زینو کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ شائستہ کیا بڑبڑائے جا رہی ہے، شائستہ نے کیک مزید پلیٹ میں سرو کیا اور باہر نکل گئی جبکہ زینو نے بمشکل کاونٹر پکڑ کر خود کو لڑکھڑانے سے روکا۔

"یہ رہا سر آپکا کیک، مزے سے کھائیے"

شائستہ نے مسکرا کر سرو کرتے ہی واپسی کی راہ لینی چاہئ مگر اوزان کے پکارنے پر وہ فوری رک کر پلٹی۔

"آپکی اونر؟ دیکھ سکتا ہوں انکو؟"

اوزان خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ یہ کیوں کہہ بیٹھا ہے، لیکن اس خاص زائقے کے بارے محترم کافی متجسس تھے، اسے بالکل ایسا ہی تیز سیمنین کے زائقے والا کیک پسند تھا مگر اس نے کافی ٹرائے کیے جو سینیمن کے نام پر بس اسکی خوشبو سے اٹے ہوتے تھے اور تبھی اوزان یہ کیک خود بیک کرتا تھا، اس نے صرف اس کیک کے پرفیکٹ زائقے کے لیے کئی ریسٹورنٹ گھنگالے تھے۔

"دیکھ سکتا؟ اگر آپ کہتے مل سکتا ہوں پھر ضرور میں ہاں کہہ دیتی۔ وہ خود میلز کسٹمرز کے سامنے نہیں آتیں، تھوڑی شائے طبعیت کی مالک ہیں۔ لیکن وہ آپ سے بات ضرور کرلیں گی"

شائستہ کے لہجے کی شرارت پر اوزان نے خود کو واپس سنجیدہ کیا اور جبراً مسکرا کر سر ہلایا جس پر شائستہ بھی واپس اندر بڑھی۔

"وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں باجی"

شائشتہ نے اندر آکر پہلے سے صدمے میں مبتلا زینو کے سر پر بمب پھوڑا۔

"ک۔۔کیوں"

زینو کی آواز باقاعدہ لرزی۔

"کیک کی ریسپی پوچھنی ہوگی، میں دوسرے کسٹمرز کو دیکھ لوں۔ وہ جاتے ہوئے آئیں گے۔ بات کر لیجئے گا"

بنا زینو کو سنبھلنے کا موقع دیے بنا شائستہ اسے اس خطرناک سچویشن میں اکیلا چھوڑتی وہاں سے چلی گئی جبکہ زینو نے کاونٹر سے باہر نکلتے وہاں بنی شلیفس پر کپکپاتے ہاتھوں سے گھبراہٹ کے مارے کیک، ڈرائے فروٹس کین اور حلووں کے ڈبے ترتیب دینے شروع کر دیے۔

اوزان نے اپنے اندر جمع ہوئی کرواہٹ اس سینیمن کیک سے کم کی، کافی انجوائے کی اور پھر اس حلوے کو بھی ٹرائے کیا، ہر چیز صاف ستھری، ہائی جینک، اور مزیدار تھی اور ماحول دگنا خوشگوار۔

اوزان نے بل کے لیے اپنے والٹ سے ایک ہزار کا نوٹ نکال کر وہیں بل بک میں رکھا اور کرسی پر لٹکائی اپنا بلیزر اٹھا کر بازو پر رکھے وہ وہیں لان میں سے پورے جوبن پر سجا سفید پھول بے رحمی سے توڑتا اس پر نرم نظر ڈالے وہ زینو ڈیری سب وے کی مین بلڈنگ کی طرف بڑھا، جیسے جیسے اسکے قدم اس کی طرف بڑھے، زینو کے ہاتھ کپکپاہٹ میں پھول رہے تھے۔

وہ چہرہ موڑے کمر کر کے شیلفس کے پاس کھڑی تھی اور وہاں بہت ساری چیزیں ترتیب دے رہی تھی۔

اوزان دایب انصاری ٹھیک اسکے عقب کی جانب چند قدموں پر آتے رکا تو شائستہ نے کچھ فاصلے پر کسٹمرز کو سرو کرتے اسے شرارتی سا اشارہ کیا جسکا مطلب یہی تھا کہ یہی انکی اونر ہے۔

گھٹنوں تک آتی نیلی کرتی نیچے سفید تنگ پاجامہ، شانوں کے گرد بھوری شال لپیٹے، زرا زرا کرل آبشار جیسے بھورے بال اسکی کمر پر لہرا رہے تھے، پیروں کی ایڑیوں میں گلابی پن عودا تھا، نازک سی چپل میں مقید تھے۔

وہ خود حیران تھا کہ اک بے چہرہ جسم کا وہ اس قدر فرصت سے مشاہدہ کیوں کر رہا ہے۔

" آپکا فلاپ کیک بہت اچھا تھا مس زینو، اور حلوہ نامی وہ انتہائی میٹھی چیز میرے ٹائپ کی نہیں ہے سو پسند نہیں آئی۔ جو سبکو پسند ہو وہ اوزان دایب انصاری کی پسندیدہ فہرست میں کبھی نہیں آسکتا۔ کیپ اٹ آپ، آپ بہت آگے جائیں گی۔ ہیو آ گڈ دے"

بنا چاہے کہ وہ اسے دیکھے، بنا کہے کہ وہ اسے مڑ کر نظر ڈال دے، وہ بول کر لمحہ بھر رکا تو اس لڑکی کے نازک وجود سے اٹھتی خاص سی پرفیوم کی خوشبو

ان ہیل کی اور نہ صرف پلٹا بلکہ اسکے کاونٹر پر ایک سفید پھول رکھے باہر چلا گیا۔

وہ جو اس شخص کی آواز کو سماعت میں گھلتا محسوس کر رہی تھی فوراپلٹی کہ اس کو دیکھے ،اسکے مہکتے سراپے سے اٹھی خواسوں پر چھاتی عربی عود کی خوشبو ان ہیل کرے وہ ایک سفید پھول جو اس نے وہیں لان سے توڑ کر رکھا دیکھے وہیں بت بن گئی، ہمت نہ ہوئی قریب جا کر اس سفید پھول کو چھوتی۔

"پھول۔۔۔وہ بھی سفید"

زینواس سراسیمگی کی کیفیت سے نکلی تو لپک کر اس نے وہ پھول اٹھایا، یہ احساس اتنا حسین ثابت ہوا کہ اسے کسی خاص کے ہاتھ نے چھوا ہے۔

"اوزان دایب انصاری، جسکا نام اتنا خوبصورت ہے زینو۔اسے نظر بھر کر دیکھنا کتنا پیارا ہو گا"

یہ پھول نہیں اوزان کی طرف سے بس سراہنے کا ایک ادنی سا طریقہ تھا، شاید اسے زینو کے بنائے کیک نے متاثر ہی اتنا کیا کہ وہ مجبور ہوا کہ اس لڑکی کو اسکے شایان شان طریقے سے سراہے۔

اس پھول کو ہاتھ میں لیے ہی وہ دروازے تک آئی مگر وہ کہیں بھی نہیں تھا لیکن اسکے جسم سے اٹھتی اسکی تیز مدہوش کرتی خوشبو اب تک زینیئنش یعقوب کو اپنے چار سو محسوس ہو رہی تھی جس میں ابھی سانس لینا ہی نہایت دلفریب احساس تھا۔

..________________________..

دیان دبے پیر میشی کے کمرے کی طرف آیا تو اسکے ہاتھ میں ٹرانسپیرنٹ ٹیپ تھی۔

"مجھ سے پنگے دنیا کے کسی انسان کے حق میں اچھے نہیں چمپینزی کے منہ والی، آج تو تمہاری یہ نیچرل بیوٹی گئی پانی بھرنے"

دیان نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے فتنہ خیز نظر ڈریسنگ کے سامنے کھڑی میک آپ کرتی میشی کو دیکھا اور اسکے کمرے کے دروازے کے باہر ایک سے دوسری سرے تک ٹیپ لگانی شروع کی، وہ اتنی باریک تھی کہ بنا غور کے کسی کو دیکھائی نہ دے سکتی تھی۔

نیچے سب ڈنر پر ان دو کے منتظر تھے مگر وہ دیان آریز ہی کیا جو بدلہ نہ لے، جہاں تک اسے میشی کے قد کا اندازہ ہوا وہاں تک اس نے ٹیپ لگائی اور خرافاتی سی نگاہ آئی لیشیز لگاتی میشی پر ڈالے ہنس کر وہاں سے چلا گیا۔

"میشی، ڈنر پر بلا رہے ہیں سب۔۔۔ دفعان ہو آو"

زرا دور جا کر اپنے کمرے کے راستے میں کھڑے ہوتے دیان نے ہانک لگائی اور ٹیپ وہیں سیڑھیوں کے ابتدا میں رکھے سجاوٹی میز پر رکھتا وہیں اپنے فون کا کمیرہ آن کر کے میشی کے روم کے دروازے کو زوم کر چکا تھا، اب اتنے نایاب منظر کو وہ آفت کا پرکالہ کیپچر نہ کرتا تو اسے دیان کون کہتا۔

میشی صاحبہ کی زندگی کے بس دو ہی شوق تھے، صبح سے شام تک میک آپ میں اٹا رہنا اور دوسرا فوجیوں سے عشق، حالانکہ اسکی اپنی سکن اتنی پیاری اور شائنی تھی کہ اسے منصوعی حسن کی ضرورت نہ تھی مگر بچپن سے میک آپ کا اسے کریز تھا اور آج بھی اس پوری حویلی کے لیڈیز ڈریسنگ روم میں کل ملا کر اتنا میک آپ نہیں تھا جتنا میشی کے صرف ڈریسنگ میز پر سجا تھا، وہ بھی برینڈڈ۔

"اس دینو کو عزت تو راس ہی نہیں، بلا کیسے رہے۔پنار آپا تو آ کر روئے گی ان نمونے کے پلے پڑ کر۔۔۔ہائے میرا ہنڈسم فوجی آج میرے خواب میں بھی آئے تو مزہ آجائے۔۔۔چل میشی پہلے پیٹ پوجا کر لے ورنہ پھر سے محروم ہو جائے گی۔ آج تو سب میرا فیورٹ پکا ہے"

میشی نے اپنے بڑے بڑے چھلیے گلابی ہونٹوں پر پنک ٹینٹ لگاتے اسے آپس میں ملایا اور خود سے باتیں کرتی ہوا کی موج بنی جیسے ہی اپنے کمرے سے نکلی، سیدھی چہرے سمیت دروازے میں لگی ٹیپ سے جا چمٹی۔

جبکہ سیڑھیوں پر کھڑے دیان کا قہقہہ سن کر میشی نے ٹیپ پر جڑا اپنا منہ جب ہٹایا تو یہ دیکھ کر اسکی آنکھوں میں سکتہ اترا کہ لیشیز، لپ گلوز یہاں تک کہ پاوڈر سے سیٹ کی بیس سے بنا پورا منہ ٹیپ پر چسپاں ہو چکا تھا۔

دونوں لیشیز اتار کر انکو وہیں اندر رکھے ٹیپ اتارتے ہی وہ پوری رفتار سے دیان کے پیچھے بھاگی۔

"آج آپ ختم"

بچاری کا میک آپ اس بری طرح سے اترا کہ کہیں سے پیلی کہیں سے سفید اور کہیں سے گلابی سی میشی کو دیان کے پیچھے بھاگتا دیکھتے ڈنر کے لیے بیٹھے سب افراد خانہ کے چہروں پر بھی مسکراہٹ دوڑی۔

ایزل مریم نے تو اپنا سر تھام لیا، البتہ کنول اور فیروز صاحب ان دو کے ادھم مچانے پر ایک سا ہنسے، کنول کو اس گھر سے میں سے بس ایزل مریم سے

نفرت تھی، جبکہ دیان اور میشی کی ایسی حرکتیں اسے اس مری حویلی میں زندگی جیسی لگتیں۔

"ہاہانیچرل بیوٹی دیکھو آپ سب اس کوجی باندری کی، تمہیں کہا تھا مجھ سے پنگے نہ لیا کرو۔ پر نہ جی۔۔۔یہ اس پیپر سپرے کا بدلا تھا پتری"

دیان نے صوفے کے گرد چکر کاٹتے میشی کے مارنے کے لیے پھینکے کشن کیچ کرتے مزئد زچ کیا پر وہ اسکی جان لینے کے در پر سرخ بھبھول چہرہ لیے گھورتی پڑی تھی۔

"آپ۔۔آپ نہ انتہائی کوئی لیچڑ ہیں، میں کتنی خوش تھی فوجی سے مل کر اور آپ نے میرے اتنے قیمتی میک آپ کو ضائع کر دیا۔ اسی ٹیپ سے آپکے ہاتھ پیر باندھ کر آپکو سمندر میں بہا آنے کا دل چاہ رہا"

میشی کے ہاتھ وہ آ نہیں سکتا تھا تبھی خود ہی تھک ہار کر وہیں لاونج کے میز پر رکھے ٹشو باکس سے اپنا چہرہ صاف کرتی منہ ہی منہ میں بڑبڑائے ڈائنگ کی

طرف آئی تو دادا جان نے اپنی لاڈلی کو بازوؤں میں گھیرا لیکن میشی کی رنگ برنگی صورت دیکھ کر ان سے بھی ہنسی روکنا محال تھا۔

"کیا ہو گا اس لڑکی کا، کتنی بار کہا ہے میشی تمیز سے بات کیا کرو۔ دیان تم سے بڑا ہے"

ایزل مریم کو میشی کا یوں دیان سے لڑنا بالکل پسند نہ تھا، تبھی انہوں نے دادا سے لاڈ بٹورتی لاڈلی کو فوری آڑے ہاتھوں لیا۔

دیان صاحب نے بھی دوسری طرف آتے ہی کرسی سنبھالی اور ہنس کر میشی کی پھولی گالیں دیکھیں، دیان کی آنکھیں ابھی بھی ریڈ سی تھیں۔

"بھابھی کیا ہو گیا ہے، بچے ہیں دونوں۔ اتنی سختی والی کیا بات ہے، بہن بھائیوں میں یونہی پیار سجتا ہے"

کنول کو ایزل مریم کی ہر بات پر اعتراض تھا لیکن اس معاملے میں وہ کنول کو بولنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔

"تم خاموش رہو کنول، میں اپنی بیٹی سے مخاطب ہوں۔ یہ طور اطوار بیٹیوں کو گھر سے ہی سیکھنے چاہیں، ورنہ آگے جا کر وہ اپنے ماں باپ کو شرمندہ کرواتی پھرتی ہیں اپنی زبان درازی سے"

ایزل مریم کی یہ بات سمجھ تو سبکو آئی مگر کنول کی آنکھوں میں بھابھی کی اس دیدہ دلیری اور طنز پر حقارت امڈی جبکہ دیان اور میشی اپنی لڑائی اس گرما گرمی پر بھول گئے یہاں تک کہ فیروز شمشیر بھی سنجیدہ ہوئے۔

"سوری آئی جان، لیکن آپ جانتی ہیں بھیا نے مجھے کتنا ایکسپینسیو میک اور رلا کر دیا تھا۔ اس بندے نے پہلے بھی میرے نیل پینٹس فلش کر دیے تھے، کوجا لفنگا"

آخری دو لقب بس وہ اتنی آواز سے بڑبڑائی جو صرف دیان اور دادا سن سکے البتہ کنول کے چہرے کی رنگت اہانت سے اب تک دہک رہی تھی۔

"ٹھیک کیا تھا اس نے، یہ نیل پینٹ لگا کر نہ نماز ہوتی ہے نہ انسان پاک صاف رہتا ہے۔ اوزان نے تمھیں یہ جو بے جا لاڈ دے رکھے اسی وجہ سے سر چڑھ رہی ہو، اپنی حدود میں رہو کیونکہ مجھے غصہ آیا تو تمہارے اس میک آپ پر تاحیات پابندی لگ سکتی ہے"

ماں کا غصہ جائز تھا پر آج میشی کو کوئی مار بھی دیتا تو اسے برا نہ لگتا، آج اس پر المال سیال کا جادو چڑھا تھا اور جب میشی نے کوئی رد عمل نہ دیا تو یہ وہاں بیٹھے سب افراد کے لیے حیرت کا شدید جھٹکا تھا۔

"آپکو تو نانی نہ یاد کرائی اب تو میرا نام مشائم دایب انصاری نہیں"

جبکہ من ہی من میں بدلے کے لیے پر عزم تو وہ لازما تھی، طلال یونی سے آ تو چکے تھے پر انہوں نے کھانا جلد کھا کر نیند کی گولی لے لی اور اپنی سٹڈی میں سونے جا چکے تھے جبکہ اوزان ہر رات کی طرح ڈنر پر آج بھی غائب تھا۔

"باباسائیں، آج بھی اوزان گھر نہیں آیا۔ آپ اسے اتنا تو کہہ دیا کریں کہ کم از کم ڈنر تو ہمارے ساتھ کر لیا کرے"

ملازمین نے ڈنر سرو کیا تو سب نے ساتھ کھانا شروع کیا جبکہ ایزل مریم کی ساری فکر تو انکا لاڈلا گھیرے رکھتا اور واقعی سب کی نظر فیروز انصاری پر تھی کہ وہ کیا کہنے والے ہیں۔

"بے فکر رہو بہو رانی، اوزان اپنے ذمے لگے فرائض نبھانے میں مصروف ہے اور ممکن ہے وہ تم سبکے لیے واپسی پر ایک دل دہلا تا سرپرائز لے کر آئے"

فیروز انصاری کے لہجے میں عجیب سی وحشت اور آنکھوں میں جنون تھا جب وہ سب پر بھرپور نگاہ ڈالے گویا ہوئے جس پر سب اہل خانہ کی توجہ کھینچی، تجسس اور خوف کی ملی جلی کیفیت ایزل مریم پر بھی طاری تھی۔

"خدا کے لیے بابا سائیں، اب میں مزید کوئی صدمہ برداشت نہیں کر سکوں گی"

ایزل کی آواز یہ کہتے باقاعدہ کانپی جبکہ کنول کے جسم میں چیونٹیاں لوٹ کھسوٹ کر رہی تھیں یہ اسکے ہر موں سے چھلکتی بے چینی سے واضح تھا۔

"اب صدمہ اٹھانے کی باری ہماری نہیں، دشمنوں کی ہے بہو۔ خیر کھانا شروع کریں"

فیروز شمشیر انصاری نے بات ختم کی جس پر سب خاموشی سے کھانا کھانے لگے لیکن ہر کوئی تجسس میں تھا وہیں اپنے سٹڈی میں نیند کی گولی کھانے کے باوجود سو نہ پاتے طلال ہاتھ میں فوٹو فریم تھامے صوفے پر نیم دراز بیٹھے تھے۔

ناجانے اس تصویر میں کون تھا مگر طلال انصاری کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، جانے انکو کونسا دکھ لاحق تھا جو انکو دیمک بن کر چاٹ رہا تھا۔

"میں نے جو ظلم تم پر کیا تھا الایہ اسکی یہ سزا بہت کم ہے کہ میری آخری سانس تک سسکتا اور تڑپتا رہوں۔ وہ دو ہفتے جب تم میری زوجیت میں رہی، میری بیوی رہی، طلال انصاری بس انہی دنوں جیا اور پھر تمہیں زندگی سے جیسے نکال پھینکا بالکل ویسے زندگی میری بھی اپاہج اور خالی ہو گئی"

یہ انکشاف کہ الایہ درید دو ہفتے تک انکی زوجیت میں رہی، انکی زبان پر آیا تو آنکھیں کسی جہنم کا روپ دھار گئیں، لیکن اب جب اس لڑکی کی موت کو بھی چودہ سال بیت گئے تھے لیکن طلال انصاری کو صبر نہیں آیا تھا، آج بھی اپنے ہاتھوں اس لڑکی کی زندگی، سانسیں اور سکون اجاڑنے کا دکھ انکی نس نس میں رواں تھا، اور طلال انصاری کے ماتم میں وہ اپنے لاڈلے بھتیجے تک کو شامل نہیں کرتے تھے، کیونکہ جب جب انھیں اوزان کی ضرورت رہی وہ انکے پاس میسر نہیں تھا، جیسے آج وہ کوٹ کے ویرانے میں گاڑی کھڑی کیے، باہر نکل کر گاڑی سے ٹیک لگا کر فرصت سے خامشیوں سے ہمکلام تھا۔

لیکن اس وقت اسکی سوچوں کا محور زینو تھی، وہ اسے دیکھ تو نہیں سکا تھا، وہ اسکی موجودگی کا لمس اپنے دل میں جذب ضرور کر آیا تھا۔

اوزان دایب کے بقول جس انسان کی موجودگی آپکو آپکا مطلوبہ سکون پہنچائے، وہی آپکا روح نشین ہوتا ہے۔ اور اب وہ اس شش و پنج میں تھا کہ اپنی زندگی میں کسی خاص کے آنے کے لیے دروازہ کھولے یا اسکی دستک کا انتظار کرے۔

وہ کمپلیکیٹڈ تھا، وہ رنگ بدلتا تھا، ہر دن، ہر لمحہ، ہر شب، وہ اوزان دایب انصاری تھا، جیسے جینے کے لیے رنگ بدلتے رہنا تھا ورنہ وہ مر جاتا۔

..________________________..

خان بابا اور یعقوب کے بیچ اس وقت کیا بات ہوئی کسی کو علم نہ ہو سکا مگر رات کے اس وقت یعقوب حیدر کی روح عین اس وقت پرواز کر گئی جب کوٹ کی مسجد میں آذان عشاء بلند ہوئی۔

خان سانول سیال کی آنکھوں سے اس قرابت رکھنے والے بیٹے کی موت پر آنسو بہہ رہے تھے اور وہ یعقوب کے سرہانے جھک کر اسکی جبین پر بوسہ دیتے پھوٹ پھوٹ کر رو دیے، دکھ اور تکلیف نے انکے ضعیف وناتواں جسم کو لرزہ براندام کر دیا تھا، ابھی تک کسی کو علم نہ تھا کہ یعقوب حیدر اس دنیا سے جل بسے ہیں، اس لافانی نقصان پر کس کس کا کلیجہ چھلتا یہ سوچنا ہی سوہان روح تھا۔

وہ اس شخص کے بہت سارے دکھوں پر رو رہے تھے، یا شاید آج دایب انصاری کی موت کا دکھ بھی ہرا ہو گیا تھا۔

انکے اس منہ بولے بیٹے کی موت انکے ضبط اور صبر کا شیرازہ بکھیر چکی تھی۔

بھیگی پلکیں جھپکیں تو گرم گرم آنسوؤں کے قطرے انکی سفید دھاڑی میں جذب ہونے لگے۔

"م۔۔میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں یعقوب، تیری امانت ضرور واپس لوٹاؤں گا۔ تو نے ج۔۔۔جاتے جاتے اس بوڑھے باپ کو بڑی مشکل میں پھنسا دیا۔ اوزان کا ج۔ جو روپ میں نے دیکھا ہے، خدا گواہ ہے کہ میرا دل اس بچی کے ساتھ یہ ظلم کرنے پر ابھی سے کرلا رہا ہے۔ اللہ تیری آخرت کی منزلیں آسان کرے، تیرے گناہ بخشے، اور تجھے سکون دے"

ایک آخری دلخراش سرگوشی کیے خان بابا بمشکل اٹھے اور آہستہ آہستہ چلتے جب باہر آئے تو اسی لمحے نظیرا آدھے گھنٹے کے بجائے ایک گھنٹہ گزار کر واپس آرہا تھا۔

خان بابا کی پژمردہ حالت تکتے وہ دروازے سے دوڑ کر فکر و اضطراب میں پور پور ڈوبا انکی طرف آیا۔

"خ۔۔خان بابا کیا ہوا آپکو؟"

نظیرے کی آواز انکی آبدیدہ و حزن زدہ حالت دیکھ کر کپکپائی۔

"ایک اور بیٹے نے اپنا دکھ ان بوڑھے شانوں پر لاد دیا نظیرے، جا کر مسجد میں اعلان کروا دے کہ یعقوب حیدر خالق حقیقی سے جا ملا"

نظیرا یہ سن کر تھم سا گیا، وہیں یہ خبر دروازے سے اندر آتی زینش یعقوب پر کسی کوڑے کی مانند برسی، نظیرا سمجھ نہ پایا خان بابا کو سنبھالے یا زینو کو جو دروازے کی اوٹ تھام پر خود کو اس ناگہانی دکھ کو سہنے کو بڑی مشکل سے سنبھال پائی تھی۔

خان بابا کی حالت زینو کی آنکھوں کی حسرت اور بلکتی تکلیف پر اور اذیت سے لبریز ہوئی۔

وہ ہمت کرتی خود کو زندگی کی تمام ہمت لگا کر یکجا رکھتی خان بابا کے نزدیک چلی آئی، اسکی رخساروں سے بہتے وہ لاتعداد آنسو خان بابا نے اپنے ضعیف ہاتھوں کی پوروں سے جذب کیے۔

"م۔۔ میں نے غلط سنا ہے ن۔ نہ خان بابا، و۔۔ وہ مجھے کیسے چھوڑ کر جا سکتے ہیں؟۔ م۔۔ میں نے انکو کہا تھا مجھے اکیلا مت کریے۔ ان۔۔ نہوں نے کیسے اپنی زینو کی بات نہیں مانی"

اس بچی کی تکلیف خان بابا کے کلیجے کو چیر گئی تبھی تو وہ اسکے سوال کا جواب دینے کے بجائے اسے اپنے سینے میں بھینچ گئے، انھیں وہ اپنی پوتی پنار سے زیادہ عزیز تھی۔

وہ روئی تو اسکی دردناک ہچکیوں، سسکیوں نے خان بابا اور نظیرے کی آنکھیں بھی نم کردیں۔

"میرا پتر صبر کر، اسکی اتنی ہی حیاتی تھی۔ نہ میرا بچہ تو بہت بہادر ہے۔ میں ہوں نہ اپنی اس سوہنی دھی کا خان بابا"

خان بابا کا اپنا دل دکھی تھا پر خدا گواہ تھا اس معصوم بچی کی آنکھ سے رخساروں پر ڈھلکتی نمی ان سے ہرگز برداشت نہ ہوئی۔

زینیش کو اتنی جلدی صبر کیسے آتا، تئیس سال کا ساتھ ٹوٹ گیا تھا، اور پچھلے چودہ سال سے تو وہ شخص اسکی ماں باپ دونوں بن کر رہا تھا۔

زینیش نے آج بابا نہیں کھوئے تھے، اس نے ایک بار پھر آلایہ درید کو کھو دیا تھا۔

وہ خان بابا کے ساتھ ہی کمرے میں آئی تو بابا کے بے جان وجود پر نظر پڑتے ہی وہ لپک کر بابا کے پاس آئی، وہ جو اسکی اداسی پر تڑپ جاتے تھے، آج زینو کی دردناک سسکیوں نے بھی انکو کچھ ہوش نہ دلائی۔

زینو نے اپنے کانپتے ہاتھوں کے سنگ بابا کا بے جان ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور جھک کر چوما تو اس کی آنکھوں سے بہتی نمی نے اس شخص کے ہاتھ کی پشت تر کی۔

نظیر اخو د روتا ہوا خان بابا کو سنبھالے ہوئے اندر داخل ہوا۔

دونوں کے دل کو زینو کی حالت تڑپا رہی تھی۔

"م۔۔مجھے امید نامی ڈھارس دے کر آپ نے م۔۔ مجھ سے پیچھا چھڑوا لیا بابا، م۔۔میں نے کہا تھا میں آپکے بغیر نہیں رہ سکتی ل۔۔ لیکن آپکو م۔۔میری ک۔۔ کوئی فکر نہ تھی۔۔۔چ۔۔چلے گئے مجھے اکیلا کر کے۔۔۔۔ ک۔ کیوں بابا، م۔۔ مجھ سے ک۔۔ کوئی غلطی ہو گئی ک۔۔ کیا، ک۔۔ کیوں مجھ سے آپکو چھینا گیا۔۔۔۔"

زینو نے اپنا سر بابا کے سینے پر رکھا اور اسکی رندھی آواز میں سوزش و درد کا جہاں آباد تھا، اسکی حالت بلکل ایک چھوٹی سی اس بچی جیسی تھی جس کو لمحے

میں یتیم اور بے سہارہ کر دیا گیا تھا، اسکی ناگہانی تکلیف ایسی زور آور تھی کہ زمین کا سینہ پھٹ سکتا تھا، آسمان کی وسعت چیخ سکتی تھی۔

وہ روتی رہی تڑپتی رہی، خان بابا اور نظیرا بھی دکھ سے آنسو بہاتے رہے۔

جلد ہی کوٹ کی مسجد میں یعقوب حیدر کی وفات کا اعلان ہوا اور فجر کے بعد انکی تدفین کا وقت مقرر ہوا، اعلان سنتے ہی پنار بھی دوڑی ہوئی واپس آئی، زینو کے اس دکھ میں وہ کمی تو نہ کر سکی لیکن اسے سہارہ دینے کو وہ اسکے پاس تھی۔

ساری رات کوٹ کے علاقے کی عورتیں اور مرد خضرات قرآن خوانی کرتے رہے، لیکن زینو بس روتی رہی، بابا کو کفن میں دیکھنا اسکے لیے بہت مشکل تھا، امید نامی گڑیا اس سارا وقت زینو نے اپنے سینے لگائی رکھی، پنار کی اپنی حالت ایسی تھی کہ اسے بھی ہوش نہ رہا کہ یہ خبر وہ طلال انکل کو دے، الماں یا بابا کو بتائے، کیونکہ اس دکھ کی گھڑی میں وہ صرف زینو کو سنبھالنے

میں لگی تھی، جواد تک یہ خبر بہر حال خان بابا کے منشی جلال احمد نے پہنچائی تو وہ بھی عائشہ سیال کے ہمراہ صبح صبح قصور پہنچے۔

..___________________________..

فجر کا وقت ہوا ہی کہ آسمان سیاہ بادلوں کی لپیٹ میں آیا، ہلکے ہلکے سرد ہوا کے تھپیڑوں کے سنگ ہولے ہولے بارش کی بوندیں برس کر ماحول پر چھائی سرد لہر میں شدت کا موجب بنیں۔

فجر کی اذانیں بلند ہوئیں تو اوزان کی آنکھ بھی بے ارادہ کھلی، وہ گاڑی میں ہی سیٹ زرا پیچھے سرکا کر آرام دہ انداز میں وہیں سو گیا تھا لیکن رات کس تیزی سے گزری اور سویرا اچھلا یہ اسکے لیے بھی حیرت کا سبب تھا۔

اذان ختم ہوئی وہیں اوزان کا فون درانی کی کال کے سنگ وائبریٹ کیا، اوزان نے گاڑی سے باہر نکلتے اپنا بلیزر پہنا اور وہیں کوٹ کی مسجد کی طرف قدم بڑھانے کے دوران ہی مسلسل بجتے فون پر آتی کال پک کی۔

"ہاں درانی"

اوزان کی آواز میں اب بھی نیند اور خمار کا غلبہ تھا۔

"سر، خبر ملی ہے کہ رات یعقوب حیدر کا انتقال ہو گیا ہے، ابھی کچھ دیر میں اسکی تدفین ہے"

یہ خبر سنتے ہی اوزان کے قدم بے اختیار رکے، چہرے پر لمحہ بھر بے قراری عود کر معدوم ہوئی، وہ محسوس کر سکتا تھا کہ اسکے تن بدن میں خوف اور اذیت کی نہایت خفیف سی لہر اتری ہے مگر یہ کیفیت انتہائی لمحاتی تھی۔

"ہمم۔۔ ٹھیک ہے"

اوزان نے خود کو ہوش میں واپس لاتے بے تاثر ہوئے کہا اور کال کاٹ دی۔

وہ مسجد سے بس دس قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا، اسکی نظر مسجد کے میناروں پر گھوم رہی تھی پھر وہاں سے آسمان پر، پھر وہاں سے اپنے رکے قدموں پر،

وہاں سے سرکتی اپنی ہتھیلی پر جسے وہ بارش کی ننھی پھواروں میں تر دیکھ کر ساکن ہوا، اسکے ہاتھ میں بنے لکیروں کے جال کو بارش کے قطروں نے چھپا دیا۔

"تم طبعی موت مر کر میرے ہاتھوں سزا پانے سے بچ نکلے یعقوب حیدر، لیکن تم نے میرے یہاں کے سٹے کو مختصر کر دیا یہ بہت اچھا کیا۔ اب تمہاری بیٹی تمہارے کیے کا پھل بھگتے گی"

یہ سب وہ جس زہر بھرے انداز میں بولنا چاہتا تھا ویسا نہ ہو سکا، اسکے اندر ایک ایسا طوفان برپا تھی جسکی خبر صرف اوزان کی رنگ بدلتی شربتی آنکھوں کو تھی جو سرخ ہو رہی تھیں، جن میں نادیدہ آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔

دل کے ساتھ قدم بھی بھاری تھے مگر اب وہ مسجد کے اتنے قریب آکر واپس پلٹنا مناسب نہ سمجھتے مسجد میں داخل ہوا، وضو کیا اور جماعت کے لیے

جمع ہوتے لوگوں کی سب سے پچھلی قطار میں جا کھڑا ہوا، امام مسجد ابھی پہنچے نہیں تھے۔

"اللہ کا بہت نیک بندہ تھا وہ، کروٹ کروٹ جنت ملے۔ اسکی بیٹی کا دکھ بہت بڑا ہے زبیر صاحب، پہلے ماں مر گئی اب بابا بھی چلے گیے"

اسی جماعت کے مجمعے میں دو لوگوں کی گفتگو اوزان کی سماعت میں اتری اور نیک نامی لفظ پر اوزان کا دل چاہا ان لوگوں کا منہ نوچ لے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ مدثر بھائی، میں سوچ رہا ہوں اپنے باسط کے لیے زینو کو بیاہ لاوں۔ بچاری اکیلی ہو گئی"

نماز کے لیے کھڑے یہ لوگ جس ڈھٹائی سے رشتے داری جوڑنے میں پیش پیش تھے، اوزان کی برداشت دم توڑ رہی تھی۔

"ارے نہیں زبیر بھائی، خان بابا اپنے پوتے کے لیے اسے بیاہ لیں گے۔ الماان اور زینیش بیٹی ساتھ بہت سجیں گے۔ آپ کو پتا تو ہے یعقوب، خان بابا کا منہ بولا بیٹا تھا۔ تو وہ اپنی پوتی زینیش کو اکیلا تھوڑا چھوڑیں گے"

دوسرے آدمی نے جب اس لڑکی کا حوالہ الماان کے ساتھ کیا تو اوزان نے بہت مشکل سے اپنے ہاتھ کو مکے کی صورت جکڑا اور نہ وہ ان دو پر قہر کی طرح اتر جاتا۔

"ارے ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں، الماان شاید ہماری زینو کو پسند بھی کرتا ہو۔ خیر سے پنار، زینو اور الماان ساتھ پلے بڑھے ہیں۔ بچپن کی دوستی کب محبت میں بدل جائے کب پتا چلتا ہے"

اس بار اوزان کے دماغ میں زینو کا نام سن کر سچ میں ہتھوڑا برسا، یعنی وہ جس لڑکی سے کل مل کر آیا وہی اس یعقوب کی بیٹی تھی، ان دو کا سارا عتاب اس وقت اوزان کو خود پر آیا، اپنے آپ پر حقارت محسوس ہوئی۔

"واہ اوزان واہ، دشمن کی بیٹی کو پھول پیش کر آیا ہے۔۔۔ڈوب مر"

اوزان کے چہرے پر اسکے جسم کا سارا لہو چھلکا اور اس سے پہلے وہ مسجد سے نکلتا، امام مسجد کے آنے اور نماز شروع کرنے پر رک گیا۔

خیر نماز ادا کرتے ہی وہ بنا دعا کے لیے رکے ہی مسجد سے باہر نکلا، تب تک ہلکی ہلکی سحر پھیل گئی، ٹھنڈی ہوا کے بارش کی ننھی ننھی بوندوں کے سنگ جسم کو ٹھٹھرا رہے تھے لیکن اوزان دایب انصاری سے سانس لینا دوبھر ہوا۔

"نہیں، یہ کیا کر دیا تونے اوزان، وہ لڑکی صرف ہمارے لیے ایک مہرہ ہے۔۔۔کیسے تو اسکی طرف بنا سوچے قدم بڑھا سکتا ہے۔یہ کیسی تکلیف ہے جو مجھے دشمن کی موت پر لاحق ہو رہی ہے۔۔۔یہ کیسا دکھ ہے جو اس لڑکی کے یتیم ہونے پر محسوس ہو رہا ہے۔۔یہ کیسی جلن ہے جو مجھے اس الماں سے ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔یا خدا یہ سب کیا ہے؟"

اپنی گاڑی تک پہنچتے پہنچتے وہ کافی حد تک بھیگ چکا تھا، یکدم برستی پرنوز بارش نے فضا سرد کر دی تھی۔

وہیں فجر کی نماز کے فوری بعد یعقوب حیدر کی نماز جنازہ ہوئی اور انکے جنازے سے قبر کشائی تک بارش تواتر سے برستی رہی، جیسے ہی انکو قبر میں اتار کر مٹی ڈالی گئی، ویسے ہی بارش یکدم رکی بھی اور موسم یکدم صاف ہوتا گیا۔

جنازے میں شریک ہر خاص و عام کی زبان پر یہی تھا کہ یعقوب حیدر سچ میں نیک تھا اور تبھی اللہ تعالی نے بارش برسائی، ان لوگوں کا ماننا تھا کہ نیک لوگوں کی موت پر آسمان بھی یونہی برستا ہے۔

اوزان کی گاڑی جنازہ گاہ سے کچھ فاصلے پر رکی تھی، اس نے جنازہ تو ادا نہ کیا البتہ وہ گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا جنازے کا سارا منظر ضرور اپنی سنگدل آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

علاقے کے ہر مرد کی آنکھ نم تھی، سب خان بابا اور نظیرے کے ساتھ یوں کھڑے تھے جیسے یہ انکی اپنی تکلیف ہو۔

جواد سیال اور عائشہ سیال بھی جنازے تک قصور پہنچ چکے تھے، جواد بھی اس وقت بابا کے ہمراہ ہی کھڑے تھے، جبکہ عائشہ صاحبہ اس وقت پنار اور زینو کے پاس تھیں۔

جنازہ گاہ سے جب سب لوگ واپس کوٹ روانہ ہو گئے تو تب اوزان اپنے پیروں تلے بچھی زمین کی مٹی چھوڑ تا آگے بڑھا، جواد سیال، خان بابا اور نظیرے تینوں نے اپنی طرف آتے اس خونخوار تیوروں والے اوزان کو دیکھا۔

"آہاں، تو جواد صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔

مر گیا یعقوب، لگتا ہے اسے میری آمد کی خبر ہی نگل گئی۔۔۔ چلو اچھا ہوا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا ویسے بھی کافی مصروف انسان ہوں۔ اب میں جلد ہی فیصلہ چاہوں گا۔ ہنگامی پنچائیت بلانا چاہتا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت"

اوزان کے لہجے میں اس وقت بھی سرد مہری تھی اور اس سے پہلے جواد سیال آگے بڑھ کر اوزان کا گریبان نوچتے، خان بابا کے اشارے پر وہ چاروناچار رک گئے۔

"ٹھیک ہے، پنچائیت لگے گی۔ ٹھیک ایک گھنٹے تک سیال حویلی کے جرگے کے میدان میں آجانا"

خان بابا کے اس وقت جس طرح اوزان کی بات بنا اعتراض کے مانی، نظیرا اور جواد بھی ہونق بنے خان بابا کا منہ تکنے لگے۔

"لیکن بابا سائیں یہ مناسب وقت نہیں ہے"

جواد نے انکو اس سب سے روکنے کی ادنی جسارت کیے روکا۔

"جواد، پنچائیت بلانے کا ہر کسی کو حق حاصل ہے۔ ہم اسکی مانگ سن لیتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں"

خان بابا نے حتمی فیصلہ کیا اور قبرستان کی حدود سے نظیرے کے ہمراہ نکلے جبکہ جواد سیال کی نظریں اوزان کے کلیجے کو کاٹ رہی تھیں۔

"اس شخص کا کفن تو میلا ہونے دیتے اوزان دایب انصاری، اپنے دادا کی طرح آ گئے ہو بر وقت موقع ملتے ہی فساد برپا کرنے۔ یہ یاد رکھنا کہ زینش، سیال والوں کی بیٹی ہے۔ اگر تمہاری مانگ وہ ہوئی تو تم کھلی دشمنی کی دعوت دو گے۔ جتنا پیسہ چاہیے لے سکتے ہو، لیکن جان چھوڑ دو ہماری۔ اس سے پہلے کہ یہ دشمنی کسی اور کا خون مانگ بیٹھے"

جواد سیال غصے کے تیز اور زرا سخت مزاج تھے، جبکہ المان، اپنے دادا اور بابا کا اس حوالے سے مکسچر تھا، جواد کے کھلے عام دھمکانے پر اوزان زہر بھرا ہنس کر دو قدم انکے قریب آیا، یہ شخص بھی اسکے بابا کا نام نہاد یار تھا۔

"وہ سیال والوں کی بیٹی نہیں ہے، انصاری والوں کی ہے اور اسکا ثبوت موجود ہے میرے پاس۔ اور میں یہاں حق اور جائز مطالبہ کروں گا۔ آپ کے پیارے سیال صاحب انصاف میں کافی مقبول ہیں، امید ہے مجھے فساد برپا کرنے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ وہ لڑکی بنا کسی ہنگامے کے اسکے وارثوں کو سونپ دی جائے یہی تم سبکے حق میں بہتر ہے"

اوزان نے زہر میں بجھے الفاظ کے سنگ جواد کے حواس جنجھوڑے اور نفرت بھری نظر جواد پر ڈالتا وہاں سے چلا گیا، جبکہ جواد سیال اپنا اشتعال دبانے کو مٹھیاں ہی بھینچتے رہ گئے۔

..________________________..

زنیشں کا دکھ بہت بڑا تھا جس میں عائشہ امی اور پنار کمی نہیں کر سکتی تھیں۔

علاقے کی ساری خواتین اس وقت زینو کے پاس تھیں جبکہ سیال حویلی کے جرگہ گاہ میں سردی کے بہتر سے آغاز کی چمکیلی صبح ہی سارے کوٹ کے افراد جمع تھے، ہنگامی بنیاد پر پنچائیت سج چکی تھی۔

جہاں پورا کوٹ، خان بابا کے منہ بولے بیٹے یعقوب حیدر کی موت کے دکھ میں افسردہ تھا وہیں اوزان کے پنچائیت بلانے پر علاقے کے لوگوں اور معززین میں غم وغصے کی لہر دوڑ چکی تھی، اوزان بھی آچکا تھا، اپنی گن کے ہمراہ کیونکہ اعتراض کرنے والے ہر فرد کو زبان سے نہیں اپنی بندوق کی گولی سے قائل کرنے والا تھا۔

جلال، جواد، اسکے علاوہ خان بابا کے ایک اور منہ بولے بیٹے صدیق کے چہرے پر غصے اور اشتعال کی سرخی نمایاں تھی، جبکہ ہلکی سنہری آنکھوں میں اشتعال کی سرخی لے کر دیکھتا اوزان سب کو سٹپٹانے پر مجبور کر رہا تھا۔

صبح کی نرم دھوپ جرگے کے میدان میں پھیل چکی تھی، پیپل کے دیو ہیکل درخت نے اس مجمعے پر اپنا سایہ کر رکھا تھا۔

"کیا؟ یہ زینیش یعقوب کو ساتھ لے کر جانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔۔۔ لیکن کس رشتے کے ناطے؟"

جواد سیال نے خان بابا اور صدیق صاحب کے پریشان چہرے تکنے کے بیچ بلبلاتے سوال کیا جس پر اوزان جو ٹانگ پر ٹانگ جما کر متکبر اور سحر زدہ رعب طاری کرتا بیٹھا تھا، من ہی من میں محظوظ ہوا۔

"اگر کسی کو میری بات سمجھ نہیں آئی تو دہرا دیتا ہوں، مجھے وہ لڑکی چاہیے، اسکی سرپرستی میرے حوالے کریں تاکہ میں اسے اپنے ساتھ لے جاوں، اسکے سر کا سایہ بنوں گا، اس بچاری کا سہارہ بنوں گا"

اوزان نے سبکو آپسی چہہ میگوئیوں میں مصروف دیکھتے پھر سے اپنا مطالبہ دہرایا جس پر سب سے پہلے جواد سیال متنفر ہو کر بگھڑے۔

"باپ مر گیا ہے اسکا، والی وارث نہیں مرے، یہ پورا کوٹ اسکا وارث ہے سمجھے۔ تم ہوتے کون ہو اسے اسے اپنے سر کا سایا دے کر ہماری سات نسلوں پر احسان کرنے والے، وہ کوئی بیچاری، غریب مسکین ڈری سہمی یتیم بچی نہیں ہے، جسے دنیا میں اب جینے کے لیے تم جیسے کی ضرورت ہو گی، جو آج تک خود دوسرے کے کہنے پر چلا ہے۔ باپ پر نہیں گئے تم، اپنے دادے کی طرح تمہارا خون بھی سفید ہے سنگدل اوزان انصاری، اور سفید خونوں والے اچھوتوں کو تو ہم دشمن بھی نہیں بناتے، سجن کیسے بنالیں"

اپنے مزاج کے برعکس اس نے بہت تحمل سے کوٹ کے جرگے کے معززین کے سامنے اپنی بات رکھی تھی مگر وہ برہم اور تپے گاؤں کے لوگ چاہتے ہی نہ تھے کہ اوزان انصاری انکو منصوعی ہی سہی رحم دلی دیکھائے تبھی اس شخص کی آنکھوں میں جواد سیال کی ناگوار باتوں اور ٹون پر لہو سا اترا۔

"تو کیا میں اپنے خاندان کی لڑکی آپ سب کے پاس چھوڑ دوں؟ جب تک اسکا وہ بگوڑا زانی باپ زندہ تھا تب تک وہ یہاں اسکی وجہ سے رہ رہی تھی، اب وہ گند صاف ہوا ہے تو اسکی اولاد سے اسکے گناہوں کے اور تربیت کے جراثیم ہم خود نکال لیں گے، اسکا انصاری خاندان کو بڑا تجربہ ہے۔

آپکا اس سے خونی رشتہ ہے تو ثابت کریں ورنہ اسے چپ چاپ میرے حوالے کر دیں۔ ورنہ اگلی بار میں اکیلا نہیں، اس پورے کوٹ کی تباہی کے قانونی کاغذات کے ساتھ آوں گا"

رعب اور تنفر سے تنتناتا ہوا وہ بظاہر خوبصورت چہرے مگر پتھر جیسے دل والا اوزان انصاری حتمی فیصلہ کیے تمام جرگے پر اپنی آواز کی وہشت پھیلاتا، ہلکی سنہری آنکھوں میں لہو لیے آٹھ کھڑا ہوا تو جرگے کے سرپنچ سمیت گاوں کے تمام لوگ اسکی دھمکی پر خوفزدہ ہو کر آٹھ کھڑے ہوئے۔

اپنے کوٹ کے اصولوں اور روایات کو وہ کیسے اس شہری بابو کے ہاتھوں برباد ہونے دے سکتے تھے مگر وہ اس لڑکی کو بھی کیسے ان خون چوسنے والوں کے سپرد کرتے جسکو اسکے بابا یعقوب مرنے سے پہلے گاوں کے لوگوں اور خان بابا کی امانت بنا کر گئے تھے۔

"تو ایسا نہیں کر سکتا اوزان دایب انصاری"

جواد کے بعد جلال بھی غصے سے اسکی طرف بڑھا مگر خان بابا جو کافی دیر سے خاموشی کے سنگ اوزان کی زہریلی باتیں سن رہے تھے، ہاتھ کے اشارے سے جلال اور جواد کو بھڑنے سے روک گئے کیونکہ اوزان نے اپنی طرف آتے جلال کو دیکھ کر اپنی گن پر ہاتھ جما لیا تھا اور خان سانول سیال نہ تو اب خون خرابہ چاہتے تھے نہ یعقوب کے وعدے سے خلاف ورزی۔

"میں کیا کر سکتا ہوں یہ تم لوگوں کے یہ پیارے خان بابا بہت اچھے سے جانتے ہیں، سو مجھ سے منہ ماری تم سبکے حق میں ہر گز اچھی نہیں ہے، تمیز

سے پیش آرہا ہوں تو کیا سر پر چڑھو گے ؟ اوزان انصاری ہوں میں، تم لوگوں کا غلام نہیں۔

وہ خود تو مر گیا لیکن اپنی بیٹی کو جہنم میں جھونک گیا، وہ بھی ایسی ہی جہنم کی مستحق ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی، دو دن بعد آوں گا۔۔۔۔اور دیکھوں گا کہ مجھے اسے یہاں سے لے جانے سے کون روکتا ہے"

سب کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھنے کا تو وہ بچپن سے شوقین تھا مگر اس وقت اسکی آنکھوں میں ان سب کو کھڑے راکھ کرنے کی طاقت تھی جبکہ اس شخص کی ایسی دیدہ دلیری اور سفاکی پر خان بابا نے بھی جبڑے بھینچ لیتے آٹھ کر اپنی خاموشی توڑنے کا فیصلہ کیا۔

"تجھے دیکھ کر لگتا ہے تیرے دل پر بھی سلطان فیروز شمشیر انصاری کی نحوست نے غلبہ پالیا اوزان، باز آجا، ہر فرعون کی عبرت ایک دن طے ہے۔۔۔۔تجھے زینش یعقوب ملے گی لیکن صرف ایک شرط پر"

خان بابا کی خاموشی ٹوٹی تو انکے آخری جملے نے پورے مجمعے پر سکتہ طاری کیا جبکہ اوزان کی آنکھوں سے انکے لیے نفرت کے ابلتے شعلے دیدنی تھے۔

"کیسی شرط"

جبڑے بھینچ کر سامنے والے کو سالم نگل لیتے تیور کے سنگ وہ پست سا غرایا مگر خان بابا بلا کے مطمئین تھے۔

"وہ اس کوٹ سے صرف تیری منکوحہ بن کر نکلے گی، یعنی تیری بیوی۔۔۔۔۔ اگر شرط منظور ہے تو دو دن بعد آجانا ورنہ اسکے سوا تو یہاں نظر آیا تو تیری لاش کو انصاری حویلی بھجوانے میں خان سانول سیال کو چند گھنٹے لگیں گے۔۔۔۔۔"

وہ کیا خونخوار تھا، اس بار خان بابا کے جلال سے بھرے نفرت خیز جواب اور تنبیہہ پر پورے مجمعے کے لوگ حیرت کدوں میں اتر چکے تھے جبکہ اوزان نے جس طرح مٹھیاں بھینچ کر یہ برداشت کیا یہ اسکے لہو چھلکاتے چہرے اور

بھیانک ہوتی آنکھوں سے واضح تھا، لوگوں کی خان بابا کے فیصلے پر ہوتی آپسی چہ میگوئیاں اس شخص کے سر میں گھنٹے سی بج رہی تھیں، لیکن اگلے ہی پل افشار ہوتا خون، اوزان انصاری کے چہرے پر پھیلے جبر ارضامندی کے تاثرات تلے دب کر رہ گیا۔

لوگوں کی آنکھیں پتھرا گئیں، چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔

"مجھے منظور ہے، لیکن نکاح آج ہی ہو گا۔ تم لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں ان دونوں میں بازی پلٹ دو۔ جو بھی نکاح کی فارمیلٹی ہے وہ آج ہی پوری ہو گی اور وہ لڑکی میرے ساتھ ہی جائے گی"

اوزان انصاری انکی پنچائیت کا غلام ہرگز نہ تھا جبکہ جواد، جلال اور صدیق صاحب تو پتھر کے مجسمے بنے خان بابا کے اس بھیانک فیصلے سے تھمے تھے، جواد سیال کی تو آنکھوں میں حیرت اور تکلیف اضافی تھی۔

اسے باباسائیں سے اس طرح کے وحشی فیصلے کی ہرگز امید نہ تھی، یہ جانتے ہوئے کہ الماں، زینش میں دلچسپی رکھتا ہے، وہ اسے ایک خونخوار شخص کے حوالے کر رہے تھے، انکا دل چاہا وہ بابا کو جنجھوڑ ڈالیں لیکن یہاں ہر فیصلہ خان سانول سیال کے حکم کا محتاج تھا۔

"تجھے ڈر ہے بازی پلٹ سکتی ہے، مجھے یقین ہے اوزان انصاری کہ یہی فیصلہ تیری کایا پلٹ کر رکھ دے گا"

خان بابا کی آنکھوں کی سرخی میں درد اور نفرت کا ملاپ تھا اور جب وہ اوزان کی جلتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے اسکو چیلنج دیتے بولے تو وہ ان پر ہنسا۔

"تو مجھے تو ہرا گیا اوزان دایب انصاری، لیکن تو زینش یعقوب کو کبھی ہرا نہیں پائے گا۔ نکاح کی تیاری کی جائے"

وہ انکی دھمکی کو مزاق سمجھا لیکن وہ مزاق نہیں تھی، اوزان دو قدم دور ہٹا اور زہر خند نگاہ اس نے خود کی جانب نفرت سے دیکھتے لوگوں پر ڈالی۔

خان بابا کے حتمی فیصلے پر عمل درامد ظہر کے بعد کیا جانا تھا سو ایک بار پھر جرگے کا میدان خالی ہونے لگا، صرف اوزان اور خان بابا بچ گئے۔

"اوزان انصاری کو کوئی ہرا نہیں سکتا، چیلنج ایکسیپٹڈ پیارے سیال۔ آپ نے عقل مندانہ فیصلہ کیا"

اوزان انکو شر دبار نظروں سے لتاڑتا کہہ کر پلٹ گیا اور خان بابا کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو، اذیت اور ملامت ٹپکنے لگی۔

..________________________________..

"خدا کے لیے بابا سائیں، میرا دل پھٹ جائے گا۔ آپ اتنا بڑا ظلم کیسے کر سکتے ہیں۔ ایک بار پہلے بھی آپ نے ایسا فیصلہ لیا تھا جو کئی لوگوں کی زندگی برباد کر گیا۔ کم از کم زینو کو اس سب کی بھینٹ نہ چڑھائیں"

خان بابا کی چپ جواد کو نوچ رہی تھی لہذا وہ حویلی کے داخلی دروازے میں پہنچتے ہی باقاعدہ بابا کو شانوں سے تھامے اپنے روبرو لائے پھٹ پڑے۔

"جواد، بس کر دے بچہ۔ مجھے مزید تکلیف مت دے"

خان بابا نے اسے پرے دھکیلتے بے بسی اور تاسف سے التجاء کیے اندر جانا چاہا جس پر وہ ایک بار پھر انکی راہ میں آئے۔

"تکلیف۔۔۔تکلیف تو وہ ہے جو زینش کو ملے گی۔ آپ نہیں جانتے وہ لوگ اس کو کتنی اذیت دیں گے۔ وہ سرپھرا فیروز تو جان لے لے گا اس بچی کی۔ خدا کا واسطہ ہے بابا سائیں، زینو کو ان درندوں کے حوالے مت کریں۔ اوزان بہت خطرناک ہے، وہ اپنے دادا کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ وہ اس بچی کو بہت تکلیف دے گا"

جواد کی آواز باقاعدہ گھٹی اور خان بابا گہرے گہرے سانس لیتے پوری قوت سے جواد کو پرے دھکیل کر غضبناک ہوئے جبکہ جواد کی آنکھیں ویرانگی سے اٹ گئیں۔

"بس جواد بس، میں خوشی سے زینو کو انکے حوالے نہیں کر رہا۔ یہ یعقوب کی خواہش تھی، آخری خواہش کے اسے اوزان کے سپرد کروں۔ میں کیا کرتا؟ میرے یہ ہاتھ یعقوب کی آخری خواہش کی بیڑیوں میں جکڑے ہیں۔ مجھ سے کچھ مت پوچھ بچے، ورنہ مر جائیں تیرے بابا سائیں۔۔۔ مر جائیں گے "

خان بابا کے اس دردناک انکشاف پر جواد سیال کی حرکت کرتی کائنات تھم گئی، انھیں اپنی نہ آنکھوں کے منظر پر یقین آیا نہ سماعت میں اترے ان بھیانک لفظوں پر۔

"ک۔۔ کیسے کر سکتا ہے وہ یہ ظلم، الایہ کی امانت کو روند کر وہ کیسے پر سکون موت مر سکتا ہے۔ اس بچی کی آہ سے ڈریں جو وہ صرف آنسو بہا کر کسی کو بھی لگا دے گی۔ مت بھیجیں اسے اس حویلی میں جہاں اسکا کمینہ، بدبخت اور بزدل ب۔۔۔۔"

تو آخر سچ جواد سیال کی زبان پر ہی آ ہی گیا جس پر خان بابا نے اسکے منہ پر کپکپا جاتے ہاتھ رکھا۔

"ن۔ نہیں جواد، دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں پتر، یہ غضب نہ کر۔ تو کچھ نہیں جانتا پتر۔ جو ہو رہا ہے اسے ہونے دے، زینو کی قسمت میں یہی ہے"

بابا کے خوف نے جواد کے دل کو راکھ کر دیا تبھی تو جواد سیال کے پاس احتجاج کا حق بھی نہ رہا۔

"بابا سائیں، ا۔۔ الماں کا کیا ہو گا۔ وہ زینو کے لیے آپکے لیے فیصلے پر وبال مچا دے گا۔ میں تو آپکی مجبوری سمجھ گیا لیکن وہ نہیں سمجھے گا۔ ہم زینو کو اپنی بہو بنانا چاہتے تھے بابا، یہ مت کریں خدا کا خوف کریں"

ایک آخری بار جواد نے انکے ہاتھ اپنے سرد ہاتھ میں لیتے منت کی اور خان بابا نے اسکے ہاتھ سے کٹھورپن کے سنگ فوری اپنا ہاتھ کھینچا۔

"جو ہو گیا ہے اسے قبول کر جواد سیال، نکاح کی تیاری شروع کر واجا کر"

خان بابا نے سنگدلی سے منہ پھیرا اور حکم صادر کرتے حویلئ میں داخل ہوئے جبکہ جواد سیال یوں تھے جیسے سانس لینے کو فضا میں آکسیجن ختم ہو گئی ہو۔

..______________________________..

وہیں بابا کی موت کو ابھی چند گھنٹے بھی نہ گزرے کہ زینش یعقوب کے چپ چاپ مر جانے کی منادی اس نکاح کے فیصلے سے کروادی گئ۔

سیال حویلی کے مردان خانے میں ہی نکاح کے لیے امام مسجد، چند گواہاں اور خود داوزان دایب انصاری موجود تھا جبکہ زینش کے سامنے پلنگ پر رکھے سہاگن کے جوڑے کا تھال تکتی وہ جن نظروں سے پنار اور عائشہ امی کو دیکھنے لگی وہ ان دوماں بیٹی کا سالم کلیجہ نوچ گئیں۔

"ی۔۔ یہ کیا ہے؟"

زنیشہ کی آواز اس ظلم کی یقین دہانی کو کپکپائی تو عائشہ سیال قریب آئیں اور اسکے پاس بیٹھیں، جبکہ پنار خود صدمے کی سی کیفیت میں تھی۔

"تمہارا نکاح ہو رہا ہے زینو، ہمیں معاف کرنا کیونکہ ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکے"

عائشہ سیال کے لہجے میں دکھ کی آمیزیش تھی جبکہ پنار بھی وہیں بیڈ کی پائینتی کی جانب آکر بیٹھی اور تھال میں سجے سفید، سلور رنگ کے بہت خوبصورت نکاح کے جوڑے پر اپنی ہتھیلی سہلائی تو چند آنسو اسکی آنکھوں سے بھی بہہ نکلے۔

وہ زینو کے لیے ہمیشہ ہمت بنتی آئی تھی لیکن قسمت نے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ آج وہ بھی بے بس تھی۔

"نکاح۔۔۔ لیکن کس سے، اور کیوں۔۔۔۔ یہ سب مت کریں پلیز۔ مجھے بابا کی موت کا دکھ تو منانے دیں"

زینیش کا لہجہ اس ستم پر تیز ہوا۔

"تمہاری مما کے خاندان والے تمہیں واپس مانگ رہے ہیں، انکا کہنا ہے اگر ہمارا تم سے خونی رشتہ ہے تو ثابت کریں جو ہم ساری زندگی بھی کرتے رہیں تو ثابت نہیں کر سکتے۔ انکا تم سے خونی رشتہ بازی لے گیا۔ کسی کے پاس کوئی مہلت نہیں رہی، آئی ایم سوری زینو"

عائشہ نے اسکی جبین آسودگی سے چومی اور یہ کربناک سے جملے کہہ کر پنار کو اسے تیار کرنے کا اشارہ کرتیں کمرے سے نکل گئیں، پنار اٹھی اور زینو کے پاس بیٹھی ہی تھی کہ وہ لڑکی اسکے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی، پنار نے اسکی پشت سہلاتے خود کو بات کرنے کے قابل بنایا ورنہ لہجہ اسکا بھی رند جاتا۔

"مت رو میرے بیبے بچے، تم اکیلی نہیں ہو میری جان۔ ہم سب سگے نہ سہی لیکن تم سے بہت پیار کرتے ہیں اور تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔

لیکن کیا کریں ان روایات کو بدلنا ہمارے بس میں نہیں۔ الایہ آنٹی کے کزن دایب کا بیٹا ہے جس سے تمہارا نکاح ہو رہا ہے۔ سنا ہے پورے کوٹ میں اس نے وبال مچا رکھا ہے"

زینو اس وقت جس صدمے میں تھی اس نام کو سن کر بھی اسے کوئی فرق نہ پڑا بس وہ مسلسل اس نکاح کے جوڑے کو دیکھ کر رو رہی تھی۔

"و۔۔وہ لوگ مجھے بابا کی زندگی میں کیوں ملنے نہیں آئے، او۔۔اور اب انکو مجھ سے کیا مطلب ہے پنار۔۔۔م۔۔میں وہاں نہیں جانا چاہتی۔م۔۔مجھے بہت خوف آرہا ہے پنار"

زینو کے جسم پر کپکپاہٹ تکتے پنار نے پھر سے اسکو خود سے لگایا۔

"بے فکر رہو، وہاں اس حویلی میں تمہارے ہونے والے شوہر اور اسکے دادا کے علاوہ اچھے لوگ بھی ہوں گے۔ ہو سکتا ہے تم وہاں جا کر اتنی خوش ہو جاو کے سیال والوں کو بھول ہی جاو"

پنار نے یہ سب اسے صرف تسلی دینے کو کہا کیونکہ ابھی وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اسکی شادی کس سے ہو رہی ہے۔

"ا۔۔ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ایسے مت کہو پنار"

وہ تڑپ کر اسے سے الگ ہوئی جس پر پنار نے اسکی ہتھیلی پکڑے چومی۔

"اوکے نہیں کہتی، کپڑے بدل لو۔ نکاح کے لفظ کو لے کر تم ہمیشہ پازیٹو رہی ہو۔اسی سوچ کے ساتھ زندگی کی یہ ابتدا کرو۔ تم لاہور جا رہی ہو، میں وہاں تم سے ان ٹچ رہوں گی۔ بالکل بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اور تمہاری ڈیڑی اور سب وے بھی دیکھ لیں گے یہاں کے لوگ۔۔۔۔۔ زندگی بدلنے والی ہے زینو، ممکن ہے تم اپنی اس زندگی سے جلد سکون میں آجاو"

پنار کے تسلی دینے کے سبب وہ کچھ حوصلہ تو کر گئی مگر بابا کی موت کا دکھ آنکھوں کی سرخیاں کم ہونے نہ دے رہا تھا، اسکا ڈریس بہت لائیٹ سا اور نکاح کے حوالے سے سادہ تھا، بس دوپٹہ کچھ بھاری کناروں سے لبریز تھا۔

زینو نے کپڑے بدلے مگر اسے روتے ہوئے باہر آتا دیکھ کر پنار اداس سی مسکراہٹ دیتی اسے گلے لگا گئی۔

"مجھے یہ سب بہت برا لگ رہا ہے، بابا کے مرنے کی تکلیف یوں کسی پر مسلط کر دیے جانے کے غم تلے دب رہی ہے پنار"

زینیش پر وہ نکاح کا جوڑا اتنا سجا تھا کہ خود پنار نے نظر لگ جانے کے خدشے سے اپنی آنکھیں جھکا لیں۔

اسے شانوں سے پکڑ کر سنگار میز کے سامنے بیٹھایا تو زینیش کو اپنی سوجھی، سرخ اور متورم آنکھیں دیکھ کر مزید رونا آیا۔

پنار نے سامنے سنگار میز پر رکھا زینیش کی ممی کی واحد نشانی اٹھائی اور اس نیکلس کو زینو کی سفید گردن میں سجایا، زینیش نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے اس خوبصورت اور انتہائی چمکدار سے ڈائمنڈ نیکلس کو چھوا تو ممی کی یاد شدت سے آ کر اسکی بھوری آنکھیں دھندلا گئی۔

"تم اپنے اس بے مروت دور کے کزن کو جلد اپنی محبت میں ڈال دو گی زینو، کیونکہ تم بہت پیاری صورت اور خوبصورت دل کی مالک ہو۔ رہی بات یعقوب انکل کی تو انکی موت ہی آسانی تھی میری جان۔ ڈائلاسیز کے دردناک علاج کے باوجود وہ تکلیف میں تھے۔ بیماری سے نجات والی موت آسانی ہوا کرتی ہے"

پنار نے اسکے بوجھل اور غمزدہ دل کو نئی امیدوں اور ترنگوں سے بھر دیا تو اس لڑکی کے آنسو بھی تھمے۔

"تم مجھے اکیلا مت چھوڑنا پنار، وعدہ کرو"

پنار نے اسکے ہاتھ تھام کر تڑپ کر وعدہ مانگنے پر پیار سے اسکے سر پر وہ کامداری آنچل اوڑھایا اور سر پر بوسہ دیے وہیں اسکی گردن کے گرد ن بازو حائل کیے جھکی۔

"وعدہ، آخری سانس تک پنار اپنے بیٹے بچے کو اکیلا نہیں ہونے دے گی۔ وہاں جاکر ہم خوب اوٹنگ کریں گے مل کر، میں بھی ایک دو دن تک واپس چلی جاوں گی ویسے بھی دیان کو مس کر رہی ہوں۔ بس تم سٹرونگ رہنا، اگر تمہیں اس خاندان سے بچانے کی زرا بھی گنجائش ہوتی تو دادا سائیں ہر حد سے گزر جاتے لیکن ہو سکتا ہے اسی میں ہم سبکی بہتری ہو۔ اگر وہ مسٹر جلالی کی مانگ نہ مانتے تو دنگا فساد ہوتا جو انتہائی خطرناک ہے۔ امید ہے زینو تم خود کو اور اپنی اس نئی زندگی کو سنبھال لو گی"

پنار نے اسکی ساری تکلیف مدھم بھی کی اور اسے بہت پیاری سی نکاح کی دلہن بنایا لیکن زینو سے اپنے آنسو روکنے محال رہے، اپنی ہتھیلی میں مہندی سے سجا او نامی سائن جب اس نے بے چینی سے رگڑا تو پنار کی آنکھوں میں بھی نمی اتری۔

"پ۔۔پنار یہ کیسے اترے گا؟"

زینو نے سسکتے ہوئے نظر پنار پر ڈالی جو خود آنکھوں میں آنسو لیے اسے تک رہی تھی، جگر کٹ رہا تھا جیسے کوئی کند چھری سے چھیل رہا ہو۔

"کچھ دن تک اتر جائے گا۔ پریشان مت ہو"

پنار نے اسکی سرخ ہتھیلی جو زینو نے رگڑ کر کر دی، تھامتے متانت سے تسلی دی پر زینو کے آنسو بہتے گئے۔

"ک۔ کسی نے دیکھ لیا تو وہ مجھے بری لڑکی کہیں گے پنار"

زینو کی آواز میں کھارا پن تھا۔

"کوئی نہیں دیکھے گا، ریلکس ہو جاو۔۔۔۔ جس سچویشن میں یہ نکاح ہو گا، ایسا ممکن نہیں"

پنار نے اسے حوصلہ دیا مگر زینو کا دل یہ سوچتے گھٹ رہا تھا کہ اگر اسکے ہونے والے شوہر نے اسکی ہتھیلی میں یہ 'او' دیکھ لیا تو وہ پہلے ہی دن اس شخص کے دل سے نکل جائے گی۔

جب تک نکاح خواں نہ آیا، وہ اپنی ہتھیلی رگڑتی رہی لیکن وہ 'اوزی' حرف اس قدر گہرا تھا کہ مدھم بھی نہ ہوا۔

یہاں تک کہ جب اس سے نکاح کے وقت رضامندی پوچھی گئی تو "اوزان دایب انصاری" کا نام سن کر زینیش ضرور لرز گئی۔

اسکا نکاح اسی سے ہوا جس کے نام کا پہلا حرف وہ اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر اپنی سفید و سرخ ہتھیلی پچھلے چار ماہ سے سجائے رکھتی۔

زینیش نکاح کی رضامندی نہیں دینا چاہتی تھی پر اس نام نے سب قبول ہے کے سوا دوسرا کوئی حرف زبان پر آنے ہی نہ دیا۔

کوٹ کے ہر فرد کی آنکھ اشکبار تھی، کوئی دکھ اور اس درجہ بربریت پر سرخ تھی، اوزان دایب انصاری نے بھی ایجاب و قبولیت کے وقت کچھ خاص محسوس نہ کیا کیونکہ یہ سب اس نے فی الوقت صرف انتقام کے لیے کیا تھا۔

دو بجے تک اوزان دایب انصاری اور زینیش کی واپسی مقرر تھی، اوزان پہلے ہی گاڑی میں جا کر سوار تھا اور زینیش یعقوب کا منتظر تھا، ابھی تک یہاں طے پائے جاتے معاملات کی خبر اس نے دادا کو بھی نہ دی تھی۔

"جب یاد کرے گی یہ خان بابا تیرے پاس آجائیں گے پتری، تو بھی پنار کی طرح میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے زینو۔ مجھے اس بے رحم فیصلے کے لیے معاف کر دے لیکن تجھے ان وحشیوں کے سپرد کرنے کے لیے مجھے اس گھر میں تیرا ایسا ہی مضبوط رتبہ درکار تھا۔ تو اوزان دایب انصاری کی بیوی ہے، جسکا رتبہ بہت بڑا ہے۔ یہ کبھی مت بھولنا"

خان بابا خود زینو کو باہر اوزان کی گاڑی تک چھوڑنے آئے اور کچھ فاصلے پر رک کر انہوں نے چادر میں چھپی نازک اور دکھ سے نڈھال نکاح کی نئی بنی دلہن زینو کو اپنے سینے سے لگایا اور چند آزردہ جملے کہے۔

"م۔۔میرے بابا یہی چاہتے تھے کیا خان بابا؟"

زینو کو بابا کے الفاظ یاد تھے تبھی اس نے الگ ہوتے ہی اپنی متورم آنکھیں خان بابا کی آنکھوں میں گاڑے پوچھا۔

"ت۔۔تجھے کیسے پتا چلا؟"

خان بابا کے چہرے پر زردی کھنڈی۔

"انہوں نے کل کہا تھا میرے م۔۔مرنے کے بعد خان بابا جو فیصلہ لیں تم بنا اعتراض کے تسلیم کرنا۔ ان لوگوں نے میری ممی کو جس طرح خود سے دور پھینکا۔ میں نہیں مان سکتی کہ وہاں مجھے یعنی الایہ کی بیٹی کو پیار بھری ایک نظر بھی ملے گی۔ لیکن صرف بابا کی اس گزارش پر میں نے یہ فیصلہ قبول کیا،

رہی بات آپکو یاد کرنے کی۔ میں آپ کو مزید کسی مشکل میں مبتلا نہیں کروں گی۔ اگر میری قربانی سے ان دو خاندانوں کی دشمنی ختم ہوتی ہے تو سودا گھاٹے کا نہیں ہے، میں اسی پر خوش ہوں فساد اور خون خرابے سے سب میرے سبب بچ گئے۔ میں نہ ہوتی تو کیا قربان کیا جاتا خان بابا"

وہ بزرگ اس بچی کی اذیت بھری باتوں سے آبدیدہ ہوئے اور اسکا تپتا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا۔

"نہ میری مکھنی، ایسا مت کہہ۔ تو خان بابا کے دل کا ٹکڑا ہے، ایسی نوبت آئی کہ تجھے قربان کرنا پڑا تو یہ خان بابا اس سے پہلے اپنی یہ جان دے کر اس سب کو ٹال دے گا۔ تجھے قربان نہیں کیا، تجھے تیری زندگی کا مقصد دیا ہے زینو۔۔۔۔ رومت"

خان بابا اس وقت جو بھی کہہ لیتے، جتنی صفائی پیش کر لیتے، وہ تکلیف سے یکدم نہیں نکل سکتی تھی۔

اسکی آنکھوں کے سارے آنسو پونچھے تو وہ اور تڑپ اٹھی۔

"اوزان کے اندر ابھی تک یہ خاندانی برائی مکمل طور پر سرائیت نہیں کی پتر، وہ برا نہیں ہے بس دادے کی صحبت کا اثر ہے کہ جانور بن جاتا ہے۔تجھے اس سے ہارنا نہیں ہے یاد رکھنا۔باقی اس حویلی میں تجھے پیار بھری نظر بھی ملے گی اور پیار بھرے شفیق لمس بھی۔یقین رکھ میرے دل کی ٹھنڈک"

خان بابا اسے امید دلا رہے تھے جو اسکی مکمل ٹوٹ چکی تھی لیکن یہ سچ تھا اوزان نام کی ہمت ہی اسے اس ہجرت کی سکت دے رہی تھی۔

خان بابا اسکو ساتھ لیتے اوزان کی گاڑی کی طرف بڑھے جو ان دو کو آتا دیکھتا چہرے پر سرد مہری سجائے باہر نکلا تو خان بابا نے اسے عتاب بھری نظر سے دیکھا اور اس پر دو حرف بھیجے وہ زینو کو گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر جب بٹھانے لگے تو اوزان کی سرد آواز پر رکے۔

"آگے بیٹھے گی یہ، میرے ساتھ"

اوزان کے حکم پر خان بابا نے اسکی مسلسل ہٹ دھرمی پر آخری بار ضبط کیا جبکہ زینو نے چادر کے پلو کو چہرے پر گرائے نقاب سا اوڑھا تھا اور اس وقت وہ اسے دیکھنا بھی نہ چاہتی تھی تبھی چپ چاپ خان بابا کے ہاتھ پکڑنے پر وہ آگے کی طرف آئی اور خان بابا اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھائے اسکی چادر سمیٹ کر اسکے ہاتھ میں دیے دروازہ بند کیے واپس سیدھے ہوئے تو انکی نظر اوزان سے ٹکرائی جو خود بھی پیارے سیال کے چہرے کے غیض سے محظوظ ہوتا دیکھائی دیا۔

خان بابا گھوم کر اوزان کی جانب آئے جسکا سر غرور سے اب بھی تنا تھا۔

"تجھے غرور ہے خود پر اوزان، اچھی بات ہے۔ لیکن جس سے نکاح ہوا ہے تیرا اس سے بات کرنے کے لیے اس کوٹ کے سرپنچ خان سانول سیال تک کو بھی سر اور نظر جھکانی پڑتی ہے پھر تیرا یہ اکڑا سر کب تک سلامت رہے گا میں بھی دیکھتا ہوں۔ جس کے سامنے سر جھک جائے اسے تکلیف نہیں دی جاتی، تکلیف مت دینا اسے، ورنہ اپنے مدمقابل تو اس شخص کو پائے گا۔

تیرے بھروسے اپنے کلیجے کا ٹکڑا اتار کر تجھے تھما دیا ہے، یاد رکھنا اسکے پیچھے میں کھڑا ہوں اوزان دایب انصاری"

خان سانول سیال کی آنکھوں میں طیش اور اذیت کی سرخی اور درد ہلکورے لے رہا تھا جب کہ اوزان نے اک کینہ توز نگاہ ان پر ڈالی اور پلٹ کر اپنی گاڑی کا دروازہ کھولے بیٹھا، جبکہ خان سانول کے چہرے پر صرف دکھ رقم تھا۔

بنا ساتھ بیٹھی زینیش پر نگاہ ڈالے اوزان نے گاڑی سٹارٹ کر دی، اور زینیش نے اپنے ایک ہاتھ سے اپنی چادر جکڑ رکھی تھی اور دوسرے سے امید کو خود میں چھپا رکھا تھا اور وہ باہر بدلتے مناظر کو دیکھنے کے ساتھ اپنے آنسوؤں کو دبا رہی تھی اسکا اوزان دایب انصاری کو بخوبی علم تھا۔

..________________________..

دیان کا ہوسپٹل میں دن آج بھی کچھ خاص اچھا نہ رہا، پنار سیال کی کمی اسے اپنے ارد گرد کَھلتی محسوس ہوتی تھی، اور وہ اس لڑکی کو کہتا بھی کہاں تھا کہ اسکی موجودگی دیان آریز کے لیے لازم وملزوم ہے، اسکے قلب کی رواں دھڑکن کو۔

ہوسپٹل میں اسکا چار بجے تک سٹے رہا اس بیچ بھی وہ ہر آتے جاتے سے خوامخواہ لڑتا، بھڑتا اور الجھتا رہا، بنا مطلب کے جونئیرز کو ڈانٹ سنائی، بنا غلطی کے ملازمین کو ڈپٹا، اس سے بھی دل کی وہشت کم نہ ہوئی۔

پھر مزید کوئی کام نہ تھا سو وہ گھر کے لیے نکل گیا۔

کوئٹہ کے نجی قصبے میں کیپٹن المان اور لیفٹیننٹ اسد کی نگرانی میں چند گھنٹوں کے اندر اندر ان دہشتگردوں کی مانگیں دریافت کرنے کا کام مکمل ہو چکا تھا، اور نہ صرف ان دہشتگردوں کو کافی حد تک دبوچ لیا گیا بلکہ انکے مزید شہروں میں نسب کیے بمبز کی لوکیشن بھی ٹریس کرلی گئی اور انھیں ڈی

ایکٹیویٹ کیا لیکن ابھی تک ان لوگوں کے قبضے میں کچھ استاد تھے جنکے بارے مزاکرات چل رہے تھے۔

ان لوگوں نے اس مدرسے کو اس لیے یرغمال بنایا کیونکہ وہ وہاں پڑھائی جاتی انگریزی زبان اور نصاف کے خلاف تھے اور انکا کہنا یہ تھا کہ یہ استاد ان مسلمان بچوں کو یہ خرافاتی مضمون پڑھا کر دشمن ملکوں کی تنظیوں کے لیے ایک بنا بنایا چارہ بنا رہے ہیں۔

الماں اور اسد کے لوگوں نے مدنی مدرسے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا، ثالثی کے فرائض نبھانے کو اسد ہی دہشتگردوں کے پیغامات، الماں سیال تک پہنچا رہا تھا۔

ان لوگوں کو یہاں لگ بھگ بیس سے بائیس گھنٹے ہو چکے تھے اور الماں کچھ تھک بھی چکا تھا، اصل اسکے اعصاب پر حاوی تھکن کا سبب زینیش تھی جو

اسکے خیال کے مطابق نا جانے اسکے نہ پہنچنے پر کس کس وسوے کا شکار نہ ہوئی ہو گی۔

اسد نے اسے دہشتگردوں کی طرف سے غم و غصے کے کم ہونے کی جب باہر ملٹری کیمپ اور وین کے قریب آکر خبر دی تو وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولے وہیں ترچھا ہو کر ایک پاؤں گاڑی کے اندر اور ایک باہر کچی گھاس سے اٹی زمین پر رکھے بیٹھس اپنے فون پر مصروف تھا۔

"ویسے وہ لڑکی آپکو کل بہت فریفتہ نگاہوں سے تاڑ رہی تھی، آپکے دل کو کچھ نہیں ہوا تھا سچ بتائیں"

اسد کے سوال اس وقت الامان کو صرف برہم کر سکتے تھے جو پہلے ہی نیند، بے زاری اور تھکن سے چور تھا، آئبرو سکیڑ کر اس نے نظر اٹھا کر لیفٹیننٹ اسد کی شرارت پر آمادہ آنکھیں ملاحظہ کیں۔

"ہوا تھا، لیکن تمہیں لے کر جب تم نے میرے کندھے کو ٹہو کہ رسید کیا تھا کہ تمہاری گردن مڑور دوں۔ اور یہ تم اپنی سینئیر سے کس قسم کے سوال کر رہے ہو اسد؟"

المان نے خفیف سے سلگ کر اسد کو لہو رنگی نظروں میں محصور کیے سر اٹھا کر لتاڑا تو اسد معصومیت کا شہکار بنا فوری مسکراہٹ دانتوں کے اندر انڈیل گیا۔

" سینئر بعد میں آپ پہلے اس دل والے کے یار بھی تو ہیں عالی جاہ! یار بتائیں نہ۔ ہم شادی شدہ خضرات بھی چاہتے کہ آپکے دل میں بھی محبت نامی پھپھولے پھوٹیں، آپ بھی کسی کے دیدار و لمس کے لیے تڑپ اٹھیں"

اسد کو اسکے رعب و دبدبے سے زرا بھی نہ ڈرتے دیکھ کر اور اس طرح گستاخ ہو جانے پر المان فوری اٹھا تو اسد نے لمحہ لگاتے اپنا متبسم چہرہ یوں کر لیا جیسے خوف و ہراس کا مسکن ہو۔

"لیفٹیننٹ اسد!"

المان سیال کی تنبیہی زچ ہو کر دی پکار پر اسد نے بھی فوری مسکینیت اختیار کی۔

"جی کراں"

اسد کا دل المان سیال کے جوتے کھا کر ہی ٹلنے کا تھا اور اس سے پہلے وہ پہاڑ جیسی کسرتی جسامت والا کیپٹن، ایک ہی جھٹکے سے اسد کی گردن دبوچ کر لہرا دیتا، اسد نے دم دبا کر بھاگنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی لیکن اسد کے یوں بھاگنے کے بعد ان غصیل آنکھوں میں یکدم یوں نرمی اتری جیسے تپتے سورج کے سامنے بادل آجائیں۔

پراسرار سی مسکراہٹ المان کے گلابی ہونٹوں پر رینگ کر گزری تو وہ واپس اپنی اسی اڑی ترچھی جگہ بیٹھا لیکن پنار کی آتی کال پر اسکے چہرے پر واپس فکر وسنجیدگی براجمان ہوئی۔

وہ اس وقت سیال حویلی میں دادا سائیں کے کمرے میں موجود تھی جنکا بلڈ پریشر شوٹ کر گیا تھا، کچھ دیر پہلے ہی کوٹ کے ڈاکٹر سجاول نے انکا معائنہ کیے سکون کا انجکشن دیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اب خطرے کی بات نہیں لیکن احتیاط بتائی، جواد سیال بھی دکھ میں گھرے تھے، بابا سائیں کی تکلیف انکو اب سمجھ آئی جبکہ پنار نے آزردہ نظر بیڈ پر نرم لحاف میں بے خبر و بے سدھ لیٹے دادا سائیں پر اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر کر قریب بیٹھے بابا جانی پر ڈالی اور کمرے سے باہر آئی۔

"کیپٹن! آپ کہاں رہ گئے؟"

پنار کی آواز میں چھپی درد کی لہر پر المان کو اضطراب نے گھیرا۔

"یار عین ٹائم پر کوئٹہ ایک اہم مشن کے لیے آنا پڑا، تم بتاؤ زینش کیسی ہے اور یعقوب انکل۔۔ میرا صبح سے فون بھی نہیں لگ رہا تھا، شاید یہاں نیٹ ورک کا مسئلہ ہے"

المان نے اپنی بے قراری کو لہجے میں اترنے سے روکتے بھرپور فکر سے پوچھا جس پر پنار وہیں سیال حویلی کے لاونج کی جانب بیٹھنے کی جگہ کی طرف بڑھی اور تین عدد مختلف قسم کے صوفوں میں سے سیاہ والے سنگل کاوچ پر بیٹھی۔

"یعقوب انکل کی کل رات ڈیتھ ہو گئی لالہ، اور زینو..."

یہ سب المان کو وہ کیسے بتائے، دل کانپ رہا تھا اور پھر دوسرا انکشاف کرنے سے پہلے ہی پنار کی آواز رندی تو وہ خاموش ہوئی لیکن المان سیال کے حواسوں پر اس دردناک خبر نے گہرا اثر چھوڑا کہ اسکی گرے شفاف آنکھیں زرد پڑنے لگیں۔

"زینو! کیا ہوا اسے ۔۔۔ پلیز پنار بتاو"

المان اپنی جگہ سے بے تابی سے واپس اٹھا، جسم و جان اور رگ و پے میں کھلبلی مچی۔

"اسکو دادا سائیں نے انصاری والوں کو دے دیا"

پنار کی آواز اسے کسی گہری کھائی سے ابھرتی سنائی دی، الماں کی زرد آنکھیں لمحہ سرکتے ہی سرخ ہوئیں، سفید چہرہ لمحوں میں سرخ ہوا، گردن اور مٹھی کی طرح جکڑے ہاتھوں کی شریانوں میں خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ کیوں دے دیا اسے۔ کس حق سے۔ وہ لوگ زینو کو کس کی اجازت سے لے کر گئے۔ پنار مجھے سب ٹھیک سے بتاو"

دانت پیش کر اشتعال انگیزی کے سنگ وہ جس طرح غرایا، پنار سے مزید ایک لفظ بھی بولنا محال ہوا کیونکہ اسی وقت عائشہ سیال کے قدم ٹھیک پنار کے قریب رکے اور انہوں نے برہم نظر پنار پر ڈالتے ہی اس سے فون چھپٹ لیا اور پنار کی ڈبڈبائی آنکھوں کو ناراض آنکھوں سے دیکھ کر پلٹیں۔

"تم پر سکون ہو کر پہلے حویلی آجاو پھر تفصیل سے بات ہو گی، فضول میں سٹریس مت لو سمجھ گئے"

پنار کے بجائے مما کی آواز نے المان کے جلال اور دکھ کو ہوا دی، اسکی جکڑی مٹھی مزید سخت ہوئی کہ سفید ہلکے ہلکے سیاہ بالوں کے روئیں میں دبی بازو کی رگیں ظاہر ہونے لگیں جو اسکی شرٹ کے فولڈ کف کی بدولت آویزاں ہوئی۔

"آپ سبکو اسکا حساب دینا ہو گا یاد رکھیے گا، ایک ایک سے اسکا جواب لوں گا"

بنا ماں کے پر سکون کرنے کا اثر لیے وہ بے حسی اور بدلحاضی سے کہہ کر فون ٹھک سے انکے منہ پر بند کر چکا تھا جبکہ عائشہ نے اس لڑکے کی اس بتمیزی پر پر تحمل ہو کر سانس لیا اور پلٹ کر پنار کو اسکی بازو سے پکڑے اٹھایا تو وہ مما کی سنگدلی پر بلبلا گئی۔

"اسے اتنی دور تکلیف میں مبتلا کر کے مل گیا سکون، اگر اس نے خود کے ساتھ کچھ کر لیا تو تمہیں معاف نہیں کروں گی پنار۔ وہ یہ سب ہر گز

برداشت نہیں کرے گا، بہت خوفزدہ ہوں۔ اسے واپس تو آنے دیتی بد دماغ۔ یا خدا میں اس دردمند اولاد کا کیا کروں۔ مجھے صبر دیں"

عائشہ خود بھی دکھ اور صدمے سے نڈھال تھیں، زینو کو اپنے الماں کا سوچتی تھیں اور اب دل کو جب ٹھیس پہنچی تو انکا دل پر کرچی تھا، پنار کچھ نہ بولی بس آہستگی سے مما کے ہاتھ سے اپنی بازو جھٹک کر چھڑوائی اور اپنا فون واپس لیا۔

"وہ زینو سے جڑی ہر بات جاننے کا حق رکھتے ہیں مما، یہ مت بھولیے کہ صرف آپ ہی نہیں ہم سب بھی اس فیصلے سے تکلیف میں ہیں"

مما کی سنگدلی جتاتی وہ کہہ کر رکی نہیں اور وہاں سے چلی گئی جبکہ عائشہ نے وہیں کاوچ پر ڈھے جاتے دل دہل جانے پر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ طرف طاری سوگ انکو کاٹ کھا رہا تھا۔

پنار نے اپنے آنسو ہتھیلی کی پشت سے رگڑے اور اپنے کمرے میں آئی، وسیع کمرے کے وسط میں بہت آرام دہ ملائمت سے بھرپور بستر تھا اور کمرہ ستائشی اور زیبائشی ہر رنگ سے مالامال تھا، کمرے میں آتے ہی فون پٹخ کر میٹرس پر مارا، اپنے بال دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر بمشکل سانس گھسیٹا اور خود کو پرسکون کیا، کچھ لمحے ہی گزرے کہ پنار نے بے دلی سے بیڈ پر پڑے فون کو جھک کر واپس اٹھایا مگر وہاں آئے میسج پر وہ اسے کھولے وہیں تکیہ گود میں لیے بیٹھی۔

شدت سے دل چاہا کہ یہ پیغام دیان آریز کا ہو اور ایسا ہی ہوا۔

"تم سے لڑنے کا موڈ تھا مگر تم نہیں ملی تو میں نے ہوسپٹل کے پورے سٹاف کی درگت بنادی، بے کار لوگ نہ صفائی کا خیال رکھتے نہ ڈسپلن کا۔ بائے دا وے ہفتہ کچھ زیادہ نہیں ڈاکٹر پنار؟"

وہ جو اس وقت کھل کر رونا چاہتی تھی، دیان آریز کے اس بے سر و پیر میسج کے آخری جملے پر ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی، جانتی تھی وہ اسکے او جھل ہونے پر بے تاب ہو جاتا ہے مگر پنار سیال کو دیان کی صرف بے تابی درکار نہ تھی، اسکی شدت، محبت اور جنون چاہیے تھا جو وہ ابھی صرف لوگوں کو زچ کرنے میں صرف کرتا تھا۔

"زیادہ نہیں کم ہے، سوچ رہی ہوں ایکسٹینڈ کر لوں۔"

پنار نے میسج ٹائپ کیا اور ریپلائے بھیجا، وہ جو میشی کے ابھی تک یونی سے نہ آنے پر گھر آکر بھی بور ہو تا باہر لان میں ٹہل رہا تھا، میسج ٹون پر اس نے فوری اپنی ڈینم جینز کی پاکٹ میں پھنسا آئی فون نکالا۔

پنار کے جواب کی اسے امید نہ تھی تبھی دیان آریز کے تیکھے پر شوق خدوخال مزید جاذب ہوئے۔

"خبر دار، تمہیں جاب سے نکال دوں گا"

فوری حکیمانہ سا جواب حاضر تھا جسے موصول کرتے پنار کے ہونٹوں پر رسیلی مسکراہٹ بکھری۔

"اس سے پہلے میں خود چھوڑ دوں گی، ہارٹ سپیشلسٹ ڈاکٹر پنار سیال کے لیے ہوسپٹلز کی کمی نہیں ہے"

ناجانے کیوں پنار کا دل اس وقت یہ چاہا کہ وہ سر پھرا مغرور اسے کچھ بھی کہہ کر اسکی اس وقت کی اذیت کم کر دے، پنار کے اس دھمکی بھرے پیغام کو پڑھ کر دیان آریز نے فون کی سکرین سے نظر اٹھائے سر شام ہی ڈھلتی دھوپ کے آخری لمس لان کے کناروں پر پھیلتے دیکھے اور بمشکل سانس گھسیٹا۔

مزید اس شخص نے کچھ دیر کوئی جواب نہ دیا، اور پنار کی امید کرچیوں میں بٹ کر اسکے مزاج میں مزید تکلیف سمیٹ لائی۔

اس سے پہلے وہ فون غصے سے پھینک کر چینج کرنے جاتی، میسج ٹون نے اسکے قدم تو کیا دل کی دھڑکنیں بھی سست کیں۔

"تم مجھ سے لڑے بنا زندہ نہیں رہ سکتی ڈاکٹر پنار، کیوں بے موت مرنا چاہتی ہو۔ میں نہیں چاہتا تم مرو، ہاں بس یہی کہنا ہے۔۔ یا شاید کچھ اور بھی۔۔۔۔ ابھی الجھا ہوا ہے سب"

پنار کی ڈبڈبائی آنکھوں میں خوشی کے دیپ جلے تو لگا سوگواری پر بہار نے اپنا غلاف اوڑھا ہو، کتنی ہی دیر وہ دیان آریز کے بھیجے اس جواب میں محو رہی، ناجانے کیوں اسے سوچ کر ہی جسم کی حرارت بڑھ جاتی تھی۔

دونوں ایک ہی جانب سفر میں گامزن تھے پر کچھ تھا ان کے بیچ، فاصلہ یا فیصلہ ابھی کچھ کہنا ناممکن تھا۔

..______________________..

کوٹ سے لاہور کا سفر ویسے تو سوا گھنٹے کا تھا مگر اوزان کی عادت ڈرائیونگ کو مناسب رفتار پر کرنے کی تھی سو چار بجنے کے باوجود وہ لوگ لاہور تو پہنچ چکے تھے مگر انصاری حویلی تک پہنچنے میں ابھی بھی چند منٹس کا فاصلہ باقی تھا۔

سارا رستہ زینیش نے خود کو اس شخص، اسکی ذات، رسائی، دسترس اور نگاہوں کے ہر لمس سے محروم رکھتے کار کے بند شیشے کے ساتھ سر ٹکا کر باہر تکتے گزارا، اوزان دایب انصاری کو اسکی مسلسل چپ سے کوئی مطلب نہ تھا، اسے ویسے بھی بولنے والے لوگ کچھ خاص پسند نہ تھے۔

پھر جتنا وہ کل سے آج تک کوٹ میں بول چکا تھا، خود اسے بھی خاموشی سے سفر کاٹنے کی ضرورت تھی تا کہ اپنے دماغ اور دل کو ایک مرکز پر لا سکے۔

"تم جہاں جا رہی ہو وہ گھر تمہارا قید خانہ ہو گا اور جس کے نکاح میں آئی ہو وہی تمہارے قید خانے کا جلاد ہے۔ میرا اور تمہارا یہ رشتہ میرے لیے ایک بے کار اور فالتو بوجھ کے سوا کچھ نہیں، تم سے نفرت کرتا ہوں..."

اوزان نے اپنی آنکھیں سامنے رکھے ڈرائیونگ کرتے ہی آواز کو گھمبیر کرتے اس بے حس وجود کو مخاطب کیا جسکے جسم میں اوزان کے یکدم بولنے پر نمودار ہوتی جنبیش، اوزان کی نظروں سے مخفی نہ رہ سکی، رو رو کر زینیش کی آنکھیں نا صرف سوجھ چکی تھیں بلکہ اب اسکا سر شدید درد کر رہا تھا لیکن جب اوزان نے کہا کہ وہ نفرت کرتا ہے، زینو کے لاغر جسم میں اذیت کی لہر دوڑی۔

"بہتر"

وہ سر شیشے پر سے پرے کر کر ٹھیک سے بیٹھتی بس ایک حرف پر اکتفا کیے بات ختم کر گئی اور اوزان نے یہ شروعات اس قدر جلد اختتام کے لیے نہیں کی تھی۔

"میں نے کہا، میں نفرت کرتا ہوں تم سے"

اوزان نے اپنے آخری سفاک جملے پر زور دیا، شاید وہ اسے اکسانا چاہتا تھا۔

"میں نے بھی کہا ہے کہ بہتر، یعنی ٹھیک ہے"

اس بار زینیش کے آنسوؤں میں رندے لہجے کے سنگ آتے جواب پر اوزان نے لمحہ بھر سر زرا سا پھیرے زینیش کو دیکھا جسکے خوبصورت رخسار پر سے اسکا نقاب ڈھلک چکا تھا، وہ ایک لمحہ بس کسی تیز ہوا کے جھونکے سا رہا اور اوزان نے جبڑے بھینچ لیتے نظریں واپس سامنے ٹکائیں۔

"تم میرے، مجھ سے جڑے سب کام کرو گی، سوائے بیوی کے حقوق مانگنے کے"

اوزان نے ایک بار پھر لہجے میں کڑواہٹ بھرے حکم دیا، زینیش نے اپنے درد کرتے سر کو جھٹکا کر اسکی بات سنی جو بہت سوہان روح تھا۔

"مجھے بیوی کے حقوق چاہیں بھی نہیں، جو کہیں گے کر دوں گی۔ لیکن پلیز اس وقت خاموش ہو جائیں،۔ آ۔۔ آپکی آواز میرے دکھتے سر کی تکلیف بڑھا رہی ہے"

زینیش نے بہت بے بس ہوتے اسکے حکم سننے کے فوری بعد منت بھرے لہجے میں درخواست کی جبکہ اوزان کو اس لڑکی کے یوں ٹوکنے اور روکنے پر غضب چڑھا۔

گاڑی ایک ہی بھیانک جھٹکے سے رکی تو زینیش کو لگا جسم میں کسی نے سیخ گاڑی ہو کیونکہ وہ رخ بدلتے ہی اسکو کلائی سے تھامے بے درد جھٹکے سے اپنے مدمقابل لاکر لاک کر چکا تھا، اس جگہ دلوں اور جسموں کے بیچ نامناسب نزدیکی آچکی تھی، وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے علاوہ محسوس کر

سکتے تھے، خوشبوؤں کے تبادلے کا امکان، سانس کا سنگم سب بہت نازک مقام پر تھا۔

لیکن یہ کر کے اوزان انصاری نے اپنی کمزوری اس لڑکی کے ہاتھ میں تھما دی، دونوں نے ایک دوسرے کو اس بے خود لمحے نظر بھر کر دیکھا، زینیش کی بڑی بڑی سنہری آنکھوں کے کنارے سرخ و گلابی تھے، ان میں ٹوٹے خوابوں اور اذیت کے بے شمار افسانے تھے جو اوزان کا دامن لپک کر پکڑ بیٹھے۔

وہ اسے دیکھنا تو چاہتی تھی پر یوں نہیں، کیونکہ اس وقت بھلے ان دو کے چہرے ایک نامعقول فاصلے پر تھے لیکن زینیش کا دل ان سنہری ہم رنگی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر جھلس گیا۔

"اور جو تم نے میری زندگی میں گھس کر میری تکلیف بڑھائی، اس تک تمہاری سوچ بھی نہیں جاسکتی"

وہ کہنا کچھ اور چاہتا تھا پر سب بھول گیا، دل کی دنیا کی کایا تو ان سنہری آنکھوں کی وسعت اور کشش دیکھتے ہی پلٹ گئی۔

جبکہ زینیش نظر جھکا کر زخمی سا مسکرائی۔

"میں نہیں گھسی، آپ نے زبردستی یہ طوق گلے میں ڈالا ہے۔میں آپکے سارے کام کروں گی یہ میرا فرض ہے، آپکو کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی میں بس یہ کہنا چاہ رہی تھی۔م۔۔میری بازو چھوڑ دیں درد ہو رہا ہے"

اپنی بازو میں گڑھتی اوزان کے ہاتھ کی انگلیوں پر درد بھری آہ بھرتے زینیش نے وضاحت دی، اوزان نے دفتا دیکھتے ہی اسکی بازو کے گرد پکڑ ڈھیلی کی۔

"درد کیا ہوتا ہے یہ ابھی تم جانتی ہی کہاں ہو، لیکن سب جان جاو گی۔"

اوزان نے اس پر سے اپنا حاوی سراپا ہٹا لیتے نفرت سے کہا اور واپس گاڑی سٹارٹ کی مگر زینیش نے گردن موڑ کر بے رحم نظر اس شخص پر ڈالی جسکے

جسم کی خوشبو نے کچھ لمحے پہلے زینیش کے پژمردہ وجود کو سہلائے اسکے کان میں بہت مہربان سرگوشی کی، وہ پہاڑ جیسا جنونی شخص، بنا سوچے مار دینے والا ہی اسکی پسند کیوں بنا؟ زینیش کا دل چاہا اپنا دھڑکتا دل اس گناہ اور لایعنی طلب پر خود بند کر دے۔

"درد کیا ہوتا ہے یہ سب سے زیادہ زینو ہی جانتی ہے"

پھر سے سر شیشے سے ٹکائے اس نے دل میں کرب سے سوچا جبکہ اوزان من ہی من میں تلملاتا ہوا گاڑی کی رفتار تیز کر چکا تھا۔

لگ بھگ مزید دو منٹس بعد پھر سے گاڑی رکی مگر اس بار وہ بہت عالیشان سے بنگلے کے وسیع تاحد نگاہ پھیلے پورچ میں آ کر رکی جسکو دیکھنے والی آنکھیں اس خوبصورت مکان کی دلکشی میں لمحہ بھر ضرور الجھتی، اوزان نے اپنے آنے کی خبر صرف دادا سائیں کو دی تبھی وہ اسکی گاڑی کا ہارن سنتے ہی بڑے خوشگوار سے انداز میں حویلی سے باہر نکلے، ایزل مریم کچن میں ملازمہ کے

ہمراہ ڈنر کی تیاریوں میں بزی تھیں، کنول سیلون گئی تھی، دیان لان میں ہی تھا جو اوزان کی گاڑی رکتی دیکھ کر وہیں متوجہ تھا جبکہ طلال اور میشی ابھی تک یونی سے واپس نہ آئے تھے۔

"نکلو باہر"

زینیش نے اوزان کے حکم پر گردن موڑے اس شخص کو دیکھا جسکی گردن میں سریا نسب تھا۔

"میرا گھر نہیں ہے جو میں بے تکلفی سے باہر نکلوں اور گھر کے اندر گھس جاوں، ساتھ لائے ہیں تو ساتھ لایا ہوا اپیش بھی کریں۔ ورنہ مجھے واپس کوٹ چھوڑ دیں"

زینیش نے برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا جس پر اوزان نے اپنے امڈتے اشتعال کو ہر ممکنہ دبایا اور پھر بپھری موج بنا باہر نکلا اور دوسری طرف سے آکر زینو کی جانب کا کار ڈور اوپن کیے اسکی بازو پکڑے اس بے دردی سے

گھسیٹ کر باہر نکالا کہ اک لمحہ تو وہ اس درجہ بد سلوک رویے پر کانپ اٹھی، اس نے امید کو اور اپنی ڈھلکتی چادر کو بھرپور ایک ہاتھ سے سمیٹنے کی کوشش کی جو اسکے اجلے وجود سے سرکتی ہوئی زینیش کی رعنائیوں کے راز، اوزان انصاری پر کھول کر اسکے اعصاب بوجھل کر رہی تھی۔

فیروز شمیشر انصاری اور دیان دونوں ہی بروقت اوزان اور زینیش کی طرف بڑھے کیونکہ اوزان کا رویہ ان دو کے لیے بھی سخت تھا۔

"اب واپس یہاں سے تمہاری لاش ہی جائے گی سمجھی"

اوزان اس پر پوری قوت سے غراتا بنا دادا کو دیکھے اور متفکر و پریشان دیان کو اپنی سمت آتا بھانپے بے دردی سے زینیش کو اپنی راہ سے پرے دھکیلتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے گیا تو آنسو موتیوں کی طرح زینیش کے گلاب رخساروں پر ڈھلکے، ابھی یہ لڑکی چونکہ فیروز شمیشر انصاری کے لیے سونے کا انڈا دینے والی مرغی تھی سو انہوں نے گدھے کو باپ بنانے والا فارمولا

اپناتے فوری مہان بنے زینو کو اپنے سینے سے لگایا جس پر وہ خود روتی تھم کر رہ گئی۔

جبکہ دیان ابھی سچویشن سمجھنے کی کوشش میں تھا۔

"اداس نہیں ہو بچے، وہ اتھڑا گھوڑا ہے جسے تم نے ہی نکیل ڈالنی ہے۔ رو مت، مجھے اپنا دادا سائیں سمجھو۔ اور یہ دیان انصاری ہے، تمہارا دیور"

فیروز شمشیر انصاری کے دوغلے پن پر وہ معصوم دھوکہ کھا گئی جبکہ اپنا تعارف کروانے پر دیان نے بھی رسانیت سے نظروں کے سنگ اس پیاری سی بھولی لڑکی کو دیور نامی لفظ پر ٹھٹکتے ہوئے سرسری ہیلو کی اور وہ فیروز صاحب اور دیان کے ہمراہ ہی انصاری حویلی میں داخل ہوئی، یہ اونچی ہیبت ناک دیواریں اسے نامانوس لگیں تو دل گھٹنے لگا پھر اوزان کی نفرت ویسے ہی دل نگل کر چاٹ رہی تھی۔

فیروز شمیشر انصاری کے ساتھ اس بچی کو آتا دیکھ کر ایزل مریم بھی کچن سے نکلیں اور حیرانگی کے سنگ وہ لاونج کی سمت آتے بابا سائیں کی طرف بڑھیں مگر جب نظر اس بہت پیاری بچی پر گئی تو انکی آنکھوں میں فطری الفت نمودار ہوئی۔

"ی۔۔یہ کون ہے بابا سائیں؟"

ایزل مریم نے فکر مندی سے اس لڑکی کے حوالے سے پوچھا جو انکو بہت ڈری سہمی لگی۔

"تمہاری بہو ہے ایزل، اسے گیسٹ روم میں لے جاو۔ تاکہ کچھ دیر آرام کرے۔باقی باتیں ہم بعد میں کرتے ہیں"

فیروز شمیشر انصاری کے جواب پر ایزل مریم اور دیان دونوں ششدر نگاہوں سے کبھی فیروز صاحب اور کبھی زینو کو دیکھنے لگے جسے اپنا آپ

خوامخواہ معتوب معلوم ہوا، اوزان کی نفرت کا سوچ سوچ اسکے آنسو آنکھوں میں چھلکنے کو بے تاب مچل رہے تھے۔

ایزل مریم اس سے پہلے کچھ مزید پوچھتیں، باباسائیں کی نظروں کے عتابی اشارے پر کچھ پوچھنے کا ارادہ ترک کیے انہوں نے زینو کی گال پیار سے سہلائی اور اسکی پیشانی محبت سے چومی، یہ اس گھر آتے ہی پہلا خوبصورت و شفیق لمس تھا جو زینیش کو ملا بھی اور پہاڑ جتنا مضبوط بھی کر گیا۔

"میری بہو تو کڑوروں میں ایک ہے، لیکن یہ خوبصورت سنہری آنکھیں اتنی خزن زدہ کیوں ہیں۔ آجاو میری جان، کمرے میں۔ مجھے اپنی مما سمجھو"

ایزل مریم اسے گیسٹ روم کے بجائے اپنے ماسٹر بیڈ روم کی طرف لیے بڑھیں جبکہ لاونج میں دیان اور فیروز صاحب کے بیچ پر اسرار سی چپ گونجی کیونکہ وہ گھر کے معاملات میں کم و بیش ہی بولتا تھا۔

"اوزان کو کہو میرے کمرے میں آکر مجھ سے ملے"

ایزل مریم نے اشارتا سامنے کچھ فاصلے پر مودب ہو کر کھڑے ملازم کو اشارہ کیا جس پر وہ فوری حکم کی تعمیل کو زینے چڑھ گیا۔

ایزل مریم اسے اپنے کمرے میں لائیں اور اسکی بمشکل کناروں سے سنبھلی چادر نرمی سے زینو کے شانوں کے گرد ٹھیک سے لپیٹی اور اسکے ہاتھ سے وہ گڑیا لے کر میٹرس پر رکھے پیار بھری نظر زینو پر ڈالے مسکرائیں جو اب بھی رونے والی معلوم ہوئی۔

"مجھے علم نہیں کیا معاملہ ہے لیکن شاید تم وہی دل دہلا تا سرپرائز ہو جسکا بابا سائیں ذکر کر رہے تھے"

ایزل مریم نے اس پیاری سی زینو کو تکتے کرب سے سوچا اور اسے پکڑ کر بٹھا تیں خود بھی ساتھ بیٹھیں جو یہاں مزید بے چین ہوئی۔

"تم میرے اوزان کی دلہن ہو کیا؟ سچ میں"

ایزل مریم نے پھر سے پوچھا جس پر وہ کچھ بول تو نہ سکی بس روتی آنکھوں سے انکو حسرت سے تکتے سر بے بسی سے ہلا دیا۔

"دنیا جہاں کی پاکیزگی تمہاری پر حیا آنکھوں پر قربان، تم مجھے آئی جان کہہ کر بلا سکتی ہو۔ اوزان اور میشی مجھے یہی بلاتے۔ بہت کچھ پوچھنا ہے لیکن ابھی تم تھکی لگ رہی ہو۔ پہلے کپڑے بدل کر تازہ دم ہو کر کچھ آرام کرو پھر ماں بیٹی فرصت سے باتیں کرتے ہیں۔ میں تمہارا سامان بجھواتی ہوں۔ کچھ کھاو گی تم؟"

اوزان کے برعکس ان مہربان ہستی کے لہجے پر وہ ابھی سے فدا ہوئی، بھوک پیاس کا احساس تو مر گیا لیکن پھر بھی اسے اس وقت کچھ میٹھا چاہیے تھا ورنہ اسکی شوگر لو ہو جاتی، اسے ایزل مریم کے نرم دل ہونے نے ڈھارس دی کہ وہ ان سے یہ کہہ دے۔

"ٹافیز، چاکلیٹ ایسا کچھ بھی چلے گا۔"

زینو نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو ایزل مریم مبہم سا مسکرائیں۔

"ٹھیک ہے، تم آرام کرو"

اس پر نرم نگاہ ڈالے وہ کمرے سے نکلیں تو دروازہ بھی آگے کر گئیں اور زینیش نے یوں سانس لی جیسے ان کی موجودگی میں روک رکھی ہو، نظر سامنے دیوار پر نسب انہی عورت اور انکے ساتھ اوزان کی تصویر پر گئی تو وہ پھیکا سا مسکرائی، وہ بہت خوبصورت، جاذب نظر شخص دل کا ایسا پتھر دل ہوگا اس پر زینو کو ہنسی آئی۔

وہ بیڈ کی پائینتی سے اٹھی اور چلتی ہوئی دیواری تصویر کے قریب آر کی۔

" نفرت کرتے ہیں آپ مجھ سے اوزان لیکن مجھے ایسا کیوں نہیں لگا؟"

اس شخص سے تو نہیں اسکی تصویر سے بات کرنا قدرے آسان تھا، جبکہ زینو نے شانوں پر تھکاوٹ محسوس کرتے اپنی چادر اتار کر وہیں صوفے پر رکھی

اور پھر دوپٹہ جو اسکے نازک وجود سے دگنا تھا، اتار کر وہیں رکھا، بال نرمی سے جوڑے سے آزاد کیے تو وہ آبشار کی مانند اسکی کمر پر لہرا گئے۔

کچھ ہی دیر میں دستک ہوئی اور ملازمہ اسکا چھوٹا سا چند لباسوں پر مشتمل سوٹ کیس آکر اسکے سامنے رکھے دبے قدموں سے باہر نکل گئی، زینو خود بھی اس جوڑے میں نڈھال تھی تبھی سوٹ کیس کھولتے ہی پہلا نظر آتا لباس نکال کر کپڑے بدلنے ملحقہ واش روم میں گھسی، گلابی لائننگ والی لیلن کی شرٹ تلے کھلا سا سفید ٹراوزر تھا جو زینو کے بانکے وجود پر بہت پرفیکٹ فیٹنگ کے سنگ مزید جاذب لگا، بال ویسے ہی کھلے رکھے وہ ہاتھ منہ دھوتی باہر نکلی اور وہی اپنی گرم اونی شال اٹھا کر اپنے کندھوں کے گرد لپیٹی، ٹھنڈ کا احساس بڑھ چکا تھا۔

زینو نے اپنا نیکلس بھی اتار کر واپس سوٹ کیس میں رکھا، امید کو ہاتھ میں لیے وہ واپس بیڈ کی پائینتی پر آکر بیٹھی تو ملازمہ ایک بار پھر رنگ برنگے میٹھے

اور نمکین پکوانوں سے بھری ٹرالی میز گھیسٹی اندر آئی اور ادب سے وہ سب زینیش کے حوالے کیے واپس نکل گئی۔

سب سے پہلی چیز جو زینیش نے دیکھی وہ رس ملائی تھی، اسکی اداس آنکھیں اس میٹھے پر خفیف سی چمکیں۔ باقی ڈھکے برتن اس نے دیکھنے کی بھی زحمت نہ کی اور بس تھوڑی سی رس ملائی کھا کر پانی کا آدھا گلاس لیا اور ٹرالی ایک طرف کر کے وہ بیڈ کے بجائے بہت بڑے بڑے نرم اور آرام دہ صوفوں کی طرف آئی اور وہاں بیٹھتے ہی امید کو خود سے لگایا اور ٹانگیں سمیٹ کر لیٹتے ہی آنکھیں موند گئی۔

اوزان کو ملازم نے آئی جان کا پیغام پہنچانا تھا، وہ آتے ہی اپنے عتاب و قہر سے نجات کو پہلے ٹھنڈے پانی سے نہایا اور جب ٹاول سے بال رگڑتے شرٹ لیس سا صرف کالے نیک ٹراوزر میں اپنے پرکشش سیکس پیکس اور مضبوط بائیسپس والے بے داغ جسم کی رعنائیوں سمیت باہر نکلا تو ملازم نظر

جھکائے اسکے کمرے کے دروازے میں کھڑا تھا، ملازم کی موجودگی اسے سیخ پا کر گئی۔

"دفع ہو جاو یہاں سے"

اوزان نے اسے دیکھتے ہی باقاعدہ چنگارتے کہا جس پر ملازم کانپ گیا۔

"سائیں بڑی بی بی آپکو اپنے کمرے میں بلارہی ہیں، گستاخی معاف"

ملازم نے فوری رٹو طوطے کی طرح پیغام پہنچایا اور بوتل کے جن کی طرح وہ بھاگنے کے انداز میں اس جن زاد کے کمرے سے نکل گیا اور اوزان نے جبڑے بھینچتے ہوئے ٹاول کو گیند کی شکل دیتے ہی اپنے کمرے کے دروازے میں پھینکنا اور خود اپنے کمرے کی حدود سے پار بہت ہی لگژری ڈریسنگ روم کارنر کی سمت بڑھا جہاں اسکے بہت سارے سوٹس، شرٹس، پینٹس اور اسیسریز ہینگ تھیں۔

انہی میں سے کھینچ کر ایک گہری نیلی شرٹ نکالی اور اسی بھینچے خدوخال والے چہرے کے سنگ اس نے شرٹ پہنے اپنے قدم باہر نکالے اور روم میں انٹر ہوا، اسکے کمرے کی ہر چیز سیاہ تھی، فرنیچر سے لے کر کر ٹلز تک، فرش تک سیاہ ٹائلز اور سیاہ ایرانی قالین پر مشتمل تھا، سفید کی کہیں کہیں آمیزیش سے دوسرے رنگ کا وجود ثبت تھا۔

بڑے سے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اوزان نے اپنا مغرور نظروں سے مشاہدہ کیا، کف کنکس لگانے کے بجائے شرٹ کی آستینیں کہنیوں سے زرا نیچے تک اوپر کیں، بالوں میں جہاں ہلکی ہلکی نمی جذب تھی، اپنا مضبوط پرکشش ہاتھ پھیرتا وہ وہیں ایک طرف رکھے گھر میں پہننے والے سلیپر پہنے روم سے باہر نکلا، سیڑھیوں کے وسط میں پہنچ کر اک شر انگیز نظر لاونج میں دیان کے ہمراہ بیٹھے دادا پر ڈالی مگر پھر کچھ سوچتا ہوا وہ پہلے آئی جان کے کمرے کی طرف بڑھا۔

دروازے پر پہنچ کر آوزان نے ہلکی سی دستک دی مگر کوئی جواب نہ آنے پر وہ دروازہ کھولتا بے تکلفی سے اندر داخل ہوا، پورے کمرے کا طائرانہ نگاہوں سے جائزہ لینے کے بعد روم کے آخری کنارے میں اسے وہ دیکھائی دی۔

آنکھیں نفرت سے لبریز اور قدم بے خود ہوتے آگے بڑھے، اسے خود احساس نہ ہوا کہ کب وہ چلتا ہوا عین زینیش کے سر پر آ کھڑا ہے، نرم گرم ملائم صوفے پر وہ بے خبر وجود نیند لے رہا تھا، سر زرا تر چھا کیے، ٹانگیں سمیٹ سکیڑ کر، اس بے جان گڑیا کو سینے لگائے، جبکہ نظر پھر کھانے کے لوازمات سے سجی ٹرالی پر ڈالی جہاں سب جوں کا توں تھا بس رس ملائی کو ایک الگ پیالی میں ڈال کر کھانے کے اثرات موجود تھے، وہ نا چاہتے ہوئے بھی میٹھے کی شوقین اس لڑکی پر مسکرایا، اب اسے اندازہ ہوا کیوں وہ حلوہ اتنا میٹھا تھا۔

صوفے کی دبیز سطح پر زینیش کے بہت قریب دائیاں گھٹنا رکھتے زرا جھک کر اوزان نے زینیش کے چہرے پر جھولتی اسے بے آرام کرتی لٹ پکڑ کر ہٹائی، مگر پھر اپنی اس حرکت پر خود کو ملامت کرتا وہ واپس اٹھا، چہرہ سنگدلی کی عکاسی کرتا دیکھائی دیا۔

جانے یہ اوزان انصاری کے بے اختیار چھونے کا اثر تھا کہ نفرت بدلتی نظروں کا کہ وہ عجیب سی بے چینی کے سبب جھٹکے سے آنکھیں کھولے ہانپ اٹھی مگر اسکی رہی سہی سانس سر پر موت کا فرشتہ بن کر کھڑے اوزان کو دیکھ کر تھمی۔

"تم میری ماں کے کمرے میں کس کی اجازت سے آئی ہو؟"

اوزان کو جب اپنی موجودگی کا کوئی مناسب بہانہ سمجھ نہ آیا تو واپس نفرت سے اس ڈری لڑکی پر گرجا، زینیش نے امید کو وہیں رکھتے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس سے پہلے وہ لڑکھڑاتی اور توازن برقرار نہ رہنے پر واپس

صوفے پر ڈھے جاتی، اوزان کے مضبوط ہاتھ نے اسکے ہاتھ کو اس شدت سے تھاما کہ وہ باصرف لڑکھڑانے سے بچی بلکہ اپنی مخمور نرم موجودگی کے کھلے عام رنگ بکھیرتی وہ اوزان انصاری کے روبرو آگئی، اور اس روپ سروپ کی ملکہ کے سبب قیامت برپا ہوگئی۔

ایک بار ان دونوں نے ایک دوسرے کو پہلی نگاہوں میں محصور کیا، اس لڑکی کو ہاتھ بڑھا کر چھونے کی خواہش کسی بھی ہوش مند میں جاگ جاتی، پھر وہ تو تھا بھی احساسات و جذبات کا مسکن، کیسے اپنے دل میں برپا ہوتی ہلچل کو چھپاتا۔

"وہ مجھے خود لائی ہیں یہاں، آپکے بقول میری جگہ کہاں ہے۔ بتادیں میں وہیں چلی جاتی ہوں"

اوزان کی خود پر سخت نظر جب برداشت نہ ہوئی تو وہ فوری اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ آزاد کرتی نظر جھکا گئی۔

"تمہاری جگہ میرے دل کا جہنم ہے"

یہ اوزان سے خود بخود سرزد ہوا، زینیش نے اضطراری نگاہ اٹھائے جب اوزان کو دیکھا تو اس شخص کو دل پر آرے چلنے کا مفہوم سمجھ آیا۔

"میری جگہ آپکے دل کے کہیں آس پاس بھی نہیں، پہلے ہی دن اپنے کہے سے مکر رہے ہیں آپ"

وہ اسکی آنکھوں میں بے خوفی سے تکتی اوزان کے ضبط و برداشت کو پچھاڑ گئی، پہلی بار اوزان انصاری کو کسی کی آنکھوں سے خوف آیا۔

"بکواس بند"

اپنی غلطی دبانے کو وہ دھاڑا یہاں تک کہ زینو نے اسکی تیز آواز پر کراہتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھے۔

"مجھ پر غصہ مت۔۔ک۔ کریں۔۔۔۔"

زینیش نے ہاتھ کانوں پر رکھے رکھے منت کی جس پر اوزان نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسکے کان سے ہٹائے تو وہ زخمی دلخراش نگاہوں سے اس شخص کو دیکھنے لگی۔

"مجھے دیکھائی مت دینا اب"

اسکے دونوں ہاتھوں سے پکڑے پیچھے دھکیل کر وہ دو قدم پرے ہٹا تو زینو بے توازن ہوتی واپس کاوچ پر گری، سمجھ نہ آیا یہ آدمی چاہتا کیا ہے، کیوں کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔

" آپ مجھے خود لائے ہیں، مت دیکھیں میری طرف۔۔۔ مت اپنی آنکھوں کو تکلیف دیں۔ جگہ بتا دیں مجھے میری کہ کہاں رہوں، کونسا درجہ چنا ہے آپ نے پستی کا اس اسیر کے لیے، بار بار میرے سامنے بھی مت آئیں۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے مت چھوئیں"

مسلسل اس شخص کے رویے کی پھانس پر وہ مزید چپ نہ رہی، لہجہ بھلے ٹوٹا ہوا تھا پر اوزان کے دل کو اسکی ایک ایک سسکی نوچ کر کھاتی محسوس ہوئی۔

"بار بار مجھے مت بتائیں کہ نفرت کرتا ہوں، م۔۔میں نفرت نہیں سہہ سکتی۔ میں کسی کی نفرت نہیں سہہ سکتی۔ میں بہت کمزور و ناتواں ہوں"

وہ اپنے ہاتھ چہرے پر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی، اوزان اپنی جگہ پتھر بنا اسے دیکھ رہا تھا، اسے احساس ہوا پر زینو کو رلا کر کہ وہ آج ہی اپنے بابا سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوئی تھی، اس تکلیف میں ڈوبی لڑکی کو ستانے پر اسے اسکے دل نے لعن تان سے نوازا، اسکی اپنی سانس خود پر تنگ ہوئی۔

دل چاہا اس لڑکی کو کہے کہ رو مت پر نہ کہہ سکا۔

"لیکن پھر بھی تمہیں میری نفرت سہنی ہو گی یاد رکھنا یہ بات، تم آنسو بہا دیا مر جاو۔ آئی ڈونٹ کیئر"

بے حسی کے سنگ وہ زینیش پر قہر برساتا وہاں سے چلا گیا اور وہ سسکیوں کے سنگ روتی وہیں صوفے پر ڈھے گئی، اب سچ میں سانس لینا اس پر تنگ ہو گیا تھا، اور یہی کیفیت اوزان دایب انصاری کی تھی خدا خیر کرے۔

لیکن اس وقت اسکا سبکے سوالات کا جواب دینا ضروری تھا سو وہ سیدھا لاونج کی طرف سے آیا جہاں ایزل مریم، دیان اور فیروز شمشیر انصاری اسکے منتظر تھے۔

"اوزان لالہ پلیز یہ سسپینس توڑ دیں، کہاں سے مل گئی آپکو یہ وائف؟"

دیان کو شدید تجسس تھا اور دادا سائیں بھی اسے کچھ نہیں بتا رہے تھے تبھی اوزان کو مغرور تاثرات کے سنگ وہیں سٹنگ ایریا کی جانب آتا دیکھے دیان نے اپنی بے چینی بیان کی۔

ایزل مریم بھی وہیں براجمان تھیں، وہ دو کبھی فیروز شمشیر کو تک رہے تھے کبھی اوزان کو۔

"الایہ درید کی بیٹی ہے یہ لڑکی، یعقوب کی موت کے بعد اسکی جگہ اسکے وارثوں کی یہ حویلی تھی۔ بس اسے اسکی ٹھیک جگہ لایا ہوں، یہ نکاح ایک فارمیلٹی ہے فقط، امید ہے آپ سب کا تجسس ختم ہو چکا ہو گا۔ بہت تھک چکا ہوں، سونا چاہوں گا۔ رات سے پہلے مجھے کوئی مت جگائے۔ ایکسکیوز می"

سرد اور بیزار لہجے میں وہ چند جملوں میں سب سمیٹے بنا کسی کی حیرت، تکلیف اور صدمے کی پرواہ کیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ دیان، ایزل مریم کے چہرے پر چھائی سفیدی تکتے فیروز شمشیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، شاید اوزان کے پیچھے جانے کا ارادہ تھا مگر دیان کے یکدم راہ میں آجانے اور اسکی آنکھوں میں غم و غصے کے غلبے کو تکتے وہ رکے۔

"واہ دادا سائیں واہ، الایہ درید کی بیٹی کے لیے اس حویلی کے دروازے کھل گئے اور ایک میری ماں تھی جسے جیتے جی آپ نے اس گھر میں گھسنے کی بھی اجازت نہ دی، نہ اپنے بیٹے کو رعایت و مہلت دی، یہ کیسا انصاف ہے آپکا۔ جواب دیں مجھے کہ اپ نے سگے سوتیلے سب کو ایک لاٹھی سے کیوں ہانکا۔

کیا اپکے اندر زرا بھی رحم دلی اور نرمی نہیں ہے۔ اب اوزان لالہ کو آپ نے کن مقاصد کے تحت اس نکاح پر اکسایا۔"

دیان آریز کے گستاخ لہجے اور غصے پر ایزل مریم کے ساتھ ساتھ حویلی کے اندر داخل ہوتی میشی اور طلال کے چہرے کی بھی رنگت بدلی۔

دیان کا یہ غصہ بہت ماہ بعد پھٹا تھا اور سب اسکے غصے سے خوف کھاتے تھے۔

"بکواس بند کرو اپنی، اس معاملے میں نہ تم نہ کسی اور کو زبان درازی کی اجازت ہے۔ سب کے سب کان کھول کر سن لو۔ وہ لڑکی اس حویلی میں آئی بھی میری مرضی سے ہے اور جلد یہاں سے نکلے گی بھی میری مرضی پر۔ تم سب نے جو سوچنا ہے سوچتے رہو، بھاڑ میں جاو"

اپنے منہ لگتے فرمابردار پوتے کے لہجے کا باغی پن، فیروز شمیشر کو تلملا گیا، اسے اپنی راہ سے پرے دھکیلتے وہ وہاں سے اوزان کے کمرے کی طرف گئے جبکہ میشی اور طلال بھی اندر آئے تو انہوں نے نا سمجھی سے پہلے بھابھی اور

پھر مشتعل سے دیان آریز کو دیکھا، میشی بھی اس طرح کے ماحول پر گھبرائی ہوئی آئی جان کے پاس چلی آئی، اسے داداسائیں کے چینخنے پر خوف آیا تبھی ایزل نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"دیان! کیا ہوا ہے بچے۔ کس لیے تم بابا پر بگھڑے"

طلال نے نرمی کے سنگ دیان کو شانوں سے پکڑ کر اپنے روبرو کیا جسکی آنکھیں سلگتی ہوئیں انکا کلیجہ چاٹنے لگیں۔

"الایہ درید، ممنوع ہو چکی عورت کی بیٹی اس حویلی میں آگئی ہے۔ صرف آئی نہیں بلکہ وہ اوزان لالہ کی بیوی بن کر آئی ہے۔ چاچو! یہ سب انکی سازش ہے، ورنہ جن لوگوں کو وہ اچھوت سمجھتے تھے انکی بیٹی کیسے بیاہ لائے۔ ظلم ہونے والا ہے، قیامت آنے والی ہے اس سب کو روک لیں"

دیان نے یہ سب اس قدر جارحانہ ہوتے کہا کہ طلال کو اپنی حسیں مفلوج محسوس ہوئیں، یہی کیفیت ایزل مریم اور میشی کی تھی۔

"ک۔۔کیا؟ زینیش سے اوزان نے نکاح کر لیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم"

طلال انصاری کا چہرہ یوں تھا جیسے انکے وجود سے خون کا آخری قطرہ تک نچڑ گیا ہو۔

جبکہ وہیں اوزان کے کمرے کا دروازہ دھمک سے کھلا تو اپنی گن میں بلٹس بھرتا وہ بیزار تاثر کے سنگ پلٹا تو دادا سائیں کو بپھری موج بنا قریب آکر رکتے دیکھ کر چہرے پر نہایت طمانیت سجالایا۔

"سب ہمارے پلین کے مطابق ہوا ہے مگر اس لڑکی سے سبکی ہمدردیاں مجھے قبول نہیں، درانی کو کہو فوری پیپرز ریڈی کرے۔ اسکے دستخط کروا کے اسکے نام لگی ساری زمین ہتھیاتے ہی تم اسے ڈائیورس دے دینا۔ اور ہاں یہ سب ہفتوں نہیں دنوں میں سمٹ جانا چاہیے"

دادا سائیں کی بے کلی، بے چینی اور بڑبڑاہٹ سے محظوظ ہوئے وہ من ہی من میں زہریلا سا ہنسا جس پر فیروز شمشیر انصاری کی حالت بھی لمحہ بھر

بدحواس ہوئی، اوزان دایب کی یہ ہنسی خنجر کی طرح انکے سینے میں گڑھی تھی۔

"کیوں ہنس رہا ہے؟"

دادا نے عجیب سی نظروں سے تکتے اس کے اس بے موقع دانت دیکھانے پر لتاڑا۔

"آپکو اپنے پوتے کی سمجھ اب تک نہیں آئی دادا سائیں، کسی کا حکم ہو یا التجاء، اوزان انصاری نے کبھی مکمل تسلیم نہیں کیا۔ اسے آپکے کہنے پر یہاں لے آیا، نکاح بھی کر لیا لیکن جب تک میرا دل اسکی واپسی پر رضامند نہیں ہو گا وہ یہیں اسی حویلی میں رہے گی۔ میری شرعی نہ سہی قانونی بیوی بن کر"

اوزان کے مست و شر ربار الفاظ، فیروز شمیشر انصاری پر بمب بن کر گرے، انکی آنکھوں کی پتلیاں اس پر تھم کر رہ گئیں، انھیں جس خوف نے

تھر تھرایا تھا وہ شکل اختیار کیے انکے سامنے اوزان دایب بن کر کھڑا انکے ڈر پر مسکرا رہا تھا، اپنی سنہری آنکھوں میں زہر لیے۔

"تیرا دماغ الٹ گیا ہے کیا؟"

فیروز صاحب کا دل چاہا اوزان کا گریبان نوچ کر اسے جنجھوڑ دیں مگر وہ انکے غیض و غضب کو بڑھانے کا سامان کیے پلٹا اور اپنی گن میں گولیوں سے بھری میگزین گھسائی، دادا کے روبرو واپس مڑا جنہوں نے حلق تر کرتے اس سر پھرے کمپلیئین کو دیکھا۔

"الٹا رہتا ہے، یہ ضد تبھی باندھ رہا ہوں تا کہ میرا یہ سنکی دماغ اپنی جگہ رہ سکے۔ بے فکر رہیں اس لڑکی سے کوئی جذباتی یا جسمانی تعلق استوار نہیں کر رہا۔ بس اسے اپنا مجرم بنا کر لایا ہوں تو سزا بھی بھرپور دینا چاہتا ہوں۔ چِل دادا سائیں، آپ تو ڈر گئے۔ بھولیں مت آپکا ہی پوتا ہوں"

جس چالاکی سے اس نے فیروز شمیشر کو پچھاڑ کر واپس کنارے سے کھینچا وہ خود حراساں تھے جیسے وہ پوتا نہیں انکی جان لینے والا جلاد ہو۔

"تو نے مجھے واقعی ڈرا دیا تھا اوزان"

فیروز صاحب کے پیلے پڑتے رنگ پر اوزان نے مسکراہٹ کو ہونٹ بھینچ کر دبایا اور انکے ویس کوٹ کی سلوٹیں بٹھائے واپس دوستانہ ہوتے مسکرایا۔

"مجھے ڈرا کر اچھا لگتا ہے، خیر پراپرٹی پیپرز کل تک ریڈی ہو جائیں گے۔ آپ جا کر پھر سے سیاست میں چمکدار ستارے کی طرح جگمگانے کی تیاری کریں۔ کل آپ کڑوڑپتی ہونے والے ہیں۔ اب سونا چاہوں گا"

اوزان کے دیے دھچکے پر وہ کھل کر خوش بھی نہ ہو سکے اور دقت سے جبرا سی مسکراہٹ دی اور سر ہلایا مگر پھر نا جانے کس خوف کے تحت واپس پلٹے۔

"اس حویلی کا وارث اس لڑکی کی کوکھ سے نہیں آنا چاہیے، تجھے پتا ہے نہ وہ الایہ اور یعقوب کی ناجائز.."

اس سے آگے وہ دادا کو کچھ کہنے نہ دے سکا۔

"سب جانتا ہوں، یہ سب بار بار دہرایا مت کریں۔ آپ سے بے ادبی کر جاوں گا"

درشتی سے بات کاٹے اپنی کہی جس پر فیروز شمیشر کی آنکھوں میں خباثت اتری۔

"گڈ، اپنی نسل خراب نہیں کرنا چاہتا۔ نکاح کی کشش سے اپنا دامن بچا کر رکھنا اوزان ورنہ اپنے دادا سائیں کا مرا منہ دیکھے گا۔"

متکبر اور نفرت سے لبریز لہجے میں وہ آخری تنبیہہ اوزان کے حواسوں پر کوڑے سی برساتے اسکے کمرے سے نکلے تو اوزان نے مٹھیاں بھینچتے اپنے عتاب کو قابو کیا، اسکی آنکھوں میں جو حقارت تھی وہ جس کے لیے بھی تھی وہ ضرور جلد موت کی آغوش میں جانے والا تھا۔

..________________..

"کہاں ہو تم؟"

تند خوئی بھرا استفسار فون سے ابھرا جو سننے والی کو خفیف ناگوار گزرا، فیشل، ویکس اور مینی پیڈی مکمل کروانے کے بعد محترمہ نیل آرٹ کروانے میں مشغول تھیں مگر فیروز شمیشر انصاری کی کال نے کنول انصاری کو اپنے من پسند کام میں بدمزہ کیا۔

"آپکے لاڈلے کو پھنسانے کے جتن کرنے کے چکر میں خود کو نکھار رہی ہوں، اور کہاں ہونا ہے۔ کیوں سب خیریت ہے بابا جانی؟"

کنول کے پھیکے و بیزار لب و لہجے میں برآمد جواب کو سن کر اپنے وسیع کمرے میں اضطراب کے سنگ چکر کاٹتے فیروز صاحب نے حرکت کرتے قدم روکے اور غیر مرئی نقطے پر حقارت سے نظریں جمائیں۔

"نہیں خیریت نہیں ہے، گھر آؤ پھر بات ہوتی ہے۔ آنے والا وقت ہمارے حق میں برا ہو گا کنول، بہت برا"

فیروز شمشیر خوفزدہ تھے، ان کہا ڈر انکے لہجے، انداز اور الفاظ میں ہلکورے لیتا کنول نے بھی محسوس کیا تبھی اپنے گلابی ناخنوں کو تکتی وہ پالر والی کو زرا دیر کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیے رولنگ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں بابا جانی"

کنول نے اپنی آواز کو لرزنے سے بھرپور بچانے کی کوشش کی۔

"ڈر تو میں خود بھی گیا ہوں، اور اپنے ہی مہرے نے مجھے غیر محفوظ ہونے کا احساس دیا ہے۔ گھر پہنچو پھر بات ہوتی ہے، اپنے منہ کو نکھارنے کے بجائے تم اپنی تیز دھاری زبان بھی شائستہ کر لیتی تو آج وہ بے لگام گھوڑا طلال تمہاری مٹھی میں ہوتا"

باباسائیں کے آخری طنز پر کنول تلملا تو اٹھی پر یہ شخص طلال نہ تھا کہ وہ انکی کسی ناپسند بات پر رد عمل دیتی، سو دل برا کیے ضبط کر گئی، فیروز شمشیر نے کال ڈسکنکٹ کی مگر کنول انصاری کی سوچیں ضرور کسیلی ہو چکی تھیں۔

وہیں الایہ کی بیٹی اس حویلی میں موجود ہے، یہ احساس طلال اور ایزل مریم کے لیے نہایت الفت خیز تھا، بہت سے لمحے اس صدمے و سکتے کی حالت میں سرک گئے، دیان کو طلال نے کسی طرح پر سکون کر کے اس معاملے کو خود دیکھنے کا یقین دلاتے اسکے کمرے میں روانہ کیا اور خود وہ بھابھی کے ہمراہ اس وقت انکے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے، دل کی دھڑکنیں سست جبکہ قدم من وزنی بھاری تھے اور ایزل مریم نے اس بھائی جیسے دیور کی تکلیف دل سے محسوس کی۔

ٹھیک کمرے کے دروازے کے باہر پہنچ کر جب طلال مزید کی ہمت نہ جُتا پاتے بے بسی سے رکے وہیں ایزل نے مہربان نظروں سے اس ٹوٹتی ہمت والے کا کندھا تھپکائے اس دہلیز کو پار کرنے کی از سر نو ہمت سونپی۔

"م۔۔میں کیسے اس بچی کا سامنا کروں گا بھابھی؟"

طلال کے لہجے میں پشیمانی اور کرب کی حدت تھی تو آنکھوں میں ویرانگی کے گہرے سائے۔

"ہمت مت ہارو میرے بھائی، وہ الایہ کی بیٹی ہے بس یہ یاد رکھو"

ایزل مریم نے اپنے مرہمی ڈھارس بہم پہنچاتے الفاظ کے سنگ اس بے قرار روح والے کی تشفی کرائی تو طلال نے مشکور سی نظر بھابھی پر ڈالی۔

"میں اس سے اکیلے مل سکتا ہوں؟"

شاید وہ نہیں چاہتے تھے انکا ٹوٹنا بکھرنا یوں بھابھی دیکھیں اور ایزل نے مسکرا کر سر کو اثبات میں ہلایا۔

"کیوں نہیں، میں ویسے بھی ڈنر لگوانے جا رہی ہوں۔ تم اس سے مل لو لیکن پرانا کچھ مت دہرانا"

ایزل مریم نے نرم نگاہوں سے طلال کو دیکھتے تاکیداً کہا اور اپنے شفیق سراپے کے ہمراہ وہ وہاں سے چلی گئیں۔

زینیش کی سسکیوں سے کمرے میں اذیت اور دکھ کا غلبہ تھا، وہ کاوچ پر سر ہاتھوں پر گرا کر بیٹھی رو رہی تھی، کمرے میں داخل ہوتے ہی طلال انصاری کی سماعت میں جب زینو کی کرلاہٹیں اتریں تو انکی شفاف بھوری آنکھیں حزن وملال کی کھاری نمی سے دھندلا گئیں۔

زینو تو اوزان کی نفرت کو سوچ کر بلک رہی تھی، جس شخص کے نام لگی جب وہی اسکے وجود کو بے کار کہہ گیا تو اسے پھر اس گھر کے باقی کسی فرد کے قرب وشفقت کی کیوں تمنا ہوتی۔

اگر اوزان انصاری نے اسے دھتکار دیا تو زینو نے خود کو پوری دنیا سے دھتکارا سمجھ لیا۔

طلال سے اس بچی کی ہچکیاں سنی نہ گئیں، رونے اور آہ وفغاں کے سبب اسکے نازک وگداز کانپتے وجود کو دیکھا نہ گیا تو وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی مانند اپنے بھاری قدم اٹھاتے اس کے قریب آئے اور شدت سے چاہا وہ اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھیں۔

لیکن جیسے ہی انہوں نے ہمت کرتے اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنایا، زینو ڈر اور بدک کر نا صرف اٹھی بلکہ اس اجنبی شخص کو اتنے قریب کھڑا دیکھ کر حراساں نظر ان پر ڈالتی اٹھی اور دو قدم پیچھے سرکی۔

زینو کی آنکھوں میں اپنے لیے شناسائی کی کوئی رمق نہ دیکھ کر طلال انصاری کا کلیجہ کٹا۔

"مجھے م۔۔ مت چھوئیں۔ مجھ پر مت چلائیے گا آپ بھی۔ م۔۔ مجھے یہاں سے واپس بھیج دیں۔ م۔۔ میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔ ان۔۔ انکو کہیں مجھ سے نفرت مت کریں۔ زینو نفرت نہیں سہہ سکتی"

وہ انکو بھی اوزان جیسا سمجھی، کہ وہ بھی اس پر چینخیں گے، مگر طلال انصاری اس دکھ کے اخیر مقام پر تڑپتی سسکتی اس بچی کو جس طرح لپک کر اپنے سینے سے لگا گئے، خود اس بے چین، بے تاب اور تکلیف کے جہنم میں جھلستی زینیش کو لگا کسی نے چلچلاتی دھوپ سے نکال کر اسے سائے میں لا کھڑا کیا ہو، ناجانے کون تھا یہ شخص جسکے سینے لگ کر اسے بابا کے سینے سے لپٹنے جیسا قرار ملا۔

یہ قرار صرف زینیش کا مقدر نہ تھا بلکہ ایسی ہی راحت اس تکلیفوں کے امبار اٹھائے رکھتے شخص کو بھی ناجانے کتنی مدت بعد نصیب ہوئی۔

زینو رونا بھول چکی تھی، رہ گئی تو اس شفیق شخص کی محصور پناہ، جیسے وہ زینو کو سارے دکھوں سے دور لے جانا چاہتے ہوں۔

"ک۔۔کون ہیں آپ؟"

سینے لگی ہی وہ سرگوشی میں بولی، چہرہ اٹھایا اور انکو دیکھا جنکی آنکھیں زینیش سے زیادہ دکھ میں تھیں، وہ بدحواس تھی، اسے یقین نہ آرہا تھا کہ اس دنیا میں اب بھی اسے بابا جیسی آغوش میسر ہے، یہ سب چھل، دھوکہ اور فریب لگا۔

"میں! آج سے پہلے نہیں جانتا تھا خود کو لیکن اب لگتا ہے تمہارا دوست ہوں۔ تم تو خوبخوالایہ جیسی ہو زینو۔ ویسی ہی آنکھیں، ویسے ہی بال، ویسی ہی صورت اور ویسے ہی آنسو"

زینیش نے انکے روبرو ہوتے بے حواس ہوتے انکو دیکھا، اسے امید نہیں تھی کہ اس حویلی میں کوئی اسکی ماں کا ذکر اتنی محبت اور انسیت سے بھی کر سکتا ہے، اوزان کی نفرت کا دکھ جیسے اس شفیق ہستی کے غم کے آگے دب گیا، وہ بھول ہی گئی کہ کچھ قبل اوزان کے لیے رو رہی تھی۔

"آ۔۔ آپ میری ممی کو جانتے ہیں؟"

اس قدر معصومیت پر وہ اداس و ملعول سا مسکرائے۔

"پھر کبھی بتاوں گا، پہلے یہ بتاو میری دوست بنو گی تم؟"

وہ اسکے سوال کو خوبصورتی سے ٹال گئے تو زینو نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انکے دوستی کے لیے بڑھے خوبصورت ہاتھ کو دیکھا، وہ اوزان جیسے پیارے اور وجیہہ تھے، بال قلموں سے زرا سفید مگر بظاہر بھورے اور سیاہ مگر بیرڈ مکمل سیاہ، لیکن پھر بھی غمزدہ، شاید انکی عمر سے دگنا انکے دل کا دکھ تھا جو شباب و جوانی کے شب و روز نگل گیا، وہ اوزان کے ساتھ کھڑے ہوتے تو اسے بڑے بھائی لگتے تھے۔

"ل۔ لیکن آپ ہیں کون؟"

دوستی کیسے کرے اس شش و پنج میں وہ الجھ کر منمنائی تو طلال کو اس بچی پر بے شمار پیار آیا۔

"اوزان کا چاچو ہوں، تمہارا بھی ہوں۔ لیکن مجھے ان سنہری آنکھوں والی پری سے دوستی کرنی ہے۔ میرا دل رکھ لو نہ"

طلال کو لگا انکے سارے دکھ الایہ کے اس عکس نے اپنی موجودگی سے دھندلا دیے ہوں، وہ اب بھی روہانسی تھی جیسے دوستی کرنا جان جوکھم کا کام ہو۔

"و۔۔وہ ناراض ہوں گے"

زینو نے پھر سے کہا تو آواز کو آنسوؤں نے نگلا۔

"پہلے کونسا راضی ہے وہ بد دماغ، چھوڑو اسے فی الحال۔ میری سنو، میری مانو۔ ہماری دوستی باپ بیٹی والی ہو گی۔ تم مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو"

طلال نے اسکی ہچکچاہٹ کو ہر ممکنہ تشفی کرواتے کم کیا اور باپ بیٹی کا حوالہ سنے زینو نے فوری اپنا ہاتھ انکے مضبوط ہاتھ میں دیا اور نظر بھی جھکالی۔

"مجھے آپ پر اعتبار آجائے گا اگر آپ مجھے اپنا نام بھی بتا دیں"

وہ رونا بھولے فکر سے بولی جس پر وہ مبہم سی مسکراہٹ دباتے بہت کیوٹ لگے۔

"طلال انصاری"

زینو کی تسلی کے لیے نرمی سے اسے مستقل تکنے کے بیچ نام سے آگاہی کروائی اور انکا نام سنتے ہی زینو کے رہے سہے ڈر بھی معدوم ہوئے۔

"پنار آپکا ذکر کرتی ہے، اب میں آپ سے دوستی کر لیتی ہوں۔ اسکے دوست کو زینو آنکھ بند کیے دوست بنا سکتی ہے۔ میرے لیے اعتبار کا دوسرا نام پنار سیال ہے"

زینو نے مدھم آواز میں اترا کر کہا تو اس بار وہ کھل کر مسکرائے، وہ باتوں اور معصومیت میں بھی ہو بہو آلایہ درید جیسی تھی، اور وہ دنگ تھے کہ وہ بچی مکمل الایہ پر کیسے چلی گئی، کچھ بھی تو یعقوب جیسا نہ تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن اب رونا نہیں ہے، اوزان کے کہے کسی لفظ کو سوچنے کی ضرورت نہیں۔ آو ڈنر کے لیے باہر چلتے ہیں"

بھوک اسے ہرگز نہ تھی اور نہ وہ اس حالت میں تھی کہ کسی کا سامنا کر پاتی۔

"ن۔۔ نہیں، مجھے بھوک نہیں۔ یہ دیکھیں کھانا اب تک رکھا ہے۔ اگر مجھے بھوک لگی میں کھالوں گی۔ آج نہیں پلیز"

زنیش نے ملتیجانہ ہوتے منت کی جس پر وہ مزید اصرار نہ کر سکے اور اسکی گال سہلاتے اسکی مرضی میں راضی ہوئے۔

"ٹھیک ہے، آرام کرو۔ شب بخیر"

اسے نرم اور نثار نگاہوں میں سموتے کہہ کر وہ کمرے سے نکلے تو زینیش کی نگاہوں نے انکا روم سے نکلنے تک پیچھا کیا اور پھر خود کو سنبھالتی وہ واپس کاوچ کی طرف آئی اور بیٹھتے ہی امید کو سینے لگایا اور لیٹی۔

"یہ کتنے پیارے اور اچھے ہیں امید، مجھے ایسے لگا بابا نے گلے لگایا ہو۔ ایسا تو نہیں بابا کی روح ان میں گھس گئی ہو؟"

امید کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر وہ بولتی اختتام تک اپنی سوچ پر خود ڈری۔

"ن۔ نہیں زینو، یہ کیا اوٹ پٹانگ سوچ رہی ہو۔ ہو سکتا ہے یہ ہوں ہی اچھے۔ اور اچھے لوگوں کا لمس ایک جیسا ہوتا ہو"

اپنی سوچ کی اگلے پل نفی کرتی وہ آنکھیں موند گئی لیکن ایک بات پر اسے بھی حیرت تھی، اسکا درد ختم ہو گیا تھا، اوزان کی پہنچائی تکلیف کا اثر اس قدر تیز زائل ہوا کہ اب وہ بابا کو یاد کرتی ان کے ساتھ بیتائے اچھے پلوں کو سوچتی ایک پر سکون نیند لے سکتی تھی۔

وہ تو سونے کا ارادہ کیے آنکھیں بند کر گئی مگر طلال انصاری اس وقت غیض و غضب میں لپٹے اوزان کے کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہو چکے تھے جو باریک لحاف شانے تک اوڑھے کروٹ پر لیٹا آنکھیں بند کیے تھا مگر اس

خاص انٹری پر مسٹر کمپلیئین کی بند آنکھیں نہ صرف کھلیں بلکہ جب چاچو نے بنا کوئی نرمی اور لحاظ برتے اس پر سے لحاف کھینچ کر اتارا تو جناب وہیں سے کروٹ سیدھی کیے لیٹے اور جلالی تیوروں کے سنگ سر پر کھڑے طلال صاحب کی رگوں میں ابلتے خون کا اثر چہرے پر براجمان محسوس کیا۔

"مجھے سونے نہیں دینا آج کسی نے"

لحاف بے دلی سے پرے جھٹکتا وہ اٹھا اور لمحہ لگائے بیڈ سے پیر نیچے اتارتے ہی وہ پہاڑ وجود عین طلال انصاری کے روبرو تن گیا۔

"دوسروں کی نیندیں حرام کر کے مزے سے سونا تو کوئی بابا سائیں اور تم سے سیکھے، یہ کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے؟ کس لیے زینو کو بیاہ کر لائے ہو؟ بابا سائیں نے کیوں تمہیں اس کی اجازت دی؟ کیا چھپا رہے ہو اوزان؟ کسی بے قصور اور کمزور پر ظلم ڈھاتے تمہیں شرم نہیں آئی؟"

طلال نے پھٹ پڑتے لحاظ و مروت بھاڑ میں جھونکتے تفتیشی بنے سوالوں کی بوچھاڑ کی جس پر اوزان کے پر خمار چہرے پر بے زارگی کے اثرات چھائے۔

"اتنے سوال آپ لاتے کہاں سے ہیں ناکام عاشق صاحب؟"

اوزان کو غیر سنجیدہ دیکھتے انہوں نے اسکی شرٹ کے گریبان سے دبوچا اور اوزان کے یہاں تک پہنچنے کی اجازت بھی بس طلال کو تھی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا اوزان، مجھے کبھی اتنا بے بس نہ کرنا کہ میرے ہاتھ تمہارے گریبان تک پہنچیں۔ کیا چاہتے ہو تم اور بابا اس بچی سے؟ پیسہ؟ ہے نہ"

چاچو کی برہمی، تکلیف اور غصے کا اسکے پاس صرف ایک ہی جواب تھا، اس بپھرے ناکام عاشق پر آیت سکون پھونکنا۔

اور جب اوزان نے اپنی آنکھیں جذب سے بند کیں تو طلال کا سارا غصہ جھاگ بنا، جب اس کمیلئین کے ہونٹوں نے پر اسرار سی دعائے سکون کا ورد کیا تو طلال انصاری کے سارے سوال دم توڑ گئے، جب وہ سنہری آنکھیں کھلیں اور اسکے ہونٹوں نے دعائے عافیت پڑھ کر چاچو کے دل پر پھونکی تو اک درد بھرا اشک اس پہاڑ جیسے شخص کی آنکھوں سے گر کر انکی دھاڑی میں دفن ہوا۔

"نہ کیا کر ایسا یار"

چاچو کو روتا دیکھ کر اوزان نے پکڑ کر انھیں اپنے سینے میں یوں بھینچا جیسے انکی ہر تکلیف کا واحد گواہ ہو۔

"نہ کروں تو آپ مر جائیں گے، کیوں سینٹی ہو رہے ہیں"

وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا اور طلال کا دل چاہا اسے پرے جھٹک کر ناراض ہو جائیں۔

"وہ ا۔ الایہ کی بیٹی ہے اوزان"

چاچو کی تاسف بھری سسکی پر اوزان کی آنکھوں میں اشتعال سا اُمڈا۔

"یعقوب کی بھی"

دانت پیس کر اوزان نے یاد دہانی کروائی، انداز میں حقارت تھی۔

"مت کر اوزان"

وہ اسکے سامنے کرلا اٹھے۔

"سوری مسٹر ناکام عاشق، مجھے میری ضد اور مرضی سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ یعقوب میرے بابا کی موت کی وجہ تھا، وہ مر گیا، تھوڑی بہت سزا اسکی بیٹی کو جھیلنے دیں۔ یقیناوہ اپنے وقت پر الایہ کی بیٹی ہونے کے ناطے رعایت بھی ضرور پائے گی"

جس قدر وہ رنگ بدلتا کبھی کبھی تو طلال کو رنگوں سے وحشت ہوتی، وہ اسکے حرف حرف میں دبے اضطراب سے اور آزردہ ہوئے۔

"اب اگر آپکا یہ جذباتی سیشن ختم ہو گیا ہو تو سکون سے دو پل سو سکتا ہوں؟"

اسکی بے حسی ہنوز ویسی دیکھ کر طلال نے ناراضگی سے اسے پرے دھکیلا اور منہ پھلا کر روٹھی محبوبہ بنے جس طرح کمرے سے گئے، تمام تر بیزارگی اور ذہنی انتشار کے وہ مسکرا دیا۔

لیکن یہ اوزان کے خوبصورت ہونٹوں پر رینگتی شر انگیز اور شریر مسکراہٹ کسی کی درد میں ڈوبی آنکھیں یاد آنے پر سمٹ گئی، وہ واپس بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھا، نیند چاہ کر بھی اوزان سے کتنی دیر سے دور بھاگ رہی تھی۔

جیسے وہ کسی کا احساس پانے کے بعد اپنی رہی سہی نیند سے محروم ہو گیا ہو۔

جیسے اس لڑکی کی آنکھوں کے رموز جاننے کی اگلی سیڑھی عبور کرنے کو دل مچل رہا ہو۔

"مجھے دیکھائی مت دینا اب"

لیکن لاشعور میں اپنے ہی سفاک گونجتے جملے نے اوزان کا سکون غارت کیا، اب اسے احساس ہوا کہ اس ایک جملے میں اس نے کس قدر نفرت، تضحیک اور کڑواہٹ بھر کر زینیش پر انڈیلی ہے۔

"کیا وہ مجھے اب دیکھائی نہیں دے گی؟"

خود سے یہ سوال کرنا مشکل تھا پر اس نے کیا، بے قراری سے اٹھ کر اپنے کمرے کی یکسر الگ جانب بڑھا جہاں خوبصورت کھلا گلاس ڈور، لان کے نفیس و رنگین منظر کو دیکھانے میں لگا تھا، اور پھر سر شام ہی ڈھلتی تاریکی نے ہر شے کو خود میں ضم کر لیا۔

دور پار جہاں تک ممکن تھا اوزان نے دیکھا، کہیں بھی کچھ ایسا دیکھائی نہ دیا جو دل کے اضطراب کو کم کرتا، لیکن اس وقت وہ جسے دیکھنا چاہتا تھا وہ نظر آگئی۔

ممی کے روم ہی کی بالکونی میں کھڑی، نیند وہاں بھی روٹھی ہوئی تھی، شال سے بے نیاز صرف لائنگ قمیص اور ٹراوزر میں سینے پر ہاتھ لپیٹے، وقفے وقفے بعد وہ اپنی تر رخسار ہتھیلی سے پونجھتی، پھر لان میں اچھل کود کرتی دو بلیوں کو دیکھ کر اپنا غم بھول جاتی، گھر کی یکسر الگ طرف بنے سوئمنگ پول کے دائیں جانب پیٹ ہاوس تھا جہاں اٹیلئین طوطے چہچہا رہے تھے، انکی آواز زینو کو وہاں تک پہنچ رہی تھی۔

وہ فطرت کے قریب رہنے والی لڑکی، کیسے پر حدت نگاہوں کے لمس کی نادیدہ حرارت سے بے نیاز رہتی، بے اختیار نظر اوزان سے ملی تو وہ نظر ہٹانے کی زحمت کو وقت کا ضیاع سمجھ کر اسے ہی دیکھتا رہا، دونوں نے پھر سے ایک دوسرے کو نظروں میں حصار لیا۔

زینیش کو لگا دل پھر سے زخمی ہوا ہے، چند بے آواز آنسو زینیش کی آنکھوں سے ٹپکے، انکی آہٹ اوزان کے دل کو سینے پر مچلتی ہوئی سنائی دی۔

یہ رات اسکے لیے کبھی نہ بھولنے والی رات تھی۔

"من از تمام دنیا، شبی بریدم

(میں اپنی تمام دنیا بھول بیٹھا اس رات جب)

تورا کہ دیدم!

(جب میں نے تمہیں دیکھا۔)

میان چشم مستت، چہ ہا ندیدم!

(تمہاری نشیلی آنکھوں میں نے کیا نہیں دیکھا)

تورا کہ دیدم

جب میں نے تمہیں دیکھا۔

غم تو را همان شب، کہ دل سپر دم!

میں نے تمہارے تمام غم اسی رات خرید لیے تھے

بہ جان خریدم!

جب میں نے تم کو اپنا دل دیا

قسم با جان تو، من بہ جان رسیدم!

تمہاری جان کی قسم، میری جان میں جان آئی۔

تو را کہ دیدم!

جب میں نے تمہیں دیکھا۔"

اوزان نے اپنی نظر جھٹکے سے اس سے چرائی، اسکی نظر جھکی تھی اور منظر دھندلا چکا تھا، جب پھر سے اس نے زینیش کو دیکھنے کی کوشش واپس نظر اٹھا کر کی تو وہ بالکونی سے ہٹ چکی تھی۔

لیکن اوزان انصاری جیسا پہاڑ، کمیلئین، نڈر، ناقابل شکست چند لمحوں اور بس اک نظر کے تصادم کی مار نکلا اور سر تا پیر اس خواب زادی کی حسرت میں اجڑ کر رہ گیا۔

..________________________..

"جی جناب کونسی قیامت آگئی تھی جو آپ نے مجھے اس قدر ایمرجینسی بلایا؟"

کنول واپس آئی تو اسکی ملاقات بس لاونج میں ملازمین کے سنگ ڈنر لگواتی بھابھی سے ہوئی جسے کنول نے زچ کرتے تیوروں کے ساتھ گھورتے اپنے کرل کروائے بال ادا سے جھٹک کر کمر پر ڈالے اور سیدھی بابا جانی کے کمرے میں انٹر ہوتے ہی انکو ہنوز بے قراری سے ٹہلتا دیکھ کر قریب آکر رکی۔

"اوزان کے حوالے سے کچھ فکر مند ہوں، اسکا نکاح الایہ کی بیٹی سے کروایا ہے۔ ایک منصوبے کے تحت۔ کل ممکن ہے اس لڑکی سے اوزان کے کیے نکاح کی وجہ بھی ختم ہو جائے، پھر سب ٹھیک بھی ہو سکتا ہے"

ایک کے بعد ایک انکشاف بمب کی طرح کنول پر پھوڑے وہ بے قرار اور پریشان تھے جو الایہ کے نام کو سن کر ہی آگ بگولا ہوئی۔

"ویٹ آمنٹ بابا جانی! الایہ کی بیٹی کیا حویلی میں ہے؟ آر یو کریزی؟"

کنول کے چہرے کی رنگت لٹھے کی مانند اور ناک کے نتھنے حقارت سے پھیلے، وہ جھنجھلاتی بڑبڑائی۔

"مقصد کے تحت ہے، بتادوں گا مناسب وقت پر"

وہ انکے اب بھی سب راز رکھنے پر من ہی من میں تلملائی۔

"ہمم، تو آپ کیا چاہتے ہیں؟ کل سب ٹھیک ہو جائے گا نہ"

کنول نے بظاہر تولا پرواہی برتی پر الایہ کے نام پر اسکے تن بدن میں آگ کے شعلے لپک چکے تھے۔

"ہو جانا چاہیے لیکن مجھے اچھی امید نظر نہیں آرہی، تم پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ تم اوزان اور اس لڑکی زینیش کے بیچ موجود اس نفرت اور حقارت کو بالکل ویسے ہوا دو گی جو تمہاری فطرت ہے، مطلب ہر وہ کام کرو گی جس سے وہ لڑکی اوزان کی نظر میں ناقابل قبول ہوتی جائے۔ ضد اور بربریت میں وہ اپنے دادا سے دس ہاتھ آگے ہے کنول سو یہ احتیاطی تدابیر کرنی ہوں گی"

فیروز شمیشر جانتے تھے کہ کنول نفرت کو ہوا دینا بخوبی جانتی ہے تبھی انہوں نے اس بیوقوف سی بہو کو بھی استعمال کیا اور کنول یہاں موجود تھی تو اسکی وجہ یہ بڑھا تھا تبھی چار و ناچار اسے فیروز صاحب کی بات ماننی ہی تھی ورنہ ایک لمحہ لگا کر وہ اسے طلال کی زندگی سے باہر نکال پھینکتے۔

"ہمم یہ جو بات بات میں آپ میٹھے میٹھے طنز کر جاتے ہیں بابا سائیں، اچھی بات نہیں ہے"

کنول نے منہ بگاڑ کر جتایا تو وہ بھی جیسے کھل کر خباثت سے قہقہہ لگا گئے یہ جانے بنا کہ کوئی سیاہ ہیولہ انکی اور کنول کی یہ سفاکیت اور زہریلی گفتگو سن رہا ہے۔

"کیا کروں، عادت سے مجبور ہوں۔ ایک بار الیکشن جیت گیا تو یہاں اس شہر کی ایک تگڑی پوسٹ تمہیں بھی دلواوں گا، سیاست میں تم جیسی زہریلی عورتیں بہت کامیاب ہیں میرے بچے"

ایک بار پھر وہ کنول کو میٹھے میٹھے بے عزت کر گئے پر وہ مجبوراً سہی سہہ گئی۔

"بابا جانی"

کنول نے لاڈ کیا تو باخدا زہریلی ناگن لگی اور دونوں اگلے ہی پل ہنس دیے اور وہ سیاہ ہیولا بھی ہنسا، ان دو سوداگروں کی گری اور پست زہنیت پر۔

لیکن وہ کون تھا یہ کسی کو علم نہ تھا۔

ڈنر کے بیچ طلال، فیروز صاحب، کنول موجود تھے جبکہ ایزل مریم نے خود جا کر دیان کو بلایا، وہ وڈیو گیم کھیل کر اپنے غصے کو دبا رہا تھا، بڑی امی کے کمرے میں آنے پر اسکے بے جان انداز میں ادب واحترام اترا۔

"آیئے بڑی امی"

دیان نے جوائے سٹک وہیں فرش پر رکھی اور اس سے پہلے اٹھتا وہ بھی اسکے پاس ہی بیڈ پر بیٹھیں اور زمین پر بیٹھے دیان کے اترے چہرے کو دیکھا۔

"بڑی امی تمہارے ہر دکھ سے واقف ہیں، اپنے والدین کے ساتھ انکا سلوک تم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ لیکن وہ تم سے عمر اور رتبے میں بہت بڑے ہیں دیان، اپنی تکلیف کو اتنا آتش فشانی مت بناو کے بے ادبی کی مرتکب ہو جائے۔ مجھ سے کہہ دیا کرو، طلال سے دل کھول لیا کرو"

ایزل مریم نے اس گھر کے تمام بچوں کو اپنے پروں میں چھپایا ہوا تھا پھر وہ میشی ہوتی یا دیان ایک جیسا پیار پاتے، وہ تھکا سا مسکرایا اور بیڈ کی پائنتی پر بیٹھیں ایزل مریم کی گود میں اپنا سر رکھا، جس پر ایزل مریم نے آزردگی کے سنگ اسکے بالوں کو سہلایا۔

"مجھے دل کھولنا نہیں آتا، کوئی دکھ نہیں ہے۔ جلن ضرور ہے، پریشان نہ ہوں آپ۔ ڈھیٹ ہوں اس سب سے متاثر نہیں ہوتا اب، وقتی اذیت اب بہت جلد دامن جھٹک دیتی ہے۔ لیکن ممی بابا کے ساتھ کی انکی ناانصافیوں نے مجھے ضرور محبت نامی لفظ سے بدگمان کر دیا بڑی امی، جیسے محبت سے دیکھنا، سننا اور چاہنا چاہتا ہوں، اسے کھو دینے کے خوف سے خود سے محروم کرتا جا رہا ہوں۔ مجھے ختم بس میری یہ محرومی کرے گی"

آج وہ بھی بوجھل تھا تو اس منہ بولی ماں کا شفیق لمس ملتے ہی تڑپ گیا، انھیں دیان کے لہجے سے محبت کی مہک آئی اور یہ خوشگوار خبر تھی۔

"ایزل مریم کے ہوتے اب کوئی اپنی محبت سے محروم نہیں رہے گا"

ایزل کے لہجے میں شوخی تھی جس پر دیان نہ صرف اپنا دکھ بھولا بلکہ انکی گود سے سر اٹھا کر حیرت سے انکے چمکتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"ک۔۔کیا سچ میں؟"

اس وقت وہ ہارٹ سپیشلسٹ کم، دل کا مریض زیادہ لگا تبھی تو وہ اس آفت کے گولے کے اس سادہ پن پر شرارت سے مسکرا دیں۔

"اپنی بڑی امی کو اندراسٹیمیٹ نہ کرو، اب یہ چہرے سے اداسی ہٹاؤ۔ تم اچھلتے کودتے، ہنستے اور سبکی ناک میں دم کرتے ہی سجتے ہو"

دیان کی کھوئی شریر مسکراہٹ واپس آئی مگر میشی صاحبہ جو نیچے ہی جا رہی تھی، دیان کے کمرے کے باہر سے گزری تو اپنی ممی کو دیان کے پاس دیکھ کر جل بھن گئی وہ بھی دیان کو لاڈ کرتے ہوئے۔

"میری آئی جان پر بھی قبضہ کر لیا آپ نے کو جے؟"

میشی نے تھانیدار بن کر دروازے میں پھیل کر بازو جماتے رعب سے کہا تو دونوں نے ایک ساتھ اس جلتی بجھتی مشائم کو دیکھا جو آنکھیں چنی کیے دیان کو گھورتی پائی گئی۔

ایزل مریم مسکرا کر اٹھیں اور بنا ان دو کے بیچ بولے دونوں کو ڈنر کے لیے آنے کا کہے چلی گئیں جبکہ دیان نے دیو داس رنگ خود سے اتار پھینکے اور شر انگیز سی سمائیل دیتا اٹھا اور عین میشی کے قریب رکا۔

"میں تمہارے ہونے والے فوجی اس پر بھی قبضہ جمالوں گا چمپینزی"

دیان نے چہک کر نئی پیشن گوئی کی جس پر میشی کی آنکھیں صدمے سے باہر گریں۔

"چھی چھی، دیان آپ کتنے گندے ہیں"

میشی نے وہاں تک سوچا جدھر بچارے دیان کی سوچ پہنچ بھی نہ سکتی تھی اور تبھی مفہوم سمجھ آتے ہی دیان نے اسکے سر پر چپت رسید کی تو اس درجہ سخت تھپر پر وہ منہ بگھاڑ گئی۔

"میرا مطلب تھا اس کو دوست بنا کر تمہارے خلاف ورغلاوں گا، اسے تمہاری شکایت لگا لگا کر کٹ پڑواوں گا۔ اسے بتاوں گا کہ میشی چھوٹے ہوتے جب روتی تھی تو اسکے ناک سے غبارے پھوٹتے تھے"

دیان کی یہ باتیں سن کر میشی نے خونخوار ہوتے اسکا گلا پکڑا، اور دیان کو بس ٹھیک ہونے کے لیے مزید یہی باولی چاہیے تھی۔

"اور آپ اپنا بھی بتانا کہ ایک دن سکول بنا پینٹ پہنے چلے گئے تھے"

میشی کے ہاتھ اپنی گردن کی پہنچ سے دور کرتے وہ اسکی تلملا سلگ کر دانت نکوستے کی جواب دہی پر بے اختیار ہنسا۔

"اوہ ہیلو، پاجامہ پہن رکھا تھا۔ وہ تو مجھے غلط فہمی ہو گئی کہ میں نے پینٹ پہن رکھی ہے"

دیان نے فوری اپنی طرف کا معاملہ صاف کیا۔

"بچو پنار آپا آلیں آپکے سارے کارنامے گوش گزار کروں گی، ہنسیں گی وہ آپکی بندروں والی حرکتوں پر"

میشی نے ہاتھ شرافت سے پرے کرتے نروٹھے پن سے تہیہ کرتے حساب باک کیا جس پر دیان نے روٹھ کر پلٹ جاتی میشی کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی اٹکائی تو میشی نے منہ بنائے مکمل اگنور مارا۔

"دعا کر پہلے وہ میری زندگی میں آجائے"

وہ جو روٹھی تھی، دیان کے نرم پڑنے اور شدت بھرے لہجے میں کہنے پر وہ نہ صرف پلٹی بلکہ اسے دیان لفنگا لچا اس وقت اپنی جان سے پیارا بھائی لگا۔

"کرتی ہوں، بہت ساری۔ لیکن آپ وعدہ کریں انکے آنے کے بعد انکو ایسا تنگ نہیں کریں گے۔ قسم سے بھاگ جائیں گی وہ"

دیان اور وہ جتنے لڑتے دونوں میں پیار بھی اتنا ہی تھا۔

"تنگ کرنے کے لیے یہ چمپینزی کے منہ والی ہے نہ، اُسے تو دیان آریز صرف پیار کرے گا"

دیان جانے کس رو میں تھا کہ تنگ بھی کر گیا اور بے خود ہو کر اپنی پنار سے چھپائی محبت بھی اس پھٹے ڈھول کے آگے عیاں کر بیٹھا جسکے پیٹ میں اب تب تک درد رہتا جب تک یہ بات وہ پنار آپا تک نہ پہنچا دیتی۔

میشی کی شرارتی گہری نظروں کے ارتکاز پر وہ بوکھلایا اور فوری اس خمار و سرور سے خود کو نکالا۔

"دیکھ میشی یہ بات اگر تم نے آگے پیچھے کی تو تمہاری موت پکی"

اس لڑکی کو دھمکانا بھی ضروری تھا ورنہ بچارے کا پول کھول دیتی۔

"مریں میرے دشمن، ابھی تو میں نے اپنے فوجی کو ہاتھ بھی لگا کر نہیں دیکھا۔ آپکے منہ میں خاک۔۔۔۔ ہٹیں۔ نہیں بتاتی نہ"

میشی نے اس بندے کی کالی زبان کو جی بھر کر کوستے جانا چاہا پر دیان نے اسکی بازو پکڑے روک کر پلٹایا۔

"وعدہ؟"

وہ بس اس معاملے میں خوف کھاتا تھا، میشی مزید پھیلی، اسکا متبسم گدگداتا چہرہ کسی نئے فتنے کی منادی کروانے سا تھا۔

"اوکے پھر کل آپ مجھے پورے تین درجن گول گپے کھلائیں گے، بس اسی شرط پر میں یہ راز اپنے پیٹ شریف میں دبا سکوں گی"

میشی کی ہر بات بس کھانے سے شروع اور کھانے پر ختم ہوتی تھی، دیان نے سر تا پیر اس نازک سی آفت کو دیکھا جسکو دیکھ کر اگر کوئی کہتا کہ اس نے کبھی کھانے کی شکل بھی نہیں دیکھی تو یقین کر لیا جاتا، وہ تو کیا سب ہی حیرت میں تھے کہ یہ اتنا جو ٹھوستی تھی وہ جاتا کدھر تھا، اب بندہ تین درجن سوچے اور ساتھ اس دو روپے کی میشی کی جان دیکھے تو ویسے ہی چکرا جائے جیسے دیان کی حالت تھی۔

"تم نے مرتے وقت بھی یہی کہنا کہ میری آخری خواہش یہ ہے کہ مجھے جی بھر کر کھانا ٹھسوا دو۔ حد ہے شودی۔ ٹھیک ہے میری طرف سے دس درجن ٹھوس لینا پر اگر تمہارے منہ سے یہ راز لیک ہوا نہ میشی پتری، لاشیں گر جائیں گی"

دیان نے منہ بسورتے اس بلا کو سر سے اتارا تو وہ ہنس کر اسکی گالیں زور سے کھینچتی اپنی رنگیں کھلکھلاتی موجودگی سے دیان کی ساری اداسی نگل گئی، وہ بھی اسکے جاتے ہی دلفریب سا مسکرا دیا۔

"دعا ہے تمہاری یہ ہنسی تادم آخر دیکھتا رہوں پاگل، میری اگر کوئی سگی بہن ہوتی تب بھی مجھے اتنی عزیز نہ ہوتی جتنی تو ہے بونگی۔۔۔خدا اس فوجی کو صبر دے جسے یہ ڈھول نصیب ہوگا، بور نہیں ہونے دے گی اسے۔۔ویسے بھی بچارے بارڈر پر لڑ لڑ اور مشن پورے کر کر سڑے ہوتے ہیں"

متبسم سی خود کلامی کیے دیان آریز نے مشائم کی اہمیت کا اعتراف کیا اور خود بھی ہلکا پھلکا ہو جاتا کمرے سے نکل گیا۔

..________________________..

المان سیال پر یہ مشن زندگی میں پہلی بار بہت بھاری پڑا تھا، کام سمٹنے کے بجائے بڑھ رہا تھا اور وہ مسلسل نہ دیکھائی دیتی آگ میں جھلس رہا تھا، اسکی سوچیں، اسکے جذبات سب آتش کی نظر تھے، پہلی بار اسکا دل چاہا وہ مشن ادھورا چھوڑ کر چلا جائے، اپنے پیچھے برپا ہوئی قیامت کا جواز مانگے، لیکن اس پر فرض کا بوجھ تھا، اسکی اور لیفٹیننٹ اسد کی کارگردگی میجر گلزار کے لیے

امید افزاء تھی، دہشتگردوں کو لفظی شکنجوں میں پھنسا کر المان سیال ان پر گرفت مضبوط کر چکا تھا پر با خدا اپنے دل، اپنے کرب کو سنبھالنا کھٹن اور جان کنی کے مترادف تھا۔

وہیں سیال حویلی میں ڈنر پر پنار کے سوا کوئی نہ آیا، سب اداس تھے، خان بابا بھلے بہتر تھے پر انکے دکھ انکو نڈھال کر رہے تھے، جواد سیال کے لیے بھی کم از کم ایک رات کا ماتم تو بنتا تھا، ویسے بھی وہ بابا کو اکیلا چھوڑنے پر راضی نہ تھے، عائشہ بھی کھانا نہیں کھانا چاہتی تھیں سو پنار نے ہی چند لقمے پیٹ بھرنے کو کھائے اور ملازمہ کو سب سمیٹ دینے کا کہے اپنے لیے ایک کپ چائے بنائے روم میں چلی گئی۔

انصاری حویلی میں سب نے ساتھ ڈنر کیا مگر اوزان موجود نہ تھا، اس بار اس نے سختی سے کسی کو بھی بے آرام کرنے سے روک دیا تھا، فیروز شمیشر انصاری نے طلال اور دیان سے نظریں کم و بیش ہی ملائیں، کنول ہی اس نئی پر اسرار آتی لڑکی کو لے کر بولتی رہی، طلال اور ایزل کو چاروناچار اسکی

ذہن و دل پر تپش دیتی باتیں سننی پڑیں کیونکہ اس کے ساتھ گھر کے بڑے موجود تھے۔

طلال نے جلد اپنی بھوک مٹائی اور سونے چلے گئے، آج وہ پر سکون نیند لینے کی پوری امید میں مبتلا تھے جبکہ دیان، میشی اور فیروز صاحب بھی ڈنر کے بعد اپنے اپنے کمروں مئں چلے گئے، میشی کا اسائنمنٹ ورک تھا سو اسے تو لازمی اپنے کام میں لگنا پڑا۔

ایزل مریم سب کے جانے کے بعد کچن ملازماوں کے ساتھ سمیٹ کر ہی کمرے میں گئیں تو صوفے پر سوئی زینو کو دیکھ کر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

کبرڈ کی جانب بڑھے انہوں نے گرم کمبل نکالا اور لا کر زینو پر اوڑھا دیا اور خود عشاء کی نماز کے لیے وضو کرنے چلی گئیں۔

جبکہ اوزان بھی اپنے کمرے میں فائنلی ایک پر سکون نیند میں اترا ہوا تھا، نیند اسے بہت کم آتی، اسے چودہ سال سے (insomnia) انسومیہ کی بیماری لاحق تھی جسکا ہمیشہ علاج ہوتا لیکن وہ کچھ عرصے بعد واپس اوزان میں بیدار ہوتی، ڈاکٹرز کے بقول یہ بیماری اسکا پیچھا اس لیے نہیں چھوڑ رہی تھی کیونکہ وہ ایک عام انسان سے تینتیس درجے زیادہ سوچتا تھا، اور اس پر اس کمپلیئین کو اختیار نہ تھا، لیکن اس وقت وہ واقعی سو رہا تھا۔

جبکہ طلال انصاری بھی آج بہت مدت بعد بنا نیند کی گولی لے کر اپنے سٹڈی میں آرام دہ کاوچ پر نیم دراز لیٹے آنکھیں موندے ہوئے تھے، شاید الایہ کے ساتھ بیتائے ان لمحوں کی شادمانی از سر نو محسوس ہو رہی تھی، کنول انصاری کو آج تک انہوں نے بیوی ہونے کا کوئی خاص حق نہ دیا تھا، کنول نے بہت چھیننے کی کوشش کی، بہت بار انکو نشے والی ادوایات پلا کر بہکانے کے جتن کیے، پر جو جسکا نہ ہو اسے نہیں ملتا اور کنول بھی تبھی آج تک تہی داماں تھی، اس جیسی زہریلی عورت اگر اس سکھ سے محروم تھی تو اپنی

حرکتوں کے سبب، ممکن تھا اگر وہ رحمدل ہوتی تو اسے طلال انصاری کو بہکانے کے جتن نہ کرنے پڑتے بلکہ وہ اپنی محبت اور چاہت سے انکا دل اپنے لیے موم کر کے ان پر حاکم بن سکتی تھی۔

سٹڈی کا دروازہ کھلا تو کنول نے سکون سے کاوچ پر لیٹے اپنے بظاہر اب تک ہنڈسم مگر دل کے سنگدل شوہر کو دیکھا، آج وہ بھی طلال کے چہرے پر سکون دیکھ کر جل رہی تھی، اپنی سیاہ نیٹ کی نائٹی پر سے لانگ پنڈلیوں تک آتا گاون اتارتے وہ آنکھوں میں سرور و مدہوشی بھرے طلال کے پاس بیٹھی۔

"آلایہ کی بیٹی سے مل کر بہت سکون ملا ہو گا تمہیں ڈئیر، اب ایسا نہ ہو تم اس لڑکی پر فدا ہو جاو، کہ ماں نہ سہی اسکی بیٹی ہی سہی"

کنول کی زہریلی سرگوشی طلال کو اپنے بہت قریب سنائی دی تبھی یکدم انکی آنکھیں کھلیں تو وہ انکے پاس ہی صوفے پر اٹکی باقاعدہ جھکی ہوئی تھی۔

لمحے میں طلال کی آنکھوں میں لہو اترا۔

"تمہارے اندر بہت گند بھرا ہے اسکا ثبوت دینا اب چھوڑ دو، بیٹی جیسی ہے وہ میرے لیے"

طلال نے اس سے چہرہ پھیرا جیسے اسکو دیکھنا بھی نہ چاہتے ہوں۔

"بیٹی جیسی ہے، ہے تو نہیں۔ اگر تم نے مجھ پر توجہ دی ہوتی طلال تو آج ہماری بھی اتنی نہ سہی جوان بیٹی ضرور ہوتی۔ شاید بیٹا بھی ہو جاتا۔ شادی کے وقت میں بھلے سولا سترہ سال کی بچی تھی لیکن پھر بھی ان بارہ تیرہ سالوں میں ایک بار بھی تمہیں میری جوانی پر رحم نہیں آیا"

کنول کے لہجے میں حسرت تھی، لیکن طلال کو اس عورت کو دیکھنا تک قبول نہ تھا پھر اس عورت کے ایسے حربے کس کام آسکتے تھے۔

"تمہیں میرے ٹوٹے دل پر رحم آیا تھا کیا، کہا تھا اس رشتے سے انکار کر دو۔ لیکن تمہیں تو مجھ بچارے، ٹوٹے پھوٹے اذیت زدہ پر حکمرانی کرنی تھی۔

اس حویلی پر، مجھ سے سروکار ہوتا تو تم اپنی عیاشیوں، فتنہ خیزیوں اور شر انگیزیوں کے بجائے میرے ٹوٹے دل کا خیال کرتی لیکن تم نے میرا دل جوڑنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اب میرے سامنے اپنی اس جوانی کے رونے مت رو، آج بھی میری زندگی سے جانا چاہو تو وہ رہا راستہ "

طلال کے لہجے میں اب بھی حقارت تھی، افسوس تھا جبکہ کنول نے بمشکل بکھرتے سانس کو یکجا کیا اور اپنے ہونٹوں کو طلال کے رخسار پر رکھے وہ مکمل ان پر حاوی ہوئی اور وہ چار وناچار اسے جھٹک نہ سکے۔

"میں تمہاری ایک نرم نظر کے لیے لاکھوں بار تڑپی ہوں طلال، بری ہوں، حاسد ہوں۔ سب سے مطلب کا تعلق سہی لیکن تمہاری الفت کو پوری سچائی سے ترستی آئی ہوں۔ لیکن جب جب تمہارے قریب آئی مجھے تمہارے چار سو الا یہ درید کے سوا کچھ نظر نہیں آیا، تمہارے ان ہونٹوں کی خوشبو اور نرمی میں، ان آنکھوں میں، جسم کی گرمائش میں، جذبات کی حدت میں بس آلا یہ درید۔۔۔ سانس لیتی دیکھائی دی۔

،اور میری تم سے نفرت اسی سبب ہے سمجھے"

کنول نے انکے چہرے کے ہر نقش کو پہلے ہاتھ کی انگلی سے چھوا اور پھر تضحیک لٹاتے ہونٹوں کی بے رحم جنونیت سے چھوا، جو طلال انصاری کو جہنم کی آگ سے بھی شدید جھلسا گیا، لیکن آخری جملے کو ہونٹوں سے ادا کیے وہ انکی گردن پر کان کے نیچے بے رحمی سے دانت گاڑے ان پر سے نفرت میں اٹ کر واپس اٹھی اور طلال کا دل چاہا اس عورت کو آج سچ میں مار دیں، اس سائکو عورت کے ایسے روپ وہ پچھلے بارہ تیرہ سال سے سہہ اور برداشت کر رہے تھے۔

"ہاں مجھے عیش و عشرت چاہیے، مجھے حاکمیت چاہیے لیکن مجھے تم بھی چاہیے ہو۔ تڑپتے ہوئے ہاہا، جب جب الایہ کے لیے روتے ہو مزہ آتا ہے۔ بائے دا وے مجھے کوئی شوق نہیں ماں بن کر اپنا فگر خراب کروں، اس گھر میں ایک ہی سبکی اماں کافی ہے۔ میری منحوس بھابھی ایزل صاحبہ۔۔ اچھا ہوا دایب صاحب نے خود کشی کرلی، اماں مٹیریل بیوی کو آخر کب تک سہتے بچارے جو

صرف بچے جننے کے قابل تھی، بیوی میٹریل تو وہ کبھی بن نہ سکیں نہ اپنے شوہر کا دل لبھا سکیں۔۔۔۔ مس بہن جی ٹائپ۔۔۔ ہاہا"

کنول نے ادا سے بال جھٹکے اور اپنی نازک نیٹ کی نائٹی سے چھلکتے اس بے مراد نیم برہنہ جسم کو اوپر پہنے گاون سے ڈھانپ کر ایزل مریم کے لیے نفرت وزہر اگلتی اٹھ گئی جسے خوبصورت جسم اور جوانی سراہنے والا اسکا اپنا شوہر بھی راضی نہ تھا وہ ایک نیک خصلت اور وفا شعار بیوی پر کیچڑ اچھالنا تو اپنا فرض سمجھتی تھی، طلال کی برداشت سچ میں اس کے بعد دم توڑتی محسوس ہوئی۔

"دفع ہو جاو یہاں سے ورنہ آج میرے ہاتھوں مر جاوگی پاگل سنکی سائکو عورت"

طلال نے کروٹ بدلے اسے دفع دور کرتے غراکر دو حرف بھیجے پر اس عورت کو تو عزت زلت کی جیسے پرواہ نہ تھی الٹا وہ محظوظ ہوئی، کنول ہنس کر

اس شخص کو اور سلگاتی ویسے ہی کمرے سے نکلی اور طلال کو ایسا لگا جدھر جدھر اس عورت کے زہریلے ہاتھ اور ہونٹ لگے ہیں وہاں اذیت ناک جلن اتر آئی ہو، لیکن وہ اپنی اس بے بسی پر بس من ہی من میں سلگ ہی سکتے تھے۔

..________________________..

گزشتہ شب بے چینیوں اور بے قراریوں کی شدت میں مبتلا کٹ چکی تھی، فجر کے ایک آدھ گھنٹے بعد جب آسمان شفاف اور صبح صادق آب و تاب سے دمکنے لگی تب وہ اپنے روم کی بالکونی میں آیا، مکمل سیاہ ملبوس کسی چمکتے چاند کے جیسے دیکھائی دیتا، ننگے پیر ٹھنڈے فرش کی شدت سے بے اثر تھے، سر کے بال رف سے کچھ اوپر کو اٹھے تھے اور کچھ صبیح پیشانی پر ڈھلکے ہوئے اوزان کو دیکھنے اور دیکھ کر وارفتگی سے دیکھتے رہنے پر مجبور کر رہے تھے،

سردیوں کے آغاز میں ہی اس بار موسم خنک ہو رہا تھا اور موسمی بدلاو نے اوزان کے جسم کے ساتھ اب کے دل بھی متاثر کیا، تھوڑے فلو کی شکائیت اسے اٹھتے ہی محسوس ہو رہی تھی پر ابھی معاملہ گا ہے بگا ہے سختی سا ناک کے ذریعے سانس کھینچنے پر سمٹ رہا تھا بس ناک پر ہلکی سی ریڈنس تھی جو غور کرنے پہ ہی نظر آتی، یہ اثرات کل بارش میں بھیگنے کے سبب تھے۔

آئے دن آتی بارش موسموں میں رنگ، خوشبو اور دلکشی گھول دیتی، عدم کے میسج پر اوزان جوٹروازر کی جیبیوں میں ہاتھ گھسائے تا حد نگاہ پھیلی نرم و گداز صبح سے فرصت کے سنگ ہمکلام تھا، جیب میں وائبریٹ ہو کر ساکن ہو جاتا فون ایک ہاتھ سے نکالا اور میسج پڑھا۔

عدم اسے آج کا شیڈول سینڈ کر چکا تھا، آج صرف ایک پیشنٹ تھا وہ بھی شام میں سو دن کو ہلکا پھلکا محسوس کیے اوزان کو فرحت ہوئی۔

نظر پھر سے لان کی جانب اٹھی تو پیلی قمیص شلوار کے ساتھ سفید کڑھائی دار اونی شال کندھوں پر لپیٹے وہ پیٹ ہاوس کے پاس بال کھولے کھڑی چہچہاتے، صبح صبح شور کرتے اٹیلئین طوطوں کو دیکھ کر مسکرائی، لان کا وہ حصہ ایزل مریم کے کمرے کی جانب سے چند سیڑھیوں کے سنگ ملتا تھا اور تبھی وہ بنا کسی کی نظر میں آئے انکے کمرے سے سیدھی لان میں چلی آئی تھی۔

شاید اسے بھی صبح صبح جاگنے کی عادت تھی۔

اوازن نے مستقل اسے دیکھا، اسے دیکھنا ابھی تو سکون آور تھا مگر وہ خود کو اس لڑکی کی جس رفتار سے عادت میں مبتلا کر رہا تھا وہ خود ہی اوزان پر اسکی سانسیں تنگ کرتا۔

"ارے تم یہاں ہو، میں تو ڈر گئی نجانے کدھر چلی گئی"

آئی جان کی پکار زینو اور اوزان دونوں نے ہوش مندانہ ہوئے سنی، وہ زینو کو کمرے میں نہ پائے فکر مند سی وہیں لپکیں جس پر جب زینیش مسکرا کر پلٹی تو نظر اپنے روم کی بالکونی میں متکبر و پر سکون کھڑے اوزان سے ملی، اس بار وہ پوری برہمی سے اس کو نظر انداز کیے ایزل مریم کی جانب متوجہ ہوئی۔

"اب کہیں نہیں جا سکتی، تب تک جب تک وہ نہ چاہیں"

زینیش کی آواز اوزان کو سنائی دی جیسے اس نے یہ کہا ہی ایزل سے زیادہ اوزان کے لیے تھا۔

"وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ تم کہیں جاو، دعا کروں گی۔ تمہارے ہاتھ پر یہ 'او ذی' دیکھا جب تم سوئی ہوئی تھی۔ لیکن یہ مہندی کا رنگ تازہ نہیں کہ کل کا ہو اور پھر تمہارے بابا کی موت ہوئی، مہندی تو تم نہیں لگا سکتی۔ میری یہ الجھن سلجھا دو بیٹی"

زینیش کو زرا اندازہ نہ تھا کہ ایزل مریم اس سے یہ سوال اس جگہ پوچھ لیں گی، اوزان جو اسکے نظر انداز کر دینے پر دگنی خفگی کا مظاہرہ کیے اسکے وجود کو غیر اہم ثابت کرنے کو واپس روم کی جانب پلٹنے کو تھا، آئی جان کے سوال نے اسکے قدم تو کیا لمحہ بھر سانس روکی۔

ایک بار پھر زینینش نے خوفزدہ ہو کر بالکونی میں واپس پلٹ کر کھڑے ہوتے اوزان کو دیکھا، جبکہ ایزل مریم نے زینو کی ہتھیلی پکڑ رکھی تھی اور وہ تاسف مہندی کے سنگ سجے اوارزی پر انگلی پھیرے زینو کے جواب کی منتظر تھیں۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم کسی اور کو پسند کرتی تھی؟"

ایزل مریم نے اسے چپ بھانپے ایک بار پھر خوفزدہ ہو کر پوچھا اور زینیش کو لگا اگر وہ ظالم اسے یونہی جان لیوا تیوروں سے دیکھتا رہا تو وہ سانس لیتی لیتی یہیں سانس چھوڑ دے گی۔

"ایساک ۔۔ کچھ نہیں آئی جان"

زینو نے کانپتے ہوئے لڑکھڑا کر اپنی ہتھیلی انکے ہاتھ سے چھڑوائی اور واپس انکے کمرے کی سمت دوڑی اور اسی لمحے اوزان بھی بالکونی سے نا صرف اپنے کمرے کی طرف بڑھا بلکہ کچھ ہی دیر میں کمرے سے بپھری موج بنا نکلا۔

ایزل وہیں سے اندر آتیں کمرے کے بجائے کچن کی طرف چلی گئیں جبکہ زینیش اس قدر ٹھنڈ میں بھی عرق آلود ہوئی، دل اس قدر شدت سے دھڑکا جیسے ابھی آخری بار دھڑک کر تھم جائے گا۔

"اس نے او کیوں لکھا ہوگا، الماں تو او سے نہیں بنتا۔ نہ اسے یہ علم تھا کہ اسکا یوں مجھ سے اچانک نکاح ہو جائے گا"

خود سے سوال کیے وہ جس رفتار سے آئی جان کے کمرے کی طرف آندھی طوفان کی مانند بڑھا، ایزل مریم سے ٹکراتے بچا جو خود اوزان کی اس درجہ لاپرواہی پر گر جاتیں اگر وہ انکو بر وقت نہ تھامتا۔

"اوزان! کیوں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو صبح صبح"

گرنے کا خوف ہنوز محسوس کیے وہ اوزان کے سنبھال لینے کے بعد فوری آزاد کرنے پر گھبرائی سی ڈانٹ گئیں اور وہ نظر پھیر سا گیا۔

"معافی چاہتا ہوں آئی جان، آپ ٹھیک ہیں؟"

ماں کو اپنے لیے ہلکان دیکھے اوزان نے جلدی سے خیریت دریافت کی لیکن وہ تو ٹھیک تھیں مگر انکو اوزان کی حالت ضرور ہلی لگی۔

"ہم ٹھیک ہوں، کہاں جا رہے تھے؟"

ایزل مریم نے متفکر ہوئے اوزان کی چرائی نظروں کا مشاہدہ کیے کریدا۔

"یہیں ہوں۔۔۔"

انھیں ٹالتا وہ انکی دائیں جانب سے ادب و احترام کے سنگ ساتھ سے گزرا تو وہ بھی خفیف سی بے چینی کے سنگ گردن ترچھی کیے مکمل گھوم کر پلٹیں،

اوزان انھی کے کمرے کی طرف گیا تھا، پر اسرار سی مسکراہٹ انکے ہونٹوں پر بکھری اور وہ باورچی خانے کی سمت بڑھیں۔

ٹھنڈ کے باوجود زینو کی حالت یوں تھی جیسے کسی نے اسے آگ اگلتے دہانے پر کھڑا کیا ہو، اپنی ہتھیلی بے دردی سے رگڑتی وہ تب تھم کر رہ گئی جب ایزل مریم کے کمرے میں ایک بار پھر اسکی موجودگی میں اوزان دایب داخل ہوا۔

زینو کو یقین تھا اب یا تو وہ خود مرنے والی ہے یا ماردی جائے گی، زینیش کے سفید پڑتے چہرے اور رگڑتی ہتھیلی کا سارا ماجرا وہ اپنی عقابی، مشکوک اور سامنے والے کا پوسٹ مارٹم کرتی تیز نظروں سے دیکھ چکا تھا تبھی اوزان کے قدم جوں جوں اسکی طرف بڑھے وہ ڈر کر پیچھے ہوئی یہاں تک کہ اوزان اسکے اس قدر قریب آکر رکا کہ زینیش کے لیے پیچھے مڑنے کے لیے دیوار کے سبب کوئی راستہ نہ رہا، اس وقت بھی اک خاص دھیمی حواسوں پر حاوی ہونے کی شدید اہلیت رکھتی مہک اوزان کے پروقار وجود سے اٹھ رہی تھی،

جبکہ اتنے قریب اس نے بھی زینو کے کھلے بھورے بالوں سے اٹھتی شیمپو اور کنڈشنر کی نہایت دھیمی مہک محسوس کی، وہ سر جھکائے ہوش و حواس سے بے دخل کی جا رہی تھی، کیونکہ سانس لینے اور دل کے دھڑکنے کے بیچ وہ پہاڑ شخص بے تکلفی سے حائل ہو گیا تھا۔

اوزان کی آنکھوں کا سنہری پن، غضب، مستفسرانہ رنگوں سے مل کر اس وقت زینو کو دہشت زدہ کر رہا تھا، پھر اسکے اپنی ساحرانہ موجودگی کے سنگ زینیش پر مناسب حد تک حاوی ہونے کے سبب زینو کے اوسان الگ خطا ہوتے دیکھائی دیے، دونوں ہاتھ بڑھا کر اوزان نے زینو کے دائیں بائیں لے جا کر دیوار سے ٹکائے اور یوں وہ اسے بھرپور دیکھ پانے میں کامیاب تو ہوا پر سر زرا جھکا کر کیونکہ وہ اسکے کندھے تک آتی تھی۔

"مجھ سے نکاح کی اتنی خوشی تھی تمہیں کہ اپنے باپ کی موت کا لحاظ بھی نہ کیا اور اپنے نام کے ساتھ میرا نام مہندی کے سنگ جوڑ لیا۔۔ واہ داد تو دینی پڑے گی"

زینیش نے اسکے طنزیہ، تضحیکی، اکساتے لہجے اور ڈراونی آنکھوں سے ڈرتے دقت سے سانس لی، سبکی اور اہانت پر اسکی آنکھیں لمحے میں پر نم ہوئیں اور اپنی ہتھیلی اسکے چوڑے سینے سے بے اختیار ٹکائی، مقصد اس شخص سے پناہ چاہنا تھا مگر اپنے دل پر رکھی اس مرہمی ہتھیلی کی تپش پر اوزان کو اپنی نظر اس کی ڈری صورت سے ہٹا کر اپنے سینے سے لگے زینو کے ہاتھ پر ڈالنی پڑی، یہ اس شخص سے بے ارادہ سرزد ہوا۔

"بولو، کس کی اجازت سے تم نے میرے نام کا پہلا حرف اپنے ہاتھ پر لکھا"

اس بے خود و منجمد کر دیتی قربت سے اپنے ناکارہ پڑتے حواس بحال کیے اوزان نے واپس برہمی سے زینو کو دیکھتے تندہی سے پوچھا اور وہ لڑکی سہمی ہوئی کچھ بولنے کے لائق ہی کہاں بچی تھی۔

"آ۔۔ آپ کا نہیں ہے"

اس شخص کے رعب کے مقابل زینو نے بمشکل جھوٹ گڑھا تاکہ کسی طرح اس جگہ سے نکل سکے، جہاں پیچھے دیوار اور آگے وہ سنگدل جما کھڑا تھا، زینو نے یہ کہہ تو دیا پر اس جواب پر وہ اوزان کی آنکھوں میں از سر نو دہکتی نفرت سے کانپ گئی۔

"پھر کس کا ہے، الماں سیال سے کافی اچھی دوستی تھی تمہاری۔ پھر یہاں اصولا اسے ہونا چاہیے تھا اگر کچھ دوسرا معاملہ ہوتا۔ وائے او؟ اور یہ رنگ تو کچھ دن پرانا بھی ہے۔ جواب دو مجھے؟"

زینو تو اس شخص کی اس قدر گہری تحقیق پر ہونق رہ گئی، سمجھ نہ آئی یہ بندہ چیز کیا ہے، نہ اسکی حالت پر رحم کھا رہا تھا نہ اسکی بے بسی پر ترس، زینو کی سانسیں دھڑکنیں اس درجہ نزدیکی اور جان لینے جیسی سلگتی قربت پر بگھڑ رہی تھیں۔

"آپکا مسئلہ کیا ہے ؟ ج۔۔جب سے آئی ہوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہیں۔ تھانہ کوئی اور، ضروری ت۔۔تو نہیں کسی لڑکے کا ہی ہو۔ میری دوست ک۔۔کا ہے"

زینو کے معصوم دماغ نے بروقت خود کی جان بچانے کا طریقہ سوچا جبکہ اوزان تو جیسے بے وقوف تھا، وہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے یہ اسکے منہ پر لکھا تھا۔

وہ کمیلئین تھا، رنگ بدلتا تھا لیکن سامنے والے کے بدلے رنگ بھی بہت مہارت سے بھانپتا تھا۔

"اچھا دوست کا، تو کیا نام تھا تمہاری دوست کا؟"

اوزان اب بھی ٹلنے کا نام نہ لیتا لہجے کو کسیلا اور تمسخرانہ کیے مزید تفتیش پر اترا اور خدا گواہ تھا کہ زینو کو اس وقت 'او' سے کسی لڑکی کا نام یاد آیا ہو، ہاتھ پیر اب سچ میں پھول رہے تھے، دھونکی کی مانند اسکی سانسیں آواز دینے اور

اس نزدیکی کے پیچ فسوں جگانے لگیں اور اوزان کو اب بھی رحم نہ آیا، جو مستقل اسے دیکھ رہا تھا۔

"دوست کا نام یاداشت سے نکل گیا ہے کیا؟"

زینو نے روہانسے ہوتے اسکے مزاق اڑنے پر بڑی مشکل سے آنکھوں سے آنسو روکے۔

"چ۔۔ چھوڑ دیں پلیز۔۔۔ا۔۔ ابھی اپنا نام بھی۔ بھول گیا ہے مجھے"

رک رک کر وہ اتنا مدھم سسکی کہ اوزان کو مزید سر جھکا کر اسکی طرف جھکنا پڑا، اور زینو نے اسکے مزید جان کو آجانے لر دم سادھے اپنی ایک کے بجائے دونوں ہتھیلیوں کو اسکے سینے سے جوڑے دبا و دیا، نظریں اب تک جھکی تھیں بس جواب دینے کو لمحہ بھر اوزان سے وہ تھر تھراتی پلکیں اور آنسو ہوتی نظریں ٹکراتیں۔

"Girls usually don't maintain eye contact with the person they love,Does she love me, did she already know me, Is the 'O' written on his hand for me? "

عام سائکیٹرسٹ نہیں تھا وہ ایسا انسان جسکا دماغ عام لوگوں سے بہت تیز تھا، اپنی آنکھوں کی گہرائی سے سامنے والا کا دل، روح اور ہر احساس گھنگالنے میں انتہائی ماہر، مسٹر کمیلئین سے جھوٹ بولنا کیا اتنا آسان تھا۔

وہ نظر ملا ہی نہ پا رہی تھی، خوف نے اسکے پورے جسم میں لرزش نمودار کر رکھی تھی۔

"تو پھر بتاو سیدھے طریقے سے"

اوزان نے لہجہ واپس سخت اور ضدی کیا اور زینو نے اسکی اس درجہ قربت سے نجات کو سچ کہنے کا فیصلہ لیا لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، اوزان نے

جھٹکے سے اسکو آزاد کرتے اسکے دائیں بائیں پھیلائی بازو ہٹائی اور ایک مناسب فاصلے پر آرکا، اسے جب اپنے جھکے سر کا احساس ہوا تو خان بابا کی بات یاد آکر واپس سنگدل کر گئی، دل میں آندھیوں کے جھکڑ چل پڑے تھے، وہ تو ابھی سے جھک رہا تھا، پھر اسے تکالیف کیسے دے پاتا۔

"مجھے نہیں جاننا، خیر آج سے تم اپنی ذمہ داریاں سنبھال لو۔ چلو میرے ساتھ"

اوزان نے خود ہی منع کیا تو زینش نے یوں سانس بھرا جیسے گلے سے نا جانے کیسا طوق اترا ہوا لیکن وہ معصوم نہیں جانتی تھی کہ اوزان کو اسکا جواب مل چکا ہے اور اس لڑکی کے ہوش گنواتے ہونٹوں سے یہ سب نا جاننے کی آسانی اس نے زینو کو نہیں خود کو دی ہے۔

ساتھ چلنے کے حکم پر وہ اوزان کے پلٹتے ہی پیچھے لپکی۔

"ک۔۔ کہاں؟"

زینو نے ڈرتے ہوئے پوچھا جس پر وہ رکا اور زرا سا ترچھا ہوا مگر زینیش کو دیکھنے کی غلطی نہ کی، وہ تمام تر ناراضی و خفگی کہ اسکے سحر میں جکڑ رہی تھی، وہ جیسا تھا اسے ویسا ہی پسند سا آ رہا تھا۔

"آج سے میرے کمرے کی صفائی تم ہی کرو گی، میرا وارڈرب سیٹ کرنا، میرے کپڑے پریس کرنا۔ میری ضرورت کی ہر چیز مینج کرنا سب تمہارا فرض ہو گا"

اوزان نے غرور سے حکم صادر کیے پر وہ اداس ہونے کے بجائے اسی پر خوش ہو گئی کہ اب اسے فارغ نہیں رہنا پڑے گا، اس دل جلے شخص کے کام ہی سہی، مصروفیت ہو گی وہ اسی پر مطمئین تھی۔

زینو کے بنا کوئی اعتراض کیے پیچھے ہی آنے پر وہ حیران ہونا چاہتا تھا ظاہر نہ کیا، زینو اس سے چند قدموں کے فاصلے پر چلتی اسکے کمرے تک پہنچی اور دروازے میں رکی۔

اوزان بھی رکا اور پلٹ کر سر تا پیر نظر جھکائے زینو کو گہری نگاہوں میں لیا جو اپنے مرمریں ہاتھوں کو نروسنیس کے تحت ایک دوسرے میں الجھاتی اسکے حکم کی منتظر تھی۔

"جاو اندر"

اوزان کے سرد حکم پر جو نظر جھکائے تھی فوراً سے لمبی گھنی پلکوں کے جال تلے چھپی خوبصورت آنکھیں اٹھا کر اوزان کو دیکھنے لگی، مغرور نقوش مگر انتہا کا خوبصورت مرد اس نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو، یا شاید دیکھا بھی ہو تو اس میں وہ کشش نہ تھی جو اوزان دایب انصاری میں تھی۔

زینو کی اسے تکتی آنکھوں میں حیرت کی جگہ جب نرمی اور چاہت نے لی تو اوزان نے آنکھوں میں واپس ناراضگی بھری جو زینیش کو جنجھوڑنے کو تھی۔

"میں جا کر کیا کروں ؟م۔۔میرا مطلب ساتھ لے کر جائیں اور ایک بار ہر چیز کی مقرر جگہ دیکھا دیں تا کہ آپکے عتاب سے ہر ممکنہ بچ سکوں"

زینو نے فوراسے آنکھیں جھکائیں اور پھر سے مدھم سا منہ ہی منہ میں بڑبڑائی جسے سننے کو اوزان بڑی مشکل سے گزرا۔

"جاو گی تو ہر چیز مقرر جگہ پر ہی ملے گی، ذہن نشین کر لینا۔گو"

اوزان نے پھر سے رعب کے سنگ اس بار تیز اور بیزار سے لہجے میں کہا تو وہ فوری کمرے میں داخل ہوئی اور داخل ہوتے ہی مست و مسحور سی اس شخص کی خوشبو اس وسیع و عریض چار دیواری میں اس قدر رچی بسی محسوس ہوئی کہ کب سے کنجوسی سے لیے تیز تیز سانس زینو نے اندر داخل ہوتے ہی فراغ دلی سے لیے، سانسوں کے سنگ اس منفرد جنتی سی خوشبو کو خود میں اتارا، کمرہ اس قدر صاف اور نکھرا ہوا تھا کہ وہ اب اس لیے پریشان تھی کہ صفائی کہاں کرے۔

اپنے کچھ فاصلے سے گزر کر اپنے روم سے ملحقہ سٹڈی کی طرف جاتے اوزان کی پشت زینو نے تب تک تکی جب تک وہ وہاں گم نہ ہو گیا۔

"اتنی صفائی ہے یہاں، لگتا ہے مجھے خود گند ڈال کر صفائی کرنی پڑے گی"

زینو نے اپنے شانوں پر پھیلا کر لی چادر کو سمیٹا اور گلے میں کچھ یوں لپیٹ کر ڈالا کہ سر سے ہو کر وہ اسکے بانکے وجود کو کافی حد تک ڈھک گئی، سٹڈی میں اپنے کمرے کی جانب نسب خاص شیشے کی دیوار کے پار جا کر فرصت سے ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا وہ زینیش کو تو دیکھ رہا تھا لیکن وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

زینیش نے پلٹ کر جہازی سائز پیڈ دیکھا تو بس وہاں پھیلا لحاف بے ترتیب تھا، کچھ کرنے کو ملا تو وہ مسکرائی اور بیڈ کی طرف بڑھی، سب سے پہلے لحاف کو دونوں بازوؤں میں جس طرح بمشکل دبوچ کر اس نے پلٹ کر کاوچ پر

رکھا، اس پر اندر بیٹھا وہ خود تو نہیں اپنی سنہری آنکھوں کے سنگ ضرور مسکرایا۔

زینو نے سب سے پہلے میٹرس کی سیاہ بیڈ شیٹ ٹھیک کی اور پھر چار عدد تکیوں کے باری باری غلاف سلوٹوں سے جھاڑے ترتیب سے رکھے اور پھر واپس پلٹ کر یوں سانس کھینچا جیسے کوئی پہاڑ پر چڑھنے سے پہلے کھینچتا ہے، اوزان دایب کے دل تو کیا وہ روح تک اتری تھی ورنہ وہ اسے یوں مستقل کیوں دیکھتا، وہ جسے خاص خاص آنکھیں دیکھنے کو ترستی تھیں، وہ فرصت سے زینیش کو دیکھ رہا تھا۔

زینو نے باریک سے لحاف کو بھی سیٹ کر کے دو فولڈ دیا اور میٹرس کی پائینتی کی جانب رکھا، بیڈ کے اطراف رکھے سجاوٹی سیاہ میزوں پر فالتو کچھ رکھا نہیں گیا تھا، دونوں پر خوبصورت سے سنہری لیمپ تھے، ایک کی سطح پر اوزان کی ریسٹ واچ، کف لنکس، فون اور والٹ پڑا تھا جبکہ دوسرے پر ڈھکا ہوا شیشے کا پانی والا گلاس۔

زینو نے وہاں بھی نا دیکھائی دیتی گرد وہیں رکھے ٹشو پاکس سے ٹشو نکال کر جب صاف کرنی چاہی تو ٹشو زرا میلا نہ ہوا۔

اوزان نے ہنوز اسے دیکھنا جاری رکھا، اتنے سے کام پر وہ تھک تو نہ سکتی تھی سو سیدھی اسکے روم کے ڈریسنگ کارنر کی طرف بڑھی، وہ ایک پورا بوتیک ہال جیسا تھا جہاں الگ الگ برینڈز کے جینٹس کپڑے، جوتے، شوز، اسیسریز موجود تھیں، فرش کالی ٹائلوں میں سنہری پٹی کے سنگ اپنی الگ ہی ڈھب دیکھا رہا تھا پر چھت بھی بہت خوبصورتی سے ڈیزائنڈ تھا، رنگ برنگی روشنیاں چھت میں نسب تھیں، ایک کونے میں گٹار کو ڈیکوریشن پیس کی مانند سجایا گیا تھا جیسے وہ بجانے کے کم یہاں کی زیبائشی بڑھانے کو زیادہ رکھا گیا ہو۔

زینو نے وہاں ہینگ ہر چیز کو ٹھیک محسوس کیا اور باہر آئی، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکر رکی اور بہت بڑے آئینے میں خود کو دیکھا، وہ بہت پیاری لگ

رہی تھی تبھی اس نے اپنی سمیٹ کر لی چادر واپس شانوں پر پھیلائی اور براون کھلے بالوں کو کچھ آگے کچھ کمر پر ہی رہنے دیا۔

ڈریسنگ ٹیبل پر بھی ہر چیز نفاست اور اپنے سائز کے حساب سے ترتیب سے رکھی گئی تھی، پروفیومز، باڈی سپرے اور نا جانے کیا کیا رکھا ہوا تھا۔

"صفائی ہو گئی اب کیا کروں؟"

زینو نے رہے سہے زبردستی کام نکال کر کیے مگر پھر سے پریشان ہوئی، یہاں وہاں دیکھا تا کہ اوزان نظر آئے مگر اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اس کمرے کے دروازے کے قریب بھی جاتی جہاں وہ جا کر چھپ گیا تھا۔

"چلی جاتی ہوں"

زینیش نے اسکا کچھ دیر انتظار کیا اور پھر خود ہی تھک ہار کر خود کلامی کرتی وہ جیسے ہی دروازے کی سمت بڑھی، نظر اسی ڈھکے پانی کے گلاس پر گئی۔

ہٹلر نے ویسے بھی گلا خشک کر دیا تھا سو پیاس کا احساس ہوتے ہی زینو نے رک کر بیڈ کی طرف قدم بڑھائے اور جھک کر پانی کا گلاس اٹھایا۔

"نہیں، یہ انکا جھوٹا ہو سکتا ہے۔۔۔ آگے کم دل بے تاب ہے انکے نام پر کہ اور کر والوں۔۔۔۔"

گلاس کناروں تک بھرا نہیں تھا سو پیتے پیتے وہ خود پر برہم ہوئی مگر پھر اپنی خود ہی نفی کیے اس نے چند گھونٹ بھرے پورا گلاس پیا اور واپس رکھے پلٹی ہی تھی کہ وہ بوتل کے جن کی طرح اس پر اسرار کمرے کے دروازے سے باہر نکلا۔

"ک۔۔ کام ہو گیا ہے سب، اب میں جا سکتی ہوں؟"

زینیش نے اپنی گھبراہٹ چھپاتے فوری اسے دیکھتے پوچھا تو اوزان نے یوں کمرے میں چار اطراف نظر دوڑائی جیسے اسکی کی صفائی تلاش کر رہا ہو۔

"جا سکتی ہو، شام کو مجھے کہیں جانا ہے۔ میرا وہ سوٹ پریس کر دینا"

اوزان نے ہنوز سخت سے لہجے میں ڈریسنگ کارنر کی طرف نظروں سے اشارہ کیا تو زینو نے بھولے پن سے اسکی نظروں کا تعاقب کیا۔

"کونسا؟"

وہاں کئی سوٹ تھے تبھی وہ کنفرمیشن کے لیے منمنائی۔

"بلیک"

اوزان اسے زچ کرنے میں لطف لے رہا تھا، زینو نے آنکھیں پھاڑ کر بھی دیکھا مگر جس طرف اوزان نے اشارہ کیا وہاں سب کچھ سیاہ ہی تھا۔

زینو نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اوزان پر رحم طلب نظر ڈالی۔

"آپ مجھے پاگل بنا رہے ہیں؟ ادھر تو سیاہی ہی بھری ہوئی۔۔۔۔۔"

زینو نے تنگ آتے خفت سے کہا مگر اوزان کی سرد نظر پر فوری چپ ہوئی۔

"میرا مطلب سب بلیک ہیں"

فوری نظر جھکاتے بے بسی سے درستگی کی جبکہ اوزان نے بھرپور نگاہ زینیش پر ڈالی، وہ ثواب سمجھ کر اسے نہار رہا تھا۔

"جو تمہاری نظر میں گہرا کالا ہو بس وہی کر دینا، اب نکلو یہاں سے"

اوزان کے واپس سنگدل اور ہارش الفاظ اور چلتا کرنے پر وہ منہ پھلاتی اس سے پہلے جاتی، دماغ میں پھر سے کچھ سلگا تبھی ڈرتے ڈرتے پلٹی۔

"لیکن وہ سب تو آل ریڈی پریس ہیں تو پھر؟"

اس عقل مند کو بڑی جلدی خیال آتا دیکھ کر اوزان نے بہت مشکل سے ہونٹوں پر اڈتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا، سمجھ نہ سکا وہ واقعی معصوم ہے یا اسکے روبرو جان بوجھ کر بن رہی ہے، اتنی ماہر اور دنیا دار لڑکی اتنی بیوقوف، سادہ، اور انا جیسی ہر شے سے بے نیاز کیسے ہو سکتی ہے، اوزان کی حیرت بجا تھی۔

"تو پھر یہ کہ دوبارہ پریس کرو گی تم، سمجھ گئی"

اوزان نے اس بار ایک ایک لفظ پر زور دیتے کٹھور پن سے بنا اسے دیکھے تاکید کی جس پر وہ برہمی کی مانند سانس کھینچے سر کو ہلاتی اسکے کمرے سے باہر چلی گئی اور اوزان دایب انصاری نے بہت جبر ادبائی چھپائی مسکراہٹ کو اپنے دلفریب ہونٹوں پر بکھر جانے کی کھلے عام اجازت بخش دی۔

لیکن وہ کمپلیٹین تھا، اوزان دایب کا یہ رنگ بہت جلد جھڑنے والا تھا۔

..________________________..

میشی صاحبہ نے چونکہ آج تین درجن گول گپے کھانے تھے سو وہ ناشتہ کیے بنا ہی یونی جانے کو تیار تھی اور چونکہ اوزان نے ابھی ناشتہ نہیں کیا تھا سو میشی اس کے بجائے اپنے ساتھی جنگی طیارے کے ساتھ ہی نکل گئی۔

کنول تو دن چڑھے تک گدھے گھوڑے بیچ کر سونے کی شوقین تھی اور جب رات بے عزت ہوئی ہو اس سے اگلے دن وہ اکثر و بیشتر دیر سے ہی جاگا کرتی۔

دیان اور میشی کو ساتھ جاتا دیکھ کر سب نے ہی دونوں پر الگ الگ غائبانہ آیت الکرسی پھونکی کیونکہ ان دو کے لاڈ بھی جنگلیوں والے ہو جاتے اور پتا بھی نہ چلتا۔

اوزان نے ناشتہ سب کے ساتھ کیا، ایزل مریم نے زینیش کو بھی ناشتے پر ساتھ لایا بھی اور اسے طلال اور ایزل نے بھرپور گھبراہٹ اور ہچکچاہٹ سے نکالا بھی، اوزان پھر درانی کے گھر آنے کے سبب ناشتہ ادھورا ہی چھوڑ کر اٹھ گیا۔

دو تین گھنٹے وہ وکیل اوزان کی سٹڈی میں رہا، جبکہ زینیش نے بھی اپنا سوئچ آف فون آن کیا اور پنار کو کال کی، پنار بھی بس الامان کی منتظر تھی تاکہ اس سوگوار ماحول سے نکلے اور واپس جائے، خان بابا کے پاس ہی وہ لان میں بیٹھی تھی، ممی بابا بھی شام تک واپسی تھی لیکن جواد کا ہرگز دل آمادہ نہ تھا کہ وہ جائیں لیکن چونکہ الیکشن سر پر تھے سو انکو جانا تھا لیکن عائشہ کو انہوں نے یہیں بابا سائیں کی دیکھ بھال کے لیے رہنے کا کہا، پنار کو خان بابا نے زینو کی

کس سے شادی ہوئی سب بتادیا تھا اور بہت خوش تھی کہ زینو محفوظ ہاتھوں میں ہے۔

پنار کا فون وہیں میز کی سطح پر وائبریٹ کیا تو وہ جو دادا کو زبردستی سوپ پلا رہی تھی، بے چینی سے فون کو دیکھنے لگی۔

"زینو، اٹھا اسکی کال پتری"

اس سے زیادہ تو خان بابا تڑپے۔

پنار نے سوپ باول میز پر رکھا اور زینو کی کال پک کرتے ہی فون سپیکر پر ڈالا، جو ایزل مریم کے کمرے سے انکے سیٹ کیے نئے اور خوبصورت سے اوزان کے کمرے کے برابر والے روم میں شفٹ ہو چکی تھی، کمرہ چھوٹا تھا پر بہت خوبصورت تھا۔

سب سے خوبصورت بات وہاں کی کھڑکی سے سوئمنگ پول اور اٹیلئین طوطے بہت قریب سے نظر آتے۔

"میرے بیبے بچے کی کال آئی ہے تو کیا ہم سمجھ لیں تم ٹھیک ہو"

پنار نے فوری بے تابی سے امید بھری سر گوشی کی جو زینو کی آنکھوں میں اداسی سمیٹ لائی۔

"تھوڑی سی ٹھیک ہوں، تم نے سچ کہا تھا پنار۔ یہاں بہت اچھے لوگ بھی ہیں۔ جیسے ایزل مریم، طلال انصاری۔ تمہیں پتا ہے ایزل مریم مجھے خود کو آئی جان بلانے کی اجازت دے چکی ہیں، انہوں نے میرے لیے بہت پیارا کمرہ بھی سیٹ کیا ہے۔ تم بتاو خان بابا کیسے ہیں؟ ا۔ الماں آیا؟"

زینو کی باتیں سن کر خان بابا کی آنکھیں پھر سے تر ہوئیں اور پنار تو اسکے آخری سوال اور اسکی درماندگی پر رنج سے بھر گئی۔

"نہیں آئے کیپٹن، بزی ان مشن۔ خان بابا کل سے.."

اس سے پہلے پنار اسے خان بابا کی طبعیت کا بتاتی انہوں نے اسے فوری روکا اور فون پنار سے لیا۔

"میں ٹھیک ہوں میری مکھنی، تو بتا کیسی ہے؟ کسی نے میری سوہنی کو تکلیف تو نہیں دی۔ اس اوزان نے غصہ تو نہیں کیا؟"

خان بابا کے پیار سے لبریز ڈھارس بھرے الفاظ اور لہجے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی آنسوؤں کو روک نہ سکی۔

"ک۔۔ کیا، بہت کیا۔ پر مجھے لگتا ہے انکو غصہ کرنا نہیں آتا بس ایویں بولتے رہتے ہیں۔۔ آپ کی آواز اتنی نڈھال کیوں ہے خان بابا، سچ بتائیں ٹھیک ہیں؟"

اوزان کی شکائیت جس پیار سے اس نے خان بابا سے لگائی پنار اور خان سانول سیال دونوں بے ساختہ مسکرائے اور پھر زینو کا حساسیت کی انتہا رکھتا دل بھانپ گیا خان بابا کی تکلیف۔

"اب جب تیرے بہتر اور باہمت ہونے کی یقین دہانی ہوگئی تو سمجھ تیرے خان بابا بھلے چنگے ہوگئے۔ لیکن کسی کی بے جا سختی مت سہنا پتری، تو

لاوارث نہیں ہے، تو خان سانول سیال کے یعقوب کی جندھڑی ہے میرے سوہنے۔ خیال رکھیں آپنا۔ لے پنار سے بات کر"

خان بابا کی ڈوبتی ابھرتی آواز سے وہ سب سمجھ گئی اور وہ بھی آنکھوں کے کرب چھپاتے پنار کو فون پکڑائے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو پنار نے واپس سپیکر سے اتار کر فون کان سے لگایا۔

"پنار! الماں کو سنبھال لینا۔"

یہ ایک جملہ کہتے ہوئے جتنا زینو کا دل تڑپا اتنا پنار بھی آزردہ ہو کر رہ گئی۔

"نہیں سنبھال سکتی انھیں، ابھی تو انکو صرف آدھا سچ پتا چلا ہے۔ پورا چلے گا تو وبال مچے گا۔ تم خود انکو کال کر دو نہ زینو، میں کیپٹن کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ انھیں کہو کہ حقیقت تسلیم کریں"

پنار نے زینو سے جان مانگی ہوتی تو وہ دے دیتی لیکن یہ جان سے بہت زیادہ تھا۔

"میں اس سے بات بھی نہیں کر سکتی، پنار میری اور المان کی دوستی کا اوزان کو پتا ہے یہ تو شکر ہے بات جلد سمٹ گئی ورنہ میں کیا کہتی، لیکن تم جانتی ہو نہ میں نے ہمیشہ اسے بھائی اور ہمدرد سمجھا تھا ہمارے بیچ ایسا کچھ نہیں ہے جسے شک کی بنیاد پر دیکھا جائے لیکن پورا کوٹ یہی سمجھتا تھا کہ میں خان بابا کی مستقبل میں پوتی بہو بنوں گی۔ اگر میں نے المان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو معلوم نہیں میرے اس عمل کو یہاں کیا کیا رنگ دے دیا جائے کیونکہ یہاں ابھی سب اچھے نہیں ہیں۔ سچ پوچھو تو میں ان کے آس پاس رہنا چاہتی ہوں پنار کیونکہ اوزان ہی وہ انسان ہیں جنکے نام کا پہلا حرف میری ہتھیلی کی کئی ماہ سے خوشبو بنا ہوا ہے"

یہ انکشاف اس وقت پنار پر بھی بمب بن کر گرا۔

"کیا؟ وہ 'او' یہی بندہ تھا؟ مطلب اوزان انصاری سے تم کب ملی۔۔۔۔ او آئی سی چار ماہ پہلے؟"

پنار کو ساری بات سمجھ آئی تو دل چاہا اس لڑکی کو وہاں جا کر دو لگائے۔

جبکہ زینو یوں تھی جیسے بہت شرمندہ ہو۔

"زینو، میرے پیارے بچے۔ تم تو گئی کام سے۔۔۔ لیکن ایک بات میری کان کھول کر سنو۔ خبر دار جو اگر تم نے اس اکڑے ڈائناسار کے روبرو پیار کی دیوی بننے کی جرت کی۔ مانتی ہوں پیار پر اختیار نہیں لیکن اسے اتنی اہمیت دینا جسکے وہ لائق ہے۔ تم جیسی معصوم کا ان جنگلیوں میں کیسے گزارہ ہو گا میں تو پریشان ہو رہی ہوں۔ لگتا ہے مجھے تمہارا کرائم پارٹنر بن کر جلد انصاری حویلی آنا پڑے گا"

پنار کو رہ رہ ہول اٹھے اور بہت دیر بعد سہی پر زینش کھل کر مسکرائی، پنار کا اشارہ سمجھ جو گئی تھی۔

"تم جلدی سے میری دیورانی بن کر آجاو نہ پنار"

اس درجہ معصومیت پر پنار ہنس پڑی۔

"اف زینو، کبھی کبھی تو تم مجھے اس دنیا کی بھی نہیں لگتی۔ میرے ابا تو جیسے مجھے پلیٹ میں رکھ کر دیان کے روبرو پیش کرنے کو تیار بیٹھے ہیں ناں۔۔۔ دیان آریز، انصاریوں کا دوسرا سر پھرا لاڈلہ جسکا یہاں نام بھی سننا کوئی گوارانہ کرے گا۔ تمہاری ہو گئی شادی، میری کے ابھی چانس نہیں ہیں، بنانے پڑیں گے بچہ۔۔۔۔ بہت پاپڑ بیلنے ہوں گے، اس دیان کے بچے کو اپنے عشق میں گوڈے گوڈے ڈبونا ہو گا تا کہ وہ اپنے لیچڑ دادا سے بغاوت کر سکے۔۔۔۔ بس میرے لیے دعا کر دے میرے بیبے بچے"

پنار کے ہولناک ارادوں پر زینش ہنسی بھی اور گھبرائی بھی لیکن پنار سے بات کر کے اسکا موڈ ضرور فریش ہو گیا۔

"کروں گی، ضرور۔ خان بابا کا خیال رکھنا۔ میں پھر بات کروں گی۔ پلیز الماں کو سنبھال لینا"

زینیش نے تاکید، اعتراف اور ڈر ایک ساتھ بیاں کیے جس پر پنار نے اسے بھرپور تسلی دی جبکہ فون بند کرتے زینو نے رکھنا ہی چاہا کہ الماں کی آتی کال پر اسے ہاتھ پیر پھولے۔

کیپٹن الماں اور اسد کی ٹیم کا تمام کام مکمل ہو چکا تھا اور وہ واپس لاہور روانہ تھے، ایک سو بارہ کلو میٹر گھنٹے کی رفتار کے سنگ لگ بھگ واپس لاہور تک آٹھ نو گھنٹے لگنے تھے۔

جبکہ لاہور پہنچتے ہی اسکا گھر جانے کا بھی پلین تھا۔

اس وقت اسد ہی ڈرائیونگ کر رہا تھا، دل تو اسکا بائے ائیر ہی واپس نکلنے پر کر رہا تھا مگر واپسی پر بھی آٹھ ساڑھے آٹھ گھنٹے کی ڈرائیونگ ہی مجبوری کرنی پڑ رہی تھی کیونکہ انکے ساتھ کچھ اریسٹ کیے دہشتگرد بھی تھے جنھیں بائے روڈ ہی باخفاظت اپنی نگرانی میں واپس لے کر جانا تھا۔

"میں نہیں چاہتی تمہاری تکلیف سفر اور مشن کے بیچ بڑھے الممان، آئی ایم سوری میں تم سے اس وقت بات نہیں کر سکتی"

درد بھری خود کلامی کیے زینو نے فون وہیں ڈریسنگ پر رکھا اور خود کو ملامت و سرزنش کرتی وہ سنگل بیڈ پر نا صرف آکر بیٹھی بلکہ مٹھیوں میں میٹرس کی شیٹ دبوچ لی، جبکہ زینیش اسکی کال کبھی اس طرح نظر انداز نہیں کرتی تھی، وہ اس وقت شدید دکھ سے گزر رہا تھا، بہت کرب سے۔۔

..________________________..

زینو کا دن اچھا گزرا، جسکی وجہ کنول کا آدھا دن سوئے رہنا اور پھر اپنے جیسی زہریلی سہیلیوں کے ساتھ اوٹنگ پر نکل جانا تھا، ایزل مریم اس سے پورا دن گاہے بگاہے بات چیت کرتی رہیں، اسکے ساتھ شام کی چائے پی، لیکن پھر وہ اوزان کے کہے کے مطابق اسکے کمرے میں آئی، لاتعداد کالے سوٹس میں سے کوشش کے باوجود کوئی گہرا یا ان سب سے الگ سیاہ نہ ملا تو ہلکی ہلکی

شائنی بلیک لائنگ والے بلیذر والا بزنس بلیک سوٹ نکال کر باہر لائی، کوٹ کو اتار کر اسکے میٹرس پر رکھا، جینز بھی پریس تھی سو بس بلیک شرٹ کو ہنگر سے اتار کر وہ ڈریسنگ کارنر روم میں ہی رکھے آئرن سٹینڈ پر اسے پریس کرنے لگی۔

ایک بار تو اسے خود پر ہنسی آئی کیونکہ کبھی سوچا نہیں تھا ایسے پاگلوں والے کام بھی کرے گی۔

"پریس شرٹ کون پریس کرتا ہے زینو؟ پنار ٹھیک کہتی ہے مجھے انھیں اتنی اہمیت دینی چاہیے جس کے وہ لائق ہیں۔ لیکن کیا کروں وہ میرے شوہر بھی تو ہیں، اور شوہر کا رتبہ سوچ کر ہی میرا دل بدل جاتا ہے۔ کچھ مت سوچو زینو، بس اپنے یہاں دن پورے کرو۔ تمہیں یہاں مستقل نہیں رہنا، جیسے ہی ان لوگوں کا مقصد پورا ہو گا مجھے چلتا کر دیں گے۔ اور میں آپکی نفرت کو محبت میں بدلنا بھی کیوں چاہوں گی، ناممکنات کے بارے زیادہ سوچنا بے وقوفی ہے"

ساتھ ساتھ وہ پریس کرتی ہوئی خود سے الجھتی رہی لیکن اختتام خود کو مضبوط کرنے پر کیا، آئرن آف کی اسے سٹینڈ پر سیٹ کیے وہ شرٹ لے کر بیڈ روم میں داخل ہوئی اور شرٹ کو بھی وہیں بیڈ کی سطح پر رکھا۔

پھر سے واپس پلٹی، وہاں ڈریسنگ کارنر روم میں داخل ہوتے اس نے واچیز، کف لنکس اور بزنس شوز کی رینج دیکھتے بلیک کی کمبینیشن میں آتے بلیک چوکا شوز چنے، بلیک ہی سا کس، جبکہ کف لنکس اس نے وہ چنے جو اسے سب سے پیارے لگے، ان چوکوری کف لنکس پر سفید نگ اوسائن میں ترتیب بہت خوبصورتی سے پیوست تھے جبکہ گھڑی بھی لیڈر کے سیاہ پٹوں والی بنا کسی برینڈ والی لیے وہ باہر آئی اور ہر چیز نفاست سے اس نے اوزان کے سوٹ کے ساتھ ترتیب دی۔

"شاید آپکا فیورٹ کلر بلیک ہے، لیکن پھول پھر سفید کیوں دیا؟ حالانکہ زینو ڈیری سب وے میں خاص اور منفرد سانایاب کالا گلاب بھی موجود تھا"

وہ کمرے کے ہر طرف بکھرے سیاہ رنگ کو سوچتی یکدم دم اس پھول کو یاد کرتی دھیما سا مسکرائی، وہ پھول اب بھی اسکے پاس تھا، ہاں تھوڑا سوکھ گیا تھا۔

"اس پھول کی قیمت بہت زیادہ ہے میرے لیے، پتا نہیں کیوں لیکن وہ آپ نے زینو کو پوری خوشی سے دیا تھا شاید اس لیے"

من ہی من میں سوچتی وہ اپنا کام مکمل کیے خود کو یہاں غیر ضروری محسوس کیے کمرے سے نکلنے لگی تو اوزان کو دیکھتے رکی جو کچھ دیر پہلے ہی واپس حویلی آیا تھا، اسکے ہاتھ میں فائیل تھی اور صبح کی بنسبت اس وقت اس کمپلیئین کے جبڑے بھینچے ہوئے اور بے داغ و صبیح پیشانی پر لاتعداد شکنیں تھیں، فلو کے اثرات تیز ہوتے ہی وہ خود بھی بے چینی اور بیزار روپ میں واپس آچکا تھا۔

"بیٹھو یہاں"

اوزان کے اشارے پر زینو نے نا سمجھی سے اسے دیکھا جو فائیل وہیں میٹرس پر پھینکنے اس پر جلادی بنے غرایا، اسکے ہلکے سرخ ناک کو تکتی وہ اپنی اسکے لیے فکر اسکے گرجنے کے سب بھول گئی۔

"ان پیپرز پر سگنیچر کرو، بنا کوئی سوال کیے"

بیڈ پر رکھے اپنے سوٹ اور تمام اسیسریز کو دیکھنے کے باوجود اس وقت وہ زینو کو سراہنے کے کسی موڈ میں نہ تھا، زنیشہ نے بنا کوئی اعتراض کیے وہیں زرا سا ٹکے وہ فائیل کھولی اور ان پیپرز کے چند جملے پڑھتے ہی اسے ان کاغذات کی ہیبت ناکی معلوم ہوئی تو بے ارادہ اس نے آنسوؤں سے بھری نظر اٹھا کر اس بے درد شخص کو دیکھا۔

"تو یہ مقصد تھا آپکا؟"

زینیش کا ہر سوال اس وقت اسے زہر ہی لگتا، نہ وہ شخص اسے صبح والا اوزان لگا، وہ تو سوداگر تھا۔

زینیش سے اسکے بابا کی ہر چیز چھیننے والا۔

"ہاں یہی تھا، کیا کر لو گی۔ دستخط کرو تا کہ تمہارا کام جلد ختم کر کے چلتا کیا جائے۔ اور تم سے اوزان دایب انصاری کیوں نکاح کرتا؟ اس لڑکی سے جسکا باپ میرا مجرم ہے"

وہ بناز ینیش پر نگاہ ڈالے اکڑ کر کھڑا اسے اوزان سے الفت باندھنے پر پچھتاوا محسوس کرنے پر مجبور کر رہا تھا، اتنی نفرت کہ وہ اسکے لفظ ہی زینیش کو مار گئے۔

یہاں بھی اس لڑکی نے کوئی اعتراض نہ کیا اور چپ چاپ اپنے نام لگی ہر چیز اوزان کے سپرد کر دی۔

اس نے دستخط تو کیے پر بابا کی آخری نشانی کے ہاتھ سے جانے پر بس زینو کی آنکھ سے اک آنسو ٹپکا کیونکہ اسی زمین کے ایک حصے پر اسکا ڈیری فارم اور

زینو ڈیری سب وے تھا اور باخدا دکھ صرف زینو کو اس زمین کے ٹکڑوں کا ہوا۔

"م۔۔ مجھ سے سب لے لیں لیکن مجھ سے میری دنیا مت چھینیے گا۔ جب یہاں سے جاؤں گی تو وہی میرے ج۔۔ جینے کی وجہ ہوں گی کیونکہ بابا تو ر۔۔ رہے نہیں جنکی دیکھ بھال میں وقت کٹے گا۔ میں ن۔۔ نے بہت پیار سے اپنا ڈیری فارم اور سب وے بنایا، ایک ایک اینٹ بہت محنت سے جوڑی ہے۔ باقی سب آپ لے لیں مجھے کچھ نہیں چاہیے بس وہ مت لیجیئے گا"

وہ سائن کرتی اٹھی اور نظر جھکائے ہی جس طرح اپنی ہی چیز کے لیے تڑپی، اوزان کو ہرگز اچھا نہ لگا، در حقیقت اسے وہ روتی ہوئی اچھی نہ لگی۔

"ان دو جگھوں کو اس میں شامل نہیں کیا گیا اور یہ تم کوئی احسان نہیں کر رہی ہمارے سر پر، یہ سب کچھ ہمارا ہی تھا جو تمہارے باپ نے دھوکے سے ہتھیا

لیا، وہ دو جگہیں ہمیشہ تمہاری ہی رہیں گی۔ نا انصافی بھی انصاری والے پورے انصاف سے کرتے ہیں۔ مروت ان کے لیے"

اوزان نے اسکے رونے کا جس طرح بے حسی سے مزاق بنائے آخر میں سنگدلی کی حد کیے ٹوکا، زینو کا دل یہی چاہا چینخ کر اس پر اپنا دکھ کہہ دے۔

اس شخص کو نہ اسکے جذبات کی پرواہ تھی نہ آنسوؤں کی، چند گھنٹوں میں ہی وہ اوزان کے رنگ بدلنے سے چکرا گئی۔

"آپ بہت بے رحم ہیں، مر نہیں رہی میں ان کے لیے۔ اپنی باقی کی زندگی کیسے کٹے گی اسکی فکر ہر انسان کو ہوتی ہے۔ آپ نے کونسا مجھے یہاں سے نکالنے کے بعد مڑ کر دیکھنا ہے، سو مجھے اپنا خود ہی سوچنا ہے"

بھلے وہ اسکے سامنے نظر جھکائے ہوئے تھی پر جواب پورا دیا تبھی تو اوزان نے اسے دیکھا جسکے رخساروں پر پھیلتی نمی اسکے ہاتھ کی پوروں کی نرمیوں کی مستحق تھی پر وہ خود کے معاملے میں بہت نا انصاف شخص تھا۔

"مڑ کر اور جھک کر دیکھنے والوں میں کم از کم اوزان دایب انصاری شامل نہیں ہے، ایسا کرنا پڑے تو میں وہیں قصہ ختم کر دینے کا عادی ہوں۔ اب چلی جاو یہاں سے"

ابھی بھی اسکا سر غرور سے اٹھا تھا اور اوزان کے اس دعوے پر اسے تو نہیں زینیش کو ضرور خوف آیا کیونکہ وہ صاف صاف وہ دیکھ رہی تھی جب یہی شخص جھکنے اور مڑ کر دیکھنے کا عادی ہونے والا تھا، صرف زینیش کے لیے۔

"دعا کروں گی ایسا ہی ہو، خدانخواستہ آپکو اپنے الفاظ کبھی واپس نہ لینے پڑیں"

غصے کے عالم میں وہ اسے گھورا جیسے اس سے زینیش کی یہ بات برداشت نہ ہوئی ہو، لپک کر بازو سے پکڑے جنجھوڑ کر وہ اسے اپنے مقابل لایا، وہ مڑا بھی اور جھکا بھی، اور وہ ایسا جگر پاش مسکرائی کہ اوزان آنکھیں جھپکنا تو دور سانس لینا بھی بھول گیا۔

"تم کیا سمجھتی ہو اوزان کے لفظ صرف لفظ ہیں"

اسے زینیش کی ہنسی جگر سالم نگلتی اور چاٹتی محسوس ہوئی تو وہ سالم کھا جاتی نظروں سے تکتا پست سا غرایا، زینو کو اپنی بازو میں اوزان کی گڑھتی انگلیوں سے بہت درد محسوس ہوا، لیکن وہ اسکی ناساز طبعیت کے سبب اعتراض و احتجاج نہ کر سکی، اسے اپنی نہیں اوزان کی سرخ رنگت میں نہائی آنکھوں اور ہاتھ کی گرمائش سے تکلیف ہوئی۔

"ن۔۔ نہیں، ایسا کب کہا"

وہ لمحے میں رو دی، وہ پھر سے اس پر چینخا، اور وہ کسی کے چینخنے پر ڈر جاتی تھی، یہ اسکا فوبیا تھا۔

" کہنا بھی مت جان سے جاو گی، تم یہاں سزا یافتہ بن کر آئی ہو میرے دل اور زندگی کی بہار نہیں، نفرت تم سے ہمیشہ کروں گا، یہی ملے گا تمہیں اس شخص کی جانب سے۔ صرف اس لیے کہ تم الایہ کی بھی بیٹی ہو، تم کو کبھی

کبھی رحم سے نواز دوں گا۔۔۔ صرف کبھی کبھی۔ اب جاؤ یہاں سے اور میری آنکھوں میں اس بے ادبی سے دوبارہ مت جھانکنا، بہت پچھتاؤ گی۔۔۔"

وہ اسکے دل کی بے جان دھڑکنیں سنے، دبائی گئی سسکیوں کی تپش محسوس کرنے کے باوجود جس طرح بے دردی سے خود سے پرے دھکیل گیا زینو کو ایسا لگا کہ وہ بھی اسے بس مطلب کے لیے ہی یہاں لایا، صبح والی زرا نرم ملاقات بس فریب تھی، مطلب پورا تو پھر سے نفرت انڈیل کر زینش یعقوب کو اسکی اوقات میں واپس لے آیا۔

وہ روتی ہوئی اسکی طرف بنا دیکھے کمرے سے نکلی تو اوزان نے اپنے اسی ہاتھ کو ویسی ہی حقارت سے دیکھا جیسے کچھ دیر قبل زینش کو دیکھ رہا تھا۔

وہ تو روتی ہوئی اپنی ساری رہی سہی امیدیں آج توڑ دینے کا فیصلہ کر چکی تھی اور اوزان بھی فیصلہ لے چکا تھا اسے خود کو روکنا ہے، جھکنے اور مڑنے کی اذیت سے بہتر تھا وہ مر جاتا۔

..______________________..

اپنی جیسی سہیلیوں کے ساتھ کافی وقت گزارے کنول بھی دمکتی چمکتی سرخ بہت ہی ماڈرن فینسی ڈریس میں لپٹی، پیروں میں ہائی ہیلز کے سنگ جلوے بکھیرتی ادا اور نزاکت کے ہمراہ پورچ میں رکی اپنی گاڑی سے نکلی تو وہ فون پر متوجہ تھی، شام کے چھ بج چکے تھے۔

"کہاں ہو تم بہارے؟"

کنول کے تیکھے استفسار پر دوسری جانب وہ ایک خوش شکل مگر کنول سے کافی مشابہت رکھتی تیکھے خدوخال حال کی مالک یاسیت و حسرت سے بھری ہوئی لڑکی موجود تھی جو اپنی گاڑی سے نکل کر گہرا سانس کھینچے کار کا دروازہ

واپس پلٹتے اس شان دار عمارت کو دیکھ رہی تھی جو اوزان دایب انصاری کی دنیا تھی۔

"اپنی زندگی کی ایک بار پھر بھیک مانگنے جارہی ہوں، اپنی دنیاوی جہنم کے مالک سے"

بہار کے لہجے میں اس قدر کرواہٹ تھی کہ کنول کو اپنی زبان تک چلی آتی محسوس ہوئی، لمحے میں وہ بہار پاشا کے اس جواب پر بدمزہ ہو کر پھنکاری۔

"تم اسی لائق ہو کہ وہ تمہیں آتے جاتے بے عزت کرتا رہے، لعنت کیوں نہیں بھیجتی تم اس پر۔ اگر تم نے ایک بار اور اس کے آگے خود کو بے مول کیا تو تمہاری جان خود لوں گی۔ ایسا ہے کیا اس کمپلیئین میں جو تم جیسی کامیاب سپر ماڈل اس پر مری ہوئی ہے، تمہیں اتنا کامیاب اس دن کے لیے بنایا تھا کیا کہ تم اس منہ پھٹ اور حیوان کے لیے اپنی کلائیاں کاٹو، نیند کی گولیاں کھاو، اپنے بنے بنائے کیرئیر کو لات مار دو۔۔۔۔ یہ مت بھولنا بہار

کہ تمہارے اچھے مستقبل کے لیے میں یہاں موجود ہوں، لیکن تم ثابت کر رہی ہو کہ کنول پاشا نے اپنی ساری جوانی بے کار میں اجاڑ دی، ڈیڈ الگ تمہاری حرکتوں سے تنگ ہیں۔

ملک کے کئی امیر رئیس زادے تم پر اپنا سب کچھ لٹانے کی حد تک فدا ہیں، پر تمہارے معاملے میں وہ محاورہ ٹھیک بیٹھتا ہے کہ دل آئے گدی پر تو پری کیا چیز ہے۔۔۔ابھی کے ابھی واپس جاو"

کنول نے نہ ارد گرد کا لحاظ کیا نہ آواز پست کی، بلکہ اس جانب موجود اپنی چھوٹی بہن پر بمبار گن کی طرح ناراضگی اور غصے سے ٹوٹ پڑی جبکہ بہار کے سر میں جیسے اس درجہ زہر میں بجھے الفاظ پر جوں تک نہ رینگی تھی، ہاں اس کے بے داغ ماتھے کی رگیں ضرور پھول چکی تھیں۔

"سوری آپیا، میرے لیے آپ نے دنیا کو دیکھانے کو بھلے اپنی جوانی اجاڑ دی لیکن یہ آپکو بھی پتا ہے اور مجھے بھی کہ آپ اب بھی گھاٹے میں کہیں سے

نہیں ہیں، آپکے افیئر کا علم ہے مجھے سو مجھ پر بلاوجہ اولوں کی طرح مت برس جایا کریں، منہ پھٹ سی ہوں کسی دن نشے وشے میں کسی کے سامنے سچ بول دیا تو آپ تو رسوا ہو جائیں گی۔

جب سے اس نے آپکی وجہ سے مجھے دھتکارا ہے، آپکی میرے لیے اجاڑی جوانی بے مول ہو کر رہ گئی ہے۔ میں آج آخری بار آئی ہوں، واپس جرمنی جا رہی ہوں، فلم سائن کی ہے۔ لیکن اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال کر جاوں گی۔۔۔۔ آپکو یا ڈیڈ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں، آپ انجوائے کریں اپنی سسرانا اور عیاشانہ زندگی"

بہار نے جواباً بنا چینخے یا نفرت سے چنگارتے بھی جو جو کہا اس پر کنول کے چہرے پر ہزاروں حقارت، اہانت اور گھبراہٹ کے رنگ آکر گزرے، اور اس سے پہلے وہ بہار کی ہستی واپس اسے کھری سنا کر رولتی، فون بند ہو چکا تھا، گویا بہار نے اس پر لعنت بھیج دی اور کنول کے تن من میں جیسے اس احسان فراموش بہن کے لیے شرارے مچل اٹھے۔

کنول کا بس نہ چلا جا کر بہار کا گلا گھونٹ آئے۔

کنول نے اپنے غصے کو ہر ممکنہ دبایا اور جیسے ہی وہ حویلی کے اندر کی طرف جانے لگی اسے لان میں زینو دیکھائی دی، اسکی آنکھوں میں خباثت چمکی جیسے کسی کو زہر اگلنے کے لیے اگل دان مل گیا ہو۔

اب یہ عتاب کسی پر تو اترنا تھا سو کنول نے چہرے پر موجود غصے کو ہر مکنہ اپنی شاطرانہ خصوصیات کے سنگ دبایا اور اپنے قدم زینو کی طرف بڑھائے جو بہت سارے طوطوں کو اس وقت صرف دیکھ نہیں انکو کھانا بھی دے رہی تھی۔

"تو تم ہو آلا یہ درید اور یعقوب کی ناجائز اولاد"

زینیش جو پہلے ہی اپنی تکلیف کے سبب بہت مشکل سے اپنا دل ان فطرت کے قریب بستی مخلوق کے پاس آئے بہلا رہی تھی، اس ایک جملے نے اسکے

چلتے دل کو کچل دیا، وہ سوال نہیں کوڑے کی طرح برستا ہوا قہرناک عذاب تھا۔

وہ پلٹی تو کنول کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی نفرت پر سہم گئی، اس قدر نفرت اور تضحیک اس نے کبھی امید بھی نہ کی تھی، وہ سمجھ نہ پائی اس عورت نے اس سے یہ بات کہنے کی جرت کیسے کی، دل چاہا اسکی یا گردن دبا دے یا منہ نوچ لے۔

"نا۔ناجائز نہیں ہوں۔وہ میرے ممی بابا۔۔ہ۔۔ہیں۔۔انکی جائز بیٹی ہوں۔۔۔آپ ا۔۔ایسا گندا سوال ک۔۔کیسے کر سکتی ہیں۔اللہ سے ڈریں"

کنول اسکے نفرت سے تکنے اور تڑپ پڑنے پر جوابا زہر سے اٹا ہنسی اور دو قدم قریب ہوئی تو زینو ڈر کر اس پینٹ ہاوس کے دروازے سے جا لگی، اسے زینو کو یہ تکلیف دے کر جو سکون ملا اسکی لذت اس سکون سے زیادہ تھی جو اسے طلال کو کچوکے لگا کر حاصل ہوتی۔

"اوپس۔ تو تمہیں تمہاری پیاری ماں نے سچ نہیں بتایا۔ چچ چچ۔ چلو پتا چل گیا نہ۔ اس حویلی کا ہر فرد یہ بات جانتا ہے میری جان کہ تم ان دو کی عشق معشوقی کا جیتا جاگتا ثبوت ہو تبھی تو گڑیا یعنی تمہاری ماں کو یہاں سے بے دخل کیا گیا اور یعقوب کے منہ پر مارا، ورنہ اچھی بھلی تمہاری ماں، طلال کی بیوی بننے والی تھی۔

وہ شخص بھی یہ سچائی جانتا ہے جو شوہر ہے آجکل تمہارا۔۔ نا صرف یہ سچائی سب کو پتا ہے بلکہ یہاں ہر کوئی بند آنکھوں یقین رکھتا ہے۔ مجھے ناجائز بچے دیکھنے کا بہت شوق تھا، ہو تو پیاری اور معصوم۔۔۔ ہاں بھئی تمہارا کیا قصور۔۔۔ یہ تو ان دو کو حرام تعلق بنانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔۔"

اس سے پہلے کنول اسے ان بے رحم اور تعفن زدہ لفظوں سے ہی مار دیتی، زور دار تھپڑ اس شدت سے کنول کے دائیں رخسار پر رسید ہوا کہ اک لمحہ اسکی ہولناک دھمک سے ماحول پر موت سا سکوت چھا گیا، خود زینو نے کنول

کے منہ پر پڑتے اس شدید تماچے کے سبب لمحہ بھر رونا اور سانس دونوں روکا۔

ایزل مریم نے نفرت سے کنول کو بازو سے دبوچتے زینو پر سے پرے دھکیلا اور اس سانس روک کر روتی بچی کو اپنے سینے میں پیار سے چھپایا جو پوری کانپ رہی تھی، جبکہ کنول کے چہرے پر تھپڑ کے نشان کے علاوہ بھی اس زلت اور بے عزتی پر لہو چھلکا۔

"تم اپنی یہ گندگی مجھ تک رکھو کنول، خبر دار اگر تم نے میری بہو سے ایسی کوئی بکواس کی۔ سمجھی۔ ورنہ اگلی بار ایزل مریم ایک تھپڑ پر اکتفا نہیں کرے گی بلکہ مار مار کر تمہارا یہ منہ توڑ دے گی جس سے صرف غلاظت اگلتی ہو۔ تمہیں زرا شرم نہیں آئی یہ زہر اگلتے، تم انسان اور عورت کے نام پر دھبہ ہو۔۔۔"

ایزل مریم کو غصے میں دیکھ کر کوئی بھی خوف کھا سکتا تھا جیسے کنول جسکا بس نہ چلا وہ اس عورت کا گلا دبا دیتی۔

"یہ تھپڑ آپکو بہت مہنگا پڑے گا منحوس بھابھی، یاد رکھیے گا۔ سنبھال کر رکھیں الایہ کی اس سوغات کو، لیکن اب آپ کھلے عام دشمنی پر اترنے کی منادی کر چکی ہیں، اب آپکو پتا چلے گا کنول ہے کیا چیز"

کنول بنا کوئی شرم کھائے اور تھپڑ کا اثر لیے ہنوز انتقام و کدورت کے سنگ آگ اگلتے ہوئے دھمکاتی ہوئی وہ ان دونوں پر زہریلی نظر ڈالے وہاں سے پیر پٹخے گئی تو ایزل مریم نے سینے لگی بے جان ہوتی زینو کو سنبھالنا چاہا لیکن جو کچھ اس نے سنا وہ اس بچی کی جان پر بن رہا تھا۔

"م۔۔میری جان، وہ صرف بکواس کر کے گئی ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہے میرے بچے۔ زینو۔۔۔"

ایزل مریم سے اسے سنبھالنا مشکل ہوا تو وہ ڈرتے ہوئے بولیں لیکن زینیش یہ سب سہہ نہ سکی تھی اور ہوش سے بیگانی ہو چکی تھی، اسے رک جاتے دل نے ایزل مریم کے وجود تلے سے زمین سر کا دی تو بدحواسی میں انہوں نے وہیں لان کی پار دیکھائی دیتے ملازم کو بلایا تاکہ وہ انکی زینو کو اندر لے جانے میں مدد کرتا۔

جبکہ اوزان اس سے پہلے ہی حویلی سے جا چکا تھا، اوزان انصاری کی گاڑی اسکے فارم ہاوس کی پورچ میں رک چکی تھی، شام ڈھل رہی تھی اور وہ یہاں صرف اپنا پیشنٹ دیکھنے آیا، اوزان کی آمد کی خبر ملتے ہی عدم دوڑا ہوا اس تک آیا اور ادب کے سنگ اس بھینچے خدوخال والے کمپلیئین کو رشک سے دیکھا، مکمل سیاہ میں وہ اس قدر بارعب اور وجیہہ لگ رہا تھا کہ عدم تک اسے کچھ لمحہ دیکھنے کہ بعد ماشاء اللہ کا دل میں ورد کیے اوزان کے فارم ہاوس کی جانب بڑھنے پر ساتھ لپکا، خوبصورت خدوخال آج تکلیف بھرے موسمی اثرات کے زیر اثر تھے یہ عدم نے بھانپ لیا مگر کچھ کہا نہیں۔

"کس کی آپائنٹمنٹ تھی آج؟"

عدم نے اسے شیڈول اور تمام انفارمیشن تو بھیجی تھی پر اوزان پیشنٹ کا نہ صبح نام دیکھ سکا نہ سارا دن زحمت کی ویسے بھی وہ سارا دن درانی اور پھر کوٹ کے چکر میں مصروف رہا تھا، ابھی بھی وہ پہلے درانی کو تمام لیگل ڈاکومنٹس دے کر سیدھا یہیں کلینک آیا۔

"بہار میم"

یہ نام ہی ایسا ناپسند تھا کہ اوزان دایب انصاری کی آنکھوں میں حقارت بھرے شعلے اٹھے، وہ نا صرف پلٹا بلکہ عدم کو خشمگیں نظروں سے دیکھ کر کپکپانے پر مجبور کیا۔

"تمہیں کہا نہیں تھا اس عورت کا آنا یہاں ممنوع ہے"

غصیلے انداز میں عدم سے استفسار کیے اوزان نے بھوئیں اچکائیں جس پر عدم نے مسکینیت بھرا تاثر دیا۔

"سائیں وہ کہہ رہی تھیں بہت ضروری ہے ملنا، مجھے معاف کر دیں"

عدم نے اپنی غلطی کا بھونڈا سا بے بس جواز دیے اوزان کے غضب کو دعوت دی لیکن اوزان نے اسے آج بخشا اور اسی حقارت کے سنگ وہ اپنے کلینک آفس کی طرف بڑھا، کمرے کی ابتدا میں لگے سائن بورڈ کو الٹایا جس پر اب الگ طرح کے الفاظ کنندہ تھے۔

"Welcome to chameleon's Hell"

اور جب اوزان نے وہ سائن بورڈ پلٹا تو وہیں اندر آرام دہ کاوچ پر بیٹھی لڑکی اٹھ کر کھڑی ہوئی مگر اوزان نے نہ تو اسے دیکھا نہ دیکھنے کی زحمت کی بس اپنی رولنگ چیئر پر متنفر اور مغرور تاثرات کے سنگ براجمان ہوا جس پر بہارے کا دل جل کر راکھ ہو گیا۔

"کیوں آئی ہو یہاں؟"

بنا دیکھے ہی وہ اس قدر غرایا کہ اگر اس لڑکی کو دیکھتا تو کھڑے کھڑے روح فنا کر دیتا۔

"جب سے تم نے مجھے دھتکارا ہے، بہت ڈپریشن میں ہوں۔ تم اپنے پیشنٹس کے لیے بہت مہربان ہو، لیکن میرے لیے تمہاری یہ جنت، جہنم کیوں بن جاتی ہے؟"

بہار بھی کنول کی طرح ایک تیز اور شاطر لڑکی ضرور تھی مگر اپنے شاطر باپ اور بڑی بہن جیسی دوغلی نہیں تھی، اوزان کے لیے اسکا جنون اوزان کے بقول صرف دماغی خناس اور بیماری تھی، لیکن وہ جنون کے راستے سے پیچھے نہ ہٹنے کی ضد میں اپنا وقار، عزت نفس سب داو پر لگا چکی تھی، وہ کہتے ہیں نہ کچھ لوگوں کی بے مرادی بس انکے ہاتھ سے سرزد ہوئی اک چھوٹی سی خطا کی منتظر ہوتی ہے، بس بہار پاشا کی وہ خطاء اوزان دایب انصاری پر حاکمیت کی خواہش تھی، اسے پسند تھا وہ کمپلیئین جو کسی کے بھی دل پر حاکمیت کرنے کا ہنر جانتا تھا، جو ہر طرح کی محبت کا حق دار تھا لیکن اس شخص

کے آس پاس کے لوگ یہ غلطی کرتے کہ امیدیں باندھنے سے پہلے اوزان کی رائے لینا بھول جاتے اور پھر منہ کے بل گرتے، ان منہ کے بل بلکہ آسمان سے زمین پر گرنے والوں میں ایک بہار پاشا بھی تھی۔

"جاننے والوں کا علاج نہیں کرتا اوزان، کسی اور کے سر اپنا یہ لاعلاج عارضہ تھوپو جاکر۔ رہی بات اس جنت کے جہنم بننے کی تو مجھے سامنے والے کو اسکی اوقات کے مطابق ہی ہینڈل کرنا پسند ہے"

نظر اٹھائے ایک ایک لفظ تضحیک سے بہار پر انڈیلے وہ اس لڑکی کے اندر پنپتی وہشت کو مزید ہوا دے رہا تھا کہ وہ کوئی انتہائی قدم اٹھالے جبکہ بہار نے اپنی جگہ سے قریب آتے اوزان کی طرف آنا چاہا ہی تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں روکا جیسے اس لڑکی کا سایہ بھی برداشت نہ کر سکتا ہو، اس اہانت پر بہار کی آنکھوں میں ریت سی چبھی۔

"کیوں تم میری اتنی زلت کرتے ہو اوزان، ضروری نہیں میں بھی کنول آپا جیسی نکلوں، ڈیڈ جیسی نکلوں، پلیز مجھے مرنے سے بچالو۔ اپنا ساتھ دے دو، تمہارا کیا چلا جائے گا"

اس شخص کے گریز کے باوجود بہار نے اپنی عزت نفس ایک طرف رکھتے منت کی اور وہ اسکے لیے یوں تڑپنے کا ڈرامہ کرتی اسے زہر سے بھی مہلک لگ رہی تھی۔

"جس پاشا خاندان کی ایک لڑکی بیاہ کر ہم پچھلے بارہ تیرہ سالوں سے پچھتا رہے ہیں، تمہارا کیا خیال ہے ایک عقل مند اسی بدنام خاندان میں دوبارہ گھسنے کا سوچے گا؟ ڈھلوان سے دھکا لگے کو ہموار سطح بھی ڈراتی ہے بی بی۔ تم کنول انصاری جیسی نہ بھی ہوتی، تب بھی تمہارا ایسا کوئی چانس نہیں تھا، اب اپنا یہ ڈپریشن اور زہر دونوں اٹھاو اور چلتی بنو۔ جیسے تمہاری بہن نے شوہر حاصل کرنے کو پہلے سسر قابو کیا تم بھی کوئی ایسا ہی ڈھونڈ لو تمہارے والد گرامی کافی ماہر ہیں ایسے لوگوں کو ڈھونڈنے میں، خوش رہو گی"

اوزان نے جو بھی سرد مہری اور ناگواری سے جواب میں کہا وہ ایک دم صحیح تھا تبھی تو بہار صاحبہ کی آنکھوں سے اس درجہ بے عزت ہو کر آگ لپکی، ایک بہن چاچو سے زلیل ہو رہی تھی اور دوسری بھتیجے سے، کیا قسمت پائی تھی ان دونوں بہنوں نے۔

"مشورے کا شکریہ، لیکن مجھ سے زہریلے تو تم ہو اوزان دایب۔ تم نے کبھی یہ سوچا کہ خود تم کتنے بڑے جہنمی ہو، ایک مجبور انسان تمہارے پاس علاج کے لیے آتا ہے اور تم اپنے الفاظ کے نشتر اسکی روح میں اتار کر مزید اسکو لہو لہان کرتے ہو۔ میرا مشورہ آج بھی یہی ہے، یہ کلینک بند کر کے خود بھی کسی پاگل خانے میں بھرتی ہو جاو، کیونکہ تم ایک نارمل انسان نہیں ہو"

بہار نے اپنا غصہ ہر ممکنہ دباتے دگنا زہر اگلا پر وہ بلا کا مطمئین اسکی ہر بات سن کر زہر بھرا ہنس دیا۔

"تمہارے مشورے پر وقت آنے پر ضرور عمل کروں گا، نارمل انسان نہیں ہوں تبھی تم جیسی شاطر کے شکنجے میں نہیں پھنسا۔ اور کوئی بھاشن رہتا ہے یا ہو گیا تمہارا؟"

اوزان کے سلگاتے لہجے پر بہار کا چہرہ سرخ ہوا، جبکہ اوزان اسکی کیفیت دیکھ کر شر انگیز طریقے سے محظوظ ہوا۔

"میرا ہو گیا، اگر اس ڈپریشن کے دباو میں آ کر میں نے خود کے لیے موت چن لی یا کسی کی جان لے بیٹھی یعنی تمہاری فیوچر وائف اوزان تو یاد رکھنا دوبارہ کبھی مسکرا تک نہ سکو گے۔ ڈپریشن انسان کو کھا جاتا ہے، جانور بنا دیتا ہے، جیسے دایب انصاری کو جانور بنانے کے بعد کھا بھی گیا۔ خدا کرے تم کبھی ان کی خودکشی کا سچ نہ جان سکو، تڑپتے رہو۔ ویسے ہی جیسے مجھے تڑپاتے رہے ہو، کوئی تمہیں بھی تڑپائے، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرو۔ بے مروت حیوان"

جس قدر وہ بے عزت ہو کر نڈھال ہوئی تھی اس نے ایک ایک کر کے اوزان پر مزید نفرت سے قہر ڈھایا جبکہ بہار کے ہر جملے کے ساتھ اوزان کے چہرے کا سکون کم ہوتا چلا گیا۔

"ہر چھپے سچ تک ایک نہ ایک دن ہر خاص و عام کی رسائی ہو جاتی ہے، میری بھی ہو جائے گی۔ تمہیں میرے لیے ہلکان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں میری بہن۔ تم مرو یا کسی کو بھی مارتی پھرو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اوزان انصاری ہوں میں، آزمائے ہوؤں کا دوسری بار امتحان لینا اپنی توہین سمجھتا ہوں، اور ہاں تم مجھے جتنی مرضی بددعائیں دے لو، اگر میں انکا مستحق ہوا تبھی مجھ پر اثر کریں گی ورنہ دگنی شدت سے تمہاری طرف لوٹ کر تم پر رہی سہی زندگی تنگ کر دیں گی اور میں بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ کس دعا اور کس بددعا کا مستحق ہوں۔ اب تم یہاں سے جا سکتی ہو"

اوزان کے خود پر اس درجہ یقین نے بہار کو خوفزدہ کیا تھا، وہ سچ میں کپکپا گئی، کیونکہ بددعاوں سے وہی ڈرتے ہیں جنکو امید ہو وہ لگیں گی۔

اوزان کے اٹھے سر کی کوئی توجہ تھی لیکن کیا، ہر شخص اسی تجسس میں مر رہا تھا۔

بہار کے پاس کوئی جواب نہ بچا، وہ لاجواب، بے بس اور خاموش ہوتی بس اسے سرد نظر سے گھورتی رہی جیسے اپنے اندر کی جلن آگ کم کرنے کی کوشش میں ہو اور کاوچ پر رکھا اپنا بیگ لیے وہ اس پر نگاہ غیض ڈالتی اسکے آفس سے نکل گئی، اور اپنے ساتھ اپنی سیاہ روشنی بھی لے کر وہاں سے غائب ہو گئی۔

"جسکے پاس دعا سے زیادہ بد دعائیں دینے والے ہوں، محبت سے زیادہ نفرت کرنے والے ہوں، زندگی جینے کا اختیار دینے سے زیادہ مارنے والے ہوں کیا اسکا زندہ رہنا جائز ہوتا ہے محترم؟"

شعور میں اسکی اپنی آزردہ بھاری آواز گونجی تھی، شاید یہ سوال اس نے کسی بہت پیارے سے پوچھا تھا۔

"اسی کا زندہ رہنا جائز ہے، سامنے والا انسان ہمیں وہی دیتا ہے جو اسکے دامن میں زیادہ مقدار میں ہو۔ اضافی ہو۔۔جو نفرت دے سمجھ لو وہ نفرت سے بھرا ہے، دیتا رہے گا تب تک جب تک اس کے اندر بس محبت نہ باقی بچ جائے اور یہ سفر اسکی موت تک بھی بہت بار چلا جاتا کہ آخری وقت نفرتیں پھیلانے والوں کو جب موت جنجھوڑنے آتی ہے تب انکے دل کی بے مراد محبت بیدار ہوتی ہے لیکن تب توبہ اور قبولیت کا ہر در بند ہو جاتا ہے، جو محبت دے سمجھو محبت سے بھرا ہے، وہ نفرت دینے کی کوشش بھی کرے تو دے نہیں پائے گا۔۔۔۔ لیکن تم، الگ ہو۔ تم جب کسی کو محبت دو گے تو یاد رکھنا تمہارے دل میں محبت باقی نہیں رہے گی تم ایسی محبت دو گے جو تمہیں خالی کر دے گی، کیونکہ تمہارے پاس صرف محبت ہے، لیکن نفرت دینے کی کوشش کرو گے تو بہت برے ہار جاوگے، جو چیز ہمارے دامن میں ہے ہی نہیں اسے کہاں سے لا کر دیتے ہیں؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے

والے یا تو فنا ہو گئے یا امر، ایسا کوئی شخص جواب دینے کے لیے دنیا کو کبھی نہ ملا جو اس کھوج میں گم ہوا ہو۔

میں تمہاری روشن جبین دیکھ کر اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تم جیسے ناحق نفرتیں، عداوتیں، برہمیاں، انتشار، غصہ سمیٹنے والے کا دل اور روح محبت کے خوش بخت ذائقوں سے تا دم آخر مستفید رہے گی اوزان دایب لیکن اس خاص محبت میں کبھی وصل کی امید نہ رکھنا جو تم سب کے بعد کسی خاص کو دو گے، وصل کی امید نیت، خلوص، چاہت اور وابستگی میں کھوٹ اور مطلب لائے گی، اور تم ہر مطلبی جذبات اور تعلق جچتے نہیں بچہ"

یہ ایک ایک حرف اسکے دل پر لکھا تھا مگر نہ جانے یہ خوش الحان بزرگ آواز کس کی تھی، کیا وہ کوئی رہبر تھا؟ یا اوزان دایب کا ہادی۔

لیکن بہار کے سبب ذہن و دل پر حاوی ہوتی تھکاوٹ اور بیزارگی اس آواز کو یاد کر کے مکمل ختم ہو چکی تھی۔

وہ تو ٹھیک تھا لیکن فلو کی شکائیت گلے کے درد کے ساتھ چیسٹ پین میں بدل رہی تھی اور وہ تب بھی گھر جانے پر راضی نہ تھا، اسے واپسی پر دادا سائیں کے حوالے زینیش کی کڑوروں کی جائیداد کی فائیل بھی کرنی تھی، لیکن سمجھ سے باہر تھا کہ وہ یہ رنگ کیسے بدلے اور انکے نتائج کی تباہ کاریوں کے لیے پہلے سے کونسی احتیاطی تدابیر کرے سو اسے کچھ گھنٹے یہیں رہ کر سوچ بچار کرنی تھی۔

جبکہ زینیش ان سماعت میں پگھلے سیسے سے اترے زہر سے بے جان ہو گئی تھی، فیروز شمیشر انصاری کے لیے اب وہ لڑکی اہم نہ تھی کہ وہ اسکی خیریت دریافت کرتے، وہ سائن کر چکی تھی اب مرتی تو انکو فرق نہ پڑتا، لیکن زینو کے لیے باقی سب موجود تھے، مشائم، دیان اور اسکا سب سے اچھا دوست طلال انصاریؑ، پھر اسکی آئی جان، دیان ہی نے ایمر جنسی اسکا ڈاکٹر کے آنے تک معائنہ کیا اور وہ صدمے اور ذہنی اذیت کے سبب بے ہوش

ہوئی تھی، جبکہ انکے فیملی ڈاکٹر جب پہنچے تو انہوں نے بھی یہی کہا، سکون آور انجکشن ایک لگایا اور ایک دیان کو رات تک لگانے کی تاکید کی۔

جبکہ ابھی ایزل نے طلال تک کو بھی نہیں بتایا تھا کہ اسکی بیوی نے کتنا ظلم ڈھایا ہے اس بچی پر ورنہ آج یقینا کنول کی زندگی کا آخری دن ہوتا۔

سب زینو کے لیے ایک جیسے پریشان تھے، جبکہ طلال تو جب سے یونی سے آئے اسکے سرہانے ہی بیٹھے تھے، کنول اور فیروز نے ہی بس ڈنر کیا اور باقی سب بس زینو کی فکر میں تھے تو کسی نے کھانا نہ کھایا۔

..___________________________..

المان سیال کو کامیابی سے مشن مکمل کرنے اور کیمپ سے واپس قصور پہنچنے میں رات کے دس بج چکے تھے، جواد سیال واپس لاہور جا چکے تھے جبکہ اس وقت کٹھہرے میں خان سانول سیال تھے اور المان سیال کا وقت تھا اپنے ساتھ کی اس ناگہانی ناانصافی پر وہ انکو جنجھوڑ ڈالتا۔

پنار اور عائشہ بھی الماان کے غضب و اشتعال کے سبب خوفزدہ سی وہیں سیال حویلی میں خان بابا کے کمرے میں موجود تھیں۔

داداسائیں کی چپ مسلسل الماان کا دل نوچ رہی تھی پر وہ کیا جانتا کہ وہ جواب دینے کی ہمت جمع کرنے کو خاموش ہیں۔

"پورا کوٹ جانتا تھا وہ سیال والوں کی بہو بنے گی، اسکے باوجود کسی باہر والے نے نہیں میرے اپنوں نے ہی میرے دل کو اجاڑ دیا۔ جواب دیں دادا سائیں، آپ نے زینو کو کیوں ان درندوں کے سپرد کیا، میرا نہیں تو اسکی معصومیت اور ہمت کا خیال کر لیتے، کیا وہ ان شاطر، بے ضمیر اور چال باز لوگوں کے بیچ سروائیو کر سکتی ہے؟ اس سے اچھا تھا آپ سب کوٹ والے اسے بھی یعقوب حیدر کی طرح کسی قبر کا حصہ بنا دیتے"

الماان کا غصہ عام نہیں تھا، وہ اس وقت تکلیف اور وحشت کی آخری حد پر درماندہ و خزن زدہ کھڑا ان سب سے حساب مانگ رہا تھا جنہوں نے اس بار اسکی غیر موجودگی کا بہت غلط فائدہ اٹھایا۔

"میں نے سوچا تھا آپ لوگ میرے اپنے ہیں، میرے دل کا حال جانتے ہوں گے۔ زینو کو اپنی زندگی میں لا کر اسے اس بری دنیا سے بچانا چاہتا تھا، محبت نہ سہی وہ میری پسند تھی کیونکہ وہ ایک بہترین ہمسفر بننے کی ہر صلاحیت رکھتی تھی، مجھ جیسا حقیقت پسند انسان محبت، جنون اور عاشقی سے زیادہ ایک پر آمن روح نشین کا طالب رہا جو مجھے ہمیشہ زینو لگی۔

،کیسے آپ نے اپنے پوتے کی خوشئ اس جنگلی انسان کو تھما دی، کیوں؟ کیوں کیا آپ نے مجھ پر یہ ظلم۔۔۔۔"

جیسا ان سب نے سوچا تھا المان کی تکلیف اس سے سو گنا تھی، پنار، عائشہ یہاں تک کہ خان سانول سیال بھی آبدیدہ کھڑے تھے، المان انھیں ساری زندگی بھی اس ناانصافی پر اگر معاف نہ کرے تو یہ اس پر جائز تھا۔

"بولیں داداسائیں چپ رہ کر مجھے مزید تکلیف مت دیں، پورے کوٹ میں کیا ایسا کوئی ایک فرد بھی نہ تھا جو زینیش کے ساتھ کھڑا ہو پاتا، اسے اس ناانصافی سے بچا پاتا"

المان کی آواز ہر جملے کے ساتھ سخت اور اس حویلی کی اونچی دیواروں کے لیے ہیبت ناک ہوتی گئی اور اب بھی وہ ناپلٹتے اگر المان انکو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنے سامنے نہ لاتا۔

داداسائیں کی سرخ آنکھیں اسکے دل کا ہر احساس اکھاڑ کر رکھ گئیں۔

"مجھے پتا ہے تیرا نقصان سب سے زیادہ ہوا ہے دادا کے شیر پر میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا، یعقوب کی آخری خواہش یہی تھی۔ بنا نکاح کی شرط

کے اگر میں زینو کو اس حویلی بھیج دیتا تو وہ ضرور اس پر ظلم کرتے لیکن وہ اوزان کی زوجیت میں جا کر اس تکلیف سے بچ جائے گی"

دادا کی کسی بات، کسی صفائی کسی بھونڈی دلیل پر المان کا غم وغصہ سرد نہ ہو سکتا تھا، پھر وہ پہلے سے احساس جرم میں سلگتے دادا کو جن کینہ توز، ظالم آنکھوں سے دیکھ رہا تھا وہ ویسے ہی کسی کی بھی جان نکال سکتی تھیں۔

"بھول ہے یہ آپکی کہ نکاح کی یہ خفاظتی شیلڈ اسے ان لوگوں کے شر سے بچائے گی، بہت برا کیا ہے آپ نے دادا سائیں۔ میں نہ آپکو اس کے لیے معاف کروں گا نہ اس علاقے کے کسی فرد کو، یہ بات آپ یاد رکھیے گا۔
ادھر اپنے سینے پر لکھ لیں کے آپکے انصاف نے آپ کو پھر ہرا دیا، اس فیصلے میں شامل ہر فرد اس لڑکی کا مجرم ہے"

مزید نہ وہ کسی سے بات کر سکا نہ ان لوگوں سے کوئی حساب لے سکا اور اپنے ان چند تکلیف سے لبریز جملوں سے ہی دادا کے دل میں حشر برپا کیے جب

وہاں سے جانے لگا تو اپنی ماں اور بہن کو بھی انہی سنگدل نظروں میں لیتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔

"پنار، اسے دیکھ پتری۔۔۔"

دادا سائیں نے اپنے درد کرتے سینے کو ہاتھ سے جکڑے بھی پنار کو اسکے پیچھے جانے کا کہا جبکہ عائشہ پریشانی کے سنگ لڑکھڑاتے بابا کی طرف بڑھیں اور انکو سنبھال کر بیٹھنے میں مدد کی جبکہ پنار فوری الماں کے پیچھے دوڑی جو سیدھا دم گھٹنے پر حویلی کے کھلے لان کی جانب گیا تھا۔

سرد موسم کے باوجود اسکا سینہ گھٹ رہا تھا جیسے اندر باہر آگ لگی ہو۔

ناجانے وہ کس قدر ضبط کر رہا تھا کہ گہرے آنکھیں آتش کدے کا روپ دھارے ہوئے زدر ہو چکی تھیں، پنار نے حویلی سے باہر نکلتے ہی آزردہ سی نظر لان کی سمت کھڑے الماں کو دیکھا اور بھاری قدموں کے سنگ بے آواز چلتی اس تک چلی آئی۔

اس وقت وہ بالکل اچھے موڈ میں نہیں تھا اس کے باوجود پنار اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"کیپٹن!"

پنار نے اپنی ڈوبتی آواز کو بحال رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے آس سے اسے پکارا۔

"مر گیا کیپٹن، مار دیا ہے تم سب لوگوں نے۔ کیسا جنگجو ہوں جو اپنی لڑائی لڑنے سے پہلے ہتھیار ڈال کر ہار گیا۔ اس اوزان انصاری کی اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ زینو کو لے گیا، کیا یہ پوری دنیا ان لوگوں کی زر خرید غلام ہے پنار؟۔ تم نے کیوں نہیں روکا یہ سب، وہ نہیں جانتی تھی لیکن تم تو جانتی تھی کہ میں اسے شادی کے لیے پرپوز کرنے والا تھا۔ دادا سے بڑی ظالم تو تم نکلی پنار سیال"

المان کی ناراضگی، اسکی تکلیف، اسکا غصہ سب جائز تھا پر وہ اسے کیسے بتاتی کہ زینیش کے دل میں محبت کی کونپل تو بہت ماہ پہلے ہی اس شخص کے لیے پھوٹ چکی تھی جواب اسکا سچ میں حاکم تھا۔

" آپ ڈانٹ لیں، غصہ کر لیں لیکن پلیز خود کو تکلیف مت دیں کیپٹن۔۔۔۔ زینو کی زندگی میں وہ اونامی شخص اوزان ہی تھا، یہ قدرت کے طے کردہ فیصلے ہیں، ہم انسان اس میں کیا کر سکتے ہیں "

پنار چاہتی تھی اسے جو تکلیف ملنی ہے وہ ایک بار ہی مل جائے، پنار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیتے ہوئے جس تاسف اور بے بسی سے یہ سب بتایا، المان نے اسکے ہاتھ اپنے چہرے سے سنگدلی کے سنگ نہ صرف جھٹکے بلکہ پنار کو بازووں سے جکڑا۔

" اپنی بیوقوفی اور کم فہمی کو قدرت کے فیصلے کا نام دیتی ہوئی پنار سیال زہر لگ رہی ہے، وہ اونامی خناس ایک وقتی کشش کے سوا کچھ نہ تھا بد دماغ، ویسی

کشش جو ہر چمکتی چیز کے لیے دیکھنے والی آنکھ میں ابھر آتی ہے۔ زینو بہت معصوم اور آئینے کی طرح شفاف دل رکھتی ہے، اسے کیا پتا کہ اس بے رحم دنیا میں سروائیو کے لیے دل کے دامن کو ایسے انگاروں اور چنگاریوں سے بچا کر رکھنا پڑتا ہے۔ وہ بھی پچھتائے گی جب اپنے تصور میں آسمان بنائے شخص کو زمین پر گرتا دیکھے گی۔

وہ میری ہو جاتی تو اسے بتاتا آسمان کس چیز کا نام ہے لیکن تم سب کی وجہ سے میری ہر خواہش پوری ہونے سے پہلے مٹی میں مل گئی۔ جب جب وہ لوگ زینو کو تکلیف دیں گے، اس فیصلے کو لینے والا اور اسے تسلیم کرنے والا ہر فرد جہنم کی آگ میں سلگے گا۔ تم تو مجھ سے بات بھی مت کرنا، بہن نہیں دشمن نکلی ہو۔۔۔۔"

الماان نے اسے بازو جھٹکے سے چھوڑے تو پنار نے بے دردی سے اپنے آنسو رگڑے اور واپس منہ پھیر لیتے الماان کو تکنے لگی، وہ بہن بھائی سے زیادہ دوست تھے تبھی تو الماان کی ناراضگی نے پنار کو بہت تکلیف دی۔

"زینو آپکو دوست سے زیادہ کوئی جگہ نہیں دے سکتی تھی یہ آپ بھی جانتے ہیں، ہاں آپ دو کی ازواجی زندگی لاکھوں سے اچھی ہوتی مجھے یقین ہے کیونکہ اسکا اور آپکا دل ایک جیسا پاکیزہ اور نرم ہے، لیکن سب ہماری چاہت کے مطابق ہو ممکن نہیں ہے۔

، دل صرف ایک کے لیے علیحدہ کیے جاتے ہیں کیپٹن، اور اسکا دل بھی اوزان کے لیے بس ایک لمحے میں الگ کر دیا گیا اس میں نہ اس لڑکی کا قصور ہے نہ آپکی اس کے لیے پسندیدگی یا خلوص میں کسی قسم کی کمی تھی۔ مجھے اس شخص پر تو امید نہیں لیکن زینو کے کردار اور اسکی دریا دلی پر بہت مان ہے۔۔۔ وہ خود کو بچانا سیکھ لے گی لیکن اس کے لیے اسکا لڑنا ضروری تھا، آپ کیا چاہتے ہیں وہ بھی یعقوب حیدر کی طرح ساری زندگی کی اسیری قبول کر کے جیتے جی مر جاتی؟"

وہ اسکے اول کسی جملے پر تو نہ ہلا، بے حس و ساکت بنا رہا لیکن آخری پر اسے پلٹنا پڑا۔

جہاں پنار اسے ہی تکلیف کے سنگ دیکھتی اسکے رویے پر نادم ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔

"جو بھی ہو میں زینو کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر تنہا نہیں چھوڑوں گا، ہمدرد تو وہ مجھے اپنا مانتی بھی ہے اور تسلیم بھی کرتی ہے اور اس ناطے میرا فرض ہے میں اسے ان جنگلیوں سے بچاؤں۔ وہ مجھے نہ مل کر کسی لائق کے سپرد ہوتی تو مجھے دکھ نہ ہوتا، وہ ایک ایسے پاگل شخص کو دے دی گئی جسے خود صحیح غلط کا فرق نہیں پتا، جو خود گرگٹ کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ لڑکی تو اسکے بدلتے ہوئے رنگوں سے ہی ختم ہو جائے گی۔ میں زینیش کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا، یہ میرے ہمدرد ہونے کی توھین ہو گی۔ اسے غلط ٹھیک کا فرق اب الماان سیال ہی بتائے گا، وہ کنوئیں میں گرنا چاہے یا آگ میں کودنا، میں اسے ہر بار پہلے سے دگنی شدت سے روکوں گا"

بنا پنار کے سمجھائے کسی لفظ کا اثر لیے وہ اس وقت جو ٹھیک لگا وہی ضد اور ہٹ دھرمی کے سنگ چلاتے بولا اور حتمی فیصلہ سنا کر اس سے پہلے جاتا، پنار

نے نا صرف اسکی مضبوط بازو کلائی سے پکڑی بلکہ اسکی راہ میں آن حائل ہوئی جو پنار کو اب بھی ناراضگی سے دیکھ رہا تھا۔

"اور میرا قصور کہاں ہے اس سب میں؟ یہ بھی تو بتا دیں کیپٹن"

پنار کا دل اسکی ناراضگی سے سلگا تو وہ شکوہ کر گئی۔

"تمہارا قصور یہ ہے کہ تم المال سیال کی اچھی بہن سے زیادہ زینیش یعقوب کی اچھی دوست نکلی۔۔۔۔ ہٹو پیچھے"

اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوائے وہ ہنوز روٹھ کر جیسے گیا، پنار نے حسرت سے پلٹ کر لالہ کو دیکھا جو مکمل طور پر ٹوٹ چکا تھا اور ستم یہ کہ زخموں کو ناسور بنانے کا فیصلہ لے رہا تھا۔

المان کے غصے کے سبب اب کونسی نئی قیامت برپا ہونے والی تھی اسکا سوچ کر ابھی سے پنار کا دل ڈر رہا تھا۔

..________________________..

"سائیں یہ قہوہ ہے، پودینے سونف اور دار چینی کے بہت تھوڑے فلیور والا۔ پی لیں سینے کی جلن اور گھٹن سے آرام ملے گا"

اوزان ساڑھے دس بجنے کے باوجود ابھی تک فارم ہاوس میں تھا، شام سے اب تک ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اسکی کمر تک اکڑ چکی تھی پھر عدم نے آتے ہی اسکی زرا ڈاون طبعیت بھانپ لی تبھی وہ اوزان کی اجازت کے بنا ہی اسکے فلو اور گلے کے درد میں آرام کو وہ خاص قہوہ بنا لایا۔

"موسمی اثر ہے عدم، چوبیس گھنٹے تو جی بھر کر جنجھوڑے گا۔ اچھا کیا یہ بنا لائے"

اوزان نے اسکے میز پر لا کر رکھے شیشے کے بہت خوبصورت قہوہ کے کپ کو اٹھایا اور پہلا گھونٹ بھرا، میٹھے کے بغیر بنا تھا تبھی تھوڑی سی کڑواہٹ تھی، عدم کے دل کو اسی پر خوشی ملی کہ بنا ڈانٹ کے اسکی بات اوزان نے مان لی

اور کسی طرح کی برہمی کا بھی اظہار نہیں کیا ورنہ کچھ سالوں سے تو یہ بے جا غصہ، غرور اور اکڑ تو جیسے اسکی ذات کا حصہ بن چکی تھی۔

"آپ آج یہیں رکیں گے تو میں آپکے لیے کچھ ہلکا پھلکا کھانا بنانے کا کہوں رازق کو؟"

عدم نے گھڑی کو دیکھا جو کافی رات ہو جانے کا بتا رہی تھی تبھی عدم نے سونے کے لیے جانے سے پہلے اوزان سے پوچھنا ضروری سمجھا۔

"نہیں میں بس پانچ منٹ میں نکل رہا ہوں۔ دوبارہ یہ عورت یہاں مجھے نظر نہ آئے عدم ورنہ تمہاری گردن ہو گی اور میرا ہاتھ۔ جاو آرام کرو"

اوزان شاید طبعیت کے سبب آج مہربان تھا مگر عدم کو تب تب حیرت گھیر لیتی جب جب وہ اوزان کا نرم رویہ دیکھتا، عدم نے فرمابرداری سے تنبیہہ وصول کرتے سر ہلایا اور اسی ادب کا مظاہرہ کیے وہ اسکے آفس سے باہر نکل گیا۔

اوزان نے قہوہ ختم کیا اور خود بھی لیپ ٹاپ شٹ ڈاون کیے اس کی سکرین گرائے وہ لکڑی کے میز کی سطح پر رکھا اپنا فون والٹ اور چئیر کی پشت پر لٹکا کوٹ اتار کا بازو پر رکھے گلے کے درد کے سبب درد دیتا تاثر دیے وہاں سے باہر نکلا۔

باہر آیا تو موسم بہت خوبصورت اور سرد تھا، پرسکون رات، سرد ہوا کے باعث لہلہاتے درختوں کے پتے، جسم وجان کے خزن میں کمی کرتی آسمان پر چمکتے چاند کی چاندنی سب ہی دلفریب تھا۔

وہ اس وقت بہت تھکا ہوا تھا لیکن موسم نے ساری تھکن اتار دی۔

اوزان اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور کچھ ہی دیر میں اوزان کی گاڑی فارم ہاوس سے باہر نکل کر ایک معیاری رفتار سے سیدھی سڑک پر دوڑنے لگی۔

لگ بھگ آدھے ڈھائی گھنٹے تک وہ انصاری حویلی پہنچا، ڈرائیور نے دروازہ کھولا تھا، اور پھر پورچ میں لاکر روکتی گاڑی سے وہ جب اپنے بارعب ووجیہہ

شخصیتکے سحر بکھیر تا باہر نکلا تو حویلی پر عجیب سے بد نما سائے کو محسوس کیا، شاید اسکی چھٹی حس عام لوگوں سے بہت تیز تھی، دماغ کی طرح۔

چار سو اس قدر خاموشی رقصاں تھی کہ وہشت ہوتی، زرا دل نہ چاہا اس حویلی کے اندر جائے مگر گلے کے جکڑنے کے سبب وہ گاہے بگاہے کھانس بھی رہا تھا، اور اب بھی اگر اس ٹھنڈ میں باہر بیٹھتا تو طبعیت اور بگھڑتی سو اندر ہی اپنے قدموں کو چلنے کی ترغیب دی۔

ہر طرف ہو کا عالم تھا کیونکہ بارہ بجنے میں کچھ ہی وقت تھا اور اس وقت تک سب سو جاتے تھے۔

لیکن ایزل مریم اسکے لیے آج بھی بیدار تھیں، کچھ دیر پہلے ہی وہ زینو کو دیکھ کر آئیں تھیں اور طلال اب بھی زینو کے پاس تھے۔

آئی جان کو کچن سے نکلتا دیکھ کر وہ جو سیدھا اپنے کمرے کی طرف ہی جانے کا ارادہ کیے سیڑھیاں چڑھنے والا تھا، واپس پلٹا۔

"اوزان! یہ چہرہ کیوں زرد ہو رہا ہے۔ طبعیت ٹھیک ہے؟"

وہ اسے دیکھتے ہی اسکی بوجھل آنکھوں سے بھانپ گئیں تبھی تو جب اپنے ہاتھوں میں اوزان کا چہرہ لیا تو اسے ہلکا بخار تھا یہ جان کر تھوڑی فکر مند ہوئیں۔

"ٹھیک ہوں، آپ جانتی ہیں آتا جاتا موسم اثر بہت شدت سے کرتا ہے۔ گلا جکڑا ہوا ہے شام سے۔ لیکن صبح تک بہتر ہو جاوں گا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جائیں"

اوزان سے اس وقت ٹھیک سے بولا بھی نہ گیا اور اسکے یوں خود کی طبعیت کو بچپن کی طرح ہلکا لینے پر وہ برہم ہوئیں۔

"کیسے بے فکر ہو جاوں، اتنا سا منہ نکل آیا زرا دیر میں۔ تم جاو کمرے میں، کھانا اور دوا لاتی ہوں میں"

آئی جان کی وہ نہ مانتا تو جانتا تھا ساری رات وہ بے چین رہتیں تبھی بنا کوئی اعتراض کیے اس نے سر ہلایا اور سیڑھیاں چڑھا مگر اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے جب اس نے چاچو کو اپنے ساتھ والے کمرے سے فکر و پریشان سا نکلتے دیکھا تو اسکے چہرے پر بھی حیرت اتری کہ وہ اس کمرے میں کیا کر رہے ہیں، تفتیشی نظریں طلال پر جمائے وہ رکا، وہ بھی اوزان کو آتا دیکھ کر رک گئے۔

"خیریت ہے، یہاں کیوں آئے تھے۔ کون ہے وہاں؟"

اوزان نے مشکوک نظروں سے چاچو کا جائزہ لیے اس کمرے کی طرف اشارہ کیے سپاٹ ہوتے پوچھا۔

"زینو ہے، وہ شام میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ اب تک ہوش نہیں آیا، پتا نہیں کونسی ٹینشن لی اس معصوم نے، تم نے ہی کوئی بمب پھوڑا ہو گا اسکے سر پر، یہ بھی نہیں سوچا کہ ابھی باپ مرا ہے اسکا"

چاچو کو خود پر برستا دیکھے وہ اس قدر سخت گھورا کہ وہ خود ہی نظر پھیر گئے۔

"کہاں جا رہے تھے ؟"

نہایت تندہی سے دوبارہ سوال آیا۔

"دیان کو کہنے جا رہا تھا کہ آکر اسے دوسرا انجکشن لگا دے۔ڈاکٹر نے کہا تھا اگر ہوش میں رات تک بھی نہ آئی تب لگانا ہے"

یہ سب اوزان امید نہیں کر رہا تھا کہ وہ اس قدر بے جان ہو جائے گی، دل کو اس لڑکی کی تکلیف جان کر دھکا لگا لیکن اپنی فکر بھلائے کہ اس وقت اسے خود سکون، آرام اور نیند کی ضرورت ہے، سب پر دو حرف بھیجے اور چاچو کے ہاتھ سے سرنج اور انجکشن بے مروتی سے چھپٹ لیا، طلال نے اسکی اس حرکت پر برہم نظروں سے لتاڑا۔

"میں لگا دوں گا، آپ کو اسکی اتنی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ آپکی بیٹی نہیں ہے جو تڑپ رہے ہیں۔۔۔ جائیں آرام کریں جا کر"

اوزان کو اس وقت بھی سنگدلی سے پیش آتا دیکھ کر وہ اسے بس آزردگی سے دیکھ ہی پائے کیونکہ اس بے حس کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا، نہ وہ اس سے اس وقت مغزماری کرنے کی پوزیشن میں تھے، زینو کی تکلیف انکو اپنی تکلیف سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

"تم بھی، بیمار لگ رہے ہو بے حس، شب بخیر"

اوزان کو لگا وہ اس پر طنز کر گئے ہیں تبھی ہمدردی کی دکان نامی چچا خضور پر برہم نظر ڈالے وہ اپنا کوٹ ویسے ہی ہاتھ میں پکڑے اک گہری سانس کھینچتا زینو کے کمرے کا دروازہ کھولے اندر آیا اور بلیذر کو وہیں داخلی دروازے کے پاس ہی رکھے کاوچ پر پھینکتا سرسری سی نظر زرا سی کروٹ پر لیٹی زینیش پر ڈالی جو نرم بستر پر باریک مگر گرم لحاف میں تھی۔

اوزان نے چاچو سے چھپٹا انجکشن اور سرنج وہیں اسکے سنگل بیڈ کی سائیڈ میز پر جھکتے رکھا اور خود اسکے کروٹ پر لیٹے ہونے کے مخالف جا کر وہیں اسکے

قریب بیڈ پر بیٹھا جیسے اسکو گردن پھیر کر دیکھنے کا کوئی ارادہ نہ ہو لیکن ناجانے کیوں اس سے بے اعتنائی برتنے کی زرا سی کوشش پر ہی اوزان دل کی گھٹن میں بے چینی کا بھی اضافہ ہوا تو وہ گردن زرا پھیر کر اس کے حزن و ملال کے مسکن چہرے کو دیکھنے لگا، پھر زرا مزید ترچھا ہو کر قریب سرک کر بیٹھے اس نے بہت فکر کے سنگ آہستگی سے اپنا مضبوط و پرکشش ہاتھ بڑھا کر بہت احتیاط سے زینو کے رخسار و جبین پر بکھرے ملائم بال سمیٹ کر جب اسکے کان کے پیچھے اٹکائے تو زینو کے مرمریں ہاتھ نے بے اختیار ڈر کر اسکے اسکی ہاتھ کو جس طرح مٹھی میں جکڑا، اوزان نے بوکھلائی سی نگاہ پہلے زینیش کے تپتے، مگر راحت نشین ہاتھ پر ڈالی پھر اسکی بند آنکھوں پر، اس لڑکی کے چہرے پر تکلیف کا تاثر وہ بنا غور کے دیکھ سکتا تھا جیسے وہ بہت تکلیف سے گزر کر خود سے بیگانی ہوئی تھی۔

"تم مجھے سن سکتی ہو؟"

اوزان نے اسکے حرکت کرتی پلکوں، نیم وا کھلتے بند ہوتے ہونٹوں، اپنے ہاتھ کو جکڑنے کی شدت بڑھاتے ہاتھ کی جانب سے اپنی توجہ بہت دقت سے ہٹائی اور زینو کے آہستہ آہستہ بحال ہوتے حواس کے سبب اسے نرمی سے پکارا، اسکی گال تھپکائی مگر وہ گہرے گہرے سانس تو لے رہی تھی پر آنکھیں سختی سے بند تھیں، وہ آہستہ آہستہ بیدار ہو رہی تھی، اوزان کے لباس سے اٹھتی مسرور کن خوشبو بہت دھیرے سے زینو کے حواس جنجھوڑ کر اسکے دل کو ڈھارس دے رہی تھی کہ وہ اس تکلیف کے لمحے اسکے پاس ہے، اور وہ ریزہ ریزہ بکھری لڑکی پہاڑ جیسی مضبوط ہو رہی تھی، اگر صرف اوزان دایب کی خوشبو ہی زینیش کو حفاظت کا اس قدر قوی احساس بخش رہی تھی تو وہ خود کبھی اگر اسکا آسمان بنتا تو کتنا خوبصورت لگتا؟ شاید دنیا کی ہر خوبصورتی اس کے آگے ماند پڑ جاتی۔

عجیب سی دھن کہ وہ اسکے آس پاس ہی بیٹھا رہے، فضول میں دل کا تقاضا کہ اٹھ گیا تو جان جائے گی، کسی انسان، جانور یا پرندے پر رحم کھانے کے لیے بھی زرا سی مہربانی درکار ہوتی ہے، وہ بے رحم تھا؛ اصولوں کا سخت تھا مگر وہ مہربان بھی تھا، بہت صابر اور مضبوط حواس کا مالک بھی ورنہ جیسے آنکھیں دیکھنے پر راضی ہو جائیں اسے دل اپنے دل سے لگانے میں دیری نہیں کرتا لیکن وہ تو ایسے کسی سفر میں دل کو تو نہ روک سکتا تھا پر اپنے قدموں کو روکنے کا بھرپور اختیار رکھتا تھا۔

وہ محسوس کن لمحہ جب اپنے ہاتھ کو جکڑے اس ملائم ہاتھ کو اوزان نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر زرا سا زور لگائے کھولا، ہتھیلی پر لکھے اس حرف کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا خوبصورت اور عافیت خیز تھا، الگ تھا لیکن کیوں؟

کیا اس نے زینیش کو اپنے دل میں بنا دستک کے ہی چلے آنے کی اجازت دے دی تھی؟ اسکے ہاتھ سے زینو کا ہاتھ جڑا تھا، یہ لمس کہیں سے غیر ضروری نہیں تھے، ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں میں ہتھیلوں کی حرارت اتر رہی تھی، دلوں میں کچھ ان کہے ساز بکھیر رہی تھی، سب کے لیے ایک جیسی سرد مہر وہ سنہری شربتی آنکھیں زینو کے لیے بدلی ہوئی تھیں، ان میں ٹھہرے ہوئے رنگ رضا سے وابستہ تھے، بالکل ویسے جیسے وہ اسکو دیکھنے میں دلچسپی رکھنے لگا ہو۔

وہ اسکے ہاتھ آزاد ہونے پر اسی بے خبری میں پھر سے اوزان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ جکڑ چکی تھی جیسے ڈر رہی ہو، اسکے اتنے سے میسر آنے سے بھی محروم ہو جانے کا خوف اسے آنکھیں کھولنے نہ دے رہا ہو۔

"درد مند انسان نہیں دل ہوتے ہیں، دلوں کی درد مندی کی شدت بے اختیار ہوتی ہے۔ دل اسی طرف کھینچتا ہے جہاں اسکا منتخب راستہ بچھا ہو"

ان جملوں کو بہت مدھم آواز سے ہونٹوں کے سنگ ادا کرتے ہوئے اوزان انصاری کی آنکھوں میں ہار جانے کا آٹھواں رنگ آب و تاب سے حاوی تھا، پہلے سات رنگ تو اسکے لیے جیت کے تھے۔

وہ اسکے ہاتھ جکڑنے پر زرا سا اٹھا اور بیڈ کے سرہانے کی جانب بیٹھا کیونکہ اس طرح اسے لگا زینش کا ہاتھ دہرا ہونے کے سبب تکلیف میں مبتلا ہے، اب یوں اسکے سر کے قریب بیٹھا وہ اپنے ہاتھ میں زینش کے ہاتھ کو آرام دہ انداز میں مقید دیکھے خود بھی اپنا سر بیڈ کی کمر سے ٹکا گیا، تادیر ایک بے مقصد منظر دیکھنا اسکو آنکھوں کی بینائی کا ضیاع لگتا تھا۔

آنکھیں موندیں تو لمحہ لگاتے کئی منٹس سرک گئے، لیکن وقتی سہی اوزان کی آنکھوں کو سکون ملا تو اس نے اپنی آنکھیں کھولے ہلکا سا کھانستے بے آرام ہو

کر واپس گردن گھما کر نظر جھکائے زینیش کو دیکھا، مڑنا اور جھکنا تو اس لڑکی کو دیکھتے ہی فرض ہو رہا تھا، پھر کیسے وہ اپنے دعووں پر پورا اترتا، اک لمحہ اسکے دل میں نہایت تند اور بے رحم لہر اتری۔

ایزل مریم جو اوزان کا کھانا اور اسکے لیے میڈیسن اسکے کمرے میں لے کر گئیں تھیں، اسے وہاں نہ پا کر کھانے کی ٹرے وہیں رکھے جب زینیش والے کمرے میں آئیں تو اوزان کو زینو کے پاس اسکے سرہانے بیٹھے دیکھ کر انکی آنکھوں میں راحت اتری، زینو نے جس طرح اوزان کا ہاتھ اپنے نازک و گداز ہتھیلی میں جکڑنے کے انداز میں پکڑ رکھا تھا وہ خود بھی چھڑوا نہ پا رہا تھا، کسی سے دامن چھڑوانا تو آسان تھا، مگر کسی ایسے سے ہاتھ چھڑوانا ممکن نہیں تھا جو اس خفیف محبت بھرے ڈھارس پہنچاتے لمس کے پیچھے اپنے ڈر چھپائے بیٹھا ہو۔

آئی جان کے کمرے میں آنے پر اوزان نے خفیف سا گھبرا کر اپنا ہاتھ زینو کی ہتھیلی سے نکال کر چھڑوانا چاہا پر ایزل مریم نے پیار سے ایسا نہ کرنے کا

اشارہ کیا تو اوزان نے اس لڑکی سے دامن بچانے کی مزاحمت، ماں کے حکم پر فوری روک دی، اس سے ظاہر تھا کہ وہ ایزل مریم کا اب بھی فرمابردار بیٹا تھا، یہ احساس اس ماں کے لیے پھر سے جی اٹھنے کے مترادف تھا۔

"اسکا ہاتھ پکڑ لیا ہے تو کیا میں امید رکھوں کہ اسے دل سے بھی لگاو گے ؟"

وہ وہیں کھڑیں اوزان کو تکتی حسرت کے سنگ جو بولیں، اوزان کے نرم و مہربان تاثرات لمحے کے ہزارویں حصے سخت اور بے رحم ہوئے۔

"ہاتھ تو کسی راہ چلتے کمزور اور ناتواں راہگیر کا بھی تھاما جاسکتا ہے، اسے راستہ دیکھانے کی خاطر۔ اسکے اسکی ٹھیک سمت کی جانب پلٹانے کے لیے۔ ہر آتے جاتے کو دل سے لگانے والے بیوقوف ہوتے ہیں، کون کب دل سے لگ کر سینے سے دل نکال کے چلتا بنے کب پتا چلتا ہے، احتیاط علاج سے بہتر ہے"

بھاری بوجھل مگر بے تاثر لہجے میں بولتا اس نے ایزل مریم کو یوں دیکھا جیسے انکی امیدیں ریزہ ریزہ کرنے کا یقین اس ماں کے چہرے پر تلاش رہا ہو۔

انکے دل میں ٹمٹماتی امید اوزان نے لمحے میں توڑی۔

"تمہارا اور اسکا ساتھ آسمان پر لکھا تھا، اسے اجلت میں گنوا نہ بیٹھنا۔ یہ جو تمہیں کمزور اور ناتواں راہگیر دیکھائی دے رہی ہے، ممکن ہے تمہاری ہی ہمراہی ہو، تمہارے لیے ہی اسے اتنا معصوم و پیارا بنا کر زمین پر اتارا گیا ہو، تمہاری روح کے جوڑ کے لیے، جسم کے لباس کے لیے، دل کی راحت کے لیے، ذہن کے سکون کے لیے"

ایزل مریم کا ایک ایک لفظ اسے اس ہاتھ کے ملائم احساس سے متنفر کر رہا تھا، اسے زینو کے ہاتھ تک سے خوف آیا، ایسا سب اسکے لیے موت کے بعد بھی ناممکن تھا۔

وہ اوزان کے ضبط کرنے کے سبب سرخ ہوتے چہرے اور آنکھوں کی وجہ سے اپنی یہ سب باتیں ختم کر گئیں، کیونکہ جانتی تھیں برداشت سے کھیل گئی ہیں اور اوزان سلگ رہا ہے۔

"یہ سب صرف بکواس ہوتی ہے، اس محبت کا اس جہاں میں کوئی وجود نہیں جو واقعی محبت کے نام پر پورا اترتی ہو"

ناگواریئیت سے بھرے لہجے میں اس نے ماں سے نظر چرائی تو ایزل مریم کا گلاب چہرہ مرجھا گیا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟ شام تک تو ٹھیک تھی"

اوزان نے اپنی گھبراہٹ، نفرت، غصے اور خفگی کو پر اعتماد و متجسس ہو کر سوال کرنے کے سبب دبایا۔

"کنول۔۔۔اس نے بہت تکلیف دی ہے اسے۔اسے کہا کہ یہ آلایہ اور یعقوب کی ن۔ناجائز بیٹی ہے۔سزا مل چکی ہے اس بدبخت کو"

وہ بھی دور کھڑی تھیں جو قریب چلی آئیں اور اوزان کے کندھے کا سہارہ لیے بیڈ کے پاس آکر کھڑیں اس بے جان کو دیکھتے غم سے لبریز آواز میں بتاتے بولیں جس پر اوزان کے چہرے پر بھی سختی در آئی، چہرے کی رنگت لمحہ بھر لہو ہوئی۔

"تو سچ ہی کہا ہے، یہی حقیقت تو اس حویلی کے در و دیوار میں جذب ہے۔ تو پھر آپ نے خوامخواہ اس عورت سے کیوں منہ ماری کی آئی جان؟"

وہ جو اس امید پر تھیں کہ وہ کنول کو اسکی سزا دے گا، اوزان کے ایسے کٹھور پن اور استفسار پر پتھرا کر رہ گئیں، جبکہ اوزان یہ جواب دیتے بلا کا مطمئین و بے مروت دیکھائی دیا، نظر اپنے ہاتھ میں مقید زینو کے ہاتھ پر جمی تھی۔

"تم بھی سنی سنائی بکواس اور بے سر و پا باتوں پر یقین کر چکے ہو؟ اوزان اللہ کے عذاب سے ڈرو میری جان۔ اس بچی پر رحم کرو، ظلم کرنے والا حقیقت میں کون ہے اسکی تلاش تمہیں کرنی ہے، جن کے دامن تمہیں صاف لگ

رہے ممکن ہیں انہی پر یعقوب اور آلایہ کے خون کے چھینٹے ہوں، اپنے فہم و ادراک کو زنگ آلود ہونے سے بچاو، تم آنکھوں دیکھے پر بھی یقین نہ کرنے والے میرے بیٹے، لوگوں کی کہی باتوں پر ہرگز کان دھرنے والے نہیں ہو۔ آلایہ اور یعقوب دونوں باکردار تھے، دونوں کے کردار کی گواہی دیتی ہوں، سب کی آنکھوں میں دھول جھونکنی ممکن ہے لیکن تم تو صرف سچ پر یقین کرنے کے عادی ہو۔

یہ مر جائے گی اگر ایسی بے بنیاد اور جھوٹی باتیں اسکے ارد گرد ہوتی رہیں، ایسے جملے جو کنول نے اُگلے وہ اس معصوم کا دماغ پاگل کر دیں گے، جس طرح یہ بے جان ہو گئی ہے یہ تو تکلیف سہہ سہہ کر ہی مر جائے گی۔ کیا تم اس بے قصور اور مظلوم کو بے موت مرنے دو گے؟"

آئی جان کی دلخراش، سوہان روح باتیں اسے اس وقت سمجھ نہ آئیں، دماغ سینے اور گلے کے درد کے سبب مفلوج تھا لیکن زینو کو لے کر وہ ماں کے ان سوالوں پر تڑپا ضرور تھا، یہ الگ بات کہ تڑپ ظاہر نہ کی، چہرے پر اس لڑکی

کے لیے سنگدلی ہی سجائے رکھی جیسے ظاہر کر رہا ہو کہ اسکے ہونے یا نہ ہونے سے اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔

"ہر کوئی اپنی جہنم کا خود وارث ہے، یہ تو روایت ہے کہ ماں باپ کا کیا اولاد کبھی نہ کبھی ضرور بھگتتی ہے۔ ویسے بھی اب یہ میرے کسی کام کی نہیں، اسکے باپ نے جو کچھ بابا سے چھینا وہ میں واپس لے چکا ہوں، ٹھیک ہوتی ہے تو اسے واپس بجھوا دوں گا۔ جیت میری ہوگئی، یہ ہار گئی۔ اس نے اپنے حق سے دستبرداری کے وقت کوئی واویلا کوئی احتجاج نہیں کیا سو اس میں ہم سے لڑنے کی سکت نہیں ہے میں نے جان لیا"

وہ اس قدر بے حس اور بے رحم تھا کہ ایزل مریم کی آنکھوں میں اوزان کے اس فیصلے پر آنسو اتر آئے، دل چاہا اپنی اس جان سے پیاری اولاد کو جنجھوڑ کر رکھ دیں۔

"ت۔۔ تم کتنے بے رحم ہو گئے ہو اوزان، یہ تمہارے نکاح میں ہے بچے۔ اسے اس رشتے کا حق نہ سہی اسکے ٹوٹے دل پر مرہم ہی رکھ دو۔ اپنے نام لگی اس معصوم کو کیا اتنا خالی کر کے چھوڑو گے کہ وہ زندہ رہنے کے لائق ہی نہ بچے۔ تمہیں اس پر پیار نہیں آیا، یہ کتنی پیاری اور سادہ ہے۔ بھولی سی، آجکل کی تیز لڑکیاں جن سے پناہ مانگنی چاہیے، انکا ایک فیصد اثر نہیں۔ اسکی آنکھوں میں تمہیں پاکیزگی نظر نہیں آئی، جائز اور ناجائز ہونے کا اختیار کیا انسان کے پاس ہوتا ہے؟ چلو مان لیا ناجائز ہے بھی تو اس میں اسکا کیا قصور ہے؟ کیوں تم اسکے دل کی اچھائی اور روح کی روشنی نہیں دیکھ پا رہے۔ اسکا ہاتھ پکڑنے کی کوشش تو کرو۔۔۔۔۔ پلیز"

ماں کے یہ سب اکساتے، تڑپ جگاتے، زینو کے لیے سوچنے پر مجبور کرتے جملے اسے مزید بیزار کر رہے تھے، وہ کچھ بھی سننا نہیں چاہتا تھا، پہلے ہی بمشکل اپنے دھیان کو زینو سے ہٹانے میں ناکام ہو رہا تھا، وہ اس کے دل کے بعد روح میں بھی گھل رہی تھی، وہ ڈر رہا تھا اس وقت سے جب اسکی

موجودگی زندگی میں لازم ہو جاتی اور اسکے نہ دیکھائی دینے پر وہ بالکل کسی نشے کے عادی کی طرح رحم کا طالب بن کر رہ جائے۔

"مجھے آپکی کوئی بات سنائی نہیں دے رہی آئی جان، آرام کریں۔تب بات کریں گے جب میں حواس میں ہوں گا"

وہ زینیش کو دیکھتا ہوا بہت کوفت سے بولا جس پر ایزل مریم مزید کچھ نہ بولیں بس چپ چاپ کمرے سے نکلیں اور چند سیکنڈ گزرے کے اوزان کے لیے کھانے کا ٹرے اور میڈیسن وہیں لائیں اور بنا اس سے بولے میز پر رکھے بس آخری دلخراش نظر وہ زینو اور اوزان کے ہاتھ پر ڈالے کمرے سے نکلیں بھی دروازہ بھی آگے کر گئیں، اوزان کے لیے اس دل کی الجھن اور بے آرامی کو برداشت کرنا مشکل تھا۔

"تمہیں بنا لڑے جھگڑے اپنا سب کچھ مجھے نہیں دینا چاہیے تھا، تم نے اپنے لیے میری یہ بے رحمی خود چنی ہے کیونکہ میں اس لڑکی سے کیسے مقابلہ

کروں جس میں لڑنے کی ابیلٹی ہی نہیں، کل بھی ہاروگی سو آج ہی سہی۔
لیکن یہ سچ ہے اس دنیا میں آئی جان اور میشی کے بعد وہ تم ہو جسکا مرنا میں اپنے مرنے کے بعد چاہتا ہوں"

وہ اسکا ہاتھ اپنے پر حدت ہاتھ میں دیکھتا کرب سے سوچ رہا تھا، ایک اعتراف تو کمیلئین نے کرلیا، اور لگ رہا تھا اسکا براوقت زینو کے بس بے خبری میں یوں ہاتھ جکڑ لیتے ہی شروع ہو گیا ہے۔

"ب۔۔بابا"

اسکی سوچیں زینیش کے سسک اٹھنے نے منتشر کیں، وہ اسکا ہاتھ آزاد کر چکی تھی، لیکن جب آنکھیں کھلیں تو اپنے بہت پاس بیٹھے اوزان کو دیکھ کر نہ اسے اپنی آنکھوں پر یقین آیا نہ اس سامنے بیٹھے شخص کی موجودگی کا احساس سچا لگا۔

اس سے پہلے اوزان اسکے پاس سے اٹھتا، زینیش نے اسکا ہاتھ پہلے سے دگنی شدت سے نہ صرف پکڑا بلکہ اٹھ بیٹھی، رو رو کر ہلکان آنکھیں لمبی بے خبر اذیت کے باوجود متورم تھیں، وہ جن تاسف زدہ نگاہوں سے اسے تک رہی تھی وہ اچھے بھلے انسان کا ایمان خراب کر دیتیں، لیکن وہ تو بے حس بنا ہوا تھا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا"

جس طرح زینو سے اس سے ہاتھ چھڑوانا چاہا، وہ اسکی پھیری نظروں میں منجمد نفرت کے باوجود اسکا ہاتھ نہ چھوڑ سکی، جیسے بہت بے بس تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں میرا ہاتھ چھوڑو"

نظریں ہنوز چراتے اوزان نے دباو دینے کی کوشش کی مگر زینو کی آنکھ سے رخسار تک اترے آنسوؤں کو دیکھتے اوزان نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ

نکالنے کی کوشش ترک کی، وہ اسکی بازو جکڑتی چہرہ اسکی بازو سے جوڑے سسک اٹھی

"م۔۔مجھے واپس چھوڑ آئیں پلیز۔۔آ۔۔آپ نے سب لے لیا، اب میں مروں یا جیوں۔۔آپکو تو فرق نہیں پڑتا۔ کہا تھا آپ نے۔۔۔م۔۔میں اس جگہ نہیں رہ سکتی جہاں میری مم۔۔ مما سے سب نفرت کرتے ہیں، ا۔۔اور اس نفرت میں وہ یہ بھی بھول گئے ک۔۔کہ کتنا گ۔۔گندالفظ ہے ناجائز۔۔۔۔پلیز م۔۔مجھے ابھی چھوڑ آئیں۔ یہاں م۔۔میرا کوئی نہیں ہے"

زینو کی سسکیاں، اسکے خزن سے ٹپکتے آنسو، اسکی سنہری آنکھوں کا زردو سرخ پن، پھر لہجے میں گھلی اذیت اور یوں اس کی بازو سے لگ کر تڑپ اٹھنے پر وہ کچھ نہ بول پایا، وہ مسلسل اسکے ہاتھ کو دباتی شاید صرف اسی سے امید اور رحم کی طلب گار تھی، شاید اس لیے کہ وقتی سہی وہ اس وقت اس سے سب سے زیادہ قریبی رشتے میں جڑی ہوئی تھی۔

"م۔۔مجھے آپ اب۔۔اپنے گھر نہیں رکھنا چاہتے، م۔میں کسی پر بوجھ نہیں بن سکتی۔اور اگر ا۔ایسے ہی سب مجھ سے نفرت کرتے رہے تو میں کسی کا سامنان۔

نہیں کر سکوں گی، وہ ک۔۔کہہ رہی تھیں اس گھر کے سب لوگ مجھے ن۔۔ناجائز مانتے ہیں۔۔۔۔"

وہ روتی ہوئی اس سے یہاں سے جانے کی اجازت مانگ رہی تھی مگر دوسری جانب ہنوز لاتعلقی تھی، وہ سمجھ نہ پایا کیوں چند گھنٹوں میں اپنے ہی فیصلے سے مکر رہا ہے، گھنٹے تو دور ابھی کچھ دیر پہلے اس نے آئی جان سے بھی تو یہی کہا تھا کہ وہ اسے واپس بجھوادے گا لیکن جب یہی خواہش زینو نے کی تو وہ برداشت نہ کر سکا، خود پر طیش آیا کہ آخر اسکے ساتھ قدرت یہ کیسے مزاق کر رہی ہے۔

کیونکہ اسکے لیے مڑنے اور جھکنے پر مجبور کر رہی ہے جس کے لیے وہ بڑے بڑے بول بنا سوچے بول بیٹھا تھا۔

"س۔۔ سنیں نہ۔۔"

اسے چپ دیکھ کر جس طرح زینو نے اسکی بازو ہلائی وہ اب بھی کچھ نہ بولا، حالانکہ اس لڑکی کی ٔ چھونے کی حس بہت طاقتور تھی، اوزان نے کبھی کسی کے چھونے یا یوں ہاتھ پکڑنے پر ایسی بے بسی محسوس نہ کی جھسی اس وقت کر رہا تھا۔

وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اسکی تحقیق کے مطابق جب ایک عورت روتی ہے تو اسکے دل کی ایک باریک وین کٹ جاتی ہے جبکہ وہ کتنی دیر سے مسلسل رو رہی تھی، اسے ڈر تھا اگر یہ لڑکی ڈپریشن میں چلی گئی تو ہر دن اپنی زندگی کے خوبصورت بھہتر دن بھولتی جائے گی، اس لڑکی کے بس خوبصورت یادوں کے سوا اب بچا ہی کیا تھا کہ وہ بھی چھن جاتا۔

"Be kind to her Man, be kind, don't break Her, value her tears,Do something for Her abnormal Breath,for her Fast Heart Beat, For Her Sadness,For her loneliness,for Her comfort,For Her dignity,For Her Power"

وہ تو اپنی سننے میں محو تھا، اسے زینو کی بات کیسے سنائی دیتی اور زینیش کو لگا وہ دیوار سے باتیں کر رہی ہے، بے بس ہوتی وہ خود ہی اسکا ہاتھ آزاد کرتے واپس لیٹنے لگی مگر اسے لگا اب اس سے نہیں اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑا ہے تبھی تو وہ چھڑوا نہ پائی نہ اس سے منہ پھیر سکی، یہ اتنی سی ڈھارس زینو کو پھر سے نظر اٹھا کر اوزان کو دیکھنے کی ہمت دے گئی، لیکن وہ اس وقت زینو کی تکلیف اور حسرت پر صرف پژمردگی محسوس کر رہا تھا۔

"کیا سنوں، کیا سنانا چاہتی ہو؟"

وہ جو دم سادھے اسکے ہونٹوں کی اک زرا دی جنبش کی طلب گار تھی، اوزان کے خشک سے گردن اسکی جانب پھیر کر تکنے پر کیے کھر درے سوال پر واپس روتی ہوئی نظر جھکا گئی، ایسے کوئی اس سے لاکھ بار پوچھ لیتا وہ کچھ نہ بول سکتی تھی۔

"م۔۔مجھے جانے دیں، م۔۔مجھے بابا کے پاس واپس بھیج دیں"

اپنے رونے کو روکے ہمت کرتی وہ اس سے آخری بار اپنا تقاضا دہراتے بولی۔

"واپس بھیج دوں تا کہ وہ سیال والے تمھیں اپنی بہو بنالیں؟ اور کوٹ والے مجھ پر ہنسیں کہ بھری پنچائیت میں جو بڑے غرور سے تمھیں اپنا قیدی اور باندھی بنا کر لایا اس نے بڑی جلدی ہار مان لی۔۔۔اس طرح تو تم جیت جاو گی، تمھیں جیتنے تو نہیں دوں گا"

اوزان کے ان تمام جملوں پر وہ تڑپ اٹھی، خوف کے سنگ نظر اٹھائی جیسے اس شخص نے دل مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"م۔۔ میں نے نہیں بہو بننا انکی۔۔۔م۔۔ میں خان بابا کی بیٹی ہوں۔ وہ میری خوشی کے لیے جان بھی دے س۔۔ سکتے ہیں۔ اور مجھے ن۔۔ نہیں جیتنا، میں ک۔۔ کہہ دوں گی میں ہار گئی۔۔۔ آپکا مزاق نہیں بننے دوں گی"

رک رک کر سانسوں کو رواں رکھنے کی کوشش میں وہ جس صدمے میں بولی، اوزان اس بار اسکو دیکھنے پر مجبور ہو گیا، روتی ہوئی، وہ اس شخص کا جگر زخمی کر رہی تھی۔

"وہ المان سیال تو کافی اچھا دوست ہے، پھر کیا مسئلہ ہے انکی بہو بننے میں؟ میں تمہیں واپس تو چھوڑ آوں مگر پہلے تمہارے لیے کوئی بندوبست بھی تو ہوتا دیکھائی دے۔ اب انصاری والے اتنے بھی ظالم نہیں"

یہ سب وہ سننا نہیں چاہتی تھی اور وہ جان بوجھ کر یہ سب اس سے کہہ رہا تھا، وہ بے بس سے بس اک نظر ہی اوزان پر ڈال سکی جیسے بہت ناراض ہو، اور شکوہ بھی نہ کر سکتی ہو۔

"و۔۔وہ میرا دوست ہے، بہت اچھا۔ لیکن مجھے اس سے شادی کبھی نہیں کرنی تھی۔ا۔۔ایسام۔۔ مجھ سے نہ کہیں، مجھے اچھا نہیں لگ رہا"

وہ اس ذکر تک سے دامن بچا رہی تھی اور اوزان کا اسکے دل کی حالت کو بھانپنا بہت خوبصورت تھا، یعنی وہ واقعی اوزان کے لیے سوچتی تھی مگر وہ متجسس تھا کہ آخر اس نے اوزان کو کہاں دیکھا ہو گا۔

"میرے خیال میں شادی کے لیے دوستی اور انڈرسٹینڈنگ ہی ضروری چیز ہے۔۔۔۔ پھر ممکن ہے تمہاری پسند کوئی اور ہو۔۔۔۔ یہ او بھی ہو سکتا ہے، بتادو تمہاری شادی کروادوں گا اس او سے۔۔۔ کبھی کبھی مجھ پر اچھے پن کا دوڑا بھی پڑ جاتا ہے"

اوزان نے اسکے دکھ کو جس طرح نئی ٹینشن دے کر کم کیا وہ بھی اس شاطر کا ایک انداز تھا کیونکہ زینو واقعی سارا صدمہ بھول کر اوزان کے اس نئے جان نکالنے والے مطالبے پر روہانسی ہوئی۔

"آپکو بتایا تو۔۔ تو تھا یہ میری دوست کا نام ہے، ا۔۔ ایسا مت بولیں۔ ک۔۔ کیوں پیچھے پڑے ہیں، ن۔۔ نہیں کرنی مجھے شادی سمجھ کیوں نہیں رہے"

مسلسل اسے صفائیاں دے دے کر زینو کی بھی بس ہوئی جبکہ اوزان اسکو بڑی تفصیل سے آبزرو کر رہا تھا، گویا سائیکیٹرسٹ اوزان دایب کو ایک مستقل پیشنٹ مل گئی تھی۔

"سمجھ گیا"

اوزان نے آج کے لیے کافی سمجھتے مزید اسے ستانا روکا جبکہ یہاں سے وہ مطمئین ہوئی مگر پھر سے ناجائز کے اس ناسور جیسے لفظ نے شعور میں کوڑا برسایا تو اسکی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

زینو نے نظر اٹھائی تو وہ اسے ہی مستقل دیکھنے میں محو تھا، وہ یوں تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، اوزان نے یوں دیکھا اسے جیسے کہہ رہا ہو کہ جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو، لیکن جب وہ کچھ دیر خاموش رہی تو اوزان نے اسکا ہاتھ آزاد کرتے اٹھنا چاہا۔

"م۔۔میں ناجائز نہیں ہوں"

اس لڑکی کے اس ایک جملے نے اوزان کو واپس بیٹھ جانے اور مکمل رخ موڑ لینے پر مجبور کیا، وہ اس وقت مہربان نہ تھا کہ ان روتی آنکھوں پر اسکا دل پگھلتا اور اس وضاحت پر اوزان کے جسم کا سارا لہو چہرے پر چھلک آیا۔

"جائز ہونے کا کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

اوزان کی آنکھوں کی تپش، پر حدت زہر بھرا استفسار اور اسکے ہونٹوں سے نکلتی گرمائش سب نے زینو کی دھڑکنیں سست کیں۔

"ی۔۔یہ کیسا بے ہودہ اور فضول سوال ہے"

وہ اوزان کی ستم گری پر چیخ گئی۔

"جیسی بے ہودہ اور فضول تم نے وضاحت دی ہے ویسا ہی سوال ہے"

اسکی بھاری آواز میں تیرتی بدسلوکی پر زینیش کی متورم آنکھیں لمحے میں بھیگیں۔

"ک۔۔کیا مطلب"

وہ سمجھ نہ سکی اس کے غصے کا سبب۔

"جب تک تم اس حویلی میں ہو کسی کو یہ صفائی نہیں دو گی کہ تم ناجائز نہیں ہو، کسی کی کوئی بات نہیں سنو گی۔ میری دی سزا، میری ہی دی جزا سے

سروکار رکھو گی۔ تم ناجائز نہیں ہو جانتا ہوں، کیا یہ تمہارے واپس زندگی کی طرف آنے کے لیے کافی ہے یا کچھ اور کرنا پڑے گا؟"

اوزان کے کہے اک اک حرف نے زینیش کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری کی، سمجھ نہ آیا وہ اس شخص کو مہربان کی کیٹگری میں رکھے یا بے رحم کی۔

"ت۔۔تو آپ سبکو بتائیں یہ بات۔۔۔ پلیز۔ وہ عورت میرے خلاف زہر اگلی رہی تھیں، م۔۔می کو غلط بول رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں سب ایسا ہی سمجھتے ہیں"

وہ یہ کہتے سسک پڑی، نہایت بے بسی کی کیفیت تھی جس میں وہ لڑکی مبتلا تھی جبکہ اوزان نے بنا کسی نرم احساس کا تاثر لیے بھی جب اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے بہتے آنسو صاف کیے، وہ بے ساختہ جھکی نظروں کو اٹھا کر یوں اوزان کو دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ اسکے آنسو بے مول نہیں رہے، وہ یہ سب بے

خودی میں کر تو بیٹھا لیکن اسکے آنسو جب اوزان کی ہتھیلی تر کرتے محسوس ہوئے تو اپنا ہاتھ پرے کرتے ہی اس نے مٹھی یوں مسلی کہ وہ نمی اوزان کے ہاتھ کی جلد میں جذب ہو گئی۔

"یہ سب تب کھلے گا جب یہ لوگ اس سچائی کو جاننے کے قابل ہوں گے ،یعنی جب میرا دل چاہے گا۔

اب یہ رونا بند کرو۔ دماغ میرا پہلے ہی گھوما ہوا ہے، تمہارا یہ رونا مزید غصہ دلا رہا ہے"

وہ اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑواتا اٹھا تو زینیش نے ڈبڈبائی آنکھیں اٹھا کر اس مغرور کو دیکھا، دل چاہا وہ اسے کہے کہ کچھ دیر اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں رہنے دے، کچھ دیر اور اسے اپنے قریب رہنے کی اجازت دے، کچھ دیر اور محسوس کرنے دے کہ وہ اس کا اب سب سے زیادہ قریبی ہے۔

"کھانا کھاؤ گی؟"

اوزان نے میز کی جانب بڑھتے وہاں ٹرے میں سجی نہاری، فرائیڈ فش ود پودینے کی چٹنی، چھوٹے سے شیشے کے باول میں آئی جان کے ہاتھ کی سپیشل کھیر، ساتھ تازہ بنی گرم تین عدد ڈھکی ہوئی روٹیاں، تازہ اور موسمی ہر سبزی کے سلاد والی پلیٹ پر باری باری نگاہ ڈالی۔

ایزل مریم نے فش میرنیٹ کل کے لیے کی تھی مگر اس حالت میں اوزان کے لیے وہ اچھی تھی سو انہوں نے اسے ابھی فرائے کر لیا۔

اتنے مزیدار کھانے کی خوشبو ویسے بھی کمرے میں پھیلی تھی مگر اوزان نے نہایت ہی خشک لہجے میں آفر کی تھی کہ زینو کی ساری بھوک ہی مر گئی۔

"نہیں"

خفگی سے سر ہلاتی وہ واپس لیٹی اور کروٹ بدلتے ہی ساتھ پڑی امید کو اپنے سینے لگالیا، یہ زینو کا اپنی بے بسی پر برہم ہونے کا انداز تھا، اسے اوزان اسی

طرح پاس چاہیے تھا مگر وہ کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتی تھی، اوزان نے اسکے کمر کر کے لیٹنے پر سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"مت کھاو، میں تمہاری منت نہیں کرنے والا۔ لیکن آفر قائم ہے، بھوک لگی ہے تو جوائن کر سکتی ہو۔ رو رو کر کافی انرجی ضائع ہو گئی ہو گی"

ٹرے جوماں وہیں کمرے کے دائیں جانب لگی لکڑی کے اوپر گلاس کی سطح والی میز پر رکھ گئیں تھیں وہیں ساتھ پڑی کرسی آگے کو گھسیٹے اوزان بیٹھا اور سب کھانا میز پر لگانے لگا، شیشے کی کیپ والی بوتل میں نیم گرم پانی بھی تھا وہ بھی اسی لیے تا کہ اوزان کے گلے کو راحت ملے، آئی جان کی اتنی محبت اور توجہ اوزان کو ہمیشہ مسرور کرتی، پھر وہیں ٹیبلٹس بھی ساتھ پڑی تھیں۔

زینو نے خود کو ہر ممکنہ کروٹ بدلنے سے روکا لیکن سچ تو یہی تھا کہ اسے بہت بھوک لگ رہی تھی، لیکن اس وقت وہ جانتی تھی اگر مزید اوزان سے کوئی بات کی تو رونا پھر نہ روک سکے گی۔

بہت خود کو روکا مگر زینو نے زرا سا سر پیچھے کیا تو اوزان نے اسکے حرکت کرتے سر پر ہی نظر جما رکھی تھی فوراہٹائی تا کہ زینو کو شرمندہ نہ ہونا پڑے جبکہ زینیش کی نظر اسکے ہاتھوں پر تھی جو اپنے اور اس کے لیے الگ الگ پلیٹ میں تھوڑا تھوڑا نہاری کا سالن ڈال رہا تھا، اپنی پلیٹ میں کم رکھا کیونکہ طبعیت کو بھی نظر میں رکھنا تھا اور زیادہ فش پر توجہ دی، آج ویسے بھی ایزل مریم نے کھانا لائیٹ ہی بنوایا تھا، سپائس بہت کم تھے، اور سب بہت صحت افزاء تھا۔

"میرے لیے مت ڈالیں"

لیٹے لیٹے زینو نے منہ بھلا کر اسکو دونوں پلیٹوں کو لوازمات سے سجاتے دیکھ کر ناراضی دیکھائی جس پر اوزان نے جب نظر اس پر ڈالی تو زینو نے فوری گھبرا کر نظر پھیری بھی اور واپس کروٹ موڑلی۔

"میری عادت ہے دو پلیٹوں میں کھانا"

اوزان کے غیر سنجیدہ جواب پر وہ اسکا چہرہ تو نہ دیکھ سکی پر لہجے میں تنگ کیے جانے کا رنگ ضرور محسوس کیا۔

"کوئی انسانوں والی عادت بھی ہے کیا ان میں؟"

زینو نے اپنے پاس ہی لیٹی امید کو تکتے اسکے چہرے کو گال سے جوڑے سرگوشی کی لیکن کمپلیئین کے کان ضرورت سے زیادہ حساس تھے، وہ مسکرایا مگر مختصر اور جیسے ہی اس نہاری کے سالن میں روٹی کا ٹکرا توڑ کر لگائے پہلا نوالہ ہی لیا، بری طرح اس پر موجود آئل سے لگتے گلے میں پھندے پر کھانسا تو زینو جو کروٹ پر لیٹی تھی فورا اسے نہ صرف اسکی سمت سر اٹھائے پلٹی بلکہ لمحے میں بیڈ سے اترتے اس نے قریب آتے ہی اوزان کے لیے شیشے کی بوتل سے اسی کے کیپ میں پانی ڈالا اور جب اسکی طرف بڑھایا تو اوزان نے نظر اٹھائے زینیش کو دیکھا، روئی روئی آنکھوں والی، جسکا خوبصورت دل اسے اوزان کو تکلیف میں نہ دیکھ سکا تھا، اسکے ہاتھ میں پکڑے پانی کے گلاس کو دیکھ کر وہ الجھا۔

"دھیان سے کھائیں"

زینو نے اسکے خود کو دیکھنے پر اسکی توجہ خود سے ہٹاتے گلاس پر دلوائی تو اوزان نے اس سے پانی کا گلاس لیا اور نظر پھیری بھی اور گلاس کو ہونٹوں سے لگائے پیا، پانی اس نے پیا اور پیاس زینیش کی بجھی، اور اس سے پہلے وہ اوزان کے گلے کو بہتر دیکھ کر مطمئین سی ہوتی واپس جاتی، اسے رکنا پڑا۔

"اب اٹھ کر آگئی ہو تو جوائن کر سکتی ہو"

اوزان نے بنا دیکھے بنا اصرار کیے عام سے لہجے میں کہا مگر پھر بھی وہ اسکے سامنے ہی بیڈ پر بیٹھی، یہ کمرہ بہت چھوٹا تھا سو دور دور بیٹھے ہوئے بھی بہت پاس دیکھائی دیتے جیسے اس وقت وہ دونوں۔

"تمھاری یہ نیم جاں حالت دیکھتے اول لمحے مجھے لگا تم جائید اد ہاتھ سے جانے پر بستر سے آلگی"

زنیش کے سامنے دوسری بنائی پلیٹ سرکاتے اوزان نے جو کہا اس پر وہ روٹی کا تھوڑا سا ٹکڑا توڑنے ہی والی تھی جب اوزان نے اپنے ہاتھ میں پکڑی روٹی ہی اسکی طرف بڑھائے اپنا مشاہدہ بھی گوش گزار کیا، طنز بھی، لیکن زینو کے اداس ہونے کو اپنی موجودگی سے ٹال بھی گیا۔

ایسے سخت الفاظ کے سنگ وہ عمل ایسے نرم کر رہا تھا کہ وہ نہ برا منا سکی نہ غصہ کر سکی

"اتنے عام سے دکھ مجھے کچھ نہیں کہتے"

زینیش نے کھانا شروع کرتے ہی اسکا جواب بھی دیا اور اوزان نے متاثر کن ہوتے سر ہلایا، نہاری بہت لذیز بنی تھی، ایک دم پرفیکٹ۔

"میرے بابا نے آپکے بابا سے کوئی فراڈ نہیں کیا تھا، یہ سب زمین انکی اپنی تھی۔ پھر بھی میں نے آپکو چپ چاپ دے دی۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید اپنی دھن میں جھکی نظریں رکھے بولتی اوزان کے خود کی طرف غصے سے دیکھنے پر ان نگاہوں کی تپش کے سبب خاموش بھی ہوئی اور خود کی طرف تکتے اوزان کو بھی دیکھا۔

"چپ چاپ اپنا حق دوسروں کو چھیننے کی کھلے عام اجازت دینے والا اصل گناہ گار ہوتا ہے، تم نے ایک بار بھی نہیں کہا کہ تم یہ سب نہیں دو گی۔۔۔

"

وہ اسکے سب چپ چاپ دینے پر غصہ تھا اس پر زینش کا سر سچ میں چکرایا۔

"نہ دیتی تو آپ چھین لیتے"

زینو نے اسکے خود کو دیکھنے کو بہت مشکل سے برداشت کرنے کے بیچ نظر جھکائے سلگ کر کہا جس پر اوزان کے ماتھے پر مزید بل پڑے۔

"چھیننے والا میرے جیسا ہوتا ہے؟"

وہ اوزان کے اس بے اختیار پوچھے سوال پر چہرہ اٹھائے اسکو دیکھ رہی تھی، جیسے اسکے سوال کے جواب میں کوئی بہت پر اثر لفظ ڈھونڈ رہی ہو۔

"آج تک کسی چھیننے والے سے واسطہ نہیں پڑا، مجھے نہیں پتا اس بارے میں۔شاید ہوتا ہ۔۔ہو۔آپ نے کوٹ والوں سے بھی توم۔۔مجھے چھینا ہے"

اوزان کو اس سے ایسے ہی کسی دماغ کی رگیں چٹخانے والے جواب کی توقع تھی اور وہ اسکی توقع پر شاندار طریقے سے پوری بھی اتر چکی تھی۔

"نکاح کی آفر تم لوگوں کے پیارے خان صاحب نے خود کی تھی، ورنہ میرا تم سے کام بس سائن ہونے تک تھا۔ نکاح نہ ہوتا تو تم ابھی اس وقت انصاری حویلی میں موجود نہ ہوتی، پھر میں نے کیسے چھینا تمہیں؟ خود کو پریستان کی پری سمجھتی ہو کہ اوزان دایب انصاری تمہارے لیے اپنی جان داو پر لگا دے گا"

وہ چڑ اور غصے کے سنگ آخر تک جس طرح جنجھلایا، زینیش کو ایسا لگا وہ سچ سے بھاگ رہا ہے۔

"پھر بھی جان داو پر لگائی تو تھی، آپکو کوئی کوٹ کا جذباتی بندہ اٹھ کر گولی بھی مار سکتا تھا۔ ایسے وہاں کئی واقعات ہو چکے ہیں"

زینو نے اس بار اسے ڈرانے کی مانند بتایا تو اوزان لمحہ بھر اسکا جواب دینے میں اپنی حاضر جوابی مفلوج محسوس کرنے لگا، اس لڑکی کا معصومانہ انداز دل میں حشر برپا کر سکنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

جب جب وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا، کمزور پڑنے لگتا۔

جیتی بحث ہارنے لگتا۔

"میرے پاس بھی ایک عدد گن ایسے دو ٹکے کے جذباتی لوگوں کے لیے ہمہ وقت موجود رہتی ہے"

اوزان نے اس پر سے نظر ہٹائی تو یہ جواب دیتے پیشانی پر شکنیں اتر آئیں، لہجہ نیم ہوا، انداز میں بے پناہ شدت اور اشتعال سمٹا، لیکن زینو کو اسکے یوں پاس رہنا بہت اچھا لگ رہا تھا کہ وہ اسکے کسی سخت لفظ کو سخت محسوس ہی نہ کر پائی، وہ جو بھی بول رہا تھا وہ زینو لے دل پر نقش ہو رہا تھا، ممکن تھا وہ اگر مزید چند دن یہاں رہتی تو اوزان کی الفت میں پور پور ڈوب جاتی۔

رات کی یہ ملاقات اسے صبح کی ملاقات سے دگنی پیاری لگی کہ وہ اوزان کا شام والا ظالم رویہ بھول گئی، محبت میں انسان محبوب کی برائیوں سے نظر ہٹا لیتا ہے، جیسے زینو کا دل مچل رہا تھا، جب تک اسکی ایک جھلک کے سحر میں تھی، بس اسکے نام کو ہتھیلی پر سجانے پر ہی راضی تھی، لیکن اب یہ احساس کہ وہ اسکے ساتھ ایک بہت خوبصورت رشتے میں ہے، زینو کو بھی اس محبت نامی سفر میں آگے بڑھنے کو اکسا رہا تھا، وہ جتنا برا کرتا اسکی کچھ ہی گھنٹوں میں تلافی بھی کر رہا تھا، نا چاہتے ہوئے بھی۔

کچھ دیر وہ اسے رغبت اور مزے سے کھانا کھاتا دیکھتی رہی، اسکے خوبصوعت ہاتھوں کی ہر حرکت پر نظریں جمائے ہوئے وہ اسکے چہرے ک ایک ایک وجاہٹ خیز نقش، ہونٹوں کو میچ کر لقمہ چبانے اور بنا آواز کھانا کھانے کے بیچ بیچ بیچ میں ہلکا پھلکا کھانسنا، بے قراری کا اظہار کرنا، اسکے پہاڑ وجود کی قوی کشش میں گم رہی، جیسے اوزان کو دیکھ کر سکون پا رہی ہو، اسکی جلتی آنکھوں میں راحت اتر رہی ہو۔

"چلانی بھی آتی ہے؟"

زینیش نے کھوئے کھوئے اوزان کے چہرے کو تلتے پوچھا تو اوزان نے یوں اسے عجیب نظروں سے گردن گما کر گھورا جیسے اسے زینیش کی دماغی حالت پر شبہ گزرا ہو، یہاں تک کہ وہ خود اپنے سوال پر بوکھلا کر فوری نظر جھکا گئی۔

"نہیں تو، چلانی تو سیکھی ہی نہیں۔ تم پر ٹرائے کروں گا پہلی"

دانت نکوس کر اس نے غراتے ہوئے کہا جس پر وہ سر جھکائے ہی جیسے مسکرائی، وہ لمحہ اوزان کی نظروں سے چھپ نہ سکا، وہ اسکی بات پر سمجھ گئی کہ وہ زچ ہوا ہے، لیکن وہ اسے مسکراتا دیکھ کر لقمہ چبانا بھولا اور پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگائے خود کو سرزنش کی۔

"انکو کون بتائے کہ یہ تو زینو کا قتل اپنی ایک نظر سے بھی کر سکتے ہیں"

اسکی خود کی جانب گاہے بگاہے جمتی نظروں سے خفیف سی گلاب ہوئے زینو نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر اسے دیکھتے سوچا۔

"آپ کو کیا فلو ہے؟"

زینش کی توجہ اپنے غم سے ہٹی تو نظر اسکی ناک پر گئی جو تھوڑی ریڈ تھی، اوزان نے تھوڑا سا کھانا کھالیا تھا اور دو پیس فرائیڈ فش بھی ٹیسٹ کی سو ہاتھ روکتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا تو زینش بھی اٹھی، اسے لگا جیسے اوزان کو اسکا یہ

سوال اچھا نہیں لگا، زینیش نے سارا وقت اسے دیکھنے میں لگایا تھا تبھی اوزان کی نظر اسی ویسی ہی پلیٹ اور اتنی ہی روٹی پر گئی تو دل چاہا اسے ڈانٹے۔

"اپنا کھانا ختم کرو، اور پھر آرام کرو کیونکہ کل تمہیں میرے کمرے کی پھر صفائی کرنی ہے، مجھے کیا ہے کیا نہیں۔ نن آف یور بزنس۔۔۔انڈرسٹینڈ؟"

واپس پہلے کی طرح ہارش ہوتا وہ زینیش کی آنکھوں میں امید کے دیے جلا کر خود ہی بجھا گیا جس پر اس نے سر کو اثبات میں ہلایا اور راستے سے ہٹ کر اوزان کے لیے کمرے سے باہر جانے کا راستہ فراہم کیا، وہ بات ختم کر گئی اور جب جب وہ بیچ میں سب ختم کرتی اوزان کو عجیب سی بے کلی کا سامنا ہوتا۔

"میرے علاوہ کسی کی بات نہیں سنو گی تم، میری مجرم ہو، میری قیدی ہو، میری باندھی ہو۔ اور کسی کی نہیں۔ یہ بات مجھے دوبارہ نہ بتانی پڑے"

محبت میں لوگ جنونی ہوتے ہیں یہ اس نے سنا تھا پر نفرت میں یہ رواج کب رائج ہوا اس پر زینیش کو ضرور حیرت تھی، وہ اسکے قریب سے گزرتا گزرتا رکا۔

"بیوی بھی آپکی ہوں"

سب سے اہم تعلق تو وہ جھٹلا چکا تھا اور زینیش نے ایک بار پھر خود سے سرگوشی کی اور اس بار بھی اوزان دایب انصاری کی سماعت میں وہ زہر بن کر اتری۔

"غیر ضروری اور اضافی چیزیں ہوں یا تعلق خود سے اور اپنی زندگی سے دور رکھنے کا عادی ہوں"

وہ اسکی سرگوشی کا جواب ڈنکے کی چوٹ پر دے کر زینو کی دھڑکنیں منتشر کر چکا تھا جو نہیں چاہتی تھی کہ یہ سرگوشی وہ سنتا۔

"غیر ضروری ہوتا تو غیر ضروری دیکھائی بھی دیتا، خیر آپکو آرام کرنا چاہیے۔ طبعیت اچھی نہیں لگ رہی"

زینیش نے مزید پیچھے ہوتے اسکو مزید باہر جانے کے لیے جگہ بھی دی اور بات بھی بدل دی، شاید وہ اسکا چلا جانا ہی چاہ رہی تھی ورنہ اس کمرے میں موجود آکسیجن ختم ہو جاتی، وہاں اوزان کی موجودگی کے لمس بسیرا کر کے اس کی سانس تنگ کر دیتے۔

"بالکل ٹھیک ہوں میں سمجھی"

نہایت اکتاہٹ سے وہ بگھڑا۔

"جی دیکھ رہا ہے۔۔۔۔"

زینیش نے منہ بگھاڑتے اسکے غضب کو دعوت دی مگر وہ ایک غضیل اور مشتعل سی نگاہ اس پر ڈالتے تنتناتا ہوا اسکے پاس سے ہوا کے کسی بد ذوق

جھونکے سا باہر نکل گیا، ذوق والا ہوتا تو بھلا اس راہ میں موجود گلاب کے پھول سے کوئی گستاخ سی قربت اختیار کرتا ہوا، اسکی خوشبو دہکا کر جاتا۔

وہ چلا گیا لیکن زینش کے لیے اس چھوٹے سے کمرے میں اپنے سبب اتنا سکون بھر گیا کہ وہ اس کنول کے ہر زہریلے لفظ کو بھول کر ایک پر سکون نیند لے سکتی تھی۔

لیکن اوزان دایب پر وہ سکون کبھی مہربان کیسے ہو سکتا تھا جو وہ بانٹ دیتا ہے۔

روم میں آیا تو اپنا ہاتھ خالی دیکھ کر خود کو ملامت کی، اپنا بلیزر، میڈیسن وہ وہیں اسکے کمرے میں بھول آیا، دل چاہا اپنی عقل کو اکیس توپوں کی سلامی دی، چینج کیے وہ کمرے میں داخل ہوا اور سونے کے لیے لیٹا،

بہت کوشش کی، سو سکے لیکن میڈیسن زینش کے کمرے میں چھوڑ آیا اور کب سے بستر پر تکلیف کے سنگ کروٹ بدل رہا تھا، گلا اس قدر درد میں تھا

کہ کھانسنا بھی عذاب لگا، دس بیس منٹ تک یہی ماجرا رہا اور پھر جب وہ سینے کے درد کو سہہ نہ سکا تو اٹھ بیٹھا، چہرے پر تکلیف براجمان تھی۔

بیٹھتے ہی زرا بائیں طرف سرکتے اپنے پیر زمین پر اتارے، دونوں ہاتھوں سے میٹرس کو جکڑا ہوا تھا اور اسی لمحے دروازے پر ہوتی دستک پر اوزان کی توجہ بٹی۔

"آپکی میڈیسن.."

خود اندر گھسنے کے بجائے زینو نے دروازے سے باہر کھڑے ہی وہ گلے کے درد اور فیور کی ٹیبلٹ جس طرح بازو اندر گھسا کر اسے دینی چاہی، اوزان اس لڑکی کی اتنی قابلیت پر صدمے میں غرق ہو جانا چاہتا تھا۔

دل یہی کیا اسکی کمرے میں گھسی اتنی بازو کاٹ کر ہاتھ میں دے آئے۔

"پکڑ لیں، بابا کہتے تھے رات کے وقت کسی کے کمرے میں جانا اچھی بات نہیں ہوتی۔ آپکا فلو مجھے نہ لگ جائے اس لیے احتیاط اچھی چیز"

جب زینو کے ہاتھ سے اوزان نے میڈیسن نہ لی تو وہ پھر سے باہر سے ہی بڑبڑائی جس پر اوزان نہ صرف ہمت کیے اٹھا بلکہ دروازے کے قریب آتے اسکی بازو پر نظر ڈالے ہاتھ میں پکڑی دونوں ٹیبلٹس لے کر واپس بیڈ کی طرف اچھالیں، زینو نے مسکرا کر فوری اپنی بازو جب واپس کھینچنی چاہی تو اوزان نے دروازہ زرا دبایا جس پر وہ بازو پھنس جانے پر رونے والی ہوئی۔

"اوزان میری بازو ٹوٹ جائے گی"

وہ جو مزید دبا کر اسکی بازو توڑ دینا چاہ رہا تھا، زینو کے نام لینے پر بے اختیار تھما، اس بے تکلفی سے وہ اسے اپنا نام لیتی زہر لگی تبھی اسی بازو سے پکڑ کر کھینچے زینش کو اس نے کمرے کے اندر کرتے ہی دروازہ بند کیے ساتھ لگایا جس پر زینش نے حراساں نظروں سے اوزان کو دیکھا۔

"آج تم نے میرا نام لے لیا، دوبارہ یہ تمہاری زبان پر نہ آئے سمجھی؟"

اوزان نے سخت تیوروں کے سنگ اسے تنبیہہ کی جس پر زینیش نے اپنے آنسو بمشکل روکے۔

"و۔۔وہ گھبراہٹ اور ڈر میں.."

زینو نے اپنی غلطی تسلیم کرتے منمنانے کی کوشش کی پر آواز گھٹ گئی۔

"واٹ ایور۔مجھے بالکل پسند نہیں ہے کہ کوئی ایسا فرد مجھے نام لے کر پکارے جسکی میری زندگی میں کوئی اہمیت نہیں۔"

وہ اسکے سختی سے حکم سناتا زینیش کو کچھ دیر پہلے دی مسکراہٹ کا حساب باک کر رہا تھا۔

"اوکے نہیں لوں گی آپکا نام۔۔۔آئی ا۔۔ایم سوری"

بحث تو اسے کرنا ہی نہ آتی تھی اور اوزان سے بحث وہ کرنا چاہتی بھی نہیں تھی۔

"اب جاو"

اسکی بازو جھٹکے سے آزاد کیے وہ نا صرف اس سے دور ہٹا بلکہ مکمل پلٹ گیا اور وہ غصے سے اس کی پشت گھورتی اس سے پہلے باہر نکلتی، اوزان کے بہت بری طرح کھانسنے پر تھمی۔

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتا تکلیف میں مبتلا تھا تبھی وہ چاہ کر بھی باہر نہ گئی بلکہ اوزان کی طرف ڈرتے ڈرتے قریب آئی۔

"کیا میں آپکو خود میڈیسن دے سکتی ہوں؟ پلیز"

اپنے عقب سے ابھرتی اس ارٹیٹنگ آواز پر وہ گردن گمائے گھورا تو زینو نے فورا نظر جھکائی۔

"تم آیا نہیں ہو میری"

اوزان نے قسم اٹھا رکھی تھی جس بھی تکلیف میں ہوتا، زینو کو سنانی لازمی تھی۔

لیکن وہ بھی اسکی کوئی کروی کسیلی بات سنے بنا اسکو پکڑ کر جس طرح باقاعدہ دھکیل کر بیڈ پر بیٹھا چکی تھی، اسکی جرت پر اوزان شر دبار نظروں سے تکتے تلملایا مگر اسکے بڑھے ہاتھ کو تکتی اسے پکڑ کر وہ اسکی ہتھیلی میں دونوں ٹیبلٹس رکھ کر اوزان کے غصے کو جھاگ کی مانند بٹھا گئی۔

"کچھ لوگ جب بیمار ہوتے ہیں تو چھوٹے ضدی بچے کی طرح ہو جاتے ہیں، اٹس نارمل۔۔۔۔ کھائیں پلیز"

اسکے غصے سے دیکھنے کا کوئی اثر لیے بنا اس نے جس طرح اوزان کا ہاتھ پکڑ کر اسے ٹیبلٹس کھلائیں اور پھر پانی کا گلاس بھی خود پکڑ کر اسکے ہونٹوں سے لگایا، اوزان نے بنا کوئی ضد کیے ٹیبلٹس نگلیں اور اسکے ہاتھ سے گلاس لے کر سائیڈ میز پر غصے سے پٹخا۔

"تم جانتی ہو تم کیا کرنے کی کوشش کر رہی ہو لڑکی، مجھ پر یہ جال پھینکنے بند کرو، تمہارے قابو نہیں آوں گا۔ جاو جان چھوڑو میری۔۔۔۔"

وہ زینو کے ایسے فکر بھرے رویے سے بپھرا تو وہ اسکی کوفت پر دبا دبا مسکرائی۔

"اس حالت میں انسان بدلحاظ اور چڑ چڑا بھی ہو جاتا ہے۔ اٹس آلسو نارمل"

زینیش کی شرارت پر آمادہ آنکھیں دیکھتے ہوئے وہ نظریں چراتا اس سے پہلے اٹھ کر بذات خود اسے باہر دھکیل کر نکالتا وہ خود ہی بوتل کے جن کی طرح شرافت سے اسکے کمرے سے نا صرف نکلی بلکہ دروازہ بھی بند کر گئی۔

"بد دماغ، تمہیں اس گستاخی کی سزا کل دیتا ہوں"

منہ ہی منہ میں بڑبڑائے وہ وہیں سر پھٹنے پر گرنے کے انداز میں لیٹا بھی آنکھیں بھی سختی سے بند کر لیں جبکہ اسے پر سکون ہو کر فوری نیند میں اترتا

دیکھ کر زینیش جو پھر سے اسکے کمرے کا دروازہ زرا کھولے جھانک رہی تھی، تسلی ملتے ہی دروازہ بند کیے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

..________________________..

"میں جا رہی ہوں واپس.."

ساری رات وہ جس تکلیف میں رہا وہ اب تک آنکھوں میں حزن اور کرب کی گہری چھاپ کے سنگ براجمان تھی، سفید بے داغ شلوار سوٹ میں ملبوس، ہمراہ بالوں کے رف سے حلیے کے سنگ صرف موزوں میں مقید پیروں کے ہمراہ وہ سیال حویلی کے ٹیرس پر کھڑا تھا ہاتھ پشت پر باندھے تھا جب عقب سے برہم، شکستہ آواز پر اسکے پتھر وجود میں جنبش ہوئی، غیر مرئی نقطے پر گڑھی نظروں کی شدت میں کچھ نرمی آئی۔

"یہاں رہ کر تم نے کونسا تیر مار لیا، چلی جاو.."

المان نے کھردرے جواب ہر پنار کی برداشت دم توڑی۔

"آپ مسلسل مجھے بے وجہ ہرٹ کیے جارہے ہیں لالہ، بس بہت ہوگیا.."

ساری رات وہ بھی سو نہ سکی اور تبھی یہاں ذہنی انتشار میں رہنے سے بہتر اسے واپس جانا لگا ویسے بھی بابا وہاں اکیلے تھے اوپر سے پنار کا اپنا دل ان حالات میں گھٹن کا شکار تھا۔

"میری ذات کانٹا بن چکی ہے، اب صرف مجھ سے تم سب ہرٹ ہی ہو گے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو پنار.."

المان کی اذیت کم ہونے پر نہ آئی تو وہ پلٹ کر نہایت متانت و طیش سے مزید بگھڑا۔

"نہیں چھوڑ سکتے، اگر اب آپ نے مجھے بے وجہ بھرم دیکھائے تو سر توڑ دوں گی، جاتے ہی بابا کے ساتھ مل کر آپکے لیے لڑکی ڈھونڈتی ہوں۔ جو آپکی یہ کانٹے جیسی ذات کا تفصیلی علاج کر کے گل و گلزار کرے۔ اگر آپ

نے رات والی کہی بھیانک منصوبہ بندی پر عمل کیا تو بتا رہی ہوں سب تباہ ہو جائے گا.."

رات سے وہ الماس کی بے حسی دیکھ کر ناک تک عاجز آئے پھٹ پڑی، ہرٹ ایک کرے اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے رہو یہ کہاں کا انصاف تھا، اور پنار سے ناانصافی نہ دیکھی جاتی نہ برداشت ہوتی۔

الماس نے اپنے سخت رویے پر پشیمانی محسوس کرتے اپنا رخ اسکی طرف بدلا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑنا چاہا مگر وہ ناراضگی سے اپنی بازو جھٹک کر اس سے منہ پھیر گئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں ایسا فتنہ خیز شخص ہوں جو سب تباہ کروں گا؟ میں زینو کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا کم از کم تم تو مجھے سمجھو۔ وہ کیسی ہے؟ تمہاری بات ہوئی۔۔۔ مجھ سے مت روٹھو، تم میری سپورٹ ہو پنار.."

جناب بڑی جلدی لائن پر آئے تھے لیکن اب پنار کی باری تھی غصہ دیکھانے کی۔

اور اسی لمحے پنار کے فون پر میسج ٹون گونجی اور پنار نے فوری میسج اوپن کیا اور منہ بسور کر اپنے فون کی سکرین المان کے چہرے کے سامنے کی جہاں زینو کا میسج تھا۔

"پنار؟ المان آیا۔ پلیز اسے کہنا میں ابھی بات نہیں کر سکتی۔ اسے بتانا میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اسکی تکلیف اور اذیت کا علم ہے مجھے، بابا کے بعد اگر کوئی میری انکی طرح فکر کر سکتا ہے تو وہ المان ہے۔ تم اسکی بہن اور دوست ہو، پلیز اسکی تکلیف بڑھنے مت دینا۔ اوزان ویسے نہیں ہیں پنار جیسے دنیا انکو سمجھتی ہے، بہت کچھ چھپا ہے جو مجھے جاننا ہے، مجھے اپنی یہ لڑائی لڑنی ہے۔ مجھے یہاں رہنا ہے۔ میں تمہارے جواب کی منتظر ہوں.. "

یہ میسج زینو نے اٹھتے ہی پنار کو بھیجا تھا جبکہ الماں کے غم وغصے پر اس پیغام نے ٹھنڈی پھوار سی ضرور ڈالی لیکن وہ اسے بھی زینو کی صرف معصومیت ہی گردان پایا.

"اب خوش؟"

پنار نے سرد مہری سے کہتے فون کی سکرین الماں کے چہرے کے سامنے سے ہٹائی جس پر الماں نے اسکی روٹھی ہوئی آنکھیں تکتے ٹھوڑی پکڑ کر خود کو دیکھنے پر مجبور کیا۔

"وہ دنیا کی چالاکیاں اور فتنہ خیزیاں نہیں جانتی پنار، جسے آئیڈلائز کرتی رہی ہے یکدم اسے برا تو نہیں کہے گی۔ میں اس پیغام سے مطمئین نہیں ہو سکتا۔ وہ سب کروں گا جو زینو کی زندگی کا اطمینان بڑھائے اور اسکی حفاظت کو یقینی بنائے۔ جب تک مجھے اوزان انصاری کے اسکے لائق ہونے کا یقین نہ ہو

جائے وہ شخص میرے لیے مشکوک اور گناہ گار رہے گا۔ اینڈ آئی ایم سوری، تمہیں ہرٹ کرنے کے لیے.."

الماان کے عتاب کے اتنے سے میسج پر کم ہونے پر ہی پنار راضی تھی اور پھر وہ کیسے مزید خفا رہتی جب لالہ نے اتنے پیار سے اپنے برے رویے کی معافی بھی مانگ لی۔

"آپ مجھے تھپڑ مار لیا کریں کیپٹن لیکن غصہ نہ کیا کریں، میں بہت پیار کرتی ہوں۔ آپ پنار کی جان ہیں، کیسے چاہ سکتی ہوں آپ بے جان ہوں.."

آنکھوں میں آنسو لیے وہ اسکے نہ صرف گلے لگی بلکہ اپنی محبت بھی بتائی اور الماان سیال کے سارے دکھ جیسے ثانوی ہوئے تو اپنی پہاڑ سی بازووں کو کھول کر اسے خود میں نرمی اور شفقت سے حصارا۔

"جانتا ہوں یار، کیا کروں تکلیف میں تھا۔ تم بھی اس کیپٹن کی زندگی کی بہار ہو۔ جانا چاہتی ہو تو جاو مگر خبر دار اگر تم نے بابا کے ساتھ مل کر رشتے والی مائی

بننے کی کوشش کی۔ آئی ایم پر فیکٹلی فائن۔۔۔ان جھمیلوں سے اب میری توبہ، زینو الگ تھی تبھی اس بارے سوچ لیا تھا، مجھے نہیں لگتا اب المان سیال کسی ایسے راستے پر نکلے گا.."

وہ لالہ کے دل کی ویرانگی پر بہت ہرٹ ہوئی، فی الحال تو اسکی سرد تنبیہہ مان لی پر دل سے دعا گو ضرور تھی کہ المان سیال کی جو زندگی خالی ہوئی ہے اس بار ایسی بہار آنے سے مہکے کہ دل تک اثر ہو۔

وہ سر ہلائے مسکرائی اور لالہ کی گال سہلاتی وہاں سے چلی گئی جبکہ المان سیال کی فکریں ہنوز ویسی رہیں۔

وہیں دوسری جانب انصاری حویلی کا خوبصورت منظر سامنے آ چکا تھا، صبح سے موسم ابر آلود تھا اور پھر اوزان کی طبعیت کی خرابی کی جب میشی کو خبر ملی تو اس نے یونی کو پرے کیا اور اٹھتے ہی وہ سیدھی اوزان کے کمرے میں پہنچی، وہ آج فجر کو جاگ نہ پایا تھا، کچھ تکلیف اور کچھ میڈیسن کی غنودگی نے آنکھ نہ

کھلنے دی لیکن جب میشی نے اسکے پاس بیٹھتے ہی اوزان کا مضبوط پر کشش ہاتھ دھیرے سے اپنے ملائم ہاتھ میں لیے زرا جھک کر بھائی کی صبیح پر حدت پیشانی پر پیار دیا تو وہ اس لاڈ بھرے معصومانہ لمس پر کسمسایا، ایسا خوبصورت بوسہ تو نیند جیسی ہر دوا کو پرے جھک دیتا، اور وہ میشی کے لیے بہت اہم تھا، پچھلے چودہ سال سے اس نے بابا کے حصے کا سارا پیار اوزان سے پایا تھا، سو جب جب وہ زرا بھی بیمار پڑتا، میشی کی دنیا اداس و ویران ہو جاتی۔

اوزان کے ہونٹ اس پیار پر آنکھیں کھلنے سے پہلے مسکرائے، میشی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگا کر چوما تو وہ آنکھیں کھولے جاگا تو مشائم نے لاڈ سے اسکی گال سہلائی اور سر اوزان کے سینے پر ٹکالیا، کتنی ہی دیر وہ بھیا کے سینے پر سر رکھے بس چپ چاپ انکے ٹھیک ہونے کا یقین ہی دلاتی رہی۔

"میں ٹھیک ہوں میرے بچے"

اوزان کو لگا وہ اداس ہے تبھی اسکا سر تھپکے بہت دھیرے سے بولا جس پر وہ اسکے سینے سے سر اٹھاتی پاس ٹھیک سے بیٹھے بھیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی مسکرائی۔

"میرے اوزو بیمار ہو گئے، آ آ میرے کیوٹو فروٹو۔۔۔"

میشی کا صرف پاس ہونا ہی اسکے موڈ کو ترو تازہ کر دیتا تھا، وہ اس سے یوں بات کر رہی تھی جیسے دو سال کا کاکا ہو اور تبھی تمام تر نقاہت کے اوزان اس چھوٹی سی دادی اماں کے لاڈ پر مسکرایا۔

"میشی، چھوٹا بچہ نہیں ہوں جو یوں پچکار رہی ہو، برا لگ سکتا ہے مجھے.."

وہ اسکے بے جا پچکارنے پر زرا سا گھورا تو میشی کے دانت نکلے اور وہ کھکھلائی۔

"جیسے میشی بیمار ہو کر دو دن والی کاکی بن جاتی ہے، بچو آپ بھی ایسے ہی ہیں۔ جب مجھے پتا چلا میرے اوزو بیمار ہیں تو میں نے کہا یونی کو گولا مارو اور آج میں صرف اپنے بھیا کی تیمارداری کروں گی۔ آپکو پتا ہے آئی جان آپکے لیے وہ

سپشل مٹن سوپ بنا رہی ہیں جس میں بہت ساری کیلریز ہوتی ہیں اور بہت انرجی بھی۔ لیکن آدھا میں پیوں گی۔۔۔۔۔۔ آپکی وائفی کی وجہ سے رات مشائم نے روٹی دیکھی بھی نہیں اور اب میں اپنے ناشتے کے ساتھ آپکا بھی کھاوں گی.."

کھلھلا کر اپنے نیک ارادوں سے باخبر کرتی وہ ساتھ ساتھ جس طرح اسکے سوپ پر نظر رکھے بیٹھی تھی، وہ بمشکل ہنسی روک سکا، اسکی آنکھیں میشی کی ان پیاری پیاری باتوں سے چمک گئیں۔

"پورا پی لینا تم، میرا ویسے بھی کچھ کھانے پینے کو دل نہیں۔ تمہیں دیکھ لیا ہے آفت، میں بہتر ہو گیا ہوں۔ اب اٹھنے دو مجھے کافی دیر سو لیا، ہٹو.."

اوزان کی اس درجہ دریا دلی پر میشی کی آنکھیں تو چمکیں مگر اوزان کو اٹھنے کی کوشش کرتا دیکھے وہ اسے پکڑ کر واپس لیٹا گئی۔

"جی نہیں آج آپ پورا دن بستر سے نہیں ہلیں گے، آئی جان اور داداسائیں دونوں کا آرڈر ہے۔ ویسے بھی باہر بارش کا موسم ہے، ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ میرے اوزو کو اور ٹھنڈ لگ گئی تو۔۔۔ نیوز میں بتا رہے تھے بھیا کہ اگلا پورا ویک بارشیں ہیں، آپ کو جو چاہیے مجھے بتائیں میں آج ویلی ہوں"

میشی کی تیمارداری سے بہتر تھا وہ اپنی بیماری کو جلدی بگھا دیتا کیونکہ اتنے لاڈ وہ کہاں افورڈ کر سکتا تھا۔

"میں تھک گیا تو.."

اوزان نے واپس لیٹ جاتے اسکی گال پکڑے مصنوعی اداسی سے کہا تو میشی کی آنکھیں واپس شرارت سے بھریں۔

"تو میں آپکو یہیں کمرے میں واک کی اجازت دلوادوں گی، آپن کی بہت چلتی ادھر۔۔۔ بائے داوے آپکو اپنا نیو نک نیم کیسا لگا؟"

اتراہٹ کے سنگ وہ بولتی جتنی پیاری لگی اتنا ہی اسکا دیا یہ نک نیم پیارا تھا۔

"بہت برا.."

اوزان نے فوری منہ بگاڑا جس پر میشی نے بھی آنکھیں چنی کیے بھیا کو گھورا۔

"اب تو یہی پکا ہے بچو، سبکے نک نیم ہو گئے یا ھو۔۔۔سب مجھے میشی کہتے ہیں تو میں بھی چاہتی سبکے نیک نیم ہوں۔ میشی، دینو، اوزو اور زینو.."

میشی نے اپنی ہی دھن میں سب نام لیے مگر اوزان کے چہرے پر آخری نام پر خفیف سی خفگی اتری اور وہ اسکے منع کرنے کے باوجود اٹھ بیٹھا اور میشی بھی اسکے اٹھنے پر زرا پرے سرک کر بیٹھی بھیا کے چہرے پر غصہ سا دیکھ کر اداس ہوئی۔

"اوزو آپ انکا نام سن کر غصہ ہو گئے کیا؟ شی از سو پریٹی اینڈ انوسینٹ۔ گڑیا پھپھو کی بیٹی ہیں وہ تو انکو ہیٹ کیوں کیا جاتا ہے، جیسے انکے آنے پر دینو نے ری ایکٹ کیا، پھر ان کے ساتھ عجیب سلوک، آپ نے بھی تو انکو وائف جیسا پیار نہیں کیا۔

آپ کو وہ پیاری کیوں نہیں لگ رہیں۔ آپکو پتا ہے کل شام جب میں اور چاچو یونی سے واپس آئے تو وہ بہت بری حالت میں تھیں، سانس نہیں لے پا رہی تھیں۔ میں تو بہت ڈر گئی، چاچو کی تو آنکھیں بھر آئیں، ساری رات انکے ٹھیک ہونے کی دعا کرتی رہی ہوں۔ آپ کی وائف کو انکی طرح کا ہی امیجن کرتی تھی سچی، وہ آپکے اس روم کے بجائے دوسرے روم میں کیوں ہیں؟ میرا مطلب ہسبنڈ وائف تو ایک ساتھ رہتے ہیں.."

میشی کی یہ سب باتیں، معصوم سے سوال اس وقت اوزان کو مزید تھکا رہے تھے، میشی اسکے لیے بہت خاص تھی اور وہ اس پر نہ کبھی غصہ کرتا تھا نہ اسے ڈانٹتا تھا، لیکن اس وقت اسکا دل واقعی کیا وہ اسے ڈانٹ دے۔

"میشی طبعیت اچھی نہیں ہے میرے بچے سو بولنے کا بالکل موڈ نہیں ہے۔ ہم اس پر پھر بات کریں گے۔ اب جاو میں فریش ہو کر نیچے ہی آتا ہوں.."

اوزان نے ہر ممکنہ اپنے غصے اور برہمی کو دباتے میشی کو ٹالا مگر وہ مان تو گئی پر اتنی بھی نا سمجھ نہ تھی کہ اوزان کے چہرے پر رقم ناپسندیدگی، غائبانہ سی حقارت اور برہمی بھری سنجیدگی نہ بھانپتی۔

"اوکے لیکن وہ والا بلیک جیکٹ لازمی پہن لیجیئے گا جو میں نے آپکو گفٹ کیا تھا اور ہنڈسم لگیں گے میرے ہنڈسم اوزو، آج بہت ٹھنڈ ہے۔ آجائیں، میں آپکا نیچے ویٹ کر رہی ہوں.."

وہ خود بھی جینز رٹ پر لوز سی لمبی جرسی پہنے بال کھولے، پیروں میں لیڈیز شوز پہنے کافی پیک تھی، اور میشی صاحبہ کو بھی سردی بہت لگتی تھی پر اوزان اسکی خواہش نہیں ٹالتا تھا۔

میشی نے مسکرا کر تاکید کی اور اوزان کو دیکھتی فوری نا صرف اسکے کمرے سے نکلی بلکہ دروازہ بھی بند کر گئی جبکہ اوزان لحاف پرے کرتا خود بھی اٹھا، پورا جسم بخار کے سبب درد میں تھا، لیکن اسکے باوجود وہ فریش ہوا اور بلیک

پینٹ شرٹ کے ساتھ میشی کی گفٹ کی بلیک شائنی جیکٹ بھی پہنی لیکن اسکی زپ کھلی چھوڑ دی، بارش کے موسم کے سبب واقعی ٹھنڈ زیادہ ہو چکی تھی۔

کمرے میں محسوس ہوتی عجیب سی خبس پر اوزان نے تمام کھڑکیوں کے سیاہ سلکی دبیز پردے ہٹائے، اسکے بعد چائنیز اگر ووڈ مولد میں اس نے (Agerwood) اگر ووڈ کا سفوف ڈالے، سٹنگ ایریا کی جانب سجے بہت خوبصورت بلیک کاوچ سیٹ کے درمیان رکھی گلاس میز پر جھک کر وہاں رکھا لائٹر جلا کر اس سفوف کے ایک کنارے کو زرا سا سلگایا، خوبصورت ڈیزائنز لوہے کہ کیپ کو اوپر واپس رکھ دیا اور جلد ہی اس سے خوشبو دار دھواں نکل کر کمرے میں پھیل کر تمام تر خبس پر اپنی مدہوش خوشبو پھیلانے لگا۔

اوزان نے اپنا یہ من پسند مشغلہ مکمل کیا اور ٹاول سے اپنے بال رگڑتا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کر رکا، خود کا سرسری سا جائزہ لیا اور بالوں میں برش کے بجائے ہاتھ پھیر کر ہی انھیں سیٹ کیا، ڈریسنگ پر رکھی لاتعداد پرفیومز میں سے بلیک اینڈ گولڈن کلر کی بہت ہی کلاسی پرفیوم اٹھائی جس پر

امجاد نام آویزاں تھا، اسے خود پر ایک دو بار سپرے کیا، اور پلٹ کر واپس بیڈ کی طرف آیا اور ٹھنڈے یخ ہوتے سرخی چھلکاتے پیروں میں ساکس پہنے اور پھر شوز چڑھائے، پھر جگہ جگہ بذات خود کچرا پھیلانے کا مشن شروع کیا جس میں بھلا ہو میشی کا جو کافی کچھ کھا کر اوزان کے کمرے کا ڈسک بن بھر گئی تھی۔

"آج تمہیں پتا چلے گا لڑکی مجھ سے فری ہونے کی کیا سزا ہے"

جانے اوزان نے کچھ لمحوں میں کمرے میں کیا کیا کہ جائزہ لیتے سمے اسکی آنکھوں میں شر انگیزی رقم تھی،

وہ کمرے سے اپنے پر رعب اور سحر انگیز سراپے کے ہمراہ خوشبوئیں بکھیرتا، کافی تر و تازہ سا اپنے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے پراپرٹی فائیل اٹھائے باہر نکلا تو اسی وقت زینو بھی اپنے کمرے سے باہر نکلی، وہ بھی آج بلیک ساسہ سے جوڑے پر نیلا باریک سوئیٹر پہنے بالوں کو پونی میں باندھے اچھی اور پیاری

لگ رہی تھی، نازک سے پیروں میں انکی نازکی پر شاندار طرح جچتی نازک سی نیلی چپل، کانوں میں نیلے نگوں والے بہت ہی معمولی سے ٹاپس اور گلے میں وہ گولڈ چین پہنے رکھتی تھی جس کا پینڈنٹ گولڈ کی راونڈ سی گولی تھی جو سفید نگوں سے کورڈ تھا۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ پیارے، حسین اور وجیہہ جیسے ہر لفظ کو اس وقت اس سیاہ میں دمکتے محترم پر سجتا محسوس کرتی اپنی سنہری آنکھوں میں اتر آتی نرمی اور والہانہ پن کو قابو نہ کر سکی، اوزان کے ہاتھ میں فائیل تھی جو وہ دادا سائیں کے سپرد کرنے والا تھا، لیکن زینیش نے اس پر کوئی توجہ نہ دی، زرا قدم اٹھا کر قریب آئی تو لگا ماحول پر اسکی بہت ہی مدہوش کرتی پرفیوم کا سحر حاوی ہوا ہو، میک آپ کے نام پر بس گلابی گلوز ہونٹوں پر لگائے ہوئے بھی وہ تروتازہ اور حسیوں پر حکمرانی کرنے کی اہل لگ رہی تھی، اور آج تو اس لڑکی نے سیاہ میں ملبوس ہو کر ویسے ہی اوزان دایب انصاری کا پورے تپاک سے مقابلہ کر رکھا تھا۔

اس سے پہلے وہ اپنی بے ادب و وارفتہ ہونے کو بے تاب ہوتی آنکھوں کو سنبھالتا اسکو نظر انداز کیے نیچے کی جانب جانے کو سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھاتا، زینو کے پکارنے پر چاروناچار رکا، ہونٹ بھینچ گئے جیسے اسے ابھی اس لڑکی سے بات کرنے میں بالکل دلچسپی نہ ہو۔

"طبعیت کیسی ہے آپکی، اس کنڈیشن میں نہاتے نہیں ہیں۔ بخار ہڈیوں کے اندر چلا جاتا ہے۔ آپکو اپنا خیال رکھنا چاہیے، یہ فلو، اور گلے کا درد الرجک اور انفیکشن بنتے دیر نہیں لگاتے"

وہ اوزان کے سر کے بالوں میں جذب نمی دیکھ کر ہی بھانپی کہ موصوف کو بخار کے باوجود کوئی آرام و سکون نہیں ہے اور فکر سے اطلاع دی مگر اوزان نے اسکی فکر پر ایسا پلٹ کر گھورا کہ وہ اسکی خیریت دریافت کرنے پر پچھتائی۔

"میرے کمرے کی صفائی کرو پھر ناشتہ کرنا، کل بھی کہا تھا کہ میں کیسا ہوں کیسا نہیں۔ اس کے بارے کوئی سوال مت کیا کرو۔۔۔ اریٹیشن ہوتی ہے مجھے"

اوزان کے سخت جواب پر زینیش نے بالکل برا نہ منایا بلکہ وہ اوزان کی بات مکمل کرنے سے پہلے ہی جس بے تکلفی سے اسکے سامنے سے گزر کر اسکے کمرے میں جانے لگی، اوزان نے اسکی بازو پکڑی جس کے سبب وہ اسکے روبرو رک بھی گئی اور اداس سی آنکھیں اٹھا کر اوزان کو دیکھا تاکہ اسے سر نہ جھکانا پڑے۔

" آگے سے کوئی جواب، کوئی رد عمل، کوئی ہوں ہاں کی جاتی ہے، تمیز نہیں ہے تمہیں؟"

اوزان کے خوامخواہ بگھڑنے پر زینو نے عجیب سی نظروں سے اسکے چہرے کا تفصیلی محاصرا کیا، ایک تو اس شخص کا رعب، پھر اچانک ہی جو وہ قریب آکر

تھم جاتا، پھر اسکے لباس سے اٹھتی امجاد کی تر تازہ مسحور کن خوشبو کسی بھی ہوش مند کو ارد گرد دے بیگانہ کر سکتی تھی۔

اوزان کی سنہری آنکھیں زرا زرا سو جھی تھیں، کنارے معمولی سے لال، جبکہ ناک اب اپنی پہلی کنڈیشن میں تھا یعنی اسکے سرخ و سفید چہرے کی رنگت جیسا، اسکے چہرے پر تراشی ہوئی سیاہ خط کی صورت ترتیب دی بیرڈ، ان کے بیچ میں دیکھائی دیتے ہلکے سی گلابی شیڈ رکھتے خوبصورت ہونٹ، پھر آنکھوں سے زرا اوپر گھنی نیچرل شیپ میں پھیلی پلکیں، وہ خود زینو کے اس قدر تاڑنے پر بے چین ہوا، دل چاہا اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دے، پر کیسے رکھتا، ابھی تک اوزان نے اسکی آنکھوں پر کوئی حاکمیت نہ پائی تھی۔

"کیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہو؟"

اوزان کے ڈپٹنے پر وہ ڈر کر ہوش میں آئی، اسکا یکدم اس بندے کے بولنے پر ڈرنا کیوٹ تھا۔

"سوری میں دیکھ رہی تھی فلو ہے یا ختم ہو گیا"

سوال چنا اور جواب گندم پر اوزان نے اسکی بازو الجھتے ہوئے آزاد کی مگر اسی لمحے طلال کے وہاں آنے پر زینو ایک بار پھر اوزان کے کمرے میں جاتے جاتے رکی اور پلٹی جہاں طلال اسے اتنا فریش اور پہلے سے کہیں بہتر دیکھ کر پیار سے اسکے پاس رکے اور گال سہلائی، چاچو کے زینو سے یہ لاڈ اوزان سے تو برداشت نہ ہوا۔

"میری یہ چھٹکی سی دوست تو بہت فریش لگ رہی ہے، اور بہت پیاری بھی، کل تو تم نے جان نکال دی تھی۔ ہوا کیا تھا زینو"

طلال ابھی تک سچ سے واقف نہ تھے اور ایزل مریم نے بھی ابھی یہ بات اوپن نہ کی تا کہ گھر میں فساد نہ مچے اور نہ اب زینو وہ سب دہرانا چاہتی تھی، طلال چاچو کے نرمی سے پوچھنے پر زینو نے ڈرتے ہوئے اوزان کو دیکھا جو

اسے آنکھوں سے منع کر رہا تھا، جانتا تھا چاچو کنول کی اس حرکت پر اسے مار بھی سکتے ہیں۔

زینو نے اوزان کی آنکھوں کے اشارے کے بدلے ویسے ہی آنکھیں جھپکیں تو طلال نے دونوں کے اس نین مٹکے کو مشکوک نظروں سے ملاحظہ کیا، انھیں لگا اوزان اسے گھور کر ڈرا رہا ہے۔

"ڈرانا بند کرو اسے اوزان، جاو نیچے بھابھی یاد کر رہی تھیں، کچھ کھاو پیو، شکل پر آگے کم بارہ بجے ہیں جو یہ جبڑے تان کر اور خونخوار شکل بنا رہے ہو، جاو شاباش"

اوزان نے چاچو کے لتاڑنے پر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا اور مٹھی میں لی فائیل بھینچا خود کو مزید کوفت سے نہ گزارتے اپنے قدموں کا رخ نیچے جانے کی طرف کر دیا تو زینو نے اوزان کی چڑ اور زچ ہونے پر بمشکل ہونٹوں پر امڈتی مسکراہٹ دبائی جو طلال کو بہت پیاری لگی، اس بے حس

سنگدل کھڑوس کو بھی کوئی ڈانٹنے والا تھا اس گھر میں، یہ زینیش کے لیے ایک طرح مزید ارسا ثابت ہوا۔

اس وقت انکو وہ بالکل الایہ جیسی لگ رہی تھی، ویسا ہی کپڑے پہنے کا انداز، ویسے ہی بال پونی میں باندھے، اور ستم یہ کہ زینیش کے جو لیڈیز Narciso پروفیوم لگا رکھی تھی وہ بھی الایہ جیسی، طلال انصاری اس خوشبو کو ہزاروں میں پہچان سکتے تھے، الایہ کی طرح اسکی خوشبو بھی طلال انصاری کی رگ رگ میں اتری ہوئی تھی۔

"اب بتاؤ کیا ہوا تھا کل؟"

طلال نے اسکو پھر سے نرم نگاہوں سے دیکھتے آخر تک سنجیدگی اختیار کی۔

"کچھ نہیں بس بابا کی یاد آرہی تھی، رو رہی تھی تو طبعیت بگھڑ گئی۔ میں ٹھیک ہوں اب چاچو"

زینو نے انکو بھرپور مطمئین کرنے کی کوشش تو کی پر وہ نہ ہوئے، رات جو حالت وہ زینو کی دیکھ چکے تھے وہ کم از کم بابا کو یاد کر کے رونے کی نہ تھی، لیکن وہ اصل بات کی تہہ تک ضرور پہنچنے کا سوچ چکے تھے۔

"تم کہتی ہو تو یقین کر لیتا ہوں، دوبارہ مت رونا۔ اور دوبارہ تمہیں اس حالت میں دیکھنا بہت مشکل ہو گا میرے لیے بچے"

طلال نے جس شفقت اور پیار سے اسکی گال سہلائی، زینو کے دماغ میں کنول کی بات آکر اسے آفسردہ کر گئی کہ اسکی مما کی شادی طلال سے ہونے والی تھی، دل چاہا وہ ان سے پوچھے پر وہ اتنی باہمت نہ تھی کہ اتنی بڑی بات اس آسانی سے پوچھ لیتی۔

"میں اپنا خیال رکھوں گی، آپ کے پیار کے لیے شکریہ چاچو"

زینو کے یوں مشکور ہونے پر وہ نرم سا مسکرائے اور اسکے گرد بازو حائل کیے جب ساتھ ہی نیچے لے جانا چاہا تو زینو گھبرا کر رکی جس کے سبب وہ بھی اچنبھے کے سنگ رکے۔

"کیا ہوا ناشتہ نہیں کرنا؟"

طلال نے اسکے چہرے کی فکر بھانپے حیرت سے پوچھا تو زینو نے فوری نفی میں گردن ہلائی۔

"وہ کہہ کر گئے ہیں پہلے انکے روم کی صفائی کروں، میں بعد میں کرلوں گی"

زینو سے جھوٹ بولنا جتنا مشکل تھا، بہانے بنانا تو بچاری کو سرے سے آتا نہ تھا جبکہ لاٹ صاحب کی اس حرکت پر طلال کے جسم کی رگوں میں لہو سلگا۔

"تم کیوں کرو گی صفائی، ملازم نہیں ہو اسکی۔ چلو ناشتہ کرو پہلے"

طلال کے اوزان پر برہم ہونے پر زینو کی آنکھوں میں نمی آئی۔

"پلیز چاچوان پر غصہ مت ہوں، مجھے اچھا لگے گا انکے کام کر کے۔ مجھے ویسے بھی ابھی بھوک نہیں ہے، سب کے ساتھ ناشتہ کرتے ہوئے مجھے عجیب لگتا ہے۔ مجھے پہلے انکا روم صاف کرنے دیں زیادہ کام نہیں ہو گا۔ انکا روم بہت صاف ستھرا ہوتا ہے۔ پانچ منٹ لگیں گے"

زینو کے گھبرا کر اپنی بے چینی بتانے پر طلال اسکے اصرار پر دل سے تو نہیں پر جبراً مان گئے اور سر ہلاتے سیڑھیوں کی طرف بڑھے جبکہ زینو نے بھی سکھ کا سانس بھرتے اپنے قدم اس امید سے اوزان کے کمرے میں داخل کیے کہ وہاں صفائی ہو گی مگر یہ دیکھ کر اسکا ننھا دماغ چکرا گیا کہ وہاں کمرے کی اس وقت کچھ ایسی حالت تھی کہ ہر چیز تہس نہس کی گئی ہو، پہلے تو جگہ جگہ سلوٹوں والے گول گول ٹشوز تھے جو یقیناً یوزڈ تھے اور اوزان نے جاتے ہوئے بھرے ڈسٹ بن کو اس مہارت سے کمرے کے وسط میں الٹا کہ محترم اس خوبصورتی سے انھیں پھیلانے کے اور کمرے کے کونوں کھدروں تک پیروں سے کک مار مار کر پہنچانے پر سے ارہ کارکردگی ایوارڈ کے مستحق

تھے، اسکے بعد جو کپڑے بدلے وہ جان بوجھ کر بیڈ کے میٹرس پر، لحاف زمین پر بچھے قالین پر اور چاروں تکیے کمرے کے چاروں کونوں میں جان بوجھ کر پھینکے گئے، اور سونے پر سہاگہ کہ میشی کے کھائے موم پھلی، پستے، چلغوزوں کا اریٹیٹنگ گند جو وہ اوزان کے ڈسٹ بن میں پھینک کر تبھی گئی تھی کیونکہ آئی جان اسے زیادہ ڈرائے فروٹس کھانے کے روکتی تھیں کہ وہ ایک بہت آئلی ہوتے دوسرا لڑکیوں کے لیے انکو بہت زیادہ کھانا ہیلتھ ایشو پیدا کرتا اور تبھی وہ جب بھی یہ سب کھاتی، سارا کچرا اوزان کے روم کے ڈسٹ بن میں پھینک جاتی تاکہ آئی جان کو پتا نہ چلے۔

جب وہ سارا گند پیروں میں زینو کے اندر گھستے چبھا تو چہرے پر خوفناک تاثر جاگا، بس ایک ہی چیز تھی جس نے زینو کو دل کے سنگین ہارٹ اٹیک سے بچایا، اور وہ تھا Agerwood کے سفوف والی خوشبو اگلتا، بہت ہی کلاسکل کینڈل پاٹ جس کی لوہے کی جالیوں کے بیچ سے ہلکی سی دھوئیں کی لکیر اوپر کو اٹھ کر پورے کمرے میں ایک ایسی خوشبو بکھیر رہی تھی جو دماغ، دل اور

احساسات کو بہت مہارت سے ہینڈل کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی، یہ وہی خوشبو تھی جو اس کمرے میں اور اوزان کے ارد گرد ہر خاص وعام کو بنا محسوس کیے بھی محسوس ہوتی تھی۔

"یا میرے اللہ! یہ کل والا کمرہ ہی ہے کیا؟ اوزان کیا یہاں کبڈی کھیلتے رہے ہیں رات۔۔۔ مر گئی میں آج۔۔۔ اتنا گند؟ اس خوشبو نے جان بچا لی ورنہ۔۔"

دل تو بچاری کا اس قدر گندگی اور بے ترتیبی سے دہل گیا تھا، رہی سہی کسر بیڈ پر گرتے ہوئے بیٹھتے ہی سر تھام لیتے کمرے کا ایک بار پھر جائزہ لیتے نظر آتی اوزان کی بے حسی بھانپ کر پوری ہوئی، لیکن وہ ضرور یہ سب جان کر کر کے گیا تھا، کل بچاری کو زیادہ کام جو نہیں ملا تھا سو اوزان دایب نے آج اسے گھنٹے کی بہت اچھے سے مصروفیت سونپی تھی اور خوشبو ہر دوسرے دن اوزان اپنے کمرے میں یونہی بکھیرنے اور ہر گوشے میں جذب کرنے کا عادی تھا، اسے پسند تھی ہر وہ خوشبو جو ذہن و دل کو قرار بخشے، جبکہ ایک

گھنٹہ اس کمرے میں اگر زینو گزار لیتی تو اس سے بھی وہی خوشبو آنے لگتی جو اوزان دایب کے مسحور وجود سے آتی تھی۔

..________________________..

میشی نے چونکہ آج یونی سے چھٹی ماری تھی سو دیان اکیلا ہی نک سک تیار ہوتا انصاری حویلی سے اپنی گاڑی پر ہوسپٹل کے لیے نکلا، ایک ایمر جنسی سرجری تھی تبھی وہ ناشتے کے لیے بھی نہ رک سکا مگر اس نے ابھی قدم ہوسپٹل میں انٹر ہی کیے کہ اسکے فون پر آتے لوکیشن نوٹیفکیشن پر اسکی سیاہ آنکھوں میں شریر سی رمق بیدار ہوئی، ہوسپٹل کے کشادہ لان کے ہمراہ بچھی راہداری انہی مست وشر دبار نگاہوں کے سنگ آس پاس کی دلکشی کا جائزہ لیتے عبور کرتا وہ ہوسپٹل کی بلڈنگ کے اندر داخل ہوا۔

ریسپشن پر کھڑی اقراء نے مسکراتے ہوئے ڈاکٹر دیان آریز کو خوش آمدید کہا تو وہ آج اسے بنا کوئی لفٹ کرواتا جب فون میں کھویا آگے بڑھ گیا تو اقراء نے منہ بسور لیا۔

"لگتا ہے ڈاکٹر پنار نے انکی بھی ستھری کی ہے"

اقراء منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی اپنے کام پر واپس لگی جبکہ دیان صاحب نے اپنے آفس روم کی طرف خراماں خراماں قدم بڑھانے کے بیچ ڈاکٹر پنار کا نمبر ڈائل کیا اور بڑے غرور سے کان پر نسب ائیر فون کے سنگ اس پار جاتی بیلز کو سنا، پنار اسی لمحے بابا جانی کے لاہور والے گھر کے باہر پورچ میں رکتی گاڑی سے باہر نکل کر ان سے لپٹی تھی جو خود اس سے فکرمندی سے گلے ملتے ہی اماں اور بابا کے بارے دریافت کرتے گھر کے اندر بڑھے تبھی پنار کے بجتے فون پر جواد نے پنار کی طرف سمجھنے والے انداز میں دیکھا۔

"کر لو بات، اور آ جاو ساتھ ناشتہ کرتے ہیں پھر بات ہوتی ہے"

بابا کے اجازت دینے اور وہاں سے جانے پر پنار نے فون سکرین پر ٹمٹماتے دیان آریز کے نام کو دیکھے شریر سی سمائیل دی اور ریسیو کیے وہیں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

"بڑی جلدی واپسی ہو گئی تمہاری ڈاکٹر پنار؟ تم نے تو میری فلرٹی بات کو سیریس ہی لے لیا"

دیان کو اسکے پہنچنے کی خبر کیسے ملی، پنار کی حیرت تو اس چیز نے آسمان تک پہنچائی، اپنے روم کا دروازہ بند کیے اس نے احتیاطاً اور ان کہے ڈر کے سبب اپنے کمرے کی سب دیواریں ہی مشکوک ہو کر دیکھیں کہ کہیں اس بندے نے کوئی کیمرہ نہ فٹ کروایا ہو۔

"آپکو کیسے پتا چلا میں واپس آگئی؟ کیا میرے پیچھے جن چھوڑے ہوئے؟"

پنار کی حیرت پر دیان کھل کر ہنسا اور اپنی رولنگ چئیر پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہی نوابی انداز سے ٹانگ پر ٹانگ جمائی، جانتا تھا اس وقت وہ بہت کیوٹ لگ رہی ہو گی۔

"ایسا ہی سمجھ لو ڈاکٹر پنار، اپنے سٹاف کی پوری خبر رکھتا ہوں۔ اب آگئی ہو تو ہوسپٹل پہنچو، ایک ایمرجنسی سرجری ہے اور تم اس میں مجھے اسیسٹ کرو گی"

دیان نے یہ معاملہ راز ہی رکھتے فوری آنے کا کہا تو پنار نے منہ بسورتے اپنے روم کی کھڑکیوں پر گرے مخملی سفید کرٹل سرکا کر ہٹائے تو ٹھنڈی ٹھنڈی بارش کی مبہم سی بوندوں میں گُندی ہوا اندر آ کر اسکے کھلے بال لہلا کر شرارت کر گزری، موسم یہاں آج صبح سے ابر آلود تھا، سیاہ بادل تا حد نگاہ آسمان کی وسعتوں تک پھیلے آنکھوں، روح اور جسم سبھی کو گدگدا رہے تھے، لگ رہا تھا اس بار آ کے ساتھ ہی سخت سردی پڑنے والی ہے، ہڈیاں جماتی ہوئی۔

"لیکن آپ بھول رہے ہیں کہ میری لیو ویک کی تھی، میں تو پوری کر کے ہوسپٹل آوں گی۔ آپ جی بھر کر ارد گرد کی ساری دوشیزاوں سے فلرٹ کر لیں تب تک"

پنار کے لہجے میں خفیف سی جیلسی اور بغاوت تھی اور دیان کا موڈ تو بس اس مغرور حسینہ کی آواز نے ہی شاندار کر دیا، اور ایسا ممکن ہی کہاں تھا کہ وہ اسے ایک ہی شہر میں ہونے کے باوجود اس طرح کی بے رحم دوریوں کی اجازت دیتا، اوپر سے اس آفت خیز موسم میں جب محبوب آنکھوں کے روبرو ہو تو دل اور مست ہونے لگتا ہے۔

"فلرٹ کروں گا لیکن مزہ تب ہے جب میرے ارد گرد کوئی جیلس ہونے والا بھی ہو، ویٹ کر رہا ہوں۔ اگر پیشنٹ کو کچھ ہوا تو تم ذمہ دار ہو گی ڈاکٹر پنار کیونکہ جب تک تم نہیں آتی، سرجری شروع نہیں ہو گی۔۔ بابائے"

غرور اور رعب سے وہ بنا پنار کو بولنے کی مہلت دیے جس طرح اسکے منہ پر کال کاٹ گیا، پنار نے بڑی مشکل سے اپنے امڈتے جلال کو قابو کیا، موسم کی ساری دلکشی اس انا پرست اور گھمنڈی کے حکم نے ماند کی۔

"ہنہ! سمجھتا کیا ہے یہ خود کو، اسے پنار چاہیے تاکہ اسکی اوچھی حرکتوں پر جیلس ہوتی رہے۔ دانت توڑ دوں گی تمہارے آج بندر، اسکی یہی حرکتیں اسے کسی دن مجھ سے بہت برا پٹوائیں گی۔ کیا چلا جاتا تمہارا دیان آریز اگر تم کہہ دیتے کہ مجھے مس کر رہے ہو، مجھے دیکھے بنا تمہارے شب و روز نہیں گزر رہے، تمہیں چین نہیں مل رہا، تمہیں پنار چاہیے۔ لیکن نہیں، قسم اٹھا رکھی ہے کہ کبھی میری خواہش کی تکمیل کے آس پاس بھی نہ بھٹکے گا۔ بے حس۔۔ یا خدا مجھے صبر دیں کہ میں یہ سب سہہ پاؤں"

پنار نے جس مشکل سے اپنے غصے اور حسرت کو دبایا، یہ بس وہی جانتی تھی، زرا جانے کا دل نہ تھا، لیکن جانا ضروری تھا ورنہ اس سرپھرے کا کیا بھروسہ پیشنٹ کو اوپر پہنچا کر سارا ملبہ اسی پر ڈال کر خود پتلی گلی سے نکل جاتا۔

پنار نے بس سرد ہوتے موسم کے سبب کیپری شال لے لی اور بیگ اور فون لیے انہی قدموں باہر آئی تو جواد سیال ناشتے سے سجی میز کے قریب رکھی کرسی سنبھالے، نیوز پیپر کا سرسری مطالعہ کیے اسی کے منتظر تھے مگر پنار کی تیاری سے بھانپ گئے کہ صاحبزادی آتے ہی پھر سے جانے کو ہے۔

"سوری باباجانی، ہوسپٹل میں ایمرجنسی ہے۔ میں ڈنر آپ کے ساتھ کروں گی اور سب تفصیل سے بات ہوگی۔ لالہ کو کافی حد تک ہینڈل کر لیا ہے آپ بے فکر رہیں۔ اور ہاں پلیز آپ بھی ٹنشن فری ہو جائیں"

پنار نے انکے قریب رکتے بازو انکی گردن میں حائل کیے لاڈ بھری معذرت کی تو وہ مسکرا کر اسکی گال تھپک گئے۔

"ٹھیک ہے، ہو سکے تو زینو سے بھی مل آنا۔ اسے بتانا اکیلی نہیں ہے"

بابا کی تاکید پر پنار نے مسکرا کر تائید کی او کے سر کر اشارہ کرتی ہنستی ہوئی باہر کی طرف بڑھی جبکہ جواد سیال بھی اپنا ناشتہ شروع کر چکے تھے۔

لیکن انکے فون پر آتی ناپسند کال نے انکا ناشتہ کر کرہ کر کے رکھ دیا کیونکہ فون فیروز شمیشر، انکے سیاسی ناپسند خریف اور دشمن کا تھا۔

اوزان نے فائیل انکے سپرد ناشتے کی میز پر آتے ہی کر دی تھی اور اوزان خود چاچو، آئی جان اور میشی کے ساتھ ناشتے میں مصروف ہوا، کنول حسب معمول اب تک سوئی پڑی تھی، طلال کی بھی آج کلاسیز لیٹ تھیں تبھی ابھی تک گھر ہی تھے جبکہ فیروز شمشیر انصاری اس فائیل کو لیے اپنے کمرے میں آئے تو اس خوشی اور سرمستی میں وہ اپنے دشمن کو آگ لگانا کیسے بھولتے۔

"کیوں کال کی ہے تم نے مجھے؟"

جواد سیال ناشتے کی میز سے اٹھ کر سخت لہجے اور برہمی سے باقاعدہ غرائے تو دوسری جانب اپنے کمرے میں بڑے تکبر کا مظاہرہ کر کے بیٹھے فیروز شمیشر

انصاری کا بے ڈھنگا خباثت سے بھرا قہقہہ بلند ہوا جس پر جواد سیال نے مٹھیاں بھینچتے اسے برداشت کیا۔

"تھوڑی تمیز کیا کرو بچہ، تمہارے باپ کی عمر کا ہوں۔ تازہ تازہ آگ لگی ہے معلوم ہے پر وہ کیا ہے کہ تم لوگوں کا مقدر صرف سلگنا ہی ہے۔ میں نے یہ بتانے کے لیے کال کی تھی کہ جلد تمہارے سارے ووٹرز میں خریدنے والا ہوں، ایک دل دہلاتی ہار میرے شیر پوتے نے تم لوگوں کو دی ایک شکست فاش میں دوں گا"

فیروز شمیشر کے لہجے کی کڑک، غرور اور خباثت پر جواد نے اپنا اشتعال مٹھی بھینچے بمشکل دبایا۔

"ہاں بالکل، ایک یتیم بے سہارہ کے مال کو جو ہڑپ کر لیا ہے، حرام پیسہ حرام کام پر ہی تو لگاؤ گے اب تم لوگ۔

تم اور تمہارا وہ پوتا دونوں منہ کے بل گرو گے یاد رکھنا فیروز شمیشر، ایک بار اگر تمہاری سچائی اوزان پر کھل گئی، تمہیں ایسی جگہ مار کر پھینکے گا جہاں پانی بھی نصیب نہ ہو گا۔ ڈرو اس وقت سے جب تمہاری فرعونیت کا خاتمہ ہو گا"

جواد کی سرد غصیل آواز میں ایسی وہشت تھی کہ اک لمحہ تو فیروز شمیشر کے سکون میں بھی حلل آیا، وہ اپنی جگہ سے تنتنا نے اٹھے، گویا جسم میں گردش کرتے لہو میں ابال آ گیا ہو لیکن فوری خباثت سے قہقہہ لگا کر اپنی پوزیشن مضبوط کی۔

"ہاہاہا، وہ سب میرا تھا، اپنا حق واپس لینے کو قبضہ نہیں کہتے نہ کسی کا مال ہڑپ کرنا کہتے ہیں۔

اور کونسی سچائی میرے بچے۔ کوئی سچائی نہیں ہے، جسکا کوئی ثبوت نہ ہو ان حقیقتوں کی موت ہو جاتی ہے۔ تم بس خاندانی معاملات چھوڑ کر اب سیاست

سے چلتا ہونے کی تیاری کرو، تمھیں ہار کا دل دہلا تا سرپرائز بہت جلد ملے گا"

جواد کے بس میں کچھ ہوتا تو سب سے پہلے وہ اس بڈھے کو زمین میں دفن کر کے آتے، فی الحال بس بے بسی سے تلملا ہی سکے، اس شخص کی مکروہ ہنسی انکے سینے پر زخم لگا رہی تھی، دماغ میں ہتھوڑے سی بجی تھی۔

"دیکھیں گے کہ کون ہارتا ہے فیروز شمشیر، جس دن ثبوت اور گواہ سامنے آئے وہ دن تمہارا اس دنیا پر اور اوزان کی نظروں میں آخری ہو گا یاد رکھنا۔ بڑا امان ہے نہ تمھیں کہ دایب کی اولاد پر حاکم بنے ہوئے ہو، یاد رکھنا وہ اوزان خود پر کسی کی بے جا حاکمیت تادیر نہیں رہنے دے گا۔ زینو سے یعقوب حیدر کی تربیت کے چراشیم نکالنے کی بات کر کے گیا تھا پنچائیت میں، لیکن دعا کرتا ہوں اس سے پہلے وہ خود سے تمہاری تربیت کے وائرس کو باہر نکالنے کا فیصلہ لے۔۔۔۔ تمہارے سائے سے نکلے گا تبھی تمہارا گندا چہرہ

اسے نظر آئے گا۔ وہ وقت دور نہیں جب تم اسکا ہدف ہو گے اور وہ تمہارا زدگیر"

جواد کا ایک ایک لفظ اس بار فیروز شمیشر کو کانٹوں سا چبھا تبھی تو جب سچ برداشت نہ ہوا تو اس شخص نے غراتے ہوئے چند گالیاں بکیں اور کال بند کی، جواد نے بھی جواباً جی بھر کر لعنتیں ارسال کیں لیکن فیروز شمیشر انصاری نے جس طرح اپنے کمرے میں بے چینی سے چکر کاٹنے شروع کیے وہ یہی بتا رہا تھا جیسے اس شخص کو لمحہ لگائے جان کے لالے پڑے ہوں۔

آئی جان، میشی کی تیمارداری کے سبب وہ ایک تگڑا ناشتہ کر کے خود کو کافی اچھا محسوس کرتا بڑے محظوظ انداز میں دادا کے کمرے کے باہر سے گزرتے رکا، طلال بھی یونی کے لیے نکل چکے تھے جبکہ اوزان کا ارادہ آج صرف آرام کا تھا، آج کی دو آپائنٹمنٹس بھی اس نے کینسل کر دیں۔

"اتنی بڑی جائیداد کے باوجود یہ بے قراری، بے خودی بے سبب نہیں غالب۔۔۔کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔ کیری اون دادا سائیں، جائیداد دے سکتا تھا دے دی، معذرت چاہتا ہوں میں آپکا غارت ہوا سکون کہیں سے بھی لا کر آپکو نہیں دے سکتا۔۔ چچ چچ"

اس وقت اسکا موڈ دادا سے ملاقات پر نہ مانا تو من ہی من میں متبسم کسیلی خود کلامی کیے وہ اپنے کمرے کی طرف واپس پلٹا اور اسی لمحے فون پر عدم کی کال آئی۔

سیڑھیاں چڑھتے ہی اوزان نے کال پک کیے فون کان سے لگایا اور چہرے پر سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی در آئی

"سائیں! پرویز تبلانی کے گھر کا پتا مل گیا ہے۔ حکم کریں کب چلنا ہے؟"

یہ نام سنتے ہی اوزان نے وہیں سیڑھیوں کے وسط میں رک کر وہیں ریلنگ کو دائیں ہاتھ سے زرا جکڑا۔

"آہاں! بہت خوب۔۔۔ جلد چلیں گے عدم۔ گڈ جاب"

یہ آدمی بہت عرصے سے اوزان کو درکار تھا اور اسکی تلاش میں مہینے نہیں کم از کم دو سال لگے تھے سو اوزان کے لیے یہ ایک اچھی خبر تھی، دایب انصاری کی خودکشی میں یہ آدمی اسکے بقول ایک گواہ ثابت ہو سکتا تھا۔

اوزان نے کال بند کی اور باقی کی سیڑھیاں عبور کیے جسم واپس دہکنے کے سنگ لگتی گرمی پر اپنی جیکٹ جھٹکے سے اتار کر بازو پر رکھتا اپنے کمرے تک پہنچا ہی کہ زینو ہانپتی ہوئی اپنی دھن میں جیسے ہی باہر نکلی سیدھی اوزان کے سینے سے جا ٹکرائی، اک لمحہ تو وقت رک سا گیا، دونوں کا، اس قدر قریب کے سینے کے دونوں طرف دل آ گئے، دھڑکتے ہوئے، شور مچاتے ہوئے بے اختیار دل، نہ ایسا لمحہ اوزان نے امید کیا نہ اسکے سینے سے ڈری سہمی لگی زینو نے کہ یہ عافیت اس پر اتنی جلد مہربان ہو گی۔

اس اچانک قریب آجانے پر وہ دونوں ایک سا بوکھلائے، جبکہ زینو نے اسکے سینے کے قریب سانس بھر کر اس شخص کی بہت سی خوشبو چرا کر بیچ میں اوزان کے اسے بازوؤں سے پکڑ کر پیچھے سرکا کر فاصلہ استوار کرنے پر ڈرتے ہوئے نظر اٹھائی تو وہ غصے میں نہیں تھا جس پر زینو صدمے میں مبتلا محسوس ہوئی، اوزان کی پر حدت مہکتی سانسوں نے زینو کے اوسان خطا کیے اور دل کی دھڑکنیں اس شخص کے اتنے قریب آجانے کے سبب سینے کے گرد لپٹ کر رہ گئیں، ایسی مدہوشی کے زینو کو اس سے نجات کو سر جھٹکنا پڑا ورنہ خود نہیں جانتی تھی کیا ہو جاتا، وہ خود بھی اس بے خودی سے بڑی مشکل سے نکلا۔

"اتنا بھی گند نہیں تھا کمرے میں کہ دیواروں سے ٹکراتی پھرو"

اوزان اسکی بے خودی پر چوٹ کیے بولا تو زینو نے فوری گھبراہٹ اور اسکے سحر کا حصار چھنکا کر توڑتے روہانسی ہوئے منہ پھلایا، اب تو رونا بھی آیا کیونکہ

پچھلے تیس چالیس منٹس سے وہ اوزان کے کمرے کی صفائی میں لگی ہلکان ہو چکی تھی۔

"آپ دیوار نہیں ہیں"

زینو نے اس سے دور ہوتے بیچ میں مزید فاصلہ بناتے ویسی ہی جھکی آنکھوں سے بتایا، جبکہ اوزان نے اس جواب پر گہرا سانس کھینچا۔

"اتنا گندا کمرہ تو چھوٹے بچے کا نہیں ہوتا۔ آ۔۔ آپ نے مجھ سے بدلا لیا ہے؟ ان مونگ پھلی کے چھلکوں نے تو مجھے رلا ڈالا، سارے قالین میں چپک گئے، اتار اتار کر تھک گئی۔ ادھر سے جھاڑو لگاتی تھی وہ اڑ کر دوسری طرف جا کر مجھے منہ چڑانے لگتے۔ میں نہیں بول رہی آپ سے، چھلکوں والا ٹارچر بہت زیادہ تھا"

فوری آنسوؤں کے سنگ رو پڑتی وہ برہم سی اسکے پاس سے گزری تو اوزان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے بالوں میں اٹکا مونگ پھلی کا چھلکا اتارا تو زینو کا دل اسکی

اس حرکت پر سلگا، ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنے بالوں سے جڑا اوزان کے ہاتھ پرے ہٹایا۔

"یہ تو بہت معمولی سزا تھی، جتنی بڑی غلطی اتنی بڑی سزا۔ اب جا کر ناشتہ کر سکتی ہو"

اوزان نے نہایت پر سکون انداز میں اسے اطلاع دی جس پر زینو نے ہتھیلی سے نم ہوتا گال رگڑ کر آنسو صاف کیا۔

"جی نہیں، بھوک مر گئی ہے میری۔ مجھے رونا آرہا ہے"

زینیش نے بنا اسے دیکھے کہا اور رندھے گلے کے سنگ اسے کہتی اپنے کمرے کی طرف دوڑی اور اوزان نے بنا کوئی تاثر دیے جب کمرے میں قدم رکھا تو ہر چیز بہت اچھے سے کلین ہو چکی تھی، اگر وڈ کی خوشبو کے سنگ وہاں زینیش کی خوشبو بھی رچ بس گئی تھی تبھی تو اوزان جب اندر داخل ہوا تو مسرور و سرور کی ملی جلی کیفیت سے آنکھیں موند کر لمبا سا سانس کھینچ کر

اس خوشبو کو ان ہیل کیا، منظر ساکت ہو گئے، اس کمپلیئین نے ان بکھرے لمس میں عافیت محسوس کی۔

"بیوقوف، ویکیوم کلینر کے ہوتے چھلکوں کو ہاتھ سے چنتی رہی ہے۔ کتنی عقل مند ہو تم ویسے، اللہ تمہارے اس عقل و شعور میں دن دگنا رات چگنا اضافہ کرے"

اس نے اپنے ڈریسنگ کارنر روم کے کونے میں رکھے ویکیوم کلنئر کو دیکھتے زینو کی عقل کو جی بھرے سراہا اور جیکٹ وہیں میٹرس پر رکھے بیٹھتے ہی تکیہ ٹھیک سے درست کرتا لیٹ گیا۔

کچھ دیر پہلے کی اس لڑکی کی دکھ بھری معصومانہ داستان یاد کیے اوزان کے ہونٹوں پر بے خود سی مسکراہٹ رینگی لیکن نہائت مختصر۔

..________________..

"ہے میرے پیپے بچے، آئی ایم بیک۔۔۔بتاو کیسی ہو۔ تمہارے صبح والے میسج نے لاشیں گرنے سے روک دیں قسم سے ورنہ کیپٹن نے خانہ جنگی شروع اور کمرشل لالگا دینا تھا، جگ جگ جیو۔ ابھی میں ہوسپٹل جارہی ہوں، جلدی فری ہوئی تو تم سے ملنے آوں گی۔۔ موسم دیکھ کر لگ رہا ہے آج قیامت خیز بارش ہونے کو ہے"

پنار ڈرائیور کے ہمراہ ہوسپٹل ہی روانہ تھی اور اسی بیچ اس نے زینو کو جلدی سے میسج بھی بھیجا کیونکہ وہ صبح فجر کے وقت اسے جواب نہ دے پائی تھی، اوزان کے دیے چھلکوں والے ٹارچر پر بہت معصومانہ اور لاڈ بھرا برہم ہوتی وہ اپنے روم میں آکر بھوکی پیاسی بیٹھی امید کو پکڑ کر اسے اوزان کی شکائیت لگارہی تھی جب پنار کے میسج پر ناچاہتے ہوئے بھی فون اٹھا کر اسکا شوخ پیغام دیکھے مبہم سا مسکرائی، اسکا واپس آنا زینیش کے لیے بہت بڑی ڈھارس تھا۔

"یعنی میرے میسج سے الماں کا غصہ اور تکلیف کم ہوئی؟ سچ بتانا پنار، میں بہت تکلیف میں ہوں اسکو لے کر"

زینو نے فوری امید کو میٹرس پر دائیں طرف رکھے، دونوں ہاتھوں سے فون پکڑے پنار کے میسج کے جواب میں بے تابی سے ٹائپ کر کے جواب بھیجا اور نچلا ہونٹ دانت میں بے تابی سے لیتی پنار کے جواب کی منتظر ہوئی۔

"ہاں کافی حد تک، لیکن وہ تمہارے لیے ابھی بھی بہت پریشان ہیں۔ مل کر تمہیں ساری تفصیل بتاتی ہوں زرا پہلے تمہارے دیور کے ڈھیلے سکریو ٹائیٹ کرلوں، ہمیشہ حکم ہی چلاتا ہے۔ آج میں نے بھی سوچ لیا ہے آر یا پار ہو ہی جاوں"

پنار کے میسج کے جواب پر زینو نے مسکرا کر ساتھ میں ہی اداس ہو گئی۔

"گڈ لک، وقت نکال پاو تو ملنے لازمی آنا"

زینو کی پیار بھری یاد دہانی پر پنار نے مسکراتے دل والے ایموجی کے سنگ اسکی بات کا احترام کیا۔

"آوں گی پوری کوشش ہے، اداس مت ہونا۔ اب پنار تمہارے بہت
قریب ہے۔ سٹرونگ گرل"

پنار نے پھر سے ڈھیر ساری محبت کے سنگ میسج بھیجا جس کے جواب میں زینو
نے بھی فوری اوکے کیا اور وہیں سے موبائیل فون کی گیلری اوپن کیے
الماں، اپنی اور پنار کی پکچرز کھول کر دیکھنے لگی، لاتعداد ان تینوں کی ساتھ بنی
تصاویر، بہت سی یادیں، بلکہ ان کو خزانہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔

زینش کی آنکھوں میں الماں سیال کی مسکراتی آنکھیں تکتے اداسی اتر آئی،
وہ اسکے لیے بچپن سے بہت پروٹیکٹیو رہا تھا، اسے سپورٹ کرنا، اسکی ہمت
بڑھانا، یہاں تک کہ وہ اسے اب تک اپنی ادھوری پڑھائی کو مکمل کرنے کے
لیے جیسے کنونس کرتا تھا وہ سب یاد کر کے جب زینو نے اپنے ستم اور سنگدلی
سے موازنہ کیا تو اپنا آپ مجرم لگا۔

"آئی ایم سوری المان، میں اچھی دوست نہیں ہوں۔ آئی ڈونٹ نو تم مجھے کیسے اس بے حسی کے لیے معاف کرو گے۔ جانتی ہوں تم میرے لیے کیا احساسات رکھتے ہو لیکن میں کیا کروں، میں ان کے علاوہ نہ کسی کی ہوں نہ ہونا چاہتی ہوں"

فون کی سکرین پر دیکھائی دیتے المان کو تکتی وہ بہت خزن میں بے کراں ہو کر بول رہی تھی لیکن اسی لمحے اسکے کمرے کے دروازے پر شریر سی نا صرف دستک ہوئی بلکہ میشی صاحبہ اجازت ملتے ہی اندر ٹپکیں، اپنے ہلکے ہلکے کرل بالوں کی اونچی ٹیل پونی کیے، بلو ڈینم کے ساتھ وائیٹ ٹاپ اور لوز سی پنک جرسی کے سنگ لیڈیز نیک شوز میں جلوے بکھیرتی اور گلابی ہونٹوں پر ازلی متبسم شرارت کے سنگ گرے آنکھوں سے سامنے والے سے باتیں کرتی محسوس ہوتی۔

میشی کے بلا تکلف کمرے میں گھسنے پر زینو کچھ بوکھلا گئی۔

"بھابھی جانو آئی جان آپکو بلا رہی ہیں، کہہ رہیں ناشتہ کرلیں۔۔۔۔اوہ آپ اداس ہیں۔۔۔۔کیا دیکھ رہی ہیں"

میشی نے ایک ہی سانس میں سب کہتے بے تکلفی سے اسکے پاس ہی آکر بیٹھے جب زینو کے ہاتھ میں پکڑے فون پر اپنا فوجی دیکھا تو وہیں پتھرا گئی جبکہ اس سے پہلے زینو گھبرا کر فون کی سکرین میشی کے سوالوں سے بچنے کو فوری آف کرتی، میشی نے سرعت کے سنگ زینیش سے اسکا فون اسکے ہاتھ سے آنکھ جھپکنے کی دیری میں یوں جھپٹ لیا جیسے سانس لینے کی وجہ نظر آگئی ہو اور اٹھ کھڑی ہوئی، اسکے تاثرات اتنے خوفناک تھے کہ زینو کو لگا پیروں سے اسکے زمین سرک رہی ہو۔

زینیش نے خوفزدہ نظروں سے میشی کی ہونق صورت، شادی مرگ میں مبتلا تاثرات، بے حرکت ہوتے گرے آنکھوں کا مستقل ایک مرکز اور انداز میں جب بے شمار تڑپ کو دیکھا تو وہ بھی میشی کی فکر میں بوکھلائی سے اٹھ کھڑی ہوئی، اسے لگا میشی اسے غلط نہ سمجھے، تبھی اس سے پہلے وہ میشی کو کوئی

وضاحت دیتی، اسکی جو شیلی چینخ پر بدک کر ڈری، سمجھ نہ آیا اس لڑکی کو کونسے کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔

"اوئی ماں! میرا فوجی۔۔۔۔ زینو بھابھی ی۔۔ یہ کون ہیں۔۔ کیا آپ جانتی ہیں انکو۔۔۔۔"

میشی کے یکسر الگ سوال پر زینیش جو حراساں تھی یکدم حیرت سے میشی کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر ٹھٹکی جو الماں کو اپنا فوجی بلاتی اسکی تصویر دیکھ کر ہی پاگل ہو رہی تھی، اسکا بس نہ چل رہا تھا پکچر سے ہی الماں کو ہاتھ ڈال کر نکال کر اپنے دل پر چپکا لیتی، آنکھوں میں سرمے سا گھول لیتی، امرت سا پی لیتی، گویا یوں تھی جیسے اسے قارون کا کوئی خزانہ مل گیا ہو۔

پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ زینو کے فون کی گیلری میں الماں کی وردی میں بھی ڈھیروں پکچرز تھیں جو وہ فیملی گروپ میں بھیجتا تھا سو سب کے پاس چلی

جاتی تھیں، جیسے جیسے میشی فون سکرین سکرول کر رہی تھی اسکا صدمہ، خوشی اور سکون لافانی ہوتا جارہا تھا۔

"ہاں۔ یہ المان ہے۔ میری دوست پنار کا بڑا بھائی اور میرا بھی ب۔ بہت اچھا دوست ہے۔ ہم تینوں ساتھ پلے بڑھے ہیں۔ کیا تم المان کو جانتی ہو؟"

یہ سب اتنا قریبی اور آپس میں جڑا ہوا نکلے گا، مشائم تو بے ہوش ہوتے ہوتے بچی، شادی مرگ کی سی کیفیت تھی کہ بچاری سے خوشی کے مارے کچھ بولا نہ گیا تو اسی طرح وہ زینو کے گلے لگی، خود زینیش بوکھلا کر رہ گئی کہ اس آفت کی پڑیا کو ہوا کیا ہے، کونسے پسو کاٹ رہے ہیں، میشی کا بس نہ چلا خوشی کے مارے ناچنے لگتی، ایکسائٹمنٹ سے اسکی گلابی گالیں اور سرخی میں نہائیں، پیر زمین پر نہ ٹک رہے تھے۔

"اف اف، مطلب یہ پنار آپا کے بھائی ہیں؟ یا میرے اللہ۔۔۔ میرا فوجی میرے اتنے قریب۔۔۔ یاھو۔۔۔ زینو بھابھی مجھے انکی پکچر سینڈ کر

دیں۔۔۔ میں نہ ان پر پوری فلیٹ ہو گئی تھی ایک نظر میں ہی، ابھی چند دن پہلے ہی تو میری ان سے زبردست ٹکر ہوتے بچی۔۔۔ ہائے اور با اتنا ڈیشنگ میچنگ آئیز والا فوجی دیکھ کر تو میری تو سٹی گم ہو گئی تھی۔۔۔ یہ مجھے دے دیں پلیز، یہ فوجی پکا پکا مجھے دے دیں زینو بھابھی میں انھیں بہت سنبھال کر رکھوں گی۔۔ پوری دنیا کو بتاوں گی کہ میشی کے پاس اپنا پرسنل فوجی ہے۔۔۔۔ ہائے میں مر جاواں"

میشی کی ایکسائیٹمنٹ اور فرمائش پر زینو کے ہاتھ پیر الگ پھولے اور مسکرائی بھی کہ وہ میشی کو اس طرح کی بے تکلف خواہش پر اب کیا کہے، دل میں خوشی بھی تھی کہ الماں کے لیے میشی اسقدر پاگل ہے جبکہ خوف بھی کہ میشی کہ پسندیدگی کوئی نئی قیامت نہ برپا کر دے، سیال والوں سے انصاری خاندان کی دشمنی اسکے بھی علم میں تھی۔

"پکچر؟ لیکن اچھی بات نہیں ہے یہ مشائم۔ اگر تمہارے بھیا نے اس پر غصہ کیا تو؟ تم نہیں جانتی لیکن یہاں ان لوگوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ایسے میں الماں کی پکچر اگر تمہارے پاس کسی نے دیکھ لی تو بہت برا ہو گا"

زینو کے پیار اور نرمی سے سے سمجھانے پر میشی کا گلاب چہرہ لمحے میں مرجھایا بھی اور اس نے فون بھی زینو کو افسردگی کے سنگ واپس دیا، وہ زینو سے دو قدم دور ہو کر اپنی شبنمی آنکھوں کے سنگ مسکین سی دل ٹوٹ جانے کا گہرا اثر رکھتی صورت کے سنگ اسکی طرف پلٹی۔

"لیکن یہ مجھے بہت پیارے لگے، میرا دل چاہ رہا ہے میں انکو صبح شام دیکھتی رہوں۔ یہ کیا ہو گیا، میشی کو دشمنوں کا فوجی پسند آ گیا۔۔۔"

میشی کی گرے آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں پر زینو نے پریشانی کے سنگ فون بیڈ پر پھینکا اور میشی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں پیار سے لیے اور اسکے پاس آئی۔

"پریشان مت ہو، تم میرے فون سے دیکھ لینا اسے۔۔۔ لیکن اگر تم واقعی اسکے لیے سنجیدہ ہو تو میں اس بارے تمہاری حوصلہ افزائی نہیں کر سکتی تب تک جب تک تمہیں تمہارے بھیا یا آئی جان اجازت نہ دیں۔ میری یہاں خود پوزیشن بہت ڈاون ہے، آئی ہوپ تم میری مجبوری سمجھ سکو۔ تم یہ سب اپنے بھائی سے شئیر کرو، اگر انکو یہ سب بہتر لگا تو وہ ضرور تمہاری خواہش کے لیے کچھ کریں گے"

زینو کے پشیمان و بے بس ہونے اور ایک بہترین نصیحت کرنے پر میشی نے اداسی فوری پرے ہٹائی اور مسکرا کر زینو کے پھر سے گلے لگی تو خود زینو کا دل ہلکا ہوا۔

"یو آر رائیٹ، ایکچولی میری ہمیشہ سے خواہش تھی کہ میں فوجی کی بیوی بنوں، مطلب جب میں چار سال کی کاکی تھی تب سے، ان سے ایک ملاقات ہوئی اور تب سے میری کسی بھی فوجی کی بیوی بننے کی خواہش، صرف انکی بیوی بننے میں بدل گئی۔ یہ سب مجھے نہیں تھا پتا کہ یہ ہمارے اینیمیز ہوں

گے، پلیز اگر کچھ کر پائیں تو کر دیجئے گا، نمبر ہی دلا دیں مجھ معصوم کو اپنے فوجی فرینڈ کا۔۔۔۔ میں بھی کیا بولے جا رہی۔۔ چھوڑیں۔ خیر ناشتہ کر لیں جا کر۔۔۔۔ میں بھی اوزو کے پاس جا رہی"

میشی نے اس قدر پیار اور لاڈ سے ریکوسٹ کی کہ زینو کا دل اسکے جاتے ہی اس قدر بھاری ہوا کہ سمجھ نہ آیا کیسے میشی کو المان کو ایک کر دے، لیکن اس کے پاس ابھی اختیار ہی کہاں تھا، پھر میشی کی پسندیدگی تو زینو کو اک نئی ٹنشن میں ڈال چکی تھی خدا خیر کرے۔

وہیں میشی ایک بار پھر بنا دستک دیے اوزان کے کمرے میں انٹر ہوئی تو بیڈ پر سیدھا دو تین تکیے رکھے ان پر سر اونچا کر کے رکھے لیٹ کر فون کی سکرین ہی سکرول کر رہا تھا جب میشی کے اترے چہرے کو دیکھتے حیرت سی عیاں کرتے فون سے توجہ ہٹائی، بہن صاحبہ کی پھولی گالیں اور ٹیری ناک بتا رہی تھی معاملہ سنگین ہے۔

"اب کیا ہوا ہے؟"

اوزان نے اسکے لٹکے منہ اور پاس آکر منہ پھیر کر بیٹھنے پر فکر سے پوچھا جس پر وہ منہ پھلا کر اسکی طرف رخ کیے مڑی۔

"بہت کچھ۔ مجھے یہ بتائیں کیا زینو بھابھی ہمارے اینمیز کی فیملی میں سے آئی ہیں؟ گڑیا پھپھو ہماری دشمن ہیں کیا واقعی لیکن کیوں؟"

میشی کی آواز میں منجمد نمی وہ بھانپا لیکن ساتھ اس بے مقصد سوال پر اوزان نے برہمی سے میشی کو دیکھا اور اٹھ کر بیٹھے فون ایک طرف رکھے توجہ اپنی طرف تاسف سے تکتی میشی پر جمائی، میشی کو ان خاندانی معاملات کا زیادہ علم نہ تھا بس وہ اتنا جانتی تھی کہ گڑیا پھپھو نے کوئی ایسی غلطی کی جس پر انکو یہاں سے نکال دیا گیا۔

"کس نے یہ فضول گوئی کی تمہارے ساتھ؟'

اوزان نے اپنی برہمی ہر ممکنہ دباتے کھردرے سرد لہجے میں اسے آئیبرو سکیرتے دیکھ کر غرانے کی ناکام کوشش کی جس پر میشی کو بھیا کے اڈتے غصے سے ابھی سے خوف آنے لگا۔

"پلیز نہ بتائیں۔ اور آپکو اپنا پرامسس یاد ہے اوزو؟ کہ آپ نے کہا تھا مجھے جو فوجی پسند آئے گا آپ مجھے لا کر دیں گے؟ اسے میرا بنائیں گے "

وہ اسکے غصے کو ایک طرف کر گئی، میشی کے ضد سے کہنے کے ساتھ ہی اسے اسکے وعدے کو یاد دلانا دونوں ہی اوزان کے لیے تشویشناک تھا، سمجھ نہ پایا وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

"فوجی کو بھی تو تم پسند آنی چاہیے ہو، میرا نہیں خیال کوئی عقل مند تمہارے ساتھ سر پھوڑنے پر راضی ہو گا۔۔ کیا عجیب و غریب باتیں کر رہی ہو میشی، جاو آرام کرنے دو"

اوزان نے اسے ٹالنے کی پوری کوشش کی پر میشی پر فوجی کا دوڑا جب جب پڑتا تھا وہ ایسی ہی پاگل ہو جاتی۔

"آپ کیا سمجھتے میں کسی کو پسند نہیں آسکتی؟ کیا میرے سر پر سینگ ہیں؟ اتنی پیاری سی تو ہوں بھیا۔ کیوں مجھ معصوم کا دل جلا رہے ہیں"

اوزان کے تنگ کرنے پر وہ الٹا اور برہم ہوئی، اور بھائی صاحب مسکراہٹ دباتے دیکھائی دیے۔

"تمہارا یہ فوجی نامہ ہمارا کسی دن بہت بڑا نقصان کرے گا، خیر یہ تمہیدیں کس لیے باندھ رہی ہو اصل مدعے پر آو"

اوزان کے باتوں باتوں میں ڈرانے پر وہ ناراض ہوتی اس سے پہلے اٹھ کر چلی جاتی، اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے پھولی گالوں والی لاڈلی کو واپس بٹھایا۔

"میں اگر چھپ کر کسی ایسے انسان کو آئیڈلائز کرنے لگوں جو آپکا ایمنی نکل آئے تب آپ بہت ہرٹ ہوں گے نہ بھیا، سو میں آپ سے کچھ نہیں چھپا

سکتی۔ میں نے اپنے لیے ایک فوجی پسند کر لیا لیکن ا۔ ابھی پتا چلا وہ زینو بھابھی کی فیملی کے ہیں۔ جب میں نے یہ بات بھابھی سے کی تو انھوں نے بتایا کہ وہ میرے لیے کچھ نہیں کریں گی، مجھے کہا کہ ایسا مت کرو یا آپ سے پہلے ڈسکس کروں اور آپکی اجازت لوں، مطلب انکے کہنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ میری انکے دوست کے لیے پسندیدگی دیکھ کر ڈر سی گئیں، سچی وہ بہت ہنڈسم اور پیارے تھے، انکی وردی سے سچے والا پیار ہو گیا تھا۔۔۔۔ اب مجھے ب۔۔ بہت رونا آرہا ہے ،م۔ میں نے دشمن فوجی کو پسند کر لیا، مجھے آپ تھپڑ ماریں گے اب"

رک رک کر آنسوؤں کو بمشکل روک کر وہ جس طرح یہ ساری داستان گوش گزار کر رہی تھی، اوزان کے چہرے پر سختی اور جبڑوں میں تناؤ کے ساتھ آنکھوں میں بھی جلن اترنے لگی۔ دل یہی کیا کہ اس لاڈلی کو دو کھینچ کر لگائے، اس سب کے علاوہ زینو کا میشی کو اوزان کی اجازت کے لیے کہنا اسے کلک کیا، زینیش سے اسے اس درجہ سمجھداری کی امید نہ تھی۔

لیکن فی الحال اسے میشی کی پسند پر عتاب چڑھا، ساری دنیا کے فوجی چھوڑ کر اسے پسند آیا بھی تو المان سیال، یہ بات اوزان کو آگ لگانے کو کافی تھی۔

"تم میرے ہاتھوں مرنا چاہ رہی ہو؟ اپنے دماغ سے یہ فضولیات پہلی فرصت میں نکال دو ورنہ تمہاری عقل ایک لمحہ لگا کر ٹھیک کر دوں گا۔ خبر دار اگر تم نے اس المان سیال کے لیے ایسا کچھ سوچا، مجھے لگا تھا یہ تمہارا بچپنا ہے لیکن اگر تمہاری یہ بچگانہ سوچیں میرے لیے کسی مشکل یا آزمائش کا سبب بنیں مشائم تو تم میرا بہت برا روپ دیکھو گی۔ چلی جاو یہاں سے"

اوزان نے نہ کوئی نرمی روا رکھی نہ میشی کے نازک دل کا خیال، دانت پیس کر گھورتے ہوئے شدید غصیلے لہجے میں اسکی عقل ٹھکانے لگائی۔

یہ ذکر اور حوالہ اس وقت اسکے لیے ناپسند تھا، اوزان نے لحاف پرے فرش پر پھینکتے بیڈ سے اترتے ہی لہو رنگت چہرے اور برہم نظروں کے سنگ میشی کو دیکھا جو خود یوں رونے والا چہرہ لیے اٹھی جیسے یقین نہ کر پا رہی ہو یہ وہی

بھائی ہے وہ جو اس سے آج تک اونچا تک نہ بولا تھا، میشی کو لگا دل سو ٹکروں میں بٹ گیا ہے، پورے جسم میں درد اٹھنے لگے ہوں، جسم کی ساری جان قدموں میں آ سمٹی ہو اور پیر شل ہو گئے ہوں، بے اختیار بھیا کی اس سنگدلی پر دو آنسو میشی کی گلاب رخسار پر بہے۔

"آپ ا۔۔ اپنے پرامسس کو توڑ دیں گے؟"

میشی کی آواز یہ سوال کرتے رندی جبکہ اوزان نے بہت مشکل سے اپنے عتاب کو اس لڑکی کی ایک ہی فضول اور ناقابل برداشت مانگ پر دبایا۔

"یہ پرامسس قائم ہے، جب تمہاری عمر ہو جائے گی تو تمہارے لیے کیپٹن تو کیا اس سے بڑی پوسٹ والا ہمسفر ڈھونڈوں گا۔ اور یہ وعدہ میں نے اپنی اس بہن سے کیا تھا جسے بچوں کی طرح پالا ہے، اس سے نہیں جو دشمنوں کی جانب والہانہ پن رکھتے ہوئے ہمارا سر جھکانے کے ارادے کیے بیٹھی ہے۔ جاو میرا دماغ خراب مت کرو"

وہ ہنوز اس کو جھڑک ڈانٹ کر اپنے غصے کا اظہار کیے چہرہ موڑ گیا جبکہ میشی نے ناک میں رونے کے سبب جمع ہوتے پانی کو سانس لے کر کھینچ کر ساتھ اپنے آنسو بھی ہتھیلی کی پشت سے رگڑے اور منہ بسورتی وہ ٹھیک اوزان کے روبرو آکر جمی۔

"تو یہ آپکا قصور ہے، کیوں فوجیز کو اینیمی بنایا، وہ تو اتنے پیارے ہوتے۔ ہم سب لوگوں کی خفاظت کرتے، دشمنوں سے لڑتے۔"

معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے ہوئے میشی نے اسکے مجرم گردانتے تقریر جھاڑی اور اوزان نے گھور کر اسکی قینچی کی طرح جلتی زبان برداشت کی۔

"میشی مجھ سے کچھ سن نہ لینا اب"

دانت پیسے اشتعال انگیری کے سنگ وہ اسے باز آنے کی تیبہہ کیے پست سا غرایا لیکن میشی نے ہٹ دھرمی سے سر نفی میں جھٹکا۔

"مجھے نہیں پتا، اگر مجھے آپ نے میرا فوجی نہ لا کر دیا تو میں بابا کی طرح سلیپنگ پلز کھا کر انکے پاس چلی جاؤں گی۔ اور شکائیت لگاؤں گی کہ اوزو نے میرا دل توڑ دیا"

میشی کے ان تابناک الفاظ نے اوزان دایب انصاری کی روح فنا لمحہ سرکنے سے پہلے کی تھی، وہ تو بھلے یہ سب لاڈ اور دکھ میں کہہ گئی لیکن اوزان نے بہت مشکل سے اسکے منہ پر رسید ہوتے تماچے کو اپنی مٹھی کو مکے کی صورت بھینچ کر روکا ورنہ جو وہ کہہ گئی اس پر اوزان انصاری کا سینہ یوں تھا کسی نے تیز دھاری تلوار سے دو ٹکرے کر دیا ہو، سنہری مشتعل آنکھوں میں میشی کی بات نے سرخی اور انگاروں جیسا رنگ ثبت کر دیا۔

اوزان کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر خود میشی کی زبان رکی، جب احساس ہوا کیا بک گئی ہے تو آنکھوں میں پھر سے نمی اتری۔

"کیا بکواس کی ہے تم نے؟"

اوزان کی آواز دھاڑ بن کر کمرے میں گونجی، بپھرے زخمی شیر کی طرح اسکے دونوں بازو دبوچ چکا تھا، میشی نے حلق تر کرنے کو تھوک نگلے بھائی کے اس درد جہ غیض سے خوفزدہ ہو کر بھاگنا چاہا، اوزان نے اسکی بازو پھر سے پکڑ کر جنجھوڑتے اپنے سامنے واپس پتھر کیا۔

"س۔۔ سوری اوزو۔۔۔م۔۔ منہ سے نکل گیا۔ ا۔۔ ایسے مت دیکھیں۔۔۔م۔۔مجھے کچھ ہو جائے گا"

وہ یوں کپکپاہٹ میں لپیٹی منمنائی جیسے بھیا کی یہ نظر سیدھا جان نکال رہی ہو۔

"دوبارہ اگر تم نے یہ سب کہا میشی یا اس معاملے کو لے کر تمہاری زبان پر ایک لفظ بھی آیا تو اپنے ہاتھوں سے تمہارا اگلا دبا دوں گا۔ اب کوشش کرنا کچھ دن میری نظروں سے دور رہو۔۔۔ جاو یہاں سے"

بھیا کے ڈانٹ کر ڈرانے اور اتنا سارا ناراض ہونے پر وہ جانے کے بجائے اس سے روتی ہوئی لپٹی اور اوزان کا دل اس وقت اس لڑکی کو دیکھنے پر بھی راضی نہ تھا، افشار ہوتا خون جسم کی رگوں سے پھٹ کر باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔

"آئی ا۔۔ ایم سوری بھیا، م۔۔ میں دشمن فوجی کا نام نہیں لوں گی۔۔ م۔۔ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ پ۔۔ پلیز۔ میشی نہیں رہ سکتی آپ کے بنا۔۔۔ سوری میں دوبارہ کچھ نہیں کہوں گی۔ فوجی والی ضد بھی چھوڑ دی۔۔۔ م۔۔ مجھ پر غصہ نہ ہوں"

چیخنے اور اوزان کے اس قدر مشتعل ہونے پر وہ اس قدر ڈر گئی کہ اوزان کو اسے پیچھے دھکیلنے کی ہمت نہ ہوئی، پھر وہ بہت حساس تھی جس کے سبب اس سے غصہ اور سختی برداشت نہ ہوتی۔

"تم نے بہت تکلیف پہنچائی ہے میشی، پلیز ابھی جاو میرے بچے۔ ابھی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ جاو"

اسے نرمی سے پکڑ کر خود سے الگ کیے نا صرف اوزان پلٹا بلکہ بنا میشی کو دیکھتا وہ اپنی سٹڈی کی طرف نہ صرف بڑھا بلکہ دروازہ بھی بند کر دیا۔

"میشی !یو ہرٹ اوزو۔۔ ہی از اینگری ود می۔۔۔ آئی ا۔۔ایم سوری دشمن فوجی، مجھے آپکو بھولنا ہوگا۔۔۔۔۔ لیکن نہیں۔۔۔ نہیں بھول سکتی۔۔۔۔ مجھ پر غصہ کیا نہ، دیکھنا آپکی بابا جانی س۔۔سے شکائیت لگاوں گی۔۔۔انکو کہوں گی مجھے اوزو نے ب۔۔بہت ڈانٹا"

موٹے موٹے آنسو آنکھوں میں بھرے وہ خود کو کوستی خود بھی رو کر بھاگتی اسکے کمرے سے نکل گئی جبکہ اپنے سٹڈی میں بڑے سے آفس میز پر دونوں ہتھیلوں کو ٹکا کر جھکا ہوا اوزان اور اسکی آنکھوں کی حقارت ایسی تھی کہ اگر کوئی دیکھتا تو خوف کھا جاتا اور سانس لیتے لیتے سانس لینا ترک کر دیتا، سالم اگر کہیں جہنم تھی اس دنیا میں تو وہ اس وقت اوزان دایب انصاری کا سلگتا ہوا دل تھا۔

..________________________..

"ہمم، ٹھیک ہے تم فائیل لے کر چلو۔ سر جری کی تیاری کرواو میں آتا ہوں"

بارش وقفے وقفے سے جاری تھی جبکہ ہوسپٹل لان میں نرس کے ہمراہ وہ مصروف انداز میں فائیل پر نظر دوڑائے اسے سر جری کی تیاری مکمل کرنے کا بولا جس پر نرس فرمابرداری سے وہاں سے سر ہلائے گئی جبکہ دیان آریز کی سماعت میں کھنکتی آواز اتر کر اسکے لیے اس موسم میں خوش دلی سے سانس لینا خوشگوار کر گئی۔

"لگ تو بہتر رہی ہیں ماں جی، آپکو جب تک دوڑ نا نہ آجائے ہوسپٹل سے ہر گز چھٹی نہیں ملے گی۔ آپکے مسٹر نے ہمیں آپکو اچھلنے کودنے کے قابل بنادینے کا ٹاسک دیا تھا"

پنار وہیں لان میں شیڈڈ جگہ وئیل چئیر پر نرس کے ہمراہ موسم انجوائے کرتیں بزرگ آنٹی سے ہنس کر بولتی انکی آگے سے جب ڈھیر دعائیں لیتی ہنسی تو کسی کی گہری پرستائش نگاہ کا نور کہلائی، جب جب وہ پنار سیال کی بے خود اور مدہوش کرتی رسیلی مسکراہٹ دیکھتا، اسکے من میں اسے چھو لینے کی لایعنی طلب جگتی، ابھی تو اسے ہر احساس کو آنکھوں سے بھی وہ پوری رضا سے چھونے میں خوفزدہ تھا۔

"جیتی رہیے بٹیا، جلد آپکو بھی آپکا مسٹر پرفیکٹ مل جائے"

اس مریضہ نے محبت سے جیسے پنار کی ہتھیلی چوم کر والہانہ انسیت سے لبریز دعا دی، پنار اور دیان دونوں کی نظر بے اختیار ملی اور نظر چار ہوئی، دل دھڑکے، دھک دھک کانوں میں آکر یوں سنائی دی کہ ارد گرد کا شور کہیں دور جا مفقود ہوا، ان آنٹی سے یہ دعا خوش دلی سے وصول کرتی وہ مغرور سی مسکراہٹ چہرے پر سجاتی کب دیان آریز کے روبرو آرکی، وہ سمجھ ہی نہ سکا ہوا تیز ہوئی ہے یا پنار سیال کے سبب سب رک گیا ہے۔

دیان کی وارفتگی اسکی بے ادب آنکھوں سے ٹپک رہی تھی۔

"تم نے انکی دعا کے بدلے آمین نہیں کہاڈاکٹر پنار"

دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں گھسائے اپنے ہوش وحواس کو بھرپور یکجا کیے مستقل وہ پنار کے شوخ خدوخال اور چہرے کو تکنے کے بیچ بولا تو پنار نے نظر پھیرے وہیں کھڑے ان آنٹی کو سمائیل پاس کی اور جب واپس گردن گمائی تو آنکھوں میں مسکراہٹ تو دور ایسا کوئی سایہ بھی نہ تھا، سپاٹ چہرہ!

"کیونکہ پرفیکٹ کوئی نہیں ہوتاڈاکٹر دیان، سوایسی دعاوں کے لیے آمین کہنا نہ کہنا برابر ہوتا ہے۔ ویسے آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں واپس لاہور آگئی ہوں؟"

اپنے پہلے جملے میں وہ اپنی ناامیدی بھرنے سے روک نہ سکی تبھی اسکی تلخی دوسرے شوخ سوال سے کم کی لیکن خدا گواہ تھا دیان آریز کے دل کی دھڑکنیں پنار کے پہلے جملے نے ہی سست کر دیں۔

"فضا میں تلخی بڑھنے سے، منہ کے ساتھ خاصے خشک الفاظ کے حملے کرنے میں جو ماہر ہو تم"

دیان نے دانت پیسے طنز کا تیر سینے میں گارتے بدلا چکا یا جبکہ پنار نے لمحہ بھر اسکی تیز دھاری تلوار جیسی نظر سے آنکھیں چرائیں جیسے اسکے اپنے منظر گرد آلود ہو گئے ہوں۔

"آپ بات بدل رہے ہیں، بتائیں ورنہ کوئی جاسوس ہائیر کرنا پڑے گا مجھے"

پنار کو ابھی بھی شدید الجھن تھی کہ کیسے وہ اسکی واپسی فوراً جان لیتا ہے، اسی لمحے آسمان دفعتاً کالے بادلوں سے بھرا تو چڑھتے دن کے وقت شام کا سماں

چھا گیا، دیان نے نظر اٹھا کر آسمان پر ڈالی لیکن پنار کو آسمان کی خوبصورتی سے زیادہ اس بے ذوق کو دیکھنا بھایا، اسکے سارے موسم تو وہ تھا۔

اس سے دور اس سے لاپرواہ لیکن اسکے پاس آکر وہ کسی اور پنار میں بدل جاتی۔

"وہ سب؟"

پنار کے دو لفظی جملے پر وہ بے اختیار پنار کی آنکھوں میں جھانکا، بارش کی باریک بوندیں ٹپکنے لگیں، دونوں کے گرد نادیدہ حدت بڑھی، دلوں کی رفتار تیز ہوئی۔

"کیا؟"

دیان نے جان بوجھ کر لاپرواہی سے بھنویں اچکائیں جیسے چنا کا کا ابھی پیدا ہوا ہو، اور اسکی یہی میسنی حرکتیں پنار کا طیش بڑھاتی تھیں۔

"کیوں کہا تھا سب الجھا ہوا ہے، کیا اسے سلجھانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ الجھنیں بڑھ جائیں تو سلجھانی مشکل ہو جاتی ہیں"

پنار اس سے یہ سوال یوں روبرو آتے ہی پوچھ لے گی اسے اندازہ نہ تھا تبھی وہ نہ پنار کی ایسی نظر کے لیے تیار تھا نہ تکلیف کے لیے تبھی اپنے آپ کو زرا ترچھا رخ دیتے نظروں کو بے فضول ارد گرد گمایا۔

"تمہیں کہا تو تھا وہ بس فلٹری لائنز تھیں ڈاکٹر پنار، کیا ہو گیا ہے گرل"

دیان نے بنا نظر ملاتے جب اس بات سے بات بدل لی تو پنار نے بہت مشکل سے اپنے ہاتھ کو مٹھی کی صورت بھینچا ورنہ اس بندر کی ناک ضرور پکوڑا بنتی۔

"میں نے جو کہا یہ بھی فلرٹ ہی تھا، آپ کی جونئیر ہوں آپکا اثر ہو گیا ہے بس۔۔۔۔"

پنار نے جبڑے بھینچے سلگ کر کاری وار کیا اور جانے لگی مگر پھر رکی۔

"اچھا ہے اب سب الجھا ہی رہے ڈاکٹر دیان، سلجھانے کی کوشش کی تو منہ توڑ دوں گی آپکا۔ پھر چاہے مجھے ہوسپٹل سے نکالیں یا پورے ملک میں بین کریں۔ میری چپل کو بھی پرواہ نہیں"

دیان کی بے حسی پر وہ اس بار اس لیے بھی زیادہ بپھری کیونکہ پہلے ہی ہاتھوں سے دیان آریز ریت کی طرح چھوٹتا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ اذیت اس سے بیان کرنی دوبھر تھی، جبکہ دیان کو زرا اندازہ نہ تھا کہ وہ اس قدر ہرٹ ہو گی۔

سرجری کے باعث پنار اور اسے یہ ادھوری برہم ملاقات ختم کرنی پڑی، آپریشن کے بیچ بھی پنار کی برہمی نے دیان کی توجہ بھٹکائی، مگر ڈیڑھ گھنٹے کی سرجری کے بعد جب وہ دونوں فری ہو کر آئی سی یو روم سے سرجیکل سوٹس میں میڈیکل کیپس پہنے ہی باہر نکلے تو پنار نے جان بوجھ کر اس سے تیز قدم کرتے اپنے کیبن کا رخ کرنا چاہا مگر اسے زرا امید نہ تھی کہ دیان کبھی ایسا کرے گا، ساتھ سے گزرتی پنار کی کلائی اچک کر اس نے اسے نہ صرف روکا

بلکہ اپنے بے حد قریب مگر مناسب سے بیچ کے فاصلے کو استوار کرتے روکا کہ دونوں کے دل کی ایک جیسی سست دھڑکن، دلوں کے اسقدر قریب آنے پر کرلا اٹھی۔

"تم ہرٹ مت ہو، ہرٹ ہو گئی تو مجھ سے لڑنا چھوڑ دو گی۔ اچھا نہیں لگے گا مجھے"

وہ جواب بھی امید لگائے تھی کہ وہ شخص کچھ نیا کہے گا، کچھ ایسا جو پنار کو راحت دے، پھر سے اسکی وہی فرار کی کوششیں پنار کو آگ لگا گئیں۔

"لڑنے کے لیے رکھا ہوا ہے مجھے؟"

پنار کی آواز یہ سوال کرتے اتنی تیز ہوئی کہ کوریڈور میں گزرتی اکا دکا نرسیز بھی رک کر پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہوئیں اور تبھی پنار اس کے سینے پر ہاتھ سے دباو ڈالتی اسے ناگواریت سے پرے دھکیل گئی۔

"بولیں نہ، اگر یہی سب چاہیے آپکو تو کوئی منہ پھٹ لڑاکا عورت ہائیر کر لیں۔۔۔ اس سے دو دو ہاتھ کر کے دل کو راحت دے لیجئے گا۔ لیکن میں تھک گئی اس فضول کی تکرار اور تکلیف سے"

پنار اسے دیکھتی مزید بگھڑی، اتنی الجھی ہوئی وہ خود دیان کو پہلی بار لگی کیونکہ کہیں نہ کہیں پنار کی تکلیف سالم ویسی ہی شکل میں موجود تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ آفس میں چلتے ہیں"

دیان کو اسکی فکر ہوئی تو اسکا ہاتھ پکڑے وہ اپنے آفس کی طرف بڑھا مگر اندر داخل ہوتے ہی پنار نے بے حسی سے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھڑوایا، میڈیکل کیپ اور کوٹ اتار کر اس نے وہیں کرسی پر پھینکا۔

دیان کو اسکے غصے سے الجھن ہو رہی تھی۔

"پنار!"

دیان نے اسے رخ موڑ کر بالوں میں ہاتھ پھیرتے دیکھ کر اضطراب سے پکارا جس پر وہ گہرا سانس لیتی پلٹی جیسے آنکھوں سے ہی نگل لے گی۔

"کون ہوں میں آپکے لیے دیان آریز؟"

پنار نے پلٹ کر سرد لہجے میں پوچھا، لہجے میں بے حسی کی آمیزیش تھی۔

"یہ کیسا سوال ہے، تم میری جونئیر ہو۔ بہت قابل ہارٹ سپیشلسٹ ہو۔ میرا فائیٹ پارٹنر بھی ہو"

دیان کے ایسے جواب پر پنار نے گہرا سانس بہت کوفت سے بھرتے واپس رخ موڑا، مزید کوئی ری ایکشن دینے کی ہر سوچ کو بھاڑ میں جھونکا اور پلٹتے ہی اسے پرے دھکیلتی اس سے پہلے اسکے آفس سے نکلتی، ایک بار پھر دیان نے اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف کھینچا۔

"کیا سننا چاہتی ہو اسکے علاوہ ڈاکٹر پنار؟ یہی تو رشتہ ہے ہمارا"

دیان اسے اخیر زچ کرتا اسکی سلگتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بولا۔

"تو پھر کچھ لمٹس ہونی چاہیں اب سے، نہ تو آپ میرا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں نہ مجھ سے دو سیکنڈ سے زیادہ آئی کانٹکٹ کی اجازت ہو گی۔ نہ ہی آپ مجھے میسج یا کال کریں گے، صرف پروفیشنل ٹاک ہو گی۔ لڑا بھی ان سے جاتا ہے جہاں کوئی پائیدار رشتہ ہو، مالک اور ماتحت کا رشتہ تو میرے خیال میں کچھ خاص مضبوط نہیں ہوتا۔۔۔۔ ایم آئی رائیٹ؟"

جس قدر وہ زہریلی اس وقت تھی دیان کو یہی لگ رہا تھا زہر سے غرارے کر کے آئی ہے، اوپر سے اتنی پابندیاں اس سر پھرے پر لگا کر اسکا دماغ بھی گما چکی تھی۔

"کیا نیلے تھوتھے کا ملک شیک پی کر آئی ہو؟ اتنی زہریلی۔ یا بھنگ کے ٹینک میں منہ کے بل الٹ گئی تھی؟ کیسی نشئیوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ چلو تمہارا

دماغی ڈاکٹر سے معائنہ کرواتا ہوں۔ تمہارا پاگل واگل ہونا افورڈ نہیں کر سکتا ہوں"

دیان نے اسکی چڑ کو الٹا منہ بگھاڑتے سوا نیزے تک پہنچایا جس پر پنار کا دل چاہا اسکی گردن آج سچ میں مڑور دے۔

"مجھے غصہ مت دلائیں"

پنار نے دانت نکوس کر مشتعل ہوتے اپنی کلائی اسکے ہاتھ سے جیسے چھڑوائی، خود دیان لمحہ بھر ٹھٹکا کیونکہ پنار کی آنکھیں ضبط کے سبب سرخ ہو گئی تھیں۔

"سب ختم ہوا ڈاکٹر دیان آریز"

آنسو اس بار واقعی پنار نے بہت مشکل سے آنکھوں میں دبائے اور اس لڑکی کا یہ جملہ دیان آریز کی چلتی دھڑکن روک گیا۔

"کیا ختم کر رہی ہو ملکہ جذبات؟"

وہ اسی صدمے کی سی کیفیت میں بڑبڑایا۔

"وہی جو کبھی ہمارے بیچ تھا ہی نہیں اور میں سمجھ رہی تھی ایسی شدت اختیار کر گیا ہے کہ جنون میں بدل جائے گا۔ بھاڑ میں جائیں اپنی الجھنوں سمیت اب۔۔۔۔"

اپنی آنکھوں کو چراتی وہ بار بار باہر جانے کو مچلی لیکن اس بار دیان نے اسکی دونوں بازو پکڑے مزاحمت سے محروم کیا۔

"پنار!"

دیان کی آواز میں ڈر تھا۔

"ڈونٹ کال می پنار، اونلی ڈاکٹر پنار سمجھے"

اسکے ہاتھ بری طرح جھٹک کر اس بار وہ یوں اس کو پرے دھکیل کر باہر نکلی کہ دیان آریز چاہ کر بھی اسکے پیروں میں کوئی زنجیر نہ ڈال سکا۔

وہ روتی ہوئی گال رگڑے اپنے کیبن کی طرف دوڑی اور دیان آریز ہار جاتا وہیں روم کے بند دروازے سے کمر لگائے ساتھ جا لگا۔

"یہ محرومی میری جان لے کر رہے گی"

دیان آریز کی بے بسی پر وہ خود عاجز آچکا تھا لیکن کیا کرتا، نفرتیں، محبت کے گلے گھوٹے جانے کے منظر، اور تکلیف دیکھ کر بڑا ہوا اور انہی خوف و خدشات نے اس سے واحد سکون جیسی پنار بھی چھیننی شروع کر دی تھی۔

..________________________..

"ناراض مت رہ نہ، تیرے دادا سائیں اب پہلے جیسے نہیں رہے۔ دکھ برداشت نہیں کر سکتے پتر۔ دیکھ میرے یہ ہاتھ، کتنے خالی ہیں۔ تو بھی روٹھ جائے گا تو اس کرب سے کہیں جان.."

المان نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا تھا، عائشہ سیال اسکی منتیں کر کر نڈھال ہو کر روتی ہوئی اسکے کمرے سے چلی گئیں تھیں، لیکن وہ پتھر ہی بنا رہا تبھی سانول سیال خود لاٹھی کا سہارہ لیتے اسکے کمرے مئں آئے، ملازمہ کو اشارہ کیا جس نے اسکے کمرے کے ایک طرف بنے بیٹھنے کی جگہ کی جانب رکھے میز پر کھانے کا ڈھکا ٹرے رکھا اور باہر نکلی جبکہ دادا کو دیکھ کر وہ جو کمرے میں یونہی ٹہل رہا تھا، رکا بھی اور منہ بھی موڑ لیا تبھی وہ بہت کرب میں مبتلا اس سے مخاطب ہوئے۔

انکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ جب پلٹ کر روبرو ہوا تو وہ نم سی آکھیوں کو رگڑتے خاموش ہو گئے۔

"میں نہیں چاہتا کسی کی جان جائے نہ ایسا ہوں کہ کسی کی جان جاتی دیکھ اور برداشت کر سکوں۔ لیکن میری زندگی کو آپ کے اس فیصلے نے بھی خالی کر دیا دادا سائیں۔ شادی نہیں کروں گا کسی سے، فیصلہ لیا ہے۔ معاف کیا میں

نے آپکو، ہر فرد کو لیکن اب آپ سبکی یہی سزا ہے کہ میری خوشی دیکھنے سے محروم رہیں گے سب"

ایسی معافی جو رگوں میں بہتے خون کی روانی کو منجمد کر دے، اس بچے کی ناراضگی سے زیادہ المناک تھی۔ تبھی تو دادا کی آنکھوں میں حسرت ہلکورے لے اٹھی۔

"ن۔۔نہ بول ایسا کملیا، اتنی بڑی سزا مت دے ہمیں پتر۔ ہم میں تیرے یہ مظالم سہنے کی تاب نہیں ہے"

دادا کے کرلانے پر وہ دردناکی سے ہنسا تو وہ بھی جیسے دل سے تڑپ گئے۔

"مجھ بھی تاب نہیں تھی پر سب سہہ گیا دادا سائیں، میری امیدیں تو آپ نے توڑ دی ہیں۔ مجھے اب کہاں سے ملے گی ایسی دوست جس پر وہ کل کا آیا اوزان مکمل حکمران بن گیا، وہ مجھ سے بات بھی نہیں کر رہی، کہتی ہے نہیں کر سکتی، یہ سب آپکی وجہ سے ہوا ہے، میری اس سے بات کرنے کی عادت

مجھے تکلیف دے رہی ہے؟ کہاں سے ملے گی اسکی معصومیت، اسکی مسکراہٹ۔ اسکا ہر دکھ میں مسکرانا۔۔۔ میں نے اس سے کبھی عاشوں والی محبت نہیں کی تھی، وہ مجھے بہت بھاتی تھی۔ وہ میرے ساتھ کھڑی سجتی تھی۔ مجھے اب اپنا سجنا منظور نہیں۔۔۔ اب مجھے آپ لوگ یونہی تنہا دیکھیں۔"

اسے زینو کے بات نہ کرنے کے الگ ہی تکلیف دی جو خود بھی بے بس تھی، جس رشتے میں بندھی تھی اسکے تقاضے نبھا رہی تھی، جو الزام بہتان اسکی سماعت میں اترے تھے اب تو وہ اور محتاظ ہونے کا فیصلہ کرچکی تھی۔

"وعدہ کرتا ہوں جس سے کہے گا تیری شادی کراوں گا، جو بھی ہوئی۔ ایسا مت کہہ پتر، تیرے لیے بھی کوئی بنی ہو گی۔ تیرے ادھورے ہو جانے کا کامل احساس لیے"

داداسائیں کی تڑپ کے آگے الماں نے گہرا سانس کھینچے انکی طرف کسیلی نظروں سے دیکھا۔

"بھول ہے آپکی کہ اب ایسا کچھ میں کہوں گا، نہیں چاہئے مجھے اب کوئی۔ ایک گھنٹے تک واپس جارہاہوں لاہور۔اب گھر بھی نہیں آیا کروں گا۔ترس جائیں گے آپ لوگ میری صورت دیکھنے کو، میجر کو کہوں گا مجھے دور دراز علاقوں میں بھیجوادیں۔جہاں نہ آپ لوگوں کے میسج مجھے ملیں نہ کالز۔۔۔۔۔"

دادا سے وہ ایسے ہی روٹھتا تھا اور تبھی اپنی آنکھوں میں اتر آتی تکلیف سے انکو بھی آبدیدہ کر گیا۔

"اوئے دادے کی جان لے گا کیا خبیث"

پکڑ کر اسے سینے میں بھینچتے وہ سسک پڑے۔

"جان تو آپ لوگوں نے میری لے لی ہے۔۔۔۔ ہٹیں پیچھے۔ کسی کا پوتا نہیں ہوں میں۔۔۔۔"

کچھ دیر خود کو مضبوط کرتا رہا مگر پھر جیسے ان سے خود کو چھڑوائے آنکھوں میں کرچیاں لے کر وہاں سے چلا گیا، خان سانول سیال کا دل تڑپ کر رہ گیا۔

"او میرے سوہنے م۔۔مالکا، یہ میرے ہتھوں کیا کروادیا۔۔۔۔ اس بچے کا مجرم بنادیا مجھے۔۔۔۔ میں کیا کروں اسکی تکلیف ہولی ہو۔۔۔۔۔ مجھے اتنا بے بس نہ کر میرے مولا"

اذیت سے روتے وہ وہیں بستر کے کنارے ٹک کر اس تکلیف پر رو دیے یہ واقعی دلخراش تھا۔

جبکہ المان سیال نے واپسی کا یونہی کہا لیکن ضد اور غصے میں وہ واقعی دادا اور ماں کے لاکھ روکنے کے باوجود چار بجے تک واپس لاہور کے لیے روانہ ہو گیا۔

وہیں دوسری جانب پورا دن میشی اسکے بعد کسی کو نظر نہ آئی۔

ایزل مریم جب چھ تک شام کی چائے کے بعد ڈنر کے لیے میشی کی فرمائش کے بارے جاننے اسکے کمرے میں گئیں تو وہ وہاں بھی نہ تھی، لیکن اسکے بیڈ پر پڑا پیپر دیکھ کر انکے پیروں تلے سے زمین ضرور سرکی۔

"مجھ سے کوئی پیار نہیں کرے گا اب، اوزو کو ناراض کر دیا۔ وہ بہت ہرٹ ہوئے۔ میں چلی جاوں گی دور، جہاں کسی کو نہیں ملوں گی۔۔۔ بابا ہوتے تو مجھ سے کیا پرامسس کبھی نہ توڑتے۔۔ مجھے میری محبت میرا فوجی ایک لمحے میں دے دیتے، فوجی نہیں تو میشی نہیں۔۔۔ ہمم باراض ہو گئی میشی سب سے۔۔ بائے سبکو"

یہ جملے پڑھتیں ایزل مریم وہیں دل پر ہاتھ رکھے بمشکل ہی بیڈ کا سہارہ لے پائیں، اوزان جو اپنا غصہ اترنے کے بعد میشی سے ہی بات کرنے اسکے روم آیا، آئی جان کو روتا دیکھتا وہ بھی پریشانی سے انکی طرف لپکا، گویا انہونی کے

خوف نے اسکے دل کو مسل دیا تھا، ایزل مریم کو ایسا دردناک روتا ہوا اس نے کبھی نہ دیکھا۔

"آئی جان! کیا ہوا ہے آپکو،"

اوزان کی آواز سنتے ہی وہ مزید بر اسک پڑتیں وہ کاغذ کانپتے ہاتھوں سے اوزان کی طرف بڑھاتے پھوٹ پھوٹ کر رودیں۔

اوزان کی آنکھوں میں اس بیوقوف میشی کے یہ جملے خون اتار لائے۔

فوری وہ کمرے سے بپھری موج بنا باہر نکلا۔

"گارڈز!"

اس قدر اونچا غرایا کہ انصاری حویلی کے در و دیوار وہشت سے لرزے، جبکہ گارڈز تو اس ہولناک دھاڑ پر جمع ہوئے ہی، ہر فرد اپنے اپنے کمرے سے باہر نکلا۔

خود زینو جو بیٹھے بیٹھے صوفے پر ہی سو گئی، اس آواز پر ہڑبڑا کر اٹھی۔

اوزان کے چینخنے کی آواز پر وہ گود میں رکھی کتاب وہیں رکھتی شال گرد لپیٹے فوری کمرے سے باہر دوڑی۔

کنول، شمشیر صاحب بھی خوفزدہ سے ہال کی طرف آئے، سب کے چہرے یوں تھے جیسے ناجانے کونسی قیامت آگئی ہو۔

پورے گھر میں میشی کی تلاش کی گئی مگر وہ کہئں نہ تھی۔

اوزان نے گارڈز اور یہاں تک کہ چوکیدار تک کی گردن دبوچ تفتیش کی مگر کسی نے بھی میشی کو حویلی سے باہر جاتے نہ دیکھا، زینو بھی جب تک نیچے آئی، میشی کے گم ہو جانے کا کہرام اسے بھی خوفزدہ کر گیا۔

ایزل مریم کی حالت تو اس پر سب سے خراب تھی اور زینو نے ہی انکے پاس آتے ویسے ہی تکلیف کے سنگ انکو اپنے ساتھ لگا یا۔

"روئیں مت آئی جان، ی۔۔ یہیں ہو گی۔ مل جائے گی"

زینو سے آئی جان کا رونا سہا نہ گیا جبکہ شمیشر انصاری بھی پوتی کی گمشد گی پر تکلیف میں تھے البتہ کنول بس اسے روزمرہ کا ڈرامہ سمجھ کر انجوائے کر رہی تھی۔

دیان ہوسپٹل سے اور طلال یونی سے واپس آئے تو آگے یہ قیامت برپا دیکھ کر انکے پیروں تلے سے بھی زمین سر کئ۔

جبکہ پنار تو دن کو ہی دیان سے ناراض ہو کر واپس گھر چلی گئ اور زینو سے ملنے کو بھی اس نے اگلے دن پر ڈال دیا۔

جبکہ میشی صاحبہ سارے گھر والوں کو سولی پر لٹکا کر خود قبرستان میں بابا کی قبر کے سرہانے بیٹھی آنسو بہا کر انکو اوزو کی شکائیتیں لگا رہی تھی۔

لیکن اس قبرستان میں شام ہوتے ہی گلی کے آوارہ اور خبیث نشئ جمع ہونے لگتے جسکا میشی کو ہرگز علم نہ تھا اور اس وقت بھی قبرستان کی حدود میں

دو عدد درمیانی عمر کے بھدی شکلوں والے آدمی داخل ہوئے جنکی نظر جب قبر کے پاس بیٹھی اس نازک پیاری خوبصورت سی لڑکی پر گئی تو دونوں کی خباثت کے سنگ لال لپکیں۔

"مال تو چیک کر باس، تازہ نمکین اور نرم گرم"

انہی میں سے ایک نے اپنی مونچھ کو تاو دیتے بالائی لب کو انگوٹھے کی سیاہی مائل پورسے دبا کر سہلائے کمینگی سے دوسرے کو اشارہ کیا جس پر وہ بھی غلیظ ہنسا۔

"لگتا ہے آج عیاشی ہو گی کھل کر، چل چھپٹیں اس نازک بلبل پر اور چیڑ پھاڑ دیں اسے"

دوسرے والے نے بھی غلاظت اگلتے للچائی نظروں سے میشی کے جسم کو نہارتے کہا اور دونوں گرتے پڑتے عین میشی کے سر پر جا کھڑے ہوئے، ان میں سے ایک نے جیسے ہی ہاتھ بڑھا کر میشی کے کھلے بال چھونے چاہے، وہ

اپنے آس پاس سے آتی بدبو محسوس کرتی فوری جب بابا کی قبر سے سر اٹھائے پلٹی تو شام کی اس ملگجی روشنی میں ان دو ہیبت ناک شکلوں کو دیکھ کر چینخی، ان دونے لڑکی کو چینختے دیکھ کر فوری حملہ کیا، ایک نے میشی کی لوز جرسی کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو میشی کے پیچھے سرکنے پر وہ جرسی اتر کر اس آدمی کے ہاتھ میں آئی، میشی نے جان بچا کر جیسے ہی بھاگنا چاہا، دوسرے خبیث نے اسکو کندھے سے اس درندگی سے نوچا کہ میشی کی شرٹ کی بازو آدھی اس کھنچاو سے پھٹ کر رہ گئی، پورے جسم میں خوف واذیت کی لہر بیدار ہوئی، اس سے پہلے وہ دو آدمی اسے نوچ کر اسکی بوٹی بوٹی کرتے، میشی نے پوری قوت لگائے اپنے گریبان کو پھاڑ دینے کا ارادہ بنا کر چھپٹتے اس غلیظ آدمی کی بازو میں پوری قوت سے دانت گاڑتے اسے دوسرے پر دھکا دیتی گہرے گہرے سانس بھرے پیچھے ہٹی اور اس سے پہلے وہ دو پہلے سے زیادہ قوت سے اسکی طرف آتے وہ اپنے پیروں میں پہنے شوز باری باری اتار کر دونوں کی طرف انکے سر پر ٹھیک نشانے سے پھینکتی ننگے پیر ہی دوڑ کر اس

وحشی جگہ سے ہانپتی کانپتی باہر بھاگتی، اسکی اس سنسان قبرستان سے بلند ہوتی چینخ پر قبرستان سے ملحقہ روڈ پر رکتی گاڑی سے قد آور شخص باہر نکلا اور وہ بھی قبرستان کی طرف دوڑا لیکن ابھی وہ کچھ دور ہی گیا جب کوئی نازک سا نسوانی وجود بہت شدت سے نہ صرف ٹکرایا بلکہ پوری قوت سے لپٹ گیا۔

المان سیال کو لگا جیسے دل میں کسی نے دہکتی سلاخ گاڑ دی ہو، وہ کانپتا، روتا، ڈرا نازک وجود اس سے یوں امر بیل کی مانند لپٹا تھا کہ المان سے دوسرا سانس بھرنا تک دوبھر ہوا۔

وہ دو جو میشی کے پیچھے اسے چیڑ پھاڑ دینے کے ارادے بنائے بھاگ کر آئے تھے، اس لڑکی کو پہاڑ جیسے طاقتور آدمی کے گلے لگا دیکھ کر ہی ڈر اور خوف کے مارے گلی کی دوسری طرف دوڑ گئے مبادا وہ خونخوار تیوروں والا جسکے دائیں ہاتھ میں لوہے کی سیاہ گن دور سے کئی چمک رہی تھی، انکے چیتھڑے اڑا دیتا۔

"اچھی لڑکیاں ہر کسی کے گلے کا ہار نہیں بن جاتیں، ریلکس ہو جاو وہ جا چکے ہیں"

الماں نے اپنے آپ سے چمٹی اس بہت شدت پسند مخلوق کے سبب بہت الجھن محسوس کی، بہت دقت سے سانس کھینچے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر میشی کو خود سے علیحدہ کیے فاصلہ بنایا تو وہ الماں سیال کو دیکھ کر یوں سفید پڑی جیسے جسم کا سارا خون سوکھ گیا ہو، اس کو دیکھ کر خوفزدہ تھی، اسکے جملے کی تپش سے جھلس کر رہ گئی، جی چاہا زمین پھٹے اور اس میں اتر جائے مگر الماں کی نظروں سے دور چلی جائے۔

"م۔۔مجھے لگا بھیا ہیں۔۔۔س۔ سوری۔۔ آ۔۔۔ آپ کہاں سے آ گئے۔"

میشی اس پہاڑ معطر اور دل و جان کو لمحے میں مطلوب ہو جاتے پہاڑ وجود سے فاصلہ بناتے ڈر کر آنسوؤں میں گھلتی آنکھوں سے شکوہ خیز تکتے منمنائی اور پیچھے مڑ کر سنسان روڈز کی طرف نظر بھرے حراساں نظروں سے قبرستان

کی طرف گردن موڑی جیسے ان وحشی درندوں کے ابھی تک پیچھے آنے کا خوف لاحق ہو، جبکہ المان سیال نے اسکی پھٹی آستین سے چھلکتا سفید برہنہ کندھا، زرا سے چیر جاتے شرٹ کے گلے کے سبب بے آبرو ہوتے جسم اور اسکے ننگے پیر دیکھتے جھٹ سے اپنی براون لیدر جیکٹ اتاری، مشائم کے کندھوں کے گرد اوڑھائی تو ایک بار پھر وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی الماں کے اسے تین جانب سے جیکٹ کے سنگ اور مقابل سے اپنے سنگ ڈھانپنے کے سبب قریب ہوئی، میشی نے آنسووں سے رندابھیگا چہرہ اٹھایا اور نظر اسکے سینے سے لے جاتی آنکھوں تک پہنچائی، دونوں کی گہرے آنکھیں ملیں، میشی کی آنکھ سے لگتار بہتے آنسووں پر الماں نے بے اختیار اسکے آنسو ہاتھ بڑھا کر بنا کچھ سوچے پونجھ ڈالے جو آج اپنی غلطی کے سبب اپنی فیملی کے لیے ناسور بن جانے والی تھی، اگر الماں سیال آج نہ آتا تو وہ مر چکی ہوتی۔

سمجھ نہ آیا روئے کہ الماں سے یوں پھر سے ملنے پر خوش ہو، جب اس دوسری ملاقات میں بھی میشی کی آنکھوں میں الماں کے لیے وارفتگی اور

والہانہ پن کے علاوہ ایک اور رنگ تھا، تشنگی کا، جو المان سیال کے لیے نظر اس پر رکھنا حرام کر رہا تھا۔

"گاڑی میں بیٹھو تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کروں"

اس سے مناسب فاصلہ اختیار کیے الماں اس سالم اپنی آنکھوں مئں ڈبونے کی ماہر معصوم سی درماندہ لڑکی پر سے ہر ممکنہ نظریں چراتا گاڑی کی طرف اشارہ کیے سڑک پر چلنے لگا مگر وہ وہیں رکی تھی اس کو بھانپ کر وہ پلٹا، اسکے پیر میں شاید کچھ چبھا تھا تبھی چلنا محال ہوا، الماں نے پلٹ کر ایک نظر اسکے رکے پیروں اور پھر آنسوؤں سے بھری آنکھوں پر ڈالی، دل کٹ گیا۔

"م۔۔مجھے اس حال میں دیکھ کر سب نے ویسے ہی گولی مار دینی
ہے۔۔۔پ۔۔پلیز مجھے گھر نہیں جانا۔"

میشی کئ با قاعدہ رو دینے پر الماں پھر سے پلٹ کر اس تک آیا اور اس بار بنا میشی کی اجازت کے اسکا ہاتھ پکڑے وہ اسے ساتھ گاڑی تک لایا اور فرنٹ

کارڈور کھولتے ہی اختیاط کے سنگ میشی کو بیٹھائے، جبڑے بھینچتا ہوا دوسری طرف سے خود بھی آکر سوار ہوا، نظر خوفزدہ، سہمی اور تکلیف میں ڈوبی اس لڑکی پر ڈالی جس نے الماں سیال کی زندگی نہیں، دماغ نہیں اسکے دل کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا، اب تک وہ اپنے سینے میں مچلتے دل کی بے خودی محسوس کر سکتا تھا۔

"کیا کر رہی تھی اس وقت یہاں اس سنسان جگہ ؟ خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تو تمہیں پتا ہے تمہاری پوری فیملی جیتے جی مر جاتی"

الماں نے گاڑی سٹارٹ کرتے خفگی بھرے لہجے میں روتی ہوئی میشی کو سرسری سا دیکھے کہا جو ڈبڈبائی آنکھوں سے الماں کو دیکھ کر اپنے آنسو رگڑ گئی۔

"م۔۔مجھے نہیں تھا علم کہ یہ جگہ بھی سیکور نہیں، م۔۔میں تو بابا جانی کے پاس اوزو کی شکائیت لگانے آئی تھی۔م۔۔مجھے نہیں جانا گھر، مجھے اوزو سچ

میں تھپڑ مار دیں گے۔۔۔۔ د۔۔ ادا تو میرا گلا دبا دیں گے۔۔۔ پلیز مجھے نہیں جانا گھر"

وہ اس درجہ خوف اور صدمے میں تھی کہ جب اس نے اپنا ڈر بتاتے المان کی بازو جکڑی تب وہ سچ میں اسکے ہاتھ اور پھر اس لڑکی کے چہرے اور سرخ نم آنکھوں کو دیکھنے پر مجبور ہوا، دل میں حشر برپا کیے وہ کس فرصت سے رو رہی تھی، المان سیال کا دل جل کر راکھ ہوا۔

"کوئی کچھ نہیں کہے گا، میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ سب کو بتاوں گا کہ کیا ہوا۔ رومت۔۔۔ کہاں ہے تمہارا گھر؟ کیا نام ہے تمہارے بھیا اور دادا کا؟"

المان نے اسکے ڈر کو ہر ممکنہ کم کیا مگر وہ المان کے ساتھ جانے پر اور ڈری، بلکے کپکپا گئی۔

"ن۔۔ نہیں آپ مت جانا، و۔۔ وہ آپکو بھی تھپڑ مار دیں گے۔۔۔ آج میشی مر جائے گی پکا۔۔۔"

مشائم کا سانس بھی رو رو کر اکھڑ چکا تھا جبکہ الماان نے گاڑی سڑک کنارے روکی تا کہ اس لڑکی کو گھر جانے کے لیے راضی کر سکے۔

"دیکھو ڈرومت، جو ہوا وہ کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا۔یو آر سیف نہ؟ کچھ کیا تو نہیں ان لوگوں نے تمہارے ساتھ؟"

اسکی پھٹی آستین، تار تار گریبان اور ننگے پیروں نے الماان کو اس سوال پر مجبور کیا جس پر میشی نے فوری نفی میں گردن ہلائی۔

"ن۔۔نہیں، لیکن انکے ارادے بہت گ۔۔گندے تھے"

پھر سے وہ الماان کو تکتی وہ تابناک منظر اور بے بسی یاد کیے سسک پڑی، الماان نے نرمی سے اسکے کانپتے ہاتھ پر ڈھارس کے لیے اپنا خوبصورت ہاتھ رکھا تو میشی نے سانس روکے نظر اٹھا کر الماان کو دیکھا، سمجھ نہ آئی کیسے اسے بتائے کہ وہ اسکی وجہ سے ہی گھر والوں سے ناراض ہو آئی تھی۔

"سمجھ سکتا ہوں، اب اس سے تمہیں آگے محتاط رہنا ہے۔ جو بھی ہو اکیلی لڑکی کا یوں گھر سے باہر سنسان جگہ ہونا بہت خطرناک ہے۔ گھبراو مت میں تمہاری فیملی والوں کو کنونس کر لوں گا۔ ایڈریس بتاو مجھے"

الماں کے الفاظ اسکا لہجہ تھا ہی ایسا کہ وہ تڑپنے، سسکنے اور کرلاہٹیں دبانے کے بعد کچھ سنبھل گئی۔

"اوزان دایب انصاری میرے بھیا ہیں، انصاری حویلی یہاں سے دس منٹس کی ڈرائیو پر ہے"

الماں کے سمجھانے کے سبب میشی نے جب یہ سب بتایا تو الماں کی آنکھوں میں لمحہ بھر حیرت ولھو ساتھ اترا۔

"کیا؟ تم اوزان دایب کی بہن ہو؟"

الماں کی حیرت پر میشی نے بھیگی آنکھیں معصومیت سے جھپکیں جبکہ الماں کا دل چاہا اپنا سر ہی اب کہیں دے مارے۔

"یا میرے اللہ مجھے صبر دیں، یہی رہ گئی تھی میرے لیے"

الماان نے بے بسی سے خود پر اور اپنے بے قرار ہوتے دل پر ایک ساتھ لعنت بھیجی جو اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھتے ہی لٹ چکا تھا۔

خود میشی نے بھی اسکے بعد کچھ نہ کہا اور الماان سیال کی جبر ادبائی نفرت وہ بھی باآسانی دیکھ سکتی تھی، لیکن اس وقت اس قدر تکلیف کے باوجود اسے اپنا فوجی اپنے پاس دیکھ کر جو راحت ملی اسکا کوئی مول نہ تھا، پھر الماان کی جیکٹ اور اس کی خوشبو میشی کو اب تک حصارے ہوئے تھی اور گھر جانے کا خوف کہ سب اسے اس غلطی پر بہت بری سزا دے سکتے ہیں، الماان کے ساتھ کے سبب دھیرے دھیرے ختم ہوتا گیا۔

..______________________________..

جواد نے آج کچھ سیاسی کارکنز کے ساتھ ایک سرکاری ہوسپٹل کا دورا کیا، وہاں کافی دن سے مریضوں کی شکائیتیں موصول ہو رہی تھیں کہ سرکاری

ہسپتال میں بھی ادوایات پیسوں کی دی جا رہی ہیں سو ایم این اے ہونے کے ناطے جواد نے آج خود وہاں کا دوڑا کیا، وہ نہ صرف اچھے لیڈر تھے بلکہ درد مند دل کے مالک تھے تبھی انکے وٹررز بھی غریب طبقہ تھا اور بہت بڑا تھا، سو فیروز شمیشر بھلے پیسہ دے کر بھی وٹرز خرید لیتا، انکو پرا وہ نہ تھی کیونکہ یہاں کی پوری عوام انکے ساتھ تھی۔

وہاں کے مسائل دیکھ کر انہوں نے جلد ان کے مسائل کے سدباب کے لیے احکامات بھی جاری کر دیے، لیکن جب وہ ساڑھے چھ بجے تک گھر پہنچے تو ملازمہ کوثر سے انکو پنار کے تین بجے ہی گھر آجانے اور تب سے کمرے میں بند ہونے کی اطلاع ملی تو وہ فکر مند سے سیدھے اسکے کمرے میں آئے۔

"تم نے تو کہا تھا زینو کے پاس جاو گی، ڈنر میرے ساتھ کرو گی لیکن کوثر بتا رہی ہے تم تین بجے کی آچکی ہو اور تب سے کمرے میں بند ہو۔ ٹھیک ہو نہ بابا کی جان؟"

جواد کمرے میں آئے تو وہ جو لحاف میں گھس کر کروٹ پر لیٹی اپنی زندگی اور اب محبت کی بے مرادی پر آخری بار شاہانہ سوگ منا رہی تھی فورا بابا کے پاس آ کر بیٹھنے پر اٹھ کر بیٹھی، اب تک موسم ویسا ہی سرد تھا، بادل دن بھر ہلکے ہلکے برستے رہے لیکن لگ رہا تھا رات جم کر برسنے والے ہیں۔

"ٹھیک ہوں بابا جانی، تھوڑا سٹریس فیل کر رہی تھی تو سوچا آرام کر لوں۔ ہوسپٹل میں مزید کوئی کام نہ تھا سو میں جلدی آ گئی۔ اوپر سے آپکے لاڈلے کا میسج آیا تھا کہ وہ بھی واپس آ گئے ہیں۔ دادا نے کال کی اور بہت تکلیف میں تھے کہ الماان ناراض ہو کر چلا گیا۔ انکو تو تسلی دی لیکن خود ڈاؤن ہو گئی ہوں"

پنار نے اصل وجہ کے سوا دنیا جہاں کا ہر مسئلہ کہہ دیا اور ستم یہ کہ جواد مان بھی گئے، اصل تکلیف تو پنار کو دیان آریز کے اب بھی غیر سنجیدہ رویے نے دی تھی جو وہ کسی سے شئیر بھی نہ کر سکتی تھی۔

"اسکا غصہ میرے جیسا ہے، کچھ دن تو لگیں گے اترنے میں۔ تم سٹریس مت لو میرا بچہ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر المان آرہا ہے تو میں ڈنر پر کچھ اور بھی بنوا لیتا ہوں اسکی پسند کا، شاید موڈ بہتر ہو جائے اچھے کھانے سے"

جواد سیال کی تجویز پنار کو بھی اچھی لگی تبھی وہ رسان سے مسکرائی اور پاس بیٹھے بابا کی بازو سے لگ گئی۔

"ٹھیک ہے انکا فیورٹ افغانی پلاو بنوا لیں، دادا بتا رہے تھے بھوک ہڑتال پر ہیں موصوف۔ اور میری فکر مت کریں، میں ٹھیک ہوں"

پنار نے دھیما سا مسکرانے کے ساتھ بابا کی تشفی بھی کروائی جو اسکی پیشانی نرمی سے چومتے مسکرا دیے اور اٹھتے ہی اسکی گال سہلائی جو واقعی بہت اداس سی لیلی بنی لگ رہی تھی۔

"چلو پھر آج باپ بیٹی مل کر اسکے لیے یہ فیورٹ پلاو کک کرتے ہیں، کوثر کو آج چھٹی دینی چاہیے۔ آجاو کوکنگ سے تمہارا اسٹریس بھی دم دبا کر بھاگ

جائے گا اور وہ موصوف بھی شاید ہمارے ہاتھوں کی محنت پر ترس کھا کر اپنی بھوک ہر تال توڑ دیں"

بابا کی یہ تجویز اسے واقعی پسند آئی تبھی وہ انکے شرارت پر آمادہ انداز پر کھلکھلائی، اور بابا کو اوکے کا اشارہ کیے بستر سے نکلی اور وہ بھی خوشگوار سے انداز میں پنار کے کمرے سے نکلے۔

پنار نے بستر کو خیر باد کہا، واش روم گھسی، ہاتھ منہ دھویا اور بالوں کو میسی جوڑے میں باندھے واپس بیڈ روم میں آئی، بیڈ پر پڑی شال اٹھا کر اوڑھی تو نظر میسج نوٹیفکیشن پر پڑی۔

پنار نے خفیف سی ناگواریئت کے سنگ فون اٹھایا اور میسج اوپن کیا۔

"آئی ایم سوری پنار"

بس یہ ایک جملہ جس نے پنار کا غصہ مزید دہکایا۔

"تمہارے سوری اب کوئی اہمیت نہیں رکھتے دیان آریز، تم اس لائق ہو ہی نہیں کہ تم سے محبت اور امیدیں باندھی جاتیں۔ہارٹ لیس انسان"

اس وقت وہ غصے اور تکلیف میں تھی تبھی دیان کی کسی معذرت کو قبول نہ کرنے کا فیصلہ کیے وہ کٹھور پن کے سنگ فون وہیں میٹرس پر مارتی کمرے سے نکل گئی۔

..________________________..

"ہمارے منہ پر خاک مل گئی وہ چھٹانگ بھر کی لڑکی، کیا منہ دیکھائیں گے دنیا کو"

فیروز شمیشر انصاری کی وہشت خیز دھاڑ اس وقت انصاری ولا کے درو دیوار سے ٹکرائی، اوزان کے چہرے پر پہلے ہی لہو چھلکا تھا، دادا سائیں کی یہ بات جہاں ہر فرد کا کلیجہ نوچ گئی وہیں اوزان نے یوں نظر اٹھا کر فیروز شمیشر پر ڈالی جیسے انکا گلا دبا دینا چاہتا ہو۔

سلطان فیروز شمشیر انصاری کے پورے جسم میں جو اس وقت آگ لگی تھی وہی سب کو لگا کر خاکستر کر رہے تھے۔

"وہ میری تربیت ہے، ایسا سوچنے سے پہلے مر جائے گی یہ بات مت بھولیں۔ مجھ سے خفا تھی، کہیں چھپ گئی ہے۔ ایسا سخت مت بولیں دادا کہ آپکو اپنے الفاظ کی تلافی کی مہلت نہ ملے"

اوزان نے بہت مشکل سے تمیز کا دامن پکڑے بھی فیروز شمیشر کو جس طرح اپنے امڈتے جلال اور غیض کے سنگ تلملاتے حراساں کیا، اس شخص کی رگوں میں شرارے دوڑے۔

جبکہ طلال، دیان، ایزل مریم سب ہی نفرت سے فیروز شیمشر کو گھور رہے تھے اور زینو کی حالت تو یوں تھی کہ ٹانگیں کپکپاہٹ کا شکار تھیں، وہ سمجھ نہ پائی یہ سب کیسے دیکھے، کیسے سنے اور کیسے برداشت کرے، اوزان کی برداشت دیکھ کر اسکی جان نکل رہی تھی۔

"جو بھی ہو، تمہارے لاڈ نے اسے اس جگہ لایا کہ وہ اپنی من مرضیاں کرتی ہے، کیا تُک بنتی ہے ایسی بے وقوفی کی۔ اگر خدانخواستہ اس کے ساتھ کچھ ہو گیا تو کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہ رہے گا انصاری خاندان۔ کہاں چھپی ہے، سوئی ہے جو مل نہیں رہی۔ ہر جگہ تلاش کرلیا۔ اگر اس نے بھی گڑیا کی طرح ہمارے منہ پر کالک ملنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تم سب، اسکے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے ڈال دوں گا لیکن تاریخ کو دہرانے نہیں دوں گا"

فیروز شمیشر کی حیوانت اور درندگی کا وہ ان دھاڑ بھرے جملوں میں بھرپور ثبوت دے رہا تھا جبکہ کنول نے میدان گرم محسوس کرتے ہی جب میشی کا لیٹر چپکے سے ایزل مریم کی مٹھی سے چھپٹ کر بڑے مزے سے سبکو پڑھ کر سنایا تو ہر فرد ہی اپنی اپنی جگہ دفن محسوس ہوا، اوزان نے اس لیٹر کے ہر لفظ کو چسکے لے کر ادا کرتی کنول کو جن بھوری آنکھوں کے اشتعال کے سنگ دیکھا اس پر وہ بھی زرا ڈری۔

"اوہ میشی ڈارلنگ، یہ تم نے کیا کر دیا ایک فوجی کے پیچھے تم ہم سبکی عزت رونڈ گئی، کون ہے یہ فوجی کیا میشی کا بوائے فرینڈ؟۔ اللہ خیر کرے۔ آجکل تو زمانہ بھی بڑا گندا اچل رہا، رات ہوگئی ہے لیکن اسکا کوئی پتا نہیں"

کنول نے بھی سفاکیت کے سنگ سب کے جلتے سینوں پر اپنی نجس باتوں سے مزید آگ چھڑکی، اور اس سے پہلے اوزان اپنی برداشت کا شیرازہ بکھرنے پر کنول کا منہ توڑ دیتا، خود طلال آگے بڑھے۔

"بکواس بند کرو تم اپنی، اپنا زہر اپنے اندر رکھو ورنہ گلا دبا دوں گا تمہارا، بلکہ تم احسان کرو ہم پر اپنی یہ منحوس شکل گم کرو"

ایزل مریم کی ہچکیوں، اوزان کی برداشت، فیروز کی زہریلی آنکھیں تکنے کے بیچ طلال نے کنول کے ہاتھ سے وہ لیٹر لیے اسکی بازو پکڑ کر جنجھوڑے دو قدم دور جس تضحیک سے دھکیلا وہ خود اہانت سے سیخ پا ہوئی پر گئی نہ

کیونکہ تماشا دیکھے بنا آج اسکا کہیں جانے کا موڈ نہ تھا، سب کو تکلیف میں دیکھ کر مزے محسوس کر رہی تھی۔

جبکہ جس طرح اوزان دایب نے اپنے آتش فشاں کی طرح پھٹنے کے دہانے آئے غضب کو دبا رکھا تھا اس کی خبر صرف زینیش کو تھی، کیونکہ وہی اوزان کے ہاتھوں کی مٹھیوں کی صورت ابھرتی رگوں، آنکھوں میں اترے لہو اور دل میں برپا حشر کی گواہ تھی، تبھی تو وہ خوف کھا رہی تھی، ایزل مریم کا لگاتار رونا اسے بھی رلا رہا تھا۔

"یہ دن دیکھانے سے پہلے تم مر جاتی مشائم"

فیروز شمیشر نے غم و غصے کے عالم میں وہیں ہال کے میز کو لات مارے سکوت میں پھر سے اپنی غلاظت گھولی جبکہ اوزان نے بہت مشکل سے اپنے ہاتھ کو بھینچا، اسکے چہرے کی رگوں میں خون گردش کرتا بھیانک لگ رہا تھا۔

"آگئی تمہاری حویلی"

المان نے گویا قیامت آنے کی اطلاع دی، میشی نے خوفزدہ نگاہوں سے انصاری حویلی کے بڑے سے انٹرنس گیڈ کو دیکھا۔

"م۔۔مجھے بچالینا دشمن فوجی"

میشی نے جس مسکینت اور معصومیت سے المان کی طرف تاسف بھری نظر ڈالے منت کی، ناچاہتے ہوئے بھی المان کی سنجیدگی اس عجیب سے لقب پر زائل ہوئی۔

"فوجی کبھی بھی دشمن نہیں ہوتا، پریشان مت ہو۔ آجاو باہر"

المان کے نرم رویے پر میشی دیوانی تو ہو ہی چکی تھی لیکن اسکے ڈھارس پہنچانے پر مضبوط بھی ہوگئی۔

المان گاڑی سے باہر نکلا تو میشی نے بھی اسکی جیکٹ اچھے سے پہن لیتے، بکھرے بال ہاتھ پھیر کر سمیٹے اور لپک کر المان کے پاس آرکی۔

جبکہ دو دونوں اس سے بے نیاز تھے کہ اندر کونسی قیامت انکی منتظر ہے، الماں نے ہی دستک دی جس پر فوری دو تلملاتے گارڈز باہر نکلے جبکہ سامنے میشی اور الماں کو دیکھتے ہی انکی آنکھوں میں بھی لہو اترا، چاروناچار دونوں کو اندر آنے کی اجازت دیے اس گارڈ نے دونوں کو وہیں گاڑیوں کے پورچ میں روک کر اپنے ساتھی کو آنکھوں کے ناگوار اشارے سے اندر حویلی کی طرف دوڑایا۔

"صاحب جی میشی بی بی آگئی ہیں لیکن وہ کسی آدمی کے ہمراہ ہیں"

اندر پھیلے اس موت جیسے سکوت کو باہر سے حویلی کے اندر آتے ملازم نے توڑا، وہاں آدھے افراد نے میشی کے مل جانے کی خبر سنی اور آدھے کسی آدمی کا حوالا سن کر طیش میں آگئے۔

فیروز شمیشر نے وہیں قریب کھڑے گارڈ کے ہاتھ سے لہراتے گن چھپٹ لی اور بپھرے سانڈ کی طرح ناک لے نتھنے پھنکارتے باہر لپکے، ہر کوئی جیسے

اوزان اور فیروز شیمشر کے پیچھے لپکا، ہر کسی کی رنگت سفید اور پیروں تلے سے زمین سر کی ہوئی تھی۔

"تھینک یو"

میشی نے گھر پہنچتے ہی پہنی جیکٹ اتار کر الماں کو دی جس نے رسان سے مسکرا کر اس سے لی بھی اور پہن لی جبکہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے کے بعد جب سامنے متوجہ ہوئے کہ دونوں کے چہروں کی رنگت سفید پڑی۔

سیالوں کے لڑکے کو اپنے گھر کی بیٹی کے ساتھ دیکھ کر ہر کوئی تھم گیا، یہی حالت زینو کی تھی جو سب سے پیچھے باہر نکلی لیکن میشی کے ساتھ الماں کو دیکھ کر وہیں پتھرا گئی۔

میشی کی اجاڑ حالت دیکھ کر دیکھنے والی ہر آنکھ کچھ بھی سوچ سکتی تھی۔

"تو نے جرت کیسے کی اس گھر میں قدم رکھنے کی، کیا کیا ہے تو نے میری پوتی کے ساتھ خبیث مردود۔ تیری تو۔۔۔"

شمشیر انصاری اپنی گن لہراتے آگے بڑھے اور جیسے ہی انہوں نے میشی کے سامنے الماان پر گن تانی، وہ خوف سے وہیں سر چکرانے پر گری، یہ تو دیان نے بروقت اسے تھام لیا ورنہ اس وقت وہ بہت بری طرح زمین سے پٹختی جبکہ الماان بیہوش ہوتی میشی اور اپنے سینے سے لگی گن کی نال دونوں پر خفیف سا بوکھلایا، اس لڑکی کے بے ہوش ہونے نے معاملہ مزید خراب کیا، دیان ہی میشی کو اٹھا کر اندر بڑھا تو ایزل مریم بھی روتی کرلاتی ہوئیں پیچھے لپکیں۔

اوزان اپنی جگہ پتھر بنا آنکھوں میں آگ لیے کھڑا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، وہ قبرستان میں تھی۔ کچھ لوگ اس سے زبردستی کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور میں اتفاق سے وہاں پہنچ گیا۔۔۔۔۔"

الماان نے مقابل کی نفرت کے باوجود سب سچ بتایا لیکن وہاں اس کی بات پر کون یقین کرتا سو شیمسٹر انصاری نے اسکے منہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ اک لمحہ طلال، اوزان اور حویلی کے دروازے میں کھڑی زینو کی بھی چینخ

نکلتے بچی جبکہ کنول نے بھی یکدم اس ایکشن پر ہنسی روکنے کو منہ پر ہاتھ رکھا۔

فیروز نے اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ الامان سیال کو گریبان سے جکڑا جو اس بے وجہ کے تماچے پر عجیب سی نظروں سے اس جان کو آتے خونخوار بڈھے کو دیکھنے لگا، آج تک بچپن میں بھی بابا یا دادا نے اسے چھونے تک کی کوشش نہ کی اور یہ اسکے منہ پر تھپڑ برسانے کے باوجود اسکی جان لینے پر آمادہ تھا۔

"بکواس کرتا ہے، خبیث دادے کا خبیث پوتا۔ ہماری عزت پر ہاتھ ڈالنے کی تو نے جو یہ جرت کر دی یہ تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔ تو نے کیا سمجھا تھا انصاریوں کی بیٹی کے ساتھ بدسلوکی کر کے اسے ہمارے لیے سزا بنا کر بدلا لے گا۔۔۔۔۔ نہیں بچے، وہ تیرے ہی سر لادی جائے گی۔۔۔۔۔۔ اس کو تیرا خاندان ہی بھگتے گا"

کھڑے کھڑے فیروز شمشیر انصاری نے یہ ناگہانی، زہر میں بجھے الفاظ کہہ کر ہر کسی پر قیامت ڈھائی، طلال، اوزان یہاں تک کہ کنول بھی اس بار سچ میں چیخ مارتے مارتے بچی جبکہ الماان سیال یوں تھا جیسے اسکے جسم کا لمحہ لگا کر سارا خون یہ سانڈ خبیث پی گیا ہو، الماان کو وہ واقعی مردار، سالم گوشت نگل لیتا بھیڑیا لگا، اوزان دایب انصاری کے ماتھے کی رگیں برداشت کے سبب پھول چکی تھیں۔

"کیا بکواس ہے یہ، ہٹیں پیچھے۔ کیا آپ پاگل واگل ہیں۔ بڑے ہیں تو کیا مطلب کلیجہ نوچ کھائیں گے۔ کہہ تو رہا ہوں وہ مجھے راستے میں ملی۔۔۔ کیسے سرپھرے اور وحشی لوگ ہیں آپ"

الماان نے اپنے گریبان سے اس بڈھے کے ہاتھ پکڑ کر پرے دھکیلتے چیخ کر کہا مگر فیروز شمشیر اس وقت درندہ تھا تو باقی سب جیتے جاگتے مردے۔

"ایک بار پہلے بھی اس خاندان کی لڑکی کے ساتھ ایسا ہوا، اور انصاری والے اچھوتوں کو گناہ گاروں کے منہ پر مارنے کے عادی ہیں۔ نکاح خواں بلاو، ابھی کہ ابھی مشائم کا اس سے نکاح پڑواو اور چلتا کرو اس کو اس کے ساتھ۔۔۔۔اور تم اپنی چال میں خود پھنس کر اپنے دادے اور باپ کی طرح سسک سسک کر مرو گے یاد رکھنا"

شیمشر انصاری کی زہریلی آواز اس بار اوزان سے برداشت نہ ہوئی تو اس نے دادا کا ہاتھ پکڑے انکو جھٹکا دیتے المان سے دور کیا، جبکہ المان سیال کے تو نکاح والی بات پر حواس مفلوج ہو چکے تھے۔

"آپ جانتے ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیوں میرے ہاتھ سے کسی کی موت چاہ رہے آپ؟ اگر وہ کہہ رہا ہے کہ اسے میشی راستے میں ملی ہے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ خبردار اگر میشی کے لیے میرے علاوہ کسی نے ایسا کوئی غیر انسانی فیصلہ لیا"

اوزان کی برداشت بہت بری ٹوٹی اور اس نے فیروز شیمشر کو جنجھوڑ دیا لیکن اس بڈے پر جیسے اثر تک نہ ہوا۔

اسکے لوگ نکاح خواں کا انتظام کرنے جا چکے تھے۔

"ان پر یقین مرنے کے بعد بھی ممکن نہیں، کل کو اگر تاریخ دہرائی گئی تو یاد رکھنا اوزان سب تباہ ہو گا۔ وہی ہو گا جو میں نے کہا ہے، تم سب لوگ میرے فیصلوں کے پابند ہو سمجھے۔۔۔ میشی آج ہی اسکی بیوی بن کر اسکے ساتھ جائے گی تا کہ سیال والوں کو پتا چلے کہ اب بھی انصاری والے مرد کے بچے ہیں۔۔۔ ہٹ پیچھے۔۔۔ تیری لاڈلی ہے تو میری بھی اکلوتی پوتی ہے لیکن اس گھر کی دہلیز اس طرح پار کر کے اس نے اپنی اس دردناک سزا کو خود دعوت دی ہے"

داداکی سفاکیت کے سبب اوزان کی آنکھیں لہو ہوئیں اور جس طرح وہ اسے پرے دھکیل کر وہاں سے گئے، اوزان انکی جان لے لیتا اگر طلال بروقت اس بے قابو شیر کو نہ جکڑ کر روکتے۔

"ہوش کر اوزان۔۔۔"

طلال کی دبی آواز پر اوزان نے انکو بھی پرے جھٹکا اور تیزی سے دادا کے پیچھے اندر لپکا، جبکہ زینو بھی سہمی ڈرتی صدمے میں غرق فوری باہر بھاگی۔

الماں تو سمجھ نہ سکا کن پاگل خبطیوں میں آپھنسا ہے، زینو کو دیکھتے ہی اس نے رحم طلب سی نظر جیسے اس پر ڈالی وہ خود رو دی۔

"زینو، یہ کیسے وحشی لوگ ہیں تمہارے سسرال والے۔ تم تو یقین کرو میرا۔ وہ مجھے واقعی راستے میں ملی تھی۔ مسٹر طلال، پلیز اپنے سر پھرے باپ کو سمجھائیں وہ یہ سب کیسے کہہ سکتے ہیں"

الماں کی اپنی حالت بگھڑی، سب حسین مفلوج تھیں۔

"۔۔مجھے تو خود کچھ س۔۔ سمجھ نہیں آرہی۔۔۔ آئی ایم سوری"

وہ خود اس وقت بہت ڈری ہوئی تھی جبکہ طلال بھی سانس رکنے پر گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔

وہیں فیروز شمشیر سیدھا میشی والے کمرے کی طرف پھاڑ کھاتے تیوروں سے بڑھے جہاں میشی ہوش میں تو تھی پر وہ اتنا ڈر چکی تھی کہ اس سے کچھ بولنا محال تھا، اسکا سانس رک رہا تھا، پوری کانپ رہی تھی۔

"اس آدمی نے تمہیں چھوا، میلا کیا۔۔۔ بول میشی"

ایزل مریم کو پکڑ کر پرے کرتے فیروز اس سہمی میشی کی بازو دبوچ کر کھڑا کرتے اسکے تار تار لباس سے نظریں چراتے اس قدر وہشانہ دھارے کہ میشی کی ہچکی بندھ گئی، اوزان نے جب دروازے میں پہنچتے دادا کی یہ بدسلوکی دیکھی تو لپک کر اس نے دادا کے ہاتھ سے میشی کو چھڑوائے اپنے سینے سے لگایا اور روح فنا کرتی نظر اس جانور شخص پر ڈالی۔

"کیا آپ انسان ہیں ؟ مجھے بے ادبی پر مجبور مت کریں دادا۔ کوئی میشی سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ نکل جائیں سب یہاں سے۔۔۔ آئی سیڈ گیٹ آوٹ"

اوزان کے دھاڑنے پر دیان نے روتی ہوئی بڑی امی کو سینے کے ساتھ لگاتے باہر کارخ کیا مگر فیروز شمشیر وہیں رکا غصے سے اوزان کو گھورا۔

"تیری یہاں نہیں چلتی، ابھی تیرا دادا زندہ ہے۔۔۔۔۔ باہر لے آ اسے شرافت سے اوزان ورنہ اگر آج اسکے اور میرے بیچ تو بھی آیا تو مسل دیا جائے گا۔۔۔۔۔ اپنے خاندان کی عزت پھر سے داو پر نہیں لگنے دوں گا۔۔۔ یہ اپنی غلطی کی سزا بھگتے گی، اور اب کی بار تو اسکی ڈھال نہیں بن سکا سمجھا"

شمیشر انصاری اس وقت واقعی کسی خونخوار بھیڑے کاروپ دھارے تھے، جبکہ اوزان نے ان پر سے نظر حقارت سے پھیری جبکہ میشی کی رو رو کر سانس بند ہو رہی تھی۔

اوزان کا اپنا دل پھٹ رہا تھا، میشی کی یہ حالت دیکھ کر اپنی آنکھوں میں آتی سرخی اور نمی وہ بھی نہ روک سکا۔

"م۔۔ میشی۔۔۔ میرے بچے"

اسے پکڑ کر بیٹھاتے وہ اسے پکارا تو اسکی مضبوط آواز بھی لرزی لیکن وہ بالکل بے جان ہو رہی تھی، میشی کی ایسی حالت پر اوزان کا دل جل رہا تھا، آج پہلی بار اسے یہ حویلی اپنے ساتھ ساتھ میشی کے لیے بھی ٹارچر سیل لگا۔

"تمہیں جانا ہو گا میشی، اپنے فوجی کے ساتھ۔۔۔۔"

اوزان کا یہ جملہ سن کر وہ جو مسلسل رو رہی تھی، حزن وملال کے سنگ روتی ہوئی بھیا کو یوں دیکھنے لگی جیسے انہوں نے اسکی جان نکال لی ہو۔

"آج جو کچھ تمہاری غلطی کے سبب ہوا، اسکے بعد تم اس گھر میں لمحہ بہ لمحہ ٹارچر کی جاوگی جو مجھ سے ہرگز برداشت نہیں ہو گا میرے بچے، تم بھیا کی سانسیں ہو، کبھی نہیں سوچا تھا یہ زندگی اس دردناک موڑ پر بے سمت لا کر

تڑپنے کو چھوڑ دے گی۔۔۔۔ابھی تم اسکے ساتھ چلی جاو، وہ اور اسکی فیملی بہت اچھی ہے۔مجھے وقت چاہیے یہ سب سلجھانے کے لیے"

اوزان یہ سب کیا کہہ رہا تھا، میشی کے دماغ کو ہر ہر لفظ سن کرتا گیا۔

"او۔۔اوزو نہیں۔۔۔"

وہ تڑپ کر اسکے سینے سے شرٹ مٹھی میں جکڑتی سسکی مگر اوزان نے اسکے ہاتھ سے دردناکی کے سنگ اپنا دامن چھڑوایا اور آنکھ سے ٹپک پڑتا اک بے بس آنسو پونچھے اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

فیروز شمیشر انصاری پر جو دردندگی طاری تھی اس نے ہر شخص کو اشکبار کر دیا، انھی تار تار کپڑوں کے سنگ شیمسشر نے میشی کا نکاح الماں کے ساتھ کرواتے ہی اسے بالکل گڑیا کی طرح اپنی زندگی سے نکالا۔

ٹھیک پچیس سال پہلے بھی ایسی ہی قیامت برپا ہوئی تھی، تب سامنے یعقوب حیدر اور ان کے منہ پر مارنے والی آلا یہ تھی۔

کوئی کچھ نہ کر سکا، سبکو اوزان سے امید تھی لیکن وہ بھی پتھر بنا یہ سب چپ چاپ اپنی جلتی آنکھوں سے دیکھتا رہا، میشی کی سسکیاں، اسکے آنسو سب کا دل چیر گئے۔

المان سیال تک صدمے میں تھا کہ یہ اسکی زندگی کے ساتھ ان انصاریوں نے کیا کیا ہے، وہ خود ہی اس وقت پاگل ہو رہا تھا پھر اس جان ہارتی لڑکی کو کیسے سنبھالتا جو چند لمحوں میں دل سلگانے کے بعد اسکی پوری زندگی، وجود اور جان کی آتش بن کر اسکے منہ پر مار دی گئی۔

وہ اسے لیے اس موت جیسی حویلی سے باہر آیا تب بھی دم گھٹ رہا تھا اور میشی کا رونا تو تھم گیا لیکن وہ کسی بھی وقت مر جاتی ایسا محسوس ہوا، المان نے اپنی جیکٹ جب باہر پھیلی ٹھنڈ کے سبب گاڑی کے پاس آکر اس تڑپتی ہوئی میشی کو دوبارہ پہنانی چاہی تو وہ اسے حقارت و غصے سے پرے جھٹک کر وہیں سڑک پر گرنے کے انداز میں بیٹھی، اسکے آنسو تیزاب کی مانند المان کے سینے پر گرے۔

"ی۔۔یہ کیا ہو گیا۔۔۔۔اس س۔۔سے اچھا تھا وہ مجھے م۔۔مار دیتے۔۔۔کہا تھا مجھے گ۔۔گھر مت لائیں۔۔۔۔ا۔اب میں جینا نہیں چاہتی۔۔۔۔م۔۔مجھے نہیں ج۔۔جینا۔۔۔۔آئی ہیٹ مائی سیلف۔۔۔"

وہ بہت برا روتی اس سے پہلے خود کے بال نوچتی الماان نے اسے پکڑ کر نہ صرف اٹھایا بلکہ واپس اپنے سینے سے لگایا، جیسے اپنے دل کی آگ بھی کم کرنا چاہتا ہو۔

"مت رومشائم ۔۔۔آو گھر چلیں۔۔۔"

اسے وہ اس وقت کچھ بھی کہہ دیتا، وہ موت کی اذیت سے گزر رہی تھی، اسکے آنسووں نے الماان کی پوری شرٹ بگھو دی، لیکن الماان نے خود ہی زبردستی اسکو جیکٹ بھی پہنائی اور گاڑی میں بھی بٹھایا اور خود ان جہمنی لوگوں کے گھر پر نگاہ حقارت ڈالتا وہ خود بھی گاڑی میں آکر بیٹھا اور میشی نے

جیسے سر شیشے سے ٹکا کر اپنی روتی آنکھیں میچیں وہ المان کو حقیقی درد میں جھونک گیا۔

جبکہ شمشیر انصاری اس وقت ہر کسی کی نفرت اور لعن تان کے زیر اثر تھے۔

اوزان کے سوا ہر کوئی ان پر لعنتیں برسا رہا تھا کیونکہ وہ خود میشی کے جاتے ہی آکر اپنے کمرے میں بند ہو گیا اور زینو اس وقت اسکے پیچھے ہی لپکی، جس اذیت سے اوزان گزرا تھا، اسے ڈر تھا کہیں خود کے ساتھ کچھ کر نہ گزرے۔

"آپ انسان نہیں حیوان ہیں، مجھے لگا تھا گڑیا آپکے ناپسند سوتیلے بھائی کی بیٹی تھی تبھی اس کے ساتھ وہ ظلم کرتے آپ کی روح نہ کانپی۔۔ لیکن میشی آپکا اپنا خون تھی، بہت ہی پیارے لاڈلے دایب انصاری کی لاڈلی، دایب کو آپ نے مجھے اور آریز سے ہمیشہ زیادہ فوقیت دی اور ہم نے اف بھی نہ کی۔

۔ پھر آپ نے ایسی سنگدلی کیوں کی میشی کے ساتھ وہ تو آپکے دل کا ٹکرا تھی۔۔۔۔اگر وہ اس د۔۔ کھ سے مر گئی نہ بابا سائیں تو قسم اٹھا رہا ہوں ان ہاتھوں سے آپکو مار دوں گا"

اس ظلم پر نہ زمین کانپی نہ آسمان گرا لیکن طلال انصاری کا کلیجہ ضرور کٹ چکا تھا، دیان تو خوفزدہ تھا کہ ایزل مریم کو نہ کچھ ہو جائے جو بالکل بے جان میشی کو رو رہی تھیں اور کنول بھی اس وقت طلال کے دھاڑنے پر سہمی دیکھائی دی۔

"خاندان کی عزت جس کے سبب خراب ہو وہ دل کا ٹکڑا بھی ہو تو شمشیر اسے کلیجے سے نکال دینے کا عادی ہے، تو مجھے مارے گا؟ تو خود زندہ ہے کیا؟ ۔ یہ حویلی میری ملکیت ہے اور یہاں فیصلے بھی میں لیتا ہوں۔ یہ عزت یہ مرتبہ میں نے بہت مشکل سے پایا ہے، کسی کو بھی اسے میلا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میشی کو انکے سر تھوپ کر میں نے ان لوگوں کو دل

دہلا تا عذاب دیا ہے، وہ اسے ہماری کمزوری بنانا چاہتے تھے لیکن اب اسے خود ہی جب دل سے لگائیں گے تو میرے اس جلتے دل کو تب قرار آئے گی"

فیروز شمیشر نے طلال سے بھی اونچی آواز میں دھاڑتے کہا جبکہ ایزل مریم بالکل بے جان ہوئیں تو دیان نے انکو ملازمہ کے ہمراہ انکے کمرے میں لے جاتے سکون کا انجکشن دیا ورنہ انکی جان اس ظلم پر ضرور جاتی۔

جبکہ خود وہ باہر آیا تو طلال وہیں سر گرا کر صوفے پر بیٹھے رو رہے تھے اور دادا کا سر غرور سے اکڑا تھا۔

"پہلے مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ ایک باپ اتنا سنگدل اور بے درد کیسے ہو سکتا ہے، لیکن آج اپنی آنکھوں سے آپ کی بربریت دیکھ کر پتا چل گیا کہ گڑیا پھپھو بھی میشی کی طرح بے قصور ہوں گی۔ آپ نے اچھا نہیں کیا دادا سائیں، اس گھر کی چہکتی ہوئی خوشی کو جس زلت کے سنگ گھر بدر کیا ہے، یاد رکھیے گا آپ خوشی کے نام تک کو ترسیں گے۔ میشی کے ساتھ ظلم کرنے والا

شخص دیان آریز کا بھی مجرم ہے۔ نفرت کرتا ہوں میں آپ سے اور وہ دن دور نہیں جب اوزان لالہ بھی یہی جملہ آپکے منہ پر ماریں گے۔۔۔۔ میشی کو کچھ ہوا تو آپ کو نہیں چھوڑوں گا"

دیان آریز نے لفظ اگل کر اپنے اندر کا سارا عتاب نگلا اور فیروز شمیشر نے اسکی بدزبانی پر اسے بھی پلٹے منہ پر تماچہ رسید کیا۔

"گستاخ، خوبخو اپنے باپ پر گیا ہے باغی، اور بدبخت۔ آج کے بعد اگر تو نے مجھ سے ایسی ٹون میں بات کی تو آریز کی قبر میں ہی تجھے بھی زندہ گاڑ آوں گا۔ دفع ہو جا، اوزان تم سب جیسا نہیں ہے۔ اسے پتا ہے اصولوں کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ اسے پتا ہے دشمنی کیسے نبھاتے ہیں، اسے پتا ہے فیروز شمشیر انصاری کے پوتے کو کیسا ہونا چاہیے۔ تو بھی میرے تینوں بیٹوں کی طرح ہی نکلا، جا ڈوب مر۔۔۔۔ خبیث مجھ سے زبان چلاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اس گھر میں اب میشی کا ذکر بھی نہیں ہو گا، مر گئی وہ ہم سبکے لیے"

جھٹکے سے کاٹ دار نگاہیں دیان کی لہو چھلکاتی آنکھوں پر ڈالے وہ باقاعدہ غرائے جبکہ اس تھپڑ کو تو وہ سہہ گیا لیکن اب لگ رہا تھا دیان آریز انکو خون کے آنسو رلانے والا ہے۔

دیان وہاں سے غصے سے چلا گیا تا کہ وہ میشی کے پیچھے جائے، اس لاڈلی کو اس تکلیف میں اپنی ڈھارس دے جبکہ روتے ہوئے طلال پر مشتعل نظر ڈالتے فیروز شمشیر ذرا اسکے قریب آئے اور تمسخرانہ ہوئے۔

"تجھے عورت ہونا چاہیے تھا طلال، بزدل کہیں کے۔ سنبھالو اسے بہو رانی ورنہ رو رو کر ہی مر جائے گا"

وہیں آخری بچ چکی سہمی سی کنول نے انکے حکم پر فوری گردن ہلائی کہ کہیں غصے میں اسکی گال بھی نہ سیک دیں جبکہ طلال نے جس طرح اس طنز پر روتی آنکھیں اٹھا کر بابا پر ڈالیں، وہ اگر کسی درد مند دل کو ملتیں تو کلیجہ کٹ جاتا۔

کنول خود اس وقت خوفزدہ تھی تبھی بے حال سے طلال کو اس نے پوری ہمت لگائے تھاما بھی اور اٹھایا، وہ اس عورت کو لاکھ پرے جھٹکتے پر کنول نے فی الحال واقعی صرف طلال کی حالت کے بیش نظر انکی نفرت کو اگنور کیا اور کمرے کی طرف لے کر بڑھ گئی۔

..________________________..

اسکے مضبوط ہاتھ میں بہت بڑا کٹ تھا جس سے خون رس رس کر نیچے فرش پر گر رہا تھا، کچھ دور ہی شیشے کا واس ٹکڑے ٹکرے ہو کر اوزان کے کمرے کے قالینی فرش پر جا بجا بکھرا تھا اور وہ کسی بت کی طرح اپنے ہاتھ سے خون کے ٹپکتے قطروں کو دیکھے جا رہا تھا۔

زینو اسکے کمرے کے دروازے کے باہر لگ کر کھڑی اتنی ہمت نہ رکھتی تھی کہ دستک دے، اسے اوزان کی تکلیف سے خوف آرہا تھا۔

"مجھے پ۔۔پتا ہے آپ بہت ہرٹ ہیں، غصے م۔۔میں ہیں، کسی کو مارنا بھی چاہتے ہیں۔ل۔۔لیکن اسکے باوجود م۔۔مجھے آپکے یوں کمرہ لاک کر دینے پر ب۔۔بہت ڈر لگ رہا ہے، ا۔۔یک بار کھول دیں۔۔۔پلیز۔۔۔"

وہ کب سے دبی دبی سرگوشیوں میں اسے پکار رہی تھی لیکن اوزان دایب انصاری کو کچھ سنائی دینا بند ہو چکا تھا، جس ہاتھ سے وہ میشی کو خود سے دور ہونے سے روک نہ پایا دل چاہا اسے کاٹ دے، یہ تھوڑا سا لہو اسے سکون نہیں دے رہا تھا، جو قیامت اندر سینے میں برپا تھی اسکے اگلنے کے لیے یہ خون بہت کم تھا۔

"م۔۔مجھے ڈر ل۔لگ رہا ہے، م۔۔میں آپکی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔ میرے دل ک کو کچھ ہو جائے گا۔پلیز اوپن دا ڈور"

زینو خود یوں تھی جیسے ابھی گر پڑے گی، جو کچھ ہوا تھا وہ اسکی حسیں بھی مفلوج کر چکا تھا۔

"ا۔ اوزان"

اسے یقین تھا اس پر وہ ضرور رد عمل دے گا جبکہ زینو نے جب اسکو پکار نے کے ساتھ اسکے روم کا ڈور ناب گمایا تو وہ کھل گیا کیونکہ وہ لاکڈ نہ تھا، زینیش نے اپنے آنسو رگڑے جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، اوزان کے ہاتھ سے ٹپکتے خون کو دیکھ کر اسکے چہرے کی رنگت پیلی پڑی، پھر وہ شیشے کا ٹوٹا واس جا بجا بکھرا تھا اور اس میں سجے پھول کسی نے پیر سے مسل دیے تھے وہ کمرے کے وسط میں اپنی بے مرادی پر رو رہے تھے۔

زینیش لپک کر اوزان کے پاس آئی اور اسکے قدموں میں بیٹھتے ہی اپنے کندھوں کے گرد لپیٹی شال اتار کر اس نے اوزان کے ہاتھ پر وہ جلدی سے لپیٹی تا کہ خون بہہ نا رکے، اوزان نے ہاتھ کو اس بھوری چادر میں چھپتے دیکھ کر نظر جب زینو کی آنکھوں پر ڈالی تو نا صرف اس کو پرے دھکیلتا اٹھا بلکہ اپنے ہاتھ پر مرہم پہنچاتی زینو کی چادر بھی اتار پر فرش پر ماری۔

"دفع ہو جاو یہاں سے، کیوں آئی ہو۔ میری بے بسی کا تماشا دیکھنے۔ میری تکلیف تمہارے دل کو بہت سکون دے گی، آتے ہی تمہیں اپنے ساتھ کی میری زیادتی کا بدلا مل گیا مجھے یوں دیکھ کر۔ سب اجڑ گیا، نکل جاو میری زندگی سے"

اسکو باقاعدہ پکڑ کر کمرے سے نکالتے وہ وحشی بنا تو زینو نے اسکے دھکیلنے کے بیچ بڑے ضبط سے ہمت کی اور اسکی بازو پکڑے اس بے رحمی سے روکا۔

"اوزان، پ۔۔ پلیز اتنی بد سلوکی مت کریں۔۔۔۔ میں آپکا برا نہیں چاہ سکتی کبھی۔۔۔۔ م۔ مممجھے آپکا زخم دیکھنے دیں، ب۔۔ بہت خون نکل رہا ہے۔ پلیز"

وہ اس وقت مار بھی دی جاتی تب بھی بضد تھی وہ اسکے زخم پر مرہم لگائے، لیکن وہ بپھرا ہوا زخمی شیر اب کسی مرہم کے حق میں نہ تھا۔

"ابھی تو تم اوزان کی آنکھوں سے لہو ٹپکتا بھی دیکھو گی، یہی تو تمہاری خوشی ہے۔ مجھ سے نفرت کرتی ہو، میں نے تمہاری زندگی خراب کی۔ تم تو میری تکلیف پر خوش ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ خوشی مناؤ جا کر۔۔۔۔۔ میری آنکھوں سے اب سچ میں دور رہنا، میری ہر تکلیف سے"

اس وقت وہ اسے جس طرح سمجھ رہا تھا، زینو میں سکت نہ تھی کہ وہ کوئی صفائی دیتی، نہ وہ اسکا یقین کرتا۔

"آپکی ق۔۔ قسم دور رہوں گی پر زخم دیکھنے دیں۔۔ اوزان بہت خون نکل رہا ہے۔۔ پلیز رحم کھائیں مجھ پر"

اسکے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش میں وہ منت کر اٹھی، اور اوزان سمجھ نہ پایا کیوں اس لڑکی کی اسکے معمولی سے زخم پر جان نکل رہی ہے۔

"بیٹھیں۔۔۔ریلکس ہو جائیں۔ کچھ نہیں ہوا۔ گہرے گہرے سانس لیں۔ الماں میشی کو رونے بھی نہیں دے گا، پلیز بھروسہ کریں مجھ پر۔۔۔۔ پرسکون ہو جائیں"

اس شخص سے جب سانس لینا مشکل ہوا تو زینو نے اپنی ننھی منھی قوت لگا کر نہ صرف اس پہاڑ کو واپس میٹرس پر بیٹھایا بلکہ جس طرح اپنے پر حدت ہتھیلوں سے اس نے اوزان کے چہرے کو چھوتے، اس کرب سے نکالنے کی سعی کی، وہ بے جان نظروں سے بس اسے اور اسکے یہ سنبھالنے کے جتن ہی دیکھتا رہا، کچھ بول پائے یہ اس لڑکی نے ناممکن کر دیا۔

کبھی وہ اسکی پریشانی اور صدمے سے گردن پر ہاتھ پھیرتی کبھی شانوں، کسرتی سینے پر نگاہ جمائے واپس اپنے ملائم ہاتھوں میں اسکا چہرہ بھرتی۔

"وہ اس تکلیف سے جلد نکل آئے گی، الماں اس سے کوئی بے رحمی نہیں کرے گا۔ میں جانتی ہوں اسے، وہ زینو جیسا نرم ہے، حساس ہے۔ پلیز پرسکون ہو جائیں۔ اور اب مجھے اپنا ہاتھ دیکھنے دیں، پلیز"

وہ آنکھیں موندے وہیں میٹرس پر گرتے ہوئے لیٹا تو زینو نے اسکے پاس بیٹھتے ڈرتے اسکا زخمی ہاتھ پکڑا، پوری ہتھیلی پر اس قدر بڑا کٹ تھا کہ دیکھ کر ہی زینو کی آنکھوں سے کئی آنسو گرے، اوزان بیڈ پر لیٹا بھلے آنکھیں سختی اور تکلیف کی نابرداشت کی جاسکتی اذیت کے سبب بند کر چکا تھا پر وہ جس تکلیف میں تھا وہ اسکے چہرے پر ابھری تھی، زینو نے وہیں سائیڈ ڈرا کھولا تو وہاں سفید پٹی اور سپرٹ پڑا دیکھائی دیا، زیادہ تلاش کا اس میں سٹیمنا نہ تھا۔

زینو نے اٹھ کر وہ سپرٹ اور پٹی اٹھائی اور اوزان کا ہاتھ پکڑے اس نے پہلے اپنی ہی چادر سے اسکی ہتھیلی میں جم جاتا خون صاف کیا اور پھر سپرٹ ڈالے زرا سا اس نے اوزان کے چہرے کو دیکھا لیکن وہاں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

زینو نے بہت اہستگی سے سفید پٹی اسکے پورے ہاتھ پر چڑھائی اور پھر سے گردن گمائی جہاں وہ ساتھ ہی رکھا تکیہ اٹھا کر جس طرح اپنے چہرے پر دبا گیا، اسکی وہ حرکت زینو کے دل کو نوچ کھا گئی۔

بس نہ چلا کہ وہ کچھ بھی کر کے اوزان کی اذیت میں کمی کر دیتی۔

"اب چلی جاو یہاں سے، میرا دم مت گھوٹو"

تکیے کے تلے سے ہی وہ اس قدر وحشی ہوئے غرایا کہ وہ ڈر کر اٹھی، ہرگز دل اسے یوں چھوڑنے پر راضی نہ تھا، زینو کا دل چاہا یہیں اسکے کمرے کے کسی کونے میں چھپ جائے پر مجبوراہی سہی اوزان کے حکم پر وہ آنسو گھوٹتی ہوئی اپنی اسی چادر سے فرش پر بکھرے اوزان کے خون کو صاف کیے اس چادر کو کسی خزانے کی طرح سینے سے لگاتی اسکے کمرے سے نکلی اور اپنے کمرے میں پہنچتے ہی دروازہ بند کیے اس چادر کو دیکھا جو لہولہان تھی۔

"انکی تکلیف مجھے ک۔۔ کیوں مار رہی ہے اللہ سائیں، انکو سکون دیں۔

ا۔۔ اتنا خون نکل گیا۔ انکو کچھ نہ ہو، ورنہ زینیش مر جائے گی۔۔۔ پلیز"

وہیں زمین پر اس چادر کو سینے سے لگائے ہی وہ گر پڑی، روتے ہوئے پورے جسم پر کپکپاہٹ اتر آئی اور اوزان دایب کی تکلیف میں اس لمحہ کوئی بھی کمی نہ سکتا تھا، زینیش کا اس کے قریب سے ایک ہی بار کے کہنے سے چپ چاپ چلے جانا اسکہ تکلیف بڑھا ضرور چکا تھا کیونکہ اس وقت اسے صرف زینیش سکون دے سکتی تھی۔

..____________________..

"نو نو۔۔ ڈونٹ ٹچ می۔ ورنہ م۔۔ میں چینخنے لگوں گی"

نہ تو اس سے ڈرائیونگ ہو پا رہی تھی نہ مشائم کی سسکیاں، اسکے غم کا ماتم برداشت تھا، اپنا ہاتھ بڑھائے اس نے میشی کی رخسار سے لپیٹے اسکا چہرہ اپنی

طرف کرنا ہی چاہا جب وہ اسکے چھونے پر اس درجہ ظالم تڑپی کہ آواز گھلے میں گھٹ کر پھندا بنی۔

"نہیں دیکھ پارہا روتے ہوئے، ڈونٹ کرائے۔۔۔ آدھر آو"

ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالتے اسکے بغیر سیٹ بیلڈ باندھ کر بیٹھے ہونے کے سبب وہ اسے گھیر کر اپنے ساتھ لگا گیا جس پر میشی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی بلیک شرٹ کا گریبان اپنی مٹھی میں یوں جکڑا کہ میشی کے ہاتھوں کی پشت پر رگیں ابھریں پھر جس طرح وہ اسکی گردن سے چہرہ جوڑے گہرے گہرے سانس بھرے آنکھیں بند کرتی ہولے ہولے کانپ رہی تھی، اسکے ہونٹوں سے مس ہوتی المان کی گردن کی جلد میں حدت اترتی محسوس ہوئی لیکن وہ اس وقت میشی کے لیے کچھ نہ کر سکا۔

کس سنگدلی سے وہ مسکراتی چہکتی مشائم دایب انصاری اسکی مسکراہٹ سمیت روندی گئی یہ سوچنا مشائم کو زخم لگارہا تھا۔

اور اس وقت اسے المان سیال کی اس قدر قربت تک سکون نہ دے پائی۔

"م۔مجھے ب۔۔بہت پین ہو رہا ہے، ک۔۔کیسے کر سکتے ہیں وہ لوگ م۔میرے ساتھ۔کیسے؟"

المان نے دقت سے اس لڑکی کے ہاتھ کی پوروں سے دھیان بھٹکایا جو اسکی گردن کو چھوا جبکہ میشی کے صدمے کو ابھی وہ کم ہوتا نہ محسوس کر رہا تھا نہ امید تھی کہ وہ اس سب سے اس قدر جلد نکلے گی۔

"ریلکس ہو جاو مشائم۔۔۔پلیز"

اسکے کندھے کے گرد حائل بازو والے ہاتھ سے اسکی بازو سہلائے المان نے زرا سر جھکایا لیکن وہ بالکل بے جان لگ رہی تھی۔

"آپ۔۔۔آپ مجھے ایسے کیوں ملے؟نہیں۔۔۔نہیں چاہیں مجھے اب آپ ۔۔۔نہیں چاہیں"

پھر سے جیسے اسکی اذیت شعلہ بنے سلگی، الماان کی اپنے اطراف لپیٹی بازو بے رحمی سے کھولے وہ پھر سے منہ موڑ گئی جبکہ الماان نے اسکے رونے کے سبب دماغ میں ہوتی تکلیف سے بہت مشکل سے دھیان بھٹکایا، شکر کیا کہ گھر آیا۔

الماان کی گاڑی بہت خوبصورت سے ولا کے پورچ میں رکی، ابتدائی گیڈ کے اوپر ہی سنگ مرمر کی سلیب پر جواد سیال کا نام سنہرے رنگ سے کشید تھا۔

الماان نے گاڑی روکی اور نظر بے جان ہوتی میشی پر ڈالی جو گاڑی کے شیشے سے سر ٹکائے پھر سے رو رہی تھی۔

"مشائم!"

الماان نے نرمی سے پکارا جس پر اس لڑکی کے پتھر وجود میں جنبش بھی نہ ہوئی تبھی الماان نے جب اسکی بازو پکڑ کر اپنی طرف زرا کھینچا تو ایک بار پھر الماان سیال کے پہاڑ سینے میں نہ صرف سمٹی بلکہ لمحہ ضائع کیے بنا الماان نے

دائیں طرف سے بازو نکال کر اسکی کمر کے گرد لپیٹا، وہ اسکے ہاتھ سے اپنی بازو چھڑواتی اسے ناراضگی سے دیکھنے لگی۔

"مجھ پر کیوں غصہ ہو، غصہ تو مجھے ہونا چاہیے۔ عین وقت پر بے ہوش ہو کر تم نے سارا کام خراب کیا اور ان درندہ صفت لوگوں کو تو جیسے بہانہ چاہیے تھا تمہیں میرے سر مارنے کا، اب اگر تم نے مجھے ایسے دیکھا تو اچھا نہیں ہو گا"

الماں بھی کب تک برداشت کرتا، غصہ دیکھاتے ہی بنا میشی پر اسکے الفاظ کا اثر بھانپے وہ اسے جھٹکے سے آزاد کیے کار ڈور کھولتا باہر نکلا اور میشی کی طرف آتے ہی اسکی طرف کا بھی ڈور اوپن کیا اور اپنا ہاتھ بڑھایا مگر جب اس نے ہاتھ نہ پکڑا تو الماں نے اسے نرمی سے بازو سے پکڑے باہر نکالا تو وہ کھڑا تک نہ ہو پاتی نہ صرف لڑکھڑائی بلکہ بے اختیار الماں کے سینے سے جا لگی، اسکے ایک پیر میں بہت المناک سا درد اٹھا تھا جبکہ اس سے بڑی تکلیف الماں سیال پر تھوپ دی جانے کی جو میشی کی سانس گھوٹ رہی تھی، باخدا وہ لڑکی پوری کی پوری الماں کے لیے قہرناک تھی۔

"آ۔۔آئی ہیٹ مائی سلیف۔۔۔م۔۔مجھے کہیں نہیں جانا۔چ۔۔چھوڑ دیں مجھے۔اس سے اچھا تھا وہ دو گندے آدمی ہی مجھے مار دیتے"

وہ اس اجنبی جگہ آکر بالکل ٹھیک نہ تھی، کوئی بھی اپنا نہ تھا، اور جو کچھ اسکے ساتھ ہوا المان بھی اس وقت بہت برا لگ رہا تھا، اسکا یوں چھونا میشی کو رلا رہا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی، چلو"

میشی کی حد درجہ ضد پر المان نے جب اسکی ہاتھ پکڑتے ہی گھر کے اندرونی طرف لے کر جانا چاہا تو وہ پیر میں اٹھتے درد کے سبب چیخی جس پر المان بوکھلا کر پلٹا۔

"م۔۔میرے پیر میں درد ہو رہا۔یہ دشمن فوجی بلکل اچھا نہیں ہے۔۔۔یو ہرٹ می"

آنکھوں سے درد کے سبب چھلکتے آنسوؤں کو رگڑتی وہ جس بے بسی سے بولی المان نے لمحہ لگائے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تو میشی حراساں نظروں سے اسے دیکھتے فوراً اسکے ساتھ گردن میں بازو لپیٹے لپٹی جیسے گرنے کا ڈر ہو البتہ المان اسکی اس حرکت پر ضرور اپنا تناؤ زائل کرتا محسوس کیے جب میانہ رو نپے تلے قدم بڑھائے اندر کی جانب بڑھا تو اسکے لیے ککس بنے جواد اور پنار کے لیے المان اور اسکی گود میں لڑکی کا ہونا ایک دل دہلاتا جھٹکا تھا، بابا اور پنار دونوں کو آنکھوں سے آنے کا اشارہ کیے وہ پہلے میشی کو اپنے روم کی طرف لے کر بڑھا، پنار بھی معاملہ جاننے کو پیچھے ہی لپکی۔

"م۔۔ میشی، مشائم تم ٹھیک ہو جان"

المان نے جیسے ہی مشائم کو بیڈ پر دھیرے سے اتار کر لیٹایا، پنار جو دروازے میں تھی، مشائم کو دیکھ کر فوری اندر لپکی، مشائم کی جو اس وقت حالت تھی اس کے سبب پنار نے جن نظروں سے المان کو دیکھا ان میں بہت سارے

سوال مچل رہے تھے لیکن چونکہ میشی مسلسل ہچکیاں بھرے رو رہی تھی سو ابھی الماان کو کچھ بتانا مناسب نہ لگا۔

میشی نے وہیں رکھے تکیے پر پلٹ کر منہ چھپایا جیسے وہ اس وقت نہ کسی کو دیکھنا چاہتی ہے نہ سننا، تبھی الماان نے اس پر اک زخمی سی نظر ڈالی اور ششدر سی پنار کو ساتھ لیے باہر آیا تو وسیع لاونج میں جواد سیال بھی مضطرب سے یہ سب جاننے کو بے تاب تھے۔

"اب بتا بھی دو الماان، یہ سب کیا ہے؟ کون ہے یہ لڑکی جسے اس قدر غیر مناسب طریقے سے تم لائے ہو؟"

بابا کی برداشت ٹوٹی جبکہ پنار بھی قریب چلی آئی اور پاس ہی بیٹھی، دل تو تینوں کے تھمے ہوئے تھے۔

"یہ میشی ہے بابا جانی، اوزان کی بہن۔۔۔ لیکن لالہ وہ آپکے ساتھ کیوں ہے؟ سب ٹھیک تو ہے"

پنار کا یہ انکشاف جواد پر بمب بن کر گرا جبکہ پنار نے ساتھ ہی تڑپ کر اخیر تپے الماں کی طرف رحم طلب نظریں ثبت کیں۔

"نکاح ہوا ہے میرا اس سے، اور آپ دونوں دل سنبھال لیں اسکے لیے جو میں بتانے والا ہوں"

الماں نے دونوں کو باری باری تکتے جو منجمد تکلیف کے سنگ تمہید باندھی اسی نے پنار اور جواد کے چہرے لٹھے کی مانند سفید کر دیے۔

اور پھر جب اگلی ہولناک روداد سنائی تو زمین تو پنار اور جواد کے قدموں تلے سے بھی سرکی۔

انکی برداشت بھی دم توڑ چکی تھی جبکہ پنار کی تو اس درجہ انسانیت کے خلاف تشدد، وحشی پن پر آنکھیں نم ہو گئیں۔

خود الماں جس طرح بے جان ہو کر صوفے پر بیٹھا، وہ دلخراش تھا۔

"یا میرے مالک، یہ کس قسم کے جانور ہیں۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔ اس بڈھے حرامی کی موت قریب ہے تبھی ایسے کتے کام کرتا پھر رہا ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے اس ستم پر اسکی گردن مڑور آوں۔۔۔۔ اور وزان؟ اس نے اس پر کچھ نہیں کہا؟"

جواد کا بس نہ چلا اسے زمین میں گاڑ آتے جبکہ الماں نے بے بسی کے سنگ بابا کو دیکھا۔

"وہ کیا کرتا، اس شمیشر کے آگے آج کوئی نہیں بول سکتا تھا کیونکہ اس پر شیطان سوار تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آئی وہ کس قسم کا انسان ہے۔ مجھ پر چلو یقین نہیں تھا، اپنی تربیت پر تو کرتے۔۔۔۔ ایسے تو لوگ دشمنوں کے ساتھ نہیں کرتے جیسا اس شخص نے اپنی لاڈلی پوتی کے ساتھ کیا۔ میرا تو اپنا دماغ سن تھا، اوزان کی بھی شاید یہی کیفیت تھی۔ اس بڈھے نے کسی کو بولنے نہیں دیا، گن پکڑ رکھی تھی۔ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی اب کیا ہو گا"

المان کی مضبوط آواز تک یہ سب بتاتے لرزی جبکہ پنار تو صدمے کی سی کیفیت میں کچھ بول نہ پائی، زبان رہن ہو چکی تھی تو دل آندھیوں کے جھکڑوں کی زد میں ہولناکی سے پھڑ پھڑا رہے تھے۔

"لعنت ہو اس کمینے پر جس نے میرے بیٹے پر ہاتھ اٹھایا، وہی ہاتھ ٹوٹ جائے، کیڑیں پڑیں، ایک بار پھر تاریخ دہرا دی اس لعنتی ملعون نے۔ خیر یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ مشائم کو اس صدمے سے نکالنے کا ہے۔ جاو اسکے پاس اور باہر لاو۔ ڈنر کرتے ہیں۔ اس تکلیف سے اس بچی کے دماغ کی کوئی رگ پھٹ گئی تو بہت برا ہو گا"

جواد صاحب ابھی خود تمام حسوں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج سے تھے تبھی اس وقت صرف مشائم کی فکر تھی لیکن المان نے انکویوں دلخراشی سے دیکھا جیسے التجاء کر رہا ہو کہ مجھے اسکے پاس جانے کا مت کہیں۔

"بابا پلیز"

وہ اس سب سے بہت ڈسٹرب تھا لیکن جواد نے اسکے سینے کو ٹھپکا۔

"بری بات ہے میرے شیر، وہ جیسے بھی بنی لیکن اب سیال خاندان کی اکلوتی بہو ہے۔ جاو اسے اس وقت کسی کے پیار سے سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ کمفرٹیبل کر کے باہر لاو اسے"

جواد کے اصرار پر المان کو چار و ناچار اٹھنا پڑا، بلیک پینٹ شرٹ کے ہمراہ قصور سے جو خاصا سج دھج کر آیا اس وقت بکھرا الجھا اور تڑپا ہوا زیادہ لگا، کلین شیو تو نہیں لیکن تین چار دن کے ناغے کے سبب اگتی بیرڈ نے نیلاہٹ کے ساتھ سرخی بھی چہرے پر ثبت کی تھی جو شاید المان کو لگتے تھپڑ کا اثر تھی۔

جبکہ المان کے وہاں سے کمرے کا رخ کرتے ہی جس طرح خوفزدہ سی پنار بابا کے ساتھ جا لگی، انکا دل تڑپ گیا۔

"ب۔۔ بابا جانی، وہ انسان کتنا بے رحم ہے۔ کیا انکے دل میں ایک بار بھی یہ کرتے خدا کا خوف نہ آیا۔ میری تو روح کانپ گئی ہے۔ مشائم تو بہت ہی معصوم سی ہے، یہ سب اسکے چھوٹے سے ذہن کو کہیں تباہ نہ کر دے"

پنار کے اپنے آنسو بے قابو تھے، آواز اس صدمے کو بیاں کرتے گھٹ رہی تھی۔

"وہ شمشیر اسکا بدلا ضرور پائے گا میرے بچے، سنبھالو خود کو۔ الماں اور میشی اس وقت ایک جیسے بکھرے ہوئے اور تکلیف کی زد میں ہیں۔ ممکن ہے یہ اللہ پاک کی طرف سے الماں کے ٹوٹے دل کے جڑنے کی سبیل ہو۔ رو مت۔۔۔ آو ہم اپنا کام مکمل کر کے ڈنر لگواتے ہیں، وہ سنبھال لے گا اسے۔ یہ سب بابا سائیں اور عائشہ کو انفارم کرتے ہیں آو"

جواد نے ہر ممکنہ کوشش کیے پنار کو تسلی دی جبکہ وہ اس وقت بہت تکلیف میں ہونے کے باوجود مان گئی۔

وہیں اپنے بھاری قدموں کو ہمت دیے وہ واپس روم میں آیا تو اسکے ہاتھ میں پنار کا ہی ایک نیا اور سنپل سا ڈریس تھا، داخل ہوتے ہی دروازے میں اسے اپنی جیکٹ زمین پر پڑی ملی جو میشی نے اتار کر بہت بے دردی سے پھینکی جبکہ خود وہ ویسے ہی تکیے میں منہ دیے الٹی لیٹی رو رہی تھی۔

الامان نے جھک کر فرش سے جیکٹ اٹھائی اور کپڑوں کے اس سادہ سے ٹروزر شرٹ کے جوڑے کو بھی وہیں کاوچ پر رکھا اور عین میشی کے قریب اسکے سر پر آرکا۔

کچھ دیر اسکے کانپتے وجود اور دماغ کو سن کرتی سسکیاں سنتا رہا مگر پھر وہ جو تکیے پر اوندھی لیٹی رو رہی تھی، الامان نے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ کر پوری قوت سے پلٹایا اور تکیے دوسرے ہاتھ سے پرے کیے اسے پاس ہی ایک ہاتھ سے ہولڈ کیے بیٹھا جو روتی ہوئی اسکے سینے پر دباو دیتی اب بھی دور جانے کو مچل رہی تھی، رو رو کر اس نے اپنی آنکھیں انگارہ اور چہرہ متورم کر لیا تھا۔

"تم ایسے روتی رہی تو مر جاؤ گی"

المان نے یہ جملہ بڑے کرب سے ادا کیا جس پر میشی کے آنسو لمحہ بھر رکے۔

"م۔۔مر گئی ہوں۔۔۔۔ان سب نے م۔۔مجھے مار دیا۔ا۔۔ایسے تھوڑی مانگا تھا آپکو؟ا۔۔ایسے نہیں چاہیے تھا مجھے فوجی۔۔۔ا۔۔اگر مجھے پتا ہوتا نہ کہ میری یہ خواہش اتنی تکلیف لائے گ۔۔گی تو میں کب۔۔ک۔کا چھوڑ دیتی"

رونے کے بیچ ہی وہ جس اذیت سے اپنا دکھ کہہ رہی تھی، المان کے ذہن و دل کو بس اسکا ایک جملہ جکڑ چکا تھا، وہ اسے کیوں مانگ رہی تھی؟، پھر جو حسرت اس وقت ان گرے آنکھوں میں ہلکورے لے رہی تھی وہ کسی کا بھی کلیجہ مسل دیتی، وہ تو پھر بھی درد مند سا شخص تھا۔

"مطلب تمہیں میں پسند تھا؟"

المان نے فوری اسکی پل پل بھیگتی آنکھوں کے نیچے اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیرے میکانکی طور پر آنسو ہٹائے، میشی نے ڈبڈبائی آکھیوں سے اسے تکنے کے بیچ سر کو دھیرے سے ہلایا۔

"تو پھر رونا بند کرو، میں وعدہ کرتا ہوں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔۔ جس جس نے جو جو تکلیف دی ہے وہ سب اسکی معافی اور تلافی کریں گے۔ تم اس گھر کی اکلوتی بہو ہو، انصاری حویلی سے کہیں درجے بڑھ کر تمہیں یہاں پیار ملے گا لیکن پلیز ابھی یہ رونا بند کرو"

المان اسکی تکلیف اس وقت کسی شے سے کم نہ کر سکتا تھا، جبکہ مشائم نے تاسف کے سنگ المان کو اور اسکے بولتے ہونٹوں سے نکلتے ان ڈھارس پہنچاتے لفظوں کو سن کر سکون محسوس کیا تو رونا بھی روکا، لیکن المان سیال نے اسکی طرف براہ راست دیکھنے سے گریز برتا، کوشش کر رہا تھا اسکے چہرے پر نظریں کم ڈالے، مشائم نے بہو کا لفظ سن کر آنسوؤں کے پھندے کے سبب بھاری ہو جاتے گلے سے تھوک نگلتے بڑی مشکل سے سانس کھینچی۔

"م۔۔ میں تو ابھی بہت چھوٹی ہوں، مجھے نہیں بہو بننا۔۔۔ اور آ۔۔ آئی جان بہت رو رہی ہوں گے۔۔۔ اوز و۔۔۔ میں انکے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔ مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے"

لمحہ بھر رونا رکا کہ وہ پھر سے اسکی سینے سے شرٹ جکڑ کر اپنا چہرہ المان کے سینے میں چھپائے رو پڑی جبکہ المان سیال نے کبھی زندگی میں ایسی بے اختیاری محسوس نہ کی جیسی اس وقت، دھیرے سے اسکے سر پر ہاتھ سہلانے کے بیچ اسکی سسکیوں کا براہ راست دل سے جڑتا عجیب سا ناطہ بھی محسوس کیا۔

"میں تمہارے پاس ہوں تو کیوں ڈر رہی ہو، اگر تم نے اب رونا بند نہ کیا تو میں تھپڑ مار دوں گا۔ بہت غصہ دبائے بیٹھا ہوں"

الماان نے مسلسل اپنی ہمت آزماتی میشی کو تلملا کر جب وارننگ دی تو میشی نے پھر سے آنکھوں میں کرچیاں لیے اسکے سینے سے جدا ہوتے اسے نظر اٹھائے دیکھا۔

"آ۔۔ آپ سے بھی ڈر لگا تو؟"

میشی نے اس بار اسکو دیکھنے کے بجائے نظر جھکالی، الماان کے ہونٹوں پر زرا سی مسکراہٹ اتری۔

"میں تمہارا فیورٹ نہیں ہوں کیا؟ پھر کیوں ڈر لگے گا"

الماان نے جان بوجھ کر مشائم کے چہرے کے زرا قریب جھکتے پوچھا جس پر وہ زرا سی پیچھے سرکی، شاید فطری خوف آڑے آیا ورنہ اس شخص کو گھول کر پی جاتی وہ اس قدر پاگل تھی۔

"ہ۔۔ ہیں۔۔ پر ابھی پہلے والی فیلنگز نہیں آرہیں۔ سب بدل گیا"

دل کی الجھن کو اس بار اس نے المان کی آستین کی بازو کے بٹن سے ہاتھ کی انگلی الجھاتے کہا۔

"کیا بدلا ہے اس پر تفصیلی بات ہو گی ابھی تم یہ کپڑے بدل لو، مارننگ ہوتے ہی میں تمہارے لیے تمہارے سائز کے کافی سارے کپڑے لے آوں گا۔ آئی تھنک تم پنار جیسی ہی ہو تو یہ فٹ ہوں گے۔۔۔ ہاتھ منہ دھو لو پھر ہم کھانا کھاتے ہیں۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے اور یقینا رو کر تم نے بھی اپنی انرجی ویسٹ کر دی"

اس سب رونے دھونے کے بیچ اسے احساس ہی نہ تھا کہ اسکی ٹاپ کی بازو مکمل پھٹ چکی ہے اور گریبان بھی بہت ڈیپ حد تک کھل چکا ہے اور اسکی رعنائی چھلکاتے وجود کو ڈھکنے کی اشد ضرورت ہے تبھی جب المان نے اسے کپڑے بدلنے کا کہا تو میشی نے فورا سے اپنے پھٹے گریبان کو ہتھیلی سینے پر رکھے کوور کیا مگر المان اس پر نظر ڈالے بنا اٹھ کر پلٹ چکا تھا کہ میشی

شرمندہ نہ ہو، اوپر سے باہر واپس شروع ہوتی بارش کے سبب وہ ٹھنڈ سے کانپ بھی رہی تھی۔

"م۔۔میں نے ناشتے کے بعد سے کچھ نہیں کھایا، لیکن مجھے کسی کے سامنے نہیں جانا۔ مجھے یہیں رہنا ہے آپکے پاس"

مشائم کی رندی منمناہٹ پر وہ پلٹا تو جس طرح میشی نے اپنے آپ کو ہاتھوں سے چھپایا تھا، الماان اسکی کیفیت اور گھبراہٹ پر مبہم سا مسکرایا۔

"نو، یہاں کھانا سب ساتھ کھاتے ہیں یہ روایت ہے۔ نہ تو پنار نہ بابا، کسی کے سامنے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اب جلدی سے چینج کرو، اور ہاتھ منہ دھو کر باہر آو ایم ویٹنگ۔۔ میں تب تک گرم شال بھی لے آتا ہوں تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہو گی"

الماان کے خفیف سے اصرار کے سنگ بولنے پر وہ اکتائی سی پیر زمین پر اتار گئی لیکن پیر بھی بہت درد میں تھے۔

"پیر، درد ہے"

اٹھنے کی ہمت کی پر نہ ہو پایا تبھی وہ پھر سے رونے لگی۔

"اٹھالوں کیا؟"

الماں نے اسکے قریب رکتے ہاتھ بڑھائے آفر کی جس پر وہ فوری نفی میں گردن ہلاتی اسکا ہاتھ ہی پکڑے اٹھی تو وہ اسکے واپس روبرو ہوئی، قد کے معاملے میں محترمہ اپنی بائیس سالا عمر سے آگے تھیں اور دونوں ایک دوسرے کے تقریباً برابر تھے، اگر میشی ہیلز پہن لے تو ٹھیک الماں کے برابر ہو سکتی تھی۔

"آپ بہت ہنڈسم ہونے کے ساتھ بہت سوفٹ نیچر کے ہیں، آئی لائک یو دشمن فوجی"

میشی کی ایسی تعریف جب دشمن لفظ پر ختم ہوئی تو وہ منہ سا بگاڑ گیا ورنہ اس لڑکی کو اس پسندیدگی پر وہ کوئی پیار بھرا جواب لازمی دے دیتا کیونکہ وہ تھی ہی بہت پیاری۔

"دشمن فوجی؟ تم مجھے غصہ دلا رہی ہو۔۔۔۔ کیا تم دشمن فوجی کے بجائے مجھے کیپٹن نہیں کہہ سکتی؟"

الماں نے یہ خاصے بدمزہ ہوتے اسکی بہت خوبصورت اپنی جیسی آنکھوں کو نہارتے کہا جبکہ کیپٹن پر میشی کی آنکھیں چمکیں۔

"آپ سچ میں کیپٹن ہیں؟"

میشی کی چمک یہ سوال کرتے لوٹی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"یس، سب مجھے کیپٹن ہی بلاتے ہیں۔ تم بھی یہی کہہ سکتی ہو۔ لیکن پلیز اسکے ساتھ بھی دشمن کا لقب نہ لگا دینا"

الماں خود کہہ کر ہنسا تو مشائم بھی سمٹا سہی ہنسی بھی اور نظر بھی جھکالی۔

"اوکے، آئی لائک یو"

میشی نے جھکی نظر سے ہی کہا جس پر الماں نے اسکو فوری آزاد کرتے واش روم کی طرف پلٹا یا اور کپڑے اٹھا کر تھمائے۔

"تھینک یو ایمر جنسی منکوحہ، اب جاو اور پانچ منٹ میں باہر آو"

اب وہ بھی تو الماں سیال تھا، بیچ کا رشتہ بہت مہارت سے جتائے اس نے اسے چلتا کیا تو وہ پیر کے درد کے باوجود زرا زرا لڑکھڑاتی ہوئی چینج کرنے بڑھی اور الماں سیال سرد سا سانس کھینچے واپس اذیت سے بھر گیا۔

..________________________..

دیان آریز کی آمد جواد اور پنار کے ساتھ الماں کے لیے بھی ناگوار رہی لیکن وہ میشی کے لیے جو تکلیف اور تڑپ لایا وہ بالکل سچی تھی تبھی جواد نے دل بڑا

کیے اسے اپنے گھر کے اندر نہ صرف آنے کی اجازت دی بلکہ میشی سے وہ ملا بھی۔

"رومت، میں تمھیں جلدی لے جاوں گا یہاں سے۔ دادا نے جو کیا اسکا حساب لوں گا۔ وعدہ کر چمپینزی روئے گی نہیں۔ اور اگر تو سیریس ہوئی تو دیان آریز کی آدھی زندگی اجڑ جائے گی جو تیرے شرارتوں پر ٹکی ہے"

وہ چینج کر کے فریش ہوئی تو الماان نے دونوں کو بات کرنے کے لیے اکیلا چھوڑا اور کمرے سے نکل گیا۔

وہ بہت براروتی دیان کے ہاتھ کو جکڑے اسکے سینے لگی بیٹھی تھی، وہ اوزان کو چاہتی تھی پاس لیکن وہ اس حالت میں تھا ہی نہیں کہ کسی کی کوئی درد بھری فریاد اور پکار سنتا۔

"ا۔ اوزو اور آئی جان؟ کیسے ہیں۔۔۔ اوزو نے مجھے کہا تھا تم چلی جاو۔۔۔ ک۔۔ کیوں کیا انہوں نے۔۔۔ وہ تو سب کر سکتے ہیں دیان"

اسکی گھوٹی سسکیوں کے بیچ کیے سوال دیان کو درد کی گہرائی میں لے گئے۔

"بڑی امی بہت تکلیف میں تھیں لیکن میں انکو سکون کی دوا دے آیا ہوں، ابھی جا کر بتاوں گا کہ تم ٹھیک ہو تو خوش ہوں گی۔ جبکہ اوزان لالہ بھی یقینا تکلیف میں ہی ہیں۔ دادا نے جو ظلم کیا ہے وہ اس صدمے سے نکلتے ہی حساب لیں گے۔ تم ان سے خفا مت ہونا، اور پرامسس کرو مجھ سے بالکل نہیں رو گی۔ میں کل بڑی امی کو لے کر آوں گا پرامسس"

دیان کے آنے نے میشی کو بہت حوصلہ دیا۔

"پکا نہ؟"

وہ روتی ہوئی اسے بھی رلا رہی تھی جو بہت مشکل سے آنسو روکے ہوئے تھا۔

"اور نہیں تو کیا، مجھے یہ چڑیل بہت پیاری ہے۔۔۔۔ جتنی اذیت سے تمہیں اس شخص نے نکالا ہے، اس سے دگنی عزت اور تپاک کے ساتھ تمہیں

واپس لے کر جائیں گے۔۔۔۔ چل بھوتنی بند کر رونا۔۔۔ ایک تو فوجی کی جگہ ڈائریکٹ کیپٹن مل گیا اور اسکی بوتھی ہی نی سیدھی ہو رہی۔۔۔۔ المان سیال کو تپانا مت، بیبہ بندہ ہے بھڑا تو کٹ پڑ جائے گی"

دیان کے ڈانٹنے پر وہ جیسے روتی روتی ہنسی، خود دیان کا دل واپس پہلے سا دھڑکا ورنہ اسکے سینے پر سل دھری تھی۔

"م۔۔مجھے تنگ کر رہے آپ؟"

میشی نے لاڈ کے سنگ منمناتے کہا جس پر وہ شرارت سے اسکے کان کی اور جھکا۔

"نہیں ماسی، اب تُو میرے لیے زیادہ پیاری ہو گئی ہے کیونکہ پنار کے پاس رہے گی۔ اب تم نے اِس معصوم کی بھی نیا پار لگانی ہے، اس لیے فوری اس صدمے سے باہر تشریف لاو۔ اور ہاں دفع مارو دادا سائیں اور انکی ہر بات کو، صرف یہ یاد رکھنا کہ کیپٹن مل گیا تمہیں۔۔ اوکے"

دیان نے سمجھانے پر وہ منہ پھلائے ہی جبراً سر ہلا گئی جس پر وہ بھی جانے کو اٹھ کھڑا ہوا، یہاں آتے وقت جواد سیال کی غیض و غضب والی نظریں اور پنار کی تکلیف بھری نگاہیں اسے یہاں زیادہ رکنے کی ہمت نہ دے سکیں۔

وہ میشی کے ساتھ باہر لاونج تک آیا تو سب وہیں ہی تھے۔

"میشی کا خیال رکھیے گا اماں، میں پھر آوں گا"

دیان نے اسکا ہاتھ اماں کے ہاتھ میں دیتے سیدھا سبھاو میشی کو نرمی سے تکتے اجازت لی جسکی آنکھیں پھر سے چھلکنے کو بے قرار تھیں پر جس طرح اماں نے حلاوت کے سنگ میشی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑا وہ سکون سا پا گئی، پہاڑ جیسی مضبوط ہوئی۔

"رکو کھانا کھا کر جانا"

جواد اور پنار تو سرد سی چپ میں مبتلا تھے مگر اماں ان دو کی طرح بے حسی نہ دیکھا سکا۔

"نہیں اسکی ضرورت نہیں، میشی کو دیکھ لیا سکون مل گیا۔۔۔میں کل بڑی امی کو لاوں گا، جب تک میشی کو دیکھ نہ لیں قرار نہ پا سکیں گی۔ امید ہے کسی کو اعتراض نہ ہو"

دیان نے رکنا مناسب نہ سمجھتے زرا سرد لہجے میں براہ راست ان دو روٹھے اشخاص کو مخاطب کیے کہا اور باہر کی طرف لپکا جس پر المان نے سرد نظر نروٹھ کر بیٹھی پنار پر ڈالی جیسے اشارہ کر رہا ہو کہ اسے سی آف کرے۔

"میں نہیں جا رہی"

پنار نے منہ پھاڑے ٹکا سا جواب دیا جس پر المان نے میشی کو دیکھا جو پھر سے رونے کو ہوئی۔

"پنار!"

الماں کے دانت پیسنے پر پنار نے گھور کر لالہ کو دیکھا اور اٹھ کر پیر پٹختے اس لاٹ صاحب کے پیچھے گئی جبکہ جواد سیال تو الماں کے ہاتھ آزاد کرنے اور

اشارے پر اپنے پاس آکر بیٹھتی میشی پر شفقت بھری نظر ڈالے اسے اپنے ساتھ لگا گئے تو الماں نے بھی سامنے والے کاوچ پر بیٹھتے نرم سی نظر میشی اور بابا پر ڈالی۔

"سی آف کے اس سڑے تکلف کی ہر گز ضرورت نہیں، تمہارا دل تو مجھے دھکے دے کر نکالنے کا چاہ رہا ہو گا"

اپنے پیچھے آتی پنار کی آنکھوں کی ناآشنائی تکتے خودبخود زہریلا شکوہ دیان کے ہونٹوں پر مچلا جو گردن پھیر کر اسے تکتا مکمل ہی اسکی طرف پلٹ گیا۔

"بالکل ٹھیک بات ہے، دھکے بھی کم ہیں۔ جرت کیسے کی آپکے دادا نے میرے لالہ کو تھپڑ مارنے کی، انکو اتنا گرا ہوا سمجھنے کی۔ وہ تو کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے لیکن آپکے دادا منہ کھول کر ان پر بدکرداری کے بہتان لگاتے رہے اور کسی نے انکی زبان نہ روکی"

پنار کا غصہ آتش فشاں بنے پھٹا تو دیان نے کرب سے آنکھیں میچتے سانس کھینچی جیسے سینے پر بوجھ بنی ہو۔

"انکی زبان روکنے سے نہیں، کٹنے سے ہی بند ہو سکتی ہے۔ اس وقت جتنی تم سب تکلیف میں ہو ہم بھی ہیں سمجھی۔ لہذا اپنے الفاظ پر غور کرو پھر بولو۔ ایسا نہ ہو تمہیں پچھتانا پڑے"

دیان کے سلگ کر جھڑکنے پر پنار کا غصہ مزید دہکا۔

"اب بالکل نہیں پچھتاوں گی، بہت عقل مندی کا فیصلہ کیا آپ نے کہ اپنا دامن بچاتے رہے اور مجھے اس شر سے بچالیا۔ ایسے خاندان سے رشتہ بھی رشتے کی توہین ہے۔ شکر کروں گی کہ بروقت ہم دو کے بیچ سب ختم ہو گیا۔"

شاید اپنی تکلیف میں وہ یہ بھول گئی کہ سامنے بھی جیتا جاگتا انسان ہے، پنار کے یہ لفظ اسے کوڑوں کی طرح محسوس ہوئے، دونوں بازووں سے اسے

جکڑتا وہ لمحے میں اسے گھسیٹ کر اپنے قریب لایا کہ وہ سانس تک روک گئی کیونکہ زرا بھی جنبیش ان دو کے چہروں کے بیچ کا فاصلہ ختم کر دیتی۔

"یہ تمہاری بھول ہے ڈاکٹر پنار کہ ہم دو کے بیچ جو ہے وہ کبھی ختم ہوا یا ہو سکتا ہے، اب تو ہرگز نہیں۔ اگر تم نے ایسے سخت الفاظ کہنے بند نہ کیے تو میں بھی بدلے پر اتر آوں گا۔ اور یہ تم اچھے سے جانتی ہو کہ میرا ایک طنز بھی نہیں سہہ سکو گی۔۔۔۔ دوبارہ اگر تم نے ہمارے بیچ کے معاملات خود ہی ختم کرنے کی کوشش کی تو یا تمہیں مار دوں گا یا خود کو۔۔۔۔ جاواب"

اس درجہ سنگدلی سے وہ اسے اتنے قریب لا کر جیسے کرب سے دور دھکیلتا وہاں سے گیا، پنار کو لگا جان تو ساتھ لے گیا ہے، دھندلکوں کے پار اسے وہ پل پل دور جاتا نظر آتا رہا لیکن وہ کچھ نہ کر سکی ہاتھ تک نہ بڑھا سکی۔

بھوک، پیاس سب مر گیا تھا، لیکن پھر بھی خود کو مضبوط کیے وہ واپس اندر بڑھی۔

جہاں ڈنر لگ چکا تھا اور جواد سیال ہلکی پھلکی باتوں کے بیچ میشی کا دھیان بھٹکا رہے تھے، وہ اسے عائشہ سیال یعنی اسکی ساس اور بڑے سسر کا بتا رہے تھے کہ وہ بھی اسکے لیے کتنے پیار سے بھرے ہیں۔

جبکہ یہ سچائی عائشہ سیال اور خان سانول سیال دونوں کے لیے الگ الگ تھی، خان سانول سیال کا مشائم کے یوں الماں کے نکاح میں آنا خوش آئیند تھا جبکہ عائشہ سیال نے ان لوگوں کی درندگی پر ہی دل کو مزید مشائم کے لیے نرم ہونے سے وہیں روک دیا شاید وہ یہ سب اس طرح اچانک برداشت کرنے کی اہل نہ تھیں۔

پنار نے بھی اپنے چہرے پر سکون سجائے ڈنر کے بیچ میشی کو بھرپور کمپنی دی ورنہ جدا جانتا تھا اسکا دل یہی چاہ رہا تھا کہ اپنے بال نوچ دے یا کسی کھائی میں چھلانگ لگا دے۔

..__________________..

پیٹ بھرا تو میشی کے آنسو بھی رکے اور دل بھی اداسی سے نکلا، لیکن رونے کے سبب اسکی آنکھیں سوجن اور سر شدید ہیڈک کا شکار تھا۔

پنار ہی اسے روم میں واپس چھوڑ کر گئی تب سے وہ تکیے سے کمر لگا کر لیٹی بس پورے کمرے کا جائزہ لیتی نیلز کھارہی تھی، شال اوڑھنے کی عادت نہ تھی تبھی اسے ایک طرف رکھ دیا، وہ کھلی شرٹ اور پلازو اسکے خوبصورت سراپے کو بھرپور چھپائے ہوئے تھے۔

کمرہ بہت ہی خوبصورت تھا، وائیٹ اینڈ پرپل کی سوفٹ تھیم تھی اور اسی حساب سے دیواریں، کاوچ سیٹ، میٹرس، بیڈ شیٹ اور پردے بھی ویسے ہی سفید پرپل کی تھیم پر، کمرے میں چار پانچ قسم کی چھوٹی چھوٹی چھت میں فٹ ہوئی روشنیاں جل رہی تھیں جس نے پورے کمرے کو خاصا روشن اور ہر چیز کو آویزاں کرر کھا تھا۔

ابھی مشائم کچھ بھی سوچنا نہ چاہتی تھی، اسکی زندگی کے ساتھ کیا ہوا، اسے المان سیال کی زندگی میں پٹخ دیا گیا، کچھ بھی نہیں۔

واش روم کے دروازہ کھلنے پر ہی مسحور کن سی خوشبو المان کے انٹر ہونے سے پہلے اندر داخل ہوئی، وہ وائیٹ شلوار سوٹ میں ملبوس آستین زرا زرا فولڈ کیے، اس سادہ سے خلیے میں بھی اس قدر جاذبیت اور سحر انگیزی کا شہکار لگا کہ میشی ناخن کترنے لمحہ بھر بھول کر ٹکٹکی باندھے بس المان سیال کے شاندار پہاڑ کسرتی اور دیکھنے کے لائق سراپے کو دیکھنے لگی جو اپنے دھیان میں کلائی پر بندی ریسٹ واچ اتار کر اسکے قریب آتا بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کو جھکا تو اسکے لباس سے اٹھتی تیز سی خوشبو کے سبب مشائم بوکھلا کر ہوش میں آئی، وہ اسکی اس بے خود کیفیت پر دل ہی دل میں محظوظ ہوا اور پھر کچھ سوچتے وہیں بیٹھا تو میشی اسکے بیٹھنے کے سبب فوری ٹانگیں سمیٹ اور سمٹ کر بیٹھی، نظر المان کے چہرے پر ڈالنا تو دور اس کے وجود پر ڈالنی تک مشکل ہوئی جیسے وہ اپنے جادو سمیت کسی بھی لمحے اس میں گھل

جائے گا، کلین شیو اسکے خوبصورت بے داغ چہرے پر بہت سج رہی تھی، نہ بہت باریک نہ زیادہ پھیلے ہونٹ مگر الماس سیال کے پر جمال چہرے پر بہت خوبصورتی سے گلابی دمک کے سنگ سج رہے تھے، پھر اسکی گہری آنکھیں ہی خوبروئی کا منہ بولتا ثبوت تھیں، وہ مشائم کا یوں اپنے چہرے پر فرصت سے نظریں جمائے رکھنا دیکھے مسکرایا، اسکا الماس کو یوں دیکھنا لطف میں اضافے کا سبب تھا۔

"تم یہاں میرے ہونے سے کمفرٹیبل نہیں ہو تو میں چلا جاتا ہوں"

الماس نے اسکے چہرے پر گھٹے گھٹے سرد تاثر کو بھانپے پوچھا، مشائم نے فوری گھبرا کر نظر جھکائی پھر سے سر اٹھائے پاس بیٹھے اس خوبرو شخص کو بے اختیاری کے سنگ دیکھا، درحقیت وہ اس وقت خواب کی سی کیفیت میں تھی، اتنی جلدی وہ شخص اسکو میسر آگیا اس کو مشائم کی کم سن و معصوم عقل تسلیم کرنے سے قاصر تھی۔

"نہیں تو، مجھے تو آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ میں جب آپ سے اس دن ملی تھی نہ، مجھے آپ پکے والے پسند آئے تھے۔ مجھے نہیں تھا پتا کہ اتنی جلدی میشی کو آپ مل جائیں گے۔ لیکن م۔۔ میں سوری کرتی آپ سے، میری وجہ سے آپ بھی تو ہرٹ ہوئے ہیں۔ بیٹھے بیٹھائے آپکو میشی جیسی مصیبت مل گئی۔ میں بہت شرارتی اور بیوقوف سی ہوں، سب کہتے تھے وہ فوجی روتا رہے گا جسکے میں پلے پڑوں گی۔۔۔ کیا آپ میری وجہ سے و۔۔واقعی میں روئیں گے"

یہ سب بولتی وہ کبھی روتی، کبھی آواز گھٹ جانے پر گہرا سانس بھرتی اور کبھی نظر جھکا لیتی اور المان اس قدر سنجیدہ کیفیت میں سے نکل کر جیسے آنکھوں آنکھوں میں میشی کی باتوں پر مسکرایا وہ بہت دلفریب لمحہ تھا۔

"تم اتنی کیوٹ ہو، اتنی انوسینٹ ہو۔ کیوں روئے گا کوئی تمہاری وجہ سے۔۔۔ کم از کم میں تو نہیں۔۔۔ بلکہ مجھے تو تمہارے اس کمرے میں ہونے کے سبب ہیپی ہیپی فیل ہو رہا ہے۔ یعنی میری بورسی لائف میں

انصاری حویلی کی ساری رونق شامل ہو گئی۔ ان لوگوں کی یہی سزا کافی ہے کہ وہ تمہاری شرارتوں سے محروم ہو گئے ہیں"

الماان سیال کے محبت، توجہ اور پیار نے میشی کے دل کو پنکھ سا ہلکا کیا تو وہ روتی آنکھوں سمیت ہی کھلکھلا سی دی۔

"ہاں وہ لوگ اب ترسیں گے میشی کے پیار کو، اوٹ پٹانگ حرکتوں کو۔۔۔ گندے بچے، میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔ اوزو نے ہرٹ کیا ہے مجھے۔ سبکو ہرٹ کرتے تھے مجھے نہیں لیکن م۔۔ مجھے بھی کیا۔ میں سب سے پکی والی ناراض ہوں بس"

وہ ننھا منھا غصہ کیے سب کو باتیں سنا کر جیسے اپنے دل کو ٹھنڈا کر رہی تھی وہ بھی کیوٹ تھا۔

"ہونا بھی چاہیے، غلط کیا۔۔۔ چلو پھر اب تم سو جاو۔۔۔ میں بھی تھک گیا ہوں"

المان نے اس سے مزید بات کو نہ بڑھانے کو ہی موزوں سمجھا ورنہ یہ لڑکی اس معصومیت میں ہی اس سے کچھ کرا و دیتی جو مشائم سے نکاح میں جڑھ کر ویسے ہی خود کو بہت جکڑا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"ہاں مجھے نیند آرہی ہے لیکن آپ نے بتایا نہیں میشی جیسی مصیبت سے تنگ تو نہیں آئیں گے ؟ میں آپکو بالکل بریشان نہیں کروں گی۔۔۔بس آپ میرے ہی کیپٹن رہنا اب ہمیشہ۔۔۔۔۔پرامسس کریں"

جس طرح کی وہ تھی ابھی بھی ڈر تھا کہ المان اسے جیسے ملا کہیں ویسے چھن نہ جائے جبکہ یہ وعدہ کرنا اس شخص کے لیے آسان نہ تھا۔

"تمہیں بس میں چاہیے تھا؟ یعنی صرف ایک کیپٹن ہسبنڈ ؟ اور کچھ نہیں۔۔۔۔یعنی بس"

یہ سوال وہ بنا سوچے کر گیا مگر اب وہ اتنی بھی بچی نہ تھی کہ المان کے سوال کا مطلب نہ سمجھتی تبھی تو چہرے کی ہوائیاں سی اڑیں۔

"ہسبنڈ والا پیار بھی چاہیے نہ لیکن مجھے نہیں پتا اچھے والا پیار کیسا ہوتا ہے۔ ممی سے بابا نے کبھی پیار سے بات تک نہیں کی تھی، نہ کنول چچی اور چاچو کے بیچ کچھ اچھا تھا نہ اب اوزو نے زینو کو پیار کیا۔۔۔ سو آئی ڈونٹ نو اچھا ہسبنڈ کیسا ہوتا ہے"

یہ سب بتاتے وہ جس احساس محرومی کا شکار تھی وہ سچ میں المان کے دل کو راکھ کر گئی، خاص کر زینو کو لے کر اوزان کے سرد رویے کے بارے۔

"کیا اوزان اور زینو الگ الگ رومز میں تھے؟"

المان کے تیکھے سوال پر میشی نے فورا کچھ سوچنے کے بعد گردن ہلائی۔

"لیکن بالکل ساتھ ہے روم، وہ روم اوزو کسی کو نہیں دیتے تھے لیکن زینو بھابھی کو دیا۔ ایسا نہیں ہے وہ زینو بھابھی کو بلکل پیار نہیں کر رہے، وہ ان سے باتیں کرتے ہیں۔ ہاں لیکن گڑیا پھپھو کو لے کر سب اچھا نہیں سوچتے تو ظاہر ہے انکی بیٹی کو ایڈجیسٹ ہونے میں مسئلہ ہو گا۔ لیکن طلال چاچو، آئی

جان ان پر جان جھڑکتی ہیں۔ زینو آپکی فرینڈ ہیں نہ، آپ پریشان ہیں؟ کیا وہ آپکی صرف فرینڈ تھیں یا گرل فرینڈ؟"

مشائم بھلے لاڈلی تھی، بیوقوف تھی لیکن وہ بچی نہیں تھی سو یہ سوال اسکے المان رد کر بھی نہ سکا۔

"نہیں گرل فرینڈ نہیں تھی، بہت اچھی دوست ہے۔ چھوڑو یہ سب، آرام کرو"

المان کا یہ سب سن کر عجیب دل اچاٹ ہوا تو وہ مزید یہاں بیٹھنا مشکل جانتے اٹھنے لگا پر میشی نے اسکی شرٹ کی بازو دبوچے روکا۔

"سوری لے لیں پلیز، ورنہ مجھے نیند نہیں آئے گی"

مشائم نے ڈرتے ہوئے اسکو دیکھا جو واپس نا صرف بیٹھا بلکہ بھرپور گہری نگاہوں سے مشائم دایب کو دیکھنے لگا، المان کی اس قدر مستقل نگاہ کے سبب وہ جلد یہ آئی کانٹیکٹ بحال نہ رکھ سکی اور نظر جھکالی۔

"لے لیا، اور کچھ؟"

المان سیال کا لہجہ جتانے والا تھا تبھی میشی کے چہرے کا رنگ یکدم بدلا تو آنکھیں اٹھا کر وہ اسکی اپنے جیسی آنکھیں دیکھ کر ساری گھبراہٹ بھول گئی، المان کے پاس ہونے کی خوشی ہر دکھ، تکلیف پر سبقت لے گئی، مشائم نے اپنی ہتھیلیوں کو بڑھائے المان کے شیو یڈر خساروں سے جوڑے جہاں ہلکی ہلکی بالوں کی نیلاہٹ اور چبھن اسے اسکے گال چھوتے ہی محسوس ہوئی جبکہ المان نے اسکی اس حرکت پر یوں اسکو دیکھا جیسے اس لڑکی کے جکڑ لینے کا خوف کھا رہا ہو۔

"آپکو پتا ہے آپ بہت پیارے ہیں کیپٹن، مجھے یقین نہیں آرہا آپ میرے ہسبنڈ بن گئے۔ میں آپکو کس کر لوں؟"

اسکی درجہ معصومیت پر المان نے سفید پڑتے چہرے کے سنگ میشی کی خواہش سنے جھٹکے سے اسکے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹانے چاہے مگر تب اسکے

حواس منجمد ہو کر رہ گئے جب وہ اسکے چہرے سے دائیں ہتھیلی ہٹائے بنا اجازت کا انتظار کیے ہی اسکے رخسار سے اپنے ملائم ہونٹوں کو جوڑ کر پیار دیتی پیچھے بھی ہٹ گئی اور کیپٹن صاحب یہیں بقیہ بھی اجڑ کر رہ گئے کہ ہونٹوں کی نرمی کا اٹوٹ پن بہت طاقتور تھا، یہ الفت خیز ہونٹوں کی عنایت، اسکے چہرے پر ناحق تماچے کا سارا اثر زائل کر گئی، الماں سیال کے آہستہ چلتے دل کی دھڑکن کو روانی بخش گئی، حالانکہ یہ بوسہ معصومیت، خوشی اور خلوص کے بہت سے جذبات کا مسکن تھا پر احساس بہت خاص تھا۔ الماں کو سمجھ نہ آئی کیسے اس لڑکی کے باندھے حصار کو جھٹکے، جو دل میں آگ لگا بیٹھی تھی۔

یہ کر کے وہ یوں گلاب ہوئی جیسے نا جانے کس مہکتے خوشبودار پھول کو چوم بیٹھی ہو۔

"یہ میشی کا تھینکیو تھا، جو آپ نے میرے لیے کیا اسکے لیے۔۔۔ دوسرا آپ بہت بیوٹی فل ہیں، تیسرا میرے ہسبنڈ ہیں تو میں آپکو کہیں بھی کس کر

سکتی ہوں۔ چوتھا اتنا پیارا اور سوفٹ رویہ رکھنے کے لیے۔۔ پانچواں مجھے نہ ڈانٹنے کے لیے۔۔۔ چھٹا کیپٹن ہیں آپ وہ بھی صرف میرے"

نظر جھکائے وہ اسکے ہاتھ کو اپنی گلابی ملائم اور گرم پوروں سے چھوتی جس طرح چند لمحوں میں ہی اتنی خصوصیات گنواتی گئی، الماں سیال کے لیے اس پر سے نظر ہٹانا جان جوکھم کا فعل ثابت ہوا، جو لاڈ میں اس شخص کے تشنہ دل کو بھرنے کے ساتھ اپنی طرف مائل بھی پوری شان سے کر رہی تھی۔

"میں بھی تھینکیو کر لوں؟"

میشی نے اسکے مدہوش سوال پر گھبراہٹ کے سنگ واپس نظر اٹھائی تو الماں سیال کی بے قرار نظروں کو اپنے بھرے بھرے ہونٹوں، عام حجم سے بڑھ جاتی آنکھوں پھر گلاب گالوں پر بے ادبی سے گردش کرتا دیکھ کر کانپ سی گئی، فوری بچوں کی طرح گردن نفی میں ہلائی تو وہ اسکے یوں خوف سے زرد پڑنے پر اپنی آنکھیں فوری ہٹاتا شریر سا مسکرایا۔

"ابھی میرا تمہاری طرف تھینکیو بنتا بھی نہیں ہے کیونکہ تم نے تو میرے لیے کچھ نہیں کیا"

المان نے مہارت کے سنگ معاملہ سمیٹا تو میشی کی جان میں بھی جان لوٹی کیونکہ اتنی جلدی وہ اتنے صدمات کے لیے ہرگز تیار نہ تھی۔

"میں کیا کروں آپکے لیے؟ بتادیں"

مشائم نے گہرے بولتی آنکھیں المان کی آنکھوں میں ڈالے اشتیاق سے پوچھا۔

"خود کو سٹرونگ"

اسکے جذب بھرے تین الفاظ نے مشائم کے ہولے ہولے دھڑکتے دل کی رفتار معمول سے بڑھائی۔

"میشی بہت سٹرونگ ہے، آپ نے دیکھا نہیں لیکن میں نے ان دو منحوسوں کی اپنی طرف سے جیسے چٹنی بنائی تھی نہ آپ ادھر ہوتے تو مجھے شاباش دیتے یہ سب مجھے اوزو نے سیکھایا ہوا کہ کیسے اپنی خفاظت کر کے بھاگنا ہے۔ ویسے میں ایسے ویسوں کے ہاتھ نہ لگتی اگر پیپر سپرے پاس ہوتا، میں سب سے ناراض تھی تو ذہن سے نکل ہی گیا کہ اپنا ہتھیار بھی ساتھ رکھنا ہے"

میشی کی وکھری ہی شروع ہوتی داستان پر الماان نے جیسے آئیبر و اچکا کر گھوراوہ اختتام تک نروس ہوئی۔

"اچھی بات ہے لیکن میں اور طرح کا سٹرونگ بول رہا تھا"

الماان نے بھی ادھار نہ رکھتے فوری منہ پھٹ ہونے کا ثبوت دیا جس پر مشائم نے پھر سے سہم کر الماان کو دیکھا۔

"میں ہر طرح کا سٹرونگ ہوں"

مشائم نے پورے وثوق سے بتایا جبکہ وہ بس مسکرا ہی پایا اور میشی کو لگا وہ اسے ایویں ہی سمجھ رہا ہے۔

"دیکھیں گے، اب سو جاو۔ ورنہ میرے اندر کا سویا بھوکا شیر نہ بے وقت جاگ جائے"

الماں نے اس بار اسے دیکھنے کا خطرہ نہ مولتے ہوئے اس کے پاس ہی رکھا تکیہ اٹھایا جس پر وہ بیٹھی تھی، اسکے پیچھے ہی لپکنے لگی تو پیر کے درد سے ایک بار پھر لڑکھڑائی مگر الماں نے فوری پلٹ کر اسے کمر سے جکڑے گرنے سے بچایا جو پیر میں کسی بہت نوکیلے پتھر کے چبھنے کے سبب اب تک ایک دم پیر زمین پر نہ رکھ پا رہی تھی، اسکے تھام لینے اور کچھ دیر پہلے کہے جتائے جملے کے سبب میشی کے سرخیوں میں ڈھلتے چہرے نے الماں کی سدھ بدھ کو جنجھوڑا، بہت مشکل سے اس سے میشی پر سے نظریں ہٹائیں۔

"کیا زیادہ درد ہے؟ بیٹھو یہاں"

اسے پکڑ کر بیٹھائے وہ اسکے پیر کی طرف بیٹھا اور اسکے پاوں کو آہستگی سے اپنی تھائی پر رکھے جب اپنے ہاتھ کی پوروں سے نرمی سے دباتے اسکے پیر تلے ہاتھ پھیر کر دیکھا تو وہاں پورے پیر تلے نیلاہٹ تھی یعنی نیل پڑا تھا۔

"صبح تک ٹھیک ہو جائے گا بس دباو پڑا ہے کسی نوکیلی چیز کا، کیوں اٹھ رہی تھی؟ کچھ چاہیے"

المان کو اسے پین کلر دینے یا کسی دوا لگانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی بس وہ اسکے پیر کا کچھ لمحے مساج کرنے کو ہی کافی سمجھ رہا تھا جس پر میشی کو گدگداہٹ ہوئی اور اسے چھونے پر سرور ملا، وہ اسکے اٹھنے کو یاد کیے اسے دیکھ کر بولا جس نے فوری اس جان لیوا مسرور سے کیفیت کو جھٹکتے سر ہلایا۔

"آپ تکیہ لے کر کدھر جا رہے ہیں یہی پوچھنے اٹھی تھی، آپ یہاں سو جائیں میں ادھر سو جاتی ہوں۔ ویسے بھی میں کاوچ پر زیادہ کمفرٹیبل سوتی ہوں، آپکو بالکل ڈسٹرب نہیں کروں گی"

مشائم اسکے خود کو تکنے کے بیچ فوری بولی اور المان نے بنا کوئی اعتراض کے سر ہلایا اور اٹھ کر کبرڈ کی طرف بڑھا، میشی کے لیے گرم لحاف نکال کر بہت کمفرٹیبل نرم اور گداز کاوچ پر لا کر رکھا اور خود بھی میشی کے آہستہ آہستہ چل کر کاوچ تک جانے پر پاس سے گرزتا اپنی جگہ آ کر لیٹا اور لحاف بھی اوڑھا لیکن اپنے دل اور زندگی میں آ کر ہلچل مچانے والی مشائم کو دیکھنا نہ بھولا۔

مشائم نے بھی اپنے زرا زرا کرل بال دونوں ہاتھوں سے بہت دقت سے لپیٹے اور تکیہ درست کر کے رکھے لیٹی اور کمبل میں مکمل چھپتے ہی کروٹ بدل گئی۔

"لیکن اگر میرے خواب میں وہ دونوں گندے بدبودار مونسٹر آ کر مجھے ڈرانے لگے تو میں بھاگ کر آپکے پاس آجاوں گی کیپٹن۔ بس سوتے میں میشی کی تھوڑی سی ٹانگیں چلتی ہیں اور کچھ نہیں"

وہ جو خود بھی تھکن، آج کے عجیب سے تھکا دینے والے دن کے سبب ٹھیک سے لیٹتا آنکھیں بند کر چکا تھا، مشائم کے باقاعدہ سالم کان میں گھسنے پر فوری آنکھیں کھولے گردن گمائے اسے دیکھنے لگا جو واپس اٹھ بیٹھی تھی، آنکھوں میں خوف سا لیے۔

"مجھے کسی کے ساتھ ابھی بیڈ شئیر کرنا بالکل پسند نہیں ہے، سونے کے معاملے میں بہت برا ہوں۔ تم پنار کے پاس چلی جانا برائے مہربانی مجھے تنگ مت کرنا، کیونکہ نیند پوری نہ ہو تو میں کاٹنے لگتا ہوں"

الماں ہرگز اس قسم کی خطرناک لڑکی کو اپنے قریب بھی نہیں سوچنا چاہتا تھا جو اس دھڑلے سے اسکی شانت دھڑکنوں میں طوفان لانے کی اہل تھی تبھی تو بے مروتی سے ٹکا جواب دیا، میشی کی گلاب صورت الماں سیال کے اس درجہ خار کھانے پر فوری مرجھائی، اسے لمحہ بھر یہی لگا کہ اسکے ساتھ واقعی کانٹے لگے ہیں۔

"میری ہسبنڈ پنار آپا نہیں ہیں، آپ ہیں۔ اب مجھے لائے ہیں تو برداشت بھی تو کریں۔ ایسے روڈ ہوئے تو میں رونے لگوں گی۔ وہ بھی چینخ چینخ کر"

میشی نے اپنے نیک ارادوں سے کمزور و کپکپاتے لہجے میں ڈراتے ہوئے رو پڑنے کی دھمکی ساتھ منسلک کیے الماں کو براہ راست چڑ کر مخاطب کیا جو اس وقت سخت تھکا ہوا تھا اور تبھی میشی کی آواز بھی اچھی نہ لگی۔

" آجانا لیکن مجھ سے چھپکنا مت ایڈوانس بتارہا ہوں۔ نیند میں ہی اٹھا کر وہاں پھینکوں گا جہاں ایک ہڈی بھی ثابت نہ ملے گی۔۔۔ چلو اب لیٹو اور سو جاو"

الماں نے بے مروتی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے پر خمار سے انداز میں وارننگ دیتے ہی نہ صرف کروٹ بدل لی بلکہ تکیہ بھی سر پر رکھے وہ سینے کے بل شیطانی پوز میں لیٹا اور مشائم نے چنی آنکھیں کیے اسکی چوڑی کسرتی پشت گھوری اور ناک چڑھا کر خود بھی لیٹی لیکن بار بار رخ موڑ کر الماں کو

دیکھتی رہی جیسے امید ہو کہ ابھی کیپٹن لفٹ کروا کے پاس بلا کر باہوں میں سلانے کی آفر کرے گا۔

"فوجی تو بہت اچھے ہوتے ہیں، یہ کونسی قسم کے ہیں۔ کبھی اچھے کبھی خونخوار۔ چلو میشی اب مزید کوئی چول مار کر ہنڈسم سے کیپٹن کے آگے اپنی ویلیو کم مت کرواور شرافت سے سو جاو۔ ورنہ کک مار کر یہ مجھے سچ میں کو قاف نہ ارسال کر دیں"

الماں کا رعب اپنی جگہ، اس سے والہانہ انس بھی اپنی جگہ لیکن وہ اسکے ساتھ اتنے قریبی رشتے میں ہے اس خوبصورت سچائی کا نشہ اپنی جگہ میشی کے سر چڑھ کر بولا تبھی وہ شرارت بھرا مد ہوش مسکرائی اور کمبل واپس چہرے پر اوڑھا جبکہ الماں صاحب تو یوں سوئے جیسے سارے گدھے گھوڑے بیچ دیے ہوں، بچارے پر تھپڑ کی خماری بھی اضافی چڑھی تھی۔

اتنی تھکاوٹ تو اسے کبھی کسی مشن پر نہ ہوئی تھی جتنی زندگی کہ اس عجیب و غریب دن نے دے دی اور پھر میشی کی موجودگی بھی فی الحال الماں سیال کے دل اور اختیار کے حق میں کہیں سے اچھی نہ تھی۔

اس کمرے کی فسوں خیز خامشی تب بڑھی جب آٹومیٹکلی سب غیر ضروری لائیٹس آف ہوئیں اور صرف درمیانے سائز کی نیلی روشنی کمرے میں جگمگا کر نیند کے لیے آنکھوں کو تھپکانے لگی۔

میشی نے اسکی طرف ہی کروٹ کی اور مسکرا کر فریفتہ نگاہوں سے تکتی ہی اپنی آنکھیں موند گئی۔

..________________________________..

"ت۔۔ تم سچ کہہ رہے ہو دیان"

ایزل مریم جب کچھ دیر کی بے خوابی کے بعد ہوش میں آئیں تو زینو اور دیان کو اپنے سرہانے بیٹھا اخیر بے چین پایا پھر دیان نے انکو جب میشی کے ٹھیک

ہونے کر واپس آتے ہی بتایا تو وہ تصدیق کو تڑپتے ہوئے اسکا ہاتھ آس سے تھامے مچل اٹھیں۔

اوزان کے کمرے سے اپنے کمرے میں جانے کے بعد زینیش بہت دیر روتی رہی لیکن پھر آئی جان کا خیال آتے ہی وہ انکے پاس آگئی تا کہ اوزان سے دھیان بٹے اور تب سے انکا ہاتھ پکڑے ہی سرہانے خزن میں لپٹی یوں بیٹھی تھی جیسے ابھی رو دے گی، یہاں آتے ہی پہلا محبت بھرا لمس اسے ایزل مریم نے سونپا اور اس وجہ سے وہ زینو کے لیے بہت عزیز تھیں۔

"جی بالکل، الماں بہت اچھا لڑکا ہے۔ اسکی فیملی بھی بہت کاپریٹیو ہے۔ ہاں جواد انکل کو میرا جانا کچھ پسند نہیں آیا لیکن وہ سخت مزاج ضرور لگے لیکن ناانصاف نہیں۔ اور آپ کو کل لے کر جاوں گا میشی کے پاس، تو پلیز بڑی آمی اب یہ رونا ختم کریں۔ دادا نے جو کیا اسکی اوزان لالہ ہی انکو سزا دیں گے مجھے پورا یقین ہے۔ وہ چپ ہیں تو کسی مصلحت کے تحت یہ بات آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی۔ سب بہتر ہو جائے گا"

دیان نے جس طرح بڑی امی کے رخساروں پر رینگتے آنسو پونچھتے ڈھارس خیز لہجے میں الماں کے لیے اچھے کا لفظ استعمال کیا وہ زینو کے دل کو راحت دے گیا پھر اوزان کے ساتھ جیسے وہ امید باندھے ہوئے تھے وہ بھی زینو کے دل کی راحت بنا اور یہی کیفیت انکے کمرے کے باہر دروازے کے پاس بے تاثر وسپید کھڑے اوزان کی تھی، اسکے ہاتھ پر بندھی پٹی زینو کی مسیحائی کا اب بھی ثبوت دیتی موجود تھی، لیکن یہاں وہ صرف آئی جان کو دیکھنے آیا مگر انکے پاس زینیش اور دیان کو موجود دیکھ کر دل کو کچھ تسلی ملی۔

"میں باباسائیں کو اس ظلم کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ روح زخمی کی ہے انہوں نے میری۔ تمہارا شکریہ دیان کہ تم اسکے پاس گئے۔ اللہ تم کو رنگ لگائے، ادھر آو بڑی امی کی جان"

ایزل مریم کی آنکھیں میشی کے ٹھیک ہونے کا سن کر بھی چھلکیں لیکن دیان کو انکے سینے لگ کر ضرور بہت سا سکون ملا اور پھر جس طرح انہوں نے زینو کی ہتھیلی پکڑ کر چومی وہ منظر اوزان دایب کی آنکھوں کی جلن کو نوچ کر کھا

گیا، نجانے کیوں وہ لڑکی اسے بری نہیں لگ رہی تھی، چاہتا تھا لگے پر اپنی معصومیت، دردمندی اور بنا صلے کہ محبت بانٹنے کے سبب وہ اوزان کی آنکھوں میں چبھنا بند ہو رہی تھی اور یہ ایک نئی قیامت کا سائرن تھا۔

"میرے ساتھ کب سے پریشان رہی ہو میری جان زینو، اب دیان نے مجھے میشی کی خیریت بتادی اب میں ٹھیک ہوں۔ جاو آرام کرو تم بھی تھکی لگ رہی ہو، لیکن اوزان کو ایک نظر دیکھ لینا کہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ میری تو ہمت نہیں اس سے بات کروں۔ کیا کہوں گی کہ وہ خود آج بہت تکلیف سے گزارا جا چکا ہے۔۔۔ جاو میرے دل کی ٹھنڈک"

ایزل مریم کو وہ اب بھی اکیلا چھوڑنے پر راضی نہ تھی جبکہ دیان خود اب زینیش کے لیے ایک الگ طرح کی عقیدت محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے یقین ہو چکا تھا کہ دادا کی پھیلائی ہر بات بھی بکواس ہی ہے انکی طرح، سو اب اسکو زینو کی موجودگی سے ایزل مریم کی مانند خوشی تھی پھر زینیش ایک

بہت حساس اور نرم دل رکھتی ہے یہ بھی ان چند دنوں میں سب پر ہی کھل چکا تھا۔

"بالکل وہ بہت تکلیف میں ہوں گے آپکو انکے پاس جانا چاہیے۔ آپ جائیں بھابھی، میں آج بڑی امی کے پاس ہی رہوں گا۔"

زینیش کو شش و پنج میں مبتلا دیکھ کر دیان نے بھی تائید میں گردن ہلائی اور بہت نرم نگاہوں سے زینو کو دیکھتے مطمئین کیا جس پر وہ فرمابرداری سے سر ہلاتی ایزل مریم کے پاس سے اٹھی تو اوزان بھی آئی جان کے کمرے کے دروازے سے ہٹ کر واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھتا سیڑھیاں چڑھ گیا، یہ امید کہ وہ جاتے ہوئے اسکے پاس آئے گی، بہت قوی سکون سے لبریز تھی، کہ شاید کچھ دیر اوزان اپنی زندگی کی تلخیاں بھلا دے۔

اور یہی ہوا، زینیش نے سیڑھیاں چڑھتے ہی کچھ قدموں کا فاصلہ طے کیا اور اپنے روم کی طرف جانے کے بجائے وہ اوزان کے کمرے کے دروازے

کے باہر رکی غیر ارادہ رکی پھر بہت ہمت کیے اس نے زرا سا دروازہ ہاتھ بڑھا کر کھولا، سر کمرے کے اندر کیے بیڈ کی طرف دیکھا تو وہ بیڈ پر اوندھا، تکیے کو دبوچے کروٹ پر لیٹا ہوا تھا۔

اسکا نرم سیاہ کورر والا مخملی سرہانے کے گرد لپٹا زخمی ہاتھ ہوا میں معلق تھا کیونکہ بازو کہنی کے سنگ میٹرس سے جڑی تھی، پیر موزوں میں مقید تھے، سر کے بال بے ڈھنگے ہو کر اسکی صبیح پیشانی پر ڈھلکے تھے، وہ خود کو سویا دیکھانے میں کامیاب تھا کیونکہ زینو کے مقابلے میں اوزان منجھا ہوا کھلاڑی تھا۔

زینیش نے بنا آہٹ کیے اپنے قدم اندر روم میں بڑھائے اور بہت احتیاط سے وہ بیڈ کے قریب آئی اور جھونکا سا اوزان کی خوشبو کا اپنی سانسوں کے حصار میں سمیٹا، زرا سا آگے کو جھک کر اس نے اوزان کو دیکھنا چاہا مگر اسے اس شخص کی آنکھیں نظر نہ آئیں سو وہ مایوس سی واپس سیدھی ہو کر پلٹنے لگی، وہ بھی جیسے نیند کا یہ مصنوعی ناٹک توڑنے والا تھا مگر زینو پھر رکی اور

اسکے پیروں میں رکھا لحاف اٹھانا چاہا لیکن وہ اوزان کی ایک ٹانگ تلے دبا تھا، اور وہ اسے بے آرام کرنا بالکل نہ چاہتی تھی۔

"پلیز جاگیے گا مت"

سرگوشی کی صورت زینو نے جب اپنی نرم ہتھیلی کو اوزان کے پیر سے چھوتے اسکو غائبانہ مخاطب کیا، اس جھوٹی نیند کا کھیل رچاتے شخص کی بند آنکھوں کی پلکیں اس ملائم لمس پر حرکت کیں، وہ خود بھی زرا کسمسایا جس پر زینو نے فوری ہاتھ ہٹائے، وہ اسکے جاگ جانے سے خوفزدہ تھی جو آج کسی صورت سو ہی نہ سکتا تھا، اس کسمسانے کے سبب اوزان کا چہرہ زرا سامنے آیا اور زینو نے مسکرا کر اسکی پرسکون بند آنکھیں دیکھیں، وہ اسکے ساتھ کچھ خاص اچھا نہیں رہا تھا اب تک لیکن زینیش اس کے لیے ایسی نظریں رکھتی ہی نہ تھی جن میں سرد مہری ٹھہر پاتی، وہ تھی ہی ایسی، تبھی تو نہیں جانتی تھی کہ اس شخص کے لیے خود سے ناانصافی کر رہی ہے۔

وہ زینیش کی روح اپنی منشاء اور رضا کے تابع کر چکا تھا یہی سچ تھا۔

بہت مشکل اور دقت سے زینو نے اسکے چہرے سے نظر ہٹا کر اسکی ٹانگ کو دوبارہ اپنے ہاتھ سے زرا سا پکڑتے نیچے دبا لحاف سرکا کر نکالا اور اسے کھول کر اوزان پر کروا دیا کیونکہ باہر ایک بار پھر بہت تیز بارش ہونے لگ گئی تھی اور سردی بھی بڑھ گئی۔

اسکے چوڑے سینے تک اسے کمبل اوڑھائے وہ لمحہ بھر وہیں رکی، سونے کی کوشش بھی سونے جیسی تھی، اس لمحہ وہ اسے سنگدل، ہارش، بے دل، بے رحم اور سفاک تو کہیں سے نہ لگا، بس ایک ایسا سمندر لگا جو بظاہر پر سکون تھا مگر اس میں ٹھاٹھیں مارتی موجیں ساحل سے سر پٹخ رہی تھیں۔

زینو نے اسکے چہرے سے نظر ہٹائے اسکے کمرے کی کھلی کھڑکیاں دیکھے فوری انکے قریب جا کر انکو بھی بند کیا اور پردے گرائے، پھر ٹوٹے واس کے پاس آکر وہیں بیٹھے سارے ٹکڑے اکھٹے کیے، سمیٹے اور انکو بہت دھیان

سے ڈسٹ بن میں پھینکا لیکن پھر بھی ایک چھوٹا سا کٹ اسکی انگلی پر لگ گیا جسے اس نے کوئی توجہ ہی نہ دی اور پھر سے داخلی دروازے کی جانب بڑھی لیکن دل تھا کہ جانے کو تیار ہی نہ تھا۔

"کاش آپکے پاس نہ سہی آپکے سامنے ہی بیٹھ سکتی کچھ دیر، نامرادی کی یہ نجانے کونسی قسم ہے کہ میں اپنی ہی ملکیت کے لیے ترس رہی ہوں۔ شاید اس میں اللہ کی کوئی بہتری ہو"

دروازے کے پاس کھڑی وہ اس سے بے خبر اوزان کو دیکھ کر دل میں اپنی بے بسی کے بارے آزردہ ہوئی لیکن اسے یہاں رکنے کا کوئی حق ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا۔

وہ جانے کا ارادہ کر رہی تھی اور اوزان کی آنکھوں میں ریت چبھ رہی تھی، روکنا چاہتا تھا پر ایسا کوئی حق لٹانے کی ٹنک نہیں بنتی تھی لیکن یہ سچ تھا اس

لڑکی کی ذات کے صرف راس آتے رنگ ہی نہیں، راس آتی خوشبو ہی نہیں، راس آتی موجودگی بھی اوزان پر مشکل بن رہی تھی۔

بہت دکھ کی اس گھڑی اسے خیال تھا تو بس زینیش کا، اور یہ چیز اسکے دل کے لٹنے کا برملا ثبوت تھا۔

وہ چلی گئی تو اپنے ساتھ اپنی موجودگی کے شافی لمس بھی سمیٹ کر اوزان کے لیے یہ معطر فضا کسیلی اور گھٹن زدہ کر گئی اور وہ اس درج شدت سے اپنی سانس تنگ پڑنے اور سینہ گھٹنے پر کوئی راحت کی سبیل نہ کر سکا۔

لگ بھگ آدھے گھنٹے تک وہ یونہی بے آرامی سے کروٹیں بدلے انتشار سے گزرتا رہا مگر پھر جب کہیں بھی چین نہ ملا تو تکیہ بے دلی سے پرے پھینکے اٹھا، نظر کمرے کے فرش پر گئی جہاں بکھرے کانچ کے ٹکڑے تو غائب تھے مگر وہیں نیچے خون کی اک ننھی بوند پڑی تھی۔

اوزان بے قراری سے اٹھ کر زمین پر دوزانو بیٹھا اور انگلی کی پور سے اس بوند کو انگوٹھے سے چھوا، وہ خون بالکل تازہ تھا اور تبھی کچھ سوچتے وہ وہیں سائیڈ ٹیبل پر رکھے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچتا اپنی انگلی صاف کیے ڈرا کھول کر اس میں سے منی بینڈ تج نکالے اپنے کمرے سے سرعت کے سنگ باہر نکلا۔

قدم زینیش کے کمرے کے باہر رکے، یہاں ٹھہر کر اسے سوچنا پڑا کہ اندر جائے یا نہیں، دل کہہ رہا تھا دیر نہ کرے اور دماغ جلد بازیوں اور اس درجہ بے اختیاریوں پر کوس رہا تھا۔

اس وقت اسکا دماغ مفلوج تھا سو دل کی سنی اور بہت آہستگی سے زینو کے کمرے کا دروازہ کھولا، وہ سنگل بیڈ کے بجائے وہیں رکھے آرام دہ تین سیٹوں والے صوفے پر پیر سمیٹے ہاتھ میں کوئی باریک سی کتاب پکڑے وہیں دائیں جانب کو سر ٹکا کر نیند میں گم تھی، اوزان کی نظر بے اختیار اسکے سمٹ کر بیٹھنے کے سبب اپنے نیچے ہی دبے گلابی سپید پیروں پر گئی جو اتنے خوبصورت اور ملائم تھے کہ ان سے نظر ہٹانا مشکل تھا۔

پھر جس بے خبری میں وہ سوئی تھی، چھوٹی سی معصوم سی بچی لگی جس کو دیکھ کر ویسے ہی پتھر دل پگھل جائے، پھر اوزان کا سخت دل تو پہلے ہی زینیش کے لیے نرم ہونے کی ضد لگائے بیٹھا تھا۔

وہ اس کمرے میں گھلی زینو کی معطر مہک میں آملتی اپنی خوشبو کو ملا کر سانس بھرے اپنے دل کی گھٹن کا علاج کر رہا تھا اور آسودگی پا کر دل ہلکا ہوا۔

اوزان نے اسکی طرف زرا جھکے اپنی شہادت کی انگلی زینو کی بہت کیوٹ سی بے بی شیپ میں گھنی سی پلک پر پھیری، جیسے اپنی انگلی کی پور کو اس لڑکی سے متعارف کروایا ہو لیکن جلد ہاتھ کھینچا۔

اوزان نے اسکے سینے میں دونوں بازووں کے بیچ دبی کتاب آہستگی سے لی تو نظر اسکے ہاتھ کی انگلی پر لگے کٹ پر گئی، کتاب بیڈ کی طرف اچھالتا وہ وہیں اسکے پہلو میں زرا ترچھا اسکی جانب ہو کر بیٹھا۔

بنا کچھ سوچے وہ منی بینڈ ایج اپنی جینز کی جیب سے نکال کر اوزان نے دوسرے ہاتھ سے بہت احتیاط کے سنگ اسکا ہاتھ پکڑا، وہ بینڈ ایج اسکی انگلی پر لگایا اور کچھ دیر وہیں بیٹھا بس اسے براہ راست دیکھتا رہا، جب دیکھنے سے دل بھرا تو اپنا ہاتھ اس احتیاط سے آگے بڑھا کر اسکی پیشانی پر ڈھلکی بالوں کی ریشمی لٹ پکڑ کر ہٹائی کہ اسے خبر نہ ہو کوئی اسکے پاس ہے، لیکن جب جب اوزان کے ہاتھ نے اسکے چہرے کی جلد کو چھوا، وہ نیند کی گہری وادی میں اترنے کے باوجود اسکے لمس کو محسوس بھی کرتی رہی اور اسکی ترجمانی اپنی تیز آہستہ ہوتی سانسوں سے کرواتی رہی۔

اوزان نے بھی اپنا سر اسی کی طرح صوفے سے ٹکایا، بنا کسی احساس کے بس وہ زینیش کے چہرے پر نظریں ٹکائے تھا، اس وقت وہ دونوں ایک جیسے لگ رہے تھے، بہت شدت پسند لیکن مجبور، اسکے سانس لینے کی پر لطف آواز اس مہیب سناٹے میں کسی ساز کی طرح بکھر کر اوزان کو بھلی لگ رہی تھی۔

آج تو وہ امید کے بنا ہی سو گئی تھی، امید کو جس طرح اس نے بیڈ پر اپنی جگہ لٹار کھا تھا وہ دیکھ کر اوزان کی آنکھوں میں خفیف سی مسکراہٹ اتری کیونکہ امید پر کمبل بھی اوڑھار کھا تھا اور خود یہاں بنا شال کے ہی بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی، اوزان نے جب نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی تو دل اس لڑکی کے لیے مزید نرم ہوا، لیکن اسے یہی لگا کہ یہ لڑکی ہر خاص و عام کے لیے شاید اتنی ہی مہربان ہے۔

"تم کیسی ہو نہیں سمجھ پا رہا لیکن تمہاری موجودگی میرے دل پر بہت بھاری پڑ رہی ہے۔ یہ رشتہ مجھے کمزور کر رہا ہے۔ بہت۔۔۔ تم نے اوزان دائب انصاری کو اس تکلیف میں دیکھ لیا جس میں دنیا اسے دیکھنے کی حسرت کرتی ہے۔۔۔ میں اس اشارے کو کیا سمجھوں؟"

یہ سب وہ اس سے نہ کہہ سکا پر خود سے اعتراف کرنے میں دیر نہ کی جبکہ زینش کا دل تو اس کے لیے نکاح کے بعد ہی اس قدر نرم کر دیا گیا کہ اسی نرمی کی کشش ہی اوزان دایب کی جان پر بن رہی تھی، مگر کچھ تھا جو اسے

واپس پتھر دل کر گیا، اپنے آپ کو یہاں آنے پر سرزنش کی، یہن بیٹھے ہونے پر ملامت کی اور اٹھ کھڑا ہوا جیسے کوئی گھبرا جاتا ہے، حراساں ہو جاتا ہے اور اسی کیفیت میں وہ یوں وہاں سے بھاگا جیسے وہ لڑکی نہیں کوئی آسیب ہے اور اس پر سحر پھونک دے گی، جانے اوزان دایب انصاری کیا تھا؟ کیوں اتنا الجھا ہوا تھا؟ اور بے خودی اسکی بھی ہرگز بے سبب نہ تھی۔

وہ سوئی ہوئی زینیش سے بھی ڈر کر بھاگ گیا، یہ سچ میں اسکے بہت بڑے نقصان کا سائرن تھا۔

..________________________..

لگ بھگ صبح کے چار بجے تھے جب المان کے حواس کسی دل کو دہکاتے احساس نے جنجھوڑے، اسکی پشت سے لگا دل دھڑک کر اسکے اندر تک ہلچل مچا رہا تھا پھر میشی نے اسکے شانوں کے درمیان یعنی گردن سے زرا نیچے

منہ جوڑے اپنا ایک ہاتھ اپنے نیچے جبکہ دوسرا الماں کی بغل سے گزار کر اسکے پیٹ پر بہت زور سے باندھ رکھا تھا۔

رات کے ناجانے کس پل وہ ڈر کر اسکے پاس آگئی تھی اور اسکی زندگی کی یہ پہلی ایسی نیند تھی جو ٹوٹنے پر الماں سیال کو شدید خوف آیا، اگلے ہی پل وہ خوف، لطف میں بدلا جب اس اچانک زندگی میں آجاتی اس لڑکی کا یہ گرم جوش لپٹنا محسوس کیے دل میں میٹھی سی جلن جگی۔

خود پر حیرت بھی ہوئی کہ کل تک جو اس محبت شادی اور الفت خیز لمحوں کو خود پر حرام کر چکا تھا، اس لڑکی کو دیکھتے ہی سب ارادے ریت بن گئے۔

وہ بیوی بنی، پھر الفت میں پور پوری ڈوبی، معصومیت سے بھری ہوئی، زندگی کا استعارہ جس نے الماں کو مہلت ہی نہ دی کہ وہ خود پر کسی سکھ کے حرام ہونے کا فیصلہ کرتا۔

وہ لڑکی جس طرح اپنی ننھی منھی پناہوں میں الماں سیال کا چوڑا کسرتی وجود لپیٹے بے خبر آہستہ آہستہ سانس لیتی سو رہی تھی، الماں کو لگا اپنی زندگی کی سب سے پر سکون نیند میں مبتلا بس آج مشائم ہی ہے۔

بہت دقت سے الماں نے اپنے ہونٹوں کو حصار نے والی بے خود مسکراہٹ سمیٹی۔

"کیا چیز ہے یہ لڑکی، سالم میری ذاتیات میں گھس کر مجھے بے بس کر رہی ہے۔"

الماں نے اپنے پیٹ پر دبے میشی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے پکڑ کر ہٹانا چاہا مگر نیند میں بھی اسکی قوی پکڑ نے الماں کو بے بسی اور کوفت سے نوازا۔

میشی! کیوں چپکی ہوئی ہو۔۔۔ پیچھے ہٹ کر سو۔۔"

اخیر زچ ہوتے وہ اسکی اپنے پیٹ کے گرد بندھا ہاتھ زرا قوت لگائے کھولتا جب گردن موڑے سیدھا ہوا تو میشی جو کہ اس کی پشت سے چپکی تھی، الماں

کے پلٹنے پر پیچھے ہونے کے سبب سیدھی ہو کر میٹرس پر لیٹ چکی تھی اور میڈم بھنگن بنی سوئی پڑی تھی، ہلی بھی نہیں۔

اور وہ جو کوفت میں تھا، آنکھوں میں نیند اور جلن کے کے باوجود مسکرا دیا۔

اپنی آنکھوں میں خود بخود امڈ آتی نرمی لیے وہ اسکے معصوم سے چہرے کو تکنے کے بیچ شر انگیز سا ہنسا۔

"اسے دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ کل اسکے ساتھ اتنا بڑا المناک حادثہ ہو گیا ہے، کیسے نشئیوں کی طرح سو رہی ہے۔ اور میری نیند کا ستیاناس کر رہی ہے"

الماں کو سچ میں حیرت تھی کہ کوئی اتنی جلدی کیسے نارمل ہو سکتا ہے، جبکہ میشی کو تو لگتا تھا آج ہی اصل میٹھی نیند نصیب ہوئی ہو، اپنے کیپٹن کے پاس، جیسے وہ اس لمحے کے لیے ہی جیتی آئی ہو۔

"مشائم!"

اسکی طرف مکمل پلٹ کر الماں نے ہاتھ بڑھ کر اسکی گال تھپک کر اسکو جگانا چاہا تاکہ زرا اسے بخش کر اور خود سے نجات دے کر سوئے اور ہلکان نہ کرے مگر میشی نے کسمسا کر اپنا ہاتھ الماں کے رخسار سے لگاتے لمحہ لگائے سرک کر اس کے سینے میں سمٹ جاتے رہی سہی کسر بھی پوری کی اور کیپٹن صاحب احتجاج کے لائق بھی نہ رہے، چہرے پر ہزاروں رنگ سینے آ لگتی اس لڑکی کے سبب رینگتے گزرے اور ان دو کے معاملے میں لگتا تھا زردپیلا ہونے کے فرائض کیپٹن صاحب نے ہی ادا کرنے تھے۔

"گئی بھینس پانی میں، یہ اس طرح چپکتی رہی تو اپنا دل اس سے چپکنے سے کیسے روکوں گا، بیوقوف میرا کب سے امتحان بنی ہوئی ہے۔۔۔مانا اسکا فیورٹ ہوں پر یہ بھی سوچے کہ نکاح بھی ہوا ہے۔بے عقل۔۔۔کنٹرول الماں کنٹرول۔۔۔وہ ایسی ہی ہے، تمہیں ایڈجیسٹ کرنا ہے، گہرا سانس لو۔۔۔کچھ نہیں ہوا"

خود سے یہ گفتگو بڑی جان لیوا تھی، کیونکہ اس لڑکی کے دل کی مدھم دھڑکن الماں کے دل سے مل کر اسکی دھڑکن ضرور تیز کر رہی تھی، اپنے دل کے بدلتے اس قدر منافق جذبات پر الماں نے خود کی سرزنش کی، گہرا سانس کھینچے دونوں ہاتھوں سے اپنے ساتھ لپٹی اسکے سینے اور گردن میں منہ چھپائے دبکی میشی کو پکڑ کر خود سے دور کیا۔

"مشائم ہٹو پیچھے، اریٹیشن ہو رہی ہے مجھے"

درحقیت الماں کی بس ہو رہی تھی پر موصوف دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور کا فارمولا لیے بگھڑے اور اس بار وہ واقعی کان میں گھستی الماں کی زچ ہوتی تیز آواز پر نہ صرف جھٹ سے آنکھیں کھول گئی بلکہ اپنے اس سے لپٹنے کا احساس ہوتے ہی اور پیچ کی اس درجہ نزدیکی پر کرنٹ کھاتی فورا سر اٹھا کر اسے تکتی شرافت سے دور سرکی، گویا ایسا کرنے پر شرم اور غصہ ساتھ آیا، اور پشیمانی سے گال الگ تپ اٹھے۔

"س۔۔ سوری۔۔۔ مجھے لگا آپ میرا تکیہ ہیں۔۔ آئی جان بھی میرے اس طرح سونے پر بہت ڈانٹتی تھیں کہ تم اگلے کا دم گھوٹ دیتی، کسی دن ساتھ والا مر املے گا۔۔"

فوری اپنی غلطی کی تلافی کیے وہ الماں کے سخت قسم کے کوفت زدہ ہونے پر مزید میٹرس کے آخری کنارے پر جا لیٹی۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا تھا کہ الماں سیال کلمہ پڑھ لو، آج نہیں بچتے تم"

منہ بسور کر الماں نے اسکی دوری پر بھی دگنا سلگ کر کہا جس پر وہ دبا دبا مسکرائی اور نیند کے گلابی خمار میں ڈوبی آنکھوں سے الماں کو دیکھنے لگی جو واپس سونے کی کوشش کے بجائے اٹھنے لگا۔

"سوری کیپٹن، یہ لیں بیچ میں تکیہ رکھ دیا۔ اب اگر آپکو ہاتھ بھی لگاؤں تو تھپڑ مار دینا۔ اب تنگ نہیں کرتی۔۔۔ گڈ نائیٹ"

میشی نے پشیمان ہونے کی کوشش کرتے فوری اپنا ایک تکیہ اٹھا کر اپنے اور المان کے بیچ رکھے کروٹ بدل لی اور واپس سو گئی اور المان منہ بسورتا اسکی پشت دیکھے واپس سر پر تکیہ دباتا منہ ہی منہ میں پتا نہیں کیا بڑبڑاتا خود بھی واپس سونے کی کوشش کرنے لگا جو ناممکن ہو چکی تھی۔

وہیں کنول انصاری کی آنکھوں میں اس وقت سرور ہلکورے لے رہا تھا، نائٹی کے گاون کی سٹریپس بند کرتی اپنے نیم برہنہ جسم کو ڈھانپتی وہ بیڈ کے کنارے لیٹے طلال سے کچھ فاصلے پر پیر زمین پر لٹکا کر بیٹھی انگ انگ میں گھل جاتے نشے کی بدولت اب تک مدہوش تھی۔

اک نظر گردن پلٹائے کروٹ پر سوئے طلال پر ڈالی تو گزری شب اپنی رنگ لاتی کوششوں پر اسکے ہونٹوں پر رسیلی مسکراہٹ رینگ گئی۔

رات طلال اس قدر بکھرے اور ٹوٹے ہوئے تھے کہ کنول کو موقع ملا اور انھیں آخر کار شادی کے تیرہ سال بعد وہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی

اور ایسا ویسا نہیں بہت تفصیلی اور ساری حسرتوں اور تشنگی کو مٹانے جیسا تھا رات اسکا طلال انصاری کو تسخیر کرنا، وہ ایسا ہرگز نہ چاہتے تھے لیکن کنول نے رات انکو بے بس ہی اس قدر کر دیا کہ مزید وہ اپنا دامن اس شر انگیز عورت سے نہ بچا سکے کیونکہ رات ان میں اپنے بچاو کی کوئی ہمت اور جرت نہ تھی، دل اس قدر کرب میں تھا کہ وہ خود اس درد سے نجات کے طالب تھے، اور شاید یہ طلال انصاری کی بھی وہ سزا تھی جو انکو الایہ کے ساتھ ظلم کرنے کے سبب ملی، وہ کہتے ہیں نہ جو جس کے لائق ہو اسے وہی ملتا ہے، طلال انصاری نے بھی شاید کوئی ایسا ظلم کیا تھا کہ ان سے الایہ کو ہمیشہ کے لیے چھین لیا گیا۔

"بہت خوار کیا تم نے مجھے طلال لیکن میں نے تمہیں پا لیا، آج تمہارے ارد گرد سے آلایہ کو مکمل مٹا دیا میں نے۔ تم میں خود کو گھول دیا ہنی۔ اور سچ پوچھو نفرت کے باوجود تمہیں تم سے چھین لینے کا یہ سرور ممکن ہے اب ساری عمر کنول کے سر پر سوار رہے۔۔۔"

وہ اٹھی، اپنے جسم میں اٹھتے راحت آمیز سرور کو سانس کی طرح اخہیل کیا اور بے خبر سوئے طلال کے پاس بیٹھی جنکے چہرے پر نیند کی باوجود تکلیف براجمان تھی، کوڑی کے مول بکنے کا کرب براجمان تھا، حالانکہ وہ الایہ کے لیے مقدس اور پاک کے سوا کچھ نہ تھے۔

وہ طلال کے چہرے پر جھکی انکے پیوست مگر خوبصورت لبوں پر نرم سا بوسہ دیے واپس اٹھ کر انکے سر کے بکھرے بالوں میں نشاط پرور سی مسکراہٹ لیے انگلیاں سہلائیں، اس وقت وہ بس ایک مکمل عورت کے روپ میں تھی جسے بیوی کا درجہ ملا تھا، کچھ دیر کے لیے وہ اپنی شر انگیزی اور زہر سے آزاد ہو گئی تھی۔

لیکن کون جان سکتا اس شخص کی تہہ دامنی کو جسے اب بھی الایہ کے سکون جیسا کہیں کچھ میسر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا، وہ سایہ نہیں تھی کہ کنول کے ہٹانے سے ہٹ جاتا، وہ الایہ درید، طلال انصاری کے جسم کی خوشبو، بدن کے ہر

مسام کا نم تھی، انکے دل کا سانس لیتا وجود تھی جسے مات دینا کنول جیسی عورت کے بس میں نہ تھا۔

"جان بخش دو اب میری، جو چاہتی تھی مل گیا۔۔اب میری نظروں سے دور ہو جاو کنول ورنہ اس گزری رات کو تمہاری زندگی کی آخری خوشی بنانے میں مجھے لمحہ بھی نہیں لگے گا"

کنول کے مزید قریب ہونے کا احساس ہوتے ہی وہ اسے نا صرف پرے جھٹک گئے بلکہ منہ موڑنے کے ساتھ اس طرح تضحیک سے دھتکارتے کروٹ بھی بدل لی، وہ مرد ہو کر اس عورت کے شر انگیز روپ سے پناہ مانگ رہے تھے۔

"اب نہیں بخش سکتی تمہیں، بہت بری لت لگ گئی۔ اب سیکھ گئی ہوں کہ کیسے تم کو اپنے بس میں کرنا ہے، بٹ جو بھی ہے تم نے مجھے بھر دیا جان من۔ برسوں سے پیاسی زمین پر برس کر اس تشنگی کو سیراب کر دیا۔ تم اب

بھی بالکل جوان ہو، ہاہا مجھے لگا بڈھے ہو گئے۔۔۔۔ چلو بہت تنگ کیا ساری رات، اب سکون اور مزے سے سو جاو۔۔۔"

اسکے لہجے میں سرور تھا، اب بھی دل چاہا کہ وہ طلال سے دور نہ ہو، لیکن اس قدر سر پر سوار رہی تھی کہ ڈر تھا وہ اتھرا بے لگام گھوڑا اسے اٹھا کر کہیں پھینک نہ دے، بنا طلال کی تکلیف کی پرواہ کیے وہ مسکراتی ہوئی جیت کے نشے میں مست وہاں سے اٹھی اور طلال کی نظروں سے اوجھل ہو گئی جبکہ طلال انصاری کی آنکھیں کھلیں تو ان میں پہلے سے دگنی تکلیف تھی، ماتم تھا۔ خود کو کھو دینے کا۔۔۔۔

الایہ سے خیانت کرنے کا۔۔۔۔

"لعنت ہو تم پر طلال انصاری۔۔۔۔ اس جیسی عورت کے آگے بے آبرو ہونے اور کمزور پڑنے سے بہتر تھا تم مر جاتے"

نیند، سکون اور رہا سہا آرام بھی آج طلال انصاری کی زندگی سے رخصت ہو چکا تھا۔

..________________________..

فجر کے وقت آخری آذان پر زینش کی آنکھ کھلی، جاگتے ہی وہ بیٹھے رہنے کے سبب پوری باڈی میں درد سا محسوس کیے آنکھیں کھول کر اپنے پیروں کو ہاتھ سے دبانے لگی جو ٹھنڈ کے سبب سن ہو چکے تھے پھر کمرہ بھی اس قدر سرد کہ اسی سبب زینو کی نیند بھی ٹوٹی۔

"کوئی حال نہیں تمہارا زینو، امید کو کمبل کروا کے خود ادھر ساری رات ٹھٹھرتی رہی ہو۔ حد ہو گئی۔ یہاں آتے ہی تم عقل سے پیدل ہی ہوتی جا رہی ہو"

زینش نے اپنی لاپرواہی کے سبب خود کو نرمی سے ڈانٹا اور وہیں بیڈ کے کنارے پڑے فون کو اٹھایا، رات کو پنار کو کافی دیر کالز کرتی رہی مگر پنار نے

نہیں اٹھائی جبکہ کافی دیر بعد پنار نے جب اسے میسج بھیجا تب تک زینش سو چکی تھی۔

"پریشان نہ ہو میرے بیبے بچے، سب انڈر کنٹرول ہے۔ مشائم کو لالہ نے سنبھال لیا ہے۔ تم بھی بے فکر ہو کر سو جاو۔ کل میں تم سے تفصیلی بات کرتی ہوں"

پنار کا میسج پڑھتے زینش نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے اس پیغام کے سبب دل کو تسلی ملتے محسوس کی لیکن اپنی انگلی پر لگے سنی پلاسٹ کو دیکھ کر وہ فون کی سکرین بھلائے انگلی کو آنکھوں کے سامنے گما کر اچنبھے سے دیکھنے لگی۔

اسے پکا یاد تھا کہ رات تو اس نے اس کٹ کو کنسیڈر بھی نہ کیا تھا پھر یہ مرہم کون لگا گیا۔

"یہ کیا؟ یہ کس نے لگایا۔ میں نے تو نہیں لگایا تھا۔ کیا کوئی جن آ کر لگا گیا۔۔۔ن۔۔ نہیں شاید طلال چاچو آئے ہوں۔۔۔۔یا پ۔۔ پھر اوزان۔۔۔ نہیں ناممکن۔ وہ ابھی صرف زخم لگانا جانتے ہیں زینیش، مرہم رکھنا نہیں۔ کسی پتھر دل سے محبت کرنے کا یہی نقصان ہے، دل خوامخواہ خوش فہمی میں مرا جاتا ہے۔۔۔۔"

اس مرہم نے زینیش کو الجھا دیا، سمجھ نہ آیا کس بات پر یقین کرے اور کسے جھٹلائے، لیکن وہ کسی صورت یہ مان ہی نہ سکتی تھی کہ یہ عمل اوزان دایب انصاری نے سرانجام دیا اور بار بار جب اسکا دھیان اوزان کی طرف بھٹکا تو اپنے بے قابو دل کو شٹ آپ کال دیے وہ فوری اٹھ کر پیر زمین پر اتارتے ہی جوتے پہنتی وضو کے ارادے کے لیے اٹیچ واش روم میں گھس گئی، صبح آہستہ آہستہ اندھیرے کو نگلتی رہی اور صبح کا آب و تاب سے چمکنا روح زمین پر ثبت ہوا۔

اپنے روم کے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے وجاہیت خیز مگر مغرور شخص گردن اکڑائے کھڑا ایک بار پھر سیاہ میں ملبوس اوپر جیکٹ پہنے کہیں جانے کو تیار تھا، رات کے حادثے کا کوئی اثر اس وقت اوزان کے بے داغ اور خوبصورت چہرے پر نہ تھا البتہ ہاتھ پر زینو کی باندھی پٹی ہنوز قائم تھی، صبح کے آٹھ بجنے میں کچھ وقت باقی تھا، اس وقت سب سوئے ہی ہوئے تھے۔

شوز بھی آج بلیک کلاسی بزنس پہنے، تیاری سے لگ رہا تھا وہ کسی آفیشنل میٹنگ کے لیے جا رہا ہے۔

ڈریسنگ پر رکھے فون پر آتی عدم کی کال پر اوزان نے انھی بھینچے خدوخال کے سنگ ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا کال ریسو کیے کان سے لگایا۔

"ممکن ہے مجھے واپسی پر دیر ہو جائے، میری غیر موجودگی میں تم انصاری حویلی رہو گے۔ ایک گھنٹے تک یہاں پہنچ جانا"

کھردرے سپاٹ لہجے میں اوزان نے اسے حکم دیا اور اپنی گاڑی کی چابی لیے وہ اسی اجلت کے سنگ کمرے سے نکلتے ہی بناز ینیش کے کمرے کی طرف دیکھے سیڑھیوں کی طرف بڑھا، ہال میں کوئی نہ تھا اسی کا فائدہ اٹھاتے مسٹر کمپلیٹین دبے پیروں صبح سویرے انصاری حویلی سے نکلے، پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی تک پہنچا، سوار ہوا اور کچھ دیر میں اسکی گاڑی حویلی سے نکل گئی، کسی کو علم نہ تھا کہ وہ کہاں گیا ہے سوائے عدم کے، موسم آج اخیر سرد تھا، سردیوں کے آغاز نے بھرپور طریقے سے ہڈیاں جمانی شروع کردیں۔

جبکہ ٹھیک ایک گھنٹے یعنی لگ بھگ نو تک عدم کی انصاری حویلی آمد ہوئی، وہ حویلی تک ٹیکسی پر آیا اور کرایا ادا کیے دروازے پر دستک دی، عدم کو حویلی میں بنا کسی چیکنگ کے آنے کی اجازت تھی سو گارڈز نے اسے بنا کسی تردد کے اندر آنے کی اجازت دی، اچھا بھلا وہ سیدھا اوزان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب آگے سے چہکتی مہکتی کنول کو دیکھ کر بچارے کا موڈ ہی بگھڑ گیا۔

"اوھو! عدم میاں آئے ہیں۔۔ اسکا مطلب ہے مسٹر کمیلئین پھر نکل گیا دبے پیر کسی محاذ پر۔ اور تمہیں چھوڑ گیا پیچھے یہاں کی جاسوسی کرنے۔۔۔ ویسے کہاں گیا ہے وہ؟ کل اسکی چپ نے مجھے کافی حیران کیا کیونکہ کل اسکا چپ رہنا بنتا نہ تھا، کیا پھر سے تمہارا سائیں کوئی ڈبل گیم کھیل رہا ہے"

کنول سے وہ منہ لگانا توھین سی سمجھا لیکن کیا کرتا بحیثیت مالک اسکی سننی مجبوری تھی۔

"مجھے کسی معاملے کا علم نہیں کنول صاحبہ نہ میں یہاں جاسوسی کرتا ہوں، سائیں کی سٹڈی میں جا رہا ہوں۔ کچھ ضروری کام کرنا ہے۔ وہ کہاں گئے ہیں یا کیوں چپ ہیں، آپکو جلد پتا چل جائے گا۔۔۔"

عدم نے اپنی طرف سے بات سمیٹے جانا چاہا مگر کنول نے ایک بار پھر اس کمیلئین کے وفادار کو روکا۔

"کمینی کی چپ بھی کسی مقصد کے تحت ہوتی ہے، اتنا تو ان بارہ تیرہ سالوں میں جان گئی ہوں۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ گنے میسنے تم ہو، یہ بھی علم ہے۔ خیر مجھے کیا۔ میرے لیے تو آج میدان صاف ہے، اسکی بہن کا کل پتا کٹا آج اسکی نام نہاد بیوی کا بھی کٹ جائے گا۔۔۔ پھر کروں گی میں اکیلی راج۔۔۔ہاہا"

کنول ہنس کر یہ زہر اگلتی وہاں سے سیدھی فیروز شمشیر کے کمرے کی طرف گئی البتہ عدم نے بہت کوفت سے سر جھٹکا، نام نہاد بیوی پر تو اسکی عقل مت ہی مفلوج ہوئی کیونکہ اس معاملے کا اسے ابھی کنول سے ہی علم ہوا تو یہ حیرانگی کی بات تھی۔

"اس عورت میں کس قدر زہر ہے جو ختم ہی نہیں ہوتا، یا اللہ اسکے شر سے بچایئے گا مجھ مسکین کو"

عدم نے گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے فوری سیڑھیاں چڑھیں اور سیدھا اوزان کے کمرے سے ہوتا سٹڈی میں چلا گیا، سٹڈی کی جانب لگے وال گلاس سے انصاری حویلی کا یکسر پچھلا اور الگ لان دیکھائی دیتا جہاں خوبصورت سا چھوٹا سا لان تھا۔

وہیں فیروز شمشیر بھی کسی سیاسی پارٹی کے لیے صبح صبح ہی تیار ہو رہے تھے، کوئی پولٹیکل بریک فاسٹ تھا انکا انہی جیسے منحوس اور کرپٹ پولیٹیشنز کے ساتھ۔

"بابا جانی"

کنول کی چہکتی آواز پر وہ پرفیوم کا بے دریغ سپرے کیے پلٹے تو کنول نے مسکرا کر انکے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی انکا بیڈ پر رکھا بلیزر اٹھا کر بڑے لاڈ سے پہنایا جس پر وہ ہشاش بشاش تاثرات کے سنگ پلٹتے ہی کنول کی کچھ زیادہ ہی پھیلی مسکراہٹ پر فوری مشکوک ہوئے۔

"خیریت ہے بڑے دانت نکل رہے ہیں تمہارے، رات تو میرے دبدبے کے سبب تمہاری حالت بھی بھیگی بلی جیسی تھی"

آج وہ بڈھا طنز بھی کرتا تب بھی اسے تعریف ہی لگتی۔

"آج آپ جو مرضی کہہ لیں بابا جانی، آج میں بالکل برا نہیں مناوں گی۔ کیونکہ آپکے رات والے جلال نے میری نیا پار کروادی۔ پھنس گیا آپکا اتھرا لاڈلہ کنول کے چنگل میں"

یہ خبر جس انداز میں ڈھک چھپا کر کنول نے بتائی، فیروز شمشیر پہلے تو ششدر رہوئے پھر اس زہریلی عورت کی آنکھوں میں پھیلی سچی خوشی پر انکو یقین کرنا ہی پڑا، ساتھ ہی کمرے میں اس سنگدل شخص کا بے ڈھنگا قہقہہ گونجا۔

"ہاہا بہت خوب، بہت خوب۔۔۔ عورت آرام اور پیار سے مرد کا اجڑا بنجر دل بھی آباد کر سکتی ہے۔ پچھلے تیرہ سالوں سے میں تمہیں یہی سمجھا کر

تھک چکا تھا۔ خیر اچھی خبر ہے، امید ہے تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔۔۔۔وارث دو مجھے اور اسے بالکل اپنے جیسا بناوں گا"

سسر صاحب کی فرمائش پر کنول زہریلا سا شرمائی اور خدا گواہ تھا خود فیروز کا دل اس عورت کے اس درجہ اوچھے شرمانے پر اوب سا گیا۔

"یہ زہریلا شرمانا بند کرو، اور کام کی بات سنو۔ سائن وہ لڑکی کر چکی ہے سو اب اسے اوزان اور باقی سب کی نظروں میں گرانے کا کام شروع کر دو۔ اس سے پہلے وہ اوزان کے دل میں جگہ پائے، اسے ناقابل برداشت بنا دو"

فیروز نے یہ سب کہتے کنول کی شیطانیت میں اضافہ کیا کیونکہ وہ خود بھی یہی سوچ چکی تھی۔

"آپ فکر ہی مت کریں بابا جانی، آج زینش کو ایسی سزا دوں گی کہ بچاری ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر جائے گی۔ آج اوزان بھی گھر نہیں ہے اور دیان بھی منحوس بھابھی کو لے کر کچھ دیر پہلے کہیں نکلا ہے شاید بچاری کا دل بہلانے

کے جتن کر رہا ہو۔۔۔۔۔۔ میدان میں صرف آج میں اور وہ زینیش ہے۔۔ طلال بھی یونی نکل جائیں گے"

کنول کو زہریلا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی تبھی وہ اسکے پلین کو سن کر ہنسنے بھی اور اوزان کی غیر موجودگی انکے لیے سوچنے کا نقطہ بھی بنی اور فکر کا بھی۔

"اوزان گھر نہیں ہے ؟ مجھ سے ملا بھی نہیں۔

کوئی نہیں شیر جوان ہے اور غصہ بھی تیز دھاری سو کچھ گھنٹے لگیں گے اسکو میرا یہ سخت فیصلہ ہضم کرنے کو۔۔۔۔ ٹھیک ہے مجھے ابھی جانا ہے تم اپنے کام پر لگ جاو۔۔ واپسی تک اچھی خبر ملنی چاہیے"

فیروز شمشیر چونکہ اجلت میں تھے سو اوزان کی غیر موجودگی پر زیادہ غور نہ کر سکے اور کمرے سے نکلے جبکہ وہ بھی شیطانیت سی چہرے پر سجاتی واپس

جب روم میں آئی تو طلال بھی یونی نہ صرف جا چکے تھے بلکہ کنول کو منہ لگانا دور بتانا بھی ضروری نہ سمجھا تھا، نہ ناشتہ کیا۔

خیر یہ اہانت وہ سہہ گئی جبکہ وہاں سے وہ سیدھی زینیش کے کمرے میں گئی، زینو نہارہی تھی تبھی کنول چپکے سے اسکے کمرے میں آئی اور سیدھی اسکے چھوٹے سے سوٹ کیس کی طرف لپکی۔

"دیکھوں تو تمہارے سامان میں کیا کیا ہے زینیش بی بی"

کنول نے بڑے شیطانی طریقے سے اسکے سوٹ کیس کو کھولا اور اسے کپڑے یوں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی جیسے وہ اچھوت ہوں۔

"کپڑے کم اسے کچرا زیادہ کہنا چاہیے، کتنے عام سے کپڑے پہنتی ہے یہ لڑکی۔نہ برینڈ ہے نہ معیار۔۔ہنہ"

اپنی طرف سے وہ اسکے سامان کو بے کار ثابت کیے اس سے پہلے اسے بند کرتی، نظر کسی چمکتی چیز پر گئی جبکہ کنول کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا جب اس نے

وہ ہیروں سے سجا نیکلس دیکھا، حیرانگی اور تجسس کے ساتھ وہ یوں خوش تھی جیسے کچرے سے ہیرا ملنے والا ہوتا ہے۔

"ارے واہ! ہیرے والا نیلکس۔۔۔ مطلب لڑکی اتنی بھی گئی گزری نہیں۔ اف یار یہ کتنا پیارا ڈیزائن ہے۔ لیکن ایسا کیوں لگ رہا ہے یہ میں نے کہیں دیکھا ہے۔۔۔۔ اسی سے تمہیں ٹارچر کرنا شروع کروں گی میری پیاری زینو"

کنول کو زرا شرم اور غیرت نہ آئی کہ وہ کیا کر رہی ہے، جبکہ زینو اپنے دھیان میں بالوں کو ٹاول سے رگڑتے واش روم سے جب نہا کر نکلی تو کنول کو روم میں موجود اور ممی کا نیلکس پکڑے دیکھتی وہ غصے سے ٹاول وہیں بیڈ پر پھینکتی یوں کنول کی طرف آئی جیسے وہ نیکلس نہیں زینو کی جان ہو۔

"ی۔۔ یہ میری ممی کا ہے، پلیز مجھے واپس کر دیں"

زینو کی تڑپتی برہم حالت پر کنول نے جھٹ سے اس نیکلس کو مٹھی میں دبوچ لیا اور اٹھ کر رونے کو تیار زینو کے عین سامنے جمی۔

"لیکن یہ تو اب میرا ہے، اور اسے میں ہی لوں گی۔۔۔ آآ ارو نہیں بچے تمہیں آرٹیفیشل دلا دوں گی۔"

کنول نے اسے پرے دھکلتے باہر نکلنا چاہا جس پر زینش دوڑ کر اسکی راہ میں آئی۔

"ن۔ نہیں یہ میں کسی کو نہیں دے سکتی، مجھے واپس کر دیں ورنہ میں آپکو اسکے لیے مار بھی سکتی ہوں۔۔۔"

زینش نے رونے کو چولہے میں جھونکے غصے سے جب کنول کے ہاتھ سے ممی کا نیکلس چھینا تو کنول نے اسکے چھپٹ لینے پر ویسی ہی درندگی سے جب واپس زینو سے چھینا تو اسکے ہاتھ پر اس بری طرح اسکی نوک گڑھی کہ زینو نے بمشکل منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی چینخ دبائی۔

"ماروں گی تو میں تمہیں بے بی ڈال، چلو میرے ساتھ۔ چوری کرتی ہو بدبخت۔۔۔ آج تمہیں اس سردی کے موسم اور بارش میں باہر کھڑا رکھوں گی پھر تمہاری یہ اکڑ نکلے گی"

کنول نے اسکے کٹ لگے خون آلودھوتے ہاتھ کی پرواہ کیے بنا جب زینو کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹ کر کمرے سے باہر لے جانا چاہا تو یہ شور سن کر عدم تیزی سے اوزان والے کمرے سے نکلا۔

زینو کے ہاتھ سے خون کے ٹپکتے قطرے وہیں کوریڈور میں دیکھ کر عدم نے غصے سے کنول کو دیکھا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ؟ کیوں ایسے پکڑ رکھا آپ نے انھیں"

عدم نے آگے لپک کر کنول کی درندگی سے منع کرنا چاہا لیکن کنول نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں فاصلے پر رک جانے کا حکم دیا۔

"اپنے کام سے کام رکھو سمجھے، یہ چور ہے۔ اس نے میرا نیکلس چوری کیا ہے۔ جس کام کے لیے کمپلیئین نے تمہیں بلایا اسی پر توجہ دو۔ خبردار جو ہماری ذاتیات میں گھسے۔۔ اسے سزا دینی ہے مجھے۔۔۔ تاکہ آئندہ یہ ایسا کرتے سو بار سوچے"

کنول کی زہریلی ٹون کے سبب عدم پیچھے ہٹ گیا لیکن اگر اسے پتا ہوتا کہ وہ اوزان کی بیوی ہے، وہ یہ درندگی نہ ہونے دیتا۔

کنول اسے ویسے ہی پکڑ کر باہر پچھلے لان کی سمت لائی جو اوزان کی سٹڈی سے ہی صرف دیکھائی دیتا اور ٹھیک لان کے وسط میں جاکر ہلکی ہلکی بوندا باندی میں اسے کھڑا کروادیا۔

زینیش نے رونا روکے بس اپنی کٹ لگی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ سے جکڑ رکھا تھا اور لہو ہوتی آنکھوں سے اس نے کنول کو گردن موڑ کر دیکھا جو کچھ دور

شیڈ دلان کی جانب کھڑی ہاتھ میں اسی کا نیلکس لے کر انگلی پر گماتی اس پر ہنس رہی تھی۔

چند آنسو ٹوٹ کر زینیش کی آنکھوں سے بہے، ایک تو وہ نہائی تھی اوپر سے اس قدر ٹھنڈک میں بنا سوئٹر یا شال کے ننگے پیر وہ اسے کھڑا رہنے کی سزا دیے خود دلان میں کھڑی اسکو سزا دے کر کھکھلا رہی تھی یہ جانے بنا کہ آج کنول انصاری اس جرت پر ماری بھی جا سکتی ہے۔

..________________________..

"میرا بچہ، آئی جان قربان۔۔۔ ٹھیک ہو نہ سچ بتاو۔۔ کسی نے کچھ کہا تو نہیں ؟"

آئی جان کے صبح صبح آنے نے میشی کی صبح حسین کر دی اور دیان باہر سے ہی چلا گیا کیونکہ ہوسپٹل پہنچنا تھا جبکہ ایزل مریم کب سے میشی کو اپنے سینے

لگائے بیٹھی تھیں جو انکو تسلی دے دے کر اب خود تھک ہار کر مسکرائی بھی اسلنکی گال بھی چومی تا کہ ماں کے تڑپتے دل کو راحت ملے۔

"اتو سا بھی کچھ نہیں کہا، بلکہ یہاں سب بہت اچھے ہیں آئی جان اور کیپٹن کی تو بات ہی الگ ہے۔ اتنے سوئیٹ ہیں کہ بتا نہیں سکتی۔ دادا پر مجھے جتنا غصہ تھا وہ سارا ختم، انہوں نے تو میشی کی لاٹری لگا دی۔۔۔ ہی ہی۔۔۔"

وہاں سبکی جان سولی پر لٹکائے وہ جس ڈھٹیائی سے ایزل مریم سے لپٹی دانت نکال رہی تھی، دل چاہا دو کھینچ کر لگائیں، پر اس وقت وہ جان کا ٹکڑا تھی تو ڈانٹنا بھی محال لگا۔

"تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو رو رو کر مر چکی ہوتی، کیا کروں میں تمہارا میشی۔۔۔ بیوقوف۔"

ایزل مریم کو لاڈ بھی آیا اور غصہ بھی جس وہ شریر سا ہنسی، جبکہ میشی کی پہلے جیسی چمک اور کھلکھلاہٹ سے ایزل مریم کو بھی ایسا لگا جیسا یہ میشی کے لیے بہت اچھا ہو گیا ہو، شاید اوزان کی کل کی چپ کے پیچھے بھی یہی وجہ تھی۔

" آئی جان مریں میرے دشمن۔۔۔اب تو کیپٹن کی اکلوتی وائفی ہوں میں نے بہت سارا جینا ہے۔ہائے میرے تو پیر زمین پر نہیں لگ رہے۔ رہی بات مونسٹر دادا کی تو مجھے وہ پہلے بھی اچھے نہیں لگتے تھے۔۔۔پلیز آئی جان میری بکس میرا بیگ بھجوا دینا ورنہ مجھے پروفیسر سے کٹ پڑے گی۔ کل سے میں یہیں سے یونی جاوں گی"

میشی کو دیکھ کر ایزل مریم کا دل پر سکون تو ہوا مگر کل کی قیامت خیز ساعتیں وہ پھر بھی بھول نہ سکتی تھیں۔

جبکہ دیان انکو بول کر گیا تھا کہ جب واپس جانا ہو انھیں کال کر دے اور پنار بھی ہوسپٹل جا چکی تھی جبکہ جواد اپنے سیاسی کاموں میں ہی خود کو مصروف رکھتے تھے۔

جبکہ الامان نے بھی میشی کو ایزل مریم کے پاس مکمل پرائیویسی دی اور خود بھی میشی کے لیے نیو ڈریسیز اور اسکی ضرورت کی چیزیں لینے بارش کے باوجود مارکیٹ نکل گیا۔

وہیں اوزان انصاری حویلی سے لگ بھگ ایک سوا ایک گھنٹے کی ڈرائیو کیے ایک کچی بستی میں آیا، وہ گاڑی سے اترا تو بارش بھی تیز ہوئی سو اس نے تیزی سے قدم بڑھاتے ان سنسنان گلیوں میں سے پرویز تبلانی کے گھر کو تلاشا اور اپنے مطلوبہ پتے پر آکر اس گھر کے خستہ حال سے دروازے پر دستک دی۔

تیسری دستک پر کوئی لاٹھی ٹیکتا آدمی دروازے میں آیا اور کھولا، ان اجنبیت بھری نظروں میں دبی سے خفگی اور شناسائی جب کہ اوزان کی سنہری آنکھوں میں تلخی اور چہرے پر سپید تاثرات تھے۔

"کون ہو تم برخوردار؟ کس سے ملنا ہے؟"

اس آدمی کا لہجہ فطری کھر درا تھا لیکن اوزان نے بنا کوئی جواب دیے اسے جب اندر داخل ہوتے ہاتھ سے بڑے احترام کے سنگ پرے دھکیلتے دروازہ بند کیا تو وہ حراساں نظروں سے اس آنے والے پر وقار سراپے کو اور پھر اسکے چہرے کو دیکھ کر دو قدم پیچھے سرکا، عام سے باریک کھدر کے مٹیالے رنگ کے جوڑے میں ملبوس وہ آدمی سیاہ لوز سی جرسی پہنے ہوئے تھا جبکہ پیروں میں پلاسٹک کی چپل، گھر کے ساتھ ساتھ وہ بھی قدرے غریب مسکین دیکھائی دیا۔

"بہت جلدی ہے کیا تعارف کی آپکو محترم، اندر آنے کا کہیں اور مہمان نواز ہونے کا ثبوت دیں۔ آخر آپ کو آپکے جگری یار دایب انصاری کا بیٹا ملنے آیا ہے"

اوزان نے جس طرح اپنا تعارف مسکراتی، شر انگیز نظروں سے اس آدمی پر اپنی پوسٹ مارٹم کرتی نظرے گاڑے کروایا، وہ پٹھوں کے کھنچاو کے سبب عمر سے دگنا اور بیمار لگتا آدمی اور خوفزدہ ہوا لیکن چار و ناچار اس نے صحن میں ٹپکتی بارش کے سبب اوزان کو کمرے کی طرف لے جاتے وہاں لگے پرانے زمانے والے سادہ سے کاوچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی سپاٹ چہرے کے سنگ وہ اسکے سامنے والی کرسی پر بیٹھا، اوزان نے کمرے کے اطراف نگاہ دوڑائی، بظاہر سب صاف ستھرا مگر بہت پرانا تھا، جبکہ کمرے میں ایک ہی میز تھی جس پر ایک تھال پڑا تھا۔

"کیسی تکلیف کا شکار ہیں؟"

اوزان نے اس آدمی کو اپنا کلیجہ مسلتے دیکھ کر یونہی انسانیت کے تحت پوچھا جس پر وہ اسی درد دیتے تاثر کے سنگ اوزان کا چہرہ تکنے لگا۔

"حکیم نے کہا ہے سورت یاسین کا دم کر کے سینے پر پھونکا کروں، جب جب درد ہو تب۔۔ لیکن اتنی جلدی کیسے پڑھوں اتنی لمبی، اب بہت اذیت ہے"

وہ آدمی اپنے دل پر ہاتھ جکڑتے بہت کرب سے بولا جس پر اوزان نے اپنا ہاتھ بڑھائے انکے سینے پر رکھے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"سورۃ الکوثر بھی قوی اور فائدہ مند ہے۔ اسکو سات بار پڑھیں اور دم کریں۔ لیکن اس مضبوط نیت سے کہ درد میں کمی ہو گی"

اوزان کی اس بات پر وہ جو سخت درد میں تھا ہونق بنے چہرہ اٹھا کر اوزان کو دیکھنے لگا پھر اس نے ویسا ہی کیا، چند منٹس میں اس نے سات بار پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونکے سینہ مسلا، دو منٹس مزید گزرے کہ وہ آدمی سینے کے اس

تابناک درد میں واضح کمی محسوس کیے حیرت وخوشی سے اوزان کو دیکھنے لگا جسکا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔

"تم۔۔ تم کیا حکیم ہو؟"

وہ آدمی اس سوال کرنے پر بے تاب سا مجبور ہوا تو اوزان نے نفی میں یوں گردن ہلائی جیسے صرف مدعے پر بات کرنے کے سوا کسی سوال کا جواب دینے میں دلچسپی نہ رکھتا ہو۔

"نہیں، کیا ہم اصل مدعے پر بات کر سکتے ہیں؟"

اوزان کا لہجہ اب بھی سرد تھا تبھی پرویز تبلانی نے بھی سر کو اثبات میں ہلاتے نرم شفیق سی نگاہ اوزان کے خوبرو چہرے پر ڈالی۔

"تو تم دایب کے بیٹے اوزان دایب ہو، باپ جیسے نہیں ہو دیکھنے سے بلکہ اس سے بہت زیادہ وجیہہ بھی ہو اور مہربان بھی۔ دعا ہے اس جیسی غلطیوں سے بھی باز رہتے ہو گے"

پرویز تبلانی کی یہ طنزیہ بات اوزان کی کنپٹی کی رگیں پھڑکا کر تان گئی، پہلی بار کسی نے اسکے بابا کا حوالہ غلط لفظوں کے سنگ کیا۔

"کیا مطلب تھا اس بات کا"

نہایت تندہی سے وہ اس آدمی کو تکتے بولا جس پر وہ آگے سے درویش سا ہنسا۔

"مطلب میری دادی بچپن میں ایک کہانی سناتی تھی۔ ایک نیک اور بد آدمی کی۔ ایک بہت گناہ گار تھا اور دوسرا بہت پرہیز گار۔ گناہ گار والے نے اپنی موت سے قبل ایک نیکی کرلی کہ دیکھتا ہوں اس سے کیا ہو جائے گا، جبکہ پرہیز گار نے ایک گناہ کرلیا کہ دیکھے اس گناہ کی لذت کیسی ہے۔ پھر ان دو کی موت ہو گی۔ اب جو پرہیز گار تھا وہ جنت نہیں گیا دوزخ میں چلا گیا جبکہ وہ گناہ گار ایک نیکی پر جنتی بن گیا"

اس آدمی کی یہ تمہید اوزان کو الجھن میں ڈال گئی، سمجھ نہ آئی اس آدمی کے اس بھاشن کا کیا مقصد تھا۔

"اس تقریر کا کوئی مقصد بھی تھا یا بے مقصد ہی وعظ کرنے کے شوقین ہیں آپ؟"

بظاہر عمر کا لحاظ رکھے ادب لیکن چڑ ظاہر کرتا اوزان کا سوال پرویز کو پھر ہنسنے پر اکسا گیا۔

"شوق تو بھاڑ میں چلے گئے لاڈلے، خیر تم بتاوا اتنے سالوں بعد میری یاد کیسے آئی؟"

پرویز تبلانی نے اصل مدعے کی طرف آتے سنجیدگی اختیار کی اور اوزان بھی یہی چاہتا تھا۔

"کچھ پوچھنا تھا، اول تو کئی سال مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ بابا کے دوست کون ہیں۔ دو سال پہلے انکی ایک پرانی ڈائری میں آپکا نمبر ملا، جو بند تھا لیکن آپکا

نام چاچو سے معلوم ہوا۔ اور دو سال لگ گئے آپکے گھر کی تلاش میں۔۔ اب مزید ایک لمحہ ضائع کیے بنا مجھے یہ بتائیں کہ چودہ سال پہلے بابا کے خودکشی کرنے سے پہلے کیا آپ کی ان سے ملاقات ہوئی؟ انہوں نے آپ سے کچھ شئیر کیا۔۔۔ ساڑھے چوبیس، پچیس سال سے چودہ سال تک کا یہ لگ بھگ دس سالا سفر ہی میری الجھن ہے۔ جب انکو یعقوب حیدر نے پچیس سال پہلے دھوکہ دیا تو بابا نے خودکشی چودہ سال پہلے کی، کیا یہ آٹھ نو سال وہ خودکشی کرنے کی ہمت جمع کرتے رہے؟ دادا نے مجھے یہ بات کلئیر نہیں کی کبھی، تبھی مجھے آپ تک پہنچنا پڑا"

اوزان کے یہ سوال سنتے ہی پرویز کے چہرے پر ہزاروں رنگ آکر گزر گئے۔

"ہاں یہ سچ ہے یعقوب حیدر نے اسکو دھوکہ دیا تھا جو اس نے بتایا بھی، اور پھر گڑیا والا معاملہ بھی ہو گیا۔ جرگے میں خان سانول سیال نے یعقوب کو بچایا اور دایب کے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا اور نجانے کیا سزا

دی۔۔۔۔ لیکن اس فیصلے کے بعد دایب انصاری بالکل خاموش ہو گیا تھا، دس سال تک ڈپریشن میں رہا۔۔۔ وہ دس سال اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی، اپنی بیوی تک سے نہیں۔۔۔ نہ تم سے یا مشائم سے پیار کیا کیونکہ وہ ایک طرح مر چکا تھا۔۔ اور اسکا دس سالا ڈپریشن خودکشی پر ختم ہوا۔۔۔ میری اس سے آخری ملاقات چودہ سال پہلے ہی ہوئی تھی جب وہ ایک پرانے قبرستان سے نکل رہا تھا، میں اسے لے کر اپنے ڈھابے چلا گیا۔ اس وقت اس نے مجھ سے تھوڑی سی بات کی"

یہ سب سن کر اوزان کے دل کو تکلیف ہوئی، دس سال تک اسکے بابا کیوں اس اذیت میں رہے یہ جاننے کا تجسس بھی تھا اور دل تڑپ بھی اٹھا۔

"کیا بات کی تھی بابا نے آپ سے؟"

اوزان نے بے قراری سے پوچھا۔

"وہ کہہ رہا تھا اسکے ہاتھوں بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، ناانصافی اور ظلم ہوا ہے، میں نے پوچھا کہ بتا مجھے، دل ہولا کر لیکن ایسے لگتا تھا اسکی زبان یہ بتاتے سن ہو جاتی تھی۔ بس وہ میرے پاس دس منٹ بیٹھا رہا اور یہی کہتا رہا کہ اس نے جو ظلم کیا ہے اس پر وہ خود کو بہت کڑی سزا دینے والا ہے۔ اور اگلے ہفتے ہی خبر ملی کہ اس نے نیند کی بہت سی گولیاں کھا کر خودکشی کر لی۔۔۔ بہت نیک آدمی تھا وزان۔۔۔ لیکن مجھے لگتا ہے آخری وقت وہ کچھ ایسا کر گیا تھا جسکی پھانس اسکے سینے کا ناسور بن گئی۔۔۔ اور یعقوب نیک پرہیزگار بندہ نہیں تھا، لاپرواہ سا فلٹری جولی اور شغل باز آدمی تھا لیکن وہ پچھلے پچیس سال سے بہت نیک اور پرہیزگار کہلاتا رہا ہے اور موت بھی اسکی طبعی ہو گئی۔۔۔۔۔ طلال، گڑیا کو چاہتا تھا لیکن دائب بھی گڑیا کے لیے محبت رکھتا تھا لیکن بازی طلال نے جیتی۔ سب کی بظاہر خوشی کے ساتھ طلال اور الایہ کا نکاح ہوا، رخصتی ایک ماہ بعد رکھی گئی سب ٹھیک تھا۔۔ لیکن پھر کیا ہوا کہ گڑیا طلال کے نکاح میں ہونے کے باوجود یعقوب کے منہ

پر دے ماری گئی اور شمشیر صاحب نے طلال کے نفرت اور صدمے میں مبتلا ہونے کا فائدہ اٹھائے پیپرز سائن کروا کے الایہ کو طلاق دلوادی۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے بہت سی چیزیں چھپی ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا"

یہ سب سچ اوازن کے لیے ہولناک تھے، طلال انصاری کی خامشی توڑنے کا وقت آپہنچا تھا، اور یہ سب اسکے دماغ کو چکرا چکا تھا، اسکے دماغ میں یہ نقطہ تھا کہ ممکن ہے دایب انصاری نے ہی ایک تیر سے دو نشانے لگائے، گڑیا سے اور فراڈ کرنے والے یعقوب سے ایک ساتھ بدلا لے کر، اور یہ آگہی بہت تکلیف دہ تھی۔

"ہمم۔۔اور کچھ جو آپ بتانا چاہیں"

اوزان نے سنجیدگی کے سنگ انکو دیکھا، سینے پر سل سی دھری تھی۔

"ہاں دایب کی ایزل بھابھی یعنی تمہاری اور مشائم کی ماں سے شادی زبردستی ہوئی تھی، دایب کی امی اور فیروز شمشیر کی خاندانی بیوی جنت بی بی کے بھائی

کی بیٹی تھی ایزل مریم۔ اور وہی مرتے وقت اپنی یتیم بھانجی سے دایب کا عقد کروا گئی تھیں ورنہ وہ گڑیا کو شادی سے پہلے چاہتے تھے، طلال بھی اس چاہت کے سفر میں بیچ میں آ گیا لیکن گڑیا، دایب کو نہیں طلال کو چاہتی تھی۔۔۔ آریز تو رہا ہی باہر کے ملک تھا اور اسکا گڑیا کے ساتھ واقعی بھائی جیسا رشتہ تھا۔۔۔۔ پھر سمجھ سے باہر ہے کہ وہاں کچھ عرصہ آ کر رہنے والا یعقوب حیدر جو دایب اور طلال دونوں کا اچھا دوست اور بزنس پارٹنر تھا وہ کیسے گڑیا لے اڑا؟ کیا وجہ بنی کہ طلال اور گڑیا کی طلاق ہوئی، گڑیا اور یعقوب کو اچھوت سمجھ کر خاندان بدر کر دیا گیا۔ یہ سب مجھے بھی آج تک الجھائے ہوئے ہے۔ تم ان حقائق تک پہنچو تو میری الجھنیں بھی مٹا دینا"

یہاں آ کر تو اوزان کی حسین اور مفلوج ہو گئیں، یہ سب اس قدر پیچیدہ تھا کہ اوزان جیسا مضبوط کمپلیئین بھی سن رہ گیا۔

"بہت شکریہ آپکا پرویز تبلانی، یہ میرا کارڈ رکھیں۔ کچھ بھی یاد آئے جو عجیب ہو مجھے انفارم کرنا مت بھولیے گا۔ مہمان نوازی تو آپ نے کی نہیں، چلتا ہوں"

اوزان کام ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑا ہوا جبکہ اسکے کوئی خاطر تواضع نہ کرنے کی بات جتانے پر پرویز نے وہیں میز پر رکھے کھجور کے پتوں سے بنے تھال میں رکھی گھر کی پیلی کھجوروں سے مٹھی بھرے اوزان کا مضبوط و پرکشش ہاتھ پکڑ کر اس میں رکھیں۔

"میرے گھر میں کھجوروں کے سوا ابھی کچھ نہیں تھا، اس بداخلاقی کو درگزر کرنا۔ لو اور مزے سے جاتے ہوئے کھاتے جانا۔۔۔۔جی بشاش ہوا ادیب کے پہاڑ جیسے سپوت کو دیکھ کر"

وہ آدمی عجیب درویش سا تھا اور اوزان جو کافی سنجیدہ تھا ان سے وہ کھجوریں لیے نرم سا مسکرایا۔

"مجھے بھی اچھا لگا ایک عجیب مگر ذہین سے انسان سے مل کر، میرا شوق ہے ان لوگوں سے ملنے کا جو اوزان سے ہر طرح مختلف ہوں۔ امید ہے پھر ملاقات ہو گی۔۔۔۔ جزاک اللہ اس سوغات کے لیے۔۔۔ اللہ حافظ"

ان کھجوروں کو ویسے ہی ہاتھ میں جکڑے وہ خوش دلی سے مسکرا کر وہاں سے اجازت لیے نکلا جس پر پرویز تبلانی پیچھے آیا، وہ دروازے کے پاس کچھ رکھ گیا تھا اس کے لیے۔

اس ہلکے سے بھورے کاغذ کو اٹھا کر پرویز خوبصورت سا مسکرایا۔

"یہ اس دادی والی کہانی سے دامن ہٹا کر چلتا ہے، اچھائی اور برائی ساتھ ساتھ چلتی ہے، کوئی جتنا اچھا ہو جائے دامن کو اجلا کیسے رکھ سکتا ہے؟ کوئی کتنا برا ہو جائے، انسانیت کے لفظ سے کسی دن تو پسیجے گا۔ اعتدال ہی وہ راہ ہے کہ انسان زہریلا نہیں ہوتا، اچھائی کا اثر برائی اور برائی کا اثر اچھائی نگل جاتی ہے۔۔۔۔ پیچھے بچتا ہے صرف صاف شاطر لیکن شفاف چہرہ۔۔۔۔"

جانے وہ کاغذ کیا تھا لیکن پرویز تبلانی کی مسکراہٹ اور باتیں ضرور دلچسپ تھیں، شاید وہ ایک معقول رقم اپنی مرضی سے بھرنے والا بلینک چیک تھا، جس پر پرویز تبلانی اپنی مرضی کی رقم بھر سکتا تھا لیکن پرویز تبلانی نے اپنی قمیص کی سامنے والی جیب سے پینسل نکال کر اس میں صرف پانچ ہزار کے حروف لکھے کیونکہ اسے اتنی ہی ضرورت تھی، تھوڑے سے راشن اور دو وقت کی بھوک پیاس مٹانے کے لیے۔

جبکہ اوزان جب تک ان ویران گلیوں سے نکلتا ہوا اپنی گاڑی تک پہنچا، بارش تو جاری تھی پر مدھم تھی لیکن اس شخص کا قرار، سکون سب غارت ہو چکا تھا۔

کمپلیئین آج بے بس تھا۔

اوزان اس اذیت سے نجات صرف ایک جگہ جا کر کم کر سکتا تھا، اور وہ تھی حسیب خانزداہ کی اس جیسی دنیا!

کمبائن فٹنس لیڈیز اینڈ جینٹس جیم کا ہاٹ اینڈ ہنڈ سم اونر حسیب خانزداہ جسکی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا، جیم آئے لونڈوں کے ڈولے شولے بنانا اور آئی لڑکیوں کو سیدھا گرل فرینڈ بنانا، یہ الگ بات تھی کہ موصوف لاہور کے سول تھانے کے انچارج بھی تھے پر وہ عہدہ اماں جانی کی خواہش اور گن پوائنٹ پر سنبھال رکھا ورنہ اسکا ایک ہی جنون تھا جو اس "سیبو کنگ فٹنس رِنگ" کے نام سے بہت بڑے ایریا پر موجود دنیا سے منسلک تھا۔

کلب کی تمام لڑکیاں اور لڑکے جو ٹریکنگ سوٹس، جم سوٹس میں ملبوس تھے، اوزان دایب انصاری کو اپنے پروقار سراپے اور رعب کے سنگ جیم آتے دیکھ کر گردن موڑ کر دیکھنے پر مجبور ہوئے اور اپنے جیم کے تمام لڑکیوں کی توجہ حسیب کی موجودگی میں اول تو کسی اور طرف ہوتی نہ تھی نہ وہ ہونے دیتا تھا پر ایسا صرف تب ہوتا جب اوزان دایب کی یہاں انٹری ہوتی۔

"اوھو بہارو پھول برساو میرا پھڈے باز یار آیا ہے۔۔۔ اوہیلو آپ سب دوشیزاوں کا تاڑنا ہو گیا ہے تو نظریں ہٹالیں اس سے۔ کمپلیئین بک ہو چکا ہے، خبردار میری رعایہ میں سے کسی نے اسے میلی نظروں سے دیکھا"

حسیب نے اوزان دائب کے جلووں کے آگے چندھیا جاتی آنکھوں سے تاڑتی تمام رالیں ٹپکاتی لڑکیوں کو گھورتے جتایا جس پر سب بھلے اپنے اپنے کام لگے لیکن اس پھڈے باز کے لقب پر اوزان نے ضرور اس گلے سے چمٹتی مخلوق کو پرے مار کر دور کیا جبکہ حسیب خانزادہ کا قہقہہ اس وقت جیم کے ہال میں گونجا، اوزان کی سالم نگلتی نظر صرف اس دنیا میں ایک شخص کو ڈرا نہ سکتی تھی اور وہ تھا کنگ سیبو!

"اب ایسے وائنی آنکھوں سے نہ دیکھ مجھ ٹھرکی کو، پیار ہو جائے گا، پھڈے باز نہ کہوں تو کیا کہوں۔ بنک مینجر آیا تھا تھانے اونر کے ساتھ تیری شکائیت لگانے وہ تو میں ٹیلنٹڈ ہی اتنا ہوں کہ انکو سمجھا بجھا دیا کہ تیرے خلاف جانے

کار سک نہ لیں، کیوں اپنی جوانی رولنا چاہتا ہے تب جا کر مگر وں لتھا۔۔۔۔"

حسیب اسکی خفگی بھانپے فوری مسکین بنے منمنایا جس پر اوزان ہنوز اس پہاڑ ٹیلے کو گھورتا پایا گیا، وہ اسکی شربتی آنکھوں کو ہمیشہ وائن سے تشبیہ دے کر اسے یونہی پکارتا کیونکہ حسیب صاحب اس دنیا میں وکھرا اور اکلوتا پیس تھے، جبکہ اوزان اس وقت غصے میں تھا تو حسیب کی چولیں بھی دل ٹھنڈا نہ کر سکیں۔

"میری رُسی ہوئی محبوبہ کیوں بنا ہے یار، آ آفس میں چل کر بات کرتے۔۔ تیرا فیورٹ سینیمن کیک کھلاتا ہوں تجھے ود ہاٹ کافی۔ میں نہیں برداشت کر سکتا میری بچیاں (گرل فرینڈز) تجھے حسرت سے دیکھیں"

حسیب نے اس پتھر بنے شخص کو جیسے تیسے ساتھ آفس لایا جس پر اوزان نے خود کو تھکن کے سنگ کرسی پر لڑکھایا اور حسیب بھی ساری شرارت بھلائے

وہیں ٹیبل پر پیروں کے جاگرز سمیت چڑھ کر بیٹھا تو اسکی ان حرکتوں پر اوزان کا دل سلگتا۔

کہیں سے وہ لاہور کے تھانے کا سینئر انسپکٹر نہیں لگتا تھا۔

"اب بول، یہ دادے پادے کی کہی میں آکر کونسی نازک اندام، مسکین بیاہ لایا ہے۔ اور تو اور میشی والا معاملہ"

حسیب صاحب سنجیدہ بھی سنجیدہ نہ ہوتے یہی انکی خاصیت اور اوزان دایب کا واحد دوست ہونے کی وجہ تھا، یہ بندہ اگلے کو سارے دکھ بھلا دیتا تھا، اسکے سوال بتا رہے تھے موصوف پل پل کی خبر رکھے ہوئے ہیں۔

"اس پر ابھی بات نہیں کرنی، دماغ معاوف ہے۔ کچھ ایسا پتا چلا ہے جو مجھے اپنے کہے لفظوں پر پچھتانے پر مجبور کر دے گا۔ بتا اس سچویشن میں کیا کروں؟"

اوزان کا یوں تکلیف اور بے بسی میں ہونا حسیب کو سچ میں سنجیدہ کر گیا، سلم فٹ ٹائیٹ چینوز، سلیولیس جیم بلیک ویسٹ میں موصوف کی ساری کسرت شدہ باڈی باہر چھلک رہی تھی، ویسے بھی حسیب خانزادہ باڈی بناتا ہی سبکو دیکھانے کو تھا۔

"کہیں بہار کی بات تو نہیں کر رہا؟ آئی تھی تجھ سے بے عزت ہونے کے بعد میرے پاس۔ رو رہی تھی۔ کہہ رہی تھی مجھ سے بات کرو ورنہ پاگل ہو جائے گی۔۔۔ پھر کرلی۔۔ رکی تھی یہیں رات۔۔۔ پھر صبح صبح فلائیٹ تھی تو چلی گئی"

حسیب نے اسے نئی الجھن دیتے اپنی بھلا ہی دی۔

"رکی تھی؟ مطلب تیرے ساتھ رات رکی؟"

اوزان نے مشکوک نظروں سے حسیب کی سیاہ آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر لتاڑا جس پر اسکے دانت سے نکلے۔

"ابے جاسوس انسان! باتیں کیں بس۔ بچاری پر بہت ترس آتا ہے۔ اسے گرل فرینڈ بھی بنالیتا پر تجھے پتا اماں سائیں کا۔ کہتی ہیں ملگن لے آ، چوڑی لے آ، مسلن لے آ پر کوئی ایکٹر ماڈل یا بدیسی میم لایا تو لاتیں ٹک دوں گی۔۔۔ اب انکو کیا پتا کہ انکے ہاٹ لونڈے کو یہ سادھی بہن جی ٹائپ عورتیں تو رجا ہی نہیں سکتیں"

حسیب کی یہ سب باتیں اوزان کے دکھ کا بینڈ بجا گئیں، خفیف سا مسکرایا بھی کیونکہ اس الو کی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔

"اگر آنٹی کا پریشر نہ ہو تُو تو تھانے پر بھی تالا ڈال دے، منحوس شخص۔۔۔ دفع ہو جا مجھے بات ہی نہیں کرنی۔ اپنی پسوری ڈال کر مجھے میری بات بھلا ہی دی"

اوزان نے اسکو پرے دھکیلتے غرا کر اٹھتے روٹھ و بگھڑ کر جانا چاہا تو وہ بندر کی طرح میز سے چھلانگ لگائے اسے پروقار اور دراز قد و قامت والے حسین یار کے روبرو آیا تو اوزان نے خشونت بھری نگاہ اس لیچڑ لفنگے پر ڈالی۔

"ہاہا یار معاف کر دے، اب مجھے بھی تو اپنے دکھرے تجھے ہی سنانے ہوتے ہیں۔ تو بھی تو اتنے دن بعد آیا۔ گھر میں جم کھول لینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بندہ اپنے محسن کو بھول ہی جائے۔ بھول مت تیری یہ باڈی شاڈی یہ ڈولے آپن کی محنت کا اثر ہے۔۔۔ اور یہ جو دنیا تجھ پر مر مر کر مرتی ہے پتر یہ ان سونے جیسے ہاتھوں کا کمال ہے۔۔۔ اچھا سوری نہ، بتا کیا کروں تیرے لیے۔۔۔۔ جان بھی تیری ہے، پر جانیں (گرل فرینڈز) نہیں وہ اپنی ذاتی ہیں میری"

حسیب سے بس اتنی سی ملاقات ہی اسے بہتر کر گئی اور اس سے پہلے وہ کچھ کہتا عدم کی کال پر فون پک کیا۔

"سائیں یہاں ایک لڑکی ہے جس پر کنول صاحبہ نے چوری کا الزام لگایا ہے۔ سوچا آپکو بتادوں"

عدم کی یہ بات سن کر اوزان کی آنکھوں میں جس طرح لہو چھلکا اس پر حسیب کی آنکھوں کی شرارت بھی غائب ہوئی۔

" آتا ہوں"

دو لفظی جملہ کہے وہ جانے لگا جب حسیب نے اسے بازو سے فولادی قوت سے پکڑ کر اپنی سمت پلٹایا۔

" کدھر چلا سانڈ، ابھی تو آیا تھا۔۔۔"

حسیب گویا اس درجہ سنگدلی پر تڑپ اٹھا۔

"میں تجھ سے کل ملتا ہوں، اس جیم کی جان چھوڑ کر تھانے پر بھی توجہ دے دیا کر خبیث لفنگے"

وہ اسکی گال تھپکنے کے بجائے نرم سا باقاعدہ چانٹا مار کر اسکے آفس سے نکلا تو حسیب نے مصنوعی رونے والا منہ بنائے اعلی پائے کے اداکاروں کو پیچھے چھوڑا۔

"یا اللہ یہ دوست کے روپ میں آپ نے مجھے سوتیلی ماں کیوں دے دی ہے۔۔۔ کیسا ہتھوڑے جیسا ہاتھ ہے اسکا قسم سے۔۔ لگتا تو بہت پیارا ہے پر جن ہے پورا۔۔۔ آہ۔۔ چل سیبو جا کر اپنے کام پر لگ کہیں تیری کوئی بچی اس پر فلیٹ نہ ہو جائے جاتے جاتے بھی۔۔ کمبخت سوہنا بھی تو بہت ہے"

حسیب صاحب منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے خود بھی اپنے نقصان کا سوچتے پیچھے ہی دوڑے اور جب وہ ہال میں آیا جہاں ہر طرح کی ایکسرسائز مشینیں نسب تھیں اور لڑکے لڑکیاں وہاں ورزش کر رہے تھے، تو سب لڑکیاں کمپلیئین کے بارے گوسپس کر رہی تھیں جس پر حسیب کے کانوں نے دھواں اگلا اور بپھرے سانڈ سا وہ پھنکار کر ویٹ لفٹنگ اٹھا کر خود کا غصہ کم کرنے لگا اور سوتنوں کی طرح اوزان کو کوسنے بھی دیے پر کیوٹ والے۔

ایک وہ تھا بس چلتا تو یہ لیر ولیر ویسٹ جو جسم چھپانے کے نام پر کالک تھی وہ بھی اٹنشن کو اتار دیتا اور ایک اوزان تھا، بس ایک جھلک سے ہی سب کو فدا کر دینے کا ماہر اور حسیب صاحب کی دکھرے بس یہی تھے ورنہ تو وہ بڑا اچالو بندہ تھا، پولیس والا معصوم اور سادہ ہو ویسے بھی ناممکنات میں سے ہے۔

..________________________..

خامشی کے سنگ واپس انصاری حویلی تین ڈھائی گھنٹے بعد ہی واپسی ہوئی تو اتفاق سے اب بھی راستے میں کسی کی شکل نہ نظر آئی نہ وہ پچھلے لان کی طرف گیا کہ اسے زینو دیکھائی دیتی، بارش کی یکدم تیزی اختیار کرنے اور صبح کے وقت شام کا سماں ہونے کے سبب وہ بھیگنے سے ہر ممکنہ بچتا سیدھا اپنے کمرے کی طرف ہی گیا، روم میں انٹر ہوا تو عدم اب تک سٹڈی میں تھا، سٹڈی کی گلاس ونڈو کی جانب سے لان کا وہ پچھلا حصہ دیکھائی دے رہا تھا جہاں کنول نے زینو کو سزا دے رکھی تھی۔

عدم اسکے آتے ہی سامنے والی کرسی سے ادب کے سنگ اٹھ کھڑا ہوا۔

اوزان نے جو کچھ اس آدمی سے اگلوایا وہ ابھی بھی ناکافی تھا کیونکہ طلال انصاری سے اب یہ سب جاننا بھی ضروری تھا تاکہ الجھن مٹ پاتی تبھی وہ پر سوچ سے انداز میں چلتا ہوا گلاس وال تک آیا، زینو کی سزا کا نقطہ لمحہ بھر ذہن سے نکلا مگر اسکی نظر جب زینیش پر پڑی تو دل میں گرہ پڑی۔

"یہ باہر کیا کر رہی ہے؟"

عدم نے اسکے کھردرے استفسار پر ادب سے جھکی گردن اٹھائے اوزان انصاری کی نظروں کا تعاقب کیا تو باہر برستی تیز قہرناک بارش میں بھیگتے اس وجود کو دیکھ کر اسے فطری فکر نے گھیرا مگر اسے خوف تب آیا جب اوزان نے اس پر اچٹتی نگاہ مرکوز کی۔

"سر وہی جو بتایا تھا، کنول صاحبہ نے اسے سزا دی ہے، کوئی چوری کا الزام تھا۔ انہوں نے تو بس ٹھنڈ میں کھڑا رہنے کا کہا تھا، یہ لڑکی تو بارش کے باوجود کب سے پتھر کی طرح وہیں کھڑی ہے"

اس بھینچے جبڑے والے سنگدل سے نہ تو کنول انصاری کی حرکت برداشت ہوئی نہ عدم کا اس لڑکی کے بارے استعمال کیا لہجہ، جبکہ عدم تو بچارا جانتا نہیں تھا کہ یہی وہ لڑکی ہے جسکے لیے کنول نے نام نہاد بیوی کا لفظ استعمال کیا۔

"یہ لڑکی؟ تم اپنی اوقات بھول گئے ہو کیا عدم۔۔۔۔ اس وقت وہ جس حیثیت سے یہاں موجود ہے وہ ذہن نشین رکھنا جب اسکا ذکر کرو، دوبارہ تمہاری زبان پر ایسے الفاظ آئے تو خود پر قابو نہیں رکھ پاوں گا۔ جاو اور کنول انصاری کو پورے احترام کے سنگ پچھلے لان کی سمت باہر لے کر آو،"

سپاٹ و سرد لہجہ جو مقابل کے رگوں کا خون بھی جما دیتا تھا، عدم کے ہاتھ پیر پھولے جس پر وہ فوری حراساں سا وہاں سے بھاگا اس کشش و پنچ میں کہ اوزان کا اس لڑکی سے ایسا کیا تعلق ہے، نہ تو اوزان نے کلئیر کیا نہ عدم کو سمجھ آئی۔

البتہ اوزان انصاری کی شربتی آنکھیں اس بھیگتے وجود پر اذیت سے جمی تھیں، وہ پلٹا اور کچھ سوچتا ہوا اپنی وہیں آفس کی رولنگ چئیر پر رکھی مردانہ شال اپنے ہاتھ میں لپیٹتا ہوا وہ اپنی سٹڈی سے کمرے میں اور پھر وہاں سے باہر نکلا۔

ٹھیک دو منٹ میں وہ باہر پچھلے لان میں موجود تھا جہاں سے اس لڑکی کی پشت دیکھائی دے رہی تھی، سر جھکائے ٹھٹھرتا ہوا وہ حد سے نازک وجود مسلسل بھیگ رہا تھا۔

اسی بیچ گھبرائے چہرے کے سنگ کنول، ڈرتی ڈرتی عدم کے سنگ باہر لان کی روش تک پہنچی تو اوزان کو دیکھ کر کھڑا دیکھ کر پہلے تو اسکے چہرے کے رنگ اڑے۔

"کنول صاحبہ آگئی ہیں سائیں"

عدم کی عقب سے ابھرتی آواز پر وہ جو لان اور شیڈڈ پورچ کے آخری کنارے پر کھڑا آدھا بھیگ چکا تھا، چہرے پر سختی سجائے پلٹا، کنول انصاری کے چہرے پر خوف تھا، اوزان پلٹا اور عدم کو اشارہ کیا کہ وہ اس لڑکی کو یہاں بلا کر لائے۔

عدم نے فوری اپنے قدم لان میں برستی بارش کی سمت بڑھائے اور ادب و احترام کے سنگ زینیش کے کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا تو وہ جو بس ٹھنڈ اور اس درجہ ٹارچر پر گرنے والی تھی پھر ہتھیلی میں درد اور دل میں ممی کی آخری نشانی سے محروم ہونے کا کرب سب اسکی نازک جان پر وبال تھا، اجنبیت

بھری خالی سنہری آنکھوں سے زینو اسے دیکھنے لگی اور پھر عدم کے پیغام زینیش نے گردن پھیری اور گہرا سانس بھرتی عدم کے ساتھ ہی آہستہ آہستہ قدم بڑھائے اوزان کی طرف آئی، عدم کو اوزان نے خونخوار ہوئے دیکھا جس پر وہ فوری وہاں سے غائب ہوا، ویسے بھی اوزان کی واپسی ہوتے ہی عدم کا کام ختم ہو چکا تھا۔

" آپ نے سزا دی ہے اسے ؟ کس کی اجازت سے "

اپنے پاس چھت کے سائے میں آکر کھڑی ہوتی زینیش یعقوب کو بنا دیکھے وہ اسکے بھیگے وجود کے گرد ایک فاصلے سے اپنی گرم شال لپیٹے، خوفزدہ سی کنول کی طرف متوجہ ہوا مگر زینو کی آنکھوں سے چادر کے کنارے تھامتے ہی آنسو ٹپکے، اوزان کا یوں اسے سنبھال لینا کیسے اس لڑکی کے دل کو اس شخص کے بے حس ہونے کا یقین ہونے دیتا۔

"اس کے بیگ سے میرا نیکلس نکلا ہے اوزان، میں نے تو اسے بہت ہلکی سزا دی ہے۔۔۔اسکا اپنا دماغ ہوتا تو بارش سے ہٹ جاتی، فرمابرداری تو دیکھو اس فراڈن کی، سب اسکے ہمدردیاں بٹورنے کے ہتھیار ہیں، تمہاری نفرت کو محبت میں بدلنا چاہتی ہے۔۔۔میری مانو تو اس کچرے کو وہیں پھینک آو، ہمارا اس نے جتنا فائدہ کرنا تھا کرلیا سائن کر کے، اسکی وجہ سے مزید نقصان ہو یہ برداشت نہیں ہو گا"

کنول انصاری کی یہ ساری بکواس وہ صرف اس لیے برداشت کر گیا کیونکہ وہ اسکے پیارے چاچو کی بیوی تھی ورنہ وہ کھڑے کھڑے ایسے بدلحاظوں کی سزا سنا دیتا تھا۔

"آپ بھی وہاں کیوں نہیں چلی جاتیں جہاں سے آئی ہیں مسیز طلال، آپکا دو ٹکے کا نیکلس کیا میرے اصولوں سے بڑھ گیا کہ آپ من مانی پر اتر آئیں۔یہ لڑکی صرف میری مجرم ہے، سو اسکے معاملات سے اپنی ٹانگ جتنی جلدی ہو سکے نکال لیں یہی بہتر ہے۔اس کے بیگ سے اس حویلی کے کاغذات بھی

نکل آئیں تب بھی آپ اسے سزا دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔۔۔۔
دوبارہ یہ بات مجھے دہرانی نہ پڑے۔ جا سکتی ہیں آپ"

ایک ایک لفظ اس عورت کے دماغ میں ہتھوڑے سا برسائے وہ اپنی بات مکمل کرتے ہی پلٹ چکا تھا جبکہ دیکھا اس نے پاس کھڑی اس کانپتی زینو کو بھی نہیں تھا بس اس کا پاس ہونا محسوس کیا تھا، کنول انصاری کے وجود کو اس تضحیک پر آگ نے لپیٹ میں لیا، چہرے کا سارا خون اسکے چہرے پر چھلکا تو وہ دونوں پر نفرت بھری نظر ڈالے اس درجہ زلت پر پیر پٹخے واپس گئی۔

زینش کے وجود سے لپٹی اوزان کی سیاہ چادر بھی بھیگ رہی تھی تبھی وہ اسکی طرف برہم نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہوا تو وہ جو اسے ہی تک رہی تھی فورا سے آنسو رگڑتی ڈر کر نظریں جھکا گئی۔

بارش میں بھیگنے کے سبب اسکے بھورے بال اسکی گردن اور گالوں سے چپک چکے تھے، خوبصورت پھیلاور کھتے گلابی ہونٹ، جامنی مائل ہو چکے تھے اور آنکھیں سرخ، اس وقت قہرناک برساتے آسمان جیسی ظالم۔

"تم صرف میری دی سزا پر عمل کروگی، صرف میری سنوگی، یہ بات مجھے مزید کتنی بار کہنی پڑے گی"

کھردرا اور غضب سے بھرا لہجہ جس پر زینیش نے جھکی آنکھیں اٹھا کر اوزان کی ناراض آنکھیں دیکھیں، درحقیت اسے کنول سے زیادہ زینیش پر عتاب چڑھا جس نے ناحق سزا جھیلی، وہ اسے جنجھوڑ دینا چاہتا تھا جو اپنے ساتھ مسلسل ناانصافی کیے جارہی تھی۔

"وہ نیکلس۔۔۔"

زینیش اسے سچ بتانا چاہتی تھی مگر وہ اسکے اس وقت سچ میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا، وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ اسکی مما کی آخری نشانی تھا، اور کنول نے اس سے چھین کر اپنا بھی بنایا اور چور بھی ثابت کیا۔

"بھاڑ میں گیا نیکلس۔۔۔ تمہیں کوئی اور تکلیف یا سزا دے یہ برداشت نہیں ہو گا، اپنے مجرموں کے لیے بہت حساس دل رکھتا ہوں۔ جا کر بدلو کپڑے"

وہ اسکی سنے بنا جھاڑ کر فرار کرتا مڑا تو زینیش نے چار و ناچار اسکا ہاتھ تھاما، منت کے لیے مگر اسکے میکانکی طور پر چھونے پر اوزان کے اندر سنسنی سی دوڑی، بارش میں بھیگنے کے سبب اس لڑکی کا ہاتھ برف کی سل جیسا سرد اور باقاعدہ اوزان کے پہلے سے زخمی ہاتھ کو جلن بخش گیا، تبھی تو اوزان نے اسکا ہاتھ بھرپور پکڑے اپنی سمت کھینچا۔

اس لڑکی پر آئی یہ تکلیف، اوزان کو جہنم کی طرح جلا رہی تھی، وہ چاہتا تھا یہ لڑکی جا کر کنول پر تھپڑوں کی نار کتی برسات کر ڈالے تب اوزان کے دل کو قرار آتا۔

" سمجھ نہیں آرہا، فوری جاو۔۔۔ اور تم رات تک اگر بستر سے نکلی تو تمہارا اگلا دبا کر ایک ہی بار سب ختم کر دوں گا۔ "

اسکو شانوں سے جکڑ کر اپنے بے حد قریب کرتے، سخت اور زہریلے لہجے میں کہے فوری آزاد کر تا وہ اس سے خود دور ہوا۔

آنکھیں پھیریں، پھر چہرہ۔۔۔ پھر خود پلٹا، اپنے ہاتھ کو نظر جھکا کر دیکھا جہاں جلن، اسکی ہتھیلی جلا چکی تھی، اوزان کی پوری زخمی ہتھیلی خون سے لال تھی پر اب وہ خون زینو کا تھا۔

وہ پھر سے بے چینی کے سنگ پلٹا، جہاں زینش اپنے زخمی ہاتھ کو دکھ سے دیکھ رہی تھی جہاں سے پھر سے خون بہنے لگا، اسکے ہاتھ پر بہت بڑا کٹ تھا

جس سے خون نکل رہا تھا، بارش میں بھیگنے سے اس کنول کا دیا زخم خون سے آزاد ہو گیا تھا مگر اوازن کے ہاتھ کے دباو پر وہ کٹ پھر سے کھلا اور خون جاری ہوا۔

"یہ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

اوزان نے اسکی لہولہان ہتھیلی پکڑے جس ڈوبتے دل سے پوچھا، وہ بس افسردہ سا ہوئی اور اس شخص کی جتائی نہ جاتی فکر دیکھنے لگی۔

"م۔۔ مجھ سے نیکلس چھینا انہوں نے، اسکی ہک کٹ چھوڑ گ۔۔ گئی۔۔۔۔۔۔ م۔۔ مجھے وہ نیلکس لے دیں اوازن، م۔ می کی آخری نشانی ہے۔۔۔ پلیز"

وہ ہاتھ سے نکلتے خون کو بھول کر جس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی، اس شخص کی آنکھوں میں بھی ان آنکھوں کی تیرگی سمٹ آئی۔

"جا کر اس پر کچھ لگاو، نیلکس مل جائے گا تمہیں۔۔۔ گو ٹو یور روم"

اپنے امڈتے غصے کو جس طرح اس ماہر نے قابو کیا، زینیش کو اسکی نرمی پر بھی خوف آیا مگر وہ رونا روکتی تیزی سے وہاں سے اندر بھاگی۔

"آج تم مرو گی کنول انصاری۔۔۔۔۔۔۔۔ مرو گی تم"

زینیش کے خون سے تر ہوتی ہتھیلی مٹھی کی صورت بھینچ کر وہ خونخوار تیور لیے دروازہ کھولے بپھری موج بنا اندر حویلی میں داخل ہوا، اسکو یوں آتے دیکھ کر حویلی کے درو دیوار میں وہشت اور سنسنی دوڑ چکی تھی۔

وہ جو زلیل ہونے کے بعد وہیں لاونج میں فیروز شمشیر انصاری کی آنکھوں کے سامنے چکر کاٹ رہی تھی، انکے ٹوکنے پر رکی۔

"ہُبھس پلین بنایا ہے تم نے، دیدہ دلیری کو دس نمبر دینے پڑیں گے۔ اسی کا نیکلس اسی پر چوری۔۔۔ کیا یہاں بچوں کا کھیل چل رہا۔ اب پکڑی گئی ہو تو خبر دار میرا نام لیا۔۔۔ کم عقل"

فیروز نے بھی عین وقت پر طوطا چشمی کا مظاہرہ کیا جو کچھ دیر پہلے ہی واپس آ چکے تھے اور مغرور انداز میں وہ چینل بدلنے لگے جبکہ کنول کے چہرے کا پیلا پڑتا رنگ اوزان کے وہیں آنے پر سفید پڑا۔

"نیکلس؟"

وہ نہ صرف طوفان بنا قریب آیا بلکہ اس قدر وہشت بھرے سکوت کے سنگ اپنا ہاتھ کنول کے سامنے پھیلا کر غرایا کہ کنول نے بنا کوئی اعتراض کیے فوراوہیں صوفے کے کشن کے پیچھے چھپایا نیکلس ڈر کر اوزان کے پھیلے ہاتھ پر رکھا لیکن اوزان نے اس نیکلس سمیت جب اسی ہاتھ سے کنول کی گردن پکڑی تو صوفے پر سکون سے بیٹھے فیروز شمشر انصاری کا رنگ بھی فق ہوا۔

کنول اس وقت یوں تھی جیسے بن پانی مچھلی پھڑ پھڑاتی ہو اور پھر وہی ہک جس نے زینو کا ہاتھ زخمی کیا وہ کنول کے گلے پر بھی زخم لگا چکی تھی۔

"اگر دوبارہ آپ نے اس لڑکی کو کوئی تکلیف یا پریشانی دی چچی صاحبہ تو میں آپکو وہاں غائب کرواوں گا کہ آپکے لاڈلے سسر کے لمبے ہاتھ بھی ناکام ہو جائیں گے۔ اپنی بہو کو تمیز سکھائیں دادا سائیں، ورنہ یہ میرے ہاتھوں مفت میں ضائع ہو جائیں گی۔۔ آپ سے کل کی درندگی کا حساب ابھی باقی ہے ایسا نہ ہو آپکے دردناک عذاب میں یہ لاڈلی بہو اضافہ کر دے۔ سو میرے غضب کو دعوت دینے والا اپنے پیدا ہونے پر پچھتائے گا یاد رکھیے گا"

اسے گلے سے پکڑے ہی دادا کے پاس ہی صوفے پر دھکیلتا ہوا وہ جو سنسنی اور المنا کی پھیلاتا فیروز شمشیر کے اعتماد کے چیتھڑے اڑاتا وہاں سے بپھری موج بنا گیا، خود شمشیریوں تھے جیسے ابھی کچھ دیر پہلے وہ کنول کی نہیں اسکی گردن دبا کر گیا ہو۔

کنول کھانستی ہوئی اپنی گردن دباتی، وہاں لگتے کٹ سے نکلتے خون سے ہتھیلی رگڑتی پاس بیٹھی تڑپ رہی تھی لیکن فیروز شمشیر کو خوف کے مارے کچھ سنائی دینا بند ہو گیا تو وہ اٹھ کر فوری اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔

"لعنت ہو تم پر بڈھے، مر جاتی تمہارے چکر میں۔ کیسے مطلب پورا ہوتے ہی دم دبا کر بھاگا ہے، پوتے کے غصے نے لگتا ہے انکی پینٹ گیلی کر دی وہی دھونے گئے ہیں۔۔۔ ہنہ۔۔۔۔ یا اللہ شکر ہے مجھے بچا لیا۔ میری توبہ جو دوبارہ اس معاملے میں اپنی ناک گھساوں۔۔۔ چل کنول اپنے سر کا صدقہ دے جا کر۔۔۔۔ کتنا خون نکل رہا۔۔۔ جانور کہیں کا"

کنول نے بھی اپنی جان بخشی ہوتے فوری اٹھ کر اپنی گردن مسلتے ہوئے اپنے کمرے کا رخ کیا جبکہ زینیش نے کمرے میں جاتے ہی پہلے کپڑے بدلے، اوزان کی چادر اتار کر دھیان سے بیڈ کی پائینتی پر رکھی پھر وہیں بیٹھی وہ اپنی لہولہان ہتھیلی گود میں رکھے اسے نم آنکھوں سے دیکھ ہی رہی تھی جب دروازہ کھولے وہ اندر آیا، زینیش نے فوری اٹھ کھڑے ہوتے اوزان کو دیکھا جو اس پر بھی اسی طرح برہم تھا۔

گیلے بال زینو کے گالوں اور گردن سے اب بھی چپکے تھے، وہ رو بھی رہی تھی، اسکے گلابی ہونٹ نیلے پڑ چکے تھے۔

"تم اپنے حق میں کیوں نہیں بولتی، کیا چیز ہو۔ تکلیف درد یا جلن کچھ محسوس نہیں ہوتا کیا۔ اگر کوئی مجھ سے میری کوئی چیز چھینے تو میں اسکے حلق میں ہاتھ ڈال کر نکال باہر کروں"

وہ اسکے غصہ کرنے پر اداسی سے نظر جھکا گئی مگر پھر جب اوزان نے اسکا وہی زخمی ہاتھ پکڑ کر قریب ہوتے اسے نیکلس تھمایا تو اسکی جھکی آنکھوں سے ہی اک جوشی کا آنسو ٹپک کر اس نیلکس پر گرا۔

نظر اٹھائی تو اوزان اسی کو خفگی سے دیکھ رہا تھا، اسکا ہاتھ اب بھی زینو کے ہاتھ پر تھا، وہ اسے دیکھ کر نظر بچانا، چرانا پھر سے حرام محسوس کر رہا تھا، دل چاہا اس لڑکی کی آنکھوں پر بھی دعائے سکون پھونک دے، اسکے دلکشی اور نمی سے محروم ہوتے ہونٹوں پر ویسے ہی محبت رکھے جسکی وہ مستحق تھی پر کچھ نہ کر سکا، اپنی آنکھوں کی حسرت اس ماہر کمیلئین نے دبا لی ورنہ وہ جس حالت میں ٹوٹی بکھری بے جان سی کھڑی تھی، اوزان کا دل اسے چھونے ہی نہیں اپنے سینے لگا لینے کی ترغیب دے رہا تھا۔

"میں اب سے ایسا ہی کروں گی، اپنا حق کسی کو چھیننے نہیں دوں گی۔
پرامس"

اوزان کو لگا یہ وہ اسے بھی جتا گئی ہے، وہ بھی تو اسکے حق چھینے بیٹھا تھا، وہ بھی جیسے ہوش میں آیا، بیچ کا زرا سا فاصلہ استوار کیا تا کہ سانس لے سکے جو زینیش بند کر دینے پر آمادہ تھی۔

دونوں کی ہتھیلوں میں ایک جیسا کٹ عجیب سی برابری محسوس کروا رہا تھا، اوزان کے ہاتھ سے پٹی اتر چکی تھی لیکن سرخ کٹ اب بھی ویسا ہی تھا۔

"تم میرے لیے اہم نہیں ہو لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری آنکھوں کے سامنے ظلم چپ چاپ سہا جائے، اب اس پر کچھ لگاو اور آرام کرو۔ اگر تم مجھے اس کمرے سے باہر نظر آئی تو بہت برا ہو گا۔ اور یہ کمبل اس بے جان گڑیا کے لیے نہیں تمہارے لیے ہے، بیوقوف لڑکی"

اس لڑکی کے بھیگے وجود سے اٹھتی مدہوش خوشبو، ہونٹوں کی نرمی، آنکھوں کا سرخ پن سب اوزان کا دم گھوٹ رہے تھے، حواس چھین رہے تھے تبھی وہ سمجھ نہ سکا اختتام تک کیا بڑبڑا گیا ہے، اور اس پگلی کو بھی کوئی سمجھ نہ آئی وہ بس اس وقت نیکلس کے مل جانے پر ہی خوش تھی۔

اوزان کمرے سے نکلنے ہی لگا جب زینو کا فون بجا اور میٹرس پر پڑے ہونے کے سبب وہاں الماان کا نام دیکھتے ہی وہ آگ بگولا ہو کر لپکا اور زینو تو تب ساکن رہ گئی جب بنا اجازت اوزان نے اسکے فون پر آتی الماان کی کال پک کی اور چہرہ پھیر کر کھڑا ہوتے کان سے لگایا۔

"کیا تکلیف ہے اب تمہیں؟ کیوں میری بیوی کو کال کر رہے ہو؟"

اوزان کے سخت غراتے استفسار پر کچھ فاصلے پر ڈری کھڑی زینو اور فون کے اس پار کسی مال سے باہر نکلتا الماان بھی زخمی سا مسکرایا۔

"چلو تم نے اسے بیوی تو کہا، اگر اسے بیوی کا درجہ بھی دو گے تو میں تمہاری بہن کو زیادہ اچھے سے سنبھال لوں گا"

المان نے لوہا گرم دیکھتے ہی سلگتے کہا، اسکی نیت کسی طور پر شر انگیز نہ تھی بس زینیش کے لیے اب کچھ کرنے کے لیے المان سیال کے پاس ٹھوس وجہ آ چکی تھی۔

جبکہ المان کی ایسی بات اوزان کو تلووں لگی سر پر بجھی، گردن اور چہرے کی رگیں بھیانک حد تک ابھر آئیں۔

"تم مجھے بلیک میل کرو گے خبیث انسان؟"

اوزان کی بھینچی مٹھی اور آتش فشانی ٹون دونوں پر زینو کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

"بالکل نہیں، نہ تو میری ایسی تربیت ہے نہ مجبوری کہ کسی کا فائدہ اٹھاوں، وہ لڑکی جو تمہارے پاس ہے وہ میرے لیے بہت قیمتی ہے، زندگی کے کئی سال

ہم نے ایک دوسرے کے دکھ سکھ سن کر بانٹی ہے، اسے لاوارث سمجھنے والے کو یہ میری اک تنبیہہ تھی۔ تمہاری آئی جان آئی تھیں دیان کے ساتھ اور ہم نے انکو باعزت ویکم کیا، کوئی بے حسی تک نہیں دیکھائی"

الماان کا ہر ہر لفظ اوزان کے طیش کو بڑھا رہا تھا۔

"بے حسی کر کے تم لوگ جاتے بھی کہاں"

اوزان کا غصہ، طیش، غرور اسکے اس جملے میں اترا لیکن الماان مبہم سا مسکرا دیا۔

"تم نے ہماری نیک نامی اور اچھائی کا فائدہ اٹھایا ہے نہ اوزان دایب انصاری۔۔۔ دی کمپلیئین، کل مشائم کو نہ بچا کر۔ سب سمجھ رہا ہوں تمہاری گیم۔۔۔ لیکن کہیں تمہارے یہ رنگ بدلنے کے چکر میں بہت دیر نہ ہو جائے"

المان اس کی سوچ سے زیادہ تیز نکلا تھا اور اس پر اوزان دایب کو ناگواریت محسوس ہوئی اور زینیش کی حالت تو اب واقعی رحم طلب تھی، ان دو کی بعث پر وہ ویسے ہی جان ہارتی محسوس ہو رہی تھی، آنکھیں کچھ ٹارچر اور اب کچھ اوزان کے غصے کے سبب دھندلا رہی تھیں۔

"تم ہوتے کون ہو مجھ سے ایسے سوال کرنے والے، اپنی حد میں رہو المان سیال"

اپنی چوری چھپانے کو وہ دگنا چلایا جس پر المان نے اسکی انا پر ٹھیس لگتی محسوس کیے اپنی سرد مہری فورا کم کی، وہ اوزان سے کسی قسم کی دشمنی نہیں چاہتا تھا، مقصد بس زینو کے لیے اسکی نفرت اور بے جا ضد چٹخانی تھی۔

"میں جو بھی ہوں اپنی حدیں بہت اچھے سے جانتا ہوں، لیکن ایک بات صاف صاف آج تمہیں کہہ رہا ہوں۔ اگر تم نے زینیش کے ساتھ کوئی ناانصافی کی تو میرا ابھی پر تحمل اور نرم رویہ تمہارے لیے صحیح معنوں میں

دشمنوں جیسا المناک ہو گا۔ وہ کڑوروں میں ایک فرد تم ہو جسے اس جیسی پاک اور معصوم روح سونپی گئی سو قدر کرنا، ایسا نہ ہو اپنے انسانی روپ میں بھیڑے جیسے دادا کی باتوں میں آکر جائیداد کا مطلب پورا ہوتے ہی تم اسے گنوا دو اور ساری زندگی ہاتھ ملتے رہو۔

صرف میشی کے ذہنی سکون کے لیے میں کل کی زیادتی پر خاموش ہوں لیکن اگر میرے ضبط کو مزید آزمایا گیا تو اگلے پچھلے سارے حساب لینے اکیلا ہی میدان میں اتر آوں گا۔

اور ہاں تمہاری میشی میرے ساتھ بہت خوش ہے، ان فیکٹ تمہاری اس جہنمی حویلی سے کئی گنا زیادہ۔۔۔۔فی امان اللہ"

المان بھی ایک حد تک نرم تھا، لیکن اسکے اندر ناانصاف لوگوں کے لیے کوئی رحم نہ تھا، اپنا ایک ایک لفظ قیامت خیز رعب اور سختی سے ادا کیے وہ رابطہ منقطع کر چکا تھا، جس سے اوزان کی کنپٹی کی رگیں اہانت سی پر سلگیں۔

اسکے کال بند کرنے پر اوزان نے فون کان سے ہٹائے پلٹ کر میٹرس پر مارا جبکہ روح فنا کرتی نظر پہلے سے بے جان زینیش پر ڈالی۔

"م۔۔ مجھ پر غصہ مت ک۔۔۔"

زینو اس کی نفرت بھری نظر سے ہی سر چکرانے پر بروقت اوزان کے تھام لینے پر اسکی بازووں میں جھولی، اسے چھو کر احساس ہوا وہ کتنی بے سکون اور ذہنی اذیت میں ہے کہ بس یہی سوچ کر بے جان ہو گئی کہ اوزان دایب کا غصہ کیسے سہے گی۔

اسے بازووں میں اٹھا کر اوزان نے تکلیف کے سنگ بیڈ پر لٹایا، گیلے بال اسکے سر سے نکال کر تکیے پر پھیلائے اور اسکی برف جیسی گال بہت آہستگی سے تھپکائی مگر وہ ہوش سے بیگانی ہو کر اوزان دایب کے دل کو رہا سہا بھی جکڑ گئی۔

"کیا کروں میں اس لڑکی کا، میں کونسا اس پر چیخنے لگا تھا، حد ہوتی ہے زینو"

اسکے بے جان ہونے پر اسکے پاس بیٹھے اسکی یخ گال سے اپنی گرم ہتھیلی جوڑے نہایت کرب سے اسکا نام بھی لے بیٹھا، لیکن اس لڑکی کے رخساروں نے اپنی ٹھنڈک اوزان کی ہتھیلی میں اتار دی تو وہ اسکے سانس اکھڑنے پر خوف زدہ ہوا، فوری فون نکال کر کسی کو کال کی۔

کمبل کھول کر ذرا اٹھتے اس نے زینش پر اوڑھایا بھی اور اسے ٹھیک سے لیپٹا، اسکے گیلے بال اٹھ کر ٹاول لاتے سوکھائے، سر کے گرد ٹاول لپیٹے بہت مہارت سے انکی نمی زائل کی اور اتار کر صوفے پر رکھا، کہ اسے مزید ٹھنڈ نہ لگے اور اس بیچ وہ زینش کے جسم کو سرد سے آگ کی طرح تپنے میں تبدیل ہوتا محسوس کر رہا تھا، اسکی ہتھیلیاں، پیر، رخسار اور ناک ٹھنڈی یخ تھی مگر پورا جسم آگ کی طرح دہک رہا تھا، خود اوزان کو سمجھ نہ آئی اس لڑکی کو سردی سے بجائے یا گرمی سے۔

"تمہاری طرح تمہاری کیفیات بھی الگ ہیں، سمجھ سے باہر ہے کیا کروں۔ تم مجھے ہر طرح بے بس کر رہی ہو۔ ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں"

وہ اس وقت صرف ڈاکٹر کا ہی انتظار کر سکتا تھا۔

کچھ دیر تک فیملی ڈاکٹر طیب صاحب آئے اور اوزان کے کہے کے مطابق وہ سیدھے زینو والے کمرے کی طرف ہی آئے، وہ بخار میں جل رہی تھی، ٹھنڈ لگ جانے کے سبب اسکا پورا جسم جھلس رہا تھا، طیب صاحب نے پاس بیٹھے اسکا معائنہ کیا، اوزان وہیں اسکے سر پر اسی بھیگی جیکٹ کے سنگ کھڑا رہا۔

"یہ بہت تکلیف میں ہے اوزان، اسے ایک لمبی نیند چاہیے۔ اگر یہ سکون میں نہ آئی تو اسکی جان جا سکتی ہے"

اس لڑکی کے اکھڑے سانس، بے جان حالت اور طیب صاحب کی ہولناک وضاحت سب ہی اوزان کا دل جھلسا گئی۔

"فی الحال آپ جائیں ورنہ آپکی نہ جان چلی جائے"

طیب صاحب نے اسکے جملے کی ناراضگی بھانپی بھی مگر غصہ نہ کیا، اسکے لیے بس سکون کا انجکشن ہی زینو کو لگایا اور اک نظر اس ہمت و صبر کے پیکر پر ڈالے ڈاکٹر طیب کمرے سے زرا روٹھی سی سنجیدگی کے سنگ باہر نکل گئے۔

"تمھیں کیا کہوں زینو، سکون بخشنے والی یا غارت کرنے والی۔۔۔۔ یا خدا مجھے صبر دیں"

اپنے دماغ کو وہ جگہ پر لانے کے لیے اس پر لحاف ٹھیک سے کرواتا اسکے کمرے سے باہر نکلا۔

چال میں لڑکھڑاہٹ تھی، جسم کی ہر رگ میں درد برپا تھا، روح اذیت میں تھی۔

اوزان واپس کمرے میں آیا تو خود بھی جل رہا تھا، عدم بھی واپس جا چکا تھا سو وہ بھی چینج کرنے خود بھی واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

دس منٹ بعد پھر سے سیاہ میں ملبوس باہر آیا اور باہر نکلتے ہی اسکے بجتے فون نے اسکے دماغ کی درد کرتی رگوں کو اور نوچا۔

کسی اور کی کال ہوتی تو وہ فون ہی اٹھا کر کسی دیوار سے مار دیتا لیکن کال درانی اسکے وکیل اور پرفیشنل خاص آدمی کی۔

"کہو درانی"

درانی اس وقت اپنے آفس میں ہی انٹر ہوا، وکیل کے سیاہ کوٹ والا بزنس سوٹ پہنے، دیکھنے میں وہ تیس کے لگ بھگ کا بھلی صورت کا مالک آدمی تھا۔

"سر بہت اہم خبر ملی ہے، کچھ دیر پہلے فیروز شمشیر اپنی پارٹی کے لوگوں سے ملے، انکے چیلوں کے ذریعے وٹرز خریدنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اب بتائیں کیا حکم ہے"

یہ خبر اوزان کے معاوف دماغ کو زرا ابحال کرنے کے قابل تھی تبھی کمیلئین نے ساری وحشت پرے ماری اور چلتا ہوا عین آئینے کے روبرو آکر رکا۔

"انکے خریدے سارے وٹرز دگنی رقم دے کر خریدنے کا کام شروع کرو، پیمنٹ تمہیں عدم پہنچادے گا، اس بار ایم این اے کا الیکشن نہ تو جواد سیال جیتے گا نہ فیروز شمیشر"

اوزان کی بات لمحہ بھر درانی کے بھی اوسان خطا کر گئی لیکن پھر اگلے ہی لمحے اسکے چہرے پر شریر سی مسکراہٹ اتر آئی، کمیلئین کا خاص آدمی ہونے کے باوجود وہ کبھی کبھی اوزان کے اس قدر رنگ بدلنے پر حیران ہو جاتا جیسے اس وقت۔

"جیسا آپ کہیں سر، مجھے آپکا یہ رنگ بہت پسند آیا۔ امید ہے یہ دل دہلاتا سرپرائز کمپلیئین کو ہلکا لینے والوں کی نیندیں اڑا دے گا۔ کام آج سے ہی شروع ہو جائے گا"

درانی نے مسرور سے لہجے میں سراہتے ہی اوزان کے کال کاٹنے پر خود بھی بند ہوتے فون کی سکرین دیکھتے دل جلی سی مسکراہٹ دی اور اپنے کام لگا جبکہ اوزان دایب انصاری کیا کرنے والا ہے یہ واقعی بھیانک تھا لیکن فی الحال اس کنول کا بندوبست، چاچو کی خبر گیری زیادہ اہم تھی۔

فون اوپن کیے اس نے دائیل لسٹ کھولتے ہی ناکام عاشق نامی کونٹکٹ پر کلک کیا۔

دوسری جانب وہ آج یونی گئے ہی نہ تھے بلکہ سڑک کنارے گاڑی روکے اپنے اجڑنے کا ماتم منا رہے تھے، اوزان کی آتی کال نے انکے پتھر وجود میں حرکت بیدار کی۔

بے دلی سے ہی اٹھائے انہوں نے فون سپیکر پر ڈالا۔

"کہاں ہیں آپ؟"

سیدھا سبھاو کھردرا استفسار۔

"سوچ رہا ہوں کسی گاڑی تلے آکر جان دے دوں، یا کسی کھائی میں چھلانگ لگا دوں یا اپنی کلائیوں کی یہ بے مراد رگیں کاٹ دوں"

چچا صاحب کے دیو داسی دماغ خراب کرتے جواب پر اوزان جی بھر کر بدمزہ ہوا، آج سب ہی اسکے عتاب کو ہوا دینے میں لگے تھے۔

"میں آکر ان تینوں نیک کاموں میں آپکی مدد کرتا ہوں، جہاں ہیں وہیں رہیں۔ہلیے گا بھی مت"

نہایت کڑواہٹ اور غصے سے وہ دانت نکوس کر کال بند کیے جیسے ہی کمرے سے نکلا آگے سے بے جان سی آئی جان کو دیکھ کر وہ رکا جو نیچے جاتے طیب

صاحب سے سارا معاملہ آتے ہی جان کر فوری اوپر لپکیں، دیان انکو کچھ دیر پہلے ہی چھوڑ گیا تھا، میشی کے ساتھ وہ ضرور رہتیں پر انکو زینو کی بھی فکر تھی تو آ گئیں۔

"کیا ہوا ہے زینو کو، پھر سے اس منحوس کنول نے کیا کچھ؟"

آئی جان کے تڑپتے سوال پر وہ انکو بھی خفگی سے دیکھ رہا تھا جو پوچھنا تو دور بنا بتائے دشمنوں کے گھر ہو آئی تھیں۔

"اسکے پاس رہیے گا، واپس آ کر آپ سے بات کرتا ہوں۔۔۔ کنول کو سزا میں خود دوں گا جائیں اسکے پاس"

آئی جان سے وہ اونچی آواز میں بات نہ کرتا تھا لیکن اس وقت اسکی آواز بہت ہارش تھی اور ایزل مریم سمجھ گئیں کہ اس وقت وہ بہت غصے میں ہے تبھی کوئی سوال کیے بنا وہ سیدھی زینو کے کمرے کی طرف گئیں اور وہ بھی دیو داس چچا کی مرمت کرنے سیڑھیاں اتر گیا۔

"کیا ہو گیا میرے ببر شیر کو، آجا گولف کی ایک بازی ہو جائے۔ میں فارم ہاوس پر ہوں۔ شام نمکین سی لیلی کی محفل بھی رکھوائی ہے"

یہ خباثت سے بھری آواز اور ماڈرن قسم کا شمشیر سے کچھ دو تین سال چھوٹا آدمی کوئی اور نہیں کنول اور بہار کا ان دو سے ہزار گنا کمینہ اور شاطر باپ تنویر پاشا تھا، کہنے کو سیاسی کارکن مگر سیاست کے پردے میں کئی دو نمبر کام بھی کرتا، بلیک منی کو وائیٹ کرنا تو تنویر کی حصلت میں سوئی دھاگے سے پرویا گیا تھا۔

اوزان کا جو روپ فیروز شمیشر نے کچھ دیر پہلے دیکھا اس کے سبب اس شخص پر کپکپی طاری تھی۔

"میں نے جو روپ آج اوزان کا دیکھا ہے تنویر ے وہ مجھے خوف میں مبتلا کر رہا ہے، اسکی آنکھوں میں آج نفرت کے ساتھ بغاوت تھی۔ وہی بغاوت جو

تیرہ سال پہلے طلال کی آنکھوں میں دیکھی تھی، اسے تو کنول کے ذریعے سوچنے سمجھنے سے محروم کر کے اسکی آواز دبادی لیکن اوزان کی کوئی کمزوری نہیں ہے میرے پاس۔ اور آنے والا وقت بہت برا ہے"

فیروز شمشیر کی کمزور آواز اور سہمے لہجے پر تنویر پاشا جو اپنے فارم ہاوس کے گالف گراونڈ میں اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہا تھا، گولف سٹک اپنے ساتھ ہی کھڑے گارڈ کو سونپتا میز کرسیوں کی طرف بڑھا، سفید ٹی شرٹ کے ساتھ اس بڈھے نے شارٹس پہن رکھی تھیں اور انتہائی برا لگ رہا تھا، گالف کا شوقین جسے بارش اور ٹھنڈ بھی متاثر نہ کر پائی۔

"اوہ تو کہیں تیرا کوئی پول تو نہیں کھل گیا اسکے آگے؟ دیکھ بہار کو وہ منہ نہیں لگا تا کہ کنول کی طرح بہار کو اوزان کے پر کاٹنے کا مشن دیا جائے۔ نہ وہ اب واپس آئے گی، اچھا ہی ہے یہاں اس کمینے کے پیچھے بھی بے موت ہی مر جاتی۔۔۔ سو اپنے قابو میں رکھ اپنے پوتے کو ورنہ ہم سبکو ننگا کر کے رکھ دے گا"

شمشیر کیا خوفزدہ تھا، تنویر کی تو لگتا تھا جان ہی نکل گئی ہے۔

"وہی تو پریشانی ہے تنویرے، مجھے اس وقت اوزان کی کوئی ایسی کمزوری چاہیے جس سے میں اس مٹھی سے نکلتے شیر کو پھر قابو کر سکوں۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر ہی جھپٹ کر وار کرے۔ کچھ حل بتا منحوس مارے، صرف دھمکانا ہی آتا ہے کیا تجھے؟"

شمیشر کا لہجہ آخر تک جس طرح خونخوار ہوا خود تنویر خباثت سے ہنسا، شمشیر کی گردن جو اسکے ہاتھ میں تھی جب چاہا اس کو نچایا کیونکہ اسکے ہر گندے کام کی تنویر کو پوری خبر تھی۔

اور طلال اور کنول کی شادی بھی دراصل ایک سنگین قسم کی دھمکی کا نتیجہ تھی، سودا کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔

"تمیز سے بات کر تیری جان اسی تنویر پاشا کی مٹھی میں ہے مت بھولا کر، سوچتا ہوں۔ اس لڑکی کا بتا؟ کیا دیکھنے میں پیاری ہے؟ اوزان فلیٹ ہوا یا نہیں؟"

تنویر ایک خطرناک آدمی تھا جسکا ثبوت یہی تھا کہ وہ فیروز جیسے کی گردن دبوچ کر بیٹھا تھا۔

"ہے تو اچھی لیکن مجھے نہیں لگتا وہ لڑکی اوزان کی کمزوری ہے یا کبھی بنے گی۔ بہن تھی اسکو ٹھکانے لگا دیا، سیال والے بڑے نیک ہیں کبھی میری پوتی کو تکلیف نہیں دیں گے۔ تجھے تو پتا ہے میں ایک تیر سے کئی شکار کا ماہر اور عادی ہوں"

فیروز کی شیطانی باتیں سن کر تنویر کو اس آدمی کی گٹر کے گند جیسی سوچ پر ہنسی آئی کہ کتنا ٹیلنٹ بھرا ہے اس آدمی میں۔

"بہت ہی بڑا کمینہ اور حرامی ہے تو شمشیر مان گیا، لیکن دھیان رکھ کہیں وہ لڑکی ہی تیری موت نہ بن جائے۔ اس سے پہلے سچائی کھلے اسے واپس قصور بھجوا دے کیونکہ پھر شیر کے منہ سے تجھے نکالنا بڑا مشکل ہو گا۔ اگر وہ لڑکی خوبصورت، نیک، باحیا اور معصوم ہے تو یاد رکھ اوزان پر بڑی جلدی اثر کرے گی کیوں کہ وہ خود بھی بہت نیک روح کا مالک ہے"

یہ سب سن کر تو شمشیر کی ٹانگیں مزید کپکپائیں تبھی تو وہ چکر کاٹنے روکتا صوفے پر گرنے کے انداز میں ٹکا۔

"تو ٹھیک کہہ رہا ہے اس لڑکی کو بیچ سے نکالنا ہو گا، لیکن تو مجھے بتا میں کیا کروں اب۔ اوزان کا غصہ کیسے کم کروں؟"

شمشیر کی حالت پر تنویر کو بڑی راحت ملی کیونکہ کنول اسے ساری اس بڈھے کے خلاف شکائیت لگا چکی تھی کہ کیسے اوزان کے ہتھے چڑھا کر وہ بڈھا بھاگا

اور یہ غم و غصہ اسی سبب تھا کیونکہ بہار نہ سہی کنول اپنے ڈیڈ کے لیے جان سے پیاری تھی۔

"اسے سینیمن کیک کھلا دے خود بیک کر کے، تو نے ہی تو بتایا تھا جتنا بھی غصہ ہو، ناراض ہو۔ یہ کڑوی شے کھاتے ہی اسکا موڈ اچھا ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے تجھ پر بھی رحم کھا لے"

تنویر کی تجویز پر شمشیر کا خوف قدرے کم ہوا بلکہ وہ قہقہہ لگا گیا۔

"واہ یہ ٹھیک ہے، اس زہریلے کیک سے زہر کی چار چنگ ہو گی تو ٹھیک ہو جائے گا ہاہا۔ چل ٹھیک ہے رات کو آتا ہوں، لیلی بہت خوبصورت ہونی چاہیے"

خباثت سے دونوں ایک جیسے زہریلے شخص ہنسے لیکن فون بند کرنے کے بعد تنویر کی آنکھوں میں ضرور شعلے اترے۔

"یہ کیک کھا کر وہ سارڈش کے طور پر تیرا خون بھی پیے گا کمینے۔ کڑوی اور زہریلی چیزیں ویسے بھی کمیلئین کی پسندیدہ ہیں۔۔۔ میری بیٹی کو استعمال کرتا ہے خبیث، تجھے تو اوزان ہی دبوچے تو میرے کلیجے کو ٹھنڈ پڑے"

تنویر کی حقارت سے لگ یہی رہا تھا کہ دو صرف نام کے یار تھے، جبکہ دلوں میں ایک دوسرے کے لیے جلن اور نفرت کے سوا کچھ نہ تھا۔

..____________________..

"وہ تو رکنے نہیں والی تھیں؟ لنچ تک کے لیے بھی نہیں رکیں؟"

الماان واپس گھر آیا تو میشی کے لیے بہت سارے کپڑے لایا جبکہ وہ سب کو باری باری پہن کر ٹرائے کیے الماان کو دیکھا رہی تھی، جبکہ ایزل مریم کے اتنی جلدی چلے جانے نے بھی الماان کو بے چین کیا۔

"جی لیکن میشی کو خوش اور ڈھیٹوں کی طرح دانت نکالتا دیکھ کر انکو تسلی ملی، دوسرا انکو زینو بھابھی کی فکر ہو رہی تھی تو چلی گئیں"

میشی نے سکائے بلو ٹاپ کے ساتھ وائیٹ پینٹ پہنے ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے ہلکے سے کرل ٹیل پونی کے باوجود بکھرے بال ادا سے کمر پر پھینکے جبکہ المان اس وقت صرف اپنی اور اوزان کی ہوئی باتوں کو سوچ رہا تھا تبھی دیکھ نہ پایا کہ مشائم اسکی آنکھوں کے سامنے کیا جان لیوا حرکتیں کر رہی ہے۔

"ہمم، تم کال کر کے پوچھنا کہ سب ٹھیک ہے یا نہیں"

الماں نے گہری سوچ جھٹکتے جب نظر میشی پر ڈالی تو ہٹانا ہی بھول گیا۔

"اوکے کروں گی، تھینکو کیپٹن آپ میرے لیے مہذب شریفانہ کپڑوں کے ساتھ یہ ٹاپس اور جینز بھی لائے۔ مجھے لگا شاید آپ اب مجھے یہ پہننے کی پرمیشن نہ دیں۔"

وہ جو ویسے ہی میشی کی ڈریسنگ دیکھ کر دو مغربی لباس بھی لے آیا، اب پچھتا رہا تھا کیونکہ اگر وہ اس خلیے میں اسکی آنکھوں کے سامنے گھومتی رہتی تو کیپٹن صاحب دل کے ساتھ ہوش بھی گنوا دیتے۔

"یہ صرف گھر پہنو گی، باہر نہیں۔۔۔ پھر سے تمہیں مونسٹرز کے ہتھے چڑھانے کا کوئی شوق نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں تمہاری ڈریسنگ پر میشی، نہ میں نے آج تک پنار کو روکا۔ لیکن لباس ایسا لازمی ہونا چاہیے جو آپکے جسم کی کشش اور رعنائی کو بھرپور چھپانے میں کامیاب ہو۔ لیڈیز جوڑے بھی ڈیزائنر، بہت ماڈرن ہیں پسند آئیں گے وہ بھی ٹرائے کر لو"

الماان کے سنجیدہ ہونے پر میشی نے فوراسے قریب آتے پاس بیٹھتے ہی اسکی برہم سی آنکھیں دیکھیں، اس لڑکی کی موجودگی سے وہ نہ سہی اسکا دل پھر سہما۔

"میں آپ سے ضد تھوڑا کرنے لگی ہوں کیپٹن، بلکہ مجھے تو خود یہی لگ رہا تھا جیسے ان ٹاپس جینز سے میشی محروم ہو گئی۔ اب آپ نے میری خوشی کا خیال رکھا تو میں بھی یہ سارے کپڑے خوشی خوشی پہنو گی۔ ڈونٹ وری لیکن آج یہی پہننے دیں یہ مجھ پر دیکھیں کتنی پیاری لگ رہی ٹاپ"

میشی نے اسکی بات جس طرح بنا کوئی اعتراض کیے مانی، الممان کچھ لمحہ بس اس لڑکی کو ہی دیکھتا رہا، جو اس وقت واقعی دھڑکنوں سے کھیل سکنے کی اہل لگ رہی تھی، ٹیل پونی بنانے کے باوجود کمر تک بکھرے بال اسکی کمر گردن سب ڈھانپے تھے اور یہ فی الحال الممان کے لیے بہتر تھا۔

"ٹھیک ہے پہن لو لیکن بابا کے سامنے یوں سر پھاڑ خلیے میں مت چلی جانا۔ وہ بھی اس معاملے میں میری طرح سخت ہیں۔ بائے داوے اگر تم لیڈیز سوٹ پہنو تو زیادہ پیاری لگو گی۔۔۔ ویسے بھی اب تم سیال خاندان کی اکلوتی بہو ہو، سو ایک دم نہیں کہہ رہا لیکن آہستہ آہستہ ڈریسنگ میں بدلاو لانا۔ ساڑھی

بھی پہن سکتی ہو، ممی بھی ساڑھی پہنتی ہیں، یہ ہماری فیملی کی خواتین کا فیورٹ لباس رہا ہے"

المان کی ہر بات وہ توجہ سے سن رہی تھی، ساڑھی والی بات پر وہ جیسے منہ بنا گئی، المان بھی مسکرا دیا۔

"ساڑھی، اسے سنبھالنے کے لیے مجھے ایک ملازمہ بھی دیجئے گا پھر۔ مجھ سے اپنے بال تو سنبھالے نہیں جاتے، اس طرح کا لمبا چوڑا لباس کیا خاک سنبھالوں گی۔۔۔رہنے دیں آپ یہ تجویز"

میشی نے نہایت کوفت سے رخساروں کو ٹچ کرتے بال ہاتھ سے پرے مارتے بتایا جس پر المان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے بکھرے بال سیمٹے جس پر وہ ساری خفگی بھلائے شرمیلا سا مسکرائی۔

"کیوں نہں سنبھالے جاتے، اتنے پیارے اور لمبے بال تو لڑکیوں کی خواش ہوتی ہے۔ اور تمہاری ساڑھی سنبھالنے کی جہاں تک بات ہے وہ ساڑھی ہے دھوتی نہیں جو کھل جائے گی، پہننی آنی چاہیے بس"

الماں نے بھی آنکھوں میں اتر آتی نرمی فوری شرارت میں بدلیٰ جبکہ وہ الماں کی بات پر جس طرح ہنسی، کیپٹن صاحب کا دل پھر سے بے ایمان ہو رہا تھا، لیکن وہ نہیں چاہتا تھا دل کی بے خودی کے سبب وہ میشی سے اس طرح کا گھلنا ملنا، باتیں کرنا مس کر دے پر کیا کرتا وہ تھی ہی ایسی کہ صرف دیکھنا کافی نہیں تھا۔

" آپ کو پتا ہے میرے بال اب تک آئی جان بناتی ہیں، یا اوزو۔۔۔ بچپن سے میں ان دو کے سوا اپنے بالوں کو کسی کا ہاتھ بھی لگنے نہ دیتی تھی۔ آپ تھرڈ پرسن ہیں جو میرے بالوں کو چھو رہے ہے۔ لیکن یہ سچ میں بہت زیادہ ہیں مجھ سے کنٹرول نہیں ہوتے۔ ہاں جب گیلے گیلے ہوں پھر میں انکے ڈھیروں سٹائیل بناتی۔۔۔ ورنہ بس ٹیل پونی باندھ کر جنی بن جاتی"

وہ اسکی ٹیل پونی دھیرے سے کھول کر بڑی مہارت سے اسکے بالوں کو اکھٹا کیے ڈھیلی سی چھٹیا بناتے میشی کے سر پھیر کر بیٹھنے اور یہ سب بتانے پر مسکرایا، وہ لگتی ہی نہ تھی وہ تھی ہی بہت پیاری۔

"تمہارے بال بہت پیارے اور سموتھ ہیں۔ بالکل انکو سنبھالنا مشکل نہیں۔ مجھے کوئی ایشو نہیں انکو بنانے میں لیکن میں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا اور یہ روز کا کام ہے"

المان نے وہی پونی اسکی چھٹیا بناتے آخر پر لگائی تو وہ اسکی بات پر فوری پلٹی اور المان کو دیکھا، اب وہ کیوٹ کے ساتھ دلربا لگ رہی تھی۔

"ک۔۔ کیوں کیپٹن، آپ میرے ساتھ ہمیشہ کیوں نہیں رہ سکتے۔ میں رونے لگوں گ۔۔ گی"

وہ دونوں ہتھیلیاں اسکے سینے سے لگاتی قریب سرک کر بیٹھی تو آنسو کہنے سے پہلے آنکھوں میں اترے۔

"میں ڈیوٹی والا بندہ ہوں مشائم، اور ایک ہفتے بعد میری واپسی ہے۔ پھر ممکن ہے واپسی کو کئی ماہ لگ جائیں۔ اگر فوجی کی بیوی بننا تمہاری خواہش تھی تو یہ بھی پتا ہو گا کہ فوجی کتنا مجبور ہوتا ہے اس معاملے میں"

الماان نے یہ سب اسکے آنسو صاف کرتے بہت پیار سے کہا اسکے باوجود میشی کا دل بہت تکلیف میں ڈوبا، خواہش تھی جب تب اس نے واقعی نہیں سوچا تھا کہ فوجی کا دور جانا وہ سہہ سکے گی یا نہیں لیکن یہ سچ تھا وہ الماان سیال کا دور ہونا برداشت کرنے کے بالکل لائق نہ تھی، ایک رات میں وہ اسے اپنی محبت میں ڈال کر بیوقوف سی میشی کو بہت بڑا کر چکا تھا۔

"ی۔۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کیپٹن۔ اب کیا ہو گا؟"

وہ جس رندے لہجے سے اسکے سینے لگتی اس نقصان اور غضب کے بارے جان کر منمنائی، الماان نے بہت مشکل سے اس صدمہ کوئین کی یہ حرکت تکتے مسکراہٹ دبائی۔

"اب کیا ہونا ہے، ہفتہ تمہارے ساتھ اچھے سے ٹائم گزاروں گا اور پھر اپنی ڈیوٹی پر واپس۔۔۔"

الماں نے جس آسانی سے سب سمیٹا وہ تڑپ اٹھی، اسکے سینے سے سر اٹھائے الماں کو دکھ سے دیکھنے لگی۔

"م۔۔میں تو نہیں رہ پاوں گی۔۔۔اداس ہو جاوں گی۔۔ آپ نے تو پھر مجھے لفٹ بھی نہیں کروانی۔ اور اگر آپ جاتے ہی مجھے بھول گئے"

اتنے سارے صدمے اس ننھی جان کو آ لگے کہ الماں سے ہنسی روکنا مشکل تھا، وہ یوں تھی جیسے پتا نہیں کتنا بڑا دکھ مل گیا ہو۔

"تو تم مجھ پر کچھ ایسا پھونک دینا جس سے میں تمہارے خیال سے باہر ہی نہ نکل سکوں"

الماں نے اسکا جھکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اٹھاتے ان ہم رنگی آنکھوں میں بے باکی سے جھانک کر کہا جس پر مشائم پھر سے گھبرا گئی۔

"م۔۔میں جادوگرنی لگتی ہوں آپکو؟"

میشی کے بے اختیار روہانسے ہو کر شکوہ کرنے پر وہ جو کچھ اور کرنے کے ارادے میں تھا بے ارادہ ہنسا جبکہ الماں کی ہنسی پر میشی رہی سہی بھی فلیٹ ہوئی، دل چاہا اس بندے کی اس ہنسی کو چرا لے اوپر سے الماں نے بھی وائیٹ پینٹ کے اوپر سکائے بلو شرٹ ہی پہن رکھی تھی اور بہت ہی پیارا میشی کو جان سے زیادہ قیمتی لگ رہا تھا۔

"میشی تم کیا چیز ہو۔۔۔میرا کچھ اور مطلب تھا۔جادو پھونکنے کا نہیں کہا۔یہ ہسبنڈ وائف یا لوورز کے بیچ کی شاعرانہ ٹرمز ہوتی ہیں"

الماں کی وضاحت ہر میشی جو خفا تھی،لوورز والے لفظ پر خوفزدہ سی الماں کو دیکھنے لگی جو خود بھی اسکے بدلتے تاثرات پر کچھ سنجیدہ ہوا۔

"لیکن ہم تو لوورز نہیں ہیں کیپٹن، میں تو آپکی فین ہوں اور آپ میرے ہسبنڈ۔ تھوڑا ان فٹ سا رشتہ ہے ہمارا سو ایسی عجیب ٹرم آپ سنبھال کر جیب میں رکھیں"

میشی نے اسکے اور اپنے بیچ حائل عجیب مگر زور آور کشش سے بچنے کو منہ میں جو آیا بڑبڑاتے اسکے پہلو سے اٹھنا چاہا مگر المان نے اسکا ہاتھ پکڑے نہ صرف روکا بلکہ پر اعتماد سی مشائم بھی ان بے خود نظروں کی حدت سے اپنی سانس کو اکھڑنے سے روک نہ سکی، وہ بھلے جتنی بڑی فین ہو جاتی، المان کی آنکھوں کے یہ عام سے تقاضے بھی اسکو ویسے ہی کپکپاہٹ دے رہے تھے جیسا ہر عورت خود کو میسر آتے، سکون بخشتے اس خاص شخص کے روبرو خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

"لوورز نہیں ہیں لیکن بن تو سکتے ہیں، آخر اتنا مضبوط رشتہ جڑھ گیا ہے۔ پھر محبت کیا چیز ہے"

المان اسکی ہمت سے بڑھ کر تقاضا کرے گا یہ نہ میشی کو اندازہ تھا نہ المان کو تبھی اس قدر ٹھنڈک میں مشائم کی پیشانی عرق آلود دیکھے وہ اسکی کیفیت سے محظوظ ہو نا نہ بھولا۔

"ا۔۔ ابھی نہیں بننا، اچھی بات نہیں ہوتی۔ لوورز کے بیچ تو بہت کچھ ہو تا نہ۔۔۔ م۔۔ مجھے نہیں پسند وہ سب"

اپنی عقل کے مطابق وہ اسے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں جان سے اتار رہی تھی جو میشی کی حالت سے لطف لیتا من ہی من میں مسکرا رہا تھا۔

"مطلب تمہیں سب پتا ہے، یعنی بس کیوٹ ہو۔ بیوقوف نہیں ہو نہ بھولی بھالی۔۔۔ یہ گڈ ہے ورنہ اتنا ویلا نہیں تھا کیپٹن المان سیال کہ تمہیں اپنے ہر عمل کی وضاحت بھی دیتا کہ کیوں کیا، ابھی نہیں لوورز بننا تمہیں اس کی کوئی خاص وجہ؟"

المان نے اسکی ڈری ڈرتی کھلتی بند ہوتی آنکھوں میں جھانکے بس یہ آخری سوال کیا جس پر وہ بار بار آنکھیں چرا رہی تھی لیکن المان نے اسکا چہرہ جبڑے سے نرمی سے پکڑے کیا ہی اس جگہ لاک کہ وہ بس اسے ہی دیکھ سکتی تھی۔

"ہاں ہے وجہ کیونکہ لوورز کے بیچ بریک آپ ہو جاتا ہے، اور مجھے آپ سے بریک آپ نہیں کرنا"

میشی نے بہت دکھ سے وجہ بتائی اور وہ اس پر کیا ہی کہتا اس عقل مند مائل کرتی، بہکاتی میشی کو۔

"بریک آپ غیر محرم لوورز کے بیچ ہوتا ہے، ہم تو ایک دوسرے کے محرم ہے۔ کسی نے بریک آپ کرنے کی کوشش کی تو لگائیں گے کان کے نیچے ایک۔۔۔۔ اسکے علاوہ کوئی اعتراض؟"

گویا المان صاحب نے ٹھان لیا تھا کہ میشی کو لوور والی ٹرین چڑھا کر ہی آج دم لے گا۔

میشی نے دبا دبا مسکراتے پھر سے المان کو دیکھا، آنکھیں شرارت پر اتری ہوئی تھیں۔

"لوورز ایک دوسرے کو اگنور اور جیلس کر کے انتقام لیتے ہیں"

میشی کے منہ بسورنے پر وہ اس دو روپے والے نبا نبی کے لوو لائف سرچ کر کے نتائج نکالنے والی پر ہنسا۔

"یہ لوورز ہیں یا اِیچھا داری ناگن ؟جو انتقام لیتی ہے"

المان خود ہنس دیا جس پر وہ بھی شرمیلا سا ہنستی بہت کیوٹ لگی۔

"ہاہا لگتا ہے آپ بھی میری طرح ناگن ڈرامے کے شوقین ہیں۔۔۔"

میشی کے بات بدلنے پر المان نے اسے آئبرو اچکائے گھورا، اتنی بھی معصوم اور کیوٹ نہ تھی یہ شریر آفت۔

"جی نہیں، آگ نہ لگادوں میں اس ایل سی ڈی کو بھی جس پر وہ لگا ہوا ہو۔۔۔ تم بات مت گماو۔ جو پوچھا وہ بتاو"

المان صاحب اپنے نام کے ایک تھے، بات ٹالنی اسکے سامنے ناممکن ہے یہ میشی کو اندازہ ہوا تبھی تو دل کی رفتار بڑھی۔

"کیا بتاوں؟"

میشی نے منہ بناتے معصومیت سے کہا جس پر وہ اب سچ میں خفا ہوتے اٹھنے لگا پر میشی اس پر حاوی ہوتی اسے روک گئی، دونوں کے چہرے بہت قریب تھے اور آنکھوں میں ایک جیسی شدت۔

"بریک آپ نہیں ہو گا، نہ تمہیں اگنور کروں گا۔ نہ جیلس۔۔۔ اور کوئی ڈر؟"

المان نے اسکے خود پر جھکنے کے سبب اپنی بازو دھیرے سے اسکی کمر میں حائل کیے ہاتھ سے کمر کو جکڑا تو وہ اسکے سرگوشی نما سوال پر کچھ بول ہی نہ سکی، یوں لگا وہ کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دی گئی ہے۔

"ن۔۔ نہیں"

خود کو بمشکل ہوش دلاتے وہ بولی جس پر المان نے اسکی ڈری آنکھوں کو اندر برپا ہوئے قہر کا پتا دیتے ہولے ہولے اکھڑتی سانس کے سبب حرکت کرتے ہونٹوں پر نظر ڈالی اور اس سے پہلے انکی ملائمت اور نرمی محسوس کرنے کو جھکتا میشی نے اسکے سینے پر بھرپور دباو ڈالے اسے خود سے دور کیا اور سانس سی رکنے پر چہرہ بھی پیچھے سرکا لیا۔

"۔۔۔و۔۔اش روم۔۔۔واش جانا ہے مجھے"

بنا المان کو مزید بہکنے کی اجازت دیتی وہ جس طرح اسکی مدہوشی میں ڈھیلی پڑتی پکڑ چھڑوا کر بنا اس سے نظر ملائے اسے دیکھے بھاگی، اول تو المان سمجھ

نہ سکا ہوا کیا ہے جب کہ اس خمار سے نکلا تو اپنی بے خودی پر خود تھم کر رہ گیا۔

"الماں سیال، تھوڑا تو صبر کر لو بے شرم انسان۔۔۔ کیا سوچے گی کس قدر بہکا ہوا آدمی ہوں۔۔ ڈوب مرو۔۔۔ تم سے سمجھدار تو وہ نکلی جو اپنی جان بچا کر بروقت بھاگ گئی۔۔۔۔ یا اللہ میری عزت رکھ لیں، کوئی ایمر جنسی مشن آجائے اور میں ہفتے سے پہلے چلا جاؤں ورنہ عزت کی لسی الگ ہو گی اور نظریں الگ چرا چرا پھرنا پڑے گا۔۔۔ اس سے پہلے وہ باہر آئے، چلو گم کرو اپنی شکل۔۔۔ ترسے ہوئے آدمی۔۔۔۔"

خود کی جتنی سرزنش ممکن تھی سب کی اور اپنے بے قابو جذبات کو سمیٹتا وہ اٹھا اور بیڈ روم سے دبے پیر نکل گیا جبکہ بچاری میشی تو واش روم کا دروازہ بند کیے یوں چھپی تھی جیسے دشمن کے تابناک حملے سے چھپنے کے لیے خندقوں میں گھسنے والے فوجی ہوتے ہیں۔

مشائم نے وہیں واش روم میں لگے سنک کے اوپر دیوار پر نسب آئینے میں اپنی گلابی رنگت دیکھے سرد ہتھیلوں سے گال دبائے۔

"ک۔۔کیپٹن تو بہت رومینٹک ہیں میشی، کل تم انکی بیوی بنی اور آج وہ کیا کرنے لگے تھے۔۔۔۔اوئی ماں کیا کروں۔یہ ابھی انکی طرف سے لوورز بننے کی پیشکش تھی بس میشی۔۔۔سوچو اگر بن گئی تو کیا کیا ہو گا۔۔۔نہیں! مجھے نہیں بننا۔۔۔۔۔یہ سب ہوا تو پڑھوں گی کیسے یار، پہلے فوجی کی بیوی بننے کی وش نے نیند اڑائی تھی اور اب فوجی کے ان جان لیوا حملوں سے کیسے بچنا اسکی ٹنشن لگ گئی۔۔۔۔۔"

خود سے ہی آئینے میں بولے وہ بڑبڑائی، دل ابھی تک تیز گام کی طرح سینے میں مچل رہا تھا جبکہ میشی اسکے ارادے بخوبی بھانپ بھی چکی تھی اور اب دل یہی کر رہا تھا واش روم میں ہی اگلا پورا ہفتہ اپنا خیمہ لگا کر آباد ہو جائے کیونکہ المان سے دوبارہ اتنا فری ہونے سے تو وہ ابھی کچھ دیر پہلے والے منظر کو یاد کر کے توبہ کر چکی تھی۔

..______________________________..

گاڑی چاچو کی لوکیشن ٹریس کیے اس ویران سڑک کے وسط میں لا کر کھڑا کیے وہ موج کی طرح دروازہ پٹخ کر باہر نکلا تو سڑک کنارے لگے خفاظتی سیمنٹ کے بلاکس پر بیٹھے ناکام عاشق کو دیکھ کر اوزان نے خفگی دباتے قدم انکی طرف بڑھائے۔

ہلکی ہلکی کن من اب بھی جاری تھی۔

"یہاں سے دھکا دوں یا لوکیشن چینج کرنا پسند کریں گے ؟"

اپنے سر پر موت کے فرشتے کی طرح غراتا اوزان اور اسکی موجودگی پر وہ منہ بسورتے گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگے جو واقعی کاٹ کھانے والا لگ رہا تھا۔

"تم بھی یہی چاہتے ہو کہ میں مر جاوں ؟"

چاچو کی اس دل جلاتی مسکین بات پر وہ غصے کو گہری سانس کے سنگ پیتا ساتھ ہی آکر بیٹھا، لیکن گردن ترچھی کر کے چاچو صاحب کی صورت دیکھنے کی زحمت نہ کی۔

"میں چاہتا ہوں آپکی تکلیف مرے، کیا ہوا ہے؟ میشی کو لے کر پریشان ہیں۔ میری کل کی چپ آپکو بھی ستا رہی ہے؟"

اوزان اس بار انکو دیکھنے کو زرا انکے بیچ فاصلے پر بیٹھا رخ انکی طرف پھیرے ان سے بولا جنکی اداس آنکھوں میں تیرگی تھی، یکدم اصل مدعے پر وہ خود بھی آنا نہ چاہتا تھا۔

"نہیں تمہاری چپ کے پیچھے کوئی وجہ ہوتی ہے سو میں تب تک نہیں پوچھوں گا جب تک خود تم مجھے نہ بتاو، میشی اس خاندان میں گئی ہے تو محفوظ ہے۔ پھر کیا فرق پڑتا ہے کیسے گئی۔ اس معصوم کا دل چھلنی ہوا لیکن اسکی کیوٹ سی خواہش پوری ہوگئی کافی ہے"

چاچو کے آزردہ لہجے اور ان جملوں کے بعد اوزان کو مزید کوفت ہوئی کہ پھر کیوں یہاں سوگ منایا جارہا ہے۔

"تو پھر اس ماتم کی وجہ بتانا پسند کریں گے؟"

اوزان نے مزید گردن موڑے انکو دیکھا جو خود اس کھردرے سوال پر اپنی بے مراد نظروں سے اوزان کو جس طرح دیکھ رہے تھے وہ انکی آنکھوں کی بے مرادی لمحے میں بھانپا بھی اور اشتعال کے سنگ اٹھ کر ٹھیک انکے سامنے کھڑا ہوا۔

"یہ مت کہیے گا کہ اس کنول کے آگے ہتھیار ڈال دیے، جان لے لوں گا آپکی"

اوزان نے جس طرح جبڑے بھینچتے تلملا کر وارن کیا، طلال نے بے بسی سے نظر جھکائی تو اوزان کا دل سا پھٹا، دل چاہا اس محبت کا دم بھرتے شخص کا کلیجہ نوچ لے۔

"کیسے ؟ کیسے کر سکتے ہیں آپ یہ۔ بس یہی تھی آپکی ہمت، آپکی قوت۔ آپکی الا یہ درید سے چاہت۔۔ کہ جب مضبوط ہونے کی ضرورت تھی وہیں ٹھس ہو گئے آپکے سارے دعوے۔ کیا جس طرح ایک عورت ساری عمر ایک مرد کے نام پر لگی رہتی ہے، مرد میں صلاحیت کیوں نہیں ہے اپنے قول نبھانے کی۔۔۔۔۔ مجھے لگا تھا آپ الگ ہیں، لیکن آپ بھی مجبور بے بس اور ضرورت مند نکلے۔ بھئی ماتم کیوں منا رہے ہیں، یہ تو خوشی کی بات ہے۔۔ نیا وارث آئے گا اب، خوشیاں آئیں گی"

وہ اوزان کے بگھڑنے اور پھر طنز کرنے پر خود بھی اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ اس شخص کے طعنے جگر چھلنی کر رہے تھے۔

"مت کر یہ، نہ سینہ چیڑ مزید یار"

وہ اسکے اس ستم پر اسکے منہ پر ہاتھ رکھتے بلک پڑے جس پر وہ انکا ہاتھ ہونٹوں سے ہٹائے منہ پھیر گیا، اپنے امڈتے غضب کو جس طرح اوزان نے دبایا وہ عام انسان کر ہی نہ سکتا تھا۔

"یہ سب سن کر جو میرا دل جلا اسکا کیا؟ اس لڑکی کی وہ حالت جانتے ہیں کیوں ہوئی۔ اس کنول نے اسے ناجائز کہا۔ اسکے سامنے۔ اور آج اس لڑکی سے اسکی ماں کا ہار چھینا، اسے پتا نہیں کتنی دیر اس سرد بارش میں کھڑا رکھا۔ اور وہ لڑکی اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔۔۔۔ اب بتائیں آپکے اور اس کنول کے ازواجی تعلقات بہتر ہونے پر مجھے باچھیں کھول کر ہنسنا چاہیے، ناچنا چاہیے یا طنز کے تیر برسا کر آپکی بند آنکھیں کھولنی چاہیں۔"

اوزان یہ سب کبھی نہ کہتا پر وہ مجبور ہوا جبکہ طلال کی آنکھوں میں لہو چھلک آیا، خود سے مزید نفرت ہوئی۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا اوزان"

طلال نے بہت کرب سے آواز کو ٹوٹنے سے بچاتے لرزتے کمزور لہجے میں کہا جس پر وہ اذیت سے چاچو کو بس دیکھ ہی سکا۔

"آپ سے نہیں ہو گا، کچھ نہیں ہو گا۔ اب جو کروں گا میں کروں گا۔ اس لڑکی کے لیے جو بہتر لگا اب وہی فیصلہ لوں گا بھلے وہ فیصلہ اسکا واپس جانا ہی کیوں نہ ہو۔ اور کنول اپنی کی ہر غلطی کا بدلا بھگتے گی، بہت ہو گیا اسکے کرتوت ڈھانپنے کا سلسلہ۔ اب اگر اس نے اوزان دایب سے کھلے عام جنگ کرنے کی ابتدا کی ہے تو بھرپور جواب پائے گی۔ باقی اگر آپ نے عنقریب مجھے کسی اپنے کزن وزن کے آنے کی خوشخبری سنانے کی کوشش بھی کی تو بہت بتمیزی سے پیش آوں گا۔ اور اسے دنیا میں آتے ہی وہاں پھنکواوں گا جہاں سوچ ہے آپکی۔۔۔"

اس قدر تکلیف کے لمحے اوزان کی جیلسی تمام تر درد والم کے طلال کو مسکرانے پر اکسا گئی، اور چچا جان کے اس کارنامے کے بعد انکی یہ مسکراہٹ تو اوزان کو زہر ہی لگنی تھی۔

"تمہیں جیلسی ہو گی میرے بچے سے؟ ہے نہ"

ایک تو وہ پہلے تپا تھا اوپر سے طلال انصاری بھی پٹنے والے کام کر رہے تھے، وہ یوں گھورا جیسے گردن دبا دینا چاہتا ہو۔

"نہیں شرم آئے گی آپکو اس عمر میں باپ بنتا دیکھ کر، جب وقت تھا تب تو آپکو آپکی محبوبہ نے منہ نہیں لگایا کہ بات بڑھ کر اس مقام تک پہنچتی اور اب اس عمر میں انتہائی بری لگتی عورت سے۔۔۔۔۔ مجھے سوچ کر ہی عجیب لگ رہا ہے۔ سچ بتائیں اس نے آپکو seduce کیا؟ ایسا ہوا ہے تو حراسمٹ کا کیس کریں اس فضول عورت پر۔۔۔۔ مجھے تو آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ وہ اتنے سالوں سے آپکے نکاح میں کیوں ہے۔۔۔۔۔۔ میری ایسی شر انگیز بیوی ہوتی تو آگ لگا دیتا اسے، راکھ بھی نہ ملتی۔۔۔۔"

اوزان کی چڑ، اسکی جھنجھلاہٹ اور یہ بظاہر غصیل مگر معصوم سے سوال طلال کی ساری پریشانی تو دور کر گیے، وہ کیا بتاتے کی علایہ درید کے ساتھ ان چند

دنوں مئں وہ سوچ سے زیادہ قریب بھی گئے اور زندگی کا ہر سکون بھی اس عورت سے پایا لیکن پھر سب برباد ہو گیا۔

اور وہ ان المناک وقت کو سوچتے بھی کانپ جاتے۔

"شکر کرو تمہیں بیوی کے نام پر زینو ملی، تمہارے ساتھ کوئی شر انگیز عورت ہر گز نہ سجتی، اللہ جانتے ہیں تم کیسے ہو تبھی خو بخو تمہاری پاک روح جیسی ہمسفر سونپی۔ قدر کرنا اسکی زیادہ تکلیف نہ دینا۔ اگر اسکا یہاں سے جانا تمہاری نظر میں اسکی اذیت میں کمی کرتا ہے تو اسے واپس اسکی دنیا میں بھیج دو اوزان۔ کیونکہ کنول کے معاملے میں تمہارے یہ چاچو بہت بے بس ہیں، اور یہ بے بسیاں میں تم سے بھی بانٹ نہیں سکتا میرے لاڈلے"

وہ انکے آزردہ ہونے پر واپس ساتھ بیٹھا، جیسے تھک سا گیا ہو۔

"آپ نے الایہ درید سے نکاح کیا تھا؟ یہ سچائی مجھ سے کیوں چھپائی۔ اور کون کون اس کے بارے جانتا ہے بس اتنا بتا دیں۔ آپکی بے بسی کا احترام

کرتے ہوئے میں مزید کچھ نہیں پوچھوں گا۔ طلاق کیوں دی؟ کیونکہ ظاہر ہے طلاق کے بعد ہی وہ یعقوب سے شادی کر سکی ہوں گی۔۔۔۔۔"

یہ سب اوزان نے جس طرح پوچھا، خوف کے مارے طلال کے ہاتھ پیر پھولے، آنکھیں پتھرا گئیں۔

یہ سچائی اوزان کو کیسے پتا چلی یہ سوچنا ہی انکی جان نکال گیا۔

"یہ سب؟"

وہ بولنے کی کوشش کرنا چاہتے تھے پر رکے، اوزان انکے کسی سوال کو سننا نہیں چاہتا تھا۔

"جو پوچھا ہے وہ بتائیں"

تندہی سے بات دہرائی۔

"میں نے طلاق نہیں دی تھی اسے، وہ تو جب وہ اور یعقوب رنگے ہاتھ پکڑے گئے ساتھ تو بابا سائیں نے جب اسے اور یعقوب کو حویلی بدر کیا مجھ سے اس صدمے کے بیچ کچھ سائن کروایا تھا۔ اور یہ نکاح سب بڑوں کے سامنے ہوا تھا، تم بورڈنگ تھے تب۔ لیکن دو ہفتے کے لیے، رخصتی مزید دو ہفتے بعد تھی۔۔۔ مگر بعد میں انہوں نے بتایا کہ وہ طلاق کے پیپرز تھے جن پر میں نے سائن کیے۔۔۔"

یہ سب چاچو کے منہ سے سن کر اسے ان پر اخیر دکھ بھی ہوا اور غضب بھی چڑھا۔

"ایک پرسنل سوال کرلوں؟"

وہ انکی ذاتیات کا ہر حصہ جانتا تھا، آئینہ تھا پھر بھی یہ پوچھنا اسے اخلاق کے دائرے سے باہر لگا تو سنگدلی سے تمہید باندھی۔

"ہاں پوچھو"

طلال نے اسکی طرف دیکھتے کہا۔

"صرف نکاح ہوا تھا آپکا الایہ سے ؟رخصتی نہیں۔تو کیا ان دو ہفتوں کے بیچ آپ کا الایہ سے منکوحہ جیسا ہی تعلق تھا؟غلط مت سمجھیے گا میرا مطلب یہ ہے کہ آپ دو کے بیچ کچھ ہوا تھا؟وہ جو نکاح کے بعد ضروری ہو جاتا ہے۔۔۔"

اوزان ان سے یہ سیدھے طریقے سے ایک جملے میں بھی پوچھ سکتا تھا لیکن اسکے گمانے پر طلال نے عجیب سی نظر اوزان پر ڈالی۔

"یہ بہت زیادہ ذاتی ہے،میں نہیں بتا رہا۔تم نے کونسا مجھے بتایا ہے کہ تمہارے اور زینو میں ابھی تک کچھ سمتھنگ سمتھنگ ہوا یا نہیں"

اس بار اوزان کا دل واقعی کیا چچا صاحب کو لگے ہاتھوں کسی کھائی میں دھکیل ہی دے،اس قدر خطرناک سچویشن میں انھیں جو اٹکیلیاں سوجھ رہی تھیں وہ اوزان کو صرف تپا سکتی تھیں۔

"آپ کا دماغ الٹ گیا ہے؟ میرے اور اسکے بیچ کیوں ہونے لگا ایسا کچھ فضول۔ ناکام عاشق صاحب آپ کی عمر کا لحاظ نہ ہوتا تو ابھی اپکی گردن مڑ ور چکا ہوتا۔ بتائیں سیدھے طریقے سے"

اوزان کی چڑ سے لطف لیتے وہ اختتام تک پھر سے ان جنتی زائقوں، لمس اور محبت بھرے لمحوں میں محو ہوئے۔

"ہاں کئی بار، وہ نہیں چاہتی تھی ہمارا رخصتی سے پہلے تعلق بنے۔ مطلب وہ اس سب سے خوفزدہ تھی اور مجھے لگتا تھا وہ مجھ سے خوش نہیں بس اسی چکر میں ہوتی بعث کے سبب بہت کچھ ہو گیا تم سمجھ جاو۔۔۔۔ ان دو ہفتوں میں ہم روز ساتھ تھے تقریبا"

جس دھڑلے سے چچا صاحب نے یہ بیان کیا اوزان نے یوں دیکھا جیسے خون پی جانا چاہتا ہو۔

"افسوس! اپنے کارنامے اور بے شرمی کس ڈھیٹائی سے بتا رہے ہیں، گڑیا بچاری!

ایسی لڑکی جو رخصتی سے پہلے، زمانے کے پریشر، اپنے خوف جھجھک سب کو پیچھے چھوڑ کر دو ہفتے آپکو خوش کرتی رہی کہ کہیں اسکا شوہر اس جھجھک اور انکار پر ناراض نہ ہو جائے۔ اس کے کردار پر جب انگلی اٹھا کر اسکا یعقوب حیدر کے ساتھ منہ کالا ثابت کروایا گیا تب آپکے ان دو ہفتوں کا ایک لمحہ بھی یاد نہ آیا، آپ نے یقین کر لیا۔۔۔۔کیسے چاچو؟ کیسے اپنی ہی منکوحہ پر آپ نے اس گھٹیا الزام کو لگنے دیا۔؟"

اوزان اس سب پر چینخ پڑا جبکہ طلال نے بہت مشکل سے سانس کھینچی۔

"وہ منظر اگر تم دیکھتے تو تم بھی وہی کرتے جو میں نے کیا، الایہ سے منہ موڑ کر۔۔۔وہ اور یعقوب نازیبا حالت میں ایک کمرے میں موجود تھے۔۔۔ مزے سے نیند میں گم۔۔۔۔۔"

یہ سننا بھی اوزان کے دماغ کو اذیت دے گیا۔

"سوچیں اگر ان دوپر طاری ہوئی وہ نیند نہیں کوئی سازش ہوئی پھر؟"

اوزان کے سوال پر طلال انصاری کی روح لرزی، گردن موڑ کر انہوں نے ڈر کر اوزان کو دیکھا۔

"خدا کے لیے اوزان مجھے ڈراو مت"

وہ سسک پڑے۔

"وہ آپکی منکوحہ بنی تھی یہ حقیقت کیوں چھپائی گئی ہم سب سے، یہ چھپالیا گیا جو اہم تھا اور ناجائز کی گردان حویلی کے درودیوار میں رنگ روغن کی طرح اتار دی گئی، ناجائز تعلق کا ورد کیا گیا۔ گڑیا کے نام کے ساتھ یہ ظلالت منسوب کی گئی۔۔ جب وہ چلی گئی، یعقوب سے بیاہی گئی پھر اسکی اولاد ناجائز کیوں مانی جاتی ہے؟ وائے دس از سو کمپلیکیٹڈ؟

۔۔پچیس سال ہونے والے ہیں تقریبا، کبھی کسی ایک لمحہ بھی آپکو خیال نہیں آیا کہ وہ سب آنکھوں کا اگر دھوکہ نکل آیا تو آپ قیامت کے دن اس عورت کو کیا منہ دیکھائیں گے؟"

اوزان کے کوڑوں کی مانند جسم و جان اور حواسوں پر برستے سوال طلال کے جسم پر کپکپاہٹ اتار رہے تھے۔

"ن۔۔نہیں وہ سب سچ تھا، الایہ نے اپنی کوئی صفائی نہ دی نہ یعقوب نے بلکہ وہ اسے اس زلت سے بخوشی نکال کر لے گیا کہ وہ خود لباس بنے گا اسکا جو ہم نے تار تار کیا۔۔۔۔وہ سب جھوٹ کیسے ہو سکتا ہے؟ نہیں۔۔۔۔دایب لالہ جھوٹ نہیں بول سکتے"

طلال کی وہ باقی کوئی بات نہ سن پایا لیکن چاچو کے آخری جملے پر ضرور اوزان دایب انصاری کی آنکھوں میں لہو اتر آیا، نفرت، اور تکلیف جو کم از کم اس پوری دنیا میں اور کہیں نہ تھی۔

مزید نہ وہ کچھ کہہ سکا نہ قابل رہا بس دل پھٹ گیا تھا اب مزید کچھ کہنے اور سننے کی گنجائش نہ رہی تھی۔

..______________________________..

"کیا سوچ رہے ہیں بابا؟"

وہ میشی سے ڈر کر، نظر بچا کر باہر لان میں آیا تو جواد سیال کو کسی فکر میں بھیگے سرد ماحول میں لان میں ٹہلتا دیکھ کر انکے پاس ہی چلا آیا، پلٹ کر وہ خوبرو انسان بڑے جبراً مسکرائے لیکن اپنی پریشانی نہ چھپا سکے جو المان نے بھی بھانپی۔

"یہی کہ اوزان نے کیا ابھی تک اپنا نکاح نامہ نہیں دیکھا، جس دن نکاح ہوا اس دن تو وہ شاید غصے اور نفرت میں زینو کا پورا نام ٹھیک سے سن نہ پایا ہو، لیکن مجھے حیرت ہے اس نے نکاح نامہ اگر نہیں دیکھا تو کیوں اور دیکھ لیا ہے تو چپ کیوں ہے، وہاں تو.."

بابا کی الجھن اور کچھ کہتے کہتے رک جانے پر پر الماں اس بہت پرانی بے بسی پر گہرا سانس کھینچ گیا، دل پر لگے پیوند سے اکھڑنے جیسا دلخراش سانس لیا۔

"شاید وہ اس سب کو ابھی اہمیت دینا نہ چاہتا ہو، ہر چیز کا ایک وقت ہے بابا ممکن ہے ابھی اوزان پر ادراک کا وقت نہ آیا ہو۔ آپ پریشان نہ ہوں۔
زینو اب اوزان سے کم از کم کوئی دکھ نہیں اٹھائے گی جہاں تک میں کمیلئین کی خصلت بھانپا ہوں، وہ اپنے شکار کو تب تک خبر نہیں ہونے دیتا جب تک اسے بے بسی کی حد تک دبوچ نہ لے، یونہی دنیا اسے شاطر اور تیز نہیں کہتی اور ایسا ممکن نہیں کہ کوئی سچائی اس سے مخفی رہ سکے۔

باقی اوزان اچھے سے جانتا ہے کہ اسکی بہن سیال والوں کی بہو بنی ہے۔ وہ کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو زینو کو تکلیف دے"

الماں نے انکو اپنی سمت سے قائل کیا بھی اور وہ وقتی مطمئین بھی ہوئے۔

"شمشیر جانتا تھا ہم بہو بیٹیوں سے گھر کے بدلے نہیں لیتے تبھی اس نے یہ فیصلہ لیا، ورنہ اگر ہم بھی اس جیسے ہوتے تو میشی کو مہرہ بنا کر انصاریوں کو اذیت سے گزارتے۔ نا جانے یہ سب کب سلجھے گا۔ آلایہ نے جاتے جاتے اپنے وعدے سے ہم سبکو باندھ کر بہت بڑا ظلم کیا۔ خیر امید ہے اوزان جلد ساری سچائی تک پہنچ جائے گا۔ تم بتاؤ تمہارا اور میشی کا پر اپر شادی کا جشن رکھا جائے یا نہیں؟"

وہ پر امید صرف اوزان سے تھے جبکہ جشن کی بات پر المان نے اکتایا ہی تاثر دیا، وہ پہلے ہی مشائم کی کشش اور موجودگی سے بری طرح متاثر تھا اور اگر وہ غلطی سے بھی اسکے لیے سیال والوں کی روایت کی طرح دلہن بن کر سج جاتی تو یقیناوہ کچھ بھی ہوتا جو المان سیال نے اس وقت سوچا بھی نہ تھا۔

"نہیں بابا جان، ابھی جشن کو رہنے دیں، اگلی بار جب آوں گا تو کوئی تقریب کر لیں گے۔ چھوڑیں آپ بتائیں الیکشن کی کیسی تیاری ہے ایم این اے صاحب؟"

المان نے یہ معاملہ فوری سمیٹتے بات بدلی جس پر وہ بھی مسکرا کر اسکا اس طرف سے گریز بہت گہرائی سے بھانپے اسے اپنی سیاست کا بتانے لگے اور اسکے ساتھ واک بھی کرنے لگے، بارش کچھ دیر تھمی چکی تھی۔

اوزان کی تکلیف اب کوئی کم نہ کر سکتا تھا کیونکہ تھوڑا سہی اپنے باپ کا اصل چہرہ، انکے ہاتھ سے سر زد ہوئے گناہ کا ادراک ہی اوزان دایب کو جلتی آگ سے گزار رہا تھا، نہ وہ تکلیف اور پچھتاوے کی آگ میں جھلستے چاچو سے کوئی مزید سوال کر سکا۔

لنچ کروانے وہ انھیں قریبی ہی ایک اوپن ڈھابے پر لے گیا، بھوک تو مر گئی لیکن زندہ رہنے کے لیے پیٹ بھرنا ضروری تھا، وہ انھیں یونی ڈراپ کیے خود اپنے فارم ہاوس چلا گیا۔

ایک چالیس سالا عمر کی عورت کا آج ریگولر سیشن تھا مگر وہ کیا اسکے دماغی انتشار کا علاج کرتا کہ آج خود اسے کسی دماغی سکون کو بڑھانے والی تھیرپی کی ضرورت تھی۔

"میرا شوہر تین سال سے مجھے چیٹ کر رہا ہے کمپلیئن، مجھے بتائیں میں کیا کروں؟"

وہ عورت اسکے سامنے بیٹھی تھی، آنکھوں میں ایک آنسو نہ تھا پر اوآزن اسکے لہجے کو آبزرو کر رہا تھا۔

"وہ آپکو تین سال سے دھوکہ دے رہا ہے اور آپ دھوکہ کھا رہی ہیں مسیز حمدانی؟ مطلب آپکی چپل کو بھی پرواہ نہیں کہ وہ کہاں کہاں منہ مارے؟ ایم آئی رائیٹ"

اوزان کے سنجیدہ مگر نرم سے مسکراتے سوال پر وہ خود ہونق رہ گئیں، کیونکہ اوزان کا لفظ لفظ درست تھا، جب ایک عورت مسلسل بے قدری اور بے وقعتی سہتی ہے تو ایک دن آتا ہے اسکو فرق پڑنا ختم ہو جاتا ہے۔

"بات تو سچ ہے کمپلیئن لیکن دنیا کے سامنے ہم پرفیکٹ کپل ہیں، اور پھر ہماری بیٹی ہے۔ جب ان سب کو سوچتی ہوں تو مجبوراً اسکی بے وفائی بھی سوچنے لگتی ہوں اور ڈپریشن ہونے لگتا ہے"

وہ بہت ماڈرن، سونے اور ہیروں کے جواہرات سے اٹی عورت اندر سے کس قدر کھوکھلی تھی کہ اوزان کو ان چلتے پھرتے مردوں کو دیکھ کر اب حیرت ہونا بھی ختم ہو گئی۔

"تو آپ اپنا پارٹنر اپنی بیٹی کو بنائیں مسیز حمدانی، اسکے ساتھ ماں بیٹی کی وہ مثالی زندگی جیئیں جس پر دنیا رشک کرے، کپل ضروری نہیں مرد عورت کا ہو، ماں بیٹی کا ہو سکتا، دو دوستوں کا ہو سکتا ہے، چچا بھتیجے کا ہو سکتا ہے۔

بے وفائی، ظلم، زیادتی اور ناانصافی کرنے والے ایک دن ایڑیاں ضرور رگڑتے ہیں۔ انتظار کریں، لان میں خوبصورت پھولوں کے بیچ انکی خوشبو انہیل کرتے ہوئے اس حسین موسم کی گہرائی محسوس کرتے ہوئے اس وقت کا۔۔۔ چل لیڈی۔ ایوری تھنگ ول بی اوکے"

وہ جس طرح مسکرا کر اور پیار سے اس پریشان عورت کی ذہنی نگہداشت بڑھا رہا تھا وہ خود دنگ تھی کہ یہاں آتے ہی اسکا دل پنکھ جیسا ہوا، آنکھیں چمک گئیں۔

"میں ضرور انتظار کروں گی اس شخص کے ایڑیاں رگڑنے کی، میں نہیں جانتی کمیلئین آپکے لفظوں میں کیسی شفاء رکھی ہے اللہ نے کہ جتنی تکلیف دماغ اور روح کو جکڑ رہی ہوتی ہے وہ آپکو دیکھ کر آپکے چند لفظ سن کر ہمیشہ کے لیے میرے اندر دفن ہو جاتی ہے۔ وہ لڑکی کتنی لکی ہو گی جسکو آپ جیسا انسان ملے گا۔ تھینک یو سو مچ"

وہ عورت اپنی تکلیف سے نکلی تو اس بندے کی مہربانی پر آبدیدہ ہوئی لیکن وہ کیا بتاتا وہ دوسری کی تکلیف مٹانے والا خود کتنی اذیت کا شکار ہے، جس کے لیے نرم ہونا چاہیے وہ اسکی ایک نظر کے لیے تڑپ کر جان دے رہی ہے، وہ کبھی کبھی ایسی منافقت پر خود سے نفرت کرنے لگتا تھا۔

"Hmm, Everything start healing, when you stop Feeling, Have a Good day"

وہ انکے جواب میں بس پروفیشنلی مسکرایا اور وہ بھی خوش دلی سے سر ہلائے اپنا بیگ لیتیں اسکے آفس سے باہر نکلیں جبکہ انکے جاتے ہی اوزان کے وجیہہ چہرے سے ہر طرح کی مسکراہٹ، نرمی اور مہربانی تلف ہو کر رہ گئی اور اوزان نے بھی اس جان لیوا تھکاوٹ سے نکلنے کو آنکھیں موندے سر رولنگ آرام دہ کرسی کی پشت سے ٹکا لیا۔

..________________________..

پرپل تھائی تک آتی سنپل بین بٹن آپ شرٹ کے سنگ وائیٹ ٹائیٹ، پیروں میں سٹریپڈ چپل کیونکہ لمبے بانکے سراپے کے سبب وہ ہیلز آوائیڈ کرتی، جبکہ گلے میں رول کیا ڈائے گرم اسکارف لیے، لائیٹ سے بھورے بال فریزی کرل کے سنگ کھولے، لائیٹ میک اوور کے سنگ وائیٹ کوٹ پہنے وہ اس وقت اپنے کیبین میں بیٹھی آخری پیشنٹ کو فری کر کے تھکن کے سنگ اپنی اکڑ جاتی گردن کو اپنی انگلیوں سے دبا رہی تھی، جسم و جان کے ساتھ جب ذہن اور دل بھی تھکا ہو تو مسیحائی کا من پسند شغل بھی تھکا دیتا ہے۔

پنار نے خود کو سارا دن اپنے پیشنٹس میں ہی مصروف رکھا، نہ اس نے دیان سے بات کی نہ اسے دیکھا جو خود پنار کے اس رویے سے اپنے اندر کے خالی پن، ویرانگی کو بڑھتا محسوس کر رہا تھا۔

"تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی پنار؟"

آخر دن بھر اس لڑکی کے نظر انداز کرنے کے بعد شام میں وہ اسکے کیبین ہی گھس آیا، سمجھ نہ آیا وہ لڑکی اسے کیوں اذیت دے رہی ہے، اسکے پروقار پہاڑ سراپے پر aegean کلر کوارٹر ٹِپل زِپ اُوور، وائیٹ Twill پینٹ کے سنگ سج رہی تھی، پیروں میں لوفرز، کیونکہ وہ الجھا بکھرا ماڈرن ہنڈسم بن کر رہنا ہی پسند کرتا تھا، اسکے خلیے میں ترتیب اسے پسند نہ تھی، وہ باقاعدہ بپھری موج بنا نہ صرف اندر آیا بلکہ دونوں ہاتھ پنار کے کیبن میں رکھے میز کی گلاس سطح پر رکھتا جھک کر ان سرد مہر آنکھوں میں جھانکا۔

"کیونکہ بات کے لیے کچھ رہا ہی نہیں"

اس سے فرار کرنے کو وہ اس سے پہلے جانے کو اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتی، دیان نے اسکی بازو پکڑ کر لہراتے ہوئے کھینچ کر روبرو کیا لیکن پنار کی سنگدل نگاہ پر وہ اسے روبرو لاتے ہی آزاد کر گیا۔

"بہت کچھ ہے تم ہامی تو بھرو مجھ سے بات کرنے کی"

دیان کی عضیل نظر میں خفیف سی نرمی در آئی اور وہ اس شخص کی نرمی میں ہوش گنوانا ہر گز نہ چاہتی تھی، اسے خود کی جانب قریب ہوتے دیکھنا جان پر بنا۔

"ہٹیں پیچھے مجھے جانا ہے۔ زینو سے ملنا ہے مجھے آج"

پنار نے بیگ اٹھائے، اپنی جرسی بھی ہاتھ میں اٹھالی اور اس سے پہلے وہ دروازے کی طرف جاتی وہ آگے دیوار بن گیا جس پر چار و ناچار اسے دیان کو دیکھنا پڑا۔

"بھابھی کی تھوڑی طبعیت اپ سیٹ تھی تو آج اسے ریسٹ کرنے دو، آج تم مجھ سے مل لو۔۔۔۔ بتاؤ ملو گی؟"

زینیش کی طبعیت کا سن کر ہی پنار باقی جملے ان سنے کر چکی تھی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ آپکے اس ہٹلر لالہ نے تو ٹارچر نہیں کیا؟"

پنار کے بھڑ کنے پر دیان نے بمشکل غصہ دباتے پنار کی سرد مہر نظر برداشت کی۔

"ٹھنڈ لگ گئی ہے انکو، اب اس میں بھی لالہ کا قصور لگتا ہے تو پھر تو کیا بات ہے تمہاری ڈاکٹر پنار۔ تالیاں بجنی چاہیں تمہاری عقل کی وسعت کے لیے"

وہ اسکے طنز پر سلگی، راہ کی دیوار نہ بنا ہوتا تو ٹھوکر مار کر گزر جاتی پر یہی تو مشکل تھا، پنار سیال سے اسے ٹھوکر ہی تو مارنی مشکل تھی۔

"ہو بھی سکتا ہے، آپ سب سے کچھ بھی امید کی جا سکتی ہے۔ میں پھر بھی جانا چاہتی ہوں۔ آپ مجھے لے کر چل رہے ہیں تو ٹھیک ورنہ آپکی انصاری حویلی پھلانگ کر بھی چلی جاوں گی ڈرتی نہیں ہوں"

پنار کے نڈر ہونے پر اسے شک نہ تھا پر اسکا جتانا دیان کی خفگی ضرور مٹا گیا۔

"ہم سب میں سب جانور نہیں ہیں، خیر چلو لے چلتا ہوں لیکن تم مجھے ان نظروں سے نہیں دیکھو گی۔ ایسے لگ رہا ہے میں نے تمہارا ادھار دینا ہے یا میں تمہاری بھینس کھول کر لے گیا ہوں"

دیان نے اسکی شکوہ کناں نظروں کی فوری شکائیت کی جس پر پنار اسکی ان مثالوں پر ضرور اپنا غصہ کچھ کم کر گئی، وہ مان تو گئی لیکن دیان سے ہنوز خفا تھی۔

وہ دونوں ساتھ جب انصاری حویلی پہنچے تو پنار کی آمد کا کسی کو پتا ہی نہ چل سکا جسے اعتراض ہو۔

وہ دیان کے ہمراہ سیدھی اسکے روم میں ہی گئی جہاں ایزل مریم اسے گرما گرم سوپ پینے کی تاکید کے ساتھ پاس بیٹھیں مسکرا کر باتیں کر رہی تھیں، وہ ہوش میں تھی لیکن بہت بیمار لگ رہی تھی مگر پنار کے آنے اور گلے

لگانے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی، دیان بھی بڑی امی کو لے کر دونوں سہیلوں کو پرائیویسی دیے کمرے سے نکلا۔

"میرا بیبہ بچہ! کیا حالت بنالی ہے۔۔۔۔ کیوں ٹھنڈ لگی تمہیں۔ اور ی۔۔ یہ تمہارے ہاتھ پر پٹی کیوں ہے؟ زینو مجھ سے کچھ چھپایا تو ناراض ہو جاوں گی"

پنار اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر چومے جس پیار اور خوف سے بولی، زینو کچھ نہ بولی بس اسکے گلے لگ گئی جیسے آج کا دن اور تکلیف بھلانا چاہتی ہو، خود پنار کو لگا دل پھٹ سا گیا ہے۔

"ب۔۔۔ بہت تکلیف ہو رہی ہے"

وہ پنار سے کچھ نہیں چھپا پائی، اسے خود سے الگ کیے اسکے سارے آنسو پونجھتے وہ اسکا ہاتھ بالکل بچوں کی طرح چومتی اسے ریلکس کر رہی تھی۔

"کیوں میری جان، کیا اوزان نے تمہیں کچھ کہا؟ بولو زینو۔۔۔۔ اگر تم یہاں تکلیف میں ہو تو چلو میرے ساتھ۔ میرے گھر۔۔۔ ایسے میں تمہیں

ان سب کے بیچ نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔۔بتاو مجھے کیا ہوا ہے؟ کیوں تم اتنی بوجھل اور بکھری ہوئی لگ رہی ہو"

زینو کی ٹوٹی حالت پنار کو بہت پریشان کر رہی تھی مگر اس نے فوراسارے آنسو پی لیے اور جبرا مسکرائی جو پنار کا دل ناشمار ہوتے ٹکڑوں میں بانٹ گیا۔

"تم پریشان مت ہو، کسی نے کچھ نہیں کہا بس چھوڑو۔۔۔"

زینو کے یوں کرنے پر پنار کو غصہ آیا، دل چاہا جنجھوڑ دے۔

"زینو، تم میرے ہاتھوں پٹ جاو گی۔۔۔میں جا کر اوزان کا گریبان پکڑ کر حساب لیتی ہوں پھر تم ٹھیک رہو گی"

پنار کی دھمکی پر زینو نے اسکو حراسان ہوتے پکڑے روکا جو اٹھ بھی گئی تھی۔

"ن۔ نہیں پنار، انہوں نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔ پلیز ایسا کچھ مت کرنا۔ بس وہ غصہ کرتے ہیں، اور نفرت سے دیکھتے ہیں تو اچ۔۔ چھا نہیں لگتا۔۔ میں یہاں سے نہیں جانا چاہتی۔۔۔ میر اد۔۔ دل نہیں لگے گا ان سے دور۔۔۔"

محبت اگر اتنا بے بس نہ کرے تو اسے محبت کون کہے، پنار اسکے ان ادھ کہے جملوں پر کچھ نہ بولی بس اسے کچھ دیر چپ چاپ آزردگی سے گلے لگایا، شاید یہی زینو کی میڈیسن تھی۔

"سٹرونگ گرل ہو تم، میرا ببہ بچہ ہو۔ اتنی جلدی ہمت مت ہارو۔۔۔ تم ایسی ہو زینو کہ تمہاری کمی کسی کو بھی خون کے آنسو رلا سکتی ہے، ابھی تم سامنے ہو اس شخص کے، تبھی احساس نہیں ہو گا اسے، او جھل ہو گی تو پھر دیکھنا دیوار سے ٹکریں نہ ماریں تو میرا نام پنار سیال نہیں"

وہ پنار کی اس آخری بات پر تڑپ گئی جو خود زینو کی اس حالت پر روئی سی لگی۔

"ا۔۔ایسا برا تو مت بولو انکے لیے، اللہ نہ کرے وہ کبھی اتنے بے بس ہوں۔ ناراض ہو جاوں گی میں تم سے اگر تم نے انھیں کچھ کہا۔۔پلیز"

اس لڑکی کے لٹ جانے پر پنار نے الگ ہوتے ہی آنسو رگڑتے منہ بگھاڑا۔

"تم تو گئی زینو، کسی کام کی نہیں رہی۔ ٹھیک ہے کچھ نہیں کہہ رہی لیکن اگر تمھیں میں نے دوبارہ بیمار دیکھا تو میں تمھیں کڈ نیب کر کے گھر لے جاوں گی۔اگر چاہتی ہو کہ میں تمھیں اوزان کے پاس رہنے دوں تو یہ رونا دھونا ختم کرو۔۔۔ اگر میں گھر جا کر تمھاری اس حالت کا بتاوں تو لالہ اور بابا دونوں آ کر اس اوزان کا گلا دبا دیں"

پنار نے اسے دھمکایا کیونکہ زینو کی نرمی اسکا نقصان کرے یہ پنار سے برداشت نہ تھا۔

"نہیں پنار، میری قسم گھر جا کر کچھ مت کہنا پلیز۔۔۔ میں اپنا خیال رکھوں گی پرامسس"

زینو نے ڈر کر فوری وعدہ کیا جس پر پنار نے آزردگی سے اسکی زرا زرا سوجھی آنکھیں دیکھیں، وہ اب بھی فیور میں تھی۔

"اوکے، لیکن تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتی میرے بیبے بچے۔ تمہاری خوشی بہت عزیز ہے لیکن اوزان نے اگر تمہاری یہ بے قدری جاری رکھی تو میں تمہیں یہاں سے لے جاوں گی زینو۔ اب بس رو مت۔۔۔ اور اس بخار کو جلد بائے کہو، اچھی نہیں لگ رہی یوں بستر پر۔۔۔ تم چہکتی کھلکھلاتی دوڑتی ہی پیاری لگتی ہو۔۔۔ اب سمائیل کرو تا کہ میں بھی مطمئین ہو سکوں"

پنار کا بس آجانا ہی اتنا پیارا تھا کہ وہ بھول ہی گئی کہ بخار میں ہے۔

"تم مجھ سے ملنے آتی رہنا، میں سٹرونگ رہوں گی۔ تم بتاو دیان اور تمہارے بیچ تو کچھ نہیں بگھڑا نہ کل کے حادثے کی وجہ سے؟"

پنار اسکے جسن لیو اسوال پر گہرا سا سانس کھینچ گئی۔

"ہمارے بیچ پہلے سب سلجھا ہوا تھا ہی کب جو بگھڑتا، میں نے بہت مان سے اسے مہلت دی تھی کہ وہ مجھے بتا دے اپنی محبت لیکن اس ضدی گھوڑے نے وہ موقع بھی یوں ضائع کیا جیسے میں بہت سے مزید دینے کا ارادہ رکھے ہوئے ہوں۔ نہیں زینو، میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ شدت پسند ضرور ہے لیکن محبت میں نہیں مجھے گنوانے میں۔۔۔۔ بہت ٹینس ہوں، تکلیف میں ہوں۔ کیا اسکی زبان پر آبلے پڑتے ہیں یہ کہنے سے کہ پیار کرتا ہے، یا قوت گویائی کو موت آتی ہے۔۔۔ دنیا جہاں کی بک بک کروا لو اس اڑیل شتر مرغ سے، لیکن مجال ہے جو میرے مطلب کی بات کر جائے۔۔۔۔ بس مجھے اس پر بہت غصہ ہے"

اس قدر سنگین صورت حال میں زینو کے دانت نکلے کیونکہ اڑیل شتر مرغ تو امیج کر کے ہی ہنسی آگئی تھی اور خود پنار اسکی دبی دبی مسکراہٹ دیکھے خفگی سے آئیبرو اچکائے گھوری۔

"تم بھی ہنس لو، واحد رازدان تم ہو میری۔ بندہ کوئی دل پر مرہم ہی رکھ دیتا ہے"

پنار نے اس درجہ بے حسی پر احتجاج کیا تو زینو نے مسکرا کر اسکی گال کھینچی۔

"وہ رکھیں گے مرہم خود، تمہارے سارے شکوے بھی دور کریں گے۔ میں دعا کروں گی وہ تم سے محبت میں بھی تمہاری منشاء جتنے شدت پسند ہو جائیں۔ اداس مت ہو، اب وہ تمہیں ہرگز گنوانے کا نہیں سوچیں گے۔ یقین کرو"

زینو کی یہی محبت بھری تسلیاں پنار کو درکار تھیں ورنہ کل تک اسکا دماغ پھٹنے کے دہانے پر تھا۔

"اس سے مجھے کوئی امید نہیں رہی لیکن تمہاری دعاوں پر آنکھیں بند کیے بھروسہ ہے، گیٹ ویل سون۔ اب میں جاتی ہوں، اس سے پہلے تم لوگوں کے اس لیچڑ دادا کو دیکھ کر میرا دل خراب ہو۔۔۔۔ پلیز زینو اب مت رونا، سٹرونگ بن جا لڑکی ورنہ مسل دی جائے گی۔۔۔ اینڈ یس آئی مس یو

ڈھیر سارا۔ میں پھر آؤں گی اور مجھے اگلی بار دروازے میں ویلکم کرتی زینو چاہیے۔۔۔۔ خیال رکھنا میرے ساڈھے بچے۔۔۔ اللہ حافظ"

پنار نے اجازت لی ہی خطرناک طریقے سے تھی کہ دونوں ہنس پڑیں، وہ اس سے گلے لگتی مسکراتی ہوئی کمرے سے نکلی تو دیان وہیں آ رہا تھا، ابھی تک اوزان اور طلال گھر نہ آئے تھے، کنول اور فیروز دونوں اپنے اپنے روم میں تھے سو پنار نے سکھ کا سانس بھرا اور دیان کے ساتھ ہی باہر نکلی، وہ صبح بھی دیان کے ساتھ آئی تھی سو اسے گھر بھی دیان ہی ڈراپ کرنے گیا۔

"زینو کو وہاں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے"

دیان کو ڈرائیونگ کرتے دیکھنے کے بیچ پنار نے گردن پھیرے جتایا جس پر وہ دھیرے سے بنا کسی تاثر کے سر ہلا گیا۔

"تکلیف دینے سے زیادہ وہاں مرہم لگانے والے موجود ہیں، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں"

وہ اسکے لہجے کی سرد مہری پر مزید جل بھن گئی اور چہرہ بھی باہر ونڈو کی طرف کر لیا۔

"وہ مجھے بہن سے بھی زیادہ عزیز ہے، اسے آپکے گھر دیکھ کر میں ہر گز مطمئین نہیں رہ سکتی ڈاکٹر دیان۔ کب وہاں کون کسے معتوب ٹھہرا دے کب پتا چلتا ہے۔"

پنار نے بھی جوابی کاٹ دار کاروار کرتے بدلا چکایا۔

"وہ انکا بھی گھر ہے، بڑی بہو ہیں۔ تمہیں اتنی فکر ہے تو پین گیسٹ کیوں نہیں بن جاتی انصاری حویلی کی۔ اس کا دھیان رکھنے کے ساتھ ہم دشمنوں پر نظر بھی رکھ لینا"

ایسا زہریلا مشورہ صرف وہی ٹیلنٹڈ انسان دے سکتا تھا، پنار نے اپنے امڈتے غصے کو بمشکل دبایا۔

"مجھے غصہ مت دلائیں ورنہ.."

پنار نے دانت پیسے غرانا چاہا پر وہ درشتی سے بات کاٹ گیا۔

"ورنہ کیا چلتی کار سے کود جاو گی ڈاکٹر پنار؟"

دیان کا لہجہ اکسانے والا اور تمسخرانہ تھا جس پر پنار نے مٹھی بھینچتے اس بندر کو عتاب سے دیکھا۔

"نہیں، چلتی کار سے آپکو دھکا دے دوں گی"

فوری گولی کی طرح جواب دیتے اس سے پہلے پنار واقعی گاڑی کا دروازہ کھولتی، وہ جو مستی کے موڈ میں تھا لمحہ لگائے بریک لگانے کے ساتھ بازو سے پنار کو پکڑے اپنی طرف کھینچ گیا جس کے سبب گاڑی بدصورت سی آواز پیدا کرتے نہ صرف بریک لگتے رکی بلکہ پنار بھی دیان سے جا ٹکرائی، اسکے چھونے کا یہ احساس ہی پنار کے جسم کو جلا گیا، یہ قربت زہر تھی دونوں کے لیے۔

دونوں کی آنکھوں میں لمحہ بھر خوف جاگا۔

"تم ابھی میرے ساتھ خود کو بھی مار دیتی پنار"

وہ اسی کیفیت میں پنار کی اس درجہ بیوقوفی اور خود اذیتی میں گم تڑپ اٹھا جبکہ پنار کی آنکھ میں ریت سی چبھی۔

"کاش مار سکتی۔۔۔۔ مجھے آپکے ساتھ نہیں جانا، چلی جاوں گی خود۔ سٹے آوئے فرام می ڈاکٹر دیان آریز، چھونے کی دوبارہ ہمت مت کیجئے گا"

اسکے ہاتھ کو اپنے کندھے سے غصے اور تکلیف کے سنگ ہٹاتی وہ گاڑی کا دروازہ کھولے نہ صرف باہر نکلی بلکہ باقاعدہ پیچ کر گئی اور ساتھ ہی آرکتی ٹیکسی میں سوار ہوئی اور دیان اس لڑکی کے اس جان لیتے، سینے کو چیرتے رویے کی پھانس ہی حلق میں چھبتی محسوس کرتا رہ گیا۔

..______________________________..

وہ طلال کی گاڑی ڈرائیور کے ہمراہ بھجوا کر خود انکے ساتھ ہی انکویونی سے پک کیے ساتھ ہی واپس آیا تو رات کے آٹھ بج گئے، طلال تو سیدھے زینو

کے پاس گئے، جبکہ کنول تو بچاری ڈر کر کمرے میں بند تھی کہ کہیں قتل و تل نہ کر دی جائے جبکہ فیروز شمشیر بھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی سے بڑی اجلت میں نکل گئے تھے۔

"جو کنول نے کیا تمہارے ساتھ اسکی سزا پائے گی وہ، آئی ایم سوری زینو۔ بہت درد ہے کیا؟"

کب سے پاس بیٹھے طلال چاچو کے شرمندہ ہونے اور پیار جتاتے پر وہ اب خود پشیمان ہوئی، سمجھ نہ آیا انکے پیار کا کیسے صلہ لوٹایے، وہ اسکی زخمی ہتھیلی اپنے ہاتھ میں لیے دکھی بیٹھے تھے۔

"اب نہیں ہے، ٹھیک ہوں۔ آپ کسی سے مت الجھیے گا چاچو۔ اوزان نے انکو سمجھا دیا تھا سو اب وہ مجھے تنگ نہیں کریں گی۔ آپ کیوں اداس ہیں، آنکھیں کیوں ریڈ ہو رہی ہیں"

زینو کی معصومیت اور آخری سوال دونوں پر طلال کا دل بھر آیا، کیا بتاتے کہ اوزان نے آج ماضی کرید کر کتنا دکھ دیا ہے، ہتھیلی میں پچھتاوں کی راکھ تھما دی ہے۔

"نہیں بس ایسے ہی، کل کے حادثے کے سبب رات سو نہ سکا۔ ابھی جلدی سو جاوں گا تو بہتر ہو جائیں گی آنکھیں۔ تم بھی کسی چیز کو لے کر اداس مت ہو، بہت پیاری ہو تم زینو دل کے قریب لگتی ہو۔ جب روتی ہو تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ جس حسرت کا اظہار سسکتے ہوئے کر گئے، زینیش نے اداس سا ہوتے انکو دیکھا۔

"نہیں رووں گی، آپ آرام کریں۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ بھی بہت اچھے لگتے ہیں مجھے ۔ بابا جیسے پیارے"

وہ کیسے نہ محبت کا جواب دیتی کہ وہ تھی ہی سر تا پا محبت، تبھی طلال نے بھی جب اسکا ہاتھ پکڑے اسکی ملائم گرم ہتھیلی چوم لی تو پہلے تو وہ گھبرائی مگر پھر وہ جب اسے دیکھ کر بابا کی طرح مسکرائے تو زینو کی گھبراہٹ بھی کم ہوئی۔

"خوش رہو"

وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھے دعا دے کر اٹھے، آنکھوں میں کرچیاں سی لیے دروازے کی طرف بڑھے تبھی اوزان کے آنے نے طلال اور زینو دونوں کو حیران کیا، اس وقت وہ چاچو کو دیکھنا بھی نہ چاہتا تھا سو وہ اسکی سرد نظر بھانپے فوری کمرے سے نکل گئے جبکہ زینو نے بھی کھڑے اوزان کو دیکھا اور سیدھی ہو کر بیٹھی جو بنا اسے دیکھتے چلتا ہوا ذرا فاصلے پر آ کر رکا اور اسی فاصلے کو برقرار رکھے زینیش سے منہ پھیرے بیٹھا۔

"کیسی ہو تم اب؟"

اوزان نے یہ سوال پوچھتے ہوئے اسے دیکھنے کی کوشش نہ کی، لہجہ بھی اجنبی رکھا۔

"ٹھیک ہوں"

خود کو اچھا بتانے کے ساتھ اچھا ہونے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

"ہاتھ کیسا ہے تمہارا؟"

پھر سے سوال جس پر زینو نے نظر اپنے ہاتھ پر بندھی پٹی پر ڈالی۔

"تھوڑا درد ہے بس"

زینیش نے سچ بتانے کی بھرپور کوشش کی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

زینیش نے زرا سا اسکی طرف سرک کر اسکے چہرے کو تکنے کی کوشش کے

بیچ پوچھا جو مکمل منہ پھیرے بیٹھا تھا، زینیش کو نہ دیکھنے کا فیصلہ اس سوال پر

مشکل ہوا۔

"کیوں مجھے کیا ہوا ہے"

فوری ڈپٹ بھرا جواب جس پر زینو کے شعور میں اوزان کی کل رات کی

حالت رینگی تو وہ افسردہ ہوئی۔

"ہرٹ تھے نہ آپ کل، میشی کی وجہ سے"

زینیش نے ہچکچاتے ہوئے پھر سے اسکی خوشبو سانسوں میں اترنے کے سبب

نرمی سے کہا۔

"نہیں تھا، ان فیکٹ سو بھی گیا تھا"

خود کو بے حس دیکھانے کی پورے غرور سے کوشش کی گئی لیکن زینو مسکائی۔

"لیکن آپکی پلکیں تو ہل رہی تھیں"

بے اختیار وہ جو بڑبڑائی ایک بار پھر اوزان نے سنا اور گردن زرا سی پیچھے کرتے جب اسے دیکھا تو زینو اسکی جان لیتی نظر سے خوفزدہ ہوئی، چہرے پر ہزاروں رنگ رینگے۔

"اس کا کیا مطلب تھا؟ تم میرے کمرے میں آئی تھی؟"

خفگی سے وہ زینو کی آنکھوں میں غصے سے جھانکے بولا تو وہ پہلے نفی میں پھر ڈر کر ہاں میں سر ہلا گئی۔

"جی آپکو دیکھنے، میں نے پڑھا تھا کہیں سوتے ہوئے انسان کی پلکیں حرکت نہیں کرتیں۔ آپکی کر رہی تھیں"

جس معصومیت سے وہ اسکی چوری پکڑنے کی روداد سنا رہی تھی اوزان سے دوسرا سانس لینا مشکل ہوا، سمجھ نہ پایا اب اپنی ٹھس خاضر جوابی کہاں سے لائے۔

"وہ مرے ہوئے کی نہیں کرتیں حرکت"

نہایت ناگواریئت سے کہتا وہ ساتھ ہی منہ موڑے اٹھ کھڑا ہوا تو زینو کو لگا دل بیٹھ گیا ہو، بہت شدت سے اسکا دل چاہا اوزان کا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ اسکے پاس مزید بیٹھے۔

لیکن وہ بس حسرت سے اسکا ہاتھ دیکھتی ہی رہی۔

"کچھ چاہیے تمہیں؟"

پلٹ کر جانے سے پہلے وہ پھر سے رکا، گردن تنی تھی پر دل جھک رہا تھا اس لڑکی کے قدموں میں فنا ہونے کو تڑپ رہا تھا۔

"جی آپ"

یہ وہ بس دل میں ہی کہہ سکی، اور زبان نہ کہہ پانی کی مجبوری پر بس مسکرا دی۔

"نہیں، میرے پاس سب ہے"

زینو نے اسکی چوڑی پشت تکتے جب یہ جملہ کہا تو اسکی آنکھیں دھندلا گئیں۔

"یعنی کچھ نہیں ہے"

پھر سے یہ جملہ وہ دل میں کہتے ہی وہیں تکیے پر سر رکھے لیٹے کروٹ بدل گئی تو اوزان اسکی خامشی پر پیچھے پلٹا تو بے جان ہو کر لیٹ جاتی زینو کو دیکھنے لگا۔

"میں ابھی گیا نہیں ہوں"

اوزان کو اسکا منہ پھیرنا ہرگز پسند نہ آیا جس پر وہ لیٹے لیٹے سیدھی ہوئی اور پھر سے اٹھ کر بیٹھی۔

"سوری مجھے لگا چلے گئے، اٹھ گئے تھے نہ تبھی"

زینیش نے اسکو دیکھتے فوری کہا مبادا وہ اس پر بھی جھڑک نہ دے۔

"تمہاری ایج کیا ہے؟"

اوزان کے سوال پر زینیش نے عجیب سی نظروں سے اسے تکتے اوزان کو دیکھا، سمجھ نہ سکی اس وقت وہ یہ سوال کیوں پوچھ رہا ہے۔

"نیکسٹ منتھ ٹو نٹی فور کی ہو جاوں گی"

زینیش کے جواب پر وہ رخ موڑے پلٹا، اور واپس اسی جگہ بیٹھا جس پر زینیش نے خوفزدہ اور بے یقین نظروں سے اسے دیکھا۔

"مطلب تم اس دسمبر میں چوبیس کی ہو جاو گی، اور تمہاری ممی اور یعقوب حیدر کی شادی کب ہوئی تھی؟ مینز ڈے، ڈیٹ"

اوزان نے پھر سے اسی لہجے میں سوال کیا، انداز کرید نے والا تھا۔

"انکی شادی ٹونٹی فائیو ییئرز پہلے ہوئی تھی، مجھے ڈیٹ نہیں پتا نہ ممی بابا نے کبھی بتائی"

وہ اس سے جو پوچھ رہا تھا زینو سچ سچ جواب دیتی جارہی تھی۔

"ہمم، ایک اور سوال۔ تمہاری ممی اور بابا کا ریلیشن کیسا تھا؟"

وہ چاہتا تو نہیں تھا پر نا جانے کیوں یہ الٹے سوال کر رہا تھا، اس پر زینو نے واقعی عجیب سی نظر سے اوزان کے چہرے کے تاثرات جانچے۔

"میرے اور آپ جیسا"

زینو نے نظر جھکائے جو جواب دیا اس پر اوزان کی آنکھوں میں پھر سے غصہ اترا۔

"اس بکواس کا کیا مطلب تھا؟ میں ہمارے اس رشتے کو نہیں مانتا۔ پھر کسی ریلیشن کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا"

وہ سرد نظروں سے اسے تکتے گھوراجو واپس نظر جھکا کر اوزان کے ہاتھ پر ڈال گئی جس کو وہ اسکے میٹرس پر رکھے پلٹ کر بیٹھا تھا۔

"سوری۔ایک بات پوچھوں۔آپکو وہ کنول کمیلئین کیوں بلا رہی تھیں؟ کیا آپ گرگٹ ہیں؟"

زینو نے فورا گھبرا کر ٹالتے ہی دوسرا سوال کیا جس پر وہ گہرا سانس کھینچے واپس اس سے منہ موڑ گیا۔

"نن آف یور بزنس۔۔۔۔"

اکھڑا ہوا منہ پھٹ جواب۔

"اوزان.."

اس لڑکی کے نام لینے پر ایک بار پھر اوزان دایب انصاری کی رواں دھڑکنوں میں حلل آیا۔

"نام مت لو"

دانت پیس کر حکم آیا۔

"کچھ مانگوں تو لا کر دیں گے؟ پہلا اور آخری گفٹ ہی سہی؟"

وہ اس سوال سے اوزان کی چڑ ختم کر گئی جو پھر سے زرا ترچھا ہوا تا کہ اسے دیکھ سکے۔

"بولو"

نہایت تندہی سے اسکے چہرے کو نہارتے پوچھا گیا۔

"مجھے دو بجن (کبوتر) لا دیں، مجھے بہت پسند ہیں۔ ایک میل ایک فی میل۔ میں جب جاوں گی پکا انکو ساتھ لے جاوں گی"

وہ زینو کی اس خواہش پر حیرت سے اسے دیکھنے لگا، جس طرح وہ کبوتر اور کبوتری مانگ رہی تھی وہ بہت معصومانہ سا انداز تھا۔

"وہ یہاں نہیں رہیں گے، اڑ کر چلے جائیں گے"

اوزان نے جس یقین سے کہا وہ خوف زدہ ہوئی۔

"ل۔ لیکن وہ کیوں؟"

وہ اسکے یقین کو کرید بیٹھی۔

"بس انکے لیے انصاری حویلی میں بسیرا کرنا مشکل ہے اس لیے، تم جب یہاں سے جاو گی تب مل جائیں گے"

وہ کہہ کر اٹھنا چاہتا تھا پر زینو اس بار اسکا پر کشش اور مضبوط ہاتھ اپنی ملائم انگلیوں سے پکڑنے کے لیے زرا نہ سوچا، پھر سے اسکے چھونے پر اوزان کے دل میں جلن جگی، نظر زینو سے ملی، بے اختیار۔

"کیا جب تک میں سو نہ جاوں، میرے پاس بیٹھ سکتے ہیں؟ ص۔۔ صرف آج کے لیے"

اپنے حق کو وہ چھین بھی سکتی تھی لیکن یہ کہ مانگ رہی تھی، اوزان کا دل جل کر راکھ ہوا۔

اپنی توجہ اسکے ملائم لمس سے ہٹا نہ پایا، دل چاہا کہے جب تک زندہ ہے کیا تب تک وہ اسکی رہ سکتی ہے؟ پر کیسے کہتا بہت بڑے بڑے لفظ بول چکا تھا، نہ جھکنے نہ مڑنے کی قسم کھائی تھی جو گلے کا طوق بن گئی تھی۔

"نہیں، ہمارا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے"

وہ آنکھوں میں نفرت سی بھر لایا، زینو کی موجودگی کے باوجود اسے نہ دیکھتے اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑواتا اٹھ کھڑا ہوا تو زینو کی آنکھ سے اک آنسو بہا جسے اس نے بے دردی سے رگڑ دیا۔

"سوری میں بھول گئی تھی، شب بخیر"

وہ اپنی بات کہے اس بار بھی اسکی موجودگی کے باوجود نہ صرف لیٹی بلکہ کروٹ بدل لی، اوزان نے مٹھی بھینچ کر اپنے آپ کو اس ستم پر قائم رکھا اور بنا پلٹے وہ اسکے کمرے سے نکلا۔

لیکن دل تو اس لڑکی کے آس پاس ہی رہ گیا تھا۔

کمرے سے نکلا تو لگا جان بھی اس چار دیواری میں رہ گئی ہے۔

وہ اپنے کمرے میں آیا، گھٹن سے سانس بند ہوا تو جیکٹ اتار کر زمین پر ماری، شرٹ کے اپروی بٹن بھی نوچ کر کھولے، کمرے سے ملحقہ بالکونی میں آیا تو سرد ٹھنڈی نم ہوا نے بھی دل کو قرار نہ آنے دیا بس یہ موسم زینیش کی آنکھوں کی دلکشی سے مات کھا گیا۔

چشم من پی تو گشتہ حیران

میری آنکھیں حیران ہیں تمہیں دیکھ کر

از همه به غیر تو گریزان

یہ تمہارے بغیر کسی کو بھی دیکھنے سے گریزاں ہیں

چشم تو شب ستارہ باران

تمہاری آنکھیں جیسے رات بارش کے بعد آسمان پر چمکتے ستارے۔۔

آسمان شدہ خلاصہ در آن۔۔

جیسے کہ آسمان ان میں سما گیا ہے۔۔۔۔

"یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں آپ؟ کیا میں آپکا پیارا نہیں رہا اب؟ کیوں مجھے اکیلا چھوڑ رہے ہیں۔ میرا ہاتھ مت چھوڑیں ورنہ میں کھو جاوں گا۔۔۔ مجھے اس تکلیف سے نجات دیں، مجھے ہمت دیں کہ میں اسے واپس بھیج سکوں پلیز۔۔۔۔ میں نہیں دیکھ پا رہا اسے تکلیف میں، میں جھک رہا ہوں۔۔۔ مڑ رہا ہوں۔۔۔۔ یہ میری سب سے بڑی اذیت ہے"

ریلنگ کے پاس کھڑا اپنے چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے، بالوں میں اضطراب سے انگلیاں پھیرے وہ سخت دلبرداشتہ ہوئے اس سیاہ آسمان کو تکتے پکارا، لیکن اسکی کیسے سنی جاتی کہ یہ آزمائش اس پر آچکی تھی۔

اور شاید اللہ اسے اسی آزمائش کے ذریعے مزید پیارا بنانے والے تھے لیکن فی الحال اوزان پر اپنی سانسیں تنگ تھی یہ صاف دیکھائی دے رہا تھا۔

عشاء کی نماز کے لیے وضو کرنے بڑھا لیکن نجانے کیوں جائے نماز اٹھا کر نماز پڑھنے کئ نیت بھی باندھی مگر وہیں لڑکھڑاہٹ کے سنگ بیڈ کی پائینتی کی جانب بیٹھ گیا۔

"مجھ سے سجدے کی توفیق نہ چھینیں، مجھے سکون چاہیئے۔ پلیز"

بہت کوشش کی وہ نماز ادا کر سکے لیکن اسکی حالت اس وقت عجیب تھی، اسے لگا اسکا پورا جسم سن ہو گیا ہے، جسم کی رگ رگ سے تیز سی اذیت نکل رہی ہے سو وہ آنکھیں بند کیے وہیں بیٹھا بیٹھا میٹرس پر گرتے ہوئے لیٹا۔

اسکی آنکھ سے اک بے بس سا آنسو نکل کر میٹرس پر بچھی سیاہ بیڈ شیٹ میں جذب ہوا اور اوزان کی آنکھوں کے سامنے مہیب، دم گھٹنے والا دھواں دار اندھیرا چھا گیا۔

..______________________________..

"تم نے اسے اتنی تکلیف دی گھٹیا عورت، کیا تمہارے اندر دل نامی کوئی چیز نہیں۔ بولو کیوں کیا تم نے"

جب طلال کمرے میں آئے تو وہ روم میں نہ تھی لیکن جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، طلال نے اسکے زخمی گردن سے ہی دبوچتے نہ صرف کمرے کے اندر گھسیٹا بلکہ اسکو دیوار سے پٹخا تو کنول کے منہ سے دبی سی سسکی نکلی۔

لہو چھلکاتی طلال کی آنکھیں کنول کے اندر سنسنی اتار گئیں۔

"چ۔۔ چھوڑو۔۔۔ کیا کر رہے ہو۔ ہوش میں آو"

تمام تر ہمت لگائے وہ جان کو آتے طلال کو پرے دھکیلتے چلائی جس پر وہ مزید پھنکارتے اسکی آج جان لے لینا چاہتے تھے۔

"الایہ کی بیٹی ہے تبھی تمہیں تکلیف ہے نہ، نفرت ہے مجھے ہر اس حوالے سے جسکا تعلق الایہ سے ہے۔۔سنا تم نے"

کنول کی چنگارتی آواز پر طلال نے اسکی بازو سے پکڑ کر جنجھوڑتے اپنے قریب کیا اور انگارہ ہوتی آنکھوں سے اس نجس عورت کو دیکھا۔

"اور مجھے تم سے نفرت ہے کنول، اتنی کہ آج اپنے اس وجود سے گھن آرہی ہے جو کل میری خطاء کے سبب تمہاری دسترس میں آگیا۔اتنی نفرت کہ رگوں میں آج لہو نہیں تم سے نجات کی التجاء دوڑ رہی ہے۔ کبھی اتنا بے بس نہیں ہوا جتنا آج ہوں۔ لیکن اب نہیں رہوں گا، آج اسی لمحے خود پر تمہیں حرام کرتا ہوں۔ہمارے بیچ جو تعلق بنا وہ ایک بھول کے سوا اور تمہارے

لیے میری طرف سے بھیک سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ اب تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گی۔ اگر تم میرے قریب بھی آئی تو منہ توڑ دوں گا یاد رکھنا"

شاید اس دنیا میں جتنی نفرت کا وجود تھا وہ سب اس شخص کے دامن میں اس عورت نے کانٹوں سا بھر دیا، پہلے تو نہیں لیکن کنول اب ضرور اس شخص کے نا میسر آنے پر متاثر ہوتی اور اسکا طلال انصاری کو بخوبی علم تھا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے طلال، اب تم مجھے اپنے لیے تڑپا نہیں سکتے"

وہ نفرت سے غرائی کہ اسکی آنکھوں میں تیرگی سمٹی جبکہ اس وقت طلال کو اسکی خوبصورت شکل بھیانک دیکھائی دے رہی تھی۔

"اب ہی تو بازی میرے ہاتھ آئی ہے کنول، اور تیرہ سال کی تکلیف کا سارا حساب اب میں تم سے تفصیلی لوں گا۔ بھیک میں ملے چند لمحوں کے سوا ہے کیا تمہارے پاس؟ سبکی نفرت، دھتکار۔۔۔ لعنت۔ خون کے آنسو رلایا ہے تم نے مجھے اب طلال انصاری کی باری ہے"

آج وہ شخص اوزان دایب کے خوفزدہ کرنے پر واپس جیسے زندہ ہوا تو ابتدا اس عورت سے ہی کی جو رگوں سے درد کی مانند لپٹی تھی جبکہ کنول کے زرد چہرے خوفزدہ تاثر کے باوجود طلال نے اسے ناگواریت سے پرے دھکیلا جیسا اب اسکا سایہ بھی حرام سمجھتے ہوں۔

"پہلے کی بات اور تھی طلال، میں نہیں رہ پاوں گی۔ آئی نینڈ یو پلیز۔۔۔ڈونٹ ڈو دس ود می۔ تم نفرت کرو، تم مجھ پر چلاو لیکن تم مجھے محروم ہونے کی سزا مت دو"

وہ اسکے سامنے تڑپ اٹھی، گڑگڑائی جبکہ طلال نے اسکی شکل نہ دیکھتے اسے راہ سے پرے دھکیلا اور کمرے سے نکل گئے جبکہ کنول کی حالت یوں تھی جیسے اسکے جسم سے کسی نے جان سی کھینچی ہو، عجیب سا خوف تھا جس نے پہلی بار اس عورت کو گھیرا تھا۔

اسکا افئیر تھا، ایک بہت امیر آدمی سے لیکن ناجائز تعلق نہیں تھا، بس وہ امیر زادہ کنول کو سراہتا تھا، وہ سارے جملے کہتا جو وہ طلال سے سننا چاہتی تھی، دراصل وہ ایک سیاسی آدمی ہی تھا اور تنویر کے لوگوں میں شامل تھا اور ان اپر کلاس کے لوگوں میں ایسے افئیرز بھی بزنس کا حصہ تھے۔

وہ آدمی تنویر کو کافی سپورٹ کرتا تھا تبھی کنول اسکے ساتھ اکثر ڈنر، لنچ، شاپنگ اور کبھی کبھی کلب تک جاتی تھی، مگر کل اس نے ایک لمحہ سوچا کہ وہ اس افئیر کے کھلنے سے پہلے سب ختم کر دے گی لیکن اس وقت اپنی سوچ پر خود لعنت بھیجی کیونکہ طلال کے آگے بھیک مانگنا اسکی انا کو مجروع کرتا۔

..________________________..

"میں آجاوں پینار آپا؟"

اسکے روم میں زرا سا جھانکے وہ مسکرائی جس پر پنار جو سر درد کی گولی ابھی لے کر بس سونے کی کوشش میں تھی، میشی کو دیکھتے اس نے خوش دلی سے اندر آنے کی اجازت کے لیے سر ہلایا۔

درحقیت وہ کمرے میں جانے سے خوفزدہ تھی، پورا دن پڑھ کر خود کو مصروف کر لیا لیکن اب روم میں الماں اکیلا ہو گا بس اسی فطری خوف کے پیش نظر وہ پنار کے پاس آگئی، ایزل مریم نے جاتے ہی اسکی بکس اور کافی سامان ڈرائیور کے ہاتھ بھیج دیا تھا۔

"ڈنر پر آپ کافی اداس لگیں تو میں نے سوچا آپ سے باتیں کر لوں، کہیں دینو نے تو ٹنشن نہیں دی؟"

میشی حساس تھی اور سمجھتی تھی سب پھر پنار کی اہمیت تو اسکے دل میں تھی بھی پہاڑ سی۔

وہ دیان کے نام بگھاڑنے پر میشی کا ہاتھ تھامے مسکرائی۔

"نہیں بس ہوسپٹل میں کچھ تھک گئی، زینو سے مل کر آئی ہوں تو دل بھاری ہو گیا۔ جب تک تمہارے بھیا اسے پیار کرنا نہیں سیکھ جاتے میں اداس ہی رہوں گی"

پنار نے میشی کے ساتھ اسی کی طرح بات کی جو وہ سمجھ سکے جس پر اسکی آنکھیں بھی اوزو کا سرد رویہ یاد کیے بوجھل ہوئیں۔

"ہمم۔ ابھی وہ انکو ایکسیپٹ نہیں کر پا رہے لیکن میرے بھیا بہت لوئنگ ہیں پنار آپا۔ اور زینو بھابھی تو اتنی پیاری ہیں۔ مجھے تو خود ان سے اتنی جلدی پیار ہو گیا۔ اوزو بھی کرنے لگیں گے، وہ اتنی جلدی کسی کے ساتھ گھلتے ملتے نہیں۔ آپ اداس نہ ہوں"

مشائم کی باتوں پر وہ اس وقت کیسے اعتبار کرتی کیونکہ جو حال وہ زینیش کا دیکھ کر آئی تھی وہ طمانیت بخش نہ تھا۔

"ان شاء اللہ، خیر تم بتاو۔ لالہ کے ساتھ خوش ہو؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

پنار اس امید میں ہی خوش تھی جبکہ پنار کے سوال پر میشی نے اپنی آنکھیں گھبرا کر جھکائیں۔

"نہیں پریشانی تو نہیں ہے لیکن تھوڑا ڈر لگ رہا ہے، آپ مجھے بتائیں نہ پنار آپا کہ کیپٹن کو کیا کیا پسند؟ اتنا تو مجھے پتا چل گیا کہ وہ بہت سوئیٹ اور سافٹ نیچر کے ہیں۔ مجھے اور جاننا ہے، انکو کیسی لڑکیاں پسند ہیں"

میشی کا یوں پنار سے المان کے بارے پوچھنا، پنار کا موڈ خوشگوار کر گیا۔

"ہاں لالہ بہت سوئیٹ اور سٹریٹ فارورڈ ہیں، بظاہر نرم لیکن ضد میں انتہائی برے۔ وہ لگی لپٹی کے قائل نہیں۔ جو انکے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے۔ ہاں لڑکیوں کے بارے انکی چوائز نہیں ہے کوئی کیونکہ وہ اس معاملے سے کچھ اپنی نیچر اور کچھ پروفیشن کے سبب دور ہی رہے ہیں۔ لیکن

آئی ایم شیور انکو تم جیسی چلبلی اور زندگی سے بھری لڑکی بہت پسند آئی ہو گی۔ نیکسٹ لالہ آئیں گے تو ہم تم دو کی شادی کا گرینڈ جشن بھی کریں گے ۔ابھی بابا نے کہا تو وہ ٹال گئے کہ اتنی جلدی مناسب نہیں"

پنار سے بات کیے مشائم کا ڈر ہولے ہولے زائل ہوا تو واپس المان کا سامنا کرنے کی ہمت بھی آئی، اور تھوڑا دکھ بھی ہوا کہ اس نے کس بری طرح اسکی خواہش رد کر کے فرار کیا تھا۔

"کیا سوچنے لگ گئ"

پنار نے اسکے تھامے ہاتھ پر دباو دیا جس پر وہ چہرہ اٹھا کر پنار کو دیکھنے لگی۔

"دیان بھیا آپکو اچھے لگتے ہیں کیا؟"

میشی کے سوال نے پنار کے چہرے سے نرم سی مسکراہٹ نوچی۔

"ایسے سوال مت کرو میشی"

پنار نے بیزاریت کے سنگ پہلو بدلنا چاہا۔

"ایک سیکرٹ بتاوں؟"

میشی نے اسکا ہاتھ پکڑے واپس متوجہ کیا اور اس وقت وہ کسی سیکرٹ کو سننے کا سٹیمنا نہیں رکھتی تھی۔

"سیکرٹ نہیں توڑتے مشائم"

پنار نے اپنی تکلیف سی دباتے اسے ٹوکا۔

"انکے دل میں آپ ہیں، اور یہ وہ سیکرٹ ہے جسے چھپانے کا انہوں نے مجھ سے کوئی وعدہ نہیں لیا۔ آپ انکے ساتھ بہت پریٹی لگو گی سچی۔ اوکے میں اب جاتی ہوں۔ آپ بھی ریسٹ کریں"

مشائم نے اپنے دل کو نا صرف مضبوط کیا بلکہ جاتے جاتے وہ پنار سیال کے دل کو سکون دینے کے بجائے اور اذیت دے گئی۔

"یہی تو سارا دکھ ہے کہ اس بے حس کے دل میں میں ہوں اور وہ اس کا اقرار مرتے دم تک نہیں کرے گا۔ یا اللہ آپ نے کیوں میرے دل میں اس لیچڑ کو ڈالا۔ کیوں"

اچھی بھلی سمجھدار سی وہ لڑکی جس طرح اس وقت بچوں کی طرح رو دی وہ واقعی بہت دلخراش تھا جبکہ مشائم کو زرا بھی اندازہ ہوتا کہ پنار اس سیکرٹ سے مزید ٹوٹ جائے گی تو کبھی نہ کہہ کر جاتی۔

پنار آپا سے باتیں کرنے کے بعد جب وہ ڈرتی ڈرتی روم میں آئی تو المان جو بیڈ پر نیم دراز لیٹا لیپ ٹاپ کھولے کسی کام میں لگا تھا، کن آکھیوں سے بلی کی طرح کمرے میں گھستی میشی کو سرسری دیکھے واپس اپنے کام لگا تو اسکی اس درجہ لاتعلقی پر میشی نے گھبراہٹ بھلا کر الٹا خفا نظر سے روٹھے روٹھے المان کو دیکھا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ المان کے پاس جا کر اسکے سر پر رکی۔

"کیپٹن!"

اسے برداشت نہ ہوا کہ الماں نے اسکو اگنور کیا ہے، جس پر الماں نے خود کو اسکی طرف دیکھنے سے روکا۔

"ہمم"

خود کو کام میں مصروف دیکھاتے الماں نے ہنکارا بھرا جس پر میشی کا دل مزید اداس ہوا۔

"آپ ناراض ہیں میشی سے؟"

معصومیت اور اداسی سے وہ اسکی ٹھوڑی سے ہتھیلی لگائے کمزور اور کپکپاتی آواز میں منمنائی جس پر الماں نے دھیرے سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی ٹھوڑی سے ہٹایا۔

"سوچ رہا ہوں واپس چلا جاوں، بس شیڈول سیٹ کر رہا تھا"

المان نے جس سنگدلی سے اسکی آنکھوں کے نم ہونے کے باوجود کھر درا جواب دیا، وہ پہلے تو اسکے جانے کا سن کر بہت مشکل سے آنسو روک سکی اور پھر اسکی گود سے لیپ ٹاپ پرے میٹرس پر گراتے خود لیپ ٹاپ کی جگہ المان پر چڑھی اسکے تھائی پر بیٹھی جو میشی کی اس حرکت پر بمشکل اپنی برہمی دبا سکا۔

"کیپٹن سچی مجھے واش روم جانا تھا، آ۔۔ آپ اتنی سی بات پر کیا مجھے اکیلا چھوڑ جائیں گے۔م۔ مت جائیں نہ اتنی جلدی۔ پلیز"

وہ اسکو تکتی نہ صرف اسکی گردن میں ہولے سے بازو حائل کیے منمنائی بلکہ موٹے موٹے آنسو جس رفتار سے آنکھوں میں لے آئی وہ واقعی المان کو جنجھوڑ گیا، وہ سمجھ نہ سکا اب کہاں جائے۔

"میں نہ تو ناراض ہوں نہ اس وجہ سے جارہا ہوں، مجھے کام ہے تبھی واپسی ضروری ہے۔ ہٹو یہاں سے، فضول میں چپکنے سے گریز کرنا اب، مجھے بھی یہ سب بالکل پسند نہیں"

وہ بھلے سنجیدہ تھا پر اسکے لہجے کی ضد اور لاتعلق پریشائم کی جان جارہی تھی، بھلے وہ بیوقوف نہیں تھی بس لاڈلی تھی تبھی یہ اسکے مزاج کا حصہ تھا۔

"ل۔۔لیکن مجھے پسند ہے،۔۔پ۔پلیز میرے معصوم دل پر ترس کھائیں،۔۔ابھی تو میں آپ سے ملی، دل بھی نہیں بھرا اور آپ جارہے ہیں۔۔۔سوری آپ کہتے ہیں تو کان پکڑ لیتی ہوں، میں ڈر گئی تھی"

وہ اس بار سچ میں اس کے اوپر سے اتر کر شرافت سے ناصرف دور ہو گئی بلکہ بہت کرب سے اسے منایا جس پر المان نے گہرا سانس کھینچے میشی کی پھر سے بھیگی جھک جاتی آنکھیں گردن موڑ کر دیکھیں۔

"رومت۔ہفتہ یہیں ہوں"

المان نے فوری ہی ہتھیار ڈالے شاید وہ اسے رلانا نہیں چاہتا تھا اور لیپ ٹاپ کی سکرین بھی بند کیے سائیڈ ٹیبل پر اٹھا کر رکھا تو وہ پھر سے اسکے سینے پر سر رکھتی ساتھ لگ کر بیٹھی۔

" تھینکیو۔۔۔ میری جان نکال دی آپ نے۔ آپکو جو کرنا آپ کر لیں میں نہیں بھاگوں گی، لیکن پلیز مجھ سے ناراض نہیں ہوں۔ یہ لیں کر لیں ک.. "

وہ اسکے لیے بہت جذباتی بھی ہو جائے گی المان کو زرا اندازہ نہ تھا تبھی جب اس نے چہرہ اٹھا کر المان سیال کو خود کو ہر طرح سے چھونے کی اجازت دی تو وہ اسکی بات پوری کرنے سے پہلے اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی رکھ کر اسکا چہرہ خود سے پیچھے کر گیا۔

" مجھے نہیں کرنا کچھ، میری ایسی کوئی نیت نہیں تھی "

المان کے واپس پہلے جیسے نرم اور دوستانہ ہونے پر میشی کا سہا دل بھی معمول پر آیا ورنہ جس ہمت سے اس نے آفر کی تھی، جان اسکی بھی نکل جاتی اگر المان آفر پر عمل کرتا۔

" آئی انڈرسٹینڈ، مجھے یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تمہارا انکار، گھبراہٹ اور ڈر فطری ہے۔ میں شرمندہ ہوں اپنی فضول حرکت کے لیے، تم بے فکر ہو کر سو سکتی ہو جا کر"

المان کے الٹا اپنے عمل پر پشیمان ہونے پر وہ بے قرار ہوئی پھر وہ اسے جیسے سر سے اتار رہا تھا، میشی کا دل رنجیدہ ہو کر رہ گیا۔

"میں یقین نہیں کر رہی، اگر آپ ناراض نہیں تو مجھے یہیں سونے کی پرمیشن دیں۔ پکا بیچ میں دو تکیے رکھوں گی لیکن مجھے یہیں سونے دیں۔ وہاں ڈر لگتا ہے، آئی جان میرے کمرے میں سوتی تھیں ادھر بھی۔ اکیلے سونے سے اچھے خواب نہیں آتے"

میشی کی شرط ظالم تھی پر اپنے اس بہکے رویے کی تلافی کے لیے وہ اسے دل بڑا کیے اجازت دے بیٹھا جس پر وہ مسکرا کر دونوں طرف کا ایک ایک اضافی تکیہ اٹھا کر بیچ کا باڈر بنائے الماں کے زرا پرے سرکنے پر اپنی جگہ تکیے پر سر رکھے لیٹی، لحاف دونوں کا ایک تھا۔

وہ بھی ٹھیک سے لیٹا اور اپنے ہاتھ کو دیکھا جو میشی نے تکیوں کی دیوار کے باوجود پکڑا۔

"ہاتھ پکڑنے کی اجازت نہیں ہے"

وہ اسکے ہاتھ کو تکتا فوری بد تہذیبی سے بولا جس پر میشی نے وہ بھی چھوڑ دیا اور کروٹ الماں کی طرف بدلہ۔

"آپ لوور نہیں بننا چاہتے اب؟"

میشی کے اداس سوال پر الماں نے فوری سر نفی میں ہلایا۔

"ایسا کیا کروں کہ آپ کی یہ وش واپس ایکٹیویٹ ہو جائے؟"

پھر سے سوچتے ہوئے سوال آیا جیسے وہ خود الماں کی دوری پر ٹھیک نہ ہو، بے چین ہو، جس پر الماں جو آنکھیں بند کیے سونے کی کوشش میں تھا، گردن گھما کر میشی کو دیکھنے لگا۔

"ہلکان مت کرو خود کو اپنے وقت پر واپس ایکٹیویٹ ہو جائے گی۔ تمہاری بکس بھجوا دیں ایزل آنٹی نے؟ صبح یونی جا رہی ہو؟"

الماں نے اسکا دھیان بھٹکایا ورنہ اسکے سوال الماں کے سر میں درد جگا دیتے۔

"جی آئی جان نے ڈرائیور کے ہاتھ میرا سارا سامان بھیجوا دیا، صبح جانا ہے مجھے ٹیسٹ ہے، میرے کپڑے، میک آپ بھی بھجوا دیا میرا جسکے بنا ادھوری ہوں"

نہایت پر سوچ انداز میں مشائم نے اپنی بات کہی اور چہک کر بتایا جس پر الماان بھی مبہم سا مسکرایا اور پھر کچھ دیر بیچ میں معنی خیز سی خاموشی چھا گئی۔

"آپ میری باتوں سے بور ہو رہے ہیں کیپٹن؟"

الماان کو صرف مسکرانے پر اکتفا کیے دیکھ کر وہ بیچ میں رکھے تکیے پر کہنی کے سنگ چڑھے الماان کے کان میں گھسی جو اسکے باڈر کر اس کرنے پر فوری گردن گمائے گھورا۔

"رات بھی تم ایسے ہی چڑھ آو گی میشی، تم یہاں سو جاو میں کاوچ پر مینج کر لوں گا۔ میری نیند خراب ہو گی ورنہ"

الماان نے فوری خفیف سا بگھڑتے اٹھ کر پیر زمین پر اتارے اور اپنا تکیہ اٹھائے صوفے کی طرف گیا مگر مشائم بھی اٹھتی فوری اسکے اور صوفے کے بیچ آئی۔

"کیپٹن، میں نے جب کہا ہے تنگ نہیں کروں گی تو پکا نہیں کروں گی۔ مجھے آپ کو دیکھتے دیکھتے سونا ہے سمجھ جائیں نہ پلیز۔ ایسے اگر مجھ سے دور دور بھاگیں گے تو میں سو کیسے سکوں گی، سوئی نہ تو صبح اٹھوں گی کیسے؟"

نہایت معصومیت اور مسکینی اوڑھے وہ الماان کے ہاتھ سے تکیہ لے کر واپس میٹرس پر رکھے جس طرح اسکا ہاتھ پکڑ کر واپس لائی، وہ اعتراض کر ہی نہ سکا کیونکہ وہ کرنے دے ہی نہ سکی۔۔

"اوکے آپ آرام سے سوئیں میں پنار آپا کے پاس چلی جاتی ہوں"

وہ الماان کی سرد چپ کو محسوس کر رہی تھی تبھی مزید یہاں رکنا خود بھی اسے منظور نہ تھا مگر الماان نے اسکی ہتھیلی ہاتھ میں جکڑتے واپس پلٹایا تو وہ آنکھوں میں بہت ساری ناراضگی لیے الماان کو گھوری۔

"آو۔۔۔ کوئی باڈر نہیں چاہیے۔ وی آر ہسبنڈ وائف"

اسکا ہاتھ پکڑے وہ خود بھی بیڈ کی طرف بڑھا اور سونے لیٹا اور مشائم کو بھی اپنے تکیے کے ساتھ تکیہ جوڑ کر لیٹنے کا کہا جس پر وہ چمکتی آنکھوں سے مسکراتی نہ صرف اسکے ساتھ والے تکیے پر سر رکھے لیٹی بلکہ کروٹ بھی الماان کی طرف پلٹی جیسے تھینکیو کہہ رہی ہو۔

" آئی لائک دس، میں آپکو تنگ کرنا چاہتی ہوں۔مجھے مزہ آئے گا۔ "

شرارت سے ہنستی وہ الماان کو بھی ہنسا چکی تھی جو اسکی ناک دباتا مسکرا کر کمبل سینے تک اوڑھے سیدھا لیٹا جبکہ میشی نے اپنا ایک ہاتھ آہستگی سے بڑھا کر اسکے سینے پر رکھا اور الماان نے اسکی وہی ہتھیلی جکڑ کر کھینچی تو وہ مزید اسکے ساتھ ٹچ ہوئی مگر الماان کے یوں کرنے پر میشی کے رخساروں پر گلاب اتر آئے۔

" آپکا دل بہت فاسٹ کیوں چل رہا ہے کیپٹن؟ "

میشی کی ہتھیلی ٹھیک المان کے دل پر تھی اور اس سوال پر وہ گردن گمائے اسے دیکھنے لگا جیسے جاننا چاہتا ہو وہ واقعی لاعلم ہے یا جان کر کر رہی ہے۔

"تمہاری وجہ سے"

سیدھا سبھاو المان نے جو کہا اس پر میشی کے چہرے پر سے کئی رنگ آکر گزرے، ہتھیلی بھی واپس کھینچنی چاہی مگر المان نے اس پر ہاتھ رکھا تھا سو ہٹانی ناممکن ہوئی، مشائم کا چہرہ زرد تب ہوا جب المان نے بھی اسکی طرف کروٹ بدلی۔

"دوبارہ کبھی نہیں بھاگوں گی، اس سب کی آہستہ آہستہ عادت ہو گی۔ بابا کی ڈیتھ کے بعد سے سب نے مجھے ایکسٹرا لاڈ دے کر بے بی بنا دیا کیونکہ میں انکی ڈیتھ کے بعد بہت ڈپریشن میں چلی گئی تھی لیکن میں جانتی ہوں میں آپکی وائف ہوں اور سب تقاضے بھی معلوم۔ آئی ہوپ آپ مجھے آہستہ آہستہ اس رشتے کی عادت ڈالیں گے"

یہ سب وہ اس سے آنکھیں ملا کر نہ کہہ سکی، جبکہ المان سیال اس کا ایک دم اتنا میچور اور سمجھدار ہو جانا چاہتا بھی نہیں تھا۔

"ایسی نوبت نہیں آئے گی ریلکس رہو"

المان نے ہاتھ بڑھا کر اسکی گال رب کرتے گھمبیر تا سے کہا بلکہ یقین دلایا۔

"کل آپ مجھے یونی ڈراپ کرنا، میری کلاس فیلوز تو جل جائیں گی آپکو دیکھ کر۔ پہلے وہ اوزو کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی تھیں اب جب میں انکو بتاوں گی آپ میرے کیپٹن ہسبنڈ ہیں، اف پھر تو آگ کے شعلے اٹھیں گے"

اس وقت وہ المان کی ان پر تپش و بے باک نظروں سے خوفزدہ تھی سو فوری بات بدل گئی اور وہ سمجھ گیا وہ ابھی المان کی ایسی کوئی نظر افورڈ نہیں کر سکتی جو اس پر بھاری ہو۔۔

"اوکے کر دوں گا ڈراپ اب سونے دو مجھے، باقی باتیں کل کریں گے"

المان نے بمشکل جمائی روکتے واپس کروٹ سیدھی کی تو مشائم نے کچھ دیر اسے دیکھا پھر اٹھی زرا اور المان پر جھک کر پھر سے اسکے گال سے ہونٹوں کو جوڑا، المان نے اسے خود پر بینڈ دیکھا لیکن برا نہ منایا۔

"گڈ نائیٹ، مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے تو اٹس اوکے"

فورا سے کہے وہ نا صرف اپنے تکیے پر واپس لیٹی بلکہ کروٹ بدل کر کمبل سر تک تان لیا جبکہ المان لاکھ دل کی خواہش کے بھی اسکو چھو نہ سکا، شاید وہ اسے بے چین کرنے سے اجتناب برت رہا تھا۔

"یہ سب مت کہو مشائم"

المان کی بہت قریب سے سنائی دیتی سرگوشی پر مشائم نے اپنی آنکھ سے ٹپکتا آنسو رگڑا اور سر کے نیچے المان کی بازو دھیرے سے محسوس ہونے پر وہ مزید رنجیدہ ہوئی مگر جب میشی کو اپنے پیٹ پر رینگتا المان کا ہاتھ اور

اطراف جکڑتی بازو محسوس ہوئی تو وہ اسی روتے چہرے کے ساتھ زرا سا پیچھے پلٹی تو نظر الماان سے ٹکرائی۔

"آپکی باڈی لینگویج بتا رہی ہے میشی آپکی پریشانی ہے، آنکھیں پڑھنی نہیں آتیں، دل بھی پڑھنا نہیں آتا۔ تبھی آپکو کبھی ہرٹ، اداس کر دوں تو مجھے بتا دینا آپ۔ لیکن مجھ سے ہیپی رہیں، م۔ میں نہیں چاہتی آپ کبھی پوری لائف میں مجھے اگنور کریں۔ یو آر پریشیز فار می"

اب بھی اسکی آواز نم تھی اتنے قریب بھی وہ پریشان تھی کہ الماان کی بے چینی اسے دیکھائی دی کیونکہ بہت حساس بھی تھی۔

"نہ ہرٹ ہوں نہ اداس، پرسکون ہوں یہاں"

الماان کے جذب بھرے جواب پر وہ مزید اسکے چہرے کے روبرو ہوئی، دونوں کے ہونٹوں کو ایک دوسرے کی گرم سانس چھو رہی تھی، الماان اسکی آنکھوں میں جذب شدت پر دھیرے سے مسکرایا اور اسکی گال چوم لی

جس پر میشی کی پلکیں آنکھوں پر بہت سلیقے سے حیا سے جھک گئیں، وہ من ہی من میں کھلکھلا اٹھی۔

"میں آپکو اچھی لگی یا نہیں؟"

کچھ دیر شرمانے کا ناکام سیشن مکمل کرتی وہ سنجیدہ ہوئی جس پر الماان نے اسکی متبسم آنکھیں تکتے نظر چراتے اپنا چہرہ اسکے بالوں میں چھپالیا۔

"سو جاو مشائم"

وہ اسکو دیکھ نہ سکی بس آواز سن پائی جس میں انتہائی سکوت و قہر تھا۔

میشی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی گال کے نیچے رکھا اور واپس کروٹ موڑ گئی۔

"آپکی خوشبو بہت پیاری ہے کیپٹن، مجھے ایسا لگ رہا ہے میں ہیون میں ہوں۔ یہ بہت خوبصورت ہے، یہاں رہ کر میں جو خواب دیکھوں گی وہ کتنا پریٹی ہو گا۔۔۔۔"

وہ مکمل المان سیال کی بازوؤں میں مدہوش ہوچکی تھی جو آنکھیں موند کر خود بھی سکون میں تھا، اسکی سن رہا تھا پر کہہ نہ پایا کہ وہ بھی اسکے دل، اسکی راحت اور سکون کا سبب بن رہی ہے اور یونہی دونوں آہستہ آہستہ نیند میں اتر گئے۔

..________________________..

یہ عجیب کیفیت اس پر تہجد تک طاری رہی، وہ نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے، لیکن جب جب اسکے ہاتھوں ناانصافی ہوتی، وہ یونہی بے یارو مددگار کردیا جاتا، یہ کیفیت اس پر اس لیے طاری ہوتی کہ اپنی ناانصافی کا ادراک کرے اور اس نے کیا، آج کی ناانصافی زینیش یعقوب کو انکار کرنا تھا، ناجانے وہ مہرباں شخص بہت قلیل مہربان کیوں تھا، وہ کبھی کبھی خود تک سے بے خبر ہوجاتا، خفظ سورتیں دماغ میں گڈمڈ ہوجاتیں، کبھی کبھی تو اس پر یہ کیفیت بھی طاری ہوتی کہ وہ خود کو بھی پہچاننے سے انکاری ہوکر تادیر آئینے میں خود کو دیکھتا رہتا۔

کوشش کے باوجود سجدہ کرنے کی توفیق چھینی رہی لیکن صبح کاذب کی روح افزاء گھڑی وہ پھر سے بالکونی میں کھڑا تھا، گہرے نیلے شلوار سوٹ میں، یہ رنگ اس کے سفید رنگ اور سنہری آنکھوں کے ساتھ مزید سجا، دونوں بازو سینے پر باندھے وہ بس کسی گہری سوچ میں تھا، ڈر تب زائل ہوا جب شعور میں اک آواز گونجی۔

"قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِی مَعَکُمَ-مَا اَسمَعُ وَاَرٰی"

ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہاہ—وں، اور دیکھ بھی رہا ہوں۔

اسکی آنکھوں کا گھیرا وکرتی سرخی کچھ لمحوں بعد جب وہ مسکرایا تو زائل ہونے میں چند لمحے لگے۔

انسومیہ کے گہرے اٹیک کے بعد اب اسکی آنکھیں بوجھل تھیں پر نیند ایک فیصد بھی آنکھوں میں نہ تھی بس دماغ کل کے دن کے بارے سوچ رہا تھا۔

اسے آج حسیب سے ملنا تھا، اور تبھی بنا وقت دیکھے اس نے اپنی قیمص کی جیب سے اپنا فون نکالا اور حسیب کا نمبر ملایا۔

جناب بنا شرٹ اس قدر ٹھنڈ میں باریک سے لحاف میں آدھے دبے خراٹے بھر رہے تھے جب انتہائی کوئی بے سری آواز سے اسکے کان کے پاس پڑا فون بجا، منہ کے بہت ہی مسکین اور برے زاویے کے ساتھ حسیب نے کسمساتے ہوئے کان میں ٹانگوں سمیت گھستے فون کو اٹھا کر پھینک بھی دینا تھا اگر ادھ کھلی آنکھ اس پر لکھے کمیلئین کے حروف نہ دیکھتی۔

"یار قسم سے حد ہوگئی، اس وقت کون فون کرتا۔ مینٹل کیس آدمی"

موت تو بچارے کو سچ میں پڑی کیونکہ ابھی کچھ دیر پہلے تو موصوف اپنی بچیوں سے گپ شپ کر کے سوئے تھے۔

"اوئے تجھے چین نہیں ہے، رات کے تین ساڑھے تین بج رہے کوئی خدا کا خوف کر یار"

حسیب کی نیند میں ڈوبی کوفت بھری پر خمار ڈپٹ پر اوزان کی سنہری آنکھیں مسکرائیں۔

"خوف اس وقت بے خبر سونے والوں کو آنا چاہیے، یعنی تجھ جیسی لفنگی چیزوں کو۔ میں نے یہ بتانا تھا کہ بریک فاسٹ تیرے اور آنٹی کے ساتھ کروں گا بتا دینا انھیں"

اوزان نے جو آنے کا سرپرائز دیا وہ بھی گھر، حسیب کی نیند سچ میں آنکھوں سے اڑی، وہ صرف تب حسیب سے گھر ملنے آتا جب بہت پریشان ہوتا تھا۔

"تو گھر آئے گا؟ ٹھیک تو ہے؟"

حسیب کے وہ اسی متفکر، تڑپے جواب کا منتظر تھا۔

"ہاں بس ایک اچھے ماحول میں بریک فاسٹ کا دل چاہ رہا ہے، چل ٹھیک ہے منحوس سو جا۔ غلطی سے بھی فجر کے وقت اٹھ مت جانا"

آخری جملہ وہ طنز کے طور کہہ کر بنا حسیب کی سنے جھٹ سے فون بند کر گیا جس پر حسیب نے اپنے شانے تلے دبے تکیے کو زرا اوپر کو کھینچتے کمر زرا بیڈ کی پشت سے ٹکائی، وہ اوزان کے لیے فکر مند تو صبح سے تھا لیکن اس وقت اسکی بے آرامی سے وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ سو نہیں پایا۔

"کیا کروں اس بندے کا، ایک میں گناہ گار ہوں جسکی نیند ہی نہیں کم ہوتی ایک وہ ہے، سونے کو ترستا ہے، شاید نیند بھی اسکے لیے ترستی ہو۔ مجھ گندے میلے کی سن لیں وہ کہتا ہے اس وقت آپ دعا رد نہیں کرتے، مجھے بالکل کچھ مانگنے کا سلیقہ نہیں، لیکن اسے سکون دیں۔ میرے حصے کا بھی اسے دے دیں"

حسیب خانزادہ کا دل جس کے لیے وسیع تھا وہ اوزان دایب ہی تھا، اور خدا گواہ ہے حسیب کی نیند جو کبھی کم نہ ہوئی اس وقت اسکی آنکھوں سے نگل لی گئی۔

اور جب جب دایب انصاری اسے رات کے یوں پچھلے پہر یاد کرتا پھر اس صبح حسیب خانزداہ فجر کے وقت جاگا ہوا ملتا اور آج بھی یہی ہوا، وہ فجر ہوتے اٹھا، وضو کیا اور ٹوٹی پھوٹی نماز ادا کی۔

صائمہ خانزداہ جو ہر صبح کی طرح اسے جگانے اسکے کمرے میں آئیں، اپنی نکمی اور انکے بقول گندی اولاد کو یوں نماز پڑھتا دیکھ کر انکو پیار حسیب پر نہیں اوزان پر آیا۔

وہ فورا سے کچن کی طرف گئیں، جان چکی تھیں آج وہ ناشتہ کرنے آئے گا سو ملازمہ کو ساتھ لگائے انہوں نے صبح صبح ہی اوزان کی پسند کا ہر ناشتہ بنوایا، سینیمن کیک خود بہت پیار سے بیک کرنے والی تھیں۔

حسیب سے بھی جب مزید آرام نہ ہوا تو موصوف کمرے سے نکلے اور باورچی خانے سے اٹھتے مزیدار ناشتے کی خوشبو پر خفیف سا مسکراتا وہ کچن میں انٹر ہوا۔

"مجھے لگتا ہے وہ آپکا سگا اور میں لے پالک ہوں اماں، قسم سے حد ہوتی ہے طوطا چشمی کی"

دھیرے سے صائمہ کو اپنی پہاڑ جیسی گرفت اور موٹی موٹی بازوؤں میں بھرے وہ چہرہ اسکی گردن کی ایک طرف سے آگے کو لے جاتے جس طرح اماں کو گال پر شدت بھرا بوسہ دیے روٹھا، کچن میں کام کرتی شکیلا بھی دھیما دبا مسکرائی۔

"سگی تو تُو ہی ہے میری اولاد کھوتے، پتا نہیں کس غلطی کی سزا ہے تیرے جیسا کھچر۔۔۔ پر اسکو دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا ہوتا۔ تُو نے اپنی زندگی میں صرف ایک چجھ (اچھا) کا کام کیا سیبو اور وہ ہے یار کے نام پر اوزان کی صحبت۔ قسم

سے تجھے اس گھر میں برداشت بھی کر رہی ہوں تو صرف اوزان کی سفارش پر۔ ورنہ جو تیری حرکتیں ہیں ٹھڈے کھانے والی ہیں"

جناب گھر کے باہر ہی ہیرو تھے، اماں سے یونہی ستھری ہونا حسیب صاحب کا روز کا ناشتہ تھا۔

"ہک ہاہ! آپکو آپشن دے کوئی کہ پتر وٹا(تبدیل کرنا) لیں آپ نے آنکھیں بند کیے مجھے ٹھڈا ہی مارنا ہے اور اوزان کو گودی میں لے لینا ہے۔ ایسی اماں کسی کا نہ ہو گی قسمے"

منہ بگاڑ کر اپنی بے وقعتی پر احتجاج کیے وہ وہیں کرسی پیچھے کو سرکائے بیٹھا جبکہ صائمہ دبا دبا مسکرائیں، تھا تو حسیب انکا کلیجہ پر وہ اسکی ان بگھڑی عادتوں سے بہت تنگ تھیں، ایک بیٹا وہ بھی اس قدر غیر سنجیدہ، وہ ڈرتی تھیں کہ کل کو خان بہادر کو روز حساب کیا منہ دیکھائیں گی کہ ایک ہی اولاد تھی وہ اسے بھی سنبھال نہ سکیں۔

"تو بھی تو بے عزتی والے کام نہیں چھوڑتا، تھانے میں ٹکتا نہیں۔ تیرے بابا کا بڑا نام تھا، لیکن آگے سے انکی جگہ پر انکا ایسا غیر ذمہ دار بیٹا۔۔۔ پھر تو نے جو یہ موئی جیم کھول رکھی، دل کرتا ہے تیری جیم کو آگ لگا آوں۔ ستیاناس کرر کھا اپنا، آیا وڈا بگ شو (ریسلر) کا بچہ"

صائمہ صاحبہ کے یہ روز کے کوسنے تھے پر حسیب صاحب بھی سو ڈھیٹ مرے تب دنیا میں سدھارے، بگ شو پر تو اسکے بھی دانت نکلے اور اس سے پہلے اماں بیلن ہی اٹھا کر گٹے پر مارتی، حسیب گدھے کی طرح اٹھ کر باہر نکلا کیونکہ حویلی کے پورچ میں گاڑی رکنے پر ہارن بجا اور توقع کے برعکس آج تو اوزان دایب انصاری نے سیاہ نشینی چھوڑ کر کچھ اجلے رنگوں کی قسمت جگا کر مزید قیامت برپا کر رکھی تھی، بلیک جینز، وائیٹ بیسک ٹی شرٹ کے اوپر بلیذر، پیر براون آکسفورڈ شوز میں مقید جبکہ خوشبوئیں تو اسکو حصار کر چلتی تھیں، حسیب کو باہر ہی خوش آمدید کے لیے آتا دیکھے اوزان نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور بے آرام سی اس شے کو سر تا پیر دیکھا۔

آج اس بندے نے پھٹی جینز نہیں پہنی تھی ورنہ اوزان کا خوامخواہ موڈ بگھڑتا یا وہ ایک ہی جھٹکے سے وہ سوراخوں سے پکڑ کر مکمل پھاڑ دیتا، اب اتنی برینڈ جینز خراب تھوڑی کروانی تھی سو حسیب نے نیک کا گرم ٹرواز اور ڈھیلی سی شرٹ ہی پہن رکھی تھی۔

"آ گیا میری اماں کا دوروپے کا سگا"

منہ بنائے وہ اوزان کے قریب آ کر رکنے پر جتاتے سلگا جس پر اوزان اس سے پہلے پھر سے اسکی جنگلی جانور جیسی اگی بالوں والی گال پر چانٹا رسید کرتا، حسیب نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"دیکھ اگر تو نے میرا منہ سیکا تو میں تیرا پچھواڑا سیک دوں گا، پھر اٹھتے بیٹھے اوئی اوئی کرتا بہت برا لگے گا تو کمیلئین"

حسیب کے وارننگ دینے پر تو اوزان مزید ضدی ہوا، ایک ہی جھٹکے سے جیم اونر کو اپنی چٹانی بازوؤں میں دبوچا اور پھر مسکرا کر ٹھیک اسکی گردن پر تھپڑ مارا جس پر حسیب چلایا لیکن بچارا کمیلئین کی گرفت میں بس پھڑ پھڑا سکا۔

"تو میرا اچھوا اڑا سکے گا اس سے پہلے تیرا کباڑہ نہ کر دوں، مجھ سے پنگے سوچ کے لیا کر۔ دو روپے کا باڈی بلڈر"

اوزان نے اسکی مجبور و بے بس حالت پر قہقہہ لگاتے ہی آزاد کیا جس پر حسیب نے دبی دبی مسکراہٹ کے سنگ اوزان کو دیکھا، وائنی آنکھیں یہاں آتے ہی کِھل گئیں اور حسیب خانزادہ ان آنکھوں کی مسکراہٹ کے لیے خوشی خوشی مر بھی جاتا تب بھی کم تھا۔

"تو کھاتا کیا ہے کمینے، جیم بھی نہیں آتا۔۔۔ بتا دے راز"

حسیب نے فوری ساتھ لگ کر کھڑے ہوتے ٹانگوں سمیت اوزان کے کان میں گھستے پوچھا جس پر وہ اس ہاتھی کو پرے دھکیلتا کمال ادا سے اندر لپکا۔

"میں بد دعائیں، لعنتیں اور کوسنے کھاتا ہوں لیکن حسب ضرورت۔ تیری طرح وافر مقدار میں نہیں۔۔۔۔ لفنگا۔ آتے ہی گلے پڑ گیا ہے۔۔۔۔ چل بھاگ، تجھ سے نہیں آنٹی سے ملنے آیا ہوں"

اوزان نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اضافی لعنت دیتے آنکھیں ماتھے پر رکھے قدم گھر کے اندر بڑھائے جس پر حسیب ہنس ہنس کر وہیں باہر ہی دہرا ہو چکا تھا۔

..______________________________..

جاگ تو وہ فجر کی گئی تھی بلکہ ساری رات سو نہ سکی لیکن اس نے ناشتہ ایزل مریم کے ساتھ روم میں ہی کیا، انہوں نے اسکے لیے دیسی گھی کی چوری بنائی اور اس ناشتے پر اسے کوٹ یاد آگیا، ساتھ ایزل نے اسکے لیے دودھ پتی کا بڑا کپ بنایا تاکہ یہ ہیوی چوری چائے کے ساتھ ہضم ہو۔

ایزل مریم کا پیار اور توجہ پہاڑ جتنا مضبوط کرنے کو کافی تھا پھر وہ جب گرین بہت پیارے جوڑے کے ساتھ بالوں کا سادہ سا پن آپ سٹائیل بنا کر انھیں نکھولتی، ماتھے پر دو لٹیں لہرائے، بلاک ہیل والے بلیک جوتوں کے سنگ شال شانوں پر لپیٹے باہر لان میں آئی تو اسکی آنکھوں میں تب تیر گی اتری جب اس نے اٹیلئین طوطوں کے هاوس کے پاس ہی ایک بہت خوبصورت پنجرا لگا دیکھا۔

زینو بے اختیار قریب آئی تو اس میں دو بہت خوبصورت سے سفید کبوتر تھے، ایک کی گردن میں سیاہ نشان اور پیروں میں سیاہ کانچ کی رنگز تھیں جو نشانی کے لیے تھی کہ وہ فی میل ہے۔

زینش نے ہاتھ بڑھا کر اس پنجرے کو چھوا تو اک آنسو ٹوٹ کر اسکے رخسار پر رینگتا اسکے کھلے بالوں میں جذب ہوا۔

موسم آج بھی آبر آلود تھا لیکن ٹھنڈی ہوا تھی پر بارش نہ تھی نہ فضا میں نمی تھی۔

"ایسے کون خواہش پوری کرتا ہے، ایسے ک۔ کون گفٹ دیتا ہے۔ ایسے تو زینیش کو دوسری سانس بھی نہیں چاہیے۔ اور کون انکو پنجرے میں قید کرتا ہے بھلا"

اسکا دل اوزان کے اس بے حس رویے پر اور بجھ کر رہ گیا، وہ مزید ٹوٹ گئی۔

"کیا دیکھ رہا ہے میرا بچہ ؟"

طلال کی عقب سے آتی تازہ دم آواز پر وہ فوری اپنی آنکھ سے ٹپکا آنسو رگڑ رے پلٹی تو وہ زینو کے مسکرانے کے باوجود اسکی آنکھوں کی تکلیف بھانپ گئے۔

"ارے کبوتر؟ یہ کہاں سے آئے۔ اوزان کو تو یہ بالکل یہاں رکھنے پسند نہیں۔ کیا وہ تمہارے لیے لایا ہے"

طلال اسکی آنکھوں سے توجہ سامنے دیکھتے ہوئے ہٹا گئے کیونکہ ان کا یہاں ہونا زیادہ حیرت انگیز تھا جس پر خود زینیش بھی حیران ہوئی، رات اوزان کی بات نے بھی اسے الجھایا تھا۔

"میرا خیال ہے وہی لائے ہیں لیکن انکو کبوتر کیوں نہیں پسند چاچو"

وہ بھلے بہت پیاری لگ رہی تھی لیکن جب وہ یہ سوال کرتے طلال کے قریب آکر رکی تو وہ اسکی اداسیوں کی مسکن آنکھوں سے تکلیف کا شکار ہوئے، پیار سے زینو کی گال سہلائی۔

"اسے لگتا ہے سنگدلوں کے گھر یہ جی نہیں سکتے، ناانصاف شر انگیز لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اس گھر میں تو کئی ایسے لوگ ہیں۔ لیکن یہ بدلاو بہت خوش آئیند ہے، نام کیا رکھو گی انکا؟"

وہ خود آج یونی سے لیٹ تھے زرا، تبھی اس وقت وہ صرف زینیش سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔

وہ مسکرا کر پلٹی اور چھوٹے چھوٹے قدم بڑھائے اس نے پنجرے کو بہت پیار سے کھولا اور دونوں ہاتھوں میں وہ دونوں کو جب پکڑ کر باہر لائی تو ان کو ملتے نامانوس سے لمس پر وہ فطری بوکھلاہٹ میں پھڑ پھڑائے مگر جب زینو نے دونوں کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا تو وہ بھی مدہوش سے ہوئے جس پر طلال مسکرا دیے، آلایہ کی ایک اور پسند جو زینو میں دیکھ لی تھی۔

"اسکا نام رومیو ہے اور یہ جولیٹ۔۔۔ یہ کتنے پیارے ہیں نہ چاچو"

وہ اپنی ناساز طبعیت بھی اس جان سے پیارے تحفے کے آگے بھول گئی، طلال دلفریب ہنس دیے۔

"کیا یہ دونوں لوورز ہیں لاڈلی؟"

اس بار وہ بھی شرارت پر اترے تو زینو نے بھی شریر ہوتے انکو دیکھا۔

"نہیں ابھی صرف جولیٹ کو رومیو پسند ہے، لیکن رومیو بہت کھڑوس ہے۔ وہ جولیٹ کو گھاس نہیں ڈال رہا"

وہ جس معصومیت سے انکی کہانی بنا رہی تھی، طلال لمحہ بھر اس بچی کی آنکھوں میں تکتے آزردہ ہوئے، اوزان کی بات پھر سے کلیجہ نوچ گئی۔

"ارے بھئی یہ تو دانے چگتے ہیں، گھاس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

دانستہ طلال کے چٹکلا چھوڑنے پر دونوں بے اختیار ہنسے جبکہ انکی ہنسی کنول پر قہر جبکہ ایزل مریم پر مسکراہٹ بن کر اتری، آج تو زینو کو رومیو اور جولیٹ کے ساتھ دن گزارنے کا بہت مزہ آنے والا تھا اور طلال بھی جب تک یونی نہیں جا رہے تھے اپنا سارا وقت انہوں نے زینو کو دینے کا فیصلہ کیا۔

وہیں دوسری جانب میشی بھی نہ صرف اٹھ چکی تھی بلکہ وہ یونی کے لیے بلکل ریڈی تھی، وائیٹ پینٹ پر گھٹنوں تک آتی پنک فراک تھی اور لوز سی جرسی جس میں سے شرٹ کے کالر کو اور کفس کو نکالا اسکے ساتھ شوز، بال اس نے آج بھی الماں سے پونی کی صورت بندھوائے، وہ بھی نہا کر کچھ دیر پہلے ہی چینج کیے اسے یونی ڈراپ کرنے کے لیے ریڈی ہوا تھا۔

رات دونوں کی ایک دوسرے کے ساتھ بہت پیاری گزری تھی جبکہ مشائم تو اب تک اس سکون میں ڈوبی تھی جو اسے المان کے قریب محسوس ہوا۔

"پیاری لگ رہی ہو"

وہ اسے ناشتے کے لیے بلانے روم میں آیا تو میشی کی تیاری دیکھتے مسکرا کر قریب آیا تو وہ بھی پلٹی۔

دونوں کی آنکھیں ملیں، پر بہار سراپوں کی سوندھی مہک جسموں نے تبدیل کی۔

"تھینک یو، آپ بھی۔۔۔مجھے یونی ڈراپ کرنے کے بعد آپ پورا دن کیا کریں گے؟ میں تو چار یا پانچ تک فری ہوں گی۔ ایگزامز قریب ہیں نہ سو ایکسٹرا کلاسیز ہو رہیں ہیں"

مشائم کو اسکی فکر تھی کہ وہ دن بھر کیا کرے گا، تبھی فکر مندی سے پوچھ بھی لیا۔

"میں قصور جاوں گا، دادا سائیں سے سوری کرنا ہے۔ تھوڑا غصہ دیکھایا تھا۔ شام تک واپس آجاوں گا، اگر دیر ہو گئی تو تمہیں پنار یا بابا پک کر لیں گے"

الماں نے اسکے چہرے پر فکر سجی دیکھے اپنے دن کا احوال بتایا تو میشی کو زرا حوصلہ ہوا اور نہ وہ الماں کی فراغت پر اداس ہو جاتی۔

"ٹھیک ہے، ویسے آپکو غصہ بھی آتا ہے؟"

فوری چہکتی ہوئی شریر مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے وہ الماں کو بھی سنجیدہ نہ رہنے دے سکی۔

"سوچ ہے تمہاری کہ کس قدر بھیانک چیز ہوں، جس سے روٹھ جاوں اس سے بات نہیں کرتا۔ تم یقین نہیں کرو گی کہ دادا اور اماں سائیں میرے غصے سے رونے لگ جاتے ہیں اور بچپن سے ایسا ہی ہے"

الماں کی بات نے سچ میں میشی کو حیران بھی کیا اور خوفزدہ بھی، وہ اسکے شفاف چہرے کو تکتی اسکی وجاہت میں گم تھی، بہت معمولی بیرڈ کے سبب وہ

اور پیار الگ رہا تھا پھر اسکی صاحب تمکنت شخصیت کسی کو بھی اپنے سحر میں جکڑ لیتی، پھر مشائم تو پہلے ہی اسکے مداحوں میں سر فہرست تھی۔

" کبھی مجھے اپنے غصے سے مت رلایئے گا، روتی ہوئی آپ سے پھر خود دیکھی نہیں جاوں گی۔"

اپنی آنکھوں کو مستقل پن سے محروم کیے وہ نظر اسکے سینے پر ٹکائے بولی جبکہ الممان سیال کی توجہ تو ان مسکارے سے سجی بڑی بڑی گھنی پلکوں نے جکڑی۔

"کیا تم نے آئی لیشیز لگائی ہیں؟"

وہ اسکے سوال پر شرارت سے آنکھیں اٹھا کر الممان کے اس درجہ غور و فکر پر کھلکھلائی۔

"لگانا چاہ رہی تھی پھر سوچا اب کوئی آرٹیفیشل چیز نہیں، میک آپ کا بتائیں کیسا کیا؟"

میشی نے پارٹی میک اوور کر رکھا تھا اور بہت پروفیشنل کہ چہرے پر ایک سلوٹ تک نہ تھی، اس عمدہ بیس کو یوز کیا گیا تھا کہ چہرے کا ایک بال تک دیکھائی دینے سے قاصر تھا، جیسے وہ میک آپ کرنے کی شوقین تھی ویسے اپنی سکن کیئر روٹین میں بھی بہت تیز تھی۔

"اتنا پرفیکٹ کہ دل چاہ رہا خراب کر دوں"

الماں نے مسکراہٹ مہارت سے ہونٹوں میں دبائی۔

"ٹرائے کرلیں یہ نہیں خراب ہو گا، تب تک جب تک میک اوور ریمور سے اسے اتارا نہ جائے۔ کلنزنگ نہ کی جائے، آپ میشی کو ایویں سا سمجھ رہے ہیں کیپٹن، بچپن سے میک اوور کرتی آرہی ہوں اب تو بڑی بڑی بیوٹیشنز اور میک آپ ایکسپرٹ مجھے جھک کر سلام کرتے ہیں"

وہ جس طرح اترائی واقعی اتراہٹ بنتی تھی جبکہ المان نے جب ہاتھ بڑھا کر انگوٹھے کی پور اسکی گال پر رگڑی تو واقعی اسکے ہاتھ کے ساتھ کچھ نہ لگا یعنی میک آپ بالکل سیٹ تھا۔

"تم تو واقعی بہت ماہر ہو، میں امپریس ہوا"

وہ اسکی خوشی کو یہ جملہ کہہ کر نا جانے کتنا بڑھا چکا تھا جو المان کی پھر سے خوشبو انہیل کرنے کو اسکی کمر کی اطراف ہاتھ لے جا کر کمر پر باندھے اسکے سینے سے جا لگی۔

"اور میں خوش ہوئی، تھینکیو۔ سپیشل رات اس چڑیل کو اپنے پاس سلانے کے لیے۔ اینڈ یس میں آپکو رات تک بہت سارا مس کروں گی۔ آپ کریں گے ؟"

وہ اسے کہیں جانے کے قابل ہی نہ چھوڑ رہی تھی، جبکہ اتنے پیار سے کوئی جان مانگے تب بھی المال سیال جیسا بندہ انکار نہ کرتا۔

"میں کیوں کروں مس تمہیں؟ فین تو تم ہو میری"

اب جناب اتنے بھی سیدھے نہ تھے اور مشائم نے فورا منہ پھلایا بھی اور اس سے دور بھی جانا چاہا پر وہ اسکی گرد بازو حائل کیے اسکی مزاحمت ناکام بنا گیا۔

"ہسبنڈ تو اپنی لاڈلی اور پریٹی وائف کو یاد کرتے ہیں، کیا میں آپکی لاڈلی اور پریٹی نہیں ہوں کیپٹن؟"

چہرہ اٹھائے الماں سیال کی دھڑکنوں سے براہ راست چھیڑ خانی کر گزری جبکہ الماں نے زرا جھک کر اسکی جبین چومتے مشائم کو اک نیا اور اپنے پن جیسا احساس بخشا تو اسکے پورے وجود میں بہار اتری۔

"تم سپیشل ہو، ابھی اور کچھ نہیں جانتا۔ خیر چلنا چاہیے دیر ہو جائے گی"

وہ اسکو مزید نہ دیکھ پایا تو یہ ملاقات منقطع کی مگر وہ اسکو بازو سے پکڑ کر روک گئی، الماں نے اسکی آنکھوں میں حیرت سے دیکھا۔

"مجھے لوور بننا ہے آپکا، پلیز"

مشائم کی ضدی سی خواہش پر وہ پہلے تو اسے گھورا پھر مسکرا کر سر ہلایا۔

"رات کو بنتے ہیں ابھی میرا دن اور نیت خراب مت کرو مشائم
الماں۔۔۔ لٹس گو"

وہ تو اسکو ٹال کر اسکا ہاتھ پکڑے ساتھ لیے کمرے سے نکلا پر میشی صاحبہ
اپنے نام کے ساتھ جڑتے کیپٹن کے نام کی دلکشی میں ہی غرق ہو گئیں۔

اب لگتا تھا پورا دن اس سحر سے باہر نکلنا بہت مشکل تھا اس کے لیے۔

..___________________________..

"آپ نے ناشتے پر بہت تکلف کر دیا صائمہ آنٹی، میں اتنا سب کیسے کھاوں
گا"

ملتا تو وہ ویسے ہی تھا کہ آنکھیں ٹھنڈی ہو تیں جیسے ان سادہ لوح سی صائمہ خانزادہ کی ہوئیں لیکن اوزان کی ڈائیٹ ضرور آج خراب ہونے والی تھی کیونکہ ہر طرح کا دیسی، ولائیتی ناشتہ لمبی سی بھوک بڑھاتی میز کی سطح پر سجا تھا۔

" کھانا تو پڑے گا، فجر سے اٹھ کر تیرے لیے یہ سب بنا رہی ہوں۔ مہینوں بعد تو تُو آتا ہے میرے بچے۔ اور میرا یہ کھوتا بھی اس دن صبح صبح انسانوں کی طرح جاگ جاتا ورنہ اس میں اور ڈنگروں میں کیا فرق"

صائمہ کے پیار اور حسیب کو ایک ساتھ لتاڑنے پر اوزان نے کن اکھیوں سے حسیب کو دیکھا جو منہ ہی منہ میں اسکے بقول کوس ہی رہا تھا۔

"اب ڈنگر تو نہ کہیں اماں، میری دُم کدھر دیکھ لی آپ نے؟"

حسیب سے یہ بے عزتی ہضم نہ ہوئی تو بچارگی سے احتجاج کیا جس پر اوزان اور صائمہ دونوں دبا دبا مسکرائے۔

"ہو گی وہ بھی اگی ہوئی کدھر، اوزان تُو اسے کہہ پتر کہ یہ انسانوں کی طرح اپنی زندگی کو سنجیدہ لے۔ جو اسکے کرتوت ہیں یہ مجھے دادی بنائے بنا اگلے جہاں رخصت کرے گا"

اول جملہ حسیب کو کہے وہ اوزان کی طرف امید افزاء نظریں ڈالے آس و حسرت سے بولیں جبکہ حسیب نے جان بوجھ کر پٹاکے سا قہقہہ چھوڑا۔

"ہاہا کہہ کسے رہی ہیں اماں جو خود ازلوں کا کنوارا ہے، بندہ اس سے رعب ڈلوائے جسکے دس بارہ بچے ہوں۔۔۔ ہاہاواہ اماں آپکو ملا بھی تو یہ"

حسیب کی بات بات میں شرلی پر اوزان سب ادھار کر رہا تھا اور ایک ہی بار اس کی بکھیوں میں مکے برسا کر حساب لیتا فی الحال صائمہ آنٹی کا لحاظ کر رہا تھا۔

"اسکا نکاح تو ہو گیا، تیری تو وہ بھی امید نہیں۔ نکاح میں بڑی طاقت ہوتی ہے، بچے بھی آجائیں گے جھٹ سے۔ تصویر ہے تیرے پاس اپنی ووٹی کی۔۔۔؟"

صائمہ کی بات پر اوزان جہاں سنجیدہ ہوا وہیں حسیب اسکی کوفت سے محظوظ ہوا جیسے مرچیں لگی تھیں۔

"نہیں ابھی نہیں ہے، اگلی بار دیکھا دوں گا"

اوزان نے بڑی دقت سے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

"اماں کیا بچے آسمان سے ٹپکتے ہیں؟ کیونکہ آپکا یہ بچہ اس لڑکی کو بسانے تھوڑی لایا ہے۔ دادے پادے کے کہے میں لایا ہے۔ پوچھیں زرا اپنے لاڈلے سے"

حسیب کو وہ لاکھ آنکھیں نکالتا لیکن صائمہ یہ سب جان کر کم از کم پریشان ضرور ہوئیں کیونکہ اوزان سے انکو اسکی امید نہ تھی۔

"ہیں؟ کیا سیبو سچ کہہ رہا ہے اوزان پتر؟"

صائمہ کے سوال پر اوزان نے لہو ہوتی گھوری بتیسی پھیلا کر تکتے حسیب کو سونپی۔

"نہیں آنٹی، بکواس کر رہا ہے"

اوزان کے انکار پر حسیب شاکڈ جبکہ صائمہ صاحبہ کے دل کو حوصلہ ملا۔

"شکر ہے، میں تجھ سے ایسی امید بھی نہیں رکھتی۔ اگلی بار اسے بھی لے کر آنا۔ شمشیر کی وجہ سے میں وہاں آنا پسند نہیں کرتی لیکن چاہتی ہوں تُو اور وہ میرے مہمان بنو۔ اور مل کر میرے کھوتے کے لیے بھی دعا کرو۔ تُو ہی کوئی لڑکی دیکھ اس لفنڈر کے لیے، ایسی جو لگام ڈالے اسے"

صائمہ صاحبہ نے اتنے پیار اور مان سے کہا کہ اوزان نے بس فی الحال سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا جبکہ حسیب صاحب اماں کی آخری بستی والی لائن پر بلبلا اٹھے۔

"اماں میں کوئی کتابلا ہوں جو لگام والی چاہیے آپکو، قسمے میری اماں تو سوتیلوں کو پیچھے چھوڑتی ہیں"

حسیب کے مسکین سے تلملاتے پر اوزان اس بار سچ میں مسکرا دیا جبکہ صائمہ خود منہ پر دوپٹہ رکھے ہنس دیں۔

جو بھی تھا وہ یہاں آکر اپنی ہر الجھن بھول جاتا، یہ گھر بہت بڑا نہ تھا، کچی زمین کا میدان، خستہ حال سی حویلی، لیکن بہت انسیت بھرے در و دیوار۔

صائمہ خانزادہ ناشتے کے بعد قریب ہی حویلی کے کسی اجتماع پر چلی گئیں جبکہ وہ دو بھی حویلی سے نکلے اور زمینوں کی طرف آئے، آج بھی سورج نہیں نکلا تھا، فضا میں ٹھنڈک تھی۔

"اب بتا کیا پریشانی ہے ویرے؟"

وہ دونوں ساتھ واک کر رہے تھے، یہ کچھ مربع زمینیں تھیں جو خان بہادر کی تھیں اور یہیں پر کچھ کسان کام پر رکھے گئے تھے، یہیں سے آتے منافع

سے حویلی بھی چلتی اور حسیب کی خواہشیں بھی پوری ہوتیں اور پھر وہ بابا کی جگہ پولیس کے اعلی رینک پر بھی فائز تھا۔

"دل پر بوجھ ہے، ہٹائے نہیں ہٹ رہا۔ دماغ اور دل کی جنگ کا شکار ہوں حسیب۔ سمجھ سے باہر ہے دل کی سنوں یا دماغ کی"

اوزان کی الجھن وہ سمجھ چکا تھا لیکن ایک دم اگر ٹھیک مشورہ دیتا تو اس کمپلیئین سے پٹ جاتا۔

"تو اپنے گُردے کی سن لے"

حسیب کی چول پر بنا وارننگ کے اسکے منہ پر ہلکا سا مکا رسید ہوا تو لمحہ بھر حسیب کو لگا آنکھ کے آگے دن کے وقت تارے ناچ اٹھے ہوں۔

"خدا کی قسم تو نرا فرعون ہے، یہ نہیں کہ اتنی اچھی چول پر تو میری حوصلہ افزائی کر۔ جدھر دل کرتا ادھر یہ ہتھوڑا برسا دیا کر۔۔۔ کمینہ"

حسیب کے بلبلانے پر اوزان نے مسکرا کر اس کو دیکھا جسے مکا تو ابھی پڑا ہی نہ تھا اور ڈرامے اسکے آسکر وننگ لیول کے تھے۔

"بکواس کرنی ہے تُو نے تو میں جا رہا ہوں"

اوزان کی یہ دھمکی حسیب خانزادہ کو فوری لائن پر لائی۔

"ارے یار ایک تو رُستا بہت ہے، میری نمنانی بھابھی تو تیرا تُھنا ہی سیدھا کرتی مر جائے گی غریبنی۔ پُھٹ ناں کیا تکلیف ہے؟ کونسی پیڑ اٹھ رہی ہے جو تو کاٹ کھانے کو کل سے مجھے دوڑ رہا ہے"

حسیب نے اس بار رک کر اس سے سیدھا سبھاؤ معاملہ پوچھا جس پر اوزان نے بس بے امید سی نظر سے حسیب کو دیکھا۔

"او کے سمجھ گیا، دماغ کہہ رہا ہے اسے چھوڑ دوں پر دل بیچ میں بے غیرتی کر رہا ہے؟"

حسیب کے پھر سے غیر سنجیدہ ہونے پر اس سے پہلے اوزان اسے بالوں سے پکڑ کر کھیت میں گھسیٹتا فوری وہ اوزان کے ہاتھ سے دو قدم دور ہٹا۔

"اچھا نہ سوری، یہ بتا تیرا دل کیوں رکاوٹ ڈال رہا ہے دماغ کے کام میں۔ کیا وہ تجھے اچھی لگی؟ تیری روح کو اس میں اپنی راحت ملی ہے؟"

حسیب کو سنجیدہ کرنے کے لیے بھینس یا کٹے کی ایک لات درکار ہوا کرتی تھی پر آج وہ بچ گیا کیونکہ اب وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

اوزان خاموش رہا کیونکہ یہی اسکا اقرار تھا۔

"ٹھیک ہے اگر تجھے دماغ اور دل کی اس تکرار سے نجات چاہیے تو یا اسے قریب کر لے یا دور کر دے۔ دونوں طریقوں سے تجھے تیری الجھن کا حل ملے گا۔ قریب آ کر سکون بڑھانے کا سبب بنی تو سمجھ جائیں یہی روح نشین ہے، اور دور جا کر بڑا برا اثر پا گئی تب بھی سمجھ جائیں روح نشین ہے۔۔۔۔
اب تو ٹھہرا کمپلیکیٹڈ، ایک عام انسان تو قریب والا آپشن چنے گا، لیکن تو

دوسرا یقینا۔۔۔لیکن کبھی کبھی اپنے راستے سے بھٹک کر چلنا بھی چاہیے ویرے، بڑا مزہ آتا ہے بھٹک کر، بنجارگی کا اپنا نشہ ہے۔۔۔۔۔۔ویسے اس پہاڑ وجود کے اندر دبا ہوا دل تو بڑا عشق باز نکلا اوزان، مجھے نہیں تھی امید تجھے ایسے بھی بے قرار دیکھوں گا۔۔۔۔جا او کمیلا، دل خوش کیتا ای"

حسیب کا یہ روپ کسی کو بھی اس درویش لفنگے کے سحر میں ڈبو دیتا، وہ یونہی تو اوزان دایب کا یار نہ تھا، وہ اسے سمجھتا تھا، اس سے زیادہ، اور یاری تو نہ حسب نسب دیکھ کی جاتی ہے نہ اچھائی جانچ کر۔

یہ یاری تو خود دامن پر لگی دھول جھاڑ دیتی ہے۔

وہ حسیب کی سیاہ آنکھوں میں اپنے لیے دعا دیکھ رہا تھا، وہ دعا جو حسیب کو مانگنی نہ آتی تھی وہ اسکی آنکھوں کو کہنی آتی تھی۔

"محبت میں جھکنا اور مڑنا ضروری ہے کیا؟"

وہ اوزان کے سوال پر خوبصورت سا مسکرایا، اسکی گال ہتھیلی سے تھپکائی۔

"تے ہور سوہنیا! اکڑ منہ پر مار دیتی ہے محبت، کمیلا یہ تو جوتیاں بھی سیدھی کرواتی ہے۔ تو بس جھکنے اور مڑنے کا کہہ رہا ہے"

حسیب کے جواب نے اسے خوفزدہ کیا۔

وہ ایسا تو مر کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"میں اسے واپس بھجوا دوں گا، مجھ سے یہ سب نہیں ہو سکتا۔ تو جانتا ہے مجھے۔ میں جھک نہیں سکتا، اس کے لیے تو ہر گز نہیں جو روح تک مجھ پر فدا ہے۔ وہ جھکنے ہی نہیں دے گی"

اوزان کے اعتراف پر حسیب نے اسے گہری نگاہ میں سمویا جیسے اسکے اندر تک جھانکنا چاہتا ہو۔

"ٹھیک ہے تُو کر لے اپنا رانجھا راضی، لیکن میرے ہاتھ ویکھ بند ھے۔۔۔ دوبارہ مجھ سے مشورہ نہ مانگیں پھر۔ کیونکہ اگلی بار میں یہی کہوں گا کہ محبت

عشق معشوقی مار چولہے میں اور بس تین چار بچے پیدا کرو دھرتی کا بوجھ بڑھاو، کھاو پیو۔۔۔۔۔تے موج مارو"

حسیب نے منہ بسورتے ہی جو نادر مشورہ دیا اس پر اوزان نے گما کر ہاتھ اسکی گردن پر رکھا اور ایسی کراری آواز ابھری کہ وہیں کھیت میں کام کرتے مزارع بھی اس کڑ کڑاتے تھونی (گردن) پر لگتے تھپڑ پر اش اش کر اٹھے جبکہ اس بار حسیب کی رونی صورت دیکھ کر اوزان خود ہنس پڑا۔

"تجھے پیٹنے کا اپنا ہی مزہ ہے، چل بتا تیرے لیے کیسی لڑکی ڈھونڈوں"

اوزان نے مسکرا کر آفر کی جس پر حسیب نے تھپڑ کا دکھ زائل ہوتے آنکھوں میں شرارت بھری۔

"کترینہ کیف جیسی"

آنکھ ونگ کیے فوری فرمائش آئی جس پر اوزان نے اسکی خواہش سنی پھر اسکا منہ غور سے دیکھا۔

"اور جب اس کترینہ کیف کو تیری شکل دیکھائی جائے گی وہ تو صدمے سے ہی مر جائے گی پھر سے تیرے ارمان ادھورے"

اوزان نے تو بچارے کا گھر بسنے سے پہلے تباہ کیا اور اس پر وہ اس ظالم یار کو کیا ہی کہتا، اجڑے شاعر جیسی شکل بن کر اوزان کو دیکھنے لگا۔

"اصلی والی کو کونسا پرنس چارمنگ مل گیا، میرے جیسے ٹُھنے والا ہی ملا۔ تیرے اور اماں کے ہوتے حسیب خانزادہ کو دشمنوں، حاسوں کی ضرورت ہی نہیں۔۔۔ بچو مل لے مجھے میری والی، اسکی گود میں بیٹھ کر تجھے اور اماں کو ساڑوں گا"

حسیب کے اس چنے منے ارمان پر اوزان ہنسا بھی اور ہنسی روکنی محال بھی محسوس کی۔

"اس بچاری کی گود بھی سڑ جائے گی"

اوزان کو ہنستا دیکھ کر اور اسکا جملہ سنے اس بار حسیب بھی مسکراہٹ روک نہ پایا جبکہ دونوں ہنستے ہوئے جب ایک ساتھ مسکرائے تو موسم کی ساری دلکشی نے ان دو یاروں کی اس حسین مسکراہٹ کا چپکے سے صدقہ اتار لیا۔

..________________________..

"پک اپ دا فون پنار، کیوں تم مجھے آزما رہی ہو"

ناشتہ پنار نے نہیں کیا تھا نہ آج اسکی ہوسپٹل جانے کی اس وقت ہمت تھی سو وہ زرا لیٹ جانے والی تھی، دیان رات سے اسے کالز کر رہا تھا مگر پنار نے

قسم اٹھا رکھی تھی کہ بات نہ کرے گی، وہ ضد اور غصے میں بابا اور ممی پر گئی تھی اور عائشہ سیال بھی غصے کی ایسی ہی تھیں، اور جب اس نے دیان کی کال کٹ کر کے فون سوئچ آف کیا تو اپنے روم میں اضطراب کے مارے چکر کاٹتے دیان نے فون ہی دیوار سے دے مارنا چاہا مگر ایزل مریم کے بروقت کمرے میں آنے پر وہ رکا اور انکے قریب آنے پر آنکھیں بھی اذیت سے چرا گیا۔

"دیان، کیا ہو گیا میری جان"

اسکے ہاتھ سے فون لے کر بیڈ پر دھیرے سے رکھے وہ اسکے رندے اذیت دبائے ہوئے چہرے کو تکتیں اسکی گال سے ہتھیلی جوڑے بولیں کہ آواز ان ہونی کے خوف کے سبب دب گئی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کیا کروں بڑی امی، اس نے لڑنا چھوڑ دیا، اب بات بھی نہیں کر رہی۔ میں اسکے بغیر نہیں رہ سکتا"

دیان کے کرب بھرے جملوں پر اہزل مریم نے اسے پکڑ کر وہیں بیڈ کے کنارے بٹھایا اور اسکو پکڑ کر کھڑے کھڑے اپنے ساتھ لگایا، وہ بہت ڈسٹرب تھا۔

"مرد بنو، اتنے ہلکان کیوں ہو رہے ہو لڑکیوں کی طرح۔ پنار ہے وہ لڑکی؟ الماں کی بہن۔ بتاو مجھے"

بڑی امی کا اسکے بے قرار ہونے پر بھانپ جانا اور لاڈ سے پوچھنا دیان کے کرب میں خفیف سی کمی لایا۔

"جی لیکن وہ مجھ سے اظہار سنے بنا میری طرف دیکھے گی بھی نہیں اور میں نہیں کر سکتا آپ جانتی ہیں۔ جب تک وہ میرے پاس نہ آجائے یہ رسک نہیں لے سکتا بڑی امی، محبت میں رسک نہیں لیتے ورنہ سانسیں ہم پر تنگ پڑ جاتی ہیں"

دیان اسے چاہتا تھا پر شاید وہ بنا کسی مضبوط تعلق کے اسے یہ سب نہیں کہہ سکتا تھا، پرانے خوف دلوں سے یکدم نکلنے مشکل تھے۔

"ہمم ٹھیک ہے آج اوزان آئے تو میں بات کروں گی اس سے، ہم اسکا کوئی حل سوچتے ہیں۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، پنار تمہاری ہی ہے"

ایزل مریم کے شفیق ڈھارس بھرے لہجے اور لفظوں میں امید دلانے پر وہ واقعی اپنے دل کو مطمئین محسوس کر رہا تھا۔

"لیکن دادا؟ وہ مر کر بھی یہ نہیں ہونے دیں گے آپ جانتی ہیں"

دیان کی ایک فکر کم ہوئی تو دوسری وجود میں آئی۔

"جو انہوں نے میشی کے ساتھ کیا، اسکے بعد میں مزید کسی اپنے بچے کے ساتھ کوئی ناانصافی ہونے نہیں دوں گی۔ یہ مت سمجھنا کہ تم اکیلے ہو، بڑی امی تمہارے ساتھ ہیں۔ پنار بہت اچھی لگی مجھے، اور میں ہر ممکنہ حد تک

تمہارا ساتھ دوں گی۔۔۔۔ لگتا ہے اوزان آگیا۔۔۔ تم جاوہو سپٹل۔ شام کو آوگے تو میں بتاوں گی کیا بات ہوئی"

دیان کی تکلیف اگر اس گھر میں میشی کے بعد کوئی کم کرتا تھا تو بڑی امی ہی تھیں۔

" آپ سچ میں میری ہمت ہیں بڑی امی، ٹھیک ہے میں نکلتا ہوں۔ لالہ سے جو بھی بات ہو مجھے بتایئے گا"

دیان کو کافی طمانیت ملی جس پر وہ انکے ہاتھ پر بوسہ دیے مسکرا کر کمرے سے نکلا، اوزان سے اسکی ملاقات پورچ میں ہوئی جہاں وہ گارڈز سے بس روزمرہ کے حالات کھڑا دریافت کر رہا تھا۔

" آپ کہاں گئے تھے صبح صبح لالہ ؟"

دیان کی فریش آواز پر اوزان کے گارڈز کو جانے کا اشارہ کیا اور پلٹ کر خود قریب آکر رکا۔

"یونہی لانگ ڈرائیونگ کے لیے، تم بتاؤ ہوسپٹل ٹھیک چل رہا ہے۔ کوئی پریشانی تو نہیں؟"

اوزان نے سنجیدگی ہی اختیار رکھے شائستہ پر اثر انداز میں اس سے سرسری سا دریافت کیا۔

"جی لالہ سب ٹھیک ہے، انڈر کنٹرول۔۔۔ آپ میشی سے بھی مل آتے، تھوڑی خفا تھی آپ سے۔ ایسا نہ ہو آپکی بے توجہی اسے پھر سے بیمار کر دے۔ آپ جانتے ہیں نہ وہ آپکو لے کر کتنی حساس ہے"

دیان کا مشورہ اچھا تھا لیکن ابھی وہ مشائم کا سامنا نہیں چاہتا تھا تب تک جب تک وہ اسے اس حویلی میں پوری عزت سے واپس نہ لے آئے یا پھر ممکن تھا وہ یہ سب آج کل میں ہی ترتیب دے دیتا۔

"جلد ملوں گا، جاؤ تم ہوسپٹل۔۔۔ اچھا دن گزرے تمہارا"

وہ صاف صاف ٹال کر اسکا کندھا تھپکائے حویلی کی طرف بڑھا جس پر دیان بھی سرد سا سانس کھینچے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جبکہ اوزان کے قدموں کا رخ حویلی کے اندر ہی تھا مگر لان میں اسکی نظر زینیش پر پڑی تو اسکے قدم رک گئے، در حقیت دل ہی تھم گیا، وہ من مائل کرتی تھی، اپنی روح کی کشش سے۔

وہ دونوں کبوتروں کے پاس ہی لگ کر کھڑی بس انکی حرکتیں دیکھے جا رہی تھی، اوزان دائب کو امید نہیں تھی کہ اسے تحفہ اتنا پسند آئے گا۔

"اوزان!"

عقب سے ایزل مریم کی خوشگوار آواز پر وہ چونکا اور پلٹا تو وہ اوزان کی کچھ دیر پہلے زینو پر جمی نظر بھانپ چکی تھیں۔

"کہاں چلے گئے تھے صبح صبح، اور زینیش کو اتنا پیارا گفٹ بھی لا دیا۔ صبح سے یہ رومیو اور جولیٹ کے ساتھ ہی ہے، کہتی ہے ایک ہی دن میں ان کو خود سے مانوس کرنا چاہتی ہے تاکہ پنجرے سے آزادی دے انھیں"

وہ آئی جان کی باتوں کو سننے کے بیچ پھر سے زینیش کو دیکھنے لگا، اس لڑکی کو اپنے دھیان میں دیکھنا سرور و راحت بنا۔

"ایک ہی دن میں یہ مانوس نہیں ہوتے، پنجرہ کھولنے کی دیر ہے اڑ جائیں گے"

وہ ہنوز اسے ہی دیکھ رہا تھا، جبکہ ائزل مریم اسکے کھردرے پن پر دھیما سا مسکرائیں۔

"وہ کہتی ہے نہیں اڑیں گے، اڑ گئے تو واپس آئیں گے۔ لمس کی زبان سیکھنی ہو تو ان سے سیکھنی چاہیے یہ بھی کہا۔ میں تو اسی پر خوش ہوں کہ ان

کبوتروں کے بہانے ہی سہی وہ بستر سے تو اٹھی، دیکھو کتنی خوش لگ رہی ہے۔ کیا تم نے ایسی معصوم سی لڑکی کبھی پہلے دیکھی اوزان؟"

ایزل مریم کے پیار بھرے الفاظ پر اوزان نے نظر زینو سے ہٹا کر آئی جان پر ڈالی۔

"وہ بیوقوف ہے، اسے معلوم نہیں اس بار لمس کی زبان دھری کی دھری رہ جائے گی۔ یہ اگر اس نے اڑا دیے تو لکھ کر دیتا ہوں واپس نہیں آئیں گے"

وہ جان بوجھ کر اونچا بولا جس پر ایزل مریم کے ساتھ زینیش نے بھی گردن موڑ کر اوزان کو دیکھا جبکہ رات کے سرد رویے کے سبب وہ اسے خود سے روٹھی روٹھی لگی، اور انکو ساتھ لیے لان کی سمت بڑھا، سوئمنگ پول میں چمکتا نیلا سبز پانی ہوا کے لہلہاتے جھونکوں سے حرکت میں تھا، پیٹ ہاوس ابھی بھی بہت فاصلے پر تھا۔

اوزان وہیں لان میں لگی کرسی پر مغرور انداز سے بیٹھا تو ایزل مریم نے بھی ساتھ والی کرسی سنبھالی۔

زینیش نے بھی اپنے قدم اوزان اور آئی جان کی طرف بڑھائے، وہ اپنے ساتھ اوزان کی بات کا اعتراض لائی۔۔

"اگر واپس آگئے تو کیا ملے گا مجھے؟"

زینو نے کل کی بنسبت اعتماد اور خفیف سی خفگی سے عین اوزان کے سامنے آکر رکتے جتایا، ایزل مریم خود پرجوش تھیں، زینو کے سوال پر وہ جو ان کبوتروں پر نگاہیں ٹکائے ہوئے تھا گما کر زینو کو دیکھنے لگا۔

"جو مانگو گی ملے گا"

اوزان نے سر اکڑاتے کہا جس پر زینو کے دل میں خفیف سی جلن جگی، خود پر جمی ان سنہری منور آنکھوں سے پریشان ہوتے ہوئے وہ اسے دیکھنے لگی لیکن پھر خود کو اسکی مستقل نگاہوں کی تپش کے آگے مضبوط کیا۔

"سوچ لیں مسٹر کمیلئین، میں کچھ عام سا نہیں مانگوں گی"

اوزان کی بسنت وہ اسے اس نام سے پکارتی زیادہ خطرناک لگی، ناجانے یہ کل پنار کے سمجھانے کا اثر تھا یا رات اوزان کے ہاتھ جھٹکنے کا کہ وہ تھوڑی مضبوط ہوگئی، زینیش کے لہجے میں ٹھہرے استفہام اور آنکھوں میں رقم بے یقینی پر اوزان کو اپنی ناانصافی یاد آئی، کل اس لڑکی کو جس طرح ٹھکرا کر وہ ایک ایک سانس کرب سے گزر کر رات گزار پایا یہ وہی جانتا تھا سو زینیش کو کسی ایسی شرط سے باندھنا ضروری تھا کہ وہ جلدی اسکی زندگی سے چلی جائے۔

"اینی تھنگ یو وانٹ، لیکن صرف دو دن ہوں گے تمہارے پاس۔ اگر یہ دو دن میں واپس نہ آئے تو تمہیں وہ کرنا ہوگا جو میں کہوں گا۔ آئی جان گواہ ہیں ہمارے اس معاہدے کی"

اوزان کے ساتھ یہ کھیل کھیلنا عام نہیں تھا، جہاں زینیش کو یقین تھا کہ وہ لوٹ آئیں گے، اوزان کو بھی تھا کہ اتنے کم وقت کے لمس وہ یاد نہیں رکھ سکتے۔

جبکہ ایزل مریم کا دل خوفزدہ تھا، کیونکہ نتائج کچھ بھی نکل سکتے تھے۔

"مجھے منظور ہے، میں انکو آج شام چھ بجے پنجرے سے آزاد کر کے اڑا دوں گی"

زینیش نے فوری ہامی بھری اور پھر ایزل مریم کو دیکھا جو خود اوزان کے اس کھیل کو سمجھ نہ سکیں جبکہ زینیش اس شخص کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت اور نرمی دیکھ کر خوفزدہ بھی تھی اور الجھی ہوئی تھی کہ وہ نفرت سے کیوں دیکھتا ہے، وہ سامنے تھی پر اوزان نے اس پر سے نظر ہٹائی تو زینو کو اپنا آپ بے وقعت لگا تبھی وہ چپ چاپ وہاں سے اندر حویلی کی طرف بڑھی۔

"اگر وہ ہار گئی تو کیا کرو گے؟"

آئی جان کے یاسیت بھرے سوال پر اوزان نے اپنی پتھر نظر ان کبوتروں سے ہٹائی۔

"ہار گئی تو اسے واپس کوٹ جانا ہو گا، ہمیشہ کے لیے۔ اور اسکے جانے کے ساتھ ہی اوزان دایب انصاری کی زندگی میں شادی نامی چیپٹر بھی پہلے کی طرح کلوز ہو جائے گا۔۔۔۔ میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں آئی جان، اجازت ہے"

وہ تھکا ہوا نہیں تھا پر اس وقت نیند آرہی تھی اور اسے سونا تھا ورنہ سر درد کرنے لگتا، تبھی ایزل مریم نے بھی دیان اور پنار والی بات ابھی نہ کی اور اسے اجازت دی جس پر وہ رسان سے سر ہلائے نہ صرف اٹھا بلکہ حویلی کے اندرونی سمت بڑھ گیا۔

جبکہ ایزل مریم ضرور اوزان کے ہارنے کی دعا کرنے پر پہلی بار مجبور تھیں اور انکی ساری دعائیں زینو کے جیتنے کی طرف تھیں۔ خدا خیر کرے۔

..______________________________..

"میں ابھی بھی آپ سے مکمل ناراضگی نہیں ہٹا رہا دادا سائیں، آپ زینو کے تب تک مجرم ہیں جب تک اوزان کی زندگی کے ساتھ وہ اسکے دل کی بھی مکین نہ بن جائے۔ ہاں میں جانتا ہوں مشائم نے اچانک میری زندگی میں آکر وہ خلاء کافی تک بھر دیا لیکن آپ سب نے مل کر میرے ساتھ جو کیا وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا"

وہ کوٹ آیا تو خان سانول سیال کے رکے دل کی دھڑکن بحال ہوئی لیکن عائشہ سیال خوش نہ تھیں، خاص کر المان کے اس طرح نکاح پر، اور پھر انصاریوں نے جو زلت دی اس پر المان کی خاموشی انکا دل الگ چھلنی کر رہی تھی، وہ لنچ ان دو کے ساتھ کر رہا تھا۔

"جو ہوتا ہے بہتری کے لیے ہوتا ہے پتر، جب بات انسان کے ہتھوں نکل جاتی ہے تو وہ سوہنا رب بیڑے خود پار لگاتا ہے۔ تُو جس طرح دادا کے دل کو

چیڑ کر گیا تھا میں بھی نہیں بھول سکتا، تُو تو میری مجبوریاں سمجھتا تھا یار، میں بھی اپنا دکھ اس سوہنے کے آگے رو بیٹھا۔ رہی بات زینو کی، وہ اپنے حصے کے دکھ اٹھائے گی تبھی تو سکھ پائے گی۔ میں مجرم ہوں اسکا پر میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے"

وہ اب بھی دکھی تھے، الماں کے رویے نے انکو بہت دکھ دیا تھا، جبکہ عائشہ سیال کی خاموشی میں طوفان چھپا تھا۔

"میں کبھی مشائم کو اپنی بہو نہیں تسلیم کروں گی، جس زلت کے سنگ ان بے رحموں نے میرے بیٹے کے کردار پر کیچڑ اچھالا، مجھ سے امید مت رکھیے گا کہ میں انصاریوں کے خون کو گلے لگاؤں گی۔ خاص کر اس دایب کی بیٹی کو"

ان دو کی سننے کے بعد عائشہ کی تند، بے رحم اور غصیل آواز ابھری جس پر خان سانول سیال اور الماں دونوں نے عائشہ کو نا امیدی سے دیکھا۔

"وہاں سب کو المان کے کردار پر یقین تھا عائشہ، بس یہ اس شمشیر کی پرانی عادت ہے۔ اپنا کیا کرایہ دوسروں کے سر تھوپنا۔ اچھا ہوا وہ بچی اس خبیث دادے کے سائے سے نکل کر ہمارے پاس آگئی، دایب کی بیٹی ہے تو اس میں اس بچاری کا کیا قصور۔ اس نمانی کو تو اپنے باپ کی صرف حسرت ملی ہے، یہ مت بھول پتری کہ اس بچی کی تربیت ایزل مریم نے کی ہے۔ نہ ایسے سنگدل لفظ بول میرے بچے، ہم پر یہ سفاکی نہیں جچتی"

سانول سیال نے عائشہ کو ایسا سخت بولنے سے ٹوکا پر وہ زخمی سی نظر ڈال کر ہی انکا دل دہلا گئیں۔

"جو بھی ہے وہ میری بہو کبھی نہیں کہلائے گی، آپ لوگ اسے میری ضد سمجھیں یا تکلیف۔ کتنے ارمان تھے مجھے المان کی شادی کے، سب خاک میں ملا دیا ان بدبختوں نے۔ اوزان سے امید تھی آپکو؟ کچھ نہیں ہوگا اس سے۔ اپنے باپ کو مجرم نہیں کہے گا، دیکھ لیجئے گا جب اسے سچائی پتا چلی تو اپنے

دادے کا ہی ساتھ دے گا۔ منہ بھی تو چھپانا ہے ان لوگوں نے۔ کمظرف خاندان"

عائشہ کے اندر شاید غم و غصے کا طوفان برپا تھا تبھی تو پھٹ پڑیں۔

"اوزان ناانصاف نہیں لگا مجھے، کچھ تو ہو گا اس بندے میں کہ اسے اللہ نے زینو کے دل میں ڈالا۔ اور آپ کیوں میشی کے پیچھے پڑی ہیں اماں سائیں۔ وہ معصوم سی لڑکی نہیں جانتی اس خاندانی دشمنی کو اور پلیز میں اسے ان سب دشمنیوں سے دور ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کا یہ رویہ وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی، بہت حساس ہے۔ اور اس نے کیا بگھاڑ لیا ہے کسی کا جو آپ اسکے باپ کے حصے کی نفرت اسے دینے کا کہہ رہی ہیں۔"

المان نے یہ ناانصافی سہی نہ گئی، جبکہ سانول سیال اسکی بات سے متفق تھے، بھلا اس سب میں مشائم کس وجہ سے نفرت سہتی۔

"آپ دونوں کا دل بہت بڑا ہو گا لیکن عائشہ سیال کا دل بہت چھوٹا ہے، مجھ سے وہ مت مانگنا الماں جو میں نہیں دے سکتی۔ بھوک مر گئی ہے میری، تمہارے دل میں اس کل کی آئی دشمنوں کی لڑکی کے لیے ہمدردی دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا، تمہاری خامشی پر حیرت بھی ہے، وہ لوگ تمہاری کردار کشی کرتے رہے اور تم چپ چاپ سنتے رہے۔ آگ لگا آتے اور میشی کو انکے منہ پر مارتے تب مجھے سکون ملتا"

عائشہ واقعی اس وقت عقل سے پیدل صرف تکلیف میں مبتلا تھیں تبھی تو الماں اس درجہ سنگدلی سے انکے حقارت عیاں کر کے اٹھ کر چلے جانے پر پیچھے جانا چاہتا تھا پر دادا کے اشارے پر رک گیا۔

"چھوڑ دے اسے پتر، گڑیا اسکی دوست تھی۔ بیسٹ فرینڈ بس تبھی وہ ان لوگوں سے نفرت کرتی ہے۔ میں سمجھاوں گا تیری ماں کو، تُو میشی کے ساتھ کوئی بُرا برتاو نہ کرنا میرے شیر۔۔۔ اسے بتانا کہ تو خان سانول سیال کی تربیت ہے"

داداکے پیار سے سمجھانے اور امید لگانے پر وہ مبہم سا مسکرا کر سر ہلا گیا۔

" آپ نے بہت برا کیا میرے لیے رو کر، نجانے کونسی دعائیں مانگتے رہے ہیں، میں نے اپنی تنہائی کا ماتم بھی ابھی نہیں منایا تھا کہ وہ مشائم پتا نہیں کہاں سے آگئی۔ خوش تو بہت ہوں گے آپ دادا حضور "

المان کے لہجے میں شکوہ تھا پر کوئی خان سانول سیال سے پوچھتا کہ وہ کتنے خوش ہیں، تبھی تو ہنس پڑے۔

"تو کیا نہیں ہونا چاہیے، تیری سونی زندگی میں وہ دبے پیر آئی اور تیری اسکے لیے دلبستگی بتا رہی ہے کہ بہار بھی برپا کر گئی۔ اسکے ساتھ برا نہ کریں المان، دل سے لگا کر رکھیں۔۔۔۔ "

وہ شاید دادا سے کہیں درجے مہربان تھا تبھی تو انکی تاکید پر مسکرا دیا۔

"لگ گئی ہے دل سے، بہت بری طرح دادا سائیں۔۔۔اسکی شرارت اور معصومیت بہت پیور ہے۔ میرے سارے ارادے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آپکو ستانے کے، آپکو سزا دینے کے"

وہ روٹھا ہوا تھا اب بھی پر سانول سیال کو الماں کے اندر راحت نظر آرہی تھی۔

"ہاہا شیر کی بچی نکلی یعنی، تجھ جیسے خالی کو پورا کر گئی۔ میرے کلیجے میں ٹھار پڑ گیا۔ میں عائشہ کو سمجھاوں گا وہ سمجھ جائے گی پھر اگلی بار اسے ساتھ لے آنا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں اپنی ماں کو لے جا۔ میشی کے ساتھ رہے گی تو ہو سکتا ہے دل کا ساڑھ ہولا ہو۔"

دادا کی تجویز بھلی تھی پر پھر وہ اکیلے ہو جاتے۔

"لیکن آپکی طبعیت؟"

الماں نے فکر سے کہا۔

"میں اب ٹھیک ہوں یار، ہٹا کٹا ہوں۔ سارا دن تو پنچائیتی میدان میں گزر جاتا ہے۔ اور گامہ اور نظیرا ہے نہ میری دیکھ بھال کے لیے۔ جا اسے کہہ تیار ہو جائے۔ لے جا اسے۔ شوہر سے بھی گھبرائی ہو گی، سسر کی وجہ سے اپنی رانجھے سے دور رہ رہ کر بھی کڑوی ہو گئی ہو گی۔۔۔"

دادا کے ہنس کر کہنے پر وہ بھی مسکرایا جبکہ لنچ کے بعد وہ جب کمرے میں ممی کو کہنے آیا تو وہ اپنے کمرے میں کاوچ پر بیٹھیں اپنی اور گڑیا کی تصویر نکال کر آنسو بہا رہی تھیں، الماں بھی پاس آیا اور انکے ساتھ بیٹھے ہی اپنے پہاڑ وجود میں عائشہ کو سمویا۔

"مت روئیں، حقیقت کو مان لیں اماں سائیں۔ ہم انسان بہت سے معاملات میں بڑے بے بس ہوتے ہیں۔ آپ مشائم سے مل کر تو دیکھیں، وہ آپکا بھی دل موہ لے گی"

وہ اس وقت بہت ہرٹ تھیں تبھی الماان کی بات پر اسے جن نظروں سے دیکھنے لگیں وہ سالم دل چباتی محسوس ہوئیں۔

"یعنی تمہارا دل موہ لیا اس نے؟"

یہ سوال کرتے عائشہ کی آنکھوں میں اذیت تھی۔

"جی، سکون ملا مجھے اسکے ہونے سے۔ جو اجڑ گیا تھا۔ چلیں میرے ساتھ۔ بابا کو مس کر رہی ہوں گی جانتا ہوں، وہی آپکو اس اذیت سے نکالیں گے۔ دادا سائیں کہہ رہے ہیں وہ اب بہتر ہیں اور ماں کو لے جاو۔۔۔ پلیز ممی صرف ایک بار میرے کہنے پر آپ مشائم کی طرف پیار بھرا قدم بڑھائیں۔ وہ دس بڑھائے گی اتنی پیاری ہے"

وہ الماان کے اس قدر جلد بدل جانے پر بہت دکھی تھیں۔

"تم اتنی جلدی بہل گئے؟ کل تک زینو کے کھو جانے پر سبکو خون کے آنسو رلا کر گئے تھے۔۔۔ کیا وہ ہم سب سے زیادہ پیاری ہے جو تمہیں آتے ہی

اس نے سنبھال لیا۔ ان فیوچر پکے زن مرید بنو گے تم المان صاف دیکھائی دے رہا ہے۔۔۔ انصاریوں کی لڑکی تمہیں اپنے اشاروں پر نچائے گی یہ دن دیکھنا رہ گیا تھا"

ماں کے شکوے پر وہ بے اختیار مسکرایا، وہ جیلس سی تھیں اور پریشان بھی۔

"زینو سے احساس کا رشتہ تھا میرا جو ہمیشہ قائم رہے گا، لیکن مشائم سیدھی دل کو لگی ہے۔ وہ نہ سمجھدار ہے نہ ہوشیار۔ پتا نہیں میرے ساتھ سجتی بھی ہے یا نہیں۔

وہ ایک باپ کے لمس کو ترسی انکی ناگہانی موت کے دکھ سے بھری ہوئی، ماں اور بھائی کے بے جا لاڈ کے سنگ بظاہر سنبھل کر زندگی اپنے خواب کی طرح گزارتی ایک معصوم سی لڑکی ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتا اسکی یہ امیجینیشن دنیا ایفیکٹ ہو۔ میرا ساتھ دیں اماں سائیں، کیونکہ دل سے تو میں اسے اب الگ نہیں کر سکتا نہ۔۔۔ قبول کریں پلیز"

الماں کے جذبات، اسکی وابستگی عائشہ کو لاجواب کر گئی، لیکن وہ سر جھٹک گئیں جیسے ابھی اسکی سننے کے موڈ میں نہ ہوں لیکن وہ اسکے ساتھ جانے کو ضرور تیار ہو گئیں کیونکہ جواد کے بنا وہ بہت اداس تھیں اور وہ بھی عائشہ کے بنا افسردہ۔

الماں کو امید تھی کہ عائشہ سیال بھی ایک ہی دن میں میشی کی گرویدہ ہو جائیں گی مگر اس بار الماں غلط تھا کیونکہ عائشہ مزاجاً ہرگز نرم نہیں تھیں۔

..________________________..

"کافی بہتر لگ رہے ہیں آپ"

نرس کے ہمراہ وہ کورونری کیئر یونٹ کے راونڈ پر تھا، بیڈ نمبر تھری پر ایک عمر رسیدہ پیشنٹ تھے جو ایک ارٹسٹ بھی تھے، پچھلے ایک ہفتے سے وہ ان سٹیبل اینجینا، اور cardiac dysrhythmia کے سبب ایڈمٹ تھے، لیکن ان ایک ہفتے میں وہ ہر آتی جاتی مانیٹرنگ پر موجود نرس، اور

مرسیز ((male nurse کے علاوہ ڈاکٹرز کا بھی ایستھیٹک سکیچ بنا چکے تھے اور یہاں سب ہی انکا ایکسٹرا خیال رکھتے۔

"میں بہتر نہیں ہوں بس لگتا ہوں ڈاکٹر دیان، لیکن آپکے لیے ایک گفٹ بنایا ہے"

وہ انکی ہارٹ بیٹ، پلس ریٹ، بی پی اور ٹمپریچر نرس کی تھمائی فائیل پر چیک کرتا مسکرا کر انکی طرف متوجہ ہوا۔

"اچھا، کیا بنایا ہے۔۔۔ دیکھائیں"

دیان نے انکی فائیل واپس نرس کو تھمائی اور تجسس سے وہ سلمان نامی اس پیشنٹ کو دیکھنے لگا جس نے کچھ ہی لمحوں بعد اپنی سکیچ بک اٹھا کر کھولی اور سب سے اوپر والا وائیٹ پیر اس میں سے نکال کر دیان کی طرف بڑھایا۔

دیان نے جب اس آدمی کا تھمایا سکیچ پکڑ کر اپنے سامنے کیا تو حیرت سے وہ انکی طرف دیکھنے لگا۔

اس آدمی نے دیان اور پنار کا اکھٹا سکیچ بنایا تھا، ساتھ کھڑی نرس اور جب باقی پیشنٹس نے بھی سکیچ دیکھا تو سب شریر سی ہوٹنگ کرتے ہنسے پر دیان نے ایسی ظالم گھوری دی کہ سب کے دانت اندر گھسے۔

"آپ جانتے ہیں آپ نے مجھ شریف کے ساتھ کس اتھری گھوڑی کا سکیچ بنا دیا"

دیان نے کیئر یونٹ کی طرف آتی پنار کو دیکھ لیا تھا جو کچھ دیر پہلے ہی ہوسپٹل آئی جبکہ دیان نے جان بوجھ کر اونچی آواز رکھی جس پر پنار کی توجہ بھی بھٹکی۔

"اتھڑی گھوڑی تو نہیں ہیں، وہ سفید پروں والی شہزادی ہیں ڈاکٹر دیان۔ جو انجکشن بھی لگائے تو لگتا ہے ہوا چھو کر گزری ہے، سینہ اوزار سے چیڑ بھی دیں تو لگتا ہے اندر زندگی کے آثار اتار رہی ہیں، ہیل ہو رہا ہے سب۔ میں نے کل خواب دیکھا، آپ دو کو ساتھ دیکھتے ہی صبح جاگا اور یہ بنایا"

پنار کے قدم ان موصوف کی آواز نے جکڑے جبکہ دیان نے نظر گما کر اس سفید پروں والی شہزادی کو دیکھنا چاہا جو آج سج میں وائیٹ لباس میں بہت اجلی اور دیان آریز کی آنکھوں کو بھلی لگی، دل اسکے قدموں میں فنا ہونے کو مچلا، اسکی وارفتہ والہانہ نگاہیں پنار کو دم گھوٹتی محسوس ہوئیں۔

"جو بنا اوزار کے بھی دل اور سینہ چیر دیتی ہے، اسے کیا نام دیں گے آپ؟"

دیان پوچھ سلمان صاحب سے رہا تھا لیکن اسکی زخمی آنکھیں اس خود سے لاپرواہ دلکش پنار سیال پر جمی تھیں جو کسی لیڈی پیشنٹ کے ساتھ محو گفتگو تھی، اپنا دھیان بھٹکا رہی تھی۔

"میری طرف دیکھنا بند کرو لنگور، سب کے سامنے آکورڈ کر رہا ہے۔۔۔ تمہاری ان نظروں کی اب کوئی اہمیت نہیں دیان آریز، تم نے بہت بڑا موقع گنوایا ہے۔اب ترس بھی جاوگے نہ یہ بتانے کو کہ پنار کیا ہے تمہارے لیے تب بھی موقع نہیں دوں گی"

وہ بھی بظاہر اپنے پروفیشنل روپ میں کام میں مگن تھی لیکن اس تکلیف کو کیسے بھلاتی جو دیان کے سبب کل سے اس سے لپٹی تھی۔

"وہ پسند ہے آپکو؟ سفید پروں والی شہزادی"

دیان کی نظریں سلمان صاحب نے بھانپتے رازدارنہ سی سرگوشی کی جسے صرف دیان ہی سن سکا۔

"نہیں کالی زبان والی چڑیل۔۔۔ آپ زیادہ فری نہیں ہو رہے مسٹر آرٹسٹ۔ آپکو پتا نہیں کس قدر منہ پھٹ آدمی ہوں، ایسی نک چڑھی لڑکیوں سے مجھے کوئی لگاؤ نہیں۔۔۔۔"

وہ اس بار بھی جان کر اونچا بولا اور مزید پنار سے برداشت نہ ہوا۔

"نک چڑھی کسے کہا ہے آپ نے ڈاکٹر دیان؟"

شرٹ کی آستیں چڑھاتی وہ ان لیڈی پیشٹ کے بیڈ سے گھوم کر سامنے آئی، سارے لگ بھگ سات آٹھ پیشنٹ اب میدان میں آنے پنار اور دیان کو شرارتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کہا ہے، اور یہاں کسی کی مجال ہے جو دیان آریز کے سامنے چوں چاں کرے"

وہ بھی جیسے لڑنے کو تیار پنجے لڑانے پر آمادہ تھا۔

"کیونکہ سب آپکی اس لمبی زبان کے قہر سے پناہ مانگتے ہیں، ڈرتا کوئی نہیں ہے آپ سے کسی خوش فہمی میں مت رہیں"

پنار نے بھی کوئی بدلا ادھار نہ رکھا، وہ لڑ رہی تھی اور دیان کو سکون ملا۔

سارے کو نروی وارڈ کے مریض، نرسیزیوں تھے جیسے سامنے کوئی رومینٹک مووی چل رہی ہو۔

"تم ڈرتی ہو مجھ سے ڈاکٹر پنار، اور میں یہاں کھڑے سب کے سامنے یہ ثابت بھی کر سکتا ہوں"

دیان صاحب نے چوکا مارتے ہی ماحول کو آگ لگائی جبکہ اس چھچھوندر کے اس دعوے پر پنار کو تو تلووں آگ لگی اور سر پر بجھی، چہرہ آتشی ہوا۔

"ہنہ۔ خوش فہمی کا لیول تو دیکھیں آپ سب انکا۔ کریں ثابت۔۔۔۔ ہمت ہے تو ڈرا کر دیکھائیں ڈاکٹر پنار سیال کو"

آج وہ بھی جیسے سارے انتقام لینے پر آمادہ تھی، سب سامعین کے دل کی دھڑکنیں تھمیں جب دیان نے اپنے قدم پنار کی طرف بڑھائے اور دیان کے یوں سبکے سامنے قریب آنے پر وہ چہرے پر اتر آتے رنگ کوشش کے باوجود نہ دبا سکی۔

"میں تمہیں ڈرا سکتا ہوں ڈاکٹر پنار، سوچ لو مجھ سے بہت برا ہارو گی۔۔۔ ابھی بھی وقت ہے ہار مان لو"

مریض سارے آدھے آدھے ٹیم ون اور ٹیم ٹو میں بٹے، یکدم وہاں دو ٹیمیں بھی تشکیل دی گئیں جبکہ پنار کی آنکھوں کا ابھی سے اُمڈتا خوف وہ محظوظ ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"آپ سے ہار ماننا میری ہمت کی توھین ہے مسٹر، پنار سیال ہوں میں۔ ڈرنا میرے لہو میں ہی نہیں"

وہ اسکو نیچا دیکھانے کو بول تو بہت بڑا بول گئی مگر جب وہ اسکے بالکل چند انچ کے فاصلے پر ہال کے مڈ میں لگے پلرر کے ساتھ اسے لاک کر گیا تو پنار کے رونگٹے سے کھڑے ہوئے، اوپر سے سب ان دو کو ہی دیکھ رہے تھے، پنار کا دل چاہا سبکی آنکھوں پر ہاتھ رکھ آئے یا دیان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پرے کرتے بھاگ جائے پر یوں وہ ہار جاتی۔

"تم ڈرتی نہیں ہو، لیکن تم کانپ رہی ہو پنار سیال۔ صرف میرے اتنے فاصلے کے باوجود تم تک میری آگ لپک رہی ہے"

اس بار اسے دیان کی سر گوشی لہو میں گھلتی محسوس ہوئی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ساتھ ہی پڑے سٹینڈ پر رکھے خود کو سہارہ دیا۔

"مجھے ہرانے کا بہت شوق ہے آپکو دیان آریز؟ آپکے شوق کی خاطر ہار بھی جاتی لیکن اگر مجھے کوئی مان تھمایا ہوتا آپ نے۔ اب آپکے یہ اوچھے ہتھکنڈے مجھے پگھلا نہیں سکتے۔ میں نے ڈرایا تو آپکی روح کانپے گی، وارن کر رہی ہوں"

وہ بھی دھیمی سی بولی لیکن اسکا لفظ لفظ دیان کو جلا کر راکھ کرتا گیا، وہ اس تھم جاتے سینے والے شخص کو خود سے پرے دھکیلتی جیسے ڈرنام کی دھجیاں بکھیرتی وہاں سے گئی، ہر کوئی دیان آریز کی طرح اپنی جگہ تھم گیا۔

وہ بھی جیسے پیچھے ہی لپکا تو کورونری کیئر یونٹ میں بھی عجیب سی سوگواری چھا گئی، وہ سب تو آج مل کر انکا پیچ آپ کروانے والے تھے۔

وہ کوریڈور میں تیزی سے قدم عبور کرتی جارہی تھی جب اسکی کلائی اچکتے ایک بات پھر دیان نے اسکو کھینچتے ہی روبرو کیا۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو، ٹیس پے ٹیس کررہی ہو۔میری آنکھوں میں کیوں نہیں جھانکتی؟ بد دماغ ہو، لیکن آندھی بھی ہو گیا؟"

وہ اس پر بگھڑا جیسے نا جانے وہ اسکی جان نوچ کر آگئی ہو۔

"اندھی نہیں ہوں جنونی ہوں، جو میرا ہے وہ میرا ہونے کا اعلان کرتا پھرے تب بھی کم ہے میرے لیے۔آپکو کس چیز کی جلن ہے، میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔کہا ہے نہ سب ختم۔۔۔بھاڑ میں گیا جو بھی تھا، پھر مجھے بار بار اپنے سامنے لا کھڑا کرنے کی کیا تک بنتی ہے۔"

پنار نے اپنا لہجہ عضیل کرتے دگنا کاٹ دار وار کیا۔

"ٹھیک ہے میں جس مرضی سے فلرٹ کروں، جس مرضی لڑکی سے بات کروں۔تم چپ چاپ دیکھو گی"

وہ اسکی بات پر قہقہہ لگاتی ہنسی بھی اور دیان کو خود سے دور بھی کیا۔

"میں آگ نہ لگادوں ایسے منظر کو، ہوتے کون ہیں آپ میرے مناظر ترتیب دینے والے۔ پنار اپنی آنکھوں سے وہی دیکھے گی جو دیکھنا چاہتی ہے سمجھے آپ۔ کریں فلرٹ، بات کریں لڑکیوں سے۔ ان سب کے قتل آپکے سر پر ہی تھوپ کر جاوں گی۔ میری مہارت اور سفاکیت کو انڈراسٹمیٹ مت کیجئے گا ڈاکٹر دیان۔ میں بہت خونخوار لڑکی ہوں"

وہ غصے میں بہت کچھ ایسا کہہ گئی جو دیان آریز کے دل کو جلانے کے ساتھ مست بھی کر گیا۔

اسے کھولتی بلا کی طرح وہاں سے جاتا دیکھے وہ جان لیوا سا ہنسا۔

ایسی لڑکی ملی تھی جو جذبات واحساسات کو آگ لگانے میں لمحہ نہ لگاتی۔

"مان گیا تم بہت خونخوار ہو، لیکن میرے دل کا جو قتل کر رہی ہو نہ پنار سیال، اس پر سارے مرہم بھی تمہی سے لگواوں گا اور وہ بھی بہت عنقریب۔۔۔۔جان لے لوں گا تمہاری بھی"

وہ جس طرح اس کو جاتا دیکھ کر متبسم بے خود خود کلامی کر رہا تھا وہ منظروں کو دہلا چکی تھی۔

..________________________..

وہ بہت افسردہ تھی پر پر امید بھی تھی کہ اپنے ہاتھ لگے یہ پرندے واپس لوٹ آتے دیکھے گی، اور انکے لوٹ آنے پر اوزان سے اسکو مانگے گی، مکمل۔

زینیش نے دونوں کے سر کو چوما اور باری باری پنجرے سے اس نارنجی شام کے لمحے آزاد کیا تو وہ پھڑ پھڑاتے ہوئے اڑان بھر گئے، اور وہ انکو دھندلائی آنکھوں سے دیکھتے پلٹی ہی جب اوزان کے چوڑے سینے سے ٹکرائی۔

وہ بے ارادہ اسکی گرد بازو لپیٹ گیا تو زینو نے سہم کر آنکھیں اٹھائیں، وہ نیند لے کر بھی بے سکون تھا لیکن اس لڑکی کو چھو کر راحت پا گیا۔

"تم نے اڑا دیا انھیں؟"

اوزان نے اسے آزاد کرتے ہی بیچ کا فاصلہ بنایا جس پر وہ بول نہ سکی بس سر ہلایا کیونکہ گلے میں آنسوؤں کا پھندا پھنسا تھا۔

"وہ نہیں آئیں گے، اپنے دماغ کو تیار کر لو میرے فیصلے کے لیے۔ وہ تمہاری جان پر بھی بن سکتا ہے"

وہ اب بھی بے رحم تھا، ایک فاصلے کے باوجود زینیش کو لگا اس سے اوزان کے جسم سے اٹھتی امجاد کی خوشبو آنے لگی ہے۔

"آپ یہ سوچیں میرا مطالبہ اگر جان پر بننے کے علاوہ آپکی جان بھی لے گیا تو کیا ہو گا؟ کیونکہ مجھے اپنے ہاتھوں کی قوت پر بھروسہ ہے۔ جنھیں یہ چھو لیں وہ سانس لیتے جسم زینیش کے اسیر ہو جاتے ہیں"

وہ بالکل خوفزدہ نہ تھی بلکہ پر امید تھی اور اوزان اسکی آنکھوں کا یقین دیکھ کر حیرت زدہ تھا، وہ بے اختیار اسکا ہاتھ دیکھنے لگا جو اس نے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے، گلابی ملائم ہاتھ، وہ جانتا تھا اس لڑکی کے ہاتھ کی کشش بہت قوی ہے پھر بھی جھٹلا گیا۔

"بہت زیادہ اعتماد ہے تمہیں خود پر؟ ہاتھ ہیں یہ کوئی دل نہیں جو دھڑکنوں سے سامنے والے کو جکڑ لیں گے"

وہ اب بھی اکڑا تھا، غرور سے آنکھوں میں سختی در آئی جس پر وہ مدھم خوشبو کے پر عطر پیرہن میں لپیٹی سادہ سی لڑکی مسکرائی تو اوزان دایب کے دل سے کھیل گئی، اس لڑکی کا سادہ مگر حشر برپا کرنے والا لہجہ اوزان کے حواسوں پر بھاری تھا۔

"دل بھی تو جوڑا تھا، میں نے"

وہ اسکی آنکھوں میں خود کو دیکھنا چاہتی تھی پر اوزان نے مہارت سے نظر چرا لی۔

"رومیو اور جولیٹ سے۔۔۔ آپ کا نہیں کہہ رہی"

وہ اسکو ادھوری بات سے دہلا کر جانے لگی تو اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑا، زینو نے اپنی خوش بخت ہتھیلی کی قسمت پر رشک کیا جو اوزان کے خوبصورت ہاتھ میں مقید کسی کو بھی اپنا گرویدہ کر سکتی تھی۔

وہ پھر سے روبرو ہوئی، اسکی خوشبو میں سانس بھرنا اوزان کے اعصاب پر قہر بنا، وہ اس لڑکی کا چہرہ توجہ اور نگاہوں میں لیے جائزہ لینے لگا، ہاتھ لگائے میلی ہوتی دلکشی کے ساتھ ساتھ زینیش کی آنسوؤں کی باریک تہہ تلے دبی سنہری ہم رنگی آنکھوں کا سحر اسے کسی بھی لمحے اپنے آپ میں گھول سکنے کا ماہر تھا۔

وہ اوزان کی بے خود ہوتی کیفیت دیکھ کر آزردہ ہوئی، وہ دیکھ سکتی تھی وہ اپنے کہے سے مکر رہا تھا۔

"تم رات سوئی نہیں ہو؟"

وہ جو اس سے اس وقت بہت شدت سے گلے لگنا چاہتی تھی، ایسے سوال پر حیران ہوئی۔

وہ اسے اب بھی براہ راست مرہمی اور محروم نگاہوں میں لیے دیکھ رہا تھا، زینش کی جان جا رہی تھی۔

"نیند ن۔۔ نہیں آپائی۔ کوئی سرہانے بیٹھ کر بابا کی طرح سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے والا نہیں رہا سو نیند اب اچھی نہیں لگتی"

وہ زخمی سا مسکرائی اور اوزان کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے، بہت کوشش کی اسکا ہاتھ چھوڑ دے لیکن کمبخت ایسا دل منافق ہوا کہ اوزان کے بس میں کچھ نہ رہا، وہ اسکے دو قدم مزید قریب ہوئی تو پھر سے دونوں

کے بیچ میں موجود روح کی کشش بیدار ہوئی، اپنے اور زینیش کے بیچ بڑھتی قربت کا احساس اسے ہو رہا تھا پر عجیب بے جان سی کیفیت تھی کہ جیسے بہت تیز دھوپ کے سفر میں واحد چھاوں دیتا درخت ہو، جسکی چھاوں سے نکلنا بھی ضروری ہو اور دل پھر سے دھوپ کی سختی سے ڈر بھی رہا ہو۔

وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ کے قوی لمس سے ہار رہا ہے، وہ اسے دور جانے دینا مشکل جان رہا ہے، جان پر بن رہی ہے، اور وہ سب سن رہی تھی، روح کی سماعت کے سنگ۔

"ہاتھ چھوڑ دیں اسیر ہو جائیں گے"

یہ کہتے ہوئے زینیش کی آنکھوں میں نمی اتری لیکن اوزان نے اسکے اور اپنے ہاتھ کو دیکھا پر آزاد نہ کیا، وہ مشکل میں تھی۔

نہ دور جا سکتی تھی نہ اسکے گلے لگ سکتی تھی، وہ سنگدل اسے بیچ میں حائل رکھ کر آزما رہا تھا۔

"چ۔۔ چھوڑ دیں نہ"

اس بار اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ آزاد کرواتے زینو کی متانت بھری سسکی نے اس رقص کرتی معنی خیز خامشی کو توڑا اور جب اسکے شدید مزاحمت کرنے کا احساس ہوا تو اوزان نے یکدم ہاتھ چھوڑا اور گھبرا کر چہرہ بھی اس روح نشین سے موڑ گیا۔

"چھوڑ دوں گا، بہت جلد"

اوزان کے لہجے میں تیرتی حرارت نے زینیش کی آتی جاتی سانس منتشر کی۔

"اس بے بسی سے اچھا ہے تم دونوں کبھی لوٹ کر نہ آو رومیو جولیٹ اور اوزان مجھے خود سے مکمل دور کر دیں۔۔۔۔۔۔پ۔۔۔ پلیز مت آنا واپس۔۔۔۔ کبھی مت آنا۔۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ چھوڑ دیں گے تو انکو مجھے چھوڑنے دینا۔ زینیش نہیں چاہتی کہ وہ کبھی ہاریں۔۔۔۔"

اپنے ہاتھ کو روک کر تکتی وہ وہاں سے ایزل مریم والے کمرے کی جانب سے حویلی کے اندر چلی گئی، اور اسکی سرگوشی وہ اس بار بھی سن چکا تھا، دھڑکنوں کی رفتار اس لڑکی کی خوشبو نے پھر سے تیز کی جو اسکے جانے کے بعد بھی اوزان کو اس ٹھنڈی ہوا میں گھلی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس سے پہلے وہ دل کے بے قرار ہونے پر سارے عہد وپیماں بھاڑ میں جھونکتا اسکے پیچھے ہی لپکتا، وہیں آتے دادا سائیں کو دیکھ کر اوزان کا سارا موڈ بگھڑا۔

وہ ہاتھ میں پلیٹ تھامے بڑے خوش دل موڈ کے سنگ عین اوزان کے قریب رکے، انکے ہاتھ میں پلیٹ تھی اور اس پر سینیمن کیک۔

"میری ناراضگی ہٹانے کے لیے اس ڈھال کا سہارا لیتے ہوئے آپ بہت برے لگ رہے ہیں"

اوزان نے انکو دیکھتے نہایت غصے اور ناگواری سے کہا لیکن وہ بندہ آگے سے ہنس پڑا جیسے اپنے کیے پر زرا شرم نہ ہو۔

دو دن بعد الیکشن تھے اور شمیشر انصاری کو اسکی ایڈونس ہی خماری چڑھی تھی کہ جیت اس بار اسکی ہی ہے۔

"ارے یار کیا دادے کی جان لے گا، ہو گئی غلطی۔ معاف کر دے۔ میشی نے کی تو بیوقوفی تھی۔ غصہ آ گیا تھا، وہ سیال والے بہت سلجھے ہیں، عورتوں کو اذیت نہیں دیتے"

دادا کے یہ لفظ اوزان کے ضبط کا شیزارہ بکھیر گئے، جی تو بہت شدت سے چاہا کہ آج تہذیب سارہ چولہے میں جھونک دے پر وہ ابھی کھل کر سامنے آنے سے گریزاں تھا۔

"ہاں انصاری والے جو ہیں اس کام میں ماہر، اذیت، زلت اور تکلیف کا سارا ملبہ ہی بس عورتوں کے لیے ہے۔۔۔۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ کہہ بیٹھا اور منہ بھی موڑا لیکن وہ جونک جیسی دادا نما چیز اسے چمٹ چکی تھی۔

"اچھا نہ بس کر دے یار، تیرے لیے خود کچن میں گھس کر بیک کیا۔ اب ناراضگی ہٹا دو۔ تم کہتے ہو تو میشی سے معافی مانگ لوں گا۔۔۔۔۔۔ پر تم نہ ناراض ہو دادا سائیں سے۔ چیک تو کرو لاڈلے کیسا بنا"

اس وقت شمشیر کے لیے اوزان کا غصہ کم کرنا سب سے اہم تھا پھر وہ اس کے لیے گدھے کو باپ بھی کہہ ڈالتا۔

اوزان نے بھی یونہی ظاہر کیا جیسے وہ غصہ کم کر چکا اور تبھی اس نے کیک کا ایک منی پیس اٹھا کر ٹیسٹ کرنے کو منہ میں ڈالا۔

"نہایت ہی بدمزہ، کیونکہ آپ اس میں ایک چیز ڈالنا بھول گئے ہیں دادا سائیں"

اوزان کے بدمزہ تاثرات پر شمشیر نے حیرت سے اسے دیکھا کیونکہ وہ ریسپی تو ٹھیک سے بنا کر لائے تھے۔

"ہیں، لیکن میں نے تو سب ڈالا تھا یار"

وہ بھولے پن کی اخیر اداکاری کرتے منمنائے۔

"زہر ڈالنا بھول گئے آپ، سو اب یہ چینی کا مربہ آپ ہی کھائیں۔۔۔۔انجوائے۔ میشی کل آئے گی گھر، آپ اس سے ایکسکیوز کریں گے اور ساتھ اسکے شوہر الماں سے بھی۔بس یہی شرط ہے میری ناراضگی کے ختم ہونے کی۔اب آپکو میٹھے کی ضرورت ہو گی پوتے کی ڈیمانڈ کافی زہریلی لگی ہو گی۔۔۔کیا کروں آپ پر چلا گیا ہوں۔۔۔۔۔پورے کا پورا۔۔۔۔"

نہایت سفاکیت سے وہ اس انتہائی میٹھے کیک کا منی سا پیس دادا کے منہ میں زبردستی ڈالتا شرانگیزی سے ان پر مسکراتا وہاں سے پورچ کی سمت کھڑی

اپنی گاڑی کی طرف گیا جبکہ اسکے مطالبے نے شمشیر کے اندر باہر آگ لگا دی، اس شخص کی دو آنکھوں نے اوزان کے نظروں سے اوجھل ہونے تک پیچھا کیا جو حقارت و طیش سے لبریز تھیں۔

"میرا تھوکا مجھے چاٹنے کا کہہ کر گیا ہے یہ خبیث، تجھے بہت مہنگا پڑے گا اوزان مجھ سے یہ پنگاہ۔۔۔"

تن بدن میں گویا شرارے لہرا گئے تھے۔

لیکن اس وقت انکا بس نہ چلا نہ وہ کیک اگل پائے نہ نگل۔۔۔۔بس پیچ و تاب ہی کھاتے رہ گئے۔

..______________________..

میشی کو یہی لگ رہا تھا کہ اسے پنار یا جواد سیال پک کریں گے مگر یونی کے گیڈ سے انٹر ہوتے اوزان دائب کو دیکھ کر وہ جو اپنی کلاس فیلوز کے ساتھ کی گیڈ

کے ابتدائی چھوٹے سے ویڈنگ گارڈن میں کھڑی تھی، آنکھوں میں اتر آتی تیرگی نہ چھپا سکی۔

امید نہیں تھی اسے کہ اوزو آئیں گے۔

"آپ کیوں آئے ہیں؟ میشی آپ سے اتنا سارا خفا ہے"

وہ اوزان کو دیکھتی اپنی دوستوں کو بائے کہتی اوزان کی طرف آئی اور بنا اسے دیکھتی یونی گیڈ سے باہر نکلی۔

اوزان نے مسکرا کر اپنے قدم بھی پیچھے ہی بڑھائے جو جا کر اوزان کی گاڑی کا ڈور کھولے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی منہ پھلا کر آنکھوں میں آنسو بھر کر باہر جھانکنے لگی جیسے اوزان کے آنے اور آ کر بیٹھنے پر اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

"میشی مجھ سے خفا ہو ہی نہیں سکتی، میشی بھیا کا دل جو ہے۔ ادھر دیکھو مشائم"

وہ جانتا تھا وہ اس حادثے سے بالکل متاثر نہ بھی ہوئی ہو پر اوزان سے ضرور خفا ہو گی۔

"ن۔ نہیں دیکھنا۔ ا۔۔ ایسے میشی کو پھینکا خود سے دور۔ گندے اوزان"

پھر سے وہ سب یاد کیے وہ رو دی جس پر اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا، اسکی شکوہ کناں گرے آنکھیں لمحے میں سرخ ہوئیں۔

"تمہیں خود سے دور پھینکنے کا سوچوں بھی تو اسی دن مر جاوں"

اوزان کے اس ایک جملے نے مشائم کے دل کو کاٹ کر کئی ٹکرے کیا تبھی وہ روتی ہوئی اوزان سے لپٹی۔

"مری۔۔یں آپکے دشمن، ایسا نہ کہا کریں۔ میشی کے بابا، میشی کے بھیا، میشی کا سارا جہاں آپ ہو اوزو۔۔۔ آئی مس یو سو مچ"

وہ ناراض نہ رہی تو اوزان دھیما سا مسکرایا، اسکا سر چوما تو مشائم کو لگا دل راحت پا گیا۔

الگ کرتے ہی اس نے میشی کی گال پر اتری آنسوؤں کی نمی صاف کی۔

"میں نے بھی بہت مس کیا، تم الماں کے ساتھ کل لنچ پر حویلی آنا۔ دادا سائیں اپنے رویے کی معافی مانگیں گے۔ اور تم جب چاہو انصاری حویلی آسکتی ہو اب۔ ٹھیک ہے"

یہ سب اتنی جلدی سلجھ گیا کہ مشائم کی حیرانگی فطری تھی۔

"لیکن انہوں نے تو بہت بری طرح نکالا تھا مجھے، کپڑے تک بدلنے نہیں دیے تھے۔ مجھے کتنا برا لگا آپکو اندازہ بھی نہیں۔ کچھ دن انکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی اوزو۔ اور اگر انہوں نے کیپٹن کو کچھ اتنا سا بھی کہا تو میں بہت بتمیزی کر دوں گی"

وہ اسکی بازو سے لگی تڑپ اٹھی۔

"بڑے ہیں تم سے میشی بتمیزی نہیں کرنی، میں ہوں نہ سب بہتر ہو جائے گا۔ جو ہم سے رتبے اور عمر میں بڑے ہوں انکو سزا بھی تھوڑی الگ دی جاتی ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ اوزان اپنے پیاروں کے ساتھ کی ناانصافی کا بدلا نہ لے۔۔۔۔ تم اسی اعتماد کے ساتھ آنا جو تم پر سجتا ہے۔ کوئی کچھ نہیں کہے گا، میری موجودگی میں ہی تم آنا اور پھر المان کے ساتھ ہماری روایات کے مطابق رخصت ہو جانا۔ تمہاری شادی اس قدر برے ماحول میں ہوئی ہے کہ جب سوچتا ہوں دل بہت دکھتا ہے۔ المان اگر نہ آنا چاہے تو تم پیار سے اسے قائل کر لینا۔ اس کے ساتھ جو برا برتاو ہوا ہے اسکی بھرپور تلافی ہو گی"

اوزان کے سمجھانے پر مشائم کو کچھ حوصلہ ہوا اور جب اوزان نے اسکی کن پٹی چومتے ہاتھ کی پشت چومی تو وہ بھیا کے پیار پر مسکرا دی۔

"آپ سچ میں جنٹل مین ہیں، میرے اوزو جیسا کوئی نہیں۔ پلیز یونہی ایک کس زینو کو بھی کر دینا نہ۔۔۔۔ فارہیڈ پے۔۔۔۔ آئی ریکوسٹ"

وہ اس سے ایسی فرمائش کر دے گی، اوزان سچ میں دہل سا گیا۔

" ایسا نا ممکن ہے، تم تو میری جان ہو۔۔۔ ہر کوئی اوزان کی جان نہیں بن سکتا "

اوزان نے فورا اسے نظر چراتے اسے آزاد کیا اور ڈرائیونگ سنبھالتے گاڑی سٹارٹ کی جبکہ میشی کا گلاب چہرہ اتر گیا۔

" پلیز۔ صرف ایک۔۔۔ ورنہ میں ناراض ہو جاوں گی پھر سے "

میشی نے اسکی بازو جکڑے پھر سے اصرار کیا اور اوزان سمجھ نہ سکا میشی کو کیا کہے، اس وقت اسکی ماننے میں ہی عافیت تھی جبکہ اوزان کے کوفت سے سر ہلانے کے باوجود وہ ہنس دی جیسے نجانے کونسا خزانہ ہاتھ لگا ہو۔

وہ اسے جواد سیال کے گھر باہر سے ڈراپ کرتا میشی کے اندر جاتے ہی گہرا سانس کھینچے واپس گاڑی سٹارٹ کیے روانہ ہو گیا۔

..________________________..

"میں آپکے ساتھ ہیلپ کرواوں آئی جان؟"

اپنے آپ کو بہلانے کے لیے وہ کمرے میں مزید نہ بیٹھ سکی تو کچن میں چلی آئی جہاں ایزل مریم رات کے لیے کباب بنانے کے لیے کچا قیمہ میرنیٹ کر رہی تھیں، ملازمہ انکے ساتھ ہی ہلپ کے لیے موجود تھی۔

"ارے میرا بچہ تمہاری طبعیت ابھی بہتر نہیں ہے، سارا دن جولیٹ رومیو کے ساتھ مصروف رہی ہو۔ تھک گئی ہو گی۔ آرام کرلو"

اس کے پیارے چہرے کو نثار ہو کر تکتے وہ تکلف برت گئیں مگر زینو کا دل چاہ رہا تھا وہ اپنی ذینی اذیت کو کنگ یا بیکنگ کر کے کم کرے ورنہ دماغ کی کوئی رگ پھٹ جاتی۔

"پلیز آئی جان مجھے کرنے دیں، میں اچھا محسوس نہیں کر رہی۔ اگر وہ دونوں واقعی میں نہ آئے تو جانتی ہوں وہ مجھے خود سے دور کر دیں گے۔ اور میں نہیں چاہتی وہ دونوں واپس آکر انکو ہرا دیں"

اسکی سنہری آنکھ سے ٹپکتا بڑا بے درد آنسو اور اس دکھ بھری التجاء پر ایزل مریم نے اسکی گال پر رینگتا آنسو صاف کیا، اوزان اسی لمحے آیا تھا مگر زینیش کی کانوں میں پڑتی سسکی پر اسکے قدم کچن کے باہر زنجیر ہوئے، ذینیش کا چہرہ یوں تھا جیسے بہت سارا رونے کے بعد حزن و ملال کا مسکن بن جاتا ہے۔

"اسکی عادت ہے ایسے فضول کھیل کھیلنے کی، تم دل پر مت لو۔ رومیو اور جولیٹ ضرور آئیں گے۔ نہ بھی آئے تو زینو، ایزل مریم کی پکی بیٹی ہے۔ میں اوزان کو کوئی ایسا فیصلہ کرنے نہیں دوں گی جو تمہارے دل کو تکلیف پہنچائے۔ بھروسہ رکھو ماں کی جان"

ماں کا زینو سے رویہ اوزان کے دل کو بھی درد سے لبریز کر گیا، جیسے تسلی سی ملی ہو کہ جو تکلیف وہ زینو کو دیتا ہے اس کی شدت میں اسکی ماں کمی کرتی رہتی ہے، اوزان کا دل مٹھی میں جکڑا گیا۔

لیکن اس وقت زینیش جس تکلیف میں تھی وہ اسے آہستہ آہستہ مار رہی تھی اور اوزان دایب اسے اذیت دے کر خود بھی اسی کیفیت میں مبتلا تھا۔

"ل۔۔ لیکن وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، وہ مجھے اپنے گھر میں کیوں دیکھنا چاہیں گے بھلا؟ م۔۔ میں کیا اتنی بری ہوں آئی جان۔۔۔ کبھی کسی نے مجھ سے نفرت نہیں کی، کی بھی تو اس انسان نے جنکی ن۔۔ نفرت مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی"

ایزل مریم نے اسے روتے دیکھا تو کام چھوڑ کر اسے پکڑے اپنے سینے سے لگا گئیں جبکہ دیکھ انہوں نے کچن کے دروازے میں اس پہاڑ سائے کو بھی لیا تھا تبھی تو انکا دل اوزان کی بے حسی پر زیادہ دکھا۔

"تم سے نفرت نہیں کرتا میرے بچے، رو نہیں میرا دل پھٹ جائے گا۔ تم بناو کباب، ہو سکتا ہے کوکنگ سے تمہاری تکلیف کم ہو۔ مجھے پتا ہے کوٹ میں بھی تم یونہی اپنی اداسی کم کرتی تھی۔ زینو ڈیری سب وے اسکی مثال ہے۔۔۔۔بس میرا بچہ روتے نہیں، اتنی پیاری آنکھیں صرف مسکرائیں تب قبول ہیں۔۔

سعدیہ! میرے بچے کے ساتھ ہیلپ کروانا۔ اور اس سے اچھی باتیں بھی کرنا۔ میں تب تک مغرب کی نماز پڑھ لوں نکل رہی ہے"

ایزل مریم نے اسکی وقتی تکلیف تو کم کر دی پر جو اسکا دکھ اوزان کم کر سکتا تھا اس میں وہ معاون ثابت نہ ہوئیں جبکہ ایزل مریم جب باہر آئیں تو اوزان کو سپاٹ چہرے اور پتھر متکبر انداز میں دیکھ کر انکی آنکھوں میں غصہ اترا اور اس سے پہلے وہ فرار کرتا، آئی جان نے اسکا مضبوط ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے کر بڑھیں۔

اوزان نے اکتائے تاثر کے سنگ ماں کے کمرے میں لا کر ہاتھ چھوڑنے پر انکو الجھ کر دیکھا جو اس پر سخت برہم تھیں۔

"چپ چاپ اسکی تکلیف سننے میں مزہ آرہا ہے تمہیں؟ وہ تمہاری وجہ سے رو رہی ہے۔ نہیں جانا چاہتی اوزان وہ تم سے دور۔ کوئی بے رحمی مت کرنا اس سے، میں اسے اس تکلیف میں نہیں دیکھ پارہی بچے۔ تم اتنے پتھر دل کیسے بن گئے ہو، تم اسکے آنسو بہنے دے رہے ہو، نہیں اوزان مت کرو"

انکا دل سچ میں کرلا رہا تھا جبکہ اوزان نے سرد خاموشی اختیار کیے ماں سے بھی نظر چرا لی، یہ الگ بات تھی دل میں حشر برپا تھا۔

"اس نے خود چیلنج قبول کیا ہے، پھر رونا کس بات کا۔ اصول میرے لیے بہت اہم ہیں اور اصولوں پر چلنا ہی میرے غرور کی ضمانت ہے۔ وہ رو رہی ہے تو اپنی باندھی امیدوں اور انس کے سبب۔ میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ بلکہ اسے یہاں سے بھیج کر اسکے اس رونے کو ہی ختم کرنا چاہتا ہوں

لیکن میری اچھائی تو آپکو اس کل کی آئی لڑکی کے آنسوؤں کے سامنے دیکھائی ہی نہیں دے رہی"

اوزان کے خفا اور ناراض جملے ایزل مریم کو لاجواب کر گئے، سمجھ نہ سکیں اس لفظوں کے ہیر پھیر کے جواب میں ایسا کیا کہیں جو پُر اثر ہو۔

"مجھے لگتا ہے وہ تم سے الفت میں مبتلا ہو گئی ہے، ورنہ تم سے دوری کی سوچ یوں اسکی جان پر نہ بنتی۔ اور تم نے اسکی ہتھیلی پر 'او' نہیں دیکھا۔ اوزان ایک بار اس سے پوچھ لو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ اپنا بسا بسایا گھر اس ضد اور انا کے پیچھے کیوں اجاڑنے پر تلے ہو۔ جیسے بھی وہ یہاں آئی ہے، اب اسے یہیں رہنے دو"

ماں کا کوئی آس، منت بھرا ملتجی لفظ اس وقت اوزان کے معاوف دماغ میں نہ سما پایا، وہ بہت مشکل سے سانس کھینچے پلٹا۔

جیسے کھڑا ہونا دوبھر ہو۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، کل میشی اور المان لنچ پر آ رہے ہیں آئی جان۔ انتظام کروا لیجیئے گا انصاری خاندان کے معیار اور ریت کے مطابق۔ دادا سائیں سے کہا ہے اپنے کیے کی تلافی کریں۔ امید ہے کریں گے۔ بھوک نہیں ہے مجھے ڈنر پر مت بلوایئے گا کچھ دیر پہلے ہی کھانا کھایا تھا۔ صرف آرام چاہتا ہوں"

اوزان نے ہر ممکنہ فرار کیا جبکہ وہ اسکی بازو پکڑے پھر سے پلٹا گئیں لیکن اوزان انکو دیکھ نہ سکا۔

"مجھے بے آرام کر کے، زینیش کے دل میں اپنے قہرناک فیصلے کے ڈر کی سیخ گاڑ کر تم آرام ہی تو چاہو گے اب، تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ جنم دیا ہے تمہیں، مجھ سے آنکھیں مت چرایا کرو۔ اور میشی وہاں خوش ہے کیوں اسکی اور المان کی پھر سے سبکی کروانے پر تل گئے ہو۔ بابا سائیں معذرت کرنے والے لگتے ہیں کیا تمہیں؟ الٹا اگر اور بے عزت کیا تو المان اس بار چپ نہ رہے گا"

آئی جان نے اسے پچھاڑ ڈالا، فقط اپنے درد بھرے ظالم الفاظ سے ہی۔

وہ انکو دیکھنے لگا، دکھ سے۔

"وہ معافی مانگنے والے بھلے نہ لگیں لیکن اب ایسا ہو گا، آپ نے مجھے جنم دیا ہے سو یہ بات بھی تسلیم کریں کہ میں کچھ بھی کر سکتا ہوں اور کچھ بھی کروا سکتا ہوں۔ بس یا کچھ اور کہوں آپکے اطمینان کو؟"

وہ اس بار برہم تھا جبکہ ایزل مریم آزردگی سے اسے تکنے لگیں، کیا کرتیں وہ جیسا تھا ویسا بھی عزیز تھا انھیں۔

"ٹھیک ہے، مجھے تم سے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ اگر المان کی فیملی کے ساتھ کل تعلق استوار ہوتا ہے تو دیان کے لیے پنار کا رشتہ مانگ کر میں آپسی رنجش کم کرنے کی خواہش مند ہوں"

یہ سب سن کر اوزان نے آئی جان کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

"واٹ؟"

یہ واقعی دھچکے سا تھا۔

"ہاں۔ دیان اور وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ لمبی کہانی ہے۔ لیکن آئی ریکوسٹ کہ کچھ کرو اس معاملے کے لیے۔ مجھ سے دیان کی بے بسی دیکھی نہیں جاتی۔ بدگمانی بڑھ رہی ہے ان میں۔ اور دیان کو بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔ پنار چھن گئی اس سے تو وہ بکھر جائے گا۔ پہلے ہی اس نے زندگی میں کم دکھ نہیں دیکھے کہ یہ اکلوتی راحت بھی چھن جائے"

ایزل مریم کی جان سی بتانے پر جیسے گئی اوزان نے گہرا سانس بھرا، اپنی ماں کے دل کی وسعت پر اکیس توپوں کی سلامی دینے کا دل چاہا تبھی منہ بھی بگھاڑ گیا۔

"آپکو فلاحی ادارہ نہ کھول دوں، یا رشتے کروانے والا آفس؟"

وہ بھلے سخت چڑچڑا اور سنجیدہ تھا اسکے باوجود ایزل مسکرا دیں۔

وہ برہمی سے اسکو گھوریں۔

"اس دیان کو بھی وہی ملی تھی، ہمم۔۔ آج تو میرا دماغ کام نہیں کر رہا کل اس پر اطمینان سے سوچوں گا۔ پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ اور جائیں اس کو منع کریں کام کاج سے۔ اسکا ہاتھ زخمی ہے، فیور ہے اب تک۔۔۔ مزید بیمار ہو جائے گی۔۔۔ شب بخیر"

وہ یہ سب سمیٹے آخر تک جس طرح انکو زینیش کے لیے بوکھلا کر تاکید کر کے گیا، ایزل مریم کا اس پر سارا غصہ جھاگ بن کر رہ گیا، سمجھ نہ آئی یہ سر پھرا بیٹا کس پر چلا گیا ہے۔

..______________________________..

"تم فکر مت کرو میں کلاس لیتا ہوں اسکی، یہ بتاو کیا حالات ہیں ادھر ؟"

پنار نے دیان کی شکائیت طلال سے لگائی تو وہ بھی برہم تھے کیونکہ پنار اس طرح کے ماحول میں کام کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"حالات تو بہتر ہیں لیکن ممی آرہی ہیں۔ مے بی وہ میشی کو ٹف ٹائم دیں۔ لیکن آپ بے فکر رہیں، کیپٹن سب سنبھال لیں گے آپ بس اپنے بے لگام بھتیجے کو کہیں اپنی حد میں رہے"

پنار نے ناچاہتے ہوئے بھی دیان کی شکائیت لگائی جبکہ المان کی میشی کے لیے وابستگی طلال کو بھی سکون دے گئی۔

"ڈالتا ہوں اس شوخے کو لگام، تم بے فکر ہو جاو لاڈلی"

وہ انکے مطمئین کرنے پر مسکرائی، شام سے رات ہو چکی تھی اور وہ لوگ ڈنر پر المان اور عائشہ کے منتظر تھے تبھی پنار باہر لان میں سرد ہوا میں ٹہلنے نکل آئی۔

"تھینک یو بڑی، زینو کیسی ہے؟ میں مل کر آئی ہوں تب سے بہت اپ سیٹ ہوں۔ پلیز اسکا خیال رکھیے گا"

پنار کی بات پر وہ بھی گہرا سانس بھر گئے، کچھ دیر پہلے ہی وہ یونی سے آئے تھے، تازہ ہوا کے لیے باہر ہی لان میں بیٹھے تھے، ایزل انکو ابھی چائے دے کر گئیں تھیں اور اوزان کے کھیل کا بھی بتایا۔

"ہم پوری کوشش کر رہے ہیں میرا بچہ، بے فکر رہو۔ ٹھیک ہے تم دیان کے حوالے سے ٹنشن فری ہو جاو۔ وہ آگیا ہے لان میں بات کرتا ہوں اس سے"

دیان کو انہوں نے ہی ایزل مریم کو کہلوا کر باہر بلوایا جبکہ پنار نے بائے کہا اور خود طلال بھی وہیں سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھتے دیان کو سرد سا گھورے۔

"لگادی اس شکائیتل نے آپکو میری شکائیت"

چاچو کے دبے غصے سے وہ سمجھ گیا جبکہ دیان کی ڈھٹیائی پر طلال مزید برہم ہوئے۔

"کیا سستے عاشقوں کی طرح اسے تاڑتے رہتے ہو، ہمت نہیں ہے اسے اپنا بنانے کی تو آزماو تو مت۔ اسے وہاں کام کرنے کے لیے ایک آزاد ماحول چاہیے بھتیجے۔ اگر اپنی محبت کے لیے کچھ کر نہیں سکتے تو اسے تکلیف بھی مت دو"

یہ سب دیان کو کہتے وہ خود تکلیف میں تھے، انہوں نے بھی تو محبت کی آبرو روندی تھی۔

"کر سکتا ہوں۔ ساری دنیا کے سامنے اسے اپنا کہوں گا اور تبھی بات کی بڑی امی سے۔ اب جب تک کوئی پکا انتظام نہ ہو اسکے سامنے بھی نہیں جاوں گا سو آپ فکر مت کریں"

دیان کی ہمت اور فیصلے پر طلال کا کرب کم ہوا۔

"مجھے تم سے ایسی ہی امید ہے، آریز ہم دونوں بھائیوں سے سمجھدار اور حساس تھا۔ محبت بھی اس نے ایسی کی کہ اس راہ میں آتی ہر چیز روند گیا۔ تم بھی ویسے ہی ہو لیکن یاد رکھنا دیان، ہم اپنے خاندان اپنے حسب نسب سے جدا ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ محبت کرنا جو پر امن ہو۔ باقی میری دعائیں تمہارے اور پنار کے ساتھ ہیں"

وہ اسے جو سمجھانا چاہتے تھے وہ سمجھ بھی گیا اور اٹھ کر چاچو کے ساتھ آکر بیٹھا۔

"آپ نے بھی تو بہت شدت سے محبت کی تھی، ناکام کیوں ہو گئی پھر؟ بلکہ بدنام کہیں تو زیادہ بہتر ہے"

دیان کی آنکھوں میں تڑپ اور تشنگی تھی جس پر طلال جگر پاش ہنسے، نا جانے کیا یاد آگیا۔

"اس سفر میں بدنامی اور نیک نامی ساتھ چلتی ہیں دیان، اپنا دامن خود بچانا پڑتا ہے۔ خیر چلو اندر ڈنر کرتے ہیں۔۔۔"

شاید وہ ابھی اس پر کسی سے بات کرنے کے خواہش مند نہ تھے جب تک ہاں اور ناں کی اذیت سے نہ نکل جاتے۔

وہیں عائشہ سیال کی الماں کے ساتھ آمد پر مشائم تھوڑی اداس تھی کیونکہ جب سے عائشہ آئی تھیں وہ انکا خود سے سرد رویہ با آسانی بھانپ رہی تھی۔

ڈنر پر وہ سب موجود تھے، الماں کو دکھ تھا کہ اماں سائیں واقعی دل پتھر کر چکی ہیں۔

"تم اپنی بہو سے نہیں ملی عائشہ"

جواد صاحب نے ہی خوشگوار سے انداز میں سپاٹ چہرے کے سنگ کھانا کھاتیں عائشہ کو مخاطب کیا۔

"دیکھ لیا ہے کافی ہے، آپ سب مل لیے نہ۔۔۔۔بہت ہے"

وہ یہ جملہ بہت ناراضگی سے بولیں جس پر پنار، جواد، المان تینوں نے میشی کی افسردگی بھانپی، اسکا گلاب چہرہ عائشہ کی ناراضگی پر مرجھا کر رہ گیا۔

"عائشہ۔ کیوں خفا ہو بچی سے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے بہو ڈھونڈنے کے جھنجھٹ سے بچ گئی۔ اتنی پیاری سی بہو مل گئی"

جواد نے ہی ماحول پر چھائی خفگی کم کرتے مسکرا کر شفقت بھرے انداز میں مشائم کو دیکھا۔

"مجھے منافقت نہیں آتی نہ مجھ سے حلق کے کانٹے برداشت ہیں۔ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں زہر نگلوں اور آہ وزاری بھی نہ کروں۔ دایب انصاری کی اولاد کے لیے میرے دل میں فی الحال کوئی نرمی نہیں اور مجھے اس سب کو تسلیم کرنے کے لیے مجبور نہ کیا جائے یہی آپ سبکے لیے بہتر ہے۔ شب بخیر"

وہ اب بھی ویسی ہی تھیں اور جب وہ اٹھ کر سب کے بیچ سے غصے اور دکھ سے گئیں تو جواد سیال بھی اٹھ کر پیچھے گئے جبکہ پنار اور الماں دونوں نے اداس سی نظر میشی پر ڈالی جو خود بھی بھوک سے مر جانے پر بنا کچھ کھے اٹھی، الماں نے اسکا ہاتھ بھی پکڑا مگر وہ ہرٹ تھی تو الماں کا ہاتھ بھی چھڑوا کر روم میں بھاگ گئی۔

"ممی بہت ہارش ہو گئی ہیں، آپ نے سمجھایا نہیں انکو کیپٹن"

پنار سے میشی کی تکلیف سہی نہ گئی۔

"سمجھایا تھا، لیکن وہ بھی تو ولن بننے کے فل موڈ میں ہیں۔ اب بابا ہی کلاس لیں گے انکی"

الماں کی اپنی بھوک بھی ختم ہوئی لیکن پنار کو کمپنی دینے کو وہ وہیں بیٹھا رہا۔

جبکہ کمرے میں پہنچتے ہی جواد نے عائشہ کی بازو پکڑے اپنے روبرو سختی سے لایا، وہ انکی ناراض نظروں پر تڑپ سی اٹھیں۔

"بہت افسوس ہوا عائشہ، کس قدر بے رحمی سے بات کی تم نے۔ کیا مسئلہ ہے۔ کیوں اتنی سنگدل بن رہی ہو۔ وہ بچی پہلے ہی بہت تکلیف سے گزر چکی ہے۔ کم از کم تم تو انسانی رویہ اختیار کرو"

وہ انھیں ڈانٹ دینا چاہتے تھے پر انکی پیاری محبوبہ اور بیوی تھی تبھی لہجہ ہر ممکنہ نرم رکھا مگر وہ انکے گلے لگ کر جواد کی ساری برہمی نگل گئیں۔

"آئی مس یو سو مچ۔ فی الحال مجھے کچھ نہیں سننا۔ اتنی جلدی مجھ سے نارمل ہونے کی توقع مت کریں جواد۔ میں ابھی مشائم کے لیے رحم نہیں دیکھا سکتی پلیز"

وہ خود بھی بہت بے بس تھیں جبکہ جواد سیال کو تو وہ ویسے ہی اتنی آزردہ لگیں گے کہ وہ مزید انھیں کچھ نہ کہہ سکے اور زخمی سی مسکراہٹ کے سنگ اپنی بازو بھی عائشہ کے گرد حائل کر لیں۔

..________________..

وہ بھلے کمرے میں تھا پر نہ بیٹھے سکون تھا نہ لیٹے، نہ کسی کام پر دل آمادہ تھا۔

بالکونی میں کھڑے ہو کر گہرے گہرے سانس بھی بھرے پر کچھ فائدہ نہ ہو سکا۔

رہی سہی کسر طیب صاحب کی کال نے پوری کی جو کچھ دیر پہلے ایک بار پھر زینو کا تسلی کے لیے معائنہ کر کے گئے تھے۔

"اسے دو نیند کی گولی دے کر سلا دیں ورنہ اپنے دماغ کی کوئی نس پھاڑ لے گی، وہ ٹھیک نہیں تھی۔ ایزل بھابھی کو مطمئین کر آیا ہوں مگر خود نہیں ہوں"

طیب صاحب کی بات سنے وہ جو لیٹا ہوا تکیہ دبوچے تھا، تکیہ اٹھا کر پرے مارتے سینے میں اٹھتی درد بھری چنگاری پر اٹھ بیٹھا۔

"کیا مسئلہ ہے اب اسے؟"

اوزان کے استفسار پر وہ ناجانے کیا بولے کہ اوزان کی آنکھوں میں تکلیف سی اُمڈی، فون بند کیے اوزان نے وہیں سائیڈ میز پر رکھا اور سائیڈ ڈرا سے اپنی ہی نیند کی دو ٹیبلٹس نکال کر اس نے گلاس میں ڈالیں اور وہ کچھ دیر بعد پانی میں حل ہو گئیں۔

اب اسے کوئی بہانہ درکار تھا کہ کسی طرح وہ زینو کو یہ پانی پلائے تبھی اسکے ذہن میں زینیش کا اس دن اس گلاس سے پانی پینا یاد آیا۔

وہ اٹھا اور وارڈرب کی طرف بڑھے اپنی اوگنائز کبرڈ جان بوجھ کر تہس نہس کی۔

اور پھر کمرے سے نکلا، وہ اسکے کمرے میں داخل ہوا مگر وہ وہاں نہیں تھی، واش روم سے بلند ہوتی آہٹ پر وہ کچھ دیر رکا اور پھر بنا اسکے واپس آنے کا انتظار کیے واپس چلا آیا، دل و دماغ کی جنگ اسے مار رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے، کیوں اسکے لیے مر رہا ہوں۔۔۔۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا، دروازہ پٹخ کر بند کیا، خود پر دھاڑا، اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے سینہ مسلتے گہرے سانس بھرے۔

وہ کمرے میں نہیں تھی تبھی اسے بنا دیکھ کر چلے آنے پر وہ بالکل ٹھیک نہ تھا۔

"کیوں جب وہ نظر سے دور ہوتی ہے تو زندگی حرام ہو جاتی ہے مجھ پر، کیوں؟ مر جاوں گا اس بے بسی کے سبب۔۔۔ مت کریں میرے ساتھ یہ سب"

اگر اس وقت کوئی اس شخص کی یہ بکھری ریت کی مانند حالت دیکھتا تو کانپ جاتا، اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے جس قدر اسکے جسم میں سکت تھی سبکو اس دھاڑ میں استعمال کیا گیا تھا۔

اور پھر جب یہاں سرد ماحول کے باوجود جب جسم و جان پر لپکتے آگ کے نادیدہ شعلے سرد نہ پڑے تو اوزان دایب انصاری اپنے قدموں کو پھر روک نہ سکا۔

دل چاہا بس ایک بار اسے سانس لیتا دیکھ لے، صرف ایک بار اسکے حرکت کرتے وجود کا یقین خود کو سونپ دے۔

تبھی ان قدموں نے اس دہلیز کو پھر پار کیا جسکی طرف اس نے اپنا سکون، راحت اور اپنا ہونا دھکیل دیا تھا۔

اس عام سے سادہ کمرے میں سب تھا، کیونکہ یہاں زینیش اوزان انصاری تھی۔

کروٹ پر لیٹی اپنی گڑیا کو سینے میں سختی سے بھینچے بھلے آنکھیں بند کیے پر اسکے چہرے کا ہر نقش اسکے اندر برپا اذیت و جنگ کی کہانی عیاں کر رہا تھا، اوزان کے فیصلے کا ڈر اس لڑکی کے نازک وجود پر آسیب کی طرح حادی تھا۔

اوزان کے قدم وہیں دروازے میں تھمے، آنکھوں کی بے چینی راحت میں بدلی جیسے کسی سنگین نشے کے عادی کو اسکے مطلوبہ نشے کو دیکھ کر ہی سکون ملتا ہے بالکل ویسی کیفیت، سبز جوڑے پر گہرے نیلے سوئیٹر میں اسکا بازکا وجود چھپا تھا اور شال نے اسکے آدھے جسم کو ڈھانپا تھا، اس قدر ٹھنڈ میں نہ کمرے کے آتش دان میں آگ جل رہی تھی نہ اس لڑکی کے پاس جسم کی سردی کو کم کرنے کو کوئی گرم لحاف موجود تھا لیکن وہ خود اچھے سے پیک تھی، پیر بھی موزوں میں مقید تھے۔

"کاش تمہیں کہہ سکتا زینو اپنے پاس اس گڑیا جتنی جگہ دے دو مجھے، لیکن نہیں کہہ سکتا۔ ہم لوگ اونچے سروں والے انا پرست اور خود بین لوگ ہیں عورت کے سامنے نہیں جھک سکتے، عورت بھی وہ جو اپنے مرد کے جھکتے سر سے پہلے اپنی جان دے دیتی ہو"

مٹھی بھینچ کر اپنے صبر کو وسعت دیتا وہ بس سوچ ہی پایا، اسکی ہمہ وقت رہتی شانت آنکھوں میں جو جذبات کا طوفان برپا تھا اگر کبھی باہر آتا تو سب برباد کر دیتا۔

"تم جانتی ہو امید، بابا نے تمہیں مجھے اپنے ہاتھ سے بنا کر کیوں دیا تھا؟ تا کہ میری امید کبھی نہ ٹوٹے، تمہیں دیکھ کر میں بہت سارا اسٹرونگ ہو جاوں۔ تم پاس ہوتی ہو تو زینو بہت بہادر ہو جاتی ہے۔ لیکن سچ جانتی ہو کیا ہے، انکی نفرت بھری ایک نظر میری آئیندہ کے لیے جڑتی تمام امیدوں کا بھی قتل کر دیتی ہے۔۔۔ وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ زینیش یعقوب سو پاک پانیوں سے دھل بھی آئے تو دیکھنے کے لائق نہ ہو۔۔۔۔۔ کتنی ارزاں ہوں نہ، تمہیں ہنسی نہیں آتی میری بے بسی پر، مجھے آتی ہے"

اوزان انصاری کی سماعت میں پڑتی وہ پگھلے سیسے سی سرگوشیاں جن میں اس لڑکی کی جان نکلتی محسوس کی جا سکتی تھی، قہر تھیں۔ وہ اپنی امید نام کی گڑیا

سے باتیں کر رہی تھی، اتنی آہستہ جیسے آواز تک زرا اونچی ہونے پر ملتی سزا سے ڈر رہی ہو۔

"جب وہ مجھے میرے سامنے ہو کر بھی نہیں دیکھتے امید تو بابا بہت یاد آتے ہیں، وہی کہتے تھے زینو تم تو میری شہزادی ہو۔ خاک ہوں میں تبھی تو پیروں سے لگی ہوں۔۔۔۔ کبھی کبھی دل چاہتا ہے چلی جاوں، لیکن اس دل کا کیا کروں جو کہتا ہے وہ مر جائیں گے۔۔۔۔۔ خوش فہمی کا لیول چیک کرو تم زرا، پنار کے اپنے سو مسائل ہیں تبھی اس سے بھی نہیں کہہ سکتی اپنی تکلیف۔۔۔ تم مجھ سے بور مت ہونا۔۔۔"

یہ سب دردناک سرگوشیاں اوزان کے دماغ میں ہتھوڑے سی برس رہی تھیں اور اس سے زیادہ وہ برداشت نہیں کر پایا۔

اپنے چہرے کی ہر تکلیف اس بے حس نے دبائی اور متکبر تاثرات کے سنگ دروازے پر دستک دی جس پر زینو ڈر کر اٹھ بیٹھی مگر اپنے سامنے فرعونی

حقارت آنکھوں میں لے کر تکتے اوزان کو دیکھ کر اسکا حرکت کرتا دل سست پڑا۔

"آ۔۔ آپکو کچھ چاہیے تھا؟"

زینیش نے فوراً سے اپنے گرد اوڑھی شال سمیٹ کر درست کیے سنگل بیڈ سے فوری اٹھ کر کھڑے ہوتے پوچھا تو اوزان نے اپنی سرد نظروں کی شدت بڑھائی۔

"ہاں، میرے دل میں تمہاری حیثیت نہ سہی زندگی میں ہے بقول تماش بینوں کے۔ سو میرے کچھ کپڑے پریس کرنے ہیں، میرے کمرے کی کبرڈ بے ترتیب ہے۔ اور مجھے بے ترتیبی ہرگز برداشت نہیں۔ طویل کام ہے سو آج یہ کرو۔۔۔۔"

بنا اسکی نیند کی طلب میں سرخ پڑتی آنکھوں اور ناساز طبعیت پر رحم کھائے اوزان نے حکم صادر کیا اور اسکے کمرے سے چلا گیا اور وہ بھی بنا اف کیے

امید پر تھکی سی مسکراتی نگاہ ڈالے کمرے سے نکلی اور اوزان کے ماسٹر بیڈ روم کی طرف بڑھی جس کے ساتھ ہی اسکی سٹڈی تھی اور زینیش کی موجودگی کے وقت وہ کمرے میں آج بھی نہ رہا اور سٹڈی میں چلا گیا۔

زینو نے اسکے بتائے تمام کام ہی ایک گھنٹے میں مکمل کیے، کبرڈ کی ترتیب یوں تھی جیسے کسی نے جان بوجھ کر سب چیزیں بکھیری ہوں اور جو کپڑے اسے پریس کرنے تھے اسے یاد تھا یہ اس نے کل ہی پریس کیے تھے مگر اب انکی استری اس قدر خراب تھی جیسے کسی نے ان پر جان بوجھ کر سلوٹیں ڈالی ہوں۔

وہ اسے گلاس وال کے پار سے مسلسل ایک گھنٹہ دیکھتا رہا، چپ چاپ۔

اور پھر یہ سب کام کرنے کے بعد زینو کی نظر ماسٹر بیڈ کی سائیڈ میز پر پڑے پانی کے آدھے گلاس پر پڑی تو وہ پہلے طرح آج بھی اوزان کا جھوٹا پانی پینے کو جھکی اور پانی کو پینے کے لیے گلاس اٹھایا۔

یہ منظر ان منور سنہری آنکھوں نے آج بھی رغبت سے دیکھا، اور پھر ان میں اذیت سی اتری۔

زینیش نے اسکے گلاس سے پانی پیا اور گلاس کو واپس ترتیب سی وہیں رکھا، اور ایک بار فائنل لک کے لیے اس نے دوبارہ ڈریسنگ کارنر روم کی طرف آکر کبرڈ کھول کر اپنی تسلی کی اور ایک بار پریس شرٹس دیکھیں مگر چند لمحے ہی گزرے کہ اسکا سر عجیب سا چکرایا کہ لگا سب گھوم کر رہ گیا تبھی وہ لڑکھڑائی مگر آنکھیں اس قدر درد کر رہی تھیں کہ کھولنی محال ہوئیں اور اس پانی میں شامل ہوئی نیند کی گہری دوا کا زینو پر اس قدر تیزری ایکشن ہوا کہ وہ نہ گرنے کی ہر ممکنہ کوشش کرنے کے باوجود آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی روم میں آئی اور اوزان کے بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی اور اپنا درد کرتا سر جکڑا لیکن اسکے بس میں خود کو جب سنبھالنا مشکل ہوا تو وہ وہیں بے جان ہوتی دھری ہوئی۔

اوزان انصاری کے قدم کمرے کی جانب بڑھے۔

وہ اسکے قریب آیا، اسکے پیر میٹرس پر اوپر کیے، اپنے گرم لحاف کو کھول کر اس نے زینیش پر کروایا اور جھک کر آہستگی سے اسکے سر کے نیچے تکیہ بھی رکھا۔

"اوزان انصاری کی ایک رات برباد ہونے سے بچ گئ، تم چلی جاوگی تو یاد کروں گا کہ تم نے ایک دن سہی میرے قریب گزارا۔ ملکیت ملی تمہیں میرے دل کے بعد میری خواب گاہ میں بھی۔۔۔"

اس سے زرا سا دور جا کر کاوچ پر بیٹھے اوزان نے خود کلامی کی جس میں صرف تکلیف اور حسرت تھی، وہ اسے دیکھنے کے لیے اسے نیند کی ہزاروں اور خود کو صبر کی لاکھوں دوائیں کھلا سکتا تھا کیونکہ اس جیسے پاگلوں کا علاج ناممکن ہوتا ہے۔

صرف اسے سکون سے سوتے دیکھنا چاہتا تھا، تاکہ وہ کچھ گھنٹوں کی پرسکون نیند لے سکے، یہ نیند کی گولیاں وہ دس دس پھانک کر بھی سو نہ پاتا تھا لیکن

صرف دو کا اثر زینیش پر اس قدر گہرا تھا کہ وہ واقعی کچھ گھنٹوں کے لیے ہر تکلیف سے آزاد ہو چکی تھی۔

..___________________________________..

وہ کمرے میں آیا تو میشی لائیٹ پرپل اینڈ وائیٹ نائیٹ ٹراوزر شرٹ پہنے بال کھولے ننگے پیر ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ڈبڈبائی آنکھوں سے سلجھے بال بار بار برش کیے جارہی تھی، بہت رونا آرہا تھا اور عائشہ آنٹی کی باتیں دل جلا رہی تھیں۔

الماان کو اندازہ تھا تبھی کوٹ وہیں اتار کر رکھتا شرٹ کی بازو کے کف فولڈ کیے وہ عین میشی کے عقب میں جار کا اور دونوں ہاتھ اسکے اطراف لے جاتے اسکے ہاتھ سے برش لے کر ڈریسنگ پر رکھا اور باندھے۔

وہ الماان کے آتے ہی اسکا حصار جھٹک کر پلٹی اور اسکے گلے لگ گئی، وہ سمجھ گیا وہ رو رہی ہے۔

اسکی پشت ہتھیلی سے وہ کچھ دیر سہلاتا رہا تاکہ میشی کا یہ صدمہ کم ہو۔

"ممی تھوڑی سخت مزاج ہیں، مجھے پتا ہے تم ہرٹ ہوئی ہو لیکن مجھے یقین ہے انکی یہ سرد مہری چند دنوں کی ہو گی۔ تم انکا دل جیت لو گی"

الماں اسے جتنا بھی سمجھالیتا، وہ اسے اسکے بابا کا جو حوالہ دے کر ہرٹ کر گئیں تھیں وہ میشی برداشت کرنے کی اہل نہ تھی۔

وہ روبرو ہوئی تو اسکی گرے بھیگی آنکھیں اتنے سے رونے پر ہی حجم سے زرا بڑھ گئیں جبکہ الماں کو وہ یوں روتی ہوئی سیدھا سیدھا تڑپا گئی۔

"ا۔اور اگر نہ جیت پائی تو؟ کیا مجھے آپ سے دور جانا پڑے گا۔۔۔"

مشائم کی آواز یہ پوچھتے حسرت سے لرزی، آنکھوں سے نمی اتر کر گال تر کر گئی۔

"ہر گز نہیں، اب تم میری بیوی بنی ہو تو ہمیشہ رہو گی۔ ممی کا دل بہت دکھی ہے کچھ وجوہات کی بنا پر۔ پھر اکلوتے بیٹے کی ایسی عجیب شادی کا غصہ بھی ہے۔ تم تو بہت سٹرونگ ہو، دادا کا اتنا بڑا ظلم ہنسی ہنسی میں سہہ جانے والی اتنی سی بات پر رو رہی ہے۔ بس سٹاپ کرائنگ۔ تم اپنی محبت سے انکا دل نرم کر دینا، اس میں رونے کی کوئی بات نہیں۔ کیپٹن تمہارے ساتھ ہے پھر کیا ٹنشن؟"

وہ اسکے یوں پیار سے سمجھانے پر واقعی روتی روتی مسکرا دی، وہ اسکی سوچ سے بڑھ کر پیارا تھا، اس وقت میشی کو جس طرح کے پیار اور سپورٹ کی ضرورت تھی وہ اسے دے رہا تھا۔

"آ۔۔ آپ بہت زیادہ اچھے ہیں۔ بالکل اوزو کی طرح میرے آنسو صاف کرتے ہیں۔ ورنہ مجھے لگا تھا انکی کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا۔ آپ میرے ساتھ ہیں تو میشی نہیں روئے گی"

وہ سنبھلی تو الماں نے پھر سے پکڑ کر اسے اپنے مہکتے پہاڑ وجود میں جذب سے بسایا اور دونوں نے آنکھیں موند کر ایک دوسرے کے جسم کی حرارت تک محسوس کی۔

"کچھ کہنا ہے"

وہ اسکے منمنانے پر اسے آزاد کیے دو قدم دور ہوا کیونکہ وہ پہلے ہی ڈریسنک ٹیبل کی سلیب سے لاک تھی۔

"ہاں کہو"

الماں نے فوری پوچھا۔

"اوزو نے مجھے اور آپکو کل حویلی لنچ پر انوائیٹ کیا ہے، وہ کہہ رہے تھے دادا معافی مانگیں گے۔ قسم سے میرا دل نہیں چاہ رہا لیکن اوزو کا مان نہیں توڑ سکتی۔و۔۔وہ میرے لیے دادا سائیں کو کسی بھی حد تک مجبور کر سکتے ہیں اسکا

علم ہے۔۔۔ آپکو اگر انہوں نے کچھ کہنے کی بھی کوشش کی تو میں آپ سے پہلے وہاں سے اٹھ آوں گی۔۔۔۔ پلیز انکار نہ کرنا کیپٹن"

وہ جانتی تھی الماان اس بات پر خوش تو نہیں ہو گا لیکن وہ اتنا غصہ بھی نہ تھا بس اس حویلی میں جانے کا سوچ کر تھوڑی کراہت ضرور ہوئی۔

"مجھے تمہارے دادا کی صورت دیکھنے کا بالکل ارمان نہیں، خاص کر اس ناحق تھپڑ کے بعد"

الماان نے اپنی ناگواریت فوری کہی لیکن تھپڑ والی بات میشی کے علم میں اب آئی تبھی تو اسکی آنکھوں میں پھر سے آنسو اترے۔

"تھپڑ! انہوں نے آپکو تھپڑ مارا۔۔۔ کہاں۔۔۔ کب۔۔۔ مجھے کیوں نہیں بتایا آپ نے"

وہ باقاعدہ اسکے چہرے سے اپنی ٹھنڈی ہتھیلوں کو جوڑے کرب سے اسکے چہرے کا جائزہ لینے لگی جبکہ الماان تو اس لڑکی کی تڑپ پر ہی تھم گیا۔

"تم نے آتے ہی جہاں پیار سے اپنے ہونٹوں کو رکھا وہاں مارا تھا، لیکن تم نے اسکی جلن مٹا دی تھی۔ رومت پلیز۔۔۔ تمہارے آنسو بہت بھاری ہیں مجھ پر۔۔۔ اچھی نہیں لگ رہی"

وہ پھر سے سسک پڑی، اسکے سینے میں منہ چھپا کر اکھڑے سانس بھر کر رو دی۔

"بہت برے ہیں و۔۔وہ۔ میرے کیپٹن کو مارا۔ انکے ہاتھ پر پھوڑا نکلے بڑا سا جس سے انہوں نے مارا۔۔۔ دیان کو بھی مارا تھا۔۔۔ ہیں ہی وہ گندے۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئے جیسے دادا کو کوس رہی تھی، المان دھیما سا مسکرایا اور پکڑ کر میشی کو روبرو لایا جو دکھ، تکلیف اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں ہلکان اور کیوٹ لگ رہی تھی۔

"تمہاری آہ اور بددعا بھی تمہاری طرح کیوٹ ہے مشائم، اوکے میں چلوں گا کل تمہارے ساتھ۔ اب خبردار جو تم روئی"

اسکی آنکھوں سے بہتی تمام تر آنسوؤں کی نمی مٹائے جب اس نے جانے کی ہامی بھری تو مشائم خود کو روک نہ پائی، اپنے ہونٹوں کو نرمی سے المان کی گال سے پھر سے جوڑے اسکی اس نرمی اور محبت کا شکریہ کہا اور میشی کا یہ عمل المان اور اسکے بیچ پھر سے وہی فسوں ٹھہرا گیا جس سے وہ لڑکی ڈر کر بھاگ گئی تھی، اس لڑکی کی خوشبو اور ہونٹوں کا نرم لمس اس وقت المان سیال کا ضبط توڑتا محسوس ہوا۔

"صبح تم کچھ کہہ رہی تھی نہ؟"

اپنے چہرے پر بکھرتی پر تپش حدت انگیز المان کی سانس محسوس کرتے مشائم کو لگا اگلا سانس سینے میں جکڑ گیا ہو، وہ اسکی آنکھوں، ہونٹوں اور چہرے کا تفصیلی جائزہ لے کر میشی کے حواس بگھاڑ رہا تھا۔

"ن۔۔ نہیں تو"

فوراً ڈر کر منمنائی، جیسے اسکے حواسوں سے اس لمحے کے سو اسب منہدم ہو گیا ہو۔

"سوچ لو میشی"

وہ جانتا تھا اسکی خواہش جو جھجھک کے مارے کہہ نہ پاتی تبھی تو میشی نے اسے یوں فرار کی راہیں مسدود کرنے پر اپنا چہرہ گال کے سنگ اسکی گال سے جوڑا، ہاتھ الماان کو اسکے سینے سے رینگتے کمر سے ہوتے پشت پر شرٹ مٹھی میں لے کر جکڑتے محسوس ہوئے تو اسکے ہونٹوں کو اس لڑکی کے جان نکلنے نے سرور آگیں سی مسکراہٹ بخشی۔

"کیا میں دیکھ لوں کہ تم میرا اور کیسے کیسے سکون بن سکتی ہو؟"

اسکے حصار میں دقت سے سانس کھینچتی وہ اسکے سامنے لانے کے باوجود نہ آئی اس سے مزید لپٹی جیسے الماان میں ہی اتر کر کہیں چھپ جانا چاہتی ہو۔

"ن۔۔نہ بنی تو پھر"

اسکے سینے میں دب کر وہ بولی نہیں منمنائی، نہایت دکھ سے، الماں سیال کے سنجیدہ ہونٹوں کے کنارے مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تو پھر بھی میرا ہر اختیار تمہارے ہاتھ میں ہی رہے گا"

الماں کی شریر سی کان کی لو سے لب مس کر کے کی سرگوشی پر وہ گدگدی کی سی کیفیت کے سنگ اس کے سینے کے حصار سے مچل کر نکلی۔

الماں سیال کو نظر بھر کر دیکھنا محال ہوا، البتہ وہ اب بھی اسکے وجود کا حصہ لگ رہی تھی، وہ چاہتا تھا اس لڑکی کی سانس کے سنگم پر سانس لے کر دیکھے، یہ کرنے پر عجیب سا جنون سوار ہوا۔

"ا۔۔الماں"

اسکے ملائم کانپتے ہونٹ اسکا نام ریت سا بکھیرتے ہی رہ گئے اور المان سیال نے بنا اجازت ہی اسکے نرم ہونٹوں سے پہلے اپنی مہکتی سانسوں، پھر ہونٹوں اور پھر ذائقوں سے روشناس کروایا اور یوں ہوا کہ اس لمحے سب کچھ ہوا میں تحلیل ہوا، رہ گیا تو ان چار ہونٹوں کا وہ کلمہ جو وصل کے آغاز کی نیت ہوا کرتا ہے۔

یہ ہونٹوں کی سانسوں میں گھلتی لپکتی کیفیت پر زور اور شدت بھری نہ تھی لیکن مشائم نے آنکھیں موندھتے المان کی پشت کی جانب شرٹ کو مٹھیوں میں جیسے جکڑا تھا، وہ بتا رہا تھا کہ اس شخص کی نرم سی شدت بھی مشائم کے لیے سہنی محال ہے، وہ اسکی گردن پر رکھا ہاتھ اسکی کپکپاتی کمر پر رکھے یکدم مشائم المان کو اپنے نزدیک کر گیا لیکن یہاں اس لڑکی کے وجود میں سمٹی جان پر یہ نزدیکی قہر بننے لگی۔

وہ اسکی دھڑکنوں اور سانسوں کے خلل پر خود ہی بہت جلد ہی اس نشاط انگیز لمحے کا سحر توڑے اسکی سانسوں کو آزادی بخشے نظر جھکائے دور ہوا اور بے

خود ہو کر اس لڑکی کے خوبصورت ہونٹوں کے بدلتے رنگ دیکھتا مشائم کی بند آنکھوں کے خمار کے سنگ کھلنے پر ایسا ہنسا کہ وہ گہرا سانس کھینچ کر پھر سے اسکے سینے میں کپکپاتی، کان کی لو تک سرخ ہوئے شدت سے جا سمٹی۔

الماں نے اپنی بازو کھول کر مشائم کے گرد حائل کیے۔

"ال۔۔لماں۔۔۔۔"

پھر سے سینے میں دبی سسکی، وہ اس وقت اسکے جسم میں دوڑتا لہو برف ہو چکا تھا، پورا جسم حرارت میں مبتلا تھا، یہ پہلی زور آور شدت مشائم کو زندگی بھر نہ بھول سکتی تھی، اسے امید نہیں تھی وہ اس ایک لطف کرم پر سانس سانس الماں سیال پر لٹ جائے گی، الماں اسکے تیز دل کی دھڑکن با آسانی سن رہا تھا۔

"اب تک کا میری زندگی کا سب سے راحت آمیز لمحہ تھا، یہ کافی نہیں ہے مشائم لیکن آج کے لیے بہت ہے، مزید تنگ نہیں کروں گا۔ جاو سو جاو۔۔۔۔مجھے بھی چینج کر کے ایک کال کرنی ہے پھر سو جاوں گا آکر"

اس لڑکی کے کپکپاتے وجود پر رحم کھائے وہ بس اسی پر اکتفاء کر چکا تھا اور میشی جس طرح بنا اس سے نظر ملائے بھاگ کر بستر کی طرف دوڑی اور لیٹتے ہی لحاف سر تک اوڑھا، المال بھی ہنستا ہوا چینج کرنے بڑھا لیکن میشی کا پورا جسم اب بھی کانپ رہا تھا، لیکن مدہوشی اور سرور کی یہ کیفیت اس پر پہلی بار ہی اس قدر شدید اتری کہ اس نے سختی سے اپنی آنکھیں موند لیں۔

..____________________________..

رات کے پچھلے پہر وہ جب اسے دیکھ دیکھ کر تھک گیا تو کاوچ سے اٹھ کر زینیش کے پاس آکر اسکی طرف زرا سا پلٹ کر بیٹھا، وہ گہری نیند میں بنا لحاف کے ہی سوئی تھی، کیونکہ اوزان کا کمرہ سرد نہ تھا، گرمائش اگلتے

الیکٹرک فانوس جل رہے تھے جو کمرے کی معمولی حدت بھی خود میں ان ہیل کر رہے تھے۔

وہ اسکے تکیے پر سر زرا ترچھا کیے اپنی دائیں بازو اپنے نیچے دبائے لیٹی تھی اور اوزان کو جب یہ احساس ہوا کہ وہ یوں کمفرٹیبل نہیں تو آہستگی سے اس نے اسکی بازو جو زینو کے نیچے دبی تھی، نکالی۔

اپنا وہی ہاتھ بڑھا کر اسکی بے داغ گال سہلائی۔

پھر اسکے زخمی ہاتھ کو پکڑ کر اپنے ہاتھ میں دیکھا، وہ اب بھی خوبصورت لگا۔

صرف اس لیے کہ اوزان دایب انصاری کے ہاتھ میں مقید تھا۔

"میں خالی ہو رہا ہوں زینو، مجھ میں ایک روح ہی بچی تھی جو میری اپنی تھی۔ وہ بھی تم پر فدا ہو گئی۔ لیکن میں تمہیں اپنی زندگی میں شریک نہیں کر سکتا۔ اگر جو میں سوچ رہا ہوں وہی سچ نکلا تو بابا کے گناہ کے سامنے آنے کے بعد تم اپنی ماں کے مجرموں سے کوئی تعلق نہیں رکھو گی۔ اور یہی ہم ڈیزرو

کرتے ہیں۔ماں باپ کے کیے کا پھل اولاد بھگتتی ہے۔مجھے بھی دایب انصاری کے کیے کا پھل بھگتنا ہو گا۔تم یہاں سے چلی جاو یہی بہتر ہے۔"

اوزان نے اسکا کچھ نہیں چھینا تھا،یعقوب حیدر کی زمین اب بھی زینیش کے نام تھی۔اوزان نے دادا کو جوڈاکومنٹس دیے وہ فیک تھے،وہ ناانصافی بھی انصاف سے کرنے کا عادی تھا،اسکے عشق کا آغاز تو سفید گلاب سے ہی ہو گیا تھا۔

وہ اسکے ہاتھ کی کشش اب بھی اپنے آپ سے کہیں طاقتور محسوس کر رہا تھا تبھی ناجانے کیوں دل تڑپ گیا،وہیں اسکے ساتھ تکیے پر سر رکھے اوزان بھی لیٹا لیکن صرف زینیش کو قریب سے دیکھنے کو۔

وہ صرف دیکھائی دینے میں پیاری نہیں تھی،وہ لڑکی دل،روح،جسم، کشش،جذبات سب میں اوزان سے مضبوط تھی۔

وہ اس قدر قریب تھی کہ اوزان کے لب اسکی جبین سے مس ہو رہے تھے، اسکے ہونٹوں سے نکلتی حرارت اوزان کو اپنی گردن پر پھیلتی محسوس ہو رہی تھی، اوزان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے پر بکھرے بال سمیٹے، وہ بس کچھ دیر کو اسکے پاس آکر لیٹا تھا لیکن اسے امید نہ تھی کہ وہ سو جائے گا، اور سونا کس قدر خطرناک تھا یہ اسے اچھے سے علم تھا، اگر وہ اس سے پہلے جاگ جاتی تو اوزان اپنے یہاں ہونے کی صفائی کیسے دیتا۔

میشی کی بات یاد آنے پر اوزان نے اس لمحہ کچھ نہ سوچا اور قریب سرکتے ہی اپنے ہونٹوں کو زینو کی جبیں سے جوڑا، اور تب تک وہ اسکی جبین سے ہونٹوں کو جوڑے رہا جب تک زینیش اس پہلے مگر انتہائی دلکش لمس پر گہری نیند کے باوجود نہ تڑپ اٹھی۔

اوزان نے فوری بیچ میں فاصلہ بنا کر اسکے قرئب سے اٹھ کر جانا چاہا مگر زینیش نے نیند میں اسکی شرٹ کی آستین جکڑ کر اوزان کا فرار ناکام کیا۔

اور اوزان دایب انصاری خود بھی ہلنے کے قابل نہ رہا۔

ان بند آنکھوں کو تکتے، زینیش کی رگوں میں گھلتی حرارت اور سانسوں میں اترتی خوشبو کے حصار میں کب وہ بھی نیند میں اترا خبر ہی نہ ہوئی۔

دور پار فجر کی بلند ہوتی آذان اور گہری نیند کے چھنا کے سنگ ٹوٹنے پر زینیش کے بے خبر وجود میں حرکت بیدار ہوئی۔

وہ آہستہ سے آنکھیں کھول کر اپنی نظروں کی حد میں بدلاو تکتے گھبرائی مگر جب گردن پھیرتے چہرہ اوزان کے چہرے سے ٹکرایا تو زینیش کے جسم سے لمحہ لگا کر جان سی سرکی۔

پورا وجود اپنے یہاں ہونے کا سوچ کر کپکپا اٹھا۔

وہ ہرگز اپنی آنکھوں پر یقین نہ کر سکی، لگا جیسے ہل بھی گئی تو یہ قیمتی خواب ٹوٹ جائے گا۔

وہ بھلا اتنی خوش قسمت کہاں تھی کہ اوزان کا سایہ بھی اسکے اتنے قریب ہو پاتا۔

نیند کا خمار آنکھوں میں تھا اور اسکی سنہری آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر تکیے میں جذب ہوا۔

وہ اس ڈر سے سانس بھی روک گئی کہ اگر اسکی سانس کی حدت نے اوزان کی نیند توڑ دی تو وہ سانس لیتے یہیں سانس لینا چھوڑ دے گی۔

"ی۔۔یہ میرا خواب ہے، آ۔۔آپ میرے اتنے قریب کیسے آسکتے ہیں بھلا۔ اگر یہ خواب ہے تو اس خواب کے ٹوٹتے ہی مر جاوں میں۔۔۔۔۔ اس خواب کے بعد کی زندگی نہیں چ۔۔چاہیے مجھے۔"

وہ بہت کرب سے بول پائی، اسکی آنکھیں اس قدر راحت آمیز نیند کے باوجود اجڑ گئیں۔

دل چاہا وہ اوزان کے چہرے کو چھوئے، ناجانے پھر وہ دسترس میں آتا یا نہیں۔

"رات میں کیا یہیں سو گئی؟ یہ میں نے کیا کر دیا۔ یہ جاگ گئے تو میری ج۔۔جان لے لیں گے۔ مجھے چلے جانا چاہیے۔ یہ میری جگہ نہیں ہے، اوزان مجھے یہاں خوشی سے تھوڑا لاسکتے ہیں۔۔۔ یا اللہ یہ کیسی بے بسی ہے۔۔۔"

وہ بہت تکلیف میں تھی، لیکن ستم یہ کہ ہل تک نہ پا رہی تھی، لگ رہا تھا جان چلی جائے گی۔

ستم یہ کہ اسی کے تکیے پر سر رکھے وہ اسی کی طرف کروٹ بدلے سویا تھا، وہ اسکا چہرہ، بند آنکھیں، ہونٹ، گھنی سیاہ بیرڈ، زرا زرا بکھرے بال سب دیکھ رہی تھی لیکن چھونا چاہتی تھی۔

دماغ چاہ رہا تھا وہ اسکے اٹھنے سے پہلے بھاگ جائے، پر دل ورغلا رہا تھا کہ وہ پورا اسکا ہے، صرف اسکا۔

"جب تک یہاں نہیں آئی تھی، آپکے نام سے انس تھا۔ آتے ہی آپ کی بے قرار روح سے ہو گیا۔ جانتی ہوں میرے پاس یہاں سے جانے کے بعد اچھے پل بہت کم ہوں گے، میرے اور آپکے لیکن میرے لیے کافی ہیں آپکے پاس گزرے یہ لمحے، آپکے ہاتھ پکڑنے کا بہت پیارا احساس، آپکا مجھے دیکھنے کا انداز۔ آپکی خوشبو۔ میری آپ سے محبت یہی ہے کہ میں آپکو یاد کر کے ہی دل کو پر سکون کر لیا کروں گی"

اپنی گرم ہتھیلی بہت ہمت کے سنگ بڑھا کر زینیش نے اسکی گال چھوئی، ہتھیلی سہلائی پھر اسکے صبیح پیشانی پر بکھرے بال سمیٹے اور چہرہ اسکے چہرے کی سمت زرا سا سرکا کر اوزان کے ماتھے کو چومتی مسکرائی اور بہت آہستگی سے اسکے پہلو سے اٹھی اور بے آواز قدموں سے وہ جوتے پہنتی وہیں سرہانے کی طرف رکھی اپنی شال اٹھا کر شانوں کے گرد لپیٹے بنا آہٹ کرتی

ایک بار سوئے اوزان پر محبت بھری نظر ڈالتے ہی کمرے سے نکلی جبکہ اسکے جاتے ہی اوزان کی بند آنکھیں کھلیں، اپنا ہاتھ اس نے ان سلوٹوں پر ہتھیلی کے سنگ سہلایا جہاں وہ پھول جیسا جسم ساری رات آرام کرتا رہا، وہیں اوزان کے ہاتھ کو کوئی چیز چبھی۔

اٹھا کر دیکھا تو وہ زینو کی چین تھی، پینڈٹ والی جسکی ہک نکلی اور وہ رات کے کسی پل زینو کی گردن سے کھل کر وہیں گر گئی۔

"خدا گواہ ہے ایسا جتنی آرام آج سے پہلے اوزان کے نصیب میں نہیں تھا جو آج کی اس شب ملا، تم اٹھ کر چلی گئی ہو لگتا ہے دل کی ساری ہمک، چاہ اور ہمت بھی لے گئی ہو۔ میں کیسے چھوڑ سکوں گا تمہیں زینیش؟ میں نے تم سے محبت کا فیصلہ لے کر خود کو کھو کھلا کر دیا روح نشین۔۔۔"

بڑے کرب سے اوزان نے اس لڑکی کی اس چین کو مٹھی میں جکڑے اپنا سینہ ملستے کروٹ لی تھی، رات ساری وہ اسکی جانب ہی کروٹ کیے سویا رہا تھا اور اب جسم اکڑ سا گیا تھا۔

اب وہ جتنا مرضی سونے کی کوشش کرتا، وہ سکون اس سے روٹھ گیا جو زینیش کی موجودگی میں اسکے جسم وجاں میسر تھا۔

..______________________________..

سنڈے کے سبب وہ کل رات الارم لگائے بنا سوگئی تھی یا یہ کہنا بہتر ہوگا کہ الماان کے اسکی طرف بڑھائے ایک قدم نے رگ رگ میں سرشاری اور نشاط ہی ایسا بھرا کہ نیند بھی خوبصورت آئی اور جب نو تک اسکی آنکھ کھلی تو اپنے اطراف لپیٹی الماان کی بازو اور اپنے گال پر بکھرتی سوئے الماان کے بکھرتے بوجھل اور پر حدت سانس کی حدت پر وہ جاگتے ہی پر سرور سا

مسکرائی، گلاب ہونٹوں میں المان سیال کی دھڑکنیں اس بے تکلفی سے محسوس کرتے، دلکشی سما گئی۔

المان کے اپنے سینے پر رکھی بازو کے بوجھ سے بے چین ہوئے زرا پیٹ کی جانب سر کائے میشی نے اسکے ہاتھ سے اپنی ہتھیلی جوڑی اور انگلیوں میں اپنی لانبی ملائم انگلیاں پیوست کیں اور زرا گردن المان کی طرف پھیرے اس کے خوبصورت، وجاہت خیز چہرے کو نظر بھر کر دیکھا۔

وہ سوتے ہوئے اور پیارا لگا، اسکے چہرے کی بے خبری جب دلفریبی سے مل رہی تھی تو مشائم کے دل کو کیوں نہ وہ دنیا جہاں سے وجیہہ لگتا، کیوں نہ وہ اس پر لٹ جاتی، گرویدہ ہونے لگتی۔

رات کا وہ بے خود لمحہ سوچتے ہی مشائم کو لگا پھر سے حلق سوکھنے لگا ہو، وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس شانت مزاج والے المان سیال میں اتنی شدت، بے خودی اور جنون کہاں سے رات آیا ہوگا کیونکہ اب تک تو وہ اسے چھوتا بھی

بہت ملائم پن سے تھا لیکن رات کا وہ روح جنجھوڑ تا لمحہ میشی کو پھر سے کپکپا کر رکھ گیا، یوں لگا پھر سے ہونٹوں پر نمی، نرمی اور استحقاق گھل کر اسے مدہوش کر گیا ہو۔

دل کی دھڑکن یکدم بڑھی، وہ سمجھ نہ پائی المان کی اس شدت بھری پیش رفت کا سکون کن لفظوں میں بیان کرے کیونکہ ایسی خوبصورتی تو مشائم نے امیجن بھی نہ کی تھی۔

"گڈ مارننگ"

وہ انہی بدحواس کرتی سوچوں میں منہمک تھی جب المان کے پر خمار سے جاگنے پر مخاطب کرنے پر جیسے ڈر کر چونکی وہ خود جاگتے ہی مندی مندی آنکھیں کھولتے ہنسا۔

"کیا ہوا اتنے قریب سے جن بھوت لگ رہا ہوں، ڈری کیوں؟"

اسکی آنکھوں کا قرار اور چہرے کا ڈر بھانپے الماان نے وہی اس کے پیٹ پر رکھا ہاتھ اٹھا کر مشائم کی گال سہلائی تو وہ فطری شرم وحیا کے سبب نظر چرا گئی۔

"تم رات کے لیے ناراض ہو مشائم؟"

اسے خاموش دیکھے الماان نے اسکے چہرہ سیدھا کرنے پر اپنا چہرہ اسکے کھلے بالوں میں چھپاتے، اپنا ہاتھ بھی اسکی کمر میں حائل کیے زرا سا میشی کو اپنی طرف پلٹایا تو وہ دونوں کے چہرے آمنے سامنے آئے۔

"نہیں تو۔۔۔"

الماان کے سوال کے بدلے وہ فورا بولی حالانکہ اس وقت الماان کو دیکھنا اور اس سے بات کرنا دوبھر تھا۔

وہ اب بھی کپکپا رہی تھی، یا شاید حرکت کرتے سینے کی کارستانی تھی کہ ملائم معطر جسم میں لرزش برپا تھی۔

"تم جیسے بھی بنی ہو لیکن میری بیوی ہو اب مشائم، اور میں تمہارے ساتھ بے وجہ کی دوریاں نہیں چاہتا۔ جب اللہ نے ہمارا اتنا خوبصورت ساتھ بنا دیا ہے تو لمحے ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کا سکون ہیں ہم، تمہیں محسوس ہوا کچھ؟"

وہ اسکی فطری جھجھک، حیا اور گھبراہٹ بھانپ رہا تھا جبکہ وہ سہمی ہوئی تھی تب بھی آنکھیں جھکا کر اس نے المان کے آخری سوال کا اقرار سر ہلا کر کیا جو المان سیال کی رواں دھڑکنوں میں خلل لایا۔

"ا۔ ایسا تو نہیں کیپٹن کہ آپ نے یہ قدم میری اداسی دور کرنے کو اٹھایا ہو۔ آئی مین یو لو و می؟"

جب تھوڑی ہمت آئی تو جھجھکتے ہوئے وہ بولی بھی اور المان کی آنکھوں میں جھانکی بھی، دل کی دھڑکنیں سینے سے لپٹنے لگیں کیونکہ وہ اسے اتنے قریب سے بہکا رہا تھا۔

"امم ابھی تم لوو بنی ہو یا نہیں اسکے بارے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرے دل تک راحت اتری، تم بہت سپیشل ہو تبھی تمھاری طرف لمحہ بہ لمحہ مائل ہو رہا ہوں۔ اور محبت کا کیا ہے، وہ تو تم خود مجھ سے مزید یونہی قریب آتی رہی تو چھین لو گی۔۔۔۔۔"

اسکی ساری گھبراہٹ وہ اپنے شریر جملوں سے ختم کر چکا تھا تبھی تو وہ سمٹا شریر مگر شرمیلا سا مسکرائی۔

وہ الممان کے پھر سے اسکی دبی رکتی سانسوں کو ان ہیل کرنے کو چہرے پر جھک کر قریب ہونے پر کرنٹ کھاتی زرا پرے سرکی۔

"میں نے منہ تک نہیں دھویا، پھر اریٹیٹ ہوں گے۔ میں نہیں چاہتی ایسا"

میشی اسکی طرف دیکھتے خفیف سا دبا ہنسی جیسے خود کمفرٹیبل نہ ہو۔

"شیر اں دے منہ دھلے ہوندے نے"

المان کے ہنس کر جتانے پر وہ گھبراہٹ سے نکلتی پھر سے ہنسی لیکن المان نے اس کے کمفرٹ کو اپنا خطرناک ارادہ منقطع کیا۔

"ہاہا لیکن میں شیرنی ہوں نہ کیپٹن، مجھے منہ دھونے کے ساتھ پر اپر چہرہ چمکا کر آپکے قریب ہونا پسند ہے اسے میرا ہائی جینک ایشو سمجھ لیں، ویسے آئی آلسو فیل کمفرٹیبل ودیو لاسٹ نائیٹ۔۔۔ ہاہا نیند بہت اچھی آئی۔ ان فیکٹ کچھ زیادہ ہی اچھی"

ساری گھبراہٹ مکمل پرے ہوئے تو مشائم نے بھی ہنس کر المان کو مسکرانے پر اکسایا، اسکے کھردرے گال کو ہتھیلی سہلائے فیل کیا اور چہکی۔

"یہ خمار ہے ہی ایسا، میں بھی آتے ہی سو گیا تھا۔ باقی تم جیسا چاہو۔۔ خیر آج مشن سسرال ہے سو اٹھتے ہیں اب۔ سنڈے کو دس بجے تک ہی سب جاگتے ہیں، اور ہاں ممی کی ٹنشن مت لینا اب۔ وہ جو کہیں دل بڑا کر کے سن لینا۔ دل کی بہت اچھی ہیں"

المان نے اسکی ناک دباتے شریر سی سرگوشی کرتے لحاف پرے کیا اور اٹھ کر بیٹھا جس پر وہ اسکی تاکید پر فوری سر ہلاتے مسکرائی بھی اور المان کے اٹھ کر جانے پر اسکا تکیہ دبوچ کر واپس آنکھیں بند کر گئی۔

آج تو بستر کو چھوڑنے کا بالکل دل نہ تھا لیکن المان کے ساتھ وہ انصاری حویلی جانے پر جہاں اداس تھی وہیں آکسائٹڈ بھی تھی۔

..________________________..

میشی اور المان کے دن کو آنے کے سبب ناشتے کے فوراً بعد ہی ایزل مریم نے لنچ کی تیاری شروع کروادی، وہ ملازمہ کے ہمراہ پہلے مارکیٹ گئیں، سیال والوں کے لیے بہت سے شگن کے تحائف لیے جبکہ بھرپور قسم کی دعوت کا انتظام بھی کیا گیا۔

دیان کا ویسے تو آج آف تھا لیکن ہوسپٹل اونر ہونے کے سبب اسے آج بھی جانا پڑا، جبکہ طلال بھی گھر تھے۔

اوزان بھی ناشتے پر موجود نہ تھا، صبح صبح آج بھی وہ نک سک بلیک میں ملبوس وہ کہیں نکل چکا تھا۔

جبکہ فیروز شمشیر انصاری کو میشی اور الماں سے آج معافی مانگنی تھی اور یہ سوچ سوچ کر وہ جلن کا شکار تھا، جبکہ کنول کو جب حویلی میں ہوتی غیر معمولی ہلچل محسوس ہوئی تو اس نے ملازمہ سے تیاری کا سبب دریافت کیا اور اصل بات بتا چلتے ہی وہ سیدھی فیروز شمیشر کے کمرے میں گئی، وہ خود اہم سیاسی کانفرنس کے لیے ریڈی ہو رہے تھے۔

لنچ کے بعد انکی روانگی تھی، کل الیکشن تھے اور ضروری تیاری اور تمام مراحل جا کر وہ خود دیکھنے والے تھے۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں بابا جانی؟ الماں اور میشی لنچ پر آرہے ہیں۔ آپ نے کیسے اجازت دی دونوں کو۔۔۔ کیا ہو گیا آپکے رعب و دبدبے کو جناب"

کنول سے چوبیس گھنٹے ہی بس طلال کے رویے کا اور اوزان کی درندگی کا ماتم منایا جاسکا اور پھر وہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑائے بنا رہ بھی کہاں سکتی تھی، آگئی تھی آگ لگا کر دھواں اڑانے۔

"گدھے کو باپ بنایا ہے میں نے، یہ الیکشن خیر و عافیت سے ہو جائیں پھر اس اوزان سے بھی نمٹوں گا اور سیالوں سے بھی۔۔۔ ابھی کوئی ضد کی تو اس سر پھرے کا کوئی بھروسہ نہیں جیتا الیکشن ہروادے۔ تم جانتی تو ہو اسکے کتنے لمبے ہاتھ ہیں"

فیروز شمشیر کے لہجے میں اوزان کا ڈر صاف چھلکا تبھی تو کنول تمسخرانہ سا مسکرائی۔

"ارے واہ! یہ میری گناہ گار آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں بابا جانی۔ آپ جیسا نڈر، بے خوف اور پاورفل آدمی جو اپنے باپ کی بھی نہ سنے۔۔۔ وہ اپنے

پوتے کے سبب تھر تھر کانپ رہا ہے۔۔۔۔۔ قسم سے یہ دن دیکھنا باقی تھا۔۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آتی ایسا ہے کیا اس کمیلئین میں؟"

کنول کے لہجے کی تضحیک پر وہ پلٹے اور کنول پر اک خشونت بھری نظر ڈالی، اسکے اکسانے کا فیروز شمشیر کو بخوبی اندازہ تھا۔

"بکواس بند کرو کنول، کہا ہے نہ صرف مصلحت کے تحت۔۔۔ خیر منانے دو ان سبکو اپنی جیت کا جشن۔ اوزان کو بھی پتا چل جائے گا جلد کہ اسکا دادا اس سے کم ہرگز نہیں ہے۔۔۔۔ خیر جاو تم اور سب پر نظر رکھنا۔۔۔ اور دیکھتی رہنا کہ میشی کس سے کیا کیا بات کرے گی۔۔۔۔ میشی کا دشمنوں کے گھر ہونے کا کچھ تو فائدہ ہو۔۔۔ سیالوں کے گھر کی خبریں اس سے نکلوانا تمہارا کام ہے۔۔۔۔ اور مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم کس قدر چالاک ہو میرے بچے"

شمشیر نے جس خباثت سے کنول کو اسکی خصلت کے مطابق کام دیا، آنکھیں تو اس چالاک لومڑی کی بھی چمکیں جسکے بعد دونوں ہی نجس ساہنسے۔

"اوکے باس، کنول کے ٹیلنٹ پر بھروسہ رکھیں۔۔۔ ہر طرح کی خبر ملے گی آپکو۔۔۔ اینڈ یس کل کے لیے بیسٹ آف لک۔۔۔۔"

کنول بھی شیطانیت کے سنگ قہقہہ لگاتی کمرے سے نکلی جبکہ سیدھی کچن کی طرف بڑھی۔

ابھی سے کچن سے بھوک بڑھاتی خوشبو کے جھونکے اٹھ رہے تھے۔

"بڑی خوش لگ رہی ہیں منحوس بھابھی، اوزان نے پتا نہیں بابا جانی کی کونسی دکھتی رگ دبائی کہ وہ اس سب کی اجازت دے بیٹھے۔ چلو بچاری میشی کا ٹوٹا دل جڑ جائے گا"

کنول کے باورچی خانے کی جانب آنے اور آتے ہی زہر اگلنے پر ایزل مریم نے ناگواریئت کے سنگ نائیٹ سوٹ میں ہی بے شرموں کی طرح گھر میں گھومتی کنول کو دیکھا۔

"کاش تمہاری بھی ایسی کوئی رگ دبا دیتا وہ گلا دبانے کے ساتھ تو تم اس وقت یہاں کھڑی بک بک نہ کر رہی ہوتی، مجھے تم پر پہلے ہی بہت عتاب ہے کنول۔ چلی جاو ورنہ پھر تم پر ہاتھ اٹھ جائے گا میرا۔ میری بیٹی کے ٹوٹے دل کی تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی"

ایزل مریم کا تو اسے دیکھ کر پارہ ہائی ہوا جبکہ کنول ضرور آگے سے غلیظ ہنس کر انھیں مزید غصہ دلا گئی۔

"اب اگر آپ نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو آپکا یہی ہاتھ توڑ کر دوسرے ہاتھ میں تھمادوں گی، اس بدزبانی کے سبب آپ اپنے شوہر کی پسندیدہ نہ بن سکیں۔۔ چچ چچ۔ افسوس۔ ہنہ۔۔ رہی بات اوزان کی، اسے بھی جلد مزہ

چکھاؤں گی۔۔۔۔۔روئے گا وہ، اور آپ ان آنکھوں سے اسکے خون کے آنسو دیکھیں گی پھر ملے گا میرے دل کو قرار۔۔۔۔۔۔۔ آپ سے تو شدید نفرت ہے لیکن میشی مجھے بہت پیاری ہے سو اسے اسکی چاچی بہت پیار سے ویلکم کرے گی۔ جسے جلنا ہے جی بھر کر جلے"

کنول کا ایک ایک لفظ ایزل مریم کی سماعت میں ہتھوڑے سا برسا، یہ تو زینیش بروقت وہاں آگئی اور کنول اسے دیکھتے ہی حقارت سے پیر پٹخ کر کچن سے چلی گئی ورنہ آج ایزل اسکا گلا دبا دیتیں۔

"آئی جان کیا ہوا آپکو؟"

انکی آنکھوں کو دایب انصاری والے طنز نے سرخ کیا جس پر زینیش نے انکا ہاتھ پکڑتے پریشانی سے پوچھا لیکن وہ اسکی گال نرمی سے سہلائے نفی میں گردن ہلا گئیں۔

زینیش کی طبعیت کافی بہتر بھی تھی اور اوزان کے ساتھ تھوڑا سا سہی وقت گزارنے کا اثر یہ ہوا کہ وہ گلابی گلاب بنی دمک اور مہک رہی تھی۔

ایزل مریم نے اس کے خوبصورت سراپے پر سجتا گلابی جوڑا دیکھا تو مسکرا دیں، وہ میشی اور الماں کے لیے کچھ دیر پہلے جب تحائف لائیں تو زینیش کے لیے بھی سات آٹھ بہت پیارے اور ڈیزائنر جوڑے لائیں اسکے علاوہ بھی اس پر سجتی بہت سی چیزیں۔

اور تبھی زینیش آج سادہ کے بجائے واقعی انصاری حویلی کی بڑی بہو لگ رہی تھی۔

بال بھی کھول رکھے تھے جو کھلے ہونے کے سبب کناروں سے خود بخود کرل ہوئے، تھوڑے تھوڑے دونوں اطراف کے بال اٹھائے اس نے کیچر میں مقید کر کے دو گال کو چومتی بالوں کی لٹوں کو بے لگام چھوڑ رکھا تھا، اور پھر زینیش کے وجود سے اٹھتی اسکی من پسند پرفیوم کی مہک۔

جوڑا نہ تو بہت فینسی تھا نہ بہت سادہ، کیجول تھا اور اسکے ساتھ شال جو زینو نے دائیں کندھے پر ڈال رکھی تھی، سفید خون چھلاتے ملائم پیر بلاک ہیل والے وائیٹ اینڈ سلور سینڈلز میں مقید اور پیارے لگ رہے تھے۔

اور آج تو ہلکے پھلکے مسکارے، آئی لائنر کے ساتھ پنک کلر کا لپ ٹینٹ بھی لگا رکھا تھا۔

"تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو زینو، ایسا لگتا ہے میرے سامنے الایہ کھڑی ہے۔ نظر نہ لگے۔ اب سے یونہی سنور کر رہنا۔ اس گھر کی بڑی بہو ہو، اوزان تمہیں یوں دیکھ کر سرپرائز ضرور ہو گا۔ سوچے گا اتنی حسین بیوی ہے اسکی۔۔۔ اور ایسی پیاری بیوی کو وہ کیسے چھوڑ سکے گا۔ میری تو نظر نہیں ٹک رہی تم پر چشم بد دور"

صبح سے وہ ویسے بھی بہت خوش تھی، تبھی آئی جان کا ضرورت سے زیادہ پیار اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا، وہ مسکرائی تو ایزل مریم کے دل کو ٹھنڈک ملی

حالانکہ گڑیا سے انکو محبت نہیں ہونی چاہیے تھی، گڑیا کے سبب ہی تو وہ دایب انصاری کی محبت سے محروم رہی تھیں لیکن وہ ایسی تھیں ہی نہیں، وہ بہت نرم دل تھیں جبکے دل میں نہ گڑیا کے لیے کوئی سرد جذبہ تھا نہ زینو کے لیے بلکہ اوزان کی زندگی میں زینش کو جو رتبہ ملا تھا سب سے پہلے اسے تسلیم کرنے والے ایزل مریم تھیں۔

زینش کے رخسار قدرتی لال ہوئے، وہ بے قرار ہوئی تو ایزل مریم نے پیار سے اسے سینے میں سمویا۔

"آپ نے کچھ زیادہ تعریف کر کے مجھے آسمان پر نہیں اڑا دیا آئی جان" الگ ہوتے ہی زینو کا معصوم شکوہ انکے ساتھ انکی کچن ہیلپر سعدیہ کو بھی مسکراہٹ دے گیا۔

"ایزل باجی سچ کہہ رہی ہیں، آپ چاند کا ٹوٹا لگ رہی ہیں چھوٹی بی بی۔ میں ابھی آپ کا صدقہ اتارتی"

سعدیہ نے کچن کاونٹر چھوڑے اپنے دوپٹے میں باندھے پیسے کھول کر جس طرح سو سو کے چار پانچ نوٹ نکال کر محبت سے زینو کے سر پر پھیرے، وہ ان پیسوں کی کمی کے باوجود سعدیہ آنٹی کی شفقت اور پیار پر کھلکھلا دی۔

"جیتی رہو سعدیہ۔ خیر اب میری لاڈلی بہو بھی کچن سنبھال رہی ہے آج سے تو ایک مین ڈش زینیش بنائے گی، بتاو زینو کیا بنانا چاہو گی آج کے مینو میں"

ایزل مریم نے پیار سے سعدیہ کی بھی گال سہلائی اور پھر خود زینیش بھی کچن میں سب جگہ رکھے مختلف لوازمات، پیکٹس وغیرہ دیکھنے لگی۔

مینو کافی بڑا تھا آج سو زینیش کوئی بڑی اور مین ہی ڈش چوز کرنا چاہتی تھی۔

"ایسی کونسی ڈش ہے جو اوزان اور میشی دونوں کی فیورٹ ہو، میں وہ بنانا چاہوں گی"

زینیش نے کچھ دیر سوچتے بوکھلا کر آئی جان کو دیکھا جس پر وہ شریر سا ہنسیں۔

"بنا لو گی وہ؟ پکانہ؟"

ایزل مریم کی تمہید پر زینو پریشان سی ہوئی۔

"کیا کوئی مشکل ڈش ہے وہ؟"

زینو نے مسکراتی سعدیہ اور آئی جان کو دیکھتے ہچکچاتے پوچھا۔

"پائے۔ دونوں بہن بھائی پائے کے دیوانے ہیں وہ بھی رائس اور روغنی نان دونوں کے ساتھ۔ کیا تمہیں بنانے آتے ہیں؟"

پائے کا سن کر زینیش کے چہرے کا رنگ سا اڑا، کبھی امیجن بھی نہ کیا تھا کہ ایسی اخیر خالص ڈش ان ولائتی بہن بھائی کی فیورٹ ہو سکتی ہے۔

جبکہ ایزل مریم اسکی حیرانگی کو پریشانی سمجھیں۔

"چلو تم رشئین سیلڈ بنالو وہ بھی فیورٹ ہے۔ یہ میں خود دیکھ لیتی ہوں۔"

ایزل مریم نے مسکرا کر اسکو آسانی دی مگر زینیش نے فوری نفی میں سر ہلایا۔

"ہر گز نہیں آئی جان، میں پائے بنا سکتی ہوں۔ بابا کے بھی فیورٹ تھے مجھے انہوں نے ہی بنانے سیکھائے۔ میں نہیں کھاتی کیونکہ بہت چپ چپ ہو جاتی، سمجھ جائیں۔ اسکی الفی جیسی گریوی مجھے اریٹیٹ کرتی۔۔۔"

زینو کی معصومیت اور اس درجہ صاف گوئی پر پھر سے دونوں ہنسیں تو وہ بھی دبا دبا مسکرا دی۔

"ہاہا چلو تم مت کھانا، لیکن بنالو انکے لیے۔۔۔ آجاو۔ میں امپریس ہوئی یہ جان کر کہ تم دیسی چیزیں بھی بنا سکتی ہو۔ میری تو موج ہو گئی۔ خوبخو مجھے مجھ جیسی سگھڑ بہو ملی۔۔۔ چلو سعدیہ تم یہ جگہ چھوڑو اور جا کر پہلے رشین سیلڈ بنالو تب تک ہم دونوں ساس بہو چولہے کے کام نمٹا لیتے ہیں"

ایزل مریم کی تاکید پر سعدیہ نے فوری فرمابرداری سے کچن کاونٹر چھوڑا اور زینیش کو جگہ دی جبکہ خود وہ دوسری طرف بنے ریک کی طرف گئی اور زینیش نے بھی آئی جان کے ساتھ مل کر اپنا کام شروع کیا۔

جبکہ کنول وہاں سے سیدھی اسی سر پھاڑ خلیے میں باہر لان کی طرف آئی تو طلال جو ایک پر سکون ماحول میں ہلکی ہلکی دھوپ میں بیٹھے کسی گہری سوچ میں تھے، کنول کو وہاں آتا دیکھ کر آنکھوں میں حقارت سمیٹ لائے۔

"پہننے اوڑھنے کی تمیز بھول گئی ہے کیا تمہیں؟"

طلال نے ناگواریت سے اسکے خلیے پر چوٹ کی جس پر وہ آگے سے دانت دیکھائی ڈھیٹائی سے سامنے ہی آبیٹھی۔

"تم سیکھادو نہ، جلن ہو رہی ہے کہ میرا یہ توبہ شکن روپ تمہارے علاوہ ہر کوئی دیکھ رہا۔ پر کیا کروں ڈارلنگ اکیلے تم مجھے ملتے نہیں سو مجھے تم کو اپنے جلوے دیکھانے کے ساتھ ساتھ سبکو مجبورا دیکھانے پڑتے"

کنول کے جواب پر طلال نے اپنی لہو ہوتی آنکھیں بھی نفرت سے اس عورت سے ہٹالیں۔

"اب تمہارا یہ جلوے بکھیرتا نجس وجود حسرت میں جھلس بھی جائے تب بھی ایک بوند طلال انصاری کی توجہ نہیں پائے گا۔ دفع ہو جاو یہاں سے بلکہ اگر تم میں غیرت ہے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو گھٹیا عورت"

طلال کو طیش دلا کر وہ محظوظ ہوئی، اب اپنی سبکی کا انتقام بھی تو لینا تھا۔

"ہاہا دیکھیں گے ڈیئر ہسبنڈ۔ میں تمہارے نیکسٹ ٹائم رونے کا ہی ویٹ کر رہی ہوں۔ اپنے زخموں پر مرہم لگانے تم میرے پاس ہی آو گے۔ میری باہوں میں۔۔۔ ہاہا او طلال۔۔۔ یو آر سو کیوٹ۔ غصے میں تو اور پیارے لگتے ہو۔ اور نفرت کسے دیکھا رہے ہو ڈارلنگ۔۔ یہ عورت تو تمہاری نفرت پر ہی فدا ہے۔۔۔۔ ون کس؟"

کنول کو زرا بھی کوئی توہین محسوس نہ ہوئی جبکہ جس طرح وہ لہرا کر اٹھتی طلال کی جانب زرا جھک کر آخری خواہش کے لیے چہکی، طلال نے اسے پرے دھکیلا لیکن وہ پھر بھی بے دم ہوتی ہنس دی۔

"شرما گئے میرے شوہر نامدار۔۔۔۔ چچ چچ"

اسی چہکتی کھکھلاتی ہنسی کے سنگ وہ واپس اندر بڑھی لیکن طلال انصاری کا سکون ضرور برباد کر گئی۔

بس نہ چلا اس عورت کو جا کر آگ لگا کر بھسم کر دیتے۔

..______________________..

"اگر وہ ناشتے کی میز پر آئی ہے تو مجھے نہیں جانا۔ میرا ناشتہ یہیں بجھوا دو"

جواد سیال تو صبح ہی اپنے سیاسی کام کے سبب جا چکے تھے، پنار اور میشی بھی ناشتے کی میز پر تھیں البتہ عائشہ کی ضد یونہی قائم تھی، الماں انکو روم میں بلانے آیا تو وہ وہیں بیڈ پر بیٹھے قطعی پن سے انکار کر گئیں۔

"ممی، آپ کیوں چھوٹے بچوں کی طرح ری ایکٹ کر رہی ہیں۔ رات بھی وہ بہت ہرٹ تھی۔ مت کریں۔ ویسے بھی ہم آج انصاری حویلی لنچ پر جا رہے ہیں۔ امید ہے وہ لوگ اپنے کیے کی بھرپور تلافی کریں گے۔ آخر کو وہ بھی خاندانی لوگ ہیں"

عائشہ کو رات جواد نے بھی کافی سمجھایا لیکن وہ ضدی اخیر تھیں پھر لنچ والی بات پر تو انکا خون کھول اٹھا۔

"دیکھا! کہا تھا نہ اعلی پائے کے زن مرید بنو گے۔ جاو سسرال اور ایک بار پھر ہو آو بے عزت"

عائشہ کے بھڑکنے پر وہ اکتائے سے تاثرات کے سنگ ساتھ ہی تھک ہار کر بیٹھا۔

"ممی۔ فار گارڈ سیک کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے تو انا کا مسئلہ بنا لیا۔ اب اگر وہ بتمیزی پر اترے تو منہ توڑ جواب دوں گا۔ پلیز"

وہ انھیں تاسف سے سمجھانے لگا پر وہ ہنوز ناراضگی کے سنگ منہ موڑ گئیں۔

"اگر آپ میشی کو یونہی ہرٹ کرتی رہیں تو آپکو مہینوں میں نہیں دنوں میں دادی بنا دوں گا۔ پھر مجھے مت کہیے گا کچھ"

الماان کو جب اور کوئی حل نہ سوجھا تو یہی دھمکی دے ڈالی جس پر عائشہ سیال ہونق بنیں الماان کی دبی دبی مسکراہٹ تکتے ہی اسکا غصے سے کان دبوچ گئیں۔

"کیا کہا تم نے؟"

ممی کے بھڑکنے پر وہ آگے سے شریر ہنسا اور کان دبوچ جانے پر مصنوعی درد بھرا تاثر بھی دیا۔

"وہی جو آپ نے سنا، وہ ہرٹ ہو یہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا اور میں اسکی تکلیف دور کرنے کے لیے اسکے بے حد قریب بھی جا سکتا ہوں۔ یہ سب بہت جلدی نہیں چاہتا لیکن آپ مجھے مجبور کر دیں گی"

مسکراہٹ ختم کرتا وہ واپس سنجیدہ ہوا تو الماں کے یہ خوفناک بے باک ارادے سچ میں عائشہ کو ڈرا گئے، دل سوکھے پتے سا کپکپا اٹھا۔

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی اگر مجھے تم نے اتنی جلدی دادی بنایا، غضب خدا کا میری عمر ہے دادی بننے کی"

عائشہ کی بوکھلاہٹ پر کیپٹن صاحب اپنا امڈتا قہقہہ روک نہ سکے، عمر تو واقعی نہیں لگتی تھی عائشہ کی اتنی پر پہاڑ انتیس تیس سالا سپوت کی والدہ اب کچھ زیادہ ہی چنی نن رہی تھیں۔

"افسوس ہوا، آپکو کہنا چاہیے تھا ابھی عمر ہے میشی کی ماں بننے کی۔ سو سیڈ اماں سائیں"

الماں کی چالاکی اور بیچارگی پر وہ غصے کے باوجود مسکرائیں تو الماں نے انکا ہاتھ پکڑے میٹرس سے اٹھ کھڑا کروایا۔

"بس تو پھر میشی کو قبول کرنے کی کوشش کریں، آپ نہیں چاہتیں آپکا بیٹا خوش رہے؟ سو پلیز بات نہ کریں لیکن اسے گھورنا بھی بند کریں۔ اور دایب انصاری کے حوالے سے کوئی بات نہیں کیونکہ وہ مینٹلی اس معاملے میں بہت کمزور ہے"

الماں کے سمجھانے اور خطرناک سی دھمکی کا اثر یہ ہوا کہ ناشتے پر عائشہ نے بھلے سرد رویہ رکھا لیکن میشی کو ہرٹ نہ کیا۔

اور مشائم اسی پر خوش تھی کہ عائشہ آنٹی نے اس سے ٹھیک سے بات کی۔

جبکہ پنار کو بھی کیپٹن صاحب کی خداداد صلاحتیوں پر پورا بھروسہ تھا۔

..______________________..

"جب میں نے ان تمام لوگوں سے معاملہ ڈسکس کیا تو وہ تو آپکا نام سن کر باولے ہو گئے۔ پیسہ بھی ٹھکرا دیا بس یقین دلایا ہے کہ وہ مہر اسی نشان پر ہی لگائیں گے جو حق دار ہے"

وہ اس وقت اپنے پر وقار، پر سحر، مغرور اور کسی کو بھی مائل کر لیتے سراپے اور تکبر کے سنگ درانی کے آفس موجود تھا، اوآن کے لیے اس نے بلیک کافی منگوائی تھی کیونکہ ناشتہ وہ آج سکپ کر چکا تھا بس حالات جاننے کا تجسس تھا۔

"بہت خوب! سیکورٹی کا سارا انتظام حسیب اور اسکے لوگ دیکھیں گے۔ میں نے اسے بھی تاکید کر دی ہے۔ میں خود کل نہیں آسکوں گا، کچھ اہم مصروفیت ہے۔ عدم تمہارے ساتھ رہے گا۔ جیسا سوچا تھا بالکل ویسا ہونا

چاہیے درانی کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ آخر وقت تک پتا نہیں چلنا چاہیے کسی کو کہ ایک نیا امیدوار الیکشن میں شامل ہوا ہے۔ رزلٹ کب آئے گا؟"

اوزان نے اسے سنجیدگی سے تمام معاملہ سمجھاتے سوال پر اختتام کیا۔

"سرپرسوں صبح نو بجے حتمی نتائج کا فیصلہ ہو جائے گا، نیوز چینل پر تو اس بار بھی جواد سیال کی تگڑی پوزیشن بتائی جا رہی ہے۔ لیکن مزہ آئے گا ان موصوف کو بھی چونکانے کا۔۔۔ آپ کافی کے ساتھ کچھ لیں گے؟"

درانی خود کل کے لیے بہت ایکسائٹڈ تھا جبکہ اوزان نے سر نفی میں ہلایا جو درانی کے آخری سوال کا جواب تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے اپ ڈیٹ دیتے رہنا، پھر ملتا ہوں"

اوزان نے کافی ختم کی اور کام بھی مکمل ہوتے ہی وہ وہاں سے نکلا، لنچ تک اسے گھر پہنچنا تھا سو ایک پیشنٹ کی اپائنٹمنٹ کے لیے وہ وکیل کے دفتر سے سیدھا فارم ہاوس آیا، ہلکی ہلکی جو دھوپ نکلی پھر سے غائب ہو چکی تھی اور

آسمان ایک بار پھر سیاہ بادلوں کی لپیٹ میں آنے لگ گیا تھا، ٹھنڈی پر کیف ہوا جسم و جان کو سرور بخش رہی تھی۔

آج بھی کمیلئین مکمل سیاہ میں ملبوس تھا، رات پہلی بار ایک مکمل نیند کے بعد بھی سنہری آنکھیں ویران۔

عدم کے ساتھ وہ لان سے گزرتے ہوئے لان میں لگے کچھ نئے پھولوں کو دیکھ کر رکا تو عدم نے بھی اپنے قدم روکے۔

"یہ سفید گلاب تم نے نیا لگایا ہے؟"

اوزان کے استفسار پر عدم نے فوری سر ہلایا۔

"جی سائیں، آپکا پسندیدہ ہے نہ۔ میں کل نرسری گیا تھا دھینہ کے بیج لینے، تو مجھے یہ سفید پھول بھی پسند آ گیا تو لے آیا اور لگوا دیا"

عدم کے اس عمل پر اوزان کو اچھا لگا تبھی عدم ڈانٹ ڈپٹ سے بچ گیا ورنہ اسے خدشہ تھا کہیں اوزان کا پرسوں کا غصہ اب بھی قائم ہوا تو وہ ضرور ستھری کروا بیٹھے گا۔

"ہمم خوبصورت رنگ کے کھلے پھول پسند ہیں مجھے، خیر کس کی اپائنمنٹ ہے آج؟"

اوزان نے سراہتے ہی قدم آفس میں بڑھائے جہاں وہ یونی گوئنگ ایج کی میشی کی ہم عمر لڑکی براجمان تھی، اوزان کو اندر آتا دیکھتی وہ فوری مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ حیران ہوا کیونکہ اس اقصی نامی لڑکی کے تمام سیشن مکمل ہو چکے تھے۔

"ہیلو کمپلیئین"

وہ مسکرا کر اسکو آفس رولنگ چئیر کی سمت باوقار اور مغرور انداز میں بڑھتے دیکھتی بولی جس پر اوزان نے خفیف سا سر ہلائے خود بھی بیٹھا اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ہائے، تمہارا سیشن تو مکمل ہو گیا تھا اقصی، پھر آج کس لیے اپائنٹمنٹ لی"

وہ لڑکی جانتی تھی اوزان یہی پوچھے گا تبھی بنا تمہید باندھے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور چاکلیٹ کا بہت بڑا سا باکس اس نے مسکرا کر اوزان کے سامنے کتھئی میز کی سطح پر رکھا۔

"جی لیکن آپکا تھینکیو رہتا تھا، جس بری حالت میں میں پچھلے دو ماہ سے تھی آپ نہ ہوتے تو مر چکی ہوتی۔ میں نے سنا ہے آپکو میٹھا نہیں پسند لیکن میری خواہش ہے آپ میٹھا بھی کھانا شروع کریں۔ آپکے لفظ اور شیریں اور مرہمی ہو جائیں گے۔ دوسرا یہ بتانے آئی تھی کہ سالار کو لاسٹ ویک پولیس نے اریسٹ کر لیا تھا، اس سے میری وڈیو کے علاوہ اور بھی کئی

لڑکیوں کی وڈیوز برآمد ہوئیں۔ دو لاکھ کے جرمانے کے ساتھ دو سال کی قید کی سزا ہو گئی۔ یہ سب سلجھ گیا لیکن یقین کریں کمپلیئین میں تو بے موت ہی مر جاتی۔۔۔۔ تھینک یو سو مچ"

یہ اقصی نامی دو ماہ پہلے اپنی خالا کے ساتھ اوزان کے کلینک آئی، وقتی پیار کے چکر میں اپنی برہنہ وڈیو بنا کر اپنے بوائے فرینڈ کو بھیج بیٹھی لیکن وہ آگے سے دو نمبر خبیث نکلا، اس وڈیو سے اسے دھمکا کر پیسہ بٹورنے لگا، اس لڑکی کی اپنی غلطی تھی سو وہ کسی کو بتا نہ سکی اور خوف ڈر اور اپنی عزت کے نیلام ہو جانے کے خوف سے ڈپریشن میں چلی گئی لیکن اسکی اپنی خالا کے ساتھ اچھی دوستی تھی بس اسی خالا نے اقصی کو اس ذہنی ٹارچر سے نکلنے میں مدد دینے کو اوزان کے پاس پہنچایا کہ وہ ڈپریشن کے ساتھ اسکے اس مسئلے کو حل کرنے میں بھی معاون ثابت ہو گا۔

اسکے دو ماہ میں سات سیشن تھے اسکے علاوہ اوزان نے اپنے تیئں اس سالار نامی لڑکے کے بارے حسیب سے چھان بین کروائی اور پتا چلا وہ اکیلا نہیں

پورا گینگ تھا بس حسیب نے ہی اسکے گینگ کو دبوچا اور پھر ایک دو پیشیوں میں ہی سالار سمیت اس گینگ کے سارے لڑکوں کو تگڑے جرمانے ہوئے اور دو دو تین تین سال کے لیے جیل میں ڈالا گیا۔

اوزان نے اسکا دیا گفٹ لے لیا کیونکہ تحفے ٹھکرانے اسکو پسند نہ تھے۔

"سن کر اچھا لگا لیکن یاد رکھنا اقصی زندگی ہر کسی کو تمہارے جیسا موقع نہیں دیتی۔ امید ہے تم اپنی عزت و ناموس کی اب جان سے بڑھ کر حفاظت کرو گی۔ دعا ہے تمہاری یہ خطاء تمہارے مستقبل پر اثر انداز نہ ہو۔۔۔"

اوزان کے پر امید الفاظ پر وہ دھیما سا مسکرائی، اسکی آنکھوں میں کمیلئین کے لیے والہانہ جذبات ہرگز ڈھکے چھپے نہ تھے۔

"آپ میرے سیکرٹ پارٹنر ہیں، ہزاروں مجھ جیسی لڑکیاں جو پرفیکٹ پارٹر کی خواہش رکھتی ہیں آپ انکار شک ہیں۔ آپ سنگل کیوں ہیں کمیلئین؟

کیا کسی سے محبت کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔۔۔ سوری میں بہت پرسنل ہو گئی لیکن بہت سی لڑکیوں کی طرح آپ مجھے بھی پسند ہیں"

اقصی اس قدر بے تکلف تبھی تھی کیونکہ اوزان اپنے اسسٹنٹس کے ساتھ بہت پولائیٹ رہتا تھا لیکن کسی کو اس نے آج تک اس قدر پرسنل ہونے کی اجازت نہ دی تھی لیکن اب اقصی نے کہہ دیا تو اسے اسکا جواب دینا ضروری تھا۔

"میں سنگل نہیں ہوں اقصی، میری ایک بہت خوبصورت اور خوب سیرت وائف ہے۔ جلد یہ نیوز آفیشل ہو جائے گی۔ اچھی لڑکیاں ہر کسی کو پسند اور ہر کسی پر اعتبار نہیں کرتیں میری یہ بات یاد رکھنا، نہ انکی نظروں میں ہر نامحرم کے لیے نرمی غالب آتی ہے۔ جو تمہارے مقدر میں ہے وہ جلد تم تک پہنچ جائے گا۔ میرے لیے تم میری بہن مشائم جیسی ہی ہو، اور میں نے یہ پر تکلف سوال بھی اسی لیے برداشت کرتے ہوئے جواب بھی دیا۔ گفٹ کے لیے تھینک یو"

وہ بہت سلیقے سے اقصی کو نہ صرف انکار کرچکا تھا بلکہ وہ آگے سے کوئی امید نہ باندھے اس کے لیے اس نے پہلی بار زینیش کا حوالہ بھی استعمال کرلیا جبکہ اقصی کا منہ واقعی رونے والا بنا، اوزان کی شادی دھچکے جیسی ہی تھی۔

"اوہ سن کر حیرانگی ہوئی کمپلیئین۔ وہ اس دنیا کی لکی گرل ہیں یقینا۔ گفٹ ایکسیپٹ کرنے کے لیے آپکو بھی تھینک یو۔ ہیو آ نائس ڈے"

بچاری کا دل تو کرچی تھا پر اوزان کے پاس ایسے کسی پرپوزل اور الفت خیز رویے کا کوئی جواب نہ کبھی پہلے تھا نہ اب سوال پیدا ہوتا تھا۔

اقصی کے جاتے ہی اوزان نے اسکے لائے گفٹ کو اوپن کیے یونہی تجسس کو چاکلیٹ نکالی اور اسے کھولا۔

"جسکے دل کے بعد ہونٹوں کو وہ پاکیزہ، نامحرم نظر سے ہر طرح محروم سی روح نشین لگ گئی ہے، اسے میٹھا بھائے گا شرطیہ۔۔۔۔ آہ۔ یہ کیا کرتے پھر رہے ہو اوزان؟ کونسی بیوی؟ کونسی نیوز آفیشل کروگے۔۔۔۔ تم دن بدن

منافق ہو رہے ہو۔۔۔۔ اللہ روٹھ جائے گا، تو تم جیسا خاک کا ذرہ اسے نہیں منا سکے گا۔۔۔۔ ہوش کے ناخن لو۔۔۔۔ سنبھل جاو۔"

اس میٹھے کو جھٹکنے کے بعد کھاتے ہوئے وہ رولنگ چئیر سے کمر ٹیکے سر بھی ٹیک گیا، دل اب بھی بھاری تھا، لیکن زینیش نے جن ہونٹوں سے اسکی جبین چومی وہ لمس اوزان کو تڑپا رہا تھا، اسے اب بھی اپنی صبیح پیشانی پر ان ہونٹوں کی نرمی اور حدت محسوس ہو رہی تھی جو اوزان کے اندر جلوہ افروز ہو رہی تھی، خواہش اور طلب بن کر۔

اور طلب اوزان کے حق میں زہر قاتل تھی۔ خدا خیر کرے۔

..________________________________..

دیان نے بھی لنچ تک کچھ دیر ہوسپٹل سے حویلی کی راہ لی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ میشی کو کسی قسم کی کمی محسوس ہو اور اسکا ویلکم پھیکا ہو۔

گولڈن اینڈ میرون کڑھائی والی گھٹنوں تک آتی ٹائیٹ کرتی کے سنگ میرون کھلے گھیرے والا پلازو اور دوپٹہ بہت ہی سوبر باریک سے سٹف پر کڑھائی مگر بہت ہی باریک سا پھر پیروں میں اس آفت نے گولڈن کلر کے ہیلز سینڈل پہنے، بال جو ہلکے ہلکے کرل تھے انکو سٹریٹ کیا۔

اور میک اوور میں تو مشائم صاحبہ کا کوئی ثانی نہ تھا۔

خود المان نے میرون ٹی شرٹ کے ساتھ ہاف وائیٹ سلم فٹ پینٹ پہنی اور اس شرٹ کو اسکے لیے میشی نے ہی نکالا، جبکہ بیلذر بھی ہاف وائیٹ اور پھر فل نک سک تیار خوشبوؤں میں بسا وہ جب میشی کو لینے کمرے میں آیا تو آگے دلہن کی طرح حواسوں کو منجمد کر دیتی میشی کو دیکھ کر وہ دوسرا سانس لینا بھی بھول گیا۔

وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی اس مشرقی مگر ماڈرن جوڑے میں کہ المان کے دل کی دھڑکنیں رات سے بھی رفتار پکڑ گئیں۔

جبکہ المان کی شوخ نظروں کو وہ بھانپ گئی جو مشائم تک پہنچ کر پر خمار ہو گئیں۔

"You look stunning Ma Barbie Girl"

المان نے اس کے قریب پہنچتے ہی اسکو حصار کر ماتھے پر جھکتے جس بے اختیاری سے لب رکھے، وہ اس بندے کی وارفتگی سے جان گئی کہ آفت لگ رہی ہے۔

"بہت محنت سے تیار ہوئی ہوں، پیارا تو لگنا تھا۔ ان سبکو بھی تو پتا چلے کہ میشی اپنے کیپٹن کے پاس ناصرف خوش ہے بلکہ سیانی بھی ہو گئی اور سمجھدار بھی، کپڑے پہننے کا ڈھنگ بھی دیکھ لیا۔ کیا میں واقعی اتنی پیاری لگ رہی ہوں کہ آپ ہوش گنوا دیں؟"

وہ بولتی ہوئی، جسم و جان پر اک سرور طاری کر گئی جبکہ المان نے اسکے لباس سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو ان ہیل کی اور اسکی دمکتی گردن کی اور چہرہ لے

جاتے جب اسکی شہہ رگ چومی تو ان ہونٹوں کی گستاخی پر مشائم کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

وہ اسکے اس روپ کے روبرو واقعی بھول گیا کہ وہ لنچ پر مدعو ہیں اور اس سے پہلے ہونٹوں کی پیاس بڑھنے پر وہ مشائم کے چہرے پر جھکتا، میشی کے اسکے پیش رفت کرتے ہونٹوں پر ہتھیلی جمائے خمار سے نکالا۔

"کیپٹن ابھی ہوش مت گنوائیں ورنہ میں نہیں جا پاوں گی"

اپنے ہونٹوں پر رکھی اسکی ملائم ہتھیلی الماان نے پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لی اور مشائم کی بوکھلاہٹ پر مسکرایا، بس نرمی سے میشی کے ہونٹوں کی فقط خوشبو ہی اک مہکتے چچ سے ان ہیل کیے پیچھے ہٹ گیا، رات کی طرح شدید آزمانے کا پلین اس لڑکی کی ہوش ربائی کے آگے کینسل کیا لیکن وہ الماان کے اس قدر رحم کھاتے لمس پر بھی گلاب کی طرح سرخ رو ہوئی۔

"تم اتنی حسین لگ رہی ہو کہ میں بھول ہی گیا کہ اس دنیا میں اور بھی کچھ پیارا ہو سکتا ہے، اب یقین ہو گیا کہ مشائم میرے ساتھ بہت سجتی ہے"

اسکی ملائم ہتھیلی پکڑ کر چومتا وہ حلاوت سے اٹا گھمبیر جذبوں سے چور لہجے میں بولتا میشی کو لاجواب کر گیا جبکہ وہ سمجھ نہ پائی اس بندے کے اس الفت خیز رویے کے روبرو کیا کرے۔

"آپ مجھ سے دگنے ہنڈسم لگ رہے ہیں مائی کیپٹن، جیسے اپنے وائفیز کے لاڈلے ہسبنڈ ہوتے اس طرح۔ ایک سلوٹ بھی نہیں، نہ آپکے اس خوبصورت چہرے پر، نہ اتنے پیارے دل پر نہ اس اجلے میرے فیورٹ نکالے سوٹ پر۔"

بہت سوچنے کے بعد ہی سہی وہ الماں کی طرح پیور اردو بولتے ہوئے بھی آخر پر لباس نہ بولی بلکہ فوری سوٹ بول دیا جس پر دونوں آفت انگیز ہنس دیے۔

المان نے اپنی مضبوط کشادہ ہتھیلی زرا انچ کا فاصلہ بناتے ہی میشی کے سامنے کی جسے تھام کر وہ اتراہٹ میں مبتلا کسی ریاست کی ملکہ لگی۔

"سنو! واپس آتے ہی یہ لباس چینج کر لینا یاد سے، میں چینج سے روکوں تب بھی میری سننا مت۔ ورنہ کچھ ہو جائے گا آج مشائم المان جو میں ابھی نہیں چاہتا اوکے؟"

وہ ناصرف خود سنجیدہ ہوا بلکہ وہ بھی المان کی اس عجیب دل کی دھڑکن بڑھاتی تمہید پر سہمی، وہ بالکل مزاق کے موڈ میں نہ تھا تبھی تو مشائم کی پلکیں لرز کر گریں۔

"ہمم۔۔ اوکے ڈرائیں تو مت۔۔۔ چلتے ہیں پلیز ورنہ آپکی ایسی نظر مزید ملی تو گر پڑوں گی"

کپکپاتے کمزور لہجے میں وہ جیسے تیسے کر کے اس حصار کو جھٹک گئی جبکہ المان نے بھی جانے میں ہی اس وقت عافیت محسوس کی۔

وہیں اوزان بھی لنچ تک واپس حویلی پہنچا، طلال اب تک لان میں بیٹھے تھے مگر اب وہ صبح کی طرح گھر کے سادہ ٹراوزر شرٹ میں نہیں بلکہ سوٹڈ بوٹڈ تیار تھے۔

"سج دھج کے اجڑے دیکھائی دیتے ناکام عاشق صاحب! کیا چھاوں سیک رہے ہیں ادھر بیٹھے ہوئے؟"

لگ تو وہ انکو وجیہہ رہے تھے پر وہ اوزان ہی کیا جو جنم جنم کا ویر نہ باندھ لے، عقب کی جانب سے آتی طنزیہ پکار پر طلال نے گردن موڑی تو وہ سیاہی کا جان لیوا مسکن وہیں چلا آرہا تھا۔

"آگیا میری جان کا دشمن"

طلال منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور اس سے پہلے اس کو بے اعتنائی دیکھا کر پاس سے گزر جاتے، اوزان نے انکو بازو سے پکڑے پیچھے کو بڑے ادب سے دھکیلا۔

"آپ نے پھر کیا سوچا، اس بارے خود تحقیق کریں گے یا یہ نیک کام بھی میں کروں؟ ناراض ہونا ہے، ایٹیوڈ دیکھانا ہے تو دیکھاتے رہیے گا بعد میں۔"

وہ یوں تھا جیسے اسے کسی کی ناراضگی سے گھنٹہ فرق نہ پڑتا ہو۔

"میں کہاں سے کروں تحقیق، تم چاہتے ہو جو سانس گھسیٹ رہا ہوں وہ بھی رک جائیں۔ اگر تمہارے خدشات درست ہوئے تو میں اپنی جان لے بیٹھوں گا۔ اگر تم چاہتے ہو میں خود کے ساتھ کچھ برا نہ کروں تو خود ہی سچ پتا لگواو اور مجھ تک پہنچائے بنا اسے دفنا دینا۔ منت کرتا ہوں میرا بڑھاپا داغ دار ہونے سے بچا لینا لاڈلے۔ اب اگر میں بکھرا تو تم سے بھی سمیٹا نہیں جاوں گا"

وہ تو یہ سب کرب سے کہہ کر چلے گئے لیکن اوزان دایب پر اسکی سانسیں ضرور تنگ کر گئے، آج پہلی بار اسے چاچو خود غرض لگے، یہ سوچے بنا کہ یہ سچ اوزان پر بھی ویسا ہی قہرناک ہے وہ اپنا دامن بچا گئے۔

اوزان کے جسم کا سارا لہو لمحہ بھر اسکے چہرے پر چھلکا اور اس سے پہلے وہ دھاڑتا، پلٹتے ہی نظر اس دشمن جان سے جا ملی جو ہاتھ میں پانی کا گلاس لے کر کھڑی تھی مگر اوزان کی سرخ آنکھیں دیکھتے ہی وہ گلاس اور ساتھ پکڑی ٹیبلٹ وہیں میز پر رکھے گھبرا کر اوزان کے قریب آئی۔

اسے یوں سجا سنوارا وہ پہلی بار دیکھ کر بھول ہی گیا کہ اپنی بے بسی پر حلق کے بل چینخنے کو پلٹا تھا پر اس لڑکی کو دیکھتے ہی جسم و جان پر سکون اتر آیا۔

"اوزان کیا ہوا آپکو، آپکی آنکھیں۔۔۔ سرخ ہو رہی ہیں۔ بولیں پلیز۔ م۔۔ مجھ پر غصہ ہیں۔ رات کے لیے؟ آئی ایم سوری پلیز مجھے نہیں پتا میری کیسے آنکھ لگ گئی۔ل۔ لیکن جیسے ہی میں جاگی میں چلی گئی تھی آپ سے دور۔۔۔ اگر اس کے لیے آپ مجھے سزا دینا چاہتے ہیں تو دے لیں۔۔۔ لیکن پلیز خود کو غصے میں بے حال مت کریے گا"

وہ جھلی سی یہی سمجھی شاید وہ اس پر چلانے لگا ہے اور تبھی سب بول بھی بیٹھی، وہ یہ اعتراف کرتی بہت کرب میں تھی جیسے ناجانے کونسا گناہ کر بیٹھی ہو۔

اوزان کے سالم دل کو کسی نے مسل دیا تھا۔

"بیوقوف میں تم پر غصہ نہیں ہوں، سٹاپ دس۔۔۔"

اپنے چہرے کو چھوتی زینیش کی ہتھیلوں کو پرے جھٹکتا وہ دبا سا غرایا جس پر وہ دو قدم پرے اس جھٹکے سے ہوئی۔

"م۔۔مجھے لگا میری وجہ سے ہیں"

وہ فوراً سے آنکھیں جھکا گئی، باخدا اسکی جھکی پلکیں اوزان کے سر کو بھی جھکا سکتی تھی، گلابی جوڑے میں وہ اور حسین لگ رہی تھی، آج اس کے نہ ہار سنگار میں کمی تھی نہ وقار میں۔

"کیا میری زندگی میں تم ہی رہ گئی ہو ایک واحد مصیبت جس پر وقت بہ وقت غصہ ہوتا پھروں گا؟ اوزان دایب انصاری کا دامن بھرا پڑا ہے انگاروں سے۔ یہ پانی اور میڈیسن کس کے لیے ہے؟"

وہ اسے ڈانٹنے کے باوجود ڈانٹ نہ پایا تو فوری نرم پڑتے لہجے کو آخری سوال سے قابو کیا۔

جبکہ زینیش مصیبت ہونے پر خفگی سے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"چاچو کے لیے، انکو صبح سے مائگرین ہے۔ یہ آئی جان نے انکی میڈیسن بجھوائی تھی۔"

خفگی کے باوجود اس نے اوزان کے سوال کا جواب دیا، وہ اسے کہنا چاہتا تھا چلی جائے پر دل تو اسے مزید دیکھنے کا طلب گار تھا۔

"ہمم دوسروں کو سر درد دینے والوں کا یہی حال ہوتا ہے، جاو انکی سٹڈی میں دے کر آو۔ تشریف لے کر جا چکے ہیں وہ"

اوزان اس وقت خوامخواہ کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا جبکہ زینش نے خفگی بھلائے گلاس اور ٹیبلٹس اٹھائیں اور گردن پھیر کر عجیب بے کلی اور اضطراب میں ڈوبے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"آپ میرے رات آپکے کمرے میں سو جانے پر غصہ نہیں ہیں مسٹر کمپلیئین ؟"

زینش کو حیرت تھی کہ وہ جو بڑبڑائی ہے اس پر اوزان نے کوئی ری ایکشن کیوں نہ دیا اور اوزان کیسے بھول گیا تھا کہ وہ زینش ہے، بال کی کھال اتارنے کی شوقین، دی کلیور کمپلیئین کی خاضر جوابی پھس کر دینے کی ماہر۔۔۔

"کیوں غصہ نہیں ہونا چاہیے ؟تم میری محبوبہ ہو جو تمہارے قرب کے میسر آنے پر میں خوشی سے چھلانگیں لگاتا پھروں گا؟ آفکورس بہت غصہ ہوں"

اوزان سے جب کوئی خواب نہ بن پایا تو نہایت بدلحاضی کے سنگ وہ چڑھ دوڑا جبکہ زینیش خفا ہونے کے باوجود اسکی کوفت پر دبا دبا مسکرائی، اس سے سنجیدہ رہا ہی نہ جا سکا۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟"

اسکی مسکراہٹ کو ناگوارئیت کے سنگ غرا کر دفن کرنے کی کوشش بھرپور کی گئی۔

"ن۔۔ نہیں میں بس یہ سوچ رہی تھی آپ چھلانگیں لگاتے کیسے لگیں گے۔ ٹو مچ کیوٹ"

زینیش کی ہنسی پہلی بار منظر عام پر آئی اور اوزان پھر سے اس لڑکی کی نا بھلائی جا سکتی، نہ جھٹلائی جا سکتی کشش کے آگے تھم کر رہ گیا،جی تو یہی چاہا جو اسکے حال پر ہنسی ہے اسکا گلا دبا دے، دل، روح یہاں تک کہ اب جسم پر کسی

آسیب کی طرح بسیرا کیے وہ کس دھڑلے سے دانت نکال کر اوزان کے جلے دل پر نمک چھڑک رہی تھی۔

اوزان نے اسی کیفیت میں اسکی بازو دبوچی تو زینیش کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر لان کی گھاس پر گرا اور پانی کے چھینٹے اسکے چہرے اور اوزن کی آنکھوں تک آئے۔

"معاف کر دیں پلیز، یونہی ہنسی آگئی تھی۔ مجھ پر غصہ مت کیجئے گا۔ مجھے بہت ڈر ل۔۔ لگتا ہے آپکے غصے سے"

وہ جو اسے قریب کر کے بس دیکھنا چاہتا تھا، زینیش کے سہم کر منمنانے پر دل کو راکھ ہوتا محسوس کرنے لگا، کیوں وہ اس سے ڈرتی تھی آخر؟

"ڈرنا بھی چاہیے تمہیں کیونکہ یہ تمہارے حق میں ہر گز اچھا نہیں ہے۔ میرے کمرے میں تم سو گئی پہلی غلطی، اپنی چین وہاں بھول آئی دوسری

غلطی۔ مجھے بلکل پسند نہیں ہے کہ تم سے جڑی کوئی چیز میرے ارد گرد موجود ہو۔ جاو اور ڈریسنگ سے اپنی چین اٹھالو"

وہ پھر سے جو کہنا چاہتا تھا اس جان لیوا دلربا کے روبرو بدحواسی کے سنگ بھول گیا، اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ کر وہ سب بھول جاتا، سمجھ نہ آتا اپنی منافقت کیسے جاری رکھے جبکہ زینیش نے بے اختیار اپنی گردن کو ہاتھ سے چھوا تو وہاں چین نہ دیکھ کر وہ پھر سے سہم کر اوزان کو دیکھنے لگی، اسے تو پتا ہی نہ تھا کہ وہ اپنی جان سے پیاری چین کھو چکی ہے۔

"میں نے جان بوجھ کر تھوڑا وہاں رکھی تھی، آئی ایم سوری۔ جب تک دو دن پورے نہیں ہوتے کم از کم تب تک تو مجھ پر بلاوجہ غصہ نہ ہوں۔ مجھے جینے دیں اپنے ساتھ"

زینیش کو اسکی پکڑ پر کوئی درد نہ تھا کیونکہ وہ اسے بہت نرمی سے تھامے کھڑا تھا، اور پھر اوزان دایب کے قریب زینیش کو تکلیف ہو بھی تو کہاں محسوس ہوتی تھی۔

وہ اسے دیکھ کر روح کو سکون دے رہا تھا پر دل کا کیا کرتا جو جل رہا تھا۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں غصہ کر رہا ہوں، میں ایسا ہی ہوں اس بات کو اپنی عقل میں بٹھاو۔ اور ایک بات اگر تم مجھے اب روتی ہوئی دیکھائی دی تو سزا بڑھ جائے گی۔۔۔ کیا رونے کے علاوہ کوئی کام نہیں؟ اتنی بڑی ڈیری، بیکری چلانے والی اونر کا دل اتنا نازک ہو گا مجھے اسکی امید نہ تھی۔ جاو جا کر چاچو کو میڈیسن دو کہیں دیوار سے ٹکریں ہی نہ مارنی شروع کر دیں"

وہ یہ تو نہ کہہ سکا کہ اس لڑکی کے آنسو دل جلاتے ہیں لیکن رعب کے سنگ اس نے سزا کی دھمکی دیتے ضرور زینیش کو وارن بھی کیا اور اسکو آزاد کیے

بیچ کا فاصلہ استوار کیے نظریں چرا گیا، اسکے جسم سے اٹھتی عود کی خوشبو زینیش کو لمحہ لگا کر بے خود کر دیتی۔

زینیش کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ رینگی۔

"آپکو میرا رونا اچھا نہیں لگتا؟"

وہ اسکی آخری کوفت بھری تاکید کے باوجود جھک کر گھاس پر گری ٹیبلٹس اور خالی گلاس اٹھاۓ جاتے جاتے پلٹی، دونوں کی سنہری آنکھیں جب ملتیں تو انکے اردگرد ہر منظر چمک جاتا۔

"مجھے کسی کا رونا نہیں پسند، اریٹیشن ہوتی ہے۔ یہ رونا، چینخنا، آہ و زاری کرنا مجھے غصہ دلاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کا رونا تو زہر لگتا ہے جو اس بے درد دنیا میں فرشتے بنے پھر رہے ہیں۔ جاؤ اب"

طنز بھی وہ جان لیوا کر گیا لیکن زینیش کا دل اس سے اتنی دیر بات کر کے ہی آسودگی پا گیا، وہ اس سے لڑے، بحث ہی کرتا رہے پر ہمکلام رہے۔

زینیش کی یہی تو چند خواہشیں تھیں۔

"ایک بات کہوں مسٹر کمیلیئین"

وہ پھر سے رکی تو اوزان نے تلملا کر پلٹے اس لڑکی کو دیکھا جو سج دھج کر ویسے ہی اوزان کا ضبط توڑنے پر تلی تھی۔

"مجھے تمہاری کسی بات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے"

وہ اس سے مزید بات کرنا نہ چاہتا تھا، خدشہ تھا بات بڑھا ڈالے گا۔

"سن لیں آپکے فائدے کی ہے"

وہ پھر سے ملائمت بھرے لہجے میں سرگوشی کیے اسے پکاری جس پر اوزان جھنجھلاہٹ کے سنگ واپس پلٹا۔

"تمہیں کس نے کہہ دیا کہ اوزان دایب انصاری فائدے اور نقصان کا سوچتا ہے؟"

وہ الٹا اس کے سوال پر خوامخواہ بگھڑا، شاید اپنی درماندگی پر غصے کا غلاف چڑھا رہا تھا لیکن اسکی آنکھیں جھوٹ، فریب اور دھوکے سے پاک تھیں، وہ زینو کی روح تک جھانک لیتی تھیں۔

"مجھے لگا شاید آپ صرف میرے معاملے میں ہی نقصان کرنے کے قائل ہیں"

زینو سے چپ نہ رہا جا سکا، اسکی بات کا مفہوم وہ سمجھنا ہی نہ چاہتا تھا۔

"فضول کی بعث مت کرو، جاو یہاں سے"

وہ پھر سے منہ موڑ گیا، آنکھیں تبھی چراتا تھا کیونکہ وہ اوزان کی روح کی آئینہ تھیں جو سفید رنگی اور بے داغ و شفاف تھی۔

وہ اپنی روح کے عیاں ہونے سے ہمیشہ خوف کھاتا تھا پر اس لڑکی نے تو قبضہ ہی سیدھا روح پر کیا تھا۔

"مجھے تیسرا اور آخری گفٹ بھی سفید رنگ کا دیجئے گا۔ منتظر رہوں گی۔ بہت بد لحاظ ہوں۔ مانگ کر تحفے لے رہی ہوں معاف کر دیجئے گا۔ جاتی ہوں"

وہ کہہ کر وہاں سے گئی تو اوزان نے پلٹ کر ایسی عجیب نظر اس لڑکی پر ڈالی جیسے وہ دماغ بھی اپنے بس میں کر گئی ہو۔

"کیا چیز ہے یہ لڑکی، مطلب میں یہاں اسے سر سے اتارنے کے جتن کرتے باولا ہو رہا ہوں اور کس ڈھٹیائی سے تیسرے گفٹ کی فرمائش کر گئی ہے۔ مطلب اس نے مجھے خالا کا لڑکا سمجھ رکھا ہے جو فرمائشیں کر کے چلی جاتی ہے۔۔۔۔ یا خدا مجھے صبر دیں"

اوزان کی ہستی تہس نہس کیے وہ حویلی کے اندر بھی چلی گئی اور دی کلوئیر کمپلیئین بچارے پیچ و تاب ہی کھاتے آگ بگولا ہوتے رہ گئے، سمجھ نہ آیا کونسی دیوار سے سر دے ماریں۔

..___________________________..

مشائم اور الماں کی حویلی آمد پر کچھ افراد خانہ کے چہرے سپاٹ تھے، کچھ کے سنجیدہ اور کچھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔

فیروز شمشیر کے اندر جو آگ برپا تھی فی الحال وہ اوزان کے ڈر کے سبب دبانے پر مجبور تھے۔

ایزل مریم سب سے زیادہ خوش تھیں، میشی کو الماں کے ساتھ خوش دیکھنا انکی آنکھوں کی راحت بنا جبکہ کنول نے بھی سسر صاحب کے مشن کے تحت میشی پر مصنوعی پیار اور لاڈ بھر بھر انڈیلے۔

ہاں اوزان ان سب کے بیچ صرف سنجیدگی سے سبکو آبزرو کر رہا تھا۔

الماں اور مشائم کے لیے اس نے ایک ڈیسنٹ سا گفٹ بھی لیا تھا لیکن وہ انکی روانگی کے وقت دینے کا ارادہ رکھتا تھا، اسے الماں سیال کچھ خاص پسند نہ تھا لیکن مشائم کی خوشی اور جس طرح الماں سیال کے ساتھ وہ سج رہی تھی،

اوزان نے اپنی سرد مہری بھی کم کی دوسرا المان ایک سمجھدار اور سلجھا انسان تھا، جس طرح اس نے زینیش کو لے کر اس روز وہ سب کہا، بھلے اوزان وقتی بہت برہم ہوا تھا لیکن المان سیال نے اسکے بقول اپنی طرف سے بھرپور دوستی کا حق ادا کیا تھا۔

جبکہ سب ہلکی پھلکی باتوں میں مگن تھے، طلال ہی المان سے اسکے مشنز اور ڈیوٹیز کے بارے بات کر رہے تھے جبکہ داداسائیں کو پتھر بنا دیکھے اوزان نے انکو سرد نظر سے گھورا جیسے انکو معافی مانگنے کے لیے اکسا رہا ہو، جبکہ اوزان کی یہ گھوری کسی اور نے دیکھی ہو یا نہیں زینیش نے ضرور نوٹ کیا اور جس طرح فیروز شمیشر کے چہرے کے رنگ سے بدلے وہ بھی زینیش کے لیے دلچسپ تھا۔

"یہ اوزان اپنے داداسائیں کو عجیب سا گھور کیوں رہے ہیں، ان کی ہر حرکت پراسرار ہے زینو۔ تم اس بندے کو کبھی نہیں سمجھ پاؤ گی"

زینیش ابھی حیران ہی تھی کہ شمشیر کی آواز نے زینو سمیت سبکی توجہ کھینچی۔

"المان میاں! مجھے پتاہے ہمارے خاندان ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں لیکن میں نے اس روز جو رویہ اختیار کیاوہ واقعی غیر انسانی تھا۔ دشمنی اپنی جگہ پر اخلاق سے گرے اس فیصلے نے یقینا تمہیں اور میری جان سے پیاری پوتی کا بہت دل دکھایا۔ کیا کرتا مجھ سے میشی کی بیوقوفی سہی نہ گئی اوپر سے سیالوں کا خون دیکھ کر میرے اندر کی آگ جل اٹھی۔ میں تم دونوں بچوں سے اپنے رویے کی معافی چاہتا ہوں۔ امید ہے تم دو اس ناانصافی کے لیے مجھے بڑا سمجھ کر معاف کر دو گے"

شمیشر کا جبراشرمندہ ہوتا لہجہ وہاں ہر فرد کے لیے کسی لرزاں خیز دھچکے سے کم نہ تھا، سب کے ایک لمحہ تو منہ کھل کر رہ گئے۔

ایزل مریم، طلال، دیان، یہاں تک کہ خود میشی حیرت میں تھی اور المان سیال کے چہرے پر شر انگیز سا تاثر تھا کیونکہ زینیش کے علاوہ وہ دوسرا فرد تھا جس نے اوزان دایب کے گھورنے کو بھانپ لیا اور سمجھ گیا کہ اس وقت اس فسادی بڈے کی گردن انکے پوتے کے ہاتھ میں ہے۔

"یہ آج سورج مغرب سے تو نہیں نکل گیا، میں دیکھ کر آتا ہوں"

دیان کی بڑبڑاہٹ پر زینیش ہی پاس کھڑی تھی، بمشکل ہنسی روک پائی جبکہ اوزان نے اسے اور دانت نکالتی روح نشین صاحبہ دونوں کو ایسا گھورا کہ فورا شرافت سے واپس وہی پوز بنایا جو باقی سب کا تھا۔ یعنی ہونق۔

"مجھے تو ہارٹ اٹیک ہی نہ آجائے، مجھے چٹکی کاٹیں آئی جان۔ کیا یہ سچ میں وہیں دادا ہیں"

میشی نے پاس بیٹھی اماں سائیں کے کان میں جھکتے بڑبڑائی جس پر دوسری طرف بیٹھا المان بھی دبا سا مسکرایا۔

"رویہ تو واقعی غیر انسانی تھا شمشیر صاحب لیکن اب آپ اتنی منت سماجت کر کے معافی مانگ رہے ہیں تو ہم بھی دل بڑا کر لیتے ہیں۔ معاف کیا آپکو۔۔۔ہے نہ مشائم الماں سیال؟"

الماں نے مغرور ہوتے نہ صرف احسان جتاتے ہوئے معافی دی بلکہ جس طرح اس نے مشائم کو پکارا، وہ شمیشر کی رگوں میں شرارے ضرور دوڑا گیا۔

شمشیر کی اس وقت جو بے بسی تھی وہ صرف کنول اور اوزان جانتے تھے جبکہ اوزان بہت مزے سے یہ سب دیکھ کر محظوظ ہوا۔

"جی دادا، آپ نے میشی کو بہت ہرٹ کیا لیکن اب آپ نے میرے کیپٹن سے سوری کر لیا تو میں بھی معاف کرتی۔ پلیز اب کبھی بھی ویسے گندے مونسٹر۔۔۔میرا مطلب ہے خونخوار دادا مت بنیے گا"

مشائم نے بڑی مشکل سے اپنی سلپ ہوتی زبان سنبھالی جبکہ زینیش اور دیان اب بھی دبا دبا مسکرائے، اوزان کو وہ اپنے سوا کسی اور کے ساتھ یوں مسکراتی زرا نہ بھائی، دیان اسے شاید کچھ کہہ کر ہنسا رہا تھا تبھی وہ اتنی سنگین سچویشن میں بھی مسکرا رہی تھی۔

"اسکے دانت کیوں نکل رہے ہیں، مجھے غصہ دلانے والے کام کر رہی ہے۔ اور اس دیان آریز کی بھی ٹھونگ ہونے والی ہے۔ فضول انسان"

اوزان نے سلگ کر سوچا جبکہ زینیش اسکی آنکھوں سے سمجھ گئی کہ اسے زینیش کا یوں مسکرانا وہ بھی دیان کے ساتھ اچھا نہیں لگا تو فوری سنجیدہ ہوئی۔

"میں سب سے معافی چاہتا ہوں، لیکن ایک بات ماننی پڑے گی۔ میری وجہ سے میری پوتی کو اسکا فوجی مل گیا۔ ہاہا"

شمشیر نے چول مارنے کی بھرپور کوشش کیے قہقہہ لگایا پر بچارے تب شرمندہ ہوئے جب انکی بات پر کوئی نہ ہنسا سوائے چہیتی کنول کے۔

اور اس درجہ مزید ار بے عزتی پر اوزان کی آنکھیں ضرور دادا کا سفید چہرہ دیکھ کر مسکرائیں اور ستم یہ کہ زینیش نے یہاں بھی اس شاطر کمیلئین کو رنگے ہاتھوں پکڑا اور جب اسے زینیش کی آنکھیں خود پر محسوس ہوئیں تو فوراوہ واپس چہرے پر سختی سجالایا۔

"سب خوبصورت ہو ہی گیا ہے تو کیوں نہ میں بھی اس دلکشی کو ایک خواہش سے بڑھادوں۔ اگر باباسائیں آپ میرے اس فیصلے کی مخالفت نہ کریں تو ممکن ہے میں بھی آپکو معاف کر دوں"

ایزل مریم نے آنکھوں کے اشارے کے سنگ اوزان سے اجازت لی جبکہ انکی تمہید پر سب ایک بار پھر متوجہ ہوئے۔

"ہاں بہو کہو کیا چاہتی ہو"

فیروز نے ناگواریئت بھرپور دباتے کشادہ دل والا بننے کی بھرپور کوشش کی جبکہ اوزان کی نظر اب دادا پر تھی، وہ انکو لگنے والی آگ کا منتظر تھا۔

"برسوں کی دشمنی نے آج تک صرف دکھ ہی دیے، میں چاہتی ہوں یہ رنجشیں ہماری اگلی نسل تک منتقل نہ ہوں۔ اسی تحت میں الماں سے دیان کے لیے اسکی بہن پنار کا رشتہ مانگتی ہوں۔ اور چاہتی ہوں یہ میری خواہش اپنی فیملی کو بتائے اور اسکے بعد ہم پوری ریت روائیت کے سنگ پنار بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئیں"

ایزل مریم کی اس بات پر ہر فرد کے چہرے کا رنگ لمحہ بھر سفید پڑا جبکہ فیروز شمشیر کی آنکھوں میں لہو اترا لیکن ایک بار پھر اوزان کے سبب وہ ضبط کر گئے جبکہ الماں اس بات پر ضرور شاکڈ تھا۔

اور دیان آریز کی دھڑکنیں تھمی ہوئیں تھیں۔

"لو گئی بھینس پانی میں، اللہ اللہ میرے پیارے سسر تو پھٹ ہی نہ جائیں ضبط کر کر یا انکی کوئی دماغی رگ ہی نہ پھٹ جائے۔ واہ منحوس بھابھی آپ نے تو سیدھا سسر جی کے نازک مقام پر ہی لات مار ڈالی۔۔۔ ہاہا مزید ارہے یہ سب۔۔۔"

کنول اس وقت سب سے زیادہ انجوائے کر رہی تھی، اور اوزان بھی کیونکہ فیروز واقعی کسی بپھرے ریچھ کی مانند تھے، بس نہ چلا ایزل مریم اور دیان کا گلا گھونٹ دیتے۔

جبکہ الماں تو کنفوز ہی تھا کہ ایزل مریم صاحبہ کے اتنے مان کے بدلے کیا کہے، حالانکہ وہ بھی فیروز شمیشر کی دبی دبی حقارت بھانپ رہا تھا۔
جبکہ زینش کی دھڑکنیں بھی تھمیں ہوئی تھیں۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ایزل آنٹی، گھر جا کر یہ سب ڈسکس کروں گا پھر ہی کچھ کہہ سکوں گا۔ آپکی خواہش اور محبت بہت اہم ہے میرے لیے۔ دیان

جیسا سلجھا اور بہترین لڑکا میری بہن کے لیے یقینا بہت مناسب ہے لیکن سیال خاندان کے بڑے ہی حتمی فیصلہ کریں گے۔ جو بھی فیصلہ ہوا میں آپ تک پہنچادوں گا"

المان نے مصالحت کے سنگ مناسب جواب دے کر بات سمیٹی ورنہ اسے بھی خدشہ تھا کہیں شمشیر صاحب پھٹ ہی نہ جائیں۔

ایزل مریم کے ساتھ دیان بھی خفیف سا مسکرایا اور زینیش بھی سہما ہوا سا مسکرادی، ڈر بھی رہی تھی کہ پھر سے اوزان گھور نہ دے۔

" چلیں بھئی اسی مزید ارسی بات پر کھانا کھاتے ہیں، باقی باتیں تو ہوتی رہیں گی"

کنول نے ہی یوں بڑے بن کر سبکو متوجہ کیا جیسے وہی سارے لنچ کا انتظام کر کے بیٹھی ہو، خیر اسکی اس منافقت پر کوئی یقین نہ کر سکا۔

لنچ کے دوران بھی شمشیر سے کھانا نگلنا مشکل رہا، بس وہ اس انتظار میں تھے کہ یہ دونوں دفع ہوں اور وہ اوزان کے ساتھ ساتھ ہر فرد کی گردن ہی تن سے جدا کردیں۔

میشی خوش تھی اور المان بھی اسے دیکھ کر خوش تھا۔

لنچ کے بعد سب نے چائے پی اور پھر المان نے اجازت طلب کی، ایزل مریم نے ڈھیڑوں تحائف، لباس، مٹھائی، حلوہ جات اور موسمی پھل ریت رواج کے مطابق المان کی گاڑی میں رکھوائے، وہ کہتا رہا کہ اس تکلف کی ضرورت نہیں مگر ایزل مریم نے اسکی ایک نہ سنی۔

اور جاتے ہوئے میشی کو ڈائمنڈ کا بہت پیارا سیٹ اور المان کو گولڈ کے کف لنکس گفٹ کیے جو اوزان کی طرف سے تھے مگر اس نے آئی جان کو یہ سونپے کہ وہ ان دو کو اپنی طرف سے دیں۔

اسکے علاوہ بھی دونوں کے لیے بہت سے تحائف تھے اور آج میشی کو سب نے مسکرا کر جب اسکے کیپٹن کے ساتھ رخصت کیا تو اس کے دل سے پچھلی بار والی ہر بری یاد مٹ گئی۔

ان دو کے جاتے ہی شمشیر اپنے کمرے میں گیا اور کمرے کی ہر چیز تہس نہس کر ڈالی۔

اوزان نے سبکو اپنے اپنے کام لگنے کا سختی سے اشارہ کیے دیان کو بھی ہوسپٹل واپس روانہ ہو جانے کی تاکید کی جبکہ خود وہ کسی کو بھی تنگ نہ کرنے کا کہے دادا کے کمرے کی طرف بڑھا۔

اوزان کو اندر آتا اور دروازہ لاک کرتا دیکھ کر وہ کسی پاگل سانڈ کی طرح نہ صرف اسکی طرف آئے بلکہ گریبان سے اوزان کو پکڑا۔

یہاں تک آنے کی اجازت اس نے دادا سائیں کو ہر گز نہ دی تھی تبھی ایک ہی جھٹکے سے دادا کے ہاتھ کو فولادی قوت کے سنگ اپنے گریبان سے جھٹک کر دور کیا۔

"یہاں تک مت آیئے گا، ورنہ خونخوار ہو جاوں گا"

اوزان کی دھمکاتی زہریلی ٹون پر وہ اپنی لہو ہوتی آنکھیں اس پر جمائے گھورے، بس نہ چلا اسکا کلیجہ چبا لیں۔

"تم نے بہت برا کیا میرے ساتھ، ان دو ٹکے کے لوگوں کے ساتھ مزید کوئی رشتہ داری ہوئی تو سبکو ٹکڑے کر دوں گا۔ اپنے وارث کے لیے کیا اب میں سیالوں کی لڑکی لاوں؟ ہر گز نہیں۔ اور مجھے اس کے لیے مجبور مت کرنا لاڈلے ورنہ پہلے ان ہاتھوں سے تم ضائع ہو گے"

دادا سائیں کی حالت واقعی اس وقت قابل ترس تھی، شکاری کتے کی طرح ناک کے نتھنے پھولے تھے، چہرہ سرخ بھبھول، تبھی اوزان نے انکو شانوں

سے پکڑ کر جھٹکا دیتے ریلکس کیا، ابھی وہ دادا کے پاگل ہونے کو کہاں افورڈ کر سکتا تھا۔

"چلِ دادا سائیں، انکی لڑکی لا کر ہمیں کونسا نقصان ہو گا۔ الٹا سیالوں کی کمزوری ہتھے لگے گی یار۔ آپ نہیں چاہتے کہ آپکی غلطی کا مداوا ہو۔۔۔۔۔ اگر وہ لوگ بپھرے تو میشی کے ذریعے ہماری راتوں کی نیند اجاڑ دیں گے۔ جب پنار اس گھر کی بہو ہو گی تو وہ نہ تو میشی کو تکلیف دیں گے بلکہ کوئی پنگاہ بھی نہیں لیں گے۔۔۔۔۔۔ آپ کیا مجھے اتنا بے رحم سمجھتے ہیں یار۔۔۔ آپکو نہیں پتا کہ آپکا پوتا کتنا دور اندیش ہے۔۔۔۔۔"

اوزان نے جس مہارت سے اس باولے شخص کی برین واشنگ کی وہ خود شمشیر کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج کر گئی، وہ اسے عجیب نڈھال نظروں سے گھورنے لگے۔

"کیا بکواس کر رہا ہے تُو اوزان"

فیروز شمیشر حلق کے بل دھاڑے۔

"سوچیں جب سیال خاندان کی لڑکی ہمارے خاندان میں ہو گی تو ان لوگوں کو بھی کتنی تکلیف دے پائیں گے۔ وہ لوگ عورتوں سے گھر کے انتقام نہ لیں، بھئی ہمارے کس نے ہاتھ باندھے ہیں۔۔

سمجھے کچھ میری بات؟ ہمارے ہاتھ اور منہ کیا کوئی بند کر پایا ہے پیارے دادا سائیں؟"

اوزان کی مہارت کا اثر تھا کہ فیروز کی سدھ بدھ ہی تباہ ہوئی، وہ واقعی اوزان کے بہکاوے میں آیا تو آہستہ آہستہ افشار خون واپس گیا۔

"تُو سچ کہہ رہا ہے؟ تُو مجھے چکر تو نہیں دے رہا اوزان؟ تُو کیا کر جائے کچھ پتا نہیں چلتا۔۔۔۔۔"

داداکے خوفزدہ وبدحواس ہونے پر اوزان من ہی من میں انکے بھولے پن پر مسکرایا اور بڑے پیار سے داداکے چہرے کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھرے مسکرایا۔

"ارے داداسائیں میں اپنے استاد کو آخر کتنے ہی چکر دے سکتا ہوں۔ آپ گرو ہیں میرے۔ آپ سے ہی تو سب سیکھا ہے۔۔۔ چِل کریں کیوں اتنا خون سو کھالیا۔ بے فکر رہیں یار، وہ لوگ اول تو اپنی بیٹی دیں گے نہیں۔ دے دی تو ہم ہیں ناں اس لڑکی کے ناک میں دم کر کے سیال خاندان کو اذیت دینے کو۔۔۔ ہر چیز میں اپنا فائدہ، اپنا سکون ڈھونڈنا چاہیے۔۔۔۔ لگتا ہے آپکی ان شیطانی صلاحیتوں کو زنگ لگ رہا ہے، آپکے حصے کی بے غیرتی، بے ایمانی بھی مجھے کرنی پڑ رہی ہے"

اوزان کا لفظ لفظ اس بیوقوف شخص کو آئینے میں نہ صرف اتار گیا بلکہ جس طرح اوزان نے اس شخص کے غصے کو اسی میں دفن کیا وہ واقعی داد کا مستحق تھا اور آخر پر دونوں ہی خباثت سے ہنس پڑے۔

"تو واقعی میرا پوتا ہے اوزان دائب، دل خوش کر دیا لاڈلے۔۔۔۔۔اب سمجھ آئی تمہاری کمینگی۔ہاہادادا کا یونہی نام روشن کرتے رہو۔۔۔۔۔۔۔ چلو جا اب کسی کو بھیجو آکر میرا نہس نہس کمرہ ٹھیک کرے۔خوامخواہ اتنا خون جلا لیا"

دادا کو مطمئین دیکھ کر وہ بھی پوری فرمابرداری دیکھاتا ہنس کر کمرے سے تو نکلا پر دروازے میں رک کر اکیلے ہی مسکراتے دادا کو دیکھ کر اوزان نے بمشکل ہونٹ بھینچ کر زہر خند مسکراہٹ دبائی۔

"میں آپ سے سو ہاتھ آگے کا کھلاڑی ہوں دادا سائیں، آپ کی یہ جلن کم کی ہے لیکن اسکی شدت بڑھے گی اور پھر آپ یہ بات جانیں گے کہ اوزان دایب آپکا گرو ہے۔بے گناہوں کو پاگل وحشی بنانے والا خود بھی پاگل وحشی ہو گا۔۔یو آر سو سمارٹ کمیلئین۔تم آسکر کے حق دار ہو پتا نہیں ابھی تک اس سے محروم کیوں ہو۔

سچ سچ میرے دادا بہت معصوم ہیں۔۔۔۔۔۔ سو انوسینٹ۔"

آج جو چمک اوزان دایب کی آنکھوں میں تھی وہ کسی کو بھی فنا کر سکتی تھی،

وہ کیا تھا؟ وہ خود کبھی کبھی اپنی حقیقت جان کر دہل جاتا۔

وہ کمیلئین تھا، جسے زندہ رہنے کے لیے یونہی رنگ بدلنے تھے ورنہ وہ مر جاتا۔

آج یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ واقعی شاطر، عام انسان سے پینتیس درجے ماہر سوچنے کی صلاحیت کا مالک تھا۔

ایک تیر سے اپنے ہر شکار کو تلف کر دینے کا چمپیئن۔۔۔

بس ہارا تو ایک معاملے میں، عشق کر بیٹھا۔۔۔۔۔۔۔ ہائے!

..______________________..

"واٹ؟"

پنار کو زینیش نے روم میں آتے ہی جب ساری سچویشن بتائی تو وہ جو آج کافی دن بعد ٹائم نکال کر سیلون آئی، اتنی زور سے چینخی کہ اسکا نیل آرٹ کرتی پارلر والی لڑکی بھی ڈر گئی۔

مسکین سی مسکراہٹ پنار نے اسے دی جیسے معذرت کر رہی ہو پر وہ کام مکمل کرتے ہی وہاں سے گئی۔

"ہاں نہ، میں تو خود صدمے میں ہوں۔ یہ سب چٹکی بجا کر کیسے ہو گیا پنار۔ ایسا لگتا ہے اس حویلی میں سب ہی پر اسرار ہیں"

زینیش کی بات سنے وہ بھی اٹھ کر اپنا بیگ لیے سیلون سے باہر نکلی، وہ ڈرائیور کے ساتھ نہیں آئی تھی کیونکہ آج اسکا موڈ ڈرائیونگ کا تھا۔

"اس چھچھوندر، باولے زرافے کی ہمت کیسے ہوئی بنا اظہار کے سیدھا رشتہ بھجوانے کی۔ مجھے بھی نک چڑھی کہا تھا نہ اس نے۔ ایسا رائتہ پھیلاوں گی کہ

یاد کرے گا۔ کوئی ہاں نہیں ہونے والی ہماری طرف سے، اس دیان کے بچے کو بیچ میں نہ لٹکایا تو میں بھی پنار سیال نہیں"

پنار نے گاڑی کی فرنٹ سیٹ سنبھالتے ہی فون سپیکر پر ڈالا اور گاڑی سٹارٹ کی جبکہ زینو اسکی کوفت پر دبا دبا مسکراتی کیوٹ لگی اور ہلکان الگ ہوئی کیونکہ اللہ اللہ کر کے تو اسکے دیوارنی بننے کے چانس جگے اور یہ لڑکی ضد میں سب بگھاڑ نہ دے۔

"اب کیا مسئلہ ہے پنار، شادی سے زیادہ بڑا اظہار ہوتا ہے بھلا۔ ہو سکتا ہے دیان بھائی تم سے اپنی فیلنگ کا اظہار شادی کے بعد کرنا چاہتے ہوں"

زینش نے اسے سمجھانا چاہا پر پنار اس وقت کچھ سننے کے موڈ میں نہ تھی۔

"اچھا۔ تمہاری بھی تو ہوئی ہے اوزان صاحب، کھڑوس ٹیلے سے۔ کیا اظہار؟ کوئی قربت ملی انکی۔۔۔۔ شادی سے پہلے کرتا اظہار تو میں خود کو ریڈی کرتی۔ منہ پھاڑ کر لڑا کے طیارے سے راج دلارا بننے کے جو دیان صاحب

کے ارادے ہیں اس میں اسے ہرگز کامیاب نہ ہونے دوں گی۔ اور تم میری سائیڈ ہو، خبردار اپنے سسرالیوں کی حمایت کی"

پنار کی غصیل جھنجھلاہٹ بھری باتوں پر وہ مسکرائی اور پھر کل رات وہ ناجانے اوزان کے کتنے پاس رہی ہو اسکا سوچ کر ہی زینو کے رخسار دہک گئے۔

"کل میں اوزان کے ساتھ تھی"

زینیش کی پر حیا سرگوشی نے پنار کو ساکن کر کے رکھ دیا۔

"کیا؟ سچ میں ؟۔۔۔۔وہ تمہیں اپنے روم میں کب لائے ؟ زینو میرے بیبے بچے تم نے انکو کہیں بھکنے تو نہیں دے دیا بیوقوف دیوی"

پنار کو گویا سوچ کر ہی ٹھنڈے پسینے آئے۔

"ہاہا پنار تم بھی نہ، وہ بھکتے نہیں ہیں۔ بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہیں میرے اوزان"

زینو صاحبہ کی بات پر پنار کو چھوٹا سا ہارٹ اٹیک میرے اوزان پر آیا تو وہ برا سامنہ بنا گئی، اتنی جیلسی ہوئی کہ بتا سکنی ناممکن تھی۔

"میرے اوزان۔۔۔ چپیڑ نہ کھا لینا۔ آئی بڑی محبت کی دیوی۔۔۔۔ خبردار جو تم نے اس کھڑوس کو فری کیا۔ جب تک وہ انسانوں کی طرح نہ ہو جائیں ایک کس بھی مت کرنے دینا ورنہ میں تمہاری جان آکر خود نکال دوں گی زینو۔۔۔۔ خیر اس سے پہلے کال سینٹر والے ہماری یہ بے باک گفتگو سن کر ہمیں بلاک کریں مجھے یہ بتاو اس بات پر گھر میں ری ایکشن کیسا آیا؟"

پنار کی دھمکی زینیش کو خوفزدہ کر گئی، یہ لڑکی اسکی جان نکال چکی تھی۔

سوال تو زینو کو سمجھ نہ آیا۔

"کیا پوچھا؟"

زینو کی غائب دماغی پر پنار کا دل چاہا گاڑی ہی کہیں دے مارے، آج وہ خود ڈرائیونگ کیا کرنے بیٹھ گئی ایسی ہولناک خبریں سن کر اسکے ہاتھ ویسے ہی کپکپا گئیں۔

"تمہارا سر۔ تم اوزان جی کی تسبیح کرو اسی جوگی رہ گئی ہو۔۔ چلو بند کرو فون میں گھر جا کر معاملہ جان لوں پھر کرتی ہوں تم سے بات۔ اور میری دھمکی کو خالی دھمکی نہ سمجھنا زینو"

پنار کو جو غصہ تھا وہ بچاری مسکین سی سہیلی پر نکلا لیکن وہ تب بھی فون بند کیے ہنس دی، پنار کی باتوں نے زینو کا صحیح معنوں میں حلق سوکھایا۔

وہیں میشی کی نہ تھمتی مسکراہٹ کو گاہے بگاہے تکتے الماان نے بھی ڈرائیونگ کے بیچ ہی میشی کو نہارنا جاری رکھا۔

"ایسے مت مسکراو، میرے دل کی دھڑکن بڑھ رہی ہے مشائم"

الماان کی وارنگ پر وہ بوکھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

"سوری نہ۔ ایکچولی میں بہت بہت بہت خوش ہوں۔ دیان، پنار آپا سے بہت پیار کرتے ہیں کیپٹن۔ پلیز آپ گھر میں سبکو منالینا۔ پلیز پلیز"

میشی کی بات سن کر الماں نے خفیف سی حیرت و سنجیدگی اختیار کی مگر اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، میشی کو اپنا فیورٹ گول گپے کا سٹال دیکھا تو وہ فورا دبا سا چینخی جس پر الماں نے گھبرا کر گاڑی کو بریک لگائی کہ پتا نہیں اس نمونی کو کہیں کچھ کاٹ گیا ہے۔

"چینخی کیوں؟"

الماں نے گردن موڑے اسے دیکھا جو سڑک کنارے گول گپے کے ٹھیلے کو للچائی نظروں سے دیکھتی الماں کو بھی ہنسنے پر مجبور کر گئی۔

"پلیز صرف دو درجن لے دیں"

نہایت مسکینوں کی طرح وہ بولی اور دو درجن پر الماں نے اسکی ناک پکڑے دبائی اور بنا کوئی اعتراض کیے گاڑی کا ڈور اوپن کیے باہر نکلا۔

اور محترمہ کی فرمائش پر دو درجن تو نہیں پر اٹھارہ عدد گول گپے لگوا کر کھٹے پانی اور کراری چاٹ کے سنگ وہ خود بنانے کا کہہ ثابت ہی لے کر آیا اور اس ٹھیلے والے نے باقاعدہ اسے ٹرے دی۔

میشی نے گول گپوں کو دیکھ کر کھلکھلا کر الماں کو دیکھا۔

"پلیز جلدی سے بنا کر دیں مجھ سے صبر نہیں ہو رہا"

الماں ہر ثابت گول گپے میں انگلی سے سوراخ کر کے اس میں چاٹ بھر کر اسے تھمانے لگا اور مشائم کی سپیڈ پر دبا دبا مسکرایا، وہ اسقدر رغبت سے کھاتی اسے بہت کیوٹ لگی۔

"ابھی تو تم اتنے ہیوی پائے کھا کر آئی ہو، گول گپوں کو کہاں ڈال رہی ہو لڑکی؟"

الماں خود حیران تھا کہ وہ دو منٹ میں تقریباً بارہ گول گپے چٹ کر چکی تھی۔

"ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے، میں بہت کھاتی ہوں۔ آپکے گھر آکر تو میں نے بڑی شرافت دیکھار کھی۔ ورنہ آپکے گھر کا مہینے کا راشن ختم ہو جاتا اب تک۔۔۔ہاہا۔۔۔ آپ بھی کھائیں بہت یمی ہیں۔ دینو بھی مجھے ہر ویک ان انکل کے ہاتھ کے فینس گول گپے کھلانے لاتے تھے"

مشائم کو کھاتا دیکھ کر ہی الماں کو لگا اسکا پیٹ پھٹ جائے گا جبکہ میشی نے جب اسکی طرف بڑھایا تو الماں نے انکار نہ کیا اور اسکے کھلانے پر کھا بھی لیا اور انجوائے بھی کیا کیونکہ گول گپے واقعی کلاسی اور ہائی جینک تھے۔

"اتنی سی ہو، یہ کھانا جاتا کہاں ہے؟ میں تو شاکڈ ہوں تمہاری بھوکوں والی سپیڈ پر"

الماں نے بھی اسے تکنے کے بیچ شرارت سے کہا جس پر وہ ہنسی۔

"ہاہابس کیا کروں پھڑکی کی طرح پھرتی گھومتی ہی اتنا کہ سب کھانا انرجی بن جاتا۔ مجھے نہ اگر ہفتے میں گول گپے نہ کھلائے جائیں تو مجھ میں وٹامن گول گپو کی کمی ہو جاتی ہے"

وہ جس معصومیت اور شرارت پر اس وقت آمادہ تھی، اسکی یہ ہنسی، یہ اٹکلیاں الماان سیال کو پاگل کرسکنے کی اہلیت رکھتی تھیں۔

"تمہاری انرجی اب بہت اچھے سے ویسٹ ہوا کرے گی، شادی شدہ جو بن گئی ہو۔ پھر تمہیں پھڑکی کی طرح یہاں وہاں گھومنا نہیں پڑے گا"

الماان کے معنی خیز جملے کو نہ صرف وہ سنتی مسکراہٹ روک گئی بلکہ مفہوم سمجھتے ہی اسکے گال دہک گئے۔

جن گول گپوں کو وہ دھڑلے سے قتل کر رہی تھی وہ حلق سے اتارنے بھی محال ہوئے، اسکا دل چاہا الماان سیال کی نظروں سے چھپ جائے تبھی بس نظر ہی گما پائی۔

"کیا کچھ زیادہ چیزی جملہ کہہ دیا میں نے؟ سوری"

الماں اسکے گھبرانے، بلکہ کپکپا سا جانے پر فوری سنجیدہ ہوا اور مشائم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، وہ اب بھی سنبھل نہ سکی لیکن الماں سیال کے دل کو راحت ضرور ملی کہ مشائم کو اسکے اور الماں کے بیچ جڑتے رشتے کا ہر تقاضا پتا ہے۔

"بہت زیادہ، کیپٹن میں بہت سینسیٹو ہوں۔ اس جگہ آپکو کس بھی نہیں کر سکتی کیونکہ آپ جب سوری کرتے ہو تو مجھے آپ پر بہت پیار آتا ہے۔ اب مزید نہیں کھا سکوں گی۔۔۔۔ دل گھبرانے لگ گیا ہے"

موصوفہ کا دل نہیں پیٹ دکھنے لگا تھا کیونکہ ٹھوس ٹھوس کر یہ تو ہونا تھا، الماں اسکی چالاکی پر شریر سی ہنسی ہنستا باقی بچے گول گپے خود کھانے لگا۔

"دل میرے چیزی جملے کی وجہ سے نہیں اس قدر نان سٹاپ کھانے سے گھبرا رہا ہے، ابھی تو میں آدھا درجن کم لایا تھا۔ ہاہا مشائم تم مجھے سنجیدہ

پوری زندگی نہ ہونے دو گی۔۔ چلو گھر تمہیں سونف والی چائے پلواتا ہوں۔ ہاضمہ نہ خراب کر لینا مشائم الماں۔۔۔۔"

الماں کا اسے چیڑنا اور یوں جتانے پر میشی صاحبہ غبارے سامنہ پھلا گئیں جبکہ الماں ہنستا ہوا برتن واپس دے کر اور پیمنٹ کیے جب واپس آیا تو وہ اسی طرح پھولے رخساروں کے سنگ کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی اور الماں سیال کے لیے اس ہوش ربا سے نظریں ہٹانا جان جوکھم کا کام ہوا اور ڈرائیونگ بھی محال ہو کر رہ گئی۔

..______________________..

"چنگاری تو لگ گئی، حیرت ہے اوزان لالہ نے دادا سائیں کو قابو کیسے کر لیا۔ مجھے تو صدمہ ہو رہا ہے"

دیان، ایزل مریم اور طلال شام کے اس وقت لان میں بیٹھے حیرت زدہ تھے، فیروز شمشیر انصاری جو کسی آئٹم بمب کی طرح پھٹنے کے دہانے پر تھے

بڑے اچھے موڈ میں کچھ دیر پہلے واپس اپنے سیاسی چیلوں کی طرف نکلے اور اس پر اسرار معاملے پر طلال، ایزل مریم اور دیان کا دل حیرت کدوں میں اترا تھا۔

"اس سے کچھ بھی امید کی جا سکتی ہے، لیکن پھر بھی جب تک میں اس سے پوچھ نہ لوں چین نہ آئے گا۔ کہاں ہے لاڈلہ آپکا بھائی جان"

طلال کی عقل یہ تسلیم ہی نہ کر پا رہی تھی کہ سب بنا فساد کے کیوں سیٹل ہوا۔

"یہ رہا میں، فرمائیں کیا الجھن درپیش ہے؟"

اپنی بالکونی میں کھڑا وہ محظوظ مسکراہٹ کے سنگ نیچے لان میں بیٹھے تین ہلکان سے نفوس سے مخاطب تھا۔

"نیچے آ کر بات کرو نواب زادے، یہ تم نے بابا سائیں کو کونسی بھنگ کی گولی دی ہے؟ اوزان! تمہاری یہ حرکتیں ہم سبکو ڈرا رہی ہیں"

اسے بڑے اچھے موڈ میں مست سا دیکھ کر طلال بگھڑے جبکہ وہ اس شام کی سہانی سی ٹھنڈی ہوا سے لطف لیتا تاحد نگاہ پھیلی خوبصورتی سے ہمکلام تھا۔

"مجھے اچھا لگتا ہے ڈرا کر، کیا کروں عادت سے مجبور ہوں۔ آپکو آم کھانے سے مطلب ہونا چاہیے ناکام عاشق صاحب، گھٹلیاں گننے کا بےکار کام رہنے دیں۔ بھنگ کے ساتھ افہیم کی پھکی بھی دوں گا ابھی۔ چِل۔۔۔۔ موسم انجوائے کریں"

اوزان کے اس غیر سنجیدہ دماغ گھماتے جواب پر وہ تینوں ہی منہ بسور گئے جبکہ دیان ضرور مسکرا دیا۔

اوزان انکو غیر واضح سی الجھن میں ڈالے واپس اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"وہ واقعی عام انسان نہیں ہیں، آج تو مجھے بھی یقین آ گیا کہ لالہ کمپلیئین کے بھی باپ ہیں۔۔۔۔ آپ دونوں بھی بےفکر رہیں۔ وہ کہتے ہی نہیں کر کے دیکھاتے ہیں"

دیان کو بھی دل سے سکون سا ملا تو اس نے چاچو اور بڑی امی کی الجھن بھی دور کی جبکہ ان دو کے دل اوزان کی حرکتوں سے ایک جیسے دہلے ہوئے تھے۔

وہیں اوزان روم میں آیا تو اسی وقت زینیش اپنے دھیان میں اسکے کمرے میں آئی مگر اوزان کو دیکھ کر اسکے قدم گھبراہٹ کے سبب تھمے۔

"اب کیا لینے آئی ہو؟"

اوزان نے اسکی اس بے تکلفی پر فوری بگھڑ کر پوچھا۔

"چین، وہ اس وقت آئی جان نے مجھے کوئی اور کام دے دیا تھا تبھی اٹھا نہ سکی۔ کیا میں لے لوں؟"

اوزان نے اسکو دیکھنے کے بعد مڑ کر ڈریسنگ ٹیبل کی سطح پر رکھی چین دیکھی اور اٹھا کر مٹھی میں لے کر لہرائی۔

"ہمم"

اوزان نے ویسے ہی برہمی کے سنگ اسکی طرف چین بڑھائی تو زینو نے اپنی ہتھیلی کھولی اور چین اسکی ہتھیلی میں گر کر سمٹی جیسے ہاتھ سے ریت پھسلتی ہو۔

دونوں کی آنکھیں ملیں، وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔

نجانے کیوں دل اوزان کے ارد گرد بسنے پر آمادہ تھا۔

"آپکو میرا دیان بھائی کے ساتھ ہنسنا پسند نہیں آیا؟"

زینش کے سوال پر اوزان نے سرد سا گھورتے زینو کو دیکھا ہی یوں کہ وہ فوری ڈر کر آنکھیں جھکا گئی اور اس سے پہلے بنا جواب لیے ہی پلٹ جاتی، اوزان نے اسکی بازو پکڑے روکا بھی اور اسی طرح جکڑے اپنے سامنے پلٹایا جو ایک بار پھر سہمی لگی۔

"تم جس مرضی کے ساتھ ہنسو، اکیلی ہنسو، پاگلوں کی طرح ہنسو آئی ڈونٹ کیئر۔اب اگر تم نے مجھ سے یہ پل پل فضول سوال کیے تو اچھا نہیں ہو گا۔ ایک دن گزرنے والا ہے، خود کو خوش فہمی اور فریب میں مت مبتلا کرو۔۔۔۔۔کل چھ بجے تک اگر وہ دونوں نہ آئے تو فیصلے کا اختیار اوزان دایب کے ہاتھ میں ہو گا"

وہ اسے خوش دیکھ ہی نہ سکا تھا تبھی تو اپنے بے رحم فیصلے کا ڈر پھر سے اس نے زینیش پر قہر کی طرح طاری کیا، جو چمک اس کی آنکھوں میں صبح سے تھی وہ اوزان کی متنفر نظر اجاڑ گئی۔

وہ دو قدم اسکے قریب ہوئی تو اوزان کو لگا اس میں لمحہ لگا کر اتر جائے گی۔

"آپکے ہاتھ میں تو آپکا اپنا اختیار نہیں، مجھ سے جڑا فیصلہ تو بہت بعد میں آتا ہے۔ آپ سے میری خوشی برداشت نہیں ہوئی۔ جس تکلیف کو میں کچھ دیر بھول گئی تھی وہ یاد دلا کر آپ کو بہت خوشی ملی ہو گی۔ دو دن تو مانگے تھے، کیا

آپ مجھے یہ دو دن بھی خوش نہیں دیکھ سکتے مسٹر کمپلیئین !کیا اپکے سینے میں دل کی جگہ پتھر نسب ہے، بولیں"

اس سے اوزان کی سنگدلی سہی نہ گئ تو پہلی بار وہ بھی تکلیف سے اس کو سنا گئ، جبکہ اوزان دایب کیا کہتا کہ زبان تو رہن ہو گئ تھی۔

"تمہارے لیے میرے سینے میں رکھا دل بھی پتھر بن جاتا ہے، سمجھی؟"

اوزان نے پورے یقین سے جھوٹ زینیش پر انڈیلا اور زینو کا دل چاہا اس شخص کو جنجھوڑ دے۔

"ک کیوں؟ میرے لیے ہی یہ خاص مہربانی کیوں؟ کیا آپ نے اپنی زندگی میں ساری نفرت میرے لیے جمع کر کے رکھی تھی۔ کہ میں آوں اور آپ میرے دل پر اسے تیزاب کی طرح انڈیل دیں؟"

وہ اس ناانصافی پر تڑپ اٹھی اور اوزان نے نظریں چرانی چاہیں مگر وہ اسکا چہرہ اپنی طرف کیے اس سے ابھی بھی حساب چاہتی تھی۔

اوزان نے اسکی اس جرت پر اپنے رخسار سے لگی زینش کی ہتھیلی نہ صرف جھٹک کر ہٹائی بلکہ اسکی ہاتھ سے اسکی بازو پکڑ کر جنجھوڑتے ہوئے اپنے قریب کیا، وہ اوزان کی ایسی تابناک نظر سے جھلس کر رہ گئی۔

"اس لیے کہ میرے پاس دینے کو صرف نفرت، غصہ اور تکلیف ہے۔ مزئد تمہیں کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ اب چلی جاو یہاں سے ورنہ پچھتاو گی اس حدود میں آنے پر۔۔۔۔"

اوزان نے اسے حقارت سے کہتے بازو جھٹک کر نا صرف دور کیا بلکہ منہ بھی پھیر لیا جبکہ زینش کی آنکھ سے بے اختیار آنسوؤں کی نمی گھل کر رخسار دہکا گئی۔

"مر تو سکتی ہوں لیکن آپ سے جڑے کسی معاملے میں زینش پچھتا نہیں سکتی۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ واقعی مجھے غلام ہی بنا کر لائے تھے، غلطی میری ہے جو اپنی حیثیت بھول گئی۔ بھول گئی تھی کہ آپکی قیدی ہوں، کچھ

چاہ بیٹھنے کا دور مجھے تو کھل کر سانس لینے کا بھی اختیار نہیں۔۔۔۔اب نہیں بھولوں گی"

اس شخص کے دل پر زخم لگاتی، اسکی روح میں اپنی اذیت سے شگاف ڈالے وہ اپنی مٹھی میں اپنی چین کے ساتھ ٹوٹے دل کے ٹکرے بھی سنبھالتی وہاں سے چلی گئی اور اوزان دایب انصاری کو وہ اپنے آپ میں بہت بری طرح جکڑ گئی۔

جس سے نا صرف سانس لینی مشکل ہوئی بلکہ اسے پہاڑ جیسی کربناک رات آنکھوں میں دیکھائی دے رہی تھی، ناجانے آج کی ناانصافی پر وہ زندہ بھی رہتا یا نہیں۔

"خود سے تو نہیں تمہیں اپنی قید سے ضرور آزاد کر دوں گا زینیش، خود سے نہیں کر سکتا۔ تم میرے اندر روح کی جگہ بسی ہو۔ یہ آزادی صرف موت دے پائے گی تمہیں مجھ سے"

دبے دبے سانس کے ساتھ اوزان دایب انصاری نے جب یہ فیصلہ لیا تو اسکی سنہری آنکھیں جہنم کی مانند سلگ گئیں۔

..______________________..

المان نے پنار کے رشتے والی بات فوری ڈسکس نہ کی بلکہ شام بابا لے آنے کا انتظار کیا۔

جبکہ پنار نے بھی لالہ سے بات کی مگر وہ اسے فی الحال کچھ کہنے سے روک گیا یہ کہہ کر جو بات ہو گی وہ بابا کے سامنے ہو گی۔

شام سات تک جب جواد سیال گھر آئے تو سب لاونج میں جمع تھے، مشائم خود ہی کمرے میں رہی کیونکہ المان نے اسے فی الحال اس میٹنگ میں بس اس لیے شامل نہ کیا کہ کہیں اس پر پھر سے اماں سائیں کوئی واویلہ مچا کر مشائم کا دل نہ دکھا دیں۔

وہ خود بھی آتے ہی چینج کر کے بکس لے کر بیٹھ گئی کیونکہ کل یونی جانا تھا۔

الماان نے یہ بات بڑے تحمل سے بابا اور ممی کے سامنے رکھی جبکہ پنار جو کافی صبر و تحمل کا دامن تھامے بیٹھی تھی مزید چپ نہ رہ سکی۔

"ممی بابا کیا جواب دیں گے اس سے پہلے میری طرف سے کھرا اور صاف انکار ہے، مجھے دیان آریز سے شادی نہیں کرنی"

الماان کو جنکے ری ایکشن کا ڈر تھا وہ سرد سی خاموشی اختیار کیے تھے جبکہ جس کے راضی ہونے کا یقین تھا وہ منہ پھاڑ کر نہایت غصے سے انکار تھما گئی۔

"تم چپ کرو گی پنار، تم سے نہیں پوچھا فی الحال سو دوبارہ تمہاری آواز نہ آئے"

الماان نے نہایت برہمی سے پنار کو تکتے ڈانٹا جس پر وہ لالہ کی ڈپٹ پر منہ بسور گئی۔

"میں پہلے ہی وہاں کی لڑکی لا کر ماتم کر رہی ہوں اور اس موصوف کا نیا شوشہ سنیں۔ کیوں بھئی ہم پنار کا رشتہ کیوں دیں انصاریوں کو؟ ایسے کونسے اچھے

اور نیک کام کیے انہوں نے ہم ان سے رشتہ داری کو ثواب سمجھیں۔ ہم نے تو کچھ نہیں کہا مشائم کو لیکن کیا بھروسہ ہے وہ میری بیٹی کی زندگی اجیرن نہ کریں گے۔ فائزہ اور آریز کے ساتھ جو ظلم فیروز شمشیر نے کیا اسکے بعد اس شخص سے کچھ بھی توقع کی جاسکتی ہے"

عائشہ سیال کا غم وغصہ آتش بن کر پھٹا جس پر پنار ضرور انکی بات سے الجھی، فائزہ اور آریز کے ساتھ آخر کونسا ظلم ہوا کہ ممی نے یہ ذکر کیا، پنار کا دل عجیب سی بے کلی میں مبتلا ہوا۔

"وہ انکا آپسی معاملہ تھا، پرانے گڑے مردے مت اکھاڑو عائشہ۔ وہ باپ تھا آریز انصاری کا۔ ہمیں اس معاملے سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اس وقت بات ایزل مریم کے خلوص اور انکی محبت کی ہے جس کے سنگ انہوں نے دیان کی ماں بن کر پنار کا رشتہ مانگا اور ایزل مریم کا جہاں نام آجائے وہاں بحث ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہی چیز مجھے یکدم انکار سے روک رہی ہے۔ اور پھر دیان آریز کی اس رشتے میں پسندیدگی جان کر میرا دل مزید بوجھل ہوا۔ وہ

انصاریوں کا خون سہی پر اتنا برا ابھی نہیں ہے، کامیاب ہے۔ اپنا اچھا برا جانتا ہے اور پھر اگر وہ بھی اپنے باپ کی طرح انصاف پسند ہے تو سونے پر سہاگہ ہو گا"

جواد سیال تو آمادہ لگ رہے تھے لیکن عائشہ سیال کی حقارت میں یہ معاملہ اضافے کا سبب بنا۔

جبکہ پنار کا دل عجیب سی تکلیف کا شکار تھا، وہ الجھ رہی تھی۔ بظاہر تو منہ سے انکار کر دیا لیکن اپنے دل کا کیا کرتی جو دیان آریز کے علاوہ کسی کا نام بھی تا دم آخر قبول نہ کرنے والا تھا۔

"آپ سب پر ان انصاریوں نے کونسا جادو کر دیا ہے؟ جواد آپ وہی ہیں کیا پہلے والے۔ جوزینیش کے اس خاندان میں جانے پر سب سے زیادہ تکلیف سے گزرے۔ اب آپ اپنی بیٹی بھی اسی جہنم بھیجنے کا کہہ رہے۔ آپ سب کا دماغ الٹ گیا ہے شاید"

عائشہ نے بنا کوئی لحاظ و مروت دیکھائے اپنا غصہ دیکھایا، انھیں سب ہی پاگل لگ رہے تھے لیکن الماان ضرور بابا کی دور اندیشی بھانپ چکا تھا کہ وہ یہ سب کس لیے کہہ رہے ہیں۔

"زینیش کو اس گھر میں سب سے زیادہ پیار ایزل مریم اور طلال ہی دے رہے ہیں، مانتا ہوں ماضی بہت کربناک تھا لیکن خون کی کشش کے آگے ہر جذبہ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں جب زینو سچائی جانے گی تو سب سے زیادہ نفرت انہی لوگوں سے کرے گی جنکی آجکل گرویدہ ہے۔ لیکن ہم سب بہتر کرنے کی ایک کوشش تو کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے جب آپسی رشتے جڑھ جائیں تو حقیقت پر مبنی قیامت جب برپا ہو تو ہم سب اتنی تکلیف اٹھانے سے بچ جائیں جو زندہ در گور کر دیتی ہے۔ وہ لوگ بے حس سہی ہم تو آج بھی رحم دل ہیں۔ اور یہ رحم دلی کیا ہمارے دلوں سے آج تک کوئی نوچ سکا۔۔۔۔ ان بدبختوں کا گڑیا پر بہتان تک نہیں۔۔۔۔۔"

یہ سچائی سب جانتے تھے سوائے زینیش کے، جسکے نرم دل اور حساس روح کے سبب اسے ان تلخ حقیقتوں سے دور رکھا گیا تھا کیونکہ وہ یہ سچائیاں برداشت کرنے کے لائق نہیں تھی۔

سب جواد کی بات پر کرب زدہ چپ میں لپٹے تھے، لیکن دلوں میں حشر برپا تھا۔

"لیکن مجھے دیان آریز سے شادی نہیں کرنی"

پنار نے دل پتھر کیا اور اپنی انا کی مان کر اس نے پھر سے انکار کیا اور اٹھ کر چلی گئی، شاید وہ یہ سب اچانک سہہ نہ پائی تھی۔

جبکہ جواد سیال، الماس اور عائشہ سیال کے پاس بھی فی الحال کچھ کہنے کو نہ رہا۔

"اس پر پھر کسی مناسب وقت بات کریں گے، پنار کی مرضی کے بنا کچھ نہیں ہو گا"

جواد سیال بھی حتمی فیصلہ دے کر اٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔

"اور میں اس فیصلے میں کبھی پنار کو راضی ہونے کی اجازت نہیں دوں گی۔ تم بھی سن لو سسرالیوں کے چہیتے! ایک غلطی ہم بار بار نہیں دہرائیں گے"

ممی کی سنگدلی اور جتا کر جانے پر المان گہرا سانس ہی کھینچتا رہ گیا۔

..______________________..

زینیش نے رات ڈنر سے منع کر دیا، وہ کسی کا سامنا نہ چاہتی تھی، دل چاہ رہا تھا اوزان کی اس درجہ بے حسی اور جبر پر ابھی اسے چھوڑ کر واپس چلی جائے۔ اوزان کے سخت رویے نے کچھ پل کے سکون کے بعد اسے پھر سے سلگنے کو اور تڑپنے کو اکیلا چھوڑ دیا۔

"کیوں نہیں کہتے وہ کہ نہیں چ۔۔ چھوڑوں گا۔۔اگر چھوڑنا چاہتے ہیں تو آنکھوں کو بھی اس جھوٹ کا عادی بنائیں آپ اوزان۔۔۔۔ی۔۔ یہ کیسے شخص کو آپ نے میرے دل میں ڈال دیا اللہ، جو یہاں سے نکلے گا تو زینش کی جان بھی ساتھ لے جائے گا۔۔۔ کیوں آخر کیوں؟ کیا انکو نظر نہیں آرہا زینش انکے بغیر نہیں رہ سکتی؟ک۔۔ کیا وہ اتنے بے خبر ہیں میری آنکھوں کے ان آنسوؤں سے۔۔۔ میرا د۔۔ دل کیوں نہیں مانتا کہ وہ نفرت کرتے ہیں"

شام سے رات ہو گئی لیکن زینش کے درد میں کمی نہ ہوئی، بھوک پیاس تو کل کے آخری دن کا سوچ کر مر گئی، کیونکہ اس شخص نے اختیار تو چوبیس گھنٹوں میں ہی چھین لیا تھا۔

طلال ہی اسکے لیے کھانا لے کر اسکے کمرے میں آئے تو وہ سر تکیہ کھڑا کر کے ٹکائے اس پر رکھے لیٹنے کے انداز میں کروٹ کر کے پیر سمیٹے حزن زدہ بیٹھی تھی، دروازے پر ہوتی آہٹ پر وہ چاچو کو دیکھ کر جبراً بھی نہ مسکرا سکی،

لیکن انکے قریب آکر کھانے کی ٹرے میز پر رکھ کر پاس ہی بیٹھنے پر وہ سیدھی ہو کر ضرور بیٹھی پر آنکھیں اسکی بہت بوجھل تھیں۔

"کھانے سے کیوں منع کیا؟ کچھ ہوا ہے میرے بچے کو"

طلال کا اس وقت یہ شفیق لاڈ بھرا سوال زینو کو مزید تڑپا گیا لیکن وہ اپنی اوزان سے جڑی تکلیف کسی کے ساتھ بانٹنا نہیں چاہتی تھی۔

اب تو اسکی خود بھی دعا تھی کہ اسکے لمس اس بار رومیو اور جولیٹ کو واپس نہ لائیں۔

پر وہ کیا جانتی کہ اسکے چھونے سے پہلے ان دو کو اوزان کے ہاتھ بھی لگ چکے تھے، اور لمس کے معاملے میں وہ بھی کسی سے کم تھوڑی تھا۔

"نہیں چاچو، بس ب۔۔ بابا یاد آرہے ہیں۔ میں جب بھی تھوڑی سی بھی اداس ہوتی تھی تو انکی جان پر بن جاتی تھی، رونے تو بالکل نہیں دیتے تھے۔ وہ میری اداسی ہٹانے کے سو جتن کرتے تھے۔ کیوں اللہ ن۔۔ نے مجھ سے

انکو کیوں لے لیا؟ جب مجھے انکی ضرورت ہو تو میں کیا کِیا کروں کے مجھے سکون ملے۔۔۔۔"

طلال کے دل میں اس بچی کی سسکیاں، حسرت اور کرب سلاخیں گاڑ گیا، وہ یوں تھے جیسے زینش کے آنسو انکی بھی جان پر بن گئے ہوں۔

وہ اٹھ کر زینش کے مزید قریب ہو کر بیٹھے تو وہ خفیف سا بوکھلائی، سنہری آنکھوں میں حزن بھرے آنسو لے کر طلال کو دیکھا، کوئی تھا جو انکی یہ گفتگو بیت دھیان سے سننے میں مگن تھا۔

"تم اپنے چاچو کے پاس آجایا کرو، کیا پتا سکون مل جائے۔ بہت انسیت ہے مجھے تم سے زینو، ایسے لگتا ہے میرا تم سے دل جڑا ہے۔ تمہارے یہ آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے۔ اگر تم چاہو اور اجازت دو تو یہ چاچو تمہاری اداسی دور کرنے کے لیے بھی ڈھیروں جتن کریں گے"

طلال کی شفقت پر اسے شک نہ تھا پھر بھی وہ کہیں دل سے خوفزدہ تھی، اس نے اپنی زندگی میں بابا کے سوا کسی کو اپنے قریب آنے کی اجازت نہ دی لیکن طلال انصاری کے معاملے میں وہ بے بس تھی، اسکو یہ شخص بھی بہت اپنا لگتا تھا۔

وہ انہی بھیگی آنکھوں سے مسکرائی اور سر ہلایا جس پر وہ بھی زخمی سا مسکرا کر اٹھے اور پہلے کھانے کی ٹرے اٹھا کر لائی۔

"کیا میں اپنی لاڈلی کو خود کھانا کھلا سکتا ہوں؟"

طلال کے تاسف زدہ سوال پر وہ تھوڑی گھبرائی، بھلا یہ کیسے کرنے دیتی، اسے اچھا نہ لگا کہ وہ بڑے ہو کر اس کے لیے اس قدر جھک جائیں۔

"م۔۔میں کھا لیتی ہوں چاچو"

وہ انکو تکلف سے روکنا چاہتی تھی پر طلال نے اسکی نہ سنی اور چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر زینو کو کھلانے لگے، ایزل مریم نے زینو کے لیے قوفتے کا سالن اور ساتھ رشین سیلڈ بھجوایا کیونکہ پائے وہ کھاتی نہ تھی۔

"آپ تھک جائیں گے کیونکہ میں اس سے بھی چھوٹا نوالا لیتی ہوں"

وہ سمجھ نہ پائی طلال چاچو کو کیسے کہے سو خجل سا ہوتی منمنائی تو وہ ہنسے اور نوالے کا سائز مزید کم کیا۔

"ایسے لگ رہا کھا تم رہی ہو اور پیٹ طلال انصاری کا بھر رہا ہے۔ تم بہت پاکیزہ روح ہو زینو۔ کسی کو بھی فریفتہ کرنے کی ماہر۔ دعا کروں گا اوزان تمہارے لیے بہترین فیصلہ لے۔ تم تکلیف سے نہ گزرو، تم اس جہنم خانے سے نجات پا کر واپس اپنی جنت جیسی دنیا میں چلی جاو"

وہ اسے مسکرا کر کھانا کھلاتے اسکے لیے بہتر سوچ رہے تھے پر کاش اس سے بھی پوچھ لیتے کہ اسے انکی کونسی دعا چاہیے، زینش کی جنت تو اوزان کا پہلو تھی۔

"ایک بات پوچھوں چاچو"

وہ کھانے کے بیچ ہی اچانک تمہید ابولی تو طلال نے بھی اسکے ہونٹوں کی طرف بڑھایا نوالہ زرا پیچھے سرکا کر توجہ زینو کو دی۔

"ہاں پوچھو"

وہ فکر مندی سے بولے۔

"وہ ک۔۔ کنول نامی عورت ہیں جو۔ سوری میں انکو آنٹی یا صاحبہ نہیں کہہ سکتی کیونکہ انہوں نے میری ممی کے لیے بہت برے لفظ بولے تھے۔ انہوں نے کہا تھا ممی کی اور آپکی شادی ہونے والی تھی، ک۔۔ کیا سچ ہے

یہ۔۔۔ آپ میری ممی سے پیار کرتے تھے؟ پ۔۔ پھر شادی کیوں نہیں ہوئی"

یہ سوال وہ کبھی نہ کرتی اگر یوں طلال اسے یہ پوچھنے کی ہمت نہ دیتے، جبکہ زینش کے سوال نے طلال انصاری کی آنکھیں لال کر دیں، اس جگر پاش وقت کی تمازت نے جگر جھلسا دیا۔

"بس ک۔۔ کچھ حادثے ایسے ہو گئے کہ میں اور آلایہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گئے زینو، میرے ہاتھوں شاید کوئی بہت بڑا ظلم ہو گیا جو اللہ نے مجھ سے میری الایہ چھین لی۔ وہ سب بہت بھیانک ہے، میں نہیں چاہتا تمہارا دل تکلیف سے گزرے۔ آلایہ کی بیٹی میرے لیے میری بیٹی جیسی ہے بس تم یہی جان لو"

وہ چاچو کی تکلیف پر خود بھی آبدیدہ ہوئی، اپنی ملائم ہتھیلی سے انکی آنکھوں سے گرتی نمی جذب کی تو وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑے چوم بیٹھے۔

اس وقت زینو کو انکے اس پیار بھرے پدرانہ لمس پر سچ میں سکون ملا۔

" تبھی آپ نے آتے ہی مجھے اتنا سارا پیار دے دیا، کیونکہ میں ممی جیسی دیکھائی دیتی ہوں۔ بس آنکھیں پتا نہیں کس پر چلی گئیں۔ کیونکہ ممی کی بھی بلیک تھیں اور بابا کی بھی۔۔۔۔ میری تو آپ اور آپکی فیملی جیسی ہیں کافی حد تک۔۔۔۔ کتنا عجیب اتفاق ہے "

زینو نے یہ سب بھلے لاڈ میں کہا ہو لیکن طلال انصاری نے اسکی اپنی جیسی آنکھیں تو اب نوٹ کیں، یوں لگا دل میں ٹیس سی اٹھی ہو، دل کپکپا اٹھا۔

جو خیال انکے دماغ میں آیا وہ روح کو خراش دے گیا۔

" کہیں زینو میری بیٹی تو نہیں؟ "

طلال کی آنکھیں زینو کی آنکھوں پر ٹھہر کر رہ گئیں۔

وہ خود بھی چاچو کے خاموش ہونے پر فکر سے واپس انکو دیکھنے لگی۔

"آلایہ کو کیا ہوا تھا زینو، اسکی ڈیتھ کیسے ہوئی لاڈلی"

اپنے صدمے میں لپٹے دل کو بحال کرنے کو وہ یونہی پوچھ بیٹھے جس پر زینش کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔

"خان بابا اور بابا نے بتایا تھا کہ آلایہ یعنی ممی کا یکدم دل رک گیا تھا۔ ہارٹ اسٹروک نامی بیماری۔ وہ بہت سویر ہارٹ ایشوز میں مبتلا تھیں۔ جب سے میری پیدائش ہوئی تب سے انکو کچھ ہیلتھ ایشوز ہو گئے۔ مجھے یاد ہے وہ اپنی ڈیتھ سے کچھ ماہ پہلے وینٹیلیٹر تک پر رہیں، بابا کہتے تھے دعا کرو ممی کی مشکل آسان ہو جائے۔ اور میں کر دیتی تھی لیکن کیا پتا تھا ممی کی مشکل مرنے کے بعد آسان ہو گی۔ نو دس سال کی تھی میں اس وقت، عام بچوں کی نسبت بہت ڈبو، شائے اور معصوم سی۔۔۔ آج تک بابا مجھے ممی کی قبر پر بھی نہیں لے کر گئے، میں جب بہت ضد کرتی تو وہ مجھے بس اس قبرستان میں لے جاتے کہ یہیں ہے تمہاری ممی۔ لیکن آج تک مجھے انکی قبر نہیں دیکھائی اور اب تو بابا بھی چلے گئے۔۔۔ لیکن میں نے پنار کو کہا تھا وہ مجھے خان بابا کو کہہ

کر ممی کی قبر کا پتا دے۔ جب میں یہاں سے جاؤں گی تو ممی سے ملوں گی۔۔ میرے پاس ایڈریس ہے اب۔"

زینیش کی یہ درد بھری باتیں طلال کا سانس روک گئیں، سمجھ نہ آیا اس بچی کو کہاں سے سکون لا کر دیں جبکہ انکا اپنا سکون غارت ہو چکا تھا۔

"ضرور ملنا۔ تم جب کوٹ گئی تو میں ساتھ جاؤں گا۔ آلایہ سے مل کر شاید میری اذیت بھی کم ہو جائے"

طلال کی حسرت پر زینو نے فوری اداسی سے سر ہلایا مگر جانے کی بات پر اسکا دل بھر آیا لیکن وہ چاچو کے سامنے رو نہ پائی، آنکھوں میں آنسو دبا لیے۔

"ٹھیک ہے چاچو، آپ اداس نہ ہوں پلیز۔۔۔ میں بھی آپکو کھانا کھلاؤں؟"

اس سے بھی طلال کی اجڑی آنکھیں دیکھی نہ گئیں جبکہ اتنی پیاری آفروہ بھلا کیسے ٹھکراتے۔

اور زینو انکے اجازت دینے پر دکھ بھلائے کھلادی لیکن طلال انصاری کے دل میں قیامت ضرور برپا ہو چکی تھی، وہ اسے نازک پیارے ہاتھوں پر قربان ہوئے جن سے پہلا نوالہ لیتے ہی انکو لگا بھوک کے ساتھ صدیوں کی اذیت میں بھی کمی آئی ہے، وہ بچی انکو برا تڑپا گئی۔

..________________________..

زینیش کے ساتھ جو ظلم اس نے کیا اسکی پھانس اوزان کو اپنے خوبصورت کمرے سے بھی بدزن کر گئی، جہاں زینیش کی خوشبو بھی اسکی طرح اسے تڑپا رہی تھی تو وہ اس لڑکی کی مہک تک سے دامن چھڑواتا کمرے سے نکل کر نیچے چلا آیا۔

"کیا آج ڈنر کسی نے نہیں کرنا؟"

اوزان نو تک نیچے آیا تو ڈائنگ ہال میں کوئی نہ تھا اور اسے کچھ بھوک لگ رہی تھی۔

کچن میں برتن سمیٹواتیں آئی جان کو دیکھتا وہ اندر ہی آیا۔

"کنول تو اپنے کمرے میں لے گئی، بابا سائیں کہہ رہے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کر آئے ہیں ڈنر۔ دیان کہہ رہا بھوک نہیں جبکہ طلال اپنا اور زینو کا کھانا اسکے کمرے میں لے گئے۔ میں اور تم ہی ہیں۔ بیٹھ جاو لگواتی ہوں"

ایزل مریم کی تفصیل سنے وہ چچا صاحب کے لاڈ پر پھر سے منہ بگھاڑے ڈائنگ ہال کی طرف بڑھا اور کرسی سنبھالی۔

کمیلئین کا بھی کچھ پتا نہ چلتا کب کیا کر جائے۔

ایزل مریم نے سعدیہ سے کہہ کر کھانا لگوایا اور خود بھی اوزان کے سامنے ہی کرسی سنبھالے بیٹھیں۔

"آج تم نے دنکو کسی ریسپی کی کوئی تعریف نہیں کی، خاص کر پائے کی"

ایزل مریم سے اس نے رات کے لیے بھی پائے کا ہی سالن گرم کروایا تبھی وہ یونہی اسکی رغبت کو پوچھ بیٹھیں۔

اوزان نے گرم روٹی توڑ کر آدھی آئی جان کی سمت بڑھائی جس پر وہ اسکی اس دلاری عادت پر دھیما سا مسکرائیں۔

" آپ سب بہترین ہی بناتی ہیں، سب اچھا تھا"

اوزان نے تعریف میں کنجوسی کی۔

" آج پائے زینو نے بنائے تھے، جو تم دن کو بھی اچھے خاصے کھا کے اب بھی وہی نوش فرما رہے ہو۔ انسان کوئی ریسپانس ہی دے دیتا۔ زائقہ بدلنے کا تمہیں بخوبی احساس ہو جاتا لیکن آج کیوں نہیں ہوا"

آئی جان کی بات پر اوزان کا ہاتھ تھما، دل میں چنگاری سی پھوٹی، زائقہ بدلتا ہوا تو اس نے شدت سے محسوس کر لیا تھا پر خود بینی آڑے آئی تعریف کرنے میں۔

"کیا اب یہ لڑکی کھانے بنا کر میرے پیٹ سے دل کا راستہ تلاش کرنا چاہتی ہے؟ آپ نے اسے کیوں بنانے دیے یہ؟"

اوزان نے خفیف سی برہمی جتائی پر نوالہ نہ جھٹکا بلکہ بڑے منہ بناتے کھایا جس پر ایزل دبا دبا اس ڈرامے باز پر مسکرائیں جسکی گردن کبھی نیچے نہ ہو سکتی تھی۔

"اسے کوئی راستہ تلاش کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں، وہ ایسی ہے کہ دل کیا اسکے لیے زندگی میں بھی خود بخود راستہ بنتا چلا جائے۔ ڈرو اس دن سے اوزان کہ کہیں خدانخواستہ تم اسکی طلب میں بے یارو مددگار نہ جاو"

ایزل مریم کی دل دہلاتی تنبیہہ پر وہ اس بار ماں کو سنگدلی سے دیکھنے لگا، دل رک سا گیا۔

جن لمحوں اسے سکون کی دعا درکار تھی اس لمحے آئی جان یہ کیسے جگر پاش جملے بول گئیں۔

"آپ مجھے بد دعا دے رہی ہیں، میرا بے یارو مددگار ہونا چاہ رہی ہیں۔ کیسی ماں ہیں؟"

اوزان کا دل تڑپ اٹھا، وہ آئی جان سے اس جملے کی امید کہاں رکھتا تھا۔

"میں نے تمہیں تنبیہہ کی ہے، مائیں بد دعا کہاں دیتی ہیں بچے، وہ تو ہوتی ہی دعا ہیں۔ تم اسکی بے قدری کرو گے تو کیا اللہ یہ سب ہوتا دیکھتے رہیں گے۔ بحیثیت بیوی اسے پیار کرنا اور اسکی قدر کرنا تمہارے لیے اللہ کا اولین حکم ہے۔ خود سوچ لو کہ حکم عدولی کرو گے تو کوئی تو نقصان ہو گا۔ماں ہوں تبھی سمجھا رہی ہوں، کیونکہ ایزل مریم سب سہہ سکتی ہے۔ اپنے بیٹے کی تکلیف اور بے بسی نہیں"

وہ یہ سب کہہ کر خود ہی خاموش ہوئیں جبکہ اوزان نے اپنی بھوک مٹاتے ہی ہاتھ روک لیا۔

"اپنی تکلیف اور بے بسی میں اوزان نے کیا کسی کا کندھا مانگا کبھی، خود ہی سہتا آیا ہوں۔ آپکو اپنی تکلیف سے دکھ نہیں دوں گا آگے بھی۔ لیکن مجھ پر یہ زندگی تھوڑی سی آسان رہنے دیں آئی جان۔ ایسی عادتیں نہ ڈالیں مجھے جو چھڑوانی دوبھر ہوں۔ جیسے اسکے ہاتھ کے کھانے"

وہ انکو پھر سے لاجواب چھوڑتا اٹھا اور روٹھ کر چلا گیا جبکہ ایزل مریم نے بھی ہاتھ روکا اور کچن کی جانب سے باہر آتی سعدیہ کو یہ سب سمیٹنے کا کہے خود بھی اپنے کمرے میں جانے سے پہلے دیان کے پاس گئیں جو بیڈ پر اوندھا لیٹا شام سے پنار کا نمبر ہی ملا رہا تھا لیکن اس لڑکی نے آج بھی دیان آریز کو ستانے کی قسم اٹھا رکھی تھی، شادی سے انکار کا دردناک قہر ڈھا کر اس نے دیان آریز سے احتجاج کا حق بھی سلب کر لیا۔

"کیا بے چینی ہے اب دیان؟"

بڑی امی کی آواز پر وہ پلٹا اور سیدھا ہو کر بیٹھا، مہکتا چہکتا دیان افسردہ سا ان سے دیکھا نہ گیا۔

"کہتی ہے ہاں نہیں کروں گی، بڑی امی میں اس سے بات کرنے کو مر رہا ہوں اس وقت۔ مجھ پر یہ ستم کر کے اب اسکا فون مسلسل بند ہے۔ یہ محبت کیوں ہے اتنی مشکل"

وہ اب بھی ویسا ہی اذیت زدہ تھا جبکہ ایزل مریم نے پاس بیٹھتے ہی نرمی سے اسکی گال سہلائی۔

"محبت تو بہت آسان ہے، یہ ہم انسانوں کی انا اور خود غرضی ہے بچے جو اسے مشکل بناتی ہے۔ سب چھوڑ دو۔ بس پنار کے نام پیغام لکھو۔۔۔۔ بلکہ ادھر دو فون میں کرتی ہوں۔ اور پھر تم اسے تب تک کال نہ کرنا جب تک وہ خود نہ رابطہ کرے"

بڑی امی پر اسے بھروسہ تھا تبھی اپنا فون انکو بنا کچھ سوچے تھمایا۔

جبکہ ایزل مریم نے نجانے کچھ منٹس لگا کر کیا ٹائپ کر کے سینڈ کیا اسکا تجسس دیان کو بھی تھا مگر ایزل مریم نے وہ میسج سینڈ کرنے کے بعد اپنی طرف سے ریموو بھی کیا تبھی تو جب فون دیان کو دیا تو وہ ڈیلیٹ فار می دیکھ کر جنجھلا گیا۔

"آپ نے کیا میسج کیا ہے بڑی امی"

دیان کے بے قرار سوال پر وہ خوبصورت سا مسکرائیں۔

"جب اس میسج کا کوئی اچھا رزلٹ آ گیا تو مجھے انفارم کرنا۔ تب بتاؤں گی کہ میں نے کیا میسج بھیجا۔ اب سو جاو سکون سے۔ بھوک لگے تو سعدیہ سے کہنا کھانا لگا دے گی، اگر وہ سو گئی تو مجھے جگا دینا۔ شب بخیر"

دیان کی الجھن کم بھی ہوئی اور بڑھ بھی گئی، اب دیان آریز کے پاس انتظار کے سوا کوئی آپشن نہ تھا۔

ناجانے ایزل مریم کے پیغام میں کیا تھا، دیان اسی سوچ میں الجھ چکا تھا لیکن وہ جانتا نہیں تھا یہی میسج پنار کا دل تھوڑا موم کر دے گا، کم از کم اتنا کہ وہ شادی کے معاملے میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔

..________________________..

وہیں دوسری جانب سب ڈنر پر خاموش ہی رہے، جواد سیال جلدی اٹھ کر سونے چلے گئے جبکہ پنار نے ڈنر سے منع کر دیا۔

میشی اور الماں نے ہی ڈنر کیا کیونکہ عائشہ بھی غصے میں تھیں۔

جبکہ مشائم کو جب سے الماں نے سب کے اس پرپوزل پر ریووز بتائے وہ بھی اداس سی الماں کی بازو سے لگ کر وہیں باہر لاونج میں ہی کاوچ پر دبکی بیٹھی تھی۔

جبکہ الماں میچ دیکھ رہا تھا۔

"اداس مت ہو، جو بہتر ہو گا وہی کریں گے"

بازو کے ساتھ لگ کر بیٹھی مشائم کو وہ اداس دیکھ نہ پایا تو اسکو بازو گرد حصار کر ساتھ لگایا، وہ دیان کے لیے کافی اپ سیٹ تھی خاص کر پنار آپا کے ری ایکشن کے بعد۔

"لیکن مجھے ایک بات نہیں سمجھ آ رہی کیپٹن، کہ پنار آپا کیوں ضد کر رہی ہیں۔ کیا میرے دیان بھیا میں کوئی کمی ہے؟ وہ لاکھوں میں ایک ہیں۔ تو پنار آپا اپنی محبت کے باوجود انکار کیوں کر رہی ہیں"

مشائم نے بہت دکھ سے آنکھیں المان کی آنکھوں میں ڈالیں جیسے پنار کا انکار کسی صورت قبول نہ ہو۔

"وہ تھوڑا غصہ ہے، کل اس سے تفصیلی بات کروں گا تم اس معاملے سے خود کو مت الجھاو مشائم۔ یہ بتاو خوش ہو، گھر واپس جا کر کیسا لگا؟"

المان ابھی خود بھی اس ٹاپک پر بات نہ کرنا چاہتا تھا سو بات بدلی بھی اور مشائم اسکو دیکھتی دل سے مسکرائی، اپنی ہتھیلی المان کے گال سے جوڑی۔

"بہت پراوڈ فیل ہوا کیپٹن، مشائم تو اتنی امپارٹنٹ کبھی نہ تھی جتنی خاص آج خود کو فیل کر رہی تھی۔ آپکی وجہ سے۔ تھینکیو میری بورنگ سے زندگی میں اتنا سارا پیار اور اتنی ساری خوشی بھرنے کے لیے"

مشائم نے سچ میں آج خود کو المان کے ساتھ بہت اچھا محسوس کیا تھا کہ اس کا خمار اب بھی اسکی گہرے چمکتی آنکھوں میں رقصاں تھا۔

"تم خوش تو میں خوش، ویسے تم نے میرے مشورے کو بہت سنجیدہ لے لیا۔ آتے ہی ڈریس بدل دیا تھا۔ تھوڑا پیار کرنے دیتی ایکسٹرا اوالا۔ بہت پیاری لگ رہی تھی، میرے لیے کیا تم روز یونہی سج سکتی ہو مشائم؟"

المان کے جذب سے چور لہجے اور آنکھوں کی پر خمار تپش پر وہ ہلکان ہوتی یا اسکی خواہش کی حدت سے دل کو دھڑک اٹھنے سے روکتی، جواب دینا اسکے لب بھول گئے بس بدحواسی سے پلکیں لرزا کر جھکا گئی۔

"کیا آپ مجھے ایسے ہی پیار نہیں کر سکتے، آئی مین اس وقت کون اتنے بھاری کپڑے پہنے۔ کون اتنا میک اوور تھوپے۔ شام کے بعد میں ایسے ہی نائیٹ سوٹ میں کمفرٹیبل رہتی ہوں۔ ورنہ تھک جاتی ہوں نہ"

اپنی الجھن جس روہانسے لہجے میں مشائم نے بتائی، المان نے اسکی ہتھیلی اپنے ہاتھ سے لگاتے، انگلیوں میں انگلیاں جکڑتے اسکے ہاتھ کی ملائم پشت ہونٹوں کی نرم شدت کے سنگ چومی تو گدگداتا سا احساس مشائم کے رخساروں کو دہکا گیا۔

"میں تو کر سکتا ہوں، تم افورڈ کر لو گی؟"

جناب کو بہکانے کے لیے مشائم بس صرف مسکرا دیتی وہ بھی بہت تھا پر اسکی تو المان کی بدلتی نظروں سے ہی جان سی سر کی اور اس سے پہلے وہ اسکے خوبصورت پھیلے ہونٹوں کو گرے آنکھوں کو مرکز بنائے اسکی سانسوں کی خوشبو میں بے خود ہوتا، وہ اسکی مزاحمت پر رکا۔

"پیٹ میں درد ہے کیپٹن"

مشائم نے منمنانے کی ناکام کوشش کی مگر المان فوری اپنا ارادہ ترک کیے فکر مند ہوا۔

"کیوں کیا ہوا"

المان نے اپنا ہاتھ اسکے پیٹ پر رکھا تو مشائم کے رخسار اس طرح کے ٹچ پر مزید گلاب ہوئے۔

"وہ دراصل زینو بھابھی نے پائے اتنے یمی بنائے تھے کہ میں پتا نہیں کتنے نان کھا بیٹھی، اب ایسا لگ رہا سب اندر جم سا گیا۔ آپ نے چائے بھی تو نہیں بنا کر دی کیپٹن"

مشائم کی معصومیت اور درد بھرے تاثر پر الماں بے ارادہ ہنسا۔

"تو اعتدال رکھنا تھا نہ، اوکے تم بیٹھو میں چائے بنا کر لاتا ہوں سونف والی۔ تب تک تم یہ میچ دیکھو"

الماں سے چائے بنوانا اور یوں لاڈ اٹھوانا ہی وہ چاہتی تھی تاکہ اس خطرناک بندے کے جان لیوا رومینس سے بچ سکے۔

الماں نے پانچ منٹ بعد بھاپ اڑاتے مگ کے ساتھ واپس وسیع و زیبائشی آرام دہ لاونج میں انٹری دی اور میشی کے ساتھ کاوچ پر آ کر بیٹھتے اس نے مگ مشائم کو تھمایا، شرمگیں سی مسکان کے سنگ میشی نے مگ تھاما۔

"چلو چائے پی کر سو جانا جا کر، تنگ نہیں کروں گا بالکل۔ تمہاری طبعیت بہتر ہونی چاہیے۔ اگر پھر بھی درد ٹھیک نہ ہو تو بتانا ڈاکٹر کے ہو آئیں گے"

المان کی تاکید پر وہ بھینی بھینی مسکرا کر چائے پینے لگی، کافی مزیدار تھی اور میٹھے کی جگہ المان نے شاید گڑ یوز کیا تبھی کریمی ٹیسٹ تھا۔

المان بھی آج میچ کی وجہ سے سب بھول چکا تھا کیونکہ خاصا گرما گرم مقابلہ چل رہا تھا اور مشائم بھی چائے پیے وہیں اسکے کندھے پر سر رکھے ہی سو گئی جبکہ المان نے اسکے سوتے ہی مشائم کو آہستگی سے بازووں میں اٹھایا اور روم کی طرف لے کر بڑھا۔

کمرے میں لے جاتے اسے آہستگی سے بیڈ پر لٹائے سر کے نیچے بہت احتیاط سے تکیہ رکھا، یقیناً اسکا درد ختم ہو چکا تھا تبھی وہ اس قدر پر سکون ہو کر سو گئی۔

"میری زندگی کی سب سے خوبصورت خوشی بن رہی ہو تم مشائم، بہت جلد تم سے محبت ہو جائے گی مجھے۔ دعا ہے تمہارے ساتھ جینے کے لیے الماں سیال کو بہت سے لمحے ملیں"

جھک کر اسکی جبین عافیت خیز جذب اور نرمی سے چومے وہ میشی پر لحاف کروائے، کمرے کی لائیٹ آف کرتا باہر نکلا اور واپس میچ دیکھنے لاونج میں جانے سے پہلے وہ پنار کے روم کی طرف بڑھا۔

وہ بھی سو رہی تھی۔

الماں اندر آیا اور اس پر بھی ٹھیک سے لحاف دیا اور جھک کر پنار کی کن پٹی چومی جس پر وہ کسمسائی۔

"میری پیاری پارٹنر، تمہاری زندگی کی خوشی اگر دیان ہے تو دعا ہے تمہاری یہ بے جا ضد جلد ختم ہو۔ لالہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں، تم میری ہمت ہو"

پنار کے انکار کے پیچھے کیا وجوہات ہوں گی وہ سمجھ رہا تھا تبھی دعا گو تھا کہ وہ جلد سمجھ جائے، تھکی سی مسکراہٹ کے سنگ وہ اسے تکتا کمرے سے نکل گیا اور لاونج کی سمت قدم بڑھا دیے۔

..______________________________..

جب تک زینو سو نہ گئی طلال اس کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے، اسے نیند میں اترتا دیکھ کر وہ خود بھی سکون محسوس کر رہے تھے۔

جبکہ اوزان دایب انصاری سے آج بھی سو پانا محال تھا اور ستم یہ کہ آج اسکے پاس زینیش کے کمرے تک جانے کی سہولت بھی نہ تھی کیونکہ وہاں چچا صاحب نے جو قبضہ کر رکھا تھا۔

کروٹیں بدلتے ایک بج گیا اور تبھی اسکے روم کے دروازے پر مہربان سی دستک ہوئی۔

اوزان نے خفیف سے اونہوں کرتے دستک دینے والے کو اجازت دی تو طلال اندر جھانکے۔

اوزان کو بیڈ کے وسط میں بے چینی سے لیٹا دیکھتے وہ مکمل اندر داخل ہوئے جس پر اوزان نے چہرے ہر دبایا تکیہ اٹھا کر پرے سر کائے سر پر آکر کھڑے ہوتے طلال انصاری کو عجیب زرد سا رنگ اوڑھتی آنکھوں سے دیکھا۔

"کیا میں اوزان سے اپنا ڈر اور خدشہ شئیر کروں؟"

طلال کو کہیں اور ہی گم دیکھتا اوزان انکو مشکوک نظروں سے گھورا جو کھڑے کھڑے کومہ میں جا چکے تھے۔

"جب کوئی بات نہیں کرنی تھی تو تشریف کا ٹوکرا کیوں لائے محترم"

اوزان کے جل بھن کر استفسار پر وہ دھیما سا مسکرا کر اسکے پاس ہی بیٹھے۔

"بات کیا کروں اوزان؟ دل بہت بھاری ہے۔ مجھ سے سانس نہیں لیا جا رہا۔ کچھ پھونک دو نہ، پلیز"

وہ جس طرح تڑپے خود اوزان سرد مہری پرے کرتا متفکر سا اٹھ کر بیٹھا۔

"میں آپکو پھونکوں والی سرکار لگ رہا ہوں کیا؟ حد ہوتی ہے ناکام عاشق صاحب"

اوزان اس درجہ عجیب سی فرمائش پر بگھڑا جس پر وہ اسکی طرف مکمل چہرہ کر کے بیٹھے، وہ انکی آنکھوں کی نامرادی پر تھم سا گیا۔

"لیکن تم اللہ کے بہت پیارے ہو، تمہارے ہونٹوں سے نکلی دعا میں تاثیر ہے۔ تم جب دل پر ہاتھ رکھتے ہو لاڈلے تو میں سکون پاتا ہوں"

اوزان دایب کی دعائیں پر تاثیر تھیں لیکن ستم یہ کہ آج تک اسے اپنی کوئی دعا نہ لگی تھی، تبھی تو وہ دل جلا مسکرایا اور زرا آگے کو سرک کر آلتی پالتی

کے انداز میں بیٹھتے اس نے اپنا پرکشش ہاتھ چاچو کے سینے پر ہتھیلی لگائے رکھا اور اوزان نے اپنی آنکھیں بند کیں۔

آیت سکون، دعائے راحت پڑھ کر چاچو کے اجڑے دل پر دم کیا، جس پر وہ بند آنکھوں سے ہی مسکرائے۔

پورے جسم میں اک خنک سی لہر اتری کہ پورے جسم میں لپکتی آگ کی تپش چند لمحوں میں کم ہوتی گئی۔

"اوزان!"

وہ تڑپ کر بند آنکھوں سے ہی اسے پکارے۔

"جی"

وہ بھی بے قرار ہوا۔

"زینیش کو واپس بھجوا دو، وہ یہاں بہت تکلیف میں ہے۔ ا۔۔ اور ستم یہ کہ اسکی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔ اسے کوئی سزا مت دو، بابا کے کہنے میں آکر اس پر ظلم مت کرو۔ وہ مر جائے گی اوزان، وہ بہت بکھری ہوئی ہے۔ وہ اپنے بابا کو بہت یاد کر رہی ہے، مجھے وہ آج اس بچی کی طرح لگی جس کے پاس اپنا کوئی نہ بچا ہو۔ وہ اتنی معصوم، اتنی پاکیزہ، اتنی بھولی اس بے رحم دنیا میں کہاں سے آگئی۔ یہ سنگدل دنیا اسے کیسے جینے دے گی۔ اچھا ہے اسے خان بابا کی چھاؤں میں واپس بھیج دو۔ وہ زینو کو سنبھال لیں گے"

چاچو کا ایک ایک لفظ وہ خاموشی سے سن رہا تھا، وہ سکون پانے کے باوجود بہت آزردہ تھے۔

اوزان نے انکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑا۔

"ابھی اس بارے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، جائیں سو جائیں۔ فکر مت کریں اسکی"

وہ انکو ٹال گیا تو وہ بھی مزید کچھ نہ کہہ سکے، جان گئے تھے کہ یہ ٹاپک اوزان کا من پسند نہیں تبھی وہ ٹال گیا۔

جبکہ چاچو کے کمرے سے جانے پر وہ پھر سے واپس لیٹا، پوری رات کیسے گزرے گی یہ سوچنا ہی محال تھا۔

لیکن آج وہ زینیش کے پاس چاہ کر بھی نہیں جانا چاہتا تھے، وہ اس کا عادی ہو رہا تھا اور یہ چیز اوزان کے لیے ٹھیک نہ تھی۔

وہیں دوسری جانب حسیب کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا، کھانا اس نے تھانے میں کھا لیا سو اماں سے ایک کپ دودھ پتی بنوائی جو وہ رکھ کر سونے چلی گئیں لیکن جب وہ باہر آیا تو فون مسلسل بج بج کر تھک گیا تھا، تبھی حسیب بیڈ پر بیٹھتے ہی وہاں آتی مس کالز پر فکر مندی سے اسی نمبر پر واپس فون ملاتا چائے کا کپ اٹھائے کمرے سے باہر نکل کر لاونج کی طرف بڑھا۔

دوسری جانب اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں وہ بے جان سی میٹرس پر اوندھی پڑی تھی، فون رنگ کرنے پر فوری اٹھایا۔

"مجھے کیوں کالز کرتی رہتی ہو مینٹل لڑکی، بہت مصروف انسان ہوں"

حسیب کے کھردرے استفسار پر دوسری جانب وہ کروٹ بدل کر سیدھی لیٹی، آنکھیں سرخ تھیں جیسے روئی ہو۔

"حسیب، میں بہت اکیلی ہوں۔ مجھ سے بات کرو پلیز۔ مجھ سے زندگی گزارنی مشکل ہو رہی ہے۔ وہ میری رگوں میں زہر کی طرح اترا ہوا ہے مجھے موت بھی قبول نہیں کر رہی"

بہار کے یہ درد بھرے جملے، یہ سسکیاں حسیب کو صرف اریٹیٹ کر سکتی تھیں۔

"دیکھو بہارے! وہ کسی کا نہیں ہے، اب تو ہرگز نہیں کیونکہ اپنے حصے کی محبت کر بیٹھا ہے۔ تم خوبصورت ہو، کامیاب ہو۔ اپنے لیے کوئی اچھا سا

پارٹنر ڈھونڈو۔ یقینا اس دنیا میں تمہارے لیے بھی تو کوئی ہو گا نہ۔۔۔اسکی جان بخش دو ورنہ اسکے ہاتھوں ہی ماری جاو گی"

حسیب کے منہ سے یہ انکشاف سن کر بہار کی آنکھوں سے چند آنسو بہے لیکن وہ اس سرپرائز پر پاگلوں کی طرح ہنسی۔

"اوہ تو کمپلیئین نے کسے بے موت مارنے کا ارادہ کیا ہے، کون ہے وہ بچاری جو اس پتھر دل بدماغ کی محبت بن گئی۔ یقینا یہ شخص اسے بھی تڑپا تڑپا کر مارے گا لکھوا لو۔۔۔۔یا ہو سکتا ہے وہ بچاری اس طرح کی عذاب زندگی سے میرے ہاتھوں چھٹکارہ پا جائے"

بہار کے اس طرح کے شر انگیز جملے حسیب تک کو خوفزدہ کر گئے، وہ الٹا منہ سے یہ سب نکلنے پر خود کو لعنت بھیج گیا۔

"تم نے کچھ کرنے کا سوچا تو اس سے پہلے میرے ہاتھوں مرو گی بہار پاشا، تمہیں علم نہیں حسیب خانزداہ اس کا امام ضامن ہے۔ اور اس کی محبت کا

بھی۔ تمہیں جس معاملے کا ادراک نہیں اس میں اپنی ناک گھسانے کی کوشش نہ کرو۔ اوزان دایب انصاری تم جیسی کو ہر گز سمجھ نہیں آسکتا۔۔۔۔ مجھے یوں راتوں کو کالز کرنا بند کرو۔۔۔۔ تمہاری یہ زہریلی باتیں مجھے سونے نہیں دیتیں"

حسیب نے نہایت لحاظ دیکھایا تھا جبکہ بہار اسکے یوں تلخ ہونے پر اذیت میں مبتلا ہوئی۔

"ت۔۔ تم میرے پاس نہیں آسکتے یہاں؟ تم میرے بھی تو دوست ہو۔۔۔۔ میرا امام ضامن کون بنے گا؟"

اسکی ہچکیاں اسکی تڑپ حسیب کا دماغ گما رہی تھی، اتنی مزیدار چائے زہر لگ رہی تھی۔

"بہار! مجھے ان پنگوں سے دور ہی رہنے دو پلیز۔۔۔۔"

نہایت کوفت سے ریکوسٹ کی گئی۔

"تمہیں تو محبت تھی مجھ سے، ی۔۔ یہ کیسی محبت ہے کہ تم مجھے ڈانٹ دیتے ہو۔ تم مجھے دھتکار دیتے ہو۔ تم مجھے رونے دیتے ہو، دنیا جہاں کی لڑکیاں تم سے چپکتی ہیں لیکن مجھے خود کو چھونے تک نہیں دیتے۔۔۔ جیسے میرا سایہ بھی اچھوت ہو"

وہ جانتا تھا وہ اس وقت ڈپریشن میں ہے مگر اسکے لیے حسیب کے پاس ہمدردی کے سوا اب کچھ نہ تھا۔

"اچھوت نہ سہی حرام تو ہو مجھ پر، اور میری بچیوں سے جلنے کی کوشش بھی نہیں۔۔۔۔ انکے لیے بہت ٹچی ہوں۔

اور حسیب خانزداہ اس سے محبت کرے گا جسکا دل میری طرح سیاہ نہیں چمکتا سفید ہو گا، میرے مسلک میں جھوٹا دل قبول نہیں بہارے، جسم قبول ہیں، اور میں ٹھہرا دل کے معاملے میں انتہائی تنگ نظر، جنونی اور بدماغ آدمی۔۔۔۔

تمہارے دل سے جب بے جا حاکمیت اور محبت کے نام پر صرف حاصل کر لینے کی ہوس کی میل اور سیاہی اتر جائے پھر مجھے پکار کر دیکھنا۔ سر کے بل نہ آیا تو نام بدل دینا۔ تب تک تمہیں مجھ سے صرف ہمدردی مل سکتی ہے۔۔۔۔۔۔ تمہیں سن سکتا ہوں لیکن معذرت بی بی تمہاری نہیں سن سکتا۔۔۔۔۔ اس گرے پڑے گناہ گار کا بھی کوئی معیار ہے۔۔۔ کوئی لیول ہے۔۔۔ گڈ بائے میری نیند حرام مت کرنا دوبارہ"

اسے اپنی فیصلے کی تلخی سے مزید اذیت میں جھونکے حسیب نے جھٹ سے رابطہ توڑ دیا۔

لیکن وہ مسکراتی سیاہ آنکھیں ضرور اس وقت درد سے میں مبتلا لگیں۔

"محبت کی بچی تجھے کتے پڑیں۔۔۔ مطلب حد ہو گئی، اور کوئی کام نہیں ہے مجھے کیا کہ اس زہریلی ناگن کے دکھ سنوں۔۔ خود غرض عورت۔

۔اسکا دکھ دکھ اور میرے دکھ کھوتے کی سری۔۔۔۔۔۔۔۔ سمجھ کیا رکھا ہے اس نے مجھے۔۔۔۔"

نہایت کوفت سے اپنے اس ظالم لڑکی کے لیے پھر سے تڑپ اٹھتے دل کو لعن تان کیے وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، جیسے جینا اس پل حرام ہو کر رہ گیا ہو۔

..________________________..

ایک نئ صبح اتر آئی، اوزان دایب رات مرنے سے بچ گیا۔

لیکن پھر سے صبح صبح دبے پیر انصاری حویلی سے نکل کر خفیہ سے سفر پر گامزن ہوا، آج شام چھ بجے زینیش کو دیا وقت ختم ہونا تھا مگر وہ چاہتا تھا ایک بار اپنے رہمنا سے اس معاملے کو لے کر مشورہ لے، اسکا سفر النور مسجد آکر رکا۔

اوزان دایب سفید شلوار سوٹ میں سیاہ ویس کوٹ پہنے، پیروں میں سیاہ شوز چڑھائے، اجلا اور راحت القلوب بنا مسجد میں اپنے پر وقار اور معطر سراپے کے سنگ پر اعتمادی سے داخل ہوا تو درویش ابداری ہی سے پہلے سامنا ہوا جو قرآن پاک کی تفسیر کی کلاس لینے ہی مسجد سے ملحقہ مدرسے کی جانب جا رہے تھے مگر اوزان دایب کو دیکھ کر انکے قدم نہ صرف رکے بلکہ آنکھوں میں اس خوش الہان سے جناب اور خوبصورت جاذب نقوش کے مالک نکھرے شخص کو دیکھ کر نرماہٹ اور دوستانے کے ہزاروں رنگ سمٹ آئے۔

"خوش آمدید برادر! آپ کو دیکھ کر اکھیاں راحت سے فیض یاب ہوئیں اور دل آپکے احترام کو ہمک اٹھا۔ کیسے مزاج ہیں عزیزم!"

دونوں ہاتھوں میں اوزان کا ہاتھ لیتے مصافحہ کیے وہ درویش ابداری اس قدر شائستگی سے بولے کہ اوزان بھی مسکرا دیا۔

"الحمد اللہ، اچھا ہوں بھائی۔ آپ کیسے ہیں؟"

اوزان نے اسی نرم لہجے میں انکے بھی مزاج دریافت کیے۔

"پروردگار کا بے حد کرم ہے۔ آیئے حجرے میں تشریف لایئے۔ آپکے لیے ناشتے کا بندوبست کرواتے ہیں"

چونکہ ابھی صبح کے آٹھ بجے تھے سو ابداری صاحب کو ناشتے کا پوچھنا ہی مناسب لگا۔

"نہیں جزاک اللہ، بس مجھے محترم سے ملنا تھا۔ کیا وہ حجرے میں ہیں؟"

اوزان انکو اجلت میں لگا تبھی وہ بھی اصرار ترک کرتے واپس پلٹے۔

"نہیں بھائی، وہ قافلے کے ساتھ گئے ہیں۔ تبلیغ کے لیے، ممکن ہے ایک ہفتہ مزید لگے واپسی کو۔ کوئی الجھن یا کام ہے تو آپ مجھ سے کہہ لیں۔ چہرے سے اضطراب چھلک رہا ہے۔ ان شاء اللہ سب خیریت ہو گی"

اس اہم وقت جب اسے اپنے رہنما کی ضرورت تھی تو وہ بھی میسر نہ تھے، یہ اسکے لیے اشارہ تھا مگر وہ کیسے سمجھتا کہ آجکل وہ آزمائش میں جکڑا تھا۔

"سب ٹھیک ہے، بس ان سے ملاقات کی آرزو تھی۔ میں ہفتے بعد آتا ہوں، کسی چیز کی ضرورت ہو تو آپ بلا جھجک مجھ سے کہہ سکتے ہیں بھائی"

اوزان نے اسی نرم لہجے میں اپنی بے چینی کو ہر ممکنہ دباتے ابداری صاحب کو مطمئین کیا یہ الگ بات تھی وہ ہو نہ سکے پر اوزان کے بہلانے کا بھرم رکھتے خوش دلی سے مسکرا دیے۔

"ہم درویشوں کی ضرورت اور طلب بھلا اس مالک دو جہاں کی رضا کے بنا کیسے کوئی پوری کر سکتا ہے، آپ آتے جاتے رہا کریں بس نور مسجد کی دلفریبی بڑھ جاتی ہے۔ آپ جلدی میں لگتے ہیں برادر، مہمان نوازی کا شرف دیں کیونکہ اگر شیخ محترم کو معلوم ہوا کہ ہم نے انکے چہیتے کو یونہی بنا خاطر مدارت کے جانے دیا تو وہ برہم ہوں گے"

ابداری صاحب عاجز سے بہت مہربان شخص تھے جنکے لہجے سے مٹھاس اور آنکھوں سے عقیدت پھوٹ رہی تھی۔

" آپ کا اس قدر خلوص سے ملنا ہی بہت بڑی مہمان نوازی ہے بھائی، حالانکہ مجھے یہاں سے گئے عرصہ دراز بیت گیا لیکن یہاں کا ہر فرد اب بھی خوش دلی سے یوں ملتا ہے کہ دل نہال ہو جاتا ہے۔ بس دعاوں میں یاد رکھیے گا مجھے "

وہ ان کے خلوص کے بدلے خود بھی محبت سے اٹا اس وقت کوئی اور ہی شخص تھا، اس قدر پاک، ہر منافقت سے بے نیاز، ہر دنیاوی رنگ سے آزاد۔۔۔۔۔

" آپ یہاں کے سب سے ماہر حافظ قرآن ہیں بردار، بند آنکھوں قرآن پاک کی ہر آیت کو صرف نمبر کے حوالے سے بمعہ ترجمہ بتانے کا ملکی مقابلہ جیتا تھا۔ پھر آپکی اس شہرہ آفاق قدر میں تب اضافہ ہوا جب آپ شیخ محترم

کے لاڈلے بنے۔ ہمارے لیے تو آپ برگزیدہ ہیں اور رہیں گے، ہر وہ شخص قابل احترام ہے جسے اللہ اپنے پاک کلام کے لیے چنتا ہے"

وہ انکی زبان سے یہ سب سنے عجیب سی افسردگی کا شکار ہو گیا۔

"بہت شکریہ اس عزت کا، مجھے اجازت دیجئے۔ فی امان اللہ"

وہ صاف صاف مضطرب ہوا اور ان سے اجازت لیے ویسے ہی اس نورانی بہت خوبصورت مسجد کے احاطے سے نکل گیا۔

"اللہ آپکی مشکلات میں ہر لمحہ کمی کرے عزیزم۔ الٰہی آمین"

وہ بھی مسجد کے داخلی دروازے سے اوزان کی اوجھل ہوتی پشت تکتے نرم سی مسکراہٹ دیے مدرسے کی جانب بڑھ گئے لیکن اپنی گاڑی تک باہر پہنچنے تک اوزان دایب کی بے قراری بڑھ چکی تھی۔

"یہ کیسی آزمائش ہے جب آپ نے مجھ سے میری سمجھ بوجھ کے ساتھ رہنما کو بھی چھین لیا۔۔۔ ایسے کیسے چلے گا۔ کوئی راہ دیکھائیں، کوئی اشارہ ورنہ میرے ہاتھوں ظلم ہو جائے گا"

خود کے لیے وہ جتنی دعائیں کرتا ابھی قبول نہیں ہو سکتی تھیں، اسی شش و پنج کی کیفیت میں وہ روانگی کے لیے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

..________________________..

وہ ہوسپٹل جانے کے لیے ریڈی تھی، لائیٹ rust کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ اسی کلر کا لیڈیز پینٹ ٹراوزر، جبکہ قلفی سی اورنج شیڈ دیتی شال میٹرس پر رکھی تھی، کرتی پر ہزاروں رنگ کشید تھے، براون بال ڈرائے کرنے کے بعد وہ انکو کرل کر رہی تھی مگر خدا گواہ تھا ساری رات اک لمحہ نہ سو پائی تھی تبھی آنکھیں رت جگے کی غماض دیکھائی دیں۔

دل اپنی بے حسی پر تڑپتا رہا۔

تبھی تو اب تک اس نے فون تک آن نہ کیا۔

لیکن یونہی دم سا گھٹا تو پنار نے بیڈ کے قریب آتے میٹرس پر پڑا فون آن کیا اور فون آن ہوتے ہی وہ وہاں دیان آریز کے نمبر سے آئے لانگ سے میسج کو دیکھ کر ٹھٹکی اور وہیں بیٹھی۔

"Unbelievable "

ناجانے اس میسج میں کیا تھا کہ پنار کے چہرے کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑا۔

"تو تم میرے ہاتھوں مرنا چاہتے ہو دیان آریز، او کے فائن۔۔ بزدل نہیں ہے پنار کہ تم سے ڈرے"

من ہی من میں تلملاتے پنار نے اسی میسج کا ریپلائے لکھا۔

"Fine! I am accepting your marriage proposal but you have to bear the intense reaction of all this

nonsense. All this will spoil your sleep and peace

Dr Diyan Araiz. Wait & watch"

پنار نے یہ میسج لکھ کر دیان کو بھیجا اور خود بھی شال اٹھا کر گلے میں رول کر کے ڈالتی، اپنا بیگ اٹھائے، پیروں میں سٹریپڈ چپل پہنے کمرے سے باہر نکلی جہاں سب ناشتے پر موجود تھے۔

میشی یونی کے لیے تیار تھی اور المان اسے ڈراپ کرنے والا تھا جبکہ آج انتخابات تھے تو جواد بھی ناشتے کے بعد جانے والے تھے۔

پنار کو بپھری موج بن کر وہیں آتا دیکھتے سب کے چہروں پر فکر اتری۔

"میں دیان آریز سے شادی کے لیے تیار ہوں، ہاں کر دیں آپ لوگ"

پنار کا یکدم بدلتا فیصلہ جواد، المان اور مشائم کے لیے اچھا دھچکا جبکہ عائشہ کی تو ہستی دہلا گیا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو، دماغ پھر گیا ہے کیا ایک ہی رات میں"

عائشہ اسکے اس فیصلے پر تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"جو کہنا تھا میں نے کہہ دیا، باقی آپ لوگوں کی مرضی۔ ہیو آ گڈ میل۔۔۔ اللہ حافظ"

بنا کسی کا کوئی جواب دیتی وہ بنا ناشتے کے ہی وہاں سے واک اوٹ کر گئی جبکہ عائشہ کا بس نہ چلا ناشتے سے سجی میز الٹ کر چلی جاتیں۔

"آپ دونوں باپ بیٹے نے دھمکایا ہے کیا پنار کو؟ وہ کیسے اتنی جلدی فیصلہ بدل سکتی ہے۔ میں یہ نہیں ہونے دوں گی تم سب کان کھول کر سن لو"

عائشہ کے چینخنے پر جواد بھی اٹھ کھڑے ہوئے تو المان اور میشی بھی اپنی اپنی کرسی چھوڑے اٹھے۔

"اس نے اقرار کر دیا ہے، اب حتمی فیصلہ بابا سائیں کریں گے۔ مجھے ابھی جانا ہے۔۔۔ ہم اس پر رات بات کریں گے عائشہ "

جواد سیال بھی دامن بچاتے نکل گئے جبکہ مشائم اور الممان کو بھی نکلنا تھا لیکن میشی کو پھر سے عائشہ آنٹی سے ڈر لگا تبھی الممان نے اسے گھبرائے دیکھا تو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ جا کر گاڑی میں بیٹھے۔

مشائم کے فوری جانے پر الممان، اماں سائیں کی طرف متوجہ ہوا۔

"ممی، پنار بھی اسے پسند کرتی ہے۔ پلیز آج تک پنار نے کبھی نہ آپکی نافرمانی کی نہ بابا کی۔ ہمیشہ اس نے ہم سبکی عزت میں اضافہ کیا۔ خدارا اب اپنی اس نفرت کے سبب اسکا دل افسردہ مت کریں"

الممان کے نرم الفاظ کے برعکس وہ ایسے کسی تحمل کو نہ جانتی تھیں۔

"جس جبر کے سنگ وہ ہاں کر کے گئی ہے، تم سبکو کہاں سے خوش لگی۔ مت ہونے دو یہ سب الماں۔ نرمی اچھی چیز ہے لیکن تم سب لوگ مل کر بہت بڑا نقصان اٹھانے پر تلے ہو۔ باز آجاو"

عائشہ نے اسے تنبیہہ کیے باز کرنا چاہا۔

"پلیز ممی تھوڑا وقت دیں اس معاملے کو، ریلکس۔۔ میں مشائم کو ڈراپ کر کے آتا ہوں۔ پلیز اپنا بی پی مت شوٹ کر لیجئے گا۔ کالم ڈاون۔۔۔۔ آتا ہوں"

الماں نے بظاہر تو عائشہ کا بھیانک غصہ زرا سرد کر دیا مگر وہ خود پنار کی ہاں سے کافی الجھ گیا تھا۔

باہر پورچ تک آیا تو مشائم گاڑی کے ڈور کے ساتھ ہی لگی کھڑی رونے کے دہانے پر تھی، الماں کو آتا دیکھ کر زرا حوصلہ کر گئی۔

"کیپٹن یہ کیا ہو رہا ہے؟"

میشی اسکے قریب آنے پر اسکا ہاتھ جکڑ کر منمنائی تو آواز آنسوؤں نے نگلی۔

"ریلکس یار، کچھ نہیں ہوا۔ ایوری تھنگ ول بی اوکے۔ تم گھر کے جھمیلوں کو مت سوچو اور اپنی سٹڈی پر اچھے سے فوکس کرو۔ میں یہ معاملہ ہنڈل کر کے ہی واپس جاوں گا۔ سمائیل"

الماں نے اسکا موہنا چہرہ آنکھوں میں بساتے، اسکی دونوں رخساروں سے ہتھیلوں کو جوڑے اس قدر پیار سے یقین دلایا کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی سنبھل جاتا مسکرائی۔

"پکانہ؟"

وہ اب بھی ڈری لگی جس پر وہ زرا کھل کر ہنسا۔

"بالکل پکا، پیٹ درد کیسا ہے یہ بتاو۔ ناشتہ بھی نہیں کیا۔ کہو تو راستے سے کروا دوں تمہیں ناشتہ"

الماان کو ابھی بھی اسکی فکر تھی۔

"وہ تو رات آپکی میجیکل چائے سے ہی ٹھیک ہو گیا تھا کافی حد تک، اور ناشتہ آج اتنا ہی کافی ہے۔ اپنے پیٹ کو تھوڑا آج ایزی رکھوں گی تاکہ مکمل پیٹ درد بھاگ جائے۔ آپ میری اتنی فکر کرتے ہوئے مجھے بہت پیارے لگ رہے ہیں"

مشائم اسکے ہر اچھے عمل کو جب یوں سراہ دیتی تھی تو الماان کا دل چاہتا وہ اسکے لیے اور پیارا اور مہربان ہو جائے۔

"میں ہوں ہی پیارا، سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ مجھے تم جیسی چلبلی چلی ملی مل گئی۔۔ آج سے تم کیپٹن کی چلی ملی ہو، تیکھی میٹھی مگر بہت پیاری۔۔۔"

اس نام پر وہ کھکھلائی تو الماان کو اپنی خفگی بھی دور ہوتی محسوس ہوئی، وہ اسکی گردن میں بازو ڈالتی ساتھ لگی تو الماان زرا خفیف سا بوکھلایا کہ کوئی ملازم نہ دیکھ لے جبکہ وہ تب تک پیار بٹور کر اس سے الگ بھی ہو گئی۔

"آآایہ کتنا پیارااور یمی نیم ہے۔۔۔مجھے بہت پسند آیا۔ تھینکیو مائی کیپٹن"

وہ یوں ہنسی جیسے اس دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی وہی ہو اور اسکی مسکراہٹ اب المان سیال کی دھڑکن بڑھانے میں قوی ہوتی جارہی تھی۔

"ویلکم چلی ملی، چلو اب تمہیں ڈراپ کروں پھر آکر ممی کا آتش فشانی عتاب بھی کم کرنا ہے۔۔۔لٹس گو"

وہ اسکے کہتے ہی فوراڈور کے ساتھ سے ہٹی اور المان کے گاڑی کاڈور اوپن کرنے پر مسکرا کر سوار ہوئی جبکہ وہ بھی ڈور لاک کرتا خود بھی دوسری طرف سے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے بیٹھا اور کچھ دیر مین گاڑی پورچ سے باہر نکل گئی۔

..________________________________..

وہ شاور لے کر ٹاول باندھے شرٹ لیس سا بائیسیپس والے بے داغ پر کشش گندمی جسم کی نمائش کرتا واش روم سے گیلے بال دوسرے ہینڈی ٹاول سے رگڑتا کمرے میں آیا تو جناب کپڑے پہننے کا اہم کام چھوڑے پہلے فون کی طرف چھپٹے اس امید پر کہ آئی جان کے خفیہ میسج کا کوئی تو جواب آیا ہو گا۔

اسی بھیگے نم نم خلیے میں وہ فون اٹھائے وہیں میٹرس پر بیٹھا مگر جیسے ہی فون کا لاک اوپن کیا آگے سے پنار کے میسج نوٹیفیکیشن نے ایک بار تو دیان آریز کی سیاہ آنکھوں میں بے یقینی کی ایکسٹرا اسیاہی بھر دی۔

ایک بار تو اسکا ہاتھ کپکپایا کہ کہیں اس لڑکی کے اس پیغام نے ہی دل بند کر دیا تو کیا ہو گا۔

لیکن اس پیغام کو پڑھتے ہی اسکی آنکھوں کی پتلیوں کی حرکت تھم گئی، آنکھیں بھی مل کر دیکھیں لیکن منظر نہ بدلا۔

اس سے پہلے وہ یونہی آئی جان کو یہ نیوز سنانے دوڑتا، اپنی اس نیم برہمہ حالت کا سوچتے ہنس کر پلٹا اور فوری ڈریس آپ ہوئے، اچھے خاصے بال ڈرائے کر کے نک سک تیار پرفیوم کا بے دریغ استعمال کیے اچھی مہذب حالت میں کمرے سے باقاعدہ دوڑتے نکلا، راستے میں بچاری سعدیہ کچل جاتی اگر دیان اسے پکڑ کر نہ بچاتا۔

"دیان بھائی ابھی میں آپ جیسے بلڈوزر کے نیچے آجاتی تو میرے فیوچر کے بڑے بڑے بچوں اور چھوٹے سے گھر والے کا کیا ہوتا پھر"

سعدیہ کی بھی خوف کے مارے مت ماری گئی جو ایسا ہولناک بڑبڑائی۔

"پھر انکی دنیا اندھیر ہو جاتی سعدیہ باجی"

دیان اسکی بھی گال کھینچتا شرارت سے کہتا کچن کی طرف دوڑا تو سعدیہ دیان کی اس حرکت پر لاحول پڑھتی وہاں سے غائب ہوئی کہ کہیں ان کے ساتھ کوئی جن تو نہیں چمٹ گیا۔

"بڑی امی۔۔۔بڑی امی کہاں ہیں آپ؟"

کچن کے باہر سے ہی ہانک لگائے وہ اندر آیا تو خود ایزل مریم اسکے یوں باولوں کی طرح دوڑ کر آتے ہی ساتھ لپٹنے پر ہنس پڑیں، میرون ڈیزائنر جوڑے میں بہت سلیقے سے بالوں کا بن بنائے، وہ مہذب روپ میں بہت پیاری اور دلربا لگ رہی تھیں۔۔

"اوہ بڑی امی آپ نے کمال کر دیا، وہ اتھری گھوڑی مان گئی۔۔۔کیا لکھا تھا آپ نے میسج میں۔پلیز اب تو بتا دیں۔مجھے تو اپنی ان گناہ گار آنکھوں پر یقین نہیں آرہا قسم سے۔۔۔۔۔۔۔"

دیان کو اسقدر خوش وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھیں، آخر کو اک انا زادے نے بنا جھکے اپنے پتھر کے صنم کی رضا پائی تھی، یہ خوشی کم تھوڑی تھی۔

"ہاہابس بس آرام سے۔ کیا اس عمر میں مجھ مسکین کی ہڈیاں توڑو گے۔ تم نے اپنی بڑی امی کی کوالٹیز کو کیا ایویں سمجھا تھا میرے اتھرے بچے۔ لیکن لیکن لیکن۔۔۔۔ وہ میسج کیا تھا ابھی بھی نہیں بتانے والی بلکہ جب تمہارا اپنا رسے نکاح ہو جائے گا پھر بتاوں گی۔۔۔۔ اور اب جب وہ مان گئی ہے تو ہم کل ہی جا کر نکاح کر آتے ہیں۔۔۔۔ پھر شادی بھلے کچھ ماہ بعد سہی"

آئی جان کے اب بھی تجسس رکھنے پر دیان کو الجھن تو بہت ہوئی پر نکاح کی بات اسکے سکون کے لیے بہت تھی۔

وہ انکی گال چومتا ہنسا تو وہ بھی اس بچے کی سنبھالی نہ جا سکتی خوشی پر قربان ہوئیں۔

" آپ واقعی بہت اچھی ہیں، بہت پیاری ہیں۔ مما کی کمی کے باوجود آج تک آپ نے مجھے اس دکھ اور حسرت میں رونے نہیں دیا۔ تھینکو سو مچ بڑی امی،

آپ نے دیان آریز کی زندگی بچائی ہے۔ میں آپکا یہ احسان ساری زندگی نہیں اتار پاوں گا۔۔۔۔ آپ نعمت ہیں، آپ چھاوں ہیں ہم سبکی"

وہ اسکے جذباتی ہونے پر خود بھی ہوئیں، اسکی گال سہلائی، انداز میں شفقت کا سمندر موجزن تھا۔

"فائزہ اور آریز ہمیشہ کہتے تھے کہ انکا دیان انکے بعد ایزل مریم کا بیٹا ہے۔ سو میں نے بھی تمہیں اپنے دونوں بچوں سے کبھی الگ نہیں سمجھا۔ ہمیشہ یونہی خوش رہو۔ کبھی کوئی حسرت تمہیں نہ چھوئے، پنار یہاں آگئی تو اسے دل سے لگا کر بہت سنبھال کر رکھنا۔۔۔۔ اب ہوسپٹل جاو تو اسکے لیے پیارے سے پھول لے جانا یاد سے، اور اگر پیارسا کوئی اسکے مزاج کا گفٹ بھی ایڈ کر لو تو کیا ہی بات ہے"

ایزل مریم کی اتنی پیاری تاکیدوں پر وہ فرمابرداری سے مسکرایا، آنکھیں انکی شفقت پر بھر آئیں تو وہ چپ چاپ انکے گلے لگتا بنا نظر ملائے کچن سے نکل گیا اور ایزل مریم بھی خوشی سے کھلا دیں۔

"باولا ہی ہو گیا ہے یہ تو"

ایزل مریم ہنس کر واپس ناشتے کی طرف متوجہ ہوئیں اور تب تک سعدیہ بھی بولائی سی کچن میں آئی۔

"باجی یہ دیان بھائی کو کونسے کیڑے نے کاٹا ہے، عجیب لفنگی حرکتیں کرتے پھر رہے ہیں۔ میری گال تک دبا دی باجی قسمے۔۔۔ آج سے پہلے تو انکا ڈنگا منہ ہی دیکھا ہم سب نے"

سعدیہ نے شکائیت ہی یوں لگائی کہ وہ اسکے خوفناک تاثر پر ہنس پڑیں۔

"بہن ہو اسکی تم سعدیہ در گزر کرو اسکی شرارت، آج وہ پہلی بار بہت خوش ہے۔بس دعا کرو دیان کی خوشی قائم و دائم رہے اور پوری شان سے اس حویلی میں آئے"

ایزل مریم کے پیار سے سمجھانے پر سعدیہ بھی ساری خفگی بھلائے دعائیہ انداز میں سر ہلاتے مسکرا دی وہیں پنار کا موڈ سخت خراب تھا تو گاڑی سڑک کنارے روکے وہ باہر نکل کر کھڑی زینیش سے فون پر مخاطب تھی۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ انہوں نے یہ میسج کیا، ہائے اب تو تمہاری ہاں بنتی تھی پنار۔عزت کا معاملہ ہے۔پریشان نہ ہو۔سب ٹھیک ہو جائے گا"

زینیش بھی یہ سب سن کر حیران تھی جبکہ پنار نے اب بھی منہ پھلا رکھا تھا۔

"اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہونے دوں گی، اچھا مزہ چکھاوں گی اسے۔بس اب یہ سوچ رہی ہوں کہ ہوسپٹل اس بندر کا سامنا کیسے کروں گی تبھی ہوسپٹل سے دو منٹ کے فاصلے پر ہی گاڑی روکے کھڑی ہوں"

پنار کے لہجے میں پہلی بار گھبراہٹ اور ڈر محسوس کیے زینو بھی کھکھلائی، وہ بھی لائیٹ سے پیچ کلر کے اپنے پرانے ڈریس میں ملبوس جان لیوا لگ رہی تھی لیکن آج بھی مکمل تیار تھی، اٹیلئین طوطوں کو دانے ڈال کر انکے واٹر پاٹ کو بھی پانی سے پورے دھیان سے فل کر رہی تھی، اسکے جسم کی مدھر خوشبو صبح کی فضا میں گھل کر موسم کو مستانا کر رہی تھی۔۔

"ہاہا پنار اور ڈر رہی ہے۔۔۔ہائے کچھ کچھ ہو رہا ہے دل میں۔۔۔ہی ہی۔۔۔ تمہیں یوں ان سے دبا دبا اور گھبرایا دیکھ کر مجھے بہت کیوٹ لگ رہا ہے۔ویسے دیان بھائی بہت اچھے ہیں، مجھے تو ایک دن بھی کھڑوس نہیں لگے بلکہ کل تو مجھے اتنے جوکس سنائے، اوپر سے انکی آفت خاضر جوابی۔شاید وہ تمہارے سامنے جان بوجھ کر اپنا سخت رخ رکھتے آئے ہیں۔کیونکہ تم خاص ہو"

وہ زینیش کی باتوں پر خفت سے سر جھٹک گئی پر یہ سچ تھا اس میسج میں ایسا کچھ تو تھا جو پنار کو شیرنی سے بھیگی بلی بنا چکا تھا، وہ پتھر نہیں وہ دیان کے لیے موم بن چکی تھی۔

"تو اسکی اسے سزا بھی بھرپور ملے گی۔۔۔ خیر ابھی میرا دل بہت زور کا دھڑک رہا ہے۔ اسکے نام سے چھیڑنا بند کر دیںیے بچے۔ مجھے یہ بتاو تمہارا کیا سین ہے؟؟؟ اوزان صاحب کی اکڑی گردن کچھ نیچے ہوئی"

پنار نے خود کو مضبوط بناتے ہی بات بدلی جس پر زینیش کی نظر جب جولیٹ رومیو کے خالی پنجرے پر گئی تو اسکی مسکراتی آنکھیں لمحے میں ویران ہوئیں۔

"میں نہیں چاہتی انکا سر جھکے پنار، اور ہو سکتا ہے میں جلد یہاں سے چلی جاوں واپس اپنی دنیا میں۔ ممکن ہے تمہیں اگلی بار بھی ویلکم کو زینو نہ ملے"

زینیش کی افسردہ کرتی بات پنار کو بھی تکلیف دے گئی۔

"ایک طرح یہ ٹھیک بھی ہے، تم نظروں سے اوجھل ہو گی تو تڑپ اٹھے گا وہ بے حس۔ سر کے بل تمہارے پاس آئے گا۔ مجھے تمہاری کشش پر پورا اعتبار ہے میرے پیے بچے۔ پتا نہیں کیوں لیکن میرا دل کہتا ہے وہ تمہیں کھو کر ہرگز سکون سے نہیں رہیں گے، دعا ہے وقت پر احساس ہو جائے"

پنار کی باتیں اس وقت زینو کو بس دل بہلانے کا سامان لگیں، اسے اب اپنی اہمیت پر یقین نہ رہا تھا۔

"میں ایک بار یہاں سے گئی تو اپنا وہ دل یہیں چھوڑ جاوں گی جس میں وہ بسے ہیں، پھر وہ سر کے بل میرے پیچھے آئے یا تڑپ کر۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا پنار۔ مجھے ایسی قدر لے کر کیا کرنی جو کسی کام کی نہیں۔ ایک بار جب دل آس و خوش سے اٹھ جاتا ہے تو واپس خواہش کرنا سیکھنے میں اسے بہت مدت لگتی ہے۔۔۔ خیر تمہارے لیے بہت سی دعا ہے کہ تم جلد اس گھر کی بہو بن کر آ جاو۔۔۔ پھر بات ہو گی اللہ حافظ"

وہ زینیش کی تکلیف کیا کم کرتی کہ خود اس وقت بہت الجھی تھی، تبھی تو زینیش اور وہ رابطہ ٹوٹنے کے بعد ایک جیسی ویران نظر آئیں۔

خالی پنجرہ زینیش کو خطرے کا آلارم دے رہا تھا، آج شام چھ تک مہلت تھی اوزان کو دیکھنے کی، اسکی خوشبو محسوس کرنے کی اور وہ شام چھ تک گھر آنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتا تھا، آج اسے گلی گلی کی خاک چھاننی تک منظور تھی پر زینیش کا سامنا نہیں ورنہ اسکے قدموں میں فنا ہو جاتا، بے خودی میں بہک کر اسے کہہ دیتا کہ وہ اوزان دایب کی روح نشین کا مرتبہ پا بیٹھی ہے، سب الجھا ہوا ہے پر اسکا دل مرکز پر ٹھہر گیا، خدشہ تھا کہ وہ آج جھک جائے گا، مڑے گا بھی اور اپنے ہر لفظ پر پچھتائے گا بھی۔

زینیش نے آس بھری نظر ہلکے ہلکے بادلوں سے اٹے آسمان پر یوں ڈالی جیسے رومیو جولیٹ کی واپسی کی حسرت میں تڑپی ہو لیکن وہ تو کہیں نہ تھے، ان دو کو تو زمین نگل گئی تھی، آسمان کھا گیا تھا۔

وہیں پنار نے کچھ دیر خود کو وہیں کھڑے کمفرٹیبل کیا اور پھر ہوسپٹل روانہ ہوئی۔

جتنی پر اعتمادی جمع کیے وہ ہوسپٹل کی راہداری عبور کیے اپنے کیبن تک لے کر آئی ساری تب جھاگ بن کر رہ گئی جب وہ اپنی کیبن میں انٹر ہوئی۔

اسکا پورا روم بہت ایمر جنسی وائیٹ اینڈ پنک روزیز سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا جبکہ اسکے کیبن کی وائیٹ میز پر ایک چھوٹا سا مخملی کیس اور اسکے ساتھ ریڈ بہت لمبی ٹہنی اور پتوں والا گلاب۔

یہ سب پنار کی سوچ سے بہت زیادہ تھا، اسکے کیپن کا فسوں اسے خوشبو کے سنگ حصار میں بھر گیا کہ پنار سیال اپنے ہونٹوں پر بکھرتی جان لیوا، تڑپ انگیز اور مخمور نشاط پرور مسکراہٹ دبا نہ پائی اور بیگ وہیں چیئر پر رکھے وہ میکانکی طور پر میز پر رکھے گلاب کو اٹھا کر سونگھتی وہ چھوٹا سا مخملی کیس اٹھا کر دیکھنے لگی۔

جب اسے کھولا تو وہاں ڈائمنڈ کے بہت خوبصورت ائیر رنگز تھے، اتنے حسین کہ پنار اس سرپرائز پر ہنس دی، دل کے سارے بوجھل موسم اس شخص کی اس اہمیت لٹانے پر ہرے بھرے، اور رنگین ہوئے، پنار سیال کی دھڑکنیں دیان آریز کے نام کے بعد اسکی غائبانہ خوشبو کے سبب تیز ہوئیں۔

"اہمم اہمم"

عقب سے دروازہ بند کر کے اندر انٹر ہوتے وجیہہ وہنڈسم دیان آریز کی آواز پر وہ فوری چہرے کی ساری خوشی، تڑپ، رشک اور گھبراہٹ دبائے پلٹی تو سامنے وہ وائیٹ اینڈ بلیک میں، تیکھے نقوش والے چہرے پر بے خودسی سنجیدگی سجائے کھڑا دیان آریز اس نکھرے اور گرویدہ کرتے الجھے روپ کے باوجود اس لڑکی کی دھڑکنوں سے کھیل گیا، وہ خود کہاں سہہ سکتا تھا اس لڑکی کی ایسی وارفتہ والہانہ نگاہیں۔۔۔

"یہ سب کیا ہے ڈاکٹر دیان؟"

وہ اپنے دل اور حواسوں کی بدلتی کیفیت بھرپور سنبھالے یوں بگھڑ کر مصنوعی خفگی سے بولی جیسے اس سب سے سخت خفا ہو۔

"تمہارے اقرار کی سیلبریشن"

نہایت اطمئیان سے چوڑے سینے پر بازو لپیٹے گوش گزار کیا گیا۔

"لگتا ہے آپ نے میسج ٹھیک سے نہیں پڑھا تھا ڈاکٹر دیان، ساتھ کافی ساری دھمکیاں بھی تھیں۔ اور وہ مزاق نہیں سو فیصد سچ تھیں"

پنار نے اب بھی خود کو اس سے دبانہ ظاہر کرتے جوابی وار مغرور انداز میں کیا جس پر دیان نے اسکی چمکتی آنکھوں کا یہ مصنوعی رشک دیکھ کر اپنے ہاتھ کھولے اور دو قدم پنار کے نزدیک ہوا تو وہ اسکے قریب آنے کے باوجود وہیں جمی رہی، اسے خود کو ڈرا ہوا نہیں شو کرنا تھا۔

"آئی ڈونٹ کیئر، دیکھی جائے گی۔ میں نے صرف پہلے سنٹینس پر توجہ دی۔ یہ سب سیلیبریشن جانتی ہو کس لیے ہے ڈاکٹر پنار؟ مجھے تمہاری

صورت ایک خطرناک چیلنج ملنے والا ہے اور میں ٹھہرا خطروں کا کھلاڑی۔
خوشی بس اسی بات کی ہے"

وہ اب بھی انا میں جکڑا تھا جبکہ پنار نے اسکی گہری آنکھوں میں جھانکتے
جھنجھلا کر اگلے لمحے نظر چرا لی۔

"ہمم۔۔میں بھی مری نہیں جا رہی۔ آپ جیسے ضدی پینگوئن کو تمیز
سیکھانے کا موقع مل رہا ہے تو کیوں گنواوں۔۔۔بائے داوے ایک بات
پوچھ سکتی ہوں"

پنار نے اسے اپنے غرور سے چاروشانے چت کیا پھر بھی وہ متجسس تھا کہ آخر
وہ کیا پوچھنے کے لیے اس قدر بے قرار ہے۔

"ہاں پوچھو"

نہایت تمیز سے کہا گیا جو الگ بات تھی کہ پنار کو ہضم نہ ہوا۔

"کیا وہ میسج آپ نے پورے ہوش و حواس میں مجھے بھیجا تھا رات؟ مطلب پی تو نہیں رکھی تھی۔ ایسا نہ ہو آپکا نشہ اترتے ہی مجھے آپ کو ہاں کرنے پر پچھتانا پڑے"

پنار کے انداز اور سوال دونوں پر ہی دیان کے چہرے کا رنگ سا اڑا، سمجھ نہ آئی کہ بڑی امی نے ایسا کیا کہہ دیا اس لڑکی کو جو ایک دم لائن پر آگئی ہے۔

"کیا شرابی اور نشئی سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے ڈاکٹر پنار!"

وہ اسکے سوال پر واپس اکڑا، چہرے کے زاویے بگھڑے۔

"ن۔ نہیں نہیں مطلب ایسا سب آپکے مزاج کے برعکس ہے نہ تبھی۔ آپ کہاں جھکتے ہیں کسی کے آگے۔ پنار سیال کے آگے تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا"

وہ اسے اب پریشان کر رہی تھی، دیان کی خود بینی کو پنار کا استہزائیہ لہجہ چوٹ دے رہا تھا۔

"کہنا کیا چاہتی ہو، کیوں دماغ خراب کر رہی ہو"

وہ جس طرح الجھ کر بگھڑا پنار کو بھی کچھ تشویش ہوئی پر وہ اپنا وہم سمجھ کر جھٹک گئی۔

کیونکہ دیان آریز پل میں ماشہ اور پل میں تولہ کی ویسے بھی جیتی جاگتی مثال تھے اسکے بقول۔

"نتھنگ۔۔۔ لیکن میں آپکا یہ گفٹ نہیں لے سکتی ابھی۔۔۔"

پنار نے اسکے اور اپنے بیچ کا فاصلہ پلٹ کر بڑھایا اور اس سے پہلے کیبن سے جانے لگی، دیان نے اسکا بنایا فاصلہ کاٹے پنار کو میز کی سلیب کے ساتھ لگ جانے پر مجبور کیا، اس پر حاوی سا ہوا لیکن ایک مناسب فاصلہ رکھا تاکہ بات نہ بگھڑے۔

"یہ ایک بے ضرر سی چیز ہے، میرا نہیں خیال تمہیں اسے ٹھکرانا چاہیے۔ یہ تم پر سوٹ کریں گے۔۔۔ اور انھیں میں واپس نہیں لوں گا، پھینک دینا اگر نہیں لے سکتی"

اسے نہیں بلکہ خود کو مزید اس لڑکی کی قربت سے آزمائش میں نہ ڈالتا وہ عجیب سے انداز میں اصرار کرتا اس سے دور ہوا اور اسکے کیبن سے باہر نکلا جبکہ پنار اس بندے کے رعب پر تلملاتی رہ گئی۔

"کیا چیز ہے یہ انسان، محبت میں اکڑ کس بات کی ہے اسے یار۔۔۔ آہ پنار آہ! کاش تم اتنی جلدی اس نمونے کے لیے دل کو پگھلنے نہ دیتی۔۔۔ اور کیوں پھینکوں بھئی یہ۔۔ اس چول کنجوس مکھی چوس سے پہلی بار کوئی گفٹ ملا۔۔۔ مجھے باولے کتے نے تھوڑی کاٹا کہ پھینک دوں۔۔۔ پہنوں گی اسے، لیکن ابھی نہیں"

پنار نے اول جھنجھلا کر اس بندے کو کوسا اور پھر خود ہی پلٹ کر اس نے وہ ائیر رنگز کیس اٹھائے اپنے ہاتھ میں لے کر مسکرا کر دیکھے جبکہ دروازے کے باہر کھڑا وہ پنار سیال کے دیے القابات پر دل جلا سا مسکرایا اور قدم وہاں سے ہٹا لیے۔

آج دل کو جو راحت ملی تھی اسے نہ پنار لفظوں میں ڈھال سکتی تھی نہ وہ انا زادہ دیان آریز انصاری۔

..________________________..

الماں سارا دن ممی کو کافی قائل کرتا رہا لیکن وہ ابھی تک ضد پر پر اڑی تھیں وہیں آج لاہور کے ممبر آف نیشنل اسمبلی کے انتخابات تھے اور پورے شہر میں دبنگ قسم کی کھلبلی اور ہلچل برپا تھی، جواد سیال اور فیروز شمیشر کے مابین مقابلہ تھا لیکن ایک تیسرا فرد بھی اس بار الیکشن میں شامل تھا جسکا نام فی الحال صحیفہ راز میں رکھا گیا تھا۔

لاہور کی پولیس پر سیکورٹی کو لے کر آج حکومتی پریشر تھا تا کہ کسی قسم کی دھاندلی سے الیکشن کو شفاف رکھا جائے۔

ووٹنگ جاری تھی اور ساتھ ساتھ نیوز چینلز پر بھی باری باری پرڈکشن جاری تھی۔

ابھی تک تیسرے فریق کا نام کسی میڈیا پر بھی اوپن کرنے کی پرمیشن نہ تھی۔

بس یہ بتایا جارہا تھا کہ تحریک اعتدال کو وہ ینگ پولیٹیشن اس الیکشن کو جیت کر پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں اسے ریپریزنٹ کرے گا اور اسی وجہ سے جواد سیال اور فیروز دونوں الجھن و بے چینی کا شکار بھی ہوتے نظر آرہے تھے۔

حسیب بھی آج انسان بنے یہ حکومتی فرض ہی نبھانے میں مصروف تھا، اسکا اوزان سے رابطہ تھا جو صبح نو بجے سے شام کے چار بجنے تک بے فائدہ نا جانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتا رہا تھا۔

اسے کسی طرح چھ تک مزید وقت کاٹنا تھا تا کہ جا کر بس فیصلہ صادر کر دے۔

"ہاں کیا صورت حال ہے؟"

حسیب اس وقت پولنگ سٹیشن میں ہی تھا جو ایک یونی کی عمارت تھی جبکہ اوزان کی کال پر وہ ووٹرز کے جمگھٹے سے بچ بچاتا ایک طرف کونے میں آیا۔

"تیسرا بندہ ہائی جا رہا ہے، اب تک اسکے ووٹ نا قابل بیان حد تک زیادہ ہیں ویرے۔ یار مجھے تو بتا دے کون ہے یہ گھر کا بیدی؟"

حسیب تک کو علم نہ تھا کہ آخر اس درجہ رازداری کی کیا وجہ ہے جبکہ اوزان اس وقت ایک ڈھابے پر بیٹھا وہاں کا خاص بادامی قہوہ پیتے ہوئے وہیں ساتھ بنے تالاب کے پاس فشنگ کرتے لوگوں کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"جب وہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے گا تو سب کو خبر ہو جائے گی۔ مجھے کل کے بجائے رات تک رزلٹ چاہیے۔ آفیشلی اناونس بھلے کل نو بجے ہو گا لیکن مجھے سب سے پہلے خبر دینا حسیب"

اوزان کی تاکید پر وہ منہ سا بسور گیا۔

"اچھا دے دوں گا یار لیکن آفیشلی اناونس کل شام پانچ بجے کیا جائے گا اب کیونکہ ٹائمنگ کسی ایشو کے سبب لیٹ ہو گئی تجھے میں رات تک غیر حتمی نتائج سے آگاہ کر دوں گا، ایسی بھی کیا رازداری ہے یار میسنا مجھے بھی نہیں بتاتا۔ یہ بتا میں اس بہار کا کیا کروں اوزان؟ رات بھی فون کر کے ٹھنڈی آہیں بھر

رہی تھی۔ مرور گئی تو ایویں دکھی ہوتا رہوں گا۔۔۔یار ایک اور بھی مسئلہ ہو گیا میرے منہ سے اسکو سمجھانے کے بیچ یہ نکل گیا کہ تو نے محبت کرلی"

حسیب کی کوفت پر اوزان نے گہرا سانس کھینچا جیسے دل پر بہت بوجھ لدا ہو جبکہ حسیب کے آخری کارنامے کا سن کر اوزان نے فی الحال کوئی عتاب عیاں نہ کیا کیونکہ اس وقت وہ دل داغ دار لیے لٹا ہوا اجڑا ہوا بیٹھا تھا۔

"تجھ سے ایسے ہی نیک کام کی امید تھی مجھے فارغ انسان"

اوزان کے طنز پر وہ خفیف سا مسکرایا۔

"ہاں تو میں ہوں ہی بہت شریف، یار تو اس لڑکی پر کیا کچھ ایسا نہیں پھونک سکتا کہ وہ تیری طلب سے آزاد ہو جائے؟ محبت نہیں ہے اسے بس تجھے پانا چاہتی ہے۔۔۔یہ چیز اچھی نہیں ہے بس۔۔۔اگر وہ اس خناس سے آزاد ہو جاتی ہے تو اسے آزمانے میں حرج نہیں۔۔۔۔تو اگر بھابھی کو چھوڑنا چاہتا

ہے تو بہار کے لیے سوچ لے ایک بار۔۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ واقعی کنول پاشا جیسی نہ نکلے"

حسیب یہ سب کبھی نہ کہتا پر نا جانے کیوں بہار کی تکلیف سہنی اس دل والے کے لیے آسان نہ تھی۔

وہ سامنے ہوتا تو اوزان ضرور اسکی پسلیاں توڑ ڈالتا۔

"یہ کیا تم سب نے مجھے پھونکوں والا بابا سمجھ لیا ہے، حد ہوتی ہے۔۔۔۔ میں کوئی جادو گر ہوں جو پھونک مار کر قسمتیں بدل دوں۔۔۔۔ دل بدل دوں۔۔۔ دماغ بدل دوں۔ تو مجھ سے چپیڑیں نہ کھا لینا حسیب۔۔۔۔ اور تجھے کس نے کہا میں اس لڑکی کو چھوڑنے والا ہوں۔۔۔۔۔ جب تک اوزان دایب کا دل نہ اسے چھوڑ دے، تب تک وہ نہیں چھوٹے گی ۔۔۔۔ سمجھا۔۔۔ نہ دل سے نہ روح سے نہ دماغ سے۔۔۔۔۔ اس بہار کا مسئلہ خود سلجھا یار، میرے پہلے ہی بہت مسائل ہیں۔۔۔۔"

وہ جس طرح غصہ ہو کر فون بند کر گیا، حسیب نے بھی آفسردگی سے تاحد نگاہ خالی سی نگاہ گمائی۔

وردی میں محترم خاصے شریف لگ رہے تھے، اور سلجھے بھی لیکن آنکھیں اور دل تو ہلچل کی زد میں تھے۔

"یہ بھی نہیں کہتا کمینہ کہ تو سر پھوڑ لے اس بہار سے، جانتا ہے حسیب خانزادہ اس کو اپنا بیٹھا تو مفت میں ضائع ہو جائے گا۔ اوزان دایب مجھے کہاں خزاں کی زد میں دیکھ سکتا ہے بھلا۔۔۔ اسکا دل نہ رک جائے"

حسیب نے بڑے کرب واذیت سے خود کلامی کی جبکہ اوزان دایب کو بھی کہاں سکون میسر رہ پایا۔

"وہ گدھا چاہتا ہے میں اسے اجازت دوں، اچھی بھلی زندگی خزاں کرنے کی۔۔ حد ہے خود اذیتی کی۔۔۔ نہیں دے سکتا اجازت یار، تیرے رنگ ڈھل جائیں گے حسیب، وہ سارے رنگ جو مجھے امید دیتے ہیں۔۔۔۔"

اوزان دایب انصاری کی آنکھوں کے کناروں میں رقم سرخی بتا رہی تھی کہ وہ حسیب کے دبے دبائے عشق سے ہرگز ناواقف نہیں ہے۔

اور پھر جب ٹھیک ساڑھے پانچ بجے تو اوزان دایب انصاری نے اپنے قدم زینیش کو فیصلہ سنانے کو واپس انصاری حویلی کو بڑھائے، جو چھ کے بجائے پانچ بجتے ہی باہر لان میں نکل آئی تھی، رومیو اور جولیٹ کو شفاف آسمان کی وسعت میں حسرت سے تلاش کرتی ہوئی۔

"کس قسم کی بے بسی ہے میرے اللہ، دل چاہتا ہے وہ دونوں آجائیں اور میں جیت جاوں، اوزان کو جیت لوں۔ روح آمادہ ہے کہ وہ شخص کسی صورت نہ ہارے جس کی اسیر ہو گئی ہوں۔ مجھے بتائیں میری منزل اوزان کی طرف ہے یا ان سے دور۔۔۔ اگر ایک بار یہاں سے چلی گئی تو دل کہتا ہے وہ بہت تڑپیں گے خوش فہمی ہی سہی پر دل کی بات کیسے جھٹلاوں۔۔۔ ا۔۔ اور میں انکے ایک آنسو کے ٹپکنے سے پہلے اپنی جان دے دوں گی۔۔۔ کیا محبت اتنی بڑی خطاء ہے، کیوں انکی آنکھوں میں میرے لیے بے پناہ شدت ہے؟

کیوں انکے چھونے سے سکون ملتا ہے مجھے۔ کیوں وہ میری آنکھوں میں دیکھنے سے خوف کھاتے ہیں۔۔۔ کیوں انکے جسم کی خوشبو شافی دوا جیسی ہے، کیوں جب وہ سامنے ہوں تو میں انکی ہر سنگدلی بھول کر از سر نو ان پر فدا ہو جاتی ہوں۔۔ اگر میرے اور ان کے بیچ محبت نہیں ہے تو کیا ہے یہ۔ جو مجھے انکی اور انکو میری حسرت میں مبتلا کر رہا ہے۔۔۔ کوئی تو راستہ دیکھائیں ؟ کوئی تو اشارہ دیں کہ میں رکوں یا ان سے دور چلی جاوں"

وہ پھر سے پنجرے کے پاس کھڑی اسکو چھو کر اذیت سے ہمکلام تھی، دل گھٹ رہا تھا، جسم و جان میں عجیب سا درد نمودار ہوا۔

لمحے گزرتے رہے، وہ آسمان پر دور خلاوں تک تکتی رہی، کہ کہیں سے اوزان کے پاس رہ جانے کی کوئی امید ملے۔

وقت گزرتا گیا، اوزان کی گاڑی پانچ بج کر چالیس منٹ پر انصاری حویلی داخل ہوئی۔

لیکن وہ سیدھا آتے ہی حویلی کے اندر گیا، آئی جان نے اسے اس اجلے سے لباس اور رنگ میں دیکھتے راستے میں ہی صدقہ اتارا، کھانے کا پوچھا مگر وہ انکو مطمئین کیے اپنے کمرے میں جانے کو سیڑھیاں چڑھ گیا۔

جا کر پہلے چینج کیا، بلیک ٹی شرٹ اور بلیک ہی ٹراوزر پہن کر تازہ دم ہوا اور ٹھیک پانچ بج کر پچپن منٹ پر وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں سیاہ موزوں میں مقید پیروں کے سنگ آکر کھڑا ہوا۔

نظر ملگجی اداس شام کے سحر میں ڈوبے آسمان پر ڈالی، دور دور تک اب بھی ان دو پرندوں کا کوئی آثار باقی نہ تھا، یہ الگ بات تھی کہ بہت سے پرندے شام ہوتے ہی گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

اوزان نے نظر زرا جھکا کر رومیو اور جولیٹ کے پنجرے کے پاس لگ کر کھڑی زینیش پر ڈالی۔

اور ریلنگ پر دونوں ہاتھ جمائے وہ پانچ منٹ خاموشی سے کھڑا رہا، زینیش نے اپنے ہاتھ میں پکڑے فون پر چھ بجتے دیکھا تو ایک آخری بار جب نظر آسمان پر ڈالی تو اوزان پر جا کر تھم گئی۔

ایک آنسو زینو کی سنہری آنکھ سے بہہ کر رخسار پر رینگ گیا۔

"تمہارا وقت ختم ہوا، وہ نہیں آئے۔ لمس کی زبان دھری کی دھری رہ گئی۔ جیت گیا میں تم سے"

اوزان کے مغرور آواز اور فیصلے پر وہ کچھ نہ بولی بس نظر جھکا لی، اسے اس ہار کا کیسے دکھ ہوتا کہ اسکی ہار نے اوزان دایب کو جیت بخشی تھی۔

"اور میں ہار گئی آپ سے، میری ہار کسی جیت سے کم تھوڑی ہے"

بنا دیکھے ہی زینیش نے جو کہا اس پر اوزان کی حرکت قلب تھمی، وہ یوں تھی جیسے زینیش اپنی ہار پر جیت سے زیادہ خوش ہو۔

"اب فیصلہ ہو گا، اور تم تسلیم کرو گی۔"

وہ اب بھی سنگدل بنا تھا جبکہ یہ سب لان کی جانب آتیں ایزل مریم بھی دیکھ چکی تھیں تبھی تو انکا دل کرب زدہ ہوا۔

"کروں گی، اپنی زبان سے پھرنے تھوڑی دیں گے آپ مجھے"

وہ مایوسی کے سنگ کہہ کر واپس حویلی کے اندر جانے لگی تو آگے آئی جان کو دیکھ کر اپنے آنسو نہ روک سکی وہ اسے گلے لگانا چاہتی تھیں پر وہ اب اپنے آنسو چھپانا ہی مناسب سمجھتے چپ چاپ جانے لگی تو پرندوں کی پھڑ پھڑاہٹ نے اسے، اوزان اور ایزل مریم تینوں کو ساکن کیا۔

جولیٹ اور رومیو واپس آتے ہی سوئمنٹ پول کے ساتھ لگی لوہے کی چمکدار سلینگ پر آکر بیٹھ بھی گئے اور اس بار ایزل مریم کی آنکھیں آبدیدہ ہوئیں جبکہ اوزان یوں تھا جیسے کسی نے اسکا دل چیڑ دیا ہو۔

"آ گئے۔۔۔وہ دونوں آ گئے۔۔۔اوزان دیکھو زینیش جیت گئی ہے۔
رومیو اور جولیٹ نے اسے جیتوا دیا"

ایزل مریم کی آواز اس وقت اوزان کے دماغ میں کوڑے سی برسی، خود زنیش کو لگا نکلتی جان تھم گئی ہو، وہ دم سادھے گردن اٹھا کر اوزان کو دیکھنے لگی۔

"ہر گز نہیں، وقت پورا ہونے کے بعد انکا لوٹنا اہم نہیں میرے لیے کیونکہ میں نے اضافی ایک لمحہ بھی شرط میں نہیں رکھا تھا، یہ ہار چکی ہے۔ اور اب
یہ وہی کرے گی جو اوزان انصاری چاہے گا"

اوزان سنگدلی سے کہہ کر واپس مڑ گیا جبکہ زینیش جسکا بجھا ہوا رکا ہوا دل لمحہ بھر کی امید پائے دھڑکا تھا، اوزان کے سخت الفاظ سے واپس تڑپا۔

"زینو"

ایزل مریم اسے روکتی رہ گئیں مگر وہ روتی ہوئی بھاگ کر وہاں سے اندر چلی گئی۔

جبکہ دل تو ایزل مریم کا بھی جیسے اس لمحہ پھٹ کر رہ گیا۔

..______________________..

"اوزان! دروازہ کھولو"

ایزل مریم کی کچھ دیر تک کمرے کے باہر سے ابھرتی آواز پر وہ جو کھڑکیوں کے پاس کھڑا اس سرد شام کی بوجھل ہوا کے حصار میں پشت پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا، متوجہ ہوا۔

"سر درد کر رہا ہے آئی جان، آرام چاہتا ہوں۔ جو بات ہے صبح ہو گی۔ پلیز ابھی کسی سے نہ بات کرنا چاہتا ہوں نہ ملاقات۔۔۔ اس بے ادبی کے لیے معاف کر دیں لیکن آج یہ دروازہ نہیں کھلے گا"

اوزان کے قطعیت بھرے جواب نے ائزل مریم کا دل جکڑا۔

"یہ کیسا بچپنا ہے اوزان! خدا کے لیے اسکی جیت تسلیم کرو۔ دو منٹ کی دیری درگزر کر دو۔ وہ دونوں لوٹ آئے ہیں، زینیش کے لمس جیت گئے۔ مت ہارنے دو اسے اوزان، وہ گئی تو کبھی واپس نہیں آئے گی۔۔۔ پلیز بچے ماں کی سن لو"

ماں کا کوئی لفظ اسکی اذیت میں کمی نہ کر سکتا تھا، آج تو اوزان دایب ماتم منانے والا تھا پھر کیسے کسی کو اس میں شامل ہونے کی اجازت دیتا۔

"شرط اصولوں کے ساتھ ہی سجتی ہے۔ اور اصول کے مطابق وہ ہار گئی۔ پلیز آئی جان ریکوسٹ کرتا ہوں مجھے اکیلا چھوڑ دیں"

انھیں اوزان کی آواز بہت غور کرنے پر سنائی دی لیکن وہ مایوس ہو کر پلٹ گئیں لیکن پھر وہ نیچے جانے کے بجائے زینو کے کمرے کی طرف بڑھیں جو خود بھی کھڑکی سے باہر جھانکتی جولیٹ اور رومیو کو دیکھ رہی تھی جنھیں اب

پنجرے کی قید کی ضرورت نہ رہی تھی، وہ انصاری حویلی کی منڈیر پر اپنا مسکن چن چکے تھے۔

"زینو"

آئی جان کی نرم پکار پر وہ اپنی ساری تکلیف دبائے پلٹی تو ایزل مریم اسکے جبر پر بھی تڑپ اٹھیں۔

"میرے لیے پریشان نہ ہوں، مجھے ہار ملے یا جیت کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اوزان کی جیت اہم تھی وہی رہے گی۔"

وہ اداس تھی پر رونا نہیں چاہتی تھی۔

"ہمیں اسکے فیصلے کا انتظار کر لینا چاہیے، ہو سکتا ہے وہ ہماری امید اور خدشے کے برعکس ہو، ہو سکتا ہے وہ تمہیں دور کرنے کے بجائے قریب کرے، چاہت بدل بھی تو سکتی ہے دو دن میں۔ بے رحم نہیں ہے وہ، اداس نہ ہو میرے دل کی ٹھنڈک۔۔۔۔"

وہ زینو کو پکڑ کر اپنے سینے لگا گئیں تو وہ دھیما سا مسکرائی، یہ خوش فہمی بھی بہت خوبصورت تھی۔

اوزان کے حوالے سے 'قریب' کا لفظ زینو کو بہت پاک محسوس ہوا۔

" آپ کہتی ہیں تو مان لیتی ہوں، انکا سر نہیں جھکا میں اس پر بہت خوش ہوں آئی جان۔ وہ سر اٹھا کر چلتے سجتے ہیں، انکے اٹھے سر پر زینش کی سو جانیں بھی ہو تیں تو قربان تھیں "

زینش کا پہلا یوں کھلا اظہار ایزل مریم کے دل کو ملال بخش گیا۔

" کیا اتنا پیارا ہے وہ تمہیں؟ "

ایزل مریم نے اسکی گال سہلائے تاسف سے پوچھا تو بڑی مشکل سے زینو نے آنکھوں میں اتر آتی نمی واپس انڈیلتے دبائی۔

"امم۔۔۔ اتنے نہیں۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔ آپ انکو کبھی مت بتایئے گا کہ وہ زینش کو کتنے پیارے ہیں۔ اگر میں چلی بھی گئی آپ سے رابطہ نہیں توڑوں گی نہ چاچو سے۔ ممی کے بعد اگر مجھے خوبخوان جیسی محبت کسی سے ملی ہے تو وہ آپ ہیں آئی جان، اللہ آپکی عمر دراز کرے اور آپکا سایہ ہم سب پر سلامت رہے۔ آپ مت روئیں، زینش یہاں جب آئی تھی تب بہت کمزور اور بزدل تھی لیکن جاتے ہوئے میں پہاڑ جتنی مضبوط ہو کر جاوں گی۔۔۔"

وہ جس کرب و رواداری سے گزر کر کبھی مسکرا اور کبھی اپنے خسارے پر رو رہی تھی اس پر ایزل مریم کی جان جا رہی تھی پر وہ مجبور تھیں کہ کچھ کر نہیں پا رہی تھیں، زینو کو تو امید دلا دی پر وہ جانتی تھیں اوزان کیا فیصلہ کرے گا۔

"تم میرے دل کو میری میشی اور اوزان جیسی پیاری ہو زینو، خوش رہو۔ دعا ہے اوزان کے نکاح سے تمہیں کبھی نکلنا نہ پڑے۔ کیونکہ ایسا ہوا تو ایزل مریم تم دو کے الگ ہونے پر شاید اس دکھ سے ختم ہو جائے گی۔۔۔۔۔"

وہ بڑے دکھ سے لبریز لہجے میں کہے بوجھل قدم اٹھاتیں اسکے کمرے سے نکلیں تو انکے جاتے ہی ضبط کیے سارے آنسو زینیش کی آنکھوں میں چلے آئے۔

"زینو بھی ختم ہو جائے گی آئی جان! کسی کو نہیں ملے گی اگر انکا نام مجھ سے چھن گیا۔ یوں تو اپنی ہتھیلی میں انکا نام لکھنے کا حق بھی کھو دوں گی۔۔۔ نہیں مجھ سے انکو اتنا نہ چھینیں اللہ کہ یہ دنیا مجھ پر تنگ ہو جائے۔۔۔۔ پلیز۔۔۔"

روتی ہوئی وہ وہیں بیڈ کے پاس ہی سہارہ لیتی گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے بیٹھی تھیں، اس ڈر سے کہ کہیں اسکی سسکیاں اس کمرے کی حدود نہ عبور

کریں، اپنے ہونٹوں پر ہتھیلی جمادی لیکن آج اسکی تکلیف میں کون کمی کرتا، کسی میں اسکی طاقت نہ رہی تھی۔

..________________________________..

ڈنر پر صرف طلال، ایزل مریم اور کنول ہی تھے، دیان کچھ ہوسپٹل میں اہم کام کے سبب رک گیا تھا کوئی بلڈنگ کا الیکٹرک ایشو تھا جسے اپنی نگرانی میں ٹھیک کروانا تھا جبکہ فیروز شمیشر بھی پولنگ سٹیشن اور اسکے بعد اپنے دفتر ہی تھے کیونکہ رزلٹ کی کھلبلی میں آج نہ کھانے کا ہوش تھا نہ گھر آنے کا۔

"اوزان اور زینیش ڈنر نہیں کریں گے بھابھی جان؟"

طلال کے اس قدر پیار سے ایزل مریم کو پکارنے پر کنول کو حقیقی آگ لگی جبکہ طلال بھی جولیٹ اور رومیو کو دیکھ کر یہی سمجھ رہے تھے کہ زینو جیت گئی لیکن ایزل مریم نے اس بارے بات ہی نہ کی۔

"نہیں اوزان تو سو گیا، زینیش نے کہا وہ بعد میں جب بھوک لگی تب کھا لے گی۔۔۔انتخابات کا کیا بنا طلال؟ اس بار کون جیتے گا کیا لگتا ہے۔۔۔جواد سیال یا بابا سائیں؟"

ایزل مریم نے بات سی ٹالتے پوچھا جس پر طلال سے پہلے کنول بولی۔

"ظاہر ہے بابا جانی جیتں گے،(اتنا پیسہ دے کر ووٹرز جمع کیے۔کچھ تو فائدہ ہو گا نہ)۔ہائے کتنا مزہ آئے گا۔بابا جانی ٹی وی پر آئیں گے"

اصل بات وہ لومڑی گول کر گئی جبکہ طلال نے اسے سرد نگاہوں سے گھورا۔

"صرف ٹی وی پر نہیں آنا ہوتا عوام کے مسائل بھی حل کرنے کی ایبلٹی ہونی چاہیے، ان سے گھر کے مسئلے سدھرتے نہیں اور چلے ہیں سیاست سنبھالنے۔اور تم یہ انکی چمچی بن کر ہمارے بیچ نہ بیٹھا کرو۔سارے موڈ کا

ستیاناس کر دیا۔ بھابھی مجھے سٹڈی میں ایک سٹرونگ سی چائے بنا کر بھجوا دیں۔۔۔۔"

طلال کے بدلحاضی سے سر پر چڑھ دوڑنے اور اٹھ کر جانے پر کنول نے بڑی مشکل سے اپنا عتاب دبایا جبکہ کنول کی ایسی حرکتوں پر ایزل مریم کا دل بھی جل اٹھا۔

"کاش کنول تم میں کوئی ایک گُن ہوتا اس شخص کو سنبھالنے کا، کاش"

ائزل مریم کا دل کنول کے لیے کبھی کبھی دکھی بھی ہوتا پر اس عورت کی بدزبانی کے سبب وہ بھی سخت ہو جاتیں۔

"مجھ میں بہت گُن ہیں، آپ اپنے گریبان میں جھانکیں منحوس بھابھی۔ میرا شوہر میرے قبضے میں ہے اور جلد دیکھیے گا اس گھر کو میں بھی وارث دوں گی۔ ہنہ۔۔۔۔ اکیلی بیٹھ کر اب مزے سے کھائیے۔۔۔۔۔۔ آئیں بڑی مجھے نیک شعار بیوی بننے کے مشورے دینے والی۔۔۔ میں کچھ اونلائن ہی

آرڈر کرلوں گی۔۔۔۔۔روز آپکے ہاتھ کے منحوس کھانے کھا کر شکل بھی ایسی ہی دیسی ہو گئی۔"

کنول کی ایسی ٹون اور حقارت پر ایزل مریم اپنے نرم پڑنے پر پچھتائیں جبکہ وہ یوں ناک بھوں چڑھا کر گئی جیسے واقعی اسکے لیے مرغ مسلم تیار ہے۔

ایزل مریم اسکی بک بک ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالے افسوس سے سر جھٹکے کھانا کھانے لگیں اور پھر انکی کمپنی دینے کو دیان بھی آگیا جسکے سبب وہ بھی مسکراتے ہوئے دیان سے آج کے دن کا احوال جاننے لگیں۔

..________________________..

"شاباش، یہ اسے ہاں بھی کر آئی۔ مطلب ہماری کوئی اوقات ہے یا نہیں پنار"

ڈنر پر بابا کے آنے کے بعد پنار نے جب اپنی ہاں کا بتایا تو عائشہ سیال اپنا سر پکڑ گئیں جبکہ اس معاملے کو لے کر جواد دن کو ہی خان سانول سیال سے مشاورت کر چکے تھے۔

"ممی، مجھے وہاں جانا ہے تاکہ زینیش مزید سٹرونگ ہو۔ رہی بات میری، خود کے ساتھ ناانصافی کرنے والے کے کس بل نکالنے بخوبی آتے ہیں پنار سیال کو۔ آج ہوسپٹل میں بہت کام تھا سو میں سونے جا رہی ہوں بہت تھک گئی۔ سبکو گڈ نائیٹ"

ڈنر اس نے کر لیا تبھی وہ اس وقت کسی بعث کے موڈ میں نہ تھی تو سب کے بیچ سے اٹھ کر چلی گئی جبکہ عائشہ سیال کے ضبط کا شیرازہ اب سچ میں بکھر رہا تھا۔

المان، میشی، یہاں تک کہ جواد سیال بھی خاموشی میں لپٹے تھے۔

"آپ کچھ کہیں گے جواد؟"

عائشہ خفگی بھری نظر خاموش تماشائی بنے جواد پر ڈالے استفہامیہ ہوئیں جس پر انہوں نے ایک نظر المان اور پھر میشی کو دیکھنے کے بعد عائشہ سیال کو دیکھا۔

"باباسائیں سے بات کی ہے میں نے، وہ بھی رضامند ہیں۔اب اگر وہ لوگ آنا چاہیں تو روکنے کا فائدہ نہیں۔پنار رضامند ہے اور اسکی رضامندی اہم ہے۔وہ اپنے آپ کے ساتھ ناانصافی ہونے نہیں دے گی، میری بیٹی ہے۔ اور پلیز عائشہ اب تم بھی اس بے جا غصے سے نکلو۔مجھے ابھی واپس جانا ہے۔ المان کے بلانے پر آگیا۔گھر کا ماحول خوامخواہ کی ٹنشن کریٹ کر کے بوجھل نہیں کرو، پنار کی خوشی میں ہم سبکو خوش ہونا ہو گا"

جواد سیال کے حتمی فیصلے نے عائشہ سیال کو بہت مایوس کیا جو انکی زخمی نظروں سے عیاں بھی تھا جبکہ مشائم کا دل ضرور جھوما۔

"اگر پنار کو وہاں کوئی تکلیف پہنچی تو میں آپ سب کا ہی گریبان دبوچوں گی پھر یہ بھی یاد رکھیے گا، کریں اپنی مرضی۔ وقت بتا دے گا کہ آپکا فیصلہ غلط تھا۔ شب بخیر سبکو"

عائشہ کے پاس بھی اب ماننے اور ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی آپشن نہ تھا لیکن وہ جس طرح بلبلاتے ہوئے وارن کر کے گئیں اس نے ڈائنگ پر موجود تینوں نفوس کے چہروں اور دلوں میں ان کہا ڈر لا بٹھایا۔

"الماان"

جواد سیال نے گہرا سانس کھینچا جس پر وہ اور مشائم دونوں متوجہ ہوئے۔

"جی بابا سائیں"

الماان نے فوری دریافت کیا۔

"پنار ویسے تو ہاں کہہ چکی ہے لیکن تم ایزل مریم کو خود بھی کال کر کے بتا دو کہ وہ جب چاہے اس نیک فریضے کے لیے تشریف لا سکتی ہیں۔ اللہ اس رشتے کو ہم سبکے حق میں بہتر کرے"

بابا کی تاکید پر وہ فرمابرداری سے سر ہلائے مسکرایا تو جواد سیال نے بھی معذرت کرتے اجازت لی جبکہ انکے جاتے ہی میشی جیسے الماں کو دیکھ کر ہنسی، خود وہ بھی مسکراہٹ دبا نہ سکا۔

"یاھوو! میرے دینو کو انکی پنار ملے گی۔۔۔ اف اف میرا دل کر رہا اس خوشی میں ناچنے لگوں۔۔۔ چلیں نہ کیپٹن کال کریں آئی جان کو۔۔۔۔ پلیز"

مشائم کو اس وقت بھوک پیاس سب بھول گئی۔

"ارے کھانا تو کھا لو کر لیتا ہوں"

الماں نے ٹالنا چاہا پر وہ نہ صرف اٹھی بلکہ الماں کا ہاتھ پکڑے اسے بھی اٹھایا۔

"کھالیانہ، پلیز چلیں آئی جان کو یہ نیوز دیں۔۔۔ آئیں۔۔۔۔۔"

بچارے کیپٹن صاحب کو بھی اس آفت نے کھانے نہ دیا اور وہ بھی ہنستا ہوا اسکا ہاتھ پکڑے روم میں آیا کیونکہ فون چارجنگ پر تھا۔

مشائم نے چمکتی آنکھوں سے روم میں انٹر ہوتے ہی المان کو اشارہ کیا جو اس لڑکی کی جلدی پر ہنستا ہوا فون تک پہنچا اور چارجنگ سے اتارا۔

اور مشائم کے اصرار پر کھڑے ایزل مریم کا نمبر ڈائل کیا جو دیان کے ساتھ ہی لاونج میں چائے پیتے اسکے ساتھ ہی میچ دیکھ رہی تھیں، شاید اپنا دل بہلا رہی تھیں۔

آئی جان کے فون پر المان کی کال پر دیان کے کان بھی کھڑے ہوئے، فوری ریموٹ سے ساونڈ میوٹ کیے اس نے ساری توجہ بڑی امی کی جانب لگائی جو ساتھ بیٹھے لاڈلے کی بے چینی کے سبب فون اسپیکر پر ڈال گئیں۔

"اسلام و علیکم ایزل آنٹی۔ کیسی ہیں"

الماں کے احترام بھرے سوال پر وہ مسکرائیں، دل تک راحت اتری۔

"الحمد اللہ میرے بیٹے ٹھیک ہوں، تم بتاو۔ کیسے ہو میشی کیسی ہے؟ خیریت سے کال کی"

ایزل مریم کے ساتھ ساتھ دیان کی دھڑکنیں بھی تھمی تھیں اور وہیں مشائم سے خوشی کنٹرول کرنا محال ہوا۔

"جی ہم بھی بالکل فٹ، کال اس لیے کی کہ بابا اور دادا نے ہاں کہہ دی ہے۔ تو وہ کہہ رہے تھے آپ تک پیغام پہنچادوں کہ آپ جب چاہے گھر تشریف لا سکتی ہیں۔ ہمیں پنار اور دیان کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں"

الماں کی جانب سے اس خوشی کی خبر نے دیان اور ایزل مریم دونوں کو شادی مرگ کی سی کیفیت میں مبتلا کیا۔

"ماشاء اللہ، بہت خوشی ہوئی یہ سن کر۔ ٹھیک ہے ہم کل ہی آئیں گے۔ تم گھر بتا دینا کہ ہم رشتے لینے آئیں گے لیکن منگنی کے بجائے نکاح ہو گا پھر

رخصتی کچھ ماہ تک جب مناسب ہو۔ میرے خیال میں منگنی یا بات پکی سے کہیں پختہ نکاح ہوتا ہے۔ سو امید ہے ہماری اس خواہش کو بھی آپ پورا کریں گے۔ ہم کل زیادہ لوگ نہیں آئیں گے، بس ضروری افراد۔۔۔ کوئی تکلف کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیک کام میں دیری مناسب نہیں"

نکاح کی تو الماان کو بھی امید نہ تھی نہ دیان کو کہ بڑی امی ہتھیلی پر سرسوں ہی جمالیں گی، یہ الگ بات تھی کہ دیان آریز کے دل میں خوشی کے لڈو پھوٹ رہے تھے۔

"ہمم۔ چلیں ٹھیک ہے میں یہ بات کنفرم کرتے ہی آپکو بتاتا ہوں صبح۔ پھر اگر کسی کو اعتراض نہ ہوا تو ہم نکاح کی چھوٹی سی رسم ترتیب دے دیں گے"

الماان نے اپنی طرف سے مناسب جواب دے کر ایزل مریم کی خوشی بڑھائی جبکہ اسی خوشی کی ہمراہ رابطہ منقطع ہوا۔

دیان تو اس خوشی میں بڑی امی سے لپٹ گیا وہیں میشی صاحبہ بھی اس نکاح کی ایکسٹرا اٹریٹ پر بے قابو ہو تیں المان سے جا لپٹیں تو وہ مشائم کے یوں پاگل ہونے پر ہنسا بھی اور اسے بھینچ بھی گیا اور جب وہ اس درجہ شدت پر سسکی تب کیپٹن صاحب نے ہوش کے ناخن لیے۔

"سوری"

المان نے منہ سے بے اختیار نکلا تو مشائم نے الگ ہوتے ہی اسکی گال پر پیار دیا اور کیپٹن صاحب کو بھکنے کے لیے بس اسی سگنل کا ویٹ تھا۔

"مطلب جب مجھے تمہارا پیار چاہیے ہو میں سوری کیا کروں"

وہ اسے یونہی حصار کر بڑے مزے سے مشائم کے گلابی چہرے کو نہارتے بولا تو وہ شرمگیں سا مسکائی اور سر بھی ہلایا۔

"If I Need a Snog from You then?"

Snog:(A long kiss with holding & Touching)

المان سیال کی بے خود پر خمار آنکھیں اپنے ہونٹوں پر ٹکی محسوس کیے وہ اسکے بدلتے ارادے پر فوراسے لال ٹماٹر ہوتی چہرہ اسکی گردن میں گھسیٹر گئی، اس لفظ کا معنی وہ جانتی نہ بھی ہو جناب کی آنکھوں نے سمجھا دیا کہ وہ کیا چاہ رہے ہیں۔

"ایسی باتیں نہیں کرتے کیپٹن"

اسکی گردن میں منہ دیے وہ ڈپٹ گئی جس پر وہ ہنسا اور پکڑ کر اسے روبرو لایا جسکا چہرہ روبرو ہوتے ہی حجاب آلود ہو چکا تھا۔

"لوورز تو ایسی باتیں کرتے ہیں، اب ہم لوورز ہیں تو یہ تو ہو گا چلی ملی"

المان نے اسکو گھیرتے ہی اطراف بازو مزید ٹائیٹ کیے اسکا چہرہ قریب لاتے اپنے ہونٹوں کو اسکی دہکی گال سے رب کرتے مشائم کو مدہوش سا کیا لیکن وہ خود کو ہوش دلاتی سر جھٹک کر اسکی گرفت میں پھڑ پھڑائی، یوں لگا

جان لبوں پر آگئی ہو لیکن یہ تو آج ابھی بس شروعات تھی، آج وہ کسی رحم کے موڈ میں نہ تھا۔

"مشائم تم نے کل بھی اپنے پیارے کیپٹن کو کوئی لفٹ نہیں کروائی، آج بھی بھاگنے کے چکر میں ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے میں غصہ بھی ہو سکتا ہوں اور غصے والا المان تم نہ ہی دیکھو تو ٹھیک ہے"

المان اسکی گھبراہٹ پر اپنا جان لیوا رعب حاوی کیے اسکے ہونٹوں کے قریب سانس لیتا دانستہ برہمی اور دل جلے تیور سے بولا بھی اور بدمزہ بھی ہوا تو مشائم نے ڈر کر اسے حراساں نظروں میں مرکوز کرکے تکتے اسکے سینے سے اپنی ہتھیلیوں کی مزاحمت روکی۔

"کروائی تو ہے، آپکو لفٹ نہیں پوری اونرشپ چاہیے یہ کہیں۔ مجھے سب سمجھ آرہی ہے"

مشائم اسکی چالاکی پر فوری منہ بسور گئی اور اتنی سمجھدار بیوی پا کر الماں یہی سوچ رہا تھا کہ یہ آفت اسکی کس نیکی کا صلہ ہے۔

"تو دے دو نہ اونرشپ خود پر، کیوں تڑپا رہی ہو"

وہ یکدم اسکی قربت کی چاہ میں اپنے ہونٹوں سے اقرار کیے سنجیدہ ہوا تو مشائم سے بھی سانس لے پانا مشکل ہوا اور اسی کشمکش میں سانس اکھڑا لیکن الماں سیال کے نرمی سے اسکے ہونٹوں اور سانسوں کی خوشبوؤں میں مدہوش ہونے پر وہ خود لمحہ بھر اسکی نرمیوں میں گھلتی شدتیں، سانس کی مہک، اور پورے جسم میں اترتے نشاط پر حرکت بھی نہ کر سکی۔

"آپ جن لگ رہے۔۔ اللہ بچائیں پلیز مجھے"

مشائم سے اسکی یہ بے خودی برداشت کرنی محال ہوئی تو منتشر ہوتی سانسوں کو سنبھالنے کے بیچ وہ بولی لیکن الماں سیال نے ہنس کر جن ہونے کا جو اگلا پر استحقاق ثبوت پیش کیا وہ مشائم کے لیے کھڑے رہ پانا دشوار کر گیا۔

"اپنی دسترس میں آئی بہت پیاری صنف نازک کے لیے ایک مرد کو جن بنتے دیر نہیں لگتی چلی ملی، تم بہکاؤ اور ہم نہ بہکیں ایسے تو حالات نہیں"

اسکی نازک کمر کے دونوں اطراف بازووں کی گرفت بناتے ہوئے المان نے مشائم کو زرا سا گماتے عین آنکھوں کے سامنے کیا جسکی پلکیں اس درجہ ذو معنیت اور فتنہ گری پر آنکھوں پر لرز کر رہ گئیں۔

"م۔۔میں نے کب بہکایا۔"

مشائم بیچ میں بول کر جنونی کیپٹن کے قرار و سکون میں ہلچل برپا کرتی اسے چڑا رہی تھی اور چڑا ہوا الماان سیال بہت بری شے تھا، جسکا تھوڑا تھوڑا خوف مشائم کو اپنے جسم کئ جلد میں اترتا محسوس ہوا جہاں جہاں اس شخص کے ہاتھ رینگ کر مشائم کا دل بھی اس پر سکون سلسلے میں مائل کر رہے تھے۔

"ابھی، ایک لمحہ پہلے۔۔۔۔ ہر پل۔۔۔۔ کچھ دیر چپ رہو گی مشائم الماان"

بھاری بوجھل لہجے میں کہتے اس نے مشائم کی رہی سہی دھڑکنیں بھی روکنے کو واپس اپنی خواہش کا منہ زور رخ اس لڑکی کے تھمے حواسوں کی جانب کیا۔

وہ جب کئی لمحے بعد اپنی منشاء کا سکون پا گیا تب مشائم کی ننھی جان کو آزادی بخشی جواب بھی یوں تھی جیسے کسی نے جان نکال لی ہو، المان سیال کی ان گرے فسانہ ساز آنکھوں میں خمار کی سرخی میں آسودگی اور مسروری کا رنگ گھلتا باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔

زرا دور ہوتے ہی میشی کی نظر حیا سے جھکی، پلکیں اسکی بڑی بڑی فتنہ گر آنکھوں کا جھالر بنیں اور اس سے پہلے وہ اسکے کپکپاتے وجود پر نظر ثانی کرنے کو کمر کے اطراف ہاتھ جکڑ کر پھر سے قریب کرنے کی کوشش کرتا، وہ تڑپ کر کچھ دور ہوئی۔

"بس المان، مجھے کچھ ہو جائے گا"

مشائم کے ہونٹوں سے یہ نام بھی ان بھکے پور پور خمار میں مبتلا شخص کو قہر لگا تبھی تو الماں سیال کی چند پر زور عنایتیں سانس سانس ان شدت کے اثر سے شبنمی ہوتی آنکھوں، ملائم گردن کی ابھرتی رگوں، دہکے رخساروں اور ستم گر ہونٹوں کو گہرائی تک میسر آتی چلی گئیں کہ جلد تک گرمائش اترنے لگی جیسے وہ خود پر اختیار کھو بیٹھا ہو، وہ اس قدر مدہوش ہوا کہ وہ اسکے سینے پر ہتھیلوں کو جمائے مزاحمت کرتی ہلکان ہو گئی۔

"کیپٹن۔۔۔۔"

بس رونا باقی تھا تبھی تو اس مہربان کو اس ریت ہوتے وجود پر فائنلی رحم کھانا پڑا۔

"تمہاری تو یہیں بس ہو گئی مشائم، اس رشتے کے تقاضے کیسے نبھاو گی۔۔۔۔ آجاو رونے مت لگ جانا میں مزید بہک جاوں گا کہ روکنا محال ہو گا تمہارے ننھی جان کے لیے"

المان اب بھی بے خود سا تھا، اپنی فکر تھی کہ یہ نازک اندام کیسے اسکی خواہشوں کو پورا کرے گی جو اس گلاب وجود، پھول دل سے جڑنے لگی تھیں۔

وہ اسکے بیٹھانے پر میٹرس پر بیٹھی بھی تو المان کی شرٹ سینے سے جکڑ کر یوں گہرے گہرے سانس کھینچ کر نڈھال ہوئے آنکھیں بند کر گئی جیسے ساری ہمت بس چند لمس ہی نگل گئے ہوں۔

"آپ دو تین اور شادیاں کر لینا کیپٹن پلیز۔۔۔ تھوڑا تھوڑا ان سے پیار لے لینا۔ کیونکہ سارا مجھ سے لیا نہ تو میں نے مر جانا بتا رہی ہوں۔۔۔۔۔ ابھی بھی دیکھیں سانس رک رہا۔۔۔۔"

مشائم اسکے ساتھ لگی ہولے ہولے سانس بھرتی جو نادر مشورے دے بیٹھی اس پر المان بھی خماری سے نکل کر ہنسا، بلکہ ہنس ہنس کر بے دم ہوتا میشی کی گھبراہٹ بھی مٹا گیا۔

"ہر گز نہیں، مجھے سارا پیار تم سے ہی چاہیے۔ اونلی مشائم المان۔۔۔۔"

المان کے اعتراف اور اس مان پر وہ تمام تر بکھڑی سانسوں کے انھیں استوار کرتی مسکرا کر چہرہ اٹھائے المان کو دیکھنے لگی، ہاتھ بڑھا کر اسکی گردن کے اطراف لپیٹا اور اسکی سانس میں چھک کر سانس لی۔

"دوں گی۔ بہت سارا پیار دوں گی۔ پکا پرامس۔۔۔۔ لیکن ابھی کے لیے بس کیپٹن۔ میں تھک گئی"

پیار اور لاڈ کے بعد جیسے وہ روہانسی ہوئی، المان نے اسکی ناک دباتے مسکرا کر آنکھیں اثبات میں جھپکیں، اسکے چہرے کے خدوخال ویسے ہی ستم گرانہ استحقاق کے سبب سرخی میں نہا چکے تھے جو المان کو کسی قابل نہ چھوڑ رہے تھے پر وہ واقعی بہت نازک تھی اسکا جناب کو خیال کرنا پڑا۔

"ڈرامہ کوئین۔۔۔ اوکے جیسا میری چلی ملی کہے۔۔۔ سوتے ہیں پھر شرافت سے۔۔۔۔"

المان کے اتنی فوری مان جانے پر وہ چہکی، کھلھلائی۔ اور جس طرح اپنی جگہ فوری چڑھ کر لیٹی، خود المان اسکی گال کھینچتا اٹھ کر چینج کرنے بڑھا اور مشائم صاحبہ کچھ دیر پہلے کیپٹن کو بے قابو جن سوچ کر پھر سے سرخ رو ہو کر کپکپا کر رہ گئی۔

..________________________________..

یہ رات ان دو پر بہت کھٹن تھی یہ دونوں کی سنہری آنکھوں کے خزن سے عیاں تھا۔

زینیش یعقوب کو لگ رہا تھا یہ اسکی اوزان کے آس پاس آخری رات ہے اور اوزان دایب کو لگ رہا تھا یہ اسکی زندگی کی آخری رات ہے۔

وہ دو الگ الگ جگہوں پر ضرور تھے، ایک دوسرے سے اوجھل تھے پر ایک جیسی آگ میں جل رہے تھے۔

"امید! کیا وہ مجھے چھوڑنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ سوچ سکتے ہیں؟

ک۔۔ کیا ایسا ممکن ہے۔ کہ دور کرنے کے بجائے مجھے قریب کریں۔ اتنے دنوں میں صرف ایک رات دی وہ بھی میری بے خبری میں کٹ گئی۔ کاش ایک اور رات دے دیں وہ مجھے"

وہ تکیے کے بنا کروٹ پر لیٹی امید سے ہمکلام تھی، زینیش کی آنکھوں سے آنسو نکل کر میٹرس پر بچھی چادر میں جذب ہوا، وہ اس شخص کے ایک لمس کے لیے ترس رہی تھی۔

"کاش میرے پاس انکے ساتھ گزارے تھوڑے سے لمحے اور ہوتے، یہ حسرت تو ان سے محبت سے کہیں درجے تکلیف دہ ہے۔ کسے کہوں امید کہ مجھے انکا ہاتھ پکڑنا ہے، آخری بار انکے گلے لگنا ہے۔ انکی خوشبو میں سانس بھرنا ہے۔۔۔۔۔ کسے کہوں؟"

وہ جل رہی تھی، بچھڑنے کا الم جسم و جان میں دوڑتے خون کو منجمد کر رہا تھا۔

"اگر وہ مجھے میسر نہیں آسکتے تھے تو آپ نے میرے دل کو انکا اتنا طلب گار کیوں بنا دیا اللہ۔ اب میں کیسے خود کو سمجھاوں۔۔۔ کیسے خود کو یہ کہوں کے وہ میرے ہونا نہیں چاہتے۔ بہت بری ہے زینیش۔۔۔ جب میں آپکا دل موم نہیں کر سکی تو شاید مجھ میں ہی کوئی کمی ہو گی۔۔۔۔ مت روز زینو! جو ہمارا نہیں اسے نہیں روتے۔۔۔۔ وہ میرے نہ ہو کر خوش رہیں گے تو یہی بہتر ہے کہ انکا ہر فیصلہ چپ چاپ تسلیم کر لوں"

جب لیٹے دل بحال نہ ہوا تو وہ سانس سے گھٹنے پر گہرا سا سانس لیتی اٹھ بیٹھی۔

پتا نہیں کیوں پر اپنی تکلیف سے زیادہ اسے کوئی ان کہی جلن سلگا رہی تھی۔

"مجھے ایک بار ان سے پوچھنا چاہیے، ایک بار کہہ دیتی ہوں انکو کہ مجھے مت چھوڑیے۔ک۔۔ کیا پتا انکا دل بدل جائے۔۔۔۔ نہیں زینو۔۔۔ تم ایسا کچھ نہیں کہو گی۔ وہ پھر سے تمہارا دل دکھائیں گے"

دماغ اور دل کی تکرار زینش کو ہلکان کر رہی تھی، اوزان کو دیکھنے کو دل بری طرح تڑپ رہا تھا۔

"یا اللہ مجھے اس عذاب جیسی کیفیت سے نکال دیں۔ یا تو مجھے ان سے دور رہنے کی ہمت دیں یا انکے سامنے جانے کی قوت۔۔۔"

رہ رہ کر وہ کمرے کے دروازے کو حسرت سے تکتی سسکی مگر پھر جب کہیں قرار نہ آیا تو اٹھی اور اوزان کی وہیں میٹرس کی جانب پڑی شال دیکھ کر اسے لوٹانے کا بہانہ ملا۔

اور یہی شاید اللہ کا اشارہ تھا۔

"انکی چادر لوٹا کر آتی ہوں اور سیدھے سیدھے پوچھ بھی لوں گی۔۔"

زینیش کا دل بھلے بہت تکلیف میں تھا لیکن اسے خود کو سکون دینے کو اس وقت اس شخص کو دیکھنا ضروری تھا تبھی بنا کچھ سوچے اس نے اوزان کی چادر اٹھا کر بازووں میں جکڑے سینے سے لگائی اور کمرے سے نکلی۔

لیکن اوزان کے کمرے کے باہر آکر اسکی ہمت جواب دے گئی مگر خود کو سنبھالے اس نے بڑی دقت سے دستک دی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی، آپکی ایک امانت بھی لوٹانی ہے۔۔۔ زیادہ وقت نہیں چاہیے آپکا بس دو منٹ"

زینیش کی آواز پر وہ جو تکیے میں منہ دیے اوندھا لیٹا تھا، گردن تکیے سے نکال کر ترچھی کیے پلٹا بھی اور آنکھیں بھی کھولیں جو سرخ ہو رہی تھیں۔

"جو بات ہے وہ کل ہو گی، ابھی جاو یہاں سے"

اوزان کی دبی سی آواز پر زینیش کی ہمت سی ٹوٹی، دل چاہا یہیں بیٹھ کر چیخ چیخ کر رونے لگے، بہت مشکل سے اس نے سانس بھرا جیسے آہستہ آہستہ کوئی اسکے اندر کر لا رہا ہو۔

"نہیں جا رہی، ساری رات یہیں آپکے روم کے باہر ٹھنڈ میں بیٹھی رہوں گی پھر میری اکڑی لاش سے ہی صبح بات کیجئے گا"

زینیش نے بھی ساری نرمی چولہے میں جھونکی اور وہیں اسکے کمرے کے باہر روتی بیٹھی جبکہ اوزان نے اٹھ کر پیر نیچے زمین پر اتارے اور اٹھ کر الجھا بکھرا سا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرے، شرٹ کی سلوٹیں بڑھاتا چلتا ہوا دروازے تک آیا۔

"اتنی ٹھنڈ نہیں آئی ابھی کہ تم بیٹھے بیٹھے لاش بن جاو اور اکڑ بھی جاو۔۔ بولو کیا تکلیف ہے"

دروازہ کھلنے اور اوزان کے نہایت کوفت سے بولنے پر وہ جھٹ سے اٹھی بھی اور یوں کمرے میں گھسی جیسے ڈکیتی کرنے ڈاکو کسی کے گھر میں زبردستی گھستے۔

زینیش کی اس حرکت پر وہ بھی دروازہ بند کیے پیچھے ہی لپکا، بازو سے پکڑ اسے لہرا کر پلٹایا جبکہ اس وقت وہ ان حقارت اور نفرت کے جھوٹے رنگوں سے اٹی آنکھوں سے ہر گز خوف کھانے والی نہ تھی۔

"یہ کیا بدتہذیبی ہے، تمہیں کمرے میں آنے کی اجازت نہیں دی میں نے۔۔۔"

اوزان اسکا اس وقت کمرے میں ہونا ہرگز برداشت نہ کر سکتا تھا تبھی تلملا اٹھا، وہ نہ پہلے اس سے ہاری تھی نہ اب ہارتی کیونکہ ہار تو اوزان گیا تھا اور اب اسکی انا پر لگتی چوٹ کہہ رہی تھی کہ سر کو نہ جھکنے دینے کی اخیر کوشش فرض ہے۔

"ابھی تک آپ نے کونسا فیصلہ سنایا ہے، ابھی تو آپ میرے تھوڑے سے ہیں نہ۔۔ تو مجھے اجازت کی ضرورت نہیں"

زینیش کے آزردہ رندے جواب نے اوزان کے غصے پر گردسی ڈالی، جس تکلیف کے سنگ وہ اسے تکتی یہ بولی وہ برداشت کے لائق نہ تھی۔

"تم اپنی حد بھول رہی ہو، دو یہ چادر۔۔۔اور جاو یہاں سے۔ میں تمہیں دو منٹ تو کیا دو سیکنڈ بھی نہیں دے سکتا"

اوزان نے اسکے سینے لگا رکھی چادر بے حسی سے اسکے ہاتھوں سے جھپٹ کر چھینی اور اسے آزاد کرتے باہر کا راستہ دیکھایا مگر وہ اوزان کے یوں جان سے اتارنے پر پھر سے رودی، حالانکہ وہ سوچ کر آئی تھی کہ نہ روئے گی، اور اوزان کا اسکے باہر کو دھکیلتا ہاتھ تھما، دل چاہا اسے پکڑ کر اپنے سینے لگا لے پر اف یہ خودبین شخص!۔

"ایسے تو مت ک۔۔ کریں۔۔ ک کیوں نہیں اچھی لگتی میں آپکو۔۔ ک۔ کیا میں نے آپکو کوئی تکلیف دی، آپکا نقصان کیا؟ آپکو برا کہا؟ پ۔۔ پھر مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں۔۔۔ ک۔۔ کیا آپ سچ میں میرے چلے جانے پر خوش ہوں گے؟ بس اتنا بتا دیں مجھے"

اپنا کانپتا ہاتھ بڑھا کر اس نے اوزان کا وہ ہاتھ تھامنے کی کوشش کی جسے وہ مٹھی کی صورت جکڑے خود کو مضبوط کیے کھڑا تھا، منہ موڑے کیونکہ اسے دیکھتا تو سر خود جھک جاتا، جبکہ اس لڑکی کے اس نرم گرم تڑپاتے لمس پر اوزان دایب نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

"جاو یہاں سے۔ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں"

چادر بے دردی سے میٹرس کی اور اچھالتا وہ اس کے پیارے ہاتھ کے لمس کو بھی سنگدلی سے جھٹک گیا۔

"نہیں جانا چاہتی، یہیں رہنے دیں مجھے۔۔۔۔ صرف آج کے لیے۔۔۔۔ یہ جانتے بوجھتے کہ آپ بنا سوچے نہ کہہ دیں گے تب بھی کہہ دیا اوزان۔۔۔ تنگ نہیں کروں گی بس میں خود کو اچھا محسوس نہیں کر رہی۔۔۔۔۔"

زینیش کو وہ کیسے اجازت دیتا کہ آج اس شخص نے خود کو بھی خود کے لیے محروم رکھنا تھا، پر انکار کیسے کرتا، جان چلی جاتی، وہ اس سے جیسے ایک رات مانگ رہی تھی، وہ اچھے بھلے انسان کی حسیں مفلوج کر دیتا۔

"ہمارا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے"

اوزان کے سرد جملہ وہ سن بھی گئی اور سہہ بھی گئی اور اسے اپنا ہر جواب مل گیا۔

"کاش ہوتا، ٹھیک ہے چلی جاتی ہوں آپ سے دور"

اپنی آنکھوں میں کرچیاں سی بھرے اس سے پہلے وہ جاتی، اوزان کے مضبوط ہاتھ نے نرمی سے اسکی ہتھیلی جکڑی تو زینیش کے دبے آنسو سسکی بن کر نکلے، اب وہ نہیں پلٹنا چاہتی تھی، اب وہ اسکا دل توڑ چکا تھا۔

"لیکن تم یہاں رک سکتی ہو، جب تک چاہو"

اوزان دایب نے اسے روکا تھا، لیکن اس لڑکی کا دل روکنے، جان لینے کے بعد۔

وہ پلٹی اور سرخ ناراض ہوتی آنکھوں سے اوزان کو دیکھنے لگی، اس شخص کے دل کو کاٹتی زینو کی آنکھیں ایسی تھیں کہ وہ جلد نظر چرا گیا۔

"میری چاہ کا خیال اگر آپ مجھے تکلیف دینے سے پہلے کر لیتے تو کیا ہوتا؟ اب یہاں رک بھی گئی تو سکون نہیں ملے گا۔ میرے سوال کا جواب دے دیں بس۔۔۔ کیا میرا ہونا یا نہ ہونا ایک جیسا ہے آپکے لیے"

وہ چاہتی تو تھی یہیں زندگی بھر کے لیے ٹھہر جائے پر عزت نفس پر سمجھوتہ اس کے خون میں ہی نہ تھا، وہ بھی ضدی تو تھی آخر کو اسے آلایہ درید نے جنم دیا تھا۔

وہ پھر سے چہرہ پھیر گیا پر اس ٹھنڈی ہتھیلی کے طلسم سے کیسے بچتا جس نے اسکے رخسار کو چھو کر اسے واپس خود کو دیکھنے پر مجبور کیا۔

"کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا تمہیں، یہاں رکو یا چلی جاو تمہاری چوائز ہے"

وہ اب بھی زرا رحم دل نہ ہوا جبکہ زینیش کے گلے میں تکلیف کا پھندا بڑھ رہا تھا۔

"میری چ۔۔چوائز نہیں ہے نہ۔۔۔ تبھی تو پوچھ رہی ہوں۔ پلیز بتا دیں۔۔۔کونسا آپ سے آپکی جان مانگی ہے"

وہ آنسوؤں میں گھلتی آواز کے سنگ سانس سی اکھڑنے پر سسک پڑی اور اوزان دایب سے واقعی وہ اس وقت جان مانگتی تو بنا سوچے دے دیتا، ہاتھ بڑھا کر اسکے تر رخساروں سے انگلیوں کی نرم پوروں سے نمی جذب کی جس نے زینو کو اور رنج بخشا۔

"رومت۔۔۔۔ رومت، میرا دم گھٹ رہا ہے تمہاری سسکیوں کے سبب۔۔۔ مت روز ینیش۔ مجھ بے حس کے لیے یہ آنسو برباد نہ کرو"

وہ اسے تو نہ کہہ سکا پر زینیش کو دیکھ کر اسکا دل ضرور سینے کی دیوار سے سر پٹخے چینحا۔

"کاش میں کہہ پاتی کہ میں آپکے بنا مر جاوں گی اوزان لیکن مجھے پتا ہے میرا یہ کہہ دینا بھی آپکو رحم دل ہونے نہ دے گا سو اچھا ہے میں آپ کو یہ کبھی نہ کہہ سکوں"

اسکے ان آنسو پونچھنے پر زینو نے کرب سے سوچا، اسکا صرف آنسو پونچھنا تک زینیش کو سکون دے گیا، وہ لمحہ لگائے اس تکلیف سے نکلی جیسے اسکے دل پر کسی نے چپکے سے آیت سکون پھونک دی ہو، وہ اسکے دل پر بہت سی قوی خفظ آیات پھونک رہا تھا، تاکہ وہ اسکے کرب سے نجات پائے، اور اوزان دایب کا یہ عمل زینیش پر بہت قوی اثر کر رہا تھا کیونکہ وہ دو روح نشین تھے۔

"اوزان!"

وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑے ڈبڈبائی آنکھوں سے اوزان کو دیکھ کر بولی جو اس کیفیت میں تھا ہی نہیں کہ کچھ سن پاتا، ان آنکھوں کے سوا کچھ دیکھ پاتا، وہ چاہتا تو اس پکار پر اپنے دل، اپنی روح یہاں تک کہ اپنے جسم کا ہر اختیار بنا سوچے زینو کی اس پُر اثر ہتھیلی میں تھما دیتا لیکن ابھی وہ کچھ نہیں چاہتا تھا، اسے زینو کو ناراض کر کے منانا تھا اور یہ کمیلئین کی ضد تھی پھر بھلے وہ اس ضد کے سبب اس لڑکی کو ہار جاتا۔

"نام مت لو میرا اور جاو یہاں سے"

اپنا ہاتھ ہوش تھامتے ہی پہلی فرصت سے اسکے ہاتھ سے جھٹکا بھی اور پلٹ کر بیڈ کی طرف بیٹھا۔

"آپکی چادر رکھ لوں اپنے پاس"

وہ وہیں پائنتی کی جانب رکھی اوزان کی چادر دیکھتے حسرت سے منمنائی جس پر اوزان نے سر اٹھائے خشونت بھری نظر زینو پر ڈالی۔

"تو پھر دینے کی زحمت کیوں کی واپس"

نہایت برہمی سے استفسار آیا۔

"آپ کو دیکھنے کا بہانہ تھا، اگر دوبارہ مجھے آپکو دیکھنا ہوا تو پھر سے دینے آوں گی۔ دے دیں مجھے پلیز"

یہ لڑکی اسے سانس بھی لینے نہ دینا چاہتی تھی، دل چاہا اسے جھنجھوڑ کر کہے کہ چلی جائے اس سے دور۔

"یہ لو۔۔۔اس کمرے کی اور بھی کوئی چیز چاہیے وہ بھی اٹھا کر لے جاو لیکن میری جان آج کے لیے بخش دو پلیز۔۔۔۔ آئی کانٹ افورڈ دس"

مسلسل ضبط کیے وہ بھی چیخ پڑا، غرایا جس پر زینو نے ڈرتے ہوئے فوری اسکی چادر اٹھائے سینے سے لگائے بازو باندھے۔

"جا رہی ہوں، اب کچھ نہیں چاہیے مجھے۔نہ آپکی خوشبو سے اٹی یہ چادر، نہ آپکو دوبارہ دیکھنے کا کوئی بہانہ، نہ آپکے آس پاس کوئی جگہ۔۔۔اب زینیش کو کچھ نہیں چاہیے"

زینیش نے اسکی چادر وہیں میٹرس پر پھینکتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں جو اس شخص کے سینہ کو اپنی حسرتوں سے پہلے ہی اجاڑ چکی تھی۔

اک بے بس آنسو اوزان دایب انصاری کی آنکھ سے ٹپک کر سیاہ داڑھی میں دفن تب ہوا جب اسکی بے مراد آنکھوں نے زینو کو کمرے کے دروازے کے پار اوجھل ہوتے دیکھا۔

وہ پیچھے تک آیا لیکن وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں جا چکی تھی، اور وہ بھی تھک ہار کر اپنی وحشت میں لوٹ آیا۔

پیروں میں جان ہی نہ رہی کہ چل کر کسی سہارے تک پہنچتا، وہیں دروازے میں گرتے ہوئے انداز میں اپنا بھاری سینہ مسلتا بیٹھا۔

اسکی سنہری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

دل چاہا دھاڑے پر حلق سے اک آہ بھی نکلنی محال تھی۔

بجتے فون نے اوزان کے دماغ میں اٹھتے شور کو دفن کیا تو وہ دقت سے اٹھا اور ڈریسنگ میز تک پہنچا، کال حسیب کی تھی تبھی اٹھاتے ہی سپیکر پر ڈالے وہ واپس میٹرس پر آکر بیٹھا۔

"ہاں بول حسیب"

اسکی آواز اس قدر بھاری تھی کہ پارکنگ ایریا میں اس ہم درد شخص کے رواں قدم تھمے۔

"کیا ہوا تیرا سانس کیوں دبا ہے اوزان، ٹھیک ہے؟"

حسیب کی فکر پر اوزان وہیں سر میٹرس پر ٹکائے جان سی وجود سے سرکنے کے الم سہتا لیٹا۔

"ٹھیک تیری خبر کرے گی، بتا کیا رزلٹ ہے"

اوزان نے اس بار اپنی گھمبیر آواز میں سانس کا دباو مہارت سے شامل ہونے ہی نہ دیا۔

"کمینے تُو نے بتایا کیوں نہیں مجھے کہ تیسرا امیدوار کون ہے، بہت ہی کوئی پہنچی چیز ہے قسم سے تُو۔ واضح کامیابی ابھی تک اسی تیسرے کو ملی ہے۔ کل

شام پانچ بجے تک حتمی نتائج کا میڈیا اور اسمبلی میں اعلان ہو جائے گا۔۔

اسمبلی ارکان نے بھی اپنے تمام لیگل ووٹ اسے ہی دیے، جواد سیال کے چھ جبکہ فیروز صاحب کے آٹھ جبکہ باقی کے تمام اس تیسرے کو ملے"

حسیب کی خفت بھری باتیں سننے کے بعد اوزان نے زخمی سا مسکرا کر اس کامیابی کو خوش آمدید کہا مگر یہ لمحہ مختصر تھا، وہ پھر سے کرب زدہ ہوا۔

"چپ کیوں ہے ویرے، بتا اگر پریشان ہے تو میں تیرے پاس آتا ہوں۔ یا تو آجا تھانے، جیم یا گھر"

حسیب گاڑی میں بیٹھا پر اس بندے کی چپ دل کو بے کلی بخش رہی تھی۔

"نہیں حسیب، میں ٹھیک ہوں۔ تو اپنے کام دیکھ۔۔۔ کل ملاقات ہو گی"

اوزان کے پاس ابھی اتنی ہمت ہی نہ تھی کہ وہ کوئی فریاد کرنے تک کی قوت رکھتا۔

"میرا دل بے قرار ہے، تیری ایسی بھاری آواز بڑے سخت کرب کو جھیلنے کے بعد ہوتی ہے۔ بتا دے کیوں ستاتا ہے مجھے، تیری اذیت کی کمی کیسے ہو گی شہزادے"

حسیب کے مرہمی لفظ ابھی کچھ اثر نہیں کر رہے تھے، جس سینے میں دل ہی نہ بچا ہو، جس جسم میں روح ہی باقی نہ رہی ہو وہ پتھر ہو کر سن ہو جاتا ہے جیسے اس وقت اوزان دایب انصاری تھا۔

"یہ رات گزر جائے بس یہ دعا کر دے"

اوزان دایب نے بس یہ جملہ کہہ کر رابطہ توڑا جبکہ حسیب نے بند ہوتے فون پر اک دلخراش نظر سکرین پر ڈالی۔

"پتا نہیں کونسے روگ میں جل رہا ہے یہ سر پھرا کمپلیئین، محبوبہ اپنی ذاتی حلال بیوی ہے پھر بھی اس نمونے نے اسکو چھونا بھی نہیں۔۔ حد ہو گئی اس

درجہ خود اذیتی کی، او کون ہے تو اوزان دایب کدھر سے اس دنیا میں نکل آیا یار۔۔ یا خدا مجھے صبر دیں، اس اوزان دایب کے دماغی سکریو ٹائیٹ کر دیں"

حسیب اس وقت بس دعا ہی کر سکتا تھا، کیونکہ اس بندے کو اس وقت صرف دعا ہی درکار تھی۔

..______________________________..

اک بھیانک رات گزر گئی تھی، دونوں کی اور اس نے دل پتھر کر کے فیصلہ بھی کر لیا، آج چونکہ دیان اور پنار کے نکاح کی چھوٹی سی تقریب تھی سو ایزل مریم نے سعدیہ کو ساتھ ملائے صبح اٹھتے ہی روانگی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں، انکو بھی امید تھی کہ اوزان کوئی بے رحم فیصلہ نہ کرے گا۔

الماس نے انکو بابا اور دادا سے مشاورت کر کے نکاح کے لیے ہاں کہہ دی تھی لیکن اچانک نکاح پر عائشہ سیال کے ساتھ پنار بھی برہم تھی۔

"مانا میں نے ہاں کی لیکن ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی کیا ضرورت تھی، یہ تو اچھا ہوا میں کل سیلون چلی گئی تھی ورنہ اس دیان کے بچے نے تو میری نکاح کی فوٹو گرافس خراب کروا دینی تھیں۔ گلو ہی نہ آتا"

زینو اپنی تکلیف بھلائے پنار اور دیان کے نکاح کے لیے بہت خوش تھی اور وہ بھی آج آئی جان اور دیان کے ساتھ جانے والی تھی، اور اس نے شام ہی واپسی کا ارادہ بھی کر لیا تھا، رات اوزان کے گریز نے اسکی انا بھی مجروع کر دی تھی۔

"تم نہ بھی جاتی تب بھی گلو آجاتا کیونکہ نکاح کی بات ہی الگ ہے، میں بہت خوش ہوں پنار کہ تمہیں دیان بھائی شرعی طور پر آج مل جائیں گے لیکن دکھ بھی ہے کہ شاید میرا آج یہاں آخری دن ہو۔ ویسے بھی خان بابا بہت یاد آرہے ہیں، میں طلال چاچو کو کہوں گی مجھے آج واپس چھوڑ آئیں"

زینو اس وقت لان میں ہی تھی، سوئمنگ پول کے پاس بیٹھی ننگے پیر پانی میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھی، وہ آئی تو طوطوں کو کھانا دینے تھی پر پنار کی کال سننے یہیں بیٹھ گئی، جبکہ اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑا وہ روٹھنے کے باوجود روٹھ نہ پاتی زینیش کو دیکھ کر دل جلا سا مسکرایا، اسکی کل رات اسکی کی سب سے تابناک رات ثابت ہوئی تھی جسکا اثر اوزان کی سنہری آنکھوں میں رقم اذیت سے عیاں تھا۔

"اوکے لیکن واپس آنے کے لیے میرے بیبے بچے کیونکہ اب مل کر ان انصاریوں کی بینڈ بجائیں گے، ویسے بھی تم ہفتے میں ایک دن وہاں سے ہو آیا کرو تاکہ ڈیری فارم اور زینو ڈیری سب وے کا انتظام بھی خود دیکھ سکو۔ کہتی ہو تو میں بھی شام تمہارے ساتھ چلتی ہوں قصور۔۔۔"

پنار کی پیشکش اسے پسند آئی اور تاکید بھی۔

"تم رات کو دیان بھائی کے ساتھ لمبی لمبی باتیں پھر کیسے کرو گی پنار؟"

زینیش کی معصومیت پر پنار جو فیس پیک لگا کر سن باتھ لینے کو لان میں بیٹھی تھی، اس درجہ معصومیت پر ہنس دی۔

"اس سے کس نے بات کرنی، نکاح ہو گا بس اسکے علاوہ کوئی لفٹ نہیں۔ چلو تمہارا جیسے ہی پلین کنفرم ہو تو مجھے بتا دینا۔ بڑی کے ساتھ چلیں گے دونوں۔ بہت مزہ آئے گا"

پنار نے تو اسکی واپسی بھی خوبصورت کر دی لیکن یہ تو زینو جانتی تھی نہ کہ اس دیار کو الوداع کہنا کتنا مشکل ہو گا۔

"ٹھیک ہے ابھی تم نکاح کے لیے ریڈی ہو جاو، ایک بجے تک ہم سب پہنچ جائیں گے۔ اور سنو دیان بھائی بھی سیلون گئے ہیں۔ چمکنے دھمکنے۔ بچ کر رہنا انکے لشکاروں سے۔۔۔ اور ہاں سچ عائشہ آنی نکاح کے لیے کیسے ایگری کر گئیں تم نے تو کہا تھا وہ اس سب پر بہت غصہ ہیں"

زینیش کی اول باتیں پنار کو چھیڑنے کے لیے تھیں جبکہ آخری پر خود پنار کے چہرے کا رنگ اڑا کیونکہ ممی سینے پر ہاتھ باندھے خشونت بھری نظر اس پر ڈالے وہیں آکر سر پر کھڑی ہو چکی تھیں۔

"تم آو پھر تفصیل بتاتی ہوں میرے بیبے بچے۔۔۔ چلو بائے"

پنار نے کال بند کی تو عائشہ سیال بھی غصے بھرا تاثر دیے سامنے ہی بیٹھیں۔

"یہ کونسی روایت ہے کہ رشتہ لینے آرہے اور نکاح ڈائریکٹ، ہوش کرو پنار یہ ان لوگوں کی سازش بھی ہو سکتی ہے۔ دیان بھی تو انصاریوں کا خون ہے۔ کیوں تم اپنی جان سولی پر ٹانگنے پر مطمئین ہو۔۔۔ تم دیان آریز کو پسند کب سے کرنے لگی ہو؟ وہ تو تمہارا صرف باس تھا نہ۔۔۔"

اس وقت وہ ممی کی ہر بات کو ہوا میں ہی لینے والی تھی کیونکہ اس قدر جلد نکاح والی بات اسے بھی کچھ خاص پسند نہ آئی تھی۔

"ممی دیکھیں مجھے اس وقت وہاں ایک سٹرونگ جگہ چاہیے تاکہ میں زینیش کی بیک بون بن سکوں۔ اسے وہ لوگ ہاتھ پکڑ کر جب چاہیں چلتا کر دیں اور وہ اللہ جی کی گائے بنا اپنا کوئی حق لیے چلی بھی جائے گی۔ لیکن میں جانتی ہوں وہ اوزان سے کس قدر اٹیچ ہے۔ ارے یار جسکے نام سے اس پاگل نے عشق کیا، اس پورے بندے کی کیا اہمیت ہو گی۔ میں نہیں چاہتی وہ اوزان سے الگ ہو، دیان سے محبت کا معاملہ ابھی دبا رہنے دیں۔ مجھے اس ٹاپک پر بات نہیں کرنی۔ میرے لیے اس وقت میری جان سے پیاری زینو اہم ہے۔ جب میں وہاں جاوں گی تو اسے بہت ہمت ملے گی۔ وہ اپنا حق بنا احتجاج چھوڑ دینے سے پہلے سوچے گی۔۔۔ میں ہمیشہ اسکی سپورٹ بن کر رہنا چاہتی ہوں کیونکہ وہ خود کے ساتھ ناانصافی کر دیتی ہے۔ سمجھیں پلیز۔۔ جیسے گڑیا آنی آپکی جند جان تھیں ویسے وہ میرا بیبہ بچہ میرے لیے دوستی اور خلوص کا مسکن ہے"

پنار نے بہت سلیقے سے عائشہ سیال کے غصے کو سرد کیا جبکہ وہ قائل سی بھی لگیں مگر ہنوز آنکھوں میں شکوہ ٹھہرا تھا۔

"ٹھیک ہے کرو تم لوگ اپنی مرضی، بعد میں کوئی روتا میرے پاس نہ آئے"

عائشہ نے برہمی اور روٹھے پن سے کہا اور اٹھ کر چلی گئیں اور میشی کو وہیں آتا دیکھ کر اس بچاری کو بھی گھور گئیں جو خوش خوش آرہی تھی پر اس درجہ دبنگ سرد نظروں سے اداس ہوتی پنار آپا کے پاس آکر بیٹھی۔

"تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟"

پنار نے اسکی مرجھائی صورت تکتے کہا تو وہ مڑ کر جیسے عائشہ سیال کی جانب معصومانہ اشارہ کر رہی تھی، پنار ہنس دی۔

"ممی کی گھوریوں کو سیریس نہ لیا کرو، یہ بتاؤ تمہارا دینو کوئی سرپرائز پلین تو نہیں کر رہا۔ ڈنر ڈیٹ وغیرہ۔۔۔۔ اگر ایسا ہے تو اسے کہہ دو پنار آج شام سے دو دن تک زینیش کے علاوہ کسی کو اویلبل نہیں"

پنار کی رازدارنہ سرگوشی پر مشائم اور افسردہ ہوئی کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی دیان نے اسے آج رات کی ڈنر ڈیٹ میں رازدار بنایا اور اب پنار نے تو بچارے کا پلین ہی چوپٹ کر دیا۔

"اوپس۔۔۔ وہ آپکے لیے ڈنر ڈیٹ پلین کر رہے تھے پنار آپا لیکن میں انکو میسج کر دیتی پھر رکیں"

میشی نے نہایت افسوس کا اظہار کیے فون کی سکرین اوپن کی۔

"ہاں یہ بھی کہو کہ نکاح ہو رہا ہے صرف، انکو پنار سیال پر حاکمیت نہیں مل رہی۔ اگر ایسا کوئی ڈنر لنچ آگے سے پلین کریں تو میری آپائنٹمنٹ لینے کے بعد۔۔۔ چلو میں شاور لینے جا رہی تم اچھا سا اپنے دینو کا دل جلاؤ"

پنار نے آنکھیں ماتھے پر رکھیں اور میشی کو کام پر لگائے اٹھ کر چلی گئی جبکہ مشائم نے روہانسے منہ کے سنگ دیان کو وڈیو کال کی جو اس وقت سیلون تھا اور اسکے بالوں کا کوئی گرومی سیشن چل رہا تھا۔

"بھائی مجھے دو منٹ دیں"

دیان نے سیلون والے لڑکے سے کچھ دیر پرائیویسی چاہی تو وہ مسکراتا ہوا دیان آریز کو اکیلا چھوڑے وہاں سے چلا گیا۔

دیان نے کال ریسو کی تو آگے سے میشی کا اترا منہ دیکھ کر فکر مند ہوا۔

"کیا ہوا چمپینزی، منہ پر بارہ کیوں؟"

دیان نے اسکی چھوٹی سی شکل بنی دیکھتے فوری بے تابی سے پوچھا۔

"آپ کے فیس پر بھی بجنے والے بچو، کیونکہ نکاح ہوتے ہی آپکو اللہ نے ایک ولن دے دیا۔ زینو بھابھی۔ پنار آپا نے کہا ہے کہ نکاح سے بعد سے وہ

اگلے دو دن زینیش بھابھی کے علاوہ کسی کو اویلیبل نہیں ہیں۔ سو آپ اب ڈنر کا پلین کینسل کر دیں۔ کیونکہ پنار آپا جو کہتی ہیں وہ بدل تو سکتا نہیں"

دیان یہ سب سن کر جیلس تو ہوا مگر وہ پنار کی زینیش کے لیے تڑپ دیکھ چکا تھا سو اسے پنار کا زینیش کو اہمیت دینا اچھا لگا۔

"اوہ یار، چلو کوئی نہیں دو دن بعد سہی۔ آج پھر جو ریزرویشن کروائی ہے اس پر تم اپنے کیپٹن کے ساتھ ہو آنا۔ اب کینسل کروائی تو اچھا نہیں لگے گا۔ میری طرف سے شادی کا گفٹ سمجھ لینا باندری"

دیان نے جھٹ سے جیسے پنار کی خواہش تسلیم کر کے حل نکالا، خود مشائم امپریس ہوئی۔

"اوہ ہو! بڑی بات ہے۔ آپ تو پنار آپا کے ابھی سے غلام بن گئے دینو۔ وہ کسی جرنیل جیسی لگیں قسمے جو آپ پر حکم چلائیں گی۔۔۔ ہی ہی چلیں اب

آپ اتنی منتیں کر رہے تو میں اور الماں چلے جائیں گے لیکن آپکا اور پنار آپا کا نیکسٹ ڈنر پھر میرے اور کیپٹن کی طرف سے ہو گا۔۔۔۔ڈیل ڈن؟"

مشائم کی شرارتی ہنسی اور چھیڑنے پر آفت سے جناب بھی مسکرائے۔

"ڈن! چلو میں اب رکھ رہا ہوں۔۔۔۔ملتے ہیں۔بائے"

چونکہ وہ بزی تھا تبھی میشی نے بھی اسکو بائے کہا اور خود بھی ریڈی ہونے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

..________________________..

سیاہ میں اپنے پرسحر شخصیت کا رعب بکھیرے وہ رات کے ہر ماتم سے بھرپور نکلے ایک نئے رنگ کو اوڑھتا دس بجے تک اپنے کمرے سے نکل کر نیچے آیا تو طلال وہیں حویلی کے سٹنگ ایریا کی جانب اپنا لیپ ٹاپ کھولے بیٹھے تھے، جب اوزان نے بھی وہیں اپنے قدم بڑھائے، لاڈلی کے نکاح کے

سبب آج انہوں نے یونی سے آف لیا تبھی اونلائن کچھ ورک ہی نمٹا رہے تھے۔

"تم بھی چل رہے ہو لاڈلے؟"

چاچو کے استفسار پر اوزان نے نفی میں گردن ہلائی۔

"بارات نہیں لینے جانی، بس رسما نکاح کی چھوٹی سی تقریب ہے۔ ضروری افراد ہی جائیں تو مناسب ہے"

اوزان کے کھردرے لہجے پر وہ جو لیپ ٹاپ کھولے بیٹھے تھے اسکی سکرین گرائے اوزان کو گھور کر دیکھنے لگے۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟ جبڑے کیوں تنے ہیں تمہارے جیسے ابھی کسی کا اٹھ کر قتل کر دو گے"

طلال انصاری کی توجہ دراصل اسکی زرا زرا سو جھی آنکھوں کی جانب تھی جنھیں وہ بھرپور چرانے کی کوشش میں تھا۔

"اسے واپس قصور چھوڑ آئیں آج وہ جانا چاہتی ہے"

اوزان کے آنکھیں ملانے اور یہ کہنے کی دیر تھی کہ طلال کے چہرے کا رنگ سا بدلا۔

"کیا مطلب۔۔۔اسے واپس چھوڑ آوں؟"

طلال کے الجھے سوال پر اوزان نے انکو سرد مہری سے دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں، تم نے یہ فیصلہ ایک دم ہی لے لیا اوزان؟"

آرام دہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھے طلال انصاری کے سوال میں انکی حیرت و پریشانی عیاں تھی مگر مقابل بیٹھے اس بے پرواہ کے سرد تاثرات میں کمی نہ آئی بلکہ چہرے کے خدوخال میں آتا تناو بڑھا، وہ جو

آہستہ سے متوازن قدم بڑھاتی آئی جان کے لائے ساتھ لے جانے والے گفٹس مہارت سے ریپ کرنے کے بعد سعدیہ آپا کو تھماتی آئی جان کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی، حویلی کے سٹنگ ایریا ہال کی جانب پھیلی قہر بھری خاموشی پر بے ارادہ رکی۔

زینیش نے نگاہ پھیرنے کو زرا سر ترچھا کیا تو نظروں کا مرکز وہ مغرور بے حس بنا، آج بھی سیاہ میں لپٹا، نظر اپنے ہلتے پیر پر جمائے، کسی تابناک سوچ میں محو تھا، رات کے لمحے یاد آتے ہی زینیش کا دل بھر آیا، دل چاہا اس سنگدل کو دیکھے بھی نہ لیکن لاکھ کوشش کے باوجود اسکے سحر کی بدولت تھم گئی۔

"اوزان دایب اپنا ہر فیصلہ ایک دم ہی کرتا ہے، میں صرف قید سے آزادی کی بات کر رہا ہوں کیونکہ اسے کچھ مقاصد کے تحت لایا تھا، اسے اسکے باپ کے کیے کی سزا مل چکی ہے۔ اس نے ہمارے خاندان کا جتنا نقصان کیا تھا اسکی تلافی بھی ہو گئی، آپ زینیش یعقوب کو آج شام ہی واپس لے جائیں،

کسی پنچائتی نے پوچھا کہہ دیجئے گا اسکی سزا ختم ہو گئی اور اوزان دایب نے وعدے کے مطابق اسے ہرا دیا"

لہجہ سخت مگر کسی کے دل پر قیامت ڈھاتا ہوا سنگین، زینش کو لگا جیسے حرکت کرتا ہوا دل رکا ہو، جبکہ طلال، ٹانگ پر سے ٹانگ اتارے اپنی جگہ سے سرک کر آگے ہوئے اور ششدر نگاہوں سے اوزان کا تاثر دیکھنے کی کوشش کی جس نے اپنی آنکھیں اٹھا کر ان پر ڈالنے کے بجائے ہال کے انٹرنس میں کھڑی زینش پر ڈالیں جو پہلی بار اس شخص کی زبان پر اپنا نام دیکھ کر سن رہ گئی تھی، اس شخص نے اسے پہلی بار پکارا اور وہ بھی خود سے ہمیشہ کے لیے دور کرنے کو۔

"وہ یہاں بہت تکلیف میں ہے، اسے لے کر جانا ضروری ہے۔ اس کی یہ قید ختم ہونا اہم ہے، پھر اگر وہ آنا چاہے تو یہ اسکی مرضی پر ہو گا۔ مجھے پتا تھا تم کسی پر ظلم نہیں کر سکتے لاڈلے۔۔ میں لے جاوں گا اسے اسکی دنیا میں"

طلال اپنی خوشی اور مسرت کا اک حسرت سے اظہار کرتے اٹھے اور اسی کیفیت میں وہاں سے چلے گئے اور وہ جو انکے باہر نکلنے پر دیوار کی اوٹ میں ہو چکی تھی، ہال میں چھائی وہشت کے باوجود ہمت کرتی اپنے قدم بڑھاتے اسکی طرف آئی جو اسے بنا کوئی توجہ دیتا اٹھا اور پلٹ کر اپنی گردن اکڑائے کھڑا ہوا، اپنے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھے، تا کہ اسے خبر نہ ہو کہ رات اسکی محبت میں مبتلا شخص اجڑ گیا ہے۔

جانتا تھا وہ کیا کہے گی لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ کیسے سہے گا، حالانکہ وہ کہنا چاہتا تھا کہ رات اس نے زینیش کو بہت یاد کیا۔

"اتنی جلدی فیصلہ سنا دیا؟۔مجھے واپس بجھوا رہے ہیں لیکن شاید آپ یہ بات بھول گئے ہیں کہ مجھے غلام کے علاوہ بیوی ب۔۔بھی بنا کر بھی لائے تھے، کیا میں اس رشتے سے بھی آزاد ہو جاوں گی؟"

آنسوؤں سے بوجھل ہوتی پلکوں کو بمشکل سنبھالے لفظ جوڑ جوڑ کر جملے مکمل کرتی وہ آنسوؤں کو خود میں واپس اتارے بولی مگر اس شخص کے پتھریلے تاثرات شاید منجمد ہو چکے تھے، وہ اپنے ساتھ زینیش کو بھی سلگا رہا تھا۔

" آفکورس! ایسے رشتوں کی اوزان دایب کی زندگی میں کوئی اہمیت اور جگہ نہیں جو ضرورت کے تحت بنائے جائیں۔ اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں، دہرانے کا قائل نہیں"

خود کو مضبوط کیے اپنی ہار پر راضی ہوئے، زہر میں بجھے الفاظ ادا کرتے اس شخص کی پشت پر باندی مٹھی جس طرح جکڑی، وہ منظر زینیش کی آنکھیں دھندلا گیا۔

وہ جس نے اپنی جیت پر اس شخص کی جیت کو فوقیت دی تھی وہ دور کرنے کے فیصلے پر ہی راضی ہوا، ستم یہ کہ وہ یہ سب اپنے اٹھے سر کی سلامتی کے لیے کر رہا تھا، اسے اپنا جھکا سر اور اپنی پھیلی ہتھیلی ابھی اس قدر جلد اس روح

نشین کے روبرو منظور نہیں تھی، وہ بھی اس لڑکی کے روبرو جس کو اس نے ہرانے کا پورے کوٹ کے سامنے اعلان کیا تھا، وہ معاملہ بھی تو سلجھنا باقی تھا۔

"اور اگر میں قید سے آزادی چاہوں، آپ سے دستبر دار ہونا نہیں تو؟"

کئی لمحے خاموشی سے سرک گئے تو خاموشی میں اس لڑکی کی مدھم آنسووں کی خشک حدت میں ڈوبی آواز گونجی، اس شخص کی سنہری آنکھیں رات سے زیادہ زرد پڑنے لگیں۔

کسی غیر مرئی نقطے پر جمی اس کی نظریں محسوس کن حد تک ظالم تھیں، مٹھی مزید جکڑی جسے اسکے دوسرے ہاتھ نے سختی سے دبا دیا۔

اک آنسو اس بے درد کے ضبط پر زینیش کی آنکھ سے بہا اور گال پر لکیر بناتا اسکے کندھوں پر پھیلے بالوں میں گم ہوا۔

"قیدیوں کے پاس آپشن نہیں ہوتے، انکی ذمہ داری صرف مالک کے حکم پر سر خم کرنا ہوا کرتی ہے۔ تمہاری ساری پراپرٹی یعنی زمینیں تمہارے نام

واپس لگ چکی ہے، پہلے سے بڑھ کر۔۔۔ تمہیں یہاں لانا ایک مجبوری تھی، تم سے پہلے بھی نفرت تھی اور آج بھی ہے، اس رشتے سے جب چاہو آزادی پا سکتی ہو، اٹس یور چوائز۔ قید ختم تمہاری، مجھ سے جڑا تعلق تمہاری مرضی پر رہے گا۔۔ اور ہاں آج یہاں سے جب جاو تو اپنی کوئی چیز بھول کر مت جانا"

ایک بار پھر ویسا ہی سرد لہجہ جوزینیش کے دل کو جھلسا گیا مگر وہ پھر بھی آنکھ سے بہتی نمی صاف کیے مسکرائی، اسے کہاں امید تھی کہ وہ اسکے معاملے میں اتنا انصاف بھی کر سکتا ہے۔

"یعنی میرے ساتھ ناانصافی پھر سے پورے انصاف سے کی جائے گی، جولیٹ رومیو کی واپسی کی طرح۔۔۔ میں نے تب کوئی احتجاج نہیں کیا تھا کیونکہ آپکی جیت آپکے اٹھے سر کی ضمانت تھی۔

یہ بھی سننے میں اچھا ہے مسٹر کمپلیئین لیکن آپکی اس آخری بات کو ماننے میں کچھ دشواری ہے"

اسکے ان اعتراضات پر اوزان انصاری کو پلٹنا پڑا، وہ کیسے اسکے آگے بول سکتی تھی، اس لڑکی کے لیے اوزان کے لفظ حرف آخر کیوں نہیں رہے تھے، کیونکہ احتجاج کر اٹھی تھی۔

وہ پلٹا، اپنی آنکھوں میں بناوٹی نفرت کی ایسی شدت بھر لی کے زینیش کا دل چاہا اس منافقت پر ہنس دے۔

"میں اپنا دھیان یہیں بھول جاوں گی، کیا آپ سمیٹ سکتے ہیں اوزان؟"

وہ اسکی آنکھوں میں بے خوفی سے صرف تب دیکھتی تھی جب ضد میں ہو، اور اس وقت وہ اس لڑکی کی کسی ضد کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

اسے لگا شاید وہ دل کہے گی، دل کہتی تو وہ آخری بار اسے ان نظروں سے ضرور دیکھتا جو اس پوری دنیا میں صرف زینش یعقوب کے نام محفوظ تھیں۔

اس نے جب دل نہ کہا تو وہ بپھر گیا، پہلے سے زیادہ وحشی ہوا، پھڑ پھڑا کر کھڑکیوں میں آ بیٹھے رومیو جولیٹ نے دونوں کی توجہ کھینچی، اور ان کو دیکھ کر اس شخص کے دل کو آگ لگی، وہ دو کبوتر کل سے انصاری حویلی کی منڈیر پر بسیرا کر چکے تھے۔

"اپنا دھیان اپنے ساتھ لے کر جاؤ گی تم، یہ بھی میرے حکم میں شامل ہے"

کٹیلے رعب دار لہجے میں اپنی بے بسی پر غصے کا غلاف چڑھا کر اسکے سامنے غرایا، جیسے اسے کہہ رہا ہو اپنی خوشبو تک اس ہوا سے نوچ کر اپنے ساتھ لے جائے۔

"نہیں لے جا سکتی، میرے دھیان کو اس ماحول کی عادت ڈالنے والے آپ ہی ہیں، سارا خسارہ میرا کیوں اوزان؟ تھوڑی سی ہار آپ اپنے نام بھی کریں۔ اپنا دل ساتھ ضرور لے جاوں گی، بہت بے وقعت شے ہے نہ زینیش یعقوب کا دل، آپ نے تورات پیروں تلے کچل کر بتا دیا کہ کیا ہے آپکے نزدیک"

اسکے صبر وضبط سے سے ہمیشہ کی طرح مستقل کھیلتی وہ اپنی ہر دکھ سے آزاد ہو جاتی آنکھوں کو اوازن کی آنکھوں میں ڈالے طنزیہ مسکرائی، حشر برپا کر کے اسے جانا تھا تا کہ وہ شخص بھی اسکی تڑپ کی حد تک تڑپ اٹھے۔

"بند کرو اپنی یہ فلسفی باتیں، جاو یہاں سے۔۔۔ نہیں فرق پڑتا کہ تمہارا یہ دل کس کی ملکیت بنے گا سمجھ جاو اس بات کو۔۔۔"

تیز زہریلے لہجے میں اپنی دہشت طاری کرنے کی کوشش کی گئی اور وہ چند قدم اٹھاتی اوازن کے قریب آکر رک گئی، اسکی آنکھیں ہرا سکتی تھیں،

تبھی وہ نفرت سے منہ پھیر چکا تھا لیکن منہ پھیرنے پر اسکی نظر کہاں پھر سکی تھی، اس لڑکی کے دھیان سے الجھ گئی تھی۔

زینو نے اسے مضبوط پر کشش ہاتھ پر اپنا دہکتی ہتھیلی جوڑی، جسے وہ چاہ کر بھی جھٹک نہ سکا۔

" جسے قیمتی لگنا چاہیے تھا اسے نہیں لگا تو کیا فرق پڑتا ہے کس کے لیے ہیرا ہو گا اور کس کے لیے خاک، کاش نفرت کے اظہار کی طرح میں آپکو کسی دن بے بس کر کے محبت کا اظہار بھی کروا لیتی، اگر دن ملتے۔۔۔ مہلت دی جاتی۔ لیکن بڑے ماہر کھلاڑی ہیں آپ اوزان، مجھے گیم سے ہی اوٹ کر دیا۔ تو ٹھیک ہے پھینک دیا زینو نے ہتھیار۔۔۔۔۔۔۔ زینیش یعقوب ہار اور جیت دونوں آپ کے نام کرتی ہے۔۔۔۔"

اپنے جملوں کو دقت سے جوڑ کر گہرا سانس کھینچتی وہ مسکرائی، اور اس شخص کی پھیری نظروں کے لمس کے واپس نوازے جانے سے پہلے ہی اسکی

نظروں سے رخ پلٹ کر اوجھل ہوئی اور خود کو اس فیصلے کے لیے ہمت سونپتی تیزی سے وہاں سے چلی گئی جبکہ اوزان انصاری پتھر کا وہ مجسمہ بن گیا تھا جسے اس لڑکی کے اب چلے جانے نے واقعی مسمار کر دینا تھا۔

اس کی کسی دکھ میں نہ بھیگنے والی آنکھیں فقط زینیش یعقوب کے نظروں سے ہٹنے پر ہی دھندلا گئیں، یعنی قیامت برپا ہو گئی۔

وہ اسے روک لینا چاہتا تھا، وہ پلٹا بھی۔

قدم بھی اسکی جانب بڑھے، حرکت کیے۔

لیکن وہ نظروں کی ہر حد پھلانگ کر بہت دور جا چکی تھی، اور ستم یہ کہ اوزان دایب نے اسے دور جانے بھی دیا۔۔۔

..________________________..

"بہت پیاری لگ رہی ہو"

پنار، نکاح کی دلہن بنی گولڈن کلر کے فل میکسی جوڑے میں، ڈائمنڈ جیولری کے ہمراہ آفت اور دلربا لگ رہی تھی اور آج زینیش یعقوب بھی کسی سے کم نہ تھی، دل بھلے اس بے حس نے ٹکڑے کر دیا ہو لیکن اسکے وقار میں اوزان دایب کی سنگدلی کم نہ لا سکی بس آنکھوں پر بات آکر اسے ہرا رہی تھی۔

"تھینک یو، مجھے یہ بتاؤ کب نکلنا ہے تاکہ میں تب تک ریڈی ہو جاؤں؟"

پنار نے اسکی ہتھیلی پکڑے چومی جس پر زینو نے بہت مشکل سے اپنی آنکھوں کو بھیگنے سے روکا۔

"بس یہاں سے جاتے ہی، مزید رکنا نہیں چاہتی۔ انہوں نے چاچو کو بھی کہہ دیا۔ وہ سمجھ رہے ہیں میں لوٹ آوں گی۔ لیکن میں نہیں آوں گی پنار اور پلیز تم اسکے لیے مجھے مجبور مت کرنا"

زینیش کی آنکھ سے ٹپکتی نمی بے حس بنتے رگڑی جبکہ پنار اسکی دکھ سے بھری ذات پر آفسردہ تھی، مگر اسے پتا تھا وہ شخص اس پر پچھتانے والا ہے۔

"ہمم۔ تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا میرے بیبے بچے، اچھا ابھی تو مسکرا دو ورنہ پنار بھی رو دے گی۔ تم اداس ہو تو مجھے بھی اچھا نہیں لگ رہا"

پنار اٹھ کر کھڑی ہوئی تو وہ سج دھج کر ہوش ربائیں بنی بھی بہت بوجھل تھیں جس پر زینو بس چپ چاپ اسکے گلے لگی۔

"نہیں میں بہت خوش ہوں، تمہیں تمہاری خوشی مل رہی ہے۔ میرا تو یہی انجام تھا، بس افسوس صرف اتنا ہے پنار ہے ان پر اپنی روح کھول دی، یہ غلطی کر دی۔ خیر یہ سب چھوڑو۔ دیکھو میں سمائیل کر رہی ہوں"

وہ پنار کا دل تڑپا کر جب مسکرائی تو پنار سے دیکھا ہی نہ گیا لیکن اس وقت وہ زینیش کی تکلیف چاہ کر بھی کم نہ کر سکتی تھی کیونکہ وہ ہر حد سے تجاوز کر چکی تھی۔

دیان آریز کی زندگی کا یہ خاص دن اسکے پیرنٹس کے بنا آیا اس پر وہ بھی بوجھل تھا لیکن ابھی اسے پنار کا نام تو مل رہا تھا لیکن شاید وہ لڑکی ابھی محبت کے بجائے دوست کو دستیاب رہنا چاہتی تھی اور دیان اسکے اس فیصلے کا احترام کرنا چاہتا تھا۔

نکاح کی رسم کے لیے ایزل مریم، طلال، دیان اور زینو ہی آئے تھے جبکہ کنول کو بھی شمشیر نے سیکورٹی کیمرہ بنا کر بیچ میں گھسنے کے خصوصی آرڈر دیے کیونکہ خود وہ بس نتائج کے اعلان کے لیے بہت بے قرار تھے۔

کچھ ناراض جبکہ کچھ راضی افراد خانہ کے سنگ آخر کار دیان آریز کے نکاح میں پنار سیال آکر پنار دیان بننے کا رتبہ پا گئی۔

یہ نکاح ایک طرح چیلنج ہی تھا کیونکہ دلہا دلہن آج مغرور انازادے دیکھائی دیے، جیسے بظاہر ایک دوسرے سے لینا دینا ہی نہ ہو۔

عائشہ سیال کی برہمی بھی انکی سرد خاموشی سے چھلکتی رہی۔

جبکہ دن ساڑھے تین بجے تک زینیش اور پنار کا طلال انصاری کے سنگ قصور جانے کا وقت مقرر ہوا۔

ایزل مریم نے جب واپس انصاری حویلی پہنچ کر اوزان کے اس سخت فیصلے اور زینیش کے جانے کا سنا تو وہ سیدھا اسکے کمرے میں آئیں۔

"زینو! وہ تمہیں صرف میکے بھیج رہا ہے۔ تم اسکے نکاح سے نہیں نکلو گی۔ پلیز رونا بند کرو میرے بچے۔ تم طلال اور پنار کے ساتھ دو تین دن بعد واپس آ و گی سمجھی"

ایزل مریم کی بات سنے وہ جو اپنا سوٹ کیس پیک کر رہی تھی، دلخراش سا ہنسے پلٹی۔

"جی نہیں آئی جان، انہوں نے کہا ہے میں جب چاہوں اس نکاح سے آزاد ہو سکتی ہوں۔ ی۔۔یعنی انکو میرے ساتھ جڑے اس رشتے کے قائم رہنے یا

ٹوٹنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس قدر بے وقعت ہوں۔ پھر کیوں آؤں واپس؟ نہیں اب میں واپس نہیں آؤں گی۔ وہ بھی کہیں تب بھی نہیں"

زینیش آج پہلی بار انکو ضد میں لگی کیونکہ سہہ سہہ کر اسکا ضبط جواب دے چکا تھا، ایزل مریم نے اسکو شانوں سے پکڑے جنجھوڑ ڈالا۔

"وہ پاگل ہے تم تو عقل سے کام لو، وہ ڈرتا ہے محبتوں سے۔ عادتوں سے۔ اسکی ذات یونہی زخم لگاتی ہے دوسروں کو۔ پلیز میرے بچے تم اسکی طرح ضدی مت ہو۔ تم نہ آئی تو تمہاری آئی جان کو کچھ ہو جائے گا زینو۔ مجھ سے وعدہ کرو ورنہ میں نہیں جانے دوں گی تمہیں"

آئی جان کی تڑپ پر وہ الٹا رو پڑی، اسکے پاس اب یہاں رکنے کا تو کیا اوزان کو مزید چاہنے تک کا جواز نہ بچا تھا، بھلے جانتی تھی وہ جھوٹ بول رہا ہے پر خود اذیتی بھرا یہ ٹارچر اب نہ وہ خود سہہ پا رہی تھی نہ اوزان کو سہنے دینا چاہتی تھی۔

"میری ان سے محبت اگر انکو تکلیف دیتی ہے تو م۔۔مجھے اس محبت کو انکے چاروں اطراف سے ہٹانا ہو گا، پلیز آئی جان مجھے ہمیشہ کے لیے جانے دیں۔ وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، اور اگر ایک بار مزید میں نے انکی نفرت بھری نظر دیکھ لی تو میں مر جاوں گی۔۔۔ قسم سے مر جاوں گی آئی جان"

وہ ایک لمحہ بھی رکنا محال جان رہی تھی جبکہ انکی اس بعث کو اندر آتے طلال نے جب سنا تو وہ اپنی جگہ تھم گئے۔

"ایک منٹ! یہ کیا سن رہا ہوں۔۔۔ کیا چل رہا ہے یہ۔۔۔ تم اوزان سے پیار کرتی ہو زینو۔۔۔؟ اور وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ رہا ہے؟؟؟"

چاچو کے سوال پر وہ ان سے بھی نظر چرا کر منہ موڑ گئی۔

"ن۔۔نہیں کرتی پیار، بہت برے لگتے ہیں وہ مجھے۔ سخت برے زہر جیسے۔ ہمیں چلنا چاہیے چاچو میرا دم گھٹ رہا ہے۔۔ پلیز مجھے یہاں سے لے جائیں۔"

وہ سخت دلبرداشتہ سی طلال کے پکڑ کر پلٹانے پر انکے سینے میں چھپ کر پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ اسکی اس تکلیف نے ایزل مریم اور طلال کی آنکھوں میں بھی تیرگی بھر دی۔

"کمینہ خبیث انسان، محبت کے باوجود وہ تمہیں جانے کا کس منہ سے کہہ سکتا ہے۔۔۔اسکی ٹیونگ تو میں واپسی پر کروں گا۔ چلو ہم چلتے ہیں لیکن تم میرے ساتھ واپس آو گی زینو۔۔ تم خان بابا سے ملنا، ممی بابا کی قبر پر جانا، اپنی بیکری اور ڈیری ہو آنا ٹھیک ہے؟"

چاچو کی اس وقت اسے کوئی بات سنائی نہ دے رہی تھی بس وہ ان دم گھوٹتی دیواروں سے نکلنا چاہتی تھی۔

وہ اسکو ساتھ لیتے نکلے تو اوزان کے بند بلکے لالڈ کمرے پر غصے سے لات تک برسائی۔

"تمہیں آکر پوچھتا ہوں میں اوزان دایب۔۔۔۔۔ بچ جانا مجھ سے"

چاچو کی دھاڑ سنتا وہ یوں تھا جیسے کان پر جوں بھی نہ رینگی ہو۔

بالکونی میں کھڑا وہ سنگدلی کے سنگ پورچ کی جانب جاتے طلال اور زینو کو دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تمہیں اپنی کانٹے جیسی ذات سے آزادی دی ہو گی لیکن میں تمہیں اپنے دل، اپنے وجود اور اپنے نکاح سے کبھی آزادی نہیں دوں گا زینش۔ یہ ایک کوشش کی ہے شاید تمہاری تکلیف تمہاری دنیا میں جا کر کم ہو سکے اور تم اپنے ساتھ ہوتی زیادتی کا بدلا لینے کی ہمت کر سکو، دوسری آلایہ در یدنہ بنو جس عورت نے ظلم پر نہ آواز اٹھائی نہ واویلا مچایا، میں نہیں چاہتا تم بھی اپنے حق سے چپ چاپ دستبردار ہو جاو۔ میرا کیا ہے، میں تو کمپلیئین ہوں۔ یہ رنگ نہ بھایا تو کوئی اور سہی"

درد بھری سرگوشی کیے وہ پلٹا لیکن نظر اس لڑکی سے ملی، اور پہلی بار اوزان دایب کی آنکھوں میں زینش کو محبت اور تڑپ دیکھائی دی لیکن آج کا یا

پلٹ چکی تھی، آج غصہ، نفرت اور بیگانگی زینو کی دلخراش آنکھوں کا مرکز تھی۔

آج اوزان کو پتا چلا کہ وہ اپنی جھلساتی نگاہوں سے زینیش کو کیسے جلاتا آیا ہے کہ آج جب خود کو ویسی نظر ملی تو اوزان دایب کا سینہ بھاری پڑا۔

وہ گاڑی کے پاس رک کر غم و غصے کے پہاڑ پر کھڑی پلٹی تھی، طلال فرنٹ سیٹ سنبھال چکے تھے۔

"میں کبھی لوٹ کر نہیں آوں گی اوزان یاد رکھیے گا"

وہ اسے کہہ تو نہ سکی پر آنسو ہوتی آنکھوں سے دیکھ ضرور پائی جبکہ اوزان کے دل میں زینیش کی دلخراش سرگوشی آواز بن کر ابھری۔

"میں آجاوں گا، سفید پھول لے کر۔۔۔ تمہارے ہاتھ کا سینیمن کیک کھانے اور تمہیں منانے، دیکھنا چاہتا ہوں تم مجھ سے روٹھ گئی تو کیا ہو گا روح نشین"

اوزان دایب کی آنکھیں محبت اور اس الوداعی لمحے میں ہونٹ دلفریب مسکرائے جبکہ زینیش کا دل چاہا آس پاس اگر کوئی اینٹ ہے اگر وہی اٹھا کر اس پتھر دل کے سر میں دے مارے جو اسے اس قدر رلا کر مسکرا رہا تھا لیکن اس بندے کی یہ مسکراہٹ درد بھری تھی۔

"روٹھ گئی ہوں، بہت بری۔۔۔۔بہت تڑپایا ہے اب زینیش تڑپائے گی۔۔۔۔ مسکرالیں جی بھر کر، بے حس انسان۔پتھر دل، بے رحم، سنگدل، سفاک۔بے درد۔۔۔ اللہ کرے آپکو زینیش دوبارہ دیکھائی نہ دے۔۔۔۔"

من ہی من میں تلملائے وہ آنکھیں پھیرتی منہ پھلاتی گاڑی میں بیٹھی جبکہ اوزان نے گہرا سانس لیے وہیں بالکونی میں آکر بیٹھتے رومیو جولیٹ کو دیکھا، غور کیا تو دونوں کی چھوٹی چھوٹی سنہری آنکھیں تر تھیں۔

"تمہارا جانا تو ان بے زبانوں کو رلا گیا، اس کمیلئین کا کیا ہو گا. مجھے منانا نہیں آتا اور تمہیں روٹھنا زینو، میں چاہتا ہوں تم مجھ سے روٹھو تاکہ تمہیں منا کر میں کچھ نیا سیکھ سکوں"

اب بات رات کی نہیں رہی تھی، اب بات اگلی سانس تک آگئی تھی خدا خیر کرے۔

سینے میں اٹھتے درد پر اوزان نے اپنی مضبوط ہتھیلی دل پر بڑے کرب سے مسلی تو تب جا کر اسے دوسرا سانس آیا، اسے ایسے کھیل پسند تھے، بھلے جان لے جاتے۔

آہ کمیلئین آہ!

..________________________..

"نکاح کے باوجود کوئی لفٹ نہیں، میں چاہ رہا تھا ہمارے بیچ ایک الگ سی ملاقات ہو لیکن تم نے پہلے ہی پلین ترتیب دے دیے۔

You have to pay for this pinar"

پنار اپنا بیگ لیے، اس میں ہیڈ فونز اور چارجر ڈالے جیکٹ ساتھ ہی اٹھائے کمرے سے نکلی تو فون پر آتے دیان کے ٹیکسٹ پر رکی، ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان اتری، زینو کی فکر کے ساتھ اسے اس بندے کو پانے کا خمار بھی تھا۔

"مجھے ڈرائیں مت، میرا اپنا ہی رعب کافی ہے مجھ پر، ساری زندگی اب آپکی ہی شکل دیکھنی ہے میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی میرے زبردستی کے شوہر صاحب۔۔۔ زینش کو میری ضرورت ہے اور مجھے بھی اسکی واپس پہلی جیسی مسکراہٹ کی"

پنار نے فوری زرا مغرورانہ ریپلائے کیا جس پر وہ جو انصاری حویلی ہی کے جیم روم جہاں پر طرح کی ایکسر سائز مشینز کے ساتھ ایک پورا اٹیچ ملحقہ کمپوٹر اور پی سی سٹوڈیو تھا اسی میں موجود بلون کاوچ پر بیٹھا وڈیو گیم کھیل رہا تھا، روٹھا ہوا، فوری میسج اوپن کیا۔

"اور مجھے بھی ہمارے بیچ کا تناو کم کرنا تھا، اسکا کیا؟"

دیان کے برہمی عیاں کرتے جواب پر وہ واپس رک کر وہیں صوفے کے کنارے ٹکی، بڈی کا اسے میسج ملا تھا کہ وہ اور زینو اسے پک کرنے والے ہیں۔

"وہ ایک ڈنر ڈیٹ سے نہیں ہونے والا تھا، اسکے لیے آپکو بہت پاپڑ بیلنے ہیں۔ آپ اسی پر خوش ہو جائیں کہ آپکو پنار سیال جیسی لڑکی مل گئی۔ کوئی نیکی کام آگئی ہے"

وہ بھی شریر سا مسکرائی، اسے دیان کو ستا کر مزہ آرہا تھا اور ابھی تو یہ شروعات تھی۔

"پنار!"

صرف اسکا نام بھیجا گیا میسج میں تبھی تو پنار کے چہرے پر بے چینی عود دی، فوری کال بیک کی اور کرنے کے بعد جب دیان نے فوری پک کی تو پنار نے

خود کو اپنی اس تڑپ پر جی بھر کر ملامت کی، وہ اسے ابھی اپنی شدت دیکھانا نہ چاہتی تھی۔

"کہیں کیا ہے؟"

پنار نے اپنی آواز کو کمزور پڑنے سے ہر ممکنہ روکا۔

"سمجھ جاو"

نہایت ہی دبی سی سرگوشی جس پر پنار نے منہ بگھاڑا۔

"جی نہیں، اب میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔ بول کر، تفصیل اور وجہ کے ساتھ جو مانگیں گے صرف وہی ملے گا۔ پھر وہ میری توجہ ہو، نظر ہو یا وقت۔۔۔ آپ سے بڑی انا زادی ہوں، پگھلنے نہیں والی۔ وہ دن گئے جب پنار مروت میں زرا آپ جیسے پتھر دل کے آگے جھک گئی تھی"

وہ اسکے کمزور پڑتے لہجے کے باوجود اپنی ضد پر پہاڑ سا ڈٹی تھی، لیکن اسکے دل کی دھڑکنیں فون کے اس بار سنائی دیتی دیان آریز کی دھڑکنوں سے جڑی تھیں۔

"اور اگر میں نہ کہہ پایا تو؟"

دیان کے بوجھل لہجے نے پنار کے دل کو لمحہ بھر روکا تھا۔

"تو کہنا سیکھیں پہلے پھر پنار سے کوئی خواہش جوڑیے، اب بھی مجھے یہی لگ رہا کہ آپ نے وہ میسج نیند میں بھیجا تھا دیان آریز۔۔۔۔"

آجا کر بات پھر میسج پر رکی تو اس بار دیان کو غائبانہ چیونٹاں سی کاٹیں، اب تو نکاح ہو گیا تبھی وہ وڈیو گیم وہیں آف کرتا اٹھ کھڑا ہوا تا کہ پہلے اس کراماتی میسج کی میسٹری جانے۔

"ٹھیک ہے جاو تم، واپس تو میرے پاس ہی آو گی۔ دیکھ لوں گا تمہیں بھی اور تمہارے ان سوکھے نخروں کو بھی۔۔۔"

پنار جو دل اسکے لیے نکاح کے بعد نرم کر چکی تھی اس نک چڑھے کے واپس ویسے ہی بدلحاظ بن کر کال کاٹنے پر تلملا اٹھی۔

"آاا، سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔۔۔۔ پہلے تو شاید تم پر کوئی رحم کھا لیتی اب تو نو چانس۔ باولا گینڈا نہ ہو تو"

پنار نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے قدم باہر نکالے وہیں دیان بھی سیدھا آئی جان کو ڈھونڈتا کچن کی طرف بڑھا جہاں وہ نہیں تھیں پھر انکے کمرے میں آیا تو وہ بہت کرب زدہ سی کاوچ پر بیٹھی تھیں۔

"بڑی امی! اب تو بتا دیں کیا میسج تھا۔۔۔۔ آپ رو رہی ہیں۔۔۔ کیا ہو گیا آپکو۔۔۔۔ ادھر دیکھیں۔ کس نے رلایا"

دیان تو انکے آنسوؤں کے آگے اپنی الجھن بھول ہی گیا۔

"کسی نے نہیں بس زینو اپنے شہر چلی گئی نہ تو میرا دل پھٹ رہا ہے، اسکی ان چند دنوں میں عادت سی ہو گئی تھی"

دیان انکی بات پر زخمی سا مسکراتے انکو ساتھ لگا گیا۔

" آپ نے تو مجھے ڈرا دیا، آجائیں گی وہ کچھ دن تک۔۔۔ میں آپکو اداس ہونے نہیں دوں گا۔ چلیں یہ رونا چھوڑیں اور بتائیں کے میسج کیا تھا"

دیان کی تسلی پر وہ بچی تھوڑی تھیں جو سنبھل جاتیں۔

"رہنے دو میسج کو، اب تو وہ تمہیں مل گئی نہ"

ایزل مریم نے بات دبانے کی کوشش کی پر اب دیان ہرگز انکو ٹالنے نہ دے سکتا تھا۔

"نہیں نہ پلیز مجھے بتا دیں، کل سے پتا نہیں میسج کے حوالے سے کتنی بار طنز کر چکی ہے۔ مجھے جاننا ہے کہ اس میسج میں کیا تھا"

دیان کی بے قراری پر ایزل مریم نے اپنا فون اٹھایا کیونکہ وہ میسج کاپی کر کے انہوں نے اپنے نمبر پر بھی سینڈ کیا تھا، اٹھا کر دیان کو تھمایا جسے دیکھنے کے بعد دیان کے چہرے پر سفیدی چھا گئی۔

"واٹ! بڑی امی آپ نے اس اتھری گھوڑی کو یہ کیا بھیج دیا۔۔۔ او میرے خدا تبھی وہ اتنی سر چڑھ رہی ہے میرے۔۔۔۔ اف یہ آپ نے کیا کر دیا"

دیان کا تو صدمے سے برا حال تھا پر وہ ضرور اس کارنامے پر آتے دیان کے ری ایکشن پر مسکرا دیں۔

"محبت کرتا ہوں میں تم سے پنار سیال, اور جانتا ہوں میرے سوا تم بھی کسی کی نہیں۔

اب ہمت ہے تو پیچھے ہٹ کر دیکھاو، میری محبت تمہیں بھی سر تا پیر جکڑے ہوئے ہے، یاد رکھنا میری نہیں ہو گی تو کسی کی نہیں رہ سکو گی۔"

میسج کو دوبارہ پڑھنے کے بعد وہ پھر سے سکتے کی سی کیفیت میں بے یقینی نظر ائزل مریم پر ڈال چکا تھا جنکی تکلیف دیان کے کیوٹ پوز کے آگے دب گئی۔

"سارے رعب کی بینڈ بجادی آپ نے قسم سے، میں نے اسے اظہار کے لیے ابھی دو تین سال تڑپانا تھا۔ تبھی مجھے بھرم دیکھا رہی تھی، اسکو راحت جو دی دی آپ نے اس اظہار سے۔۔۔۔"

دیان کی کوفت پر وہ دبا دبا مسکرائیں لیکن نڈھال سا، دل توزینو کے آنسوؤں اور اوزان کی بے حسی سے جکڑا ہوا تھا۔

"تم انازادے کب کہتے اسے یہ، بس محبت اور جنگ میں سب جائز کا فارمولا استعمال کیا میں نے بھی۔ اب وہ کہے کہ محبت ہوں کہو میرے سامنے تو کہہ دینا بنا اکڑے۔ اب تو پورا حق ہے تمہارے پاس اس لڑکی کے دل پر حکمرانی کا۔ اور یہ مت بھولو کہ اسی میسج کے سبب وہ مانی، پیار کرتی ہے۔۔۔۔ خیال رکھنا اسکے دل کا"

بڑی امی کی ان تاکیدوں پر وہ کچھ نہ بولا بس ان سے لپٹ سا گیا۔

"تھینکیو، مجھے وہ بہت پیاری لڑکی سونپنے کے لیے۔۔۔ خیر آئیں باہر کچھ دیر تک انتخابات کا رزلٹ آنے والا ہے۔۔۔ ٹی وی پر دیکھتے ہیں اس بار کون ایم این اے بنے گا۔۔۔۔۔ لٹس گو۔۔۔"

دیان انکو پیار اور پھر اجلت میں اپنے ساتھ ہی لیے باہر نکل گیا تاکہ انکا ڈوبا دل بہتر کر سکے۔

..________________________________..

"آپ طلال انصاری کو اپنی حویلی گھسنے دیں گے خان بابا؟"

منشی جلال اس وقت خان سانول سیال کے پاس ہی کرسی پر بیٹھا تھا، جب سے پنار نے انکو آنے کی اطلاع دی تھی حویلی میں چھل پہل شروع تھی، جلال کے سوال نے خان بابا کے دل کو تڑپا دیا۔

"ہاں کیوں نہیں، وقت آ گیا ہے جلال اس بدبخت پر اسکے گناہوں کی گٹھڑی کھولنے کا۔ اسے بتانے کے کہ زینیش یعقوب کی نہیں اسکی اور آلایہ کی جائز بیٹی ہے۔"

خان سانول سیال کی آنکھوں میں نمی اور غصہ موجزن تھا کیونکہ برسوں کا لاوا پھٹنے والا تھا، اور جلال کی اپنی آنکھیں اس کربناک وقت کو یاد کیے تھم کر رہ گئیں۔

وہیں ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد لگ بھگ پونے پانچ تک طلال انصاری کی گاڑی قصور کے شہر داخل ہوتے ہی ابتدائی قبرستان سے ملحقہ سڑک پر رکی، خان سانول سیال تینوں کی حویلی آمد پر مزے مزے کے پکوان تیار کروانے کے ساتھ خود بھی بہت خوش تھے کہ زینوان کے پاس آ رہی ہے، جبکہ اداس بھی کہ ماضی پھر سے کھلنے والا ہے۔

پنار نے اپنے ساتھ بیٹھی زینو کا ملائم مگر گرم ہاتھ پکڑے دبایا کیونکہ وہ پورا رستہ ان کہے درد میں آنسو بہاتی آئی تھی۔

طلال بھی بڑا کرب زدہ سا سانس لیتے گاڑی سے باہر نکلے۔

"تم دونوں یہیں رکو، اندر شاید کسی کا جنازہ ہو رہا ہے تو کافی رش ہے۔ میں پہلے قبر ڈھونڈ لوں پھر تم دونوں کو لے کر جاتا ہوں"

طلال انصاری نے پیچھے کی سمت آتے زینو اور پنار کو نرمی سے سمجھاتے کہا اور دونوں کے سر ہلانے پر وہ ہمت کرتے اپنے بھاری قدم اٹھاتے قبرستان میں داخل ہوئے، انکے قدم یوں تھم رہے تھے جیسے پھانسی گھاٹ کی طرف جاتے لوگوں کا کلیجہ کٹتا ہے، آلایہ کی قبر انکے لیے اپنی قبر جیسی تھی، وہ بھی اور انکی ہر خوشی بھی اس جگہ دفن تھی۔

"ممی کی قبر دیکھ کر میرا دل رک گیا تو پنار؟"

زینیش کی درد بھری ہچکی پر پنار نے اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا جو بہت ٹوٹی بکھری ہوئی تھی، اوزان نے جو رنج اسے دیے وہ زینیش کی ذات کے ناسور بنتے دیکھائی دے رہے تھے۔۔

"ایسے مت کرو میرے پیپے بچے، وہ تم میں بستی ہیں۔ تمہارے دل میں۔ مت رو میری جان۔ ممی سے مل کر صرف اچھی باتیں کرنا۔ اگر تم روئی تو دوبارہ تم کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دوں گی سن لو"

پنار اسکو سنبھالنے کے لیے موجود نہ ہوتی تو پھر زینیش ضرور ٹوٹ جاتی، اسکے آنسو پونچھے بھی اور نرم سی سرزنش کیے دھمکی بھی دے ڈالی۔

"ہمم۔۔ تم اپنے دیان کو چھوڑ کر میرے ساتھ آئی، تھینکیو پنار"

پنار اسکے مشکور ہونے پر درد بھرا مسکرائی اور ٹھوڑی سے پکڑے اسکا رندا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"ہمیشہ تم میرے لیے دیان آریز سے اول رہو گی میرے لیے یاد رکھنا زینو، وہ محبت جنون اور دیوانگی ہے تو تم میری راحت، میری ہمراز، سہیلی اور بہن ہو۔ جب بھی پنار کی ضرورت ہوئی بس ایک آواز دینا۔ سب چھوڑ کر میں اپنے بیبے بچے کے پاس آجاوں گی"

پنار کا یوں لاڈ، پیار بھی اس وقت زینو کو سنبھلنے میں مددگار نہ ہوا تو وہ بس اسکے کندھے سے لگ گئی جبکہ پنار کی توجہ قبرستان کی جانب مبذول ہوئی۔

جبکہ طلال انصاری ہر قبر پر نگاہ دوڑاتے آلا یہ یعقوب نامی قبر تلاش رہے تھے، قریب ہی جنازہ گاہ میں جنازے کی ادائیگی کے بعد کسی کی تدفین جاری تھی۔

قبروں کی تختیاں جانچتے وہ کافی آگے بڑھ چکے تھے کیونکہ چودہ سال پہلے کی قبر یقینا بہت پرانی تھی۔

ابھی وہ دو منٹ ہی پیدل چلے کہ انکی آنکھیں کسی شناسا سے نام پر پتھرا گئیں، آگاہی کے اس دل دہلاتے عذاب پر دل لہو ہوتا گیا۔

یوں لگا طلال انصاری کی آنکھوں میں کسی نے ریت جھونکی تھی، کئی بے آواز آنسو انکی پہلے سے درد سے اٹی آنکھوں سے بہہ کر سیاہ و سفید بیرڈ میں دفن ہوئے تو وہ اسی قبر کے سامنے گرنے کے انداز میں بیٹھے جیسے کوئی اپنی تمام جمع پونجھی لٹا دیتا ہے، پہلا دکھ کہ وہ آلایہ کی قبر تھی، دوسرا کرب کہ یہاں چارسو آلایہ کی خوشبو کا بسیرا تھا، تیسرا قہر کے قبر کی تختی پر انکا اپنا نام تھا، وہ صرف اس قبر میں آلایہ کے ساتھ دفن نہ تھے بلکہ ثابت ہوا کہ آج سچ میں اس شخص کی جان نکال لی گئی۔۔

"آلایہ درید، زوجہ طلال انصاری"

یہ حوالہ انکی جان لینے کو کافی تھا، دل پھٹ کر رہ گیا، اس وقت انکو کوئی سسکتا ہوا دیکھتا تو سمجھتا کہ رائگانی کا دکھ اگر جیتی جاگتی صورت میں روح زمین پر ہے تو وہ مجسم طلال انصاری ہے۔

یہ ادراک کے وہ کبھی انکے نکاح سے نہیں نکلی، اس شخص کی ہستی دہلا گیا، اب تو شک ہی کہاں باقی تھا کہ زینیش انکی بیٹی نہیں۔

"یہ ت۔۔ تم نے کیا کر دیا بدبخت انسان۔۔۔ کاش تم مر جاتے طلال۔۔۔ یا اللہ یہ کیسی ناگہانی گھڑی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے اس قبر میں وہ معصوم نہیں میں گڑا ہوں۔۔۔ اوہ آلا یہ یہ تم نے مجھے کیسی عبرتناک سزا دی، اپنی موت کی سزا۔۔۔۔۔۔"

وہ بے اختیار روئے، چینخنا چاہتے تھے پر دل تھا کہ کرب اگلتے نڈھال تھا۔

وہ اپنی بے مراد ہتھیلی اس قبر کی مٹی اور اس پر پھیلے خوشبودار پھولوں پر سہلائے روتے رہے، جانے کتنی دیر۔۔۔ تب تک جب کہ انکے سارے

آنسو اس قبر نشین تک نہ پہنچ گئے جبکہ انکے واپس نہ پلٹنے پر پنار کو پریشانی ہوئی کیونکہ وہ سب جانتی تھی۔

"تم رکو یہیں میں دیکھتی ہوں بڑی کہاں رہ گئے"

پنار جانتی تھی کہ اس شخص پر آج سب کھلنے والا ہے تبھی نڈھال سی زینو کو کہتے وہ گاڑی سے نکلی اور دوپٹے کو سر پر لیتی قبرستان کے حدود میں داخل ہوئی مگر پنار کا دل تڑپا، آلایہ آنی کی قبر کے پاس بیٹھ کر روتے طلال انصاری کو دیکھ کر وہ دوڑ کر انکے پاس آئی اور قریب ہی آنسو سنبھالے بیٹھی۔

وہ اس درجہ اجڑے ہوئے اسکا دل دکھا گئے۔

"ی۔۔یہ کیا ہو گیا پنار۔۔۔۔۔یہ سب کیا ہو گیا پنار"

وہ کسی بچے کی طرح سسکے کہ پنار کی اپنی آنکھیں دھندلا گئیں۔

"اسی وجہ سے آج تک زینو کو اسکی ممی کی قبر نہیں دیکھائی گئی، آلایہ آنی کی خواہش تھی کہ انکے مرنے کے بعد انکے شوہر کا نام ہی انکی قبر پر ہو۔ جب وہ انصاری حویلی سے نکالی گئیں تب وہ امید سے تھیں۔ آپکے بچے کی ماں بننے والی تھیں۔ سو طلاق آپ دیتے بھی تو نہ ہوتی۔۔۔۔ نہ آلایہ آنی نے کبھی کسی قسم کے طلاق کے کاغذات دیکھے یا سائن کیے۔۔۔۔ لیکن وہ آپکے ظلم سے اندر سے مر گئیں۔۔۔ اگر انکی کوکھ میں زینو نہ ہوتی تو وہ آتے ہی مر جاتیں جس ظلم کا شکار ہوئیں تھیں خودکشی کر لیتیں کیونکہ آپکا اور انکا ازدواجی تعلق جو بنا اسکے یا آپ گواہ تھے یا وہ، اور جس بہتان کے ساتھ وہ وہاں سے نکلیں، انکے بچے پر بھی وہ کیچڑ اچھلتا سو صرف اس معصوم جان کے لیے وہ جینے پر آمادہ ہوئیں۔ اس بچی کے لیے انکو جینا پڑا اور کچھ عزت انکی یعقوب چاچو نے رکھی، بظاہر کوٹ کے سامنے ان دو کی نقلی شادی کی گئی لیکن یعقوب حیدر صرف محافظ بنے ان دو کا۔۔۔۔۔ کیونکہ انکو لگتا تھا آلایہ کا دل اور زندگی جو اجڑی اس کا سبب وہ ہیں سو وہ آلایہ آنی کا سائبان

بن گئے۔۔۔۔ لیکن زینش کی پیدائش کے بعد ہی وہ بہت بیمار رہنے لگیں۔ جو دس سال جیا بہت کٹھن، علاج چلتا رہا۔۔۔۔۔ زینش بہت معصوم اور کمزور دل کی مالک تھی چھوٹی چھوٹی بات پر رو پڑتی تبھی ہم سب نے کبھی اس سے یہ سچائیاں ڈسکس نہیں کیں۔ مجھے حیرت ہے اوزان کو یہ کیوں علم نہ ہوا کیونکہ نکاح کے وقت جب ان سے رضامندی پوچھی گئی تھی تو زینش کا نام زینش طلال انصاری ہی وہاں درج تھا۔۔۔۔۔۔ زینش آپکی بیٹی ہے یہ سچائی کوٹ کے ان چند معززین کو پتا ہے جو اس روز نکاح میں شامل تھے کیونکہ انہوں نے ہی مل کر پچیس سال پہلے آلایہ درید کے لیے یہ فیصلہ لیا تھا کہ اس بچی کی عزت و ناموس اور وقار قائم رکھتے ہوئے اسے ایک باوقار زندگی دلا سکیں"

پنار کا ایک ایک لفظ طلال کو بڑا گہرا زخم لگاتا گیا اور اس وقت وہ طلال انصاری کے دکھ میں کمی بھی نہ کر سکی، طلال آج مر جانا چاہتے تھے پر اب ہی تو انکی سزا شروع ہوئی تھی۔

آخری بات پر طلال کے پژمردہ وجود میں جنبش ہوئی۔

"کاش میں سب سننے سے پہلے مر جاتا، کاش۔۔۔ اتنا بڑا ظلم۔۔۔ اوہ میرے اللہ!

ابھی اگر زینو کو یہ سچ پتا چلا تو وہ مزید بکھر جائے گی پنار، پہلے ہی اس اوزان کے دکھ سے نڈھال ہے۔۔۔ تم اسکے پاس جاو اور اسے بتاو قبروں کی تعمیر چل رہی ہے۔۔ ہم واپسی پر پھر آئیں گے۔ ان دو دنوں میں میں خود اسے یہ سب بتانا چاہتا ہوں"

پنار نے اس وقت انکی بات سنی اور افسردگی سے سر ہلاتی اٹھی جبکہ اسکے جاتے ہی طلال نے بھی حقارت سی آنکھوں میں لیے اٹھ کر اپنا جیکٹ سے فون نکالا اور اضطراری نگاہ اس جان سے پیاری آلایہ کی قبر پر ڈالی۔

اوزان دایب نکھرا جاذب بنا خود بھی دادا کے آفس جانے والا تھا تا کہ دادا سائیں کو دل دہلا تا جھٹکا لگتے خود بھی دیکھے مگر چاچو کی کال پر اسکے کمرے سے نکلتے قدم رکے۔

"فرمایئے"

نہایت کوفت سے جواب آیا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے میں تمہاری جان لے لوں اوزان"

چاچو کی نم آواز اور غصے پر اوزان نے ساری بے فکری پرے کی الٹا سنجیدہ ہوا۔

"لے لیں اگر اس سے آپکا کلیجہ ٹھنڈا ہو تا ہے، میں تو ایسا ہی رہوں گا"

وہ اسکے ڈھیٹ جواب پر سلگے۔

"جس لڑکی کو پچھلے کئی دن سے اپنی دھونس دیکھا رہے تھے، ٹارچر کر رہے تھے اسکی جان سولی پر اٹکا رکھی تھی وہ میری بیٹی تھی کمینے شخص اور الایہ میری زوجیت سے مرتے دم تک نہ نکلی۔۔۔ تم نے میری بیٹی کو دکھ دیے اسکے لیے کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔۔۔ تمہاری شادی زینیش طلال انصاری سے ہوئی تھی تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی کمینے خبیث انسان مجھے تڑپتا دیکھتے رہے، میری اس کے لیے اُمڈتی تڑپ اور الفت کے باوجود تم نے مجھ سے اتنا بڑا سچ چھپایا۔۔۔ شکر کرو میں تم سے دور ہوں ورنہ آج تم مر جاتے میرے ہاتھوں۔۔"

چاچو کے ان کسیلے سفاک جملوں پر اوزان نے فوری تیوری چڑھائے فون کاٹا، کیونکہ ابھی طلال انصاری اسکے کسی جواب کے مستحق نہ تھے۔

"تمہیں واپس بھیجنے کا مقصد پورا ہو گیا زینیش، گناہ گار بھلے میرے بابا ہوں، چاچو ہوں یا دادا سائیں۔ سبکو انکے کیے کی سزا اوزان سے ویسی ہی ملے گی جس کے وہ لائق ہیں۔"

کربناک سی خودکلامی کیے وہ لپک کر بیڈ سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا جہاں اس نے آتے ہی نکاح نامہ کسی غیر ضروری چیز کی طرح رکھا تھا، اس سچ کو کچھ دن جھٹلایا جو اسکے لیے بہت عزیز تھا، اوزان کے ہاتھ اک لمحہ تو کپکپائے۔

اور جب وہاں زینیش کا نام لکھا دیکھا تو اس کمیلئین کے پیروں تلے سے ویسی ہی زمین سرکی جو نکاح والے دن، شعور میں نکاح کا دن یاد آیا جب وہ غرور، نفرت اور حقارت میں مبتلا خود کو فرعون ظاہر کیے ان سب میں بیٹھا تھا۔

"آپکا نکاح زینیش طلال (مدھم آواز میں پکارا گیا) سے سکہ رائج الوقت حق مہر پانچ لاکھ کے عوض کیا جا رہا ہے، کیا آپکو قبول ہے"

دماغ میں اس دن کی دبی دبی آواز پھر گونجی جس پر وہ لڑکھڑا کر وہیں میٹرس پر بیٹھا۔

سچائی تو اوزان دایب اسی دن جان گیا تھا کہ زینیش، یعقوب کی نہیں طلال انصاری کی بیٹی ہے بس بہت مہارت سے ظاہر نہ ہونے دیا کہ اس نے زینیش کا پورا نام سنا، حالانکہ اس روز نکاح خواں سمیت باقی سب نے بھی اس فرعونی حقارت میں لپٹے اوزان کو اس نام کی آگہاہی نہ ہونے دینے کی پوری کوشش کی، اسے یاد تھا تب سب نے سرگوشیاں بھی کیں کہ شکر ہے اس نے پورا نام نہیں سنا اور وہ سب سن کر برداشت کرتا سب معززین کی آنکھوں میں دھول جھونکتا اپنے لائحہ عمل ترتیب دیتا رہا کیونکہ اسے ساری سچائیاں جاننے کے بعد ایکشن لینا تھا، اسے پوری سچائی کے لیے آلایہ درید کی قبر تک پہنچنا تھا، اور اس روز جب زینیش نے طلال کو بتایا کہ اسکے پاس الایہ کی قبر کا پتا ہے بس اوزان نے اسی لمحے یہ پلین ترتیب دیا۔

طلال انصاری کے ہاتھوں ہوئے ظلم کی اسے یہی سزا سمجھ آئی جبکہ جو تکلیف اس نے زینو کو دیں وہ بھی ایک مصلحت تھی تاکہ زینیش کے اندر کا خوف، اسکی بزدلی ختم ہو، قوت برداشت بڑھے، وہ جانتا تھا وہ واحد شخص ہے اب جو

دنیا میں زینیش کی کمزوری ہے لیکن اوزان نہیں چاہتا تھا وہ دوسری آلایہ دُرید بن کر ظلم چپ چاپ سہے اور بس اس لڑکی کو اپنے پلینز کے چکر میں وہ بہت زیادہ دکھ دے بیٹھا، لیکن اب اوزان کے دماغ کی رگیں چیخ رہی تھیں۔

"میں پھر بھی تمہاری دی ہر سزا بھگتوں گا زینیش، ہر سزا۔۔۔۔ لیکن میری زندگی کا مقصد اپنے بابا کی بے موت خودکشی تک پہنچنا ہے۔ تب تک خود پر ہر سکھ حرام رکھنے کی قسم کھائی ہے۔ آپ بھی سزا وار تھے چاچو، سزا دینے والی مر گئی سو یہ اوزان نے انکے بحاف پر کیا"

وہ چاچو کو اتنی چھوٹی سزا دے کر بھی دکھی تھا، ان پر آیات پھونکتا رہا لیکن تکلیف سے یکدم آزادی نہ دی کیونکہ اسکے نزدیک وہ بھی مجرم تھے۔

"یعنی میرا شک ٹھیک تھا کہ آلایہ کی یعقوب سے کبھی شادی نہیں ہوئی، وہ سب ایک ڈرامہ تھا، جبکہ بابا کی خودکشی کے پیچھے ضرور یہی معاملہ ہو گا۔۔۔

ممکن ہے وہ آلایہ کے بچے کے بارے میں سچ جان گئے ہوں اور جو گناہ انہوں نے کیا اس کی پھانس انکو مار گئی۔۔۔۔ لیکن میری یہ سب بقیہ الجھنیں کون سلجھائے گا۔۔۔۔ دادا سائیں! وقت آگیا ہے آپ سے سدھ بدھ سلب کر کے یہ سچائیاں اگلوانے کا"

فی الحال وہ زینیش کے معاملے کو سوچنا بھی نہ چاہتا تھا ورنہ کسی اور معاملے کے قابل نہ رہتا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی زینیش یہ سب سچائی کیسے برداشت کرے گی، جس سے میری سخت نظر تک سہنی محال ہے وہ یہ سب سہہ لے تبھی تو اسے دور کیا خود سے، اپنی ان آنکھوں سے جو اسکے اوجھل ہوتے ہی جل اٹھی ہیں۔ کیا کروں میں؟ اسکے پاس جاوں پہلے یا؟"

اوزان کی اس وقت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج تھی اور اس لمحے اسے صرف حسیبب ہی مشورہ دے سکتا تھا۔

"پہلے اس دادے پادے کو کراری ڈوز دے پھر مجنوں دیوانہ بن کر چلا جائیں اپنی لیلی کے پیچھے۔۔۔ خیر دس منٹس تک نتائج اناونس ہونے والے ہیں۔ تیرے دادا کو زور کا جھٹکا دھیرے سے لگنے کا شُب وقت آ گیا ویرے۔۔۔۔۔۔۔لو ویو ہو گیا۔۔۔۔۔چمی لے میری طرف سے"

حسیب شاید بہت بزی تھا تبھی مسکرا کر اس دل جلے کو مشورہ تھماتے ہی کال بند کی جبکہ اوزان بھی وہ نکاح نامہ وہیں ڈرا میں رکھے اسے لاک کیے اٹھا اور بپھری موج بنا فیصلہ لیتے اپنے کمرے سے نکل گیا۔

..________________________..

پنار کے بعد چاچو کو بھی قبرستان سے واپس آتا دیکھے وہ بھی سر پر دوپٹہ ٹھیک سے لیتی گھبرا کر گاڑی سے باہر نکلی۔

"کیا ممی کی قبر نہیں ملی چاچو"

زینیش ان دو کے رندے چہروں کو اس وقت دیکھ نہ سکی کیونکہ خود بہت دکھی تھی۔

چاچو کے لفظ پر بھی آج اس باپ کا دل تڑپا، قریب آکر اپنی بیٹی کو نثار نظروں میں لیا، کبھی نہیں سوچا تھا کہ اللہ آلایہ جیسی پاک روح چھین کر ایسی پیاری بیٹی دیں گے کہ وہ اس شخص کی ہر تکلیف کا مداوا بن جائے گی، خود پنار بہت مشکل سے آنسو روکے ہوئے انکے پاس کھڑی تھی۔

"ملی ہے میرے بچے، کچھ تعمیراتی کام چل رہا ہے سو وہاں تک جانے کا راستہ بند ہے۔ کچھ پرانی قبروں کو ٹھیک کیا جا رہا ہے۔ پرسوں جب ہم واپس جائیں گے تو مل لینا"

طلال کی تسلی پر وہ ہرگز سکون نہ پا سکی، کیونکہ واپس تو ہرگز نہیں جانے والی تھی، اسکی سنہری آنکھوں سے چند بے آواز آنسو بہے۔

"ل۔ لیکن زینیش تو اب واپس نہیں جائے گی، ممی شاید مجھ سے ملنا ہی نہیں چاہتیں۔ ک۔۔ کیونکہ انکی مشکل کے حل کی دعا کی تھی اور وہ مر گ ۔ گئیں۔۔ وہ ناراض ہیں مجھ سے"

وہ جس طرح حسرت سے کہہ کر یکدم روئی طلال کی اپنی آنکھیں ضبط سے لال ہوئیں، پکڑ کر اسے اپنے سینے لگایا جبکہ پنار کے آنسو بھی بے قابو ہوئے۔

"ایسا نہیں کہتے بچے، شش۔۔۔ خبر دار اگر تم روئی۔ کبھی رونے نہیں دوں گا۔ اور بالکل تم واپس تب تک مت جانا جب تک وہ مغرور خود اپنے رویے کی تڑپ تڑپ کر معافی مانگ کر تمہیں واپس نہ لینے آئے وہ بھی بیوی کی حیثیت سے۔ اس فیصلے میں چاچو تمہارے ساتھ ہیں۔ تب تک میں اور پنار تمہارے ساتھ کوٹ رہیں گے۔۔۔ اور مجھے یقین ہے وہ چوبیس گھنٹوں سے پہلے سر کے بل تمہیں لینے آئے گا"

زینیش کو سمجھ نہ آئی وہ کیا کہہ رہے، ایسا تو اسکے جیتے جی ممکن نہ تھا تبھی تو وہ طلال انصاری کی آنکھوں میں رقم یقین پر خوفزدہ ہوئی، طلال انصاری نے اس پر غصہ تو کر دیا پر انکا دل بھی ہرگز اس پر راضی نہ ہوا کہ کمپلیئین کا کوئی عمل بنا مصلحت کے ہو۔

"وہ ک۔۔کیسے لینے آسکتے ہیں بھلا، خ۔خود بھیجا مجھے۔۔۔۔ نفرت کرتے ہیں تو ک کیسی بیوی چاچو۔۔۔ پلیز یہ جھوٹی امید م۔مت دلائیں۔۔۔۔ میں نے بہت مشکل سے خود کو ان سے دور کیا ہے۔۔۔۔ پلیز مجھے وہ خواب نہ دیکھائیں جو ٹوٹ کر میری آنکھوں سے رہی سہی بینائی بھی چھین لے"

وہ انکے اس درجہ کھوکھلے دلاسے پر انکا حصار جھٹک کر جیسے بگھڑی، اسکے غصے کی اتنی سی جھلک نے اس شخص کو دہلا دیا، بھلے وہ غصہ نہیں کرتی تھی لیکن اصولوں کی سختی اس کے خون میں شامل تھی، آلایہ درید کی طرح۔

"زینو! مجھے بھی یقین ہے وہ چوبیس گھنٹوں کا بھی انتظار نہیں کریں گے۔ تم جیسی پیاری روح کو کون سمجھدار گنوائے گا۔۔۔ان جیسا سر پھرا تو ہرگز نہیں جس نے نفع ونقصان کی کبھی پرواہ نہ کی ہو۔۔۔میرے بیبے بچے۔۔۔ ابھی بھول جاو سب، بس یہ یاد رکھو کے کوٹ کی مکھنی اپنے گھر جا رہی ہے۔۔ دادا سائیں راہوں میں آنکھیں بچھائے اپنی سوہنی کے منتظر ہیں۔۔۔۔بس بس ہمیں بھی رلا رہی ہو"

پنار بھی اپنی آواز کو ہر ممکنہ کپکپانے سے روکے اسے گلے لگا گئی تو نظر بڑی سے ملی جو آج اخیر دردناک لگے لیکن زینیش کو وہ دو اور انکی باتیں صرف بہلاوے لگ رہے تھے اور وہ اب کسی قسم کی خود کو خوش فہمی نہیں دلانا چاہتی تھی۔

" آپ دونوں بڑی لاڈلی کا دماغ ہل گیا، مجھے نہیں کرنی بات کسی سے۔۔۔ میں بس خان بابا سے سبکی شکائیت کروں گی۔۔۔تمہاری۔۔۔بھی سبکی۔۔۔انکی بھی۔۔۔سب تکلیف دیتے ہو زینو کو"

وہ اس وقت بہت نڈھال تھی تبھی اسکے ان معصومانہ شکووں اور جا کر گاڑی میں منہ پھلا کر بیٹھنے پر وہ دو بھی جگر پاش سا مسکرائے اور پنار نے بہت پیار اور لاڈ سے طلال انکل کی آنکھ سے ٹپکتا زرا خوشی کا آنسو پونچھا۔

"مت روئیں بڈی، اب کچھ برا نہ ہو اسکے لیے دعا گو ہوں"

پنار کا حوصلہ انکو پہاڑ کر گیا تبھی تو شفقت سے اسکی گال بھی سہلا گئے۔

"تھینک یو لاڈلی، تم ساتھ آگئی ورنہ نجانے کیا ہوتا۔۔۔خوش رہو۔۔۔۔ چلتے ہیں۔اپنے گناہ کا اعتراف چاہتا ہوں، خان بابا کے پیر پڑ جاؤں گا لیکن اب اس گھٹن سے مکمل آزادی چاہتا ہوں"

وہ مدھم سی سرگوشی میں بولے تاکہ زینیش انکی بات نہ سنے جبکہ وہ اس وقت دکھ، تکلیف اور اذیت میں اس قدر گہری اتری تھی کہ اونچی آوازیں تک آنا بند تھیں پھر وہ ان جان نکالتی سرگوشیوں پر کیسے دھیان دے پاتی۔

وہ لوگ کوٹ کی جانب روانہ ہو گئے، شاید یہ سفر بہت سوں کی زندگی بدلنے والا تھا۔

..________________________________..

اوزان دایب انصاری کی گاڑی فیروز شمشیر انصاری کے فیکٹری آفس کے پورچ میں رکی تو وہ مغرور سے انداز میں سیاہ بلیزر کے بٹن بند کرتا پراعتماد انداز میں باوقار شخصیت بھرے رعب کے سنگ آفس کے اندرونی جانب بڑھا، داخلی دروازے پر ہی کھڑے سیکورٹی مین نے مسکرا کر اوزان کو خوش آمدید کہا جبکہ اوزان وہاں موجود کیبنز اور فیکٹری سٹاف کو پرجوش دیکھے دل ہی دل میں شر انگیز ہو کر ان سب کی کچھ دیر تک تباہ ہوتی ایکسائٹمنٹ کو قبل از وقت سوچتا ہوا اپنے قدم دادا سائیں کے کمرے کی طرف بڑھا گیا مگر آفس میں دادا سائیں کے ہمراہ تنویر پاشا کو دیکھ کر وہ خفیف سی ناگواری بھی دبا تا نظر آیا خود تنویر کے چہرے پر اوزان دایب کو دیکھ کر خوفزدہ سے رنگ اترے کیونکہ وہ ان دو کی ہر پیچ حرکت سے واقف جو تھا۔

"آہاں دونوں دوست ساتھ مل کر نتائج کے منتظر ہیں، گڈ۔۔۔کیسے ہیں آپ تنویر صاحب۔۔ آپکو دیکھ کر زرا اچھا نہیں لگا۔۔۔۔ آہاں مائی ہنڈسم گرینڈ فادر للکنگ کول اینڈ ریلکس"

اوزان کا مست سا انداز دیکھ کر فیروز شمشیر بھی قہقہہ لگائے اٹھے جبکہ اوزان کے لیے فوری دادا نے اپنی جھولاتی کرسی روک کر خالی چھوڑی اور اسی طرح تنویر کے ساتھ والی کرسی آ کر سنبھالی، اوزان کو رولنگ چیئر پر بیٹھے خاصا مزہ آیا جیسے یہاں کا بادشاہ وہ ہو، جبکہ تنویر ضرور اسکے سلگانے پر سلگ گیا پر کچھ بول نہ سکا کیونکہ اسکی بھی اوزان دایب کے رعب کے آگے پینٹ گیلی ہونے کا خدشہ تھا۔

"بس اپنی جیت اپنے بہترین یار اور ماہر پوتے کے سامنے دیکھ کر مزہ دوبالا ہو جائے گا۔۔۔ ہاہا ایک تو یہ لوگ انتظار بہت کروا رہے ہیں۔۔۔ صبح کے بجائے شام کر دی۔۔۔ ویسے لاڈلے تمہیں تو پتا ہو گا نتائج کا؟ زرا بتاو یہ

تیسرا بندہ کون ہے؟ مجھے تھوڑا ڈر لگ رہا تھا لیکن پھر اتنے ووٹ خریدے ہیں کہ مطمئین ہو گیا کہ میں ہی جیتوں گا"

دادا کے تجسس پر وہ گھنا میسنا دبا دبا مسکرایا، یہ جھٹکا اسے پیارے دادا کو خود ہی لگتا تب ہی بہترین تھا۔

"وہ دیکھیں سامنے، آپکی جیت کا اعلان ہو گیا دادا سائیں"

اوزان نے انکو جواب دینے کے بجائے سامنے نیوز چینل پر چلتی سرخی میں لکھی جاتی بریکنگ نیوز پر دھیان کرواتے وہیں میز کی سطح پر رکھا ریموٹ اٹھا کر والیوم بڑھائا۔

"آپ سبکو بریکنگ نیوز دیتے چلیں کہ اس بار ممبر آف نیشنل اسمبلی کا الیکشن نہ تو جواد سیال نہ ہی فیروز شمیشر جیت سکے بلکہ اس بار بازی ایک نئے ابھرتے ینگ پولیٹیشن نے جیت لی۔۔جی جناب آج سے نئے ایم این اے تنائج کی بنیاد پر اوزان دایب انصاری ہوں گے۔۔۔۔جی ناظرین ینگ

پولیٹیشن میدان میں آچکے ہیں۔ ہم سابقہ رہ چکے ایم این اے فیروز شمشیر انصاری کو انکے پوتے کے ایم این اے بننے پر مبارکباد دیتے ہیں"

یہ خبر تنویر اور فیروز دونوں پر بمب بن کر گری تبھی تو وہ اپنی اپنی جگہوں سے اس دھچکے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اوزان نے بھی فوری شر انگیز سی مسکراہٹ کے سنگ والیوم میوٹ کیا اور بڑے مزے سے رولنگ چیئر جھولتا ان دو تباہ ہستیوں کو دیکھنے لگا۔

"میری پیٹھ پیچھے وار کیا تُو نے پھر سے حرام زادے"

فیروز شمیشر کسی وحشی بھیڑیے کی طرح اوزان کی طرف اسکی جان لینے کو لپکے پر اوزان نے انکو اپنی گردن تھوڑی دیر دبانے دی جبکہ تنویر خود خوف کے مارے ڈر کر بھاگا کہیں اسکو بھی دبوچ نہ لیا جائے۔

"ارے۔۔۔د۔ا"

اوزان نے یوں مصنوعی سانس گھٹنے کی اداکاری کی کہ وہ جو اسکی جان لینے کے در پر تھے زرا گرفت کمزور کر گئے اور اسی کا فائدہ اٹھاتے اوزان نے انکے ہاتھوں سے اپنی دبی گردن بڑی مشکل سے آزاد کی اور کھانستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یقین نہیں آرہا آپ مجھے مارنے والے تھے، یار سن تو لیں میری بات۔۔۔۔ آپ کی عمر نہیں رہی دادا سائیں کہ سیاسی جھمیلے اور دشمنی مزید سہیں۔ ایم این اے کی سیٹ ہتھیانی مقصد تھا سالوں سے ہمارا وہ تو آگئی انصاری خاندان کے پاس۔۔۔۔ سو غصہ کیوں ہو رہے ہیں۔ آپ کے کچھ کالے دندھے حکومتی اہلکاروں کے ہتھے لگے بس سمجھیں آپکی عزت بچانے کو میں اس گندگی میں گود پڑا۔۔۔ سوچیں اگر آپکی دھاندلی اور کرپشن کھل جاتی تو آپ مزید جتنی زندگی بچی اس کے لیے کسی قسم کے سیاسی عہدے کے لیے تاحیات نااہل ہو جاتے۔۔

بہت افسوس ہے کہ آپ اس غصے کے تحت اپنے اس پیارے پوتے کو ابھی مار ڈالتے"

اوزان کا ایک ایک جملہ اس شخص کا افشار ہوتا خون واپس نارمل کرتا گیا مگر وہ اب اس شاطر پوتے سے سچ میں ڈرے تھے جس نے اس مہارت سے دبوچا کہ وہ پھڑ پھڑا بھی نہ سکے۔

"خبیث، تو ایک بار بتا دے اوزان تو چاہتا کیا ہے۔۔۔ یہ بار بار دھچکے کیوں دے رہا ہے؟ مجھے تجھ سے سچ میں خوف آرہا ہے"

دادا کے چہرے پر اب بھی زردی کھنڈی تھی جبکہ اوزان نے مست سا قہقہہ لگائے انکے نفیس سوٹ پر پڑی سلوٹیں بڑے پیار سے بٹھائیں۔

"آپکو خوف آنا بھی چاہیے دادا سائیں، اس وقت اوزان دا یب تھوڑا بے بس ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ کسی نے میرے بابا کو خودکشی پر اکسایا تھا۔ نام نہیں پتا اس آدمی کا، اور یہ میرے لہجے کا غم و غصہ اس بے بسی کا ری ایکشن

ہے۔۔۔ورنہ آپ تو میرے استاد ہیں۔۔۔سچ میں میں آپکو دھچکا کیوں دوں گا۔۔۔میری توبہ۔۔۔۔بڑے ہیں آپ میرے۔۔۔۔کیا ہو گیا آپ مجھ سے کیوں بے اعتبار ہو رہے ہیں۔۔۔۔"

وہ جس طرح ڈرامائی طرز کا تڑپ کر بولا اسکی زہریلی جگر پاش مسکراہٹ اور نرمی نے بھی شمشیر کی ٹانگیں لرزا دیں، وہ یوں تھے جیسے وہ پوتا نہیں موت کا فرشتہ ہو۔

"تو دایب جیسا بالکل نہیں نکلا اوزان۔۔۔۔۔"

وہ اسے پرے دھکیلتے اپنا پھولتا سانس استوار کیے، زرا زرا کانپتے کرسی پر بمشکل لڑھک سکے جبکہ اوزان نے مسکرا کر زرا انکی طرف جھکتے دادا کی آنکھوں میں آنکھیں جمائیں جن میں نادیدہ آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔

"یس ان جیسا ہوتا تو اللہ اللہ کرتا کسی مسجد مزار یا دربار کو چن لیتا، میں تو آپ جیسا ہوں دادا۔۔۔۔۔ خو بخو آپ جیسا۔۔۔۔ چل دادا سائیں۔ ایم این اے کی کرسی اب بھی آپکی ہے جناب۔۔۔۔۔ میرا تو بس نام ہے۔۔۔۔ نہیں نہیں نہیں ایسے بے اعتبار نظروں سے نہ دیکھیں یار"

اوزان کے اندر جو آگ لگی تھی وہ اسکی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی پھر وہ جتنی مرضی اس نڈھال دادا کو پیار سے تسلیاں دیتا۔

"پرے ہٹ بد بخت۔۔ مجھے تجھ پر اب یقین نہیں۔۔۔ گھر جا رہا ہوں۔۔۔ تو نے مجھے کسی کے سامنے منہ دیکھانے کے لائق نہیں چھوڑا۔۔۔ اس کا تو حساب دے گا"

دایب کا جیسے ہی اوزان نے حوالہ دیا وہ دادا سائیں کے خوف کو بڑھتا دیکھ چکا تھا، اوزان دایب دی کمپلیٹین اگر پاگلوں کا علاج کرنے کا ماہر تھا، دل کے

مریضوں کو زندگی کی طرف لاتا تھا تو وہ پاگل کرنے اور کسی کو بھی دل کا مریض بنانے میں بھی بہت ماہر تھا۔

دادا سائیں جس طرح ڈرتے گرتے پڑتے اس کے خوف سے پیچھا چھڑوا کر آفس سے نکل کر بھاگے، اوزان سے اس اجڑی حالت میں بھی ہنسی روکنا محال ہوئی۔

اور رہی سہی کسر مشائم کی کال نے پوری کی کیونکہ جواد سیال کی ہار نے اس گھر میں بھی شاید کوئی بھونچال لایا تھا۔

"یس بھیا کی جان"

اوزان کے پیار سے پکارنے پر وہ جو المان کے ساتھ ڈنر کے لیے جانے کے لیے ڈریس سیلکٹ کر رہی تھی، تھکا سا مسکائی۔

جبکہ المان یہ نیوز سنتے ہی لاونج میں بابا کے پاس گیا لیکن میشی ڈر رہی تھی۔

"آپ ایم این اے کیسے بن گئے اوزو، آپ نے دادا اور جواد انکل دونوں کو دھول چٹادی۔۔۔اوزو کہیں اس وجہ سے جواد انکل بھی مجھے ہیٹ نہ کرنے لگیں۔پہلے ہی عائشہ آنٹی..."

مشائم کی آواز میں ڈر تھا جو اوزان کو زرا نہ بھایا پھر جیسے وہ کچھ کہتے کہتے رکی اوزان اسکی ادھوری بات بھی سمجھ گیا۔

"کیا عائشہ سیال تمہیں وہاں ٹف ٹائم دے رہی ہیں؟"

اوزان کے کھرے استفسار پر مشائم نے اپنی زبان کو ملامت کی جو بے وقت پھسل گئی۔

"ن۔۔نہیں اوزو پلیز ایسا کچھ نہیں۔تھوڑی سی اینگری تھیں بٹ کیپٹن نے انکو سمجھالیا۔آپ کو تو پتا نہ آج نکاح بھی تھا تو وہ کافی خفا ہیں۔اب جواد انکل بھی ہار گئے تو کہیں مجھ پر ہی نہ برہم ہو جائیں"

مشائم نے اپنی بات سمجھائی لیکن اوزان کی ناگواریت کم نہ ہو سکی۔

"ہمم کوئی تم سے ناراض نہیں ہو گا، المان سیال ہے تمہارے ساتھ سو مجھے ٹنشن نہیں پھر بھی کوئی مسئلہ ہو تو اوزان تمہاری ایک آواز پر موجود ہے۔۔۔رہی بات الیکشن کی یہ بڑوں کی باتیں ہیں میرے بچے، تم ان میں خود کو مت الجھاو"

وہ اوزان کے سمجھانے پر تھوڑی اداس تو تھی پر جانتی تھی اوزان جو کہہ رہا ہے وہی بہتر ہو گا۔

"اوکے لیکن آئی جان کی کال آئی تھی، آپ نے زینو بھابھی کو کیوں اکیلے چاچو اور پنار آپا کے ساتھ بھیجا کوٹ۔ خود بھی جاتے ساتھ پہلی بار جب دلہن گھر جاتی نہ تو اگر ہسبنڈ ساتھ ہو تو وہ پراوڈ فیل کرتی جیسے میں نے کیا"

اوزان کو وہ چھوٹی بہن ہو کر جیسے شرمندہ کر گئی، واقعی جان لیوا تھا، سمجھ نہ آیا کیا جواب دے۔

"میں صبح ہی روانہ ہو جاوں گا، تمہاری زینو بھابھی کو پراوڈ فیل ہو نہ ہو اور بہت کچھ محسوس ہونے والا ہے۔۔۔ خیر پھر بات کروں گا ابھی مجھے کہیں جانا ہے۔ اپنا خیال رکھنا"

اوزان نے اسے غیر واضح سا جواب دے کر بھی بہت خوش فہم کر دیا تبھی تو فون بند ہونے کے بعد وہ جو لائیٹ گرینش میکسی ڈریس کو چوز کیے چہک اٹھی تھی، الماں سیال کے چپکے سے حصار لینے پر ہنسی۔

"تم نے پوچھا وہ زینو کے ساتھ کیوں نہیں گیا؟"

الماں نے اپنی گال میشی کی گال کے ساتھ جوڑے اسے حصارا، الماں کو ابھی تک اصل معاملے کی خبر نہ ہوئی تھی ورنہ اوزان کا رہا سہا گھوما دماغ بھی ٹھیک کر آتا۔

"جی وہ کہہ رہے صبح ہی چلا جاوں گا، آپکو تو پتا وہ جیت گئے سو شاید اسی وجہ سے نہ جا پائے ہوں۔ لیکن مجھے اوزو کی ورڈنگ سے ایسا فیل ہوا جیسے وہ زینو بھابھی کو پیار کرنے کا سوچ رہے ہیں"

مشائم کی خوشی اور امید دونوں نے الماان کے سرد جذبات پر گرد پھیلائی۔

"اگر ایسا ہوا تو بہترین ہو گا، تمہارا بھائی میری نظر میں بھی قابل عزت کہلائے گا"

الماان کے لہجے کی شدت پر وہ اسکے حصار سے نکل کر روبرو ہوئی۔

"الماان آپ نے جواد انکل سے پوچھا، وہ غصہ تو نہیں ہیں؟"

مشائم اس وقت اسکے پیار کرنے پر پرسکون نہ ہوئی تبھی اسکے پر عطر حصار اور مدہوشی میں ڈوبنے کے باوجود بے قراری سے اسکو اس خمار سے نکالا۔

"ہرگز نہیں بلکہ انھیں اوزان کے ایم این اے بننے کی اتنی ہی خوشی ہے جتنی اپنے بننے کی ہوتی، وہ تمہارے دادا کی ناکامی پر اپنے فرینڈز کے ساتھ سیلیبریشن کا پلین بنا رہے ہے اور اوزان کو خود مبارکباد دینے کا بھی سوچ رہے ہے۔۔۔ سو اب تم بھی اداسی سے نکلو اور ڈنر ڈیٹ پر جانے کی تیاری کرتے ہیں"

الماں کی سب باتیں سچ میں مشائم کو ہنسا گئیں تبھی تو وہ پرسکون ہوتے ہی کھکھلادی، کیونکہ محترمہ اسی پر خوش تھیں کہ جواد سیال کی سرد مہری دیکھنے سے بچ گئی ہے۔

..________________________..

"جتنا اس خبیث نے تجھے رلایا ہے اتنا وہ بھی روئے گا تو دیکھنا۔ مت رہو خان بابا کی جان۔۔۔ بس یہ آنسو پونجھ دے"

جب سے وہ آئی تھی خان بابا کے سینے لگی بس روئے جا رہی تھی اور سبکی شکائیت بھی لگا رہی تھی، منشی صاحب خود اکھیاں گیلی کیے اس بچی کے دکھ پر تڑپ گئے جبکہ خان سانول سیال نے ابھی شرمندہ اور اذیت سے بھرے طلال کو کسی نرم نظر سے نہ نوازا تھا کیونکہ طلال کے لیے انکے مہربان دل میں بھی بڑا غبار بھرا تھا اور پنار بھی دادا سائیں کے دوسری طرف بیٹھی سر انکے کندھے سے لگائے ہوئے تھی۔

"ک۔کیسے نہ رو خان بابا، بابا کیوں گ۔۔گئے مجھے چھوڑ کر۔۔۔انکی زندگی میں کسی کی مجال نہ تھی کہ زینو کی آنکھ بھی نم کرتا۔وہ گئے تو تکلیف بہت بڑھا گئے خان بابا۔م۔۔مجھے میرے بابا لا دیں پلیز۔۔۔۔"

اس کی ہچکیاں، سسکیاں اس وقت طلال کا سالم جگر چبا رہی تھیں جبکہ خان بابا کی سرد غصیل نگاہ کچھ فاصلے پر نگاہوں کے سیدھے حصار میں کاوچ پر بیٹھے طلال کو ویسے ہی احساس ندامت کی دلدل میں دھنسا رہی تھی، طلال

یہ سب صبر کیے برداشت کرنے پر مجبور تھے کہ اس بچی کو ایک دم بتا بھی نہ پا رہے تھے کہ وہ اسکے بابا ہیں۔

اور زینیش کیا مان جاتی؟ ہرگز نہیں۔

اس نے جتنی محبت یعقوب حیدر سے پائی اسے طلال بھی نہ دے سکتے تھے۔

"میں ہوں نہ تیرا بابا، کملی جھلی نہ ہو تو۔۔۔۔ میرا بس چلتا تو میں اس نمنانے کو جانے ہی کب دیتا۔ اپنی زندگی دے کر اسکی صحت اور سانس ملتی تو تیرے خان بابا یہ سودا کر لیتے پتری پر ایسا ممکن نہیں ہے۔

بس کر میری لاڈلی۔ اتنے دن بعد آئی ہے اور مجھے رلا رہی ہے۔ دیکھ بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اب دکھ برداشت نہیں ہوتا۔ تُو تو کلیجہ ہے خان بابا کا"

خان سانول سیال کی محبت، انکے لاڈ، شفقت، انکا لمس زینو کو کیسے سکون دیتا کہ اسے تو اپنا اوزان سے روٹھنا رلا رہا تھا اور جانتی تھی چاہ کر بھی اب اوزان کے لیے کوئی رحم نہیں دیکھا سکے گی۔

"م۔۔میں واپس نہیں جاوں گی خان بابا، اگر آپکو زینو بوجھ ل۔۔لگی تو بتا دیجیئے گا۔میں کہیں دور چلی جاوں گی پر اب میں ا۔۔انکے پاس نہیں جاوں گی۔۔۔۔مجھے مت بھیجیے گا"

وہ جس طرح روتی ہوئی سسک کر التجاء کر رہی تھی خود خان بابا برداشت نہ کر پا رہے تھے۔

"تو کس نے کہا ہے تو اب کہیں جائے گی؟ تو میرے پاس رہے گی۔جس نے میری زینو کو لے جانے کی کوشش کی اسکا سینہ نہ چیر دوں۔۔۔۔مت رو پتری۔۔۔تجھے کوئی اب مجبور نہیں کرے گا۔۔۔"

خان بابا کے ان جملوں نے زینیش کے آنسووں کی شدت میں کمی کی تو وہ ہتھیلی کی پشت سے گال رگڑے انکے سینے سے سر اٹھائے بیٹھی۔

"پکا نہ؟ ا۔۔اگر وہ لینے آئے تو آپ انکو ڈانٹنا۔۔۔کہنا میں اب تم کو زینو نہیں دوں گا۔۔۔۔وعدہ کریں"

وہ جس طرح تڑپ کر وعدہ مانگ رہی تھی، خان سانول سیال نے بنا دیری کے لیا کہ کسی بہانے اس بچی کی نکلتی جان بچا سکیں۔

پنار اور طلال کے دل کی ایک سی آزردہ کیفیت تھی۔

"آئے زرا اسکی ٹانگیں نہ سیک دیں تو میرا نام خان سانول سیال نہیں۔۔۔ تجھے اب ہتھ بھی لگا کر دیکھے زرا، اسکی گچھی مڑور دے گا یہ سانول سیال۔۔۔ آیا بڑا مغرور کمیلئین۔۔۔۔۔وڈا شودا"

خان سانول دانستہ آخر تک جیسے منہ بنا کر بگھڑے، وہ روتی جیسے مسکرائی لگا سیال حویلی میں بہار آگئی ہو، پنار، طلال، جلال اور خود سانول سیال کی رکی دھڑکنیں اس مقدس مسکراہٹ کے سبب بحال ہوئیں ورنہ وہ مزید روتی تو کسی کی جان لے جاتی۔

"میری جند جان مسکرائی تو سہی، بہت یاد کیا تجھے خان بابا نے۔۔۔ میری سوہنی۔۔۔ میرے یعقوب اور آلایہ کی امانت"

وہ پھر سے اسکی پیاری موہنی صورت تکتے مسکرائے اور اسکا سر چومے پھر سے سینے سے لگا گئے جبکہ طنز کا تیر انہوں نے جو طلال انصاری کے سینے پر چلایا اس سے اس مجبور شخص کا سانس لمحہ بھر تھما اور پنار نے بھی دادا سائیں کا اشتعال سا محسوس کر لیا۔

کچھ دیر جب وہ اپنے دل کی ساری تکلیف آنسوؤں کے سنگ نکال بیٹھی تو قرار پھر سے ہوا ہوا تو وہ اٹھ بیٹھی۔

"مجھے گھر جانا ہے خان بابا"

زینو یہاں بے سکون تھی پر اب وہ اسے کیسے بھیجتے کیونکہ اب یعقوب نہیں تھا وہاں۔

پنار نے بھی فکر مندی سے زینو کو دیکھا۔

"وہاں اکیلی کیا کرے گی پتری، تو اب سے خان بابا کی بیٹی ہے۔۔۔۔ تیرے گھر کی دیکھ بھال نظیرا کرتا رہتا ہے۔ فکر نہ کر"

وہ انکی محبت پر مشکور تھی پر اسے اس گھر میں بابا اور ممی کی خوشبو چاہیے تھی۔

"میں کچھ دیر وہاں جانا چاہتی ہوں، وہاں بابا اور ممی کی خوشبو ہو گی۔۔ م۔۔مجھے سکون ملے گا۔۔ پلیز خان بابا مجھے جانے دیں"

وہ پھر سے رو دی تو خان سانول سیال نے اسکا اصرار مانتے پنار کو اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے جاہو آپنار کے ساتھ لیکن آجائیں جلدی۔ پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ میں نے تیری پسند کی ساری ڈشیں بنوائی ہیں۔۔۔ جاپنار پتر لے جا اسے، دل ہولا ہو اسکا"

دادا کی تاکید پر وہ فوری بے کل سی اٹھی اور ہاتھ بڑھا کر اپنے روتو بیبے بچے کو بھی اٹھایا۔

"ٹھیک ہے دادا سائیں ہم ہو کر آتے، سب وے کا بھی چکر لگائیں گے زینو کا دل خوش ہو گا۔۔۔ چلو میرے بیبے روتو کاکے۔۔۔۔۔"

پنار نے مسکرا کر روتو سا منہ بنائے زینو کی گال دباتے لاڈ سے چھیڑا اور اسکا ہاتھ پکڑے وہ سیال حویلی کے ہال سے نکلی۔

"خان بابا۔۔۔"

اس سے پہلے طلال کچھ کہتے، خان سانول سیال نے سرد مہر سے نگاہ ڈالے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیے اس شخص کو خاموش ہو جانے کی تنبیہہ کی۔

"نہیں طلال انصاری، آج تیرے بولنے کی تُک ہی نہیں بنتی لہذا ایک لفظ بھی کہنے کی کوشش نہ کریں۔ آج صرف میں بولوں گا اور تو سنے گا۔"

وہ انکی ناراضگی اور حقارت پر جبراً بے بسی کی مورت بنے سر ہلا گئے جیسے ہر سزا کے لیے تیار ہوں، جلال نے بھی دونوں کو تنہائی دینے کو خود کھانے کا انتظام دیکھنے کا بہانہ کیے اکیلا چھوڑا اور اس وحشت خیز خاموشی میں ڈوبے ہال سے باہر نکل گیا۔

..________________..

"پنار کا نمبر دو مجھے "

وہ رات کی سیاسی پارٹی اور یہ مبارکبادیں وصول کرنے جانے والا تھا مگر حویلی آکر ایک بار بپھرے دادا کی حالت پر نظر ثانی ضروری تھی اور جب وہ دیان سے آکر بولا تو دیان جو باہر ٹی وی لاونج میں ہی صوفے پر اوندھا لیٹا میچ دیکھ رہا تھا، کرنٹ کھائے اٹھ بیٹھا۔

"I don't get it "

دیان کی حیرانگی پر اوزان کو الٹی تپ چڑھی، خوبصورت چہرے کے خدوخال تنے۔

"کیا فارسی بولی ہے جو سمجھ نہیں آئی، کچھ کام تھا تمہاری منکوحہ سے "

دیان اسکے ڈپٹنے پر منہ بگھاڑے اٹھا، وہ تو ایم این اے صاحب کو مبارک دیتے بھی ڈرا کہیں ایک گھوما کے کان کے نیچے ہی نہ دے دیں کہ فضول کی مبارک واپس لو۔

"وہ دو دن تک مجھے اویلیبل نہیں تو آپکو کہاں سے ہو گی پنار کے جیٹھ صاحب جی"

دیان بھی کسی کے کم تھوڑا تھا، نمبر دینے کے بیچ بھی زچ کرتے ہوئے زبان چلانی نہ بھولا تبھی تو اوزان نے اسکے ہاتھ سے فون چھپٹ کر خشمگیں گھوری دی۔

"ویسے لالہ یہ الیکشن جیتنا وہی افہیم کی پھکی تھی نہ جسکا آپ نے ذکر کیا۔۔۔ہاہا ویسے ہنسنا نہیں چاہیے، داداسائیں کمرہ لاک کر کے بیٹھے جب سے آئے۔ کہیں اپنے ساتھ کچھ کر نہ لیں۔۔ جیسے بھی ہیں دادا ہیں"

دیان کو مزاق کرتا دیکھے اوزان نے پنار کا نمبر اپنے فون میں سیو کیا اور دیان کی بتیسی پر نگاہ ڈالنے کے بیچ اسکا فون اسکے ہاتھ میں اسی خفگی سے تھمایا۔

"ابھی ان میں وہ وحشت جنریٹ نہیں ہوئی کہ اپنی جان لے سکیں۔ تم ان معاملات سے خود کو ایک طرف رکھو دیان۔ تمہاری آسان اور ستھری

زندگی ہے۔ میں نہیں چاہتا اس میں کوئی بھونچال آئے۔ اپنی زندگی مزے سے جیو، پر فیشن انجوائے کرو اپنی اور پنار کی زندگی کو مزید خوبصورت کرنے پر دھیان دو لیکن دادا کے معاملے میں اپنے الفاظ اور عمل پر گہری توجہ دو۔ سمجھ گئے۔۔۔۔"

وہ اوزان کے تنبیہہ اور تاکید سمجھ بھی گیا اور سمجھتے ہی جیسے اوزان سے گلے لگا، اس پتھر کے ٹیلے نے بھی چہرے کی سرد مہری کم کی۔

"تھینک یو لالہ، مجھے ہمیشہ اچھی تاکید کرنے کے لیے۔۔۔ میں انکی بہت عزت کرتا تھا، ممی بابا کے ساتھ جو کیا اسکے باوجود لیکن اب میرے دل سے وہ اٹھتے جارہے ہیں۔ خاص کر میشی والا معاملہ ہوا جب سے۔۔ میرا معاملہ بھی نجانے کیسے سیٹ ہو گیا شاید آپکے دباو کا اثر ہے ورنہ ایسا کبھی ممکن نہ تھا۔ آج بھی اگر نکاح دیر سے ہوتا تو رکاوٹ ڈال چکے ہوتے کیونکہ وہ یہ سب کبھی نہیں چاہ سکتے۔

میں پوری کوشش کروں گا کہ اپنے الفاظ اور عمل سے انکے بڑے ہونے کا تقدس پائمال نہ کروں"

دیان اسکی بات سمجھتا تھا تبھی اسے دیان کا ساتھ دینے میں خوشی بھی محسوس ہوئی۔

"جو ہے ابھی دل میں رکھو دیان، وقت تمہیں بھی اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع ضرور دے گا۔ مجھے خوشی ہے تم نے اپنی محبت پالی۔ اور میری بات بھی سمجھی۔ پنار سے زینو کی خیریت پوچھنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ مجھ سے ناراض ہو کر گئی ہے سو اسے کال کرنا بیکار ہو گا۔۔۔۔ سی یو"

اوزان نے اسکو سراہا بھی اور آنکھیں چراتے وجہ بھی بتا گیا جس پر دیان دبی دبی مسکراہٹ کے سنگ واپس صوفے پر لام لیٹ ہوا۔

"لگتا ہے زینو بھابھی پورے پر تپاک انداز میں اس کمپلیئن کے دل میں دھڑکنے لگی ہیں، تبھی تو ناراضگی تک برداشت نہیں ان

سے۔۔۔ آہاں۔۔۔ تو محبتوں کی میٹھی میٹھی کہانیاں شروع ہونے والی ہیں۔۔ ساؤنڈ گڈ"

اسکا موڈ جو پنار سے کوئی لفٹ نہ ملنے پر بگھڑا تھا کمپلیئین کے بدلتے جذبات کی بریکنگ نیوز نے بہت سہانا کر دیا اور جب ایزل مریم نماز ادا کیے وہیں لاونج میں آئیں تو دیان نے انکا ہاتھ پکڑے روکا بھی اور اٹھ کر بیٹھتے انکو ساتھ بٹھاتے جب اوزان سے اپنی ہوتی بات سرگوشیانہ انداز میں بتائی تو وہ جس طرح ہونق ہوئیں، انکے تاثرات کنول کی نظر سے چھپے نہ رہ سکے جو حویلی میں چھائی ہولناک چپ پر کونوں کھدروں میں کھٹمل بن کر منڈلا رہی تھی۔

"یہ دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہیں، ادھر بابا جانی کو الیکشن کی ہار کا زور کا جھٹکا دھیرے سے لگا، اور انکے ناگہانی عتاب سے تھر تھر کانپنے کے بجائے انکے چہرے اتنے ترو تازہ۔۔۔! یار اب کیسے پتا لگواوں اندر کی بات۔۔۔

وہ زینو منحوس تو چلی گئی ساتھ طلال کو بھی لے گئی۔۔۔۔اف کنول یہ دو دن اس بندے کے بنا کیسے گزریں گے"

کنول کی شیطانی خصلت اسے اکسا رہی تھی کہ سو بولے لیکن کنول کی عادتوں سے سب واقف تھے سو سرگوشیاں ہی مناسب تھیں۔

وہیں اوزان نے دادا سائیں کو آج مزید نہ چھیڑا اور ایم این اے کے الیکشن کی جیت کے سبب سیاسی رہنماؤں اور پارٹی کے لوگوں کے ساتھ اسکا گرینڈ آفیشل حکومتی ڈنر تھا جس میں کچھ سیاسی امور زیر بحث آنے تھے۔

اوزان کو سیاست سے نفرت تھی لیکن یہ رنگ بھی اسے بدلنا پڑا کیونکہ اسے بابا کی خودکشی کے حقائق تک پہنچنے کے لیے اس گندگی میں اترنا ہی تھا ورنہ یہ سیاست، یہ کرسی، اقتدار اسکے پیروں کی دھول جیسا تھا۔

ہاں جب تک وہ ایم این اے تھا، عوام ضرور عیاشی کرنے والی تھی۔

پنار سے اس نے بات کو اس ڈنر کے بعد رکھا جبکہ مشائم نے بھی الماں کے ساتھ بہت خوبصورت جگہ ڈنر کیا اور آج اسے بھی اچھے سے کیپٹن الماں سیال کی وائف ہونے والا غرور ملا۔

الماں کے بھی بس دو تین دن تھے پھر اسکی بھی واپسی تھی، اور واپسی اسکی اس بار لاہور کے کیمپ نہیں بلکہ خنزہ کی طرف تھی، جہاں کچھ نئے مشن ترتیب دیے جا چکے تھے اور الماں کو جاتے ہی جوائنگ دے کر اپنا کام اور فرض سنبھالنا تھا مگر وہ چاہتا تھا جانے سے پہلے اسکے اور مشائم کے بیچ کم از کم یہ بے جا فاصلے مٹ جائیں تا کہ اگلی بار جب واپسی ہو تو وہ ایک دوسرے کو ایک دوسرے کی محبت بن کر ملیں۔

لیکن اب دیکھنا یہ تھا کہ مشائم اتنے سے وقت میں کیا اس قدر بہادر اور مضبوط تھی کہ وہ الماں سیال کے لیے خوشی کے بعد اسکا سکون بنتی۔

"مجھے دیکھتے رہیں گے یا کچھ کھائیں گے بھی"

بلڈی ریڈ میکسی میں وہ ویسے ہی سیدھی دل میں اتر رہی تھی، المان کو تو ابھی سے اس لڑکی کے علاوہ سب دیکھائی دینا اور سنائی دینا بند ہو چکا تھا۔

"آنکھوں کی بھوک تو تمہیں دیکھنے سے ہی مٹے گی، پیٹ تو کب کا بھر گیا۔ تمہیں اتنا سجنا نہیں چاہیے تھا وہ بھی رات کے اس پر فسوں لمحے"

وہ خود بھی آج کمپلیٹ بلیک میل گروم سے اوٹ فٹ میں کسی پر بھی اپنے سحر پھونکنے کا ماہر بنا جچ اور سج رہا تھا۔

مشائم کی پلکیں حیا کی حدت اور المان کی بے خودی پر زر الرزاں خیز ہوئیں، جو یوں سر عام اس قدر لٹ اور فدا ہوتے تیور لیے بیٹھا تھا وہ اکیلے میں کہاں آج حدوں کا خیال رکھ پاتا۔

"مجھے لگا پہلی باریوں آفیشلی ڈنر پر آیز آ وائف جا رہی تو بہت اچھی لگوں۔ کیپٹن آپ مجھے ایسے مت دیکھیں مجھے شرم آ رہی ہے۔ یہاں کچھ اور بھی

کپلز ہیں۔۔۔۔وہ کیا سوچیں گے کہ کیپٹن کی بیوی انکو گھر میں تاڑنے نہیں دیتی جو یہاں ٹکٹکی باندھے بیٹھے ہیں"

مشائم نے جب نظر اطراف میں گمائی تو اکا دکا جو ڈنر کے لیے کپل تھے وہ یا تو ہنس رہے تھے ایک دوسرے کے ساتھ یا سنجیدگی سے ڈنر کر رہے تھے جبکہ یہاں معاملہ ہی معنی خیزی سے اٹا ہوا تھا۔

"تو کب تاڑنے دیتی ہو اس مسکین کیپٹن کو، جیسے ہی میں سیریس ہوتا ہوں تم تھک جاتی ہو"

المان سیال میں بھی منہ پھٹ ہونے کے تھوڑے جراثیم تھے جبکہ وہ یوں گھوری جیسے اس ناحق الزام پر بلبلا گئی ہو۔

"توبہ توبہ، ابھی یہ آپکا جیسے ہی ہے؟؟؟ جھوٹ تو مت بولیں۔ اتنے سے دن میں آپ نے مجھے ہلکی پھلکی ڈوز سے ہی گرل سے لیڈی لیڈی بنا کر رکھ دیا۔ اوپر سے آپکی شکائیت اور فرمائش۔۔۔۔فیل ہوگئی نہ تو آپکے سر تھوپوں

گی۔۔ویسے بھی لاسٹ سمیسٹر ہے۔اسے خیر وعافیت سے ہونے دیں ورنہ کیپٹن کی فیل بیوی ہے یہ سننا پڑے گا آپکو"

مشائم نے دہل اٹھتے فوری پنجے لڑائے جبکہ المان کے ہونٹوں کو شریر سی بے خود مسکراہٹ چھو کر گزری۔

"پرسوں شام کو واپسی ہے میری، پھر نہ شکائیت ہو گی نہ فرمائش۔۔۔ صرف تمہاری اتوسی صورت ہو گی جس پر بارہ بجے ہوں گے۔۔۔اور زبان پر ایک جملہ کہ میں آپکو بہت مس کر رہی ہوں کیپٹن۔۔۔میرے پاس آجائیں"

المان نے اسے اپنے جانے کا بتا کر جو آلارم دیا وہ سمجھ رہی تھی پر اس وقت وہ بہت افسردہ ہوئی، دل تو المان کو نظروں سے اوجھل ہونے دینا سرے سے چاہتا ہی نہ تھا۔

"تو جب میں آپکو بلاوں گی آپکو آنا ہو گا۔۔مجھے نہیں پتا۔۔ آپ کیپٹن ہیں اور آپکی سب سے زیادہ ضرورت مشائم کو ہے۔مجھے جانے کا بتا کر بلیک میل نہ کریں۔۔"

مشائم نے بھلے منہ پھلا کر اسکی دھمکی سن لی لیکن الماں اسکی آنکھوں میں پھیلی نمی با آسانی دیکھ چکا تھا۔

"کیپٹن الماں سیال تمہارے بلانے پر نہیں آپائے گا، گھر پہنچنے تک تمہارے پاس بہت سا ٹائم ہے چلی ملی۔ تم سوچ لو مجھے اپنی محبت میں ڈالے بنا واپس بھیجنا ہے یا اپنا دیوانہ کر کے۔۔۔۔۔"

وہ بہت چالاکی سے مشائم کے اندر کی بے تابی ابھارنے کا جو کام کر رہا تھا اس میں کامیاب تھا، وہ بہت الجھی ہوئی لگی جیسے مشکل میں پھنس گئی ہو۔

"امم دونوں کا فائدہ اور نقصان بتائیں پہلے"

نظر جھکا کر وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"اگر تم نے مجھے اپنی محبت میں ڈالے بناواپس بھیج دیاتواپنے آپ سے ایک اضافی جنگ چھڑ جائے گی، بہت خطرناک۔یعنی اداس رہوں گا۔۔۔۔ جبکہ دیوانہ کر کے بھیجو گی تو ممکن ہے تمہیں اور خود کو اداسی سے نکال پانے کی کوئی ترکیب نکال لوں۔۔۔۔۔۔"

وہ الماان کو دیکھ رہی تھی جو بہت سنجیدہ تھا، اس شخص کا تقاضا بے جانہ تھا لیکن مشائم کے لیے بہت زیادہ اور جلدی تھا، وہ خود اپنی کیفیت سے پریشان تھی، الماان کے روبرواپنی حالت یاد تھی اسے، مزید الماان کے بڑھتے قدم سہنے کی اس میں ایبلٹی تھی یا نہیں وہ اسی کو سوچ کر ہلکان تھی۔

"آپکو مجھ سے صرف تھوڑا سا پیار کر کے محبت نہیں ہو سکتی کیپٹن؟"

وہ جو اخیر سنجیدہ تھا، مشائم کے اس سوال پر سچ میں مسکرادیا اور اپنے ارادے بھی بدل ڈالے۔

"ٹھیک ہے تمہارے لیے یہ بھی کروں گا، اگر تم ابھی اس سب کے لیے تیار نہیں تو میں تمہیں فورس نہیں کروں گا۔ بس اپنی خواہش بتادی ہے تمہیں تاکہ میری طرف سے تمہیں کبھی کسی مشکل کا سامنا نہ ہو۔۔۔ سمجھ گئی؟"

وہ اسکو اپنے ان چند جملوں سے پر سکون کر چکا تھا تبھی تو وہ ہنس دی، بلکہ کھکھلا اٹھی۔

"تھینکیو"

وہ بولی مگر شرم و خفت کے غلبے نے آواز لرزا دی جبکہ دبی دبی مسکراہٹ دیے مسرور سے الماں نے بھی مشائم کی اس نئی کیفیت سے بہت آسودگی پائی، وہ ہرگز بے قرار نہ تھا پر چاہتا تھا ہو جائے، کیونکہ وہ مشائم سے محبت میں بندھ چکا تھا۔

..________________________..

"ایک بار بھی تجھے خیال نہیں آیا طلال انصاری کہ جسے بہت مان سے نکاح میں لیا تھا، محبت کا اقرار کرکے۔ محبت کے دعوے کرکے وہ کبھی تیرا سر بھی نہ جھکنے دیتی اور تونے اسے بدکردار مان لیا۔۔۔۔ تیرے کلیجے میں تب ایسا دل نہیں تھا، پتھر تھا۔۔۔۔ جس حال میں یعقوب اس اجڑی، برباد ہوئی محبت کی میت کو روچکی آلایہ کو واپس لایا تھا، باخدا وہ منظر اچھے اچھوں کی جان لے لیتا"

خان سانول سیال کی آنکھیں آبدیدہ تھیں تو دل ماضی کے ان کربناک دنوں کے سبب پھٹ رہا تھا۔

"وہ مرجاتی، بلکہ تونے اور تیرے باپ بھائی نے اسے مار دیا تھا۔ یہ تو زینو کی زندگی تھی کہ آلایہ کے پھٹے دل پر پیوند لگ گیا۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت اسے جینے پر مجبور نہ کرسکتی تھی۔ بہت محبت کرتی تھے گڑیا تجھ سے کمبخت تبھی تو اس نے تیری اولاد کو اپنی کوکھ میں جگہ دی۔ اسے نوماہ کی اذیت کے باوجود اپنی قطرہ قطرہ زندگی دی۔ ڈاکٹرز کہتے تھے بچے کا بچنا ایک موجزے

سے کم نہ ہو گا، اور میں سوچتا تھا گڑیا سے اگر یہ ایک سانس لینے کا سبب بھی چھن گیا تو وہ تو مر جائے گی۔۔۔ دنیا جہاں کی درباروں پر گیا، منتیں مانگیں۔ پھر وہ آئی miracle child بن کر، آلایہ کو اس دن میں نے آخری بار مسکراتے دیکھا جب اسکے ہاتھ میں وہ ننھی سنہری آنکھوں والی پری تھمائی گئی۔ پھر تو نو دس سال جتنا وہ جی، موئی دل کی بیماری نے مسکرانے کی ہمت ہی نہ دی۔۔ لیکن اس نے زینو کے بچپن کو بادشاہوں کے بچوں سے بھی زیادہ خوبصورت بنایا۔ وہ زینو کا سایہ تھی اور یعقوب ان دو کا۔۔۔

اس ایک حادثے نے میرے یعقوب کی دنیا اجاڑ دی، وہ درویش بن گیا، جسکی ہر طلب ہر چاہ مر گئی۔

اس نے آلایہ سے براہ راست کبھی بات نہ کی، شام ہوتے ہی وہ گھر سے نکل کر میرے ڈیرے آجاتا۔ زینو کو کبھی پتا چلنے نہ دیا کہ یعقوب اور آلایہ کے بیچ تعلق نہیں بلکہ وہ آلایہ کا دوست بن کر رہا جس سے زینو کو کبھی عجیب نہ

لگا کہ اسکے ممی بابا دوسروں کی طرح ایک ساتھ کیوں نہیں رہتے، کیوں نہیں سوتے۔۔۔۔

آلایہ نے جب پیار اور لاڈ سے زینو کے ساتھ دس سال گزارے، وہ تھے تو خوبصورت پر زینش کو بزدل بنا گئے۔ اسکی ماں اسے پروں میں چھپا کر رکھتی، کہ زینو پر کسی دھول کا اثر بھی نہ ہو۔۔۔۔ زمانے کی تپش تو گڑیا نے اسکے حصے کی بھی ساری سہہ لی۔۔۔۔

ہم نے الایہ کو بہت سمجھایا کہ وہ ہمیں اس سب کو ٹھیک کرنے کی اجازت دے پر وہ مجھے اپنی قسم دے کر چپ کروا دیتی تھی۔

جو ظلم تو نے اس پر کیا اسکے پاس وہ تجھے اپنے قابل نہیں سمجھتی تھی نہ اس کے کہ تو اپنی اولاد سے کبھی مل پائے، تبھی تو وہ مرتے ہوئے بھی قسم دے گئی کہ زینو کو اسکے باپ کے پاس نہ بھیجا جائے صرف اس صورت جب اسکے سر سے اسکے منہ بولے بابا یعقوب کا بھی سایہ نہ اٹھ جائے۔۔۔۔

اور یعقوب کے سینے پر بھی بڑی بھاری سل تھی، اس نے مرنے سے پہلے مجھ سے منت کی کہ کسی طرح میں زینو کو اسکے باپ تک پہنچادوں۔۔۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا زینیش کو اسکے بعد اگر کوئی سنبھال سکتا ہے تو وہ تو ہے بے حس۔۔۔ پھر اوزان کے بارے میں بھی وہ جانتا تھا کہ وہ تم جیسا خود غرض نہیں۔۔۔ اسی امید پر کہ اوزان تبدیلی لائے گا میں نے اپنے یعقوب کا کلیجہ اوزان کے سپرد کیا پر وہ بھی اپنے دادے کی تربیت کے زہر سے مکمل اپنا دامن نہ بچا سکا۔۔۔ زینو کو جو تکلیف دی اسکا حساب دیے بنا وہ مجھ سے نہیں بچ سکتا"

خان سانول یہ سب کہہ کر خاموش ہوئے تو نظر اس عادی مجرم پر ڈالی جس کا دل آلایہ کی تکلیف، اسکی اذیت اور پھر سزا پر پھٹ رہا تھا، وہ اجڑا ہوا شخص خالی ہاتھ بلک رہا تھا۔

"اب تو بتا، صفائی ہے تیرے پاس کوئی؟ کیوں تو نے اپنے باپ کو نہیں روکا۔۔۔ دایب انصاری کو اس جانور نے اپنے جیسا بنا دیا۔ تجھے ورغلایا گیا

لیکن کیا تیرے پاس دل نہیں تھا طلال انصاری؟ اور اس دل میں الایہ نہ تھی؟۔۔ مجھے پتا ہوتا نہ میرے یار درید انصاری کی بیٹی کے ساتھ وہ فیروزیہ کرے گا تو میں اسے اپنی بیٹی بنا کر یہاں لے آتا پر درید اسے فیروز کے سپرد کر گیا اس امید پر کہ چلو اپنے خون کے رشتوں میں بس جائے گی۔۔۔ پر فیروز کی خصلت نہ بدلی۔۔۔ درید کی بیوی کو دراصل فیروز چاہتا تھا پر انکے والد گرامی نے فیروز کی پسند اٹھا کر اپنے دوسرے بیٹے درید کو دی اور فیروز کا نکاح زبردستی جنت بی بی سے کیا۔۔۔ یہ اسی کا ساڑھ نکالا تیرے باپ نے۔۔۔ اس بچاری آلایہ سے"

اس وقت طلال کا دل چاہا وہ اپنے دل کو خود روک دیں، نبضیں اکھاڑ پھینکیں اور اس باپ نامی درندے کا بھی گلا نوچ دیں۔

"میرے پاس کوئی صفائی نہیں خان بابا، بابا سے زیادہ دایب لالہ پر یقین تھا مجھے۔ بابا کی تو میں نے کبھی سنی تک نہ تھی تبھی تو انکی لاکھ مخالفت کے گڑیا سے نکاح پر مجبور کیا لیکن مجھے کیا پتا تھا وہ میری اس ایک خطاء پر میری،

دایب لالہ اور گڑیا تینوں کی زندگی موت سے بدتر کر دیں گے۔۔۔۔ دائب لالہ ہی وہ فرد تھے جو پہلے اس کمرے میں داخل ہوئے اور پھر مجھے، بابا اور ایزل بھابھی کو بلا کر لائے۔۔۔۔۔"

وہ اپنے کرب پر سسک اٹھے۔

"اب سمجھ آئی تجھے کہ دایب نے خودکشی کیوں کی۔۔۔ اس روز آلایہ اور یعقوب پر جو نیند تھی وہ سازش تھی۔۔۔۔۔۔۔ اس حادثے کے کچھ دن بعد ہی اس بدبخت دایب نے میرے سامنے اپنے جرم کا اقرار کیا اور میں نے اسے اپنی فرزندی سے بے دخل کرنے کی سزا دی۔ اسے الایہ اور طلال کے بچے کا پتا چل گیا تھا، ڈی این اے بھی کروایا لیکن تب تک اسکے خبیث باپ نے الایہ اور یعقوب کو بدنام کرنے کے ساتھ انکی اولاد کو بھی ناجائز کہنا شروع کر دیا حالانکہ دایب کے پیچھے اس نے جو چھان بین کو لوگ بھیجے وہ بھی سچائی جان گئے یعنی تیرا باپ بھی جانتا ہے کہ الایہ بے قصور تھی اور طلال کے بچے کی ماں بھی بننے والی ہے پر جب وہ وارث کے بجائے بیٹی ہے

یہ علم ہوا تو اس نے اسے بھی الایہ کی طرح اچھوت ہی سمجھا۔ اور پھر اس نے بتایا کہ یہ سب اس نے بابا کے دھمکانے پر کیا، کہ اگر وہ یعقوب اور الایہ کا چکر ثابت کرے تو طلال آلایہ کو طلاق دے گا اور پھر میں گڑیا سے شادی کر کے اپنی محبت پاوں گا۔۔۔ لیکن خان سانول سیال نے بھری پنچائت میں اسکو تڑپنے کی سزا دی۔۔۔۔۔ اور یہی سب اسکی جان لے گیا۔۔۔ میں جانتا ہوں دائب میری ناراضگی نہ سہہ پایا لیکن میرے پاس اسکے لیے کوئی رحم نہ تھا۔۔۔"

وہ مزید کچھ نہ سن سکے، تبھی تڑپ کر خان بابا کو دیکھنے لگے۔

"بس کریں خان بابا، رحم کھائیں۔۔۔۔ میں تو خود پچیس سال سے جہنم میں جل رہا ہوں۔۔۔ لیکن اب بابا کو اسکا حساب دینا ہو گا۔ انہوں نے صرف دایب کی جان نہیں لی، میری اور آلایہ کی بھی لی۔۔۔۔۔ مجھے جو مرضی سزا دیں لیکن اب مجھ سے میری بیٹی مت چھینیے گا۔۔۔۔ پلیز"

وہ اب صرف زینیش کے لیے تکلیف میں تھے۔

"اسے تجھ سے چھیننا ہوتا تو یعقوب کی آخری خواہش کیوں پوری کرتا، کیوں اپنے الماں کی خواہش اجاڑ کر اسکی خوشی اٹھا کر ایک بے حس کے حوالے کر دیتا۔ میں جانتا ہوں تیری اذیت پر گڑیا اور یعقوب کی لافانی تھی۔ تیری، دایب کی۔۔۔ سب کی تکلیف جانتا ہوں لیکن میرے دل میں اب تم لوگوں کے لیے رحم نہیں ہے۔۔۔ اوزان تھا ایک تم سب سے الگ۔۔۔ وہ بھی سنگدل ہو گیا۔۔۔ اب اچھا ہے زینو میرے پاس ہی رہے، اسے کوئی تکلیف پہنچی تو میں آلایہ اور یعقوب کو کیا منہ دیکھاوں گا"

خان سانول اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھے پر طلال اب زینو سے الگ ہونے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

"میں زینو کو یہ سب بتاوں گا، اپنے گناہ تسلیم کروں گا خان بابا۔ وہ اس پر مجھ سے نفرت کرے، لڑے، چیخے سب برداشت کروں گا لیکن میں اب اپنی

بیٹی کو کھو نہیں سکتا۔۔۔ الایہ تو اللہ نے مجھ سے میرے گناہ پر چھین لی لیکن اسکی خوشبو میرے پاس رہنے دیں۔۔۔ میرے خالی دامن پر رحم کھائیں۔۔۔۔۔ پلیز"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جس طرح خان بابا کے قدموں میں بیٹھے رو دیے خود اس بڑے دل والے کا کلیجہ کٹا۔

"ٹھیک ہے تو کوشش کر لے لیکن یاد رکھیں زینو کی ضد اور غصہ پتھر تک میں شگاف ڈال دیتا ہے، وہ جتنی نرم ہے نہ ناراض ہو کر اتنی ہی بری ہے۔۔۔ اگر تیرے میں یہ طاقت ہے کہ تو آلایہ کی اس خوشبو کو سنبھال سکتا ہے تو دی اجازت تجھے۔ آلایہ کے صدقے۔۔۔۔ کر لے دو دن اپنی کوشش لیکن پھر جو زینش کا فیصلہ ہو گا تجھے تسلیم کرنا ہو گا"

وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتے تھے کیونکہ زینو کی ضد کی جھلک طلال دیکھ چکے تھے۔

"شکریہ خان بابا"

وہ انکا ہاتھ تھامے بوسہ دیتے زخمی سا مسکرائے تو خان سانول سیال کو بھی اس بلکتے سسکتے طلال پر رحم آیا، ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو صاف کیے۔

" جا کر ہتھ منہ دھو لے، اٹھ شاباش۔۔۔۔ حوصلہ کر۔۔۔۔ پیڑے گناہ ہتھوں ہوئے ہوں پتر تو تلافی بھی اتنی ہی اوکھی ہوتی ہے۔۔۔۔ جا شاباش تازہ دم ہو جا زینو بھی آتی ہو گی"

خان بابا نے انھیں پتر کہا تو بہت سے زخم ادھڑے تھے پر وہ اسی پر راضی تھے کہ اس شخص نے معاف کرنے کے لائق سمجھا، طلال اپنے آنسو رگڑتے اٹھے اور انکی آبدیدہ نگاہوں سے اوجھل ہوئے۔

وہیں زینیش جب سے گھر آئی اسے ایک لمحہ بھی پنار نے روتے نہ دیکھا بلکہ آنسوؤں کو دبائے وہ ہر چپے میں بکھری ممی اور بابا کی خوشبو میں محو تھی۔

بس نہ چلا یہ سارے معطر لمس جمع کر کے بازوؤں میں بھر لے۔

"بس کرو نہ میرے بیبے بچے، مت رو یار۔۔۔ تم نئ نویلی نکاح کی دلہن کو کب سے رلائے جا رہی ہو۔ ادھر دیکھو۔۔۔۔۔ تم اس بندے کے لیے رو رہی ہو؟ غصہ دیکھایا ہے تو قائم رہو۔ خبردار اگر اسے رلائے بنا تم نے دل کو پگھلنے دیا۔"

پنار سے اسکا مزید رونا دیکھا نہ گیا تو وہ جو ممی اور اپنی تصویر دیکھے آنسو بہا رہی تھی اسے پلٹ کر گلے لگایا، اور سختی سے تاکید کی جس پر زینو نے اپنے آنسو رگڑے۔

"ن۔۔ نہیں میں انکے رونے کے باوجود نہیں پگھلنے والی تم بھی سن لو، آج آخری رات ہے میرے رونے کی۔ کل سے سبکو ایک نئ زینیش دیکھائی دے گی۔ بہت بہادر، بے حس، کھڑوس زینو"

وہ اسکے ننھے منھے بھرموں پر تھکا سا مسکرائی اور زینو کی ہتھیلی چومی۔

"بہادر تک ٹھیک ہے، بے حس نہیں ہو سکتی تم۔ ارے تمہارا بس چلے زخمی چیونٹی کو بھی مرہم پٹی کر دو۔۔۔ اور میں بھی یہی چاہتی ہوں میرا یہ بیبہ بچہ اتنا سارا بہادر ہو۔۔۔ ناک پر مکھی بھی نہ بیٹھنے دے۔ کتنا مزہ آئے گا جب وہ اکڑا بندہ تمہارے لیے رل کر رہ جائے گا۔۔۔ اپنے ہر کہے سے مکرے گا تم دیکھتی جاو۔۔۔"

پنار کی باتیں اسے بھلے خوفزدہ کر رہی تھیں پر اب زینیش سچ میں اس سے غصہ تھی، ایسا غصہ جو آتش فشاں بن کر زینو کے دل میں دب چکا تھا۔

"ہممم۔۔ مجھے انکی کوئی بات نہیں کرنی پنار۔۔ لیکن آج میں تھک گئی سب وے ہم کل چلیں گے۔ واپس چلتے ہیں خان بابا کے پاس۔ طلال چاچو کہیں بور نہ ہو جائیں، میں نماز پڑھ لوں پھر نکلتے۔ ممی اور بابا کے لیے یہاں دعا کرنا چاہتی ہوں۔۔۔۔ تم بھی آجاو ساتھ پڑھتے ہیں"

زینو کو چاچو کی فکر کرتا دیکھے پنار دھیما سا مسکائی جبکہ سر بھی ہلایا لیکن فون رنگ کرنے پر رکی۔

"تم وضو کر کے جائے نماز بچھاو میں یہ کال سن کر اور وضو کر کے آتی ہوں"

پنار نے اسکی گال نرمی سے سہلائی جس پر زینو سر ہلائے اندر ممی اور اپنے روم کی طرف بڑھی جبکہ پنار بھی اس ان نون نمبر سے آتی کال ریسیو کیے باہر صحن میں چلی آئی۔

اوزان ڈنر سے فارغ ہو کر حویلی ہی جا رہا تھا۔

"جی کون ہیں آپ؟"

پنار کی آواز ابھری جس پر اوزان نے گہرا سا سانس بھرا۔

"اوزان دایب، بے آرام کرنے کے لیے معذرت مگر جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیسی ہے؟"

پنار کو زرا امید نہ تھی کہ اس بندے سے چند گھنٹے بھی رہا نہ جائے گا لیکن خوشی اپنی جگہ اس وقت وہ زینو کے ساتھ تھی۔

"آپکو اسکی کیا پرواہ! وہ اب جیسی بھی ہے آپکو اسکی کوئی خبر نہیں ملے گی۔ اگر اتنی جلدی اسکی خیریت کے لیے آپکا دل اتنا ہی بے چین ہو جانا تھا تو کیوں بھیجا اسے؟"

پنار اس پر سرد الفاظ کے سنگ غصہ کر رہی تھی اور وہ سن رہا تھا۔

"نہ تو میں بے چین ہوں نہ میرا دل، وہ میری بیوی ہے اور اسکے بارے ہر خبر رکھنے کا پورا حق رکھتا ہوں"

پنار اسکے لہجے میں اب بھی اکڑ محسوس کر رہی تھی، سمجھ نہ آئی انصاریوں کے ان دونوں پوتوں کو غرور ہے تو یہ کس بات کا۔

"اوہ بیوی! بڑی جلدی نہیں خیال آیا آپکو۔ اس سے بھی پوچھ لیں کہ وہ اب آپکی بیوی ہونے پر اترانے کے قابل رہی ہے یا نہیں۔۔۔۔بے حسی کی حد

ہوتی ہے، ہنہ جب آجا کر اسکے قدموں میں ہی جھکنا ہے اوزان دایب انصاری تو اکثر کس بات کی دیکھاتے آئے ہیں۔۔۔ اسکا دل اتناز خمی ہے کہ دنیا جہاں کے مرہم کم پڑ جائیں اور ابھی تو اسے مزید ہولناک سچ سننے ہیں۔۔ جانے اس میں یہ سب سہنے کی قوت بھی ہے یا نہیں۔۔۔ لیکن میں بھی کس سے کہہ رہی یہ۔۔۔۔ حق کی بات تو سرے سے مت کیجئے گا"

پنار اس کے بڑے ہونے کا بھی لحاظ نہ کر سکی، اسکے لیے زینیش کو دکھ دینے والے ہر گز قابل قبول نہ تھے۔

"ٹھیک ہے میں خود اسکی خیریت دریافت کر لیتا ہوں"

اوزان کسی کی دھونس کہاں سن سکتا تھا تبھی کال کاٹنے لگا مگر پنار کی آواز پر رکا۔

" یہاں آنے کی جرت بھی مت کیجئے گا، پچھلی بار تو دادا کے ہاتھوں بچ گئے اب ایسا کوئی چانس نہیں"

پنار اسے جان بوجھ کر اکسا رہی تھی اور اسکی اوزان کو بخوبی خبر تھی۔

"اپنے بچاو کی کبھی کوشش نہیں کرتا ہوں، اللہ حافظ"

وہ اپنی بات کہے رابطہ توڑ گیا جبکہ پنار نے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے کٹے کال کو تکتے فون کی سکرین گھوری۔

"آہ زینو آہ! تمہیں ملا بھی تو یہ سریا۔۔ مطلب حد ہوتی ہے انا پرستی کی۔ کہہ دیتا کہ یاد کر رہا ہوں یا تڑپ رہا ہوں۔۔ سفارش ہی کر دیتی پر اب اچھا ہے یہ بھی تڑپے۔ واقعی پورا خاندان ہی مغروروں اور بے حسوں سے اٹا ہے"

پنار کا موڈ اوزان سے بات کر کے بگھڑ گیا تبھی اسے غائبانہ کوسے وہ اندر بڑھی۔

وہیں اوزان مزید دس منٹس کی ڈرائیو کیے واپس انصاری حویلی پہنچا، آج تو اس حویلی کے در و دیوار سے اضافی سیاہی اور وحشت محسوس کر رہا تھا۔

تبھی گاڑی پارک کیے وہ اندر جانے کے بجائے حویلی کے لان کی طرف بڑھا تو وہاں آئی جان اور سعدیہ کے ساتھ دیان کو اکھٹا دیکھے اوزان نے اس جمگھٹے کو فکر مندی سے دیکھے اپنے قدم انکی طرف بڑھائے۔

"آپ سب یہاں کیوں جمع ہیں؟"

اوزان کی عقب سے ابھرتی آواز پر دیان سامنے سے ہٹا تو وہ دلخراش منظر اوزان کی آنکھوں میں ریت جھونک گیا۔

جولیٹ نامی کبوتری کی گردن پر بہت برا زخم تھا جہاں سے خون رس رہا تھا،
اور وہ پھڑ پھڑا تک نہ پا رہی تھی۔

"اوزان دیکھو نہ یہ کیا ہو گیا، رومیو نے بے دردی سے جولیٹ کی گردن پر چونچ مار کر زخمی کر دیا۔ اس بچاری سے ہلا بھی نہیں جا رہا۔ ی۔۔ یہ مر تو نہیں جائے گی۔۔۔۔ یہ میری زینو کے ہیں پلیز اسے بچاو"

اوزان کو لگا جیسے قدرت نے اسکے منہ پر تماچہ دے مارا ہو، یہی حال تو اس نے زینو کا کیا تھا۔

اک پل تو اس کمپلئین کا دل بھی کپکپا گیا۔

"بیوقوف لڑکی انھیں یہاں کیوں چھوڑ گئی۔ کہا بھی تھا یہ پرندے یہاں نہیں جی سکتے۔ دیکھ لیں ہو گیا نہ شر انگیزوں کا اثر۔۔۔ دیان جا کر فسٹ ایڈ باکس لے کر آو۔۔۔ اور آپ لوگ پیچھے ہٹیں اسے ہوا لگنے دیں"

اوزان اس پر بھی زینو پر بگھڑا جبکہ دیان فوری اندر بھاگا اور سعدیہ اور ایزل مریم بھی زرا ایک طرف ہوئیں۔

اوزان نے گھاس پر سے اس زخمی جولیٹ کو اٹھایا تو دل دکھا، اسے نرمیٔ سے پکڑ کر وہیں کرسیوں کے ساتھ لگی میز پر رکھا۔

اک نظر مڑ کر پیٹ ہاوس کی منڈیر پر بیٹھے اس بے حس رومیو کو دیکھا، اوزان کا دل چاہا اس کا گلا دبا دے۔

"اسے کچھ ہو گا تو نہیں اوزان؟"

آئی جان کی جان نکلتی دیکھے وہ انکو بھی سرد نظروں سے گھورا۔

"نہیں، ٹھیک ہو جائے گی یہ۔۔۔ جلدی آو دیان"

اوزان نے انکی آنکھوں میں دیکھ کر یوں کہا جیسے زینیش کے لیے انکی تسلی بڑھا رہا ہو۔

دیان دوڑ کر فسٹ ایڈ کٹ لایا جس پر اوزان نے بہت آہستگی اور احتیاط کے ساتھ اس کبوتری کی گردن پر لگے کٹ کی ڈریسنگ کی، دو سٹیچیز تک لگے۔ لیکن وہ نڈھال ہو کر اوزان کی ہتھیلی سے اپنا چہرہ جب جوڑ گئی تو سب کی آنکھیں افسردہ ہوئیں۔

"مجھے لگتا ہے رومیو نے تمہارا اثر لے کر جولیٹ کے ساتھ بھی وہی کیا جو تم نے زینو کے ساتھ کیا، اب بھی تم اللہ کا اشارہ نہ سمجھے اوزان تو قیامت برپا ہو گی یاد رکھنا۔۔۔۔۔"

آئی جان اس پہلے سے اپنی لگائی آگ میں جھلستے شخص پر مزید سانس تنگ کرتے جس طرح خفا ہوئے گئیں، سعدیہ بھی پیچھے ہی لپکی جبکہ دیان رکنا چاہتا تھا پر اوزان کے گریز کے اشارے پر وہ بھی چلا گیا۔

اوزان کے ہاتھ پر اب تک کٹ کا نشان تھا اور جولیٹ کا خون اسکی ہتھیلی پر پھیل گیا۔

"وہ آجائے گی، اداس مت ہو تم۔۔۔۔رومیو تم سے نفرت نہیں کرتا جولیٹ۔۔۔وہ اپنے اندر کی وہشت اور محرومیوں کی آگ میں اپنی سب سے قیمتی چیز جلانے کا عادی ہے۔۔۔یہ عادت بدلتے دیر لگے گی۔۔۔میں اسے منانے جا رہا ہوں کل۔۔۔۔تب تک تم اس سر پھرے رومیو کے پاس مت جانا۔۔۔وہ بلائے تب بھی نہیں"

اوزان جس طرح جولیٹ سے بات کر رہا تھا، اسی لمحے رومیو اڑ کر پھڑ پھڑاتا ہوا وہیں زخمی جولیٹ کے پاس نہ صرف آکر بیٹھا بلکہ اسکی زخمی گردن سے

آ کر چہرہ جوڑا تو اوزان کی سرخ آنکھوں میں تیر گی اور ہونٹوں پر گداز مسکراہٹ جگی۔

"وہ ناراض ہو کر کیسی لگے گی؟ بالکل تمہاری طرح"

جولیٹ نے جس طرح رومیو کو پرے منہ سے دھکیلتے اوزان کی ہتھیلی سے مزید لگ کر اسے اگنور کیا، اوزان کے لیے اشارہ تھا کہ زینو بھی ایسا ہی کرے گی تبھی تو وہ سنہری آنکھوں والا وجیہہ ساحر پورے دن کا پہلی بار جاذب مسکایا۔

"اسے مناوں گا، وہ بھی کیا یاد کرے گی کہ کسی نے منایا ہے۔۔۔اب تم دونوں صلح صفائی سے رہنا۔۔۔کسی ایک کی بھی جان گئی تو ظلم ہو جائے گا۔۔۔"

اوزان نے اس بار دونوں کے سر پر اپنی ہتھیلی سہلائی جبکہ خود اٹھ کر اندر کی جانب بڑھا۔

بھوک پیاس، ہر شدت فنا ہو چکی تھی اور تبھی تو اپنے کمرے کے بجائے وہ سیدھا بنا سوچے زینو کے کمرے میں چلا آیا، وہ پاس نہ سہی آج اسکی روح کی عود کو بھی مات دیتی خوشبو ہی سہی۔

بیڈ کے وسط میں امید وہیں پڑی تھی، وہ اسکی امید کے پاس چلا آیا۔

بیٹھا اور وہیں اس تکیے پر سر رکھے لیٹا جہاں اس نے اکثر زینو کو لیٹے دیکھا تھا۔

امید بالکل ساتھ ہی لیٹی تھی، وہ بھی اس گڑیا کی طرح اک بے جان گڈا لگا۔

"میں نے چاہا تھا کہ زینو کے قریب تمہارے جتنی جگہ ملے، مجھے تو نہ ملی تم بھی اس رتبے سے محروم ہو گئی۔ وہ تمہیں کیوں چھوڑ گئی؟ کیا اسے اب امید کی ضرورت نہیں رہی؟ کیا وہ مضبوط ہو گئی ہو گی۔۔۔۔ وہ بہادر، نڈر، نہ

رونے والی، مغرور، تھوڑی بے حس اور زرا سی ظالم بن کر بہت اچھی لگے گی۔۔۔ اوزان دایب انصاری کی ٹکر کی۔۔۔۔ تم جانتی ہو امید اسے تبھی بھیجا، جانے دیا۔ اسکی خواہش سن لیتا تو وہ کبھی بہادر نہ ہوتی۔۔۔ محبت انسان کو مزید کمزور کرتی ہے، وہ ہار جاتا ہے۔۔۔ وہ میری جیت پر اپنی ہار پائے خوش تھی، اور میں چاہتا ہوں وہ ہار کر چپ نہ رہے۔۔۔ مقابلہ کرے اور مجھ سے میری جیت چھین لے۔۔۔۔۔ بس اس لیے تکلیف دے بیٹھا۔۔۔۔ جانتا ہوں مجھ سے محبت کرتی ہے تبھی اتنا سب سہہ گئی، اسکی ہتھیلی پر سجا وہ لفظ میرے نام کا ہی تھا"

اوزان کی یہ سب خود کلامیاں امید سن رہی تھی، جیسے وہ زینو کو سنتی رہی تھی۔

لیکن یہ سچ تھا اوزان دایب کے اندر باہر کسی قسم کا سکون باقی نہ تھا۔

اپنے کمرے کا خیال ہی وحشت دے رہا تھا تبھی آج وہ یہیں سونا چاہتا تھا، اور اسکو جو نیند نہ آنے کا عارضہ تھا وہ ان زینیش کے جسم کی چند سلوٹوں، اسکی خوشبو کے چند بکھرے لمس اور بہت سے آنسوؤں کی حدت میں ڈوبے اس بستر پر اوزان کے دل و دماغ کا پیچھا چھوڑ چکا تھا۔

وہ آنکھیں بند کرتے ہی نیند میں اتر گیا جیسے صدیوں کی تھکن آج اترنے والی ہو۔

وہیں زینو نے پنار کے ساتھ واپس آکر خان بابا اور چاچو کے ساتھ ڈنر کیا، پنار نے اس سے اوزان کی کال کا ذکر نہ کیا کیونکہ زینو بہت مشکل سے بہلی تھی۔

پھر اس نے خود طلال چاچو کو انکا کمرہ دیکھایا۔

پنار بھی تھک چکی تھی سو سونے چلی گئی اور زینو بھی چاچو کو شب بخیر کہہ کر جانے والی تھی پر وہ اسکا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ بیڈ کی طرف لائے، سادہ

سے ہاف وائیٹ شلوار سوٹ میں وہ الگ مگر بہت پیارے لگے خاص کر زینو کو جس نے انکو ایسی ڈریسنگ میں پہلی بار دیکھا تھا۔

"بیٹھو میرے پاس"

وہ انکے اصرار پر دھیمی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرے انکے پاس ہی میٹرس پر بیٹھی۔

"اوزان سے واقعی پیار کرتی ہو؟ میں نے تم کو بھابھی جان کو کہتے سنا؟ اس جیسے سنگدل سے کیسے پیار کر لیا"

وہ یہ سب سننا کہنا نہیں چاہتی تھی پر چاچو کے سامنے بے ادبی کر کے کہہ بھی نہ سکتی تھی۔

"بھول تھی پیار نہیں تھا، وہ کہتے ہیں نہ چاچو ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ بس میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں یہاں اب سکون چاہتی ہوں، انکا ذکر مت

کریں۔۔۔۔ آپ اور پنار جب تک رہنا چاہتے ہیں رہیں لیکن میں واپس نہیں جاوں گی۔ ان چند دنوں کو ڈراونا خواب سمجھ لوں گی۔"

زینیش کی سرد مہری اور گریز پر وہ سمجھ گئے وہ اب کسی کی نہیں سنے گی۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری خوشی، تم مجھے چاچو کے بجائے بابا کہہ سکتی ہو زینو؟ مطلب میری بہت خواہش تھی کہ تم جیسی بیٹی ہو۔۔۔ مجھے بہت اچھا لگے گا تمہارے منہ سے یہ"

زینو انکی خواہش پر پریشان سی ہوئی، بھلا وہ انکو بابا کیسے کہتی۔

"نہیں چاچو، ی۔۔ یہ مت کہیں۔۔۔ میرے بابا کو دکھ ہو گا نہ۔۔۔ وہ میرے اچھے بابا، پیارے بابا اگر جیلس ہو گئے۔ وہ اِدھر دنیا میں بھی نہیں کہ مجھے اپنی جیلسی بتا سکیں۔۔۔ سو میں ایسا کچھ نہیں کر سکتی جو انکو اداس کرے۔۔۔ میں آپکو سب کہہ سکتی ہوں بابا نہیں۔۔۔"

زینو کی تڑپ پر طلال کے دل پر ضرب لگی، آج پہلی بار وہ کسی معاملے میں جلن کا شکار ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے میرے بچے، جیسی تمہاری خوشی۔"

انکے پُر ملال اور مایوس ہونے پر زینو نے انکا مضبوط ہاتھ اپنے ملائم ہاتھ میں لیے پیار سے پشت چومی تو طلال نے شفیق و نثار نگاہوں میں اپنی بیٹی کا چہرہ بسائے اسکی گال سے اپنی ہتھیلی جوڑی۔

"لیکن آپ بابا سے کم بھی نہیں ہیں، میں آپ سے اور آئی جان سے بہت پیار کرنے لگی ہوں۔ اور چاہتی ہوں آپ سے کبھی جدا نہ ہونا پڑے۔۔ پلیز اداس نہ ہویئے گا چاچو۔۔۔۔"

اسے لگا وہ اسکے انکار پر رو دیے ہیں، وہ تو زینو کی تڑپ اور حسرت پر جذباتی ہوئے۔

"نہیں ہو رہا، تمہارے آس پاس کون اداس رہ سکتا ہے۔۔۔ تم بھی پریشان مت ہو۔ جاؤ تھک گئی ہو گی آرام کرو۔ کل تمہارے سب وے چلیں گے۔ میں بھی تو دیکھوں کہ میرا یہ بچہ کتنا فیمس ہے"

طلال نے اسے پیار سے کہا تو وہ فرمابرداری سے مسکراتی نا صرف اٹھی بلکہ انکے کمرے سے اپنی سفید روشنی، خوشبو اور رنگ بھی لے کر چلی گئی جبکہ طلال انصاری کی آنکھوں سے آنسو بہے تو انہوں نے سر تکیے پر رکھے خود کو میٹرس پر گرایا۔

"آلایہ! یہ مجھے کس امتحان میں ڈال گئی ہو تم۔۔۔ م۔۔ میں تم سے معافی کیسے مانگوں گا۔۔۔ کوئی تو طریقہ بتا جاتی۔۔۔ میری نجات کا، م۔۔ میری تلافی کا۔۔۔

تمہاری موت کا میں ذمہ دار ہوں۔۔۔۔۔۔ میں نے جان ل۔۔ لے لی تمہاری۔۔۔ محبت کے نام پر قتل کر دیا تمہیں۔۔۔

تبھی اللہ نے مجھے یہ سزا دی۔۔۔۔مجھے اس دنیا کا سب سے حسرت زدہ شخص بنا دیا۔۔۔۔۔میں کہاں جاوں اب؟ میں تمھیں کہاں سے ڈھونڈوں آلا یہ، میں کہاں سے تمہاری خوشبو تلاش کروں۔۔۔۔۔اس دن کے لیے شاید مجھے موت نے کئی کوششوں کے باوجود قبول نہیں کیا۔۔۔۔تمہاری دی سزا قبول کیے بنا یہ شخص کیسے مرتا۔۔۔۔۔قبول ہے تمہاری دی سزا اگر تم کیوں مجھ سے کھو گئی۔۔۔۔۔۔میں کیسے جیوں اس دکھ کے ساتھ کہ میں تم سے بڑی بے دردی کے سنگ محروم کر دیا گیا۔۔۔۔۔آ۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔۔۔مجھے اپنی تکلیف سے رہائی دے دو پلیز۔۔۔۔میں یہ سب نہیں سہہ پا رہا"

اس شخص کا خسارہ اب کون پورا کرتا کہ اس نے اپنے جیتے جی آج اپنی قبر دیکھ لی تھی، طلال انصاری پر محبت کی بددعا کا اثر تھا، اور جسے محبت بددعا دیتی ہے اسے پھر کوئی دعا نہیں لگا کرتی۔

..____________________..

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"

وہ جو کچھ دیر پہلے ہی چینج کیے آکر بیڈ پر لیٹا تھا، مشائم نے اسکے ہاتھ سے فون لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اسکی بازو کھول کر اپنے سر کا تکیہ بنائے اسکے پہلو میں لیٹتے ہی الماں کی طرف چہرہ گما کر افسردگی سے بولی۔

الماں نے اسکے سر سے گزاری بازو اپنی جانب سرکا کر لپیٹے اسے اپنے مزید گہرے حصار میں لیا اور چہرہ اسکی طرف بڑھائے نرمی سے اس بے چین کی جبین چوم لی جس پر مشائم کے لب آسودہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"بالکل ناراض نہیں، میں نے اپنی خواہش تمہیں بتائی ہے تمہیں کسی چیز کے لیے مجبور نہیں کیا۔ جو عورت ہوتی ہے اس میں حیا، جھجھک اور شرم فطری اللہ شامل کرتا ہے۔ تم یہ سمجھو کہ عورت کی مٹی ہوا، پانی اور اسکے ساتھ حیا اور جھجھک کے اضافی مرکبات سے گندھی جاتی ہے۔ یہی اسکا حسن ہے۔ میں نے تمہیں اپنی خواہش کھلے الفاظ میں اس لیے بتائی کہ کبھی تم ہمارے

بیچ کے گر یہ فاصلے مٹانا چاہو تو تمہیں میری اجازت درکار نہ رہے۔۔۔ تم اس دل کے ساتھ اس جسم کی بھی بھی مالک ہو"

وہ بہت اداس تھی پر اس شخص کے ہلتے لبوں سے جھڑتے ان انمول موتیوں، طلب و رضا کی من مرضیوں نے مشائم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی سب سے دلکش قسم بکھیری، پورے وجود میں سوندی مہک نمودار ہوئی۔

وہ اپنی ٹھنڈی ہتھیلی سے المان کا چہرہ چھوتی، انگلیوں کی پوروں سے اسکے ہونٹوں کو سہلاتی المان کی خود پر جمی نظروں سے بہک سی رہی تھی، بہکنے کے ساتھ مدہوش بھی ہوئی۔

"آپ بہت ایکسپریسیو اور انٹیلیجنٹ بھی ہیں۔ ایویں تو کیپٹن نہیں بنے۔ آپکو وردی میں دیکھ کر میں ساری زندگی کتنا پراوڈ فیل کرتی رہوں گی، آپ کی آنکھیں صرف محبت کے رنگ لیے ہوئے ہیں۔ اتنا سارا لو۔۔۔ آپ

لائے کدھر سے ہیں۔۔۔ کیا آپ اپنی تھوڑی یہ جنونیت میرے اوزو کو نہیں دے سکتے؟ کہ وہ بھی زینو بھابھی کے ساتھ یونہی لو وا ایکسپریس کریں۔ ویسے اوزو پیار کرتے کیسے لگیں گے؟۔۔۔ اللہ اللہ میں بھی پتا نہیں کیا کیا اول فول بول رہی۔۔۔۔"

مشائم کی یہ ایک محلے سے شروع ہو کر دوسرے محلے تک جاتی گفتگو الماان کو ہنسا گئی، جبکہ زینش کے لیے اوزان کی بدلتی کیفیت کا الماان کو اندازہ ہوا تو تھا پر ابھی وہ مطمئین نہ تھا۔

"جس طرح کا تمہارا اوزو ہے، شدت پسند۔ محبت بھی ایسی ہی کرے گا۔ دعا ہے وہ دو بھی سیٹل ہو جائیں۔ اور یہ تم کیا دنیا جہاں کی بونگیاں سوچتی رہتی ہو۔۔۔ فارغ لڑکی"

الماان کو اسکے دنیا جہاں کے مفروضے سچ میں تپا گئے تبھی تو وہ آگے سے دانت دیکھائے ہنسی۔

"ہاہا آپ نے میرا مائینڈ ایسا کر دیا نہ، اب میں امیجن کرتی رہتی کہ کیا باقی کپلز بھی ہمارے جیسے ہیں۔۔۔ میرا کوئی قصور نہیں آپ کا کمال ہے"

جس چالاکی سے مشائم نے ملبہ اس پر گرایا، بچارا احتجاج بھی نہ کر سکا۔

"تم صرف ہم دو کو امیجن کیا کرو، میں چاہتا ہوں میری بیوی میرے خیالوں سے باہر ہی نہ نکل پائے۔۔۔ یہ بتاو مجھے مس کرو گی؟"

المان کے یوں پاس ہونا، اس کے اتنے قریب لیٹے جب اس شخص کی گرم سانس تک اسے اپنے ہونٹوں پر محسوس ہو رہی ہو، ایسے سوال کا جواب دینا بہت خطرناک تھا۔

"بہت کروں گی، آپ میرے لیے سب سے امپارٹنٹ ہو چکے ہیں کیپٹن۔ اور آپ کریں گے مجھے مس جا کر؟"

وہ بھی جاننا چاہتی تھی، المان نے اسکے چہرے کا ہر نقش ہی ان چند دنوں ازبر کر لیا، وہ تبھی مسکرایا۔

"بہت زیادہ، ہمارا اچانک جڑتا رشتہ پھر بڑھتی نزدیکیاں۔ ایک دوسرے کا سکون بننا، مجھے تو لگتا ہے جنت یہی ہے مشائم۔ جتنا سکون مجھے تمہارے پاس ملا وہ میں نے امیجن بھی نہ کیا تھا"

المان سیال کے جذب بھرے اظہار پر وہ آج خود کو روک نہ سکی اور المان کے ہونٹوں کے کنارے نرمی سے اپنے لب سہلائے پر ہمت ٹوٹنے پر لرز کر فوری اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی اور مشائم کے اس تتلی جیسے لمس پر وہ اش اش کر اٹھا۔

" آپ بہت پیارے ہیں، مجھے جا کر بھول مت جایئے گا کیپٹن۔ دن میں تین بار کال اور ڈھیروں میسج۔ ورنہ میشی نہیں رہ پائے گی"

وہ اسکو دیکھ کر نہ کہہ پائی جبکہ المان چاہتا تھا وہ اسے دیکھے، تبھی اسکا چہرہ روبرو کیے وہ جیسے مسکرایا مشائم کی پلکیں لرز کر رہ گئیں پھر وہ اسے جس طرح اپنی گرفت میں بسائے ہوئے تھا مشائم سے اپنا بچاو مشکل ہوا۔

"تم بھلانی آسان ہو کیا؟ ہر گز نہیں۔۔۔۔"

اسکے رخساروں کو چومتا وہ اسکی گردن پر شدت بھرے لمس بکھیرے مشائم کا سکون بڑھا رہا تھا، وہ اسکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑے اس وقت اسکے روبرو مزاحمت کر ہی نہ پا رہی تھی۔

"ا۔۔المان آپ پرسنل ہو رہے ہیں"

المان کے ہاتھ اسکے دلکش ملائم وجود کو سکون بخشتے جب اپنی حدیں عبور کر کے بھٹکنے لگے تو مشائم نے گھبرا کر اسکے حصار سے نکلتے اسکے ہاتھ کو بھی جکڑ کر مٹھی میں دبوچتے خود سے الگ کیا اور اسے ہوش دلایا جو مشائم کی اس بات پر اور مزاحمت پر منہ بنا گیا۔

"تم یہ ایلین جیسی باتیں انسٹال کہاں سے کرتی ہو۔۔۔پرسنل کی سگی۔۔۔میں پورا تمہارا پرسنل شوہر ہوں۔۔۔سارا موڈ بگھاڑ دیا۔نان رومنٹک چلی ملی۔۔۔"

المان نے منہ بگھاڑنے پر وہ شریر سا ہنس کر واپس لیٹی پر المان سیال کے موڈ کا بینڈ بجا کر موصوفہ کو دلی خوشی ملی۔

"آپ پرسنل شوہر ہیں لیکن اس نئی نویلی وائف کو اپنے ڈریسیز کی جگہ آپکو دینے میں وقت لگے گا۔۔۔ آئی جان نے یہی کہا تھا کہ آپ میر اڈریس ہو اب۔۔۔۔"

جس عمدہ مثال سے مشائم نے اپنی بات کہی، المان کے بگھڑے موڈ کی بھی بینڈ بجا گئی۔

"ہاہا میشی تم نہیں سدھرنے والی۔۔۔۔ چلو سو جاو۔۔۔

میرے ارمان تو تم نے نیند کی پھکی دے کر سلا دیے۔۔۔۔ چلو آنکھیں بند کرو"

المان کی کوفت پر بھی وہ ہنسی اور آنکھیں بھی میچ لیں لیکن اب یوں تھا کہ وہ اسے عام سا جکڑتا تب بھی مشائم کو اک نیا سا اچھوتا خوبصورت احساس ملتا۔

"آپ ایسے بہت کیوٹ لگتے ہو، گڈ نائیٹ۔۔۔اب پرسنل نہیں ہونا پلیز ورنہ میں چینخ مار دوں گی"

کروٹ بدل کر اپنے اطراف الماں کی بازو لپیٹے وہ وارن کرنا نہ بھولی کیونکہ وہ شخص بہت بے ادب چھو چکا تھا۔

"اور میں تمہاری چینخ پرسنل ہونے کے دوران بند کرنا بھی جانتا ہوں۔۔۔۔ سو جاو دھمکیاں نہ دو مجھے۔ تم نے ابھی بگھڑا ہوا الماں نہیں دیکھا"

مشائم کو اسکی دھمکی نے واقعی لرزا دیا، تبھی فوراڈر کر آنکھیں موند گئی جبکہ الماں بھی دبا دبا مسکرائے سائیڈ ٹیبل پر رکھے فانوسی لیمپ کو بجھائے آنکھیں موند گیا ورنہ اب دل کے جذبات سنبھالنے محال ہو جاتے۔

..________________..

رات وہ پنار کے ساتھ سوئی تھی پر بے آرامی، بے چینی کے سنگ کبھی آنکھ لگتی کبھی ٹوٹ جاتی۔ نہ وہ امید کو لائی تھی نہ رومیو جولیٹ کو تبھی ساری رات بے سکون رہی۔

اور اسی کشمکش میں فجر ہو گئی۔

زینو صبح ہوتے ہی اٹھ گئی، وضو کر کے نماز پڑھے وہ کتھ دیر بستر بے آرامی سے کروٹیں بدلتی رہی باہر سیال حویلی کے لان میں آئی تو خان بابا، صبح سویرے مالی کو گارڈن میں لگے پودوں کی تراش خراش کی پاس ہی کھڑے تاکید کر رہے تھے، اجلے سفید شلوار سوٹ پر سیاہ چادر کندھوں میں اوڑھے، پیروں میں سیاہ پشاوری چپل، وہ بھلے بوڑھے ہو گئے تھے پر آج بھی انکی وجاہت میں کمی نہ آئی پھر المان کی طرح انکی آنکھیں بھی گرے تھیں۔

"پتر اے وی ساڈھے ور گے نے، انھاں نوں وی روٹی ٹکر دی لوڑ ہوندی اے نئیں تے مرجھاندھے نے"

زینو ہاف وائیٹ چکنکاری کے نفیس اور ہلکے کام والی شارٹ سی قمیص کے ساتھ کھلے گھیرے والی پٹیالہ شلوار پہنے، میرون چادر شانوں پر لپیٹے، پیر گرم جوتوں میں مقید کیے، بالوں کو ڈھیلی سی پونی میں باندھے انکے پاس ہی چلی آئی تو وہ زینو کو دیکھ کر نہال ہوتے اسکی طرف پلٹے گویا آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

"آپ آج بھی بہت ہنڈسم ہیں خان بابا، ابھی بھی کسی لڑکی کا دل آسکتا ہے آپ پر۔۔ہی ہی"

وہ اسکی یوں شرارت لوٹ آنے پر اور اس کمپلیمنٹ پر ہنستے اسے ساتھ لیے لان میں واک کرنے لگے۔

"اب تو پر دادا بننے کی عمر ہے پتری، اب کہاں لڑکی کی گنجائش۔۔۔۔اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے میری شبنم کو۔۔۔ایک تو تیرے خان بابا رج کے سوہنے تھے اوپر سے یہ شیر جوان قد کاٹھ۔۔۔اوپر سے شبو کے لاڈ،

اسکا پیار۔۔۔ کہا کرتی تھی سانول آپ سج کر رہا کریں مجھے اچھا لگتا ہے۔۔۔ جد وہ چھوڑ گئی مجھے فر تو واقعی کج چنگا نہیں لگتا تھا۔۔۔۔ کنے سوہنے دن تھے وہ"

وہ خان بابا کو ماضی میں محو دیکھے رکی اور رشک سے انکی شفیق آنکھوں میں جھانکی۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے؟ کیا بابا نے آپکو بتایا تھا کہ میں اوزان نامی انسان کو پسند کرنے لگی ہوں؟ انہوں نے میرے ہاتھ پر او دیکھا تھا۔ مرنے سے پہلے بابا نے تبھی آپکو میری اوزان سے شادی کو مجبور کیا نہ۔۔۔ ورنہ آپ مجھے یوں خود سے دور نہ کرتے"

زینو کی بات نے انکو لمحہ بھر لاجواب کیا۔

"ہاں بتایا تھا اس نے، پوری تحقیق بھی کروائی تھی یعقوب نے نظیرے کے ذریعے۔ اوزان کو وہ جانتا تھا، ہر خبر رکھتا تھا گڑیا کے خاندان کی۔۔۔

اوزان ان سب سے مختلف تھا تبھی تو یعقوب کو اپنے بعد تو اس اوزان کے پاس ہی محفوظ لگی۔۔۔۔ پر اس نے ثابت کیا کہ وہ بھی شمشیر کا ہی پوتا ہے"

خان سانول سیال کے انکشاف پر زینو کی آنکھوں میں نمی سی اتری، وہ بات جو وہ بہت کوشش کے بابا کو نہ کہہ پائی وہ بنا کہے جان گئے۔

"ایک بات بتاوں آپکو خان بابا، انکے جو دادا ہیں وہ اوزان سے بہت ڈرتے ہیں۔ پتا نہیں اوزان نے انکو کیا کہا تھا کہ انہوں نے میثی اور المان سے معافی تک مانگی اور تو اور پنار اور دیان بھائی کے نکاح پر بھی اعتراض نہ کیا۔ میں نے بھی دیکھا اوزان عجیب سی نظروں سے اپنے دادا کو گھورتے بھی تھے، اور اس گھورنے کے سبب ان ظالم دادا کے رنگ اڑ جاتے"

زینیش نے جو بھی بتایا اس پر خان سانول سیال کو عجیب سی راحت ملی کیونکہ الماں بھی ان سے ایسا سب ڈسکس کر چکا تھا۔

"یہ تو مزے دار بات ہوئی پتری، خیر سے کل وہ ایم این اے بھی بن گیا ہے۔۔۔۔پتا نہیں اسکے خرافاتی دماغ میں کیا چل رہا ہے"

زینیش نے حیرت سے خان بابا کو دیکھا۔

"اوہ۔۔۔بہت عجیب ہے۔ لیکن مجھے کیا۔مجھے کوئی لینا دینا نہیں ان سے بھلے ملک کے صدر ہی کیوں نہ بن جائیں"

زینو کو بھول گیا تھا کہ وہ اس بے حس سے برہم ہے اور جب یاد آنے پر وہ معصومانہ غصہ ہوئی، خان بابا بھی ہنس دیے۔

"ہاہا کملی جئی نہ ہو تو۔۔دیکھیں سر کے بل آئے گا تجھے لینے وہ مغرور گرگٹ۔۔۔۔"

خان سانول سیال کے اس درجہ یقین پر زینو تھم گئی، سبکو اوزان کے آنے کا یقین تھا لیکن وہ نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی بس منہ ہی بگھاڑ سکی۔

وہیں پنار کی نیند فون کی کال بیل نے توڑی جس پر وہ کسمسا کر انگڑائی لیتی کروٹ سیدھی کیے لیٹی اور ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھایا۔

"یس"

پنار نے بنا دیکھے ہی فون کان سے لگایا جبکہ دوسری طرف دیان ہوسپٹل جانے کو بالکل ریڈی تھا، نک سک تیار۔

"سو رہی تھی؟"

دیان کی آواز سنتے ہی پنار نے اپنی بند آنکھیں کھولیں، تکیہ سر کے نیچے رکھے خود کو زرا اونچا کیا۔

"نہیں ڈھول لے کر سبکو جگا رہی تھی"

پنار کے جواب پر وہ دبا سا مسکرا کر پلٹا۔

"شکل سے تو تم ایسی نہیں لگتی تھی، یہاں ہارٹ سپیشلسٹ اور وہاں یہ کاروبار۔۔۔۔امپریس ہو گیا میں"

دیان نے بھی جلبلاتا ہوا وار کیا جس پر وہ منہ بگھاڑ کر اٹھ بیٹھی۔

"کیوں کال کی تھی آپ نے؟ اچھی بھلی سو رہی تھی"

پنار نے بمشکل جمائی روکی۔

"بس یہ کہنے کے لیے کہ جلدی واپس آجاو"

ناجانے کیا تھا دیان آریز کے الفاظ میں کہ پنار کا دل ہمک سا اٹھا، اس بندے کا والہانہ پن گرویدہ کر سکتا تھا۔

"کیوں میرے بغیر دل نہیں لگ رہا یا سانس نہیں آرہی دیان آریز"

وہ بھی اتراہٹ کی ملکہ تھی، جسم و جان سے بھلے سر دلہر اٹھ رہی ہو پر اپنا غرور کم نہ کرنا تھا۔

"موڈ سوئنگز کا ایشو ہو رہا،

I want to fight with you"

اب بھی اس بندے کے لڑنے کے ارمان پر پنار کا حلق تک کڑوا ہوا۔

"اوہ تو لڑنے کے لیے اب آپکو اب ذاتی پارٹنر چاہیے تھا؟ لیکن پنار ہوں میں یہ مت بھولیے گا۔ ایسا نہ ہو آپکی ایسی عقل ٹھکانے لگے کہ آپ لڑنے کا نام تک بھول جائیں۔"

وہ سلگی تھی، اور دیان آریز اسے سلگانے پر ہی راضی تھا۔

"میں تم سے اب نئے طریقے سے لڑوں گا، تم آجاو تو بتاتا ہوں۔ بائے دا وے مشائم نے نکاح کی پکس بھیجی ہیں۔ میں تمہیں بھی فارورڈ کرتا ہوں"

دیان کے ذومعنیت بھرے جملے کا اثر اسکی اگلی باتوں میں دب گیا تبھی پنار کوئی ردعمل بھی نہ دے سکی۔

"اوکے۔ رکھ دوں فون؟"

پنار کے سوال پر دیان کے ہونٹوں پر شر انگیز سی مسکراہٹ اتری۔

"رکو۔۔۔ وہ میسج میں نے آدھے ہوش میں بھیجا تھا۔ تو اگر تمہیں وہ سب میرے منہ سے سننا ہے تو میرے آدھے ہوش اڑانے ہوں گے۔ آئی ہوپ یو انڈرسٹینڈ۔ لیکن وہ سب جھوٹ نہیں ہے پنار۔۔۔"

پنار کے دل کی دھڑکن اس بندے کے جملوں پر تھمی، دل اس شدت سے ہمک رہا تھا کہ پنار کے رخسار سے گلابی ہوئے۔

"میں آدھے نہیں پورے ہوش چھٹکی بجا کر اڑانے کی ماہر لڑکی ہوں، اور مجھے کچھ نہیں سننا۔ میں کیوں آپکو اس سٹیج تک لے کر جاوں؟ میں کیوں آپکو مجبور کروں۔۔۔۔ مجھے زبردستی کچھ نہیں چاہیے۔۔۔ آپکی نظر تک نہیں"

پنار نے اپنا موقف پھر سے ڈٹ کر بتایا۔

"کیوں کہ میں یہ سارے اختیارات کل تمہیں دے چکا ہوں، بائے"

مزید وہ بات نہ کر پایا کیونکہ جانتا تھا وہ لاجواب کر دے گی۔

"عجیب اکڑو قسم کا انسان ہے، ایک آئی لو یو کہنے میں کونسے دوڑے پڑ رہے۔۔۔۔ ہنہ۔۔۔ میں بھی پنار ہوں، اپنی آئی پر آوں تو دنیا ہلا دوں۔۔۔۔"

پنار اسکے اثر سے اب بھلے پورا دن نکلنے کی کوشش کرتی ایسا ممکن نہ رہا تھا۔

وہیں زینیش، خان بابا، طلال اور پنار نے ایک ساتھ ناشتہ کیا اور پھر زینو، طلال اور پنار کے ساتھ ان دو کو اپنے زینو ڈیری سب وے روانہ ہو گئی۔

..________________________________..

"ہوش سے کام لے شمشیر، یہ وقت پاگل ہونے کا نہیں ہے"

شمشیر نے رات تو جیسے تیسے کاٹی پر منہ اندھیرے ہی وہ حویلی سے نکل کر تنویر کے فارم ہاوس آگیا، تنویر خود بھگوڑا کل بھاگ آیا تھا سو شمشیر کو کس منہ سے اس خوف و حراس سے نکالتا۔

ایک بازاری عورت کا بھی اس نے شمشیر کے لیے انتظام کروایا مگر وہ اسے بھی کاٹ کھانے کو دوڑا سو تنویر اس تیار سجی سنوری طوائف کال گرل کو اشارے سے کمرے سے باہر جانے کا کہے خود اندر آیا، فیروز شمشیر کے جسم کا لہو سلگا ہوا تھا۔

"پاگل ہو گیا ہوں تنویرے، مجھے لگتا ہے مکافات قریب
ہے۔۔۔ج۔۔ جس طرح میں نے اپنے دایب، اپنے بیٹے کو وحشی پاگل کیا، یہ اوزان مجھے کر دے گا۔۔۔۔ اسے شک ہو گیا ہے تنویرے۔۔۔ وہ میری گردن بنا نشان چھوڑے دبا دے گا۔۔۔ خدا کے لیے مجھے بچا
لے۔۔۔۔ اسکی آنکھوں میں جو آگ تھی نہ۔۔۔ وہ وہی آگ تھی جو میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے خاندان کے افراد کو لگائی"

شمشیر کی ایسی مخدوش حالت تنویر کو بھلے سکون دے رہی تھی لیکن اب وہ خود بھی خوفزدہ تھا کیونکہ اگر اوزان اپنے دادے کو نہیں بخش رہا تو عنقریب تنویر کی گردن بھی دبوچ سکتا ہے۔

"ہمم تو پھر تو بتا کیا کروں۔۔۔ اوزان کو راستے سے ہٹا دیں؟ دیکھ یہ مشورہ تو بہت برا اور سفاک ہے لیکن اسکے انتقام سے دنیا کانپتی ہے"

تنویر کی رگ رگ میں ڈورتے ڈر پر وہ جو بڑبڑایا، فیروزنہ صرف اپنی جگہ سے اٹھا بلکہ زرا سا چہرے کی پیلی پڑتی رنگت میں خون بھی چھلکا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے۔۔ وارث ہے وہ میرا۔۔۔ اسے مار دیا تو بھی تباہ ہو جاوں گا۔ میری ساری جائیداد اسکے نام ہے اور اس نے وصیت کر رکھی ہے کہ اگر وہ مرتا ہے تو اسکے نام لگی تمام پراپرٹی کسی مسجد کو مل جائے گی۔۔۔۔"

فیروز کی مخدوش حالت اور اس انکشاف پر تنویر کا دل چاہا اسکا کلیجہ کاٹ دے۔

"اوئے منحوس مارے تو نے یہ کیا کر دیا، اپنے دونوں فیکٹریاں تو نے اوزان کے نام کر دیں۔۔۔ کم عقل۔۔۔ تیرے ساتھ جو ہو رہا ہے بالکل ٹھیک ہے"

تنویر کے بلبلانے پر فیروز کا خوف بڑھا۔

"یار اس نے دایب کے مرتے ہی وہ اپنے نام کروالی تھیں، میری آنکھوں پر اسکی سعادت مندی کی پٹی بندھی تھی۔۔۔۔ ہو گئی غلطی۔۔۔۔ لیکن اب میں اوزان پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ اسے پتا تھا مجھے سیاست میں رہنے کا جنون ہے پھر بھی اس نے مجھ سے میرا حق میری خوشی چھین لی۔۔۔۔۔ وہ مجھے زچ کر کے سب اگلوانا چاہتا ہے۔۔۔۔ خدا کے لیے مجھے بچا لے تنویر۔۔۔۔ اوزان م۔۔ مجھ سے کہیں درجے خطرناک ہے"

ان دو کی یہ باتیں آج بھی کوئی سیاہ ہیولا سن کر محظوظ ہو رہا تھا، اسکا مطلب یہ تھا کہ کوئی تھا جسکی دشمن کے اڈوں تک بھی رسائی تھی۔

"ہمم۔۔اچھا تو پر سکون ہو جا۔۔۔ سوچتے ہیں کچھ۔۔۔۔ اپنے بچاو کے لیے کسی کا قتل بھی کر و تو جائز ہو تا ہے۔۔۔۔ تو بعد میں مجھے الزام نہ دینا فیروز کیونکہ میں جو کروں گا بہت سوچ سمجھ کر کروں گا"

تنویر کے ارادے فیروز شمشیر کو دہلا رہے تھے لیکن وہ مجبوراچپ تھا جبکہ اس سیاہ ہیولے میں نفرت انگیز سی جنبیش ہوئی اور وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

وہیں دوسری جانب آج بھی وہ بنا ناشتے کے ہی دبے پیر انصاری حویلی سے نکل کر قصور روانہ تھا۔

رات اسے بہت اچھی نیند آئی تھی، تبھی تو آنکھیں ہر دکھ، جلن اور کرب سے آزاد تھیں۔

اور اس صبح کے خوبصورت سفر کے بیچ حسیب کی کال نے اسکا دل مزید مسرور کیا، اوزان بلیک میں آج پہلے سے دگنا وجیہہ اور پرکشش لگ رہا تھا کیونکہ آج سنہری آنکھوں کا چمکتا پن بھی ذات کے غرور میں اضافے کا سبب تھا۔

"اوئے ڈنگر! تو گیا بھابھی کے پیچھے یا ابھی تک آہیں ہی بھر رہا ہے؟"

حسیب اس وقت جیم تھا اور تبھی شرٹ لیس ہوتے جناب کے ابھرتے سیکس پیکس پر ارد گرد کی بچیاں اسے ہی فرصت سے تاڑ رہی تھیں۔

"جا رہا ہوں"

مختصر اور بنا برہم ہوئے جواب پر حسیب کو ہارٹ اٹیک سا آیا۔

"اوئے ھوئے! سمتھنگ سمتھنگ۔۔۔ لیکن میرا پتر وہ اب اپنا دل پلیٹ میں رکھ کر نہیں دے گی۔ میری تو دعا ہے ایسا تجھے بے مروتی کی مار مارے

کہ تیرے سارے کس بل نکل جائیں۔ آئے ہائے مزہ آجائے اگر میری معصوم منی سی بھابھی ہٹلر کی شاگرد بن کر ملے تجھے"

حسیب نے بھی دل کے پھپھولے جی بھر کر پھوڑے جس پر اوزان سنجیدہ ہوا، آج بھی گہرا بلیک ہی چنا گیا، لیکن صرف لباس، دل نہیں۔ دل تو آج روح جیسا شفاف تھا۔

"میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں"

حسیب تو اسکے ایسے پر سکون جوابات پر دنگ ہو رہا تھا، آج تو کمپلیئین اسے کچھ کہہ بھی نہ رہا تھا۔

"چل پھر دعا دیتا ہوں تجھے زیادہ نہ تڑپائے، چُھی چاٹی ٹائپ کا تو تُو بندہ ہے نہیں۔۔۔ اگر زیادہ غصہ دیکھائیں تو گلے لگا لئیں چپ چاپ۔۔۔ تیرے سے اس سے زیادہ کچھ ہونا بھی نہیں۔۔۔ بس ایک مشورہ ہے جب تو میری

بھابھی سے اپنے لوو کا اظہار کرے تو گن سائیڈ پر رکھیں۔۔۔۔ مجھے خدشہ ہے ایک دوسرے کو پھڑ کا نہ دو"

حسیب کی یہ سب باتیں اس کمپلیئین کے سفر کو مزید خوبصورت کر رہی تھیں، اس بار تو وہ واقعی مسکرایا۔

"تجھے برا پتا ہے میرا، کیا پتا اوزان دا ایب تیرے جیسے چھچھورے سے بھی دو ہاتھ آگے ہو؟"

اوزان کی شرارت اور ذو معنی پر حسیب کا اس جانب قہقہہ بلند ہوا۔

"ہاہا تیرے جیسی میسنی چیز سے کچھ بھی امید کی جا سکتی ہے۔ جو دن دیہاڑے ایم این اے بن سکتا ہے، اپنے دادے پادے کو ڈھول چٹا سکتا ہے۔ اپنے بدلتے رنگوں سے دنیا کو گما سکتا ہے کچھ بھید نہیں کہ وہ مجھ جیسے لفنگے کو بھی پیچھے چھوڑ دے اس عشق معشوقی میں۔۔۔۔ چل تو جس طرح

راضی۔۔۔۔پر دھیان رکھیں بھابھی پاگل ہی نہ ہو جائیں۔۔۔۔قسم سے تو ویسا آھو والا بندہ سرے سے لگتا ہی نہیں ہے"

حسیب کے ہنسنے پر اوزان بھی دبا دبا مسکرایا، اسے کیا خبر تھی کہ یہ اسکی آخری مسکراہٹ ہے۔

"لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے، یہ بتا بہار کی خیر خبر لی تو نے پھر؟"

اوزان کا سوال حسیب کے چہرے کی ساری مسکراہٹ نگل گیا۔

"نہیں۔۔۔کیا لوں؟"

حسیب یہ پوچھتے عجیب سی تڑپ میں مبتلا تھا۔

"لینا چاہتا ہے خبر تو لے لے"

اوزان کی اجازت پر حسیب کی سیاہ آنکھوں میں تیرگی سی اتری۔

"اور اگر اس نے ہر ہوس و حکمرانی کے نشے سے آزاد ہو کر واقعی تکلیف کے سنگ کہا کہ اسکے پاس آجاوں یا کچھ ایسا ہوا کہ مجھے جرمنی جانا پڑا؟"

حسیب کے لہجے میں پھر سے ملال و حزن تھا۔

"اسکی بھی اجازت ہے"

اب تو حسیب کو یقین ہوا کہ آج سورج واقعی مغربی طرف سے نکلا ہو گا کیونکہ ایسی اجازت تو ناممکنات میں سے تھی۔

"کرتا ہوں اسے کال۔۔۔تو بھی پہنچ کر امن یا جنگ جو بھی ہوئی سنگل دے دینا مجھے۔۔۔چل رب سوہنے کے حوالے"

حسیب سے مزید بات کرنی مشکل تھی اور اوزان نے تبھی اسے کال بند کرنے کی اجازت دی جبکہ حسیب وہاں سے فون پر بہارے کا سیوڈ نمبر ڈائل کرتا اپنے کیبن کی طرف بڑھا۔

دوسری جانب اسکا بجتا فون کسی برٹش نرس نے اٹھایا۔

"wer bist du?

(آپ کون ہیں؟")

وہ نرس وہاں کی زبان میں اس سے تعارف مانگ رہی تھی اور اسی پر حسیب کا دل تھما۔

"Das ist die Nummer von Bahar Pasha, wer bist du und wo ist Bahar?

(یہ بہار پاشا کا نمبر ہے، آپ کون ہیں اور بہار کہاں ہے؟)

حیسب کے لہجے میں واضح تڑپ تھی۔

"Ja, das ist seine Nummer, er ist seit gestern Admin in unserem Krankenhaus. Es gab einen

Nervenzusammenbruch, aber die Körperlichkeit konnte bis jetzt nicht wiederhergestellt werden. Wir haben auch in seinem Telefon nach Nummern gesucht, die Rufnummernliste war komplett leer. Komm zu ihnen, wer auch immer du bist."

(جی یہ اسی کا نمبر ہے، وہ کل سے ہمارے ہوسپٹل میں ایڈمنٹ ہیں۔ نروس بریک ڈاون ہوا تھا لیکن طبعیت اب تک بحال نہ ہو سکی۔ ہم نے انکے فون میں نمبر بھی ڈھونڈے، ڈائیل لسٹ بالکل خالی تھی۔ آپ جو بھی ہیں انکے پاس آجائیں۔)

نرس کے اطلاع دینے پر حسیب بمشکل کرسی کا سہارہ لے سکا تھا، اپنی بے حسی دل میں درد جگا گئی۔

"Nun, ich werde da sein, sobald ich kann, du kümmerst dich darum."

(ٹھیک ہے میں جتنا جلدی ہو سکے وہاں پہنچتا ہوں، آپ اسکا خیال رکھیے گا۔
(

حسیب نے کہہ کر رابطہ توڑا، دل بہت بری طرح درد میں جکڑا تھا۔

"اس نے سبکے نمبرز ڈیلیٹ کیوں کیے؟ آہ بہار تم کرنا کیا چاہتی ہو۔ یہ لڑکی تو فلم کی شوٹنگ کے لیے گئی تھی۔۔۔۔مجھے جانا ہی ہو گا"

حسیب کے لیے اس وقت اس قدر ٹف روٹین سے دو دن نکالنا بہت مشکل تھا مگر بہار کی طبعیت ڈاون ہے یہ سن کر وہ وقتی طور پر سب بھول چکا تھا۔

وہیں زینو ڈیری سب وے کی بہاروں سے رنگ لوٹے تھے، اسکی ڈیری اسکی ہونہار شاگردوں اور انکی جونئیر لیڈیز شائستہ نے بھرپور اچھے سے سنبھالی پھر زینیش کو دیکھ کر سب باولی ہو گئیں۔

طلال کو اپنی بیٹی کی اس خوبصورت رنگ برنگی دنیا میں آکر اپنے سارے
کرب بھول گئے۔

وہ خود بھی یہاں آنے پر خوش تھے کیونکہ زینیش کے سارے رنگ تو یہیں
چھوٹ گئے تھے جو اس کو آتے ہی واپس ملے۔

کوٹ کی مکھنی چہک اٹھی تھی۔

لان میں لگے سفید پھولوں کو جوبن پر دیکھ کر اسے لمحہ بھر وہ ستم گر یاد آیا پر
وہ دل و دماغ جھٹک گئی۔

وہ اسے سوچنا بھی نہ چاہتی تھی۔

ڈیری سب وے کے بعد طلال انصاری، نظیرے کے ساتھ اسکا ڈیری فارم
وزٹ کرنے نکلے اور پنار بھی کچھ نئی ریسپیز کے سینپل دیکھنے میں ان سب
وے کی گرلز کے ساتھ گھل مل کر مصروف ہو گئی اور زینو نے بھی آتے ہی
سینیمن کیک بیک کر کے خود کو ریلکس کیا۔

"کیا میری غیر موجودگی میں سینیمن کیک کا کوئی کسٹمر آیا شائستہ ؟"

زینو نے تمام پیسٹریز، کیک ریک پر رکھے آرڈرز والے ریپڈ کیک کو تکتے ساتھ کام نمٹاتی شائستہ کو مخاطب کیا۔

"نہیں زینو باجی کوئی نہیں آیا۔۔۔"

شائستہ نے فوری بھولے پن سے جواب دیا۔

اسی لمحے فاطمہ نامی سب وے کے بلیک اینڈ ریڈ یونیفارم اور حجاب میں لپٹی چھوٹی سی لڑکی اندر ڈیری میں آئی۔

"زینو آپیا سینیمن کیک کے کسٹمر آئے ہیں باہر، ساتھ آج کریمی سوئیٹ کافی آرڈر کی ہے۔ اور کہہ رہے سب وے کا میٹھا حلوہ لازمی ایڈ کریں"

فاطمہ کی بات پر شائستہ اور زینش ایک ساتھ حیران ہوئیں مگر جب زینش نے زرا دروازے کی طرف لپک کر باہر جھانکا تو اوزان دایب کو دیکھ کر

زینیش کے تن بدن مئں شرارے جاگے، کسی پر بھی سحر طاری کرتا اس شخص کے وجود کا سکون، اسکا سحر اور خوشبو زینیش کو لگا جان پر بن آئے گی۔

اس سے پہلے فاطمہ اس کسٹمر کم دشمن جان کا آرڈر تیار کرتی، زینیش نے اسے سختی سے منع کیا اور خود بازو زرا چڑھاتی غصے سے باہر آئی۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟ آپکو یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ جائیں ورنہ سب وے سیکورٹی گارڈ کو بلوا کر چلتا کراوں گی۔ ہمیں آپ جیسے بے مروت، بے حس اور سر پھرے کسٹمرز ہرگز نہیں چاہیں"

دل تو زینیش کا اوزان پر برستے تھما تھا لیکن اب اس کے نہ دل میں نرمی تھی نہ رویے میں۔

اوزان نے اس ہاف وائیٹ جوڑے میں میرون شال شانوں پر لپیٹ کر بہادری سے اپنی محبت پر غراتی، غصے میں مبتلا زینیش کو جن متبسم نگاہوں میں لیا وہ زینیش کے دل تک تپش پہنچا گئیں اور دل کپکپا گئیں۔

"مجھے بھوک لگ رہی تھی تو سوچا تمہارا ایک کیک خرید کر احسان کرتا جاوں، اور کیا تم یہاں آئے تمام کسٹمرز کے ساتھ یوں ہی پیش آتی ہو؟"

اوزان اس قدر مطمئین کیسے تھا وہ جنجھلائی اوپر سے وہ اپنی روح تک جھانکتی تیز نظروں میں اسے رغبت سے بسائے زینیش کو مزید غصہ دلا رہا تھا۔

"میں کیسے پیش آتی ہوں اسکا آپکو بھی علم ہے اور یہاں کے ہر فرد کو بھی۔ مجھے یا میرے سب وے کو آپکے اس احسان کی ضرورت نہیں۔ چلے جائیں یہاں سے"

وہ اب بھی منہ پھلا کر غصہ ہوئی، اسکے سفید رخسار جیسے لال ہوئے، اوزان سے نظر ہٹانا محال تھا جبکہ زینیش کا بس نہ چل رہا تھا پکڑ کر اسے اپنی بیکری سے باہر نکالتی۔

"چلا جاوں گا، کیک کھالوں۔ آرڈر کر دیا ہے۔ناشتہ نہیں کیا میں نے، اگر میرے کسی سیاسی بندے کو پتا چلا کہ ایم این اے اوزان دایب کے ساتھ ایک بیکری میں یہ سلوک ہوا تو تمہاری یہ جگہ خطرے میں پڑ جائے گی"

اوزان نے جان بوجھ کر متکبر ہوئے رعب ڈالا جبکہ کیک کی مسلسل رٹ پر زینیش کا صبر بھی جواب دیا۔

"اچھا جس سے نفرت ہے اسکے ہاتھ کا کیک کھائیں گے آپ، چچ چچ کیا ہو گیا آپکے غرور وانا کو"

زینیش نے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے سلگ کر جتایا جس پر اوزان کے سکون میں ہلچل مچی۔

"اگر تم نے کوئی طنز کیا تو کیک کے ساتھ تمہارے ہاتھ بھی کھاوں گا"

اوزان سے اسے ایسے بے تکلف اور منہ پھٹ جواب کی توقع تک نہ تھی، چہرہ خفت سے لال ہوا، آنکھیں لحظہ بھر چرائی۔

"آپ مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مسٹر کمپلیئین "

زینو کو اسکی یہ بدزبانی زہر لگی تبھی بلبلائی۔

"نہیں بدقسمتی سے مجھے یہ موقع ملا ہی نہیں، محبوبہ بننے سے پہلے وہ میری بیوی بن گئی جس سے فلرٹ کرنا تھا"

اوزان کی یہ بات زینیش کے تن من میں تپش جگا گئی۔

"بیوی نہیں ہوں میں اب آپکی سنا آپ نے"

میز پر ہاتھ رکھے اسکی طرف جھک کر زینیش نے پست ساغراتے اوزان دائب کی معلومات میں اضافہ کیا جو مستقل اسکی زرا حجم سے بڑھی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر کیا ہو؟"

اوزان اسے دیکھ کر ہی لاجواب کر رہا تھا، لیکن اب وہ اسکے ان جھانسوں میں ہرگز آنے والی نہ تھی۔

"دشمن۔۔۔۔ اگر اپنا سکون عزیز ہے تو انہی پیروں سے واپس چلے جائیں۔ زینیش بدلا لینے پر آئی تو آپکو بہت رلائے گی۔۔۔ یہ میری ایک انسانیت کے طور پر تنبیہہ ہے"

اوزان کے دل کو اس شیرنی جیسے رویے پر خوشی تھی پر اب وہ تھوڑا خوفزدہ بھی تھا کیونکہ زینیش کسی قسم کی نرمی روا رکھنے کی قائل نہ دیکھائی دے رہی تھی۔

"مجھے اپنا سکون عزیز نہیں ہے، ہاں رلا نہیں سکتا کوئی مجھے سو یہ تم سے بھی نہیں ہو گا۔۔۔اب گھور کیا رہی ہو، جو آرڈر کیا لا کر دو۔ اور مجھے تم ہی سرو کرو گی"

اوزان کے اس بے تکلف اور ڈھیٹ رویے پر زینیش کا دل اسکا گلا دبانے کا کر رہا تھا مگر یہاں وہ کوئی میس کریٹ کرنا نہ چاہتی تھی۔

وہ اٹھ کر واپس کھڑی ہوئی، غصے سے اٹی خونخوار گھوری ڈالی۔

"آپکی غلام نہیں ہوں سمجھے آپ، میں کسی کسٹمر کو سرو نہیں کرتی"

زینیش اسے کہہ کر جانے لگی مگر اوزان کی آواز پر پلٹی۔

"وہ نامحرموں کے لیے ہے تمہارا اصول، میرے لیے نہیں"

وہ اسکی بات پر تلملا کر پلٹی۔

"کس قسم کے ڈھیٹ انسان ہیں آپ؟ ہاں۔۔۔ کس منہ سے آپ آئے یہاں اور یہ سب فضول باتیں کر کے ثابت کیا کرنا چاہ رہے ہیں۔۔۔۔ دماغ پر چوٹ تو نہیں لگی؟ یا آتے ہوئے باولی بھینس سے تو نہیں ٹکرا گئے۔۔۔۔ اپنا کیا کرایا سب بھول کر کس بے خوفی سے آپ میرے سامنے یہ باتیں کر رہے۔۔۔۔۔۔ نہ تو اب میں آپکو جانتی ہوں نہ کوئی رشتہ ہے۔ مجھے پریشان کیا تو کچھ اٹھا کر آپکے سر میں مار دوں گی کیونکہ اب میں نے رونا نہیں ڈائریکٹ چینخنا ہے۔۔۔۔۔"

اسکی آواز جس طرح سخت ہوئی، پنار اور باقی لڑکیاں بھی دروازے تک دوڑ آئیں۔

سب حیران تھیں بلکہ سکتے میں تھیں کیونکہ آج تک زینو نے کسی سے اونچی آواز سے بات نہ کی تھی۔

"ہائے اوربایہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہیں؟زینو آپا اس اتنے سوہنے بندے پربرس کیوں رہیں۔؟"

یہ سائرہ تھی جس نے باقی سب حیرت نشین کے بحاف پر بھی بڑبڑاہٹ دی۔

اور اس سے پہلے وہ سب کچھ الٹا سوچتیں پنار بول پڑی۔

"یہ وہی موصوف ہیں جن سے تم لوگوں کی میم اور باجی کا نکاح ہوا تھا۔ چلو بھاگو سب اندر۔ لڑنے دو انکو تھوڑی ناراضگی چل رہی"

پنار نے دبا دبا مسکرا کر سبکو اندر بھگایا خود بھی زرا دروازے کی اوٹ میں ہوئی کیونکہ اوزان دایب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"چینخنا آتا ہے تمہیں؟"

وہ جو اسکے کسی سوری کی امید کر رہی تھی، اس قدر غیر سنجیدہ سوال پر زچ ہوتی چنگاڑی جبکہ پنار کا اپنا دل کیا کوئی پتھر اٹھا کر کمیلئین کے سر میں دے مارے۔

"چیلنج کر دیکھاوں کیا؟ پھر اپنا منہ چھپا کر گندے انڈے، ٹماٹر کھاتے ہوئے یہاں سے بھاگ پائیں گے؟ اگر ایسا ٹیلنٹ ہے تو بتائیں میں ابھی چینختی"

زینو کے گولی جیسے غصیل جواب پر پنار کا اپنا دبا سا قہقہہ پھوٹا پر جب اوزان اور زینو نے پلٹ کر دیکھا تو وہ شرافت سے وہاں سے غائب ہو گئی جبکہ اوزان اپنی آنکھوں میں اڈتی شریر رمک دقت سے دبا سکا۔

"امیجن کرتے ہوئے تو یہ سب کافی گند الگ رہا ہے، ایسا کرو رہنے دو چینخنے کو۔۔۔۔ کیک بھی رہنے دو بس مہمان بنالو اپنے گھر کا"

اوزان اسکی آنکھوں میں جھانک کر جو معنی خیزی سے بولا وہ لمحہ بھر زینش سے قوت گوہائی سلب کر گیا، وہ کانپ اٹھی۔

"ہر گز نہیں، پورے کوٹ کا کوئی فرد آپکو اپنے گھر جگہ نہیں دے گا۔ بہتر یہی ہے واپس چلے جائیں۔ اور اگر خان بابا نے آپکو دیکھ لیا تو پہلے تو نہیں اب آپکی جان ضرور لیں گے۔ مجھے آپ کو دیکھنے میں اور بات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں"

زینیش نے دل کے تڑپنے کو ملامت کی اور سخت لہجے میں کہے وہ اندر جانے لگی جب اوزان نے اسکا ملائم ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیے روکنا چاہا مگر وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے جھٹکے سے چھڑوا گئی۔

"مجھے چھونے کی تو کوشش بھی نہیں، وہ زینیش جو آپکے چھونے کو اعزاز سمجھتی تھی وہ اسی حویلی میں مر چکی ہے۔ اور آپ نے اسے دفنا بھی دیا۔ امید ہے یہ ہماری آخری ملاقات ہو"

اسکو بنا دیکھے وہ کہتے ہی وہاں سے چلی گئی جبکہ وہ آنسو جو اس سنگدل کے روبرو روکے تھے وہ اندر آتے ہی بے قابو ہوئے لیکن اوزان دایب اسکے آخری جملے کو سن کر وہاں نہ رک سکا اور بڑی اجلت میں وہاں سے نکلا۔

"تم نے بہت اچھے سے بینڈ بجائی اس گرگٹ کی۔۔۔ویل ڈن۔۔۔ لیکن یہ کیا تم انصاف کر کے بھی رو رہی ہو زینو"

پنار نے اسے آہستگی سے پکڑ کر پلٹایا تو وہ روتی ہوئی اسکے گلے لگی، دل پھٹ رہا تھا۔

"ن۔۔ نہیں پنار، یہ انصاف نہیں تھا۔ یہ تو میری تکلیف کا ایک فیصد غبار تھا ابھی۔ وہ کیوں آئے اب؟ کیا چاہیے اب انکو زینو سے۔۔۔۔ اتنی نفرت، تذلیل اور دھتکار کے بعد وہ یوں مجھ پر حق جماتے مجھ سے برداشت نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ ایسے تو میں نہیں جی سکتی"

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی پنار کو بھی افسردہ کر گئی جو اسکی پشت سہلاتے اسکو تسلی دے رہی تھی۔

"تم نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا، پاگل ہوگئی ہو۔۔۔ایسے تھوڑا غصہ کیا جاتا کہ بعد میں اپنی بھی رو رو جان آدھی کر دی جائے۔۔۔تم نے جو کہا ایک دم ٹھیک تھا۔انکو خود بھی پتا ہوگا کتنا ہرٹ کیا تمہیں۔۔۔سو ریلکس ہو جاو۔۔۔بس بس رونا بند کرو"

پنار اسے سنبھالتی، پرسکون کرتی اسے پھر سے گلے لگا گئی پر زینو کی تو اتنے سے پر جان آدھی ہو گئی۔

"م۔۔میں انکا نقصان کر ڈالوں گی پنار میں بتا رہی۔اگر وہ دوبارہ سامنے آکر ایسا سب بولے تو میرے ہاتھوں کچھ برا ہو جانا۔میں پ۔۔پاگل ہو رہی اس وقت۔۔۔۔"

زینو کی بپھری کیفیت تو پنار کو بھی ہلکے پھلکے خوف میں ڈال رہی تھی۔

"ہاہابیبہ بچہ تو باولا بھی ہو گیا۔۔۔۔بس کر دے جذباتی ملکہ۔ اب وہ روئیں گے تم نہیں۔۔۔۔اور اب آئے تو یہیں کا کوئی گملا اٹھا کر مارنا۔۔۔ نقصان زیادہ ہو گیا تو غرور سے منہ بگھاڑ کر کہنا اوہ سوری میں نے تو پھول مارا تھا۔۔۔اوپس یہ مسٹر گملے بھی ساتھ آگئے۔۔۔۔ آپ اس گملے کے مستحق ہوں گے تبھی یہ ہوا"

پنار نے جس شرارت اور چونچال پنے سے کہا خود زینو روتی روتی ہنس پڑی۔

"شکر ہے ہنسی تو۔۔۔ چلو آجاو نیو ریسپی بناتے۔۔۔ چھوڑو انکو۔۔۔ بھٹکنے دو کوٹ میں انکو بنجاروں کی طرح۔ سزا ہے انکی۔ انکو بھی تو پتا چلے کہ زینش اتنی ارزاں نہیں ہے۔۔۔"

پنار نے یہاں بھی اس جن زادی بنتی زینو کو قابو کر لیا ورنہ آج وہ واقعی کہیں سر دے مارتی یا کسی کا خون کر دیتی۔

..________________________..

"اگر آپ کہتے ہیں تو میں یونی نہیں جاتی، کل شام تک صرف آپ کے ساتھ رہتی ہوں"

لائیٹ پرپل ٹاپ کے ساتھ جینز اور اوپر لوز سی باریک ہاف وائیٹ اونی جرسی کے ہمراہ مشائم نے بال بھی کھول رکھے تھے، لیڈیز وائیٹ اینڈ پنک جو گزر میں پیر مقید جبکہ پنکش پارٹی میک اوور کے ہمراہ مدہوش کن خوشبو بکھیرتی، آنکھوں میں والہانہ پن لیے وہ ویسے ہی الممان سیال کے ہوش و حواس پر بھاری تھی جو ابھی تک آج بستر سے نہ نکلا تھا، کیونکہ مشائم کو آج دیان پک

کر کے ہی یونی ڈراپ کرنے والا تھا تاکہ کچھ ٹائم اپنی بیسٹی کے ساتھ گزارے۔

مشائم اسکے پاس ہی پہلو میں بیٹھی جو آنکھیں بند کیے اپنی بقیہ نیندیں پوری کر رہا تھا کیونکہ ڈیوٹی پر واپسی ہوتے ہی اتنی میٹھی اور نان سٹاپ نیند ملنی ناممکن تھی۔

"تم میرے ساتھ مستقل رہتی ہو تو مجھے کچھ ہو جاتا ہے تمہیں پتا ہے، جاو یونی"

المان نے کروٹ بدل کر بند آنکھوں سے ہی پر خمار آواز میں ٹالنا چاہا مگر مشائم اسکے دونوں ہاتھوں میں اپنی انگلیوں کو جکڑ کر انھیں لاک کرتی اس پر ڈھے سی گئی اور چہرہ المان کی گردن میں دیا، اسکے کھلے خوشبودار بال المان کے سینے اور چہرے پر بکھرے تو لمحے میں المان سیال کی نیند اڑی۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا آج جانے کا، مجھے آپکا پیار چاہیے"

اپنی ملائم گال الماں کی کھر دری گال سے رگڑتی وہ اسکے نیند کے خمار میں ڈوبے ہونے کے باوجود اسے بہکا رہی تھی جو دونوں جکڑے ہاتھ جھٹکے سے مشائم کی کمر پر لاک کیے اسکو اپنی رسائی میں لاتے ہی اسکی دبی دبی گرم سانسیں خود میں ہوش پانے کے لیے اتارنے لگا، نہ تو اسے یہ سلگتی گستاخی جلدی سمیٹنے کی جلدی تھی نہ مشائم نے اسکی کسی بڑھتی شدت میں اس کمزور پڑتے لمحے رکاوٹ ڈالی، وہ جنونیت خیز لمس بخشتا بھول گیا کہ مشائم کی دھڑکن تھم سکتی ہے، وہ بے جان محسوس ہوئی تب جا کر الماں نے اسکی بھیگی پلکیں تکتے رحم کھا کر اسے خود سے دور کیا۔

"کیوں اپنی جان کی دشمن بن رہی ہو صبح صبح"

الماں کو اپنی سانسوں میں گھلتی منٹ ماؤتھ فریشنر کی مہک محسوس ہوئی تو وہ خود ہی مشائم کو اس قدر میسر و موجود آنے پر بگھڑا جو بوجھل پلکیں لیے اپنے ہاتھ اسکے ہاتھوں سے چھڑواتی بنا کچھ کہے بازو اسکی گردن میں حائل کیے اس پر حاوی سی ہو گئی۔

"رات آپکے ڈرانے پر میں نے آنکھیں تو بند کر لیں تھیں لیکن ساری رات آپکے دل کی دھڑکن بہت تیز رہی اور میں سو نہ پائی، مجھے ایسا لگا کیپٹن جیسے آپ کسی بے چینی کا شکار ہوں۔ مجھے پتا ہے آپ مجھے نان سٹاپ پیار کرنا چاہتے ہو تو اگر آپکو یہ لگتا ہے مشائم کی جان نہیں جائے گی تو آپ پرسنل ہو سکتے ہیں۔۔۔۔ مجھے برا نہیں لگا تھا، آپکا ہر ٹچ اس وقت بھلے ڈراتا ہو لیکن بعد میں م۔۔ مجھے بہت اچھا لگا۔۔۔ میں اکیلے ہی مسکراتی رہی"

وہ کچھ دیر گہرے گہرے سانس بھرے زرا چہرہ اٹھا سکی تو الماان کو تکتی رک رک کر ہچکچا کر جیسے سب بولی، الماان کو مشائم کی یہ خود سپردگی پاگل نہ کرتی تو کیا کرتی۔

وہ خود نہ سمجھ پا رہا تھا کہ آج تک اس نے کسی لڑکی کو دوسری بار دیکھا تک نہ تھا، نہ دلچسپی لی لیکن مشائم کے معاملے میں وہ ایسا تھا کہ خود تک کو حیران کر رہا تھا، اس کا مشائم کے لیے ہمکتا دل اور وجود نکاح کی کشش کا سبب تھا۔

"میرا کسی بھی طرح کا چھونا تمہیں برا لگے گا بھی نہیں، کیونکہ میں تمہارا شوہر ہوں۔ ہسبنڈ وائف سچ میں ایک دوسرے کا لباس ہیں، نہ دلوں میں پردہ ہے نہ جسموں میں بلکہ شوہر کا سکون اللہ نے اسکی بیوی کے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں میری خواہشوں کی تکمیل کے بیچ کچھ ہو گا نہیں۔۔۔ میں کافی ڈیمانڈنگ ہوں"

المان نے اسکے خوف کو آخری حد تک ابھارا جس پر وہ ڈری بھی اور اس پر سے اسی کیفیت کے سنگ اٹھنے لگی پر المان سیال نے اسکو واپس خود پر جھکائے اپنے ہونٹوں کی پہنچ میں آتی اسکی گردن پائے شہہ رگ چومتے ہی مسکاتی مدہوش مشائم کی ٹھوڑی پر لب رکھے اور دونوں بازو اسکے اطراف گما کر ہاتھ لپیٹے۔

"اب ڈیماند پوری کرو بھاگ کدھر رہی ہو"

المان کے بگھڑنے پر وہ ساکن یوئی۔

"ت۔۔ تھوڑی سی ڈیمانڈ پوری کر سکتی ہوں میں آپکی پر وعدہ کریں پہلے کہ جن نہیں بنیں گے، آرام سے پیار کریں گے۔ مجھے آپکا کبھی کبھی پیار کرنا ہرٹ بھی کرتا۔ ادھر دیکھیں میری نیک پر ریڈنس بھی آگئ تھی کل۔۔۔ میں نے بتایا نہیں آپکو بٹ..."

مشائم نے اسکی آنکھوں کی شدت وحدت کے بیچ بمشکل گھبراہٹ دباتے بہت دکھ سے اپنی گردن دیکھائی جس پر پہلے سے گہری گستاخی کا اثر آب و تاب سے چمکتا الماں کو مسکراہٹ دے بیٹھا۔

وہ پھر سے اسی نشان پر شدت سے لب جمائے دور ہوا۔

"میں نے ریڈنس زیادہ کر دی، اگر تم نے میرے پیار میں نرمی کی فرمائش کی تو ان مہروں کا رنگ گہرا اور تعداد میں اضافہ ہو گا سو اس معاملے میں نو کمپرومائز"

المان کے ڈھیٹائی سے بار بار گردن چومنے پر وہ سچ میں روہانسی ہوئی، روٹھ کر دور ہونے کو بھی مچلی۔

"آپ مجھے رس گلا یا گلاب جامن سمجھ کر کھا گئے تو۔۔۔ میں آپکے سٹمک میں کیسے رہ پاوں گی"

مشائم کی روہانسی سسکی سی پر المان کے ہونٹ اسکے عارضوں سے مس ہوتے گردن کی ابھرتی رگوں پر دلفریبی سے رینگ رہے تھے، اسے اپنی خوشبو میں مبتلا کر رہے تھے۔

"تمہیں حلق سے نیچے اترنے نہیں دوں گا، اپنی زبان کے من پسند ذائقے تک محدود رکھوں گا"

وہ ساری خفگی ہی المان کے اس جذب بھرے جان لیوا جملے کے آگے بھول گئی۔

"ہمم۔۔۔ ہرٹ ہوتا ہے نہ کیپٹن"

پھر سے معصومانہ سی گزارش۔

"نہیں ہوگا ہرٹ، آئی پرامسس"

وہ گھمبیر جذبوں سے اٹا بولا اور پھر کمرے میں خاموشی چھاگئی صرف تیز سانسوں کے تبادلے کی ہلکی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھی مگر جب میشی کی سانسیں اکھڑنے لگیں تو الماان نے سنجیدگی سے مشائم کی زرا قربت وشدت کے اثر سے بدلتی آنکھوں میں دیکھا۔

"جاو یونی، ورنہ کھاجاوں گا تمہیں"

اسکے بے حال ہوتے سانس، منتشر ہوتی دھڑکن پر آخر رحم کھائے الماان نے اسے آزاد کیا جو منہ بناتی اس کے پاس سے اٹھ کر جب ڈریسنگ کے آئینے کے پاس آئی تو اپنے واٹر پروف میک اوور کی ہستی دہلی دیکھ کر مشائم نے پلٹ کر گھورتے الماان کو دیکھا جو مست سا قہقہہ لگاتے لحاف سر تک اوڑھے کروٹ بدل گیا جبکہ مشائم کا دل چاہا بیٹھ کر رونے لگے۔

چہرہ یوں زرد و سرخ تھا جیسے ابھی خون چھوٹ جائے گا اور پھر اس شخص کی حرکتیں ویسے ہی چہرے کی جلد تک میں سرخی اتارنے کے ساتھ پورے جسم پر کپکپاہٹ طاری کر گئی۔

"بے شرم کیپٹن، جن نہ ہوں تو۔۔۔۔ آگے سے آپکے ہاتھ باندھ کر اور منہ پر ٹیپ لگا کر آپکو بہکاوں گی۔ پھر مزہ آئے گا جب چاہ کر بھی کچھ کر نہ سکے۔۔۔۔ میری پوری محنت کی ایسی کی تیسی کر دی۔۔"

بچاری کو پھر سے فیس کلنز کر کے دوبارہ سے سجنا پڑا اور یہ اس وقت صبح صبح ٹھنڈ میں خاصا ٹارچر تھا اور خود وہ مزے سے واپس سو چکا تھا۔

..________________________________..

"مجھے پہلی فلائیٹ چاہیے اسلامہ آباد سے Frankfurt کی، جتنا جلدی ہو سکے"

حسیب کی پہلے لاہور سے اسلامہ باد ایک اہم کام کے لیے روانگی تھی اور پھر وہاں سے وہ جرمنی جانے والا تھا۔

"مل جائے گی سر آج دو تین بجے، رات تک آپ پہنچ جائیں گے۔ میں کنفرم کر کے آپکو میسج بھیجتا ہوں"

مقابل سے آتے مثبت جواب نے اسکے سرد جذبات کم کیے جبکہ اسکی اسلامہ باد اچانک روانگی پر صائمہ اسکے کمرے میں آئیں۔

"کدھر جا رہا ہے؟ اچانک"

اماں کے فکر سے پکارنے پر وہ جو اکا دکا جوڑے سوٹ کیس میں ٹھوس رہا تھا، فوری پلٹا۔

"ایک ضروری کام ہے اسلامہ آباد۔ دو تین دن تک آجاوں گا۔ آپ اپنی میڈیسن لازمی لیجئے گا اور ملازمہ کو ساتھ ہی رکھ لیجئے گا رات بھی"

حسیب کی تاکید پر وہ سر تو ہلا گئیں پر انھیں سیبو کچھ پریشان لگا تبھی ٹھوڑی سے اسے پکڑے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا۔

"سچ بتا کام سے ہی جا رہا ہے نہ، کدھر کسی بچی کے ساتھ گُل چھرے تو نہیں منانے جا رہا۔ بتا رہی ہوں تیرے ٹانگیں سیک دوں گی سیبو۔۔ اور اس بہار کے تو نزدیک بھی نہ بھٹکیں"

ماں کی چھٹی حس کا تو وہ پہلے ہی فین تھا آج تو فدا ہوا، ہنس کر اماں کو شانوں سے پکڑا۔

"جیسی آپ اور وہ ہٹلر کا باپ اوزان ہے آپ نے مجھے میری ذاتی بیوی کے ساتھ بھی گل چھرے اڑانے نہیں دینے۔۔۔۔ سو یہ شک کا کیڑا اپنے دل سے نکال دیں اماں سائیں۔۔۔۔ میرے ارمان آپ اور آپکے لاڈلے سپوت نے پھونکیں مار کر پہلے ہی سرد کر دیے ہیں"

حسیب نے منہ بسورنے پر وہ بے اختیار ہنسیں۔

"نہ اس کے ساتھ تو جو مرضی کر لویں، ہم اتنے بھی ظالم نہیں۔ بس کسی جوگا ہو جاسیبو۔ میرا ابھی دل چاہتا اپنے پوتے پوتیاں دیکھوں۔۔۔۔ کیا خبر مزید کتنی حیاتی رہ گئی۔ کیا تو اپنی اماں کو اس خوشی کے لیے ترسائے گا؟"

والدہ گرامی کی فکر اور میٹھی میٹھی شرارت پر وہ بھی شریر ہوا۔

"تو بس بھر ریڈی رہیں کیونکہ اوزان آپکو جلد دادی بنائے گا۔۔۔ ہاہا گیا ہے اپنی ووٹی کے پیچھے۔۔۔ پہلے اسے ناراض کیا اب منائے گا اور منانے کے بیچ آپ تو جانتی ہیں کیا کیا ہو جاتا۔۔۔۔۔ لہذا اے میرے بندھے ہتھ ویکھ میری جذباتی اماں۔۔۔۔ مجھے اس سب سے ابھی دور رہنے دیں"

وہ حسیب کی چڑ تو سن ہی نہ سکیں، دل تو اوزان کے جانے نے ہی بہار کیا۔

"ہیں سچی؟"

صائمہ صاحبہ کی شادی مرگ کی سی کیفیت پر وہ انکو پکڑ کر کسرتی سخت سینے میں گھوٹ گیا تبھی وہ اسکے لاڈ پر بھی منہ بنا گئیں۔

"مجی۔۔۔۔ آپ نام سوچنے شروع کریں بس۔۔۔۔ چلیں میرے لیے ناشتہ لگوائیں پھر مجھے کر کے فوری نکلنا۔۔۔"

انکو الگ کرتے ہی انکی پیار اور لاڈ سے گال چومتا وہ جیسے مسکرایا خود صائمہ ہنس کر نثار سی نظر اس پر ڈالے کمرے سے خوشی خوشی نکلیں جبکہ حسیب کی آنکھیں تب مزید مسکرائیں جب فون پر دل جلے دیوانے کی کال آتی دیکھائی دی۔

"ہاں سانڈ، کوئی ہگ وگ ہوا"

فون لگتے ہی بنا بچارے کمپلیئین کا برا حال جانے وہ اپنی ہی ہانکا، اوزان اس وقت اپنی گاڑی سیال حویلی سے کچھ دو منٹ کے فاصلے پر روکے اپنی پر وقار رعب دار پرسنالٹی میں ایکسٹرا غرور بھرے ارد گرد کے سرسبز کھیتوں کی جانب رخ کیے کھڑا تھا۔

موسم اسکے آتے ہی ابر آلود ہوا، ہوا کے لہلہاتے جھونکے کھڑی فصلوں سے اٹکیلیاں کرتے دیکھائی دیتے آنکھوں کی فرحت بڑھا رہے تھے پر وہ تو بے چین تھا۔

"دانت تڑوانے ہیں تُو نے مجھ سے، بکواس نہ کر"

اوزان کے جلے جواب پر حسیب کا قہقہہ پھوٹا، پتا لگ گیا کہ کیا ہوا ہو گا۔

"ہاہا لگتا ہے سخت قسم کی بے عزتی ہو گئی نئے نویلے ایم این اے کی۔۔۔ چل کوئی نہیں کوشش جاری رکھ۔۔ بتا کہاں ہے؟ اور اب کیا پلین ہیں"

حسیب کے سوال پر وہ منہ بنائے ارد گرد طائرانہ نگاہ دوڑا رہا تھا۔

"سیال حویلی سے تھوڑا سا دور ہوں، وہ چاہتی ہے اوزان ان ویرانوں میں بھٹکے۔ اب بتا کیا کروں؟ حویلی جانا زرا انا پر ٹھیس سی دے گا"

اوزان نے بڑے جبر سے اپنی بے بسی کہی جس پر حسیب بھی شرارت سے نکلے وہیں میٹرس پر بیٹھا۔

"تجھ پر قاتلانہ حملہ کرواوں؟ ہو سکتا ہے علاج معالجے کے لیے تو سیدھا سیال حویلی کا مہمان بن جائے۔۔۔ جس کے ایک بار گلے لگنا چاہتا ہے، وہی اپنے نازک ہاتھوں سے تیری مرہم پٹی کرے"

حسیب کے اس نادر مشورے پر اوزان کا بگھڑا موڈ زرا بحال ہوا، اس وقت حسیب کی اس چول کی بہت ضرورت تھی مگر تب اوزان ساکن سا ہوا جب گردن کی جانب درد بھری چنگاری ابھر کر اسکے جسم میں اتری، وہ پلٹا تو ایک پاگل قسم کا مشتعل آدمی ہاتھ میں چھوٹا سا چاقو لیے اوزان پر وار کرنے کے بعد اس سے پہلے پھر سے چھپٹتا اوزان نے اسکی وہی توانا بازو فوری دفاع کو دبوچی۔

"رک ایک منٹ"

اوزان نے حسیب کو ہولڈ پر رکھے اس سے پہلے اس آدمی کی گردن دبوچ کر دھکیلتا وہ پیر پھسلنے پر پانی لگے کھیت میں چینختا جا گرا اور اس سے پہلے اوزان لپک کر اپنی گاڑی سے گن نکالتا تب تک وہ آدمی پوری سپیڈ سے وہاں سے گرتا پڑتا بھاگ گیا۔

اوزان اسکے پیچھے جاتا مگر اب فائدہ نہ تھا، ہاتھ بڑھا کر اپنی گردن سے ہتھیلی جوڑی تو ساری خون سے بھر گئی، یہ تو شکر کے کوئی رگ نہ کٹی ورنہ اوزان کی جان جا سکتی تھی لیکن اسکا پورا ہاتھ خون سے بھر گیا یہ بھی خطرناک تھا۔

"کیا ہوا ویرے، یہ کیسی ہلچل تھی کون چیخا؟"

دوسری طرف حسیب بھی اس ہاتھا پائی پر پریشان ہوا۔

"کیسی تیری کالی زبان ہے حسیب، ہو گیا مجھ پر قاتلانہ حملہ۔۔۔پتا نہیں کون تھا، بھاگ گیا میری پکڑ میں آنے سے پہلے"

اوزان کے بڑبڑانے پر حسیب کے چہرے کا رنگ سفید پڑا۔

"کیا بک بک کر رہا ہے، تو ٹھیک ہے اوزان ؟۔ کیسا قاتلانہ حملہ "

حسیب کا بس نہ چلا فون میں گھس جاتا جبکہ اوزان کو اس کٹ سے شدید جلن اور درد محسوس ہوا۔

"یار پتا نہیں کون تھا، گردن کی ایک طرف زخم لگا ہے۔ خیر فکر مت کریں دیکھتا ہوں کوئی آس پاس کلینک۔۔۔ ٹھیک ہوں بعد میں بات کرتا ہوں خون نکل رہا ہے بہت زیادہ"

اوزان نے حسیب کو اپنی طرف سے مطمئین کیا پر وہ نہ ہو سکا، جبکہ اوزان نے کال آف کی اور اس سے پہلے وہ گاڑی کی طرف لپکتا، آنکھوں کے آگے آتی دھندلاہٹ پر زرا لڑکھڑایا مگر کسی مضبوط ہتھیلی نے اسکے پر کشش ہاتھ کو بر وقت جکڑا مگر اوزان مزید آنکھیں کھلی نہ رکھ سکا کیونکہ زخم واقعی معمولی نہ تھا اور اسکی آنکھوں کے آگے دھندلاہٹ چھا گئی، اوزان کو اسکے

بعد ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے اور کس نے اسکی مدد کی، حسیب کی کال جس نے بھی اٹھائی اس نے اسے مطمئین کر دیا ورنہ حسیب پیچھے ہی دوڑ آتا۔

لگ بھگ ایک گھنٹے بعد خود کو انجان سی جگہ موجود پائے اوزان کے بے خبر حواس بیدار ہوئے، نہ جگہ شناسا تھی نہ ماحول، وہ مناسب سائز کے پرانے طرز کے پلنگ پر زر اتر چھا دو تکیوں پر سر رکھے لیٹا تھا، سماعت میں کسی کی نرم آواز پڑ رہی تھی پر ابھی وہ اس آواز کے الفاظ کو سمجھنے سے قاصر تھا نہ یکدم گردن ہلانے میں کامیاب، جب درد کی ٹیس پر ہاتھ بڑھا کر گردن چھونی چاہی تو وہاں پٹی تھی۔

یعنی اسکی مسیحائی ہو چکی تھی۔

"اٹھیں مت اوزان بھائی، بابا نے کہا ہے آپکو آرام کی ضرورت ہے۔ آپکی گردن پر بہت برا زخم لگا ہے۔ شکر ہے آپکی جان بچ گئی ورنہ جتنا خون بہا آپکی زندگی بھی جا سکتی تھی"

یہ کوئی اور نہیں سادہ دیہاتی سا نظیر اتھا اور اوزان کا ہاتھ تھامنے والے خان بابا کے ایک دوسرے بیٹے صدیق صاحب تھے وہی اوزان کو یہاں یعقوب حیدر کے گھر لائے اور نظریے کو اب اسکی دیکھ بھال پر معمور کیا۔

اوزان اسکے منع کرنے کے باوجود نہ صرف اٹھا بلکہ گردن سے ہاتھ جوڑتا پیر پلنگ سے نیچے اتارے اور نظر اٹھا کر نظیر کو دیکھا۔

"تم کون ہو؟ اور میں یہاں کیسے آیا۔۔۔کونسی جگہ ہے یہ"

اوزان نے نظیر کو دیکھتے اجبینت کے سنگ پوچھا۔

"آپکو میرے بابا صدیق لائے، جس نے آپ پر حملہ کیا وہ کوٹ سے بھاگ گیا ورنہ اسکی موت پکی تھی۔شاید آپکا کوئی خریف تھا۔میں نظیرا ہوں، خان بابا کا خاص شاگرد۔۔۔میرے بابا پنچائت کے چھوٹے رکن ہیں۔آپ اس وقت مرحوم یعقوب حیدر کے گھر پر ہیں۔۔۔خان بابا آپ سے ناراض ہیں تو اپنی حویلی کا مہمان نہیں بنایا"

نظیرے کی وہ باقی باتیں جھٹلا گیا مگر صرف آخری سن کر اسکے اندر آگ سی دہکی تبھی وہ زخمی گردن کے باوجود اٹھ کھڑا ہوا۔

اسکا بلیذر وہیں پاس پائنتی کی جانب دھرا تھا اوز شوز بھی وہیں پلنگ کے پاس نیچے فرش پر، فرش بہت ٹھنڈا تھا تبھی اوزان کو احساس ہوا وہ ننگے پیر کھڑا ہے۔

"بھائی آپ کی جان بہت مشکل سے بچی ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے گردن ہلانی نہیں ورنہ کوئی رگ زخمی ہو سکتی ہے۔۔۔نہ کریں بھائی خان بابا میری جان لے لیں گے اگر آپکو کچھ ہوا"

اوزان کو بپھری موج بنا جھک کر اپنا کوٹ اٹھاتا دیکھ کر وہ اسکو پکڑنا چاہتا تھا جو زرا جھکا ہی کہ گردن میں بری طرح درد جگا تو واپس سیدھا ہوا۔

"دیکھا دُکھا دی نہ گردن، خدارا بھائی بیٹھ جائیں۔۔۔پر سکون ہو جائیں۔۔۔"

نظیرے نے اسے پکڑ کر جیسے تیسے واپس بٹھایا مگر وہ اس وقت عجیب غصے اور بے بسی کا شکار تھا، جن زاد بنا۔

"مجھے یہاں نہیں رکنا، جانا ہے"

اوزان اس سے پہلے دھاڑ کر واپس اٹھتا، کسی جان لیوا حکم نے سارے ارادے ٹال دیے۔

"کہاں جانا ہے ؟ پھر سے کسی کے ہتھے لگنے۔۔۔خاموشی سے بیٹھ جائیں۔ آپ جائیں نظیر بھائی باہر۔انکی مدد میں کر دیتی ہوں"

زینیش کو کمرے میں آتا دیکھتے ہی وہ جو بے قرار تھا، یکدم قرار پا گیا جبکہ وہ اسکی کسی تڑپی، جان لیوا، روح شناس نظر سے اس وقت متاثر نہ ہونی والی تھی۔

جب اسے اوزان پر آئی اس مصیبت کا پتا چلا تو وہ مزید غصے کو دل میں دبا نہ رکھ سکی، اسے دکھ تھا کہ اس نے اوزان کو کیک سرو نہیں کیا حالانکہ اس

نے کہا بھی کہ وہ ناشتہ نہیں کر کے آیا اوپر سے اوزان کی جو حالت پچھلے ایک گھنٹے کے بیچ بگھڑتی رہی تھی، اس نے زینیش کو ساتھ اذیت سے گزارا اور پھر اسے یہاں آنے کے لیے کسی نے نہ روکا بلکہ فیصلہ زینو کے سپرد کیا جس نے اوجھل رہ کر تکلیف دینے کے بجائے سامنے رہ کر غصہ دیکھانے کو زیادہ بہتر سمجھا۔

وہ کسی مہکتی دلکش خواب زادی کی طرح ہاتھ میں لیا پلیٹر اٹھائے سپاٹ چہرے کے سنگ قریب آئی جس میں سیمنیمن کیک، اور سوپ کا باول تھا، سوپ سپون کے ساتھ فورک بھی تھا اور ایک ہلدی دودھ کا گلاس، ساتھ پانی کا گلاس۔

بنا اوزان کو دیکھے زینو نے پلیٹر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور منہ پھلائے اسے دیکھنے لگی، نظیر بھی فوری فرمابرداری سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے تو کہا تو کوٹ کا کوئی گھر مجھے مہمان نہیں بنائے گا، دیکھو میں تو تمہارے گھر کا مہمان بن گیا"

اوزان نے اسکی برہم و ناراض آنکھیں دیکھتے کمر تکیوں ٹیکتے پیر اوپر کیے بنا کسی درد کا اثر لیے بیٹھتے کہا تو وہ لمحہ بھر جواب دینا بھولی، نظر اوزان کی گردن پر لگے زخم پر بھٹکی تو سنگدلی برقرار رکھنا مشکل ہوا۔

"زبردستی کے مہمان، خوشی سے نہیں بنایا۔ اور یہ مہمان نوازی آپکے ٹھیک ہونے تک ہے۔ جیسے ہی جھکنا اور مڑنا آسان ہو تشریف لے جایئے گا"

بظاہر تو وہ اسکی گردن کی حرکت کا بولی لیکن جس طرح طنز کا تیر برسایا وہ اوزان کو زرا سی جلن بخش گیا پر کیا کرتا اب اف کرنی اسے زیب نہیں دیتی تھی۔

وہ روٹھ کر واللہ اور خوبصورت لگ رہی تھی۔

"جھکنے اور مڑنے کے بعد واپسی ممکن نہیں ہوتی، تم میرے لیے یہ سب خود بنا کر لائی ہو؟"

اوزان نے پہلا جملہ اسے وارفتگی سے دیکھ کر ادا کیا اور جیسے ہی زینیش اسے غصے سے دیکھنے لگی ویسے ہی اوزان نے کھانے سے سجی ٹرے کی جانب نظر پھیر لی۔

"نہیں میں صرف لائی ہوں، آپکے لیے ایسا کچھ کرنے کا ہرگز کوئی شوق نہیں۔ڈاکٹر نے کہا تھا آپکا سٹمک خالی ہے سو یہ سب فنش کریں اور پھر میڈیسن لیں۔ میں نہیں چاہتی آپ زیادہ دن یہاں رکیں"

زینیش نے بھی لاپرواہی سے کہتے قدم موڑنے چاہے پھر اوزان نے بے اختیار اسکا ہاتھ جکڑا اور زینیش چاہ کر بھی اب جھٹک نہ سکی بس آنکھوں میں غصہ اتار لائی۔

"کیا تم میرے پاس نہیں بیٹھو گی؟ جب تک کھانا نہ کھالوں؟"

اوزان کے لہجے میں شدت تھی بظاہر نرم سا جملہ تھا جبکہ زینیش نے اس سے ہاتھ چھڑوائے پلٹ کر برہم آنکھوں سے دیکھا۔

"ہمارا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے"

اسی کا جملہ اسی کو تھمائے وہ پھر سے دروازے کی طرف بڑھی مگر اوزان کے کراہنے پر بے ارادہ پلٹی تو وہ جو درد سا ہونے پر گردن پر ہتھیلی جما گیا، زینو کی آنکھوں سے وہ سنہری کمپلیئین آنکھیں مل کر حشر برپا کر گئیں۔

"زرافے کی طرح بار بار گردن مت ہلائیں"

زینیش کو سمجھ نہ آیا کیسے اسکی تکلیف دور بھی کرے اور اسکی عزت نفس پر بھی آنچ نہ آئے اور اسی بیچ وہ عجیب سا بڑبڑا بیٹھی اور اوزان کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ عود دی۔

"میں زرافہ کہاں سے لگا تمہیں؟"

اوزان اس سے بات کرنے کے بہانے کر رہا تھا جسکی زینیش کو بھی خبر تھی۔

"ہٹ دھرمی کی خاصیت سے، نظیر بھائی یہیں باہر ہیں۔۔۔کچھ چاہیے ہوا ان سے کہہ دیجئے گا"

زینیش سے اسکی خوشبو اور سحر میں مزید رکنا محال ہوا تو وہ کہہ کر جانے لگی مگر اوزان کے پکارنے پر پھر رکی۔

"اگر کہوں تم آس پاس چاہیے ہو، اکیلے کھانا نہیں کھا سکتا۔عادت سمجھ لو، تب بھی نہیں رکو گی"

زینیش کے ضبط سے وہ مسلسل کھیل رہا تھا جس پر وہ تڑپی۔

"کیوں رکوں؟ آپ نے ایسی کوئی نیکی کی ہے جسکا منہ پھاڑ کر صلہ مانگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اچانک ہوا کیا ہے آپکو، مجھے کس بری طرح دھتکار کر روانہ کیا۔کہ جاو چلی جاو نفرت کرتا ہوں۔جب چاہے رشتے سے آزاد ہو جانا۔۔۔۔۔مجھے رلایا، میرا دل توڑا اور اب اس طرح اچھے بن رہے جیسے

آپ تو معصوم ہیں۔ آپکا یہ لپکتا رویہ ہضم نہیں ہو رہا۔ اگر مجھ سے معافی مانگنے کے ارادے ہیں اور یہ بدلی فطرت اسی سبب ہے تو میری بات کان کھول کر سن لیں کہ۔۔۔"

زینیش بھڑک اٹھی پر اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ بول پڑا۔

"یہاں قریب آکر دھمکی دو"

زینیش کو اگلی بات بھلائے وہ نہایت سنجیدگی سے بولا کہ وہ اسکی خواہش جیسا نہ سہی اسکی گردن دبانے ضرور واپس قریب جا کر رکی پر اس شخص کو یوں دوسرا سانس آیا۔

"میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی، سن لیا؟۔۔۔ بلکہ اس رشتے سے بھی نکل جاوں گی"

وہ اسکے سر پر آئے باقاعدہ چینخی مگر اس رشتے سے نکلنے کی بات پر اوزان نے تڑپ کر اسکی بازو پکڑے نہ صرف پہلو نشین کیا بلکہ خود بھی ٹیک

چھوڑے بیٹھا، زینیش تو جنبیش تک پر قادر نہ رہی، بس وہ تڑپ دیکھ سکی جو اوزان کی بہت قریب آجاتی آنکھوں میں موجزن تھی۔

وہ اس لڑکی کی آنکھوں سے ہی نظر نہ ہٹا پایا، ہٹا پاتا تو جان لیتا اس لڑکی کے چہرے کا ہر نقش دیکھے جانے کھ لائق ہے اور ہونٹوں سے چومنے کا مستحق ہے۔

"نہیں تم اس رشتے سے مت نکلنا۔ معاف مت کرو، لیکن میرے نکاح میں رہو۔۔۔۔ اپنی بات سے پھر رہا ہوں، لیکن دوبارہ یہ مت کہنا"

اوزان کئ نظروں کی تشنگی پر زینیش کی پتھر آنکھیں دھندلا گئیں، پہلے اس شخص کی نفرت اور اب یہ عجیب تڑپا ہوا رویہ، وہ سچ میں پاگل ہو رہی تھی۔

"کیوں نہ کہوں، آپ نے بھی تو کہا تھا۔۔۔ م۔۔ میں بھی ہر لمحہ کہوں گی۔ آپکو آپکا کہا یاد دلاوں گی کیونکہ اب میرے لیے اس رشتے میں رہنا اور نہ رہنا ایک جیسا ہے۔"

اپنے دل کو کل رو کر وہ سنبھال چکی تھی کیونکہ اوزان دایب نے اسے بہت ستایا تھا اب اسکی باری تھی۔

"میں یہ سب سن نہیں سکتا، تم نے کہا تھا تم قید سے آزادی چاہتی ہو لیکن مجھ سے نہیں۔۔۔ تو ساٹ آوٹ کرتے ہیں۔ تم مجھ سے نفرت نہیں کر سکتی، ایسا کبھی نہیں ہو گا"

اوزان کے الفاظ، اسکے الجھے بکھرے لفظ، کیفیت، الم و حزن سب زینش کو جنجھوڑ رہا تھا۔

"آپکو کیوں لگتا ہے مسٹر کمپلیئین کہ میں آپ سے نفرت نہیں کر سکتی؟ جو آپ نے میرے ساتھ سلوک کیا اسکے بعد نفرت بہت چھوٹا لفظ ہے، رہی بات آپکی قید کی تو آپ تو اپنا کہا اک حرف بھی پورا نہ کر سکے۔۔۔ جیتے جی ہار قبول کر کے میرے پیچھے آ گئے۔۔۔ کیا آپکے الفاظ یونہی ہر معاملے میں کھوکھلے ہیں یا صرف میرے لیے سپیشل آفر تھی؟"

وہ پھر سے آنکھوں میں خفگی اور چہرے پر سرد مہری سجائے ایک ایک لفظ سے اوزان کا دل جلا رہی تھی۔

"تمہارے لیے سپیشل آفر تھی"

وہ اسے سیدھے جواب دے کر مزید وحشی بننے پر اکسا رہا تھا جیسے چاہتا ہو وہ اس پر چیخے۔

"مطلب۔۔۔؟"

زینش کے چہرے پر خفیف سا خوف اترا۔

"مطلب یہ کہ میں نے آج تک جو کہا اس سے بڑھ کر سنگین کیا، لیکن تمہارے معاملے میں جو کہا اس سے الٹ ہوتا گیا۔۔۔ ایک بات بھی پوری نہیں ہوئی۔۔۔ کسی نے سنا تو وہ مجھ پر ہنسے گا، تم مجھ پر لوگوں کو ہنسنے دو گی؟"

وہ اب بھی اسکی بات نہ سمجھی، یوں گہرا سانس کھینچ کر نظر چرا گئی جیسے یہ آدمی جان کو آرہا ہو۔

"بولو، مجھے دیکھ کر بات کرو"

اسکی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنی طرف گمایا تو ہم رنگی ان سنہری آنکھوں میں اشتعال اور کرب کی ملی جلی کیفیت تھی جو اوزان کا مضبوط دل بھی لرزا گئی۔

"کیا آپ سائیکو ہیں؟ مطلب پاگل واگل۔۔۔۔ ہیں تو پاگلوں کے ڈاکٹر لیکن مجھے لگتا ہے سب سے زیادہ دماغی سکون آپکو ہی درکار ہے۔۔۔۔۔"

وہ اسکے کسی فضول سوال کا جواب دینے میں دلچسپی نہ رکھتی تھی تبھی پھر سے اٹھنے لگی مگر اوزان نے اسے اٹھنے کی اجازت نہ دی۔

"Yes you are right, i need you"

اوزان کے اعتراف کا مفہوم اس مفلوج اعصاب والی کو سمجھنے میں کچھ ساعتیں لگیں تبھی تو آنکھوں میں اتر آتی نمی بھی نہ چھپا سکی، ایسی نگاہ اوزان پر ڈالی جو حلق خشک کر ڈالتی۔

"But i hate you"

اسے جھٹک کر وہ تیزی سے اٹھی اور اس بار بنا پیچھے دیکھے اپنے آپکو رونے سے روکے وہ اسکی نظروں سے اوجھل ہوئی جبکہ بھوک تو اوزان کو بہت لگی تھی اور جانتا تھا یہ سب زینو نے بنایا ہے سوٹرے اٹھا کر آزردگی سے اپنے سامنے رکھی اور پہلے سیمنین کیک ہی ٹیسٹ کیا، اور اسکو چکھتے ہی اوزان کو لگا وہ بھی اسے میسر آگئی ہے، جبکہ رونا روکتی وہ گھر سے نکلتی پیدل ہی حویلی کی طرف دوڑی، دل چاہا چینخے پر ابھی اختیار میں کچھ نہ تھا۔

" سمجھتے کیا ہیں خود کو، ایسی مظلومانہ حرکتوں سے مجھے دی تکلیف کا مداوا کر لیں گے۔۔۔ نہیں۔۔اب آپکو زینیش نہیں ملے گی۔۔۔۔بے حس انسان"

آنسو پونجھتی وہ دوڑ رہی تھی، دل بھلے اوزان کے پاس رہ گیا ہو پر خود کو اسکے پاس چھوڑنا اسے ہر گز قبول نہ تھا۔

..______________________..

"کیا مطلب بچ گیا؟ منحوس انسان اسکی گردن کاٹنے کا کہا تھا تجھے۔زخمی شیر یعنی ہمارے کچے کلیجے چبا جائے وہ"

تنویر کی مخدوش حالت میں اسکے جیسے تیسے کوٹ کی حدود سے بھاگ کر چھپ جاتے اسی وحشی آدمی نے خبر دے کر مزہ کرکرہ کیا جس پر وہ پست سا دھاڑا یہاں تک کہ لاونج میں انٹر ہوتی کنول کے کان بھی کھڑے ہوئے

جو اپنی دوستوں کے ساتھ اوٹنگ پر نکلی تھی پر بہار سے مسلسل کل سے رابطہ نہ ہونے پر وہ فکر مند سی ڈیڈ کی طرف آئی تھی۔

"سر میں نے تو ٹھیک نشانے پر چاقو چلایا تھا پر موٹی چمڑی والا بس زرا دیر نڈھال ہی ہو پایا، علاقے کا ہی کوئی رہائشی تھا جس نے دوا دارو کر دیا اور وہ بچ گیا۔ میرے پیچھے بھی لوگ آئے لیکن میں بہت مشکل سے انکو چکما دے کر بھاگ گیا"

اس آدمی نے مزید اٹکتے لہجے میں بتا کر تنویر کو آگ لگائی جو زیادہ نہ دھاڑ سکا کیونکہ کنول کو دیکھ لیا تھا۔

"بے کار کچرا جمع کر رکھا ہے میں نے، رکھ فون نکمے مردود"

تنویر نے دانت نکوس کر فون بند کیا جبکہ تب تک کنول بھی وحشی بنے ڈیڈ کے قریب آرکی۔

"کیا ہوا ڈیڈ؟ سب خیریت ہے۔ آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں؟"

کنول کے استفسار پر تنویر پاشا کا افشار ہو تا خون آہستہ آہستہ نارمل ہوا۔

"مسلسل ناکامی مل رہی ہے کنول، یہ اوزان ہم سبکے حلق کی ہڈی بن گیا ہے۔ اس کی وجہ سے بہار نیم پاگل ہو گئی، جیسے تیسے کر کے اسے واپس جرمنی بھیجا اسکی ماں کے پاس تاکہ اپنے کیریئر پر فوکس کرے مگر آج صبح پتا چلا کہ اس نے سائن کی فلم جاتے ہی منع کر دی اور اسی فلم کے ڈائریکٹر نے بہار سے جب اس نقصان کی بھرپائی کو جواز مانگا تو وہ اس پر حملہ کرتی وہاں سے بھاگ نکلی اور پولیس کو بتایا کہ اس ڈائریکٹر نے اسکے ساتھ زبردستی کی کوشش کی۔۔

اسکا مینجر فون کر کے قسمیں اٹھا رہا کہ ایسا نہیں ہے اور اپنی بیٹی کو کہیں کمپلین واپس لے، کیونکہ اسے کڑوروں کا نقصان تو وہ فلم سے منع کر کے پہلے ہی دے چکی اور اب شوٹنگ بھی رک گئی۔

اب وہ کہاں ہے کوئی خبر نہیں اسکی سم بند ہے، نہ فریدے کو پتا ہے کہ وہ کہاں گئی۔ نکمی عورت جب کسٹڈی لی تھی تب تو بڑی بڑبڑ کر رہی تھی، اس لڑکی نے مجھے زلیل کروانے کی ٹھان رکھی ہے۔ اور اب جسے اوزان کا خاتمہ کرنے بھیجا وہ بھی مردود ناکام ہو گیا۔ فیروز شمشیر کی گردن تو اوزان نے دبوچ لی، اگلی باری میری ہے کنول اور اس سے پہلے مجھے اوزان کو مارنا ہو گا"

یہ سب سن کر کنول کے چہرے کی رنگت بھی زرد پڑی۔

بہار نے جان بوجھ کر اپنی سم بند کر کے فون میں وہی دوسری سم ڈال رکھی تھی جسکا نمبر صرف حسیب کے پاس تھا تبھی تو نرس کو اسکے فون میں کوئی نمبر نہ ملا۔

فریدے، تنویر کی بیوی اور بہار، کنول کی ماں تھی مگر اسکی اور تنویر کی ناصرف بہت سالوں پہلے طلاق ہو چکی تھی بلکہ فریدے نے جرمنی میں دوسری شادی بھی کر رکھی تھی، وہ وہیں کی بریٹش نیشنیلٹی ہولڈر عورت

تھی، دونوں میاں بیوی کے پاس ایک ایک بیٹی کی کسٹڈی تھی، چونکہ بہار کی کسٹڈی فریدے کے پاس تھی تو بہار کے پاس بھی اپنی ماں کے سبب جرمنی کی نیشنیلٹی تھی جبکہ کنول اپنی ماں سے کوئی خاص رابطہ اور تعلق نہ تھا، تنویر نے بظاہر تو دونوں بیٹیوں کے دل میں فریدے کے لیے زہر بھرا لیکن کنول کو زیادہ زہریلا کیا کیونکہ وہ اسکا دائیاں ہاتھ تھی البتہ بہار کی زندگی برباد کرنے میں تنویر اور فریدے دونوں کا برابر ہاتھ تھا۔

"بہار میری بھی کل سے کال نہیں لے رہی، اچھا پلیز ڈیڈ آپ ریلکس ہو جائیں۔ سوچ لیتے ہیں کچھ۔۔ اوزان کو راستے سے ہٹانا ہے تو میں مدد کروں گی آپکی۔ آپ پریشان نہ ہوں"

کنول کی وہ آدمی صرف آخری بات سن سکا تبھی بے تابی سے کنول کو دیکھنے لگا۔

"ت۔۔ تم سچ میں مدد کرو گی کنول، خدا کے لیے تم اس اوزان کو کسی طرح مار دو۔ زہر دو اسکو کسی الرجی سے مروادو۔۔۔ اسے وہ مشروم سے الرجی ہے نہ.. Lupin سے بھی الرجی ہے بہت شدید۔۔۔ کچھ بھی کرو کہ وہ مر بھی جائے اور شک بھی نہ ہو کہ اسکی موت طبعی نہیں"

تنویر کے ان سب ہولناک الفاظ پر کنول کی آنکھوں میں بھی نفرت سی امڈی، اوزان کو ایک خاص قسم کی مش روم کے علاوہ Lupin نامی بینز سے سخت الرجی تھی جو اکثر بازاری بریڈ، پیسٹریز اور کبھی کبھی پاستا میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور اس الرجی کا شکار ہو کر وہ دو بار موت کے دہانے پر جا چکا تھا۔

"ٹھیک ہے آئی پرامسس کہ میں اوزان کو بہت بری موت دوں گی۔ آپ پلیز بہار کا پتا کروائیں۔ جیسی بھی ہے بہن ہے ڈیڈ، آج تو اوزان گھر نہیں دیکھائی دیا مجھے جیسے ہی موقع ملے گا میں اس منحوس اکڑ زادے کو مزہ چکھاوں گی۔"

تنویر پاشا کو تسلی دیے کنول اس نئے محاذ کے لیے بالکل تیار تھی۔

وہیں میشی کو یونی دیان ہی ڈراپ کر کے آیا اور پھر شام پانچ بجے پک بھی وہی کرنے والا تھا، حسیب کی پہلے اسلامہ باد کی فلائیٹ تھی جس پر ڈیرھ گھنٹہ لگا جبکہ وہاں اسکا آدھے گھنٹے کا کام تھا اور پھر اسکی Frankfurt کی فلائٹ تھی جو سات، ساڑھے سات گھنٹے کا ٹریول ٹائم تھا۔

..________________________..

"زینو"

پنار اسکے سرہانے بیٹھی تو زینش نے فوری منہ تکیے میں چھپایا، جب سے وہ آئی تھی اپنے کمرے میں بند تھی جبکہ کچھ دیر پہلے ہی طلال، خان بابا دونوں ہی یعقوب حیدر والے گھر اوزان کی خیریت دریافت کرنے اور اسے حویلی لانے کے لیے قائل کرنے گئے تھے۔

"وہ چلے گئے یا نہیں؟"

زینیش نے ویسے ہی چہرہ تکیے میں دبائے کمزور آواز میں پوچھا۔

"نہیں، تم مل کر تو آئی ہو دن کو۔ دیکھا ہو گا کہ طبعیت کیسی ہے اور اس حالت میں وہ کہاں جا سکتے۔ داداسائیں بتا رہے تھے کہ اگر گردن کی کوئی رگ کٹ جاتی تو اوزان کو بچانا مشکل تھا۔ اس سڑے ٹیلے پر آئی اس مصیبت نے داداسائیں کا دل موم کر دیا تبھی تو وہ کچھ دیر پہلے بڑی کے ساتھ انکو لینے گئے ہیں"

پنار خود سارا غصہ بھلائے افسردہ تھی کہ اگر کوئی انہونی ہو جاتی تو قیامت برپا ہو جاتی تبھی تو زینیش گھبرا کر اٹھ بیٹھی، وہ اب بھی یوں تھی جیسے بہت روئی ہو۔

"تو کس نے کہا تھا انکو ایم این اے بننے کے باوجود بنا کسی گارڈ یا ساتھی کہ یہاں چلے آنے کا سو دشمنی ہوتی، اگر انکو کچھ ہو جاتا پنار تو آئی جان کی تو جان ہی چلی جاتی۔۔۔ میں خود کو کبھی معاف نہ کرتی کہ وہ میرے پیچھے آئے تبھی

اس تکلیف کا شکار رہوئے۔اب تم بتاو غصہ کروں یا انکی جان بچنے پر شکر کروں۔۔۔۔ سمجھ نہیں آرہا پنار سانس کیسے لوں"

زینیش کی تڑپی بے حال کیفیت وہ بخوبی سمجھ رہی تھی کیونکہ سب ایک سے پریشان تھے۔

"داداسائیں کہہ رہے تھے ناراضگی اپنی جگہ پر جب تک اوزان ٹھیک نہیں ہوتا اسے سیال حویلی ہی رہنا ہوگا، وہ انھیں لینے گئے ہیں۔وہ بھی بہت پریشان تھے جبکہ بڑی کی تو جان نکلی ہوئی تھی۔"

پنار نے اسے اسکے یہاں آنے کا بتائے اور تکلیف دی جو اس کا سامنا بھی نہ چاہتی تھی۔

"پھر میں یہاں نہیں رہوں گی"

وہ آنکھیں رگرتی منہ پھیر گئی جس پر پنار نے اسکے غم وغصے کو دیکھتے پیار سے اسکے آنسو پونچھے۔

"قریب رہ کر اور سامنے موجود رہ کر بھی تم انکو غصہ دیکھا سکتی ہو زینو، اس سے اس کمپلیئین پر زیادہ اثر ہو گا"

پنار کے مشورے پر وہ برا اتر پی۔

"اور جو انکو تکلیف دے کر میری جان نکلے گی، میں اتنا سا غصہ اور بے حسی دیکھا کر نڈھال ہو گئی۔ میرے بس میں نہیں ہے انکی اک شکوہ کناں نظر تک سہہ سکوں۔ وہ آس پاس یا سامنے رہے تو میں ہار جاوں گی پنار۔۔۔ چاہ کر بھی معاف کر بیٹھوں گی۔۔۔ تم نہیں جانتی وہ ایسے ہیں ہی نہیں کہ میں ان سے نظر پھیر سکوں۔۔۔ میرا دل دکھتا ہے"

وہ اس لیے رو رہی تھی کہ اوزان کو تکلیف دینے کی کوشش اسے دگنا متاثر کر رہی تھی جبکہ پنار کو تو پہلے ہی پتا تھا زینش سے سنگدلی نہیں ہو پائے گی۔

"تم نے تو آج کھڑوس اور بے حس زینو بننا تھا نہ پھر کیوں کمزور پڑ رہی ہو، اٹھو ہاتھ منہ دھو جا کر۔ چینج کرو۔ اچھا سا ڈریس پہنو اور تیار ہو اور ڈنر ٹیبل

پر تم مغرور سی زینو دیکھائی دینی چاہیے ہو۔ خبر دار جو تم اس ایلین کے لیے اب روئی۔ زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہفتہ ٹارچر دوانکو پھر بھلے معاف کر دینا۔ مجھے یقین ہے تم کرلو گی۔۔۔۔۔ ایسی سرخ سوجھی آنکھیں لے کر تم انکے سامنے گئی تو وہ ویسے ہی جان جائیں گے کہ زینیش کی جان جارہی ہے اور اسی کا فائدہ اٹھا کر وہ مزید مسکین و مظلوم بنیں گے لیکن تمہیں دھیان نہیں دینا۔۔۔۔۔ سٹرونگ رکھنا ہے خود کو، بنا ان پر سارا غصہ اتارے اپنے پاس مت آنے دینا"

پنار کی ہر بات وہ سن کر دقت سے سانس تو بھر گئی پر دل یہی کہہ رہا تھا کہ یہ سب ہو گا کیسے۔

"اوکے میں کوشش کرتی ہوں، کیا تمہارے پاس کوئی ایسی میڈیسن نہیں ہے پنار جس سے میرے آنسو رک جائیں اور دل پر سکون ہو جائے؟"

پنار اسکی حسرت پر افسردہ سا مسکرائی اور پکڑ کر اس پگلی دیوانی کو بازووں میں بھر کر بھینچ لیا۔

"ایسی میڈیسن اوزان دایب کی کس ہی ہو سکتی ہے، لیکن ابھی تمہیں ایسی کسی میڈیسن کی خواہش نہیں کرنی۔۔۔"

پنار کی دل دہلاتی سرگوشی پر زینو خفت سے سرخ ہوتی اسے پرے کرتی خفا ہوتی گھوری، دل چاہا اس لڑکی کا بھی گلا دبا دے۔

"تم ہو ہی بتمیز، دیان بھائی تمہاری عقل ٹھکانے لگائیں گے۔۔۔کچھ بھی فضول بول دیتی ہو۔بات مت کرنا اب"

زینیش جس طرح منہ پھلائے خفت سے اسے ڈانٹتی وہاں سے اٹھ کر بھاگی، پنار نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی کو بریک لگائی۔

وہیں اوزان نرم سے کاوچ پر مغرور اور متکبر ہوئے بیٹھا تھا جبکہ سامنے والے صوفے پر برہم سے خان بابا اور ساتھ ہی طلال جنکی اوزان کے زخم پر زینیش کی مانند جان جارہی تھی۔

"میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا، لیکن زینیش کو منائے بنا اور ساتھ لیے بنا آپکا علاقہ نہیں چھوڑوں گا۔ بھلے اگلی بار کوئی اوزان دایب کی جان ہی کیوں نہ لے لے"

خان بابا کے ساتھ طلال بھی برہم تھے، بہت سے سوال تھے انکی آنکھوں میں پر اوزان کی ڈھٹیائی اور اکڑ لنچ کی جگہ ناشتے کے بعد تھوڑا آرام کرتے ہی لوٹ آئی اور اب وہ اپنی گردن بھی ہلا پا رہا تھا۔

"اوزان! بتادو پلیز لاڈلے کہ تم نے نکاح کے وقت زینیش کا نام جاننے کے باوجود کوئی واویلا کیوں نہ مچایا۔۔۔ پلیز"

چاچو کے تاسف سے منت کرنے پر اوزان نے سر سری سا انکو دیکھا کیونکہ اب بھی وہ شخص اوزان کے لیے مجرم تھا جبکہ خان بابا کو اوزان کی آنکھوں کی سچائی دیکھائی دے رہی تھی تبھی وہ خاموش تھے۔

"بات بار بار نہیں دہراوں گا، مجھے اس وقت کسی سے کسی قسم کی بات نہیں کرنی۔ میں یہاں صرف اپنی بیوی کے لیے آیا ہوں اور اسی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جسے مجھ پر ہنسنا ہے ہنسے اور جسے مجھ پر بگھڑنا ہے بگھڑ تا رہے۔ مجھے پرواہ نہیں"

اوزان کے جواب میں گریز تھا جبکہ طلال کا دل اب اپنا سر کسی دیوار سے دے مارنے کی آرزو ہوئی۔

"چلو ہمارے ساتھ، سیال حویلی"

خان بابا نے نہ تو غصہ دیکھایا نہ اوزان پر برہم ہوئے جس پر طلال کو خاصا جھٹکا لگا۔

"اسکی چھترول کریں خان بابا پھر اپنے گھر آنے کی اجازت دیں، سمجھ کیا رکھا ہے اس نے زندگی کو؟"

طلال کے تلملانے پر اوزان نے خونخوار تیوروں سے ناکام عاشق کی اور دیکھا، دیکھنے کا انداز ہی جارحانہ تھا۔

"کم از کم وہ نہیں سمجھا جو آپ نے سمجھ لیا تھا ناکام عاشق صاحب، میرے اپنے اصول وضوابط ہیں اور میں اپنے اصولوں پر اپنے طریقے سے چلنے کا قائل ہوں۔ اب اگر خان سانول سیال اتنی منتیں کر ہی رہے ہیں تو چل کر انکو مہمان نوازی کا شرف دینا چاہیے"

منت تو خان سانول نے نہیں کی تبھی تو اوزان کی اکڑی گردن پر انکو بھی غضب چڑھا، جی یہی چاہا ایک کان کے نیچے لگائیں۔

"دیکھ رہے ہیں آپ اس کی متکبر ٹون؟ اور خان بابا یہ میری بیٹی کو ٹارچر ہی کرے گا۔ اسے یہیں رہنے دیں۔ مت لے کر جائیں سیال حویلی"

اس وقت طلال اسکے خلاف بولتے بھی اوزان کو زہر نہ لگے کیونکہ جو اس نے چچا صاحب کے ساتھ کیا تھا یہ ری ایکشن فطری تھا۔

"وہاں صرف میرا مہمان بن کر رہنا اوزان دایب، خبردار اگر تُو نے زینو کا شوہر بننے کی کوشش کی۔ کسی وجہ سے نہیں چاہتا تیرا اونچا اکڑا سر جھکے سو میری نرمی کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔۔۔۔لے کر آ اسے طلال۔۔۔اسکی ٹیونگ حویلی چل کر کرتا ہوں۔ بڑے بڑے بول بول کر گیا تھا، ہر چیز کا حساب دے گا تیرا یہ کمیلئین بھتیجا"

خان بابا برہم سے اٹھ کر دبنگ و ناراض لہجے میں اپنی برہمی جتاتے کمرے سے نکلے جبکہ اوزان نے جلالی تیوروں کے سنگ اپنی جانب تکتے طلال کو دیکھا جو عین اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر روبرو آکر تنے۔

"اب تجھے زینو نہیں ملے گی، سمجھا"

چاچو کی تنبیہہ پر وہ الٹا ان پر ہنسا جس پر وہ اور سلگے، بس نہ چلا اس کے دانت توڑ دیتے۔

"آپ کی مرضی کس نے پوچھنی ہے ناکام عاشق صاحب، میرے اور زینش کے بیچ جو بھی آئے گا وہ بہت برا پچھتائے گا۔ آپکو کسی نے بتایا نہیں کہ میاں بیوی کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔۔بیڈ مینرز"

اسکی زچ کرتی ٹون اور متبسم سنہری آنکھیں وہ پھوڑ ڈالتے اگر وہ زخمی اور زرا نڈھال نہ ہوتا، پیچ و تاب کھاتے ہی رہ گئے۔

"دانت پھوڑ دوں گا میں تیرے اوزان، کیوں زچ کر رہے ہو؟ اب زینش کیوں چاہیے تمہیں؟ کیا چاہتے ہو؟ پہلے کم رلایا ہے کہ یہاں اسکی تکلیف بڑھانے بھی آگئے۔ اوزان مجھے تم سے خوف آرہا ہے، تم نے سزا کے معاملے میں مجھے بھی رگڑ دیا۔ خدا کے لیے میری بیٹی کے دل کو مزید کرب نہ دو، وہ ابھی بہت تکلیف سے گزرنے والی ہے"

بہت کرب سے طلال اسکے آگے سسک پڑے جبکہ اوزان نے یوں لاپرواہی سے نظر چرائی جیسے انکی کسی بات میں دلچسپی نہ لی ہو۔

"مجھے اب کسی کے کرب یاد کھ سے کچھ وقت کے لیے کوئی سروکار نہیں رہے گا سوائے زینیش کے، میرے لیے وہی ایک اہم ہے جسکے لیے آیا ہوں اور میں اپنی اور زینو کی پرسنل لائف آپکو کیوں بتاوں؟ ہنہ آپ نے مجھے اتنی بڑی بیٹی کا باپ ہو کر کم جیلس نہیں کیا سمجھے۔۔۔خدا کی پناہ۔۔۔۔
"

اوزان ان سے برہم سا کہہ کر جانے لگا تو طلال نے اسکی بازو پکڑے اس پہاڑ کو زرا بے دردی سے روکے اپنے روبرو پلٹایا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا اوزان، زینیش کو اب اگر تم نے رلایا تو میں سچ میں تمہاری جان لے لوں گا"

چاچو کی دھمکی پر وہ اپنی بازو ان سے چھڑواتا مغرور انداز میں یوں باہر لپکا جیسے کسی کی کوئی بات قابل غور نہ رہی ہو، چاچو تک کی بھی نہیں اور خود طلال گہرا غضب و غیض بھرا سانس کھینچتے پیچھے ہی باہر لپکے۔

..______________________..

"پنار آپا نے کوئی لفٹ واقعی نہیں کروائی؟ چچ چچ آپ پر تو مجھے ترس آرہا ہے"

مشائم کو یونی سے شام واپسی پر پک بھی آج دیان نے ہی کیا اور خود وہ اپنی بوریت اب کافی کم محسوس کر رہا تھا، مشائم کی افسردگی اور دل جلانے پر دیان نے گردن گمائے گھورا تو وہ آگے سے دبا دبا شریر مسکائی۔

"وہ مجھے اگنور کرنے کے باوجود نہیں کر پا رہی چمپینزی، یہی میرے سرور کو کم ہونے نہیں دے رہا۔ بائے داوے سنا ہے تمہارا کیپٹن کل واپس جا رہا ہے

سٹیٹس دیکھا تھا اسکا، تم دو کی زندگی تو ٹھیک ہے نہ؟ عائشہ سیال کا سرد رویہ بہتر ہوا؟"

دیان نے واپس المان کی واپسی کا ذکر چھیڑا تو میشی کا گلاب چہرہ صبح سے دگنا مرجھایا، آج آخری رات تھی اسکے پاس المان کے لیے جبکہ صبح وہ اسے خود سپردگی کا اشارہ دے تو چکی تھی پر اب گھر جاتے خوف آ رہا تھا۔

"زندگی تو بالکل پرفیکٹ ہے، عائشہ آنٹی بھی اچھی ہو گئیں۔ بس میں اداس ہوں دینو۔۔ میرے کیپٹن چلے جائیں گے تو میں پتا نہیں کیسے رہوں گی۔ فوجی کی بیوی دور سے ہی فینٹسی باربی ڈال لگتی، لیکن سچ بتاوں فوجی سے زیادہ فوجی کی بیوی کی زندگی مشکل ہے"

وہ میشی کی اداسی پر دھیما سا مسکرایا، محبت نہ بھی ہو مگر لوگ مستقل ساتھ رہیں تو عادت ضرور ہو جاتی ہے پھر مشائم کا صاف شفاف دل تو جتنی محبت پاتا اس سے دگنی لوٹانے کا ماہر تھا، آج تو دیان نے اسکے نام بگھاڑنے پر بھی

غصہ نہ کیا کیونکہ اب وہ اسے پہلے سے دگنی پیاری تھی، وہ اسکی خوشی کے لیے اپنی خوشیوں سے دگنی دعائیں مانگتا تھا۔

"تو اس میں کونسی پریشانی ہے بندری، وہ ہمیشہ کے لیے تھوڑا جائے گا۔ چھٹی پر آتا رہے گا۔ فرض بھی تو اہم ہے نہ، تو بور ہوئی تو میرے پاس آجانا۔ مل کر اوٹنگ کیا کریں گے۔۔۔ ویسے بھی تمہارے پیپر ہیں اگلے ہفتے سے، تم اس میں بزی ہو گئی تو پتا بھی نہیں چلے گا"

دیان نے امید تو دلائی پر وہ ہنوز افسردہ تھی، باہر اتنے خوبصورت ٹھنڈے موسم کے باوجود دل تڑپ رہا تھا۔

"آپ پنار آپا کے بنا رہ سکتے ہیں؟"

مشائم کے سوال پر دیان نے فوری بنا سوچے نفی میں گردن ہلائی۔

"بس سمجھ لیں میں بھی نہیں رہ سکتی، مجھے کیپٹن نے اتنے سے دنوں میں اپنی بہت بری عادت ڈال دی ہے۔ہائے اور با اتنی چھوٹی سی جان کو ہجر ااں کا روگ لگانے لگے ہیں"

مشائم کی ڈرامائی آہ پر دیان نے اسکے سر پر ہنس کر چپت رسید کی جس پر وہ منہ بسور کر گردن ترچھی کر کے گھوری۔

"آئی وڈی ہیر،بس کر۔۔۔کوجی باندری۔"

دیان نے اسکی گال پکڑے اندر کو دباتے مزید تنگ کیا مگر ایک ہلکا سا مکا ہی مار کر دیان کی بازو سوجھا گئی جبکہ اسکے کراہنے پر فوری ہنس کر پرے کھڑکی سے جا لگی۔

"کیپٹن کے ساتھ بھی یہی کرتی ہو گی،مکا وکا نہیں پڑا کیا ابھی تک۔۔۔چڑیل بل بتوری نا ساں چوڑی"

دیان نے بڑے درد بھرے انداز میں اپنی بازو مسلی جسے وہ دو روپے کی جان والی سخت مکا رسید کر چکی تھی۔

"جی نہیں، میرے کیپٹن بہت پیارے ہیں۔ انکو میشی تنگ نہیں کرتی۔ جنم جنم کا یہ ویر میرا صرف آپکے ساتھ ہے۔۔۔۔۔"

مشائم کی بتیسی پر دیان بھی دبا دبا ہنسا، وہ واپس پہلے جیسی شرارتی ہو گئی ہے بس اسی پر وہ نہال تھا۔

اسے گھر ڈراپ کیے وہ باہر سے ہی واپس چلا گیا کیونکہ آئی جان کے ساتھ اسکا ایکشن موؤی دیکھنے کا پلین تھا۔

جبکہ مشائم بھی جب آئی تب المان گھر نہ تھا، نہ جواد تھے۔

بس عائشہ سیال تھیں جو ملازمہ کے ہمراہ ڈنر کا انتظام دیکھ رہی تھی۔

میشی اپنا بیگ کمرے میں رکھے خود بھی کچن میں چلی آئی مگر عائشہ سیال نے اسکی موجودگی کو کچھ خاص نہ نوٹس کیا۔

"کیا میں آپکی ہیلپ کرواوں آنٹی؟"

مشائم نے انکے پاس جاکر رکتے پیار سے مخاطب کیا جس پر وہ اک نظر سر تا پیر مغربی لباس میں لپٹی میشی کو دیکھ کر اسکی طرف ناگواریئت سی عیاں کیے پلٹیں۔

"نہیں تھینکیو، اب تم شادی شدہ ہو مشائم۔ڈھنگ کے کپڑے پہنا کرو۔ بچی نہیں ہو سمجھی۔اور اپنے اندر کا یہ بچپنا بھی کم کرو۔کل الماان واپس جارہا ہے، اور خبر دار اسے روکر رخصت کیا۔خیر کی دعا کے ساتھ بھیجنا تاکہ میرا بچہ خیر وعافیت سے جائے۔ سمجھ گئی اور جب وہ ڈیوٹی پر ہوگا تو گھڑی گھڑی کالز میسج سے بھی گریز کرنا"

وہ انکی ہر بات سن کر مان بھی لیتی مگر انکا انداز ناراض اور غصے والا تھا تبھی مشائم کی آنکھوں میں کرب سا اترا۔

"وہ میرے ہسبنڈ ہیں، میں انکو کسی وقت بھی کال کر سکتی ہوں آنٹی۔ اور میرے یہ کپڑے ٹھیک تو ہیں، نہ ٹائیٹ ہیں نہ شارٹ۔ کیپٹن نے ہی لائے۔ اور وہ مجھے چھوڑ کر جائیں گے تو رونا آ ہی جائے گا۔ ایسے سخت آرڈرز تو مت کریں پلیز"

مشائم کے ہر بات کے کھرے جواب پر عائشہ کو مزید غصہ چڑھا، شاید اب بھی انکے دل میں پھانس تھی، مشائم کو دیکھتے ہی انکو گڑیا کے ساتھ ہوتے ظلم کی یاد آجاتی۔

"رو کر نہیں بھیجتے بد شگونی ہوتی، اسکا دھیان پیچھے لگا رہے میں ایسا نہیں چاہتی۔ اور تمہارے جیسے ہی امتحان ختم ہوں۔ میرے ساتھ گھر داری سیکھنا، پنار کو بھی میں نے سب سیکھنے کے بعد ہاوس جاب کی پرمیشن دی

تھی۔ تمھیں بھی لگتا ہے لاڈیاں کرنے کے سوا ایزل مریم نے کچھ نہیں سیکھایا ہو گا"

وہ اب بھی طنزیہ ہوئیں جبکہ مشائم کو یہاں آنے پر ملال ہوا کہ وہ کیوں ہلیپ کروانے آگئی ہے، کبھی کسی نے اس سے اس طرح کے انسلٹنگ وے میں بات نہ کی تھی۔

"مجھے آئی جان نے سب سکھایا ہے، اور انکے علاوہ میں کسی سے کچھ نہیں سیکھتی۔ آپ مجھ سے پتا نہیں کیوں خفا ہیں لیکن میں ہرٹ ہوتی آپکے ایسے رویے سے۔ کیا آپ مجھے بھی پنار آپا کی طرح پیار نہیں کر سکتیں؟"

مشائم کی اس قدر خاضر جوابی تک پر عائشہ سلگی، یہ نہ دیکھ پائیں کہ وہ انکی محبت کے لیے تڑپ سی اٹھی ہے، اسی وقت الماں پر اعتماد انداز میں ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز لیے گھر داخل ہوا تو قدم روم میں جاتے جاتے ممی کی آواز پر رکے۔

"پنار میری بیٹی ہے اور تم بہو ہو سمجھ لو اس بات کو، بہو بھی وہ جو میری خوشی سے نہیں آئی۔ میں نے تمہیں سب کے مجبور کرنے پر قبول کیا ہے اسی کو غنیمت سمجھو اور بڑوں کے سامنے یوں زبان نہیں چلاتے۔ الماں پر پتا نہیں تم نے کیا جادو کیا کہ وہ تمہارا ہی ہو کر رہ گیا، یہ سب مجھے بالکل قبول نہیں۔ مجھے تو لگتا ہے تم عنقریب مجھ سے میرا بیٹا چھین لو گی"

عائشہ سیال کی سنگدلی پر مشائم نے بہت مشکل سے آنکھوں میں امڈتے آنسو دبائے، اسے عائشہ سیال کے غصے اور نفرت پر سچ میں آج بہت دکھ ہوا، الماں فی الحال کچھ نہ بولا اور اپنے غصے کو دباتا خود کو روکے سیدھا اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

"میں آپکے بیٹے کو چھین کر کیا کروں گی عائشہ آنٹی؟ پلیز دل کو سخت مت کریں۔ وہ آپکے بیٹے ہیں اور رہیں گے۔۔۔۔"

انکے موڑے منہ کے باوجود وہ کہتے ہی وہاں سے چلی گئی جبکہ عائشہ نے اسکے جاتے ہی برہم نظر سے نوازا جبکہ مشائم جو اتنے اچھے موڈ میں تھی کمرے تک پہنچتے اسکے آنسو بے قابو ہوئے، مگر دروازہ کھول کر وہ جب انٹر ہوئی تو آگے الماں کو کھڑا دیکھے فورا سے پہلے اپنی گال رگڑی جہاں آنسوؤں کی نمی پھیل رہی تھی۔

"ادھر آو میرے پاس"

الماں نے بازو کھولے جس پر وہ روہانسی ہوتی اسکے گلے لگی، الماں سیال کو ممی سے اس درجہ بدسلوکی کی امید ہرگز نہ تھی لیکن وہ اس سب میں پہلے مشائم کی تکلیف دور کرنا چاہتا تھا، اسکے حصار میں آتے ہئ وہ پرسکون ہو گئی۔

"میں نے سنا ممی نے جو کہا، کہنے دو انکو۔ وہ بھی اپنا غم و غصہ نکالنے کی سنگدلانہ کوششوں میں مصروف ہیں جلد تھک جائیں گی۔ لیکن تم صرف یہ یاد رکھو کہ الماں سیال کا دل تمہاری ملکیت ہے۔۔۔۔ تم جس بھی تکلیف

سے گزرو گی، میں دور کروں گا۔ کوئی تمہیں یہ بھی کہے کہ الماں پر جادو کر رہی ہو تم سن لینا، کیونکہ کسی کے کچھ بھی کہہ دینے سے ہمارے اس خوبصورت رشتے کی سچائی نہیں بدلے گی"

وہ اسکو شانوں سے پکڑے روبرو لایا، اسکے سارے آنسو ہاتھ کی پوروں کو گالوں پر سہلائے چنے جو سمجھ نہ پائی کہ اس نے الماں کو کیسے چھینا جو آنٹی نے یہ طنز کیا۔

"آپ کو کیا میشی نے سب سے چھین لیا ہے کیپٹن؟ کیا میشی کو آ۔۔ آپ جو وقت اور پیار دیتے ہیں وہ غیر ضروری اور اضافی ہے؟ کیا یہ سب میرا رائیٹ نہیں ہے الماں؟"

مشائم کے آنسوؤں میں گھلتے سوالوں پر الماں نے اسکی مبہم سا مسکرائے جبین چومی تاکہ وہ راحت پائے اور پر سکون ہو اور ایسا ہی ہوا، وہ اس احساس

سکون کے سبب رونا تک بھول گئی، اسکے الماں کے گلے لگ کر بہت سکون ملا۔

"میں تمہیں اپنی ساری محبت اور سارا وقت دوں تب بھی کم ہے مشائم، حق کی بات کروں تو میرے حصے کی سانس بھی چھین لو اس قدر حاکم ہو مجھ پر، ممی کا دل موم ہو جائے گا اور یہی تمہارا ٹاسک بھی ہو گا۔ میرے جانے کے بعد تم انکے دل کا یہ وقتی غصہ دور کرو گی۔ اپنی شرارت اور سعادت مندی سے۔ وہ میری ممی ہیں سو انکو سمجھا سکتا ہوں پر لڑ نہیں سکتا، پہلے ہم کوشش کریں گے کہ وہ سمجھ جائیں۔ اگر تمہاری محبت بھی انکا دل نہ پگھلا سکی تو میں ہر وہ سٹیپ اٹھاوں گا جو ضروری ہے"

الماں نے اسے سپورٹ دی، حوصلہ اور ہمت دی تاکہ وہ کمزور نہ پڑے اور مشائم نے اسکی ہر بات پر سر خم کیا، کیونکہ الماں سے ہی وہ تھی۔

"میں کوشش کروں گی لیکن آپ مجھے پیار کم کر دیں، میں نہیں چاہتی انکو آپکا میرے لیے ایکسٹرا پیار اداس کرے الماں۔۔۔۔"

مشائم کی معصومیت پر وہ ایک بار پھر اس لڑکی کو اپنے وجود میں بسا گیا، شدت جذبات سے گرفت جکڑی گئی۔

"پیار کم ہر گز نہیں ہو گا بلکہ آج حدیں پار ہو جائیں گی، تم نے صبح میری خواہش اور طلب میں لامتناہی اضافہ کر دیا ہے اور نہیں چاہتا اب تم سے دور رہوں۔ آئی ہیو آ گفٹ فار یو"

وہ اسکی خواہش پر لرزی پر گفٹ کا سن کر مشائم کے ڈوبتے دل کو تقویت سی ملی۔

میٹرس پر ہی خوبصورت سا جیولری کیس پڑا تھا، اب تک میشی کے منہ دیکھائی کے تحفے کی رسم باقی تھی، الماں نے اس جیولری کیس کو کھولا تو بہت

خوبصورت سا گولڈ چین لاکٹ تھا جس کا پینڈٹ بٹر فلائے شیپ تھا، اس میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز نسب تھے۔

مشائم نے گھبرا کر نظر الماان پر ڈالی جو اس پینڈٹ کو نکال کر لمحہ لگائے مشائم کی دمکتی سفید گردن میں پہناتے ہی جھک کر اسکی گردن چومتا، ہونٹوں کو مشائم کی گال سے رب کیے اپنا چہرہ روبرو لایا جو ابھی سے اس شخص کے والہانہ پن پر دھڑکن کی طرح تھرتھرا رہی تھی۔

"یہ بہت بیوٹی فل ہے ل۔ لیکن.."

مشائم نے لرزتے کمزور لہجے میں اسکے گفٹ کو سراہنے کی ناکام کوشش کی پر الماان نے ایک ہاتھ اسکی کمر کے اطراف لپیٹ کر دوسرے ہاتھ کی انگشت شہادت اسکے ملائم ہونٹوں پر ٹکائی اور نچلا لب انگوٹھے کی پور سے سہلایا، مشائم کو لگا پورے جسم میں سنسنی خیز کپکپاہٹ سرائیت کی ہو۔

"لیکن کو آج ہمارے بیچ سے اوٹ رہنا ہو گا، میں تم سے دور نہیں رہنا چاہتا مشائم۔ میں تمہیں گہرائی سے محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ اور آج میری خواہش کے بیچ مزاحمت لے کر مت آنا بلکہ میرا ساتھ دینا۔ آئی پرامسس یہ رات تمہیں ساری زندگی اپنے سحر سے نکلنے نہیں دے گی۔۔۔ تمہیں میری خوشبو پسند ہے نہ، میں تم میں اتار دوں گا۔۔۔۔ تمہیں یقین ہے نہ مجھ پر؟"

وہ اسکے کسی اعتراض کو سننا نہ چاہتا تھا جبکہ مشائم نے گھبرا کر ڈرتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر رکھی الماں کی انگلی مٹھی میں جکڑ کر ہٹائی۔

"ہمم۔۔ خود سے زیادہ ہے یقین"

وہ اسکے مزید قریب سرکی اور ہونٹوں کے قریب ہونٹ لائے سرگوشی میں بولی، آنکھوں میں ویسی ہی فنا کر ڈالتی جنونی کشش تھی جو آج الماں کو درکار تھی۔

"ہرٹ مت کیجئے گا پھر۔۔۔۔ پرامس کریں نہ پلیز"

مشائم کی جان سی سر کی جس پر وہ نرمی سے اسکو استحقاق بھرا نرم و گداز لمس بخشے زرا دور ہوا، اسکے نرمی سے چھونے نے مشائم کو اسکا جواب دے دیا۔

"تمہیں صرف میری محبت محسوس ہو گی، جو آج سے شدت اختیار کرنے والی ہے۔ جاو اور رات کے لیے اچھا سا ڈریس سلیکٹ کرو۔ کبرڈ میں دیکھو شاید کچھ سپیشل مل جائے"

الماں نے اسکی گال چومتے آزاد کیا کیونکہ وہ کھڑی ہونا مشکل جان رہی تھی جبکہ الماں کے دل دہلاتے سرپرائز کا ڈر قبل از وقت اس پر اترا لیکن وہ ہمت کرتی کبرڈ کی طرف بڑھی۔

الماں نے متبسم آفت خیز نگاہوں سے اپنی شرٹ کے کف فولڈ کرتے اسی کو محور بنایا۔

میشی نے ڈرتے ڈرتے کبرڈ کھولی اور سامنے ہی اسکے لیے ایک اور ریڈ کلر کا شاپنگ بیگ تھا۔

میشی نے گردن گما کر حراساں نظر الماں پر ڈالی جو لپکتی وارفتہ نظروں سے مستقل دیکھ کر ہی جان لے رہا تھا۔

"اگر اس میں چھوٹے چھوٹے کپڑے ہوئے تو آپکو ہی پہناوں گی یاد رکھیے گا"

وہ جس طرح ہمت کرتی غرائی، الماں ہنسا لیکن میشی کی زبان تب رہن ہوئی جب اس بیگ سے ریڈ کلر کی ساڑھی بر آمد ہوئی۔

سلیو لیس بلاوز تھا اور کافی پیارا جبکہ ساڑھی بھی شفون کی۔

"ا۔ الماں یہ اتنا ماشرن بلاوز، یہ ساڑھی میں نہیں پہن رہی، کچھ بھی کورڈ نہیں ہو سکے گا۔"

وہ اس بیگ کو لیے المان کی طرف آئی جو اس کے ہاتھ سے ساڑھی لے کر وہیں میٹرس پر پھینکے اسے بازو سے پکڑے اپنی سمت کھینچ گیا۔

"میں ہوں نہ تمہارا پرسنل ڈریس تو اس قدر پینک ہونے کی کیا ضرورت ہے ۔بس مجھے یہ اچھی لگی تو لے آیا۔ تم یہی پہنو گی رات، میرے لیے۔۔۔ کیونکہ رات صرف تم میرے لیے سجو گی۔ تمہارا آج کا ہار سنگار صرف میرے لیے ہے تو مرضی بھی میری ہو گی۔۔۔"

وہ ضدی ہوا تو مشائم کو لگا اب اعتراض بے کار ہے۔

"بہت بے شرم ہیں آپ، بلاوز بہت بولڈ ہے کیپٹن۔۔۔ دیکھیں اسے تو دیکھ کر شرم آرہی، اسے پہن کر تو میں نے شرم سے فوت ہو جانا"

وہ تھا تو خوبصورت پر کندھوں پر چھوٹی چھوٹی سٹریپس کے سوا کچھ نہ تھا جو اسے ہولڈ کرتیں جبکہ بیک لیس بھی تھا بس ڈوری کے سبب ناٹ لگا کر اسے ٹائیٹ یا لوز کیا جا سکتا تھا۔

"مجھے نہیں آرہی، مجھے اسی ساڑھی میں دیکھنا ہے تمہیں بس۔۔۔۔ "

الماان کے زرا خفا ہونے پر مشائم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور دوسرا ہاتھ اسکی گال سے جوڑا۔

"اوکے پہن لوں گی لیکن اگر آپکے دانت زرا سے بھی باہر آئے تو پہلے وہ توڑ دوں گی یاد رکھیے گا۔ اور یہ ساڑھی میں بس دس منٹ پہنوں گی"

مشائم کی دس منٹ کی شرط پر وہ من ہی من میں معنی خیز سا ہنسا۔

"پانچ منٹ بھی کافی ہوں گے چلی ملی"

کیپٹن صاحب کی معنی خیز بات وہ سمجھ نہ پائی اور وہ اسکے بھولے پن پر دبا دبا مسکرایا۔

"گڈ۔۔اب ہٹیں مجھے بازو ویکس کر لینے دیں۔اس بلاوز کے لیے مجھے خود بھی خوبصورت لگنا ہو گا۔۔۔۔ ہٹیں۔۔۔ مجھ معصوم کی زندگی آگے کم مشکل ہے جو آپ نے اپنے سیاپے بھی ڈال دیے۔۔۔۔"

وہ جس طرح ہلکان ہو کر بھاگی الماں اسکی نزاکتوں اور مشکلات پر قہقہہ لگائے خود بھی رات کے لیے کیا پہنے اس بارے ڈیسائیڈ کرنے کو کبرڈ کی طرف بڑھا۔

پھر بلیک شرٹ اور بلیک ہی پینٹ چوز کی، جبکہ ڈریسنگ کے سامنے آکر بڑھی بیرڈ کو دیکھا۔

ٹریمنگ کی ضرورت تھی تبھی وہ کچھ سوچتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

..________________________..

سیال حویلی میں اوزان دایب کا آنا زینیش کے لیے ایک نیا ٹارچر تھا، یہاں تک کہ وہ اس بندے کی موجودگی میں ڈنر تک پر آنا نہ چاہتی تھی پر خان بابا کے ادب میں آگئی، بہت ڈارک میرون ڈریس میں اسکا گورا رنگ اور نکھرا پھر غضب و خفگی کی سرخیاں اسکے خوبصورت چہرے میں گھلی اسے اور دلربا پیش کر رہی تھیں، بال کھلے چھوڑ کر اس نے آنچل مجھے مار کا خود ہی انتظام کر رکھا تھا پھر ہونٹوں پر بھی میرون لپ ٹینٹ اسے بولڈ لک دے رہا تھا، اوزان اور وہ صرف ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہو جاتے تو ماحول پر آگ لگ سکتی تھی۔

لیکن ڈائنگ ہال میں دونوں یوں آمنے سامنے بیٹھے تھے جیسے اشارہ ملنے کی دیر ہے اور ایک دوسرے کی گرنیں دبوچ لیں گے۔

پنار بظاہر سنجیدہ پر زینیش اور اوزان کے بیچ میں پیدا ہوتی کشش پر ایکسائٹڈ بھی تھی جبکہ طلال اور خان بابا سپاٹ چہروں کے سنگ بیٹھے تھے۔

اوزان کے لیے سپیشل پرہیزی کھانے بنوائے گئے تھے، اسکی پسند کے لحاظ سے سوپ میں مچھلی اور ہری سبزیوں کا بھرپور استعمال بھی ہوا۔

"شروع کریں کھانا"

خان بابا کے مخاطب کرنے پر سب کھانا شروع کر گئے جبکہ زینیش اس بندے کی گاہے بگاہے خود پر جمتی بے باک و حرارت خیز نظر سے ٹھیک سے کھا بھی نہ پا رہی تھی، ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"جس نے بھی ہمارے علاقے میں تجھ پر حملہ کیا وہ جلد تلاش کروایا جائے گا اور سزا بھی پائے گا۔ تجھے کسی پر شک ہے اوزان دایب؟"

خان بابا مسلسل اوزان کی نظر زینو پر محسوس کر چکے تھے تبھی زینو کی گھبراہٹ دیکھتے انہوں نے اوزان کو مخاطب کیا تا کہ اس ڈھیٹ ہڈی کی توجہ زینو سے کچھ دیر ہٹے۔

"میرے دشمن ہی ہیں سب، ہر کسی پر شک ہے۔ چاچو بھی کروا سکتے ہیں حملہ، انکا ایک گہرا زخم جو کریدا تھا"

وہ ہرگز سنجیدہ نہ تھا، زینو تو اسکی بات نہ سمجھی جبکہ باقی تینوں اوزان کے منہ پھٹ جواب پر غضب ساد باتے نظر آئے، طلال نے بمشکل اپنا فری ہوتا مکا دبایا جو اسکے منہ پر اس گل فشانی پر اٹھ سکتا تھا۔

"خبیث"

طلال منہ ہی منہ میں بڑبڑائے۔

"سنجیدہ ہونا ہے یا نہیں تُو نے؟"

اس بار خان بابا نے سخت لہجے میں اوزان کو تنبیہ کی۔

"ہونا ہے، صرف اپنی بیوی کے ساتھ"

وہ سب کے بیچ بیٹھے جس بے باکی سے بولا، پنار مسکراہٹ دباتی نظر آئی جبکہ طلال اور خان بابا غصب اور زینیش سے حلق سے نوالا اتارتا دوبھر ہوا۔

تبھی سپون پلیٹ میں پٹخ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بار بار مجھے اپنی بیوی کہنا بند کریں گے یا نہیں، خان بابا انکو سمجھا دیں کہ مہمان ہیں تو مہمان بن کر رہیں۔ میزبانوں کی ذاتیات میں گھسنے کی کوشش بھی نہ کریں۔ مجھے بھوک نہیں ہے سونا چاہتی ہوں"

وہ مزید سہہ نہ سکتی اٹھ کر چینخی جس پر سب ہی پتھرائے سوائے اوزان کے جو اسے مسلسل دیکھ کر کمزور کر رہا تھا۔

"مجھے بھی بھوک نہیں ہے سونا چاہتا ہوں، مجھے بھی ساتھ لے چلو۔۔۔"

اوزان بھی اپنے سوپ کا باول بے دلی سے پرے دھکیلتا اٹھا تو اس بار اس بندے کی اس حرکت نے خان بابا کا لہو بھی چہرے پر چھلکایا جبکہ زینو کا بس نہ چلا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"تیرا کمرہ طلال دیکھا دے گا تجھے، بیٹھ جاو اپس"

خان بابا کے ڈپٹنے اور دانت نکوسنے پر اوزان نے یوں انکو دیکھا جیسے انکی سنی نہ ہو جب کہ زینیش کا دل تو تھما ہوا تھا۔

"میں چاہتا ہوں میرا کمرہ مجھے میری بیوی دیکھائے، چلیں؟"

اوزان نے سبکے تاثرات سے محظوظ ہوتے زینیش کو دیکھا جو بڑی مشکل سے عتابی آتش فشاں دبائے ہوئے تھی، منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ خان بابا اور طلال پر باری باری سلگتی نظر ڈالے وہاں سے گئی اور اوزان نے یوں مزے سے قدم اسکے پیچھے بڑھائے جیسے یہاں کا راج اسی کے پاس ہو۔

نہ خان بابا اسے روک سکے نہ طلال جبکہ پنار سے مسکراہٹ روکنی بیچ میں محال ہوئی۔

"بندہ دبنگ ہے ویسے ماننا پڑے گا"

پنار نے شریر سی سرگوشی کی جس پر دادا سائیں اور بڑی دونوں کی گھوری ملی جس پر وہ فوری معصومانہ منہ بنا گئی۔

"وہ دو اپنا معاملہ خود حل کریں یہی بہتر ہے، مجھے لگتا ہے اوزان اسکے لیے واقعی سنجیدہ ہے ورنہ اس قدر لیچڑ نہ بنتا۔ ڈھیٹ مٹی بن کر اکڑا ہے تو وجہ ہو گی۔۔۔ کھاو تم لوگ کھانا۔ زینیش اسکی عقل ٹھکانے خود لگا لے گی"

خان بابا نے طلال کے اڈتے غصے کے پیش نظر کہا ہی اتنے یقین سے کہ طلال بھی چار و ناچار اپنا رو کا کھانا واپس کھانے لگے۔

جبکہ کمرے میں انٹر ہوئے وہ پلٹی تو وہ طائرانہ نگاہوں سے اس خوبصورت زیبائشی کمرے کے نصیب جگاتا پیچھے ہی اندر داخل ہوا، لگ یہی رہا تھا روح نشین پھٹنے والی ہے پر وہ اسکے ضبط کا بھی آج فین ہو چکا تھا۔

"شرم نام کی ایک چیز ہوتی ہے، کیا آپ یہاں آتے ہوئے اسے اَن اِنسٹال کر آئے تھے؟ یہ کیسی باتیں کر رہے تھے آپ خان بابا کے سامنے۔ جیسے ہم

دو میں بڑی الفت و محبت ہے۔۔۔ آپ زخمی نہ ہوتے تو ہو چکے ہوتے اس بدتہذیبی پر"

زینیش کی خاموشی غصے پر ہی ٹوٹی، سمجھ نہ آیا اوزان ایسا ٹارچر کیوں دے رہا ہے، اور وہ اسکی آنکھوں میں جذب سے جھانک کر سارے جواب دے رہا تھا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے، سب ہڈیوں سے نہیں۔ تم میری بات سن لو میں سب کے آگے یہ بے باک احتجاج روک دوں گا"

اوزان دو قدم بڑھائے زینیش کے قریب رکا تو اس شخص کی خوشبو کا حصار اس فاصلے کے باوجود زینیش کے جسم و جان پر حاوی ہو کر حسیں جامد کرنے لگا۔

"کونسی بات رہ گئی ہے، کیا بات سنوں میں۔ ہمارے بیچ وہ سب بھی ختم ہو گیا جو تھا ہی نہیں۔ میں آپکو معاف نہیں کروں گی یہی میرا آخری فیصلہ

ہے۔ آپ سے بات بھی نہیں کرنی مجھے۔ جیسے ہی زخم بہتر ہو میری نظروں سے دور ہو جایئے گا۔ آپکو دیکھنا بھی نہیں چاہتی"

وہ یہ سب سہہ کر تھک چکی تھی، ایک دن میں اوزان نے اسکی جان آدھی کر کے رکھ دی تھی۔

اس وقت بھی وہ جن والہانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ سہنی جان لیوا تھیں۔

"معاف مت کرو، لیکن میرے ساتھ واپس چلو۔۔۔ آئی پرامسس تم اب سے میرے روم میں رہ بھی سکو گی۔ میرے ساتھ۔ ہم بہت اچھے نہ سہی، ہسبنڈ وائف بن سکتے ہیں۔ آئی مین میں نے اپنا فیصلہ بدل لیا"

اوزان کی ان باتوں کو سن کر وہ اس پر تمسخرانہ ہنسی تو اوزان کے دل تک جلن اتری، چہرے کی رنگت بدلی۔

"ہاہا۔ ویری فنی۔ آپ کی طرح آپکے کمرے سے بھی اب کوئی لگاو نہیں رہا۔ میں پاگل نہیں ہوں کہ اس ٹارچر سیل میں دوبارہ چلی جاوں۔ مجھے وہاں صرف آئی جان اور طلال چاچو ہی عزیز تھے۔ ان دو سے میں کہیں بھی مل لوں گی۔ آپ کی بیوی نہیں رہنا چاہتی کیا فارسی میں بتاوں؟"

وہ اسکی ہر بات سن سکتا تھا پر یہ نہیں جس پر اس نے اختتام کیا، تبھی تو اوزان نے اسکی بازووں سے پکڑ کر اپنے قریب کھینچتے غصے اور غیض سے اٹی سنہری آنکھوں سے جیسے دیکھا وہ خوفزدہ ہوئی، سانسوں میں سانسیں گڈمڈ ہو کر رہ گئیں۔

اوزان اور اسکے چہرے میں بہت کم فاصلہ تھا تبھی تو اوزان کے اس قدر قریب سانس لینے پر زینو کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔

"سب کہو لیکن یہ نہیں، یہ نہیں سنوں گا۔ تکلیف سی ہوئی ہے مجھے اس جملے سے۔ ایسا لگا جیسے دل کٹ کر رہ گیا ہو۔ تم میری بیوی رہنا چاہو یا نہ چاہو، تم

آخری سانس تک اب اوزان دایب کی بیوی رہو گی اس میں کسی دوسرے آپشن کی گنجائش نہیں"

وہ اسکی بازو کو تکلیف دے بیٹھا تبھی اسکے الفاظ اور شدت دونوں پر وہ کراہ اٹھی تبھی اوزان نے بوکھلا کر گرفت ڈھیلی کی پر آزاد نہ کیا۔

"یہ کیسی زبردستی ہے اوزان۔۔۔جب رہنا چاہتی تھی تب مجھے سر سے اتارنے کی کوششیں ہی کم نہیں ہوئیں آپکی اور اب مفت اور بے جا دھونس جما کر آپ مجھ پر حق جما رہے ہے۔ معافی مانگنے کے بجائے معافی چھین جھپٹنے کا یہ کیسا سفاک طریقہ ہے۔ میں ہر لمحہ یہی جملہ دہراوں گی۔۔۔تاکہ آپکو پتا چلے تکلیف ہوتی کیا ہے"

وہ اسکی گرفت سے خود کو چھڑواتی مچلی مگر اوزان کی گرفت عام نہ تھی، اور یوں اس نے آج سے پہلے کسی کو قریب بھی نہ کیا کہ زینو کے کھلے بھورے

بالوں سے اٹھتی سوندھی مہک تک اوزان کے حواسوں پر دھند پھیلا رہی تھی، اسکے وجود کی خوشبو تک اپنا دھیان تو وہ جانے ہی نہ دے رہا تھا۔

"تم ایسا دوبارہ نہیں کہو گی، میں جانتا ہوں تکلیف کی ہر قسم کو۔۔۔ تم ناراض رہو، تب تک جب تک مجھے منانا نہیں آتا لیکن یوں دیار غیر میں نہیں۔ اپنی جگہ، اپنی ملکیت میں۔۔۔۔۔۔ میرے ساتھ چلو واپس"

وہ اسکے کمزور کرنے پر اپنے ارادوں سے ہٹ رہی تھی، سمجھ نہ آیا کیسے ظلم ڈھائے اس شخص ہر جسکا اتنے قریب ہونا سارے دکھوں، غموں اور الجھنوں کو دھول چٹا رہا تھا۔

"نہیں جاوں گی، کیا زبردستی اٹھا کر لے جائیں گے۔۔۔؟'

وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے منتفر ہوئی۔

"یہ بھی کر سکتا ہوں"

ڈرانے کی پوری کوشش کی گئی تھی مگر زینو کی نظر تب پتھر ہوئی جب اوزان کی گردن سے نکلتا خون دیکھا جو زخم سے رس کر اسکی گردن پر پھیل گیا تھا۔

"خ۔خون۔۔۔ خون نکل رہا ہے۔۔۔اوزان زخم کھل گیا
ہو گا۔۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔"

اسکے دونوں بازو اب بھی اوزان کے ہاتھ میں تھے پر وہ اس سے اپنا آپ
آزاد کرواتے سسکی۔

"پہلے جواب دو، ورنہ تمہیں ملنے بھی نہیں دوں گا۔ بھلے کھڑا کھڑا مر
جاوں"

اس درجہ بے حسی پر زینیش نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بمشکل تھوک نگلا، وہ اس وقت اسے شدید پاگل لگا۔

"لیکن میری آپ سے پھر بھی ناراضگی کبھی ختم نہیں ہو گی، بیوی کے نام پر ایک فاصلے پر سجا کر رکھا ڈیکوریشن پیس ملے گا آپکو۔۔ جب تک آپکو رلا نہ لوں معاف نہیں کروں گی"

اسکی تکلیف پر وہ بکھر سی گئی جبکہ اوزان نے اسکے ہاتھ آزاد کیے اور شرافت سے پلٹ کر چلتا ہوا بیڈ کی پائینتی پر بیٹھا، آنکھوں میں آنسو دبائے وہ اسکے قریب گئی پر ڈرتے ہوئے۔

"تم ساتھ چلو، منانے کی ذمہ ساری میری ہے۔۔۔ اب تم میرا زخم دیکھ سکتی ہو۔ اجازت ہے"

وہ جو اسکے زخم کو تڑپتی نظروں میں لیے تھی اجازت ملتے ہی سائیڈ ڈرا سے دو ٹشو پیپر نکالے وہ واپس قریب آئی اور ہاتھ بڑھا کر اس نے اوزان کی گردن پر لگی پٹی سے نکلتے خون پر رکھے، اوزان نے نظر زینو کی آنکھوں پر ڈالی جہاں دبی ہوئی طغیانی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

"ی۔یہ خون کیوں نکل رہا ہے، کچھ برا نہ ہو جائے۔۔۔۔م۔۔میں دادا سائیں کو بلاتی"

وہ خون دیکھ کر وہ بھی گردن سے بہت ڈری تبھی جانے لگی مگر اوزان نے اسکے گرد کمر پر اپنے دونوں ہاتھ باندھے اسے جانے سے جس طرح روکا، زینیش سر تا پیر کانپ اٹھی، اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپایا، جیسے اسکی خوشبو ان ہیل کرنا چاہتا ہو۔۔

"صرف تم چاہیے ہو پاس، کسی کی ضرورت نہیں۔۔۔

کل مس کیا تمہیں بہت"

وہ جو پہلے ہی سخت اذیت میں تھی، اوزان کے دل تک اترتے پر حدت سانس اور دبے ہونٹوں کا لفظ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کو رواں کر گیا، جبکہ وہ اسے رلانا ہرگز نہ چاہتا تھا تبھی پریشان ہوا، ہاتھ بڑھا کر سر اٹھا کر اسے تکتے اسکے آنسو پونچھے۔

"آپکے پاس ایسی باتیں ک۔۔ کرنے، مس کرنے اور میرے آنسو پونچھنے کا حق نہیں ہے۔۔۔۔ کیوں آسیب کی طرح مجھ سے لپٹ کر تنگ کر رہے ہیں مجھے، میں مار دوں گی آپکو"

اسکے ہاتھ کو پرے جھٹک کر وہ اپنی کمر پر رکھا اوزان کا دوسرا ہاتھ بھی جکڑ کر ہٹا گئی، بہت سے آنسو آنکھوں کو تر کر چکے تھے۔

"ٹھیک ہے لیکن میرے پاس آج اس کمرے میں رہو گی تم اور ہم کل واپس جائیں گے۔ بس اس پر ہاں کہہ دو میں تمہیں مزید پریشان نہیں کروں گا"

اوزان کا اٹھ کر اسے گھیرتے لپکتا لہجہ زینیش کو کسی قابل چھوڑ نہ رہا تھا پر وہ اس شخص کا جب سرد رویہ اور نفرت سوچ رہی تھی تو خود کے پگھلنے پر دو حرف بھیجے۔

"نہ تو اس کمرے میں رہوں گی نہ آپکے ساتھ کہیں جاوں گی۔ آئی ہیٹ یو۔۔۔ سنا آپ نے۔۔۔ مجھے پریشان مت کریں میں کچھ کر بیٹھوں

گی۔۔۔پھر آپکے پاس پچھتانے کے سوا کچھ نہ رہے گا۔ جان چھوڑ دیں۔۔۔اسی نفرت کا رشتہ قائم رکھیں جسکی عادت ڈالی مجھے۔۔۔۔۔میں آپکے لیے اپنے دل کو نرم نہیں کر سکتی۔روح زخمی کی ہے اور روح کے اندر کا درد آپکے یہ کھوکھلے لفظ دور نہیں کر سکتے۔پلیز مجھے کسی سخت رد عمل پر مجبور مت کریں"

وہ اسے آخری بار سمجھا رہی تھی تاکہ وہ سمجھے لیکن وہ اسکے جاتے ہی لپک کر راہ میں آیا جیسے ابھی سے اسکے لیے تڑپ اٹھا ہو اور زینیش کیسے یقین کرتی اوزان پر۔

"مت جاو زینیش، میرے پاس رہو"

وہ اسکے آگے منت کر اٹھا، شاید واقعی وہ اسے نظروں سے اوجھل ہونے دینا نہ چاہتا تھا۔

"نام مت لیں میرا، نام لے کر بھی تکلیف ہی دے رہے ہیں۔ اور کیوں رہوں پاس؟ کس رشتے کے تحت۔ آپکو تو مجھ سے نفرت تھی۔۔۔۔ پھر یہ تڑپ۔۔ اب یہ کس چیز کو ہتھیانے کا ڈھونگ ہے؟ میرے پاس زمینوں کے علاوہ ایسی کوئی چیز نہیں جو آپ کے کام آسکے۔۔۔ وہ آپ نے دے دی واپس تو اور کیا چاہیے؟ کیا قیمتی دیکھ لیا آپ نے زینیش کے پاس جو پیچھے پڑ گئے ہیں"

وہ اسکی تڑپ کو حقیر کہنے ہر مجبور تھی تا کہ کسی طرح وہ انازادہ اسکا جکڑا دامن جھٹک دے اور سانس لینے دے جبکہ اوزان کے دل کو زینیش کے یہ لفظ بہت بری اذیت دے گئے۔

وہ کیا بتاتا کہ اس لڑکی کے پاس روح، دل، وجود اور محبت سب ہی ایسا ہے جو اوزان کے لیے انمول اور بیش بہا ہے۔

"تم"

وہ یہ لفظ بہت مشکل سے کہہ پایا جیسے سانس نما سسکی لی گئی ہو، زینو کی آنکھوں میں اتر آتی اذیت فطری تھی۔

"میں قیمتی کہاں سے ہو گئی اچانک، آپ پر اور آپکے کسی لفظ پر کیا اب یقین کر سکوں گی؟ آپ واپس چلے جائیں۔ میں آپ سے لڑنا اور بحث کرنا تک نہیں چاہتی۔ میں ایسی ہوں ہی نہیں"

وہ اسکے سینے سے ہتھیلیوں کو جوڑے پلٹنے کو گھومی پر اوزان نے اسے جانے نہ دیا، ان سنہری آنکھوں کے تقاضے جان پر بن سکتے تھے، وہ شخص اگر منانے میں اتنا شدت پسند تھا تو اپنا بنانے میں کیسا ہوتا، زنیش کا سوچ کر ہی دل تھما۔

"تم مجھ سے لڑو اور بحث کرو، نہیں روکوں گا۔ لیکن تم مجھ سے دور آباد نہیں رہ سکتی۔ میں یہاں کمفرٹیبل نہیں"

وہ اسے اپنی بات سمجھانے کی کوشش میں تھا پر سمجھا نہ پایا۔

"اور وہاں میں کمفرٹیبل نہیں ہوں گی"

وہ بھی سیدھا سبھاو اوزان کا دل توڑے بولی، انداز میں غصہ دبا تھا۔

"اب ایسا نہیں ہو گا، تھوڑا سا یقین کر لو۔۔۔۔"

وہ اس سے جان مانگتا تو وہ دے دیتی، یہ تو بس تھوڑا سا یقین تھا، وہ چاہ کر بھی منع نہ کر سکی۔

"بس تھوڑا سا ہی کروں گی، چھوڑیں مجھے اب جانے دیں"

وہ اسکی گرفت سے نکلنے کو پھڑ پھڑائی مگر وہ اسے اب بھی دور جانے نہ دینا چاہتا تھا۔

"رکو گی نہیں میرے پاس"

اسکی آنکھوں میں دیکھ کر وہ زینو کے دل کی دھڑکن بڑھا رہا تھا، سمجھ نہ پائی اس شخص کی خوشبو کیسے جھٹکے۔

زینو نے جگر پاش نظر اوزان پر ڈالی۔

"نہیں"

سنگدل بننے کی پوری کوشش کیے کہا گیا مگر آواز آنسوؤں نے نگلی اور اس سے پہلے وہ چہرہ قریب کیے اسکی بھاری بوجھل پڑتی سانسوں کی خوشبو تک رسائی پاتا، وہ اسکے ارادے کو بھانپتی فوراً سے نا صرف ہوش میں آئی بلکہ اسے خود سے دور دھکیلے تیزی سے کمرے سے نکل کر بھاگی جبکہ اوزان کا دل اسکے چلے جانے پر بے قرار ہو کر رہ گیا جبکہ زینیش کی رکی ہوئی سانس اب شاید تادیر رکی رہتی، صرف اس شخص کے چند نرم الفاظ ہی اسکی ہر تکلیف کا مرہم بن رہے تھے اور زینیش کو یہی دکھ اب ساری رات رلانے والا تھا۔

..___________________________..

Frankfurt

کی سرزمین پر قدم اتارتے ہی وہ سیدھا ائیرپورٹ سے کسی قریبی ہوٹل گیا، کمرہ لیا اور اپنا سوٹ کیس پہنچائے سیدھا ہوسپٹل روانہ ہوا۔

یہاں کا وقت پاکستان سے چار گھنٹے پیچھے تھا، سو پاکستان میں رات جبکہ جرمنی کے اس خوبصورت شہر Frankfurt میں ابھی شام کے ہلکے ہلکے آثار نمودار ہو رہے تھے۔

وہ ہوسپٹل پہنچا اور سیدھا ریسپشن پر گیا پھر ڈاکٹر کے پاس، بہار پاشا بھلے یہاں اکیلی تھی پر اسکی مکمل کئیر اور علاج میں کسی قسم کی کمی نہ رکھی گئی تھی، یہاں کی بہار کے پاس نیشنیلٹی تھی کیونکہ اسکی ماں فریدے یہیں کی رہائشی تھی، تنویر اور فریدے کی شادی بھی یہیں ہوئی پھر کچھ عرصہ وہ تنویر کے ساتھ پاکستان بھی رہی لیکن تنویر کے باہر منہ مارنے کی عادت نہ گئی جو فریدے سے برداشت نہ ہوا سو اس نے تنویر سے علیحدگی لی۔

فریدے نے یہاں جرمنی آکر دوسری شادی کرلی اور اب وہ اپنے شوہر کے ساتھ خوش تھی، یہاں بہت بڑے ریسٹورنٹ کے دونوں میاں بیوی اونر تھے۔ بہار نے اپنی ماں تک کو اپنی کسی تکلیف میں شامل نہ کیا نہ فریدے کو اپنی بیٹیوں میں کوئی دلچسپی تھی، بہار کی کسٹڈی اس نے ضد میں لے تو لی لیکن اس سبب بہار کی شخصیت بری طرح مسخ کر کے رکھ دی۔

جب وہ کمرے میں انٹر ہوا تو وائیٹ پیشنٹ گاون میں وہ نڈھال سی بیڈ کراون سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے لیٹی تھی اور نرس اسکا بلڈ پریشر چیک کررہی تھی، بہار کو یوں نڈھال دیکھ کر حسیب کا دل تڑپ گیا۔

"بہارے"

حسیب کی دوستانہ پکار پر بہار نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں تو لمحہ بھر اسے یہ منظر خواب لگا تبھی تو اسکی سوجھی سرخ آنکھ سے اک آوارہ سا آنسو بہہ نکلا۔

نرس دونوں کو پرائیویسی دیتے ہی روم سے باہر گئی تو وہ بھی جیکٹ وہیں ابتدائی کاوچ پر رکھتا اسکے پاس آکر بیٹھا جو اس حالت میں سیدھی حسیب خانزادہ کا دل کاٹ رہی تھی، دوائیوں اور اینستھیزیا کی دماغ کی رگیں چٹخاتی بدبو سے وہ پہلے ہی ہلکان تھی۔

"تم کیسے آگئے حسیب؟ میں نے تمہیں آواز بھی نہیں دی تھی"

اس سے اب بھی بولنا مشکل تھا، وہ یہاں آنے سے پہلے اسکے ڈاکٹر سے اسکی دماغی حالت کے بارے تفصیلی بات کر کے آیا تھا، بہار بالکل ٹھیک نہ تھی اور انکا یہی کہنا تھا جس قسم کے ڈپریشن میں وہ ہے اگر اسے سنبھالا نہ گیا تو وہ پاگل ہو جائے گی۔

"دوست ہوں تمہارا ابھی بس یہی سوچ کر آگیا، آئی ایم سوری تم سے اس روز بہت ہارش بول گیا۔ رومت بہارے یو آر ناٹ ویل"

ہاتھ بڑھا کر اس نے بہار کے آنسو پونچھے تو وہ اسے آسودہ لمس پر دل جلا سا مسکرائی۔

"میری تکلیف تم سے برداشت نہیں ہوتی؟ مجھ سے بھی نہیں ہوتی۔ میرا بس چلتا تو میں بھی کسی اچھی فیملی میں پیدا ہوتی، کسی ایسے انسان سے محبت کرتی جسے میری محبت کی قدر ہوتی، میرے پاس جینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وحشت کے سوا اس دنیا میں کچھ نہیں"

وہ اسکی ہر بات سن رہا تھا، وہ ہر معاملے میں ہرٹ تھی ابھی تو حسیب لا علم تھا کہ اسکے ساتھ ہوا کیا تھا۔

وہ مزید اسکی سمت رخ کیے بیٹھا اور بہار کا بخار میں جلتا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑ کر اسکی اجڑی آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا ہوا تھا تمہیں؟ کیا میری ان باتوں کی وجہ سے۔۔۔"

حسیب کی مضبوط آواز لرزی جبکہ وہ تو حسیب کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو مقید دیکھ کر ہی آدھی ٹھیک ہوگئی تھی، اس وقت جب اسکے ساتھ اپنا سایہ بھی نہ تھا تب حسیب اسکے پاس تھا۔

"نہیں۔ تم مجھے جتنا مرضی ہرٹ کرلو میرا دل نہیں دکھتا حسیب۔ کیونکہ تم نے کبھی دل سے بہار کو تکلیف نہیں دی۔ ریپ ہوتے ہوتے بچا ہے میرا۔ ڈائریکٹر کرکٹرلیس خبیث نکلا۔ آفر کر رہا تھا کہ اسکی ہر فلم میں بہارے ہوگی اگر میں اسے اپنا سب سونپ دوں۔ تم جانتے ہو مجھے میں ایسی نہیں ہوں، اس پر حملہ کر کے بھاگ نکلی۔۔۔۔ کمپلین کی اسکے خلاف۔۔۔ کنٹریکٹ کینسل کر دیا۔۔۔ لیکن اس تکلیف سے آزاد نہ ہو پائی۔ کوئی نہیں تھا میرے پاس"

بہار کا ایک ایک آنسوؤں میں ڈوبا لفظ حسیب کی آنکھوں میں لہو اتار گیا، اس لڑکی کے بہتے آنسو دلبرداشتہ ہوئے پھر پونچھے۔

"رو مت میں ہوں تمہارے پاس، اس خبیث لعنتی کو تو میں دیکھتا ہوں کونسی آگ ہے جو ٹھنڈی نہیں ہو رہی۔۔۔۔ تم بتاو کچھ کھاو گی؟ رونا بند کرو بہارے"

وہ حسیب کے دبائے غصے پر خوفزدہ ہوئی، کیونکہ وہ اسے مار بھی سکتا تھا۔

"اسے پولیس نے اریسٹ کرلیا ہے، پرامس کرو کچھ نہیں کروگے۔ میں پہلے ہی تمہارے لیے صرف اذیت کا سبب ہوں۔ مزید میرے لیے اپنی زندگی مشکل مت کرو۔ اپنی اماں کا واحد سہارہ ہو یہ یاد رکھا کرو"

وہ اسے منت کرتی روک گئی جس پر حسیب نے جبراہی سہی سر ہلایا۔

ناجانے کیوں پر وہ اسے یوں برداشت نہ کر پارہا تھا۔

"بہتر ہو جاو تو میرے ساتھ ہی پاکستان چلو"

وہ اسے یہاں اکیلا رہنے کی ہرگز اجازت نہ دے سکتا تھا۔

"نہیں، وہاں گئی تو یا خود مر جاوں گی یا کسی کو مار دوں گی۔ تم میرے لیے رک جاو، مجھ سے اکیلے جینا مشکل ہے۔ت۔۔تم مجھے اپنے ساتھ رکھ لو حسیب"

وہ اس وقت بہت تکلیف میں تھی تبھی یہ سب کہہ رہی تھی اور حسیب سے تب بھی یہ سہنا محال تھا۔

"میں یہاں کیسے رک سکتا ہوں بہارے، میرا تھانہ ہے جیم ہے۔ اماں سائیں ہیں۔ بہت مصروفیت ہے۔ یہ تو تمہاری طبعیت سن کر رہا نہ گیا تو آ گیا۔ کیوں تکلیف دیتی ہو خود کو، اگر اجازت دو تو کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈوں تمہارے لیے۔ اس کے ساتھ یہیں سیٹل ہو کر اچھی سی پرسکون زندگی گزارنا۔ میرے یہاں کافی جاننے والے ہیں، بہت اچھی فیملیز کے"

وہ اسکی اس جان لیوا اجازت پر دلخراشی سے مسکرائی۔

"اپنا وہ دوست تو دے نہیں سکے جو مانگا تھا"

وہ پھر سے اسے زچ کر گئی جو جبڑے بھینچتا اٹھنے لگا پر وہ اسکو ہاتھ جکڑ کر روک گئی۔

"تمہیں اگر یہی بکواس کرنی ہے تو میں جا رہا ہوں"

حسیب نے اسے سختی سے جبڑے بھینچے وارننگ دی۔

"تمہیں پتا ہے مجھے اوزان دایب سے نفرت ہونے لگ گئی ہے، جس انسان کی طلب ہماری زندگی کو موت سے بدتر کر دے وہ کیسے ہمارے حق میں اچھا ہو سکتا ہے۔"

وہ بہت بکھری اور ٹوٹی ہوئی تھی۔

"یہی بات تو میں تمہیں پچھلے کئی سال سے سمجھا رہا ہوں"

وہ اسکی عقل میں یہ بات سمانے پر بھی پریشان تھا۔

"اور جس انسان کو دیکھتے ہی دل میں طلب کے بجائے بے حد سکون اتر تا ہو، اس کے بارے کیا کہو گے؟"

وہ اسے اس سوال سے الجھا گئی، اسکے چہرے پر نظر جمائے اسکے جواب کے لیے دم سادھ گئی۔

"اس کے بارے یہی کہوں گا کہ وہ انسان آپکی روح سے کنکٹ ہوتا ہے، کیا تمہیں ایسا کوئی انسان ملا؟"

حسیب نے اپنے جذبات کے آلاو کی تپش بھی باہر نکلنے نہ دی اور بہار اسے ہی حسرت سے دیکھتی رہی۔

"ہاں ملا تو کب کا تھا میں نے اپنی بے جا خواہشوں کے کچرے میں اس نگینے کو کھو دیا۔ میں اسکو دکھ نہیں دینا چاہتی لیکن میں اسکی زندگی کا حصہ بن کر کچھ دن جینا چاہتی ہوں بس اسکے کچھ پورے دن چاہیں۔ پھر شاید خود ہی مر جاوں"

بہار کے الفاظ حسیب پر کوڑوں سے برسے، بڑے ضبط کے سنگ وہ یہ سب سن رہا تھا، دھڑکن سی اٹکی۔

"بتاو کون ہے وہ؟ میں لے کر آوں گا اسے تمہارے لیے"

حسیب نے اسکے گال پر رینگتا آنسو پونجھے اسکی زرد آنکھوں میں جھانکے پوچھا۔

"آج ہی لے کر آوگے؟ پرامسس کرو"

وہ اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائے تڑپ سی اٹھی جبکہ حسیب نے بنا کچھ سوچے اسکی ہتھیلی جکڑی۔

"اگر ممکن ہوا تو ضرور"

حسیب نے اسے بھرپور یقین دلانا چاہا۔

"حسیب خانزادہ، بس کچھ دن اسے صرف میرا دوست بنا دو۔ بس دس بارہ دن۔۔۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ میں اسے ہاتھ لگا کر دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسے اپنے دل کی ساری تکلیف بتانا چاہتی ہوں۔۔ اسے خود سے بندھنے پر مجبور بھی نہیں کروں گی۔ اور پکا پرامس جب ان تھوڑے دنوں کے بعد دور جاوں گی تو اسکے لیے بہت خوبصورت، اس دنیا کی سب سے پیاری لڑکی ڈھونڈ کر جاوں گی جو صرف اس سے محبت کرے گی"

بہار کا ایک ایک لفظ حسیب خانزادہ کے دل کو نوچ کر کھا گیا، سمجھ نہ آیا اس لمحہ سانس کیسے بھرے۔

"کیا بول رہی ہو بہارے؟ میں تمہارا دوست ہوں۔ تم اب بھی اپنی ہر تکلیف مجھے بتا سکتی ہو"

وہ خود بکھر سا گیا، سمجھ نہ آیا کیا کہے۔

"ہاتھ نہیں لگا سکتی نہ، ہگ نہیں کر سکتی، حرام ہوں تم پر۔کچھ ایسا کرو نہ کہ تم پر حرام نہ رہوں۔۔۔پلیز بس چند دن، مجھے نہیں پتا خوشی کیا ہوتی ہے۔۔۔لیکن تمہارے ساتھ محسوس ہوتی ہے حسیب۔۔پلیز اپنے چند دن دے دو مجھے۔میں وعدہ کرتی ہوں اپنے یہ چند دن لیتے ہی تم سبکی زندگیوں سے بہت دور چلی جاوں گی۔۔۔پلیز"

وہ اسکی التجاوں کو چاہ کر بھی رد نہ کر سکتا تھا، حسیب خانزادہ کا دل تو دھڑکتا ہی بہارے کے لیے تھا، پھر وہ یوں تڑپتی ترستی اسے کیسے منظور ہوتی۔

"دے دیتا ہوں اپنے چند دن مگر اپنا پرامسس مت بھولنا پھر، آتا ہوں تمہاری کرائے کی ممی سے اور اپنے یار سے پرمیشن لے کر۔اماں کو بعد میں ہی جھٹکا دوں گا تاکہ یہ سننے کے بعد وہ میرا قتل باآسانی کر پائیں"

وہ اسکی آنکھوں مئں نہ دیکھ سکا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا جبکہ بہار کی آنکھوں میں سچ میں لمحہ بھر زندگی جگمگاتی محسوس ہوئی، وہ اس کے چند دن

مانگ کر اپنی زندگی کا وہ مقصد ڈھونڈنا چاہتی تھی جو اوزان دایب کی بے حد بری طلب نے چھین لیا تھا لیکن وہ خود غرض نہ تھی کہ خود جیسی برباد دل والی حسیب کا مقدر بننے دیتی۔

..________________________..

"کیا واقعی اس نے تجھ سے تیرے دن مانگے؟"

زینیش کے جانے کے بعد وہ روم میں یونہی اضطراب کے سنگ ٹہلتا رہا مگر پھر حسیب کی کال اور اچانک کیے جاتے انکشافات نے اسے حیران و پریشان کیا، بہار پر اسے اعتبار نہ تھا مگر کہیں دل سے وہ اسکے سنور نے اور حسیب کی حسرتوں کی کچھ ایسی ہی تکمیل کا طلب گار تھا۔

حسیب، فریدے اور اسکے شوہر ولیم کے ریسٹورنٹ سے اجلت میں باہر نکل رہا تھا، فریدے نے خوشی خوشی اجازت دی اور نکاح میں اپنے شوہر کے

ساتھ شامل ہونے کی بھی یقین دہانی کروائی کیونکہ بھلے وہ لاپرواہ تھی لیکن بہار اسکی بیٹی تھی اور وہ بھی چاہتی تھی بہار سیٹل ہو جائے، اسکی مینٹل سٹیٹ بہتر ہو، اور جب حسیب نے اسے بتایا کہ وہ بہار کا دوست ہے تو فریدے حیرت و خوشی کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہوئی اور اجازت دی، حسیب نے بہار کی خواہش مانی لیکن اسکے باوجود وہ اسکے ڈائمنڈ کی یونہی رنگ بھی خرید بیٹھا، دینے نہ دینے کے بارے ابھی فیصلہ مشکل تھا۔

"ہمم۔ کہتی ہے بس چند دن۔ پھر اسے بھلے چھوڑ دوں، لڑکی بھی ڈھونڈے گی میرے لیے۔ یک طرفہ جنون اس دنیا کی سب سے بری شے ہے ویرے۔ اسکی وہ فرنگی ماں تو یوں دانت نکال کر مجھے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی قربانی کے بکرے کو دیکھتا ہے۔۔۔۔ وہ کیسی ماں ہے یار، بہار کے آدھے دکھ تو اسکے یہ خونی رشتے ہیں۔ بس خود کو روک نہیں پایا، وہ میرے لیے ترسے یہ نہیں دیکھ سکتا اوزان، کچھ دن ہی سہی اگر وہ دن اسے زندگی کی طرف لاتے ہیں تو سودا گھاٹے کا نہیں، ممکن ہے اسکا علاج یہی ہو"

حسیب نے ٹیکسی پکڑی اور ڈرائیور کو ایڈریس سمجھائے سوار ہوا جبکہ اس کی کرب بھری خواہشوں اور اس فیصلے پر وہ بھی قدم روکے میٹرس پر گھٹن زدہ سانس کھینچے بیٹھا، وجیہہ چہرے پر الجھن آمیزی کے گہرے سائے رقم تھے۔

"بہترین قدم ہے، ممکن ہے وہ جلد یہ بات سمجھ جائے کہ اسکی منزل تو تھا اور کافی معاملات سنور جائیں۔ اسکے سامنے بلاوجہ جھکنے کی ضرورت نہیں، ایٹیٹوڈ میں رہنا تب تک جب تک یہ اقرار نہ کرے کہ تیرے بن جی نہیں سکتی۔۔۔ سمجھ گیا؟"

اوزان کی اس جیسی سنگدل ہدایت پر حسیب دل جلا سا مسکرایا، اوزان اسے ان سب کی اجازت دے چکا تھا یہی بہت تھا، باہر گھنی ہوتی شام کے سائے حسیب خانزادہ کے دل کے جہاں کا روپ دھارے ہوئے تھے۔

"یہ اقرار تو اسکی آنکھیں کچھ دیر پہلے کر چکی ہیں یار، دل بہت دکھا۔ وہ میرے ہاتھ لگانے تک کو ترس رہی ہے۔ پور پور بکھری ہوئی جیسے سمیٹنے کے لیے دو ہاتھ تک میسر نہیں۔۔۔ پر سن نہ، اماں سائیں کے عتاب سے مجھے بچا لینا ویرے۔ وہ بہت دکھی ہوں گی میرے بہار سے نکاح پر۔۔۔ تیرے ہی آسرے پر ہوں یاد رکھیں"

حسیب کے منت بھرے تقاضے پر وہ وہیں مسکراتا ہوا سر میٹرس پر رکھتے گرتا لیٹا، اس وقت اسکی آنکھوں میں خفیف سی سوجن اور سرخی رقم تھی، کچھ نڈھال طبعیت کا اثر تھا کچھ زینیش کے انکار اور گریز نے دل کو تڑپنے سسکنے کو چھوڑ رکھا تھا۔

"ٹھیک ہے تھوڑی سی چھتر ول جب وہ کر لیں گی پھر کر دوں گا سفارش"

اوزان ہر گز سنجیدہ نہ تھا، وہ بہار سے اسکے نکاح پر مجبوراخوش تھاسو لہجے میں اترتی حدت دبا نہ سکا، حسیب نے ہنس کر باہر بدلتے منظروں کو پر تھکن سانس فضا کے سپرد کرتے دیکھا۔

"کمینہ انسان، خیر گردن کا زخم کیسا ہے؟ بھابھی نے کوئی پیار ویار بھی کیا اب تک یا غصے کے پہاڑ پر ہی بیٹھی ہیں"

حسیب کو اسکی فکر تھی تبھی شرارت کا سہارہ لیا اور اوزان کی ٹھنڈی آہ پر حسیب کو جواب بھی مل گیا کہ ابھی تک بنجارے عاشق صاحب حسرت زدہ زندہ لاش ہی بنے ہوئے ہیں جنکے دامن میں قربت تو دور نرمی تک کی سوغات نہ ڈالی گئی۔

"مت پوچھ یار، ظالم ہونے میں مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ جتنا میں نے اس لڑکی کا دل دکھایا، وہ تو اسکا ایک فیصد بھی نہیں لوٹا پا رہی لیکن پھر بھی بہت تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔۔۔ زخم بس ٹھیک ہے۔

خیر نکاح ہوتے ہی مجھے میسج کر دینا۔ منتظر ہوں خبر کا"

اوزان دایب انصاری کی آواز میں پھیلی اذیت، لہجے کی بے سکونی پر حسیب دل جلا مسکرایا، کب امید تھی کہ اس کمپلیئین کو کبھی یوں بے یارو مددگار بھی دیکھے گا۔

"ہمم دکھانے دے دل ویرے، ورنہ اسکے دل میں غبار رہ جائے گا، غبار نکلنا ضروری ہے۔ باقی وہ تجھ سے اب دور نہیں ہے، اپنی عملی محبت دیکھانی شروع کر اسے، تھوڑی تا کہ اسکے لیے تجھے معاف کرنا آسان ہو۔ باقی تجھے انفارم کرتا ہوں۔۔۔ دعا کرنا میرے لیے"

حسیب کے مشورے ہی اوزان کی آدھی ہمت تھے، دونوں ایک سا مسکرائے، حسیب نے بھی چونکہ یہ نکاح کا کام نمٹانا تھا سو اوزان سے اجازت لیے کال کاٹی جبکہ اوزان سے یہ پہاڑ رات گزارنی ناممکن ہو رہی تھی۔

سمجھ نہ آپائی کیسے اس لڑکی کے آس پاس جا کر آباد ہو جائے۔

"کیسے کہوں تمھیں کہ تمھاری سنگین عادت کا شکار ہو چکا ہوں، یہ رات کیسے کٹے گی سمجھ سے باہر ہے"

وہ تکیے کو دبوچ کر سینے پر باندھے گہرا سانس کھینچ گیا، جبکہ قرار توزینش کے آس پاس بھی باقی نہ تھا۔

بہار اور حسیب کا چند گواہان جن میں اسکی ممی اور اسکا شوہر ولیم بھی تھا، حسیب کے ساتھ بہار کا وہیں ہوسپٹل میں ہی نکاح ہوا۔

"میری بہار کو خوش رکھنا، آج تک نہ وہ میرے قابو آئی نہ اپنے ڈیڈ کے۔ ہوپ سو تم تبدیلی لاو۔ اب مجھے بہار کی کوئی فکر نہیں"

فریدے بہت بولڈ اور ماڈرن سی عورت تھی جبکہ جاتے جاتے حسیب سے ہمکلام ہونا نہ بھولی جو دونوں کو ہوسپٹل کے باہر تک سی آف کرنے آیا۔

"پہلے کونسا آپ اسکی فکر میں روٹی چھوڑے بیٹھی تھیں مسیز ولیئیم"

حسیب اسے تو نہ کہہ سکا پر دل ہی دل میں ضرور کوفت سے سوچ بدمزہ ہوا۔

"جی اسکی کسی کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ہیو آ گڈ ڈے مسزز ولیئیم"

حسیب نے لحاظ و مروت کا آخری کنارہ تھامے گزارے لائق خوش اخلاقی سے انکو سی آف کیا۔

فریدے نے سرسری سا اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی مگر حسیب کو بہار نے سختی سے ان دو کی کسی بھی آفر کو لینے سے پہلے ہی منع کر دیا سو حسیب نے ان کے لفظی تکلف بہت تمیز سے واپس کر دیے۔

"عجیب بے فیض عورت ہے، مطلب سلامی تک نہ دی۔۔۔ کنجوس مکھی چوس خاندان۔۔۔۔"

حسیب واپس آیا تو اخیر تپا جبکہ ساڑھے چھ تک ڈاکٹر نے بہار کو ڈسچارج بھی کر دیا کیونکہ بہار بہتر تھی بس ایک ویک تک کچھ میڈیکیشن تھی اور ویک بعد لاسٹ چیک آپ جو یقینا اسکا پاکستان جا کر ہی ہوتا۔

"ویسے معاف کرنا تمہاری ماں کا دل تو مکھی سے بھی چھوٹا ہے، ہمارے ہاں تو نکاح پر دلہے دلہن کو سلامی دی جاتی ہے۔ یہاں تو رواج ہی نہیں۔۔۔
یہاں میری اماں ہوتیں تو اپنا سب نثار کر دیتیں۔۔۔۔ اماں سے یاد آیا میری عنقریب پٹ کر موت ہو گی اب"

وہ منہ بگھاڑ کر اپنے تیکھے وجیہہ حسن و رعب کے سنگ بڑبڑاتا روم میں انٹر ہوا تو وہ مسکرا کر اسکی کوفت اور آخری ڈر دونوں پر بوجھل مسکا کر محظوظ ہوئی۔

"یہ ماں ہی تو میرا سر درد ہے، تمہاری جگہ کوئی چور اچکا لفنگا قاتل زانی بھی ہوتا تو یہ خوشی خوشی مجھے اسکے منہ پر مار دیتیں۔۔۔۔ رہی بات صائمہ آنٹی کی تو انکو تم تک پہنچنے کے لیے بہار کو پہلے پیٹنا ہو گا۔۔۔ ڈونٹ وری"

وہ اسکے نڈھال لہجے کی اذیت پر اسکے پاس آکر بیٹھا جسکی تکلیف بے انتہا تھی، صرف حسیب سے نکاح ہونے پر وہ گلاب کی طرح کھل اٹھی۔

"ہمم۔۔ یقین کر لیتا ہوں۔ خیر تمہیں ہوسپٹل سے چھٹی مل گئی۔ چینج کر لو پھر چلتے ہیں"

وہ خود اس کو دیکھنے اور اسکی آنکھوں میں جھانکنے سے گریز کر رہا تھا اور بہار تو اس نخریلے، دنیا جہاں کی لڑکیوں کے کرش کو اپنا محسوس کر کے بہت نئی سی خوشی میں مبتلا تھی۔

"ہمم۔۔ اٹھنے میں مدد کرو گے؟"

وہ اسکی طرف اپنا ملائم ہاتھ بڑھائے بولی جس پر حسیب نے اس بار بھی اسے دیکھنے سے گریز کیا اور ہاتھ جکڑ کر سہارا دے کر بیڈ سے اترنے اور کھڑا ہونے میں مدد دی اور اس سبب وہ دونوں روبرو آئے، آنکھوں میں تڑپ جگی پر دونوں مصلحت کے تحت آنکھیں چرا گئے۔

وہ اس کے پاس سے گزرتی چینج کرنے چلی گئی جبکہ اپنا منتشر ذہن بھٹکانے کو وہ بھی اوزان کو میسج کرنے لگا، پانچ منٹ تک وہ میرون ٹاپ اور بلیک جینز پہنے کھلے بالوں کا میسی جوڑا لپیٹے باہر نکلی مگر سر اس بری طرح چکرایا کہ روم میں آتے ہی وہ بیڈ تک پہنچتے ہی واپس بیٹھی، حسیب گھوم کر اسکی طرف آیا جسکا چہرہ اس زرا سی مشقت پر زرد پڑ گیا۔

"طبعیت زیادہ اپ سیٹ ہے، چکر آرہے ہیں؟"

وہ اسکے پاس آیا جس پر وہ جبراً مسکرا کر چہرہ اٹھائے اس مہربان کو دیکھنے لگی۔

"ہمم چینج کرنا پہلی بار اس قدر عذاب لگا، سر بہت بھاری ہے اور آنکھوں میں دھندلاہٹ بھر رہی تھی بار بار۔ خیر چلتے ہیں"

وہ خود کو بھرپور بہتر دیکھائے اٹھنے لگی۔

"تم میرے ساتھ ہوٹل میں رہ لو گی؟ گھر نہیں ہے مجھ مسکین کے پاس یہاں"

وہ اسکا نرم مگر تپش میں ڈوبا ہاتھ پکڑے سہارا دے کر کھڑا کروائے بولا جو دھیما سا سر چکرا سا جانے کے باوجود اسکو جکڑتی مسکرائی۔

"تمہارے ساتھ جھونپڑی میں بھی رہ لوں گی، ہوٹل تو بہت بڑی عیاشی ہے"

وہ اس پاگل بے فکر اور جنوبی لڑکی سے ایسے جواب کی کہاں توقع رکھتا تھا، لمحہ بھر اسکے حواس بگھڑے، اب وہ بہارے کو کیا ہی کہتا۔

"ٹھیک ہے آجاو"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے ساتھ لے جانے لگا مگر بہار نے اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر کھینچتے روکا، حسیب نے گردن گمائے اسے بے قرار نگاہوں مئں محصور کیے دیکھا جو ایسی تشنہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جو جان پر بننے کی قوت رکھتی تھیں۔

"میں ہگ کرلوں تمہیں حسیب؟ اب تو حرام نہیں رہی۔۔۔ پلیز"

اسکے قریب آئے دونوں ہاتھ اسکی کمر کے اطراف رکھے وہ یہ کہہ کر اس شخص کے دل کو مٹھی میں لیے مسل گئی، سمجھ نہ آیا کیسے بہار کو اسکی اجازت دے۔

"ہمم"

اسکی حالت کے پیش نظر حسیب نے دقت سے نظریں چراتے اجازت دی تو وہ کھکھلائی تب بھی آنکھوں میں نم اتر آیا جو حسیب کے دل میں لرزش جگا گیا۔

لیکن جب وہ آہستگی سے اسکے سینے سے لگی تو حسیب خانزادہ کے بے قرار دل کو بھی سکون ملا، تبھی غیر ارادہ وہ اپنے بازو کھول کر اس نازک مگر بانکے وجود کے گرد لپیٹ کر جکڑ گیا جو قد میں اسکے بنا ہیلز پہنے بھی تقریباً برابر تھی، وہ سمجھ نہ سکے اس لمحے کے سکون کو الفاظ کا لباس دینا ممکن بھی ہے یا نہیں۔

اس سکون کو پانے کے بعد وہ خود ہی دور ہوئی جیسے زیادہ دیر اس جگہ رکتی تو خیانت کر دیتی۔

"اتنی جلدی دور کیوں ہوئی تم؟"

وہ اسکی جھکی آنکھیں تکتا ٹھوڑی سے چہرہ پکڑے اسکی آنکھوں میں بے تکلفی سے جھانکا، لہجے میں ضد سی تھی۔

"میں کوئی خیانت نہیں چاہتی، کل کو جب وہ لڑکی تمہارے گلے لگے گی جس سے تم سچ میں بہت پیار پاؤ گے اور کرو گے کہیں اسے تمہارے جسم میں گھلی

میری یہ اجڑی بے رونق خوشبو نہ محسوس ہو جائے اس لیے۔ اسے دکھ ہو گا۔ مجھے بس تم تھوڑے سے بھی بہت ہو"

خودترسی کی حد تھی، وہ اسکی جان لے رہی تھی، یوں کرتی تو وہ خود کو بے دریغ اس لڑکی کی حسرتوں کو مٹانے کی خاطر خرچ کر دیتا۔

"ایسی مسکین مت بنو، زہر لگ رہی ہو۔۔۔ جیسے میں تمہارے اندر کی ناگن کو جانتا نہیں"

وہ اسکی اس حرکتوں پر سلگا تو وہ تھکا سا ہنسی۔

"ہاں ماہر سپیرے جو ہو، بائے داوے تھینکیو مجھے اپنے کچھ دن دینے کے لیے۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، ڈنر تھوڑا جلدی کر وا سکتے ہو؟"

بھوک تو اتنے بڑے صدمے کے بعد حسیب کو بھی لگ رہی تھی تبھی وہ مسکرا کر اسکا ہاتھ تھامے ہوسپٹل روم سے باہر نکل گیا۔

..______________________________..

"کیا صورت حال ہے پارٹنر؟"

ڈنر ان سب نے کر لیا تھا تبھی الممان واک کے ساتھ پنار سے وہاں کی صورت حال جاننے باہر گارڈن میں آیا تا کہ ساتھ بات بھی ہو جائے۔

جبکہ پنار بھی لالہ کی کال سننے آہستگی سے بیڈ سے اتر کر اٹھی کیونکہ زینو آکر اسکے پاس سونے لیٹ چکی تھی اور فون لیے بالکونی میں نکل آئی، یہاں لاہور کی بنسبت بہت زیادہ ٹھنڈ ہو چکی تھی جسکا احساس پنار کو باہر نکلتے ہی سرد تھپیڑے سے ہوا۔

پنار پہلے ہی ساری صورت حال سے شام کو ہی الممان کو باخبر کر چکی تھی۔

"سب ٹھیک ہے لالہ، اوزان زینو پر پریشر ڈال رہے ہیں کہ وہ اسکے ساتھ واپس جائے۔ لیکن وہ معاف نہیں کر پا رہی، وہ اپنی تکلیف سے بلیک میل کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے لگتا ہے زینیش خود بھی اوزان کے بنا نہیں رہ سکتی، دادا

اور بڑی دونوں نے کہا ہے کہ وہ فیصلہ زینیش پر چھوڑیں گے جبکہ زینو کو ابھی سچائی نہیں بتائی۔ اوزان شاید یہ سب اسے اعتماد میں لینے کے بعد بتانا چاہتے ہیں"

پنار کی تمام مثبت اطلاعات الماں کو فکر مند کر رہی تھیں، وہ زینیش کے لیے اوزان کا بدلا رویہ بھی امید افزاء محسوس کر رہا تھا پر خدشات بھی لاحق تھے۔

"تم زینو کو سمجھاو کہ ایک موقع دے اوزان کو، وہ برا نہیں ہے۔ اس سب کے پیچھے بھی یقینا اسکا کوئی مقصد تھا۔ ہاں اگر پھر سے اس کمیلئین نے وہی سب کیا تو میں خود نمٹ لوں گا اس شاطر گرگٹ سے۔"

الماں کی تاکید پر وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے کیپٹن، آپ کل جا رہے ہیں۔ بیسٹ آف لک۔ ہم بھی کل یا شاید پرسوں واپس آجائیں۔ میشی آپکے جانے پر اداس ہو گی یقینا"

پنار نے فکر مندی عیاں کی جس پر المان کے چہرے پر تاریکی سی چھائی۔

"ہمم بالکل لیکن ممی کا اس سے رویہ اچھا نہیں ہے پنار، میری غیر موجودگی میں مشائم کو سپورٹ کرنا اور ممی کو بھی قائل کرنے کی کوشش کرنا۔ آج بھی ہرٹ کیا اسے، میں ادب ولحاظ میں چپ ہوں لیکن تم جانتی ہو مجھ سے ناانصافی برداشت نہیں۔ میں جاکر بھی مشائم کے لیے فکر مند رہوں گا"

لالہ کی تاکید اور ممی کے رویے کے بارے جان کر خود پنار کو بہت افسوس ہوا۔

"ممی بھی عجیب بیہو کرتی ہیں قسم سے، اوکے آپ ٹنشن نہ لیں میں مشائم کو اکیلا ہونے نہیں دوں گی۔ آپ بے فکر ہو کر جائیں کل"

پنار اسکے لیے واقعی بہت بڑی ہمت تھی تبھی تو وہ مبہم سا مسکرایا۔

"چلو ٹھیک ہے ریسٹ کرو تم بھی، زینیش کا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ"

لالہ کے اجازت طلب کرنے پر پنار نے بھی مسکرا کر فون بند کیا اور اس سے پہلے وہ واپس کمرے میں جاتی، دیان آریز کی کال نے اسکے مسکراتے چہرے پر شرارت بکھیری۔

وہ کچھ دیر پہلے ہی بڑی امی کے ساتھ ایکشن مووی دیکھ کر فری ہوا اور اپنے کمرے میں آیا تھا۔

"جی کہیے کیسے کال کی؟"

پنار نے تفاخر سے گردن اکڑائے مقابل سے اس زحمت کا سبب دریافت کیا جو مسکرا کر میٹرس پر گرتے ہی تکیہ سینے پر دبوچ لیٹا۔

"کب واپس آو گی پنار؟"

لہجے میں ایسی تڑپ جو ہوش اڑا دے۔

"کیوں بتاوں، اپنی پینڈنگ چھٹیاں پوری کر رہی ہوں۔ بہت انجوائے کر رہی ہوں۔ کون اتنا خوبصورت فیملی ٹائم چھوڑ کر خشک سی جاب پر واپس آنا چاہے گا۔ آئی فیل سو فری ناو"

پنار نے اسے جی بھر کر جلایا اور وہ سلگ بھی گیا۔

"جاب پر آنے کا کس پاگل نے کہا تمہیں، میرے پاس واپس آو پنار"

وہ جھنجھلاہٹ میں اپنی تڑپ کہہ بیٹھا تو لمحہ بھر دونوں کے دل کی دھڑکن تھمی۔

"اچھا تو آپ کون ہیں؟"

دبی دبی آواز جس میں شدت تیرتی صاف عیاں تھی۔

"پلیز"

وہ اس کے تنگ کرنے پر بگھڑا۔

"کل شام یا پرسوں صبح تک واپسی ہے، زینیش اور اوزان کے بیچ کافی حد تک سب سیٹل ہوگیا۔ چاہتی ہوں اتنا معاملہ سنور جائے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے کافی ہوں۔ بائے داوے آپ سے اچھے تو مسٹر کمپلیئین نکلے، محبت کا برملا اظہار نہ سہی اپنے طور طریقوں سے ضرور ڈنکے کی چوٹ پر زینو سے محبت کا اظہار کرتے رہے"

وہ اسکے طنز اور موازنے پر دل جلا سا مسکرایا۔

"میرے کسی عمل سے تمہیں علم نہیں ہوا کہ میرے دل میں کس قسم کی شدت ہے؟"

وہ اسکے سوال پر لمحہ بھر خاموش ہوئی، شدت بھری دیان کی نظریں ذہن کے دریچے میں ابھر کر معدوم ہوتے ہی جسم و جان پر سرور حاوی کر گئیں۔

"ہرگز نہیں، مجھے ان ڈائریکٹلی معاملات کچھ خاص پسند نہیں"

وہ پھر سے خفا ہوئی۔

"ہمم۔۔ تم عام لڑکیوں جیسی کیوں نہیں ہو پنار؟"

وہ اسکے ہر وار سے بچ جاتی تبھی تو وہ جھنجھلایا جبکہ پنار ہنسی۔

"تبھی تو دیان آریز کی آنکھوں میں کھٹکتی ہوں، ہے نہ"

وہ اسے ستانا جاری رکھے ہوئے تھی۔

"چبھتی ہو، بہت بری طرح۔ جب ہاتھ نہیں آتی۔ کب سے کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تمہیں مس کر رہا ہوں۔ لیکن تم۔۔ ہمم بائے"

دیان کے خفا ہو کر کال بند کرنے پر وہ دبا سا چلائی جس پر اسکا ہاتھ تھما۔

"سنیں! کہا تو تھا جو کہنا ہے سیدھے سے کہیے گا، آئی مس یو کیا بہت مشکل ہے جو آپ کی زبان پر نہیں چڑھ سکا"

وہ اب بھی اس بندے کی ان زچ کرتی حرکتوں پر برہم ہوئی۔

"ہاں بہت مشکل ہے، تم سے کچھ کہنا میرے لیے دو بھر ہے نہیں جانتا کیوں۔ لیکن میں سچ میں تمہیں بہت یاد کر رہا ہوں"

وہ عجیب روٹھا اور افسردہ سا بنا اسکا جواب سنے کال کاٹ گیا تو پہلی بار پنار کا بھی دل سا تھما۔

"تنگ کرنا کچھ زیادہ ہو گیا ہے پنار! کہیں رونے ہی نہ لگ جائے میری یاد میں۔۔۔۔ میرا معصوم شوہر۔۔۔ پنار! کبھی کبھی تم ہٹلر کی شاگرد ہی بن جاتی ہو۔۔۔"

پنار کو اس بار سچ میں افسوس ہوا کہ وہ دیان کے ساتھ تھوڑا ظلم کر بیٹھی ہے اور اسی فکر میں اس نے دیان آریز کو میسج ٹائپ کیا۔

"I Miss You Too"

میسج بھیج کر وہ ریپلائی میں آتے ریڈ ہارٹ پر بلش کی، عجیب سا سکون ملا تو وہ واپس اندر آئی جہاں زینو صاحبہ بے چین روح بنی کروٹ پر کروٹ بدل رہی تھی۔

"اگر اتنی ہی بے چین ہو تو چلی کیوں نہیں جاتی اوزان کے پاس"

پنار نے سلگتے مشورے پر وہ آنکھیں کھولے اسے جلالی گھوری۔

"میں کیوں جاوں؟ وہ خود نہیں آسکتے۔۔۔۔ میرا مطلب۔۔"

زینیش کی خواہش نے ارادہ ہونٹوں پر لپکی تو پنار اسکے فوری چپ ہو کر نظر چرانے پر مسکراتی اسکے سامنے ہی بیٹھی۔

"سب سمجھ رہی ہوں تمہارا مطلب۔۔۔ تم سے نہ ہو پائے گا میرے پیبے بچے۔ جاو ایک نظر دیکھ آو کہ سو گئے یا نہیں۔ کھانا بھی نہیں کھایا انہوں نے ہو سکتا ہے کچھ چاہیے ہو۔۔۔"

پنار کے زرا صلح مارنے کی دیر تھی کہ وہ اسطرح لحاف پرے کیے نیچے اتری کہ پنار نے اسکی اس رفتار پر اپنا سر تھام لیا۔

"یا اللہ آپ میرے بیبے بچے کے دل میں تھوڑی سی سنگدلی بھی ڈال دیتے۔۔۔ آہ زینو آہ۔۔۔۔ شاباش جاو دوڑو اپنے کمپلیئین کے پاس۔۔۔۔ تم جب سے بیاہی ہو ہماری تو رہی ہی نہیں قسم سے۔۔۔ اوزان کے سوا کوئی نظر بھی نہیں آتا"

پنار کے معصومانہ شکووں پر وہ دبا سا مسکرائی اور فورا گرم شال گرد لپیٹے وولی سیلپر پہنے وہ کمرے سے باہر نکلی مگر سامنے ہی سیال حویلی کے ہال میں چکر کاٹتے اوزان کو دیکھ کر وہ پریشانی سے اسکے قریب گئی۔

" آپ یہاں کیوں گھوم رہے ہیں؟"

زینو کی پکار پر وہ پلٹا، دائیاں ہاتھ پیٹ پر رکھے قریب آکر رکا۔

"بس پیٹ دکھ رہا ہے عجیب سا، شاید سٹمک پین ہے"

اوزان کے بڑے دکھ سے بتانے پر وہ فکر مند ہوئی اور غصہ ایک طرف رکھے وہ اوزان کا ہاتھ پکڑے اسے لیے کچن کی طرف بڑھی جو اس طرح زینو کے ہاتھ تھامنے پر حیران اور خوش ایک ساتھ ہوا تھا، گویا دل کی ہمک اور جوش لوٹ آیا ہو۔

زینیش نے اسکی خوشی اور حیرانگی پر کوئی توجہ نہ دی اور اسکا ہاتھ کچن میں لاتے ہی آزاد کیا اور کچن کیبنٹ کئ طرف بڑھی۔

"آپ نے رات کھانا نہیں کھایا تبھی درد ہے، خالی پیٹ سے بھی سٹمک پین ہو جاتا۔ یہ ہوم میڈ سیرپ ہے۔ اسکے دو سپون لیں میں آپکے لیے کھانا گرم کرتی ہوں"

زینیش نے شیشے کی بوتل لا کر اوزان کو تھمائی جس میں نارنجی رنگ کا کوئی مرکب تھا، شاید مالٹے کے جوس میں گرم مصالحے اور چند اور چیزیں ایڈ تھیں۔

اوزان نے مسکرا کر اس بوتل سے دو سپون لے کر پیئے اور وہیں کرسی گھسیٹ کر بیٹھا فرصت سے زینیش کو کھانا گرم کرتا دیکھنے لگا۔

"تم نے بھی نہیں کھایا تھا، اپنے لیے بھی کر لو"

اوزان کی عقب سے ابھرتی آواز پر وہ بس سرسری سا سر ہلا گئی۔

کچھ دیر وہ اسے یونہی تکتا رہا اور پھر زینو نے اسکے لیے اور اپنے لیے کھانا وہیں کچن ٹیبل پر لگایا۔

اوزان کے لیے فش سیلڈ ہی گرم کیا ساتھ وائیٹ رائس اور بٹر مٹن قورمے کی گریوی تھی۔

اپنے لیے اس نے تھوڑا سا افغانی پلاو ہی گرم کیا۔

"شروع کریں، مجھے دیکھنا بند کریں"

ساتھ بیٹھنے کے بجائے وہ اس سے فاصلہ بنا کر بیٹھی جبکہ اوزان ہر لقمے کے ساتھ زینیش کو دیکھ کر اسے تنگ کر رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے رومیو نے جولیٹ کی گردن زخمی کر دی تھی، وہ مرتے مرتے بچی تھی"

اوزان کے ان الفاظ پر زینیش کا ہاتھ رکا، آنکھوں میں تیرگی اتری۔

"میری طرح وہ بھی بے حسوں کے ظلم کا شکار ہو گئی۔۔۔۔ آپ انکو لے آتے یہاں۔ ناجانے کیسی ہو گی اب جولیٹ"

وہ اپنے جگر پاش جملوں سے اوزان کی بھوک بھی مار چکی تھی۔

"بہتر ہے اب"

اوزان نے مختصر جواب دیے کھانا شروع کیا جبکہ اس بیچ وہ اوزان کا ہرٹ ہونا محسوس کر رہی تھی۔

دونوں کے بیچ فسوں قائم رہا پر بات نہ ہوئی، زینیش نے کھانا کھاتے ہی تمام برتن اٹھا کر سنک میں رکھے، انکو واش کرنے کے لیے وہ ڈش واشر اٹھائے پلٹی تو اوزان اسکے روبرو ہی کھڑا تھا جس سے وہ بمشکل ٹکراتے بچی مگر فوری پلٹی اور اوزان نے اسے مہلت دیے بنا اسکے دونوں اطراف بازو لے جاتے اسکے ہاتھوں کو چھوا، اسکا سینہ زینو کی پشت سے جڑا تو وہ کھڑا ہونا مشکل جاننے لگی۔

"میں ہیلپ کرواوں؟"

وہ اسکی عقب سے حصار نے پر اپنے ہاتھ اسکے ہاتھوں مئں لیے ڈش واش کرتا در حقیقت زینیش کی خوشبو میں مدہوش ہو رہا تھا جسکے ہاتھ اس قدر کانپ رہے تھے کہ پتھر کی پلیٹس آواز پیدا کر رہی تھیں۔

"پلیز اوزان جا کر سو جائیں، میں کر لوں گی"

اپنی توجہ اس شخص کے نرم گرم سے لمس سے ہٹائے زینیش دبی کمزور مگر سخت ناراض آواز میں بولی، وہ تو کھانے والی ڈشیز دھو رہی تھی پر اوزان کے ہاتھ تو اسکے جھاگ والے پانی سے گیلے ہوتے ہاتھوں اور نم کلائیوں پر رینگ کر زینو کا کھڑا ہونا مشکل کر رہے تھے اور تب زینیش کے ہاتھ سے اس جان لیوا چبھن اور جلن پر پلیٹ چھوٹ کر سنک میں گری جب اوزان نے اسکی گردن سے کندھے کی جانب گزرتی ابھرتی رگ پر بنا سوچے نرمی سے اپنے پر حدت ہونٹوں کو رکھے چوما، زینیش کو لگا اسکے پورے جسم سے کسی نے لمحے میں جان کھینچی ہو، اوزان کے گرم ہونٹوں کی شدت، حرارت اور تشنگی نے زینو کی جلد کے اندر تک گرمائش انڈیلی، یہ شخص اس کے ضبط سے کھیلنے کی حد کر چکا تھا۔

"ک۔۔ کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ کو اسکی اجازت نہیں دی۔ اوزان دایب دور رہیں مجھ سے سمجھے"

وہ اسکے حصار میں اسکی طرف پلٹی اور گیلے ہاتھوں سے ہی اس کے سینے پر دباو ڈالے اوزان کو خود سے سخت غصے سے پرے دھکیلا، اوآن دایب کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ اس درجہ اہانت پر سمٹ کر رہ گئی۔

"میں تو تمہاری مدد کر رہا تھا"

اوزان نے معصوم بننے کی کوشش کی جس پر وہ اسکو دیکھ بھی نہ سکی، اس شخص کا یہ جنون خیز لمس زینو کو اب تک جھلسائے ہوئے تھا۔

"نہیں چاہیے مجھے آپکی مدد"

وہ زینو کی آنکھوں مئں اپنے لیے ناراضگی دیکھ کر پژمردگی محسوس کرتا پھر سے دو قدم قریب ہوا تو زینیش نے گہرا سانس بھرے ناگواری سے منہ موڑا جیسے وہ اسکی سانس روک چکا ہو۔

"میرے لیے تم اپنی محبت اور فکر کیوں دبا رہی ہو، غصہ جائز ہے تمہارا لیکن مجھے میرے حق سے محروم نہیں کر سکتی"

وہ اسکے دونوں نم کپکپاتے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے انکی پشت انگوٹھے سے سہلائے اسکی جھکی پلکیں تکتا اپنے دل کا سارا دھیان اسکے حرکت کرتے وجود پر لگائے ہوئے تھا جو سانس نہ پا رہی تھی، سہم کر نظر اوزان کی طرف گمائی جو پہلے ہی اسکی جانب متوجہ تھا۔

"کونسا حق؟ اب آپکا مجھ پر کوئی حق نہیں۔"

سرد لہجے میں کہہ کر وہ اپنے ہاتھ چھڑوانے لگی، یہاں موجود ملگجی سی روشنی ویسے ہی اعصاب پر تھکن بڑھا رہی تھی، وہ اسکی اس قربت کے لیے بہت ترسی تھی پر اب خود کو اسکی محبت میں تشنہ ظاہر کرنا اسے موت کے برابر لگا۔

"سارے حق تم پر ہی ہیں میرے، بتاؤ کیسے مانو گی؟ میں تمہارے لیے سب کروں گا۔ تمہیں منانے کے لیے ہر حد تک جاؤں گا۔ اپنے گریز کی وجہ بھی

بتاوں گا۔ لیکن مجھے یہ سب سلجھانے کا کوئی سرا تھماو زینیش۔ تمہاری لاتعلقی، یہ غصہ، یہ تکلیف میرے سینے کو بھاری کر رہے ہیں"

وہ اسکے اس قدر قریب تھا کہ وہ اسکی سانس میں سانس لے پا رہی تھی، اوزان کی جذب سے بھری نظریں اسے خوفزدہ کر رہی تھیں، اسے لگ رہا تھا اسکے جسم میں گردش کرتا لہو جم رہا ہے، اسکی جبین عرق آلود ہوئی اور جسم میں اترتی اوزان کے دل کی دھڑکن کی حرارت زینو پر دوسرا اسانس تنگ کر رہی تھی۔

"ن۔۔ نہیں دوں گی۔۔ میں کچھ سلجھانا نہیں چاہتی۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔"

بیچ کی معنی خیز چپ زینو کی متانت خیز سسکی نے توڑی جبکہ وہ اسکے ارادوں سے لرزتی اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑوا کر پرے سرکی۔

"مجھ سے بات کرو، بات کرنے سے ہی سب حل ہو گا۔ لسن ٹومی"

اور اسکی طرف مزید بڑھا تو وہ ڈر کر کیبنٹ سے لگی۔

"نوو، آج تو آپ نے میرے قریب آنے کی جرت کی دوبارہ ایسا سب فضول کرنے کی کوشش بھی مت کیجئے گا۔ اب دھوئیں اکیلے ہی برتن۔۔۔"

وہ اس سے ناراض ہوتی وہاں سے اسے پرے دھکیلتی بھاگی تو اوزان نے مسکرا کر کھلے نل اور دو پلیٹس کو دیکھے قدم سنک کی طرف بڑھائے، گہرا سانس کھینچا۔

"تمہیں منانے کے لیے یہ بھی کر سکتا ہوں، تم ابھی جانتی نہیں کہ کس قدر ضدی ہوں۔ تمہاری خاطر خالی ہونے کا فیصلہ بھی کر بیٹھا ہوں، اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہا"

اوزان نے دونوں پلیٹس پروفیشنل کلنیئر کی طرح اور سگھڑ عورت کی مانند چمکا کر دھوئیں اور انکو انکی جگہ رکھا، اپنی گستاخی یاد آتے ہی ہونٹوں پر مخموریت سجا گئی اور اب وہ جانتا تھا نیند بہت خوبصورت آئے گی جبکہ روم میں داخل ہوتے دروازہ بند کر کے سیدھی واش روم گھسے زینو نے گہرے

گہرے سانس بھرے خود کو آئینے کے سامنے دیکھا، چہرہ لہو چھلکا اور دل بری طرح دھڑک رہا تھا، وہ لمحہ جب اس شخص نے گردن کو چوما، زینیش کے پورے وجود میں کپکپی اتار گیا، اسے لگا اب تک اس لمس کی چینخ و پکار اسکے جسم میں موجود ہے، اسکی ہتھیلیوں سے اوزان کی خوشبو چھوٹ رہی تھی، اسکے تھامنے کا حلاوت خیز انداز اسکے حلق اور ہونٹوں کو سوکھا رہا تھا۔

"وہ یہ سب بھی کریں گے مجھے تو یقین نہیں آرہا۔ک۔۔۔کیسے کر سکتے ہیں وہ۔۔۔۔ایسے کون مناتا ہے۔ایسے تو جان تک ہار دے گی زینیش۔یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔م۔۔۔میں انکو اپنے قریب آنے ہی کیوں دے رہی ہوں۔۔۔۔اف"

اس ایک لمس نے زینیش کا ضبط توڑا تھا اور اب وہ بہت تکلیف میں تھی، سمجھ نہ آیا کیا کرے، نل کھول کر منہ پر پانی کے چھپکے مارے اور خود کو کمپوز کیے وہ باہر آئی تو پنار سو چکی تھی، زینو بھی اسکے ساتھ ہی آکر لیٹی مگر ڈر کر کروٹ بدلی۔

اسکی سانس اب تک دبی تھی جبکہ دوسری جانب اوزان دایب بھی اس راحت خیز لمحے کے اثر میں مسرور تھا، جس قدر سوچا اس لڑکی کو یوں عام سا چھو کر بھی دگنا سکون ملا۔

..________________________..

الماں روم میں انٹر ہوا تو فسوں خیزی نے لپک کر خوش آمدید کیا اور روم میں بکھری خوشبوؤں نے اسکے وجود کو حصارا، یہ مہک ان پھولوں سے اٹھ رہی تھی جو وہ بکے کی صورت مشائم کے لیے شام لایا اب تک تروتازہ تھے، جیسمین اور تازہ سرخ گلاب کی پر عطر مہکار نے کمرے کو چار چاند لگائے، الماں نے دوڑ لاک کیا اور آستینوں کے دونوں کف فولڈ کیے وہ مشائم کو تلاشتا چلتا ہوا ڈریسنگ کے پاس آکر رکا۔

خود کے وجیہہ و نکھرے سراپے پر نظر ثانی کی، شیوڈ چہرہ پہلے سے زیادہ خوبصورت تھا کیونکہ بے داغ ہونے کے ساتھ وہ بے حد طلسمی کشش کا مالک مرد تھا۔

"میشی اب آ بھی جاو، کتنا ٹائم لگاو گی سجنے میں"

المان کی بے قرار آواز پر وہ جو اندر آئینے کے سامنے کھڑی تھی، اپنا آگ لگاتا روپ دیکھ کر خود ہی پاگل ہوئی، ساڑھی کا پلو اپنی ملائم کمر اور پیٹ کو چھپانے کے لیے اس نے اپنے اطراف لپیٹ کر بمشکل سانس کھینچا، اوپر سے وہ اس وقت لگ بھی جان لیوا رہی تھی۔

"اوئی ماں یہ شوہر کے لیے سجنا کتنا مشکل ہے یار، ایسے تو کبھی میں آئی جان کے سامنے نہ جاوں حالانکہ وہ ممی ہیں۔ پھر کیپٹن کے سامنے کیسے جاوں۔ اف میرا دل مجھ سے پہلے پھڑک جائے گا آج"

مشائم نے اپنے گرد سرخ شفون کی ساڑھی کا پلو اچھے سے لپیٹے بال بھی کھول کر اپنی کمر پر پھیلا رکھے تھے لیکن اس قدر اہتمام کے باوجود اسکا سفید جسم سرخ رنگے اس باریک لباس سے چھلک رہا تھا، بلاوز فل بلیک تھا اور اس پر سلور فینسی کڑھائی تھی، جبکہ کمر پر ایک باریک ڈوری کے سوا کوئی ڈھال نہ تھی۔

"مشائم! تم ہمارے سپیشل مومنٹس ضائع کر رہی ہو۔ میں تمہیں دیکھنے کے لیے بے صبر ہو رہا ہوں"

بالوں میں اضطراب کے سنگ ہاتھ پھیرتا وہ خود کی خوبروئی کو آئینے میں تفصیلی تکتا اس دیری پر بدمزہ ہوا۔

پھر سے بے تاب سی پکار جس پر مشائم کو ہمت کرنی ہی پڑی، اپنے عنابی ہونٹوں کی دلکشی پر تو بچاری کو ابھی سے ترس آیا جبکہ گردن پر بنی مہر اس

نے مہارت سے چھپا لیے تھے جو بس المان صاحب کے زرا بھکنے پر ہی بے آبرو ہونے کو تھے۔

"آپ آنکھیں بند کریں پہلے"

مشائم کی ڈری سی آواز بلند ہوئی جس پر وہ ہنس کر دروازے کو دیکھنے لگا جہاں سے وہ آفت باہر تشریف لانے والی تھی۔

"اوکے کر دی ہیں، کم اوٹ ناو"

المان نے اسکی گھبراہٹ کے پیش نظر فوری آنکھیں بند کیں جس پر وہ دھیرے سے واش روم کا دروازہ کھولے پہلے سر نکالے احتیاط کے طور پر باہر جھانکی، المان واقعی آنکھیں بند کیے کھڑا تھا اور اس ساحر کو تکتے ہی اسکا دل لرزا، اسکی تیاری بتا رہی تھی آج وہ مشائم کے کسی ڈر کا لحاظ نہ کرے گا، بلیک میں ویسے ہی وہ مشائم کو لمحہ لگائے بہکانے لگتا جبکہ آج تو اس نے یہ زرا سی خاص تیاری بھی مشائم کے لیے کی تھی، بس اسکی آنکھیں بند تھیں تبھی

حوصلہ کیے وہ پوری کمرے میں آئی، پلو اب بھی اپنے گرد لپیٹ کر اپنی رعنائیوں کو چھپانے کی کوشش کی گئی تھی، اوپر سے وہ اس قدر نروس تھی کہ جسم ہولے ہولے کانپ بھی رہا تھا، ابھی سے دھڑکنیں سینے سے لپٹ رہی تھیں۔

"اب کھول لیں آنکھیں لیکن مجھے تاڑنا نہیں"

مشائم چھوٹے چھوٹے نپے تلے قدم اٹھاتی چلتی ہوئی اسکے قریب آئی دھیرے سے، ان روح میں جھانکنے کا ہنر رکھتی آنکھوں کو کھلنے اور دیدار کرنے کی اجازت دی، جس پر المان نے اسکی خوشبو ان ہیل کرتے مسکرا کر آنکھیں کھولیں تو بہکنے کے بجائے لمحہ لگائے بدمزہ ہوا۔

خود کو پلو میں لپیٹ کر مائی بنی وہ اسے شدید زہر لگی۔

"کمبل لے لیتی وہ لپیٹ آتی، حد ہو گئی ہے مشائم۔۔۔"

المان نے بڑبڑانے پر مشائم کی مسکراہٹ ہونٹوں پر پھسلی اور تبھی اس نے ہاتھ میں جکڑا پلو جب آزاد کیا تو وہ اسکے مخملی سفید ملائم وجود سے سرکتا ہوا اسکے پھول سراپے کو آزادی دیتا گیا اور المان سیال کی ہر خفگی، چڑ اور بے ذوقی کو مدہوشی، سرور اور نشاط انگیزی میں تبدیل کر گیا۔

المان نے پر خمار نگاہ اسکے اس سہانے روپ پر ڈالی تو دل بری طرح مچل اٹھا، المان کی نظروں میں خود کو سر تا پیر مرکوز محسوس کیے وہ سرخ رو ہوئی، دھڑکن کانوں میں آکر سنائی دینے لگی۔

وہ اسی طاری کیے سحر میں ڈوبا بے حد قریب آیا اور اسکی نرم بازووں پر اپنی حدت میں تر ہتھیلوں کو سہلاتے جھٹکے سے مشائم کو اپنے قریب کھینچا جو گہرے سانس بھرتی اس نزدیکی پر تھم گئی، اسکی رواں سانس تو المان کے یوں جھٹکے نے ہی منتشر کر دی پھر وہ مزید آگے کا سفر کیسے سہہ پاتی۔

المان نے اسکی اطراف سے ہاتھ لے جاتے اسکی کمر جکڑی اور مشائم کے چہرے پر جھومتے ہزاروں رنگ مسرور ہو کر دیکھے، جسکے چہرے پر قوسین کے ساتوں رنگ صرف المان سیال کی ان مخملی نظروں نے بکھیر ڈالے۔

"تم نے آگ لگادی مشائم المان، کیاواقعی یہ تم ہو؟"

اس کی آنکھیں آج بار بار دیدار پر بھی نہ تھکتیں، وہ اس قدر حسین لگ کر دھڑک رہی تھی کہ المان کے لیے ایک لمحے کی دوری بھی محال ہوئی، اسکی آنکھوں کو اپنے عنابی بھرے بھرے ہونٹوں پر ٹکا دیکھے مشائم کو اپنی رعنائیوں کے بے آبرو ہونے کی فکر بھول کر جان کے لالے پڑے، کیونکہ آج وہ سراسر قہر بن کر المان پر ڈھائی جاچکی تھی، یہاں سے پیچھے کا راستہ دھندلاہٹ میں ڈوب چکا تھا، ابھی سے مشائم کا سانس پھولنے لگا، نادیدہ حدت جسم کے ہر انگ کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔

"پلیز اپنا پرامسس یاد رکھیے گا، آپکی آنکھیں بھی مجھے پیار کر رہی ہیں آج تو۔۔۔۔"

وہ اسکی شدت بھری نظروں کا اظہار جس طرح ڈر کر کر رہی تھی وہ اس قدر دہکتی قربت میں بھی آنکھوں کے اس ٹیلنٹ پر ہنس پڑا، ابھی اسکے چھونے کو وہ لفظ دینا مشکل سمجھی، بس سرور کی سی کیفیت تھی، دل اسکی قربت کے لیے طلب گار بھی تھا مگر جان چلی جانے کے خدشے بھی ہونٹوں پر آہ بن کر بکھرے معلوم ہوئے۔

خاموشی کو توڑتی، سانس لینے کی شدت پسند پکار دل دہلا رہی تھی، جذبات کا بہاو تیز کر رہی تھی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا مشائم، لک! کہا تھا نہ یہ تم پر بہت سجے گی۔ مشائم المان تم بہت جلد میری زندگی کا ایک ایسا سکون بن گئی ہو جسے الفاظ کا پیرہن دینا مشکل ہے۔ محبت ہو گئی ہے مجھے تم سے"

المان نے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھر کر مشائم کی جبین چومی تو وہ اس اظہار پر آنکھیں نم کر بیٹھی، اپنے ہاتھ المان کی کمر کے اطراف ٹکائے سہارہ لیا ورنہ کب گر جاتی آج کوئی علم نہ تھا اوپر سے ہیلز پہنے وہ آج بالکل المان کے برابر لگ رہی تھی، اسکی شفاف گردن میں المان کا دیا گفٹ آب و تاب سے جگمگا رہا تھا جو آج اس صحراحی دار گردن کو ہونٹوں سے سراہنے کے بیچ سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔

"مجھے تو دیکھتے ہی ہو گئی تھی"

وہ پیش رفت کیے اسکی گال چومتے جذب سے مسکرائی اور مشائم المان نے یہ پہل کر کے المان سیال کی شدت میں چنگاری بھی لگا دی، اب تو رحم اور نرمیوں کی کوئی گنجائش نہ رہی، اسے خود میں اتار لینے کا جنون سوار ہوا اور بڑھتا چلا گیا۔

اس شخص کی میشی کی کمر پر سہلائی جاتی انگلیوں کے پوروں کے لمس مشائم کی جان لے رہے تھے، پر وہ سب محسوس کر کے راحت پا رہی تھی، اسکے ڈر ان محبت بھری جسارتوں سے لطف میں بدل رہے تھے۔

"مجھے لگا تھا ایسے آپکے سامنے نہیں جا سکوں گی پر دیکھیں اب اچھا لگ رہا ہے، یہ سب کیا ہو رہا ہے کیپٹن۔۔ کسی کی جان تو نہیں جائے گی نہ؟؟"

وہ اسکو اپنے آپ میں جذب کر لینے کا طلب گار تھا، وہ خود اس میں مدہوش ہو رہی تھی، اختیارات ہاتھوں سے چھوٹ رہے تھے۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا، امکان تو جان جانے کے ہیں"

الماان کے ضبط کو اسکی موجودگی توڑ رہی تھی تبھی تو وہ تشنگی کا توڑ کرتا مشائم کے ساتھ نبھانے پر مزید جنونی ہوا، جس نے اول بے اختیاری کے فوری بعد سانس رکنے پر اس سے نجات مانگی مگر نجات نہ ملی بس وہ آنکھیں سختی سے

موندے اپنے جسم کے ہر ہر گوشے کو ملتی الماں کی ستائش پر خود بھی بہکنے لگی۔

"ا۔۔الماں۔۔۔۔"

مشائم کی دبی سی چینخ اسے ہوش میں لائی جو اسکے بے حد ہونے کا سبب تھی اور مشائم کے ہونٹوں پر صورت احتجاج ابھر آئی۔

"نام لو گی تو خود پر اختیار کھو دوں گا مشائم۔۔۔۔جو احتجاج ہے اب تم صبح کرنا۔۔۔۔۔پلیز"

وہ اسکی نم ہوتی آنکھوں میں ہلکورے لیتی تکلیف کے باوجود اسکو تکتے خود بھی ہر حد کو بھولا، مشائم نے سہم کر اسکو دیکھتے آنکھوں پر ہاتھ رکھے، وہ بھاگنے لگی مگر الماں نے کلائی سے اسے پکڑے اپنی جانب کھینچا۔

"کیپٹن!"

وہ دبا سا چینخی جس پر المان نے اسکے دونوں ہاتھ اسکی آنکھوں سے ہٹائے جھک کر باری باری اسکی آنکھیں چومیں اور انگلیوں کے سنگ ہاتھ لاک کیے اور جھک کر اسکی رکتی بہکتی سانسوں میں سانس لیتا اس پر حاوی ہوتے ہی مشائم کو اپنے حصار میں لے گیا جس پر وہ ڈر کر اس سے دور سرکنے لگی مگر المان نے اسکے گرد بازو لپیٹے اپنی طرف کھینچتے اپنے سینے سے لگایا تو وہ اسکے پر حدت سینے میں منہ چھپایے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔

"ا۔۔ المان۔۔۔۔"

اپنی کمر پر المان کا سرسراتا ہاتھ وہاں محسوس ہوتی رکاوٹ سے الجھا تو وہ ڈر کر پھر سے دور ہٹی مگر المان نے بروقت اسکو جس استحقاق سے دور ہونے سے روکا، مشائم کچھ نہ کر سکی نہ اپنا بچاو نہ المان سیال کی شدتوں سے پناہ پا سکی۔

اس شخص کے جسم سے اٹھتی نشاط انگیز خوشبو مشائم کے دل کی دھڑکنوں کو نامحسوس طریقے سے تیز کرنے کا سبب بنی، وہ اسکے خوشبو بکھیرتے وجود کی

ہر روح پرور خوشبو کے بدلتے رنگ چھکنے پر آمادہ تھا، اسے راحت دے رہا تھا، سانسوں کے سنگم پر سانس لینے لگتا، جب وہ خود پر اختیار کھوتا تو اسکی تلافی بھی مزید جان لیوا تقاضوں اور شدتوں سے کرتا۔

وہ اسکے حصار میں سب بھول چکی تھی، تبھی تو وہ اسکی کیفیت دیکھ کر مبہم مسکرایا۔

"آج لگتا ہے الماں سیال واقعی کسی کا نہیں رہے گا مشائم، اپنا بھی نہیں"

اس کی آنکھوں کی وارفتہ تپش، بھاری آواز میں تیری پر خمار حدت نے ریت کی مانند زدہ زرہ بکھرتی مشائم کی آتی جاتی سانسوں کو سست کیا، جس پر وہ اپنا ابھی سے اطلسی ہوتا وجود اس سے چھپانے لگی مگر اب کچھ تدبیر کام نہ آ سکی۔

وہ کسی بھی حد کو اپنے اور مشائم کے بیچ قائم نہ رکھ سکا، وہ جسکی جان سر کی وہی اس ایک شب میں پور پور الامان سیال میں ڈھل کر اک نئی مشائم میں بدل جانے والی تھی۔

بہت جلدی اس پر الامان سیال کے رنگ چڑھنے لگے، جنکا خمار سچ میں زندگی بھر نہ اتر سکتا تھا۔

..________________________..

"ڈنر بہت یمی تھا، تھینکو"

وہ اسکے ساتھ ہوٹل نا صرف آئی بلکہ حسیب نے اسے کافی پرہیزی سا ڈنر بھی کروایا، چونکہ ابھی تک وہ مکمل ریکور نہ ہوئی تھی سو اسکے سر میں درد اور جسم میں کمزوری باقی تھی۔

"ویلکم۔۔۔اب تم ریسٹ کرلو، میں بھی شاور لے لوں۔ بہت تھکا ہوا ہوں۔۔۔ تم بیڈ پر سو جاو میں کاوچ پر مینج کرلوں گا"

ہوٹل روم میں وہ پہلے خود انٹر ہوا پھر بہار کو آنے کا اشارہ کیا جو اس لگژری روم کے کمفرٹ کو دیکھ کر ہی مسکرا دی لیکن کچھ سوچتے ہوئے وہ نہانے جاتے حسیب کا مضبوط ہاتھ پکڑ کر روک بیٹھی۔

"کیا ہم یہ سارے دن ایک ساتھ نہیں سو سکتے، میں تمہیں ہر دن ہگ کر کے سونا چاہتی ہوں"

بہار اسکی آنکھوں میں جھانک کر متانت اور حسرت سے بولی جیسے خدشہ تھا کہ وہ منع کر دے گا اور اسے کرنا بھی چاہیے تھا۔

"ہگ ہگ کے چکر میں کچھ سنگین ٹھگ ہو گیا تو پھر؟ میرا تو کچھ نہیں جائے گا تم دنوں کے بجائے مہینوں کے لیے قید ہو جاو گی"

حسیب کے کھلے ڈھلے مزاج کی وہ عادی تھی لیکن اس درجہ بے باک بات پر بہار جیسی بولڈ لڑکی تک کے چہرے پر سرخی گھل گئی۔

"تم کتنی فضول ہانکتے ہو، مجھے تم جیسا سر پھرا مہینوں ہر گز قبول نہیں۔ جاو نہاو اور شرافت سے میرے پاس آکر سونا۔۔۔"

بہار کا یوں گھبرانا حسیب کو کلک کیا، وہ ایک بولڈ لڑکی ہو کر یوں گھبراتی اسے پیاری لگی، بیوی ٹائپ میٹریل لیکن وہ بنا کوئی گستاخی کیے شرافت سے نہانے بڑھ گیا۔

جبکہ خود بہار بھی تھکن سی محسوس کیے بیڈ پر بیٹھی اور وہیں لحاف کھول کر لیٹی اس میں گھس گئی، سائیڈ ٹیبل کا تیز روشنی والا لیمپ بھی بجھا دیا کیونکہ وہ اسکی آنکھوں میں جلن جگا رہا تھا۔

دس منٹ تک وہ تازہ دم ہوئے بنا شرٹ کے بس جینز ہی پہنے ٹاول سے بال رگڑے اپنے کسرتی شاندار وجود کے نظارے کرواتا روم میں آیا تو بہار جو چھت سے لٹکتے فانوس کو یونہی بے تاثر ہو کر دیکھنے میں محو تھی، گردن گما کر حسیب کی جانب پھیرے جب اسے شرٹ لیس دیکھا تو حسیب نے اسکی نظر

پڑتے ہی شرارت سے یوں ٹاول اپنے سینے پر پھیلایا جیسے کوئی دوشیزہ ہو تبھی تو بہار لیٹے لیٹے اس کی اس حرکت پر ہنس پڑی۔

اور وہ اسے ہنسا کر کچھ اور نہ سکی ایک نیکی ضرور کما بیٹھا۔

"انتہائی چھچھورے ہو تم"

وہ اسکے ہنسنے کو دیکھ کر بوکھلاہٹ میں کھکھلائی۔

وہ اس وقت بہت ہاٹ لگ رہا تھا مگر بہار کو بس بہت قیمتی بس تبھی اس سے نظر ہٹانا دوبھر ہوا۔

"تم جیسی ناگن کے روبرو مجھے بھی خود کو چھپانا پڑے گا، کب عزت لوٹ لو کسے خبر"

وہ اب بھی سنجیدہ نہ تھا، ٹاول ہینگ کیے بلیک ہاف سیلوز فٹ بلیک شرٹ چڑھاتا وہ لیٹی ہوئی بہار کے پاس ہی بے تکلفی سے بیٹھا تو بہار نے فوری اپنی بازو اسکے لیے تکیے کے پاس کھولی جس پر وہ لیٹتے ہی چہرہ بہار کی طرف کیے اس مہربانی پر شوخ و فکر مند مسکرایا۔

"بازو ٹوٹ جائے گی"

وہ اسکی بازو اپنے سر کے وزن کے سبب دب جانے پر نکالنے لگا مگر بہار نے اسے روکا۔

"مجھے اچھا لگے گا تم میرے اتنے قریب رہو"

بہار کی تڑپ، حسیب کا سراسر امتحان بنی تھی، لمحہ بھر دونوں کے بیچ ذومعنیت بھری چپ حائل رہی اگر نظریں نہ ہٹتیں تو دونوں سنگین سی گستاخی کا مرتکب ہو جاتے۔

"ہمم۔۔اب سو جاو آرام کی ضرورت ہے تمہیں"

وہ اسکی خوشی کے لیے اسکی بازو پر ہی سر رکھے راضی ہوا جس پر وہ مزید اسکی طرف قریب ہوئے لیٹی۔

"کیا تم مجھے.."

بہار کے لفظ اسکی زبان پر ہی رہ گئے اور حسیب نے اپنا ہاتھ اسکے چہرے سے جوڑے لپک کر اسکی جبین چومتے اسکی بازو سر سے نکالے اپنی اسکے نازک وجود کے گرد لپیٹے اسے اپنے پہاڑ سینے میں کھینچ کر بسایا تو اک آنسو بہار کی آنکھ سے نکل کر حسیب کے سینے میں جذب ہوا جب وہ سسکی کی صورت سانس بھرتی اس میں چھپی۔

"اب بھی چاہتے ہو مجھے؟"

وہ اسکی محبت واپس چاہتی تھی، اور حسیب بے وقوف نہ تھا کہ بہار کی خواہش نہ بھانپتا لیکن وہ اسے اب بھی محبت کرتا ہے یہ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"نہیں، تم بس ایک مصیبت ہو۔ اب وبال جان بن گئی۔ حلال ناگن سو جاو"

اسکی خفت بھری جکڑن اور کیوٹ بڑبڑاہٹ پر وہ دبا دبا مسکرائی، تکلیف پر مرہم رکھا گیا۔

"ان چند دنوں میں بھی تمہیں چاہنا چاہتی ہوں حسیب، پکا جاتے ہوئے تمہارے لیے دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ڈھونڈوں گی۔۔۔ لیکن میری اس چاہت کو بٹا ہوا مت سمجھنا۔ میری یہ محبت ہر جنون اور ہوس سے پاک ہو گی۔۔۔۔ مجھے اپنے دامن میں اس دوست کے ساتھ گزارے چند بہت خوبصورت دن مضبوطی سے باندھنے ہیں۔۔۔ زیست کے سفر کی آسانی کے لیے۔۔۔۔ ورنہ میرا جنون تو میری جہنم ہے حسیب۔۔۔۔ اس شخص کے جنون نے مجھ پر موت حرام کی، ہو سکتا ہے تم سے پیار میری اس مشکل کو حل کر دے"

وہ اسکے سینے لگی دبی دبی سسکنے لگی اور وہ بس اسے خامشی سے سن رہا تھا، اسکے یہ آنسو حسیب کا سینا جلا رہے تھے۔

"چند دن دے چکا ہوں، پھر یوں مت دو تکلیف خود کو۔۔۔۔ ابھی میں تمہارا ہوں بہارے، ریلکس"

اسکے سر کے بالوں کو انگلیوں کی نرم پوروں سے سہلاتے وہ اسکو اپنے سینے میں چھپائے پر سکون کرنے لگا اور خود بہار بھی دنگ تھی کہ وہ نیند جو اس سے رخصت ہو گئی ہے وہ حسیب کے قریب پوری شدت سے اس پر اتر کر سکون دے رہی ہے۔

جب تک وہ اس تکلیف سے نکل کر سو نہ گئی، حسیب نے اسے خود میں جذب رکھا اور جب وہ سو گئی تو دھیرے سے اسکو اپنے سینے سے الگ کیے نرمی سے اسکی گال چومتے اذیت زدہ مسکرایا، حسیب خانزادہ کو ڈر تھا یہ جو چند دن مانگ کر اسکی زندگی میں گھل گئی ہے یہ تا عمر اسکی زندگی کا روگ نہ بن جائے کیونکہ وہ نارمل تو حسیب کے سنبھالنے کے باوجود اتنی جلدی نہیں ہو سکتی تھی اور یہی وہ بھول تھی جو حسیب خانزادہ کر بیٹھا تھا۔

..________________..

خوبصورت گداز سی صبح صادق زمین کے چپے چپے پر نکھری تو ہلکی پھلکی کن من لیتی چلی آئی، وہ فجر کے وقت نہ صرف جاگی بلکہ نماز پڑھتے ہی لان میں چلی آئی جہاں خان بابا کے پالتو مور نے اپنے پورے پنکھ پھیلا کر زینو کو آتے ہی کھلکھلاہٹ دی، وہ اسکے خوبصورت پنکھوں کو تکتی اکیلی ہی مسکرا رہی تھی، رات کے ہر لمحے کو ذہن و دل سے جھٹکے۔لائیٹ گرین کلر کی چھوٹی سی ائیر لائن قمیص اور بلو ٹائیٹ کے ہمراہ بال کھولے ننگے پیر وہ اوزان دایب کی صبح کو حسین کر رہی تھی۔

حویلی سے ملحقہ پورچ کی چھت کی بنا ریلنگ والی کھلی منڈیر پر فل بلیک میں بنا جیکٹ کے کھڑا وہ ہلکی پھلکی بارش میں آدھا بھیگتا ہوا جینز کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے کھڑا اس لڑکی کو اٹکیلیاں کرتا دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر بکھرتی مسکراہٹ تادیر نہ سمیٹ سکا۔

زینیش کے خوبصورت ملائم سفید پیر کھردری گھاس کو چھو رہے تھے کمیلئین کو جلن تھی تو بس اس بات کی۔

"ننگے پیر مت چلو، کچھ چبھ جائے گا"

وہ اسے لان میں ٹہلتا دیکھ کر بولے بنا نہ رہ سکا جبکہ زینیش کے ہونٹوں پر رینگتی مسکراہٹ لمحے میں غائب ہوئی، گردن گما کر سر اٹھائے اس نے اوزان کو گھور کر دیکھا، اس وجاہت اور خوبصورتی، تمکنت کے شہکار کو جو ہلکی ہلکی بارش میں آدھا بھیگتا اسکو اپنے نا جھٹلائے جا سکتے بھیگے سحر سے ساکن کر کے رکھ گیا، بڑی مشکل سے وہ خود کو ہوش میں لا سکی۔۔

"آپ پورے کے پورے اس گھر میں مجھے چبھ رہے ہیں، یہاں پوری زینو خطرے میں ہے تو پیر کی کسے پرواہ"

وہ بناڈرے رات کے غم وغصے کو نکالتی دبا سا چلائی مگر اوزان نے وہیں چھوٹی سی چھت کی باڑ پر بیٹھے مزے سے ٹانگیں نیچے لٹکائیں جو ننگے پیر تھا، زینش کے دل کو اسکی اس دیوانی حرکت پر دھکا سا لگا۔

"مجھ سے نجات چاہیے تو بتاو، کود جاتا ہوں یہاں سے"

اوزان نے اسکی آنکھوں میں تکتے جس سفاکی سے آفر کی، لمحہ بھر زینو کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"آپ سچ میں پاگل ہیں، پیچھے ہٹیں تیز ہوا چل رہی ہے گر جائیں گے"

زینش نے پریشان ہوتے زرا قدم اسکی طرف بڑھائے جو خود کو تنکا امیجن کیے ہنسا۔

"ہاں بالکل میں تو ہوا میں اڑتا شاپر ہوں جو ہوا کے جھونکے سے گر پڑوں گا، تم تو بہت سمجھدار ہو۔۔۔ اتنی زیادہ عقل تو تمہیں بانٹ دینی چاہیے"

اوزان نے اسکی گھبراہٹ اور پریشانی پر چوٹ کی جو اس کا سر توڑنے کی خواہش دباتی تلملا اٹھی۔

"مزاق اڑانا بند کریں اوزان، ہٹ جائیں۔بارش تیز ہو رہی ہے آپ زخمی ہیں۔جو بات کرنی ہے یہاں نیچے آکر کریں"

زینیش کو سمجھ نہ آئی کیسے اس کو روکے جبکہ اوزان اسکے اتنی جلدی اپنے معاملے میں پگھل جانے پر مسکرایا،نہ صرف لٹکائی ٹانگیں ہٹائیں بلکہ اٹھ کر وہیں سے چند منٹس لگاتا باہر صحن میں نکل آیا،ننگے پیر اور لان میں پل پل بھیگتی گھاس سے ملتی ٹھنڈک کا اپنا ہی مزہ تھا اوپر سے اسکی شرٹ مکمل بھیگ چکی تھی۔

"چلیں واپس؟"

وہ جو غصہ اور دکھ زبائے ہوئے تھی اوزان کے ایک ہی تقاضے پر بپھری۔

"ابھی نہیں جانا سمجھ کیوں نہیں آرہی، ویسے بھی ابھی مجھے ممی سے ملنا ہے۔ ان سے آپکی شکائیت باقی ہے۔ اگر انہوں نے اجازت دی تب آپکے ساتھ جاوں گی ورنہ نہیں۔ جائیں چینج کریں گیلی شرٹ، ٹھنڈ لگ جائے گی"

زینیش اسے بنا دیکھے کہہ کر اسکے پاس سے گزر کر جانے لگی مگر اوزان نے اسکی کلائی اچک کر جکڑے اسے اپنے قریب کھینچا۔

"لیکن میں تو کوئی ایکسٹرا شرٹ نہیں لایا، اور کسی اور کی پہنتا نہیں۔ ٹھنڈ تو شرطیہ لگے گی، تم ہی ہو جو کچھ کر سکتی ہو اب"

اوزان اسکی ڈری آنکھوں میں جھانکا جس پر وہ اسکی بات کا مطلب ہرگز نہ سمجھی الٹا پریشان ہوئی۔

"میں آپکو اپنی شرٹ تو دینے سے رہی بہت عجیب لگیں گے کیونکہ آپکی تو میری شرٹ میں ایک بازو بھی نہیں آنی۔ کیا آپکے لیے مارکٹ سے منگوا لوں۔۔۔۔ مطلب بلیک شرٹ"

وہ اسکی فکر پر دبا دبا مسکرایا، یہ بھی مزے دار تھا کہ وہ زینو سے اپنی شاپنگ کرواتا حالانکہ اسکا پہلا مطلب کچھ اور تھا جسے زینو کے سر پر سے گزرتا دیکھے جناب اپنے ارمان دبا گئے

"منگوانی نہیں، تم خود جا کر لاو۔"

وہ اسکی اس درجہ کھلی فرمائش پر واپس منہ بگھاڑ گئی۔

"آپکی غلام نہیں ہوں"

آنکھیں چرائے زینو نے اس سے خود کو چھڑواتے فاصلہ استوار کیا۔

"کسی مجبور کے لیے شاپنگ کرنا غلامی تھوڑی ہوتی ہے، تمہیں پتا ہے مجھے ڈراک بلیک پسند ہے۔ اگر کوئی اور لینے گیا اور لائیٹ بلیک لے آیا پھر؟"

اوزان اسکے پاگل بنا کر من ہی من میں اس نازک حسینہ کو ڈھیر سارا اتاڑ رہا تھا جو واقعی اس وقت بھولی دیہاتن لگ رہی تھی۔

"آپ مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں؟ یہ بلیک میں کب سے شیڈ آنے لگے۔۔۔۔ بلیک بلیک ہوتا ہے لائیٹ ڈارک نہیں۔"

اوزان اسکے منہ بگھاڑنے پر واپس سنجیدہ ہوا، وہ اتنی بھی بھولی نہ تھی۔

"نو جسے تم بلیک کہو گی یا سمجھو گی بس وہی میرا فیورٹ بلیک ہو گا، دیکھو مجھے فیور ہو گیا تو جان بھی جاسکتی ہے آگے ہی میں بہت مشکل سے بچا ہوں۔ اب تم پر منحصر ہے کہ میرے لیے مارکٹ جاو گی یا نہیں"

وہ اسے بہت چالاکی سے جذباتی طور پر بلیک میل کر رہا تھا جبکہ زینو اسکی ان چالباز کوششوں میں پھنس بھی گئی۔

"اوکے میں ڈرائیور بابا کے ساتھ ابھی جاتی ہوں، ایک کافی ہے یا دو شرٹس؟"

وہ فوری مانی اور پھر سے پلٹ کر اسکی طرف متوجہ ہوئی تو زینو کے چہرے کے خدوخال میں گھلی بارش کی نمی اور سرخی نے اوزان کے ہوش سے اڑائے۔

"ون از انف۔ لیکن سائز تو پوچھ لو شرٹ کا"

اوزان کے روکنے پر وہ سمجھنے کے انداز میں سر ہلا گئی۔

"جی بتادیں براہ مہربانی"

نہایت منہ بگھاڑ کر پوچھا۔

"وہ تو تمہیں خود نوٹ کرنا پڑے گا، کیونکہ میں تو بہت معصوم ہوں مجھے اپنی شرٹ کا سائز پتا ہی نہیں ہے"

اوزان کی یہ زچ کرتی حرکتیں زینو کو غضب دلا رہی تھیں۔

"اپنی یہ چالاکی اپنے تک رکھیں سمجھے، اپنی شرٹ اتار کر دے دیں میں لے آوں گی"

زینیش نے فوراً سے حل نکالا جس پر اوزان نے اپنا ہاتھ کھولے اسکی طرف بڑھایا تو وہ اسکا مفہوم سمجھے گھوری۔

"روم میں آو گی تو شرٹ دوں گا"

وہ اوزان کی روح تک جھانکتی نظروں سے خوفزدہ ہوئی پر اسکی الجھن سمجھتے اس نے بس ضرورت کے تحت ڈرتے ہوئے اپنا ہاتھ اوزان کے ہاتھ میں رکھا، وہ شریر سی مسکراہٹ دبائے اسے لیے پر وقار چال چلتا کمرے میں گیا جسکی دھڑکن تھمی ہوئی تھی۔

زینیش نے اسکا ہاتھ روم کے پاس جاتے ہی جھٹک کر چھڑوایا۔

"جائیں اور مجھے یہاں سے دے دیجئے گا شرٹ، میں ویٹ کر رہی"

زینیش نے وہیں رکتے کہا مگر اوزان بھی ڈھیٹ بنا دروازے کے ساتھ لگا، شرٹ اسکی ساری یخ ٹھنڈی اور گیلی ہو چکی تھی۔

"ایسے تو نہیں دوں گا"

وہ اسکے ڈھیٹ بننے پر حراساں نظروں سے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟ کوئی انویٹیشن دینا پڑے گا۔ جائیں اندر اور اتار کر دے دیں۔ اس میں ضدی بننے کی کیا ضرورت ہے"

زینیش کو اسکے خوامخواہ لیچڑ بننے پر تپ چڑھی۔

"خود اتاری تو گردن کا زخم ایفیکٹ ہو سکتا"

اوزان کو ٹلتے نہ دیکھ کر وہ اسکی طرف برہمی سے دیکھنے لگی گویا وہ اسے کسی طرح شرٹ لیس ہو کر دیکھانے پر تلا تھا۔

"آپ چھوٹے بچے بن کر نہایت زہر لگ رہے ہیں، ہٹیں پیچھے۔۔۔۔اگر آپکی اس فضول کی مکالمہ گوئی کا خان بابا کو بتا دیا تو اسی گیلی شرٹ میں آپکو پھر سے باہر بارش میں کھڑا کر دیں گے"

زینیش مانی لیکن بر برڑانا نہ بھولی جبکہ اوزان نے ہونٹ بھینچ کر امڈتا قہقہہ روکا اور زینیش کے روم میں انٹر ہوتے ہی خود بھی داخل ہوا۔

"تمہیں کیوں خبر نہیں ہو پا رہی کہ میں تمہیں صرف اپنی حدود میں مکمل قید کرنے کی کوشش میں ہوں زینیش، درد سے فرار مزید درد لاتا ہے، ضد اور انا کے باوجود ٹھہر گیا ہوں تم پر تاکہ میرے دل کا ہر زخم مندمل ہو کر شفایابی پا سکے۔

لیکن تم ہر جانب سے خوبصورت ہو۔ دیکھنے سے، چھونے سے، قریب آتی ہوئی، دور جاتی ہوئی، روٹھتی ہوئی، مان جاتی ہوئی"

وہ دل میں سوچتا قریب آیا جس پر زینو نے ایک مناسب فاصلے پر رک کر اس سے نظر پھیرے آہستگی سے اسکی بلیک ٹائیٹ شرٹ کے بٹنز انداز ے سے کھولنے شروع کیے، یہ الگ بات تھی وہ تب بھی ہولے ہولے نروس ہوتی کانپ رہی تھی، اوزان اسکی گھبراہٹ تکتا ہوا کبھی اسے دیکھتا کبھی اسکے ملائم کانپتے ہاتھوں کو جو پھول کی ملائمت جیسے اسکے شانوں، سینے اور پھر بازووں کو چھوتے سرور اور فرحت بڑھاتے محسوس ہوئے۔

مکمل بٹنز اوپن کیے زینو نے ویسے ہی بنا دیکھے جب اسکی توانا کسرتی بازووں سے شرٹ نکال کر اتارنی چاہی تو وہ اسکے قریب ہوئی اور اوزان نے لمحہ لگائے اسکے گرد نرمی سے بازو حائل کر کے باندھتے اسے سینے سے لگایا، زینیش نے ڈرتے ہوئے نظر اٹھائی جو دل جان کی ساری تڑپ آنکھوں مئں انڈیل لایا۔

"یہ ک۔۔ کیا بتمیزی ہے"

وہ اسکی بازووں کے گھیرے سے نکلنے کو مچلی، چہرہ سرخی میں ڈھلا۔

"تم میری ملکیت میں ہو تو اسے بتمیزی نہیں کہیں گے، حق جتانا کہیں گے۔ مجھے بتاو زینیش میں تمہاری ناراضگی دور کرنے کے لیے کیا کروں؟"

وہ اسکے تڑپ اگلتے سوال پر مزاحمت روک گئی، نظر اسکے چہرے سے بھٹکتی جھک کر اسکے چوڑے سینے پر گئی جیسے وہ اسکے سینے لگنا خود بھی چاہتی ہو۔

"میری جان بخش دیں۔ مجھے کچھ دن یہاں سکون سے رہنے دیں۔ اب میں آزاد ہوں آپکی قید سے پھر مجھے بے بس کیوں کر رہے ہیں؟ ثبوت دیں کہ آپکی نفرت ختم ہو گئی ہے"

وہ اس کے قریب ہر گز بے چین نہ تھی پر یہ بھی ظاہر کر رہی تھی جیسے بے سکون ہے، اوزان کی آنکھوں کا مرکز وہ آنکھیں تھیں جن میں ناراضگی کا پہاڑ جما تھا۔

"میرا ثبوت تم سے برداشت نہیں ہو گا ابھی، میں یہاں مزید نہیں رک سکتا۔ اور تمہیں لیے بنا جانا نہیں چاہتا۔ تم نے کہا تھا تھوڑا سا یقین کرو گی تو آج میرے ساتھ واپس انصاری حویلی چلو۔"

وہ اسکے مسلسل مجبور کرنے پر ہتھیار ڈال گئی کیونکہ اس وقت وہ اسے کہتا کہ رات ہے تو وہ رات مان لیتی، وہ اس شخص کے سحر میں مفلوج محسوس ہوئی۔

"او کے چلوں گی لیکن اب ایٹیوڈ دیکھانے کی میری باری ہے مسٹر کمپلیئین، آپکو وہ سب سہنا ہو گا جو میں نے سہا۔ روم سے بھی آپکو نکالوں گی یاد رکھیے گا۔ اور معاف تو ہر گز نہیں کرنے والی۔ بس جولیٹ کے لیے جا رہی اور میری امید بھی وہیں ہے"

وہ اس کی بات مان گئی اسکا اوزان کو اول تو یقین ہی نہ آیا۔

"ڈن، حویلی سے بھی نکال سکتی ہو۔"

وہ اسکے اس جملے پر تھم سی گئی۔

"مطلب میں نکالوں گی تو آپ نکل جائیں گے؟"

زینو کے چہرے پر تجسس اور فکر تھی۔

"نہیں دیوار پھلانگ کر واپس آجاوں گا، تھوڑا ڈھیٹ ہوں۔"

وہ اسکے منہ بسورنے پر دبا سا مسکرائی پر فوری مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائی تاکہ اوزان کو یہ نہ لگے وہ پگھل گئی ہے۔

"اندازہ ہو گیا ہے مجھے، چھوڑیں مجھے آپ چپکنے والے انسان نہیں لگتے۔ میرا دل بند ہو جائے گا"

وہ اسکے منت بھرے انداز میں دور سرکنے پر اسے آزاد کر گیا۔

"اب میری شرٹ بس آئرن کر دو، نئ کی اب ضرورت نہیں"

وہ جو وائیٹ ویسٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس ننگے پیر کھڑا اسے اپنی کشش و خوشبو سے بہکا رہا تھا، زینو کو نیا حکم دیے وہیں سا کن کیے واش روم میں گھسا جبکہ زینیش نے لڑکھڑاتے بیڈ کا کنارہ بیٹھنے کو تھاما، چہرہ زرد پڑا۔

" آئرن کا خیال مجھے کیوں نہیں آیا؟ اف زینو اس بندے کو دیکھتے ہی تمہاری سٹی کیوں گم ہو جاتی ہے۔۔۔ سارے رعب کی بینڈ بج گئی۔ آئرن کا تو ایسے کہہ کر گئے ہیں جیسے تنخواہ پر ملازم رکھوایا ہے مجھے۔۔۔ ہنہ عجیب و غریب کمپلیکس "

من ہی من میں اپنے ہوش اڑنے پر وہ خود کو کوستی پیر پٹختے باہر نکلی جبکہ شرٹ پریس کر کے اس نے خود آنے کے بجائے کسی ملازم کے ہاتھ بھیجی کیونکہ خود وہ اپنے فیصلے سے خان بابا کو آگاہ کرنے انکے پاس چلی گئی تب تک سب اٹھ بھی گئے اور ناشتہ بھی ڈائنگ پر لگ چکا تھا۔

..________________..

نیند ابھی بھی ان آنکھوں میں اپنا بھرپور تسلط جمائے ہوئے تھی کیونکہ رات وہ ایک لمحہ بھی سو نہ پائی، فجر کے بعد جا کر اسے المان نے خود سے دور ہونے کی اجازت دی وہ بھی اس لیے کہ وہ نماز کے لیے اٹھا تھا، لیکن اپنی زندگی کے اس بھرپور آغاز کا شکر ادا کیے وہ واپس اسکے پاس آکر لیٹا اور بس تب مشائم بھی سارا خمار جھٹکے اسکے ساتھ ہی نماز ادا کرنے کے بعد سوئی۔

نیند کے باوجود وہ اسے جس طرح خود میں جکڑے ہوئے تھا، وہ حرکت بھی کرتی تو المان کی نیند کا تسلسل توڑ بیٹھتی تبھی جب پیٹ میں بھوک کے سبب ہوتے درد نے دائرہ وسیع کیا تو مشائم کی نیند ٹوٹی پر اپنے پیٹ میں لیٹی المان کی بازو پر ہاتھ رکھے وہ مسکرا کر زرا پلٹی تو وہ اسی کے بالوں میں چہرہ دیے نیند میں گم تھا۔

مشائم نے زرا اسکی جانب کروٹ بدلی اور زرا جسم سے بڑھی آنکھوں میں بے پناہ الفت بھرے اسکے قریب ہوئی، ہاتھ اسکے بالوں میں پھیرتے قریب ہوئے اسکی جبین چومی جسے نیند کے باوجود مشائم کا یوں چھونا مسرور کر گیا۔

"میں نے چاہا تھا یہ رات کبھی ختم نہ ہو، ہو گئی مشائم۔۔"

وہ اسکی جبین چومتا مزید اپنے سینے میں لپٹا گیا جو اس وقت پور پور تھکن کا شکار اسکے گھوٹنے پر گھبرا اٹھی۔

آنکھ سے اک آنسو نکل کر جب الماان کے سینے میں اترا تب وہ آنکھیں کھول سکا۔

"تم رو رہی ہو؟ اب تک؟"

وہ اسکے آنسو کی لکیر پر انگلی گال پر پھیرتا گردن تک لے جاتے رکا تو وہ اسکے آخری دو الفاظ پر اسکی وہی حدود پار کرتی انگلی مٹھی میں جکڑتے ہی دانت میں لے گئی اور اس زور سے کاٹی کہ کیپٹن صاحب کی ساری مدہوشی ہوا ہوئی۔

"ظالم۔۔۔ کون سی لڑکی ایسا گڈ مارننگ کرتی ہے"

نروٹھے پن سے وہ اسکی ناک دباتا گھورا جبکہ وہ پلکیں آنکھوں پر گرا کر المان کے دھڑکنیں واپس جکڑ گئی۔

وہ اس وقت بلیک نائیٹ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھی جبکہ خود المان بلیک ٹراوزر اور وائیٹ شرٹ پہنے ہوئے تھا، مشائم نے لحاف کندھوں تک اوڑھ رکھا تھا۔

"میرے سارے لفظ آپ نے رات لے لیے المان، میں کیا کہوں۔۔۔۔ آئی ایم سوڈ پریسڈ، پلیز مت جائیں نہ۔۔۔۔اب تو میں آپکے بغیر سانس بھی نہیں لے پاؤں گی۔"

وہ اس وقت اسکی شدتوں پر نہیں بلکہ اسکے آج واپس جانے پر تڑپی، جبکہ المان کو اسی بات کا ڈر تھا۔

"میں جلدی واپس آوں گا، ڈونٹ وری۔۔۔۔ ابھی بہت وقت ہے تمہارے پاس۔ یہ سب چھوڑو یہ بتاو میں نے اپنا پرامس پورا کیا رات یا نہیں؟"

الماں اسے بہلا رہا تھا لیکن وہ سانس نہ لے پا رہی تھی بس یہ سوچ کر کہ وہ آج موت کے منہ میں جا رہا ہے۔

"آئی ڈونٹ نو، مجھے تو رات یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ میں کون ہوں۔۔۔ آپ کو کیا ہو گیا تھا کل؟ مجھے بولنے تو دور سانس لینے کی بھی اجازت نہیں دی۔۔ یو آر سچ آفینیٹک پرسن۔۔۔

ک۔۔ کون ایسے پیار کرتا۔۔۔"

وہ پھر سے اسکے وجود میں چھپ کر رو پڑی اور الماں کو مسکرانا پڑا۔

"آئی ایم سوری، رومت مشائم۔۔۔۔ ناو یو آر رئیل کیپٹن لیڈی۔ سمائیل پلیز"

وہ ایسا تھا کہ اب بھی اسکے چھونے کا ہر احساس مشائم کو اپنے وجود کر گہری چھاپ کے سنگ محسوس ہو کر تڑپا رہا تھا۔

"ہمم۔۔۔مجھے لگتا ہے میں اٹھ کر کھڑی بھی نہیں ہو سکتی۔میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔ماونٹ ایورسٹ کے رشتہ دار نہ ہوں تو۔۔۔۔"

وہ اسکی خفت پر ہنسا، جکڑ کر اس ارمانوں کے سمندر میں پھر سے ہلچل مچاتی حسینہ کو خود پر منتقل کیا تو وہ پھر سے سہمی۔

"بہت تنگ کیا میں نے؟"

وہ اسکے لاڈ سے پوچھنے پر روہانسی ہوئی۔بازو المان کی گردن میں لپیٹے اس سے لپٹی، ہچکی بھری۔

"پھر کروں تنگ؟"

وہ اسکی کان کی لو بائیٹ کرنے اور اس آفر دونوں پر کانپ اٹھی، دبا چہرہ اسکی گردن سے نکالا، آنسو آنکھوں سے چھلکنے کو بے تاب تھے۔

"میری جان پر بنی ہے اور آپکو مزید جان نکالنے کی پڑی ہے"

وہ معصومانہ سا گھوری۔

"تمہاری یہی باتیں تو مجھے کہیں کا نہ چھوڑ سکیں مشائم الماں"

اسکے خشک پڑتے ہونٹوں میں گردش کرتا لہو تک وہ با آسانی دیکھ پایا تبھی تو انکی نرمی واپس لوٹانے کی کوشش کو ان پر تسلط جمائے مشائم کے سارے شکوے ان ہیل کر بیٹھا، وہ خود بھی رات کی مانند کوئی مزاحمت نہ کرتے اسے خود پر دسترس دینے میں حد کر گئی کہ خدا گواہ تھا اسے ایسا الماں تا عمر میسر آتا تب بھی کم تھا۔

"آئی لو و یو سو مچ"

وہ اسکو جذب سے دیکھتا اسکی آنکھوں میں جھانکا جہاں اتنی سی شدت اب کوئی تشدد کا اثر نہ چھوڑ پائی۔

" آئی لو ویو ٹو، بٹ میں اب آپ کے پیچھے پاگل ہو جاوں گی کیپٹن۔۔۔۔ اف آپ سے اب کیسے دور رہے گی مشائم۔۔۔"

وہ اسکے ہلکان ہو کر سانس بھرنے پر فکر مند ہوا، وہ اسے اکھڑتی سانسوں سے کل سے اب تک کئی بار خوفزدہ کر چکی تھی۔

" اٹھو ہاتھ منہ دھو، باہر چلتے ہی ناشتے پر سب منتظر ہوں گے۔ بھوک لگی ہو گی تمہیں۔۔۔"

الماان نے کھانے کا کہا تو وہ ٹھیک سے سانس لے پائی تبھی تو وہ اسکی ڈرامے بازی پر دبا سا مسکرایا، یہ تڑپ کھانے کے لیے تھی ساری۔

" اتنی ساری! ایسے لگ رہا رات میری ٹمی سے کوئی جن سارا کھانا اور انرجی لے گیا۔۔۔۔ آپ تھے وہ جن "

مشائم نے اسکے حصار سے نکلتے لحاف پرے کیا اور کیوٹو سی سوئی صورت بنی اٹھ کر کھڑی ہوئی وہ اسکے اس جان لیوا روپ پر بھی فدا ہوا۔

"بھاگ جاو ورنہ جکڑی جاو گی ان لمبی ٹانگوں سمیت، زرافی"

المان نے اسکو تکتے جان بوجھ کر دھمکایا جس پر وہ دونوں تکیے اٹھا کر اس کے سر پر مارے تیزی سے واش روم میں بند ہو گئی جبکہ المان کے ہونٹوں کو رسیلی سی مسکراہٹ جب چھو کر گزری وہ واقعی حسین تھا۔

..________________________________..

"ہے گرل! تم اتنی صبح جاگ گئی؟"

آنکھوں میں ہلکی ہلکی روشنی نے حسیب کی گہری نیند توڑی تو بہار کھڑکی کا پردہ زرا سا ہٹائے باہر پھیلی ہلکی ہلکی صبح دیکھنے میں محو تھی، فوری پلٹی جو جمائی لیتا اسے بہت پیارا لگا۔

"ہاں سوچا خوبصورت سی صبح دیکھوں۔ تمہاری نیند تو خراب نہیں کی میں نے؟"

جانتی تھی اس پر بوجھ بن گئی ہے لیکن کل کا دن سوچ کر اب اسے اپنی سنگدلی بھی اخیر چبھی، وہ حسیب سے کس منہ سے اسکے دن مانگ بیٹھی ہے سمجھ سے باہر تھا۔

"ہاں کی، تمہاری تیز پرفیوم نے میری ناک بند کر دی، ناگن والی فیلنگ آئی کہ کہیں ڈس تو نہیں لیا تم نے"

وہ تکیہ سینے میں دبوچتا جان بوجھ کر بہار کو چھیڑنے کو بولا جو مسکراتی ہوئی واپس اسکے پاس آکر بیٹھی۔

"ناگن کہنا بند کرو پلیز، سب کو ڈس بھی سکتی ہوں لیکن تمہیں نہیں۔ اینڈ کل بہت ڈپریسڈ تھی، ابھی جب جاگی تو کل کا دن خوفزدہ کر گیا۔ ریئلائز ہوا

کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کر دیا۔ کچھ دن ہی سہی سوچا ہی نہیں کہ تمہیں بھی تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ آئی ایم سوری"

بہار کی خود ترسی پھر سے اسکے اندر سر اٹھا رہی تھی جبکہ حسیب یہ سب نہیں سننا چاہتا تھا۔

"تم عورتوں کی یہی بات بری ہے، سب اپنے مطابق بھی کر لو تو اگلے دن ثواب سمجھ کر ریگریٹ پکڑ کر رونا پیٹنا لازما ہے۔ رات گئی بات گئی بہار۔ دے دیے دن اب مجھے کیا اس پر پچھتاوا کروانا چاہتی ہو؟"

وہ اسکی امید سے زیادہ بگھڑا جبکہ وہ لحظہ بھر افسردہ ہوئے نظر چرا گئی۔

"اوکے تم ڈانٹو تو مت"

آنکھیں آنسوؤں سے چھلکنے کو بے تاب ہوئیں تو وہ بھی اٹھ کر بیٹھا اور تکیہ ایک طرف رکھا۔

"آج تمہارے ساتھ ہوں یہاں لیکن کل تم میرے ساتھ واپس پاکستان چلو گی، اماں سائیں کے لیے یہ بہت بڑا جھٹکا ہو گا لیکن وہ تمہیں قبول کر لیں گی۔ جب تک تمہارے مانگے دن ختم نہیں ہوتے ہم اس اگریمنٹ پر اب بات نہیں کریں گے۔ جب مجھے لگے گا وقت پورا ہو گیا میں تمہیں خود بتا دوں گا۔ سمجھ گئی؟"

وہ اسکی سنجیدہ ہدایات سن کر فوری سر ہلا گئی۔

"گڈ، اب مسکراؤ اور اب نئے نویلے شوہر کو پیارا سا مارننگ کہو"

حسیب کی بدلتی شریر ٹون پر بہار کے چہرے پر پھر سے سرخی چھلکی، وہ اسکے جملے کی معنی خیزی پر ڈری۔

"گڈ مارننگ"

گھبرا کر فورا بڑبڑائی جس پر حسیب نے آئیبرو سکیڑے۔

"ایسامارننگ تو میرے گھر دودھ دینے والا بھی کہہ جاتا ہے بہارے"

حسیب کو اسکی سوکھی سڑی وش بدمزہ کر گئی۔

"تو اور کیا پھولوں کا گلاستہ پیش کروں کہ لاٹ صاحب جاگ گئے"

وہ جتنی براعتماد ہوتی، حسیب جیسے بندے کے آگے اسکی آواز بھی حلق میں دبی۔

"گلدستہ نہ سہی یہ گلاب کی دو پنکھڑیاں تو ہیں جان من، یہی پیش کر دو"

حسیب نے بے شرمی سے اس کو پکڑے بیڈ سے لگاتے لیٹائے خود اس پر حاوی ہوا تو بہار لمحہ بھر اس بندے کے ارادوں پر کانپ اٹھی۔

"تم سچ میں ایک بے شرم فلرٹی ہو حسیب، سچ آ چیزی لائن۔۔۔ہٹو ورنہ سر پھوڑ دوں گی"

وہ اسکی شرارت سی اسکی آنکھوں سے ٹپکتی دیکھ چکی تھی تبھی مسکرانے کے ساتھ غرائی جس پر وہ خود بھی ہنس کر اس پر سے ہٹ کر ہنستا برابر ہی لیٹا جبکہ بہار کا دل واقعی بہت تیز ہو چکا تھا۔

"قسم سے اس لائن کی ابھی تمہارے سامنے آمد ہوئی، ویسے میں یہ اپنی نئی بچیوں پر ٹرائے کروں تو لٹ مر جائیں باخدا"

حسیب اسکے پہلو میں لیٹا جو ارادہ بنا رہا تھا بہار کا بس نہ چلا اسکا کچومر بنا دیتی لیکن بس گردن گمائے گھور ہی سکی۔

"میرے ان اون کیے دنوں کے بیچ تم اپنی بچیوں سے سوفٹ دور رہنا خبردار ٹچ بھی کیا انکو ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گی"

وہ اسے دبا دبا غصے میں کہہ کر اٹھ کر جانے لگی مگر حسیب نے بازو پکڑے اسے واپس پلٹاتے ہی خود پر جھکایا۔

"تم فکر مت کرو کسی کو بلا وجہ ٹچ نہیں کرتا، میرا ابھی کوئی لیول ہے۔ ٹچ تو میں صرف اب اپنی حلال ناگن کو کروں گا۔۔۔۔ مے آئی؟"

وہ اسکے ہر جملے پر گھبرائی مگر آخری اجازت نے بہارے کے جسم سے جان کھینچی، وہ اسکی نظروں کو اپنے ہونٹوں پر ٹکا دیکھ کر سمجھ گئی کہ وہ کیا اجازت چاہتا ہے۔

"جب تک تم مجھے ناگن کہنا بند نہیں کرتے میں وائف والی کوئی لفٹ نہیں کرواوں گی۔ خیر اٹھو اور مجھے بریک فاسٹ کروانے لے کر چلو۔ بہت بھوک لگ رہی ہے"

وہ اس کے حصار سے پوری چالاکی سے سرک کر نکلی جبکہ حسیب نے ہنس کر خود بھی بستر کو خیر باد کہا اور زرا حالت سنوارنے واش روم گھسا جبکہ بہار نے اپنے سینے میں مچلتے دل پر اپنی ہتھیلی رکھی۔

جہاں دھڑکن بہت تیز تھی، حسیب خانزادہ نے اسکو بس چند گھنٹوں میں اپنا اسیر کر دیا۔

..________________________..

"کیا تُو نے واقعی اس بے فیض کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا، اس نے مجبور تو نہیں کیا پتری؟"

ناشتے کی میز پر زینیش نے سب کو جب اوزان کے ساتھ جانے کا بتایا تو سب حیرت کا مسکن بنے ہونق تھے اور خان بابا کی پر عتاب نگاہوں کی تپش کے باوجود اوزان بڑے مزے سے اپنی بلیک کافی اعتماد کے سنگ انجوائے کر رہا تھا۔

"نہیں خان بابا، میں آئی جان اور جولئٹ کے لیے جا رہی ہوں۔ اب اگر کسی نے مجھے وہاں پریشان کیا تو لمحہ لگائے بنا آپکے پاس آ جاوں گی"

زینیش نے غصے کے سنگ کسی والے لفظ پر خاص اوزان کو دیکھا، نظر میں ڈھیر ساری خفگی تھی۔

"ٹھیک ہے خان بابا کی جان، تو اگر اسے پھر سے موقع دینا چاہتی ہے تو میں تیرے فیصلے کا احترام کروں گا۔ اجازت ہے لیکن کان کھول کر سن لے اوزان دایب۔ اگر اب زینو کی آنکھ میں اک اتھرو بھی آیا تو میں بناوارننگ تیری گھچی مروڑ دوں گا"

خان بابا نے سرد لہجے میں اس ڈھیٹ کو وارن کیا جسے کسی چیز کی کوئی پرواہ نہ تھی سوائے اسکے کہ زینو اسکے ساتھ جانے پر مان گئی ہے۔

" دیکھا ہے آپ نے اسکا غرور؟ خبیث آگے سے یوں گردن اکڑا رہا ہے جیسے ہماری جان سلگا کر مزہ آرہا ہو"

طلال کا بس نہ چلا اوزان کی اس اریٹیٹنگ چپ کا خاتمہ کر دیتے۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا، میں تمہارا گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں زینیش۔ کم فاسٹ"

بنا کسی کا کوئی جواب دیے وہ سنجیدگی سے کہہ کر نا صرف اٹھا بلکہ زینیش تک کو حیران کرتا وہاں سے حویلی کے باہر کی طرف بڑھا کیونکہ وہ پہلے ہی ریڈی ہو چکا تھا۔

"کیا چیز ہیں یہ؟ مجھے پیکنگ بھی کرنے نہیں دی۔۔۔۔"

زینیش نے خفت سے بڑبڑاتے کرسی چھوڑی۔

"تم جاؤ انکے ساتھ میں تمہارا سوٹ کیس لے آوں گی۔ اور ہاں دونوں جنگی طیارے مت بنے رہنا۔ ہیو آ سیو جرنی"

پنار اور طلال بھی اب مزید رکنے نہ والے تھے تبھی پنار کی تسلی پر وہ روہانسی ہوتی اٹھ کر کھڑے ہوتے خان بابا کی طرف آئی جو اسے پیار سے اپنے سینے سے لگا گئے۔

"خان بابا کی جان کسی قسم کی زیادتی برداشت نہ کریں، اگر وہ سدھر اٹھیک ورنہ یہ حویلی اور اسکا دروازہ، خان بابا کے دل کی طرح تجھے کھلا ملے گا۔ مجھے بھی لگتا ہے وہ برا نہیں ہے، کڑوروں میں اک ہے۔ تبھی تو اسکا غرور نہ کم ہوتا ہے نہ رب سوہنا اسکی گردن جھکنے دیتا ہے۔ شاد آباد رہ ہمیشہ۔ "

وہ انکے پیار سے سمجھانے پر جبرا ہی سہی مسکرائی اور روم کی طرف بڑھی تا کہ چادر لے سکے، تیار تو وہ پہلے ہی تھی۔

اسے روم سے چادر لے کر جاتے دیکھ کر وہ تینوں واپس بیٹھے۔

"ہم بھی ناشتے کے بعد نکلیں گے خان بابا، اگر آپکی اجازت ہو تو"

طلال نے نرمی کے سنگ پوچھا جس پر وہ سر ہلا گئے۔

"ٹھیک ہے جاو تم لوگ بھی، لیکن طلال اب زینو کو کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔ مجھے لگتا ہے وہ اسے اسکی ماں سے آج ملوا دے گا، زینو کی نفرت کے لیے تیار ہو کر واپس جائیں کیونکہ وہ تجھے ابھی سہنی ہے"

کچھ دیر کو وہ اس سزا کو بھول گئے لیکن پھر سے جگر چھلنی ہوا اور یہی تکلیف اس وقت پنار کو لاحق تھی۔

زینو اپنے گرد چادر اوڑھے حویلی سے باہر آئی تو اوزان گاڑی کے پاس ہی کھڑا اسکا سپاٹ چہرے کے سنگ منتظر تھا۔

زینو کی آنکھوں میں ہنوز غصہ تھا پر اوزان اخیر سنجیدہ تھا۔

"انکا چہرہ پھر سے سپاٹ ہو گیا۔ کہیں مجھے لے جا کر کسی کھائی میں تو نہیں پھینکنے والے؟"

وہ پہلے جیسا اوزان دایب بنا آبر آلود موسم میں ویسے ہی پر سحر سنجید گی کے سنگ منتظر کھڑا تھا جسکے تاثرات زینو کے قریب آکر رکنے پر بھی ویسے ہی سرد ملے تھے۔

بنا کچھ کہے اوزان نے کار ڈور اوپن کیا جس پر وہ اسے دیکھے بنا ڈرتے ہوئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی جبکہ اوزان نے بھی بلیزر اتار کر پہلے اندر بیٹھتے پیچھے پھینکا اور پھر دروازہ لاک کرتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

"مجھے ممی کی قبر پر جانا ہے"

وہ اسکی چپ پر خوفزدہ تھی، اوزان نے گردن زرا گما کر اپنی جانب تکتی زینیش کو دیکھا، دل تڑپ گیا کیونکہ وہ بہت رونے والی تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن کچھ اس سے بھی اہم ہے جو تمہارے جاننے کے لیے ہے۔ شاید تم بہت ہرٹ ہو جاو"

وہ اسکی تمہید پر پھر سے بریم ہوئی۔

"مجھے پھر سے ہرٹ کرنے کے لیے لے کر جا رہے ہیں؟"

وہ اسکی سنگدلانہ تمہید پر تڑپ اٹھی جبکہ اوزان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔

"ایسا ہی سمجھ لو"

وہ اسکے جواب پر چہرہ موڑ گئی، آنکھوں میں دھندلاہٹ اتر آئی تھی۔

"تو پھر آپکے ساتھ نہیں جاوں گی میں"

اس سے پہلے وہ کار ڈور اوپن کر کے جاتی، گاڑی اسی لمحہ آٹومیٹک لاکڈ ہوئی، زینیش نے جھنجھلا کر لہو چھلکاتی آنکھوں سے گردن گمائے اوزان کو دیکھا۔

"کچھ انتظار کرو"

وہ اپنی بات کہے اس پر سے نظر ہٹا گیا جبکہ زینیش کے دل کو قبرستان پہنچنے تک یہی دھڑکا لگا کہ ابھی وہ چینخنے لگے گا، کیونکہ اس سے کل اور آج کے اوزان دایب کے میسر آنے کے بعد ایسے سنجیدہ شخص سے ڈر لگ رہا تھا۔

قبرستان سے ملحقہ سڑک پر اوزان کی گاڑی رکی تو ہلکی ہلکی کن من پھر سے جاری تھی، گاڑی ان لاک کیے وہ پہلے خود باہر نکلا اور پھر زینو کی جانب آکر اسکی طرف کا دروازہ کھولے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

چار و ناچار زینیش نے اسے تھاما۔

"مجھ سے تمہارے اس دکھ میں کمی چاہ کر بھی نہ ہو سکی، یہ تمہیں خود سہنا ہے۔ہاں اس سب کو قبول کرنے کے لیے تمہیں اوزان دایب کی بہت ضرورت پڑے گی اور میں تمہارے پاس رہوں گا"

وہ سمجھ نہ پائی وہ ایسی عجیب باتیں کیوں کر رہا ہے، لہجہ کیوں اذیت سے دوچار ہے۔

"ممی سے مل کر میں دکھی نہیں ہونے والی، آپ اپنے یہ ارمان دل میں ہی دبا لیں کہ میرے آنسو پونچھنے کے بہانے میرے قریب آنے کا موقع ملے گا۔

خبر دار جو میرے قریب بھی بھٹکے۔ جب تک ناراضگی نہ ہٹاوں آپ مجھے پریشان بھی نہیں کریں گے یاد رکھیے گا"

وہ اسکے بگھڑنے پر اور خود سے دور رہنے کے سخت حکم پر نثار سا ہوا۔

"تمہارے قریب آنے کے لیے میں تمہارے آنسو پونچھنے کا انتظار کرنے والا نہیں ہوں، اوزان دایب کو تمہارے معاملے میں اب کسی بہانے کی ضرورت نہیں۔ جب دل چاہے گا تمہیں اپنے سامنے لا کھڑا کروں گا۔ تم روک پائی تو روک لینا"

اوزان کے لہجے میں چھلکتا استحقاق زینو کی جان پر بنا اور اس سے پہلے وہ سانس اٹکنے پر لڑکھڑاتی، اوزان نے اسکا ہاتھ جکڑا جس کے سبب وہ سنبھل گئی۔

"یہ باتیں اس جگہ کرنے کی نہیں ہیں، آجاو۔۔۔ دھیان سے پیر زخمی مت کر لینا بہت پتھریلی جگہ ہے"

اوزان کے ساتھ تو وہ ہر اس جگہ چلی جاتی جہاں وہ کہتا، اسے زینیش کا یوں قبرستان آنا اچھا تو نہ لگا لیکن مصلحت کے تحت اسکا ایک بار یہاں آنا اور خود اپنے باپ کا نام جاننا ضروری تھا۔

دو تین منٹ وہ اسکا ہاتھ پکڑے آنسوؤں کو آنکھوں مئں دباتی اسکے ہمقدم چلی اور پھر جب اوزان کو آلایہ کی قبر دیکھائی دی تو وہ نا صرف رکا بلکہ اس قبر اور زینیش کے بیچ دیوار بن کر اسکی جانب پلٹا جسکی آنکھیں یہاں کے فطری سناٹے کے سبب نم ہو چکی تھیں۔

"آپ ا۔ ایسا عجیب بہیو کیوں کر رہے ؟"

وہ اسکی طرف تاسف سے تکتے بولی جس نے بنا کچھ کہے بس اسکی آنکھ سے گال پر حرکت کرتے بے خود آنسو کو ہاتھ بڑھا کر پونچھا۔

"تم پر سچ کھلنے کا وقت آگیا زینیش، تمہیں تکلیف دینے کے پیچھے میرا جو مقصد تھا وہ یہی تھا کہ تم بڑے سے بڑا دکھ جو سکت سے کہیں درجے بڑا ہو اسے برداشت کرنے کی اہلیت پا سکو"

اوزان کی سرد آواز میں ٹھہراو تھا لیکن دکھ بھی تھا، وہ ڈر رہی تھی۔

"ک۔۔ کیا مطلب؟"

وہ اسکی تمہید جان پر بنتی محسوس کیے دکھ سے بولی۔

"یعقوب حیدر، تمہارے سگے بابا نہیں تھے"

اوزان کا یہ جملہ زینیش کی چلتی کائنات روک گیا، سانس تک رکا، جی چاہا ساری محبت ایک طرف کر کے اوزان کا گریبان پکڑ لے جس نے ایسی سنگین بات کر کے اس لڑکی کا دل انگارہ کر دیا۔

"ک کیا کہہ رہے ہیں ۔ آپ کے س۔۔ ساتھ آگئی تو اسکا مطلب یہ نہیں

ک۔ کہ آپ مجھے پہلے سے دگنے کرب میں جھونکیں۔۔۔۔ ہٹیں پیچھے"

وہ اسکے پرے دھکیلتی جب قبر کی جانب بڑھی تو اسکے رہے سہے حرکت

کرتے دل نے بھی رک جانے کی اذیت سے گزارا۔

وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھتی اس سے پہلے وہیں گھٹنوں کئ بل گرتی، اوزان نے

اسکو پکڑ کر سنبھالا۔

"ط۔۔ طلال چاچو ممی کے ہ۔۔ سبنڈ تھے ؟ ی۔۔ یہ کیا مزاق ہے"

وہ اسکو پرے جھٹک کر جتنی قوت تھی اس سے چینخی جبکہ اوزان کے پاس

اس وقت کوئی جواب نہ تھا۔

"ک۔۔ کیسے ہو سکتا ہے یہ ؟ نہیں۔۔۔۔ میرے بابا وہ نہیں ہو سکتے۔۔۔۔

تم سب جھوٹے ہو، نہیں۔۔۔۔ میرے بابا یعقوب حیدر تھے۔۔۔۔

میرے نام کے ساتھ میرے بابا کا نام جڑا تھا نہ۔۔۔۔۔ یہ سب"

وہ اس وقت روتی ہوئی پاگل ہو رہی تھی، نہ اوزان کو ہاتھ لگانے دے رہی تھی، وہ ممی کی قبر کے پاس بیٹھی مگر اس نام کو حقارت سے دیکھا۔

"تم آلایہ اور طلال انصاری کی جائز بیٹی ہو زینیش، الایہ درید کی یعقوب حیدر سے کبھی شادی نہیں ہوئی۔ یہی سچ ہے، جو سب نے تم سے چھپایا۔ اس لیے کہ تم ماضی کے ان کربناک دنوں کے دکھ سے دور رہ سکو۔"

وہ خود بھی اسکے پاس بیٹھا جو اس تختی کو ڈبڈبائی آنکھوں سے تکتی کسی پتھر کی طرح چپ تھی، سب سنتی رہی اور اوزان نے اسے حرف بہ حرف ہر اذیت سے روشناس کروایا۔

اوزان چاہتا تھا وہ ہر چیز سے واقفیت پائے لیکن یہ سب اس ہمت سے بہت زیادہ تھا جو اسکے نازک دل میں کل موجود تھی۔

"تو یہ وجہ تھی آپکی مجھ پر ترس کھانے کی مسٹر کمیلئین"

وہ چہرہ موڑ کر اسے دیکھ کر حقارت سے بولی، اوزان نے اسکی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرنے چاہے مگر وہ اسکا ہاتھ بری طرح جھٹک گئی۔

"کیسا ترس؟"

وہ اسکے سوال اور ٹون پر تلملایا جس پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی، اسکی نفرت سے اٹی آنکھیں اوزان کے دل پر ضرب لگا گئیں۔

"یہی جو دو دن آپکو مجھ پر آتا رہا، میرے قریب آتے رہے۔ مجھے چھوتے رہے۔۔۔ اس سب کے لیے؟ میں بھی کہوں جس انسان کے ہر عمل سے میرے لیے نفرت، دھتکار ٹپک رہی تھی وہ اتنا مہربان کیسے ہو گیا۔ پہلے تو آپ نے بھی مجھے ناجائز ہی مانا ہو گا تبھی مجھ پر اپنا سایہ بھی پڑنے نہ دیا۔۔۔ اب جب معلوم ہوا کہ آپکی ہی کزن نکلی تو مجھ سے آپ نے بھی رویہ بہتر کر لیا۔۔۔۔۔ یو نو واٹ آئی ہیٹ یو"

وہ روتی ہوئی اوزان کی حرکت کرتی کائنات ساکن کرتی اس سے جس طرح بدگمان ہو کر گئی وہ خود دل میں اٹھتے درد کے باوجود اسکے پیچھے لپکا۔

گاڑی کی طرف جانے کے بجائے وہ یونہی سڑک پر دوڑنے لگی جب اوزان نے اسکی بازو دبوچتے روکتے اپنی طرف پلٹایا۔

" آئی ہیٹ یو اوزان دایب انصاری، سب سے نفرت ہو گئی ہے۔۔۔ مجھے اب آپکے ساتھ کہیں نہیں جانا۔ مجھے چھوڑ دیں میں اب کسی پر اعتبار نہیں کر سکتی۔ "

وہ بہت برا روتی اس سے اپنا آپ چھڑواتے چینخی، وہ جانتا تھا وہ بدگمان ہو گی پر نفرت کا اظہار کرتی وہ اس شخص کا کلیجہ کاٹ رہی تھی۔

"میں تمہیں ہر جواب دوں گا، لیکن مجھ سے نفرت مت کرنا زینیش۔۔۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نہ کہ جانتا ہوں تم ناجائز نہیں ہو۔ مجھ سے بے اعتبار ہو جانتا ہوں لیکن پلیز یہ مت کہو نفرت کرتی ہو۔ تم سے اور الایہ کے ساتھ

ظلم کرنے والے کو اوزان خود سزا دے گا، مجھ پر تھوڑا سا اعتبار کرو۔۔۔۔۔۔"

وہ جانتا تھا اس وقت وہ وحشی ہو رہی ہے، یہ ساری حقیقتیں اسے زندہ رہنے کے لائق نہیں چھوڑ رہیں پھر بھی وہ اوزان کے ایک بار کہنے پر جس طرح اسکے سینے لگی خود اوزان کی آنکھوں کے کنارے سرخی اتری۔

"م۔۔میں نے کتنا اچھا سمجھا تھا۔۔انکو اوزان۔۔۔یہ تک کہا کہ وہ مجھے بابا جیسے لگے۔۔۔۔بابا ہی نکل آئے۔۔۔۔بٹ۔۔۔انہوں نے جو ممی کے ساتھ کیا، میرے بچپن کو محرومیوں سے بھرا اسکے ل۔۔لیے میں انکو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔اور آپ نے میرے بابا یعقوب حیدر کی وجہ سے مجھ سے نفرت کی۔۔اب مجھے بھی تو اصولاً آپکے بابا کی وجہ سے آپ سے نفرت کرنی چاہیے نہ۔۔۔۔۔"

وہ پوری کانپ رہی تھی، وہ اسکے اس انصاف سے خود بکھر گیا۔ وہ حق پر تھی پر وہ اسکی نفرت سہنا محال جان رہا تھا۔

"تم حق پر ہو لیکن میں تمہاری نفرت برداشت نہیں کر سکتا، صرف تمہاری ناراضگی جان پر بن رہی ہے تو نفرت تو مجھے مار دے گی"

اس کمزور لمحے وہ بھی اعتراف کر گیا جس پر وہ اسکے سینے سے الگ ہوتی سرخ بھیگتی آنکھوں سے سر اٹھائے اس یکسر الگ شخص کو دیکھنے لگی۔

"ک۔۔کیوں؟ میری نفرت کیوں مارے گی آپکو۔ جب آپکی نفرت مجھے نہ مار سکی۔۔۔ مجھ کمزور اور ناتواں کو تو آپ تو بہت مضبوط ہیں۔ مکمل ہیں۔ کمپلیٹین ہیں۔۔۔ آپکو کیوں درد ہو گا بھلا۔۔۔ تکلیف؛ اذیت اور کرب تو ہم جیسوں کا مقدر رہے۔۔ جنھیں دکھ جھیلنا سیکھایا ہی نہیں جاتا"

وہ اسکی ہر بات پر بہت مشکل سے سن پایا، وہ اسے روتی ہوئی قبول نہ تھی۔

"رونا بند کرو اور چلو میرے ساتھ"

وہ اس کے لڑکھڑانے پر الٹا پریشان ہوا پر وہ نفی میں گردن ہلاتی واپس اسکے سینے سے جا لگی۔

"ن۔۔ نہیں جانا مجھے وہاں۔۔۔ جس گھر میں میری ممی کے قاتل رہتے ہیں۔۔۔ م۔۔ مجھے واپس چھوڑ آئیں۔ پلیز اوزان اگر آپکو میری زرا سی پرواہ ہے تو مجھے ابھی کہیں لے کر مت جائیں"

وہ اس سے منت کر رہی تھی، اسکا سانس رک رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ میرے گھر چلو گی؟"

اوزان کے سوال پر وہ پھر سے روبرو ہوئی، حیرت سے اوزان کو دیکھا۔

"آپکے گھر؟ آپکا کوئی اور بھی گھر ہے؟"

وہ اسکے رونا روکنے پر مبہم سا مسکرایا۔

"ہاں ہے اور وہاں سفید پھول بھی ہیں۔ رومیو جولیٹ بھی اور امید بھی ۔۔۔۔ چلو گی؟"

اتنی ساری خوشیوں سے بھری آفروہ کیسے جھٹلاتی، سب سے بڑی بات وہاں اوزان بھی تھا۔

"ہاں۔۔ لیکن آپ اپنے گندے چاچو کے بجائے میرا ساتھ دیں گے بس اس شرط پر جاوں گی"

وہ اسکی اس معصومانہ خواہش پر اسکو یقین دلاتا مسکرایا۔

"تمہارا ساتھ دوں گا"

اسے یہ کہتے سوچنا نہ پڑا۔

"لیکن میں آپ سے ابھی ب بھی بہت ناراض ہوں۔۔۔۔ ہرٹ کیا آپ نے مجھے۔ بہت ہرٹ کیا"

اسکی آنکھیں واپس بھیگیں تو اوزان نے واپس اسے پہلی بار اپنی خواہش اور شدت کے سنگ گلے لگایا، وہ اس پیار بھرے حصار پر اسکے سینے میں دبکی رو پڑی۔

"تم بھی کر لینا لیکن رومت۔۔۔۔ لٹس گو"

وہ اسے اجازت دے رہا تھا کہ وہ دل کے کسی بھی حصے ہر جب چاہے وار کرے اور زینیش بھلا اب کیا وار کرتی کہ خود ہی بھر بھری مٹی کی طرح ڈھیر ہو چکی تھی۔

..______________________________..

"یا میرے خدا! یہ کیا کہہ رہے ہو طلال؟"

ایزل مریم کے پیروں تلے سے زمین سرکی، وہ بمشکل صوفے کا سہارہ لے پاتے گرنے سے بچیں تھیں، طلال نے انکو تمام سچائی جب بتائی تو انکے دل پر بھی مزید گہرے زخم لگے، زینش کی سچائی سے لے کر دایب انصاری کہ اس گناہ تک ہر بات جو ایزل مریم کی حرکت کرتی کائنات ساکن کر گیا۔

"ن۔۔ نہیں طلال۔ میرے دایب ایسا نہیں کر سکتے۔ و۔۔ وہ تو کسی چیونٹی تک کو نقصان نہیں دیتے تھے۔ او میرے خدا یہ کیا ظلم ہو گیا"

وہ اپنی سسکیاں گھوٹتیں اس کرب میں گھٹ کر رہ گئیں، ڈرائیونگ پنار کر رہی تھی جبکہ اسکا دھیان بھی بڑی اور ایزل مریم کے مابین ہونے والی گفتگو کی جانب تھا کیونکہ انہوں نے فون سپیکر پر ڈال رکھا تھا۔

"مجھے بھی یقین نہیں آیا کہ لالہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، جو بھی ہے بھابھی جان میں اور اوزان اس معاملے کی مکمل تحقیقات کروائیں گے۔ زینش بہت ٹوٹ چکی ہو گی، اوزان اسکے ساتھ ہے لیکن وہ مجھے کیسے معاف کرے گی یہ

سوچ کر میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے اوزان اسے فارم ہاوس لے گیا، سب سچ جاننے کے بعد وہ ہماری شکلیں تک نہیں دیکھنا چاہے گی"

طلال نے بھلے امید افزاء ہو کر بہت سے معاملات نمٹائے پر کوئی اس عورت کے پوچھتا تو وہ بتاتی کہ دل تو انکا شادی کے پہلے دن ہی پھٹ چکا تھا جب انکو اپنے شوہر کی جانب سے سب ملا، مان، عزت، مرتبہ لیکن دل نہیں، ریزہ ریزہ پیوند لگے دل کو یہ سچائیاں آج پھر بکھیر چکی تھیں۔

"تم گھر آجاو پھر بات کرتے ہیں، اچھا ہے اس معصوم بچی کو اس گھر سے دور رہنے دو۔ اوزان نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایزل مریم کا بیٹا ہے۔"

وہ اس وقت بہت دکھی تھیں تبھی رابطہ توڑ گئیں جبکہ دیان جو ہوسپٹل سے اوزان کی ہدایت پر گھر آیا، انکے کمرے کی طرف ہی سیدھا چلا آیا تو بڑی امی کو دردناک روتا دیکھ کر وہ پریشانی سے لپک کر انکے پاس نہ صرف بیٹھا بلکہ انکا ہاتھ پکڑے فکر و اضطراب کے سنگ چوما۔

"کیا ہو گیا بڑی امی، ایسے کیوں رو رہی ہیں۔۔۔۔ بس بس ایک آنسو بھی نہیں۔ بتائیں کس نے آپکو رلایا؟"

وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ انکا پھٹا دل کوئی بھی رفو کرنے کی اہلیت نہ رکھتا تھا، جبکہ دیان آریز کے لیے انکی تکلیف سہنا دو بھر تھا۔

"تمہیں پتا ہے دیان، جب ایک لڑکی بیاہ کر جاتی ہے تو اسکے دل میں بہت سارے ارمان ہوتے ہیں۔ سراہے جانے کے، چاہے جانے کے، دل سے لگائے جانے کے۔۔۔ لیکن میرے سارے ارمان پہلے دن ہی چکنا چور ہو گئے۔ جب دایب انصاری نے کہا کہ انکا سب ایزل مریم کا ہے سوائے دل کے۔۔۔۔ تب میں جیسا روئی تھی نہ ویسا شاید کوئی نئی نویلی دلہن نہ روئی ہو گی۔ لگا تھا سارے آنسو بہا ڈالے۔ لیکن آج بالکل ویسی تکلیف دوبارہ محسوس ہو رہی ہے، جب یہ پتا چلا کہ دایب کی ایک خطاء نے ایک

خوبصورت محبت کا جہاں اجاڑ دیا۔۔۔۔تم جانتے ہو زینو کس کی بیٹی ہے دیان؟"

وہ آج پہلی بار ایزل مریم کو اتنا ٹوٹا ہوا دیکھ رہا تھا کہ اسے لگا وہ بھی انکی تکلیف کم کرنے میں ہار جائے گا، وہ انکے سوال پر حیرت و تکلیف سے انکے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"کس کی؟ بڑی امی یہ سب اذیت کیوں یاد کر رہی ہیں۔ میں آپکو روتا نہیں دیکھ سکتا پلیز رونا روک دیں"

خود دیان کی آواز لرزی، اس سے انکو سنبھالنا مشکل ہوا۔

"زینو، طلال اور آلایہ کی جائز بیٹی ہے۔ الایہ اور طلال کی زندگی برباد کرنے والے مجرموں میں ایک میرے دائب نکلے دیان۔۔۔۔یہ وہی گلے کا پھندا تھا جس نے انکی کئی سال جان سولی پر لٹکائی رکھی۔۔ میں کہتی رہی مجھے بتائیں، وہ میرے گلے لگ کر پہروں روتے رہتے تھے، مجھ تک سے بولنا

چھوڑ دیا۔ اپنی ایزل سے۔۔۔ یہاں تک کہ جب مشائم پیدا ہوئی تو ان سے مسکرایا تک نہ جا سکا۔۔۔ وہ دس سال جس اذیت میں دایب جلے میں بھی ساتھ جلی دیان۔۔۔ بتاو مجھے جب اتنی بڑی تکلیف ملے تو دل کو پھٹنے سے کیسے روکا جاتا ہے۔۔۔ یہ سب بابا نے کیا دیان۔۔۔۔ وہ اتنے بے رحم کیسے بن گئے۔۔۔۔ کیا انکو دایب کے مہربان دل کی خبر نہ تھی کہ وہ شخص گناہ کر کے جی نہیں سکے گا، اف میرے اللہ۔۔۔۔"

خود دیان کا دل ان حقیقتوں پر پھٹ کر رہ گیا، وہ انکو اپنے مضبوط سینے میں بسائے خود بھی اپنی سیاہ آنکھوں کو بھیگنے سے روک نہ سکا، فیروز شمشیر انصاری کے لیے دل نفرت کا جہنم بن کر رہ گیا، بس نہ چلا وہ اس سفاک کا جا کر گریبان دبوچ لیتا۔

"صبر کریں بڑی امی، ہر مجرم کو اسکی سزا ملے گی۔۔۔ مت روئیں۔ وہ بے حس سنگدل شخص ہر چیز کا بدلا بھگتے گا۔۔۔ مت کریں پلیز۔۔۔ مت روئیں۔ میں اوزان لالہ کو بلاوں؟ وہ ہی آپکو سنبھال سکتے ہیں۔۔۔ مجھے

انہوں نے ہی کال کر کے آپکے پاس رہنے کا کہا شاید وہ آپکی اس تکلیف کا غائبانہ اثر پا چکے تھے "

وہ دیان کی بس ایک بات سن سکیں اور فوری نفی میں سر ہلایا۔

" نہیں اسے مت بلانا، اسے زینو کے پاس رہنے دو۔ وہ بچی تو مجھ سے ہزار گنا زیادہ تکلیف میں ہو گی۔۔۔ اللہ اسکے دل کی حفاظت کریں۔۔۔ میرے بچے کو ہمت دیں کہ وہ اپنے نام لگی اس آزردہ روح کو سکون دے پائے۔۔۔ "

ایزل مریم کا اس وقت بھی زینو کے لیے تڑپنا دیان کا دل بھی دکھا گیا، وہ ایزل مریم کی مہربانی، اور فرشتہ صفتی کا قائل تو پہلے ہی تھا۔

" آپ جیسا واقعی اس دنیا میں کوئی نہیں ہے بڑی امی۔۔۔ اوکے رونا بند کریں ورنہ میں لالہ کو بتاتا ہوں کہ آپ رو رہی ہیں۔۔۔ بس نہ میرے پیاری حسینہ۔۔۔ یقین رکھیں کے ساری سچائی ضرور کھلے گی۔۔ اوزان لالہ

اب دادا کو نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ پلیز آپکو روتا دیکھ کر مجھے بھی رونا آرہا ہے، آپ تو بہت سٹرونگ ہیں۔۔۔ میری آئیڈیل ہیں۔۔۔۔"

دیان بھی پاس نہ ہوتا تو شاید وہ خود کو سنبھال نہ پاتیں، بظاہر دیان کی پریشانی کے سبب رونا روک گئیں پر آج وہ اپنے دایب کے کرب کی وجہ جان کر بہت تکلیف سے دوچار تھیں، حسرت سینے میں بلک رہی تھی کہ کاش دایب انکو اپنی اذیت میں شامل کرتے۔

"کاش آپ مجھے بتا دیتے یہ سب دایب، آپکی ہر تکلیف کا ازالہ کرتی۔ لیکن آپ سے محروم نہ ہونا پڑتا۔ پچھلے چودہ سال جیسے آپکی خوشبو کے بنا یہ ایزل مریم جی ہے کوئی جی کر دیکھائے تو مان جاوں۔ صرف آپکی دو امانتوں کے لیے سانس بھرتی رہی۔ کیونکہ آپکی خوشبو ان دو میں بسی ہوئی ہے۔۔۔ ورنہ جس دن آپ گئیے وہی دن ایزل مریم کی زندگی کا بھی آخری دن تھا"

وہ بھلے دیان کے سینے لگیں تھیں پر دل تو لہو اگل رہا تھا، انکے پھٹے دل پر جو قہر ہوا اس سے زمین بھی کانپ جاتی تب بھی کم تھا۔

دیان نے جیسے تیسے بڑی امی کو سنبھالا لیکن جب انکی طبعیت بگھڑنے کا خدشہ ہوا تو اس نے انکو لنچ زرا سا زبردستی کروائے سکون کا انجکشن دیا تاکہ وہ تھوڑی دیر اس اذیت سے نکل سکیں، سعدیہ کو وہ بڑی امی کے پاس رہنے کی خاص تاکید کر چکا تھا۔

اور خود واپس ہوسپٹل روانگی کے وقت ڈرائیونگ کے بیچ اس نے یہ سب اوزان کو بتایا جو خود زینیش کو جب سے فارم ہاوس لایا وہ لان میں لگے سفید پھولوں کے پاس کھڑی رو ہی رہی تھی، اس نے اوزان کو کچھ دیر اکیلا چھوڑنے کا کہا جس پر اوزان نے بھی اسے سپیس دی۔

"میں کوشش کرتا ہوں رات تک گھر چکر لگاوں، آئی جان کو اکیلا مت چھوڑنا دیان۔ ہوسپٹل سے جلدی گھر چلے جانا۔ زینیش کو بھی یہ سب بہت

ہرٹ کر چکا ہے اور وہ کسی کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی سوزرا اسے کمفرٹیبل کروں تو ملتا ہوں آکر۔۔۔"

اوزان بھی لان کے آخری کنارے اپنے ازلی پر وقار انداز میں کھڑا تھا اور اسکی تڑپتی نظر اذیت کے سنگ پشت کر کے کھڑی زینیش پر جمی تھی، بس نہ چل رہا تھا وہ کچھ بھی کر گزرے پر ان سنہری آنکھوں کے سارے آنسو چن لے۔

" آپ بے فکر رہیں لالہ، بڑی امی کو سکون کا انجکشن دیا تھا تا کہ کچھ دیر سو لیں۔ ایک اہم سرجری ہے اسکے فوری بعد میں گھر چلا جاوں گا۔ آپ زینو بھابھی کے پاس رہیں، بڑی امی کے پاس ہم سب ہیں لیکن انکے پاس صرف آپ ہیں"

دیان کا اسے بہت سہارہ تھا لیکن وہ ہر گز آئی جان کو اکیلا چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

کال آف کیے اس نے اک نظر ہلکی ہلکی دھوپ میں کھڑی زینیش پر ڈالی، یہاں آتے ہی اوزان نے عدم سمیت باقی تمام سٹاف کو بھی ایک دو دن کے لیے چھٹی دے دی تھی بس چوکیدار گیڈ پر موجود تھا، اوزان ہر گز نہیں چاہتا تھا کہ اسکی اور زینیش کی پرائیویسی متاثر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے اور زینیش کے ایک ساتھ ہونے کے بیچ ملازمین تک کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔

وہ اسکے پاس چلتا ہوا پہنچا جو اسکے قریب آتے ہی اسکی موجودگی محسوس کر چکی تھی، پھر نظر رومیو جولیٹ پر ڈالی تو وہ بھی نیچے زمین پر سفید گلاب کے پودے کے پاس ہی زینو کے پیروں میں بیٹھے تھے، وہ ممی کو یاد کیے رو رہی تھی تبھی وہ دونوں اداس تھے۔

"بس کرو رونا"

اسے بازو سے پکڑ کر نرمی سے اپنے سامنے پلٹائے اوزان نے اسکی تر گال پر ہاتھ کی پشت سہلائی مگر زینو کی خود پر جمی ناگوار نگاہ اسکا کلیجہ نوچ گئی۔

"میرے مقدر میں اب صرف رونا ہی تو رہ گیا ہے، کیوں آئے آپ میری زندگی میں؟ نہ آپ آتے نہ مجھے یہ بری بری حقیقتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔۔۔۔ آپ بھی تو اپنے بابا، دادا اور چاچو جیسے ہیں پھر کیوں ہیں میرے آس پاس۔۔۔۔ میں اپنی ممی کے قاتلوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔ اور آپکی کسی قسم کی ہمدردی نہیں چاہیے، بلکہ میری نظروں کی آخری حد سے بھی نکل جائیں"

وہ اس وقت سمجھ نہ سکتی تھی کہ کون اسکا ہے کون پرایا، پرائے تو دشمن تھے ہی اپنوں نے بھی جھوٹ فریب دے کر اسکی ذات میں کانٹے گاڑ دیے تھے، وہ روح اور جسم کے درد سے نڈھال تھی۔

وہ اس کو ویسے بھی اپنا دل دے چکا تھا، وہ زخم لگاتی تب بھی اوزان کو سر آنکھوں پر تھا لیکن وہ کمپلیئین ہو کر بھی زینیش کی ایسی لاتعلق اور سخت نظر برداشت نہ کر سکا، جسم و جان میں وہ یوں چنگاریاں نمودار کر رہی تھی۔

"مجھے تم اپنی ہر نظر میں پاؤ گی، یاد رکھنا۔۔۔ اور تمہاری طرح ہر جابر، ناانصاف اور شر انگیز سے مجھے بھی ویسی ہی نفرت ہے۔ تمہیں پتا بھی ہے اوزان دایب نے کیسی درماندہ زندگی جی ہے، جب مجھے غلط کا ادراک ہونے کے باوجود غلط کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔ میرے ہاتھ میں صرف گن تھمائی گئی، کہ یہی جینے کا واحد راستہ ہے۔ لیکن میں نے اسکے سوا ہر وہ چیز تھامنے کی کوشش کی جس نے مجھے میرا اجڑا سکون قطرہ ہی سہی لوٹانے کی کوشش کی۔ ان بہت سی چیزوں کی فہرست میں ایک تمہارا ہاتھ بھی شامل ہے"

وہ اسکے ملائم حرارت میں ڈوبے ہاتھ کو پھر سے اپنے خوبصورت، مضبوط اور پرکشش ہاتھ میں مقید کرتا بس ان سرخ انگارہ آنکھوں میں اذیت سے جھانکا جسے اب بھی اسکی کسی بات پر یقین کرنا منظور نہ تھا، وہ خود کو قائل نہ کر پا رہی تھی۔

بس اس کمپلیئین کے آخری اعتراف نے بہت دیر سے سہی زینیش کے دل میں جمع ہوتے غبار میں کمی کی۔

لیکن وہ ان آنسوؤں کے پھندے کا کیا کرتی جو حلق میں دباؤ بڑھا رہا تھا جو صرف چیخنے سے بہتر ہوتا۔

"م۔۔مجھے آپ پر اب یقین نہیں رہا۔۔۔جو دل توڑ سکتا ہے، جو کسی کی روح کو خود پر کھلنے کے باوجود اسے دھتکار دے وہ کسی بھی وقت مار بھی س۔ سکتا ہے۔"

وہ بے بس تھی، وہ یقین کرنا بھول چکی تھی جبکہ اوزان تو خود اس پر مر چکا تھا۔

"غلط کہہ رہی ہو تم زینیش، ہماری روح جس پر ایک بار کھل جائے اسکا نہ پیچھا چھوڑتی ہے نہ پیچھا چھوڑنے دیتی ہے۔ یہ تو دل ہیں جو بھٹک جاتے ہیں، ایک سے دو دو سے تین کی کہانی بھی ممکن ہو جاتی ہے کیونکہ دل کو بہلاوے اچھے لگتے ہیں۔ لیکن روح کے تعلق میں تیسرا لفظ تو کبھی ایجاد ہی نہیں ہوا۔"

وہ اسکے ہر لفظ کو ہنوز جھٹلا گئی، اسکے ہاتھ سے ہاتھ جھٹکنا چاہا جس ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکھنے کو دنیا ترستی تھی، وہ اسکی دی تکلیف سے نکل پانا مشکل جان رہی تھی، اوزان نے جو چند دن اسے اپنی حسرت سے جلایا وہ تابنا کی لیے زینو کی ذات میں کشید ہو چکے تھے۔

"آپ جھوٹے ہیں، آپ نے مجھے بھی ایز آ پیشنٹ لیا بس اور یہ سب صرف ہمدردیاں ہیں۔۔۔ ترس کھایا آلایہ کی اولاد پر۔۔۔ لیکن آپکی معلومات کے لیے بتادوں میں اتنی کمزور بھی نہیں کہ خود کو سنبھال نہ سکوں۔۔۔ اور جو آپکی دی تکلیفیں ہیں انہوں نے ویسے ہی میری برداشت کی کپیسیٹی بڑھا دی ہے۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ دیں، آپ کا صرف پاس کھڑے رہنا بھی میرا دم گھوٹ رہا ہے"

وہ اسکے سامنے کھڑی خود ہی اس شخص کے ہر عمل کے ٹھیک ہونے کا جیسے کھردرے لہجے اور بیگانی بنے اعتراف کر گئی تبھی تو وہ سرسری سا مسکرایا۔

"تم مان گئی کہ میری دی تکلیف نے تمہاری برداشت کو بڑھایا؟ ابھی ایڈمٹ کیا تم نے۔۔۔۔۔بس میں نے بھی یہی کیا تھا۔ ورنہ اس وقت ہم تمہارے کفن دفن میں مصروف ہوتے"

وہ اسکے مزاق پر اس وقت اور بپھری۔

"بہت ارمان ہے میری موت کا آپکو؟ فکر مت کریں کفن دفن انکا ہوتا ہے جو زندہ ہوں۔ میں نہیں ہوں۔ اب تو ان دشمنوں اور ظالموں کے خاندان کا حصہ بن کر تو میرا زندگی سے اعتبار اور اس سے جڑا شوق بھی اٹھ گیا"

وہ انتہائی شدت پسند بھی ہو گی اسکا اوزان کو ہر گز اندازہ نہ تھا، جیسے وہ اسکی بات پکڑ کر اسے اپنے جلے لہجے سے دکھ دے گئی اسے احساس ہی نہ ہوا کہ کتنا خوبصورت اور پاکیزہ دل جلا رہی ہے، وہ دل جس میں اللہ کا پاک کلام بہت خوبصورتی سے حفظ تھا۔

اوزان نے آنکھیں بند کیں اور بس یونہی تسلی کو چند آیات پڑھیں اور زینیش پر یوں پھونکیں کہ اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

پھر جب اسکے اطراف بازو حائل کیے اسے نرمی سے اپنے وجود میں بسایا تو وہ بنا کوئی اعتراض کیے اسکے حصار میں پر سکون ہوتی آنکھیں موند کر سمٹ گئی۔

"میں جانتا ہوں ٹوٹی چیز دوبارہ جوڑنے کی کوشش کی جائے تو اپنی تھوڑی بہت دلکشی کھو دیتی ہے، ہم دو کے رشتے میں بھی یہی ہو گا لیکن میں تمہارا یقین واپس پانے کی ہر کوشش کروں گا زینیش۔"

وہ بہت پر سکون ہوئی، جیسے دل کو کسی نے پہاڑ کر دیا ہو، وہ اپنی خوشبو سے کسی بھی لمحے زینیش کا اختیار چھین سکتا تھا، وہ اوزان کے دھڑکتے دل کی تو اسی لمحہ اسیر ہو گی تھی جب وہ پہلی بار اسکے سینے سے ٹکرائی تھی، کچھ دیر ان

دھڑکنوں کو محسوس کیا تھا، اس جسم کی حدت خود میں اتاری تھی پھر اس وقت تو اوزان ہی اسکے چار سو تھا۔

"مجھے نہیں کرنا آپ پر یقین، لیکن آپکے پاس آکر مجھے سکون کیوں ملتا ہے اتنا؟ آپ تو بہت برے ہیں۔ پھر آپ سے بری وائبز آنی چاہیں۔ میں نے پڑھا تھا کہیں کہ برے اور خود غرض لوگوں کے جسم سے سیاہ روشنی پھوٹتی ہے جو رونے والے مظلوم کو دیکھائی بھی دیتی ہے۔ م۔۔مجھے کیوں نہیں دیکھائی دیتی پھر؟؟؟ کیوں"

وہ اسکے ان جان لیوا اعترافات اور شکووں پر گہرا مسکرایا، وہ اسکا سکون ہے یہ جان کر اوزان دایب کی روح تک مسروری اتری۔

"جہاں آپکا سکون ہو وہاں ٹھہر جانا چاہیے"

وہ اس سے دور ہونے لگی مگر اوزان نے اسکے گرد اپنے بندھے بازو زرا شدت سے لپیٹے سرگوشی کی، وہ بازگشت بنی زینیش کی روح کے زندان میں بھٹک کر وہاں امید کا راج قائم کرتی محسوس ہوئی۔

"میرا ہے، آپکا تھوڑی ہے۔۔ آپ تو مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ آپکو تو اس وقت برا الگ رہا ہو گا"

سب جانتے بوجھتے وہ یہ دل جلی باتیں کیے خود بھی جل رہی تھی اور اوزان دایب کو بھی جلا رہی تھی۔

"مجھے جو برا لگتا ہے اسے میں نرم نظر تک کے قابل نہیں سمجھتا زینیش"

وہ اسکو دیکھنے کی کوشش میں زرا اسکے ڈھیلے حصار سے آزاد ہوئی، وہ اسکا خود کو دیکھنا دیکھ کر زرا دیر کو ساکن رہ گئی۔

"یہ نظر فریب بھی ہو سکتی ہے، جس نے آپکی نفرت بھری آنکھیں دیکھی ہوں اسے یہ مرہم کافی نہیں ہے۔ آپ اصل میں کیا ہیں؟ اچھے یا برے؟"

وہ ابھی اپنی الجھنوں میں تھی مگر زرا سی تحقیق نے اسے سر تا پیر گما دیا کہ آخر یہ شخص ہے کون۔

"یہ تم کھو جو میں جلد تمہارا یقین واپس دلاوں گا، اب آجاو کچھ دیر آرام کر لو"

وہ اسکے ساتھ کہیں نہ جانا چاہتی تھی، آرام تو خود پر حرام کر چکی تھی لیکن اوزان اس سے مزید بات کرنا اپنی عافیت پر ظلم محسوس کرتا بے چین ہوا۔

"نہیں کرنا مجھے آرام، جائیں یہاں سے۔۔۔ مجھے آپکے ساتھ ایک چھت تلے سانس تک نہیں لینا۔۔۔ یہیں رہوں گی۔۔۔ بس نہیں ہلنا تک بھی۔۔۔ جائیں چلے جائیں۔۔۔۔"

وہ اس سے فوری دور ہوئی اور نظر بھی پھیر لی جبکہ اوزان جانتا تھا اس وقت وہ کوئی زبردستی برداشت نہیں کر سکتی تبھی خاموشی سے اسے یہ تنہائی سونپتا وہاں سے چلا گیا تو اسکے دور جانے پر بھی وہ غم زدہ ہو گئی۔

پلٹ کر پھر سے وہیں گھاس پر بیٹھی اور آنکھیں پھر آبدیدہ ہوتی گئیں۔

..________________________..

طلال نے پنار کو گھر کے باہر ڈراپ کیا تو وہ جاتے جاتے رکی۔

"زینو کی تکلیف میں ابھی صرف اوزان کمی کر سکتا ہے بڈی، کم از کم ایک دو دن آپ زینو سے بات کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ اسے تھوڑا سنبھلنے دیں۔ تب تک آپ بھی ہمت جمع کر لیں کہ کیسے اس کا سامنا کرنا ہے۔ آئی ایم ود یو"

وہ پنار کی تاکید، اور اس صلاح پر کرب زدہ سے ہوئے، زینو کا سامنا جان پر وبال تھا۔

"ٹھیک ہے لاڈلی"

وہ بمشکل ہی بول سکے جس پر وہ اداس سا مسکرائی انکو بائے کہے گھر کے اندر جب تک نہ گئی وہ وہیں اسکو جاتا دیکھتے رہے اور پھر واپس انصاری حویلی جانے کو گاڑی سٹارٹ کی۔

وہیں پنار جب واپس آئی تو دو بج چکے تھے، ممی تو اسے کچن میں دیکھائی دے دیں لیکن وہ سیدھی اپنے روم میں گئی، بیگ اور فون رکھے الماں اور مشائم سے ملنے انکے کمرے کی طرف بڑھی۔

میشی الماں کا جانے کے لیے سوٹ کیس پیک کر رہی تھی جبکہ بہت افسردہ بھی تھی اور الماں اسکی چپ پر تھوڑا فکر مند تھا، اسی لمحے دروازے پر ہوتی دستک پر الماں نے آنے کی اجازت دی تو پنار نے اندر داخل ہوتے دونوں کے اداس چہرے جبرا مسکراہٹ کے باوجود بھانپے۔

الماں تو اسے دیکھتے ہی مسکرا اجو اکر پہلے سیدھی اس سے لپٹی اور پھر نرم سی مسکراہٹ سجا کر بیڈ کے پاس کھڑی میشی کی طرف بڑھی۔

"اومائی گارڈلالہ، آپ نے تو مشائم کو مزید پریٹی کر دیا۔ بہت مس کیا میں نے تمہیں۔ لیکن میری اس لاڈلی بھابھی کی آنکھوں میں اتنی ساری اداسی کیوں ہے۔ لالہ بھلے جا رہے ہیں میشی لیکن میں ہوں یہاں اب تمہارے پاس۔ بالکل اداس مت ہو۔ ہم مزے سے مل کر بہت سارا انجوائے کرتے ہوئے کیپٹن کی واپسی کا انتظار کریں گے"

پنار کا چہکتا لاڈ بھرا انداز میشی کو اور افسردہ کر گیا اور پنار نے اسے پکڑ کر جب گلے لگایا تو الماان مشائم کی نم ہوتی آنکھیں دیکھ چکا تھا۔

خود پنار افسردہ ہوئی۔

"آپکو بھی بہت مس کیا پنار آپا"

وہ بہت مشکل سے کہہ سکی آواز رندی جبکہ پنار نے اسکو بھی پیار سے دیکھا اور پھر اسکی نظر الماان سے ملی جو اسے میشی کے لیے ایکسٹرا احتیاط ہونے کا اشارہ بھی کر چکا تھا۔

"چلیں پھر لنچ ساتھ کرتے ہیں، میں بھی فریش ہو جاتی۔ تم دو ایک دوسرے کے ساتھ رہو"

پنار نے لالہ کو مطمئین سا اشارہ کیا اور خود بھی دونوں کے یہ سپیشل ٹائم کو مزید نہ لیتی چلی گئی جبکہ میشی جس طرح آنسو روکے تھی، الماں کے عقب سے حصار نے پر پلٹ کر اسکے روبرو ہوئی، لمحے میں اسکی گرے آنکھیں سرخ ہوئیں۔

"میشی، تم میری سٹرونگ گرل ہو۔ ایسے پریشان ہو گی تو میں نہیں جا پاؤں گا۔ آئی پرامسس میں جلدی آوں گا۔ پلیز رومت، یہاں آو"

وہ اسے جتنا بھی سمجھالیتا، مشائم کا دل بہت بری طرح تڑپ رہا تھا، یہ سوچنا ہی محال تھا کہ وہ اسکے پاس ہر اس لمحے موجود نہ ہو گا جب اسے الماں کی ضرورت ہو گی۔

"الماں۔۔۔ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے آپکے اوجھل ہوتے ہی میشی مر جائے گی"

وہ یہ سب جس روانی اور دلخراشی سے بولی، الماں نے اسے روبرو کھینچ کر کرتے سرد نظر سے دیکھا۔

"کیا فضول بک بک کی تم نے؟ میں تمہاری جان لے لوں گا۔۔۔۔میرا جانا مشکل مت کرو مشائم۔ میں تم سے رابطہ رکھوں گا، اتنی خوبصورت رات کے بعد تو تمہیں کھلھلانا چاہیے۔ اور سوچو اگر میں یہاں تمہارے پاس رہتا تو تمہاری ہر رات گزری رات جیسی مشکل ہو جاتی۔۔۔اسی پر خوش ہو جاو کہ تمہیں روز روز میرے لیے جان نہیں دینی پڑے گی"

وہ اسے جن حوالوں سے قائل کر رہا تھا، کیا بتاتی کہ وہ اسی کی طلب گار بن چکی ہے تبھی تو بس آنسو بہاتی اسکے مہکتے پہاڑ سینے سے لپٹ گئی۔

"م۔۔میں روز روز تو کیا ہر لمحہ آپکے لیے جان دے سکتی ہوں المان، میری قسم کھائیں کہ آپ جلدی آئیں گے۔۔۔اور صیح سلامت۔۔۔۔ قسم کھائیں"

وہ اسکے لیے ڈر رہی تھی، وہ جہاں جارہا تھا وہاں ہتھیلی پر جان رکھنی فرض کا حصہ تھی۔

وہ اس سے وعدہ مانگ کر رو رہی تھی، اور وہ اسکے آنسوؤں کے تھمنے کے لیے ہر وعدہ کر سکتا تھا بھلے وفا ہوتا یا نہیں۔

"قسم نہیں کھا سکتا، فوجی ایسے وعدے نہیں کر سکتے میری جان۔ لیکن تم میری زندگی بنی ہو تو میری عافیت اور محافظ بھی بنو گی۔ تمہاری محبت مجھے ہر سرد گرم سے بچائے گی۔ اور میں جنگ پر تھوڑی جارہا ہوں، رینڈم ڈیوٹیز ہیں۔۔۔۔"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے پیار سے قائل کر رہا تھا پر کیپٹن کے وعدہ نہ کرنے پر وہ تڑپی۔

اسکے گال کو چومتی، پھر اسکی ٹھوڑی، آنکھوں اور ہر نقش پر اپنے گلاب ہونٹوں کو رکھتی نظر جھکا کر اسکی گردن میں بازو حائل کیے تڑپ کر ساتھ جا لگی۔

"جیسے آئی جان کو بابا چھوڑ گئے۔۔۔۔مجھے آپ مت چھوڑنا۔۔۔وہ تو جی گئیں لیکن قسم سے میں دوسرا سانس بھی نہیں لے س۔۔سکوں گی۔۔۔م۔۔مجھے بہت ڈر رہا ہے آپکو بھیجنے سے۔۔۔۔المان یہ بہت تکلیف دہ کیوں ہے؟ کیوں ہے"

وہ اسکے کانپنے پر اپنے بازو اسکے گرد شدت سے حصار گیا، سمجھ نہ آئی میشی کے ڈر کیسے مٹائے۔

"کتنا فضول سوچتی ہو، ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ اب بس مزید نہیں رونا۔ لنچ کرتے ہی نکل جاوں گا ورنہ دیر ہو جائے گی۔ تم کیپٹن المان سیال کی بیوی ہو ،اب تمہیں میری جدائی بہت بہادر بنائے گی۔ رونا مت میرے پیچھے، مجھے پتا چل جائے گا۔ ٹھیک ہے مشائم المان۔۔۔۔ تم سن رہی ہو"

سنتی کیسے کہ اس شخص کی خود میں اتری خوشبو کے باوجود وہ اسے مزید درکار تھا۔

"سن ہی تو نہیں پا رہی۔۔۔۔ آپ کو ہگ کرنے کا دل چاہا تو کیا میں سر دیوار سے ٹکراوں گی۔۔۔۔ اور آپکی کس جو میرا ڈپریشن دور کرتی ہے، مجھے اپنے ہگس، کسیز پیک کر کے دے دیں پلیز"

اتنی جان لیوا سچویشن میں وہ مشائم کے اس درجہ منت بھرے انداز پر مسکرا اٹھا۔

"اوکے ابھی کر لو ایڈوانس ڈھیڑ سارے ہگس اور کسیز۔۔۔ پھر ان سے کام چلا لینا"

وہ اسکے مزاق اڑانے پر مزید بگھڑی۔

"نو۔۔۔ابھی میں فل ہوں"

وہ منہ پھلائے اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی رکھ گئی، وہ بے خود ہوا اور ہتھیلی ہٹائے اسکے نرم ہونٹوں پر نرمی سے لمس بکھیرے مشائم المان کو کمر سے جکڑے اس سلسلے کو تب تک طول دیا جب تک مشائم نے اسکے سینے سے شرٹ نہ جکڑ کر پھڑ پھڑا اٹھتے احتجاج کیا۔

"ایکسٹرا فل کر دیا، ابھی رات تو میں نے رومینس کے سارے ولڈ ریکارڈ توڑے مشائم۔۔۔ اب تو تمہیں مجھ سے پناہ مانگنی چاہیے، تمہارے تم پر جتنا ظلم میں نے ڈھایا، شدت بھری مہروں کے رنگ پھیکے پڑنے سے پہلے ہی

لوٹ آوں گا۔نئے رنگ چڑھانے۔۔۔اب مسکرادو تاکہ میرا ڈوبتا دل بحال ہو"

وہ اسکے الفاظ کی حدت سے رات سے بھی زیادہ شدید کانپ اٹھی، اب تک اسکا دل، روح اور وجود المان کے سونپے نشاط سے لبریز تھا، مہک رہا تھا۔

"پرامس"

وہ اسکے اس پیار بھرے جملے پر جی اٹھی۔

"یس، بائے داوے تھینک یو مجھے مکمل کرنے کے لیے۔مجھے سکون دینے کے لیے، آئی لو ویو مشائم۔۔۔۔"

وہ اسکی گردن پر جھکا، وہاں قربت کا جام پی پی کر رسیلے ہوتے ہونٹوں کا لمس رکھا تو وہ پھر سے کانپ اٹھی۔

"تھینک یو مجھے بھی بہت ساری خوشی دینے کے لیے، مجھے اپنے لائق سمجھنے کے لیے۔ میرے بہت قریب آنے کے لیے۔ آپ سر سے پیر تک ایسے پیارے ہیں کہ میں فلیٹ ہو گئی پہلے سے زیادہ"

وہ بھی اداسی سی نکلی تو آخر تک شرمگیں ہوتی واپس اسکے پہاڑ سینے میں چھپی۔

"اہمم اہمم تھینک یو فار دی کمپلیمنٹ بیگم، میں تو لٹ گیا۔۔۔۔ پورا۔۔۔ چلو اب یہ ڈبل مینگ باتیں بند کرتے ہیں۔ اور اب مجھے تم خوشی بائے کہنا۔ اوکے؟"

الماں کے سنگت کا ایسا گہرا اثر تھا کہ وہ رات کے شریر گستاخ لمحے سوچ کر ہی سرخ رو ہوتی مسکرا دی۔

اور اسکی محبت کے غائبانہ حصار میں تب بھی لپٹی رہی جب وہ اسکی جبین چوم کر الوداعی لمس سے اسکے اندر شور مچاتے ہر جنون کو سکوت بخش گیا۔

سب کے ساتھ لنچ کیے وہ ایک نیا المان بن کر اپنی ڈیوٹی پر واپس روانہ ہو گیا، اور مشائم کو ایک خوبصورت انتظار میں باندھ گیا۔

پنار نے بھی مشائم کو اکیلا نہیں ہونے دینا تھا، وہ المان سے زیادہ مہربان تھی۔

میشی نے بھی کچھ دیر پنار سے گپ شپ کی پھر وہ واپس پڑھائی کو روم میں چلی گئی جبکہ پنار نے بھی فائنلی اپنے جناب کی خیر خبر کو شام چار بجے تک ہوسپٹل روانگی کی کیونکہ وہ جانتی تھی وہ اسے آج جو ملنے والی ہے وہ بہت سپیشل ہو گا۔

جب پنار ہوسپٹل پہنچی تب دیان بس جانے ہی والا تھا، سرجری ہو چکی تھی جبکہ سعدیہ نے اسے کال کر کے طلال کے آنے کا بھی بتا دیا سو وہ تھوڑا مطمئین ہو کر اپنے پیشنٹس دیکھ پایا۔

پنار، اولیو کلر شارٹ کرتی کے نیچے وائیٹ چکن ٹراوزر کے ہمراہ براون بال کھولے، خوبصورت پیروں میں فلیٹ پرل چپل پہنے، کانوں میں دیان کے

ائیر رنگز پہنے، وولی سٹالر گلے میں رول کیے اوپر اوپن وولی جرسی پہن کر آئی جس نے اپنے روم میں آتے ہی اسے اتارا۔

سب ڈاکٹرز سٹاف نے اسے آتے ہی مبارک دی جسے اس نے بہت اتراہٹ سے قبول کی اور پھر دیان کی اسکے کیبن میں موجودگی کی اطلاع پائے وہ خود کو پر اعتماد بنائے اسکے کیبن کی طرف بڑھی، یہ الگ بات تھی کہ دل کہ دھڑکنیں تھمی ہوئی تھیں۔

"یا اللہ اتنا مشکل کیوں لگ رہا ہے اسکا سامنا؟ پنار کیا ہو گیا ہے وہ کھا تھوڑی جائے گا۔ پہلے ہی اسے بہت ستا چکی ہو۔ اب رحم کھانا۔ جو چاہے کرنے دینا۔ بھلے کس ہو یا ہگ۔۔ خبر دار جو تم نے اپنی انا اس وقت اپنے اور دیان کے بیچ آنے دی"

اتنی پر اعتماد ہو کر بھی وہ کانپ رہی تھی شاید دیان آریز تھا ہی ایسا کہ وہ اس سے اپنے جڑتے رشتے کے بعد اس کے آگے کمزور پڑنے کے خدشوں میں تھی۔

گہرا سانس بھر کر خود کو مضبوط کیا، دل کی تیز دھڑکن استوار کی اور دستک دیتی وہ ڈور اوپن کیے اندر جھانکی تو وہ جو اپنی براون جیکٹ اٹھائے بس جانے کو تھا، پنار کو دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں الوہی چمک اتری، اس آپسراہ کا دیدار دیان آریز کا دن خوبصورت کر گیا، بہت شدت سے وہ اسکا منتظر تھا اور وہ جس طرح سج دھج کر اسکے دیے تحفے کو پہن کر آئی وہ دیان کی دھڑکنیں، اسکا اختیار بھی سلب کر گیا۔

اس سرپرائز پر دیان آریز اسے سراہے بنا آج کیسے رہتا۔

"میں آگئی ڈاکٹر دیان۔۔۔ کیا اندر آجاوں؟"

وہ ویسی ہی پر اعتماد ہوئی جس پر دیان اسکے نزدیک گیا اور اسے بازو سے پکڑے جس بے تکلفی سے اندر کھینچتے دروازہ بند کیے ساتھ لاک کیا، پنار کی جمع کی ساری ہمت ہوا ہوئی جبکہ دیان آریز کی بے باک نظریں اسکے چہرے کے خوف سے محظوظ ہوئیں، وہ اسکے یکدم تیز تیز دھڑکتے دل سے بدحواس ہونے کو محسوس کر چکا تھا تبھی تو ان سیاہ آنکھوں میں ایسا خمار اترا جو پنار کے حواسوں پر دھند پھیلا سکنے میں بہت قوی تھا۔

"ا۔۔ایسے مت دیکھیں، اچھے نہیں لگ رہے"

وہ اسکے مضبوط سینے سے گھبرا کر ہتھیلی جوڑے پھر پھڑائی مگر وہ مزید اسکی طرف سرک کر اپنے آپ کو پنار سے جوڑ چکا تھا بس پنار نے ہتھیلیوں کو ٹیکے جو چہروں کے بیچ فاصلہ برقرار رکھا وہی باقی بچا ورنہ جس نزدیکی اور سلگتی قربت کا وہ دو اس وقت شکار تھے وہ جسموں کی حرارت اور دلوں کی دھڑکن میں شدت لے آئی۔

"تھا تو تم سے بہت ناراض کیونکہ تم نے مجھے نظر انداز کیا لیکن تم نے میری اس زرا سی قربت میں گھبرا کر میرے غضب کی آگ بجھا دی۔ تھوڑا شرما بھی لو اپنے شوہر کے سامنے بے بس ہو کر موجود ہو، کچھ بھی ہو سکتا ہے"

وہ اسکی اس درجہ غیر متوقع ٹون پر واپس بگھڑی، دل چاہا اسکا سر پھوڑ دے، وہ یہ سوچ کر آئی تھی اگر وہ اسکے سامنے جھک گیا تو وہ اسے خود پر ہر جائز اختیار سونپے گی لیکن اس شخص کے غرور کے ویسے ہی قائم ہونے پر پنار نے خود کو ملامت کی۔

"آپ کے آگے شرماتی ہے میری چپل، ہٹیں پیچھے ورنہ شور مچا دوں گی۔۔۔۔"

جتنے ارمان لیے آئی تھی سب اس چھچھورے نے ریزہ کیے، وہ کیسے بھول گئی تھی کہ وہ ہٹ دھرم اور لیچڑ قسم کا آدمی ہے، کس ہگ تو اگلی صدی ہی کرے گا، پنار کا دل چاہا اپنے خیالات کو آگ چھڑک کر پھونک دے۔

"تم مجھ سے ملے بنا کیوں گئی؟"

وہ اسکے غصے کے باوجود رعب سے بولا جس پر وہ بھی ضد میں آئی، اسے پوری قوت سے دھکیل کر پیچھے کیا۔

"مل کر کیا ہوتا؟ یہی جلی کٹی ہی سناتے جو اب سنا رہے ہیں۔ آپ انتہائی بدماغ انسان ہیں دیان آریز۔ شاید میں نے یہاں آکر غلطی کر دی۔ سوچا تھا انسان بن گئے ہوں گے۔ فون پر تو مرے جا رہے تھے جیسے سانس نہ آرہی ہو.."

وہ پست سا دھاڑتی اس پر چلائی مگر دیان آریز کو واقعی سانس اب آئی جب اس نے پنار کے حرکت کرتے ہونٹوں پر پہلے اپنی آنکھیں جمائیں پھر انکی جگہ اپنے پر شدت ہونٹوں کو اجارہ داری کی ایسی اجازت کو دی کہ پنار کی آواز کے ساتھ حلق میں دوسرا سانس بھی دب گیا۔

"ہاں میری سانس رکی ہوئی تھی پنار، اب چلی ہے"

آہستگی سے اسکی سانسوں کو معطر کرتے آزادی دیتا وہ پنار کے سارے اعتراض، غصہ اور خفگی بس ایک بندیش سے جھاگ بنا گیا، وہ اس وقت یوں تھی جیسے حرکت تک میں مفلوج ہو گئی ہو، اس پہلے لمس نے اس لڑکی کے پورے وجود میں جو سوندھی سوندھی خوشبو اتاری اسکی راحت وہ ساری عمر بیان نہ سکتی تھی، اس قدر مکمل احساس، چاہے جانے کا، تھمی ہوئی پنار، دیان آریز کی دھڑکنیں سست کر گئی۔

پنار کی آنکھوں میں اس لمس نے نمی سی بھری، وہ ایسی ہی شدت چاہتی تھی دل چاہا وہ دوبارہ قریب آئے، اس سے بھی سانس لینے کا اختیار چھین لے۔

بیچ کی معنی خیز چپ کو اسی نے توڑا، اسکے بالوں میں انگلیاں پھیر کر سہلاتے پنار کا جھکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھایا، اسکی آنکھوں میں جذب جھانکا۔

"مجھے ج۔۔ جانا چاہیے"

وہ اس وقت کچھ کہنا تک بھول گئی، اس سے پہلے خود پر اختیار کھو دیتی، دیان نے اسکی بازو پکڑے روکا بھی اور پلٹایا بھی اور وہ اسکے سینے کے قریب آ لگتی گہرا سانس بھرتی اس شخص کی سانسوں کو اپنے رخساروں کو چھوتا محسوس کرتی عجیب بے جان پڑی۔

"کیا میں تمہیں جب چاہوں یوں اپنے قریب کر سکتا ہوں؟"

وہ اسکے سوال پر ہوش میں آئی، کھڑا ہونا محال تھا کیونکہ جب اسکی خواہش بڑھی تھی تو وہ دور ہو گیا تھا، دل چاہا منع کر دے اس بے مروت کو۔

"مجھے ابھی جانے دیں، بات کے لائق نہیں چھوڑا آپ نے مجھے"

وہ روٹھ گئی تھی، وہ اسکی خواہش سمجھ نہ پایا۔

لیکن اس بار اس نے اسے جلدی خود سے رہائی دینے کی کوئی کوشش نہ کرتے اپنا ہاتھ پنار کی کمر میں لپیٹے جن سانس سانس شدتوں سے اسکی زبان

کے زائقے چرائے، وہ لمحہ پنار کا دل رکا، لیکن اس نے اب بھی نہ انکار کیا نہ اعتراض۔

اور تب تک آزادی خود پر حرام رکھی جب تک خود پنار نے نجات پانے کے بعد اسکے سینے میں چہرہ چھپا نہ لیا، دیان آریز کے دل پر حکمرانی کرنے والی آپسراہ نے قبول کرتے ہی سکون بھر دیا تھا اسکے بے سکون جسم میں۔

"تم مجھے بہت ٹف ٹائم دو گی پنار دیان آریز"

وہ اسکی جان لیوا سرگوشی پر مزید اس کے حصار میں سمٹی، بازو اسکے اطراف کے جاتے جس طرح اس سے لپٹی، دیان آریز کے ہونٹوں پر پر سرور مسکراہٹ جگی جبکہ پنار کی آنکھیں سختی سے بند اور سانس اکھڑا ہوا تھا۔

"ہمم۔۔ سوچ ہے آپکی"

وہ اس سے الگ ہونا ہی نہ چاہ رہی تھی، ایسا سرور تو اس نے ساری زندگی نہ محسوس کیا جو یہ شخص اپنے سبب چند لمحوں بھی بخش گیا۔

"چلو پہلے جیسی ہو جاو اب مجھے لڑنا ہے تم سے"

وہ اسکی شریر دبنگ سرگوشی پر بمشکل اس سے آنکھیں چراتی روبرو ہوئی تو اس شیرنی کا گلابی چہرہ دیان آریز کے دل میں ہلچل مچا گیا۔

"نو پلیز ابھی نہیں، ابھی مجھے جانے دیں۔۔۔ میں کل ملتی ہوں۔"

وہ اس سے نظر نہ ملا پاتے بھاگی جس پر دیان نے اسکا ہاتھ جکڑا مگر وہ پلٹ چکی تھی۔

"کل بھی ایسی ہی ملو گی پر امس کرو پھر جانے دوں گا؟"

وہ اسے دیکھ تو نہ سکی پر اسکے لہجے میں تیرتی شدت ضرور پنار کا حلق خشک کر گئی۔

"کل کی کل دیکھیں گے۔۔۔ پلیز دیان ابھی جانے دیں۔۔ آئی ایم ناٹ فیلنگ ویل۔۔۔ ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ"

پنار کے یہ جملے اسے ابھار رہے تھے پر وہ ٹھہرا مغرور انا زادہ، رحم کھایا بھی اور پنار کا ہاتھ بھی آزاد کیا۔

"ٹیک کیئر۔۔۔پاگل مت ہو جانا ڈاکٹر پنار"

وہ جانتا تھا اسکی کیفیت تبھی سلگانے پر الوداع کہا جس پر وہ پلٹ کر ایسی گھوری کہ اگلے ہی پل دونوں ہنسے جبکہ پنار نے تیزی سے قدم اسکے کیبن سے باہر نکالے، سمجھ نہ آیا اس سکون، اس خوشی پر کیا کر بیٹھے۔

"ہاہا بڑی آئی تھی میرے ہوش اڑانے والی، میری ایک پہ

یش قدمی ہی میڈم کو دنیا میں لے آئی۔ ابھی تو یہ شروعات بھی نہیں پنار دیان آریز، تم میری کیسی محبت ہو جلد جان جاو گی۔۔ جان لیوا لڑکی"

آج اس شخص کے ہونٹوں پر یہ خمار انگیز مسکراہٹ ہمیشہ کے لیے ثبت ہو چکی تھی، وہ اترایا کیونکہ پنار سیال کے دل کا واحد حکمران جو تھا۔

یہ شخص ایک ہی لمحے میں پنار سیال کی جان لے چکا تھا اور واقعی ان دو کی یہ ملاقات مدہوش کرنے میں بہت قوی تھی اور پنار کو ابھی اپنے ہوش واپس سنبھالنے ناممکن لگ رہے تھے۔

..______________________..

اوزان کچھ کام کے سلسلے میں اپنے کلینک آفس آیا اور اسی بیچ اسکی آنکھ لگ گئی، مغرب کی آذان پر اسکی آنکھ کھلی تو وہ گھبرا کر اٹھا، فوری اٹھ کر زینیش کو دیکھنے بایر آیا تو وہ اسی جگہ لان میں اس ٹھنڈ کے باوجود بیٹھی اسے غصہ دلا گئی۔

ایک تو اپنے بے وقت سونے ہر اسے غضب تھا دوسرا اس ڈھیٹ پر جیسے سردی کا کوئی احساس نہ تھا۔

"تم تب سے یہیں جمی بیٹھی ہو، دماغ پھر گیا کیا؟"

اسکے پاس جائے وہ جھک کر اسے بازو سے پکڑے اٹھائے دھاڑا توزینیش نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتے منہ موڑا۔

"میں اپنے کہے میں بہت پکی ہوں مسٹر کمپلیئین، میرا سانس اگر یہاں ان پھولوں کے بیچ رواں ہے تو غنیمنت جانیں کیونکہ آپکے اس گھر میں بھی رک جائے گا، مجھ میں خود کو مارنے کی ہمت نہیں کہ اس تکلیف سے نجات پا سکوں۔۔۔ ممی کا ایک ایک آنسو مجھے جہنم میں سلگا رہا ہے، اتنی زلت، اتنی نفرت۔۔۔ میرے پاس نفرت کرنے کی قوت بھی نہیں ہے۔۔۔۔ مجھے ان نفرتوں اور تکلیفوں کے بیچ نہیں رہنا۔۔۔ مجھے ممی کے پاس جانا ہے۔۔۔ میں بابا کی جگہ ا۔ اس شخص کو نہیں دے سکوں گی۔۔۔ میرا سوچ کر ہی دم گھٹ رہا ہے"

وہ اب بھی ویسی ہی تھی، نقاہت کے سب اسکا سر چکرا رہا تھا تبھی جب وہ یہ تکلیف بیاں کرتے روئی تو اوزان نے اسکو جھٹکے سے بازوں میں اٹھایا اور بنا اسکی کوئی فضول کی تکرار سنے وہ اندر لے کر بڑھا۔

"سب بھول جاوا بھی، میں یقین سے کہتا ہوں میری موجودگی تمہارا سانس بند ہونے نہ دے گی۔ نہ اس گھر کی دیواروں میں تاریکی کا اثر دبا ہے۔ تم یہاں سکون پاؤ گی۔۔۔۔ یہ اوزان دایب کی دنیا ہے تو تمہیں شرطیہ راس آئے گی"

وہ اسکی اب بھی کوئی بات نہ سن پائی تب بھی منہ موڑا جب اوزان نے اسکو بازوؤں سے اپنے روم میں لا کر اتارا، بہت خوبصورت اور سب سے اچھی بات مناسب رقبے پر پھیلا کمرہ تھا جس میں بڑی سی شیشے کی کھڑکی ان سفید پھولوں کے پاس کھلتی جہاں رومیو جولیٹ صاف دیکھائی دے رہے تھے۔

وہ اسکو پرے دھکیلتی وہیں بیڈ پر بیٹھی اور شال اپنی گردن سے نکال کر زمین پر مارے وہیں ڈھیری ہو گئی۔

اوزان اسکی ان حرکتوں پر حیران ہو رہا تھا۔

"جائیں یہاں سے، مجھے سکون چاہیے"

وہ اسکی خوشبو کمرے میں محسوس کرتی چینخی، لیکن اوزان وہیں اسکے ترچھا لیٹے ہونے کے سبب پاس ہی بیٹھا۔

"ایسے سکون پالو گی،"

اوزان نے جھک کر اسکے چہرے کے قریب ہوتے سرگوشی کی جس پر اس نے اپنا ہاتھ اسے چہرے پر رکھے خود سے دور کیا۔

"تم ناراض ہو کر تو بہت بری ہو گئی ہو زینیش، مجھ سے بات کرو پلیز۔۔۔۔"

وہ اسے منتیں کرتا ہر گز اچھا نہ لگا تبھی وہ کروٹ سیدھی کیے اسے دیکھنے لگی، آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر میٹرس میں جذب ہوا۔

"میں خود سے ناراض ہوں، کہ کتنی بے وقعت ہوں۔۔۔پہلے ممی کی تکلیف بنی انکو مجھے دنیا میں لانے کے لیے اپنا کیا کیا کھونا پڑا، میں نہ ہوتی تو انکو طلال انصاری کے لگائے بہتان کے باوجود جبراً جینا نہ پڑتا۔۔۔پھر یعقوب حیدر

کے دل کا بوجھ بنی، مجھ سے چھپ چھپ کر وہ تبھی روتے تھے۔۔۔۔اف سوچ کر ہی میرا دل پھٹ رہا ہے۔

پھر آپ پر مسلط کر دی گئی۔۔۔۔جس نے نفرت کی حد کی، مجھے دھتکارا۔ پھر خود سے دور پھینکا۔۔۔م۔۔مجھے بے کار سمجھا۔۔۔اچانک ہی مجھ پر ترس.."

وہ اسکی ہچکیوں اور سسکیوں کو تو برداشت کر گیا لیکن ترس پر آکر اس نے زینو کے ہونٹوں پر اسکی جانب جھک کر انگلی رکھے یہ حرف نہ کہنے کی تنبیہہ کی پر وہ بے دردی سے اسکی انگلی پکڑ کر ہٹا گئی۔

"م۔۔مجھے سب سے زیادہ تکلیف آپ نے دی"

وہ اس ایک جملے کو کہتے ہی جیسے روئی اوزان نے اسکو گرد بازو حائل کرتے اسے اٹھاتے ہی اپنے وجود میں بسایا کیونکہ اسے ڈر تھا وہ یوں روتی رہی تو مر

جائے گی، اور جب اس شخص نے گلے لگایا تو سب سے زیادہ راحت اور سکون دینے والا بھی وہی بن گیا۔

"آئی ایم سوری، تمہارا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا زینیش، میرے سینے میں درد کی جکڑن بڑھ رہی ہے۔ تم مجھے ہر سزا دو لیکن ایسے نفرت مت کرو۔۔۔۔ میں نے تم سے کبھی نفرت نہیں کی۔۔۔ جب تک تمہیں مجھ پر یقین نہ آئے، تم مجھے معاف نہ کر دو میں سکون نہیں پاؤں گا۔۔۔۔۔۔"

وہ اسکو خود میں بسائے خود بھی ویسے ہی اسے سینے سے لگائے لیٹا، کسی طرح وہ بہل جائے تبھی اسکو اپنے اس قدر قریب لایا اور وہ اسکے سینے لگی دم سادھے سسک رہی تھی، دل اعتبار کرکے اس سکون پہنچاتے حصار میں بہل رہا تھا پر وہ اس کے پیار بھرے تقاضوں کے ابھی اہل نہ تھی۔

اسکے آنسو اوزان کے سینے میں اتر رہے تھے لیکن اوزان کے یوں مسیر ہونے کے سبب وہ کچھ دیر کی آہ وزاری کے فوری بعد فوری اک پر سکون نیند میں اتری۔

جب زینیش کا وجود بے جان ہوا تو اوزان نے سر اٹھائے اسکو دیکھا جو اپنے ہاتھ میں اوزان کی شرٹ کا گریبان اس نیند میں بھی دبائے ہوئے تھی کہ اسکے ہاتھ کی نیلی رگیں آویزاں تھیں۔

اوزان نے ہاتھ بڑھا کر تکیہ اپنی جانب کھسکا کر کھینچا اور احتیاط سے اپنی بازو اسکے سر سے نکالے تکیہ رکھا اور خود بھی اس عمودی طرز میں سوئی زینیش کی طرف کروٹ بدل گیا۔

اسکی قریب ہوئے نرمی سے جبین چومی، وہاں حرارت تھی، شاید واقعی وہ جہنم میں جل رہی تھی۔

"میں تمہارے دکھوں پر خود پریشان ہو گیا ہوں زینیش، اللہ ہی تمہیں صبر دے سکتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے تم مزید ایک بار بھی روئی تو اوزان کا چلتا دل تھم جائے گا۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ تم میری روح سے جڑی ہو، میں تم پر ترس نہیں کھا رہا۔۔۔ میں تم سے محبت کر رہا ہوں، وہ محبت جو اوزان دایب کو خود دکھو کھلا کر رہی ہے۔۔۔۔۔۔"

وہ اسکے سونے کے باوجود ان کہے دکھ میں مبتلا ہونے پر دکھی تھا، اسکے ہونٹوں سے نکلتی کچھ دیر پہلے کی سسکیاں جان پر بن رہی تھیں تبھی چاہتا تھا وہ انکو چھو کر کچھ آرام دے پر اس لڑکی کی ناراضگی کا سوچ کر زینو اور اسکے چہرے کے ہر پر کشش نقش سے نظر چرا کر اٹھ بیٹھا، گردن میں اس جھٹکے نے ٹیس سی جگائی پر وہ سہہ گیا۔

وہ لڑکی بے سکون تھی تو اوزان دایب بھی جل رہا تھا، وہ سو گئی تبھی وہ نماز پڑھنے کے بعد ایک چکر حویلی لگانے کا فیصلہ کیے نا صرف اٹھا بلکہ زینو پر آہستگی سے جھک کر لحاف کھول کر کرواتے اسکے بالوں میں نرمی سے ہاتھ

سہلائے دور ہوا اور آہستگی سے دروازہ کھولے اس کی ہر حد سے دور جاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

..________________________..

"کس قسم کی وحشیانہ خصلت پائی آپ نے؟ ہاں۔۔۔۔ تیرہ سال پہلے بھی میں نے آپکے کرتوت عیاں کرنے کی کوشش کی پر آپ نے مجھے کنول نامی عذاب میں جکڑ دیا، اپنے بیٹے کو اس شاطر لڑکی کے سامنے بے آبرو کر کے، کیا پلایا تھا آپ نے مجھے؟ جسکے سبب میں نیند میں گیا اور اس کنول نے میری بے خبری کا فائدہ اٹھائے میری اور اپنی تصویریں لیں، انکو فوٹو شاپ کیا۔ اور بعد میں انہی تصویروں سے اس دو ٹکے کی لڑکی سے آپ نے مجھے بلیک کروا کر نکاح نامہ سائن کروایا۔۔۔۔ مجھے لگا شاید کنول اتنی بری نہ ہو جتنے غلیظ آپ اور تنویر پاشا ہیں سو سوچا اسے بیوی کی جگہ دوں گا اور اسے آپ دو کے سائے سے بچاوں گا پر اسے تو اسکے باپ نے اس قدر اجاڑ رکھا تھا کہ اس میں سدھرنے کی ایبیلٹی ہی نہ تھی اور اس عورت نے ثابت کر دیا کہ وہ

میری صرف نفرت کے لائق ہے تبھی تو آج تک اسے منہ نہ لگایا، یہ بات کچھ دن پہلے پتا چلی کہ اس سب کے پیچھے بھی آپ تھے تبھی کنول کو موقع بھی دیا لیکن گٹر کا کیڑا دھل بھی جائے تو اپنی بدبو سے آزاد نہیں ہوتا۔

اب آپ مجھے کیسے چپ کروائیں گے؟ بولیں کس قسم کا درندہ دل ہے آپکا۔۔۔۔ اپنی اولاد کے ساتھ اس قدر ظلم"

سب کے سامنے تو نہیں مگر طلال آتے ہی اس باپ سے حساب لینے ضرور پہنچے، آتے ہی چہرہ لمحے میں سرخ ہوا، گردن اور ہاتھوں کی شریانوں میں خون کا ابال تیز ہونے لگا، جبکہ اپنے کرتوت آنکھوں کے سامنے آنے پر آگ فیروز کے تلووں لگ کر سر پر بجھی۔

"بکواس بند کر اپنی سمجھا، تو میرے سامنے زبان چلائے گا تیری اتنی اوقات
"

فیروز شمشیر انصاری کی آواز طلال سے بھی سخت ہوئی، بس نہ چلا وہ طلال کا کلیجہ نوچ لیتے۔

"آپ اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے، اپنی اوقات کا اندازہ لگائیں تاکہ آپکو پتا چلے کتنی نفرت، کتنی بددعائیں اور کتنی آہیں جمع کر چکے ہیں۔ ابھی اوزان ان سچائیوں سے مکمل واقف نہیں لیکن یاد رکھیے گا وہی آپکا اس پر قتل واجب کرے گا۔۔۔۔ میری، گڑیا کی اور دایب لالہ کی زندگی برباد کر کے آپکو کیا ملا؟ یعقوب حیدر تو مفت میں برباد ہو گیا۔۔۔۔۔۔ کیسے بابا؟ کیا آپکے دل میں زرا بھی خدا کا خوف نہ تھا"

اس وقت طلال کی آنکھوں میں نفرت کے ساتھ تیر گی تھی، سمجھ نہ آئی اللہ نے کس مشکل اور امتحان میں ڈالا ہے کہ وہ چاہ کر بھی اس شخص کا گریبان نہ دبوچ پائے، کیونکہ باپ تھا وہ۔۔۔۔ لیکن پہلی بار انکا دل چاہا کاش وہ اس شخص کی اولاد نہ ہوتے۔

جبکہ فیروز جانتا تھا طلال میں صرف گرجنے کی قوت ہے وہ کبھی باپ کی جان نہیں لے گا مگر اوزان خطرہ جان تھا، کنول اور تنویر نے جب اوزان کو مارنے کا پلین فیروز کو بتایا تو پہلے تو وہ نہ مانا مگر حالات کے پیش نظر اسے بھی اوزان کی موت ہی اپنی نجات لگی۔

اور اس وقت فیروز کو اوزان کی جان لینے والے معاملے پر رہی سہی افسردگی بھی مٹ گئی کیونکہ اب وہ اوزان کے ہاتھ اپنی گردن کے بالکل پاس دیکھ سکتا تھا۔

"وہ تم سبکی ان بکواس باتوں پر ہرگز یقین نہیں کرے گا، سانول سیال نے زہر بھرا ہے تیرے دل میں منحوس۔تجھے تو اپنا باپ کبھی عزیز تھا ہی نہیں، مردود کہیں کے ایک عشق کے پیچھے تونے میری نسل برباد کی۔۔۔۔
تیری اتنی اوقات نہیں ہے کہ تو مجھ سے سوال جواب کرے۔۔۔۔"

طلال انصاری پتھرائے ہوئے تھے کیونکہ اس جہاں کی ساری سنگدلی جمع کر لی جائے اور اس میں تھوڑی اور بے حسی ملائی جائے تب بھی کم تھی اس جابر انسان کے آگے جس نے اپنے ہاتھوں اپنے تینوں وارثوں کی زندگی چھینی تھی۔

" آپ کا دل سیاہ ہو چکا ہے بابا، اس پر سیاہی کی بدبودار مہر لگ گئی۔ آپ کو اب میں بات کرنے کے لائق بھی نہیں سمجھتا۔ لیکن ایک بات میری یاد رکھیے گا، میں جلد اوزان کو یہ حقیقت بتادوں گا کہ دایب انصاری کو پاگل کرنے، درندہ بننے اور خودکشی کرنے پر اکسانے والے آپ ہیں۔۔۔۔۔ پھر آپکی عبرتناک سزا دنیا دیکھے گی، کمیلئین کے ہاتھوں مریں گے آپ۔۔۔۔۔"

طلال کے دھاڑنے پر خوف کی لہر فیروز کے وجود میں اتری تبھی ناگواری سے منہ موڑ لیتے طلال کو وہ بازو سے پکڑے سامنے لائے۔

"نہیں تو اسے یہ مت بتانا، دیکھ طلال تو جو کہے گا تیرے بابا سائیں کریں گے۔ تجھے کنول سے نجات چاہیے وہ بھی لے دوں گا۔ مجھے تنویر نے اس پر مجبور کیا تھا، ایک تو وہ میری کمزوریوں سے واقف دوسرا کنول، طلال کے پیچھے پاگل تھی۔ تجھے بھی ایک عورت کی ضرورت تھی یہ سب تبھی کیا، طریقہ غلط تھا پر نیت نہیں تھی۔

پرت۔۔ تو اوزان کو یہ سب نہیں بتائے گا۔۔۔ہاں مانتا ہوں تب بہت سنگدل ہو گیا تھا لیکن سچ میں یعقوب کا آلایہ کے ساتھ چکر تھا۔۔۔مان میری بات۔۔۔میں نے تو تیری عزت بچانے کی کوشش کی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ تیرے نکاح سے بھلے نہ نکلی ہو پر وہ لڑکی تیری بیٹی نہ ہو بلکہ آلایہ کا گناہ ہو جس نے تیرے نام کے سہارے چھپا لیا ہو۔۔۔۔ کیا تو نے ڈی این اے کروایا۔۔۔میں نے کروایا تھا۔۔۔میں تجھے سب سچ ثابت کر کے دوں گا۔۔۔ لیکن مجھے اوزان کے ہتھے مت چڑھا۔۔۔ باپ ہونے کا لحاظ کر لے یار"

فیروز شمشیر کی اب بھئ وہی ظالم حرکتیں تھیں، ڈی این اے کی رپورٹ تھی اسکے پاس لیکن نقلی جو اس نے اپنا بہتان سچ کرنے کو بنوائی تھی۔

لیکن اب طلال اس باپ کی کسی بات میں نہیں آسکتے تھے۔

"کنول سے نجات کے لیے اب مجھے آپکی مدد کی ضرورت نہیں، بہت جلد اسے اپنی زندگی تو کیا نام تک سے محروم کردوں گا لیکن ایک کڑی سزا کے ساتھ۔ ہر گناہ گار سزا بھگتے گا۔۔۔۔ آپ سمیت۔۔۔ میں نے اسے نہ بھی بتایا تو وہ جان لے گا جلد۔۔۔۔ اس سے کچھ چھپا نہیں رہے گا یاد رکھیے گا۔۔۔ آپکو اپنا باپ کہتے ہوئے شرم آرہی ہے مجھے"

انکے ہاتھ سے اپنی بازو بے دردی سے چھڑوائے وہ نفرت حقارت دیکھاتے بابا کے کمرے سے نکل گئے جبکہ فیروز کی حالت اس پر یوں ہوئی جیسے ٹھڈے اور لاتیں کھانے والے کی مضحکہ خیز حالت ہوتی ہے۔

اوزان کا خوف اس درندہ صفت انسان کی رگ رگ سے ابل رہا تھا، فوری لپک کر دروازہ لاک کیا اور وہیں زمین پر بیٹھے وہ شخص گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

لگ ایسا رہا تھا کہ اوزان سے پہلے اوزان کا خوف ہی فیروز کی عبرت بننے کو تھا۔

وہیں اوزان واپس حویلی آیا، فریش ہو کر چینج کیا اور پہلے سیدھا آئی جان کے کمرے میں آیا۔

وہ رو تو نہیں رہی تھیں پر اوزان کو کمرے میں آتا دیکھتے ہی انکے آنسو بے اختیار ہوئے، وہ جس اذیت میں تھیں اوزان کا دل درد سے لبریز ہوا۔

تبھی تو وہ لپک کر انکے پاس نہ صرف آکر بیٹھا بلکہ روتی ہوئی ماں کو اپنے سینے میں بیٹھتے ہی سمو یا۔

"میں آپکے دکھ میں کمی نہیں کر سکتا آئی جان، لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ حقائق کی تہہ کر بہت جلد پہنچوں گا۔ میں جانتا ہوں دایب انصاری آپکے لیے کتنے قیمتی اور مقدس تھے لیکن اگر وہ مجرم ہوئے تو میں آپکو انکے لیے رونے کی ہرگز کبھی اجازت نہیں دے سکوں گا۔ لیکن اگر وہ بے گناہ نکلے تو انکے مجرم کو جیتے جی جہنم کی آگ میں سلگاوں گا۔"

انھیں اوزان کے ہر حرف پر یقین تھا پر آج اس عورت کا دکھ کم ہوتا ایسا ناممکن تھا۔

"اس دنیا میں اتنی محبت تو ہے ہی نہیں اوزان جتنی میں نے دایب سے کی، ہر حد سے بے نیاز ہو کر۔ انکو دیکھ کر سارے دکھ بھول جاتی تھی ایزل، دھتکار کا، دل پسند نہ ہونے کا، شوہر کی دلربا نہ بن پانے کا۔۔۔ میں کیسے مانوں اوزان کے وہ اتنا بڑا گناہ کر کے گئے۔ وہ تو بہت رحم دل اور مہربان تھے"

ماں کو کسی پہلو سکون نہ آتا دیکھے وہ انکا چہرہ تکتا انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑ کر بوسہ دیتے انکی متورم آنکھوں میں آزردگی سے جھانکا۔

"ہر چیز سامنے آئے گی، ریلکس ہو جائیں۔ میں کسی کو نہیں بخشوں گا۔"

وہ اسکے یقین دلانے پر پہاڑ جیسی بہادر ہوئیں، لپک کر اوزان کی گال چومی، انھیں اوزان جان سے پیارا تھا۔

"مجھے تم پر یقین ہے۔ یہ بتاؤ میری زینو کیسی ہے؟ بہت تکلیف میں ہوگی۔۔۔ اسے رونے نہ دینا اوزان۔۔ وہ اس سب کو کیسے سہہ پا رہی ہے"

اپنا کرب بڑا ہو کر انکو زینو کے آگے کم لگا اسی لمحے کمرے کے باہر طلال پہنچے تو اوزان کو دیکھ کر وہ بھی تڑپتے ہوئے اپنی بیٹی کی خیریت جاننے کو بے تاب سے اندر آئے۔

"بہت ہرٹ ہے، مجھے تک اپنے دکھ میں شامل نہیں کر رہی۔ کچھ دیر سوئی تھی تو میں آپکو دیکھنے چلا آیا۔ رو رو کر کہیں میرا فارم ہاوس نہ بہا دے، باقی

ناکام عاشق صاحب! آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ میری منتیں کریں اگر فیور چاہیے اس کی جانب سے"

اس وقت جب طلال بہت کرب میں تھے اوزان کی مغرور شرارت پر تھکا سا مسکرائے وہیں سامنے کاوچ پر بیٹھے۔

"تم نے دس بارہ ساتھ مزید لگائیں ہوں گی کمینے تاکہ مجھ سے دگنی نفرت کرے۔ سزا کے معاملے میں تم نے مجھ کو بھی بہت تکلیف دی۔ تم جیسا انصاف پسند مہربان، ظالم اور جابر نا انصاف سے زیادہ برا ہے، اس معاملے میں تم خود کو بھی زخم لگا دیتے ہو لاڈلے۔۔۔"

آج وہ پشیمان تھے جبکہ اوزان تھکا سا مسکرا دیا۔

"جب تک ہم خود کو زخم نہیں لگاتے، دوسرے کی تکلیف کا اندازہ نہیں ہوتا چاچو۔۔ خیر کسی معاملے کی فکر مت کریں آپ لوگ۔۔۔ اور دادا کے معاملے سے دور رہیں۔ میں جانوں اور وہ۔۔۔ آئی جان خود کو سنبھالیں

آپ بھی، اس وقت مجھے زینیش کے ساتھ رہنا ہے تا کہ وہ جو غلط فہمی اور نفرت کے پہاڑ پر بیٹھی ہے، اتر سکے۔۔۔۔۔۔ ایک دو دن شاید حویلی نہ آسکوں۔ اور میں چاہتا ہوں تب تک زینو سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہ کرے۔۔۔۔۔ اسکی تکلیف کم ہو گی تو وہ خود یہاں میرے ساتھ آنے پر مان جائے گی"

اوزان کا بہترین فیصلہ ایزل مریم اور طلال دونوں کو مناسب لگا جس پر وہ دونوں متفق ہوئے اور بارعب لگتے اوزان کو امید افزائی سے دیکھنے لگے جو بہترین معاملہ فہم تھا۔

"ٹھیک ہے میری جان، جاو اسکے پاس۔ میں ٹھیک ہوں۔ اپنا اور اسکا خیال رکھنا"

آئی جان کے فوری فکر مند ہونے پر وہ انکی طرف دیکھ کر مسکرایا اور جھک کر انکی جبین چومی۔

"آپ بہت سٹرونگ لیڈی ہیں، اب یہ ثابت کرنے کا وقت ہے۔۔۔۔رویئے گا مت۔جب تک اوزان زندہ ہے کوئی ناانصافی نہیں ہو گی۔۔۔۔"

وہ اسکے یقین کے بدلے دل سے مثبت مسکرائیں، پیار سے اسکی گال سہلائی، اور پھر اوزان نے اجازت لی اور چاچو کے ساتھ ہی باہر آیا۔

"میری سفارش کرو گے نہ لاڈلے"

اوزان اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو چاچو کے حسرت سے پکارنے پر وہ انکی حسرت تکتا اپنے باوقار انداز میں پلٹا۔

"وہ مجھ پر یقین کر سکی تو ضرور کروں گا، ابھی اپنے حواسوں میں نہیں ہے۔ ریلکس رہیں۔ ٹیک کیئر"

انکا سینہ تھپکتا وہ اپنے اسی بارعب انداز میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھا، دادا کو دیکھنے کا ابھی بالکل موڈ نہ تھا، بس وہ آئی جان سے ملنے ہی آیا اور لگے ہاتھوں فریش ہو کر چینج بھی کیا اور اب اسکے اگلے دو دن صرف زینیش کے تھے۔

وہ ڈرائیونگ ہی کر رہا تھا جب اسکے فون پر ان نان نمبر سے کال آئی، اوزان نے ڈرائیونگ کے بیچ ہی متفکر ہوئے کال پک کی۔

"اسلام و علیکم"

اسکا باداب دل خوش کرتا انداز ہی پرویز تبلانی کا دل نہال کر گیا جو اس وقت اپنے ڈھابے پر موجود تھے۔

"وعلیکم السلام برخوردار کیسے ہو تم؟"

وہ انکی آواز فوری پہچان گیا تبھی گاڑی روکی۔

"میں ٹھیک تبلانی صاحب، کیسے کال کی آپ نے"

اوزان انکو اپنا نمبر دے کر آیا سو انکی کال بے وجہ تو ہر گز نہ تھی۔

"تم نے پہچان لیا، کیا بات ہے"

وہ مسرور ہوئے۔

"جس اس معاملے میں یاداشت اچھی ہے"

اوزان نے فوری معاملہ سمیٹا۔

"بہت خوب! اس وقت تمہیں تنگ کرنے کے لیے معذرت مگر اس روز میں تمہیں ایک اہم بات بتانی بھول گیا تھا، چودہ سال پہلے جب میں دایب سے ملا تھا تو اس نے یہ بات بھی بتائی تھی کہ اس نے اپنی تمام تکلیف ایک کیسٹ میں ریکارڈ کر دی ہے، اوزان کے نام۔ وہ کیسٹ اس نے اپنے سب سے اچھے ساتھی منہاس سکندر کو دی تھی، منہاس اسکا باڈی گارڈ تھا لیکن دایب کی موت کے بعد وہ بھی اچانک تمہارے دادے کے ہاں سے کام چھوڑ کر چلا گیا۔ اگر تمہیں دایب انصاری کی تکلیفیں جاننی ہیں تو تم منہاس کو

ڈھونڈو۔ مجھے اسکی شکل تو یاد نہیں پر دایب پر ہوتے قاتلانہ حملے کو خود پر لینے کے سبب منہاس کی ایک ٹانگ اور ایک آنکھ معذور سی ہوئی تھی۔ یعنی وہ لنگڑا کر چلتا تھا اور ایک آنکھ اسکی سفید تھی۔ مجھے آج یاد آیا تو سوچا تمہیں بتاوں"

پرویز تبلانی کی یہ معلومات سچ میں اوزان کے رونگٹے کھڑے کر گئیں، یہی شاید وہ آخری پراو تھا جسکے بعد وہ تمام سچ تک پہنچ جاتا، دل اک لمحہ لرزا۔

"بے حد شکریہ تبلانی صاحب، اللہ آپکو اسکا اجر دے"

وہ مشکور ہوا جس پر وہ اسے ڈھیروں دعائیں دیتے رابطہ توڑ گئے جبکہ اوزان نے فوری عدم کو ایک میسج ٹائیپ کیا جس میں منہاس سکندر کے بارے تمام باتیں لکھیں اور اسکی تلاش پر لگایا خود وہ پھر سے فارم ہاوس کی جانب گاڑی سٹارٹ کیے گامزن ہو گیا۔

..________________________..

پنار جو دیان آریز کے ہوش اڑانے کا دعوی کر رہی تھی، ایک ہی جھٹکے سے اپنے اڑوا کر واپس آگئی، چاہ کر بھی اس لمحے کے سحر سے نکلنا دوبھر ہوا۔

مگر کسی طرح اسے اپنے آپ کو ہینڈل کرنا پڑا اسی وجہ سے وہ لان میں بابا اور میشی کو تکتی وہیں آنے کو کمرے سے نکلی جہاں جواد سیال اور میشی واک کرتے باتیں کر رہے تھے۔

الامان کے جانے پر میشی اداس ہوگی اسکی انکو بھی خبر تھی بس وہ اسے کچھ دیر اپنے ساتھ واک کرنے لائے تو میشی نے بھی کچھ دیر کتابوں کو چھوڑ کر انکے کمپنی انجوائے کی۔

"عائشہ دل کی بری نہیں ہے مشائم، ماضی کچھ تلخ ہے

جسکے سبب وہ بے حس ہو جاتی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے میری یہ پیاری بہو اسکا دل ضرور موم کرلے گی۔"

وہ جواد انکل کے نرم رویے پر پیارا مسکرا دی۔

"ان شاء اللہ، آپ بہت اچھے ہیں جو اد انکل۔ بالکل کیپٹن جیسے نرم مزاج۔ آپ نے میرے اوزو کے ایم این اے بننے پر بھی کوئی غصہ نہیں کیا، بلکہ بھیا کی خوشی میں خوش ہوئے"

وہ میشی کی معصومانہ بات پر چلتے ہوئے رکے اور اپنی تمام توجہ و شفقت بھری نگاہ مشائم پر مرکوز کی۔

"کیونکہ مجھے اسکے سیاست میں آنے کی واقعی خوشی ہوئی، ایم این اے کی سیٹ میرے پاس رہے یا تمہارے بھائی کے پاس۔ دونوں صورتوں میں عوام اور پارٹی کی فلاح ہے بس یہی چاہیے۔ ارے میرا بچہ بڑی جلدی آگیا" پہلی باتیں انہوں نے میشی سے کیں جبکہ پنار کو وہیں آتا دیکھے وہ اسے اتنی جلدی ہوسپٹل سے واپس آنے پر حیرت کا اظہار کرنا نہ بھولے۔

"جی بابا بس ہوسپٹل میں کچھ خاص کام نہیں تھا تو میں نے سوچا ریسٹ کیا جائے، ویسے میں سوچ رہی ہوں کیوں نہ ہم باربی کیو کریں۔ موسم بھی بہت

اچھا ہو رہا ہے۔ مے بی ممی کا موڈ بھی زبردست ہو جائے اور میشی بھی لالہ کے جانے کے صدمے اور پیپرز کی ٹنشن سے نکل آئے۔۔۔ آپ آج گھر ہی ہیں نہ؟"

پنار کی شوخ تجویز، جواد کے ساتھ ساتھ مشائم کو بھی بہت پسند آئی۔

"بھئی تجویز تو بڑی زبردست ہے، ہاں میں گھر ہی ہوں۔ مشائم بتائے گی تبھی ہم ڈن کریں گے"

میشی تو اتنی محبت پر ویسے ہی کچھ بول نہ پائی، جیسے جواد انکل اسکی مرضی کو اہمیت دے رہے تھے اسے پنار بہت لکی لگی، بابا کی کمی اسکے دل کی وہ حسرت تھی جسے کئی سال اوزان کے پیار نے بھی مکمل ختم نہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے کرتے ہیں، مجھے بہت پسند ہے باربی کیو کرنا۔۔۔"

وہ کھلکھلائی تو جواد اور پنار بھی مسکرا دیے جبکہ ٹیرس پر کھڑیں عائشہ ضرور جلن کا شکار نظر آئیں، لگتا تھا وہ اپنی حقارت بنا کسی بڑے حادثے یا دھکے کے ترک کرنے والی نہ تھیں۔

خود جواد ہی تمام تیاری کروانے ملازم کو ساتھ لگوا گئے اور مشائم بھی المان کی کال پر کچھ دیر کمرے میں آئی۔

اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ بول سکے۔

"میری فلائیٹ کافی لیٹ ہو گئی کئی گھنٹے لگ گئے میں مین برانچ سے بھی ہو آیا، وہاں دو گھنٹے سو بھی لیا اور ابھی واپس ائیر پورٹ آیا، سوچا اپنی حسینہ کو انفارم کر دوں۔ یاد تو نہیں کر رہی مجھے؟"

المان کی جان سے پیاری آواز سن کر وہ خوشی کے باوجود مسکرا نہ سکی۔

"کر رہی ہوں کیپٹن۔ بہت۔۔ آپ کہاں جا رہے ہیں جو فلائیٹ کی ضرورت پڑ گئی؟"

وہ اسکی فلائیٹ کا سن کر فکر مند ہوئی۔

"میری پہلے گلگت کی فلائیٹ ہے پھر وہاں سے ہنزہ کا سفر ہے، اس باری ہماری ڈیوٹی پہاڑوں پر ہے۔ پریشان مت ہو ریگولر ڈیوٹی ہے"

وہ اس سے اتنی دور جا رہا ہے سوچ کر ہی میشی کا دل کانپا۔

"وہ تو بہت دور ہے یہاں سے الامان، میں اوزان بھیا اور دیان کے ساتھ پچھلے سال گئی تھی۔ توبہ سفر نے مار ڈالا تھا۔۔۔ پلیز اپنا خیال رکھیے گا۔ میرا دل، میری جان آپکی ہتھیلی میں ہے"

وہ یکدم بیویوں کی طرح فکر کرتی اسے بہت پیاری لگی، جناب ائیر پورٹ پر ہی ہلکا پھلکا ڈنر ابھی ہی کر رہے تھے کیونکہ اسے فلائیٹ کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی تھی۔

"ہاں سفر تو بہت لمبا ہے، تبھی فلائیٹ لے لی۔ ڈونٹ وری یار اتنا پینک مت ہو۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ تم بتاو کیا ہو رہا ہے وہاں"

وہ اسے بے فکر کرتا وہاں کے حالات جاننے کا متمنی تھا۔

"جی ہم باربی کیو کرنے لگے ہیں، اگر آپ پرمیشن دیں تو آج میں آئی جان کے پاس رہنے چلی جاوں کیپٹن۔ میں انکو بہت مس کر رہی ہوں"

وہ جانتی تھی آج اکیلی رہی تو سو نہ سکے گی تبھی ڈنر کے بعد وہ گھر جانا چاہتی تھی۔

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، تم جب چاہو انصاری حویلی چلی جانا۔ بلکہ اچھا ہے پیپرز سے پہلے جا کر ایک دو دن آئی جان کے پاس رہ آو"

وہ اسکی اجازت دینے پر اداس سا مسکرائی، سب خوبصورت تھا بس اس شخص کی کمی تھی۔

"تھینکیو کیپٹن، اینڈ آئی مس یو۔۔۔"

وہ پھر سے رو دی اور الماان اسکی ہر کیفیت سے واقف تھا۔

"آئی مس یو ٹو چلی ملی۔۔۔ چلو اب مجھے ڈنر کرنے دو۔ جب جب ٹائم ملے گا میں تمہیں کال کیا کروں گا۔ اپنا خیال رکھنا"

وہ اسکے پیار سے پکارنے اور اجازت طلب کرنے پر فوری سر ہلائے او کے کہتی کال آف کر گئی اور پھر آنکھوں سے اتری نمی رگڑے وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

جواد سیال اور پنار نے اسے تنہا ہونے کا احساس نہ دلایا سوان دو کی محبت کے روبرو مشائم نے عائشہ سیال کی ناپسندیدگی کو سارا وقت نظر انداز کیا۔

شام خوبصورت ہوئی اور پھر جب اس نے گھر جانے کا ذکر کیا تو جواد سیال خود اسے انصاری حویلی ڈراپ کرنے کے بعد باہر سے ہی واپس چلے گئے حالانکہ دل بہت چاہا اس وحشی ہارے ریچھ سے ملاقات کریں پر وہ اسے منہ لگانے کے بھی لائق نہ سمجھتے تھے۔

مشائم کے آجانے پر ایزل مریم نے بھی اپنی بقیہ تکلیف بھی دبالی اور اسے بس اوزان اور زینو کے بیچ سب بہتر ہونے کا ہی بتایا جو اس نیوز پر الماں کے جانے کی ساری افسردگی بھلا گئی۔

جبکہ طلال نے بھی ڈنر، ایزل بھابھی، دیان اور مشائم کے ساتھ کیا اور کنول بھی جب واپس آئی تو طلال کی واپسی کا سنے سیدھا اسکے سٹڈی روم میں چلی آئی۔

"اوہ ہنی تم آ گئے"

کنول اسکے پاس آ کر اس سے پہلے اس سے لپٹتی، طلال نے ناگواری سے اسکی بازو پکڑے نفرت سے دبوچا۔

"دفعہ ہو جاو یہاں سے، اگر تم نے میرے سامنے آنے کی کوشش کی تو طلاق دے دوں گا تمہیں"

طلال کے منہ سے وہ دھتکار، زلت اور نفرت سننے کی عادی تھی پر یہ دھمکی اس نے ان تیرہ سالوں میں پہلی بار دی جس پر کنول نے اسکا وہیں سے گریبان وحشیوں کی مانند جکڑا۔

"اگر تم نے یہ بات دوبارہ کہی طلال انصاری تو مار دوں گی تمہیں، تم سب کر سکتے ہو کنول انصاری کو چھوڑ نہیں سکتے۔ برباد کر دوں گی تمہیں۔ بیوی ہوں تو کیا ہوا دنیا جہاں کے سامنے تمہاری پرسنل فوٹوز شئیر کرنے میں مجھے بالکل شرم نہیں آئے گی"

یہی تو وہ دھمکی تھی جس سے تیرہ سال پہلے طلال کو اس ناپسند فیصلے کے لیے مجبور کیا گیا تھا۔

"بدذات عورت، تم اپنی کیوں نہیں کر دیتی۔ مشہوری ملے گی اور ہو سکتا ہے تمہارے اس بدبخت جسم کا کوئی عاشق بھی نکل آئے۔۔۔۔۔۔اب تم مرو جیو یا طلال انصاری کو جس مرضی کے آگے بدنام کرتی پھرو۔۔۔ میری

جوتی کو بھی پرواہ نہیں۔ میرے پاس بھی تمہاری اور تمہارے عاشق کی بہت سی تصویریں ہیں۔ اگر منہ چھپا کر کسی کونے کھدرے کی تھوڑی سی جگہ چاہتی ہو تو میرے سامنے آنے سے گریز کرنا۔ دعا کرتا ہوں میری اولاد تم جیسی کی کوکھ میں کبھی نہ پلے، اگر میری بھول ایسا کر بھی گئی تو اس بچے کا گناہ گار بھی طلال ہو گا۔۔۔۔ جتنے گناہ میں نے کیے شاید خدا مجھے اس عذاب میں بھی ڈال دے لیکن تم جیسی کا اس پر سایہ بھی پڑنے نہیں دوں گا۔۔۔۔ اب یہ منحوس منہ لے کر دفع ہو جاو"

طلال نے اسکی اوقات اسے یاد نا صرف دلائی بلکہ ہاتھ پکڑ کر اسے سٹڈی سے باہر دھکیلا جبکہ کنول اس وقت دنیا راکھ کر سکنے کی حد تک وحشی ہو رہی تھی۔

"دیکھ لوں گی میں تمہیں طلال انصاری، پہلے زرا تمہارے اس کمپلیئین کو مزہ چھکالوں۔۔۔ پھر تم بھی اس زلت کا بدلا دو گے یاد رکھنا"

اپنی اہانت اور سبکی پر وہ مزید انتقامی ہوتی وہاں سے پیر پٹختے گئی جبکہ طلال تو گہرے گہرے سانس بھرتے اپنا امڈتا اشتعال ہی دباتے رہ گئے۔

..________________________________..

وہ واپس فارم ہاوس آیا تو سیدھا روم میں ہی چلا آیا مگر وہاں میٹرس کی چادر پر سلوٹیں تو تھیں پر زینش نہ تھی تبھی وہ فکر مندی سے باہر آیا، تمام روم زگھنگھالنے کے بعد وہ کچن سے آتی آواز پر رکا تو اس لڑکی کو دیکھ کر رکا دل واپس بحال ہوا۔

ایک لمحہ تو موجود نہ پا کر اوزان کا دل بند ہوا۔

وہ اداس سے چہرے کے سنگ کچن کاونٹر کے پاس کھڑی کچھ بنا رہی تھی شاید بھوک کی وجہ سے ہی اسکی نیند ٹوٹی تبھی کچھ بنانے وہ کچن میں آگئی۔

یہاں چونکہ شیف موجود ہوتا تھا سو سب سامان بھی تھا، زینیش نے اس کے اندر آنے سے پہلے اسکی مسحور کن خوشبو محسوس کر لی پر خود کو لاتعلق دیکھایا یہاں تک کہ وہ اسکے پاس آکر رکا۔

وہ کچھ سوپ ٹائیپ بنا رہی تھی، خوشبو کے مزیدار جھونکے بتا رہے تھے وہ بہت مزیدار ہے۔

"کیا بنا رہی ہو؟"

اوزان نے اسکے حزن زدہ چہرے پر نظر جمائے اسکے حرکت کرتے ملائم ہاتھ کو پوچھنے کے بیچ چھوا تو وہ اسکے ہاتھ کو بری طرح جھٹک کر زرا پرے سرک گئی۔

"بھوک لگ رہی تھی، سوچا کچھ بنالوں۔ چکن کارن سوپ ہے، آپکے لیے بھی اچھا رہے گا اگر پینا چاہیں تو"

وہ اسکے سوال کا جواب اجنبیت کے سنگ دے کر لاسٹ میں سالٹ ایڈ کیے پلیٹی اور بریڈ کے ساتھ اس نے وہ وہیں دش اوٹ کیے کچن ڈائنگ کارنر جہاں تین عدد کرسیاں اور خوبصورت سی تکون میز تھی اس پر سجایا، پانی وہ پہلے ہی رکھ چکی تھی۔

"خوشبو تو بہت مزے کی آرہی ہے، لیکن تم نے مجھے اچھے سے آفر نہیں کی"

وہ اسکے کرسی پر بیٹھنے کے بیچ کیے شکوے پر اسے دیکھنے لگی، آنکھوں میں نرمی کی جھلک تک نہ تھی۔

"کی تو ہے"

وہ اسکے ایسے سرد پن کا عادی نہ تھا تبھی بے چین ہوئے ساتھ ہی کرسی سنبھالے بیٹھا بھی اور اسکا ٹیبل کی سطح پر رکھا ہاتھ بھی اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا جسے وہ چاہ کر بھی چھڑوا نہ سکی، چہرے پر ہزاروں رنگ اترے، وہ اب

دیکھ سکی کہ وہ کافی بدلا لگ رہا ہے، کیونکہ اس نے بلیک شلوار قمیص جوڑا پہن رکھا تھا، اسکے توانا پہاڑ وجود پر یہ لباس دگنا جچا، گویا زرا زرا کف فولڈ کیے وہ یوں تھا کہ اس سے کوئی بھی فوری نظر ہٹانے میں ناکام ہو جاتا، گردن پر بندھی پٹی چھوٹے سے بینڈیج میں بدل چکی تھی۔

پینٹ شرٹ میں ہی وہ اسے دیکھتی آئی تھی لیکن یوں شلوار سوٹ میں وہ بہت زیادہ پر کشش لگ رہا تھا، اسکے وجود سے اٹھتی وہی مسحور کن خوشبو زینیش نے اس فارم ہاوس میں بھی اسی شدت سے محسوس کی حالانکہ یہاں اسے وہ agerwood کا کینڈل پاٹ کہیں دیکھائی نہ دیا، شاید یہ خوشبو اوزان کی ذاتی تھی، وہ نظر ہٹا گئی ورنہ وہ اس من موہنے روپ سے اسے دیوانہ کر دیتا۔

"ہمم لیکن جیسے اجنبیوں کو تکلف کے تحت کی جاتی ہے آفر، مجھے تمہارے ایسے لاتعلق رویے کی عادت نہیں زینیش۔ تمہارے توسب لفظ، تمہاری یہ

آنکھیں میرے لیے والہانہ پن سے لبریز تھیں۔ویسی ہی ہو جاو، بھلے مجھے اپنے قریب مت آنے دینا لیکن ہم دوستوں کی طرح بات تو کر ہی سکتے ہیں"

وہ اس سے صرف ایک من پسند جملے یا من پسند نظر کا طلب گار ہے یہ زینیش کے اعصاب پر بھاری ہوا، وہ اسکے سحر سے نکل پانا دوبھر جان رہی تھی، پھر وہ اسکا ہاتھ جس کیف آگیں انداز میں چھو کر انگوٹھے کی پور سے سہلا رہا تھا وہ زینو کا دھیان بھٹکا رہا تھا۔

"میں آپکی دوست نہیں ہوں نہ بننا چاہتی ہوں، اور سب والہانہ پن ختم ہو گیا۔ اس وقت مجھے اپنا آپ زہر لگ رہا تو آپ کیسے اچھے لگیں گے پھر بھی آپ نے برا کیا لک چینج کر کے۔۔۔۔ مجھ پر اپنی خوبصورتی اور وجاہت کے سنگ خبردار اگر رعب ڈالا۔۔۔ میں آپ سے زیادہ پیاری بھی ہوں اور اچھی بھی"

وہ گھبراہٹ اور بڑبڑاہٹ میں وہ بھی بول گئی جو نہیں کہنا تھا، اوزان اس اپنائیت بھرے ماحول میں ساری تھکن بھلا بیٹھا۔

یعنی وہ اسے یوں اچھالگ رہاہے یہ سوچنا ہی حسین تھا۔

"نو۔۔میں زیادہ ہنڈسم ہوں"

وہ جان بوجھ کر بات بڑھا گیا جس پر زینش نے اسے ناراضگی سے دیکھا۔

"کوئی نہیں۔۔۔ ہیں بھی تو آپکا کمال نہیں بلکہ آئی جان کا ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے آپکے بابا بھی پیارے ہوں لیکن میں ان سے نفرت کرتی تو ذکر بھی نہیں کرنا چاہتی۔۔ ان دو کا کمال ہے کہ آپ بھی پیارے پیدا ہوئے۔۔۔ دونوں کی بیوٹی ایڈ ہو گئی"

وہ اسکے پھر سے اداس ہونے پر خود بھی سنجیدہ ہوا۔

"پھر ہمارا بے بی تو ایکسٹرا پیارا ہو گا"

وہ یہ جملہ تبھی بولا تا کہ وہ اس تکلیف سے نکل کر اس جملے کے فطری خوف

لے سبب خوف کھا جائے اور وہی ہوا۔

"چھوڑیں مجھے"

وہ اسکا ہاتھ چھڑواتی اس سے پہلے کپکپا اٹھے چہرہ موڑے اس سے بھاگ کر

جاتی اوزان نے اسکی کلائی پکڑے واپس بٹھایا جس کا چہرہ سرخیوں میں ڈھلا،

وہ سرخیاں غصے، شرم اور خوف کی ترجمان تھیں۔

"کیا ہو گیا کبھی نہ کبھی تو یہ ہو گا، کیا تم ہمارے فیوچر کے بے بی سے غصہ ہو یا

مجھ سے؟"

وہ جتنا بن رہا تھا اتنا نہ معصوم تھا نہ شریف۔

"نہ کوئی فیوچر ہو گا نہ ایسا کچھ۔۔۔ اپنی حد میں رہیں۔ مجھ سے ایسی بات

دوبارہ مت کیجئے گا۔ جائیں جس مرضی سے شادی کر لیں اور بڑھاتے رہیں

دنیا کی آبادی"

وہ اس سے روٹھی ہوئی یہ سب بڑبڑائے خاصی پیاری لگی تبھی تو اوزان سے اس پر نظر ہٹانا مشکل ہوا، اسکے ہونٹ، عارض اوزان کو ہونٹوں سے چھونے کی دعوت دے رہے تھے۔

"اوہ مطلب تم مجھے دوسری شادی کی اتنی آسانی سے اجازت دے رہی ہو؟ واہ"

اوزان نے اسے تنگ کرنا جاری رکھا مگر یہ حد تھی جس کے بعد وہ یقینا رو پڑتی۔

"دوسری کی نہیں، پہلی کی دی ہے۔ مجھ سے تو آپ نے صرف نکاح کیا نہ، میں کونسا دلہن بنی ہوں جو خود کو شادی شدہ سمجھوں۔ مجھے بھوک نہیں ہے چھوڑیں ہاتھ"

آنکھوں مئں آتے آنسو بے دردی سے رگڑے وہ جو شکوہ کر بیٹھی، اوزان کو کہاں زیب دیتا تھا کہ اسکا شکوہ دور نہ کرتا۔

"تم میری دلہن بننے کا اقرار تو کرو زینو، وہ بھی بنا دوں گا تمہیں اور میری بیوی بننے کے لیے تمہارا مجھ سے نکاح کافی تھا۔ تم رخصت بھی ہو چکی ہو، اگر بھول گئی ہو تو یاد دلا دوں کیا؟"

وہ اسکے تکلیف دبانے کو محسوس کیے یہ سب جان بوجھ کر کہہ رہا تھا، شاید وہ اس وقت اسکا پرسنل دماغی ڈاکٹر تھا اسکی سائکی سمجھ کر سوال کر رہا تھا۔

"نہیں، جانے دیں بس مجھے"

وہ اپنے شوق سے سوپ بنا کر بنا پیے جاتی یہ اوزان کیسے ہونے دیتا۔

"اوکے میں بالکل چپ، لیکن یہ جو محنت کی ہے اسے کھانے کا شرف بھی دے دو۔ میں تنگ نہیں کر رہا بلکل"

بھوک تو اسے واقعی لگی تھی اور یہ سوپ بھی زینو کا فیورٹ تھا تبھی اوزان کے یوں باز آنے پر وہ چپ چاپ اپنا سوپ پینے لگی، کھانے کے دوران

اوزان نے اسے بالکل مخاطب نہ کیا بس وہ اس مزیدار سوپ کو سراہنا چاہتا تھا کہ کاش وہ اپنے ہاتھ چومنے دے جن کا اس قدر مزیدار زائقہ ہے۔

"برتن دھوئیں مل کر؟"

اوزان نے بھی اپنی بھوک اچھے سے مٹائی مگر اب اسے ایک کپ کافی درکار تھی جبکہ زینیش کے پلیٹیس اور باولز اٹھاتے ہاتھ اسکی آفر پر تھمے۔

"ہرگز نہیں، چلے جائیں کچن سے۔ میں خود دھولوں گی"

زینو نے فوری منع کیا اور پلٹ گئی۔

"اوکے ایک کپ بلیک کافی بنادو پھر، اگر زحمت نہ ہو تو۔۔ اور باہر لان میں لے آنا تب تک میں تھوڑی چہل قدمی کرلوں"

وہ اسکو دیکھے بنا سر ہلا گئی جبکہ اوزان جاتے جاتے قریب آکر رکا تو وہ گریز کا تاثر دیتی پہلے ہی پرے سرک گئی، اسکی تنبیہی نظریں خاصی دبنگ تھیں۔

"مجھے چھونے کی کوشش بھی مت کیجئے گا"

زینیش اسکے ارادے سمجھ گئی تبھی غرائی، اوزان نے مسکراہٹ ہونٹوں پر فوری دبائی اور چپ چاپ کچن سے نکل گیا اور اسکے جاتے ہی زینیش نے یوں سانس لیا جیسے اسکی موجودگی میں روک رکھا ہو۔

لیکن کل کے وہ لمحے یاد آتے ہی اسے لگا دل دھڑک گیا ہو؛ بھلے اس وقت اوزان آس پاس نہ تھا لیکن زینیش کے لئے کھڑے ہونا اب بھی محال ہوا۔

خود کا دھیان سنبھالے اس نے برتن دھوئے اور پھر اوزان کے لیے کافی بنائی، بنانے کے بعد اس سوچ میں تھی کہ شکر ڈالے یا نہیں سو شگر پاٹ ہی اس نے مگ کے ساتھ ٹرے میں رکھا اور لے کر باہر لان میں آئی جہاں وہ واک کرنے کے ساتھ ایک ہاتھ سے فون سکرول کرتا دوسرا ہاتھ اپنے کبھی سر کے بالوں میں پھیرتا کبھی سیاہ دھاڑی پر، زینو کچھ دیر اسکی یہ حرکات دیکھتی رہی اور پھر لان کی سمت بڑھی۔

"آپکی کافی"

زینیش نے ہنوز سنجید گی سے ٹرے میز پر رکھی اور فضامیں چھائی اوزان دایب کی خوشبواس سے پہلے اسکے دل کی دھڑکنیں سست کرتی وہ پلٹ گئی مگر وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے روبرو لے آیااور پکڑ کر اپنی کمر کے اطراف زینو کے دونوں ہاتھ جمائے اور زینیش ہل بھی نہ سکی۔

"میں چاہتاہوں تم مجھ سے بھلے روٹھی ہو لیکن آس پاس رہو، آوواک کرتے ہیں۔ دیکھو موسم کس قدر خوبصورت ہے"

وہ اس کو واپس پہلے جیسا کرنے کے جتن کر رہاتھاپر وہ چپ چاپ اسکے سینے سے گال اور سر لگاتی اسکے وجود میں سمٹ گئی۔

"مجھے کچھ بھی اچھانہیں لگ رہا"

وہ بوجھل تھی، اپنا آپ تک سنبھالنامشکل تھا۔

"دیکھو جولئیٹ رومیو بھی اداس ہو رہے ہیں، وہ ہم دو کا بہت اثر لیتے ہیں"

اوزان نے اسکی توجہ بھٹکائی تو وہ فورا اس سے دور ہوتی گردن موڑ گئی، جولئیٹ نے اپنی گردن، رومیو کے چہرے سے جیسے جوڑ رکھی تھی، وہ واپس گردن گما کر حیرت سے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"یہ کیا؟ یہ تو کرتے بھی وہی ہیں جو ہم"

وہ اسکے معصومانہ انداز پر دبا سا مسکرایا، ہاتھ بڑھا کر زینیش کی بنا کسی بے خودی کے ہاتھ کی پشت کے سنگ گال سہلائی تو وہ اسکے اس لمس پر گھبرائی اور فورا نظر چرالی۔

"شاید اس لیے کہ ان دو کو ہم پسند ہیں"

وہ اوزان کی وضاحت پر ناچاہتے ہوئے خوش ہوئی، اور جب خوش ہوئی تو مسکرائی، پھر سے نظر اٹھا کر اوزان کو دیکھا، وہ اس قدر پرکشش انسان تھا

کہ اسے دیکھتے آنکھیں کبھی سیر نہ ہوتیں اور یہ کشش اس شخص کے وجیہہ چہرے کی نہیں، پاک روح کی تھی۔

"آپ مجھے چھوڑ کر کہاں گئے تھے؟"

اسے یکدم یاد آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"حویلی، آئی جان کی طبعیت کچھ ڈاون تھی انھیں دیکھنے۔"

اوزان نے اسی نرمی کو برقرار رکھے جواب دیا، وہ رومیو اور جولیٹ کو دیکھنے کے سبب اس سے دور ہو گئی تھی اور اب پھر سے دل چاہ رہا تھا وہ اسے گلے لگائے۔

"اب کیسی تھیں وہ؟"

وہ پھر سے نظر جھکائے بولی جبکہ اوزان کی توجہ اسکی جھکی پلکیں کھینچ کر اختیار چھین سا رہی تھیں، بہت شدت سے وہ اس کے قریب کچھ لمحے گزارنے کا

خواہش مند تھا، کہ کاش وہ اسے اپنے بالوں کو چھونے دے جو فاصلے کہ باوجود اپنی تروتازہ خوشبو فضا میں بکھیر رہے تھے، اپنے ہاتھوں کو تا دیر ہاتھوں میں مقید رکھنے دے تاکہ وہ زینیش کی ٹھنڈی ہتھیلوں کو حرارت بخشے، اسکے چہرے کا اک اک نقش دیکھ کر ہونٹوں سے چھونے کی اجازت دے تاکہ وہ اس سکون کو چھو سکے جو آنکھوں کے لیے تو بہت راحت انگیز تھا۔

وہ اوزان کی خامشی پر نظر اٹھا کر دیکھنے لگی تو اوزان نے فوراً اسے اس پر سے اپنی نظر ہٹا کر چرائی اور یہ لمحہ زینیش کو بہت کچھ بتا گیا، اوزان دایب کی چاہت، خواہش، خوشی۔

"ہاں بہتر تھیں، آؤ واک کریں۔۔۔ لگتا ہے بہت تیز آندھی آنے والی ہے۔ موسم میں عجیب سی شدت پسند مہک گھلی ہوئی ہے"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے دوسرے ہاتھ میں کافی مگ اٹھائے واک کرنے لگا تو زینیش نے چپ چاپ اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ مقید دیکھتے نظر اٹھا کر اوزان کو دیکھا، اسکی بات پر وہ تھوڑی حیران ہوئی۔

"اگر نہ آئی تو؟"

وہ اسکے بے اختیار پوچھے سوال پر اسے گردن گما کر کافی کی سیپ بھرے دیکھتا مسکرایا۔

"تو اوزان دایب لے آئے گا آندھی"

وہ اسکی بے تکلفی اور ذومعنیت پر خفت سے سرخ ہوئی۔

"مجھے سونا ہے جانے دیں"

وہ اسکا ہاتھ چھڑوائے مچلی تو اوزان نے اسکا ہاتھ زرا سا کھینچے اسے اپنی طرف سرکایا جو اس سے نظر تک نہ ملا پائی۔

"ایک شرط پر جانے دوں گا"

اوزان کی شرط تو بعد میں یہ نزدیکی اور استحقاق پہلے زینو کی جان لے لیتا۔

"کیسی شرط"

وہ فورا اسے بولی تا کہ جتنا جلدی ہو سکے جان چھڑوا کر بھاگے۔

"ہم ایک ہی روم میں سوئیں گے"

زینیش نے اسکی طرف نظر اٹھائے دیکھا، آنکھوں میں بے پناہ ڈر تھا۔

"آپ کاوچ پر اور میں بیڈ پر"

زینیش نے خود ہی سب ڈیسائیڈ کیا جس پر وہ اسکے واپس ہاتھ چھڑوانے پر اسکو روک گیا۔

"ہرگز نہیں، ایک ہی بیڈ پر۔۔۔ کمرہ الگ تھا تب بات اور تھی۔ ایک کمرہ ہوا تو جگہ بھی ایک"

وہ اس سے اجازت نہیں لے رہا تھا بلکہ حکم سنا رہا تھا جو زینیش سے ٹالنا مشکل ہوا۔

"اوکے آپ سو جائیں مجھے نماز پڑھنی ہے ابھی، گڈ نائیٹ"

وہ اس بار اسکا ہاتھ چھڑوا کر اندر بھاگی جبکہ اوزان کی توجہ حسیب کی کال نے مبذول کی، وہ میز کرسیوں کی جانب آیا اور مسکرا کر کال پک کرتے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

دوسری طرف وہ بہار کے ساتھ ڈنر کرنے آیا تھا، سارا دن وہ لوگ کافی خوبصورت جگہوں پر گھومے تھے۔

بہار وہاں مل جاتی کسی جاننے والی کے پاس زرار کی تو حسیب نے بھی فوری اوزان کو کال ملائی۔

"مل گئی تجھے فرصت بہار سے خود کو خزاں کرنے سے خبیث"

فون لگتے ہی اوزان کا شکوہ اس تیکھے لاڈلے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا، حسیب پلٹ کر ڈارک براون ماڈرن گاون ڈریس میں ملبوس بہار کو دیکھے دل جلا سا مسکرایا۔

"مت پوچھ یار، دسترس بڑی بری چیز ہے۔ اور اس سے بری شے جنون۔۔۔ ایسا لگتا ہے وہ میرے ساتھ ایک دن بھی مزید رہی تو سارے سوئے ارمان جگا دے گی۔ بتا رہا ہوں کچھ کر بیٹھوں گا اوزان"

آج پہلی بار وہ حسیب کو بے بس محسوس کر رہا تھا، سمجھ نہ آیا اس کی حالت زار پر ہنسے یا غصہ ہو۔

"سنبھال خود کو، خبردار اگر اسکے آگے ہلکا پڑا تو حسیب۔۔ جان لے لوں تیری۔ اسے اگر تجھ سے محبت ہوئی تو وہ جھکے گی، انتظار کر اس لمحے گا۔ اور کیا تو اتنا ارزاں ہے کہ اس لڑکی کی ایک پکار پر لبیک کر دے گا۔۔۔ ہر ستم بھول کر؟ دیکھ حسیب مرہم بن اسکا، اسے اپنی کمزوری مت تھما۔۔۔۔۔ وہ

اتنی جلدی سدھرنے والی چیز نہیں۔ تیری آنکھ میں اگر اسکی وجہ سے ایک آنسو بھی آیا تو تیری بہار گئی۔۔۔۔"

اوزان اسی لمحے سے ڈرتا تھا تبھی تو اسے روکتا تھا، کہ وہ لڑکی اسے ویران نہ کردے اور اب ایک ہی دن میں حسیب کے درماندہ ہونے نے اوزان کا دل بھی خوفزدہ کیا۔

"جانتا ہوں اوزان، کیا کروں اسے خود کے لیے ترستا دیکھتا رہوں؟ یار یہ بہار بہت الگ ہے۔ جو میرے پاس آئی یا جو مجھے ملی۔۔۔ بہت پیور۔ تجھے پتا ہے میرا دل ایویں نہیں دھڑکتا، اور ایویں سی کے لیے دھڑکنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔ اسے دیکھتے ہی کچھ ہونے لگتا ہے"

حسیب اپنی یہ بے بسی یا اللہ سے کہہ سکتا تھا یا اوزان سے، جبکہ اوزان نے کافی مگ میز پر جھک کر رکھتے واپس سیدھا ہوتے یوں سانس بھری جیسے سینے پر بوجھ بنی ہو۔

"پھر بھی حسیب، جو خیانت کرے گا جھکے گا بھی پہلے وہی۔ میں جانتا ہوں بہار نے مجھ سے محبت نہیں کی، بس ایک جنون پالا تھا۔ اور جب تک اسے وہ خاص اور سچی محبت تجھ سے نہ ہو جائے میرے دل میں نہ اسکے لیے رحم ہے نہ تیرے لیے بھکنے کی کوئی اجازت۔ یاد رکھیں میری بات"

اوزان نے اسے صاف لفظوں میں تنبیہ کی کیونکہ حسیب کی تکلیف وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"ہمم۔۔ تھوڑا تو رحم کھا یار۔۔"

حسیب کی مسکینی پر اوزان کو تپ چڑھی۔

"پٹ مت جانا مجھ سے، شرافت سے کل واپس آ اور مل مجھ سے۔۔۔ بلکہ وقت بتا دینا میں تیرے گھر پہنچ جاوں گا۔۔ تیری چھترول کی لائیو کوریج بھلا اوزان کیسے مس کر سکتا ہے"

اوزان اس وقت واقعی سنگدل بنا جبکہ حسیب بھی مسکرا اٹھا۔

"کمینہ، بتادوں گا آجائیں جلے پر نمک کی بوری الٹنے۔۔۔ یہ بتا تیرا کیا سین ہے۔ کوئی اہمم اہمم والا رومینٹک سین ہوا یا تو نے ابھی بس تاڑنا ہی جاری رکھا ہوا میری معصوم بھابھی کو۔۔۔ یار قسم سے تو رومینس کرتا کیسا لگے گا کاش میری یہ گناہ گار آنکھیں یہ دیکھنے کا شرف پاتیں"

حسیب کی یہ سب آفت باتیں سچ میں اوزان کا موڈ فریش کر گئیں۔

"رومینس کرتا کمپلیئین دیکھنے کی ہمت کسی بشر میں نہیں صرف زینیش اوزان کے، نکل تو یہاں سے لفنگا"

اوزان کی جوابی حملہ آوری پر حسیب کا قہقہہ چھوٹا۔

خود بہار نے حیران ہو کر گردن گما کر اس مست جن کو دیکھا تو اسے اتنا سنگین ہنستے دیکھ کر وہیں تھم گئی۔

"ہاہاہا اور میرے خدا، مطلب تو بہت ہی وہ لگتا ہے۔۔۔ ہاہا یا اللہ یہ میسنا آپ نے مجھے کہاں سے چھانٹ کر دیا۔۔۔۔ میری بھابھی بچاری، اللہ انکو حوصلہ و ہمت دیں۔۔۔ پتا نہیں کیسے زندہ ہیں ابھی تک"

حسیب کی چونچال باتیں اوزان کو بھی دبا دبا مسکرانے پر اکسا رہی تھیں۔

"تو آ ذرا واپس تیری گردن مڑورتا ہوں، چل رکھ فون اور خبر دار جو تو نے کوئی ترسی حرکت کی اس بہارے بی بی کے آگے"

اوزان کا پیار، فکر لاڈ ہی تو حسیب کے دل کی رونق تھا، ہنستے ہوئے اس نے کمپلیئین کی کال کاٹی جبکہ بہار اس لیڈی سے ملاقات ختم کرتی وہیں اسکے پاس آ کر رکی تو حسیب کے چہرے پر اب تک مسکراہٹ کے پھول کھلے تھے، بنا کچھ سوچے وہ قریب ہوئی اور اپنے عنابی ہونٹوں سے حسیب کی گال چوم لی۔

حسیب کی مسکراہٹ لمحے میں غائب ہوئی۔

"تم ہنستے ہوئے کسی کو بھی مار سکتے ہو،

Am falling love with your laughter "

وہ اسکے کمپلیمنٹ پر بہت جبر سے مسکرا سکا، اس لڑکی نے یہ حرکت یہاں پبلک میں کی اور تبھی حسیب تھوڑا ان کمفرٹیبل ہوا، کیونکہ وہ اسکی کوئی گرل فرینڈ نہیں بیوی تھی۔

"ڈنر کرتے ہیں"

وہ سنجیدگی سے اسے لیے ٹیبل کی طرف بڑھا جبکہ بہار نے اسکی سرد مہری کھانے کے بیچ بھی نوٹ کی جس میں وہ بہار کے سوالات کا بس ہاں یا ناں میں جواب دیتا رہا، صبح پانچ بجے انکی واپس پاکستان فلائیٹ بھی کمفرم ہو گئی۔

ڈنر کے بعد وہ واپس ہوٹل آئے تو بہار سے مزید اسکی چپ برداشت نہ ہوئی تو وہ بیگ وہیں میٹرس پر پھینکتے اسکا ہاتھ پکڑے اپنے روبرو لائی۔

"کیا تمہیں میرا کس کرنا برا لگا، تم کب سے مجھے نظر انداز کر رہے ہو۔ تم ہنس رہے تھے اور بہار نے تمہاری ہنسی چھین لی۔ تمہارے ہونٹوں پر ہنسی بہت خوبصورت لگی نہ "

وہ تڑپ اٹھتی قریب ہوئی اور اپنے ملائم ہاتھ کی انگلیوں کو اسکے ہونٹوں پر پھیرے وہ حسیب کی آنکھوں میں تڑپ کر جھانکی، حسیب کا اسکی چاہ میں ڈوبا دل کٹ سا گیا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے، بہت زور کی کس کی تم نے۔ جبڑا دکھ گیا میرا بس اس لیے منہ پھلا لیا میں نے"

وہ اسکو اپنے ان دو جملوں سے رونے سے ہنسنے پر جیسے لایا، وہ اس قدر ہنسی کہ اسکی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"میں تو ڈر گئی کہ خدا نخواستہ تمہاری ہنسی نہ چھین لی ہو، بائے داوے آج بہار کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن تھا جو میں نے پورا تمہارے ساتھ گزارا۔ تھینکیو"

وہ فورا بہتر ہوئی، بس اسکے اطراف بازو لے جاکر اسکی چوڑی پشت پر باندھے اسکے سینے لگی، وہ بھی رسماسا مسکرا کر دل کے ارمان دباتا اسکی پشت سہلانے لگا۔

"ویلکم۔ اب جاو چینج کر لو۔ میڈیسن لو اور سو جاو آکر۔ صبح جلدی اٹھنا ہے واپسی ہے ہماری اور کل کا دن یقینا ٹف ہو گا۔ صائمہ خانزادہ صاحبہ ان ولن اینڈ ایکشن موڈ ہوں گی۔۔۔"

وہ زیادہ دیر اسکے گلے لگی رہے حسیب خانزادہ کو یہ بھی قبول نہ تھا کیونکہ اسے بہار کی حسرت اور یار کا حکم دونوں کو ایک جیسی اہمیت دینی تھی تبھی

اس لڑکی کی جان لیوا کشش سے جان چھڑواتا بات ختم کیے خود ہی اس سے دور ہوا جس پر بہارے نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ حسیب کے پوری رضا سے اسکی چاہت کے ہر مطلوب لمحے مسیر آنے پر مسرور ہوئی اور اس سے پہلے وہ ڈریس بدلنے جاتی، حسیب نے خود ہی بے ارادہ اسکا رسائی سے دور جاتا ملائم ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑا، وہ فوری واپس آکر اسکے روبرو آرکی اور دل وجان کی ساری توجہ سے جب وہ حسیب کو دیکھتی تھی تو وہ مضبوط دل اور ہر شدت اپنے اندر دبانے کا ماہر بھی ہارنے لگتا، کیونکہ جس سے آپکو محبت ہو آپ اسکے سامنے ایک قیدی سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔

"سنو! ویسے تو ہمارا یہ رشتہ عجیب سا ہے، کچھ بھی نارمل نہیں لیکن رسم کہہ لو اسے۔ آئی ہیو سمتھنگ فار یو۔ اگر پسند آیا تو رکھ لینا ورنہ نو ایشو"

وہ اپنے اس عمل کی وضاحت میں بہارے کی والہانہ پن چھلکاتی نظروں کے روبرو بوکھلا کر تھوڑا الجھا جبکہ وہ تحفے کا سن کر آنکھوں میں تڑپ، خوشی اور رغبت بھر لائی اور جب حسیب نے اپنی جینز کی جیب سے وہی خریدی ڈائمنڈ

رنگ نکالی تو بہار خوشی ہمکتے حواس جکڑے تاسف سے کبھی اسے کبھی اسکے ہاتھ کو دیکھنے لگی جس نے اسکی رنگ فنگر میں وہ انگوٹھی مقید کی اور اسی ملائم ہتھیلی کو پکڑے پشت کو سرسری سا ہونٹوں سے چھوا، وہ پرفیکٹ پوری آتی رنگ نہیں وہ بہار کی زندگی کا پہلا نایاب تحفہ تھا جسے وہ جان سے پیارا رکھنا چاہتی تھی، آنکھوں میں اترتی نمی دنائے وہ بہت اذیت میں مبتلا لگی۔

"میں اسے ہمیشہ پہنے رکھوں گی، مر بھی گئی تو وصیت کر جاوں گی اسے کوئی میری انگلی سے نہ ہٹائے۔ یہ بہت خوبصورت ہے، تمہارے دل کی طرح"

وہ اسے اس تحفے پر لٹ جائے گی، اس لڑکی کا والہانہ پن حسیب کا ضبط کیسے نہ توڑتا، وہ لڑکی اسکے پاس اسے صرف اپنی محبت میں ڈوبی دیکھائی دی جسکی آنکھوں کا تقاضا جھٹلانا حسیب کو گناہ لگا، ایک چھوٹے سے تحفے نے بہار کو خوشی سے بھرا حالانکہ سونے پیروں کی اسے کبھی کمی نہ تھی پر یہ ایک ہیرا اسکی ہر آسائش اور آسانی کو مات دے کر اسکا سکھ بن گیا۔

"اچھی لگ رہی ہے تمہارے ہاتھ پر، اب جا سکتی ہو چینج کرنے"

بڑی دقت سے وہ خود کو سنبھال پایا جبکہ بہار بھی اسکی خوشی میں خوش اسکے پاس سے گزرتی جب گئی تو حسیب نے یوں گہرا سانس کھینچے گردن موڑ کر اس لڑکی کو دیکھا جیسے نہ دیکھتا تو جان چلی جاتی۔

"یہ لڑکی! یہ مجھے بری کیوں نہیں لگ رہی۔ اسکا ہر ٹوٹا بکھرا لفظ مجھے کیوں تڑپا رہا ہے۔ کیوں اسکی آنکھیں عام آنکھوں جیسی نہیں لگ رہیں۔ یہ دنیا جہاں کی خود غرض، جس نے میرا دل روندا وہ مجھے بے غرض کیوں لگ رہی ہے۔ جیسے میں نہ ہوا کبھی تو بہارے کا نام ونشان بھی نہ ہو گا۔۔۔ یہ کیسی کشمکش ہے۔۔۔ میں بہت گناہ گار ہوں لیکن یہ اذیت تو بہت بڑی ہے مولا۔۔۔۔"

وہ وہیں گرنے کے انداز میں میٹرس پر بیٹھا، وہیں پیچھے کو لیٹے سر میٹرس پر گرا دیا، آنکھوں میں دنیا جہاں کا درد اتر آیا، سینے میں سانس جکڑی تو دل پر ہتھیلی مسلی کہ کسی صورت قرار آئے۔

وہ کچھ ہی دیر میں چینج کیے نکلی، میڈیسن کھا کر اسکے پاس آئی، وہ کسی اور ہی دنیا میں کھویا رہا، بہار کی نرم ہتھیلی اپنے سینے پر رکھے ہاتھ پر محسوس ہوئی تو وہ اپنے منتشر خیالات سے نکلا اور خالی نگاہوں سے بہار کو دیکھنے لگا۔

"ایسے ترچھے کیوں لیٹے ہو، آجاو اوپر۔۔۔ ایزی ہو جاو۔۔۔ میں بھی بہت تھک گئی، پورا جسم درد کر رہا اب تو"

وہ اسکو دیکھ رہا تھا پر اسے بہار کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی پھر بھی وہ اٹھ کر ٹھیک سے اسکے ساتھ جا کر لیٹا، بہار نے تکیہ درست کیے اسکے سینے پر سر رکھے اسکے گرد بازو لپیٹی اور مسکرا کر اپنا ہاتھ اور رنگ دیکھتی وہ گردن اٹھا

کر حسیب کو مسکراتی، شوخ پرخمار آنکھوں سے دیکھنے لگی، جو اسے دیکھ کر ہر قسم کے تاثر سے نے نیاز بس چپ تھا۔

"تم بہت سپیشل ہو میرے لیے، جانتے ہو کیوں، مجھے ہمیشہ سنا تم نے۔ بنا جتائے۔ ساتھ بولنے اور چلنے والے تو بہت مل جاتے ہیں، صرف سنبھالنے والا اور سننے والا کبھی کبھی ہی ملتا۔ حسیب! تم بہت اچھے ہو، ہمارے آج پورا دن اگر روئی نہیں تو اسکا سبب تم ہو"

وہ ان شکستہ لہجے میں پیوست جملوں سے حسیب کی مشکل بڑھا رہی تھی، وہ اس کے ملائم لمس اور موجودگی سے دامن کہاں سے بچا تا جب وہ خود اسکی قربت کی بہت شدت سے طلبگار تھی، وہ بھی تو تھا مگر خود میں جکڑا ہوا تھا۔

"کیا تم ہر دن روتی ہو؟"

وہ اپنے جذبات قابو کیے خود کو بہلانے کو اسکی ملائم گال انگوٹھے کی پور سے رب کرتے اسکے نچلے ہونٹ کو چھوتا اسکی آنکھوں بھی گھمبیر تا سے جھانکا جس نے اپنا ہاتھ بھی اسکے ہاتھ سے سر ہلائے ملایا۔

"ہاں آج میری زندگی کا یہ پہلا ایسا دن ہے جب بہار روئی نہیں۔ اور یہ دن میری زندگی میں کبھی نہ آتا اگر تم نہ آتے۔ مجھے یہ دن، یہ گفٹ اور یہ بہت انمول حسیب خانزادہ سب سے پیارا ہو گیا"

وہ اسکی حسرت پر پژمردگی کا شکار ہوا اور فوری اسکی طرف زرا کروٹ لی، دونوں کی آنکھوں میں رضا تھی، تڑپ تھی، وہ کیسے خود کو روکتا کہ اب کچھ بھی اختیار میں نہ رہا، وہ خود اسکی گرفت میں جانے کتنی پر سکون تھی کہ بیاں کرنا ناممکن تھا، دونوں کے جسموں کی حرارت ایک سی بڑھی، ایک سے دل دھڑکے، ایک سی سانس بھاری ہوئی تو پھر کیوں نہ وہ ایک دوسرے کو مائل کرتے۔

"تم مجھے بے بس کر رہی ہو بہارے"

بہت کرب تھا حسیب کے اس جملے میں جس پر وہ فوری اسکی زرا سرخ ہوتی نگاہ سے نظر چرا کر جھکا گئی اور یوں ڈر گئی جیسے کوئی خطاء کر بیٹھی ہو۔

"ن۔۔ نہیں نہیں میں بس یونہی بتا رہی تھی خوشی تم کو اپنی۔۔۔۔ت۔۔ تم خود کو بے بس مت کرو۔۔۔ آئی ایم سوری"

وہ خود اذیتی کا شکار ہوتی اسے مشکل سے دوچار کرنے پر اذیت سے کپکپا اٹھی اور اس سے پہلے وہ آج بھی رو کر یہ واحد دن بھی اجاڑ دیتی، حسیب خانزادہ نے ہر نفع نقصان کو پرے کرتے اسکی کمر میں لپیٹے ہاتھ کو جکڑ کر لمحہ لگائے بہار کو اپنے اوپر منتقل کیا۔

اس لڑکی کی آنکھ سے سے ٹپکتی نمی اور حسرت کو وہ مزید نہیں دیکھنا چاہتا تھا، کم از کم بہارے کے اون کیے یہ دن وہ اسے رونے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

"تمہارے مقدر میں نہ رونے والا یہ ایک دن ہرگز برباد نہیں ہو گا بہارے"

یہ جملہ کہتے ہی حسیب نے اسکی رکتی سانسوں کو خود میں اس شدت سے اتارا کہ بہارے کے پورے جسم کا اختیار حسیب خانزادہ کی اس تڑپ میں حائل ہو کر رہ گئی، وہ اسکا یہ ایک دن کیسے برباد ہونے دیتا۔ کیسے اجازت دیتا کہ وہ رو کر یہ ایک واحد دن بھی کھو دے، اسکے ہونٹوں کے نرم لمس کے کئی رنگ، کئی شدتیں بہار نے محسوس کیں، وہ نقصان کرنے کا قائل تھا، ایسے نقصان تو اسکے بقول ایک ملی حیات میں کر لینے چاہیں۔

بہار کو اس نے خود سے آزادی تب تک نہ دی جب تک وہ رونے کا ہر ارادہ ترک نہ کر بیٹھی۔

جب وہ خود کو بے جان مان کر آنسو نہ بہانے کا وعدہ کرنے کے اہل ہوئی تب اس شخص نے اپنی شدت پر بندھ باندھا، اس لڑکی کی آنکھ سے آنسو ٹپکنے نہ

دیا اور بنا اسے دیکھے وہ یونہی اسے اپنے وجود میں بساتا نہ صرف خود سختی سے آنکھیں بند کر گیا بلکہ سائیڈ لیمپ کو بھی بجھا دیا۔

اب انکے بیچ بات کو کچھ رہا بھی نہ تھا، خاموشی اور سکوت ہی بہتر تھا ورنہ سب تباہ ہو جاتا۔

..________________________..

اوزان کافی دیر لان میں ہلکی پھلکی ٹھنڈی ہوا میں واک کرتا رہا، اسکے گردن کا زخم بہتر تھا مگر تکلیف ہنوز برقرار تھی، جب وہ رات کے وقت کھلے آسمان تلے چہل قدمی کرتا پھر اسے وقت کی کوئی خبر نہ رہتی۔

رومیو اور جیولیٹ بھی ہوا کی شدت کے سبب پیٹ ہاوس میں جا کر چھپ چکے تھے، سفید پھول کے پودوں پر لگے اکا دکا سفید گلاب ہوا کی اٹکیلیاں سہہ کر مسرور تھے، اوزان نے نظر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، ستارے، بادل اور

مہیب سناٹا سب ایک ساتھ اور ایک سیاہ بادل کے حصار سے سمٹ کر چھپتا نکلتا باریک سا چاند۔

فضا میں گھلی مدھر خوشبو، اوزان کو سکون دے رہی تھی لیکن جب اس پر بھی جی بیزار ہوا تو اس نے اپنے قدم فارم ہاوس کی خوشبودار کئی رنگوں اور قسموں کے پھولوں کے دونوں جانب سجی راہداری عبور کیے اپنے قدم فارم ہاوس کی اندرونی طرف بڑھائے۔

جیسے جیسے قدم زینش کی طرف بڑھے، بیزارئیت خود بخود کم ہوئی۔

وہ روم میں آیا تو وہ نماز پڑھنے کے بعد اپنی چادر میٹرس کے سرہانے رکھے کروٹ بدل کر نیند میں اتری تھی، خفیف سی حیرت میں لپٹا وہ نا صرف کمرے میں مکمل داخل ہوا بلکہ دروازہ بند کیے وہ مین لائیٹ آف کیے چلتا ہوا زینش کے پاس آ کر بیٹھا، روم میں جلتی نیلی سبز اور سفید روشنی اندھیرے کو کافی حد تک اجالنے میں کامیاب تھی۔

وہ ایک ہتھیلی گال کے نیچے ٹکائے دوسرا ہاتھ وہیں اپنے قریب میٹرس پر رکھے کروٹ پر سوئی تھی، اس کے وجود سے اٹھتی کئی خوشبوئیں مل کر جب اوزان تک پہنچ رہی تھیں تو وہ خود سے بے خود ہونے کی کیفیت سے گزر رہا تھا، جیسے اس لمحے سب کچھ کہیں پیچھے رہ گیا ہو۔

جب اسے دیکھنے میں بھی تھکن حاوی ہونے لگی تو اوزان نے اپنی آنکھیں مخملی خواب زادی پر سے ہٹالیں، اور گردن واپس سیدھی کیے کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے سنجیدہ ہوا، بلکہ ان سنہری آنکھوں میں حقارت اُمڈی۔

فیروز شمشیر کی مکمل حقیقت سب جان چکے تھے مگر اوزان نہیں، لیکن اسکے باوجود اسے دایب انصاری کی موت کا سبب وہی شخص لگتا تھا۔

اور اسی مکمل تحقیق کے لیے عدم کل منہاس سکندر کے جاننے والے سے ملنے والا تھا، عدم کو اس نے جس کام کے لیے روانہ کیا اس نے کچھ معلومات دیں وہ یہ تھیں یہ منہاس سکندر دایب انصاری کا باڈی گارڈ تو تھا ہی ساتھ یہ

فیروز شمشیر اور تنویر کے ساتھ مشترکہ کام کرتا تھا مگر پھر دایب کی موت کے بعد اس نے گوشہ نشینی چن لی بس اس آدمی اس برائی سے اچھائی کی جانب ہجرت کا تجسس ہی اوزان کو اسکی کھوج پر مجبور کر رہا تھا دوسرا منہاس سکندر کا تنویر اور فیروز سے کنکشن بھی اسکی بے آرامی اور پریشانی کا سبب تھا۔

وہ کل کے دن کے بارے کچھ اہم معاملات ترتیب دیتا انہی سوچوں میں محو تھا جب زینیش نے اسکی موجودگی نیند کے باوجود محسوس کیے اپنی آنکھیں آہستگی سے کھولیں تو اوزان کو اپنے پہلو میں بیٹھا مگر کہیں گہرے خیالات میں ڈوبا دیکھے وہیں کئی لمحے ساکت رہی، وہ اپنے دھیان میں بیٹھا بھی کتنا خوبصورت ہے، زینو نے دل میں سوچا۔

اسے دیکھتے ہی خبر نہ ہوئی کب وہ آلو ہی سا مسکرا دی، کیونکہ اوزان کا اسکے صرف پاس ہونا زینیش کا سکون بڑھا دیتا۔

وہ اسکے صرف پاس بیٹھا ہوا بھی بہت بڑی ڈھارس تھا۔

"دل کہتا ہے آپ سب سے الگ ہیں اوزان، لیکن دل ڈرتا ہے۔ پھر سے آپ نے مجھے خود سے دور کر دیا تو کیا ہو گا۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے پھر سے دکھی ہوتی سوچ رہی تھی اور اوزان دا یب کیسے نہ جانتا کہ وہ روح نشین آنکھیں اس پر کھلی ہیں تبھی مسکرا کر گردن پھیری تو زینیش کے چہرے پر رنگ سے لہرائے فورا سے چوری پکڑے جانے پر وہ کروٹ دوسری طرف نہ صرف بدل گئی بلکہ میٹرس کے دوسرے کنارے پر سرک کر لیٹی۔

"میں یہاں لیٹ سکتا ہوں تمہارے پاس؟"

اوزان کے اجازت طلب کرنے پر زینیش نے مزید سمٹ کر اسکے لیے جگہ چھوڑی تو وہ بدمزہ ہوا، جتنی جگہ اس لڑکی نے خالی کی وہاں دو اوزان با آسانی فٹ آسکتے تھے۔

"آپکا اپنا گھر ہے، مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ مجھے تو مچھر نے کاٹا تبھی آنکھ کھل گئی۔ ورنہ میں آپکو دیکھ تھوڑا رہی تھی نہ دیکھنا چاہتی ہوں"

وہ جو خفا ہو کر اٹھنے لگا، چور کی دھاڑی میں تنکا نظر آنے پر وہیں مزے سے اسکے برابر لیٹا اور جس طرح زینو سے لحاف کھینچا وہ اس میں دبکی تھی تو اسکے ساتھ لپٹی اوزان کے ساتھ ٹچ ہوئی، دونوں کی دھڑکنیں زرا دیر مچلیں۔

"میں نے بھی لحاف کھینچا تھا بس، تمہیں قریب تھوڑا لانا چاہتا ہوں۔"

وہ جس چالاکی سے اسے گھبرانے ہر مجبور کر گیا خود زینش زرد پڑی۔ سمجھ نہ آیا اب کیا کہے۔

اپنے اور اوزان کے بیچ نزدیکی بڑھنے کا احساس ہوتے ہی وہ اپنے نیچے دبا لحاف نکال کر زرا پرے سرک کر لیٹی جبکہ اوزان نے بھی اسے دیکھنے کے بجائے سیدھا لیٹے ہوئے جو منظر نظر آیا اسی کو دیکھنے کو فوقیت دی۔

زینو نے کچھ دیر تو کمرے میں چھا جاتی عجیب سی چپ کو سہا مگر پھر گردن موڑے اوزان کو دیکھا پھر اسکی گردن کو جہاں اب چھوٹا سا بینڈ تج لگا تھا، پٹی اس نے اتار دی تھی۔

"آپکا زخم! کیسا ہے"

زینیش کے ہچکچا کر کیے سوال پر وہ بنا اس پر نظر ڈالے سر ہلا کر طمانیت و سکون سے آنکھیں بند کر گیا۔

"بہتر ہے"

مختصر جواب جس پر زینیش نے خاموشی ہی اختیار کرنی مناسب سمجھی کیونکہ اسے لگا شاید وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا ہے۔

"آج صبح ٹھنڈی یخ بارش میں بھیگنے سے کچھ نہیں ہوا آپکو؟"

پھر سے کمرے کی پر فسوں مہکتی خاموشی زینو کے اعصاب چٹخانے لگی تو وہ پھر سے بول پڑی، اوزان کی آنکھیں ہنوز بند تھیں پر جاذب ہونٹ زرا سے اس سوال پر مسکرانے کی طرز کا پھیلے اور زینیش کی دھڑکن بس اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر ہی بڑھی۔

اپنا ایک ہاتھ سینے پر جبکہ دوسرا سر کے تکیے کے نیچے دبائے وہ کافی پر سکون لگ رہا تھا۔

"ہوا ہے"

اوزان کے دو لفظی جواب پر زینیش کو لگا دل میں کوئی چنگاری سی جلی ہو، ناجانے ایسا کیا تھا اس شخص کی بھاری آواز نما اس بے خود سرگوشی میں۔

"کیا ہوا ہے؟"

یہ سوال زینیش نے اسکی طرف کروٹ بدلے بہت بے تابی سے پوچھا، اسکا دل اسکے پاس ہونے پر اسے نہ دیکھنے پر اسے برا کوس رہا تھا سو وہ اسے بھرپور دیکھنے لگی، دم سادھ لیا کہ اسکا جواب کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

"مجھے نہیں، میرے دل کو"

اسکا بھاری لہجہ، ضرورت سے زیادہ جذب زینو کو تنگ کرتا محسوس ہوا، وہ اسے بار بار سوال کے لیے اکسا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے دل کو"

زینو نے پکا فیصلہ کیا کہ یہ وہ بس آخری سوال کر رہی ہے، لہجے میں ڈھیروں اضطراب تھا۔

"مجھے مجبور کر رہا ہے کہ اب زندگی کی ہر بارش ایسی ہی خوبصورت ہونی چاہیے"

اوزان کے سکون میں کمی تک نہ آئی لیکن زینش کی پلکیں ضرور آنکھوں پر لرز کر رہ گئیں، دل کا شور کان کی اور لپکا، سمجھ نہ آیا دھڑکنیں کیسے استوار کرے۔

"عام سی تو بارش تھی، خوبصورت کیا تھا اس میں؟۔۔۔ کیا خان بابا کا پالتو مور.."

وہ تھوڑی پر اعتماد سی ہوئی جبکہ اوزان کی بند آنکھیں بھی کھلیں اور اس نے گردن موڑے زینش کو بھی دیکھا جو اسکی اس الفت خیز نظر پر کانپ سی اٹھی، فوری نظر جھکائی۔

"تم"

ایک لفظی قہرناک جواب، زینش نے پلکیں اٹھائے اوزان کو دیکھا، وہ جھوٹا تو کہیں سے نہ لگا، بہت سچا اور دل کو بھانے والا تھا وہ شخص۔

کسی انسان میں اس نے آج تک ایسا ٹھہراو اور عافیت نہ دیکھی جتنی اوزان دایب میں تھی، وہ کسی بھی عورت کو بس اک نظر دیکھ لیتا تو وہ اسکی الفت میں پڑ جاتی اور ستم یہ کہ اوزان دایب کی ایسی محبت بھری مخمور نگاہیں مقدر تھیں تو صرف زینیش کا۔

"آپ یہ اس لیے کہہ رہے ہیں تاکہ میں آپکو اپنے قریب آنے دوں"

وہ الٹا روٹھی حالانکہ دل تو ایسے اظہار پر تڑپ اٹھا تھا۔

وہ پھر سے مسکرایا، واللہ اسکی یہ مبہم مسکراہٹ کئی رنگ، خواہشیں اور امنگیں جنم دیتی تھی زینو کے دل میں۔

"میں تم سے دور ہوں ہی کب، جسموں کا فاصلہ ہے بس وہ بھی زرا سا۔ ورنہ تمہیں بنا چھوئے بھی بتا سکتا ہوں کہ ایک منٹ میں تمہارا دل کتنی بار دھڑکتا ہے۔۔۔"

زینیش کی آنکھیں سچ میں اس دلکش جواب پر نم ہوئیں، وہ یہی سوچ رہی تھی کہ کوئی اتنا پاگل کیسے ہو سکتا ہے۔

"ایویں بول رہے آپ مجھے امپریس کرنے کو، میں تو نہیں بتا سکتی آپکے بارے میں ایسا، مجھے تو آپکے دل کی آواز نہیں آرہی۔۔۔ آپکو پھر کیسے آرہی ہے؟"

تکلیف دبانے کے بیچ وہ اسکے اس دعوے پر بھی حیرت میں ڈوبی۔

اوزان نے سینے پر رکھا ہاتھ اٹھائے وہ بازو اسکی جانب پھیلائی۔

"یہاں میرے پاس آو پھر تم بھی یہ معرکہ سر کر لینا"

اس شخص نے اپنے پاس اس پیار سے بلایا کہ وہ چاہ کر بھی انکار نہ کر سکی، فوری اسکی بازو پر سر رکھے اسی بازو کے گرد لپیٹے جانے کو محسوس کیے وہ آنکھیں موند کر اسکے سینے پر ہتھیلی جوڑے ساتھ لگی۔

اوزان اسے اپنی من پسند جگہ بسا کر مسرور ہوا۔

"اب سنو، محسوس بھی کرو"

اسکے اپنے سینے پر دھرے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھ کر دباو دیے نرمی اور حرارت محسوس کرتا اوزان اسکی ہم رنگی آنکھوں میں جھانکا جس پر زینیش نے فوراسے اپنی توجہ اوزان کے ہاتھ تلے دبے اپنے ہاتھ پر ٹکائی جہاں اس پر سکون دل کی نرم، مدھر دھڑکنیں سکوت چھاتے ہی زینو کی ہتھیلی میں سرائیت کرنے لگیں۔

لگ بھگ وہ پورا ایک منٹ خاموش رہی، صرف اسکا ناطہ اس بیچ اوزان کے وجود کی مدہوش کرتی خوشبو اور موجودگی سے جڑا رہا۔

"گن لیں۔۔۔"

مسرور سے سکوت میں زینو کی چہکتی سرگوشی گونجی، وہ نظر اسکی آنکھوں پر ڈالے مسکرائی جو پہلے ہی اسے اپنی آنکھوں کا مرکز بنائے ہوئے تھا۔

"جب دو ایک جیسی ہم نوا روحیں ملتی ہیں تو جسموں میں فاصلہ ہو یا نہ ہو اہم نہیں رہتا زینیش۔ جیسے میرے لیے اس لمحہ تمہاری آنکھوں میں پورے حق سے دیکھنے کے سوا کوئی دوسری راحت نہ بچی ہو جیسے، ہاں تم اس میں اضافہ کرو تو مزید سکون پاوں گا"

اوزان کے گھنبیر جذب بھرے الفاظ پر وہ بالکل مفلوج کر دی گئی تھی، جیسے حرکت بھی کرتی تو کوئی گناہ ہو جاتا، اس لمحہ اسے اوزان کی آنکھوں سے اپنی آنکھیں چرانا محال لگا، وہ صرف خاموشی سے نہیں وہ اپنے لفظوں سے بھی جان نکال سکنے کا ماہر تھا، وہ صرف چھونے سے نہیں، دیکھنے تک سے زینیش کے اندر کی تمام بے سکونی کا خاتمہ کر سکتا تھا۔

" آپ جادو گر ہیں نہ، سچی بتائیں۔۔۔ ہپناٹزم کا علم کرتے ہیں نہ دوسروں پر۔۔ اپنے دادا پر بھی اپنی ان سنہری آنکھوں سے کچھ کیا تھا نہ آپ نے اس دن جب انہوں نے میشی اور المان سے معافی مانگی؟ مجھ پر بھی کچھ کیا ورنہ مجھے اس وقت اتنے پیارے نہ لگتے۔۔۔"

وہ اسکی ان معصومانہ شکوے بھری خوفزدہ باتوں پر ہنس پڑا، نظر تک زینو سے ہٹالی ورنہ وہ اسکو اپنی خمار آلود آنکھوں سے مائل کر لیتی۔

لیکن زینو نے ہتھیلی اسکی دھاڑی سے ڈھکی گال سے جوڑے اپنی طرف پلٹایا ہی اس شدت سے کہ وہ نہ صرف اسے واپس دیکھنے لگا بلکہ ہنسنی بھی روکی۔

"بتائیں نہ ورنہ پھر ناراض ہو جاوں گی"

وہ پھر سے ضدی ہوئی، لیکن اس وقت اوزان کو اسکی ضد بھی دلکش لگی۔

"کیا اب ناراض نہیں ہو مجھ سے"

وہ اسکی بات پکڑ کر جیسے اسکی ٹھوڑی پکڑے چہرہ اٹھائے اسکی آنکھوں میں جھانکا، وہ پھر سے خوفزدہ ہوئی۔

"ہ۔ہوں۔۔۔"

جھوٹ بولنا اس لڑکی کے لیے محال تھا یہ اوزان نے دیکھا مگر پھر اس کی نظر خود ہی زینیش کے ہاتھ سے اسکی سونی کلائی پر گئی۔

"تمہاری کلائی سونی کیوں ہے؟"

وہ اسکے سوال پر ششدر رہ گئی، اپنی کلائی کو دیکھا جو اوزان کے ہاتھ میں مقید تھی۔

"ویسے ہی۔مجھے جیولری اچھی نہیں لگتی"

وہ فورا بولی۔

"تو کیا اچھا لگتا ہے؟"

وہ اسکو دیکھتا فوری بے چینی سے پوچھتے بولا تو زینو نے خفت سے تکتے منہ پھلایا۔

"بہت چالاک ہیں آپ، مجھے باتوں میں الجھا کر نا جانے کیا کیا اگلوا لیا اور اب پسند بھی"

زینو ہوش میں آئی تو ادراک ہوا وہ اس پر خود بھی آہستہ آہستہ اپنی روح کھولتا جا رہا ہے تبھی تو پکڑے جانے پر مسکرایا۔

"تمہیں کیا کیا پسند ہے یہ مجھے پتا ہونا چاہیے، بتا دو"

وہ اسکے بار بار لاجواب کرنے پر گہرا سانس بھر گئی جیسے اتنی سی باتیں کر کے تھک گئی ہو۔

"اگر آپ کو مجھے امپریس کرنا ہے تو میری پسند خود کھوجیں، میرے کہنے سے پہلے ہر وہ چیز لا کر دیں جو مجھے پسند ہے۔ تب ہو سکتا ہے ناراضگی بھی تھوڑی کم کر دوں"

یہ پہلا لمحہ تھا جب وہ اوزان کو لے کر اترائی اور اوزان کا ہی دل روک گئی۔

وہ اس کی مسکراتی آنکھوں، خوبصورت مغرور مسکراہٹ کے رنگ میں نہائے ہونٹوں، شوخ رخساروں پر نگاہ جمائے اسی کی طرح اترایا۔

"یعنی تم اوزان دایب انصاری کو چیلنج کر رہی ہو؟"

وہ بھی واپس مغرور ہوا، وہ اس سے دگنا تفاخر بھرا سر ہلاتی باخدا اس شخص کی دھڑکنوں سے براہ راست چھیڑ خانی کر گزری۔

"ایسا ہی سمجھ لیں"

وہ فوری بولی جبکہ گردن گما کر رکھے وہ تھک گیا تو کروٹ زینیش کی جانب بدلی جس پر وہ فوراً اس نزدیکی پر بے چین ہوئی، اس کی خوشبو پاس سے مدہوش کرنے لگتی اور وہ تبھی ڈر گئی۔

"ہمم تو ٹھیک ہے آپکا چیلنج شروع ہے اب، گڈ نائیٹ"

وہ اسکو اجلت میں کہے اس سے پہلے دور ہوتی، اوزان نے اسکی اس بیقراری کو مزید خود میں جکڑ کر اسکی جبین چومتے کم کیا، وہ جو جان سی دینے والی لگ رہی تھی، اس احساس سکون نے اسکو شانت کر دیا، وہ صرف محبت سے جبین چومتا ہی اس قدر پیارا لگا کہ وہ آنکھیں چھپکنا تک بھول گئی۔

"گڈ نائیٹ"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانکی جب وہ زرا دور ہوا، بہت مشکل سے آنسو روکے تھے۔

"بدلا نہیں لو گی؟"

وہ اسکے اس ایک جملے پر ساری جان لیوا مدہوشی سے نکلی۔

چہرہ پیلا پڑا۔

"ک۔۔ کیا مطلب کیسا بدلا؟"

وہ خوفزدہ ہوئی کہ کہیں اسکی وہ پہلی اور آخری گستاخی وہ جان تو نہیں گیا۔

"مطلب جب تم میرے کمرے میں سو گئی تھی تو میں نے تمہیں سوتے میں بہت سا تاڑنے کے بعد فاہیڈ کس کی تھی، اور پھر تم نے جاگتے ہی بدلا لیا یہ سمجھ کر کہ میں تو سویا ہوا ہوں"

اوزان نے جس شرارت اور خماری سے یہ راز فاش کیا، خفت کے مارے زینو کا چہرہ سرخ پڑا، دل چاہا اس بندے کی گردن دبا دے۔

"مطلب آپ سونے کی ایکٹنگ کر رہے تھے؟ توبہ آپ کتنے چالاک ہیں۔۔ بہت برے ہیں آپ۔۔۔ چھوڑیں مجھے"

وہ اس وقت جان ہارتی محسوس ہوئی، جیسے ابھی دل رک جائے گا، مگر اوزان کی گرفت ہلا پانا تک اسکے نازک وجود کے لیے محال تھا۔

"مجھے اچھا لگا تھا تم نے جب بدلا لیا تھا اس شب"

اوزان کے اس ایک جملے پر وہ پھر سے تھم کر رہ گئی، آنکھوں میں دھندلاہٹ اتر آئی، جیسے وہ کہنا چاہتا ہو اسے اب بھی اچھا لگے گا اگر وہ بدلا لیتی ہے۔

"اوزان"

وہ روہانسی ہوتی اسکے سینے میں چھپی، سمجھ نہ آئی اس لمحے کیسا رد عمل دے۔

"نام مت لو، میں ابھی تم سے کچھ زیادہ نہیں چاہتا"

وہ اسکی تنبیہی سرگوشی پر گہرا سانس لیتی زرا پرے ہوئی اور زرا سا اٹھ کر پیار سے اوزان کے ماتھے پر بکھرے بال انگلیوں سے سنوارتی جھکی اور اپنے نرم ملائم ہونٹوں کو اسکی صبیح پیشانی سے جوڑا۔

تب تک جب تک اوزان نے چاہا اور شاید وہ اس سحر سے بس چلتا تو کبھی نہ نکلتا۔

وہ خود یہ سب کرنے کے بعد جب اسکے پر سکون چہرے کو دیکھنے لگی تو حیا سے نظر جھک گئی اور سر اوزان کے سینے پر ٹکا لیا۔

"تم جانتی ہو ہر کس کا ایک مینینگ ہوتا ہے، فارہیڈ کس کا مطلب یہ ہے کہ امید ہے ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ تم رہو گی میرے ساتھ ؟، تم نے بدلا لے کر مجھ سے یہ وعدہ کر لیا، جو تم توڑ بھی نہیں سکتی"

اوزان نے اسکی گال، گردن اور اپنے سینے پر بکھرے بالوں کو چھوتے جو بھی کہا وہ سن کر نم آنکھوں کے سنگ مسکرائی۔

"اور جو اس دن آپ نے یہاں کس کی ؟"

زینو نے اسکی بات ٹالتے فوری اس دن کا وہ لمحہ اپنی گردن چھوتے یاد دلا کر اوزان کو مزید طلب گار کیا۔

"وہ جب نیکسٹ کروں گا تبھی مینگ بتاوں گا اور تمہیں اسکا بھی ریوینج لینا ہو گا"

وہ اسکی ان عجیب شرطوں پر لال ہوئی، بدلے کا سوچ کر ہی پوری کانپی۔

"جی نہیں، ہر گز اجازت نہیں دوں گی۔۔۔ ٹچ بھی مت کیجئے گا۔اب مجھے سونا ہے"

اسی کے حصار میں وہ بھلے ناراضگی سے کروٹ بدل گئی مگر اوزان نے اسکے گرد لپیٹا ہاتھ جکڑے اس لڑکی کی پشت اپنے سینے سے لگائے اپنا چہرہ اسکے بالوں مئں چھپایا۔

زینیش ناچاہتے ہوئے بھی کوئی مزاحمت نہ کر سکی کیونکہ وہ خود بھی اوزان کے قریب رہنا چاہتی تھی۔۔

لیکن بہت جلد اس شخص کے سبب نیند اس پر مہربان ہوئی۔

کچھ گھنٹے کی پرعافیت نیند لیتے ہی اوزان نے آنکھیں کھولیں اور نرمی سے زینو کو خود کے حصار سے آزادی دی اور چپ چاپ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھا اور وضو کیا۔عشاء کی نماز وہ اکثر تہجد کے ساتھ ہی ادا کرتا تھا یہ

اسکی کافی سال سے عادت تھی، تب سے جب سے اس نے النور مدرسے کی فرزندی پائی، وہ خلیے کا مومن نہیں وہ دل کا مسلمان تھا، جسے اپنے اور رب کے تعلق کی تشہیر کرنا پسند نہ تھا، کیونکہ اوزان دایب کے بقول یہ محبت اور عبادت بہت پردے کی چیزیں تھیں۔

عبادت کی خبر اس رب کے سوا کسی کو نہ ہو اور محبت سے جڑا سکون اس من پسند شخص پر شروع ہو کر اسی پر پورا ختم ہو۔

من پسند شخص کو تو اس نے بہت سا سکون بخش دیا اب اپنے سکون کی فراوانی اسے بس اللہ کے روبرو ہی مل سکتی تھی۔

..____________________..

پاکستان کے ساتھ ساتھ جرمنی میں بھی ایک نئی صبح اتر آئی، حسیب اور بہار کی آج واپسی کی فلائیٹ تھی جبکہ جس وقت سے وہ جاگے تھے ایک دوسرے

سے نہ نظر ملا پائے نہ بات کی، شاید رات جو کچھ ہوا وہ ان ایکسپیکٹڈ تھا، دونوں کے پاس وضاحت اور صفائی کا جواز نہ تھا۔

وہ اپنے اور ممی کے اپارٹمنٹ سے کل ہی اپنا سوٹ کیس جس میں اسکی ضروری چیزیں، ڈاکومنٹس تھے منگوا چکی تھی، جبکہ ٹریولنگ تھی تو اس نے جینز ٹاپ پہننا ہی پریفر کیا اور ساتھ شوز، جبکہ جیکٹ بھی رکھ لی کیونکہ موسم شدید ہو گیا تھا۔

جبکہ حسیب بھی تقریباً ریڈی، ائیرپورٹ انکو جلدی پہنچنا تھا اور بریک فاسٹ بھی وہ راستے سے کرنے والے تھے۔

بہار اس سے بات کرنا چاہتی تھی پر ہمت نہ ہو رہی تھی لیکن یوں اجنبی بن کر بھی وہ آخر کب تک رہتے۔

"آئی تھنک ہمیں نکلنا چاہیے، تم ریڈی ہو؟"

آخر حسیب نے ہی اپنی نک سک تیاری آئینے میں مغرور نظر سے تکتے خود پر پرفیوم سپرے کی جبکہ وہ تو منتظر تھی کب وہ اسے پکارے۔

"ہمم۔۔ لیکن میں تمہاری چرائی نظر برداشت نہیں کر پا رہی۔ لک آیٹ می"

وہ اسکے پاس نہ صرف آئی بلکہ اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دھکیل کر اپنے سامنے لائی مگر وہ اسے اب بھی نہ دیکھ سکا۔

"بہار ہمیں دیر ہو جائے گی"

وہ گریز کا تاثر دیے دانت پیس گیا جس پر بہار نے اسکی گال سے ہتھیلی جوڑے اپنی طرف اسکا پھیرا چہرہ کیا۔

"ہمارے بیچ جو کچھ ہوا وہ گناہ تھوڑی تھا جو تم مجھ سے نظر چرا رہے ہو صبح سے، تم نے تو میرے مقدر کے اس واحد دن کی آبرو بڑھائی ہے۔ ایسے مجھ

سے خود کو مت چھپاو میں نہیں سہہ سکتی۔ مجھ سے تو پوچھ لو ایک بار کہ مجھے کتنی خوشی ملی کل"

وہ اسکے جملے سنتا سنگدلی سے اسے دیکھنے لگا، سمجھ نہ آئی خود کو کوسے یا اس لڑکی کو جو جینا محال کر رہی ہے۔

"میں نے تمہاری خوشی کا ٹھیکہ نہیں اٹھا رکھا، سب کچھ میں ہی کیوں کروں؟ تم بس میری زندگی اجیرن کرنے کے لیے ہو کیا؟۔۔۔ آئی فیل سو ہیلپ لیس بہارے"

وہ الٹا اس پر بگھڑا جبکہ اس بگھڑے ہوئے حسیب خانزادہ کی چاہت اور خوشی بہار کیسے نہ بھانپتی۔

"میں اس لیے سمٹی ہوں کہیں تمہاری عادت نہ بن جاوں، مت بھولو مجھے چلے جانا ہے۔ بعد میں یہ عادت بہت رلائے گی۔ مجھ سے ناراض مت ہو، تم میرے لیے ایک دن میں بے انتہا قیمتی ہو گئے ہو"

وہ اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے خود اذیتی کے سنگ بولی جبکہ حسیب اسکے ہاتھ جھٹک دینا چاہتا تھا پر نہ کر سکا۔

"تم واقعی ایک مینٹل کیس ہو بہارے"

وہ کوفت سے بڑبڑاتا اپنی بے بسی پر لعنتوں کا بنڈل بھیج گیا جبکہ بہار نے اسکی گالوں، پیشانی یہاں تک کے گردن تک پر جیسے پیار سے ملائم سے ہونٹوں کو سہلایا، حسیب کا دل چاہا اس آسیب جیسی لڑکی کو خود سے دور پٹخ دے۔

"تم ان کچھ دنوں میں مجھے جیسا چاہے قریب کر سکتے ہو، لیکن بعد میں مجھ سے خود کو چھپاو گے نہیں"

وہ اسکے رخسار سے اپنا مائم گال جوڑے اپنی سانس کی حدت حسیب کی گردن تک بکھیرتی آنکھیں بند کیے بمشکل سانس بھرتی اسکے سانس کے سنگم پر اگلے ہی لمحے سانس بھرتی حسیب کی رہی سہی حسیں بھی مفلوج کر گئی۔

جو کچھ نہ کر سکا بس اس کے گرد بازو حائل کر لیے، کیونکہ حسیب خانزادہ کے لیے اسکی پہل ہی نظریں ملا پانے کی وجہ بنتا۔

"اب کبھی مجھ سے نظر مت چرانا، میں نے ناگن بن کر تمہیں بھی ڈس لینا ہے پھر"

اس سے الگ ہوتے کچھ دیر وہ اسکے پہاڑ وجود میں سمٹی رہی اور پھر اس بے جان کی آنکھوں میں زرا پرے ہو کر جذب و تڑپ کے سنگ جھانکی۔

"اب بچ کر رہنا مجھ سے بہارے، میں تمہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا کہ تم مجھ سے تھوڑا سا بھی دور ہو کر دوسری سانس لے سکو۔ تم نے حسیب خانزادہ جیسے جن کو چھیڑ دیا، اور اب اس کو چھیڑنے والی میری قیدی ہے"

وہ اسکے بے باک جملوں کے استحقاق پر مسکرائی، بھلا وہ چند دنوں کے علاوہ اسے دے ہی کیا سکتی تھی، موت جیسی زندگی میں اگر اسے حسیب کی ہر شدت بھی میسر آجاتی تو وہ ایک پر سکون موت مر سکتی تھی۔

"جب تک زندہ ہوں، تمہاری ہوں"

وہ اس وقت تو سمجھ نہ سکا اس لڑکی کی بات لیکن بہارے کے دل میں قیامت برپا تھی، دل چاہا بس یہ سارے دن حسیب کے گلے لگ کر ہی گزار دے۔

"تم ایسے ہو ہی نہیں کہ تم سے دور رہا جائے، ایویں لڑکیاں تم پر فدا نہیں تھیں۔ لیکن یاد رکھنا میں جو تم پر فدا ہوئی تو تم ہر کسی کا فدا ہونا بھول جاو گے حسیب خانزادہ"

وہ اسکے روبرو ہوئی، اسے دیکھنے کی شدت بہارے کی آنکھوں سے ٹپکی، وہ مسکرایا، آفت خیز۔

"دیکھیں گے، ابھی چلنا چاہیے۔ اماں کی پٹائی سے بچ گیا تو تمہیں آج تفصیلی ملوں گا، اک الگ طرح۔۔۔ ٹھیک ہے؟"

وہ اسکی بات کا مفہوم سمجھی پر سمجھنا نہ چاہتی تھی تبھی بے قراری سے پہلو بدل کر سرخ ہوتے چہرے کے راز چھپائے رخ موڑ گئی۔

"بچو گے تو ملو گے نہ"

وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کو ہنسی اور وہ بھی ساتھ ہنسا اور اپنا ہاتھ بہارے کی جانب پھیلایا جسے تھام کر وہ مسرور ہوتی تمام گھبراہٹ بھلائے اسکے ساتھ ہوٹل روم سے باہر نکلی گئی۔

..________________________________..

"نیند تو بہت خوبصورت آئی ہو گی"

وہ جلدی جاگ گئی کیونکہ میشی نہیں تھی تو اسکا ہوسپٹل جانے سے پہلے ممی بابا کے ساتھ ہی بریک فاسٹ کا موڈ بنا، پھر آج وہ زینو سے ملنے کا بھی پلین کر چکی تھی۔

ہاف وائیٹ لوز سکائے بلو شرٹ کے ساتھ جینز پہنے، وہ پیروں میں پہنی چپل کی سٹریپس ہی بند کر رہی تھی جب نظر میسج نوٹیفیکیشن پر گئی جو موبائیل سکرین پر ابھر آیا تبھی وہ دبا دبا سا مسکرائی۔

خود دیان بھی میشی، طلال چاچو، بڑی امی کے ساتھ آج لان میں بریک فاسٹ کرنے والا تھا۔

رات میشی کے آنے کے سبب ایزل مریم اب کافی بہتر تھیں لیکن فیروز شمشیر انصاری اور کنول کو کسی نے کل سے منہ بھی نہ لگایا سو وہ دو اندر ہی بریک فاسٹ کر رہے تھے۔

پنار نے فون اٹھایا اور میسج سین کیا، اس سے پہلے وہ آنسر دیتی ساتھ ہی کال آئی جس پر وہ مسرور سی پک کرتی ڈریسنگ کے سامنے آئی، کیونکہ وڈیو کال تھی تبھی ریسو کیے اس نے فون ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا جہاں سے وہ اپنے بال بناتی دیان آریز کی فون سکرین پر اپنی راعنائیوں سمیت اتر آئی۔

"آپ کسی خوش فہمی میں مبتلا مت ہوں، ہمیشہ پنار ایسی نہیں ملے گی آپکو"

وہ اسے دیکھ نہ سکی، دیکھ لیتی تو پھر ہوش اڑ جاتے جو بڑے مزے سے وہیں میٹرس پر بنا تکیے کے لیٹا اس حسینہ کو دیکھتے مسکرایا۔

"ایسی نہ ملی تو بہت برا روپ دیکھو گی تم میرا"

دیان کی دھمکی پر پنار کے بال کرل کرتے ہاتھ تھمے، نظر اس خطرناک شخص سے ملی۔

"تنگ مت کریں دیان آریز"

وہ اب تک ہلکان تھی، کل شام باربی کیو سے خود کو بہلایا اور ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتی رہی مگر نیند نے منہ چراتے بہت تنگ کیا، اب وہ اسے کہہ بھی کہاں سکتی تھی کہ وہ کتنا برا ہے۔

"تم کل بالکل الگ پنار بن گئی، میں اسی پنار کو سوچتا رہا اور ساری رات سو ہی نہ سکا"

وہ اسکے اعتراف پر بے قرار ہوئی، چاہا کہ اسے بتائے کہ اسکا بھی یہی حال تھا پر انا نے ایسا کرنے سے روکا۔

"لیکن میں آپ سے ناراض ہوں، آپ نے اب بھی نہیں کہا کہ آپ کے لیے کیا ہوں"

وہ ان جان لیوا حوالوں سے جان چھڑواتے الگ ہی تکرار کر بیٹھی جبکہ دیان نے اسکے سجنے کو مرکوز رکھے تکیہ اٹھائے سینے میں دبوچا۔

"جب تم میرے پاس اس تکیے کی جگہ آوگی پھر بتاوں گا"

وہ اسکے جواب میں اڈتی شرارت پر روٹھی، سمجھ نہ آئی کہ اس بندے کو تکلیف کیا ہے کیوں ستا رہا ہے۔

"مجھے نہیں آنا"

وہ روٹھ کر کال بند کرنے لگی مگر دیان آریز کے آئیبرواچکا کر گھورنے کی ایسی شدت تھی کہ پنار کے ہاتھ تھمے۔

"ناراض مت ہو، جو چاہتا ہوں وہ کہنا نہیں آتا مجھے۔ کرنا آتا تھا وہ کر دیا پنار۔ کچھ بعید نہیں کہ تمہارے لیے ناممکنات کے دائرے میں داخل ہو جاوں عنقریب۔ بھروسہ کرو مجھ پر"

ناجانے اس شخص کے لہجے میں کیا تھا کہ پنار تھم جاتی، دیوانگی کا دوسرا نام پنار کے لیے دیان آریز تھا۔

"ہمم۔۔ بند کر دوں کال؟"

وہ عجیب تڑپی ہوئی تھی جبکہ وہ بھی ساری شرارت بھلائے اٹھ بیٹھا۔

"اوکے لنچ یا ڈنر کریں ساتھ آج؟ منع مت کرنا۔۔ میشی نے پلین کرنا ہے وہ انسیسٹ کر رہی تھی۔ اسکا دل ٹوٹ جائے گا"

وہ اس کو منع کر بھی دیتی پر میشی کی خوشی کے لیے مان گئی۔

"اوکے ڈنر کرتے ہیں"

وہ اتنی جلدی ماننے والی تھی تو نہیں تبھی تو دیان کو حیرت ہوئی۔

"میرے لیے بلیک ڈریس پہن کر آنا، میں تھوڑا سا پاگل ہونا چاہوں گا۔ اینڈ یو آر مائی ایوری تھنگ پنار"

اتنا ہی سہی وہ اظہار کر کے پنار کی ساری تڑپ کو ساکن کر گیا، بس نظر جھکا کر چراتے ہی وہ سر ہلائے کال بند کر گئی جبکہ دیان اسکی کیفیت پر مبہم سا مسکرا دیا۔

"شاید وہ میرے قریب رہنا اور آنا چاہتی ہے، کہے گی نہیں ضدی ڈائن کہیں کی۔۔۔۔ چلو لٹس سی کہ رات کیا قہر ڈھائے گی"

دیان اور وہ دونوں ایک جیسے تھے جبکہ رات کے لیے وہ پرجوش تھا اور اسی کیفیت میں وہ روم سے نکلا، ڈائنگ ہال میں دادا اور کنول چچی صاحبہ کو سرگوشیانہ انداز میں گھسر پھسر کرتے دیکھ کر اسکا جی خراب ہوا پر بنا ان دو کو مرچ لگا کر گزر جانا بھی دیان کو کہاں منظور تھا۔

"آہاں چچی جان آپ داداسائیں کو کمپنی بہت اچھی دیتی ہیں ویسے۔ آپ دو ایک ساتھ بہت اچھے لگ رہے ہے (فسادی اور منحوس کہیں کے)"

آخری بات وہ منہ ہی منہ میں گھما گیا پھر بھی دونوں کو خاصی آگ لگی، فیروز شمشیر کا تو اسکی شکل دیکھ کر ہی حلق کڑوا ہوا، کمپلیئین کم تھا کہ یہ بھی آگیا میدان میں۔

"تم بھی آجاو میرے پیارے بھتیجے، ان عجیب غریب نفسیاتی لوگوں کے ساتھ باہر ناشتہ کرنے کے بجائے ہمیں جوائن کرو۔ اور بتاو رخصتی پھر کب کروا رہے ہو پنار کی"

کنول نے چاپلوس سی ہنسی لیے دیان کو آفر کی جس پر وہ کچھ دیر رک کر کرسی سنبھالے بیٹھا بھی، داداسائیں کو پنار کے نام پر لگتی آگ وہ دیکھ چکا تھا سو اسے ہوا نہ دیتا تو اسے دیان آریز کون کہتا۔

"بہت جلد چچی جان، پنار بہت جلد اس حویلی کی آفیشل بہو بن کر آئے گی۔ دادا سائیں بہت پیار سے اسے ویلکم کریں گے۔ ہے نہ"

دیان کی سلگتی طنزیہ نظر فیروز سے برداشت نہ ہوئی پر جبراً مسکرا کر وہ سر ہلا گئے گویا دل میں سب جل کر خاک ہو گیا۔

"چلو بھئی بہت اچھی بات ہے، تم خوش تو ہم خوش۔ پنار مجھے بھی اچھی لگی۔ اس زینو کی طرح چالاک لومڑی نہیں ہے"

کنول کے لہجے کی ٹون پر دیان کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"زینش بھابھی کے لیے ایسے الفاظ استعمال مت کریں چچی جان، دیواروں کے بھی کان ہیں۔ اگر کہیں غلطی سے آپکے یہ الفاظ اوزان لالہ کے کان میں پڑے تو اگلی بار شاید گردن پر زخم نہ لگے بلکہ کٹ جائے۔ وہ زینو بھابھی کے لیے اس قدر سنجیدہ ہو چکے ہیں کہ ممکن ہے بہت جلد ہمیں ننھے مہمان

کی بھی خبر ملے۔۔۔اف میں تو منتظر ہوں کب چاچو بنوں گا۔۔۔۔اور دادا سائیں پر دادا۔۔۔۔ کتنی بڑی اچیومنٹ ہو گی آپکے لیے دادا سائیں؟"

دیان کا تمسخرانہ لہجہ دونوں کو تہس نہس کرتا اکساتا ہوا تھا جبکہ جس ضبط سے دونوں نے دیان کی میٹھی میٹھی بکواس سنی وہ انکے تاثرات سے جی بھر کر محظوظ ہوا، فیروز کا بس نہ چلا دیان کی گردن مڑور دیتے۔

"لگتا ہے دادا سائیں کو بنا پر دادا بنے ہی اوپر جانے کی وش ہے، چلیں ایزیو وش۔۔انجوائے یور ٹاکسک بریک فاسٹ"

دیان نے مزید جلے پر نمک نہ چھڑکتے وہاں سے واک آوٹ کیا جبکہ اسکے جاتے ہی فیروز نے جس بے بسی سے ٹیبل پر مکا رسید کیا، خود کنول تھرا اٹھی۔

"سب کے پر نکل رہے ہیں کنول، اپنا کام جلدی کرو بہو رانی ورنہ مجھے ان سبکی گردنیں کاٹ کر انکو چپ کروانا پڑے گا۔۔۔ منحوس مارے کل کے

بچے مجھ پر جب دل چاہتا طنز کر جاتے۔ اوزان کو مارنا ہے یا جو کرنا فوری کرو۔۔۔۔۔۔ سمجھ گئی"

فیروز شمشیر کی لہو چھلکاتی تنبیہہ پر کنول کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک اتری۔

"آپ فکر ہی مت کریں، اوزان کے بس حویلی آکر کچھ کھانے کی دیر ہے بابا سائیں۔ جتنا آپکو تڑپا رہا ہے اس سے ہزار گنا دگنا سسک سسک کر مرے گا۔ گارنٹی دیتی ہوں۔"

کنول کی زہریلی تسلی پر وہ مزید بھوک مر جانے پر پھنکار کر سر ہلاتے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے جبکہ کنول نے حقارت سے غیر مرئی نقطے پر نظر جمائی۔

جبکہ دیان باہر آیا تو طلال چاچو کا چہرہ زرا اداس تھا مگر میشی آئی جان اور انکو اپنی باتوں سے ہنسا رہی تھی اور تبھی تو دیان بھی جی سا اٹھا، میشی کی بدولت ہی سہی گھر میں چھایا جمود ہٹ گیا تھا۔

"المان تو ساری زندگی شکر ادا کرے تب بھی کم ہے، میرے اس چلبلے بچے کے سبب ہوتی ساری رونق اور برکت اسے مل گئی۔ تم خوش ہو نہ میشی"

چاچو کے پیار سے پوچھنے پر وہ مسکائی، المان کا ذکر ہی دل نہال کر دیتا تھا، دیان بھی مسکرا کر وہیں کرسی سنبھالے بڑی امی کو خود سے لپٹا کر پیار لیتا توجہ مشائم پر دے چکا تھا۔

"بہت زیادہ خوش ہوں چاچو جانی، بس کیپٹن کے جانے پر بہت اداس ہوں لیکن مجھے پتا ہے نہ یہاں مجھے کوئی بور ہونے دے گا نہ وہاں۔ پھر المان بھی کل سے ے ین چار بار کال کر چکے۔ سو کوشش کر رہی ہوں کہ فوجی کی بیوی کی طرح سٹرونگ بھی بن سکوں"

وہ اتنی سمجھدار ہو گئی کہ وہ تینوں دنگ تھے، ایزل مریم کی تو وہ جان تھی، اسے یوں خوش دیکھ کر وہ اپنی محرومیاں بھول گئیں، انھیں نہ سہی انکے بچوں کو انکے ہمسفر کا محبوب ہونا نصیب ہوا یہی بہت تھا۔

"ماشاء اللہ، چند دنوں میں وہ تو ہماری باولی کو سمجھدار بھی کر گیا۔۔۔ یونہی ہنستی مسکراتی رہو چاچو کی جان"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے پشت چومتے ڈھیروں دعائیں دے بیٹھے جو میشی نے ساری اپنے دامن میں سمیٹ لیں۔

"آمین۔ دیان آپ نے پنار آپا سے پوچھا کہ ڈنر کریں گی یا لنچ۔۔۔ دراصل جو دینو نے پنار آپا کے لیے پلین کیا اس پر میں اور کیپٹن چلے گئے اب الماں اور میری طرف سے یہ ریٹرن گفٹ ہے جسکی وہ مجھ پر ذمہ داری ڈال کر گئے"

میشی نے اول جملہ دیان سے کہا جبکہ چاچو اور آئی جان کے حیرت عیاں کرنے پر اگلی تفصیل انکو دی جس پر دونوں مسکرا دیے۔

"ہاں ڈنر ہر اگری کیا ہے اس نے، تمہیں میری چوائز پتا ہے نہ چمپینزی۔۔۔ اچھا سا ارینج کروانا"

دیان کی شریر سی خواہش مشائم کو ہنسا گئی ساتھ ان دو سنجیدہ نفوس کو بھی۔

"آپ فکر ہی مت کریں، میشی کی کوالٹیز پر پورا بھروسہ رکھیں جناب"

وہ جس طرح اترائی اسکی یہ مسکراہٹ سبکی صبح حسین کر گئی۔

..____________________..

جاگ تو زینو فجر کے وقت ہی گئی مگر اوزان تب واپس اسکے پاس ہی آ کر زرا فاصلے پر سو چکا تھا سو وہ ساڑھے پانچ اٹھی، وضو کیا نماز پڑھی اور پھر باہر لان میں چلی گئی۔

کافی دیر واک کی، جولیٹ اور رومیو کو انکا کھانا دیا، رات تو آندھی نہ آئی لیکن سورج آج بھی نہ نکلا، بلکہ سیاہ بادل آسمان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔

اوزان کو اس نے بالکل نہ جگایا اور پورے آٹھ بجے بہت بھوک محسوس ہونے پر واپس کچن میں آئی اور جو جو کھانے کا موڈ تھا سب بنانے کی تیاری کرنے لگی۔

اوزان کی آنکھ بھی اچانک فون پر لگے الارم پر کھلی، آج اس کا دن کچھ مصروف تھا سو نیند کا رہا سہا خمار جھٹکتے وہ اٹھا اور فریش ہونے بڑھا۔

"تم نے ناشتے میں اتنا سب کیسے بنا لیا؟"

وائیٹ ٹی شرٹ، سلم فٹ بلیک ٹویل پینٹ پر بلیک کینوس جیکٹ پہنے، پیروں میں لوفرز مقید کیے، دائیں کلائی پر میٹل واچ جبکہ خوبصورت ہاتھ کی مڈ فنگر میں بلیک سٹون کی رنگ جو دیکھنے والے کو اسکے ہاتھ پر لمحہ بھر روک دیتی، بال نفاست سے زرا آج پھیلے مگر فلفی نفیس طرح سیٹ تھے، جنٹل مین بنا نک سک تیار روم سے باہر آیا تو کچن ڈائنگ پر رکھے کئی قسم کے لوازمات دیکھ کر تھم ہی تو گیا۔

اول تو آمیلٹ وہ بھی بہت ساری موسمی سبزیوں والا جو خود اوزان کا فیورٹ تھا، پھر ساتھ بٹر اور دودھ والے میٹھے بریڈ یہ بھی فیورٹ، تازہ پھلوں کا سیلیڈ جس کو ہنی یوگرٹ گریوی سے میرینیٹ کیا گیا تھا اور ساتھ کڑک چائے۔

زینیش جو شال بھاری بوجھ سمجھے وہیں ڈائنگ کی کرسی کی پشت پر لٹکائے بال میسی جوڑے میں باندھے اسی چھوٹی سی قمیص شلوار میں لپٹی بوائل ایگز کے چھلکے اتار رہی تھی، اوزان کے یکدم اونچا بولنے پر ڈر کر پلٹی تو وہ دبا دبا سا مسکرایا۔

"ڈرا دیا مجھے"

زینو نے خفت سے بڑبڑاتے بوائل ایگز کی پلیٹ بھی اٹھا کر اسکی طرف آتے دیکھا تو وہ پہلے تو اسکے یوں دوپٹے سے بے نیاز سراپے کی رعنائیوں میں ہی کھو گیا، لیکن زینیش نے اسکی جاذب تیاری کو نظر بھر کر دیکھنا بھی ابھی اپنے حق میں صرف خطرہ سمجھا۔

"جب میں ٹنشن میں ہوتی ہوں تو مجھے بہت بھوک لگتی ہے، یہ سب میں نے اپنے لیے بنایا ہے۔ کیونکہ کوکنگ کر کے ہی میں پر سکون ہوتی ہوں۔ سو یہاں جتنے قسم کے ناشتے کا سامان تھا میں نے سب تھوڑا تھوڑا بنا لیا اس پر مجھے قتل نہ کیجئے گا۔ پکا کچھ بھی ضائع نہیں ہو گا"

وہ فوری ڈری کہیں اتنی فضول خرچی پر وہ اس پر ناراض نہ ہو جبکہ اوزان نے اسکے ہاتھ سے بوائل ایگز پلیٹ لے کر میز کی سطح پر رکھی اور اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف کھینچا، وہ شاخ کی کمزور ڈھال کی طرح اوزان کے مہکتے خوبصورت اور پر سکون کرتے حصار میں سمٹی۔

"یہ سب تو میرا ابھی فیورٹ ہے، ہماری پسند کتنی ملتی ہے زینیش۔ اور تم اس گھر میں جو چاہو کر سکتی ہو۔ نہ تو تمہیں اجازت کی ضرورت ہے نہ مجھ سے ڈرنے کی پریوں جلوے بکھیرتی رہو گی تو مرد ذات ہوں بہک سکتا ہوں اپنی جائز حدود میں"

وہ جو سمجھی تھی اسے قریب لا کر ڈانٹے گا، یہ جو کہہ بیٹھا اس کے سبب زینیش کا چہرہ سرخیوں میں ڈھلا، اپنے دلکش وجود کی کشش کا احساس ہوا تو وہ رحم طلب نظر گما کر اپنے دوپٹے کو دیکھنے لگی مگر اوزان نے اسکا چہرہ جبڑے سے پکڑے اسکو اپنی طرف گمایا تو وہ دم سادھ گئی۔

"سوری میری نیت آپکو بہکانے کی نہیں تھی، مجھ سے یہ شال بہت بھاری ہے سنبھالی نہیں گئی تو اتار کر رکھ دی۔ میرے سب کپڑے تو میرے سوٹ کیس میں ہیں، چھوٹے دوپٹے بھی"

وہ فوری گھبراتی بولی مبادا کوئی گناہ کر دیا ہو۔

اور اوزان اسکی عقل کو آج سلامی دے ہی دینا چاہتا تھا۔

"اگر تم کہہ دیتی ہاں میں آپکو بہکانے کے لیے یہ سب کر رہی ہوں تو کیا ہو جاتا؟"

وہ اسکی بے خود و ناراض ٹون اور سوال پر تھم گئی، اوزان کو دیکھنے سے جو کب سے گریز برتی وہ ناکام ہوا، آنکھوں سے آنکھیں مل کر سب تباہ کر رہی گئیں، وہ اتنا خوبصورت اور نفیس لگ رہا تھا کہ کہ خود پر قابو نہ پاتی تو از سر نو فدا ہو جاتی، ایک تو اللہ نے اس شخص کو حسن مالا مال دیا اوپر سے وہ ہر وقت جو سج دھج کر خوشبوؤں میں بسا رہتا اس پر توزینیش کیا ہی کہتی، یہی سوچ رہی تھی کہ وہ اسکے چہرے کا کونسا نقش دیکھے کونسا رہنے دے، وہ لاجواب تھی، وہ بے بس تھی، وہ شخص اسے خود میں جذب کرتے لمحہ نہ لگاتا۔

"جب ایسا ہے ہی نہیں تو کیوں کہہ دیتی، جائیں کام کریں اپنا۔۔۔"

وہ آنکھیں چراتی اپنی کمر میں لپیٹی اوزان کی بازو اور اسکا لپٹا ہاتھ کھولنے لگی مگر وہ جکڑی گئی اور وہ ہاتھ بھی اسکی کمر کو ہتھیلی سے مس ہوا تو زینو کا اس جھٹکے سے اسکے سینے سے لگ جانے پر سانس سار کا۔

اوزان کی سنہری مدہوش نظروں کا مرکز اسکی سفید نازک گردن تھی اور بوٹ شیپ کرتی کے گلے سے آدھے آدھے کندھے بھی آویزاں تھے اور اس لمحہ وہ سچ میں خود کو روک نہ سکا اور سر جھکاتے ہی اسکی تھوڑی پکڑ کر اٹھائے جس طرح اسکی گردن چومتا اس نشاط سے اس لڑکی کو تھرا گیا وہ اپنی جگہ جنبیش پر بھی قادر نہ رہی، اوزان نے ہونٹوں کا نرم سا بوسہ بھی اس قدر قوی تھا کہ زینیش اس ایک لمحے کا سکون بیان کرتی تو صدیاں لگیں، اس نے اوزان کے ہونٹوں کی نرم گرم سی حرارت اپنی گردن کی رگوں میں مقید ہوتی محسوس کی۔

"This means we belong to each other, now your turn"

وہ اس وقت اس لڑکی کے دسترس میں مدہوش ہونے پر خود بھی جنونی اور سرشار ہو رہا تھا، زینیش کے سب لفظ رہن کیے جس بے تکلفی سے اسکے حواس سلب کیے فرمائش کر رہا تھا، زینو کو اگر اس نے ہولڈ نہ کیا ہوتا تو وہ گر

پڑتی، سانس لینے کی کوشش تک اس گستاخی نے ناکام کی تو وہ پوری کانپ گئی۔

"م۔۔ میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔۔۔"

وہ روہانسی ہوئی جیسے ابھی رو دے گی، کوشش یہی کی کہ اسکے وجود میں میں اتر کر چھپ جائے۔

"تم نے تو ایسا کچھ کرنے بھی نہیں دینا تھا، لیکن میں نے کر دیکھایا۔ اب اگر تم نے میری کنڈیشن پوری نہ کی تو۔۔۔"

اوزان کے لہجے کی ضد سے اس وقت وہ کپکپا گئی، فوری اپنی ہتھیلی اسکے ہونٹوں پر رکھی جیسے وہ کچھ سن کر ہی سانس لیتی لیتی سانس چھوڑ دے گی۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔ میں نہیں کر سکتی۔ آپ مجھے پریشان نہ کریں۔ آپ نے کرلی کافی ہے"

وہ بلکل نڈھال ہوئی جیسے پہاڑ سر کرنے کا حکم ملا ہو اور کمزور لہجے میں منت کر اٹھی جبکہ اسکے اڑے رنگ اوزان کو کیسے پاگل نہ کرتے۔

"یعنی تم مجھے ایسے سب بے باک و بے تکلف ہونے کی پرمیشن دے رہی ہو، ایک بار سے میں بھرنے نہیں والا۔ مجھے یہ سب آخری سانس تک چاہیے"

وہ اسکے کھلے الفاظ، اسکے تقاضوں سے ہی آدھی ہو گئی تھی، ابھی بھی جان سے نکلی جیسے اس الزام پر تڑپ اٹھی ہو، ایسی اجازت وہ کیسے دے سکتی ہے۔

"م۔۔میں نے کب اجاز۔۔۔"

باقی کے لفظ اوزان نے اس سے چھینے جب وہ اسکے پھر سے سینے میں سمیٹ لی گئی۔

"تم نے نہ دی ہو، تمہارے دل نے دے دی۔ اب میں جانوں اور تمہارا میری نزدیکی میں مچلتا دل۔۔۔۔۔ یہ بہت مزید ار ہونے والا ہے۔ آئی ایم سو ایکسائیٹڈ"

اسے زینو کی جان نکال کر جیسے شرارت سوجھ رہی تھی وہ اسے کیا ہی کہتی اب جو اپنی ہر خواہش پوری کرنا اور کروانا بھی خوب جانتا تھا۔

"بہت برے ہیں آپ"

وہ اس سے دور ہوتی خفا ہوئے جا کر کرسی پر بیٹھی، اب حلق سے کچھ کیسے اتر تا کہ جان تو اسکے ہونٹوں کے جان لیوا چھونے نے ہی حلق میں اٹکا دی تھی پھر بھی وہ اوزان کے بیٹھنے اور رغبت سے ناشتہ کرنے پر اسکا گھبراہٹ و بوکھلاہٹ کے سنگ ساتھ دیتی رہی۔

"مجھے اپنا آئی ڈی کارڈ لا کر دو، نام بدلوانا ہے تمہارا اور اپنا بھی ہسبنڈ کے طور پر درج کروانا ہے"

اوزان نے بہت خوشی اور سیر ہونے تک دبنگ ناشتہ کیا اور اتنا مزہ اسے پہلی بار آیا کیونکہ سب بہت مزیدار تھا۔

زینیش کوئی اعتراض کرنے کے اس وقت موڈ میں نہ تھی تبھی چپ چاپ اٹھی اور روم میں گئی، اپنے ہینڈ بیگ سے اپنا آئی ڈی کارڈ نکالا اور اس تکلیف بھری نگاہ ڈالے وہ باہر آئی تب تک اوزان بھی جانے کو تیار تھا۔

"یہ ہسبنڈ بن کر ہی دم لیں گے"

اوزان نے اسکے منہ بسور کر آئی ڈی کارڈ تھمانے پر ہونٹوں پر بکھرتی محظوظ مسکراہٹ روکی اور اسکی طرف جھکا۔

"ہاں اور وہ بھی بہت جلد"

اوزان کی سرگوشی زینیش کے جسم میں گردش کرتے لہو کا بہاو تیز کر گئی لیکن وہ اسے اعتراض کی مہلت دیے بنا ساتھ لیتا باہر نکلا، چاہتا تھا وہ اسے سی آف کرے۔

"پنار آئے گی تم سے ملنے، اسکا میسج آیا تھا۔ باقی میں تم سے اب شام میں ملوں گا۔ لنچ سکپ مت کرنا۔ کچھ یمی سا بنا لینا اپنے لیے۔ اور ہاں تمہارا سوٹ کیس بھی پنار لے آئی ہے اور تمہارے تمام کپڑے انصاری حویلی میں اوزان دایب کے روم میں سیٹ بھی کروا دیے گئے ہیں۔ باقی ہم بس آج ہی یہاں رکیں گے، حقیقت سے تم نظر چرا و یہ میں نہیں چاہتا ہم کل حویلی جائیں گے اور ہر چیز کا سامنا کرو گی تم۔ اسکے بعد اگر تم میرے ساتھ یہیں آباد ہونا چاہو تو میں تمہاری خوشی میں تمہارے ساتھ ہوں گا"

باہر وہ اسکے ساتھ آیا تو رک کر زینیش کو دہلا نا نہ بھولا وہ خود اداس ہوئی، وہ حقیقت کا سامنا ہی تو نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں صرف آپکے ساتھ پر سکون ہوں، مجھے وہاں نہیں جانا"

وہ اعتراف بڑے غلط وقت پر کر رہی تھی تبھی اوزان دل مسوس کر رہ گیا سمجھ نہ آیا اس لڑکی کے بیان اتنے متضاد کیوں ہیں حالانکہ کمپلیئین تو وہ تھا۔

"وہاں بھی اوزان دایب تمہارے سر پر سوار رہے گا، ڈونٹ وری۔ ابھی میرے پاس وقت نہیں۔ جاو اندر، ریسٹ کرو۔ جو کھانا بچ گیا وہ بھی فنش کرو۔ اور شام کے لیے ایک نیو ٹچ آف لیپس کے لیے بھی ریڈی رہنا۔۔۔ بابائے"

جس بے باکی اور بے شرمی سے وہ اپنے ارادے بتا کر گیا، زینیش کا بس نہ چلا کچھ اٹھا کر پیچھے ہی اسکے سر میں دے مارتی۔

"سمجھتے کیا ہیں یہ خود کو، میں نے کچھ کہا نہیں تو فری ہی ہوتے جا رہے ہیں۔ اب آپ آئیں زرا میرے قریب، جنگلی بلی کیا ہوتی ہے آپکو بتاتی ہوں۔۔۔۔ یا اللہ یہ بندہ میری جان لے کر بھی باز نہیں آ رہا۔ صبر دیں مجھے"

نہایت کوفت سے اسے سی آف کرتے وہ پیر پٹخ کر بچوں کی طرح بچگانہ روتی واپس اندر چلی گئی جبکہ اوزان دایب نے بھی گاڑی فوری فارم ہاوس کی حدود سے نکال لی۔

..________________________..

این ایل آئی ریگمنٹ کا وہ اس بار حصہ تھا، Northern Light Infantry Regiment اور اسی سلسلے مئں ڈیفنس کو لے کر دہشگردوں کے ایک بڑے گروپ کو پکڑنے کے امکانات اور تیاریاں عروج پر تھیں جسے ایک بار پھر کیپٹن المان سیال کی آرمی ٹیم ہی ہینڈل کرنے والی تھی۔

ناردرن لائٹ انفنٹری رجمنٹ ((NLIپاکستان آرمی میں ایک لائٹ انفنٹری رجمنٹ ہے، جس کا ہیڈ کوارٹر گلگت، پاکستان میں ہے۔ پاکستانی فوج کی دیگر افواج کے ساتھ ساتھ، NLI کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ تزویراتی لحاظ سے اہم خطہ گلگت بلتستان کے دفاع کے مفاد میں زمینی

کارروائیاں کرے اہے، جو کہ پاکستان کے زیر کنٹرول خطہ کشمیر کا حصہ ہے، جس کے درمیان تنازعہ ہوا ہے۔

یہ ریجن اپنے زیادہ تر بھرتی کرنے والے مقامی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں جو قریبی پہاڑی علاقوں میں موجود ہیں جو مبینہ طور پر اونچائی کی بیماری اور سرد درجہ حرارت کے کم ہونے سے عارضوں کا شکار ہیں جو اونچائی پر پہاڑی جنگ کی خصوصیات ہیں، جس سے رجمنٹ کو اپنے فرائض انجام دینے کی بہترین طور پر اجازت ملتی ہے۔

ہیڈ کوارٹر گلگت، آرمی بیس کی سب سے ٹاپ ریٹڈ جگہ تھی اور کچھ اہم بریفنگ کے لیے وہ ابھی تک یہیں ملٹری بیس میں میجر گلزار کے ساتھ ہی موجود تھا، رات تو وہ آتے ہی سو گیا کیونکہ کل رات مشائم صاحبہ نے ساری نیند اڑا دی اور جب اٹھا تو آگے سے اسکے نکاح کی خبر پوری ملٹری بیس میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تھی اور اسد تو اسکے جاگتے ہی کمرے میں گولی کی طرح وارد ہوا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کیپٹن کے آپ ایک ہفتے میں سہاگن ہو آئے۔۔۔۔ہائے او ربا"

اسد جب روم میں آیا تو جناب گلاس وال کے پاس کھڑے بیڈ ٹی پیتے ہوئے باہر دیکھائی دیتے خوبصورت پہاڑوں اور سبزے کے منظروں میں گم تھے، فوری پلٹا۔

اسد آنکھوں میں شرارت ٹپکائے عین اسکے روبرو آن جما۔

"بیوقوف سہاگن لڑکیاں ہوتیں، میجر صاحب کا پیٹ کافی ہلکا ہے۔ لگتا ہے پورے ہیڈ کوارٹر میں انھوں نے ڈھول میں پچوادیں۔۔۔۔"

الماں نے چلتے ہوئے قدم بیڈ کی طرف بڑھائے اور مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھے بیٹھا تو اسد بھی سامنے ہی تشریف رکھتے مسلسل الماں کو شرارت سے تکتا کنفوز کر رہا تھا۔

"ظاہر ہے میرے حسین یار کی شادی ہو اور نگارہ نہ بجے، قسم سے آپکی شادی کی جو ٹھنڈ میرے کلیجے میں پڑی۔۔۔اف۔۔۔۔ کہاں ملی آپکو بھابھی یار کچھ تو بتائیں۔ یہ چٹ نکاح پٹ بیاہ کا کیا سین ہے۔۔۔۔"

اسد کا تجسس کے مارے برا حال تھا جبکہ اپنی کہانی سناتے ہوئے وہ بھی خاصا ہچکچایا کہ اسد نے پورا ٹائم اسے چیڑتے ہی رہنا ہے۔

"بس ایسا سمجھو وہ میرے مقدر میں لکھی تھی، جاتے ہی نکاح ہوا، وہ میرے پاس آگئی۔ اپنے کچھ دن اسے دے کر واپس آگیا انتظار میں باندھ کر۔ ویسے پہلی بار ڈیوٹی پر واپس آتے ہوئے دل بہت ڈرا اسد، شاید اٹیچمنٹ چیز ہی ایسی ہے"

وہ جیسے اپنی وائف کا ذکر کر رہا تھا، اسد کی شرارت بھی رشک میں بدلی۔

"ارے بھائی یار یہ بیوی چیز ہی ایسی ہے، جب میں شادی کے بعد واپس آیا تھا تو ایمن نے بھی رو رو کر دریا بہا دیے تھے۔ تین ماہ ہو گئے مجھے لگتار ڈیوٹی

پر، خیر سے یہ آخری مشن ہے پھر میجر نے کہا ہے وہ مجھے پورے دو ہفتے کی چھٹی دیں گے۔ خیر سے آپکا یہ شیر جوان ہونہار لیفٹیننٹ بھی اگلے ماہ بابا بننے والا ہے یار۔۔۔۔ لیکن اس سے زیادہ مجھے آپکے بس جانے کی خوشی ہے۔ قسم سے"

اسد کی باتیں ناچاہتے ہوئے بھی الماں کو اداس کر گئیں، اس وقت جب اسکی بیوی کو اسد کی ضرورت تھی تو وہ یہاں ملک کی خفاظت کے فرائض نبھانے میں لگا تھا۔

"اللہ تمہیں صحت مند اولاد دے اور اسکو جوان ہوتا دیکھو۔ بس یہی سمجھ لو فرض کے بعد محبت ہی دوسرا اہم مسلک ہے ہم لوگوں کا۔۔۔"

الماں نے اسکی گال تھپکائی جس پر وہ مسکرا دیا۔

"سہی کہا، ویسے اب تو آپ ہر مہینے دوڑ دوڑ کر گھر جائیں گے کیپٹن۔۔۔پہلے کی طرح چھ چھ ماہ ڈیوٹی کرنے کی اب کہاں آپکی ہمت رہی ہو گی۔۔۔ہی ہی"

اسد کا بس چلتا تو المان کو سنجیدہ ہونے ہی نہ دیتا لیکن اب دوستی کی ساتھ وہ اسکا سینئیر بھی تھا تو رعب واپس جمایا۔

"لیفٹیننٹ اسد، تم زیادہ فری نہیں ہو رہے۔ چلو بھاگو مجھے بھی فریش ہو کر نکلنا ہے۔ ٹیم کو دیکھو ریڈی ہوئی ہے یا نہیں۔ لمبا سفر ہے وہ بھی پہاڑ کا۔ سو وقت پر نکلنا ہے۔۔۔۔"

المان نے اس جونک کو کسی طرح سر سے اتارا جس پر وہ سر خم تسلیم کیے ویسی ہی ازلی مسکراہٹ چہرے پر سجاتا کمرے سے نکلا جبکہ المان نے بھی ہینگ وردی اٹھائی اور فریش ہونے بڑھا، دس منٹ تک کیپٹن کی وردی میں وہ وجیہہ ساحر بنا باہر نکلا تو زوجہ جانم کی کال نے ساری اداسی رفع کی۔

وہ اس وقت سوئمنگ پول میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھی ہلکی ہلکی بھولے بسرے نکل آتی دھوپ اور ہوا سیک رہی تھی، میشی کا آج بھی یہیں انصاری حویلی رکنے کا پلین تھا۔

"کیسے ہیں کیپٹن۔ڈیوٹی شروع ہو گئی کیا؟"

میشی کی آواز سنتے ہی وہ آڈیو کال کے ساتھ وڈیو کنکنک کرتا جب سامنے آیا تو اسے وردی میں دیکھ کر وہ وہیں تھم گئی۔

"اف ماشاءاللہ، میرے کیپٹن تو ملک دشمنوں کو دھول چٹانے کے لیے بالکل ریڈی ہیں۔یو لکنگ سو ہنڈسم المان۔پلیز خود پر آیت الکرسی لازما پھونکیے گا۔اگر کسی کی نظر لگ گئی تو میشی سے برداشت نہیں ہو گی"

وہ اسے دیکھتے ہی جیسے لٹ گئی وہ بھی ہنس پڑا، کرٹل ہٹا کر مشائم کو اپنے روم کا خوبصورت ویو دیکھایا جس پر وہ مزید مسکرائی۔

"دیکھو کتنا خوبصورت ویو ہے، یہاں سب کافی پیارا ہے بس کمی ہے تو مشائم کی۔ رات نیند آگئی تھی تمہیں"

وہ اسے تمام مناظر دیکھائے واپس خود پر کیمرہ کیے فکر سے پوچھنے لگا جس پر مشائم نے منہ سا پھلائے نفی میں سر ہلایا۔

"آج تو آئی جان کے پاس بھی نہیں آئی، حالانکہ وہ میرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہی مجھے سلا دیتی تھیں لیکن اب میشی کو آپکی عادت ہو گئی۔ آئی مس یو سو مچ، ایک دن اتنا مشکل ہے تو باقی کیسے کٹیں گے۔ کیا وہاں کیپٹن کو اپنی وائف ساتھ رکھنے کی پرمیشن نہیں ہے المان۔۔۔"

وہ اسکے ہلکان و فکرمند ہونے پر مسکرایا، لیکن مشائم کی فریش آواز اور چہرہ اسے کافی پرسکون کر گیا۔

"نہیں ابھی تو پرمیشن نہیں ہے لیکن اس مشن کے بعد شاید مل جائے، یا شاید ہیڈکوارٹر کے آس پاس ہی میں اپنا اور تمہارا گھر خرید لوں۔ سچ بتاوں تو

نیند تو مجھے بھی نہیں آسکی، کچھ کرنا پڑے گا تاکہ یہ خوبصورت سی لڑکی میرے ہمیشہ قریب رہے"

وہ اس زرا سی امید پر جیسے کھکھلائی خود المان کو لگا دل راحت پا گیا۔

"سچی؟ میں آپکے ساتھ رہوں گی۔۔ ہمیشہ؟ آپ سچ کہہ رہے ہیں نہ المان"

مشائم شادی مرگ کی سی کیفیت میں تھی۔

"ہاں لیکن تمہارے پیپرز ہو جائیں پھر، اور میرا دیا ٹاسک بھی تمہیں پورا کرنا ہے۔ میں تمہیں اپنے پاس رکھنے کی ہر کوشش کروں گا، جتنا پاسیبل ہو سکا۔ اس لیے اداس نہیں ہونا۔ میں ہمیشہ تمہارے پاس ہوں"

وہ اسکی ان محبت بھری کوششوں پر آنکھیں نم کر گئی، یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ ایسا اتنی جلدی ممکن نہیں پھر بھی خوش تھی وہ اسکے لیے اتنا سوچ رہا ہے۔

"ضرور پورا کروں گی۔ آج میں یہیں رکوں گی اور کل شام گھر جاوں گی اوزو اور زینو بھابھی کل واپس آئیں گے تو تھوڑا ان دو کے ساتھ ٹائم گزارنا چاہتی ہوں۔ ٹھیک ہے نہ؟"

وہ اس سے جیسے ہر چیز کی اجازت لے رہی تھی وہ الماان کو الگ ہی فرحت دے گیا۔

"ٹھیک ہے چلی ملی، جب تک مرضی رہو۔ جہاں رہو بس خوش رہو۔ آئی لوو یو"

وہ اسکی ہر بات مانتا ہی اتنے پیار سے کہ وہ الماان کی الفت میں ڈوبنے لگتی۔

"آئی لوو یو ٹو، بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ اب آپ اپنا فرض نبھائیں۔ اللہ حافظ"

اگر وہ ریڈی تھا تو یقینا کہیں جانے کو تھا تبھی مشائم نے اسے اپنی محبت اور پیار میں حصارے کال کٹ کی جسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ جانتی تھی رو

پڑے گی تبھی رابطہ توڑ دیا، دونوں کے دل جڑے تھے سو یہ زمینی فاصلے اب بالکل ان دو کو تکلیف دینے کے اہل نہ رہے تھے۔

..______________________________..

وہ فارم ہاوس سے سیدھا واپس حویلی گیا تو مشائم کو دیکھ کر اوزان کی صبح مزید خوبصورت ہو گئی، طلال یونی جا چکے تھے اور دیان ہوسپٹل، کنول بھی گھر نہ تھی جبکہ فیروز بھی فیکٹری نکل گئے سو اوزان کی ملاقات صرف میشی اور آئی جان سے ہی ہوئی۔

" آئی جان نے بتایا کہ آپ نے زینو بھابھی کو ایکسیپٹ کر لیا اوزو۔ کیا سچ میں؟ آپ نے انکو پیار کیا"

وہ میشی کے ساتھ لاونج میں ہی بیٹھا تھا، بہت دنوں بعد اسے یہ آفت میسر آئی تھی وہ بھی اوزان کے کندھے سے لگ کر بیٹھی اسکی طرف دم سادھے

گرے آنکھوں میں ڈھیر سا تجسس اور الفت بسائے تک رہی تھی جب وہ لمحہ بھر خاموش ہوا۔

"ہمم کیا، ٹھیک بتایا ہے تمہیں آئی جان نے۔ دراصل جو آلایہ تھیں نہ وہ طلال چاچو کی کچھ دن وائف رہیں اور زینیش ان دو کی ہی بیٹی ہے، پھر کچھ گندے لوگوں نے ان پر بہتان لگایا۔ اور سب تباہ ہو گیا۔ اب جب یہ سچائی زینیش کو پتا چلی ہے تو وہ بہت ٹوٹ گئی تھی، بہت ہرٹ ہے لیکن تمہارے اوزو نے اسے سنبھال لیا۔ کل تم یہاں آگئی بہت اچھا کیا کیونکہ آئی جان بھی یہ سب جان کر بہت ہرٹ تھیں اور چاچو بھی"

جس سلیقے سے اوزان نے یہ حقیقت مشائم کو بتائی وہ تب بھی سکتے میں مبتلا ہوئی، بس کنول سے یہ سب ابھی چھپا تھا ورنہ انصاری حویلی تماشہ گاہ بن چکی ہوتی۔

"اوہ مائی گارڈ! مطلب زینو ہماری کزن ہوئیں پھر۔۔۔اوہ سو سیڈ اوزو۔۔ کیا وہ گندے لوگ دادا اور چچی ہیں؟ مطلب کوئی ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ چاچو اپنی الایہ کے بنا اور آلایہ پھپھو، چاچو کے بنا کیسے رہی ہوں گی۔۔۔ زینو بھابھی کی تکلیف تو بہت بڑی ہے۔۔۔۔ آپ انکو بہت سارا پیار کرنا، ہسبنڈ جب پیار کرتا ہے تو وائف بہت سٹرونگ ہو جاتی ہے۔ جیسے آپکی میشی ہو گئی کہ اپنے کیپٹن سے دور رہ کر بھی زندہ ہے"

اس کی تمام باتیں اوزان کو کبھی مسکرانے پر مجبور کر گئیں کبھی تکلیف کے دہانے پر کھڑا کر گئیں۔

وہ اسکی جبیں چومتا اسے خود کے شفیق حصار میں بسا گیا۔

"کوشش کر رہا ہوں اسے پیار کرنے کی، باقی میری یہ آفت تو واقعی دادی اماں بن گئی ہے۔ الماں نے بہت لاڈ کیے لگتا تبھی اتنے دن اوزو کو لفٹ ہی نہیں کرائی۔ اور وہ گیا تو ہماری یاد آگئی چڑیل کو"

وہ تھوڑا جیلس ہوا تو وہ شرارت سے ہنسی۔

"ہی ہی یس وہ مجھے آپ سے زیادہ لاڈ کرتے رہے اور مجھے بہت پیار دیا۔ اپنی ممی کے آگے سپورٹ دی۔ باقی پنار آپا تو ہیں ہی بہت سوئیٹ اور جو اد انکل بالکل کیپٹن جیسے پیارے۔۔۔۔ لیکن اسکے باوجود جو پیار میشی آپ سے کرتی ہے وہ کسی سے نہیں کر سکتی۔ آپ میری دنیا ہیں۔ میرے بیسٹ بھیا"

وہ جتنی پیاری تھی اسکا نصیب دگنا حسین ہے یہ سوچ کر ہی اوزان کا دل راحت کا مسکن بن گیا۔

"دعا ہے یونہی کھکھلاتی رہو، پھر بھی کوئی پریشانی ہو تو اوزو تمہارے لیے ہمیشہ موجود ہے۔ تم بھی اوزان دایب کی جان ہو میرے بچے، الامان جلدی آجائے گا۔ اداس نہیں ہونا، فوجی کی بیوی کو اس معاملے میں کمپر و مائز کرنا پڑتا ہے"

وہ بھیا کے سمجھانے پر مزید سنبھلی کیونکہ اوزان کی بات ہی الگ تھی، جبکہ ایزل مریم اپنے ان دونوں بچوں کو دیکھ کر اپنے دکھ بھول جاتیں۔

کچھ دیر وہ آئی جان اور میشی کے پاس بیٹھا اور پھر

آفس نکلا، جہاں اس نے دادا سائیں سے ایک دل دہلاتی ملاقات کرنی تھی۔

مگر راستے میں اسے ایک اہم کال آئی جسکے سبب اوزان نے فیکٹری جانے سے پہلے پراپرٹی ڈیلر کامران کے آفس کا رخ کیا۔

"خیریت ہے کامران صاحب؟ آپ نے مجھے اتنی اجلت میں کیوں بلایا"

کامران نے بڑے شائستہ انداز میں اوزان کو خوش آمدید کیا مگر رسمی علیک سلیک کے فوری بعد اوزان سنجید گی سے مدعے پر آیا۔

"جی اوزان صاحب معاملہ ہی کچھ ارجنٹ تھا، دراصل کل آپکے دادا میرے آفس آئے تھے۔ وہ کسی قصور کی زمین کو بیچنا چاہتے تھے مگر جو پراپرٹی پیپرز

انہوں نے مجھے دیے وہ جعلی تھے، مجھے حیرت ہوئی پہلے تو پھر سوچا نیا نیا سیاسی دھچکا ملا ہے کہیں دماغی خلل کا شکار نہ ہوگئے ہوں عمر بھی کافی ہوگئی انکی سو انکو دو دن کے بعد آنے کا کہا تا کہ پہلے آپ سے معاملہ جان لوں"

یہ سب سن کر اوزان کے دل کو عجیب سا سرور ملا، خود کامران نے اوزان کی دبی دبی شر انگیز مسکراہٹ نوٹ کی تبھی وہ مزید مشکوک ہوا۔

"انہوں نے بتایا نہیں کہ وہ زمین بیچنا کیوں چاہتے ہیں؟"

اوزان کے استفسار پر کامران نے سر ہلایا۔

"جی کہہ رہے تھے ارجنٹ نوے لاکھ کی ضرورت ہے اور ہر صورت زمین بیچنا چاہتے تھے۔ لیکن انکے نام قصور کی زمین کا ایک خطہ تو کیا ایک چپہ بھی نہیں ہے"

اوزان نے محظوظ ہوتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"تو کیا اگر ایک بندہ کھلے عام زمینی قبضہ کرتا نظر آئے تو آپ لوگ اسکے بارے قانونی کاروائی نہیں کرتے کامران صاحب؟"

اوزان کے عجیب سے سوال پر وہ پراپرٹی ڈیلر بھی ہونق ہوا۔

"میں سمجھا نہیں کمپلیئین صاحب"

بچارے کامران کی عقل سمجھ مفلوج ہوئی تبھی اوزان نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے بھرپور توجہ اس ڈیسنٹ سے آدمی کو دی۔

"مطلب آپ سمجھ چکے ہیں، چھوٹے بچے تو ہرگز نہیں ہیں کامران صاحب۔ وہ پھر آئیں گے سو کسٹم آفس کے لوگ پہلے ہی بلوالیئیجے گا۔ وہ بہتر جانتے ہیں ایسے لوگوں کا کیا علاج ہے لیکن انکو کمپلیئین کا ایک پیغام دے دیجیئے گا کہ کیس اتنا چھوٹا بھی نہ بنائیں کہ آسانی سے جان چھوٹے اور اتنا سنگین بھی نہ ہو کہ ڈائریکٹ اسکے صدمے سے کسی کی موت ہو جائے۔۔۔۔ کچھ ایسا ہو کہ ضمانت بھی ہو سکے اور کیس بھی لمبا چلے"

اوزان نے اس بار جو ڈھکے چھپے الفاظ میں کہا اس پر وہ آدمی پہلے تو حیران ہوا پھر یوں فرمابرداری دیکھائی کہ مسکرا دیا۔

"اب سمجھا ہوں میں آپکی بات، بے فکر رہیں۔ اور یہ راز ہمارے بیچ رہے گا، کمپلیئین نے میرے ساتھ ڈیل کی یہی خوش بختی ہے"

کامران عقل مند تھا تبھی اوزان کو قابل بھروسہ بھی لگا۔

اوزان نے کام ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے پروقار انداز میں سر اونچا کرتے اجازت لی تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا۔

"یہ راز افشاں ہو بھی جائے تو مجھے فرق نہیں پڑے گا لیکن آپ اسے راز رکھیں گے تو شاید آپکا ضمیر کافی حد تک آپکو ملامت کرنی ترک کر دے، خاصی دو نمبری کرتے ہیں آپ بھی لیکن یاد رکھیں حرام کا ایک لقمہ بھی بہت بڑی اذیت لاتا ہے، آپکی اصلاح مقصد نہیں میرا بس ایک کاروباری

صلاح دی ہے امید ہے عمل کریں گے، میر ا اصل مقصد انتساب ہے اور اسکے بعد انصاف۔"

اوزان کا ایک ایک لفظ اس آدمی کے چہرے پر زردی پھیلا تا گیا یہاں تک کہ اوزان نے اسکے خوف کو بھانپتے اپنا ہاتھ اسکی طرف مصافحہ کو بڑھایا جسے اس نے شرف سمجھتے فوری تھاما۔

"اوزان صاحب آپکی بات ٹھیک ہے، لیکن دو نمبری نہ کریں تو ہمارا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے۔ اور اس مہنگائی کے دور میں گزارہ کیسے کریں تنخواہ پر؟ بیوی بچوں کی ذمہ داری ہے"

وہ شرمندہ تھا لیکن اوزان کا مقصد اسے بس سیدھی راہ دیکھانا تھا۔

"اللہ سبکو ایک جیسا رزق دیتا ہے کامران صاحب، ہمارے اعمال ہم کو ملتے رزق کے زیادہ یا کم ہونے کو تعین کرتے ہیں۔ کچھ ہمیں خود ملتا ہے کچھ کی

تلاش کرنی پڑتی ہے۔ تلاش کے لیے ایک رہنما لازمی ہے، وہ رہنما کوئی انسان، جانور، ہنر، یا نیکی بھی ہو سکتی ہے۔۔۔۔ اچھا دن گزرے آپکا"

وہ کہہ کر چلا گیا پر کامران کے چہرے پر ضرور اضطراب کے رنگ چلے آئے، اوزان وہاں سے سیدھا فیکٹری گیا۔

فیروز شمشیر نے شاید یہ فیکٹری آفس بھی اپنی پناہ کو چنا ورنہ یہاں کا کام ورکرز سنبھال رہے تھے، دونوں فیکٹریوں کے کام خسارے پر ہی تھا آجکل، نئی سرمایہ کاری کی ضرورت تھی مگر اوزان کی اجازت کے بنا وہ ایک روپیہ بھی میچویل بینک سے نہ نکلوا سکتے تھے۔

اور پھر جب آفس آتے شمشیر کو ایک نیا جھٹکا لگا تو اسکی حالت سچ میں قابل ترس ہوئی۔

جو بانوے لاکھ اسے اوزان نے ووٹرز خریدنے کو کیش کی صورت دیا، ان میں صرف دو لاکھ اصلی جبکہ باقی نوے لاکھ نوٹ نقلی تھے اور جب انہی

پیسوں سے فیروز نے تنویر کے کہے میں آکر ایک نجی کو سینو میں کسی میچ پر پیسہ لگایا تو ہار گیا پھر بھرپائی کو جب ان لوگوں کو فیروز نے وہ بقیہ نوے لاکھ دیا آگے سے نقلی نوٹ نکلنے وہ لوگ مفت میں فیروز کی جان کو آگیے۔

جب سے وہ آفس آیا دس بار غنڈے موالیوں کی کالز آچکی تھیں اور وہ اپنے نوے لاکھ مانگ رہے تھے۔

اوزان اپنے مغرور انداز میں جب آفس انٹر ہوا تو دادا کو پریشانی سے چکر کاٹتے دیکھے وہ دبا سا شر انگیز مسکرایا، درانی نے اسے پہلے ہی پلین کے سکسیسفل ہونے کی خبر دے دی تھی۔

"اوزان تم نے جو مجھے بانوے لاکھ کا کیش دیا وہ اصلی تھے نہ؟ لیکن مجھے خبر ملی ہے وہ نقلی نکلے۔۔ دولاکھ تو تم نے خود میرے ہاتھ میں تھمایا جس سے میں نے ووٹرز خریدے باقی تو میں نے کھول کر بھی نہ دیکھے تھے۔۔۔ تم میرے ساتھ پھر سے کوئی گیم کھیل رہے ہو؟ وہ لوگ اپنے نوے لاکھ کے قرض

کے لیے میری جان کو آرہے ہیں۔۔۔خدا کے لیے مجھے اس مشکل سے نکالو"

وہ اسے دیکھتے ہی مخدوشی سے اسکی طرف آئے جنکی حالت پر اوزان اب ترس بھی کھانا پسند نہ کرتا تھا۔

"نوے لاکھ کا قرض! آپ نے اتنی بڑی اماونٹ لگائی کہاں؟"

اوزان نے مصنوعی فکر و پریشانی لٹاتے پوچھا تو وہ اپنے کرتوت دبانے کو نظر چرا گئے۔

"جوئے پر لگائے۔۔۔۔پرانی لت ہے۔۔خدا کے لیے اوزان مجھے بتاو۔ اگر وہ نوٹ اصلی تھے تو وہ لوگ کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں۔ ووٹرز بھی تو میں نے انہی پیسوں سے خریدے تھے۔۔۔۔"

فیروز کے اعتراف کے باوجود اوزان زرا غصہ نہ ہوا بلکہ مسکرا کر اپنے ازلی پر رعب انداز میں دادا کی کرسی سنبھالی۔

"یہ پیسہ دونوں فیکٹریوں پر لگاتے تو شاید یہ چل پڑتیں۔ خیر یقیناوہ لوگ آپکو بیوقوف سمجھ کر لوٹنا چاہتے ہیں کیونکہ آپکا پوتا آپکو نقلی نوٹ دے کر دھوکہ تھوڑی دے گا، اصلی دیے تھے زینیش کی زمین بیچ کر۔۔۔ نقلی ہوتے تو وہ دولاکھ بھی تو نقلی نکلتے میں نے اسی سوٹ کیس سے نکال کر دیے تھے۔۔۔ دیکھ لیتا ہوں انکو۔۔۔ آپ یہ بتائیں دیان اور پنار کی رخصتی کب تک ہونی چاہیے؟"

اوزان کو واپس اسی وحشی ٹون میں لوٹتا دیکھے وہ اسکی طرف لپکے۔

"بس کر اوزان مجھے مت سلگا۔ ابھی کوئی رخصتی نہیں ہو گی سمجھ اس بات کو۔ یہاں میری جان سولی میں اٹکی ہے اور تجھے شہنائیوں کی پڑی ہے۔ اپنی جگہ تو میں نے تجھے دے دی۔۔۔ مزید مجھے سلگانے کی کوشش مت کر لاڈلے۔ یہ مت بھول کہ تیرا دادا ہوں"

وہ دادا کے لہجے میں صاف دھمکی محسوس کر رہا تھا تبھی تو کھل کر ہنسا۔

"ایک تو میں نے آپکی مان کر زینش سے نکاح کیا، اسکی کڑوروں کی جائیداد ہتھیا کر آپکے نام کی، بانوے لاکھ کیش اسی وقت آپکو تھمایا۔ تب بھی آپکو لگ رہا ہے میں آپ سے مخلص نہیں۔ اور اسی قرض کی وجہ سے آپ مزید زمین بیچنے نکل پڑے ہیں؟"

وہ اسکی ٹون پر واپس گھبرا کر اسکے سامنے بیٹھے کیونکہ اسکا غصہ فیروز کی ٹانگیں کپکپا گیا۔

"ہاں اب زمین ہی بیچوں گا نہ، لیکن وہ پراپرٹی ڈیلر مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دو دن کا لارا بھی لگا دیا۔ جیسے میں پاگل ہوں کوئی۔۔۔۔ تو نے زینش کی زمینیں میرے نام کی تھیں نا؟"

اب آیا تھا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔

"جی جی ساری زمین آپکے نام ہے، میں نے پراپرٹی ڈیلر کو درانی سے ملوا دیا ہے۔ آپ کل جا کر دوبارہ زرا رعب سے بات کریں۔ ہو سکتا ہے آپکے نام

لگی کڑوروں کی مالیت کی زمین دیکھ کر اس کامران کی نیت خراب ہو گئی ہو۔ اگر کوئی آئیں بائیں کرے تو ٹھوک دیجئے گا ایک دو چپیڑ۔۔۔پیسہ وصول کریں جا کر اور قرض لوٹائیں یار۔۔۔کن کن پنگوں میں خود کو پھنسا لیتے ہیں"

اس وقت وہ جس قدر مہربان بنا تھا فیروز کو سمجھ ہی نہ آئی وہ اسکی کتنی رگیں کاٹ رہا ہے۔

وہ بڈھا پھر سے اوزان پر اعتبار کرنے پر مجبور تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لاڈلے، میری ہی مت ماری گئی ہے۔۔۔کل جاتا ہوں اس خبیث کی عقل ٹھکانے لگاتا ہوں۔۔۔خیر تم کچھ دن طلال سے کوئی بات مت کرنا، وہ دشمنوں کے گھر سے ہو کر آیا ہے ضرور تمہارا غلط باتیں کر کے دماغ خراب کرے گا۔ تمہیں پتا ہے تیرا سال پہلے بھی تمہارا وہ چاچا پاگل ہو جاتا یہ تو بروقت تنویر نے اپنی راج دلاری دے دی کہ ہوش

ٹھکانے آگئے۔۔۔ سیال والے اندر ہی اندر بہت گندی چالیں چل رہے ہیں اوزان۔۔۔ تم کسی چال میں مت آنا سمجھے۔۔۔"

اوزان پوری زہریلی فرمابرداری دیکھا تا بس اس وقت اس شخص کے گرنے کا لیول دیکھ کر خاموش تھا مطلب سفاکیت کی حد اس شخص پر ختم تھی۔

"جی دادا سائیں، میں کسی کی بات پر کان نہیں دھرتا آپ جانتے ہیں مجھے۔۔۔۔ بس ایک بار بابا کی موت کی وجہ بنتا وہ کمینہ، ناسور، بدبخت اور ذلیل شخص مل جائے تو میں بھی زرا ایکشن میں آوں۔۔۔ بڑے دن ہو گئے کسی کو پیٹا نہیں ہے۔ وہ آدمی ملے تو ایسا گھسیٹ گھسیٹ کر میں اسے ماروں گا کہ آپ بھی کمیلئین کے انصاف پر کانپ جائیں گے"

بظاہر تو وہ اس غائبانہ آدمی پر حقارت اگل رہا تھا پر وہ کہتے ہیں نہ چور کی دھاڑی میں تنکا، جان بچارے فیروز کی گئی، اور اوزان کا دل جانتا تھا کہ وہ

کس طرح خود کو اس شخص کا قتل کرنے سے روکے ہوئے یہ اداکاری کے جوہر پیش کر رہا تھا۔

"یہ سب چھوڑو اس لڑکی کو کب چھوڑ رہے ہو؟ ساتھ واپس کیوں لے آئے۔۔وہیں دھکیل آتے سیالوں کے پاس"

دادا کے زہریلے سوال پر اوزان کی آنکھوں میں نفرت سی نمودار ہوئی۔

"پلین تھوڑا بدل دیا ہے دادا سائیں، وہ یتیم مسکین کہاں جائے گی۔ سوچا ہے اسے انصاری خاندان کی بہو ہی رہنے دیا جائے۔ آپکے پوتے کی پسند بن گئی ہے۔ بہت جلد وارث دے گی آپکو۔۔۔ مطلب سب نارمل کر لیا۔ زمین لے لی اس بچاری سے۔ باپ مر گیا۔ میرا معصوم دل ظلم پر آمادہ نہ ہوا بس تبھی۔۔۔ میں اسکے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا تبھی اسے اپنے ساتھ رکھا ہے، لیکن کل کا لنچ ہم انصاری حویلی کریں گے تب تک آپ بھی اپنی مزید زمین بیچنے کا معاملہ نمٹا لیجئے گا"

اوزان کا ایک ایک لفظ فیروز کا دل سلگاتا گیا پر وہ برداشت کیے سرخ ہونے کے باوجود کچھ نہ بولا بس جبراً سر ہلایا۔

"ہاں ہاں مت چھوڑنا اسے، خیر مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ نکلتا ہوں۔"

دادا سائیں کو اب شدید قسم کی ٹائلیٹ تو آنی ہی تھی، تبھی وہ جیسے آنکھیں چراتے دوڑے، اوزان انکی رحم طلب حالت پر آفت خیز ہنسا۔

"کل آپ کو جیل کی سیر کروائے گا آپکا یہ ہونہار پوتا، گیٹ ریڈی پیارے دادا سائیں"

وہ ہنسنے کے بعد جب سنجیدہ ہوا تو اسکی آنکھوں سے آگ کے شعلے لپکے۔

"وہ لڑکی اسکے پاس ہے، مطلب انکا تعلق بنے گا اب؟ یقیناً اوزان نے اسے فارم ہاوس میں رکھا ہے۔۔۔ اس سے پہلے وہ لڑکی میرے حلق کا پھندا بنے

پہلے اسی کا کام ختم کرنا ہو گا اور کل تیرا انصاری حویلی آخری لنچ ہو گا لاڈلے

____"

فیروز کا بس نہ چلا دیوار سے ٹکریں مارنے لگتا، مخدوشی کے سنگ بڑبڑاتا وہ پارکنگ کے پاس آیا اور یونہی ناپاک ومکروارادے بناتا گاڑی میں سوار ہوا، ڈرائیونگ سیٹ اسکے خاص آدمی نے سنبھال رکھی تھی جو آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھائے، چہرے پر ماسک اوڑھے، سر پر ہیٹ پہنے فرنٹ مرر سے پیچھے بیٹھے اس سفید لٹھے کی مانند ہوتے فیروز کو دیکھے شر انگیز مسکرایا۔

"ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے سلطان فیروز شمیشر انصاری اور ابھی سے تیرے رنگ کھوتے کی ننگی چمڑی جیسے ہو گئے، تجھے اوزان وہاں مار کر پھینکے گا جہاں تجھے پانی بھی نہ ملے گا بد بخت"

یہ وہی آدمی تھا جو ہر جگہ ہیولوں کی شکل میں موجود تھا، اسکے چہرے پر ماسک جبکہ آنکھوں پر ہمہ وقت سیاہ چشمے چڑھے رہتے، کہنے کو تو وہ فیروز کا پرانا ڈرائیور تھا مگر حقیقت میں وہ کون تھا یہ راز تھا، بھیانک راز۔۔۔۔

..______________________________..

"بس کرو میرے بیبی بچے، کیا مجھے بھی آنسوؤں میں بہاؤ گی۔"

پنار آئی تو پھر سے زینیش کی آنکھیں بھیگنے لگیں جبکہ پنار اس لیے افسردہ تھی کہ وہ اگر اسے یہ بتائے گی کہ وہ بھی سچ جانتی تھی تو زینیش کی ناراضی اسے بھی سہنی پڑتی۔

"ممی کی تکلیف کیسے بھولوں پنار؟"

وہ رندے لہجے کے ساتھ سر اسکے کندھوں سے اٹھاتی اسے دیکھتے بولی تو آواز حسرت و آنسوؤں نے نگلی۔

"وہ اپنے حصے کے دکھ سہہ کر چلی گئیں، لیکن تم یہ دیکھو نہ کہ تمہارے ایک بابا گئے تو اللہ نے دوسرے دے دیے۔ماضی جتنا تمہارے لیے کربناک تھا زینو اتنا بڑی کے لیے بھی تھا۔وہ خود سازش کا شکار ہوئے۔میں انکو ڈیفینڈ نہیں کر رہی، بس یہ بتانا چاہ رہی کہ جان بوجھ کر کوئی اپنی زندگی اور اپنا دل نہیں اجاڑتا"

پنار اس وقت طلال کی طرف داری کرتی اسے اچھی نہ لگی وہ اس وقت کسی کے لیے نرم دل نہ تھی۔

"تم دیان سے پیار کرتی ہو نہ؟اگر کوئی آکر تمہیں کہے کہ دیان بدکردار ہے۔۔۔صرف کہے نہیں جھوٹے ثبوت بھی دیکھا دے کیا تم یقین کر لو گی۔۔۔بنا تحقیق"

زینش کے دکھی سوال پر پنار کا دل تھما۔

"ہر گز نہیں زینو، میں بند آنکھوں اس پر یقین کرتی ہوں"

پنار کی آواز لرزی۔

"میں جب اوزان سے ملی تک نہ تھی تب بھی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ یہ جسکے نام پر فدا ہوں یہ خود بہت خوبصورت ہو گا، بہت الگ۔۔۔ کوئی آکر مجھے کہے نہ کہ اوزان برے ہیں تو میں اسکا منہ توڑ دوں۔۔ انکے سامنے ان پچھلے دو تین دن سے بہت کچھ کہتی رہی، برا بھلا لیکن میرا دل جانتا ہے وہ کس قدر پیارے ہیں۔ محبت صرف عورت کرتی ہے پنار، مرد نہیں کرتا۔۔۔۔ وہ صرف دعوے کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ جب یہی بات عورت کے کردار پر آئے تو سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے، جو اس امتحان میں ثابت قدم رہیں بس وہیں مرد ہونے کا حق نبھاتے ہیں۔۔۔ لیکن طلال انصاری اس آزمائش میں بھربھری مٹی کی طرح فنا ہو گئے۔۔۔

مطلب میری مما سے رخصتی سے پہلے رشتہ بنایا، اس سے زیادہ آلا یہ درید اپنی وفا کا ثبوت کیا دیتی؟ اسکے باوجود جب میری مما پر بہتان لگا تو اس شخص کا دل کیا پتھر بن گیا؟ زبان پر آبلے پڑ گئے۔۔۔ ایک بار ہی کہہ دیتے کہ

انھیں آلایہ پر یقین ہے۔۔۔۔ تو وہ دنیا جہاں پھر سے اس شخص پر وار دیتیں۔۔۔۔۔ لیکن نہیں۔۔ وہ تو اس لمحے ہوش کھو بیٹھے جب ہوش تھامنے کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔۔۔۔ یہی انکے کمزور مرد ہونے کی نشانی ہے، اور میں ایک کمزور مرد کو بابا نہیں کہہ سکتی۔۔۔۔ پتا نہیں میری مما نے کیا کیا سہا ہو گا۔۔۔۔۔ تم مجھ سے کبھی انکی طرف داری مت کرنا۔ میں سب سے روٹھ کر چلی جاوں گی"

وہ حق پر تھی تبھی تو پنار کے پاس کوئی جواز نہ بچا بس وہ اسے خود سے لگا گئی۔

"اوکے وہ خود منا لیں گے تمہیں، میں کچھ نہیں کہوں گی۔ تم پریشان مت ہو۔"

پنار نے اسکو خود سے لگائے ہوئے لاڈ سے کہا پر وہ اس سے بھی ناراض تھی۔

"تم بتاو تم اپنے دیان سے ملی؟"

زینو کو یکدم یاد آیا تو وہ ٹھیک سے بیٹھی جبکہ پنار کے چہرے پر اترتی گھبراہٹ پر زینیش نے مبہم سا مسکرا کر ساری اداسی کو خیر باد کہا۔

"یہ میری گناہ گار آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟ پنار اور شرما رہی ہے۔ اہمم اہمم لگتا ہے دیان بھائی نے اظہار محبت کیا ہے اور وہ بھی شدید"

زینو کی شرارت پر وہ دبا دبا مسکراتی بہت کیوٹ لگی پھر خود ہی ہنس دی۔

"یہ مرد ذات ہوتی ہی ایسی شے ہے، پھر جب انکی دسترس میں محبت آجائے پھر تو انکی شدتوں سے اللہ ہی بچائے۔ ایسا سمجھو کہ ہمارے بیچ کی کرواہٹ کافی ختم ہوگئی۔ آج میشی نے ہم دونوں کا ڈنر بھی ارینج کیا ہے۔ بس میں تمہارے لیے بہت فکر مند ہوں، اوزان اور تمہارا بیچ آپ ہوا یا ابھی تک سینگ ہی لڑا رہے ہو۔۔۔ وہ سب کے سامنے اس قدر بے باک اظہار کرتے ہیں تو اکیلے میں تو تمہیں بہت ٹف ٹائم دیتے ہوں گے۔۔۔"

پنار نے ذکر ہی اس ظالم کا چھیڑا کہ غائبانہ اس شخص کے لمس زینو کے دل کی دھڑکنیں تیز کر گئے۔

"نہیں، میں دے رہی ہوں ابھی ٹف ٹائم۔ ابھی وہ مجھے منانے کے جتن کر رہے ہیں۔ میں بھی فل ایٹیٹوڈ گرل بنی ہوئی ہوں"

زینو کے منہ پھلا کر بتانے پر پنار ہنسی، گویا یہ ماننا ناممکن ہو کہ زینو ایٹیوڈ دیکھا رہی ہے۔

"بتمیز تم ہنس لو مجھ پر"

زینو اسے بھی کاٹ کھانے کو دوڑی تبھی تو پنار نے اپنی ہنسی منہ میں واپس انڈیلی۔

"ہاہا تم ایسی ہو ہی نہیں میرے پیپے بچے کہ ایٹیوڈ کا اے تک دیکھا سکو۔ پھر بھی کوشش جاری رکھو۔ انکی سزا ہے تھوڑا تڑپیں لیکن زیادہ مت تڑپانا۔

بہت اچھے ہیں وہ، اور میں نے انکی آنکھوں میں تمہارے لیے اینڈ لیس لو و دیکھا ہے۔ بس تم خوش رہو اور کچھ نہیں چاہیے"

زینیش تو خود بھی اسکی آنکھوں میں محبت دریافت کر چکی تھی لیکن اتنی جلدی ہتھیار ڈال دیتی یہ اسے منظور نہ تھا۔

"لیکن جتنی تکلیف دی مجھے اتنی انکو دینا چاہتی ہوں، تا کہ جان سکوں انکی میرے لیے محبت بھی اتنی ہی شدید ہے جتنی میری یا نہیں۔ نہیں چاہتی جو ممی کے ساتھ ہوا وہ میرے ساتھ بھی ہو۔۔۔۔۔ ایک بار مجھے انکی محبت پر یقین آ گیا نہ تو زینیش کی ہر آتی جاتی سانس تک صرف انکے نام ہو گی۔ لیکن آزمائش شرط ہے"

زینیش کا آج اوزان کے لیے محبت سے لبریز ہونا پنار کو بھی بہت اچھا لگا، وہ واقعی اس شخص کے لیے فدا تھی۔

"گڈ، یہ بہترین ہے۔ خیر ریڈی ہو جاو ہم لنچ باہر کرتے ہیں پھر تم نے مجھے کہاں ملنا ہے۔ تمہیں چار تک واپس ڈراپ کر دوں گی۔ شاپنگ کرتے ہیں، تمہارے لیے بھی کچھ سپیشل ڈریس خریدوں گی جو پہن کر اوزان کو اور تڑپانا۔۔۔مطلب چیزی ڈریس نہیں بس سلم فٹ میکسی یا پارٹی وئیرز"

پنار کے ارادے زینو کا خوفزدہ کر گئے تبھی پنار نے فوری آخر تک ہنستے وضاحت بھی دی۔

"انکو میرے مائی بننے پر بھی کوئی اعتراض نہیں پھر بھی چلوں گی، مجھے بھی کچھ چیزیں لینی ہیں۔"

زینو کے فوری مان جانے پر پنار نے پھر سے اسکو دیکھتے شریر سی سمائیل دی جس پر زینو پھر سے دبا دبا مسکرا دی۔

وہ اسے دو بجے لے گئی، دونوں نے ریسٹورنٹ جا کر مزیدار سا لنچ کیا پھر مالز گئیں، پہلی بار زینو نے اپنے لیے کچھ موسم کی شدت کے حساب سے ڈریس لیے، ایک گرم ٹوپی بھی کیونکہ اسے ٹھنڈ بہت لگتی تھی، اور رنگوں کے انتخاب میں اس نے اوزان کو بھاتے رنگ مد نظر رکھے جیسے سیاہ، اور کوئی عام جوڑے نہیں لیے بلکہ بہت خوبصورت اور ایسے جو پہن کر زینش قیامت لگتی، شاید اسکے دل میں بھی اوزان سے جڑے رشتے کی ہمک اور خوشی پیدا ہو رہی تھی جو فطری تھا کیونکہ اوزان نے اپنے ہر کڑوے رویے کی معافی مانگنے کے ساتھ اپنے ہر سرد لفظ کا ازالہ بھی کیا اور جیسے جیسے وہ عملی طور پر جسارتیں کیے اسکے حواسوں پر قابض ہوتا جا رہا تھا، وہ دن دور نہ تھا جب وہ اسکو نہ صرف معاف کر دیتی بلکہ اسی کے رنگ میں بھی ڈھل جاتی۔

گرم جوتے اور ساکس بھی لیے جو اسکے نازک نازک پیروں کے خون کو جمنے سے روکتے۔

ٹھیک چار بجے پنار اسے وعدے کے مطابق واپس فارم ہاوس ڈراپ بھی کرنے آئی، مگر جب پنار کو زینو سی آف کرنے آئی تبھی بہت تیز فائرنگ ہونے کے سبب پنار ہی اسکا ہاتھ پکڑے اندر بھاگی جبکہ چوکیدار انکل بھی فائرنگ کی آواز سنتے ہی اپنی گن لیے فارم ہاوس کے مین گیڈ سے باہر نکلے مگر تب تک وہ خبیث لوگ بھاگ نکلے۔

"یااللہ یہ کیا تھا؟"

زینو کا تو دل اس قدر قریب سے آتی لگتار گولیوں کی گھن گرج پر دہلا جبکہ خود پنار زرا خوفزدہ ہوئی کیونکہ سچویشن ہی ایسی تھی کہ وہ لوگ اس طرح کے حملے کے لیے ریڈی نہ تھے۔

لیکن دونوں نے چوکیدار انکل کے اندر آنے تک اپنے آپ کا ڈر زائل کرنے کی کوشش کرتے انتظار کیا۔

"خبیث بھاگ گئے بی بی سائیں، مقصد شاید بس ڈرانا تھا۔ آپ فکر مت کریں میں ابھی سائیں کو بھی انفارم کر دیتا ہوں"

چوکیدار بابا نے دونوں کے ڈرے چہرے تکتے حوصلہ دیا مگر زینو بہت زیادہ ڈری، خدانخواستہ کسی کو گولی لگ بھی سکتی تھی۔

اوزان کچھ دیر پہلے ہی خانزادہ حویلی میں پہنچا تھا، صائمہ صاحبہ اسکی خاطر تواضع میں لگی تھیں، حسیب سے اسکا رابطہ تھا وہ بس دو منٹ کی دوری پر تھا جبکہ اوزان سفارش کرنے آیا ہے اگر صائمہ کو پتا ہوتا تو آج لاڈلے کی ٹانگیں بھی سیک ڈالتیں تبھی اس وقت وہ بس صائمہ خانزادہ کا موڈ ہی خامشی سے آبزرو کرنے میں لگا تھا کہ نکاح کا دھچکا آیا وہ سہہ بھی پائیں گی یا نہیں۔

"ہاں شیر علی، سب خیریت ہے؟"

اوزان نے اپنے فارم ہاوس کے چوکیدار کی کال آتی دیکھے فکر مندی سے زرا دیر آنٹی سے شائستہ انداز میں معذرت کی اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل کر صحن میں آتے پریشانی سے دریافت کیا۔

"سائیں ابھی فارم ہاوس کے باہر سے اندر کی جانب کسی نے فائرنگ کی، میں جب تک پہنچا وہ سیاہ گاڑی فرار ہو گئی لیکن نمبر ٹوٹ کر لیا میں نے۔بی بی سائیں اور انکی دوست بالکل ٹھیک ہیں پر ڈر گئی ہیں دونوں"

اوزان اس غیر متوقع اور خون کھولا دیتی خبر پر لمحہ بھر داداسائیں کی اس حرکت پر خونخوار ہوا، چہرے پر لہو چھلکا، اس نے آج ہی دادا سے ذکر کیا اور وہ اتنی جلدی اپنی غلیظ حرکتوں پر اتر آئے۔

"ٹھیک ہے آگے پیچھے نظر رکھو میں ایک گھنٹے تک پہنچتا ہوں، دونوں لیڈیز تمہاری امانت ہیں شیر علی۔"

اوزان نے اسے سنجیدگی اور فکر مندی سے تاکید کیے رابطہ توڑا مگر اس سے پہلے وہ واپسی کی روانگی پکڑتا، خانزادہ حویلی کے مین گیڈ سے انٹر ہوتی حسیب کی جیپ نے اسے کچھ لمحہ رک جانے پر مجبور کیا، جس مقصد کے لیے وہ آیا اسے پورا کیے بنا جانا اوزان کو کچھ مناسب نہ لگا۔

وہ اس وقت بہار کا سامنا ہر گز نہ چاہتا تھا پر صائمہ خانزادہ کی چھتر ول سے حسیب کو نہ بچاتا تو وہ طنز کے جذباتی تیر مار مار کر ہی اوزان دایب انصاری کو ہلاک کر دیتا۔

"آگیا خبیث"

اوزان نے سرد تاثر کے سنگ گاڑی سے نکلتے اپنے چھچھورے کو دیکھتے منہ ہی منہ میں بڑبڑاہٹ دی جبکہ دوسری طرف سے نکلتی بہار کو دیکھ کر اوزان کا دل صحیح معنوں میں جلا لیکن بہار کو وہاں اوزان کی امید نہ تھی تبھی وہ حیرت، ڈر و فکر سے کبھی حسیب اور کبھی اوزان کو دیکھنے لگی، یعنی وہ کیسے

رد عمل دے سمجھ سے باہر ہوا جبکہ اوزان کی موجودگی بہار پر اور بہار کی اوزان پر گراں ہے اسکا اندازہ حسیب نے دونوں کی سرد مہر نظروں کے تصادم سے لگاتے بہارے کے ڈر کو آبزور کیا۔

"گھبراو مت وہی ہم دو کو اماں کے عتاب سے بچائے گا"

حسیب کی گردن موڑ کی دی تسلی پر وہ جبراہی سہی مسکرائی جبکہ دونوں چلتے ہوئے ٹھیک اوزان کے سامنے رکے تو اوزان نے دونوں پر باری باری خشونت بھری نگاہ ثبت کی۔

"تم دو کو ساتھ دیکھ کر ابھی مجھے کوئی خوشی نہیں پھر بھی امید ہے یہ تعلق بہترین نتائج لائے۔ یہیں رکو دونوں جب تک میں نہ کہوں اندر آنے کی ضرورت نہیں"

اوزان نے سپاٹ رویہ ہی اختیار رکھا جبکہ حسیب نے معصومانہ سی رحم طلب نظر جیسے کھڑوس یار پر ڈالی اس پر اوزان کو مزید غصہ آیا، دونوں کو اپنے

باوقار رعب کے سنگ حکیمانہ لہجے میں کہہ کر وہیں رو کے وہ خود ویسے ہی اپنے پر سحر انداز میں واپس حویلی کے اندر لپکا جہاں صائمہ اسکے لیے کافی کچھ بنا کر میز پر سجا چکی تھیں۔

"کدھر چلا گیا تھا پتر، آجا آج میں نے کڑی چاول بنائے ہیں"

صائمہ اسے اندر آتا دیکھے اپنے ازلی شفیق انداز میں مخاطب ہوئیں مگر وہ ڈائنگ ٹیبل کی طرف جانے کے بجائے نا صرف انکی طرف آیا بلکہ کرسی پیچھے کو سرکائے انکو بیٹھایا جس پر وہ مسکراتیں اوزان کو بھی سامنے بیٹھتا دیکھے بھرپور متوجہ ہوئیں۔

"صائمہ آنٹی، میں آپ سے کچھ مانگوں تو آپ مجھے دیں گی؟"

وہ جو مسکرا رہی تھیں اوزان کی تمہید پر ڈر سی گئیں، چہرے پر متفکر سے رنگ ابھر آئے، دل ان کہی کے خوف سے پھڑ پھڑایا۔

"ہاں میرا پتر بتا کیا چاہیے"

وہ انکے پیار بھرے جواب پر افسردہ ہوا اور انکا ہاتھ اپنے مضبوط و پر کشش ہاتھ میں تھاما، اپنی سنہری آنکھوں میں سامنے والے کو قائل کر لینے کا ہنر اتار لایا۔

"اپنے لیے نہیں، حسیب کے لیے۔۔۔ معافی"

وہ آزردگی اور مدھم سی ملائم آواز سے بولا جبکہ صائمہ نے فوری اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوایا، انکی آنکھوں میں عجیب سی سرد مہری اتری۔

"کیا مطلب ہے تیرا اوزان؟ کیسی معافی۔۔۔ کہیں اس نے کوئی پٹھا کم تو نہیں کر دیا؟ میرا دل ہول رہا ہے پتر بتا کیا کیا ہے اس ڈنگر نے اب"

وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھے خوفزدہ ہوتے بولیں کہ آواز تک لرزی، لہجے میں ناراضگی کا عنصر بھی عود آیا۔

"کام تو سیدھا کیا ہے لیکن شاید طریقہ غلط تھا، آپ جانتی ہیں نہ وہ آپ سے کتنی محبت کرتا ہے۔ کچھ سال پہلے جب اس نے بہار کے لیے اپنے جذبات

مجھے اور آپکو بتائے تب ہم دونوں نے اسکی عقل پر ایک سا ماتم کیا تھا، بہار واقعی اسکے لائق ہوتی تو ہم بھی کہتے چلو کوئی نیک کام کیا اس سے محبت کر کے لیکن اگر ایسا ہو کہ اس لڑکی کا علاج حسیب ہی ہو اتو؟ کیا آپ تب بھی دل کو بہار پاشا کے لیے نرم نہ کریں گی؟"

یہ سب تمہیدیں صائمہ خانزادہ کے دل کو دہلا رہی تھیں، لیکن اوزان کی آخری بات پر وہ رنجیدہ ہوئیں، دل جیسے کسی نے کند چھری سے کاٹ ڈالا ہو۔

"مجھے بہار بری نہیں لگتی پتر لیکن وہ میرے سیبو کو گرہن لگائے گی ایسا ڈر لگتا ہے بس تبھی اسے بہار کی طرف بڑھنے سے ہمیشہ روکتی ہوں۔ یہ نفسیاتی لوگ کب مر جائیں اور کسے مار دیں کب پتا چلتا ہے۔۔ میں بہار کے حسیب کی زندگی میں آنے پر اعتراض نہیں کرتی پتر، اگر اس پاگل لڑکی کو کچھ ہو گیا تو میرا سیبو تو ویران ہو جائے گا۔۔۔۔ میری کل حیاتی وہی نمونہ ہے، ڈرتی

ہوں کوئی اسکا ہاسا چھین کے لے گئی تو اس حویلی میں صف ماتم بچھ جائے گی۔۔۔۔۔"

آج پہلی بار صائمہ خانزادہ نے یہ ڈر اوزان کے سامنے بھی کہہ دیے اور دونوں کے خدشات بالکل ایک جیسے تھے۔

"اگر ہم امید اچھے کی کریں تو ممکن ہے برا نہ ہو، موقع دینا چاہیے نہ۔ کیا پتا حسیب کی زندگی میں آکر وہ اسکی مسکراہٹ چھینے کے بجائے بڑھا دے۔ اپنی زندگی کا بھی کوئی مقصد پالے"

اوزان نے انکو اپنی نرمی اور معاملہ فہمی کے علاوہ ذہانت کے سنگ ان الفاظ اور وضاحتوں سے قائل کر لیا لیکن وہ اب بھی خوفزدہ تھیں، حسیب ان کی کل حیات تھا اور وہ اسے جیسا مرضی پیار یا لاڈ کرتیں، اسے جیسے مرضی لعن طعن کرتیں لیکن وہ انکا کلیجہ تھا، اس پر آئی زرا سی اداسی اس ماں سے برداشت کرنی ناممکن تھی۔

"ہمم۔ لیکن مجھے بہار کی نہ بہن ایک آنکھ بھاتی ہے نہ اسکا پیو (باپ) خبیث خاندان۔ انکا کچھ اثر بہار پر بھی تو ہو گا پتر"

صائمہ اپنی حقارت چھپا نہ سکیں جس پر اوزان متفق تھا۔

"کچھ لمحے کہ لیے آپ اسکا خاندان بھول جائیں، یہ سمجھیں کہ وہ بس حسیب کی خوشی ہے۔ پھر مجھے بتائیں آپ کیا محسوس کر رہی ہیں"

وہ دماغ اور دل جکڑنے کا ماہر تو تھا لیکن اس بے جا سفارش پر خود اوزان کا دل اسکی سرزنش کر رہا تھا کہ وہ اس وقت کیا کر رہا ہے، دل اک لمحہ کانپا۔

"اگر وہ واقعی میرے سیبو کی خوشی ہے اور میرے سیبو کو یونہی کھلا ترو تازہ رکھنے کا وعدہ کر کے اسے بہت سارا پیار کرے تب میں اسے قبول کرنے کے بارے سوچ سکتی ہوں۔ لیکن اگر بہار کی وجہ سے کبھی میرے سیبو کی آکھ میں آنسو آیا تو قسمے پتر یہی ماں اس بہار کو بالوں سے پکڑ کر ایسا لوٹے (گمائے) گی کہ پورا شہر ایک دبنگ اماں کا انتقام دیکھ کر کانپے گی"

اس قدر سنجیدہ ماحول میں وہ خود صائمہ صاحبہ کے انتقامی ارادوں پر شدید خوبصورت اور جاذب سا ہنس پڑا، وہ خود مسکرا دیں۔

"بس پھر ڈن، بہار اور حسیب کا کچھ مسائل کی وجہ سے اچانک نکاح کرنا پڑا۔ مطلب آپ یہ سمجھیں وہ لڑکی موت کے دہانے پر تھی اور صرف نکاح اسے بچا سکتا تھا۔ وہ خود مجبور ہو اور نہ آپ کی اجازت کے بنا سانس بھی نہ لیتا۔ وہ اسے لے کر آیا ہے لیکن آپ دل بڑا کر کے دونوں کو قبول کر لیں۔ ایک موقع دیں دونوں کو، بھلے حسیب کے بنا بتائے نکاح پر اسکے خوب کان مڑوریں لیکن دل میلا نہ کریں۔۔۔۔۔ اللہ نے آپکو بہو دے دی، اسے سنوارنے اور سنبھالنے کی ذمہ ساری آپ پر ہے کیونکہ وہ ماں باپ کے ہوتے ہوئے انکی محبت کو ترسی ہوئی لڑکی ہے۔۔۔۔ آپ کی محبت ممکن ہے اسکا مرہم بنے"

اتنی بڑی بات جس طرح اوزان نے سلیقے سے بتائی، وہ بس زرا ساد کھی تو ہوئیں پر انکو بہار کے لیے ہمدردی زیادہ ہوئی جسکے سبب وہ بس متفقہ سر ہلا گئیں۔

اسکا تو انھیں بھی یقین تھا کہ حسیب بہت فرمابردار ہے سو اس نے جان بوجھ کر اجازت نہ لی ایسا سوچنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

" دیکھا چڑھالیا نہ اس نے چن، کھوتا ڈنگر۔۔۔ ہر کام ہی اسکا کھوتوں کی طرح پٹھا ہے۔ ایسے کون نکاح کرتا،

شکر ہے تو آگیا اوزان ورنہ اگر ڈائریکٹ وہ میرے سامنے بوتھی چک کر آجاتا تو خان بہادر کی رائفل اٹھا کر دونوں لیلی مجنوں کی لتوں میں سوراخ کر دیتی"

صائمہ آنٹی کی معصومانہ سی غصیل باتیں اوزان تک کا موڈ خوشگوار کر گئیں۔

"آپ بہت کول لیڈی ہیں محترمہ، آج ثابت ہو گیا۔ اب میں جا رہا ہوں وہ آئیں گے تو تھوڑا ایٹیوڈ دیکھائیے گا اور ہاں آج ہی دونوں کو ایک کمرے میں شفٹ مت کر دیجیئے گا۔ سمجھ رہی ہیں نہ؟"

اوزان نے بڑی چالاکی سے حسیب کے ارمانوں پر سیلاب بہایا اب اتنی سزا تو بنتی تھی۔

"ہاں ہاں تو فکر مت کر میں بہار کو اپنے ساتھ سلاوں گی، ایک دو دن تک باقاعدہ شادی کی رسم کریں گے تب تک اگر دونوں نے ایک دوسرے کو ہتھ بھی لگایا تو صائمہ کی جوتی ہو گی اور ان دو کے پچھواڑے۔۔۔ جا تو اپنی ووٹی کے پاس۔۔۔۔ اور بھیج ان چولوں کو"

وہ مسکراہٹ دباتا حسیب کا بینڈ بجوائے بڑی چالاکی سے اٹھا اور باہر نکلتے ہی چہرے پر واپس سنجیدگی اور غرور سجایا، آخر کو کمپلیئین تھا، دونوں حسیب اور بہارے کی جان نکلی دیکھ کر اوزان کو الگ ہی سینے میں ٹھنڈ پڑی۔

"اوئے پھٹ بھی کیا کہا اماں نے ؟ اندر جائیں یا یہیں سے دوڑ جائیں واپس ؟"

اوزان کے سرد تاثرارت پر حسیب کو ڈر لگا جبکہ بہار تو ویسے ہی روہانسی کھڑی تھی، حسیب کے دہلتے سوال پر بھی اوزان نے غرور قائم رکھا اور برہمی بھی۔

"میں نے سفارش تو کر دی ہے اب باقی کی تھوڑی بہت سوغات تو تجھے سہنی ہو گی۔ بائے داوے نکاح کا بھی بتا دیا۔ جاو تم دونوں اندر پیشی کرواو میں تو چلا"

اوزان نے آنکھیں ماتھے پر رکھے اطلاع دی جبکہ ان دو کے پاس سے بڑے مزے سے گزر کر جانے لگا جب حسیب کی مریل آواز پر مسکراہٹ دباتا پلٹا۔

"یار تیرے یہ پراسرار انداز بتا رہے ہیں اندر جانے کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہے گی۔۔۔۔ بہت ہی کمینہ ہے تو قسم سے"

حسیب کا بس نہ چلا کچھ اٹھا کر کمیلئین کے سر میں مارتا۔

"جب کرتوت ٹیڑھے میڑھے ہوں تو ویسا ہی ری ایکشن سہنے کا بھی جگرا ہونا چاہیے، چل جا اپنی بہارے بی بی کو لے کر اندر۔۔بابائے"

اوزان نے زچ کرتے مزے سے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے جبکہ ساتھ بہار نہ ہوتی تو حسیب لعنت بھیجنے والا ہاتھ کا پوز لازمی دیتا اس بے وفا یار کو۔

اوزان کی گاڑی حویلی سے نکلی جبکہ بہار نے بہت زور سے حسیب کا ہاتھ پکڑا، جیسے خوف سے پورا جسم لرز گیا ہو۔

"حسیب مجھے تمہاری اماں سے ڈر لگ رہا ہے"

بہار کے چہرے پر ابھی سے سفیدی چھائی۔

"مجھے تو موت نظر آ رہی ہے یار، ایک منٹ! تم نے تو مجھے بچانا نہیں تھا بے فیض عورت۔ اب خود تمہاری صورت ٹھٹھری بلی جیسی ہو گئی ہے"

حسیب کے بے موقع یوں سر پیر سے محروم مثال دینے پر وہ دبا دبا ہنسی، اماں سے تھر تھر کانپتا وہ لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا کہ وہ ڈر کو مزید خود پر سوار نہ رہنے دے سکی۔

"ہاں بچانا تھا پر تمہاری کپکپاتی ٹانگیں دیکھ کر میرا حوصلہ بھی پھس ہو رہا ہے۔۔۔۔"

بہارے نے دانتوں سے گھبرائی سی ہنسی سلپ ہونے کے بیچ اس کے ڈر نے پر چوٹ کی تو وہ اسے جان لیوا گھورا۔

"یہیں آپس میں ہی پھس پھس کرو گے یا مجھے بھی اپنی اپنی صفائی دینے کا کوئی موڈ ہے تم دو کا؟"

صائمہ صاحبہ خود ہی دبنگ گھوریوں والے چہرے اور بارعب چال چلتی باہر آئیں تو دونوں کے اڑے رنگ دیکھ کر تیس مار خان والی فیلنگ انجوائے کرتے غرائیں جس پر دونوں تھم گئے، حسیب کی آنکھیں پتھرائیں جبکہ بہار کی گردن پر خوف کے مارے گھلٹی سی ابھر کر غائب ہوئی۔

"اماں وہ؟ میں نے بہار سے نکاح کرلیا۔۔۔اماں آپکو بہو چاہیے تھی یہ لیں۔۔اسے رکھ لیں۔۔یہ آپکی ہوئی پر اللہ داواسطہ ہے مجھے اپنی اڑن طشتری کا ٹارچر مت دیجئے گا۔۔۔۔۔اسے آپ پکا پکا پاس رکھ لیں میں اسے جانتا ہی نہیں۔۔۔یہ بہو آپکی ہوئی"

حسیب نے جس طرح بہار کو دھکیل کر صائمہ صاحبہ کو دیا، وہ خود کوئی اینٹ پتھر ڈھونڈنے لگی جس سے حسیب کا سر اس درجہ طوطا چشمی اور خود غرضی پر پھاڑے جبکہ صائمہ نے اسکے بھاگنے سے پہلے اسکی گردن کی پچھلی طرف سے ہاتھ ڈالے جیکٹ سے ہی پکڑے اپنی طرف کھینچا جس پر بہار کی ہنسی نکلی پر ساس صاحبہ کی گھوری پر اس نے فوراً دانتوں میں دبائی۔

"مجھے خالی بہو نہیں، چار عدد پوتے پوتیاں بھی چاہیں نس کدھر رہا ہے تو ڈنگر۔ تم دو کو صرف اس شرط پر معافی ملے گی جب مجھے جلدی سے دادی بناو گے۔۔۔ سمجھ گئے۔ دو دن بعد با قاعدہ تم دو کی شادی ہو گی تب تک تیری یہ بہار میرے ساتھ رہے گی اور سوئے گی۔۔۔ دفع ہو جا تو دو دن اپنی موئی جیم اور تھانے کو چاٹ۔۔۔ خبر دار اگر تو نے حویلی میں پیر بھی رکھا۔۔۔۔۔۔"

صائمہ صاحبہ کی جوشیلی رعب دار چنگارتی آواز اور حکم پر دونوں کے کان سائیں سائیں کیے خود بہار کومے میں جا چکی تھی جبکہ جس طرح اماں نے دھکا دے کر حسیب کو واپس داخلی دروازے کی طرف دھکیلا بچارا مسکین منہ بھی نہ بنا سکا۔

اماں ولن کم ظالم سماج زیادہ بن گئی۔

"اماں ایک گڈ بائے پپی تو کر لینے دے مجھے اپنی بیوی کو"

حسیب نے اپنی عجیب و غریب جیکٹ کی سلوٹیں بٹھائے نہایت عاجزی سے درخواست کی جس پر صائمہ نے وہیں سے جوتی اٹھائی اور اڑا کر حسیب کو ماری پر جس کارگردگی کا مظاہرہ کرتا وہ اماں کی جوتی سے بچا، بہار تک ہنسی، خود صائمہ کا ہاسا نکلا۔

"دفع ہو جا پپی کا سکا، خبر دار جو دو دن تو ویڑے میں گھسا۔۔۔۔ آجا بہار میرا پتر۔ دفع کر اس خبیث کو"

جبکہ اسکے بعد واقعی چراغوں میں روشنی نہ رہی، اس سے پہلے بچارا اجڑا ہوا حسیب ادھر ہی لیٹ کر دھرنا دیتا، اوزان کے میسج پر فون جینز سے نکالا آگے سے اوزان کا میسج تکتے ہی وہ بپھرے سانڈ کی طرح غرایا۔

"کیسی لگی کمیلئین کی سوغات۔۔ اب کچھ دن ترس۔۔۔ ترسا ہوا عاشق۔۔۔۔ اب سیدھے سے جا تھانے اور دیکھ کس نے فائرنگ کی ہے

میرے فارم ہاوس پر۔ گاڑی کا نمبر تجھے بھیج دیا ہے۔مجھے رات تک مجرم کی خبر چاہیے۔ورنہ بہار کو لمبا تر سنے کے لیے ریڈی رہنا"

اوزان کی بات پر وہ غصہ ہوتا مگر فائرنگ کا جان کر اسکی تپ، فکر میں بدلی، لیکن بہاریوں جیسے اماں اور اوزان نے بچارے سے چھینی، دل اسکا رونے کا ہی کر رہا تھا، فوری گاڑی کی طرف بڑھا اور حویلی سے گاڑی نکالتے ہی تھانے کی طرف بھگائی۔

..______________________..

"اوزان کہاں رہ گیے ؟مجھے بہت فکر ہو رہی پنار"

زینیش کا ڈر اب تک ویسا ہی تھا اور پنار بھی اوزان کے آنے کی منتظر تھی کیونکہ زینو کو اکیلا چھوڑنا اسے مناسب نہ لگا۔

"آرہے ہیں، ریلیکس ہو جاؤ۔ اوزان اب ایم این اے ہیں ممکن ہے کوئی دشمن ہو جو یہ بزدلانہ حرکت کر کے گیا ہو۔ وہ آتے ہیں تو معاملہ کلیئر ہو جائے گا۔ ڈرومت میں ہوں نہ تمہارے پاس میرے بیبے بچے"

پنار کے سمجھانے پر بھی وہ پر سکون نہ ہوئی، جب تک اوزان کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ نہ لیتی اسکا ڈر یونہی قائم رہنے والا تھا اور پھر اسی لمحے فارم ہاوس میں انٹر ہوتی اوزان کی گاڑی کے ہارن پر وہ بے قراری سے جیسے لپک کر کمرے سے باہر لاونج اور وہاں سے فارم ہاوس کے اندرونی سمت سے باہر راہداری کی سمت دوڑی، پنار بھی اس کی بے اختیاری پر شریر و رشک انگیز ہنس کر اپنا بیگ وہیں میٹرس سے جھک کر اٹھائے زینو کے پیچھے ہی باہر نکلی۔

اوزان کی گاڑی فارم ہاوس کے پورچ میں رکی تو وہ اپنے پر وقار اور سحر انگیز سراپے کے ہمراہ چہرے پر خفیف سی فکر کی پرچھائیاں ثبت کیے کار ڈو کھول کر باہر نکل کر شیر علی سے تمام معاملہ دریافت کرنے کے بعد وہیں سے فارم ہاوس کی راہداری کی طرف بڑھا تو اسے زینو وہیں آتی دیکھائی دی جبکہ جس

طرح وہ دوڑ کر آتے اس سے جھٹکے سے خوفزدہ و پریشان آلپٹی، خوداوزان تو حیران ہوا ہی پیچھے ہی باہر آتی پنار کے ہونٹوں پر بھی اس خوبصورت سی قربت کے سبب مسکراہٹ اتری، اپنی آنکھوں سے پنار کو اسے اوزان کے قریب دیکھ کر خوراحت ملی اسکا نعم البدل کچھ نہ تھا۔

"اوزان۔۔۔آ۔۔آپ ٹھیک ہیں نہ۔ آپکو کچھ ہوا تو نہیں"

وہ اس سے دور ہوتی جس طرح کبھی پریشانی سے اسکا چہرہ کبھی بازو اور کبھی شانوں کو اپنی ملائم سرد ہتھیلوں سے چھو کر جائزہ لیتی نظروں سے پوچھ رہی تھی، خود اوزان کو اس لڑکی کو یوں فکر سے نڈھال ہوتا دیکھ کر زرا ان کمفرٹیبل لگا کیونکہ پنار بھی وہاں موجود تھی اور دونوں کو رشک آمیزی کے سنگ تک کر وہیں چلی آرہی تھی۔

"گئی بھینس پانی میں، تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا زینو"

پنار بھی منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ان دو کی طرف ہی بڑھی۔

"ٹھیک ہوں میں زینیش، ریلکس۔۔۔ کیسی ہو پنار؟"

اول جملہ زینیش کو مطمئین کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی ہتھیلی سے زینو کی گال سہلا کر کہے وہ شائستگی کے سنگ ساتھ ہی پنار سے مخاطب ہوا۔

"میں ٹھیک ہوں لیکن جو ہوا وہ بالکل ٹھیک نہیں تھا، ہوپ سو سب سیو ہے"

پنار کو اس فائرنگ نے پریشان کیا تھا اور اسکا دھیان اب ڈنر میں بھی یہیں رہتا۔

"ہمم۔ کسی خریف کی شرارت ہو گی پولیس دیکھ رہی ہے۔ شیر علی نے گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ جلد وہ لوگ پکڑے جائیں گے۔ اس حادثے کا فی الحال کسی سے ذکر مت کرنا خوامخواہ ٹنشن کریٹ ہو گی، دیان سے بھی نہیں"

اوزان کی آخری تاکید پر وہ امید افزاء ہوئی کیونکہ اسے یقین تھا اوزان اب ہنڈل کر لے گا۔

"اوکے آپ فکر مت کریں بس زینیش کا خیال رکھیں، میں بھی اب چلتی ہوں۔"

پنار نے بھی رات دیان کے ساتھ ہوتے اپنے سپیشل ڈنر کے لیے ابھی تیاری کرنی تھی سو وہ بھی اجازت طلب ہوئی مگر زینو اسکے اکیلے جانے پر بھی پریشان تھی جو اوزان نے بھی محسوس کیا۔

"تم کہو تو شیر علی ڈراپ کر آئے تمہیں؟"

اوزان نے پنار کو نرمی سے پیشکش کی جس پر وہ مبہم سا مسکرائی۔

"ارے نہیں اوزان بھائی، مجھے کسی نے کیا کہنا ہے میں چلی جاوں گی۔ زینو آپکے حوالے۔ پریشان مت ہونا میرے بیبے بچے میں پہنچ کر میسج کر دوں گی تمہیں"

پنار نے اسکی پیشکش رسان سے ٹالی جبکہ اوزان نے اسکی خوشی پر مان جاتے اجازت دی مگر اپنے دو لوگوں کو پنار کی گاڑی کے نکلتے ہی پیچھے رہ کر گھر تک پہنچانے کی تاکید کی۔

"اوزان دایب کی بیوی اور چڑیا جیسا دل؟ یہ پنار تمہیں بیبہ بچہ کس خوشی میں کہہ رہی تھی؟ کیا تم بیبہ سا بچہ ہو زنیش"

یہ امور نبھائے وہ اپنی ڈری ہو کر اور کیوٹ لگتی زینو کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوا جو اسکے سوالوں کو نظر انداز کیے پھر سے اسکے پہاڑ وجود کے اطراف بازووں سے ہاتھ لے جا کر اسکی پشت پر باندھے اسکے سینے میں سمٹی، کیونکہ نا جانے کیوں مگر بہت رونا آرہا تھا۔

"ہے! تم رو کس خوشی میں رہی ہو۔ ہوائی فائرنگ ہوئی ہے خدانخواستہ کسی کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا"

اوزان اسکے رونے کو ہر گز افورڈ نہ کرتے فوری اسکو پکڑ کر روبرو لایا جبکہ اس وقت وہ اسے اپنا چہرہ تک دیکھانا نہ چاہتی تھی تبھی تو وہ اسے خود میں نرمی سے بسائے مسکرایا، یہ الگ بات تھی کہ وہ اسکی خوشبو میں مدہوش ہو رہی تھی۔

"آو اندر۔۔۔"

وہ اسے ساتھ لے جانے لگا پر زینو نے نہ ملنے کی قسم اٹھائی تبھی اوزان نے اسے وہیں سے بنا وارننگ دیے بازوؤں میں اٹھایا تو زینیش کے چہرے پر خوف، جھجھک اور حیا کے بہت سے رنگ لہرائے۔

"ایسے مت دیکھو، ورنہ سیدھا بیڈ روم میں لے جا کر پھینکوں گا"

ڈبڈبائی آنکھیں جن میں بہت سا ڈر تھا، بھلا اوزان جیسے کو بھی کہاں پتھر رہنے دیتیں، وہ فورا اسے نظریں اسکے بہت قریب آجاتے چہرے سے

پھیرتی اسکی گردن میں بازو جکڑتی ساتھ جا لیٹی تو اس وجیہہ ساحر کے ہونٹوں پر بھی خوبصورت مسکراہٹ رقص کی۔

وہ اسے یونہی اٹھائے اندر آیا اور لاونج میں آتے ہی اسے زمین پر اتارتے کھڑا کیا جو اتنا وی آئی پی جھولا لینے کے باوجود یوں حراساں ہو کر دیکھ رہی تھی جیسے وہ اسکی جان لینے والا ہو۔

"ریلکس ہو جاو، کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ۔۔۔ڈرو مت میں ہوں نہ تمہارے پاس۔زیادہ ڈرو گی تو فاصلے لمحہ لگا کر مٹ جائیں گے"

وہ اسے ڈراتا بھی جان لیوا تھا کہ اگلے پچھلے بچاری سارے آنسو گھوٹ لیتی، اب بھی اسکی پلکیں اوزان دایب جیسے مغرور کے اس بہکے دھمکانے پر لرز کر رہ گئیں مگر وہیں کاوچ پر بکھرے ماڈرن ڈریسیز دیکھ کر اوزان کو خوشگوار سی حیرت نے جکڑا اور وہ اپنا دھیان زینو سے ہٹا سکا جسکی اس وقت ضرورت بھی تھی۔

"ارے واہ، کیا تم مارکیٹ گئی تھی۔ شاپنگ ہوئی ہے لیکن میں نے تمہیں کریڈٹ دیا ہی نہیں تھا۔۔۔۔ آئی ایم سو سوری۔۔۔۔۔ ذہن سے ہی نکل گیا"

اوزان کو شدید شرمندگی نے گھیرا مگر وہ آگے سے مبہم سا مسکرادی، وہ سوری کرتا اور پیارا لگا۔

"میرے پاس پیسے ہے تھے گلٹی فیل مت کریں، آپ بھول رہے ہیں ڈیری فارم اور سب وے کی اونر ہوں۔ بہت زیادہ نہ سہی تھوڑی سی امیر اور خود مختار تو ہوں ہی کہ اپنی شاپنگ خود کر سکوں"

وہ جیسے خوبصورتی سے اسکی کوفت مٹا گئی اوزان مسکرا تو دیا پر اپنے والٹ کو اسی وقت جیکٹ کی اندرونی جیب سے نکال کر اس میں سے اپنا کریڈٹ کارڈ نکال کر زینو کی ملائم ہتھیلی میں تھمایا جس پر وہ حیران ہوتی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن اب تم میری ذمہ داری ہو سو جو چاہیے اس سے خریدنا۔ مجھے اچھا لگے گا۔۔۔۔ چلو دیکھاو تو سہی کیا کیا لائی ہو۔۔۔۔ اممم کلرز کلکشن تو بہت پیاری ہے لیکن یہ دو تین ڈریس بلیک کیوں؟"

وہ اسکے تمام ڈریسز جیسے اٹھا کر بھرپور رغبت سے جائزہ لے کر دیکھ رہا تھا زینیش تو اسکے اس نئے دوستانہ روپ پر تھم ہی گئی، کبھی نہیں سوچا تھا اوزان کو کبھی یوں بھی دیکھے گی۔

"آپ زیادہ بلیک پہنتے ہیں تو میں نے سوچا آپکے ساتھ اب سے میچنگ کیا کروں گی"

اس وقت وہ بس جو چاہتی تھی وہی کہا جس پر اوزان نے گردن موڑے خوشگوار سی بے خودی سے زینیش کو دیکھا، اس لڑکی کے دل میں راحت اتری۔

"مطلب میں جو کلر پہنوں گا اب سے تم بھی ویسا ہی ڈریس پہنو گی؟ کیا تم یہ میرے لیے کرو گی؟"

وہ اسکا ہاتھ میں پکڑا ڈریس وہیں کاوچ پر پھینکے زینیش کی طرف بڑھا جسکے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ اسکے اپنی طرف آنے والے جنونی انداز پر تھمی کیونکہ اوزان کے بدلتے تیور اسے کپکپاہٹ دے گئے۔

"ن۔۔ نہیں تو، بس دیکھنے میں اچھا لگتا ہے اس لیے۔ میں کبھی کبھی فضول سوچتی ہوں۔۔۔ یہ سب بھی اسی وقت سوچا۔۔۔ اب لگ رہا ہے بہت ہی عجیب حرکت کی ہے"

وہ اسکے قریب آنے پر دو قدم پیچھے گھبرا کر سرکی مگر اوزان نے اپنی ہتھیلی اسکی کمر سے جوڑے اسے پیچھے سرکنے سے بروقت روکا جس پر وہ ڈر کر نظر اٹھائے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"اگر تم کہہ دیتی میرے لیے کیا تو کیا ہو جاتا؟"

وہ اسے تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی پر اوزان کے سوال سے زینو کو لگا وہ دے بیٹھی ہے۔

"ج۔۔جب کیا ہی نہیں تو کیوں کہتی"

کمزور لہجے کو بھرپور مضبوط کرنے کی کوشش میں وہ بولی مگر اوزان نے جھک کر جب اسکے چہرے سے چہرہ اور اسکی ملائم گال سے اپنی دھاڑی والی گال رب کی تو وہ سب سننا کہنا اس مدہوش کرتے عمل کے سبب بھول گئی، اوزان نے اسکے کان کی لو سرسراتی شدت سے چومتے اپنے ہونٹوں کو اسکے کان سے جوڑا۔

"This Means You are My Everything "

زینو نے تڑپ کر اسکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑے گہرا سانس بھرا مگر اوزان کے ہونٹوں نے جب اسکی حرارت اوڑھتی گال بھی اسی خماری سے چومی تو وہ سر تا پیر اس پر تپش مگر جان لیوا لمس پر لرزی۔

"This Means We are friends"

اوزان اسکے حواسوں کو جکڑتا اس کا ہر اختیار چھین چکا تھا جسکی جان سی سر کی مگر اوزان نے اسکا اس بار اپنے سینے سے جڑا ہاتھ پکڑے شدت سے اسکی ہتھیلی چومی، زینش کی آنکھوں سے اک آنسو ٹوٹ کر اسکے رخسار پر اترا، اس شخص کا یہ پیار بھرا چھونا دل میں ٹیس جگا گیا۔

"This Means I Adore You"

وہ بول نہیں رہا تھا وہ آہستہ آہستہ زینش میں اپنے سغر سمیت اتر رہا تھا، اسکے دل کی دھڑکن زینش کے اندر وبال مچا رہی تھی جبکہ زینش کی ہمت تب ختم ہوئی جب اوزان نے اسکے کندھے پر اپنے ہونٹوں کی شدت بھری مہر لگاتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"This Means I Want You"

وہ بس اسکی گھنبیر جذب بھری سر گوشی سن سکی اور مزید کی تاب نہ تھی تبھی بے جان ہوئی جب اسکے بے حرکت وجود کا احساس ہوا تو اوزان فکر سے اسکو دیکھنے لگا تو وہ ہوش سے بیگانی ہوتی اسکی بازو میں لہراسی گئی۔

"حد ہو گئی ہے، اتنے سے پے بے ہوش۔۔۔۔ یہ کیسی نان رومینٹک لڑکی ہے"

وہ سچ میں بے ہوش ہوئی ہے یہ اوزان کو شدید بد مزہ کر گیا، اسے اٹھا کر ساری مدہوشی جھٹکتا وہ اندر روم میں آیا اور آہستگی سے زینیش کو بیڈ پر لیٹائے تکیہ اسکے سر کے نیچے رکھے وہ پاس ہی بیٹھا اسکی ہتھیلی اپنے ہاتھ سے جوڑے سہلانے لگا۔

"زینیش!"

وہ اسکی گال ہتھیلی سے سہلاتا نرمی سے اسکو پکارا جو اسے سن نہ سکتی تھی۔

"اوزان دایب، تم اتنے سے بہک کر بھی شاید بہت بھیانک لگے ہو کہ یہ برداشت نہیں کرپائی۔ باتیں اسکی دیکھو تو لگتا ہے آئرن مین کی رشتہ دار ہے، اور دو منٹ شوہر کا پیار تک اس سے سہا نہیں گیا۔۔۔"

اوزان کو اس وقت شدید غصہ تھا اور غصے میں اسکے کان سرخ ہو جاتے جو اس وقت بھی ہوئے، اپنے ارمانوں پر کبھی کمیلیئین بھی آنسو بہائے گا بس یہی دیکھنا باقی تھا۔

"زینیش۔۔۔ آر یو او کے۔۔۔ شکر ہے یہاں تم اور میں اکیلے ہیں، ورنہ حویلی کوئی پوچھتا تو کیا کہتا، کیوں بیہوش ہوئی۔۔۔۔ بہت ہی امیبریسنگ ہوتا۔"

اوزان کا اس وقت کیوٹ کیوٹ سا غصہ زینو نے مس کر دیا ورنہ ضرور انجوائے کرتی، جبکہ زینو کی پلکیں چپکنے پر نظر پڑتے ہی اوزان کو اس لڑکی کی ڈرامے بازی سمجھ آئی۔

"اوہ تو کمیلئین کو الو بنا رہی ہو، ابھی تمہیں آگے پیچھے کے سارے ہوش دلاتا ہوں"

اوزان نے اسکے آہستگی سے جب دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑتے وہیں بیٹھے بیٹھے اس پر جھک کر اسکے ہونٹوں کو فوکس کرتے سر جھکایا اسی وقت وہ نا صرف آنکھیں کھول گئی بلکہ ڈر کر چہرہ بھی موڑا جبکہ پوری الگ وہ کانپ گئی۔

"ن۔۔ نہیں اوزان"

اوزان نے ہنستے ہوئے زرا سا چہرہ اسکے موڑے چہرے کی طرف سرکایا تو وہ یوں اسے کن اکھیوں سے گھوری جیسے وہ اوزان داایب نہیں خون چوسنے والا ویمپائر ہو۔

"آگے سے مجھے ایسا پریشان کرو گی؟"

اس وقت جان بھی لے کر جان بخشتا تب بھی زینو کو منظور تھا۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔سچ میں مجھے چکر آیا تھا تھوڑا سا"

فوری نفی میں گردن ہلاتی وہ منمنائی جبکہ انہی دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوزان نے اسے جھٹکے سے لیٹے سے بٹھایا تو وہ سہم کر اسکی آنکھوں میں جھانکی۔

"اور تم نے سوچا کمپلیئین کو بھی دیتی چلوں ایک آدھ چکر، اب اگلی بار اوزان جب بہکے گا تو تمہارے سچ میں بے ہوش ہونے کا بھی نوٹس نہ لے گا۔۔۔۔۔"

وہ اسکے بے باک دھمکانے پر سچ میں رودی جیسے کسی نے جسم سے جان کھینچ لی ہو۔

وہ خشمگیں سنہری آنکھوں سے اسکو روتے دیکھ کر گھورا جس پر فوری زینو نے آنسو دبائے۔

"خبردار جو تم روئی"

وہ اسے ڈانٹ گیا، ہاتھ آزاد کیے جس پر وہ روٹھ کر پہلو سے اٹھ کر نکلنے لگی مگر اوزان نے بازو دبوچ کر روکا۔

"میں آ۔ آپکی جان لے لوں گی سمجھے آپ"

وہ اسے ڈانٹے پر الٹا بگھڑی جیسے اسکی ڈانت بہت بری لگی ہو۔

"اچھا کیسے لو گی؟"

اوزان کو اسکی دھمکی پر ہنسی آئی، جتنا پیارا تھا اس وقت مزاق اڑاتے زہر لگا۔

"جو جو آپ نے کیا ابھی اسکا بدلا لے کر۔۔۔ ہٹیں پیچھے۔۔۔۔۔ عجیب و غریب انسان"

جان لیوا دھمکی سے اوزان کی گرفت ڈھیلی کروائے وہ فوری اٹھ کر اسے خود سے پرے دھکیل کر بھاگی جبکہ اوزان تو بدلے کا سوچ کر ہی ٹھنڈی آہ بھرتے وہیں گر پڑا، عجیب سا خمار طاری کر گئی تھی وہ اوزان پر۔

تکیہ اٹھا کر موصوف نے جس خمار کے سنگ دبوچا، وہ دروازے کی اوٹ میں ہی کھڑی اوزان کو دیکھ کر دبا دبا ہنسی۔

"پتا نہیں دھمکی ہی دے کر گئی ہے یا عمل بھی کرے گی"

اوزان نے تھکے ہارے عاشقوں کی طرح آہ بھری جس پر وہ وہاں سے ہٹ تو گئی پر دل عجیب سی لے پر دھڑک گیا، جہاں جہاں اوزان نے چھوا، زینش کو لگا گلاب اتر آئے ہوں، خمار تو وہ تھا جو اس وقت زینش پر اترا تھا، کبھی نہ اترنے کے لیے۔

..______________________________..

حسیب کی ایک کال پر گاڑی کا ناصرف نمبر ٹریس ہوا بلکہ وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر گاڑی کو برآمد کرتا اسکے مالک کو اسکے سنوکر کلب سے جس طرح گردن سے گھسیٹ کر اسکے محلے سے لے کر آیا ہر کوئی اس انسپکٹر کے خوف سے تھر تھر کانپا۔

حسیب نے اسکے گردن سے دبوچا تھا باہر گراونڈ میں لاتے ہی اس گندمی رنگت والے مریل آدمی کو اپنی جیپ کے بونٹ پر بے دردی سے پٹخا۔

تین چار اہل کار بھی آس پاس کھڑے حسیب خانزادہ کے اشتعال سے دبے دیکھائی دیے۔

"اب پھٹ، کس نے کہا تجھے کمیلئین کے فارم ہاوس اور کلینک پر حملہ کرنے کا،"

حسیب کی ایک قاتلانہ نظر ہی کافی تھی مجروموں سے اگلا پچھلا سب اگلوانے کو۔

"م۔۔مجھے کچھ نہیں پتا صاب (صاحب)، بس کال آئی تھی، اچھا پیسہ دیا تو آپن نے کام کر دیا"

اس آدمی کا خوف کے سبب پورا جسم کانپتا مگر حسیب نے زرا سی اسکی گردن ہی دبائی کہ اس آدمی کے حلق سے دلخراش چینخ نکلی۔

"دیکھ اگر تو نے کوئی فالتو کی بکواس کی تو میرا میٹر پھر ور جائے گا، اور میرا میٹر پھرے تو میں مجرم کی پھر کی تو کیا دنیا بھی گھما دیتا ہوں۔۔۔۔بول حرام زادے ورنہ تیری گردن مڑور دوں گا"

حسیب کو اس وقت اگر بہار دیکھتی تو بچاری کو ہارٹ اٹیک آجاتا، وہ خاصا وحشی قسم کا آدمی تھا۔

"و۔۔وہ۔۔۔ت۔۔تنویر پاشا نے"

حسیب نے اسکی زبان سے یہ راز اگلواتے ہی اسکو پکڑ کر اپنے آدمیوں کی طرف دھکیلا۔

"لے جاو اس گند کو، خبیث پالتو کتے کہیں کے۔۔۔۔"

حسیب نے اسکو خونخوار نظر سے دیکھتے اپنے لوگوں کے سپرد کیا خود زرا کچھ فاصلے پر آئے اوزان کو کال ملائی مگر وہ وہیں لیٹا لیٹا روح نشین کی خماری کے سبب نیند میں اتر گیا تھا اور فون بھی سائلنٹ تھا۔

"مجھے یہاں ترسائے باولے کی طرح کام لگا کر خود یہ کمینہ ضرور بھابھی کا دم نکال رہا ہو گا۔ اٹھا لے کال"

حسیب کی تپ بڑھی لیکن اوزان کی نیند میں خلل نہ آ سکا۔

"تنویر کو دبوچ کر تھانے لاو پر تمیز سے۔۔۔۔ جاو۔۔۔۔ میں تھانے جا رہا ہوں"

حسیب نے اپنے لوگوں کو غصے سے تاکید کی خود باڑ سی پھلانگتا وہ سڑک کی طرف دوڑا جبکہ اسی بیچ بہار کی کال پر وہ ارد گرد دیکھتا سڑک عبور کرتا وہیں لگے بینچ پر زرا دم لینے کو رکا۔

"تم اپنی اماں سے کتنے ڈرتے ہو لڑکے۔۔۔ بٹ میرے ساتھ تو یہ بہت سوئیٹ ہیں۔ ابھی ہم نے مل کر شام کی چائے پی اور اب وہ میرے لیے کچھ شاپنگ کرنے اپنی ملازمہ کے ساتھ حویلی سے نکلی ہیں۔۔۔۔ انکی ایکسائیٹمنٹ مجھے خوفزدہ کر رہی ہے"

بہار کی آواز اور اماں کا پیارا دل دونوں حسیب کا موڈ خوبصورت کر گیا پر وہ اکیلی ہے اس پر محترم کے کان کھڑے ہوئے۔

"تو کیا خیال ہے آجاوں گڈ بائے پپی لینے"

حسیب کی بہکی آفر پر وہ ہنسی۔

"وہ گیڈ کے باہر تالہ لگا کر گئی ہیں، تمہاری رگ رگ سے جو واقف ہیں"

بہار بھی بچارے کے دل کو جلا رہی تھی۔

"میں دیوار پھلانگ کر آجاوں گا، اماں دو تین گھنٹوں سے پہلے نہیں لوٹنے والیں۔۔۔ کیا خیال ہے؟"

وہ اسکے ارادوں پر ہنسنے کے بجائے ڈری۔

"انکو پتا چلا تو پھر سے غصہ ہو جائیں گی حسیب"

چاہ تو وہ اسے پاس رہی تھی پر اسے صائمہ آنٹی کی شرائط بھی پیاری تھیں۔

"بس تھوڑی دیر یار، میں بھی بزی ہوں لیکن پانچ منٹ تو دے سکتی ہو نہ۔۔اماں کی اتنی اور ڈوز بے عزتی کے بعد حسیب خانزادہ کا بی پی لو گیا۔۔۔جو تم ہی نارمل کر سکتی ہو۔۔۔آوں؟"

وہ یوں جان مانگتا وہ تب بھی اس کی ہتھیلی میں تھما دیتی۔

"آجاو"

بہار نے فوری کہتے کال بند کی اور مسکرا کر اس طرف بڑھی جہاں صائمہ خانزادہ اسے حسیب کے کمرے کا اشارہ کر کے بتا کے گئی تھیں۔

وہ اسکے کمرے میں انٹر ہوئی تو پہلے تو دیوار پر بڑی سی اس کو جے کی شرٹ لیس پوسٹر سائز بہت ہاٹ سی پکچر لگی تھی، بہار کا دل اسکی تصویر پر ہی تیز دھڑکنے لگا۔

صائمہ آنٹی کی شرط جو بچوں والی تھی وہ تو اسے ابھی بس ایک خوبصورت خیال لگی پھر بھی وہ اسکے عارضوں پر گلال اتار لائی۔

"تمہاری اماں بھی تمہاری طرح ہیں حسیب، اوپر سے بہت یک جان اور سخت لیکن اندر سے ملائم اور نرم۔ میں تم جیسے شخص سے کیسے دور ہو سکوں گی جس نے ایک دن میں میرے ہر دکھ کا مرہم کر دیا، جس نے ایک دن میں مجھے میرے جنون سے بے خبر کر دیا۔۔۔۔"

وہ خوش بھی تھی پر تکلیف کا اثر گہرا تھا، وہ کتنی ہی دیر بس اسے دیکھتی رہی، اس کمرے کی طرح تھا وہ، بہت سے دھیمے رنگ تھے پر شوخی اور زندگی کا رقص چپے چپے میں حائل تھا۔

لگ بھگ دس منٹ گزرے کے اسے باہر حویلی کے صحن کی طرف کوئی آہٹ آئی اور اس سے پہلے وہ دیکھنے کو کمرے سے نکلتی، دروازے سے اندر داخل ہوتے حسیب کو دیکھ کر وہ بھی تھمی اور اسکے دل کی دھڑکنیں بھی۔

"ایسے ہی چھپ کر رات بھی آجانا، تمہارے بنا کیسے سوئے گی بہار آج"

وہ اسکو دیکھتے ہی اسکے گلے لگی تو آنکھیں جذب سے موندھتے ہی بڑے دکھ سے بولی۔

جبکہ اسکے ملائم وجود کو وہ بھی بڑے سرور سے حصارے اور جکڑے ہوئے تھا۔

"کہو تو جاتا ہی نہیں ہوں، مجھے چھپالو خود میں تاکہ اماں کو نظر ہی نہ آسکوں"

وہ اس وقت خمار میں تھا تبھی جو بولا بہار اتنی جان لیوا سہلاہٹ کے باوجود ہنسی۔

"تم کوئی چھوٹی سی سوئی ہو جو بغل میں دبالوں"

وہ اسکے شرارت پر آمادہ ہونے پر اس سے دور ہوا، اس لڑکی کی آنکھوں میں تیرتی شرارت اور وارفتگی حسیب کے ارمان کو ابھار گئی۔

وہ اسکے قریب ہوا، شہہ رگ پر لب رکھتے مدہوشی میں اترا، سروریت کا بہت مضبوط نشہ تھا جو حسیب کے سر چڑھ گیا۔

"ت۔۔تم صرف ایک کس کرنے آئے تھے، اب چلو بھاگو"

وہ اسکے گردن کی اور دیوانہ وار لمس بکھیرنے پر تڑپ اٹھی، اسے خود سے دور کیا مگر وہ اسکی بازو جکڑتا کھینچ کر اپنی طرف کیے اسکے لبوں پر جھکتا کچھ لمحوں کے لیے اسکی مزاحمت کو انکار اور اپنے بے قابو ہوتے جذبات کو سکون بخش گیا مگر وہ اسکی بڑھتی شدت پر اسکی گردن کے اطراف دونوں ہتھیلوں کو جمائے اسکا چہرہ پکڑے خود سے گھبرا کر دور کیے بھاگنے لگی پر وہ اسکی کمر میں بازو لپیٹ کر ہاتھ باندھے قید کر گیا۔

"ابھی مت دور ہو"

وہ اسکی بھاری سر گوشی پر اپنے بگھڑتے سانس کو استوار کرنے کے بیچ نزدیک ہوئی، جیسے اسے بھر دینا چاہتی ہو، کیونکہ وہ پورا اس پر چھا چکا تھا، دور کر بھی دیتی اسے تو خود بے قرار ہوتی۔

"ا۔اب بس حسیب۔۔۔کیا جان لو گے میری۔۔۔رک جاو پلیز"

وہ اسکے محبت نچھاور کرنے پر مزید خود کو سنبھالنے پر جب قادر نہ رہی تو کپکپاتی کمزور آواز میں نجات کو پھر پھڑائی جس پر وہ بھی گہرا سانس بھرتا خود کو ملتے اس قدر سکون پر مسکرا اٹھا۔

اپنا سر دہاتھ بہار کے بالوں میں پھنسائے اس لڑکی کی نڈھال حالت استوار کرنے نرمی سے اسکی جبین چومتا پیچھے ہٹا جو اسکے زرا سے مہکانے پر گلاب بن گئی۔

لیکن نظر ملانا محال کر دیا تھا اس شخص کے زرا سے جنونی ہونے نے۔

"ت۔۔ تم پانچ منٹ میں یہ کر سکتے ہو تو اگر تمہیں بہار کی پوری رات ملی تو کیا کیا کرو گے ؟"

کچھ دیر وہ اسکے سینے لگی خود کو بہتر کرتی رہی اور پھر اسکے حصار میں ہی زرا روبرو ہوئی اور اس کو دیکھتے بولی جسکے ہونٹوں پر بھیگی فتنہ خیز مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"وہ سب جسکا ایک عاشق دیوانہ بس خیال سوچتا ہے، جو کسی نے نہیں کیا ہو گا اب تک۔۔۔ گزارہ ہو جائے گا تمہارا آج یا اگلی قسط بھی دیکھا کر جاوں ؟"

وہ اسکے ان جان لیوا سوالات پر لال ٹماٹر ہوئی، فوری اسکے حصار سے نکلی۔

"بے شرم انسان، کیا کچھ باقی چھوڑا ہے تم نے۔۔۔۔ اب چلو شاباش ورنہ مجھ میں بھی کوئی چڑیل آجائے گی۔۔۔ اگر یہ نشان تمہاری اماں سائیں نے دیکھے تو ایسے ہی چھتر ول سے تمہارے خوبصورت سراپے پر کشید کریں گی۔۔۔ جاو یار مجھے انکو چھپانے دو"

وہ جو اسے خفت سے دیکھ رہی تھی نظر بے ارادہ آئینے پر گئی تو گردن پر ابھری سرخ مہروں پر وہ سہمی ڈریسنگ کی طرف بڑھی۔

کان کے نیچے گردن سے زرا اوپر، شہہ رگ کے قریب عنابی مہریں اسکو چڑا رہی تھیں جبکہ وہ بھی ڈھیٹ بنے مسکرایا اور عین عقب میں رک کر اپنی کارستانیوں پر دوبارہ لب سہلائے تو وہ بپھری۔

"یہ تمہاری خوبصورتی بڑھا گئے ناگن، تم ہی خون کیوں چوسو۔۔۔اب تمہارا بھی یہ جن خون پیے گا ڈارلنگ۔۔۔۔۔"

وہ اب بھی بہکا ہوا بہارے کو مشکل سے گزار رہا تھا جب وہ اسکے حصار میں پلٹی۔

"مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے"

وہ ڈرتی ہوئی بھی آفت تھی۔

"اور میں تمہیں بہت ڈرانے والا ہوں، تا کہ تمہیں پتا چلے محبت کرنے والے مرد کو انڈر اسٹیمیٹ نہیں کرنا چاہیے، حسیب خانزادہ جیسے مرد کو تو بالکل نہیں۔۔۔۔اب انکو چھپاتی رہو"

دھیرے سے اک آخری گستاخی سانسوں جانب ارسال کیے اسکی دھڑکنیں بھاری کرتا وہ نہ صرف اس سے دور ہوا بلکہ کمرے سے بھی نکل گیا جبکہ بہارے نے سانس کھینچے واپس آئینے میں خود کو دیکھا تو مسکراہٹ خود بخود اسکے خوبصورت ہوجاتے ہونٹوں پر بکھری۔

"یہ آدمی تو مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا، بہار۔۔۔۔یہ کیا کر بیٹھی ہو۔کیسے رہو گی اسکی ان پاگل حرکتوں کے بنا؟اف میرے خدا۔۔۔۔"

وہ اس وقت سمجھ نہ پائی روئے یا مسکرائے، چینخے یا سسکیاں گھوٹ لے پر جو بھی تھا حسیب کی دوری سے وہ مر جاتی یہ طے ہو چکا تھا۔

..________________________..

"صاحب جی باہر پولیس آئی ہے"

تنویر جو پہلے ہی کنول کے ابھی تک اوزان کو نا مار سکنے پر پیچ و تاب کھاتا فون پر اسے لعن طعن کر رہا تھا اس نئے سرپرائز پر تو ہستی تہس نہس ہوئی، چہرے کی رگیں بھیانک حد تک تن گئیں، فون بند کیے وہ بپھرے سانڈ کی طرح اسی ملازم کو خونخوار تیوروں سے تکتا باہر آیا تو حسیب کے تھانے کی پولیس چوکیدار اور گارڈز سے منہ ماری کرتی دیکھائی دی۔

"کس ماں کے لال میں یہ ہمت آئی کہ وہ تنویر پاشا کو اریسٹ کا حکم دے، تم لوگ جانتے ہوں کون ہوں میں"

دروازے کی جانب بلند ہوتے شور کو تنویر کی پُر حقارت دھاڑ نے کم کیا مگر حسیب کا جونئیر طفیل تو حسیب سے بھی دو ہاتھ آگے کا وحشی تھا۔

"ہمری (ہماری) ابھی اتنی قسمت خراب نہ ہوئی رے کہ تیرے جیسے کو جاننے کی ضرورت پڑے، اپنی یہ اکڑ تو ہمارے صاب جی کو دیکھانا۔ ڈالو نامراد کو ہتھ کڑی"

اسکے تمام گارڈز کو پولیس کے لوگوں نے ہلنے تک کہ قابل نہ چھوڑا سب پر گن تانی تھی کہ ہلنے کی دیر ہوتی اور بھون ڈالا جاتا جبکہ طفیل کے تلملاتے حکم پر پولس کے لوگ لوگ آگے بڑھ کر تنویر کو ہتھ کڑی ڈالتے اسے گردن سے دبوچ گئے، تنویر کے چہرے کی رنگت میں اس درجہ زلت اور وحشی پن پر خون گھل آیا۔

"تم سب بچھتاوگے لعنتیوں"

تنویر کا بس نہ چلا گلا پھاڑ ڈالتا یا ان سبکے کلیجے نوچتا، بنا اریسٹ وارنٹ کے تنویر کو تھانے کے روائتی ادب واحترام کے سنگ جب تک تھانے پہنچایا گیا، حسیب پہلے ہی موجود اپنے سسر صاحب کے گرینڈ ویلکم کو آستیں چڑھائے،

چہرے ہر زچ کرتی مگر شیطانیت و بربریت سے لپٹی مسکراہٹ سجائے اپنے کیبن میں موجود تھا۔

اپنے لوگوں سے منہ ماری کر کے تھانے کے اندر چلا آتا تنویر پاشا، سامنے سے آتے حسیب کو دیکھے متنفر حقارت و کینہ توزی سے پھنکارا جس پر حسیب نے اپنے لوگوں کو آنکھ کی جنبش سے اشارہ کیا کہ اسے چھوڑیں۔

"یہ تھانا تو سسرال جیسا ہے آپکا تنویر صاحب لیکن اس بار آپکو ایک نئ فیلنگ آنے والی ہے۔۔۔"

حسیب کے سر تا پیر اسکے نک سک پینٹ کوٹ میں ملبوس ہونے کا جائزہ لینے اور تمسخرانہ انداز پر تنویر کو آگ سی لگی، رگوں میں خون ابلنے لگا، جانے وہ کتنا ضبط کر رہا تھا کہ چہرہ لال بھبھوکہ ہوا۔

"تُو نے بغیر اریسٹ وارنٹ کے مجھے گرفتار کیا اسکی تُو سزا بھگتے گا حسیب خانزادہ یاد رکھنا"

حسیب کی اس دنیا میں اسی کے رحم و کرم پر ہو کر جب کوئی مجرم اس کو دھمکی دے تو اسکے غصے سے کوئی نہیں بچتا تھا، ایک ہی جھٹکے سے حسیب نے اسکی نفیس اور مہنگی شرٹ کو کالر سے دبوچ کر اپنی سمت کھینچا تو وہ اس درجہ تضحیک پر پھنکار اٹھا، آنکھوں میں جہنم جیسی آگ لپکی، اسے یقین ہو گیا کہ یہ کمینہ کسی قسم کی تمیز کے لائق نہیں۔

"کون صبح کا انتظار کرتا، عدالت میں تیری کُتی حرکت ثابت کر کے اریسٹ وارنٹ نکلواتا، پھر ادب و احترام سے تیری گھچی پکڑ کر تھانے لاتا۔۔۔ میں ہوں حسیب خانزادہ، ہر کام بہت فاسٹ اور اپنے طریقے سے کرنے والا۔ فالتو کی بک بک آپن سنتا نہیں نہ کسی کو اجازت دیتا ہے۔ سو بتا کونسے کیڑے نے کاٹا کہ تو نے میرے یار کے فارم ہاوس پر فائرنگ کروائی۔۔۔۔۔ کیا تجھے اپنی جان زرا عزیز نہیں۔ کیا تجھے لوگوں نے بتایا نہیں کہ کمیلئین پر آنچ دینے والے کو یہ سر پھرا انسپکٹر زمین میں زندہ گاڑ دیتا ہے"

حسیب نے سارا لحاظ و مروت ایک طرف کیے وہیں سے اسے پکڑے اپنے روم کے ٹیبل پر ہی اسے بے دردی سے دبوچتے اور لہراتے جھکایا اور خود اسکا گریبان دبوچتے دھاڑا، چہرے پر سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی در آئی۔

"دیکھ یہ ہمارا خاندانی مسئلہ ہے، تجھ جیسے کو بیچ میں کودنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ دے دلا کے معاملہ رفع کر حسیب۔ اگر تو نے مجھ سے کوئی پنگاہ لے لیا تو تجھے تو نہیں تیری ماں کو۔۔۔"

ماں تک اس خبیث کو وہ پہنچنے دے ہی نہ سکا، نفرت کی انتہاؤں کو پہنچے ایسا جھانپڑ تنویر کے منہ پر رسید کیا کہ تنویر کے نچلے ہونٹ سے خون رس پڑا جبکہ اس شخص کی یہ آگ تو معمولی تھی جو آنکھیں اگل رہی تھیں، وہ جانتا نہیں تھا حسیب چلتا پھرتا جہنم ہے۔

"اپنی اس گندی زبان سے میری ماں کا ذکر بھی مت کرنا، ورنہ گدی سے نکال باہر پھینکوں گا۔ پھر جو بچی کچی زندگی رہی ہے بولنے کے لائق بھی نہ

بچے گا۔ اور یہ تیرا خاندانی مسئلہ کیسے ہوا۔ اوقات کیا ہے تیری کمینے، اگر یہ تونے اپنے اس دو نمبر یار کے کہنے پر کیا ہے تو تیرے ساتھ اسکی قبر بھی تیاری پر لگنے والی ہے۔۔۔۔ بول"

حسیب کے خوف کے سبب تنویر کو اب مزید سب خود پر برداشت کرنا خطرہ لگا اور ویسے بھی اسے فیروز سے کچھ خاص لگاو تو تھا نہیں کہ اس کی خاطر اس پاگل تھانیدار کی مار کھاتا۔

"ہاں فیروز کے کہنے پر کی، اس لڑکی کو مارنا تھا۔ جسے اوزان اٹھا کر لایا ہے۔۔۔ لیکن میں نہ سہی کوئی اور اس لڑکی کو مار دے گا۔۔۔۔"

تنویر نے ڈر کر فوری بتایا مگر دھمکانا نہ بھولا۔

"اوہ تو فیروز صاحب کو ننگا ہونے کی فکر پڑ گئی تبھی ثبوت و گواہ مٹانے کی پڑ گئی، اور تونے اس کام میں ہمیشہ کی طرح مدد کی اس ذلیل کی۔۔۔۔ تیری عیاشیوں کے دن بھی پورے ہونے کو ہیں تنویر پاشا، اگر مجھ پر افسروں کا

پریشر نہ ہوتا تو ایسا تیرا ان کاونٹر کرتا کہ صدیوں لوگ تیری دردناک موت یاد رکھتے۔۔۔ لیکن حسیب کوئی نہ کوئی راہ نکالے گا۔۔ چل حسیب اسے سرپرائز دے اب اگلا"

وہ من ہی من میں محظوظ ہوا، پوری تمیز کے ساتھ اسے ٹیبل سے سطح سے واپس کھینچتے اٹھا کر کھڑا کیا اور شر دبار نظروں سے تکتے تنویر کے بے داغ مگر سلوٹ زدہ شرٹ سے نادیدہ دھول جھاڑی اور اپنے خوف سے سرخ پڑتی تنویر پاشا کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ گیا۔

"تجھے حسیب خانزادہ کے تھانے کی چھترول نائیٹ ضرور ملتی پر جا کیا یاد کرے گا کس سخی داماد سے پالا پڑا، اسے لے جاو اور ایک گھنٹے اسکے انگ انگ کو سوجھاو تاکہ آئندہ یہ فیروز کی کوئی نجس ڈیمانڈ نہ مانے اور پھر جب انکا انجر پنجر کچھ دن کسی لیلی کے لائق نہ بچے تو چھوڑ دینا"

حسیب نے اسکو بازو سے پکڑ کر گھسیٹ کر باہر لاتے اپنے خونخوار سپاہیوں کے سپرد کرتے واپس جانا چاہا جس پر تنویر چنگاڑتا پلٹا۔

"داماد؟ اس بکواس کا کیا مطلب تھا کتے"

تنویر کی دھاڑ پر تھانے کے در و دیوار لرزے اور حسیب بڑے مزے سے کان میں اس ناگوار آواز کے پیروں سمیت گھسنے ہر کان مسلتا واپس پلٹا۔

"ہاں تیرا داماد ہوں، بہارے کا جائز شوہر۔۔۔۔۔۔ چچ چچ میرے پیارے سسر کو ہارٹ اٹیک آنے لگا ہے۔ سپاہیو! ہوش اڑا دو اپنی چھترول سے اور انکو میرے اپنا داماد ہونے کا غم بھلا دو جوانو۔۔۔۔"

حسیب کی وحشت خیز ٹون اور طنزیہ غضبناک حکم پر بچارا تنویر پہلو تک نہ بدل سکا نہ واویلے اور احتجاج کی اس سر پھرے نے مہلت دی، جبکہ اب اس خبیث کی دھاڑیں ہی حسیب کے غصے کو کم کر سکتی تھیں جو وہ مزے سے سننے والا تھا، روح کی غذا جیسے میوزک کے طور پر۔

..______________________________..

خوبصورت مگر انتہا کی ٹھنڈی شام کا ہولے ہولے رات سے وصل قریب تھا، فضا میں عجب سی تروتازگی، خنکی اور مہک رچی بسی اور گھلی معلوم ہوئی، یا پھر محبت کرنے والوں کے لیے ہی یہ شامیں گداز روپ بدل لیتی ہوں۔

پنار اپنے روم میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بلیک فل، مگر ماڈرن اور فینسی میکسی کے سنگ سمو کی آئیز کا اپنے چار سو نشہ حاوی کیے آج دیان آریز کے دل کو مرکز سے دہلانے کے ہر ہتھیار سے لبریز تھی، بلیک پینسل ہیلز پہنے آج تو اسکا بانکا قد اور جاذب لگ رہا تھا، بلیک ہی پرل کی ہیوی جیولری ائیر رنگز اور نیک پیس نے اسکے چندن تیکھے حسن کو دہکایا جبکہ کمر کو چھوتے ڈراک براون خوشبو اگلتے بال کرل کر کے کمر پر پھیلا رکھے تھے، ہاتھ میں بلیک کلچ جس میں صرف فون اور کریڈٹ کارڈ ہی تھا، لیکن اسکے اس پر عطر سراپے میں گھبراہٹ، بے چینی اور نشاط کا ہم رنگ سایہ بیدار تھا، پہلی بار

دیان آریز کے لیے اسکی پسند کا سجنا دل میں کئی امنگوں اور راحتوں کو وجود دے رہا تھا۔

وہ خود کو دیکھ کر خود بے خود تھی تو دیان آریز کی نظریں، اسکے بے حد ہوتے تقاضے کیسے نبھاتی۔

چونکہ آج وہ ہوسپٹل جا ہی نہ سکی تھی سو دیان سے آج بس ڈائریکٹ ڈنر پر ہی سامنا ہونا تھا، مشائم نے دونوں کے ڈنر کے لیے کوئی پبلک نہیں بہت پرائیوٹ جگہ چنی اور تمام ارینجمنٹس میں اسکا ساتھ چاچو نے دیا، تھا تو یہ ایک لاہور کا جانا مانا ریسٹورنٹ مگر یہ پرائیوٹ کپلز کینڈل لائیٹ ڈنر کے لیے بہت فیمس تھا.

جہاں ایک کپل کے لیے بہت خوبصورتی سے اونچائی اور کھلے آسمان تلے ایک خوبصورت رات کا اہتمام کیا گیا تھا، وہاں بلیک میز کرسیوں کے ہمراہ ارد گرد لگی ریلنگ پر جا بجا رنگ برنگے لائیٹ اور ڈیسنٹ کلرز کے پھولوں

سے سجاوٹ تھی، پورا ایریا سنہری روشنیوں سے جگمگاتا ہوا آنکھوں کو راحت دے رہا تھا، یہ پورا اوپر کا ہال مشائم نے صرف اس پیارے سے کپل کے لیے ریزرو کروایا تاکہ دونوں کو ملتی پرائیویسی میں کسی قسم کا خلل نہ آئے۔

یہاں کی فیمس ڈیشز میں مولٹن لاوا کیک، سٹفڈ چکن، ٹیراگون چکن، چکن ان بلنکٹ سگنیچر، کلب سینڈوچ، اور پینے کے لیے مارگریٹا، ڈیسرٹ میں تین طرح کی کریمی پڈنگ تھی اور مشائم نے انکے ڈنر کے لیے دونوں کی چکن کی رغبت دیکھتے مینو بھی کافی یمی سلیکٹ کیا جبکہ تمام ویٹرز کو بھی سپیشلی کپل کو پرائیویسی دینے کی ہدایت کی گئی۔

پنار کو وہ خود پک کرنے والا تھا اور جب وہ ریڈی ہوئی تبھی گاڑی کے ہارن پر وہ اپنے آگ لگاتے سراپے پر آخری ستائشی نگاہ ثبت کرتی روم سے اپنے لانگ بلیک گرم کوٹ نکال کر پہنے باہر نکلی تو سامنے ہئ لاونج میں ممی بابا کو ساتھ دیکھ کر وہ زرا ہچکچائی۔

"ہو گئے ان انصاریوں کے میری بچی کو جال میں پھانسنے کے کام شروع، آج ڈنر پر جاو تا کہ کل ہی وہ تمہیں رخصت کروانے کی ضد پکڑ بیٹھے۔۔۔ دیکھ رہے ہیں آپ اپنی لاڈلی کی تیاری"

عائشہ کی کوفت پر نہ تو جواد مسکراہٹ روک سکے نہ پنار اپنی ہنسی۔

"وہ اپنے شوہر کے لیے سجی ہے، تم بھی تو یونہی سجتی تھی یاد کرو عائشہ۔۔۔ جاو پنار وہ باہر ویٹ کر رہا ہے۔ تمہاری ممی کو میں دیکھتا ہوں"

بابا کے پیار سے سراہنے اور سفارش پر وہ بھی شریر سی ہنستی ممی کو دور دور سے ہی پیار کرتی انکی کوفت پر محظوظ ہوتی باہر بڑھی جبکہ عائشہ سیال کی بریم نظر جواد پر مرکوز تھی۔

"ایسی باتیں بچوں کے سامنے کرتے ہیں؟"

وہ انکے اس بے باک عمل پر خفت سے بگھڑیں۔

"اب بچے بھی خیر سے عنقریب بچوں والے ہو جائیں گے، تو کیسی شرم۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے عائشہ کہ دونوں بچے بس بھی گئے اور اپنے اپنے ہمسفر سے وفادار بھی ہیں۔ تم مجھ پر توجہ دو اور اپنے دل کی ساری کڑواہٹ نکال دو اب۔ مشائم کو اس گھر میں ماں جیسا پیار دو، ایک تو بن باپ کی بچی اوپر سے المان بھی شادی کے ہفتے بعد واپس چلا گیا۔ تمہیں جواد سیال سے شادی کے اول دنوں ایک دن بھی جدائی ملی تھی کیا، بلکہ دس سال تک میں نے تمہیں خود سے ایک رات بھی الگ نہیں کیا۔۔۔ پھر سوچو میشی کیسے رہے گی۔۔ اگر تم نے بھی اپنے سرد رویے سے اسے پریشان کیا تو بہت ہی غلط بات ہے"

جواد انکو جو بھی کہتے اس وقت انکے سر پر بس کدورت کا بھوت سوار تھا، وہ انکے کندھے پر سر رکھے آنکھیں موند گئیں جیسے کسی جواب کو دینے میں نہ دلچسپی رکھتی ہیں نہ بات کرنے میں۔

جبکہ جواد سیال بھی کیا ہی کہتے اب اس ضدی عائشہ کو۔

وہیں پنار مین گیڈ سے نکلی ہی تو آگے وہ گاڑی کے دروازے سے لگ کر آل بلیک ٹیکسیڈو میں اپنے وجیہہ سراپے اور کسرتی جسامت کے رعب کے سنگ پنار کو اور پنار اپنی رعنائیوں سے اس کو مدہوش کرتی عین قریب رکی۔

دونوں کی خوشبوؤں سے کئی گنا مضبوط اج دونوں کی آنکھیں تھیں۔

"You Look So Charming and Hot"

وہ وارفتگی سے اسے پاس آکر رکتے تکتا جو بے خود ہوئے کہہ بیٹھا پنار نے مسکرا کر ستائش وصول کی۔

"Have a Seat"

یوں اسے پنار کو روڈ پر کھڑے رکھنا مناسب نہ لگا تو فوری ایک طرف ہوتے اسکے لیے کار ڈور اوپن کیا جبکہ پنار نے بھی بنا اسے دیکھتے ہی اپنے سہانے روپ سے دیوانہ کیے جگہ سنبھالی اور دیان بھی دوسری طرف سے آکر بیٹھا۔

اب سمجھ نہ آیا اسے دیکھے یا ڈرائیونگ کرے۔

"اس بلیک میں تم دیان آریز سے وہ بھی اگلوالو گی جو وہ مر کر بھی نہ کہتا،
سیریسلی۔ کیا تم نروس ہو؟"

وہ نروس تو نہیں تھی پر آتے ہی دیان کی روح کے گرد لپٹتی گستاخ نظروں کی تپش سے ہو گئی جبکہ اب تو وہ اسکے ساتھ بیٹھا تھا تو کیسے وہ دھڑکنوں کے شور سے بدحواس نہ ہوتی۔

"نروس کیوں ہونا ہے، یہ ایک ڈنر ہے۔ کوئی ویڈنگ نائیٹ نہیں"

وہ خود کو اسکے سحر سے دبا نہ پیش کرنے کے چکر میں بھی جو بولی اس پر دیان آریز کے ہونٹوں پر جس معنیت خیزی سے اٹا تبسم ابھرا اسکی تاب پنار کی آنکھیں نہ لا سکیں، وہ ہولے ہولے پوری کپکپا سی گئی۔

"بڑا شوق ہو رہا ہے کسی کو ویڈنگ نائیٹ کا"

دیان نے اسکی حالت سے مبہم سا محظوظ ہوئے پنار کی دھڑکنیں منتشر کیں، وہ زرا سی بوکھلائی جیسے کچھ غلط کہہ گئی ہو مگر ساتھ بیٹھا یہ جن اپنا ذاتی ہے یہ خوبصورت حوالہ یاد آتے ہی وہ مسحور کن مسکائی۔

"ہرگز نہیں، میں نے ایک مثال دی ہے۔ اب چلیں بھی دیر ہو جائے گی، مجھے نو بجے تک واپس ڈراپ کر دیجئے گا"

آٹھ تو یہیں بج گئے جبکہ اس لڑکی کو دامن بچانے کی یہ جو جلدی تھی کم از کم آج تو اس پر کوئی نظر ثانی ہرگز نہ کرنے والا تھا، جبکہ پنار کے اعتماد میں تب کمی آئی جب دیان نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑے اپنے ہونٹوں کے پاس لے جاتے چوما، جسکی لمبی گھنی پلکیں اس پیار بھرے لمس پر تھرتھراہٹ میں لپٹیں۔

"گیارہ بجے تک کر دوں گا"

اسکے نرم گرم احساس سے دھیان بھٹکائے اور پنار کے ہاتھ کھینچنے پر دیان نے واپس مغرور تاثرات کے سنگ گاڑی سٹارٹ کی۔

سارا سفر وہ خاموش ہی رہے، دونوں کے بیچ کا فسوں ہی بولتا رہا، اعصاب چٹخاتا رہا۔

اور اسی تکلف برتتے ہوئے ریسٹورنٹ بھی آگیا، وہ گاڑی سے نکلا اور پنار کی جانب آکر اپنا مضبوط ہاتھ بڑھایا جس وہ اسکی ہتھیلی پکڑے باہر نکلی۔

وہ لوگ ساتھ ریسٹورنٹ کے اندر آئے، کافی سیڑھیوں کے ذریعے اوپری منزل تک جانا تھا اور اسکے لیے دونوں نے لفٹ ہی چوز کی۔

"یہ جگہ بہت خوبصورت ہے، لاسٹ ٹائم میشی کی برتھ ڈے پارٹی بھی ہم نے یہیں ارینج کروائی تھی، تمہیں بھی پسند آئے گی۔ ہاں سٹاف کا تھوڑا ایٹیوڈ ہے وہ زرا مجھے پسند نہیں آیا تھا بٹ چاچو نے خود آکر سبکی بینڈ بجائی تو امید ہے کمفرٹیبل ماحول ہو گا"

ایک منٹ کے لیے انھیں لفٹ یوز کرنی تھی جبکہ یہ ایک منٹ بھی پنار کی دھڑکنیں ہل سکتی تھیں۔

وہ اسکے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئی تو مسکرا کر سر ہلایا جبکہ لفٹ بند کرتے وہ جو پہلے ہی خوفزدہ ہوگئی، دیان کے ہونٹ اسکے ڈرے ڈرے انداز پر مسکرائے۔

"فکر مت کرو، تمہیں تم سے چرانے کے لیے مجھے ایسے بہانے یا زرا سی تنہائی کی ضرورت نہیں پنار، تمہاری تیاری جاتے ہوئے خراب کروں گا ابھی تم یوں بھی دھڑکنوں پر براجمان ہو"

اسکی لہور نگت سی ہوتی صورت کرتا وہ شرارتا ہنسا بھی لیکن جو کہا وہ پنار کو من ہی من میں سلگا گیا کیونکہ دیان آریز کی سیاہ آنکھوں کا محور پنار سال کے سرخ لپ سٹک میں سجے یاقوتی ہونٹ تھے۔

لفٹ کھلی تو وہ لوگ چند مزید سٹیپس سیڑھیوں کے لیتے مین ایریا کی طرف بڑھے جو دیکھتے ہی اپنی سجاوٹ اور دلکشی سے دونوں کی آنکھیں خیرہ کر گیا۔

"میشی اور بڈی نے تو کمال کر دیا"

بے اختیار پنار نے سجاوٹ اور فسوں تکتے سراہتے کہا جبکہ دیان نے دھیرے سے اسکی اور بے اختیار سرکتے جب پنار کے گال کو چوما تو وہ پنار نے چہرہ اسکی طرف پھیرے وہ اسکے اتنے نرم پیار بھرے عمل کر حیران ہو کر دیکھنے لگی۔

"اور میرا کمال مسیز دیان آریز"

وہ آنکھوں میں فنا کر سکنے کی کشش بسائے پنار کو اپنے بس میں کر گیا۔

"آپکا کونسا کمال ہے؟"

وہ مبہوت تھی، ایسے دیان آریز کو دیکھ کر۔

"تم جیسی اتھری گھوڑی کو قابو کر لیا، ورنہ تم میرے سامنے یوں پر سکون، تھوڑی تڑپی اور ڈھیر ساری خوفزدہ کیسے ہوتی۔ سوچا تھا تمہیں بہت تڑپاوں گا اظہار کے لیے لیکن.. "

وہ پنار کی بڑھتی دھڑکنوں کے روبرو سب کہنے لگا مگر پنار نے اپنی ہتھیلی اسکے ہونٹوں پر جمائی۔

ہلکی ہلکی دیان کے چہرے کی بیرڈ جو نام کی تھی، اسکی دھیمی سی چبھن پنار کو ہتھیلی میں محسوس ہوئی پر ہونٹوں کی نرمی کے آگے دب گئی۔

"یہ موقع اظہار کے لیے ٹھیک نہیں دیان آریز، یہاں وہ پرائیویسی اب بھی نہیں جو آپکا مجھ سے اظہار ڈیزرو کرتا۔۔۔ صرف ڈنر کرتے ہیں پلیز"

وہ جانتا تھا وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے، تبھی پنار کے جذبات کی رو بھٹکنے کا مان رکھا گیا۔

اسکی ہتھیلی پر ہونٹوں کو چھوتے اسکا ہاتھ پکڑے دور کیا۔

"عجیب لڑکی ہو"

وہ اسکے دل جکڑنے کے تیوروں پر بگھڑا تو وہ بھی نظر لمحہ بھر جھکائے دبا دبا مسکائی۔

"میں چاہتی ہوں جب آپ مجھے اپنی فیلنگز بتائیں تو میرے اور آپکے علاوہ دور دور تک کوئی نہ ہو، عجیب نہیں ہوں آپکو لے کر بہت پاگل ہوں دیان آریز۔ آپ مجھ سے جو اظہار کریں گے وہ میری حدود تک ہو گا اور اسکا ہر اثر بھی مجھ تک ہونا چاہیے"

وہ اسکے جذب بھرے تقاضوں پر مسکرایا جو اپنے ہونٹوں کو دیان آریز کے ہونٹوں سے اک انچ کے فاصلے پر رکھے دھیرے سے بول کر دور ہوئی مگر دیان نے نرمی سے اسکی کمر کے اطراف ہاتھ اور پھر بازو لپیٹے اسکے ہونٹوں کی جنبیش اپنے ہونٹوں پر منتقل کرنے کو فاصلہ سمیٹا تو وہ چہرہ فوری اسکی استحقاق آمیز حرکت پر اسکی گردن میں چھپا گئی۔

گلے لگ کر دونوں کو جو سکون ملا اسکی آسودگی بتا سکنے کے کسی لفظ میں مقید نہ ہو سکتی تھی۔

"کوشش کروں گا تمہارے جنون کا احترام ہو سکے مجھ سے، آجاو۔۔۔۔ڈنر از ریڈی"

ان کے آنے سے پہلے خوبصورت سی میز پر انکا ڈنر، بہت سے موسمی پھولوں کی کلیوں اور ڈالیوں اور موم بتیوں کے کے بیچ سجا تھا اور کسی ویٹر تک کو اس وی آئی پی ڈنر کے بیچ اس ایریا تک جانے کی پرمیشن نہ تھی۔

ماحول پر ویسے ہی جگہ جگہ سجے پھولوں کی خوشبو نے معطر کر رکھا تھا اور ٹھنڈی کیف آور ہوا ابھی پنار کے کھلے بالوں اور پھولوں کی ڈالیوں سے چھیڑ خانی کرتیں باولی ہوئے جا رہی تھیں۔

وہ اسے کچھ نہ کہتا، صرف دیکھتا رہتا یہی پنار کے لیے آج کافی تھا، اس شخص کی صرف آنکھوں میں جھانک کر وہ جب اس میں مدہوش ہوئے جا رہی تھی

تو جب وہ اس میں اتر تا تب پنار کا حال کیا ہوتا، یہی سوچ کر اسکے سرخ رنگ میں نہائے ہونٹوں پر رسیلا رنگ مچلا۔

"تم مجھے ان فیوچر اپنے قریب فیل کر کے مسکرا رہی ہو نہ؟"

وہ جو اس خوبصورت ماحول میں ایک مزے دار ڈنر شروع کر چکے تھے، دیان کی شوخ لفظی جسارت پر وہ برہم ہو کر اسے گھوری۔

"جی نہیں، آپ کچھ زیادہ ہی پھیل رہے ہیں دیان آریز۔ اپنی حد پکڑیں"

وہ خفیف سا بوکھلا کر ڈپٹ گئی، اس نے پہلے ٹیراگون چکن اور مارگریٹا ہی ٹیسٹ کیا، زائقہ بہت اچھا نہ سہی پر ایسا ضرور تھا کہ مزے سے کھایا جاتا جبکہ دیان آریز کے آگے ایپل جوس تھا اس نے اپنے لیے وہی مینو میں ایڈ کروایا، وہ یا تو کولڈ کافی پسند کرتا تھا یا ایپل سٹرک جوس۔

"میں نے اپنی حد پکڑی تو تم خوف کھا جاو گی"

وہ دبے دبے محظوظ انداز میں لفظی حملہ اس بار دگنی شدت سے کیے پنار کا حلق خشک کرنے کا سبب بنا۔

"دیان آریز، تنگ مت کریں"

وہ اسکی تیز آنچ دیتی نظروں اور حدت اوڑھتے لہجے سے گھبرا اٹھی۔

"تمہارا تو تکیہ کلام ہی یہی بن گیا، ایسے ایک بار مزید بولی تو نقصان اٹھاو گی"

اس بار وہ تھوڑا بگھڑا جبکہ وہ جانتی تھی وہ کس حد کی چیز ہے تبھی ڈنر کے بیچ اس نے باقی وقت خاموشی ہی اختیار کی، رومنٹک سے میوزک نے اک سماں سا باندھا، پھر ٹھنڈی ہوا کی خنک شدت پر پنار کو ٹھنڈ سی لگی، کوٹ تو وہ اتار کر گاڑی میں ہی رکھ آئی تھی لیکن وہ نہیں چاہتی تھی وہ اپنا بلیذر اتار کر اسے پہنائے، لیکن پھر بھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پنار کے گرد اپنا بلیذر اوڑھائے واپس آکر بیٹھا۔

"مجھے امید نہیں تھی اس کی آپ سے؟"

وہ اسکے کوٹ کو پکڑ کو خود کے نازک وجود کو چھپاتی کہنا نہ بھولی، ڈنر ہو گیا تبھی دیان مولٹن لاوا کیک ٹیسٹ کر رہا تھا۔

"مجھے بھی نہیں تھی، میں تو کسی کو اپنا یوز ٹشو بھی نہ دوں۔۔۔۔ لیکن جسے میری جان، دل اور جسم کا اختیار مل گیا اسے سب مل گیا"

وہ اسے دیکھتے نہ بولا پھر بھی پنار اسکے اس جملے میں ہی ٹھہر سی گئی، اسکی آنکھوں کو خود پر جما پائے وہ بھی اسے دیکھتے متوجہ ہوا۔

"یہ بتاؤ رخصتی کب تک چاہتی ہو؟"

وہ ان سنجیدہ تھا اور پنار یوں تھی جیسے اب ہوش میں آئی ہو۔

"ایک دو سال بعد"

واپس آنکھوں میں چمک بھرے جواب آیا جبکہ دیان نے آئیبرو سکیڑ کر پنار کو دیکھا۔

"ایک ہفتے تک، گیٹ ریڈی"

وہ اس سے پوچھ نہیں رہا تھا وہ اسکی جان اس حکم سے نکال چکا تھا۔

"واٹ؟"

پنار کے چہرے کا رنگ پیلا پڑا۔

"یس"

وہ اٹل ارادے سے بولا۔

"لیکن ایک ہفتے بعد کیسے۔۔۔۔؟"

پنار نے احتجاج کرتے دیان کی توجہ کھینچی۔

"کیوں کوئی مسئلہ ہے؟"

نہایت خشونت بھری نگاہوں میں لیتے استفسار آیا۔

"جی، میں مینٹلی اور فیزیکلی ریڈی نہیں ابھی"

وہ اسکو دیکھ کر بنا ہچکچاتے بولی جبکہ دیان نے اسکی پریشانی کو گہری نظروں میں قید کیا۔

"تمہیں مینٹلی اور فزیکلی اپنے لیے دیان آریز خود ریڈی کرے گا، اب اگر تم نے رخصتی میں بھی نکاح کی طرح کوئی رکاوٹ ڈالی پنار تو میرا بہت برا روپ دیکھو گی"

وہ اسکے غصے کے آگے چاہ کر بھی مزید کچھ نہ کہہ سکی جبکہ اسکے بعد بیچ میں بس خامشی ہی حائل رہی، ڈنر بہت اچھا تھا لیکن ریسٹورنٹ سے نکلتے ہوئے دونوں کے چہرے سنجیدہ تھے۔

جبکہ واپسی کے لیے بھی سفر خاموشی سے کٹنے لگا، گیارہ تو پھر بھی آنے جانے اور ڈنر میں بج ہی گئے، جب گھر سے دیان آریز کی گاڑی کچھ ہی منٹس کی

ڈرائیو پر تھی تب پنار نے صبر ختم ہوتے گردن موڑ کر دیان کو دیکھا جو ہر تاثر سے عاری چہرہ لیے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"رخصتی سے ڈر لگ رہا ہے اب اس چھچھورے کو کیسے بتاؤں، ابھی کچھ گھنٹے کی ملاقات تو مجھ سے سہی نہیں گئی اور یہ چاہتا ہے چوبیس گھنٹے اسے پنار کے سر پر مسلط رہنے کا سرٹیفکیٹ ملے۔۔۔اف"

وہ اب بھی بس سوچ ہی پائی، اس طرح کے ظالم لگتے دیان آریز سے بات کرنے سے بھی خوف آتا تھا۔

"دیکھنا بند کرو مجھے، ڈسٹریکٹ ہو رہا ہوں"

دیان کی خفت بھری تنبیہہ پر وہ جھٹکے سے ہوش میں آئی۔

"دیکھیں دیان آریز، ہفتہ بہت جلدی ہے۔ایک تو آپ نے نکاح ہتھیلی پر سرسوں جمائے کروالیا اور اب اتنی جلدی رخصتی۔۔۔ایزل آنٹی نے تو کہا تھا رخصتی کچھ ماہ بعد ہو گی پھر؟"

پنار نے بہت ہمت جتاتے آخر ایک آخری بار احتجاج کر ہی دیا جبکہ گاڑی ٹھیک جواد سیال مینشن کے سیدھ میں روکتا وہ ساتھ بیٹھی پنار کی طرف متوجہ ہوا۔

اپنے ہاتھ میں جکڑے پنار کے ہاتھ میں جس رازداری سے اس نے بہت خوبصورت سا گولڈ بریلسٹ پہنایا، اور کلائی چومی وہ تھم کر رہ گئی، جیسے یہ بریسلٹ نہیں وہ اسکی کلائی میں اپنے نام اور اختیار کی ہتھ کڑی پہنا چکا تھا، اور وہ نہ اسکے تحفے کو سراہ پائی نہ انکار کر سکی کیونکہ دیان آریز کے سوال نے ایسا ممکن ہی نہ چھوڑا۔

"تم میرے پاس آنا چاہتی ہو یا نہیں؟"

دیان آریز کے سوال پر پنار الجھی، دل کی مانتی تو ہاں تھا، پر دماغ اکسا رہا تھا کہ اتنی جلدی مت پگھلے پر کیا جانتی کہ یہ نرمی جو اس میں پیدا ہو چکی ہے یہ انکے بیچ کی کشش، محبت اور نکاح کا سبب ہے۔

"تمہاری خاموشی کو ہاں سمجھ رہا ہوں"

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی وہ اسکا وہی کلائی والا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے اسکی کمر میں دوسری بازو لپیٹے اسکی سانسوں کا جس طرح آخری قطرہ تک ان ہیل کر گیا اس ایک منٹ میں پنار سیال کا دل، احتجاج سے، اسکا جسم اختیار سے اور ملائم ہونٹ، گہرے سرخ رنگ سے محروم ہو کر رہ گئے۔ بے خودی، کشش اور وارفتگی اب بھی دیان آریز کی آنکھوں میں رقصاں تھی جب وہ دور ہوا۔

"خاموشی ناں بھی ہو سکتی تھی دیان"

وہ اسکے یوں بے بس کرنے پر اسکے چہرے سے ہتھیلی لگاتی کمزور بے جان لہجے میں سرگوشیوں میں ڈھلتی آواز سے منمنائی، شکوہ تھا اسکے لفظوں میں، تڑپ تھی، اور اٹکی سانس کی جھنکار تھی۔

"تم پنار ہو، میرے معاملے میں تمہیں ناں کہنی نہیں آتی ابھی۔ ہاں سیکھ لو ورنہ میں تمہیں تمہارے لیے بھی میسر نہیں رہنے دوں گا۔ اتنا تمہیں تم سے چھین لوں گا۔ اب جاو، مجھے رخصتی کے لیے تمہارا کوئی اعتراض سنائی دیا تو وہ دن تمہارا آخری ہو گا۔۔ اور یہ بریسلٹ تمہاری کلائی سے کبھی اترنا نہیں چاہیے یہ دیان آریز کی وہ قید ہے جو اب تمہیں کبھی خود سے آزادی نہ دے گی،۔۔ گڈ نائیٹ"

وہ جس طرح مغرور اکڑا دور سے تھا قریب آیا تو پنار کو اسکی جنونیت سے اس لمحہ خوف آیا، دیان کی آنکھوں میں جو شدت ہلکورے لے رہی تھی وہ پنار کو تھرا سا گئی، پہلی بار کسی کو یوں گفٹ دیتے دیکھا، جتنے آرام اور لاپرواہی سے ائیر رنگز دیے، یہ گفٹ تو جنونی جذبات سے لبریز تھا۔

تبھی اپنی جان بخشتے ہی فوراوہ گاڑی سے نہ صرف نکلی بلکہ اس اجلت میں بھاگی کہ اپنا کوٹ بھی وہیں چھوڑ گئی جبکہ دیان کا بلیزر ہی پہنے چلی گئی کہ کسی

طرح وہ اپنی جان بچالے اور اسکی اس غائب دماغی نے دیان آریز پر مدہوشی طاری کی تھی، ہنس کر اسکے اندر جاتے ہی وہ بھی واپسی کے لیے گامزن ہوا۔

..___________________________..

وہ واپس اپنے کیبن میں آیا اور فون میز کی سطح سے اٹھائے واپس اوزان کو کال ملائی، ایک دو گھنٹے تنویر کی ٹھکائی ہوئی اور اسے آزاد کر دیا گیا۔

"کہاں مرا تھا؟"

اوزان کے فوری کال پک کرنے پر حسیب کی کوفت بڑھی جبکہ وہ ابھی جاگ کر تازہ دم ہوئے باہر لان میں آیا، بے وقت سونے کے بعد جناب کافی تروتازہ ہو چکے تھے۔

"بے وقت کی خماری چڑھ گئی تھی تو سو گیا، تو بتا کس نے فائرنگ کروائی"

اوزان کی آواز پر ابھی بھی طاری خمار پر وہ اپنی کوفت بھلا گیا، اور مزے سے وہیں دائیں طرف رکھے کاوچ پر جا کر بیٹھا۔

"تیرے دادے پادے نے، تنویر کو کہہ کر۔۔۔وہ تیری زینو کو مارنا چاہتا ہے بڈھا اور تو کل حویلی جارہا۔۔ کوئی نقصان نہ کروا بیٹھیں۔"

حسیب کے انکشاف پر اوزان کا خون سا کھولا، مشورے پر وہ بس سر ہلا گیا۔

"انکا انتظام پہلے ہی کروالیا ہے بے فکر رہ، تنویر کی تھوڑی ٹھکائی کرا اور چھوڑ دے"

اوزان کی تاکید پر وہ مسکرایا، دونوں کی سوچ ایک جیسی جو تھی۔

"ہو گیا سمجھ، اور؟"

حسیب کے سوال کی معنی خیزی پر اوزان کا عتاب مدھم ہوا۔

"اور کل بتاوں گا، بڑا دن ہے۔۔۔۔ تو بتا مل آیا بہارے سے؟"

اب کی بار جھٹکا حسیب کو لگا۔

"تیرے موکلوں نے شکائیتل ٹٹو کی طرح بتادیا تجھے؟"

حسیب کے منہ بگھاڑنے پر اوزان ہنسا۔

"نہیں تیری رگ رگ سے واقف ہوں تبھی، تیرے جیسی چیز ایسی روک تھام کی کہاں پابند ہے۔ پھر بھی احتیاط کر حسیب۔ بہار کی عادت میں پاگل مت بن، اسے پرکھ، آزما ایک بار۔ خدا کے لیے اپنا کوئی نقصان نہ کروا بیٹھیں، میں تیری تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔"

ناچاہتے ہوئے بھی اوزان کو اپناڈر کہنا پڑا جس پر حسیب بس گہرا سانس ہی بھر سکا۔

"نہیں رہ پارہا اس سے دور یار، دل چاہتا ہے نقصان کروالوں اپنا۔ جن کے لیے یہ کمبخت دل دھڑک اٹھے انکی آزمائش لینی بڑی اوکھی ہو جاتی ہے

ویرے۔ بس دعا کر دے میرے لیے، تہجد میں۔۔۔ جو تو کرتا ہے، جو تیری عادت ہے۔۔۔۔"

حسیب کے لہجے کا کرب اوزان کی آنکھوں میں ویرانگی سی لے آیا، کیا بتاتا کہ وہ خود بھی تو محبت اور دیوانگی کے راستے پر چل نکلا ہے۔

"ہمم۔ چل ٹھیک ہے خیال رکھ اپنا۔ کل ملتا ہوں تجھ سے شام۔۔۔ تنویر کو ابھی اپنے اور بہارے کے نکاح کا مت بتائیں۔۔۔ اللہ حافظ"

اوزان نے دل سا بھاری محسوس کرتے کال کاٹی جبکہ حسیب کے چہرے کی رنگت سی بدلی۔

"کمینے پہلے نہیں بتا سکتا تھا۔۔۔۔۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ فٹے منہ ہے تیرے حسیب۔۔۔۔ خود ہی کہہ دیا آ بیل مجھے مار۔"

بند ہوتی کال پر بچارا فون کی سکرین گھورتا بڑبڑایا جبکہ اوزان نے اگر اس کے لیے منع کیا ہے تو ضرور مصلحت ہو گی اور اب حسیب کو نئی فکر گھیر گئی۔

اوزان نے ڈنر کے لیے پیزا اونلائن آرڈر کیا اور زینیش کو اس نے پہلے ہی ماسی بن کر کچن پکڑنے سے اٹھتے ہی روک دیا جس پر وہ بس نئے لائے ڈریسز میں نے بلیک ایمبائڑری والا بلیک شائنی کٹ داری موتیوں کے گچھوں سے اسکے امبریلا بازو کڑھائی سے اٹے تھے باقی پوری شارٹ قمیص سنپل تھی جبکہ سیدھا تنگ ہی بلیک ٹراوز تھا اور دوپٹہ شال والے زرا گرم سٹف میں تھا۔

پیروں میں اس نے بلیک ہی بہت ساری سٹریپس اور پرلز والی بلاک ہیلز پہنی، میک آپ اس نے نہیں کیا بس ہونٹوں پے لائیٹ سا گلوز آپلائے کیے آنکھوں میں مسکارہ اور لائنر لگا کر تیاری مکمل کی اور بال کھلے چھوڑ دیے، اپنی پرفیوم کا بس ہلکا سا سپرے کیا۔

"مجھے یوں دیکھ کر آپ نے پھر بہک جانا ہے، لیکن مجھے نہیں پتا کیوں میرا دل آج تیار ہو کر سجنے سنورنے پر آمادہ ہے۔ شاید میں آپکی سراہتی نگاہوں کی طلب گار ہو گئی ہوں۔۔۔ اف میرے اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے مجھے"

وہ خود اپنے روپ سروپ کے اس جان لیوا موسم کے آگے نڈھال تھی پھر اوزان کی نظر کیسے سہتی۔

"بس پانچ منٹ میں پیزا آجائے۔۔۔۔۔"

اوزان جو اسے ڈنر کا ہی بتانے روم میں آیا آگے اس دھڑکنوں کی رفتار کھینچ کر سلب کرتی زینو، سیاہ میں لپٹے دمکتے چاند نے اسکے حواس ہی منجمد کیے، باقی کا جملہ اوزان کے ہونٹوں میں ہی دب گیا۔

"زینیش! کیا تم مجھے مار دینا چاہتی ہو؟"

وہ اسکو اس وقت دنیا بھر کی ظالم لڑکی لگی جبکہ وہ گردن اکڑا کر بنا گھبرائے اس مدہوش و درماندہ شخص کے قریب آئی تو اسکی نزدیکی پر اوزان نے گہرا سانس بھرا جیسے اس لڑکی کے سحر، کشش اور روپ سے ڈر کر آہ بھری ہو۔

"یہ میں خود کے لیے تیار ہوئی ہوں، آپکے لیے نہیں۔۔۔۔ منہ بند کرلیں مکھی چلی جائے گی۔ میرا دل چاہ رہا تھا سجنے سنورنے کا۔ ہٹیں پیچھے"

وہ اسکے روبرو اتنی بہادر ہوئی کہ اوزان دایب سے سمجھنا مشکل تھا کہ یہ خواب ہے یا سچ میں وہ جان کو آگئی ہے۔

اوزان کی آنکھوں میں پھیلی بے یقینی پر زینیش کی گھبراہٹ کم ہوئی اور اس سے پہلے وہ اس کے اندر کے سارے شوق ابھارے پاس سے کفی بے رحم ہوا کے جھونکے کی طرح بنا اس قربت کی خواہش رکھتے شخص کے پاس سے گزر جاتی، وہ ایک ہی لمحہ لگائے اسکو کمر سے جکڑے واپس پلٹائے لاک کر گیا۔

"مجھے لگ رہا ہے کہ یہ سب خواب ہے، کچھ ایسا کرو کہ مجھے یقین آئے یہ تم ہی ہو"

اوزان کی بے خودی میں شدت آئی ویسے ہی زینیش کی دھڑکنیں سست پڑیں، حلق سوکھتا محسوس ہوا، کان میں سائیں سائیں ہوئی اور دونوں کے سبب ویسے ہی ارد گرد فسوں برپا تھا۔

"مجھے آپکو یقین نہیں دلانا، چھوڑیں مجھے۔۔۔۔"

وہ خود کو جان بوجھ کر اس شخص کے حواسوں پر طاری کر کے اب دامن جھٹک رہی تھی یہاں سنگدل تھی جبکہ وہ خود پر اختیار کھو سا گیا، سمجھ نہ سکا اس جان لیوا کشش سے کیسے نکلے۔

تبھی ان چمکتے نرم ہونٹوں کو دیکھتے سارا ضبط ٹوٹ سا گیا، نرمی سے آنکھیں بند کیے وہ اسکے ہونٹوں کے گوشوں کو اپنی سانسوں کی حرارت دینے کے بعد اپنے ہونٹوں کے کنارے سے جیسے بناز ینیش کو سانس لینے کی مہلت دیے سہلا گزرا، زینیش اسکے سینے پر بازووں اور ہاتھوں کا دباو بڑھاتے جان سی نکلنے پر پھڑ پھڑائی، لیکن وہ اس قدر بے بس تھی کہ ہل بھی نہ سکی۔

اوزان نے چہرہ پیچھے کو زرا سر کا کر اپنی بند آنکھیں کھولیں تو وہ گہرے سانس بھرتی اسکی آنکھوں میں کھلتی بند ہوتی آنکھوں سے تکتے ہی وہاں پھیلا سرور دیکھے لرز کر نظر جھکا گئی۔

"تمہاری یہ کشش مجھے بے بس کر رہی ہے زینیش، مجھ سے دوبارہ مت بھاگنا۔ اگلی بار خود کو روک نہیں پاؤں گا، تمہارے قریب آتے ہی بھول جاتا ہوں خود کو"

وہ بوجھل لہجے میں سرگوشی کیے بولتے بولتے اس سہمی زینو کے ہونٹوں کے گلابی کناروں کو انگوٹھے کی پور سے یوں سہلائے بولا جیسے ان جام کے پیالوں کی صرف خوشبو سے ہی پاگل ہو گیا ہو، دل مزید کی طلب میں بے خود ہو مگر وہ ابھی اس کیفیت کو محسوس کرنے کا خواہشمند ہو جبکہ وہ یہ سوچ کر آدھی بے جان ہوئی کہ اگر وہ ان پر اور اسکی رکی اٹکتی سانسوں پر تسلط جما بیٹھتا تو وہ یہاں سلامت کھڑی نہ ہوتی۔

"م۔۔میں نے کوئی ظلم نہیں کیا۔۔۔ پلیز چھوڑ دیں مجھے اوزان۔۔۔۔ آپ ا۔۔اپنی حد پار کر رہے ہیں مسلسل"

وہ اس سے چہرہ موڑ کر سانس بھرنے لگی جس پر اوزان نے بھی خود کو سنبھالتے واپس ہوش دلایا اور نرمی سے تنگ حصار کشادہ کیا تاکہ زینیش کا چہرہ دیکھ سکے۔

"اب تمہاری سزا یہی ہے کہ تم روز میرے لیے یونہی اچھے سے سجو گی، حد کی بات مت کرنا، خود پر بہت جبر کا مظاہرہ کر رہا ہوں"

اوزان کی فرمائش پر الٹا اسے تپ چڑھی جبکہ اسکی تنبیہی سرگوشی پر جان لبوں پر آگئی، دل اب رک رہا تھا اور سانس تو زینو کو لگتا تھا کبھی اب بحال نہ ہو گی۔

"تاکہ آپ روز میری جان نکال سکیں۔۔۔ کیا ہو جاتا ہے آپکو؟ م۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے ایسے اوزان سے۔۔ یہ اوزان ب۔ برداشت نہیں ہوتا مجھ سے۔۔۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں"

وہ نم آنکھوں اور اٹکتی سانس کے سنگ جیسے اس بچی کی روح جنجھوڑتی کشش اور ذو معنیت پر روئی، اوزان نے ساری خماری پرے کرتے سنجیدہ ہو کر اس لڑکی کو دیکھا جو اب تک ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔

"میں ایسا کچھ نہیں سمجھوں گا، برداشت ہو نہ ہو یہ اوزان بھی تمہیں ہی سہنا ہے بلکہ اس سے کہیں درجے بے قابو بھی۔ لٹس گو پیزا آچکا ہو گا۔۔ مجھے اپنی توجہ بھٹکانی ہے"

وہ اسے اس چار دیواری میں مزید اپنے ساتھ افورڈ نہ کر پایا تو اسے ساتھ ہی لیے باہر نکلا جبکہ زینیش کی ٹانگیں تک اوزان کے یوں کھلے الفاظ میں تشنگی اور بے بسی بیاں کرنے پر کپکپا رہی تھیں۔

"میرے حلق سے کچھ نہیں اترے گا اب، آ۔۔ آپ کھالیں۔۔۔ مجھے چینج کرنے دیں"

وہ اس سے نظر نہ ملاتی بھاگنے لگی پر اوازن نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا اور باہر لاتے ہی کرسی زرا پیچھے کو سرکا کر بٹھایا۔

"ہر گز نہیں اگر تم نے چینج کرنے کی کوشش کی تو تمہیں یہی ڈریس دوبارہ خود پہناوں گا۔ اور میرے پاس یہ حق ہے اسے مزاق مت سمجھنا۔۔۔ چپ چاپ بیٹھو اور ڈنر کرو"

زینیش نے حراساں نظروں سے اوزان کو دیکھا جو یہ کہہ کر زینیش کی رہی دہی ہمت بھی اسی میں دفن کر گیا۔

اس لڑکی کی دھڑکنیں سست، جسم میں حرکت کرتا لہو جامد ہو چکا تھا، جبکہ پورے جسم پر عجیب سا بے خود رنگ حاوی تھا، جیسے کسی حیرت کدے میں اترے شخص نے کوئی بے یقین اور خوفناک شے دیکھ لی ہو۔

وہ جس مشکل سے ہمت جتائے یہاں بیٹھی تھی اسکا اوزان کو بھرپور علم تھا مگر وہ بھی کیا کرتا، وہ اس وقت ایسے روپ میں تھی کہ اوزان ایک لمحہ بھی

اس سے نظر ہٹانا نہ چاہتا تھا، بس وہ سامنے رہے، حواسوں میں اس لڑکی کی ملائم خوشبو گھلتی رہے، وہ سانس بھی لے تو اسکی آواز اوزان دایب انصاری کی سماعت کو چھو کر گزرے، وہ جنونی نہیں تھا پر اس لڑکی کے لیے وہ اپنے آپ کو بے اختیار چھوڑنے پر مجبور ہو رہا تھا۔

"شروع کرو زینیش"

پیزا اپیس اسکے لیے پلیٹ میں سرو بھی اوزان نے کی جبکہ وہ اسکو چھری کانٹے سے پیزا کھاتا دیکھ کر ہونق ہوئی، دل چاہا کسی طرح یہ چھری کانٹا اس بندے کے ہاتھ سے چھین کر اسکے ہاتھ میں پیزا اپیس تھما دے اور کہے مسٹر کمیلئین اسے کھانے کے لیے تھوڑی بتمیزی چاہیے۔

وہ جسکی آواز حلق میں دھنسی تھی، ہمت کیے، دھڑکنوں کے شور سے دھیان بھٹکائے اس نے اوزان کو ڈرتے ڈرتے دیکھا، نظر اسکے ہونٹوں پر گئی جو تہذیب و سلیقے سے کھانے کے ساتھ اپنے ساتھ جڑ چکے اس نشاط انگیز

لمحے کی یاد بھی وابستہ کر چکے تبھی تو زینو نے فورا نظر ہٹائی کہیں کچھ خطا سرزد نہ ہو جائے کیونکہ وہ خوبصورت، پرکشش اور لطف انگیز تھے۔

"م۔۔مجھے یہ دوسری طرح کھانا ہے"

زینش نے حلق میں اٹکی آواز کے باوجود آنکھیں چرا کر منمنانے کی سعی کی جس پر اوزان نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جیسے بھی کھانا ہے کھا سکتی ہو۔۔"

اوزان نے اس بار زرا رعب کے سنگ کہا جس پر زینو نے پہلے تو پیز اسلائس پر سے چکن اور کارن کے سوا سارے اجزاء جس طرح چن چن کر نکالے، اوزان کبھی اسے اور کبھی بلیک اولیو، نان الرجک مشروم، اور شملہ مرچ کے ٹکرے چن کر ایک طرف رکھتے زینو کے ہاتھ کو مایوسی سے دیکھنے لگا۔

"کیوں اس پیزا کی ہستی رول رہی ہو زینش؟"

اوزان سے اپنے فیورٹ پیزا پر اسقدر تشدد سہانہ گیا جس پر وہ ساری گھبراہٹ پرے کرتے دبا دبا مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے یہ سب نہیں پسند اس لیے، سوری۔ آپ سے پیزا کا مڈر نہیں دیکھا جا رہا تو کہیں اور چلے جائیں"

وہ ٹکا سا جواب دے کر پیزا ہاتھوں میں لیے جیسے کھانے لگی، اوزان کا اپنا دل مزید پیزا کھانے پر نہ مانا۔

"کوئی تمہیں اس طرح کھاتے دیکھے تو اسکا انسانیت سے اعتبار اٹھ جائے"

وہ اب بھی بگھڑے لہجے میں بولا لیکن پرواہ کسے تھی، وہ نہ اسے دیکھ رہی تھی نہ توجہ دے رہی تھی۔

اوزان نے ڈنر مکمل کیا اور زینو بھی فنش کرتے اٹھی اور دونوں پلیٹس اٹھا کر واش بیسن رکھے جبکہ باقی بچا پیزا اس نے فریج میں رکھا کیونکہ جمبو سائز تھا اور دونوں نے بس مناسب ہی کھایا سو ہاف بچ بھی گیا۔

زینیش نے اوزان کی طرف پلٹ کر دیکھا تو وہ اسے ہی ڈائنگ تکون ٹیبل کے ساتھ لگ کر کھڑا مستقل دونوں ہاتھ اپنے پیچھے رکھے میز کی سطح پر رکھے ٹکٹکی باندھے دیکھنے میں گم تھا، زینیش کو اسکے یوں دیکھنے کی کہاں عادت تھی تبھی ٹانگوں سے پھر جان پھسلنے لگی، ہونٹ اور حلق سوکھنے لگے بس اوزان کی مستقل نظر تک کی حدت برداشت کرنا زینو پر اگلی سانس تنگ کرنے لگا۔

"کیا آپکو کافی پینی ہے؟"

زینو نے اسکی آنکھوں میں تیری بے ادبی، استحقاق، خفگی و بے چینی کے سبب تاسف سے فوری پوچھا۔

"نہیں، تمہیں دیکھنا ہے"

بنا کسی ڈھکے چھپے بہانے کے وہ صاف گوئی سے بولا، لہجے میں ضد اور ڈھیٹائی تھی جبکہ زینیش نے ادھر ادھر نگاہیں گماتے نروسنیس کے سنگ اپنے ہاتھ ایک دوسرے میں جکڑے۔

"ک۔۔کیا ہم کل کے بجائے ابھی حویلی نہیں جاسکتے؟ م۔۔مجھے آئی جان بہت یاد آرہی ہیں"

مستقل اوزان کی نظر جب ارد گرد خطرے کے حائل احساس کو تقویت دینے لگیں تو زینو نے فوراسے تاسف بھری نظر اوزان پر ڈالے پھر پوچھا۔

"ابھی آئی جان کے لاڈلے سے کام چلاو"

وہ اب بھی ویسے ہی کھڑا تھا بس اب سینے پر بازو لپیٹ لیے اور اسے مستقل نگاہوں کی حدت سے نہار رہا تھا جبکہ زینو کے حلق میں اوزان کی ان تیز، گہری لو دیری نظروں سے خشکی بڑھنے لگی۔

تبھی وہ ڈسپینسر کی طرف بڑھی مگر اس سے پہلے پانی پینے کو گلاس اٹھاتی، عقب سے حائل ہوتے بازووں کے حصار پر وہ پلٹی تو اوزان دایب کے پہاڑ سینے سے جالگی، لمحہ لگائے زینو نے اسکے اطراف سے بازو لپیٹ کر ہاتھ اسکی کمر پر باندھے اور اسکے سینے میں چہرہ چھپایا، جیسے وہ اس سے چھپنے کے لیے

اسی شخص کا حصار چن بیٹھی وہ اوزان دایب کے ہونٹوں پر کسی کو بھی ساکت کر دیتی مسکراہٹ رقص کر گیا۔

اوزان نے اسکے لیے گلاس ہاف بھرا مگر خود سے ڈر اور خوف کے سنگ لگی زینو کو دیکھتے اوزان نے گلاس وہیں شیلف پر رکھا جسکی آہٹ پر وہ فوری اس سے دور ہو کر کچن شیلف کی سلیب سے جا لگی۔

"میں تو تمہیں پانی دینے لگا تھا، کیا ہوا میرے قریب آنے کی خواہش ہے؟"

وہ اسکی اس حرکت پر اور اسکی ڈری آنکھوں میں جان بوجھ کر جھانکا جو ہاتھ شیلف کی جانب بڑھاتی ایسے بے باک سوال پر بگھڑتی سانس استوار کیے گلاس اٹھائے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے اوزان کے سینے پر دباو دیتی اسکی قید سے آزاد ہوئے بھاگی مگر اسکی ہر فرار کی راہ اوزان دایب آج مسدود کر دینا چاہتا تھا، یہ کرنے پر اس پر آج جنون سا طاری تھا۔

"م۔۔مجھے نہیں ہے ایسی کوئی خواہش اوزان، پلیز تنگ مت کریں مجھے۔ جانے دیں۔۔۔"

وہ اسکے حصار سے نکلنے کو درشتی سے مچلی جبکہ اوزان نے اسکو لمحہ لگاتے اسکی مرضی کے تحت آزاد کیا جس پر وہ اس سے دور ہو گئی لیکن اوزان اس کے جانے سے پہلے کچن سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلا تو زینش پریشان ہوتی حیرت سے گلاس وہیں شیلف پر رکھے کچن کے دروازے تک چلی آئی جہاں اسے اوزان کی کمرے کی جانب غائب ہوئی بس پشت دیکھائی دی، لگا آنکھوں میں دھول آبسی ہے۔۔

"ناراض تو نہیں ہو گئے؟ خواہش تو ہے مجھے پھر کیوں میں نے منع کیا۔ اگر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے تو؟ نہیں وہ ناراض ہو کر پھر سے ہرٹ کریں گے۔ اور انکو خفا کر کے اگر مجھ سے اللہ بھی ناراض ہو گئے۔۔۔ نہیں مجھے جانا چاہیے"

وہ اسکے یوں چپ چاپ چلے جانے کو بھی برداشت نہ کر سکی، دو تین برتن تھے جو انکو واش کیا اور ہاتھ ڈرائے کرتی پیچھے ہی بے تابی سے کمرے کی طرف بڑھی، دروازے تک پہنچے مشکل سا سانس گھسیٹا، جسم و جان کے گرد نادیدہ حدت بڑھنے لگی، صرف اوزان کے آس پاس رہنا تک زینیش کے حواس جکڑنے میں بہت طاقت ور تھا۔

"اوزان"

وہ ڈور ناب گمائے دھیرے سے ناسنائی جاسکنے کی حد تک مدھم آواز میں پکاری تو دروازہ کھل گیا، جبکہ اوزان کو اتنی جلدی چینج کر کے واپس بلیک

شلوار قمیص میں ملبوس سونے کے لیے لیٹ جاتا دیکھے زینو کو پکا یقین ہوا کہ وہ ناراض ہو گیا ہے تبھی وہ ہمت کرتی چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتی آنکھوں میں چھلکتی نمی دبائے اسکی طرف گئی کیونکہ موصوف تکیے پر سینے کے دباو کے سنگ دہرے ہوئے بے ڈھنگے لیٹے تھے اور باڈی لینگو تج ہی ناراضگی عیاں کر رہی تھی سو زینو کو اسکی طرف جا کر ہی اسکا چہرہ دیکھائی دیا پر آدھا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟"

وہ اسکے پاس ہی زرا سا فاصلہ بنا کر میٹرس پر بیٹھی، دونوں کالے لباس میں اب تو سچ میں ایک دوسرے کے حواس ڈگمگا رہے تھے، ماحول خوامخواہ دونوں کی خوشبو اور موجودگی سے آگ پکڑنے لگا۔

"میرے قریب آنے کی تمہاری کوئی خواہش نہیں اس پر ہرٹ ہو گیا ہوں۔"

بند آنکھیں کیے ہی وہ چہرے کے تکیے میں دبکے ہونے کے سبب بھاری سی آواز میں جتاتے بولا اور چہرہ بھی چھپانے کو گردن گما کر دوسری طرف کیا اور باخدا اوزان کی یہ ناراضگی زینو کی جان پر بنی۔

"ہرٹ ہونے کی کیا بات ہے اس میں، بس مجھے اس اوزان سے ڈر لگتا ہے۔ آپ سو جائیں لیکن خفا ہو کر نہیں۔"

زینو نے الجھ کر کہتے ٹوٹے بکھرے لہجے میں اسے سمجھایا جبکہ وہ کچھ نہ بولا، جنبش تک نہ کی۔

"تم اپنے لیے دیکھ لو کوئی بھی دوسرا روم، اور جا کر ایزیلی سو جاو"

پھر سے اوزان کی سرد آواز زرا سے کھردرے پن سمیت کمرے میں گونجی لیکن وہ اسکا چہرہ نہ دیکھ سکی، کمرہ الگ سوچ کر ہی زینیش کا دل رکا، وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے جھک کر اپنے ملائم پیروں کو بلاک ہیلز کی سٹرپس سے آزاد کیا اور بیڈ کے زرا نیچے سرکائیں اور یونہی ٹانگیں بیڈ کے نیچے لٹکائے بینڈ ہو کر

اوزان کی طرف بیٹھے بیٹھے وہ اس کی پشت پر پر جھکی، چونکہ وہ کروٹ کیے سینے کے بل لیٹا تھا تو زینیش اس کے کسرتی شانے سے آنکھیں موند کر اپنا چہرہ وہیں جوڑ گئی، اوزان نے اب بھی کوئی حرکت نہ کی، ہاں اس لڑکی کے ملائم سے وزن کے سبب دل ضرور اپنی من مرضی کی حدوں کو پار کرنے لگا۔

"مجھے ڈر لگا تو؟"

وہ اتنا آہستہ بولی کہ اوزان کو بہت دقت سے سنائی دے سکا، ویسے بھی اس لڑکی کے دھڑکتے دل کی حرکت اوزان کو خود میں اترتی محسوس ہو رہی تھی اور اسکے علاوہ کچھ کہنا سننا محال کر دیا گیا تھا۔

"تو آئینے میں اپنی شکل دیکھ لینا"

وہ اسکی ناراضگی میں دیے اس مشورے پر ہاتھ بڑھا کر میٹرس پر رکھی بازو کے سبب چہرے کے پاس ہی موجود اوزان کے ہاتھ کو اپنی لانبی انگلیوں کی پوروں سے چھوتی الوہی مسکرائی۔

"وہاں بھی آپ دیکھائی دیں گے تو میں اور ڈروں گی"

یہ وہ کہنا تو نہیں چاہتی تھی پر نا جانے اس لمحہ کیا ہوا کہ ہونٹوں سے یہ سچ بے ارادہ پھسلا، وہ کسمسایا تو زینو ڈر کر اسکے ہاتھ کو مس کرتی اپنی ملائم انگلیوں کو ناصرف خوف سے پیچھے ہٹا گئی بلکہ اس پر سے واپس اٹھ کر بیٹھے اس سے پہلے میٹرس سے اٹھ کر بھاگ جاتی، اوزان نے کروٹ واپس موڑتے اسکی ہتھیلی مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں پکڑے ایک ہی جھٹکا دے کر زینو کو خود پر گرایا جو اس اچانک افتاد پر اپنی منتشر سانس بھی استوار نہ کر سکی کہ اوزان دایب انصاری کے سلگتے ہونٹوں کی جنبیش زینو کو اپنے ہونٹوں پر سرسراتی محسوس ہو کر بے جان کر گئی، اسکے میسی جوڑے سے بال جھٹکے سے کھل کر خوشبو اور سائے سے اوزان کو پاگل و بے خود کر گئے۔

"ا۔۔اوزان نہیں۔۔۔پلیز"

وہ اس سے پناہ کو خشک پڑتے ہونٹوں کو تر کرتے کپکپاتی آواز میں کہتے سسک اٹھی، سانس تک بھر نہ سکی تو پوری لرزہ بر اندام ہو گئی۔

زینو کا چہرہ اوزان کی سلگتی سانس سے سرخ رو ہو رہا تھا جبکہ اسکی اس التجاء پر اوزان نے اسکو سنبھالنے کی خاطر جو ہاتھ زینو کی کمر سے جوڑا اسکا دباو بڑھاتے اسے خود میں بھینچا۔

"بس اتنے قریب رہو پھر میرے"

اوزان کے ہونٹوں کی جنبیش زینو کو اپنی گردن کی ملائم جلد پر رینگتی، ضبط توڑتا محسوس ہوئی اور اسکی مدھر بھاری سرگوشی سماعت میں رنگ گھول گئی۔

"لیکن م۔۔مجھے یہ ڈریس چبھ رہا بازووں سے، میں پکا آپکے پاس رہوں گی لیکن کمفرٹیبل ہو کر"

وہ اسے ملنے کی بھی اجازت نہ دے سکتا تھا پھر اس حصار سے نکل کر اپنی خوشبو سے وہ اسے کیسے محروم کر دیتی۔

"میرے لیے تھوڑی سی چبھن نہیں سہہ سکتی تم؟"

وہ اس وقت واقعی ایک ضدی جنونی شخص تھا جسکے آگے زینو کی ایک نہ چلتی۔

"سہہ سکتی ہوں، یہ بتائیں ناراض تو نہیں ہیں؟"

زینیش کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ اتری جسکا اوزان کو اسکے گردن پر سرکتے لبوں سے اندازہ ہوا، وہ اسکے وجود پر سے سرک کر میٹرس پر منتقل ہوئی کیونکہ اسے اچھا نہ لگا خود کو اوزان پر حاوی رکھنا لیکن وہ اب بھی اس پر حاوی تھی، اوزان کے حرارت اگلتے پیر زینو کے پیروں کی ٹھنڈی ہتھیلوں سے مس ہو کر زینو کو مزید سکون اور شیریں سا گدگداتا احساس بخش کر اوزان کی جانب مائل کر رہے تھے۔

وہ اسکی کمر پر بکھرے بال ہاتھ بڑھا کر ایک طرف ڈھلکائے اس وقت اس کے نرم گرم احساس میں مدہوش ہو چکا تھا۔

"اگر تم ساری رات میرے اتنے ہی قریب رہی تو سوچوں گا ناراضگی ہٹانے کا، اب بس آواز نہ آئے تمہاری سکون چاہتا ہوں"

وہ اسکے سختی سے خاموش ہونے کا کہنے پر پھر سے دبا دبا مسکرائی، ایک ہاتھ اوزان کے جبڑے پر ٹکائے دوسرا اسکی اپنی کمر سے جکڑے بازو میں سامنے سے لپیٹے وہ خود بھی پر سکون ہو کر آنکھیں موند گئی۔

اوزان دایب کی تیز دھڑکنیں زینیش کے سبب معمول پر آئیں جس پر وہ اپنی ہتھیلی میں دبے اوزان کے سینے کے دھڑکنے کی رفتار محسوس کرتی مسرور ہوئی۔

کچھ لمحے ہی گزرے کہ زینو کو اپنی کمر پر رینگتا اوزان کا ہاتھ تھم جاتا محسوس ہوا تو وہ چہرہ اسکی گردن سے نکالے زرا سا اٹھ کر اسکو دیکھنے لگی جو سوتے میں

جاگتے سے زیادہ خوبصورت ہو گیا تھا، اور حیرت کی بات تھی دو دن سے اوزان کو انسومیہ کے عارضے کے باوجود بہت اچھی نیند آنے لگی، جیسے وہ شام بھی بے وقت سو گیا اور اس وقت بھی۔

"آپ بہت اٹریکٹیو ہیں اوزان، ایسا کیوں لگتا ہے آپکی اس کشش کے پیچھے صرف یہ خوبصورت دل اور چہرہ نہیں بلکہ کوئی روحانی رنگ مخفی ہے۔ ایسا تو میرے ساتھ کبھی نہیں ہوا کہ میں کسی اپنے پیارے کو لے کر اتنا پرسکون محسوس کروں کیونکہ آپ واحد ہی مجھے اپنے ذاتی لگتے ہیں، آپ سے محبت اپنی جگہ مگر آپکا زینو کی نظروں میں بہت اونچا رتبہ ہے، آپکو دیکھ کر دل اپنے رب کی جانب مائل ہوتا ہے، کہ اسکا شکر کروں جس نے آپ کو میرا شریک حیات، وجود اور سانس بنا دیا"

وہ اسکے آدھے ادھے بیرڈ سے پاک عارضوں پر ہتھیلی سہلائے، سیاہ بیرڈ جو بہت نفیس انداز میں اسکے خوبصورت چہرے پر موجود تھی، اسکو چھوتی، اسکی صبیح پیشانی، رخسار اور پھر گلابی سی چھب دیکھاتے ہونٹوں پر جب اپنی

نرم انگلیوں کی پوریں لائی تو انکی نرمی کا احساس جب اسے اپنے ہونٹوں پر پھر سے جگتا محسوس ہوا تو زینیش نے سرور کے سنگ آنکھیں موند کر وہ لمحہ یاد کیا، انگ انگ میں نشاط انگیز سی لہر سرائیت کی۔

"کاش میں آپکو کہہ پاتی کہ آپکا مجھے ہر طرح چھونا مقدس ہے میرے لیے پر کہاں سے لاوں وہ زبان جو آپکو لے کر میرے اندر جنم لیتے شوق اور جنون کو زبان دیں۔ بس آپکے آگے زینو کی دنیا ختم ہو گئی"

وہ پھر سے سوچتی دل میں اس شخص کو آسمان کی طرح کا رتبہ بخشے واپس دسترس میں آتی اسکی گردن کو ہونٹوں سے چھوتی اپنی ہتھیلی اسکی گردن کی دوسری طرف جمائے آنکھیں موند گئی۔

..______________________..

"یہ لوگ اس پورے علاقے پر گاہے بگاہے فائرنگ کر رہے ہیں کیپٹن، کئی علاقائی لوگ زخمی اور اٹھارہ کے لگ بھگ شہید ہو گئے۔ اور خطرے کی بات

یہ ہے کہ یہ مسلسل خنزہ کی وادیوں پر قبضہ کرتے آگے بڑھ رہے ہیں، انکا ٹارگٹ یہاں کا امن و سکون برباد کرنا ہے۔۔۔۔کوئی بڑی ڈیمانڈ لگتی ہے اس بار"

پہنچ تو وہ لوگ ہنزہ دن ہی گئے مگر یہاں کیمپ پر آتے ہی کام شروع تھا، اپنی ٹیم کی لیڈ الماان کے ہاتھ میں تھی جبکہ اسد بھی اس مشن میں اسکے ہمراہ تھا۔

یہاں پہاڑی اور میدانی علاقوں میں ہڈیاں جما دیتی نا صرف ٹھنڈ تھی بلکہ ہاتھ پیر تک سن ہو چکے تھے، خود فوجیوں نے آگ جلا کر کیمپ میں موجود سردی کا توڑ کر رکھا تھا۔

الماان بھی دوربین سے دور پار کے علاقوں کو اگیز امن کر رہا تھا مگر چونکہ رات ہو چکی تھی سو ان لوگوں نے فی الحال یہیں سٹے کیا۔

"وہ لوگ جانتے نہیں کہ یہاں کا امن و سکون تباہ کرنا انکا صرف ایک مکرو خیال بن کر رہ جائے گا، کل انکی نجس آنکھیں آخری بار سورج دیکھیں گی

اسد۔ تیاری پوری ہے، موسمی اثر سے بچنے کے ہر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کسی قسم کی لاپرواہی افورڈ نہیں کر سکتے"

المان کی پروفیشنل تاکید پر اسد نے فوری سر اثبات میں ہلایا، یہ کیمپ فوجی چھاونی تھی جہاں انکے آنے سے پہلے ہی اس بڑے مشن کی تیاریوں کے لیے اسلحہ، بارودی بمب اور تمام ضروری چیزیں تیار کی جاچکی تھیں۔

وہیں دوسری جانب یہ ایک بند کمرے کا منظر تھا جہاں کھدر کے شلوار قمیض پہن کر کوٹ چڑھا کر ایک لمبے راونڈ ٹیبل کے گرد کچھ لوگ کھڑے تھے جنکے منہ سے ٹھنڈ کے سبب دھواں اگل رہا تھا۔

میز کی سطح پر ایک نقشہ کھلا تھا جہاں ان لوگوں کے ٹارگٹ سرخ نشان سے ہائی لائیٹ تھے۔

"اس بار کمانڈ میجر گلزار نے اپنے سب سے خاص کیپٹن کے سپرد کی ہے، وہی کیپٹن ہے یہ جس نے کوئٹہ سے اداخیل کو اریسٹ کیا۔ اب ہمیں ادا

خیل کو واپس لینا ہے اسکے لیے اسی کیپٹن کو یر غمال بنانا ہے۔ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں ہم لوگ بمباری کریں گے۔ ادا خیل کی بازیابی بہت ضروری ہے بھائیو! اسکے ہاتھ میں ہی ہمارے اس دشمن ملک کی تباہی کے راز ہیں۔ اس سے پہلے وہ وحشی آرمی اسکے منہ سے تمام راز اگلوائے ایکشن لینا ہو گا۔"

انہی آدمیوں میں سے جو خاصی بڑھی داڑھی اور وحشی مڑی ہوئی مونچھوں والا تھا اس نے اپنے خوف اور وحشت کے سنگ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا جس پر سب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے چہ مگوئیاں کیں۔

"خبر ملی ہے وہ ہنزہ اپنی ٹیم کے ساتھ دن کو پہنچ چکا ہے، فوجی چھاونی میں غیر معمولی حرکت ہمارے حق میں اچھی نہیں بابا سرکار۔ اور وہ الامان سیال کوئی عام انسان نہیں، وحشی قسم کا جنگجو ہے۔ وفادار اور جوشیلے لوگوں کا ساتھ ہے اس کے ہمراہ۔۔۔۔ ہر قدم پھونک کر رکھنا ہو گا۔"

اسی کے آدمیوں مئں سے یہ ایک بولا جسکی آواز میں ڈر عود دا۔

"اسکی کمزوری بھی ڈھونڈ لیں گے برخوردار، پہلے زرا اس سے آمنا سامنا تو ہو لے کہ ایسا کونسا سورما ہے جس نے ادا خیل جیسے عفریت اور بلا کو دبوچ لیا۔ کل کا سورج اس جوشیلے کیپٹن کے لیے آخری ہو گا"

پھر سے اسی شکل نورانی مگر کرتوت کافرانہ والے بابا سرکار نے آنکھوں میں خباثت بھرے کہا تو سب ایک ساتھ ویسے ہی مسکرا دیے، انہی میں سے کچھ لوگ بڑے بڑے لکڑی کے کریٹ اٹھائے ان کو ترتیب سے رکھ رہے تھے، ان لکڑی کے کریٹوں میں جو بھی تھا وہ سمگلنگ ہونے والا تھا اور یہ سمگلنگ کوئی معمولی نہیں بلکہ ملکی انٹر نیشنل لیول کی تھی تبھی تو اسکی روک تھام کے لیے پاکستان آرمی کو یہ مشن ملا تھا۔

وہیں حسیب نے جب تنویر پاشا کو رہا کیا تو وہ زخمی اور مریل حالت کے باوجود واپس اپنے بنگلے پہنچا، اسکے لوگ اسکی نیم جان حالت دیکھ کر دوڑے باہر نکلے مگر وہ دھاڑ مار کر تا صرف انکو اسی وقت حکم سنا رہا تھا کہ اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر بہار چاہیے۔

جبکہ اسکے پھنکارتے لوگ رات کے دو بجے خانزادہ حویلی گھسے، دروازے سے باہر نکلتے چوکیدار کو سر میں اس زور سے لوہے کی گن کا پچھلا حصہ مارا کہ وہ بچارا مزاحمت اور انکی روک تھام کے لائق نہ بچا اور وہیں زخمی ہو تا گر پڑا۔

دو گارڈ بھی اندر موجود تھے مگر تنویر کے لوگوں نے انکو بھی زخمی کیا، باہر چلتی گولیوں کی گھن گرج پر بہار، صائمہ خانزادہ اور انکی ملازمہ اور مددگار آسیہ بھی خوفزدہ ہو کر جاگیں، صائمہ خانزادہ نے بھی کمرے سے خان بہادر کی رائفل نکالی اور آسیہ اور بہار دونوں کی ڈھال بنے داخلی دروازے کے پیچھے خوف دباتے بظاہر خود کو مضبوط دیکھائے چھپ گئیں۔

وہ لوگ تنتناتے اندر گھسے تو آگے تنی رائفل دیکھ کر زرا دیر کو بوکھلائے۔

"کون ہو تم کنجرو! ہمت کیسے کی خان بہادر کے اوطاق میں گھسنے کی۔۔۔ حرامیو! ماں بہن نہیں ہے کہ تم لوگوں گی۔۔۔۔ یہ مت سمجھنا ہم

عورتیں ہیں تو ڈر جائیں گی، اگر تم سب کتوں نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو اس رائفل کو میں تم پر بھی خالی کروں گی۔۔۔۔"

صائمہ صاحبہ کا بس نہ چلا ان سب کے کلیجے چیر دیتیں۔

"نیچے کر رائفل بڈی، ورنہ تیری کھوپڑی میں اتنے سوراخ ہوں گے کہ تیرا لاڈلہ گن بھی نہ سکے گا۔ چپ چاپ بہارے بی بی کو ہمارے حوالے کر دے ورنہ تیری اور تیری ملازمہ کی یہاں کسی کو لاش بھی نہ ملے گی"

تنویر کا یہ خاص اور خبیث آدمی ظفر ہی تھا جس نے نہایت حقارت سے صائمہ صاحبہ کو دیکھتے ڈرایا مگر بہار نے جب اسکو پہچانا اور بی بی کا لفظ سنا تو وہ صائمہ آنٹی اور آسیہ کی ڈھال بنی فوراً سامنے آئی، ان خبیثوں کے آگے وہ صائمہ آنٹی اور آسیہ کو کیسے ڈال دیتی۔

"خبر دار اگر تم لوگوں نے ان دو کو آنچ بھی دی، میں چل رہی ہوں۔۔۔۔صائمہ آنٹی پلیز رائفل ہٹا لیں۔۔۔اور تم لوگ بھی جاو باہر میں آتی ہوں"

بہارے کے حکم پر وہ لوگ گنز نہ صرف ہٹا گئے بلکہ پھنکارتے باہر بھی نکلے جبکہ بہار نے نم آنکھوں سے پلٹتے ہی صائمہ آنٹی سے رائفل لی اور انکے گلے لگی۔

" آئی ایم سوری آنٹی، ڈیڈ میری وجہ سے حسیب یا آپکو نقصان پہنچائیں یہ میں نہیں سہہ پاوں گی۔وہ میرے لیے بہت قیمتی ہے تو آپ اسکے لیے پوری دنیا ہیں۔مجھے ابھی جانے دیں ورنہ ڈیڈ وحشی درندے بن جائیں گے۔۔۔"

وہ خود آزردہ تھیں، کیسے حسیب کی امانت کو جانے دیتیں، خود آسیہ اب تک کانپ اور رو رہی تھی۔

"لیکن پتر تو میرے سیبو کی امانت ہے میرے پاس، کیڑے پڑیں اس بدذات تنویرے کو۔۔۔"

وہ خود آبدیدہ ہوئیں اور حقارت سے انکا لہو ابلا۔

"میں اسکی امانت ہوں لیکن اس بہار نے اگر اس سے اسکی خوشی یا یہ جنت چھین لی تو ایک سانس بھی نہ لے سکوں گی۔ میں جلدی آجاوں گی۔ ابھی آپ بس حسیب کو کہیے گا کچھ نہ کرے۔ ایسا کچھ نہ کرے جو اسکے لیے خطرہ بنے ڈیڈ نے حدیں پار کر لیں۔۔۔ پلیز۔۔۔۔ اللہ حافظ "

وہ روتی انگیں سمجھاتی ہوئی باہر نکلی مگر باہر زخمی گارڈز اور چوکیدار کو دیکھ کر بہارے نے خونخوار نظر اسی ظفر پر ڈالی۔

"انسانیت نام کی چیز نہیں ہے کیا تم سب میں، ان کو کیوں تکلیف دی۔"

بہار کی خشونت بھری دھاڑ پر ظفر نے بنا کوئی لحاظ کیے بازو سے اس آنکھوں سے آگ اگلتی بہارے کو دبوچا، اسکے ہاتھ سے اسکا فون لے کر وہیں فرش پر پٹخا اور گھسیٹ کر حویلی سے نکلا۔

"آپ اپنا منہ بند رکھیں ورنہ آپکا منہ بند کرنا پڑے گا مجبوراً بی جی"

ظفر نے اسے اسی بے دردی سے پکڑ کر گاڑی کھولے اس میں دھکیلا اور وہاں سے گاڑیاں لے گئے جبکہ اس ہولناک حادثے کی خبر جب حسیب کو ملی اور وہ گھر پہنچا تو اپنے زخمی لوگ، ڈری آسیہ اور روتی اماں سائیں کے بعد ایک اور بڑا کرب بہار کی غیر موجودگی تھی جو اس ہمیشہ مسکراتے شخص کی دنیا اندھیر کر گئی۔

"وہ لے گئے کنجر اسے، م۔۔۔مجھے معاف کر دے سیبو۔ نہ میں تجھے گھر سے نکالتی نہ وہ کتے حرامی تیری بہار کو لے جانے کی ہمت کرتے۔ معاف کر دے۔"

اماں کی سسکیاں اور اذیت پر وہ کچھ نہ بولا بس انکو تسلی دی، تینوں زخمی اپنے لوگوں کو ہوسپٹل پہنچایا جبکہ خود وہ اوزان کو بھی یہ سب بتانے سے خوفزدہ تھا کیونکہ اوزان نے اسے تنبیہہ کی تھی کہ لیکن وہ پاشا کو بتا کر یہ سب قیامت خود برپا کروا چکا تھا، بہارے سے رابطہ بھی تو ناممکن تھا کیونکہ وہ لوگ اسکے فون کو وہیں پھینک کر توڑ گئے سو اب اسکے پاس پیچھے جانے کے سوا کوئی آپشن نہ تھا۔

..______________________..

"آخر کس قسم کے درندہ صفت انسان ہیں آپ اور آپکے یہ پالتو کتے۔ کیوں مجھے میرے حال پر نہیں چھوڑتے آپ؟ کیوں میری زندگی موت سے بر تر کرنے کے بعد بھی آپ میری اذیت میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں"

وہ آ تو گئی مگر لان میں اس آدھی رات کے پہر ٹہلتے زخمی تنویر پاشا کو دیکھ کر اس لڑکی نے جتنی اپنے اندر بھڑاس دبائی سب ایسی چینخ کر اگلی کہ پورے بنگلے کے در و دیوار لرزے۔

"اس لیے کہ یہ جس کے سامنے بکواس کر رہی ہو وہ تمہارا باپ ہے، زلیل تو تم نے مجھے کیا۔ یہ دیکھ رہی ہو میرا لہولہان چہرہ۔ یہ حالت حسیب خانزادہ کے لوگوں نے کی میری۔۔۔۔ حرام زادہ مجھے جس ہمت سے اپنے داماد ہونے کا بتا رہا تھا میرا بس چلتا تو اسکی گردن کاٹ دیتا۔ پر میری تو اپنی اولاد ہی ناکارہ ہے۔۔۔۔ کہاں گیا تمہارا اوزان کے لیے جنون اور پاگل پن۔۔۔ کوئی عزت نفس بچی ہے تمہارے اندر یا نشے میں دھت رہ رہ کر وہ بھی ختم کر دی۔۔۔۔۔۔ کیسے؟ کیسے کی تم نے میری اجازت کے بنا شادی۔۔۔ وہ بھی اس گھٹیا آدمی سے جو ہمارے حلق کی سب سے بڑی ہڈی ہے"

وہ اس وقت وحشی بنے جیسے دھاڑے، بہار کو انکے لہولہان نیل زدہ چہرے پر نہ ترس آیا نہ انکی کسی بات پر وہ کان دھرنا چاہتی تھی الٹا نفرت سے بپھری۔

"اوہ تو آپکو اب بھی اپنے حلق کے پھندے کی فکر ہے، خود غرضی کا کوئی ایوارڈ ہوتا تو اپکو ہی ملتا ڈیڈ۔ اور آپکی اجازت کیوں لیتی، آپ بھول رہے ہیں کہ میری سرپرست مسیز ولیئیم ہیں اور انکی اجازت شامل تھی۔ اگر میں جرمنی کے کورٹ میں آپکا یہ رویہ جا کر بتاوں تو وہ یہاں آکر آپکو اریسٹ کریں گے مجھے میرے قانونی شوہر کے گھر سے یوں زبردستی لے کر آنے پر۔ آپ نے اور مس فریدے نے میرے اندر چھوڑا کیا ہے؟ مر تو چکی ہوں کیا اپنی مرضی سے بہارے کو دفن ہونے کا بھی حق نہیں۔۔۔۔ آج اگر میرے اندر تھوڑی سی زندگی نمودار ہو ہی گئی ہے اس شخص کے سبب تو آپکو یہ بھی قبول نہیں۔۔۔ کتنی بار کہوں مجھے نفرت ہے آپ سے، آپکے میرے باپ ہونے سے۔۔۔ مجھے اس دنیا میں لانے کے عمل

سے۔۔۔۔ تو پھر کس حق سے مجھ پر یہ رعب جما رہے ہیں۔ کیوں آپ نے حسیب خانزداہ کے گھر اپنے یہ غلیظ لوگ بھیجے،"

وہ وحشی نہیں تھی لیکن اسے اس شخص نے بنایا تھا، وہ چینخی تو لمحہ بھر خود تنویر کی آنکھوں میں لہو اترا اور آواز رہن ہوئی۔

"حسیب خانزادہ نے جو زلت میری کی اسکا حساب وہ ضرور بھگتے گا، پھر اسکے لیے مجھے اسکی کل وارث ماں کو نقصان پہنچانا پڑا یا تمہیں، اپنی بیٹی کو یا اسے یار کو۔۔۔ اب اگر اس وحشی درندے کی جان تم میں آ ہی گئی ہے تو تم جیسی ناکارہ اولاد کو بھی کام کا بنانا خوب جانتا ہے تنویر پاشا۔ "

تبویر نے نہ کوئی لحاظ کیا نہ اس کا احساس کہ وہ بیٹی ہے، بازو سے دبوچ کر گھسیٹتا ہوا وہ بہارے کو بنگلے کے اندر لے کر بے رحمی سے بڑھا۔

وہ چینختی رہی، جن زادی کی مانند، لیکن تنویر نے اسکی بازو اسکے کمرے میں لا کر ہی آزاد کی اور دھکیل کر بہار کو میٹرس پر نفرت چھلکاتے چہرے سے گھورتے دھکا دیا۔

"اب تم یہیں قید رہو گی بہار، گلو سڑو اور مرو۔۔۔اگر میری اولاد میرے کسی کام کی نہیں تو اسے اپنا کام بگھاڑنے بھی نہیں دوں گا۔۔۔ آئے گا وہ یہاں تمہارے پیچھے اور پھر اس سے اپنے ایک ایک زخم کا بدلا لوں گا۔۔۔۔"

ڈیڈ کی ایسی سنگدلی اور کہہ کر جانے پر وہ پیچھے اٹھ کر دوڑی مگر تب تک اسکے منہ پر دروازہ بند ہونے کے ساتھ لاک ہوا جبکہ بہار کے پیروں تلے سے زمین سی سرکی۔

لڑکھڑا کر اکھڑے سانس کھینچتی وہ وہیں دروازے میں بیٹھتی چلی گئی۔

"مت آنا حسیب۔۔۔پ۔۔پلیز میرے پیچھے مت آنا۔۔۔یا اللہ اسے کچھ ہونے مت دیجئے گا۔یہ میں نے کیا کر دیا، میں نے اپنے ان بد بخت ہاتھوں سے حسیب کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔۔۔۔نہیں پلیز۔۔۔اسے اگر میری وجہ سے کچھ ہوا تو میں تو مر کر بھی چین نہیں پا سکوں گی۔۔۔۔یہ کیسا باپ ہے اللہ۔۔۔م۔۔مجھے یہاں سے نکلنا ہو گا"

بہار کا پورا جسم حسیب پر آئی آنچ کا سوچ کر ہی لرز رہا تھا، وہ ہمت کرتی اٹھی، گلاس ڈور کی طرف بڑھی، کرٹل ہٹائے تو سامنے ہی دو خونخوار گن میز پہرے پر کھڑے دیکھائی دیے، یعنی وہ ہل بھی نہیں سکتی تھی۔

پردے واپس ٹھیک کیے وہ پلٹی، اور دوڑ کر کبرڈ کی طرف بڑھی۔وہاں اسکا دوسرا فون جو وہ یہاں پاکستان یوز کرتی تھی ملا لیکن وہ بند تھا، بیٹری ڈیڈ تھی۔

فوری اسکا چارجر ڈھونڈا اور اسے چارج پر لگایا۔

"مت آنا حسیب۔۔۔ میرے پیچھے مت آنا۔۔۔ جلدی ہو جا چارج۔۔۔"

وہ وہیں ٹھنڈے فرش پر سسکیاں اور کرلاہٹیں دباتی بیٹھی مسلسل حسیب کے نہ آنے کی دعا کر رہی تھی۔

پانچ منٹ ہوتے ہی اس نے فون چارج سے اتارا اور فوری حسیب کا نمبر ملایا، ایک واحد نمبر اسے صرف حسیب کا زبانی یاد تھا۔

حسیب کی گاڑی تنویر کے بنگلے سے بس ایک منٹ کے فاصلے پر تھی جب اسکا فون رنگ کیا، لہو آنکھوں کے سنگ حسیب نے کال پک کی۔

"حسیب۔۔۔ حسیب میرے پیچھے مت آنا تمہیں میری قسم۔۔۔ ڈیڈ تمہیں مار دیں گے"

بہار کی آواز اس قدر خوفزدہ، شکستہ اور اذیت سے لبریز تھی لیکن پھر بھی حسیب کو لگا وہ سنائی نہ دیتی تو جان چلی جاتی۔

"مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے، بے فکر رہو۔۔۔۔۔ تم ٹھیک ہو بہار۔۔۔ آئی ایم سوری یار"

وہ خود بہت تکلیف میں تھا جبکہ بہار کی تو سانس تک اکھڑ گئی، وہ رو دی، اسکے حال پوچھنے پر ہی۔

"نو آئی ایم سوری، م۔ میری وجہ سے تمہاری اور تمہاری اماں کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ مجھے معاف کر دو، میں تمہارے حق میں بالکل اچھی ثابت نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ اگر تمہیں یا صائمہ آنٹی کو میرے سبب آنچ بھی آئی تو میں برداشت نہیں کر پاوں گی۔۔۔ پلیز واپس چلے جاو، پلیز۔۔۔۔۔ مت آو۔۔۔۔ تمہیں میری قسم"

وہ اسکی التجاوں پر گاڑی ٹھیک تنویر کے بنگلے کے سامنے روکتا نفرت سے ان اونچی دیواروں کو دیکھ رہا تھا، غصہ اسے بہار پر بھی تھا پر وہ محبت بھی تو تھی جسکی التجاء حسیب کے لیے حکم تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو تمہیں اس درندے کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔ مجھ سے یہ نہیں ہو گا۔ اپنی قسم مت دو"

وہ اسکے لہجے میں گھلی اذیت پر اپنی سسکیاں منہ پر ہاتھ رکھے گھوٹ گئی۔

"جیسے بھی ہیں ڈیڈ ہیں، جان سے تو نہیں ماریں گے۔۔۔۔ پلیز حسیب ابھی ٹھیک نہیں ہوں۔ کچھ مزید برداشت نہیں ہو گا۔۔ت۔۔ تم چلے جاو ابھی آنٹی کے پاس۔۔۔ انکو ضرورت ہے تمہاری۔۔۔۔ میں تمہیں کال کروں گی پرامسس۔ میری بات مان لو۔۔۔۔ڈیڈ اس وقت وحشی ہو چکے ہیں۔۔۔ میری واحد خوشی بھی چھین لیں گے مجھ سے۔۔۔۔۔ میں جیتے جی تمہیں کھونا نہیں چاہتی پلیز میں منت کرتی ہوں۔۔۔۔"

وہ روتی تڑپتی اسے بھی تڑپا رہی تھی، حسیب کی آنکھوں سے بھی اک آنسو ٹوٹ گرا، وہ آنکھیں جو کبھی اداس تک نہ ہوئیں آج جہنم کی طرح ہو چکی تھیں۔

"ہمم۔۔ٹھیک ہے۔ لیکن میں لینے آوں گا تمہیں۔ پریشان مت ہو، خود کو تکلیف بھی مت دینا۔ اب تمہیں کچھ اکیلے سہنے نہیں دوں گا بہارے۔ میرا انتظار کرنا۔۔۔"

وہ مانا تب جا کر بہارے کی سانس میں سانس آئی، پھر بھی آنکھیں بھیگ گئیں، کیا بتاتی اسے کہ کتنی بے بس ہے اسے کہہ بھی نہیں سکتی مر رہی ہے۔

"ہ۔۔ہاں مجھے لے جانا بعد میں، ڈیڈ کے لوگوں سے بچ کر رہنا حسیب۔۔ تم سن رہے ہو نہ مجھے"

بہار کی آواز اسے گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی تو وہ کیسے سن پاتا، دل یہی چاہ رہا تھا اس بنگلے کو ہی بمب سے اڑا ڈالے۔

"میرے پاس آکر کہو گی بس تب سنوں گا بہارے، ابھی سب حسیں مفلوج ہو گئیں۔"

وہ دلخراشی سے کہہ کر رابطہ توڑ گیا جبکہ وہ بھی اس واحد حسیب سے رابطے کے سہارے کو لیے اٹھی چارجر سمیت واپس کبرڈ میں جا کر چھپا دیا اور خود واپس بیڈ تک آئی اور اسی لمحے سر اس بری طرح چکرایا کہ بہار سیدھی میٹرس پر نا صرف گری بلکہ بے جان سی ہو کر رہ گئی جبکہ حسیب کو واپس جانا پڑا۔

اور یہ واپسی اس شخص کے دل پر قہر تھی۔

سراسر قہر۔

..________________________..

رات کا نا جانے وہ کونسا خوبصورت لمحہ تھا جب اوزان دایب کی نیند ٹوٹی تو وجہ اسکے گال سے مس ہوتے زینو کے ہونٹ اور گرم سانس تھی، وہ زرا سا جاگتے آنکھیں کھول کر چہرہ پھیرنے میں کامیاب ہوا تو زینیش کی بند

آنکھیں اپنی آنکھوں کے قریب دیکھ کر دل مسرت و سکھ سے بھر کر رہ گیا۔

بنا سوچے اسکی آہستہ آہستہ اپنے چہرے کی اور بکھرتی سانس میں سانس بھرتے وہ مزید ساری حدیں پار کیے بنا زینو کی حالت یاد کرتے مسکرایا اور اسی احتیاط سے زینش کا سر تکیے پر رکھے اسکے سر کے نیچے رکھی بازو اسکی گردن کے نیچے سے آہستگی سے نکالی، اور جھک کر اسکی پیشانی چومتا گال سے گال مدہوشی اور سرور کے سنگ رب کرتے وہ اسکے پہلو سے اٹھا اور دوسری طرف سے سرک کر بیڈ سے اتر کر جب گیا تو زینش کی آنکھ اس کے سبب میسر آتی راحت اور ملتے سکون میں ہو جاتی کمی کے سبب ٹوٹ گئی، وہ اس کے خود سے دور ہونے کو نیند میں بھی محسوس کر چکی تھی۔

"یہ کہاں گئے ہیں؟"

زینو نے آنکھیں ملتے، جمائی روکے سائیڈ میز پر رکھے اپنے فون کو اٹھایا تو رات کے ساڑھے تین بجنے والے تھے۔

زینیش کی فکر حیرت میں بدلی مگر وہ واپس لیٹ گئی تا کہ دیکھ سکے اوزان اٹھ کر گیا تو گیا کہاں۔

وہ یونہی سوئی بن گئی جب روم میں وہ ٹاول سے چہرہ اور ہاتھ پونچھتا اسے واپس ہینگ کیے اک نظر زینو پر ڈالے دبے پیر کمرے سے نکل گیا۔

اسکی خوشبو کے کمرے سے مدھم ہوتے ہی وہ سمجھ گئی کہ وہ چلا گیا تبھی زینو نے فوری آنکھیں کھولیں، بیڈ سے کچھ ہی پاس رکھے کاوچ سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر گرد لپیٹا اور ننگے پیر ہی وہ کمرے سے باہر آئی، لیکن کچھ قدم چلنے کے بعد ہی اسے لاونج کے ایک کونے میں وہ جائے نماز پر کھڑا دیکھائی دیا۔

اک آنسو زینو کی آنکھ سے بہہ کر اسکے رخسار پر رینگا، وہ ہاتھ لاونج کے انٹرنس دیوار پر ٹکائی بمشکل کھڑی رہ سکی۔

وہ تہجد پڑھتا ہوا، باوضو، اس قدر خوبصورت لگ رہا تھا کہ زینیش کی آنکھوں میں اسکے احترام میں نمی اتری۔

وہ کچھ دیر رشک سے اس کو دیکھتی رہی پھر جب دل بہت بھاری ہو گیا تو واپس کمرے میں گئی، ویسے ہی شال اتار کر کاوچ پر رکھی اور واپس سونے لیٹی اور کروٹ بدل لی۔

"وہ تہجد گزار ہیں کیا؟ یونہی میرے دل کو ان سے پیور وائبز نہیں آرہی تھیں۔ آپ نے میرے نصیب میں اوزان لکھے اسکے لیے تھینکیو آپکا۔ تبھی مجھے انکے قریب سکون ملتا ہے۔ جیسے بابا تہجد گزار تھے اور جب بھی مجھے گلے لگاتے میں جتنی تڑپی ہوتی سکون مل جاتا، لیکن اوزان کے گلے لگ کر تو میں دنیا جہاں کے درد بھول سکتی ہوں۔۔۔۔"

وہ سمجھ نہ سکی روئے یا خوش ہو، بابا کا ذکر کرتے ہی اسے یعقوب حیدر کا پیار یاد آ کر اور رلا گیا۔

ناجانے کتنی دیر وہ روتی رہی، آنکھیں سوجھ گئیں، لیکن تب وہ اس کرب سے نکلی جب اپنے پہلو میں آکر بیٹھتے اوزان کی خوشبو نے اسکی اٹکتی سانس بحال کی۔

وہ پلٹ کر اسکی طرف ہوئی جس پر وہ اسے جاگا پائے زرا دیر حیران ہوا، زینیش نے فوری اسکو بیٹھا دیکھے خود بھی اٹھ کر اسکے ساتھ بیٹھی۔

"تم کب جاگی؟"

اوزان نے اسکے اطراف بازو حائل کرتے اپنا فون بنا چیک کیے ہی سائیڈ پر رکھے پوچھا تو وہ کچھ نہ بولی بس زرا سر آگے کو جھکا کر اوزان کے سینے پر سر رکھ کر ہاتھ اسکے اطراف جمایا۔

اوزان کی اسکے کندھے سے پیچھے گزرتی بازو اور وہی ہاتھ زینیش کے گرد حائل ہوا۔

"آپ تہجد پڑھتے ہیں؟ کب سے ہے یہ عادت"

وہ اسکے سوال پر سنجیدہ ہی رہا بس زینیش کو دیکھنے کی کوشش نہ کی، دیکھ لیتا تو اسکی روئی آنکھوں کو چومنے سے کم پر اکتفا نہ کرتا۔

"دس سال کی عمر سے، بابا کو دیکھ کر ہوئی یہ عادت۔ وہ کہتے تھے اس وقت اللہ بہت قریب آکر اپنے بندوں کی سنتا ہے۔ میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ وہ قریب آکر کیسا لگے گا، بابا نے کہا راتوں کو جاگنا پڑتا ہے، عمر لگتی ہے اس تک پہنچنے میں۔ وہ تہجد گزار پر آہستہ آہستہ کھلنے لگتا ہے، دوست بنتا ہے، پھر ہمدرد پھر درماں پھر آئینہ"

وہ اوزان کا ایک ایک لفظ سنتی کسی اور ہی کیفیت میں اتری، سمجھ نہ آئی اسکے لفظوں کی اس خوبصورتی کو کیا نام دے۔

"آپکے بابا نے پھر میری ممی کی زندگی کیوں اجاڑی اگر وہ اللہ کے قریبی تھے؟ کیا انکو نہیں پتا تھا بہتان کی کیا سزا ہے۔ مجھ سے میری ممی بابا کا پیار چھینا

انہوں نے۔۔۔میرا بچپن ویران کیا۔ کیا وہ اتنے سنگدل اور بے رحم تھے ؟
"

وہ اس بار اسے دیکھنے پر مجبور ہوا کیونکہ زینو کی آواز میں گھلی نمی اوزان کے دل کو تڑپا گئی۔

"یہی کھوج کر رہا ہوں زینش، پلیز رو تو مت۔۔۔۔میں ہر چیز کی تہہ تک جانے کے بعد فیصلے لوں گا"

اسے اوزان پر اعتبار تھا پر وہ اس وقت عجیب سی اذیت کا شکار تھی۔

"ہمم۔۔ آپ باوضو ہیں نہ ؟"

وہ اسکے اذیت سے بھرے سوال پر سر ہلائے اسے دیکھنے لگا۔

"توج۔۔ جو پڑھا مجھ پر پھونک دیں پلیز، م۔۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔۔ بابا بھی ہر رات مجھ پر بہت سی سورتیں پڑھ کر پھونکتے تھے تب اگلے

دن کے لیے زینو میں ہمت آتی تھی۔۔۔۔خاص کر تب جب وہ بستر سے آ لگے، م۔میں جب جب انکو دیکھ کر روتی تو مسکرا کر مجھ پر کچھ پھونک دیتے تھے سچی اور میں حیران ہوتی تھی جو دل ابھی کوئی کند چھری سے کاٹ رہا وہ سکون پا گیا"

وہ اسکے ان آنسوؤں کو دیکھ کر خود بھی آزردہ ہوا، کیا بتاتا کہ آج کی اسکی ہر دعا ہی زینیش کے نام تھی، اسکے یار کے لیے تھے دعا کے خزانے۔

وہ اپنے لیے تو کچھ نہیں مانگتا تھا۔

"تم میرے پاس ہو تو، سکون ابھی تم میں اترنے لگے گا۔رومت۔"

وہ اسکے جواب پر اسے دیکھے گئی، نظر اسکے خوبصورت چہرے سے ہٹانا محال تھا۔

"ا۔۔ایسا ہی ہوتا ہے، م۔۔ میں جب آپکے پاس ہوتی ہوں تو سب میرے اختیار سے نکل جاتا ہے۔۔۔ آپ بھی بابا کی طرح اللہ کو پیارے ہیں تبھی انہوں نے آپ کو سر تا پیر عافیت بنایا۔"

وہ اسکے اعتراف پر مسکرا تک نہ سکا، حالانکہ دل میں راحت اتری زینو کہ اک اک حرف سے، اسکے ہلتے ہونٹوں کی بے آواز لگتی یہ سرگوشیاں عجیب جادوئی تھیں۔

"ایسے اعتراف مت کرو، نقصان اٹھاو گی۔ ہوش میں آو"

وہ اسکی ہونٹوں سے نظر چرا کر کی تنبیہہ پر گہرا سانس بھر گئی، نظر تک اوزان سے ہٹالی جیسے واقعی ہوش تھامنے کی کوشش کی گئی ہو۔

"میں خود کو اچھا محسوس نہیں کر رہی"

چہرہ پھیرے وہ اسکے حصار سے نا صرف نکلی بلکہ اوزان سے پرے سرک کر اپنے تکیے پر سر رکھے لیٹتی آنکھیں بھی موند گئی۔

"تو یہ بات تم مجھ سے قریب آ کر کہو"

اسکو پکڑ کر جھٹکے سے کسی مومی گڑیا کی طرح وہ واپس پلٹاۓ خود پر بیٹھے بیٹھے زرا حاوی کیے بولا تو زینو نے رونے کو بمشکل روکتے آنکھیں زور سے میچ کر کھولیں۔

"آپ سے ک۔ کیوں کہوں قریب آ کر، آپ ہیں کون میرے"

وہ ایک بار پھر ضد میں اتر چکی تھی جبکہ اوزان دایب اس سے بڑا ضدی تھا۔

"تمہیں نہیں پتا کون ہوں میں؟"

اوزان کی سنہری آنکھوں میں تیرتی بے خودی پر زینو نے گہرا سانس بھرا۔

"نہیں، آپ سے میرا رشتہ کیا ہے یہ جانتی ہوں بس۔ لیکن آپ میرے کون ہیں یہ نہیں سمجھ پا رہی"

وہ اسکے جواب پر دبا دبا مسکرایا، اس لڑکی کا اوزان دایب کی توجہ اور پیار چاہنے کا انداز بھی عام نہ تھا۔

"اجازت دو سمجھانے کی"

اپنے ہاتھ کو اسکی گال سے مس کرتا وہ انگوٹھے کی پور سے اسکی تھوڑی پھر گلال گال اور پھر بالائی لب مخموریت و سرور سے سہلاتا بولا تو زینو نے خوفزدہ ہوتے نہ صرف تیز تیز سانس بھرے بلکہ نا جانے کیا ہوا کہ اسکو خود سے جھٹکتی نہ صرف پرے ہوئی بلکہ بیڈ سے اترے دیکھتے ہی دیکھتے جس سپیڈ سے کمرے سے نکلی خود اوزان اٹھ کر ٹھیک سے ٹیک چھوڑ بیٹھے عجیب سی نظروں سے دروازے کو گھورا، فجر ہو چکی تھی، ہلکی ہلکی سحر نے پھیلنا بھی شروع کر دیا۔

اوزان بھی اٹھا اور پیچھے ہی کمرے سے باہر نکلا تو وہ اس وقت لان میں ہڈیاں جماتی ٹھنڈ میں ننگے پیر گھاس پر چلتی رومیو اور جولیٹ کے پیٹ ہاوس کے

پاس جار کی جبکہ اوزان نے اپنے ہی کندھوں پر باہر آتے وقت لپیٹ لیتی چادر اتاری اور آہستگی سے اسکے قریب پہنچے زینو کے کندھوں سے حاوی کرتی اسکے چار سو لپیٹی، لان میں لگی تیز لائیٹ کے سبب لان اس ملگجی سویرے میں بھی روشن تھا، پھر ہولے ہولے سحر بھی آسمان کے کناروں سے اترتی پھیل رہی تھی۔

"رات پھر اوس کے سبب گھاس گیلی ہے، تم اتنی لاپرواہ کیوں ہو زینیش۔ یکدم گرم سے سرد ماحول انسان کی جان پر بھی بن سکتا ہے"

وہ اسکے فکر مند تاکید پر پلٹی، وہ اسے دیکھنے کو اب جھک بھی جاتا تھا اور اسکے لیے مڑنا بھی جائز کر چکا تھا۔

"آپ تو رات مجھ سے خفا تھے نہ پھر اتنی فکر؟"

زینو نے اسکی بات رد کرتے اپنی ہی کہی جبکہ اوزان نے اسکی سرد پڑتی رخساروں سے اپنی گرم زرا سی کھردری ہتھیلیوں کو جوڑا۔

"انتظار کر رہا ہوں تمہارے منانے کا"

اوزان نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے کہا ہی اتنے وثوق سے کہ وہ خود کو روک نہ پاتی ایڑیوں کے بل اٹھ کر اسکے گال سے اپنے لب جوڑے لمحہ لگاتے اسی جگہ کچھ دیر موجود رہنے کو اوزان کی گردن میں بازو حائل کیے ہاتھ باندھ گئی۔

"مجھ سے ناراض مت ہوا کریں اوزان"

وہ اسکی آنکھ کی نمی اپنے چہرے پر پھیلتی محسوس کیے اسکے اطراف بازوؤں کا حصار باندھ گیا۔

"میں تو ہوں گا، اسی بہانے تو تم میرے قریب آ و گی۔ تم نے بھی اب اسکا اقرار کر لیا کہ ہم دوست ہیں۔۔۔ تو پھر چلو اندر"

اوزان سے حقیقت میں یہ برداشت ہی نہ تھا کہ زینو کے پیر اس کھردری ٹھنڈی نم گھاس پر رہیں، جبکہ زینیش کے حیا سے مسکرانے کی دیر تھی کہ اوزان نے اسے واپس بازووں میں اٹھایا۔

"آپ کو مجھے یوں اٹھانا پسند ہے کیا؟"

وہ اسے لیے اندر کی جانب بڑھا تو اس خود کے جذبات دہکاتی لڑکی کے سوال پر دبا سا مسکرایا۔

"ہرگز نہیں، تمہیں اٹھا کر دیکھ رہا ہوں کہ تھوڑی بھاری ہوئی ہو یا ویسے ہی تنکا ہو۔ حالانکہ جسے اوزان دایب محبت سے دیکھ لے اسے تو خوشی سے پھول جانا چاہیے۔ تمہیں تو دیکھنے کے ساتھ میں نے.."

وہ اسکی اول باتوں پر جیسے ہنسی اور آخری جملہ اوزان کو مکمل ہی نہ ہونے دیا اور اسکے ہونٹوں پر انگلیوں کے اگلے کنارے جمائے تو وہ بھی خاموش ہوا۔

"اوزان! ب۔۔ بولیں مت وہ سب۔۔۔۔۔ پلیز"

زینو کے گریز پر اوزان نے بھی اسکی مرضی کو اہمیت دی اور اسے واپس لے جا کر روم میں کارپٹ والے فرش کے اوپر کھڑا کروایا تو زینیش سے اسے دیکھنا محال ہوا، وہ پلٹا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے فون تک آیا مگر وہاں حسیب کی چھ مس کالز دیکھے اوزان کو پریشانی نے گھیرا۔

"ریڈی ہو جانا نو تک ہمیں انصاری حویلی نکلنا ہے، مجھے کچھ کام ہے اور ہاں ڈریسنگ ڈرا میں تمہارے لیے تمہارا امانگا تھرڈ گفٹ ہے کل لایا لیکن تم نے ہوش میں رہنے نہیں دیا کہ دے سکتا۔ اسے ضرور پہننا"

وہ اجلت میں اسے حیران کیے کہہ کر بنا کوئی گرم جیکٹ یا شال پہنے ہی حسیب کی فکر میں نکلنے لگا تو زینیش نے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اسے روکا۔

اپنے گرد لپٹی اوزان کی سیاہ چادر اتار کر اس نے رول کیے اوزان کی گردن میں ایڑیوں کے بل اٹھ کر ہار کی طرح ڈالتے اسکا لمبے والا پلو لپیٹ کر اوزان کی پشت پر پھینکا۔

"اب جائیں لیکن وہ گفٹ آپ آکر خود دینا۔ لگتا ہے مجھ سے بھی کوئی بہت زیادہ اہم ہے اس وقت آپکے لیے"

وہ دبا دبا زرا جیلس سا فیل کرتی مسکرائی جس پر اوزان نے جوابا بھرپور پلٹتے زینیش کو دیکھا جسکی آنکھیں اب بھی متورم تھیں، اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف کھینچا جو اس نزدیکی پر سہمی۔

"جس لمحے صرف تم میرے لیے اہم ہوتی ہو زینیش اسی لمحے بہت دور چلی جاتی ہو مجھ سے، کیا تمہیں اب تک مجھ پر یقین نہیں آیا۔ میں جاننا چاہتا ہوں اپنے لیے تمہارے جذبات، احساسات اور خواہشیں. وہ اومیں ہی تھا نا؟ مگر کیسے آیا وہ تمہارے ہاتھ پر اس سے جڑی ہر سچائی جاننی ہے"

وہ سنجیدہ تھا جبکہ زینیش لاجواب سی۔

"میں نہیں بتا سکتی یہ سب"

وہ بہت جبر سے ان جادوگر سنہری آنکھوں سے آنکھیں چرا گئی۔

"کیوں نہیں بتا سکتی؟"

وہ اسے آزمارہا تھا، چہروں کے بیچ کا فاصلہ بھی کم ہو رہا تھا۔

"کیونکہ آپ نے مجھے اب تک یہ نہیں کہا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں، نفرت کا اظہار تو ایک لمحے میں کر دیا تھا"

وہ یہ شکوہ کرنے میں بجا تھی جبکہ اوزان نے اسکی سنہری آنکھوں میں تیرتی حسرت تکتے فورا نظر چرائی۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں؟"

نہایت مغرور ہو کر وہ یہ سوال کرتا زینو کو زہر لگا تبھی وہ اسکے ہاتھ سے اپنی بازو چھڑوانے لگی، آنکھوں میں نمی گھلی۔

"تو پھر میرے قریب کیوں آتے ہیں، مجھے کیوں چھوتے ہیں"

وہ یوں ضد، تکلیف اور جلن میں بے خود ہوتی باخدا اوزان کے اوسان خطاء کر سکنے کی قوت رکھتی تھی۔

"اس لیے کہ تم..."

وہ کچھ کہتے کہتے رکا، زینو کی شکوہ کناں آنکھوں میں بھی اک راحت تھی جو اوزان کو اپنے آپ میں لپیٹ سا گئی۔

"میں.."

زینو نے شدت سے چاہا وہ جملہ مکمل کرے، اسکی آنکھوں میں تڑپ تھی جو اوزان کے دل و اختیار کو اس لڑکی کے قدموں میں ڈھیر کر رہی تھی۔

"اس لیے تم میری ہو زینیش"

جھک کر اسکی آنسو کی لکیر سے بھیگتی گال اپنے ہونٹوں کی شدید بیش رفت سے چومتا وہ بنا مزید کچھ کہے اور کیے جیسے اس سے دور ہوتا کمرے سے نکل گیا، وہ چاہ کر بھی مزید درد کا شکار نہ رہ سکی۔

اس شخص کا یہ ایک جملہ زینیش کی ہر حسرت، تکلیف اور کرب کا مداوا کر گیا۔

وہ مسکراتی ہوئی فوری کھڑکی کی طرف بڑھی، کچھ دیر تک وہ اسے فارم ہاوس کے پورچ کی جانب جاتا دیکھائی دیا، اپنی گاڑی میں سوار ہونے سے پہلے اس نے پلٹ کر زینیش کو دیکھا۔

"اور دعا ہے تم میری ہی رہو زینیش، ورنہ یہ زندگی اوزان دایب پر تنگ ہو جائے گی"

اوزان کی آنکھوں میں اس لڑکی نے مجسم خود کو دیکھا، تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ نگاہوں کے ہر راستے سے اوجھل نہ ہو گیا۔

زینو نے واپس پلٹتے ہی ڈریسنگ کی طرف قدم بڑھائے، اسے وہ تجسس میں ڈال گیا تبھی زینو نے ڈرا اوپن کیا تو وہاں بہت خوبصورت بلیک مخملی جیولری کیس تھا۔

زینو کے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ اتری۔

اسے باہر ڈریسنگ میز پر رکھے اوپن کیا تو سامنے وائیٹ رئیل پرل چوکر اور اسکے ساتھ ویسے ہی بہت خوبصورت پرل ائیر رنگز دیکھ کر زینو کی آنکھ میں خوشی کے آنسو بھر آئے۔

ان پرلز کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی پھر جس طرح وہ پرل چوکر سفید نگوں سے گندھ کر بنا تھا وہ جب زینو کی گردن پر سجتا تو بے مول ہو جاتا اسکی دلکشی کے آگے۔

اپنی زندگی کا یہ بیسٹ جیولری گفٹ تھا اسکے لیے، سیاہ اور سفید نگ، پرلز یعنی سفید سیپ کے موتیوں سے گندھا ہوا تھا وہ۔

ساتھ ایک فولڈ ہوا فلاور کارڈ بھی تھا۔

"سفید تحفے تو بہت سے ہیں ابھی میری نظر میں روح نشین، جیسے تمہاری روح کا حصہ دوم، قلب الابیض، دم دار ستارہ، پورا چاند، لافانی عشق۔۔۔!

فی الحال فرمائشی والا سفید گفٹ قبول کرو۔ امید ہے میری پسند تمہاری بھی پسند ثابت ہو گی"

وہ اس شخص سے تو کیا وہ اسکے ان چند لفظوں سے ہی آئینے میں اتر گئی تھی، زہے نصیب۔

..________________________..

"تجھے کہا تھا کہ ابھی اس خبیث کے آگے یہ راز مت کھولنا کہ نکاح کر لیا"

اوزان سیدھا حسیب کی کالز کے سبب اسکی حویلی ہی آیا آگے سے ٹنشن کے تحت بستر پر آلگتیں صائمہ خانزادہ کی ناساز حالت اور حسیب کی بے بسی پر اوزان کا اپنا دل سینے میں پھڑ پھڑ اا اٹھا، اسکے غصے اور غضب کی کوئی حد نہ رہی، حویلی کے صحن میں باغیچے کی اور کرسی پر سر ہاتھوں میں گرائے ہوئے بیٹھا حسیب، اور اسکی الجھی بکھری حالت اوزان کو درد کی گہرائی میں لے گئی۔

"یار تیرے کہنے سے پہلے میں نے یہ کارنامہ کر دیا تھا"

حسیب نے بنا کسی ٹال مٹول کے سر اٹھا کر تاسف سے اس سخت غصیل اور برہم سے اوزان کی طرف رحم طلب نگاہ ڈال کے اپنی غلطی تسلیم کی جبکہ اوزان کی سرد نظر ہی کافی تھی حسیب کی جان لینے کو، اسکا عتاب دبانے کے سبب چہرہ سرخ اور آنکھیں بھی لال ہوئے جا رہی تھیں۔

"اپنا دماغ بھی کام لے آیا کر کبھی، کیا ضرورت تھی تجھے پھنے خان بننے کی۔ وقت کی نازکی تو دیکھ لیا کر حسیب، مجھ سے ہر درجے سمجھدار ہو کر جب تو ایسے بلنڈر کرتا ہے تو تیری گردن ہی دبانے کا دل چاہتا ہے۔ اب وہ خبیث بہار کو تیری کمزوری کے طور پر یوز کرے گا"

اوزان جانتا تھا وہ تکلیف میں ہے لیکن اپنا غصہ چاہ کر بھی دبا نہ سکا مگر حسیب کی اجڑی آنکھیں تکتے اسے اپنے غصے پر بندھ باندھنا پڑا، جو آج کمپلیئین سے بھی ممکن نہ ہوا۔

اوزان کے آڑے ہاتھوں لینے اور غیر ارادہ لہجہ اور آواز تیز ہونے پر حسیب نے اٹھ کر کھڑے ہوتے اپنی اجڑی آنکھوں میں شکوہ بھرے اوزان کو دیکھا۔

"اچھا یوں مت دیکھ، نہیں کہہ رہا کچھ۔ تو پرسکون ہو۔ تنویر کو میں دیکھتا ہوں۔"

اوزان نے اسکے قریب آتے اسکے سینے کو ٹھپکا یا جو پہلے ہی بڑی مشکل سے ضبط کا دامن تھامے کھڑا ہوا تھا، اوزان نے اسکی آنکھوں میں تیرگی دیکھی تو پکڑ کر اپنے سینے میں بھینچا اور وہ تیرگی سچ میں آنسو بن کر حسیب کی آنکھ سے رینگتی اسکے چہرے کے ہلکے ہلکے کھر درے پن میں جذب ہو گئی۔

" کبھی نہیں سوچا تھا اوزان اس سے جڑی بے بسی مجھے رلا بھی سکتی ہے، اپنی قسم نہ دیتی تو وہ تنویر اس وقت قبر میں ہوتا یار۔۔۔ پر میرے ہاتھ باندھ کر مجھے مجبور و بے کس بنا دیا اس لڑکی نے۔۔۔ کون اس سینے میں راحت اتارے اسکے سوا اب ؟"

والہانہ کرب لہجے میں لیے حسیب تڑپ سا گیا، اوزان دایب کے مضبوط سینے میں بھی آندھی کے جھکڑ چلے، اسے پکڑ کر اوزان نے سامنے لایا، حسیب کی حالت اسکے سینے کے اندر تک تپش اتار گئی۔

"میں تیری ایسی ہی آنکھوں سے ڈرتا تھا حسیب، لگوالیا نہ تو نے گرہن خود کو۔ زرا سی دور ہوئی اور تو کیسے اجڑ گیا"

حسیب کی ایسی درماندہ حالت اوزان کے دل میں تیر پیوست کر رہی تھی، وہ بگھڑا اور ہاتھ کی پشت سے اسکی گال پر اتری نمی رگڑی، غم کا سمندر موجزن تھا حسیب کی چپ میں اور اوزان کی آنکھوں کے شکوے میں۔

"محبت میں انسان چھوٹے بچے سا ہو جاتا ہے یار، وہ بہت تکلیف میں تھی بات کرتے ہوئے جو میرے کلیجے کو نوچ رہا ہے۔ ایسی بے بسی پر لعنت ہے، ٹھیک روکتا تھا تو مجھے۔۔۔۔ پر کیا کروں اسے مرتا ہوا دیکھ کر بھی حسیب خانزادہ اسکے ساتھ مرتا ہاں بس تب ماتم ظاہری نہیں اس نامراد سینے میں چھپ جاتا ویرے"

حسیب کی جھک جاتی آنکھیں، اسکے دل کا کرب اوزان پر بھی غم کی گہرائی کھول گیا، وہ ماہر تک اس درد کو برداشت کرنے کے قابل نہ رہا۔

"ہمم۔۔ میں دیکھتا ہوں یہ معاملہ۔ خود کو سنبھال۔ دوبارہ تیری آنکھ میں آنسو آیا تو بہارے کے لیے رہا سہا رحم بھی میرے اندر سے ختم ہو جائے گا حسیب اور اسے میری صرف دھمکی نہ سمجھیں۔۔۔ جا تھا نے شاید کوئی سرپرائز آئے وہاں، میں خبر نکلواتا ہوں بہارے کی کچھ نہیں ہو گا اسے"

اس یار کی آنکھ کا آنسو اوزان کے سینے پر مانند تیزاب تھا جبکہ سرپرائز والی بات پر حسیب سرخ آنکھوں سے ہی دل جلا مسکرایا۔

"بڑی کوئی کمینی شے ہے تو اوزان۔۔ دادے پادے والا سرپرائز ہے نہ؟"

حسیب کی رزدارنہ سرگوشی پر وہ بھی اثبات میں سر ہلاتے مسکرایا جبکہ اوزان کی تجویر اور بہارے کی خیر خبر لینے کے دلاسے پر حسیب اس سے اجازت لیتا اک نظر اماں کو دیکھنے حویلی کے اندر گیا اور پھر کچھ دیر تک حویلی سے جیپ نکالے روانہ ہوا جبکہ اوزان نے وہیں حویلی کے صحن میں ہی رک کر کسی خفیہ ان نان نمبر سے آتے پیغام کو دیکھا۔

"تمہارے جگری یار حسیب کی بیوی بہار پاشا آریز ہیلتھ کیئر میں ایڈمٹ ہے، پچھلے دنوں نروس بریک ڈاون ہونے کے سبب مزید ٹنشن لینے کی وجہ سے وہ کل رات بہت ہی نازک حالت میں اپنے کمرے سے ملی۔ ہو سکتا ہے یہ خبر تمہارے لیے اہم ہو۔ تمہارا خیر خواہ"

اوزان کے چہرے پر عین مطلوبہ وقت مطلوبہ خبر کو ارسال کرنے والے اس خیر خواہ کے لیے چہرے پر تجسس بیدار ہوا، وجیہہ چہرے کے خدوخال میں تناو اور پیشانی پر خفگی بھری شکنیں نمودار ہوئیں۔

"اب یہ نیا خیر خواہ کہاں سے پیدا ہو گیا، خیر بہارے کی خبر گیری کرنی ہو گی پہلے۔ تم کون ہو اسکی خبر بھی لگواتا ہوں۔۔"

اوزان نے بھی اعتماد و اجلت کے سنگ اندرون حویلی قدم بڑھائے اور آسیہ سے صائمہ آنٹی کی طبعیت دریافت کی جو پرسکون تو نہیں پر نیند میں مبتلا تھیں، حویلی کے باہر سیکورٹی بھی نافذ کروادی گئی تھی۔

"صائمہ آنٹی کا خیال رکھنا، اٹھیں تو انکو ناشتہ کروا دینا یاد سے"

اوزان نے صائمہ آنٹی کی ہیلپر کو نرمی سے تاکید کی اور خود بھی وہاں سے روانہ ہوا جبکہ صبح صبح کنول کو جب بہارے کی طبعیت اور کارنامے کا تنویر نے فون پر بتایا تو وہ بھی اٹھ بیٹھتی ساری نیند آنکھوں سے جھٹک گئی حالانکہ صبح کے آٹھ بجے تھے اور اس وقت وہ جاگتی ایسا نا ممکن تھا۔

"آپ جانتے تو ہیں اسکی مینٹل ہیلتھ ڈیڈ، کیوں اسے بند کیا۔۔۔ جیسی بھی ہے بہن ہے میری اور آپکی بیٹی۔ پلیز کوئی سختی نہ کریے گا اس پر، آپکو تو شکر کرنا چاہیے وہ اوزان منحوس کے جنون سے تو نکلی۔۔ حسیب خانزادہ سے ملی تو نہیں ہوں پر پتا کرواتی ہوں کہ ایسا کیا ہے کمپلیئین کے یار میں جس نے بہار جیسی سر پھری کو نکیل ڈالی لی۔

آج اوزان آرہا ہے حویلی اور مجھے اسکی موت کا انتظام کرنا ہے۔ شام تک آکر ملتی ہوں اس سے تب تک پلیز آپ اس کے سامنے مت جایئے گا"

کنول کو بھی بہار کی فکر ہوئی تبھی فون کال پر اس نے ڈیڈ کو سختی سے منع کیا جبکہ اسے بہار کے حسیب خانزادہ سے نکاح کرنے پر باپ سے زیادہ خوف آیا کیونکہ جو وہ آج کرنے والی تھی اگر اسکی کسی کو بھنک بھی لگتی تو کنول کی موت پکی تھی۔

وہیں فیروز شمشیر انصاری جب کامران کے آفس اپنے غنڈے موالی آدمیوں کے سنگ اسے دھمکانے کی پوری پلیننگ کے ساتھ پہنچا تو آگے کسٹم سروس کے لوگوں نے جو پہلے ہی لینڈ مافیا کے کچھ مشکوک گروہ کو پکڑنے کی تگ و دو میں تھے لگے ہاتھوں فیروز شمشیر اور اسکے آدمیوں سمیت اسے اریسٹ کر لیا۔

جبکہ اوزان کو جب درانی نے یہ دادا کے اریسٹ ہونے کی خبر دی تو دل کی تھوڑی تکلیف کم ہوئی جبکہ اسکے بعد وہ عدم کی کال پر گاڑی آریز ہیلتھ کیئر کے پارکنگ ایریا میں کھڑی کیے گاڑی کے اندر ہی موجود رہا تاکہ عدم کی

بات سن سکے، یہ ہوسپٹل دیان آریز کے انڈر ہی تھا جبکہ بہار کا کیس یہیں کے Neurologists ڈاکٹر زیاد ہاشمی کے سپرد ہوا تھا۔

"ہاں عدم کہو"

اوزان کے فکر بھرے استفسار پر عدم دوسری جانب کسی ڈھابے پر بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔

"سائیں پتا لگوا لیا ہے، منہاس سکندر کا وہ چھوٹا بھائی عزیز سکندر تھا جس سے میں ملا، اس نے بتایا ہے کہ منہاس لالہ چودہ سال سے گھر بھی نہیں آئے، اماں انکی یاد میں بستر سے آلگیں۔ ہمیں تیرہ سال پہلے خبر ملی تھی کہ انکی بھی موت ہوگئی لیکن پھر اچانک سے گھر میں منہاس سکندر کی طرف سے پیسے آنے لگے، خط بھی آیا کہ وہ ایک خاص کام میں مصروف ہیں، کسی بدلے کا ذکر کیا اس خط میں۔ کہ جب تک میں بدلہ نہ لے لوں نہ سامنے آوں گا نہ

واپس۔۔۔اب وہ بدلہ دایب انصاری کی بے موت خودکشی کا بھی ہو سکتا ہے سائیں"

عدم کی دی یہ ساری انفارمیشن ناجانے کیوں اوزان کا دھیان اس نامعلوم خیر خواہ کی جانب لے گئی، وہ عام انسان سے پینتیس درجے زیادہ سوچنے کی خاصیت رکھتا تھا تبھی اسکا دماغ اسے فوری معاملے کی ٹھیک سمت بتانے کے لیے ایسے اشارے دیتا تھا، وہ کمپلیکین تھا مگر وہ دور اندیش اور ذہین بھی تھا، رنگ بدلنے اہم نہیں، ٹھیک جگہ ہر مناسب اور خود کو فائدہ دیتا رنگ کونسا ہے اسکا ادراک ہی اسکی اصل خاصیت تھی۔

"ہمم۔۔کافی دلچسپ ہے یہ معاملہ۔ خیر دیکھتے ہیں اس معاملے کو۔میں آج فارم ہاوس سے زینیش کے ساتھ حویلی جارہا ہوں تم واپس آجانا دن تک۔۔۔میں تم سے وقت نکالتے ہی ملتا ہوں۔ایک اور آدمی کا پتا لگوانا ہے، میں تمہیں نمبر بھیج رہا ہوں۔۔۔پتا کرواو یہ نمبر کس کا ہے"

اوزان کی ہدایت پر عدم نے فوری فرمابرداری سے سر ہلایا جبکہ فون بند کرتے ہی عدم کی فون سکرین پر میسج کی صورت اوزان کی جانب سے بھیجا وہی نمبر موصول ہو گیا جس سے اوزان کو اس آدمی نے بہارے کی خبر دی۔

جبکہ خود اوزان نے گرمی سی محسوس کرتے چوڑے کسرتی کندھوں کے گرد لپٹی چادر وہیں اتار کر گاڑی میں رکھی اور اپنے پر وقار انداز میں گاڑی سے باہر نکلا اور بہار پاشا کی خیریت دریافت کرنے ہوسپٹل کی راہداری عبور کرتا اندر بڑھا۔

بہار جس سپیشل کیئر روم میں ایڈمٹ تھی اسکے باہر تنویر پاشا کے لوگ پہرے پر موجود تھے سو اوزان نے اس طرف رخ کرنے کے بجائے سیدھا ڈاکٹر زیاد کے روم تک رسائی پائی جو اتفاق سے اوزان کا جاننے والا تھا، ویسے بھی اپنے اس خاندانی ہوسپٹل کے تمام ڈاکٹرز سے اسکا دیان کے توسط سے آمنا سامنا رہ چکا تھا۔

اوزان دایب کو اپنے کیبن آتا دیکھے اس نے تمام ضروری کام پس پشت ڈالے اور اسکے ویلکم کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا تو اوزان اسکے اس قدر اچھے خوش آمدید پر مسکرایا اور دونوں نے ہاتھ ملایا۔

"تم یہاں کیسے اوزان؟ سب خیریت ہے؟"

رسمی علیک سلیک کے بعد ڈاکٹر زیاد نے اسکی آمد کا سبب جاننا چاہا تو اوزان نے بہار کے متعلق اس سے دریافت کیا۔

"ہاں وہ رات آئی، بہت بری کنڈیشن تھی اسکی۔ زرا دیر ہوتی تو اسکو بچا پانا مشکل تھا۔ وہ ابھی کچھ دن پہلے نروس بریک ڈاون سے گزری ہے، تم تو جانتے ہو اوزان یہ ہر مریض پر الگ طرح ایفیکٹ ہوتا ہے۔ ذہنی دباو اور اذیت کے سبب وہ بہت بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ اور خطرے کی بات یہ ہے کہ اسکی دماغی حالت بہتر ہوتی مجھے دیکھائی نہیں دے رہی"

زیاد کی باتیں اوزان کو حقیقت میں پریشان کر گئیں، بہار کے لیے اسکے دل میں ہمدردی نہ تھی بس انسانیت کے تحت دکھ ضرور تھا لیکن آج وہ دکھ تکلیف میں بدلا کیونکہ وہ بہار کی حالت اس قدر سنگین نہیں سمجھا تھا، ڈپریشن میں تو وہ بچپن سے تھی مگر زیاد نے جو بتایا وہ واقعی تکلیف دہ تھا۔

"ایسا کیوں؟ نروس بریک ڈاون کے سائیڈ ایفیکٹس سے تو بہت لاغر اور ڈاون پیشنٹ بھی ریکوری پا جاتے ہیں پھر بہار کیوں نہیں؟"

اوزان کے متفکر استفسار پر زیان کے چہرے پر بھی تشویش اتری۔

"پیتھولوجیکل اضطراب((Pathological anxiety

اور دائمی تناؤ((chronic stress

ہپوکیمپس اور پی ایف سی کے ساختی انحطاط اور خراب کام کا باعث بنتے ہیں، جو ڈپریشن اور ڈیمنشیا سمیت نیوروپسیچائٹرک عوارض کے بڑھتے ہوئے خطرے کا سبب بن سکتے ہیں۔ اور وہ ان سب میں بہت بری طرح جکڑی

ہوئی ہے۔۔۔اسکی میڈیکل مینٹل ہیلتھ سٹڈی کی میں نے، ول پاور بہت لو ہے۔۔۔انسان کا دماغ ایک حد تک پریشر سہہ سکتا ہے اسکے بعد نروز بسٹر کا ایشو انسان کی موت کا سبب بن سکتا ہے۔۔۔تم تو یہ سب معاملات اچھے سے جانتے ہو اوزان"

ڈاکٹر زیاد نے جو بتایا یہ اوزان کے دل پر عجیب سا بوجھ لاد گیا، ناجانے کیوں اپنے آپ پر بھی دکھ ہوا جسکے سبب وہ لڑکی بہت تکلیف سے گزری جبکہ ایسا نہیں تھا، بہار کی یہ تکلیفیں اسکے ماں باپ کے سبب تھیں جنھوں نے اسکو اچھائی اور برائی کے فرق کبھی بتائے ہی نہ تھے اور تبھی تو وہ بھٹک گئی تھی۔

"تو اسکو اس اذیت سے نکالنے کا کیا طریقہ ہے زیاد؟"

اوزان کے استفسار پر زیاد نے نرم سی مسکراہٹ اوزان کی سمت اچھالی۔

"صرف یہی کہ اسکے رونے اور اسکے دل کے درد کو کم کیا جائے، ول پاور بڑھے گی تبھی دماغ نشونما کے سنگ مدافعتی قوت پا کر اپنی ڈیفنس شیلڈ واپس

گین کرے گا۔ مجھے بہار کے فادر خاصے وحشی آدمی لگے، اور پھر مدر فادر کی ابتدائی اتیج میں ڈائورس۔۔۔ اس لڑکی کا ساری زندگی اکیلے رہنا، بہت بڑی خوشی ادھوری رہ جانا پھر اب بھی وہ بہت دماغی تکلیف کا شکار ہے۔۔۔۔ ہوپ سو وہ زندگی کی طرف واپس آجائے"

زیاد نے جو بھی کہا اوزان نے سنا اور ساتھ ہی اجازت لی جبکہ ہوسپٹل سے واپس باہر اپنی گاڑی تک پہنچتے اوزان نے فون پر حسیب کا نمبر ڈائیل کیا۔

وہ اس وقت اپنے کیبن میں ہی کھڑا کچھ سول آفیسرز سے محو گفتگو تھا، فیروز شمیشر انصاری پر انکوائری شروع کرنے کا فیصلہ لیا گیا تھا اور تب تک اسے حسیب کے حوالے کرنے کے بارے آج دن دو تک کورٹ آرڈرز بھی وہ لوگ تیار کروا لینے والے تھے۔

حسیب کال پک نہ کر سکا تو اوزان نے مزید اسے کال نہ کی اور واپس فارم ہاوس جانے کے لیے روانہ ہو گیا۔

..________________________..

ہاف وائیٹ ٹی شرٹ پہنے، بلیک پینٹ میں نکھرے تر و تازہ سے وہ آنکھوں میں حزن زدہ اذیت بھرے ریڈی ہو رہے تھے، کیونکہ وہ آ رہی تھی۔

کف لنک بند کیے وہ پلٹے اور میٹرس پر رکھا ڈریس کوٹ اٹھائے پہنا۔

"آہاں میرے چاچو تو بہت ہنڈسم لگ رہے ہیں"

میثی نے مسکرا کر دروازہ زرا سا کھولے اندر جھانکا تو چہکے بنا نہ رہ سکی، طلال انصاری بھی اپنے دل اور روح کے درد سے لمحہ بھر باہر نکلے اور میثی کے قریب آ کر رکنے پر خود بھی پلٹے۔

"ہمم۔۔ بس اپنے ڈر چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں میثی۔ پتا نہیں وہ اپنے بابا کو معاف کر بھی سکے گی یا نہیں۔ پتا نہیں وہ مجھے بابا کہہ بھی سکے گی یا نہیں، اسکی ناراضگی برداشت نہ بھی ہوئی تو کروں گا۔ تم دعا کرو گی نہ اپنے چاچو کے لیے؟"

طلال انصاری کی یہ سب حسرتیں مشائم کو بھی اداس کر گئیں مگر کمرے کے باہر سے گزرتی کنول کے کان ضرور زرا سے کھلے دروازے کے سنگ اندر لگے تو اسکے قدم بھی اس حرکت کرتی کائنات کو روک دیتے انکشاف پر بے ارادہ رکے۔

"آپ ان سے سوری کر لینا چاچو، وہ آپکی اور آلایہ پھپھو کی بیٹی ہیں، جو تکلیف انکی ممی نے سہی وہ بھولنی مشکل ہے لیکن وہ کہتے ہیں نہ خون کی کشش کے آگے سب مات کھا جاتا ہے۔ فکر مت کریں میں بھی زینو بھابھی کے آگے آپکی تگڑی سفارش کروں گی"

مشائم کے یہ مرہمی، ملائم الفاظ کنول پر کوڑوں سے برسے جبکہ اندر طلال اور میشی کو گلے لگتا دیکھ کر کنول کے دل کو الگ آگ لگی، میشی کمرے سے نکلی تو کنول جان بوجھ کر چھپ گئی اور میشی کے نکلتے ہی وہ نا صرف کمرے میں بپھری موج بنی داخل ہوئی بلکہ دروازہ بھی پٹخ کر بند کیا، طلال اسکی شکل دیکھ کر ہی جی اوب جانے پر حقارت سے منہ پھیر کر اپنا ڈریس کوٹ درست

کرنے لگے مگر وہ نا صرف اسکے قریب رکی بلکہ بازو سے پکڑ کر طلال کو اپنے سامنے کیا تو وہ اسکی اس حرکت پر لہو ہوتی آنکھوں سے اسکو گھورے۔

"ز۔۔زینیش تمہاری بیٹی ہے؟ یہ کیا سن رہی ہوں میں۔۔۔وہ تمہاری بیٹی کیسے ہو سکتی ہے۔ تمہارا اور آلایہ کا تو ابھی رشتہ بھی نہیں بنا تھا۔۔۔بابا جانی نے تو کہا تھا اسکا یعقوب۔۔۔"

اس کے آگے طلال نے اس عورت کو کچھ کہنے کی مہلت نہ دی اور گردن سے دبوچ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے اسکی اس بکواس کو یہیں روکا، گردن پر جما ہاتھ ایسا شدید جکڑا کہ کنول کے خوبصورت چہرے پر سرخی گھل گئی۔

"بھاڑ میں جاو تم اور بھاڑ میں جائیں تمہارے بابا جانی۔۔۔میرا نہ صرف الایہ سے نکاح ہوا تھا بلکہ وہ کئی دن میری دسترس میں رہی۔ اور زینیش میری الایہ کی خوشبو، میری اور اسکی محبت کی نشانی ہے۔ طلال انصاری کے دل

میں، روح میں اور وجود کی تہہ تک صرف الایہ درید موجود تھی اور تم اضافی تھی، بوجھ ہو اور میرے سر پر مسلط عذاب ہی رہو گی۔۔۔۔"

طلال انصاری جانتے نہیں تھے کہ وہ یہ سب کسے کہہ رہے ہیں، وہ عورت پہلے ہی انتقام میں جل رہی تھی اور طلال کا اسے تضحیک اور زلالت بخشتا یہ انکشاف تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔

"اتنی جلدی تم مجھ سے پیچھا نہیں چھڑوا سکتے۔ تمہارے دل دماغ میں نہ سہی تمہارے جسم کی ہر تہہ تک اب میں ہوں۔۔۔۔ یہ بات تم کبھی بھولنا مت۔۔۔ آئی ایم پریگنٹ۔۔۔ بہت جلد وارث دوں گی اس خاندان کو، رہی بات تمہاری الایہ کی اس بیٹی کی تو ابھی تم کنول کے زہر سے واقف نہیں۔۔۔۔ اسکی ماں سے اتنی نفرت ہے تو اس سے کتنی ہو گی۔۔۔۔ بچا سکتے ہو اپنی بیٹی کو تو بچا لینا۔۔۔"

طلال اسکی اور تو کوئی بات نہ سن سکے، اسکے پریگنٹ ہونے پر انکے پورے جسم میں اذیت اتری، آنکھوں میں ریت چبھی۔

"کیا بکواس کی ہے تم نے"

طلال کی آواز کمرے میں دھاڑ بن کر گونجی جس پر وہ آنکھوں میں استہزا لیے طلال کے جبر پر ہنسی۔

"یس ہنی، تمہارا مجھے ٹھیک وقت پر اپنا آپ دینا کلک کر گیا۔ چھین لیا میں نے تم سے تمہارا غرور۔ اب تو تم مجھے پیار کرو گے نہ، تمہارے بچے کو تمہاری ضرورت ہوا کرے گی۔ اور مجھے نہیں لگتا تم اس معصوم کو ترساو گے۔۔۔۔۔ اگر اب تم نے مجھے خود کے لیے تڑپایا تو مجھے کچھ نہیں ہو گا بلکہ یہ ایفیکٹ ہو گا"

وہ اس وقت طلال کو نجس لگی نہ انکو کنول پر یقین تھا مگر جب کنول نے بلڈ رپورٹ اسے دیکھائی تو طلال نے اس پر پازیٹو پریگنینسی دیکھے خونخوار نظر

کنول پر ڈالی، دل چاہا اسکی گردن دبا دیں پر وہ اتنی گر چکی تھی نظر سے کہ اب اسکے وجود میں سانس لیتے اپنے وجود کا حصہ بھی ناقابل برداشت لگا۔

"گھٹیا عورت"

طلال اسکی گردن دبوچتے ہاتھ مٹھی میں بھینچ گئے، جتنی خوشی انکو زینو کے آنے کی تھی اس عورت نے غارت کی لیکن وہ نہیں جانتے تھے ابھی کہ کنول کی یہ اولاد صرف اک ہوا کا جھونکا ہو گی کیونکہ وہ عورت اتنے بڑے سکھ کے لائق نہ تھی۔

"اب تو تمہیں تمہاری بیٹی مل گئی نہ اب تو تم مجھے محبت سے چھو سکتے ہو نہ طلال، لک ایٹ می۔"

وہ اس وقت صرف طلال کے چند لمحے پانے کو مر رہی تھی جو اسے نفرت کے لائق بھی نہ سمجھتے تھے، وہ اسکے ہونٹوں پر وحشی نظر دوڑائے کسی نشے

کے عادی کی طرح قریب سرکی مگر طلال نے اسکا منہ جبڑے سے دبوچے دور کیا۔

"کہا ہے نہ اب خود پر تمہیں ممنوع کر چکا ہوں، ترس ترس کر مرو تب بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔۔ ہٹو۔۔۔ اور یاد رکھنا اس بچے کو تم صرف جنم دو گی۔۔۔۔ یہ تمہارا ایک بھی لمس نہ پا سکے گا۔۔۔۔ اور یہی تمہاری وہ سزا ہو گی جو تمہیں اس کی پیدائش کے بعد طلاق کے ساتھ ملے گی"

طلال نے اسے پکڑ کر راہ سے نفرت اگلتے تیوروں سے پرے دھکیلا اور کمرے سے نکلے جبکہ کنول نے پھنکار کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا، اسے لگا تھا یہ بچہ اسے فائدہ دے گا مگر طلال پر اسکا کوئی اثر نہ دیکھتے پا کر اسے اپنے وجود میں نمودار ہوتے اس احساس سے بھی نفرت سی محسوس ہوئی۔

"تم اس بچے کو ضرور قبول کرو گے مجھ سمیت اور اسکے لیے مجھے پہلے تمہاری اور الایہ کی محبت کی ساری نشانیاں تلف کرنی ہوں گی۔۔۔۔ تم ابھی

جانتے نہیں طلال کہ ایک بگھڑی ہوئی عورت ابلیس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔۔۔۔۔ آج اوزان کا آخری دن ہو گا اور اسکی موت کے بعد وہ لڑکی خود ہی مر جائے گی"

کنول کے چہرے پر اپنی تذلیل پر لہو چھلکا، تن بدن میں آگ کے شرارے الگ دوڑے بس نہ چلا وہ ابھی جا کر اپنے سوا ہر کسی کی گردن کاٹ ڈالے۔

..________________________..

ہنزہ کی وادیوں میں کیمپ بیس کے ارد گرد فوجیوں نے اپنی اپنی پوزیشن چن لی تھی، سرد موسم اور پھر دھوپ بھی صبح سے نہ نکلی جبکہ المان کا مسلسل میجر گلزار سے رابطہ بحال تھا، یہاں انٹرنٹ سروس کی ٹھیک سے بحالی مشکل تھی تبھی بیچ بیچ میں رابطہ کٹ جاتا بس اسی وجہ سے میجر گلزار کافی پریشان سے تھے، ادا خیل جب تک آرمی کی گرفت میں تھا اسکے لوگ

اسے ہتھیانے کے لیے ہر مکر و چال چل سکتے تھے اور فوجی افسران تک اس بڑی سمگلنگ کے لیے کافی ایکٹیو تھے۔

ان کریٹوں میں heroin and meth ،ephedra نامی ڈرگ پاکستان کے راستے گزر کر ریجنل اور گلوبل ڈرگ مارکٹس تک جانے والی تھی۔

صبح گیارہ کے وقت بیس کیمپ کے چار سو شام جیسا سماں تھا، افغانی باڈر کی جانب سے جڑے علاقے کے آس پاس بمباری والے گاوں تھے جہاں طالبان کے حملے وقفے وقفے سے جاری تھے اور وہاں کے مقامی لوگوں کو گاہے بگاہے امداد اور محفوظ مقامات پر پہنچانے کا کام اسد اور اسکی ٹیم کے سپرد تھا۔

جبکہ کیپٹن الماں بھی اپنے لوگوں کی ہمراہ صبح سے تین پار ٹارگٹ کی جانب پیش قدمی کیے واپس رک کر پراوڈال چکا تھا، چاروں طرف یہ علاقہ پہاڑوں

اور اونچے نیچے راستوں پر مشتمل تھا اور پیدل چلنے میں مشکلات کا سبب بنا پھر موسمی شدت کے سبب ویسے ہی رکاوٹ راہ کا پتھر بنی ہوئی تھی۔

فی الحال بابا سرکار کے لوگوں نے مزید بمباری روک دی تھی بس وہ لوگ گھات لگا کر الامان سیال اور اسکے لوگوں کے راستے میں چھپے تھے کیونکہ انکا مقصد سمگلنگ کے علاوہ ادا خیل کی بازیابی تھی جس کے لیے الامان کو یرغمال بنانے کا پلین تھا جبکہ آدھے ملحقہ باڈر لائن کے گاوں میں جبکہ آدھے ہنزہ کی وادیوں اور پہاڑوں میں جال بچھائے پل پل کیپٹن الامان کی ٹیم کے منتظر تھے اور وہ ہر قدم کے ساتھ موت کے منہ میں اترتا جا رہا تھا۔

..______________________________..

"کہاں تھا؟"

اوزان واپس فارم ہاوس آچکا تھا، گاڑی پورچ میں پارک کرتے اترا ہی کہ حسیب کی کال بیک پر فوری تجسس عیاں کرنے کے بیچ قدم اندرونی راہداری

پر پر وقار چال کے سنگ بڑھائے، نو کے بجائے اسے واپسی پر بارہ بج گئے تھے۔

"تیرے دادے پادے پر تو لمبی انکوائری چل پڑی ویرے، فی الحال میری کسٹڈی میں ہیں لیکن سوچ انکوائری کے بیچ جب انکے کالے دھندے کھلیں گے۔۔۔ آئے ہائے مجھے تو ابھی سے سوچ کر مزہ آرہا ہے"

حسیب کی پر سرور اور تروتازہ آواز پر اوزان نے گہرا سانس بھرا، وہ مسکرایا تو اوزان کو بھی سکون ملا ورنہ یار کی نم آنکھیں دیکھ کر تو اوزان پر بھی دوسرا سانس تنگ ہو گیا تھا۔

"اب جا کر بہار سے مل، ٹھیک نہیں ہے وہ۔ تیری ضرورت ہے اسے اور اب تجھے اسکے آگے جھکنے کے لیے پہل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ بلکہ اب سے میں تیرے اور بہار کے معاملے میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ اسے بچالے حسیب، کیونکہ وہ بھی اسی تکلیف کا شکار ہو چکی ہے جس سے دا یب

انصاری گزرے۔۔۔۔پہلے مجھے یقین نہیں تھا کہ محبت، جنون اور من چاہی شے چھن جانے کا عام سا عارضہ بھی جان لے سکتا ہے لیکن اب لگتا ہے یہی جان لیتا ہے۔۔۔۔ ہر کوئی اسی دکھ سے مرتا ہو گا۔۔۔ تو سمجھ رہا نہ میری بات"

اوزان دایب کی آواز آج بھی بھاری اور اذیت سے دوچار تھی جبکہ حسیب نے تو بہار کی خبر پر ہی سینہ جکڑا تھا، آنکھیں لمحے میں یار کی بخشی عیاشی اور اجازت پر ویران ہوئیں۔

"ہمم۔۔ جاتا ہوں۔۔۔۔ویرے احسان کیا ہے تو نے مجھ پر۔۔۔"

حسیب نے بس اتنا کہہ کر رابطہ منقطع کیا جبکہ اوزان دایب انصاری نے بھی جس کو نوتک تیار ہونے کا کہا جاننا چاہتا تھا وہ کیا کر رہی ہے تبھی فارم ہاوس میں داخل ہوا تو وہ تو کہیں نہیں تھی بس اسکی چارسو مخمور و مدہوش کرتی خوشبو کا رقص جاری تھا۔

اوزان نے چادر کندھوں سے اتارے وہیں لاونج کاوچ پر رکھی اور شوز سے پیر آزاد کرتے موزے بھی اتارے، اور کف لنکس اتار کر وہیں جھک کر میز پر رکھے وہ آستین فولڈ کرتا بالوں مئں اضطراب کے سنگ ہاتھ پھیرے ننگے پیر ہی الجھا بکھرا مگر تب بھی آفت لگتا ہوا بیڈ روم کی جانب بڑھا۔

دس بجے تو وہ بمشکل اٹھی تھی کیونکہ اوزان کے جاتے ہی وہ دوبارہ سو گئی اور پھر ہلکا پھلکا ناشتہ کرتے ہی وہ نہانے چلی گئی۔

پھر کل لائے باقی ڈریسیز میں سے دوسرا وائیٹ اینڈ لائیٹ نیوی بلو ڈریس چنا جسکے ساتھ وہ پرل چوکر پرفیٹلی میچ بھی ہوا جبکہ ہیلز بھی وہ کل لائی سلور اور نیوی بلو کلر کی وہی چوز کی، بال ڈرائے ہوتے ہی زینو نے اپنی سائیڈ رنگ فرنچ بنائی اور باقی بال کھلے چھوڑے، ڈریس اسکا یہ بھی سنپل تھا بس فل مگر سلم فٹ بازووں اور پچھلے اور اگلے بوٹ شیپ گلے پر لائنگ میں گندھا ہوا امبرڑاڈری کام تھا۔

جب اوزان روم میں انٹر ہوا تو وہ بالوں میں ایک دو بلیک پنز لگائے ہیر اسٹائیل کو مزید مضبوط کر رہی تھی، وہ اسکے جان لیوا روپ پر پھر سے ساکن ہوا۔

آہٹ پر زینو پلٹی تو دوپٹے سے بے نیاز چھوٹی سی وائیٹ اینڈ نیوی بلو کرتی کے ساتھ وائیٹ چکن پلازو پہنے وہ اوزان دایب کی خود پر جمی ستائشی نظر پر خفیف سا بوکھلائی۔

"She is drop_dead gorgeous,MaShaAllah"

بے خودی میں اوزان کے ہونٹوں نے اس کی دلکشی کے روبرو مبہم خود کلامی کی۔

"آپ نے تو نو کا کہا تھا اوزان، دیکھیں بارہ بج گئے۔۔۔ کہاں رہ گئے تھے"

زینش نے ننگے پیر ہی قدم اسکی طرف بڑھائے اور قریب آ رکی پر وہ تو اس کے دہکتے حسن کی تاب نہ لاتے اسی میں مدہوش و محو ہو کر رہ گیا۔

"اسی لمحے سے بھاگ رہا تھا کہ تمہیں یوں دیکھ کر اپنے آپ پر کیسے جبر کروں گا"

وہ جو پر اعتماد تھی اوزان کی نظروں کی حدت کے آگے بوکھلا گئی، نظر تک اسکے وجیہہ سراپے سے ہٹالی۔

"آپ چینج کرلیں پھر چلتے ہیں، آئی جان کو بہت مس کر رہی ہوں"

زینش نے بنا نظر ملائے ہی پلٹنا چاہا اور پلٹ بھی گئی مگر اوزان نے ہاتھ اسکے پیٹ میں لپیٹے لمحہ لگائے اسے اپنے پہاڑ سینے سے لا جوڑا، دھڑکنیں بے ترتیب اور سانسیں منتشر ہوئیں جب اوزان نے اسکے کھلے بال اسکی کمر اور گردن سے ہٹا کر آگے کو سرکائے، ویسے ہی اسکا پیٹ کے گرد جما ہاتھ جکڑا اور زینش کا دل تب کانپا جب اسے اوزان کے ہونٹوں کا لمس وہ بھی شدید تر، اپنی گردن کی اطراف محسوس ہوا، ڈر کر اس نے اوزان کا اپنے گرد لپٹا بازو ہتھیلی میں دبوچا۔

"تو یعنی تمہیں منظور ہے میرا خود پر جبر کرتے رہنا"

اوزان نے اسکے کان کی لو کو لب مس کرتے بے بس سی سرگوشی کی جس کی بے خودی سرور بن کر زینو میں بھی اتری تبھی وہ اسکی بازو پیٹ پر سے کھولتی اسکے حصار میں لہرا کر روبرو ہوئی۔

" آپ نے کہا تھا میں آپکی ہوں۔۔۔جب کہیں گے محبت ہوں پھر دوں گی اجازت "

یہ کہنا بہت مشکل تھا پر ان سنہری تقاضوں سے اٹی آنکھوں میں وہ پورے اعتماد سے تکتی بولی تھی۔

"جب محبت بن جاو گی پھر تمہاری اجازت نہیں لوں گا کسی خوش فہمی میں مت رہنا، خیر گفٹ دیکھا تم نے ؟"

وہ خود ہی ابھی بوجھل تھا، دل تکلیف کی زد میں تھا تو موڈ بدل دیا جبکہ گفٹ پر وہ دبا دبا سا مسکرائی۔

"جی، لیکن آپ خود پہنائیں۔ بہت خوبصورت ہے، آپکو پتا ہے مجھے پرل جیولری بہت پسند ہے"

وہ خود بھی مسکرا کر بتاتی اوزان کو دیکھنے لگی جو ڈراسے جیولری کیس نکال کر واپس زینو کی طرف پلٹا، اسے کھول کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا۔

"یہ ٹوٹلی ایک تکا تھا۔۔۔۔۔۔ مے آئی؟"

وہ جس معصومیت سے بتا رہا تھا وہ ہنسی اور خود پہنانے کی اجازت پر فوراسے اوزان کے روبرو پلٹی اور اپنے بال واپس ایک طرف کیے۔

اوزان نے وہ جیولری پرل چوکر زینو کی دمکتی ملائم گردن میں پہنایا اور اسکے گردن کے ساتھ فٹ کیے اسکے بال پکڑ کر واپس اسکی پشت پر لہرائے۔

"بہت خوبصورت، ائیر رنگز پہن لوگی یا وہ بھی پہناوں؟"

اس کی گردن پر نگاہ دوڑائے جس طرح وہ ہاتھ کی پوروں سے چھوتے بولا وہ زینو کو مدہوش سا کر گیا لیکن آج وہ اسکے لیے کچھ دیر میسر رہنے کا فیصلہ کر چکی تھی سوائیر رنگز بھی اس نے اوزان سے پہنے، جو بہت چھوٹے اور یونیک تھے۔

"اب تم لگ رہی ہو انصاری خاندانی بڑی بہو، ایک بات پوچھوں تم سے زینیش؟"

وہ اسکی عام سی تعریف پر بھی دل کی طرح دھڑک رہی تھی جبکہ وہ اوزان دایب کے مخمور سوال پر دم سادھے آنکھیں اٹھا کر پٹ سے اوزان کی آنکھوں میں ڈال گئی۔

"جی پوچھیں"

زینیش نے بے تابی سے پوچھا۔

"تمہاری ہتھیلی پر جو او تھا وہ میں ہی تھا؟ تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ کہاں دیکھا تم نے مجھے؟"

یہ سوال کر کے وہ زینو کی ہر حس کی قوت سلب کر گیا، کہ نہ وہ انکار کے لائق رہی نہ اقرار کے۔

"م۔۔مجھے اس بارے میں بات نہیں کرنی۔۔۔ کہا تو تھا وہ میری فرینڈ کا نام تھا۔ میں آپ سے ہر گز محبت نہیں کرتی۔۔۔۔"

وہ اس کے جسم و جان پر حاوی ہوتے سحر سے خوفزدہ ہوتی کہہ کر اس سے فرار کرتی، اوزان نے اسکی بازوؤں کو پکڑے اپنے روبرو تھم جانے پر مجبور کیا جسکی پلکیں مسلسل تھرا کر رہ گئیں۔

"تو پھر کیوں کرتی ہو میری فکر، کیوں میرے منانے پر مان گئی اور ساتھ واپس آئی۔ کیوں میرے قریب مجھ سے زیادہ پر سکون ہو جاتی ہو"

وہ اسکے لہجے کے جذب سے کپکپا سی گئی، وہ شخص اسے بے بس کر چکا تھا، ہلنے تک کی سکت چھین لی گئی۔

"اس لیے کہ آپ بھی میرے ہیں"

یہ کہنے کے لیے اسے سوچنا نہ پڑا، آج اس اعتراف کو کرتے بھلے اسکی جان چلی جاتی، جبکہ اس اعتراف پر اوزان دایب انصاری کی سنہری آنکھوں کے چمکتے رنگوں نے زینو کے دل کے نہاں خانوں میں اپنا ساز بکھیرا۔

"قائم رہو گی اس بات پر؟"

ضرورت سے بھاری پڑتی اوزان کی آواز ہو یا اسکے ہونٹوں کا زینو کی بھاری بوجھل سانس سے ٹکراو، سب زینیش کے وجود میں جنبش و تھرتھراہٹ کا سبب بنا اور اوزان دایب کے ضبط و جبر میں خراشیں سمیٹ لایا۔

"زینیش ہمیشہ اپنے کہے پر قائم رہتی ہے، جا کر چینج کر لیں پلیز"

وہ اسکی نظروں کے بے باک محور دیکھتی کانپی تبھی اسکے حصار میں مچل کر چہرہ بھی پھیرا لیکن اوزان کے ہاتھ اسکے رخساروں کو چھوتے اسکو خود پر دیکھنے کو مجبور کیے ہوئے تھے کہ وہ ہل بھی نہ سکی۔

ایک ہاتھ زینو کے کھلے بالوں میں ارسائے دوسرے ہاتھ کو اسکی کمر کے گرد جکڑے اس کی شدت میں نرمی رکھتے ہوئے وہ اسکی قربت کے سبب تپتی گردن پر پھر سے اپنے لبوں کو رکھتے جام نشاط میں مدہوش ہوا۔

"او۔۔وزان"

سرشاری و تکلیف میں ڈوبی نام نما سسکی زینو کے ہونٹوں سے خطا ہوئی کہ اس شخص کے بے قابو ہو نازینیش کے لیے پل پل جان لیوا ہو رہا تھا۔

ماحول کی حدت اور بڑھتی قربت کے پیش نظر زینو نے ایک بار پھر اوزان سے دور ہونا چاہا مگر وہ بس سوچ ہی پائی کیونکہ اسی لمحے وہ ان خوشبو کے نشے میں بہت قوی ہونٹوں کے زائقوں کا صحیح ڈھنگ میں طلب گار ہوتا اپنے

تشنہ ہونٹوں کی نرم پکڑ بخشتا زینیش کے ہر انکار کو سرے سے ختم کرتا اسے کمر سے جکڑے مزید قریب کر گیا، نہایت پیار، بے حد نرمی اور سکون کی اضافی کشش کو محسوس کرنے کو وہ زینیش کی سانسیں اسی آسودگی سے خود میں گھولنے لگا، اسکی خوشبو، نرمی، اعتراض کا خاتمہ، اور اوزان کی خواہش کو قبول کرنا اوزان کے ضبط کو توڑنے لگا، تبھی تو اسے خود میں لمحہ بہ لمحہ شدت بڑھاتے، زینیش کے نرم گرم لمس میں گھلتا خود میں اسے جذب کرتا رہا تھا کیونکہ وہ اسکی اس قربت اور لمس پر ایسی پگھل گئی کہ خود بھی دل میں اس لمحے کی خواہش کا بڑھ جانا محسوس کرتی رہی۔

فسوں خیز ماحول میں انتشار برپا کرنے کی گستاخی اوزان کے رنگ کرتے فون نے کی جس پر وہ فوراً سے آزادی ملتے یکایک اوزان کے سینے سے لگی گویا اب سچ میں اوزان کا سامنا دوبھر ہوا۔

جبکہ اوزان نے ہوش دلاتے خود کو دقت سے سنبھالا اور جیب میں وائبریٹ کرتا فون نکالا دوسرے ہاتھ سے اپنے سینے لگی گہرے گہرے سانس لیتی زینو کو تھاما۔

میسج چاچو کی تھا تبھی پڑھتے ہی بیک آپ میسج چھوڑا اور فون سکرین آف کیے فون ہاتھ بڑھا کر ڈریسنگ پر رکھا۔

اس وقت دھیان زینیش سے ہٹتا یہ اسے بھی کہاں منظور تھا۔

"تم جانتی ہو اسکا مطلب کیا تھا؟"

وہ ابھی اس کو نہ دیکھ سکتی تھی نہ اسکی آواز سننا آسان تھا، سینے میں دبے ہی وہ روٹھے انداز میں کسمسائی جبکہ اوزان کے زرا ملائم ہوتے دبیز ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ رینگی۔

"This Means we Love each other "

وہ اب بھی اس لڑکی کی جان نکالنے سے باز نہ آیا جبکہ اوزان نے دو قدم دور ہوتے پوری قوت سے پکڑ کر زینیش کو خود سے دور کیا جسکی جھکی آنکھوں میں آنسو، ہونٹوں پر بھیگی سی سسکی نما شکائیت موجود تھی۔

"نوو۔۔ صرف آپکو ہوگی مجھے نہیں، ناراض.."

وہ اسے بنا دیکھے منہ موڑ گئی جبکہ اوزان نے اسکی کلائی اچکتے کھینچا اور بات بھی پوری نہ کرنے دی۔

"اب تم مکر نہیں سکتی، اور ناراض ہونے کا تو سوچنا بھی مت۔۔۔۔"

رعب و استحقاق سے وہ اسے وارن کرتا اسکے ہونٹوں کے مدھم مگر اب پرفیکٹ ہوتے رنگ پر نظر جماتے بولا جبکہ اس سے پہلے جھکی نظر اٹھا کر دیکھتی اور کچھ کہتی اوزان اسکی کلائی آزاد کیے چلا گیا کیونکہ دیکھ چکا تھا اسکی موجودگی اور بے خود حرکت نے اس لڑکی سے سانس لینے کا اختیار گھوٹ لیا

تبھی وہ لڑکھڑاتی ہوئی وہیں بیڈ کے کنارے ٹکی، اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا جہاں ہوتی ہلچل اسکے پورے جسم پر کپکپی اتارے ہوئے تھی۔

یہ لمحہ وہ ساری زندگی حواسوں سے جھٹکتی تب بھی نہ اترتا، لیکن زینیش نے جو کیفیت سوچی ویسی بھی نہ ہوئی بس بظاہر وہ کانپ رہی تھی لیکن دل کے اندر جو نشاط اترا دائمی خمار و مدہوشی کا سبب تھا۔

وہ نا جانے کب تک گہرے گہرے سانس بھرتی ہونٹوں کو چباتی گم سم وہیں بیٹھی رہی کہ اوزان فریش ہونے کے بعد چینج کرتا باہر بھی آگیا، بلیک ہائی نیک، بلیک سلم فٹ پینٹ پہنے، بازو پر نیوی بلو، بلیک لائننگ بلیزر رکھے وہ اندر ہی بال ڈرائے کیے انھیں سیٹ بھی کر آیا جب کے ڈریسنگ روم سے روم میں آتے ہوئے اسکے پیر بھی سیاہ موزوں میں مقید تھے۔

اک محظوظ نگاہ کومے میں جا چکی زینو پر ڈالے مبہم مسکراتا وہ بلیزر وہیں کاوچ پر رکھتا وہیں بیٹھا، شوز پہنے اور اس بیچ فرصت سے خیالوں میں گم زینو

کونہار نانہ بھولا اور اسی طرف اٹھ کر چلتا زینیش کے قریب آیا اور اسکی حرکات دیکھیں، اپنے نچلے ہونٹ کو چباتی وہ اس وقت اسے چھوٹی سی بچی ہی لگی، دونوں ہاتھ بیڈ کی پائنتی پر دائیں پائیں کہنیاں بینڈ کیے ٹکائے ہوئے تھے۔

"جو بھی سوچ رہی ہو یہ ساتھ جاری رکھا ہونٹوں پر تشدد روکو اسی وقت"

وہ جو گہرے خیال میں تھی اوزان کی برہم آواز پر ڈر کر اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ اسکے ڈرنے پر بہت مشکل سے اوزان نے اپنا ہنسنا حلق میں واپس انڈیلا۔

"ڈرادیا مجھے"

بے ترتیب ہوتا سانس بمشکل استوار کیا تھا اس شخص نے پھر سے دل کو وائبریشن بخش دی۔

"اتنا ڈرتی کیوں ہو؟ آج بتا ہی دو"

اسکی ٹھوڑی پکڑے چہرہ اوپر کو اٹھائے خاصے تشویشناک انداز میں پوچھا جس پر وہ آنکھیں زور سے میچتی اپنی ٹھوڑی اسکے ہاتھ سے آزاد کرتی نہ صرف پلٹی بلکہ میٹرس پر رکھا اپنا نیٹ کا وائیٹ دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھا اور اسکا پلو کندھے پر پھینکتے وہ آئینے کے سامنے جا رکی۔

"آپ کو ابھی روم سے باہر نکالنا ہے، دوبارہ مجھ سے فری ہونے کی کوشش مت کیجئے گا۔ حویلی جا کر میں ایٹیوڈ گرل بنی رہوں گی اور آپ نے اگر مجھے تنگ کرنے کی کوشش کی تو خان بابا کے پاس چلی جاوں گی"

زینش نے اپنی گولڈ چین جو اس نے جیولری کے سبب پہلے ہی اتار لی تھی، اسے اپنے ہینڈ بیگ کی چھوٹی جیب میں ڈالنے کے بیچ اوزان کو وارن بھی کیا جو اسکے ساتھ ہی آکر کھڑا مغرور سے انداز میں بال برش کیے مسکرایا، وہ اپنے دھیان میں ہو کر بھی اپنے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پر قابو نہ پا رہی تھی۔

"ایٹیوڈ دیکھانا ضرور لیکن ناکام عاشق صاحب کو، مجھے دیکھانے کی کوشش کروگی تو وہی کروں گا جو کچھ دیر پہلے کیا۔ اور اتنا تو میں جان گیا ہوں تم مجھے روکنے پر قادر نہیں۔۔۔ پگھل جاوگی میرے سامنے"

وہ اسکی خوش فہمیوں پر منہ کو غبارے کی طرح پھلائے اس باوقار شخص کو سر اٹھا کر دیکھنے لگی جسکی گردن اب بھی اکڑی تھی، زینو سر تا پیر گھومی بھی اور رخ بھی مکمل اوزان کی جانب پھیرا۔

اسکے کھلے سلکی بالوں سے نیٹ کا دوپٹہ پھسل کر پہلے ہی کندھوں پر ڈھلک چکا تھا اور اوزان سے اس پر سے نظریں ہٹانا دوبھر ہو رہا تھا۔

"میں آپکو روکنے پر قادر ہوں، کیونکہ آپ بھی میری ملکیت ہیں۔ برابری کا رشتہ ہے تو ہر چیز میں دونوں کی مرضی اہم ہے۔ آپ نے مجھے دو دن میں یہ احساس دلا دیا کہ آپکے ساتھ اکیلی تو اس فارم ہاوس میں نہیں رہ سکتی۔۔۔

"

اوزان کو زرا اندازہ نہ تھا کہ وہ جو پیش رفت بے خودی میں کر گیا وہ زینش کو اتنا باہمت بنا دے گی، نہ صرف وہ اس لمحہ بے خوف تھی بلکہ اسکے وقار میں ہوتا اضافہ اوزان کے دل کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میرے ساتھ اکیلی صرف تم ہی رہ سکتی ہو یہ اہلیت اللہ نے صرف تم میں رکھی ہے، جیسے میرا سکون بڑھا ویسے اگر تمہارے لیے میری خواہش بھی بڑھ رہی ہے تو یہ نیچرل ہے۔ بیوی ہو تم میری۔ برابری کرو تم میرے ساتھ لیکن اس معاملے میں ویسی ہی رہو جیسی میرے قریب ہو جاتی ہو۔۔۔۔ اگر تمہیں میرے ساتھ اکیلے گھر میں رہتے ڈر لگتا ہے تو ہم نیکسٹ اپنے بے بی کے ساتھ آئیں گے یہاں۔ پھر تم یقینا کمفرٹیبل ہو گی"

وہ جس طرح اک اک لفظ سے اسے مدہوش کر گیا، زینو کے پاس اس لمحہ کوئی جواب، اعتراض یا جواز نہ رہا جبکہ اوزان کے آخری بے باک جملے زینو کو کان کی لو تک سرخ کر گئے۔

"ک۔ کونسا بے بی۔۔۔ آپ ہوش میں تو ہیں۔۔۔ ک۔۔ کیا کیا سوچ کر بیٹھے ہیں۔ شرم نہیں آتی آپکو ایسی باتیں کرتے ہوئے۔۔۔۔"

سرخیوں میں گھلتے چہرے پر خفت اور حسین لگی پھر جیسے وہ آنکھیں چراتی منمنائی اوزان کی سنہری آنکھیں خمار کے رنگ سے اور چمکیں۔

"میری بے باک باتوں سے تمہارا یہ حال ہے زینیش، تو میری ایسی ویسی اوٹ آف کنٹرول حرکتوں کے بعد تو تم نے نظر بھی نہیں آنا۔

Am worried about Your Sensitivity "

اوزان نے مصنوعی افسوس عیاں کرتے دکھ کا اظہار کیا جس پر وہ اسکی طرف دیکھتی سرد نظروں میں خوف بھر لائی۔

"پ۔۔ پلیز اوزان۔۔۔ مت کریں میرے ساتھ یہ باتیں"

جب وہ تنگ کرنے سے باز نہ آیا تو آخری حل زینو کے پاس رو کر اسکے سینے ہی لگنے کا تھا۔

یہاں بھی اس شخص کی خوشبو بے چین ہی کر رہی تھی، پر اوزان کا مسکرا کر اسکے نازک مخملی وجود کے گرد بازو باندھنا زینو کو پر سکون کر گیا۔

"تم مجھے کمرے سے مت نکالنا۔ بس کہہ دینا میں چلا جاوں گا تم سے دور اور ایسا صرف ایک بار ہو گا، بار بار نہیں۔ اب اگر تم کمفرٹیبل ہو تو چلیں؟"

وہ خود بھی ریڈی تھا جبکہ یہ لڑکی تو عام سے خلیے میں دھڑکنوں کی رفتار بڑھاتی آج تو حسن دہکا کر ویسے ہی جان پر بنی تھی۔

وہ دھیرے سے اس کے سینے سے الگ ہوتی دور ہوئی اور آنکھیں اٹھا کر ہولے سے سر ہلایا، ہیلز پہنیں، پھر اسکے زرابر پہنچے مسکائی اور اپنا ہاتھ اوزان کی طرف بڑھایا جسے اس ساحر نے مضبوطی سے جکڑا، اس حلاوت پر زینو کی آنکھوں میں خوامخواہ ہی نمی اتر آئی۔

"آپ اپنا پرامسس مت بھولیے گا، اپنے چاچو کا نہیں میرا ساتھ دیں گے۔
ا۔۔ اور میرے سامنے انکی سفارش بھی نہیں کریں گے"

وہ اسے اپنا وعدہ یاد دلاتی بہت ہی کیوٹ لگی۔

"اوزان دایب کے لفظ کافی ہیں، وعدے کی کبھی نوبت نہیں آئے گی۔ تم وہاں جس رتبے کے سنگ جا رہی ہو وہی تمہارے غرور کی سلامتی کو کافی ہو گا۔ جب تک تم میرے ساتھ اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس دنیا کو مل کر سر اٹھا کر دیکھیں گے"

ساری گھبراہٹ، ناراضگی اور تکلیف دور ہوئی جب وہ اسکے ان خوبصورت الفاظ پر مسکرائی۔

"میرے بعد بھی اپنا سر مت جھکانا کسی کے آگے، یہ سر صرف پیدا کرنے والے اللہ، جنم دینے والے ماں باپ اور تربیت کرنے والے رہنما یعنی استاد

کے آگے جھکنا چاہیے۔یہی اوزان دایب انصاری کا زندگی گزارنے کا اصول ہے۔ان کے آگے جھکنے والے کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جھکا سکتی"

وہ اسکی باقی باتیں تو سن ہی نہ سکی،اوزان کے پہلے دو لفظ ہی اسکو درد کی گہرائی میں لے گئے،آنسو آنکھوں میں دبا گئی کہ کیسے کہتی یہ حوالہ بھی اسکی جان لے گیا ہے اور اگر اس نے بھرم رکھتے سر جھکا کر آنکھیں بھی جھکا لیں تو اسکا مطلب یہ نہیں تھا اوزان اسکی کیفیت سے بے خبر تھا،وہ اسکے بعد خامشی سے اپنا بلیذر،اور گاڑی کی چابی،فون لیے زینو کا ہاتھ پکڑے کمرے سے نکل گیا،سب انصاری حویلی میں انکے منتظر تھے،شاید بہت کچھ منتظر تھا۔

سلجھنے کے لیے ایک بار سب کا الجھنا ضروری تھا۔

..________________________..

حسیب خانزادہ، یار کی جانب سے اذن پائے سیدھا ہوسپٹل پہنچا تو بہار کے روم کو بے قراری واضطراب کے سنگ ڈھونڈنے کے بیچ اسکا سامنا ڈاکٹر دیان آریز سے کویڈور میں بے ساختہ قدم بڑھانے کے بیچ ہوا جبکہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چہرے پر گریز کا تاثر دیتے ایک دوسرے کے آمنے سامنے رکے۔

حسیب کی آنکھوں میں سرد مہری تھی مگر دیان کی آنکھوں میں کسی آشنا کو مدت بعد دیکھ لینے کی کربناک سی خوشی اگلے ہی لمحے چمکتی دیکھائی دی۔

"آپ یہاں؟"

دیان آریز کی حیرت کے برعکس حسیب کی آنکھوں میں عجیب سا کرب اُمڈا، اسکی ناراض نظریں دیان کے دل میں ٹیس جگاتی محسوس ہوئیں، فائزہ اور آریز کی موت کو چھ سال بیت گئے تھے اور ان چھ سالوں میں یہ آمنا سامنا بمشکل چھ بار ہوا تھا۔

"ہمم۔ہاں یہاں میری وائف ایڈمٹ ہے۔بہار پاشا۔کیسے ہو تم؟"

حسیب سے ایک تو آمنا وہ بھی بہت ماہ بعد اسکے بعد اسکی بیوی کا سن کر دیان سچ میں حیرت و خوشی کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا زرا قریب آکر رکا۔

"میں اچھا ہوں۔آپکو بہت وقت بعد دیکھ کر اچھا لگا لالہ"

دیان اسکو دیکھ کر اپنے دل کو پگھلنے سے نہ روک سکا لیکن حسیب کو اسکی بے حسی بھولی نہیں تھی تبھی اسکے نرم پڑنے کو اپنی راحت نہ بنا سکا۔

"ہمم۔یہ اختیار تمہارے پاس ہمیشہ تھا لیکن تم ہم سے تعلق رکھنے کو اپنی شان میں کمی سمجھتے ہو دیان آریز، تبھی تمہارے راستے میں آنے سے گریز ہی برتتا ہوں۔کہیں ہمیں دیکھ کر تمہارا دل نہ تڑپ اٹھے"

حسیب کے لہجے کی کھردری چبھن اور براہ راست شکوہ دیان کو بہت بری طرح تکلیف دے گیا وہ حسیب سے گلے لگنا چاہتا تھا پر حسیب نے گریز کا

تاثر دیتے منہ موڑا اور اسے ایسا کرنے سے روکا، وہ ایسوں کو گلے نہیں لگاتا تھا جو سچائی سے جان بوجھ کر آنکھیں مونذ کر غلط کا ساتھ دیتے تھے۔

"آپ بھی میری تکلیف نہیں سمجھتے، لیکن یہ سچ ہے جب سے دادا کی اصلیت کھلی مجھے آپ سے اور صائمہ ممانی سے قطع تعلق پر بہت پچھتاوا ہو رہا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں نہ لالہ میں ممی بابا کی موت کے بعد اپنے سینسیز میں نہیں رہا تھا، دادا نے مجھے من گھرٹ ثبوت دیکھا دیکھا کر خان جمال بہادر کے خلاف کیا، کہ بابا کی گاڑی کا حادثہ انہوں نے کروایا پر جب ساتھ انکی بہن بھی مری تو یہ صدمہ خان بہادر سہہ نہ سکے۔۔۔۔ تب نہ حالات اچھے تھے نہ میں، مجھے لوگوں سے خوف آنے لگا تھا۔ پھر دادا نے میرے دماغ میں آپکے، خان ماموں اور صائمہ ممانی کے لیے زہر بھرا۔۔۔"

دیان کی کوئی منت، کوئی التجاء اور کوئی صفائی حسیب کے لیے قابل قبول نہ تھی، اس معاملے میں وہ کسی رحم کو کرنے کا اہل نہ تھا کیونکہ یہ کہانی صرف درد سے بھری تھی۔

"بابا کی اکلوتی اور لاڈلی بہن تھی فائزہ خانزادہ، وہ کیسے اپنی ہی بہن کا سہاگ اجاڑ سکتے تھے؟ تمہارا اپنا دماغ کام نہیں کیا۔ تم نے جو الزام اپنے دادا کے کہے میں آکر میرے بابا سائیں پر لگائے وہ انکی جان لے گئے دیان آریز، کاش تم اپنے دادا کا گریبان پکڑ کر ایک بار انکا احتساب بھی کرتے۔ آخری وقت میرے ان ہاتھوں میں دم دیتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے تھے، کہ دیان کی غلط فہمی مار گئی مجھے، میری فائزہ کی موت کا الزام کھا گیا مجھے۔

فائزہ خانزادہ! انصاریوں کے خاندان میں آتے ہی انکو جو اذیت ملی، وہ بھولنی ناممکن ہے بھلے وہ ماڈلنگ کرتی تھیں پر آریز کے لیے سب چھوڑ دیا انہوں نے۔ سلطان فیروز شمشیر انصاری کسی کی بہن بیٹی کو کیا تحفظ دے سکتا ہے، اسکے شر سے تو اسکی اپنی نسل نہیں بچتی۔

اور تم نے بھی اپنے ماں باپ کے قاتلوں کو چنا تھا، تو اب قائم رہو اپنے فیصلے پر۔ ہم نے دل پر پتھر رکھ لیا۔۔۔۔ ہٹو راستے سے"

حسیب کی آواز میں بھلے ماضی کے بھیانک دکھ بیاں کرتے، برہم ہوتے بھی اذیت تھی پر دیان نے آنکھوں میں اتر آتی تکلیف کو بڑے کرب سے دباتے اسکا ہاتھ پکڑے روکا، وہ سنگدل نہیں تھا لیکن دیان پر وہ جائز برہم تھا، اور اس اذیت نے دیان آریز کو پچھلے چھ سالوں سے سولی پر لٹکا رکھا تھا۔

"لالہ پلیز۔ آئی ایم سو سوری"

دیان آریز کی آنکھوں میں اٹڈتی سرخی کے باوجود حسیب اس وقت صرف بہار کے لیے پریشان تھا تبھی پلٹا، دیان کی آنکھوں میں پشیمانی تھی جو اسے اچھی نہ لگی، وہ سخت الفاظ بول گیا جو بولنا نہیں چاہتا تھا پر جب جب بابا کا وہ آخری رونا یاد آتا، حسیب کا دل پھٹ کر رہ جاتا۔

"میرے دل کے اس خانے میں بہت درد بھرا ہے دیان آریز، جہاں میرے باپ کی وہ آخری سسکیاں دفن ہیں، ابھی اس تکلیف کو مت کریدو

لاڈلے۔ ایک اچھے اور مناسب ماحول میں ملاقات کرتے ہیں یہ سب تب کے لیے رکھ چھوڑو، ابھی میرے لیے صرف میری بیوی اہم ہے"

اسکی گال تھپکا تاوہ بھاری پڑتے لہجے کے سنگ سانس گھسیٹ کر بولتا وہاں سے چلا گیا جبکہ دیان کو اس سمت تکلیف سے دیکھتا پائے پنار جو وہیں کسی کام سے کوریڈور میں آئی، جھٹکا تو اسے دیان کی سرخ آنکھوں نے دیا تبھی رکی۔

"کیا ہوا آپکو دیان؟"

وہ کسی ہوا کے جھونکے کی طرح اسکے سامنے آئی، ہتھیلی دیان کے رخسار سے جوڑے خوفزدہ لہجے میں بولی جو فوری اپنی تکلیف کو اپنے سینے میں دفن کر کے آنکھیں پنار سے بھی چرا گیا، کیونکہ اس وقت وہ دم دیتی کیفیت سے گزر رہا تھا، اس قدر منتشر کہ یہ لڑکی بھی اسے سمیٹنے میں ناکام ہو جاتی۔

"کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں"

وہ نظر چرا کر اس سے پہلے بات ختم کیے پلٹتا، پنار نے جھٹکے سے اسکی بازو دبوچتے روکا، وہ اسکی سرخ آنکھیں پہلی بار دیکھ کر تڑپ اٹھی تھی، دل کو پنکھ سے لگے۔

"میں نے آج سے پہلے آپکو ایسے نہیں دیکھا، پلیز مجھے بتائیں کیا ہوا ہے دیان۔۔۔میں پریشان ہو رہی ہوں"

پنار کی بے چینی اور آواز میں گھلتی نمی پر وہ اسے خالی نگاہوں سے دیکھنے لگا، بتانے کو تھا ہی اسکے پاس کیا، بس اعصاب پر ان کہے دکھ مسلط تھے جو دیان کے حلق میں آنسوؤں کی جکڑن جمع کر رہے تھے کیونکہ رو تو وہ نہیں سکتا تھا، ضبط کی توھین ہو جاتی۔

"ابھی نہیں، جب خود کو بہتر محسوس کروں گا تب ضرور بتاوں گا۔ڈونٹ وری"

وہ اسے ٹالتا، بہلاتا اسکی گال سہلائے جیسے وہاں سے واک اوٹ کر گیا، پنار کا دل بھی ساتھ باندھ کر لے گیا۔

"اس بندے کو کون کہے کہ اسکی تکلیف پنار کا دل مٹھی میں لے گئی ہے، اف دیان آریز اف۔۔۔"

وہ اس بے بسی پر من ہی من میں تلملاتی خود بھی وہاں سے چلی گئی جبکہ بہار جس کمرے میں سپیشل کیئر میں موجود تھی اسکے دروازے کے باہر کھڑے مسٹنڈوں کو دیکھ کر ہی حسیب کی رگوں میں دوڑتا خون ابلا، لپک کر نا صرف وہ ان دو تک پہنچا بلکہ دونوں کو ایک ایک مضبوط ہاتھ سے گردن سے جکڑتے کمرے سے دروازے سے دور دھکیلا تو دونوں اپنا اپنا توازن برقرار نہ رکھتے زمین پر جا گرے، دونوں نے حراساں ہوتے قہر کی طرح برستے اس جلادی آدمی کو دیکھا جو اس وقت خلیے سے بھی کوئی وحشی لگ رہا تھا۔

"تم دو کی اگر مجھے یہاں آس پاس شکل بھی دیکھائی دی تو زندہ زمین میں گاڑ دوں گا، گم کرو شکل۔۔۔۔۔۔"

وہ لوگ اس قدر برے دھکے کے سبب ویسے ہی اس خونخوار آدمی کے تیور دیکھتے نا صرف وہاں سے جانیں بچا کر بھاگے بلکہ ایک نے فوری تنویر کو خبر دی مگر وہ اس وقت شمشیر کے اریسٹ ہونے کی خبر سے ہی سکتے میں تھا تو کیا ری ایکشن دیتا۔

اپنی گردن کے گرد گھٹتا طوق اس وقت ہر چیز سے زیادہ جان لیوا تھا۔

جبکہ سپیشل کیئر روم کا دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ اس لڑکی کو بے جان آکسیجن ماسک کے سنگ دو تکیوں پر سر رکھ کر لیٹا دیکھ کر حسیب خانزادہ کے سینے میں آگ کے شعلے لپکے۔

اک اذیت میں ڈوبا آنسو اسکی آنکھ سے بہا تو وہ اسی نہج چلتا ہوا بھارے کے نا صرف پاس آیا بلکہ اسکے پہلو میں ہی خود کو کسی ہارے جواری کی طرح

لڑکھایا، اسکے بے جان ہاتھ کو اپنے مضبوط مگر گرم ہاتھ میں لے کر اپنے دہکتے لبوں سے جوڑے چوما ہی تھا کہ وہ اپنی سوجھی آنکھیں کھولتی دوسرے ہاتھ سے آکسیجن ماسک منہ پر سے ہٹاتے بھیگی آنکھوں سے مسکرائی۔

"ت۔۔تم ٹھیک ہو حسیب۔۔۔مجھے لگا شاید میں تمہیں دوبارہ نہیں دیکھ سکوں گی۔"

وہ اسکے بے آرام ہونے پر اسکے جملے کو سنتے ہی جھکا اور اپنے ہونٹوں کو اسکی تپتی جبین سے جوڑا، وہ آگ کی طرح تپ رہی تھی، اسکی آنکھوں کے گرد سوجن اس قدر تھی کہ پوری آنکھیں بہار سے کھول پانا محال ہوا جبکہ حسیب سے سانس لینا، بولنا اور بہارے سے نظر ملانا جان جوکھم کا کام تھا، اس لڑکی کے ہونٹوں سے نکلتی گرم بھاپ حسیب کے چہرے پر پھیلے اسے بھی جھلسا رہی تھی، وہ اپنے کسرتی چوڑے وجود کو اس کی نازک پناہوں میں چھپانے کی کوشش میں تھا، جبکہ اسکے خاموشی کی زبان میں بہت کچھ کہنے کے باوجود وہ بے چین ہوئی۔

"ت۔۔ تم ناراض ہو مجھ سے، بول نہیں رہے"

وہ اسکے کرب کو دبانے کے باوجود چاہتی تھی اسکو سنے، اور حسیب نے گلے میں حائل ہوتے کرب کے پھندے کو نگلا اور آکسیجن ماسک جو وہ اتار کر اب بھی بہتر سانس لے رہی تھی، اسکی گردن سے نکال کر آہستگی سے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے اسے بیٹھنے مئں مدد کی اور خود بھی مزید اسکے ٹیک لگوا کر بٹھائے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے ہونٹوں سے چومے پھر سے نظر جھکا گیا، وہ اسکی خاموشی سے مزید تڑپ گئی۔

"حسیب"

اس کی خاموشی کے پیچھے دبے طوفان سے ہوتے نقصان کی پرواہ کیے بناوہ آزردگی سے اسے پکاری جسکا چہرہ یوں خزن میں لپٹا تھا کہ بہارے کی اکھڑتی سانس مزید دشواری سے گزر رہی تھی۔

"نہیں بولا جارہا مجھ سے دیکھائی نہیں دے رہا تمھیں، خاموش ہو جاو خدا کے لیے"

اسے انہی دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر ہاتھ آزاد کیے اسکے اطراف لے جاکر باندھے اپنے سینے سے کسی خزانے کی طرح لگائے وہ اپنی بے بسی پھٹ پڑتے بتا بھی گیا اور یوں اس ٹوٹی بکھری زندگی کا ہاتھ چھوڑنے کی کوشش کرتی لڑکی کو بھی سکون بخش گیا تبھی تو وہ بھی جی اٹھتا مسکرائی۔

"تمھیں پتا ہے جب میں اپنی اس خبیث سے آبرو بچا کر بھاگی تو مجھے ایک پامسٹ عورت ملی، اس نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا تم مرنے والی ہو، چند دن تک۔۔۔ مجھے یقین نہیں تھا اس پر لیکن جب گھر جا کر اپنی اجڑی حالت آئینے میں دیکھی تو اس عورت کی بات پر یقین آگیا۔ جن لڑکیوں کے ماں باپ ان سے لاپرواہ ہوں وہ کتنی بھی پاورفل ہو جائیں، یہ بھیڑیے اور درندے انکی تاک میں رہتے ہیں، تب پہلی بار مجھے ماں باپ کے ہوتے ہوئے ان کی ک۔۔ کمی محسوس ہوئی۔۔۔ ایک بیٹی پر بیک وقت یا تو ماں کا

سایہ ہونا چاہیے یا باپ کا۔۔۔ میرے پاس تو بہن بھی تھی لیکن کسی نے مجھ سے پیار نہیں کیا۔۔۔۔ اس تکلیف نے میرا نروس بریک ڈاون کیا تھا، تب میرا دل چینخنے سے بھی ہلکا نہیں ہو پایا تھا۔ لیکن تب میرا دل چاہا کاش میرے پاس کوئی نہ ہو کبھی لیکن اس وقت میرا دوست حسیب خانزادہ کہیں سے آجائے"

یہ سب وہ کبھی نہ کہتی پر نا جانے کیوں جب جب حسیب اسے یوں گلے لگاتا اسکا دل چاہتا وہ اپنی ہر تکلیف اس سے بانٹ لے۔

یہ سب سن کر وہ مضبوط، قوی برداشت والا شخص بھی اپنی آنکھوں کے کنارے تر ہونے سے روک نہ سکا، اس نے بہار کو مزید شدت سے خود میں بسایا۔

"اور تمہیں پتا ہے حسیب کل مجھے واقعی ایسا لگا جیسے میں موت کو ہاتھ لگا کر واپس آئی ہوں، میں نے تم سے تھوڑے سے دن اسی لیے مانگے تھے۔ مجھے

کبھی لمبی زندگی نہیں چاہیے تھی، لیکن جب سے تمہیں جائز طریقے سے محسوس کیا، دل چاہتا ہے اللہ سے تھوڑے سے دن ادھار مانگ لاوں۔۔۔۔ میں تمہاری وجہ سے موت سے بدزن ہو رہی ہوں، ت۔ تم نے مجھ سے محبت کیوں کی؟ حالانکہ میں تو اچھی لڑکی بھی نہیں تھی، ت۔۔ تمہیں دھتکارا۔۔۔ل۔۔۔ جب ڈیڈ نے کہا نہ وہ تمہیں نقصان دیں گے میرا دل بند ہونے لگا تھا۔۔۔۔۔م۔۔ میں تو ہمیشہ سے اوزان دایب پر حکمرانی کے خواب دیکھتی تھی۔۔۔ پ۔۔ پھر یہ یکدم میرے ساتھ کیا ہوا کہ تمہارے سوا سب دھول بن گیا۔۔۔۔ بولو حسیب۔۔۔ ک۔ کیا تم بتا سکتے ہو مجھے میرے ساتھ کیا ہوا۔۔ کیا میں بری لڑکی ہوں جو بے ایمان ہو گئی، جسکی چاہت اتنی جلدی بدل گئی۔۔۔۔"

وہ اس وقت آہیں سسکیاں گھوٹ کر اسکے گلے لگی یہ سب بولتی قہر ڈھا رہی تھی اس پر جو پہلے ہی بہارے کی تکلیف سے ٹوٹا ہوا تھا، یہ لڑکی بولنے تو کیا سانس بھرنے کو بھی مشکل کر رہی تھی۔

"پلیز ابھی چپ ہو جاو بہارے"

وہ اسکی پشت ہتھیلی سے سہلاتے اسکے بالوں اور گردن میں چہرہ چھپائے اس سے منت کر اٹھا تبھی وہ سہم گئی، حسیب کی مضبوط آواز لرزی تھی، وہ اس سے الگ ہوئی اور تڑپتی نگاہوں سے حسیب کی متورم ہوتی آنکھوں میں جھانکی، بے اختیار اسکا چہرہ ہتھیلوں میں بھرے اپنے پر حدت ہونٹوں سے حسیب کی دونوں آنکھیں باری باری چومتی وہ روبرو ہوئی جو اس پر جب کھلیں تو نمی اور تکلیف کی گہری شدت سے دھندلا گئیں۔

"تم روتے ہوئے اچھے نہیں لگ رہے، م۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ بس تم پہلے جیسے مسکرا دو۔ ا۔ اور مجھ سے دور چلے جاو ورنہ ڈیڈ تمہیں نقصان دیں گے۔ م۔۔ مجھ سے یونہی کبھی کبھی ملنے آجانا۔ میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، تم سمجھ رہے ہو نہ میری بات حسیب۔۔۔۔۔ت۔۔ تم میرے دل کی تکلیف جان رہے ہو نہ؟"

وہ عجیب بے جان و نڈھال تھی، کسی پہلو چین نہ تھا جبکہ حسیب سے مزید اسکی دبی دبی سسکیاں برداشت نہ ہوئیں تو اسکے اٹکتے سانس کی روانی کو اسے خود میں مبتلا کیے اسکے سارے لفظ ہونٹوں کے کنارے پر دبا گیا، اسکی رکتی سانسوں سے اپنی بے جان سانسوں کے ملاپ نے اسے اور بہار دونوں کو راحت دی ورنہ شاید دونوں کا دل رک جاتا، وہ اسکے ملائم ہونٹوں کو نرمی سے آزادی دیتا دور ہوا تو وہ اپنی متورم آنکھیں حسیب میں آنکھوں میں جما گئی۔

"تم چپ کیوں نہیں ہو رہی، جب کہوں کہ خاموش تو تمہیں ایک لفظ بھی نہیں بولنا۔ سمجھ آ گئی؟"

وہ اس کی ذرا سی بے خود ہوتی آنکھوں میں جھانکا تو اسکے رعب و استحقاق پر وہ سانسیں استوار کرنے کے بیچ نظر جھکا گئی جبکہ بہار کی گردن پر آویزاں ہوئی سرخ مہروں پر نگاہ پڑتے وہ جھٹکے سے اسے واپس تکیوں پر لیٹائے اس

پر نا صرف جھکا بلکہ اسکی گردن کی ابھرتی رگوں کو چومتا بہار کے دونوں ہاتھوں میں اپنی انگلیاں پیوست کرتا اسے اپنی من مری سے لرزا گیا۔

"ح۔۔ حسیب یہ ہوسپٹل ہے۔۔۔ کیا کر رہے ہو؟"

بہار کی آواز کپکپائی تو جنون خیز حسیب کے رویے پر وہ خود بھی ڈر کر منمنائی مگر اس بار اسکے نرم ہونٹوں پر لگتی بندش ایسی زور آور اور دھانسو تھی کہ وہ حرکت بھی کرنے کے لائق نہ رہی، تب تک اسے بے بس و مجبور کیے رہا جب اسکے حلق میں ہوتی چبھن کا علاج نہ ہو گیا۔

"بتانے کی کوشش کہ تم پر مر گیا ہوں، اب جان سے جاو گی تو میری زندگی بھی مجھ میں سے نوچ لو گی۔۔۔ کیا اب بھی مرنا ہے تمہیں؟ بولو بہارے"

وہ اسکی آنکھوں میں ہلکورے لیتے جنون پر خوفزدہ بھی تھی پر اس جواب نے بہارے کا رک رک کر چلتا دل ساکن کیا، دھڑکنیں تو اسکے لمس نے ہی تیز کر دی تھیں۔

"ن۔۔ نہیں"

وہ فوری نفی میں سر ہلاتے سسکی جبکہ اس بار حسیب نے اسکے حرارت میں ڈوبے رخساروں کو نرمی سے باری باری چوما تو بہار کی آنکھیں پھر سے بھیگیں۔

"تو پھر آج کے بعد تمہیں اس حالت میں نہ دیکھوں، پر امس می، میرے لیے میری مسکراہٹ کے لیے تم جیو گی۔۔۔۔ ابھی تم نے میری محبت کے بہت بہت گہرے ستم اس ننھی جان پر سہنے ہیں۔۔۔ ابھی سے اوپر کا ٹکٹ کٹوانے کے چکر میں ہو۔۔۔۔ مار ڈالوں گا اگر تم نے اب مجھے میری مرضی کے بنا چھوڑنے کا سوچا بھی۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اسکی ان جان لیوا دھمکیوں پر اس درجہ نزدیکی پر بھی ہنسی جب حسیب کے رخسار اور ہونٹ مسلسل بہار کے لب و عارض سے مس ہوئے اسکا ضبط توڑ

رہے تھے، وہ مکمل اس پر جھکا تھا کہ وہ سانس بھی لیتی تو ان ہیل کی آکسیجن میں حسیب کی سانس کے سوا کچھ شامل نہ ہوتا۔

"ت۔۔ تم مجھے دیکھ کر ہی مار سکتے ہو، تھوڑے د۔۔ دور ہو جاو یار۔۔۔ سانس نہیں آرہا۔۔۔ ک۔ کوئی نرس آئی تو اسکی آنکھیں پھوٹ جائیں گی ہمیں اس حالت میں دیکھ کر۔۔۔۔۔۔"

وہ اپنی کچھ لمحوں میں منتشر ہو جاتی حالت اور بے بسی پر منمنائی تب جا کر حسیب کو اس پر رحم آیا لیکن اس زرا سی دیر میں وہ اسکی گردن پر دی محبت کی نشانیاں گہری کر چکا تھا، ہوسٹل گاون کے سبب بہار کی گردن چھپی تھی ورنہ وہ ان سب کو کہاں چھپائے پھرتی۔

"بخش رہا ہوں ورنہ یہیں تمہیں بتاتا کہ حسیب خانزادہ تمہارے لیے عام سی سچویشن میں بھی کتنا ٹاکسک ہے۔ اب شرافت سے بتاو کیا کرے حسیب تمہارے لیے کہ تم اس دنیا کی سب سے خوش لڑکی بن جاو"

وہ اس پر سے اٹھا، اسکے لمحے میں سرخ ہو جاتے ہاتھوں کو آزاد کیے باری باری انھیں چوما اور بہار کی آنکھوں مئں جھانکا جہاں رشک تھا۔

"JUST hold me tightly with your arms"

وہ بھیگی سی مسکراہٹ کے سنگ جیسے اپنی بازو کھول گئی، حسیب کے کرب زدہ دل میں بھی سکون اترا اور اسکی بازو پکڑ کر خود میں اس شدت کہ بھینچا کہ بہار کو لگا ہڈیاں چیخ گئیں، اسکے ہونٹوں سے اس شدت پر نکلتی کراہ بھی حسیب کو سرور بخش گئی لیکن بہار کے ہونٹوں پر اس درد بھری گرفت کے بعد رینگتی مسکراہٹ کا نعم البدل بھی کوئی نہ تھا۔

"ابھی تم نے مجھے چودہ بچے دینے ہیں، یاد رکھنا"

وہ اسکی اس درجہ ہولناک سرگوشی پر حراساں ہوئی۔

"یا اللہ، چودہ۔۔۔۔ خدا کا خوف نہیں ہے تم میں۔۔۔ صائمہ آنٹی نے تو چار کہے تھے وہ بھی خدا کی پناہ بے شمار تھے"

بہارے کی لرزتی سرگوشی پر حسیب نے اسے زرا آزاد کیا اور بہارے کے سفید پڑتے چہرے کا ہر اک نقش آنکھوں سے ہی چوما۔

"چار انکے لیے اور پھر دس بارہ میرے تم پر ڈھائے روز روز کے قہر کا رزلٹ بھی تو ہوں گے۔۔۔۔"

وہ دبا دبا شر انگیز مسکرایا تو بہارے نے اسکے کندھے پر فوری دانت گاڑے پر اس پتھریلے ٹیلے کو سوئی جیسی چبھن تک نہ ہوئی۔

"تم انتہائی بے شرم ہو حسیب"

خفت سے گلابی ہوتی وہ اس میں دبکی جبکہ حسیب کھل کر ہنسا۔

"میں نے بے شرمی تو دیکھائی ہی نہیں، جب دیکھا دی پھر مجھے تم بہت سے اور لقب دو گی ڈارلنگ۔۔۔۔ جیسے ہاٹ، سیک۔۔۔"

اس سے اگے وہ کچھ بول نہ سکا کیونکہ بہار نے اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی جمائے روکا ورنہ جان لے لیتا وہ۔

"حسیب میں رونے لگ جاوں گی۔۔۔۔۔رحم کھاو مجھ پر"

وہ روہانسی ہوتی اس سے منت کر اٹھی جبکہ وہ ہنس کر اسے تکتا اپنی بے باکیاں فی الحال کے لیے سمیٹ گیا لیکن اسکی نظروں کی حدت ہی کافی تھی بہارے کے چہرے پر گلال بکھیرنے کو جبکہ حسیب اسے کم از کم یہاں مزید رہنے تو نہ دینا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر زیاد کی تاکید تھی کہ کم از کم وہ آج یہیں رکے سو وہ چار و ناچار مان گیا۔

..________________________..

"اوزان! مجھے ڈر لگ رہا ہے"

اوزان اور زینیش ایک ساتھ مکمل وجاذب، نظر لگ جانے کی حد تک حسین ایک دوسرے پر اپنے اپنے سحر کا عکس لیے منزل مراد پر پہنچ تو آئے مگر

زینیش نے اسکا اپنے ملائم ہاتھ کو مس ہوتا خوبصورت ہاتھ فوری ڈر کر پکڑا تو اوزان نے گردن موڑے زینیش پر نگاہ ڈالی جسکے کندھوں کے گرد لانگ کوٹ تھا جبکہ پھر بھی اسکی ہتھیلی برف بنی ہوئی اوزان تک کے ہاتھ کو سرد کر گئی، اوزان نے مکمل رخ پلٹے اسے متفکر نگاہوں سے دیکھا۔

"میں ساتھ ہوں تو کیسا ڈر"

وہ اسکی آنکھوں میں جذب سے جھانکا جبکہ زینیش کے حلق میں عجیب سی چبھن ہوئی، اوزان دایب کی کشش، اسکی وجاہت، اسکا یوں مضبوطی سے ہاتھ تھامنا بھی زینیش کے اندر لطف وشوق کو ابھار رہا تھا، وہ لمحہ بہ لمحہ اس کی الف میں غرق ہو رہی تھی۔

"آپ ساتھ ہیں تبھی تو ڈر لگ رہا ہے"

وہ ہر گز شرارت پر آمادہ نہ تھی تب بھی اسکی سنہری آنکھوں میں ہکلورے لیتا متبسم رنگ اوزان کے دبیز ہونٹوں پر کھردری سی مسکراہٹ بکھیر گیا، گویا اسے اس معاملے میں ڈرانا کچھ خاص بھایا نہ ہو۔

"پھر اس ڈر کی خیر ہے، وہ میں ہی دور کروں گا۔ لٹس گو۔۔۔۔۔"

وہ اسکے خود کو لے کر خوف کو ہوا میں مغرور بنے اڑتا اس سے پہلے حویلی کے داخلی دروازے کی جانب زینیش کے ہم قدم پورے وقار اور اعتماد سے بڑھتا، ایزل مریم، مشائم اور سعدیہ کو باہر ہی آتا دیکھ کر وہ نم آنکھوں سے مسکراتی اوزان کے ہاتھ چھوڑنے پر جیسے ایزل مریم کی پھیلی بازوؤں میں جا کر سمٹے انکے آسودہ سینے لگی، سکون ایزل مریم کے ساتھ مشائم اور اوزان کو بھی ملا جبکہ طلال انصاری کے قدم تو دروازے میں ہی اس دلگیر ملاقات و ملن پر تھم گئے، آنکھوں میں حسرت نے تیرگی سموئی، اس حویلی میں اس کے آتے ہی خوشبوؤں کے قافلے چل پڑے تھے، عافیت اتر آئی تھی۔

"میری پیاری بیٹی، ایزل مریم کی جان۔۔۔۔ شکر ہے تم واپس آئی۔ میرا بچہ ٹھیک ہے نہ"

ایزل مریم نے شفقت اور آسودگی سے اسکی پیشانی چومی جبکہ سعدیہ نے زینو کا کوٹ پکڑے مسکرا کر اسے گلے لگایا اور پھر میشی تو یوں ملی جیسی صدیوں کی بچھڑی روح ہو اور یہ خوش بصارت منظر اوزان دایب نے بہت رغبت سے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ارسائے، مستقل نگاہوں سے دیکھے مگر زینیش کی آنکھوں کی خوشی تب کم ہوئی جب نظر طلال انصاری سے ملی، جگر کٹا، جیسے اس شخص کا سامنا زینو کے دل پر لگے سارے پیوند اکھاڑ گیا، جس طرح زینیش نے طلال انصاری سے نظر پھیری جو انکے سینے پر بنے دوزخ میں آگ سی بھڑکا گیا۔

کنول بھی اسی لمحے اپنے کمرے سے نکلے کچن کی طرف بڑھی، موقع اچھا تھا تبھی اس نے اپنے ہاتھ میں دبائی چھوٹی سی ڈبی میں دبے محلول کو اوزان دایب کے لیے ایزل مریم کی بنائی فش کڑی میں ایڈ کیا، چونکہ وہ لوپن بینز

گریوی صرف اوزان کے لیے الرجک تھی سو اسکا اثر صرف اوزان پر ہوتا سو اس نے ساری گریوی میں وہ ایڈ کیا اور چمچ ہلا دیا جبکہ خود اس ڈبی کو ویسے ہی مٹھی میں دباتی من ہی من میں اپنی چالاکی اور ہوشیاری پر خباثت سے ہنس کر کچن سے نکل گئی۔

طلال انصاری اس سے پہلے زینو کے قریب آتے وہ گریز کا تاثر دیتی دو قدم دور ہوئی جیسے انکا سایہ بھی اسے جھلسا جائے گا، اسکا یوں اپنے باپ سے ایسا بے رحم رویہ جائز ہو کر بھی ایزل مریم اور میشی کے دل کو درد دے گیا مگر اوزان اس وقت زینیش کے ساتھ تھا تبھی قدم بڑھا کر وہ ٹھیک زینو کے ساتھ نا صرف کھڑا ہوا بلکہ اپنی بازو اسکے گرد حائل کی، وہ طلال انصاری کی آنکھوں کی اذیت دیکھنے کے باوجود زینیش کو حق پر سمجھتا تھا۔

"ز۔۔۔ینیش"

طلال کی پکار پر وہ یوں انکو گھوری جیسے جان لے لینا چاہتی ہو۔

"میرا نام مت لیں آپ، مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی"

وہ اپنا چہرہ اوزان کے سینے میں روٹھ کر جیسے چھپا گئی اوزان نے اسکے گرد حائل بازو والے ہاتھ سے زینو کی بازو سہلائی اور اپنی طلسمی سنہری آنکھوں کے دوستانہ اشارے سے چاچو کو فی الحال تحمل تھامنے کی تاکید کی جبکہ خود ایزل مریم آگے بڑھیں اور اوزان سے لگی زینو کو پیار سے تھامے اندر لے کر بڑھیں تو سعدیہ اور میشی بھی پیچھے ہی لپکیں البتہ اوزان نے کربناک ہوتے چاچو کے قریب رکتے انکو شانوں سے جکڑا جنکی رحم طلب نظر اوزان کے سینے کے آرپار ہوئی، اسے طلال انصاری پر آج بہت رحم آیا۔

"اتنی جلدی اسکے مان جانے کی توقع مت رکھیں چاچو، لیکن یقین رکھیں وہ زیادہ دیر خفا نہیں رہ سکتی۔ وہ موم جیسا دل رکھتی ہے۔ آپ کے ساتھ ہوں لیکن معذرت اسکے آگے آپکی سفارش نہیں کر سکتا، اسکو بہت مشکل سے منایا ہے۔ نہیں چاہتا وہ مجھ سے دوبارہ ناراض ہو، آپ اسے منالیں گے کیونکہ آپ کا اس سے جو رشتہ ہے وہ بہت خوبصورت ہے۔ بی بریو"

وہ ساتھ نہ دینے کا عندیہ بھی دے گیا اور دل بھی نہ توڑا جبکہ طلال انصاری کو اگر پل پل مر کر بھی زینو کی توجہ ملتی تو انکے لیے یہ بھی گھاٹے کا سودا نہ تھا۔

"اسکی ایسی نظر سینے پر آلا و بخش رہی ہے اوزان، اسے منانے کا سوچتا ہوں تو نظروں کے سامنے گہری کھائی دیکھائی دیتی ہے۔ تم نے بھی سفارش نہ کی تو اسے کیسے مناوں گا یار، رحم کھا مجھ پر"

وہ چاچو کی پژمردہ حالت پر بس افسوس ہی کر سکا، انکا سینہ حوصلہ بخشتے جواں مرداں انداز میں تھپکا یا جیسے وہ ہمت ارسال کر رہا ہو انکے پھٹے دل کو۔

وہ اوزان دایب کے اونچے سر، پر سکون چہرے اور ملائم نگاہ کو رشک سے تکنا نہ بھولے، کیونکہ زینو اس شخص کے قریب ہو چکی تھی تو اوزان پہلے سے زیادہ عزیز لگ رہا تھا۔

"اتنا سخت دل نہیں ہے اسکا کہ پگھل نہیں سکتا، ایک بار گلے لگنے کی دیر ہے۔ خون کی کشش ساری ناراضگی کی دیواروں کو مسمار کر دے گی۔ فکر مت کریں ناکام عاشق صاحب"

اوزان کے امید افزاء الفاظ پر طلال انصاری کو لگا حلق میں بڑھتے الم کے سنگین دباو میں کمی آئی ہے تبھی تو انہوں نے سینے ہر بھاری پڑتی سانس گھسیٹی۔

جبکہ اندر کنول کی مسیبنی مسکراہٹ اور لپکتے انداز پر مشائم، سعدیہ اور خود زینو کو سو وولٹ کا جھٹکا لگا۔

زیرا گلنے والے جب شیریں ہو جائیں تب سمجھ لینا چاہیے معاملہ گڑبڑ ہے۔

"ارے یہ دیکھو کون آیا، میری بیٹی آئی ہے۔۔۔۔ معاف کر دو مجھے زینو میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا تھا۔ لیکن اب میں تمہیں دل سے قبول کرتے ہوئے اپنی سچ میں بیٹی بنا کر رکھوں گی"

کنول نے لپک کر جیسے زینو کو زبردستی اسکی ناگواری کی پرواہ کیے بنا گلے لگایا وہ خود سکتے میں آچکی تھی جبکہ ایزل مریم کو بھی کنول کے اسقدر شیریں ہونے پر خوف سے آیا، مشائم اور سعدیہ الگ ہونق بنی اس مغربی سورج کے اثرات پر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔

"لگتا ہے سوتے میں بیڈ سے نیچے گر گئی تھیں کنول بی بی۔۔ سر پر چوٹ آگئی ہے"

سعدیہ نے میشی کے کان میں گھستے منمنائی تو میشی بھی لمحہ بھی سلپ ہوتی ہنسی دباتی سعدیہ آپا کو پلٹ کر گھوری کیونکہ سچویشن خاصی خشک تھی۔

"سوری لیکن میں آپکو بھی معاف نہیں کر سکتی۔۔۔ آپ نے میری ممی کی روح اور مجھے بہت تکلیف دی"

زینیش نے اسکے لپکتے رویے سے کراہت محسوس کی جبکہ کنول اسکے منہ موڑ کر دیے جواب پر بڑے ضبط سے اپنا غصہ دبا سکی کیونکہ اسے اب میٹھی چھری بن کر ہی اپنے دشمنوں کا خاتمہ کرنا تھا۔

"میں جانتی ہوں لیکن کیا کروں طلال کو لے کر ہمیشہ سے بہت جنونی رہی ہوں، تمہارے بابا میری جان پہلے ہیں یہ کبھی نہ بھولنا۔۔۔"

کنول کی شاطر خصلت سے سب دھوکہ کھا سکتے تھے پر ایزل مریم نہیں، جیسے وہ میسنی طلال پر حق جمائے بولی یہ زینو کو جلانے کو تھا اور زینیش کا بس نہ چلا وہ اس عورت کا منہ نوچ لیتی، طلال سے وہ بھلے غصہ تھی، ناراض تھی پر جب کنول نے طلال کو جان کہا تو زینو کے تن من میں آگ کے شعلے لپکے جو سنہری آنکھوں میں جلن و عتاب بھی بن کر ظاہر ہوئے۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے، ہٹو پیچھے۔ کیوں بچی کو فضول میں پریشان کر رہی ہو۔۔۔ سعدیہ میرا بچہ جا کر لنچ لگواو، میشی مدد کرنا سعدیہ آپا کی۔۔۔۔ آجاو زینو لاونج میں چلتے ہیں"

ایزل مریم نے ہی زینو کی بے چینی اور دبائے گیے غصے کے کے پیش مصلحت اختیار کی اور کنول کو سرد نظروں سے لتاڑا جبکہ وہ زینو کو لیے لاونج کی سمت بڑھیں تو مشائم بھی مسکرا کر سعدیہ آپا کے ساتھ فرمابرداری سے لنچ لگوانے بڑھی۔

"ہاں ہاں لگواو لنچ منحوس بھابھی، اور مروادو اپنے لخت جگر کو۔۔۔۔ اور تمہاری معافی چاہیے بھی نہیں مجھے زینو بے بی، بلکہ اب تم الایہ اور طلال کی اولاد ہونے کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاو۔ بہت مزہ آئے گا کنول۔۔۔۔ ایک اوزان کی موت کتنوں کو سکھ کا سانس دے گی۔۔۔ اف مجھے تو سوچ کر ہی مزہ آرہا ہے، جب اس الرجک ری ایکشن سے وہ تڑپے گا تو اسکی وہ تکلیف مجھے سکون دے گی۔۔۔"

کنول کے پاس دل ہی نہیں تھا، کیونکہ وہ بے حس تھی، جسکے لیے سکون صرف انھی عیاشیوں میں تھا اور اسکی ہر تکلیف کا سبب یہ لوگ تھے جنکو وہ تیرہ سال سے تکلیف دینے کے باوجود اب بھی انکے جان کے پیچھے پڑی تھی۔

لنچ سعدیہ اور میشی نے لگوایا تو کنول نے بھی آج بھرپور ساتھ نبھایا لیکن ایزل مریم کا دل کنول کے اچھے بننے پر سینے میں مسلسل کانپ رہا تھا۔

طلال اور اوزان بھی جب تک اندر آئے، لنچ لگ چکا تھا سو سب پہلے کھانے کی میز کی طرف بڑھے۔

اوزان نے اپنے ساتھ والی کرسی پیچھے کو سرکائے زینو کے لیے بیٹھنے کو جگہ جیسے بنائی اس کو سب نے رشک مگر کنول نے حقارت میں مبتلا کیا جبکہ جس طرح اوزان سب کے بیچ بھی زینو کو والہانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ دل کی دھڑکنوں کے شور سے خوامخواہ بدحواس ہوئے جارہی تھی، وہ بے باک تھا

لیکن وہ زینیش کی موجودگی کے باعث اپنی سنہری آنکھوں کے والہانہ پن پر بندھ باندھنے میں بھی ناکام تھا۔

فیروز شمشیر اریسٹ ہو چکے ہیں ابھی اسکی خبر اوزان کے سوا کسی کو نہ تھی۔

"بابا کہاں ہیں سعدیہ؟"

طلال نے ہی سعدیہ کی طرف دیکھتے کرسی سنبھالے پوچھا جس پر وہ لاعلمی سے سر ہلا گئی۔

"وہ کمرے میں نہیں ہیں، صبح صبح کہیں نکل گئے تھے"

سعدیہ کے جواب پر طلال نے متفکر ہوئے نظر پھیری تو اوزان پر جمی جو دبا دبا استہزایہ ہوئے سب سے پہلے فش کڑی ہی اپنی پلیٹ میں ڈال رہا تھا، اسکی دبی دبی یہ شر انگیزی طلال کو مشکوک کر گئی۔

وہیں کنول بھی طلال کے بائیں جانب آکر بیٹھی جبکہ ایزل مریم نے بہت پیار سے خود زینو کی پلیٹ میں اس سے پوچھ کر بریانی، پھر شامی اور رائتہ ڈالا البتہ اوزان نے فش کڑی کے ساتھ وائیٹ رائس پریفر کیے۔

سب لنچ شروع کر چکے تھے مگر کنول کی شیطانی نظر صرف اوزان پر جمی تھی۔

"واہ کنول، یہ تو بڑی آسانی سے جال میں پھنس گیا، اوزان دایب تم نے مجھ سے دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کیا۔ تمہاری خوبصورت اور توبہ شکن جوانی پر مجھے بہت رحم بھی آرہا ہے لیکن کیا کرتی تمہیں راستے سے نہ ہٹاتی تو میرے ڈیڈ مشکل میں پڑ جاتے۔۔۔۔اب جب تک تمہیں علم ہو گا کہ یہ الرجی ہے کس کی تب تک تمہاری سانس ہمیشہ کے لیے رک جائے گی۔۔۔۔۔"

کنول نے نفرت کے سنگ رغبت سے کھانا کھاتے اوزان کو دیکھ کر سوچا جبکہ زینیش اس ماحول میں ہر گز پر سکون نہ تھی، ایزل مریم کا پیار اور اوزان کی موجودگی، میشی کی والہانہ انس سے لبریز باتیں ہی تھیں جو اسے یہاں بیٹھنے پر آمادہ کیے ہوئے تھیں۔

لنچ کے بعد اوزان کو انکوائری آفیسرز سے ملاقات کرنی تھی سو وہ لنچ کے بعد کچھ دیر ریسٹ کے لیے روم میں چلا گیا جبکہ کچھ دیر زینو نے ایزل مریم، سعدیہ اور میشی کی کمپنی انجوائے کی جبکہ طلال جب ان تینوں کے پاس گئے تو زینیش دم سا گھٹنے پر اوزان کو دیکھنے کا بہانہ کیے وہاں سے اٹھ کر جانے لگی جب طلال انصاری نے اسکی بازو پکڑے روکا۔

زینو نے انکی اس جرت پر جس دلخراشی سے ان کے رندے چہرے پر نگاہ ثبت کی وہ طلال انصاری کا کلیجہ کاٹ گیا۔

"مجھ سے دور رہیں آپ"

زینو نے ان کے ہاتھ سے اپنی بازو غصے سے چھڑوائی۔

"مجھے کچھ کہنے کا موقع تو دو زینو"

طلال کے لہجے میں دنیا جہاں کی اذیت و حسرت اتری۔

"میں یہاں آگئی ہوں لیکن یہ مت سمجھیے گا کہ آپکو کبھی معاف کروں گی۔ دوبارہ مجھے چھونے کی کوشش بھی مت کیجئے گا۔ آپکا الایہ درید کی بیٹی پر کوئی بھی حق نہیں۔ مجھے خاموش رہنے دیجئے گا کیونکہ میرا ضبط ٹوٹا تو آپ میرے الفاظ اور میری نفرت برداشت نہ کر سکیں گے"

ایک ایک حرف اذیت سے کہے وہ نا صرف ان سے منہ پھیر گئی بلکہ تیزی سے زینے چڑھ گئی جبکہ طلال کی سرخ ہوتی آنکھیں اور تکلیف ایزل مریم اور مشائم دونوں کا دل دکھا کر رکھ گیا، وہ تھکے ہارے مشائم کے پاس ہی بیٹھے تو وہ فوراً انکو ہگ کرتی ساتھ لگی جیسے تسلی دے رہی ہو جبکہ ایزل مریم جانتی تھیں زینو کا غصہ یکدم کم ہونے والا نہیں۔

زینیش رونا نہیں چاہتی تھی مگر پھر بھی سنہری آنکھیں بے اختیار زخم ہرے ہونے پر بھیگیں، اوزان کے ماسٹر بیڈ روم کے باہر پہنچے دل اک بار قدموں کی طرح رکا، یہاں سے جڑی یادیں دل میں ٹیس جگا گئیں لیکن ہمت کیے وہ دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تو اوزان کو بیڈ سائیڈ ٹیبل کی ڈرا میں جھک کر کچھ بے چینی سے تلاش کرتا دیکھتی اندر آتے بیگ وہیں سائیڈ ٹیبل پر رکھے لپک کر فکر مند سی قریب آئی۔

"کیا ڈھونڈ رہے ہیں اوزان؟"

زینو نے پریشانی کے سنگ اوزان کے ہاتھوں پر نظر جمائے پوچھا جو مسلسل ڈرا میں رکھی چیزیں الٹ پلٹ رہے تھے جس پر جھکا اوزان جب سیدھا ہو کر کھڑا ہوا تو زینو اسکے چہرے کی عجیب سی سرخی پر خوفزدہ ہوئی۔

اوزان کی سنہری آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں جبکہ اسکے ہونٹ بھی زرا اڈرائے ہو چکے تھے، چہرے پر چھایا حزن بڑی اخیر اذیت سہنے کا ترجمان تھا۔

"اوزان! آپکو کیا ہوا ہے۔۔۔ یہ چہرہ اتنا ڈل کیوں ہو رہا۔۔۔ آپکی آنکھیں سرخ ہیں۔۔۔۔ ابھی ایک گھنٹے پہلے تو آپ ٹھیک ٹھاک روم میں آئے تھے"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسکی حالت پر تڑپ سی گئی جس پر اوزان نے گلے میں پیدا ہوتی خراش پر بہت برا کھانستے زینو کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹائے جیسے اسکا دم گھٹ رہا ہو۔۔

"میں ٹھیک ہوں، ڈونٹ وری"

اوزان نے اس سے نظر چراتے سٹڈی کی جانب جانے کی کوشش کی مگر وہ دوڑ کر اسکی راہ میں آئی، آنکھیں بس چھلکنے کو بے تاب ہو کر ہی اوزان کو تڑپا گئیں۔

"اوزان، آپ ٹھیک نہیں ہیں۔۔۔۔ پلیز بتائیں یہ کیا ہو رہا ہے آپکو۔۔ آپ کی باڈی ہیٹ آپ ہو رہی۔۔۔ م۔۔ میں بلا کر لاتی سبکو"

زینیش کی حالت اسے یوں دیکھ کر کم مگر اسے چھو کر زیادہ بگھڑی مگر اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے روک کر کھینچتے اپنے قریب کیا اور اس جھٹکے پر زینو کے چہرے پر اوزان کی گرم سانس جس طرح پھیلی وہ خوفزدہ ہوئی، آگ کو مات دیتی گرفت اس پر سکون شخص کی جانب سے زینو کو کیسے برداشت ہوتی۔

"کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گی تم۔۔۔شاید الرجک ری ایکشن ہے۔میں میڈیسن لے لیتا ہوں"

اوزان کی بہت بھاری تنبیہہ پر وہ سہم گئی، وہ اسے آزاد کرتا سٹڈی کی طرف بڑھا، تو زینو نے بھی پیچھے ہی قدم بڑھائے، لیکن اسکی میڈیسن یہاں نہیں بلکہ فارم ہاوس کے کلینک آفس کے ڈرا میں تھی تبھی اسے ڈراز میں کچھ نہ ملا تو وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے اس سے پہلے بہت ظالم اٹھتے درد کی ٹیس پر اتنا توانا و مضبوط ہونے کے باوجود لڑکھڑاتا، زینو نے اسکو بہت مشکل سے اسکی کمر کے اطراف بازو لے جاکر لپیٹے سنبھالا، نہ صرف اسے سہارہ دیا بلکہ واپس پکڑ کر بیڈروم میں لائی۔

"ک۔۔ کیسے ہوئی الرجی۔۔۔ اوزان یہاں بیٹھیں۔ کیا پیٹ میں درد ہے۔۔۔۔ پلیز اگر میڈیسن نہیں ہے تو ہم ہوسپٹل چلتے ہیں۔ آپ ہرگز ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔۔۔"

زینش نے اسے بہت مشکل سے لاکر بیڈ پر بٹھایا تو وہ پیٹ میں ہوتے دردناک درد کو برداشت نہ کرپاتا وہیں اپنا پیٹ پکڑے میٹرس پر لیٹ گیا، آنکھیں بند کیے اپنے پیٹ پر ہاتھ دباتے جس طرح کراہ اٹھا، خود زینش کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی جمع ہوتی رخساروں پر رینگی۔

پر ستم یہ کہ وہ اسکا ہاتھ جکڑے اسے کہیں جانے بھی نہ دے رہا تھا۔

"ا۔ اوزان۔۔ کیا ہو گیا ہے آپکو۔۔۔۔ م۔۔ مجھے جانے دیں میں آئی جان کو بلاتی نہ۔۔۔ چھوڑیں نہ ہاتھ میرا خدا کے لیے"

زینو کو لگا درد میں وہ ہے پر جان اسکی نکل رہی ہے، وہ وہیں اسکے پاس منت کرا ٹھتی روتے ہوئے بیٹھی۔

"ز۔۔ینو وہ مجھے اس حالت میں ن۔۔ نہیں دیکھ سکیں گی، سمجھو اس بات کو۔۔۔ت۔۔ تم میرا فون لو۔۔۔ع۔عدم کو کال کرو۔ وہ میری میڈیسن لے آئے گا۔۔۔ت۔۔ تم رازداری سے لے آنا اس سے گیڈ پر جا کر۔۔۔۔ اوکے۔۔۔۔۔ کسی کو مت بتانا"

وہ جسم کے انگ انگ سے اٹھتے ہولناک درد کے سبب روانی سے بول بھی نہ پا رہا تھا جبکہ وہ کانپتے ہاتھوں سے اسکا فون وہیں سرہانے کے پاس سے اٹھاتی کبھی اوزان کی اکھڑتی سانسیں دیکھ کر خوفزدہ ہوتی کبھی لرزتے ہاتھوں سے فون تھامتی، اس وقت اس سے اوزان سے نظر ہٹانا محال تھا پھر بھی بڑی مشکل سے عدم کا نمبر ملتے ہی اس نے کال کی۔

جو فوری اٹھالی گئی۔

"ع۔۔عدم بھائی، اوزان کی الرجی کی میڈیسن انصاری حویلی دے جائیں پلیز جلدی۔۔۔۔کسی کو بتائیے گا مت۔۔جب آپ گیڈھر آئیں تو کال کیجیے گا"

زینو کی اس قدر کپکپاتی آواز پر عدم فوری پریشانی کے سنگ اوزان کی مطلوبہ میڈیسن لیے حویلی روانہ ہوا مگر زینیش نے فون وہیں میٹرس پر پھینکتے جھک کر واپس بیٹھتے ہی نم آنکھوں سے ہاتھ بڑھائے اوزان کے چہرے اور حرارت میں ڈوبی گردن سے پوروں کو رگڑا پر اوزان درد سے بری طرح نڈھال تھا۔

"اوزان۔۔۔آ۔۔آپ کی حالت بگھڑ رہی ہے۔کیوں ضد کر رہے ہیں۔۔۔۔میری طرف دیکھیں۔۔۔ہم چلتے ہیں ہوسپٹل۔خدا۔نخواستہ کچھ سنگین نہ ہو جائے۔۔۔۔۔کیوں آپ میری جان لے رہے ہیں۔۔۔۔"

وہ آنسو بمشکل آنکھوں مئں دبائے ہوئے سسک اٹھتی بولی مگر اوزان نے صرف ناں کی رٹ لگائی تھی۔

"ز۔ینیش ڈونٹ وری۔میں ٹھیک ہوں"

وہ اسکی آنکھوں سے ڈھلتی نمی ہتھیلی سے پونچھتا بہت مشکل سے سانس لے رہا تھا، جبکہ کوئی زینیش سے پوچھتا تو بتاتی اپنی آنکھوں کے سامنے خود کو مرتا دیکھ رہی ہے۔

"آپ ٹ۔۔ٹھیک نہیں ہیں نہ، اوزان۔۔۔۔کیا پیٹ میں درد ہے۔۔۔ سانس کیوں نہیں لے پا رہے آپ۔۔۔ی یہ کیسی الرجی ہے۔۔۔۔؟ خدا کے لیے کچھ تو بتائیں۔۔۔"

زینیش کے لیے ایک لمحہ بھی اسے یوں دیکھنا دوبھر تھا، جبکہ وہ کیا بتاتا کہ اورل اپچنگ، زبان اور گلے کی سوجن نے اس سے کراہنا بھی دوبھر کر دیا تھا۔

جبکہ بلڈ پریشر خطرناک حد تک گر رہا تھا اسکا جو اسکے لیے بہت خطرناک تھا۔

"زینیش ابھی کچھ نہیں ب۔۔ بول پا رہا۔۔۔پانی دو مجھے"

وہ بہت مشکل سے بولا، آواز میں اذیت تھی، زینو اٹھی اور فورا بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھی گلاس بوتل سے اسی کے کیپ میں پانی بھرے وہ واپس فوری آئی اور اوزان کو سہارہ دے کر بیٹھنے میں مدد کے ساتھ اسکے ہونٹوں سے گلاس بوتل کا کیپ لگایا، پانی تک حلق میں اترنے پر دردناک تکلیف بڑھا گیا۔

"اوزان۔۔۔۔"

وہ اسکی حالت پر مزید حوصلہ نہ کرتی رو دی جبکہ اسکے رونے پر وہ مزید نڈھال ہوا۔

"رو مت یار"

نہایت بے بسی سے وہ واپس لیٹا، پیٹ کا درد جان نگل رہا تھا یہ اوزان کے پیلے پڑتے چہرے سے عیاں تھا۔

"تو اور کیا آپکو تڑپتے دیکھ کرنا چوں۔۔۔یہ کیسی ضد ہے اوزان۔۔۔۔مجھے بلانے دیں آپکے چاچو کو۔۔۔۔۔ک کیوں مجھے ستا رہے ہیں۔ن۔۔ نہیں دیکھ سکتی آپکو یوں۔۔۔۔۔"

وہ پھر سے رو پڑی، اس سے اوزان کو دیکھنا مشکل تھا جبکہ اس سے پہلے وہ جاتی، اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے نہ صرف روکا بلکہ وہ توازن برقرار نہ رکھتی اس پر گری۔

دونوں کے چہرے اس ٹکراو پر زرا سے مس ہوئے مگر اوزان نے جس طرح سانسوں پر تسلط جماتے کروٹ بدلتے زینو کو میٹرس سے لگاتے خود اس پر حاوی ہوا، زینیش نے اسکی شدت بھری من مرضی کے بیچ رونے کے باوجود کوئی مزاحمت نہ کی جبکہ وہ فوری ہی اس ٹارزن والی حرکت سے

اپنی اذیت اور بڑھا بیٹھے اس سے بہت جلدی دور ہو گیا کیونکہ وہ بچاری اس تلے ننھی سی جان دب کر رہ گئی فوراوہ اس پر سے میٹرس پر منتقل ہوا مگر اس قدر تکلیف پر زینو کی حیا کی زیادتی سے جان ہارتی، غصیل، اور برہم کیفیت بھانپے دبا سا مسکا یا جو اسکی اس بے باک جسارت پر یوں تھی کہ کاٹو تو لہو نہ بچا۔

"بت۔۔ بتمیز انسان۔ یہ کوئی وقت تھا ایسی چھچھوری حرکت کا۔

آپ۔۔۔۔ آپ انتہائی سر پھرے۔۔

۔۔اٹھیں۔۔ میں کچھ نہیں سن رہی۔ ہم ہوسپٹل چل رہے ہیں۔"

اپنے بگھڑتے سانس کو ہموار کرتی اس وقت وہ اس سے اس گستاخی پر ٹھیک سے لڑ بھی نہ سکی اور فورا اپنا دھڑکتا دل بحال اور اطلسی سانس ہموار کرتی اٹھ بیٹھی، پیر بیڈ سے اتارے اور اٹھ کر اوزان کا ہاتھ پکڑے کھینچا۔

"زینیش سمجھنے کی کوشش کرو، میں جانتا ہوں ی۔یہ حرکت کس کی ہے۔۔۔اس وقت میں اپنی سچویشن مریض بن کر ڈاون نہیں کر سکتا۔مجھ میں اتنی برداشت ہے کہ یہ دس منٹ انتظار کے کاٹ لوں۔

عدم آتا ہو گا۔۔۔میرے پاس رہو گی تو کچھ نہیں ہو گا مجھے"

وہ جسکی جان سی جسم سے سرک رہی تھی وہ کیسے اسکے ان بے رحم دلاسوں پر یقین کرتی، ہاتھ پکڑے اسے کھینچ کر واپس بیٹھائے وہ اسے اپنے پاس لیٹا گیا بلکہ زینو کی وہ نظریں بھی سہیں جو دل پر زخم لگا رہی تھیں، اوزان نے زینو کو خود سے بہت نزدیک لیٹائے اسکی جانب اوندھے منہ درد کرتے پیٹ کے بل لیٹے اپنا چہرہ اسکی ٹھوڑی اور کندھے کے بیچ یعنی گردن میں چھپایا۔

"کس نے کیا آپکے ساتھ؟کنول انصاری نے یا آپکے دادا نے؟"

آنسوؤں میں گھلی غائبانہ ان ظالموں کے لیے ناگواری بھری سرگوشی کیے وہ اسکے سر کے بالوں میں انگلیوں کی ملائم پوریں سہلائے، اوزان کی گردن

سے اپنے ٹھنڈے یخ ہاتھ جوڑے بولی، اوزان آنکھیں کبھی کھولتا کبھی درد کے سبب میچ رہا تھا، جبکہ اس کی گرم سانسیں زینو کو اپنی گردن پر رینگتی محسوس ہو کر آتا جاتا سانس منتشر کر رہی تھیں۔

"ابھی کچھ مت پوچھو۔۔۔میرے پاس رہو"

وہ بے بس تھا تبھی اسکے بازو وکھولنے کی دیر تھی کہ وہ اسکے درد کرتے سینے سے جالگی، اسکی ہونٹوں کی پہنچ میں آتی گال چومی تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بے قابو ہوئی۔

اوزان نے چہرہ اسکی گردن سے نکالے نظر اسکی طرف پھیری تو وہ اسے ہی ظالم بنی دیکھ رہی تھی۔

"ایسی نظروں سے مت دیکھو"

اوزان کی سرگوشی میں ڈھلتی منت پر وہ نظر فوراجھکا گئی۔

"اوزان آپ آگ کی طرح تپ رہے ہیں، م۔۔ مجھ سے انتظار نہیں ہو رہا۔ آپکی حالت بگھڑ رہی ہے۔۔۔۔ مجھے تو لگ رہا آپکا بلڈ پریشر بھی لو ہو رہا ہے۔۔۔۔ اوزان کیوں کر رہے ہیں ضد۔ عدم بھائی نجانے کب پہنچیں گے۔۔۔۔ مجھے بتائیں میں قریبی میڈیکل سٹور سے فورا بھاگ کر لے آتی ہوں"

وہ سکون پا ہی نہ سکی پھر سے سر اٹھا کر اس پر جھکی جو تکیے کے بنا سر میٹرس سے ٹکائے آنکھیں موندے ہوئے کبھی کھانستا کبھی اپنے سینے کو درد برداشت نہ ہو پانے پر مسلنے لگتا۔

"قریب کوئی میڈیکل سٹور نہیں ہے پاگل لڑکی، کچھ نہیں ہو گا مجھے الرجی کے سائیڈ ایفکٹس ہیں۔ میڈیسن لیتے ہی طبعیت سنبھل جائے گی۔"

وہ اپنی تکلیف سے زیادہ زینو کی فکر میں تھا کہیں اسے اس حالت میں دیکھ کر وہ لڑکی ہی نہ بے ہوش ہو جائے جبکہ زینو کا دل چاہا کچھ اٹھا کر یا اب اپنے سر

میں مار لے یا اوزان کے جسے واقعی اب ٹھیک سے نظر آنا تک بند ہو رہا تھا، ناراضگی کے باوجود اس نے روتے ہوئے جھک کر اپنے گلابی لب اوزان کے ماتھے پر رکھے تا کہ وہ تھوڑا سہی کسی طرح سکون پائے۔

"آپ ایک نمبر کے ضدی خود سر اور مغرور ہیں، جان سے بڑھ کر کچھ ہوتا ہے کیا؟ اوزان لو بلڈ پریشر اچھا نہیں ہوتا۔ جان بھی جا سکتی ہے۔۔۔ اٹھیں نہ پلیز۔۔۔ اب تک ہم کسی ہوسپٹل پہنچ بھی جاتے۔۔۔۔ آپ کی آنکھیں اس قدر سرخ ہو رہی ہیں کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ پلیز سن لیں میری بات"

وہ اسکی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہ تھی اور اوزان نے خفگی سے جب زینو کو یوں جان ہارتے اور ضد کرتے دیکھا تو وہ آنکھوں میں فوری نمی اتار لائی۔

"آپ مجھے جو ہرٹ کر رہے ہیں اس پر رو۔۔ روٹھ بھی سکتی ہوں۔ کبھی نہیں مانوں گی۔۔۔ میں نے آپ جیسا اذیت پسند شخص نہیں دیکھا۔ کنول

انصاری کی جان تو میں لوں گی اس پر۔۔۔۔۔ کیسی شر انگیز عورت ہیں۔۔۔۔۔"

وہ اس قدر غصہ تھی کہ اسکی ناک سرخ اور رخسار پھول گئے جبکہ اوزان لمحہ بھر اسے گردن گما کر دیکھتا مسکرایا تو زینو نے اسکی مسکراہٹ دیکھتے اسے بھی ویسی خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"مسکرانا بند کریں ورنہ آپکے بھی ساتھ دانت توڑ دوں گی، ابھی آپ نے خونخوار زینو نہیں دیکھی۔ اول تو مجھے غصہ آتا نہیں آجائے نہ تو بنا کسی کا نقصان کیے واپس جاتا نہیں"

وہ سخت تپی ہوئی تھی اوزان کی غیر انسانی ضد پر، اس بندے نے جس طرح بے بس کیا، اسکا حلق پھاڑ کر چینخنے کا دل چاہ رہا تھا۔

"تم نے جو نقصان کرنا ہے میرا کرلو، لیکن غصہ مت دبانا اپنے معصوم سے نرم دل میں۔"

اوزان کی نرم ملائم دردناک گزارش پر وہ روہانسی ہوتی پھر سے اس پر آنسوؤں کو آنکھوں میں سمیٹے اسکے چہرے کی اور جھکی، رونا پھر سے بے قابو ہوا تو اسکی جبین سے ہونٹوں کو جوڑ گئی۔

کافی دیر وہیں ہونٹوں کی حدت بکھیرے رکھی اور پھر واپس اٹھی، اس شخص کے وجود سے اٹھتا سکون و آسودگی بھی اس وقت اسکو قائل نہ کر سکا، وہ خود کو اسکے پہلو میں بھی انگاروں پر جلتا محسوس کر رہی تھی۔

"آئی ہیٹ یو۔۔۔۔ ایسے ہی آپکو بھی ہرٹ کروں گی دیکھیے گا۔ پھر آ۔ آپکو پتا چلے گا زینو کو کتنی تکلیف دی تھی۔۔۔۔ پکا کہہ رہی ہوں میں بہت برا ہرٹ کروں گی آپکو"

رونے کے سبب اسکا پورا جسم کانپا جبکہ وہ اسکی ان دھمکیوں پر دل جلا سا مسکرایا، نیم وا آنکھیں کیے اسے تکتا ہوا وہ ویسے ہی زینیش پر بھاری پڑ رہا تھا، وہ اس کو برا آزمارہا تھا۔

"کر لینا جی بھر کر، تم ہرٹ بھی اتنا پیارا کرو گی کہ اوزان دایب کا اختیار چھین لو گی۔۔۔"

وہ اسکی گال سے زرا گردن اوپر کو اٹھائے لاڈ سے لب سہلانے اور ضرورت سے بھاری لہجے میں سرگوشی کرنے پر چہرہ اسکی گردن سے نکالے روبرو ہوئی، اسکے بالوں میں اپنے ملائم ہاتھ کی انگلیاں سہلاتے جھک کر پھر سے اوزان کی صبیح پیشانی چومی اور اس شخص کی نڈھال پڑتی سانسیں زینو کے چہرے کے خدوخال کو چومتی ہوئی اور تڑپا رہی تھی۔

"کسی خوش فہمی میں مت رہیں کہ میں پیارا ہرٹ کروں گی، بہت گندا ہرٹ کروں گی۔ کہ آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ زینو کے بنا جی نہیں سکتے"

وہ اسکے ہونٹوں کے قریب اپنے ہونٹ لے جاتی اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گہرا سانس کھینچتے کرب سے بولی، انداز میں ٹوٹ کر دکھ موجزن تھا۔

"تم کہو تو ابھی کہہ دیتا ہوں یہ"

وہ اوزان کے گرم ہونٹوں کی حرکت اپنے ہونٹوں کے کنارے سے فوری گال پر سرکا کر منتقل کرتی اس دھڑکنیں بڑھاتی جسارت کے غلبے سے گریز برتتی دور ہوئی۔

"جی نہیں، پہلے ہرٹ کروں گی۔۔۔ پھر کہنے کی اجازت دوں گی۔۔۔۔"

وہ اسکو اتنی جلدی اب ہرگز معاف نہیں کر سکتی تھی اور اوزان اپنی تکلیف مٹانے کو اس سے پہلے اسکے پھیلی بازوؤں کو مضبوط کرنے کو بندھے ہاتھ جکڑتا اسکے فرار کو ناکام بناتا، فون پر عدم کی آتی کال پر وہ فوری دور ہوئی بلکہ اپنے اطراف سے اوزان کی بازو کھولے پلٹ کر بیڈ سے اترتے ہی کال پک کی۔

"میں آگیا ہوں باہر، آکر لے جائیں"

عدم کی آواز گویا زینیش کی مدھم دھڑکنوں کی روانی بنی وہ اک نظر آنکھیں موند کر گہرے سانس بھرتے اوزان کو دیکھتی تیزی سے اپنا دوپٹہ ٹھیک

کرتی کمرے سے نکلی، اسکا کسی سے سامنا نہ ہوا جبکہ وہ ایزل مریم کے کمرے کی طرف سے باہر لان میں نکلی اور وہیں سے پورچ کی سمت بھاگی، عدم اسے حویلی کے آغاز میں ہی کھڑا ملا۔

زینو نے اسکے ہاتھ میں پکڑا خاکی پیک چھپٹتے لیا اور بنا کچھ کہے جیسے واپس حویلی کی سمت دوڑی خود عدم کو اسکی روئی آنکھیں دیکھ کر بہت پریشانی ہوئی، وہ اس سے پوچھ بھی نہ سکا اوزان کی طبعیت اور کچھ لمحے بعد وہ بھی وہاں سے سائیں کے لیے دل میں دعائیں مانگتا چلا گیا جبکہ زینیش نے واپس آتے ہوئے بھی کسی کو نہ دیکھا حالانکہ میشی، ایزل مریم لاونچ میں ہی تھے لیکن وہ دونوں دیان اور پنار کی شادی کی باتوں میں اسقدر گم تھے زینیش کو دیکھ ہی نہ سکے۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہر ممکنہ رفتار سے روم تک پہنچی، داخل ہوتے ہی دروازہ بند کیا اور وہ میڈیسن اس خاکی پیک سے نکالی تو آٹھ قسم کے ٹیبلٹس دیکھ کر اسکا سر چکرایا، ساتھ دو انجکشن۔

"اوزان۔۔۔اوزان آنکھیں کھولیں۔۔۔میڈیسن لے لیں پلیز۔۔۔اٹھیں"

اوزان کو زینو کی آواز بہت دور سے آتی سنائی دی لیکن اس کے باوجود وہ ہمت کیے اسکے ملائم ہاتھ کے سہارے اٹھا تو زینو نے اسکے بیڈ کی طرف سرک کر بیٹھتے ہی چاروں میں سے تین تکیے اسکی کمر کے پیچھے رکھے تا کہ وہ بیٹھ سکے جبکہ زینیش کے ہاتھ پیر اب بھی کپکپا رہے تھے.

"کیا چیز ہو تم زینیش"

بے دلی اور کوفت سے بڑبڑائے اوزان نے اسکے ہاتھ سے ٹیبلٹس لیں وہ اس سے پوچھ کر اسے دے رہی تھی جبکہ آٹھ کی آٹھ ٹیبلٹس کھانے کے بعد زینیش کو خود اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا، کہاں اس سے ایک ٹیبلٹ کھانی محال تھی کہاں یہ بندہ آٹھ کی آٹھ نگل گیا، وہ اسکے ہونٹوں سے گلاس جوڑے اسکو پانی پلائے گلاس سائیڈ میز پر رکھے اسکی طرف پلٹی۔

"اور ان انجکشنز کا کیا کرنا ہے؟ کیا یہ بھی لگیں گے آپکو"

زینو نے فکر مندی سے پلٹ کر انجکشن ہاتھ میں لیے جبکہ اوزان سینے پر ہتھیلی جمائے واپس آنکھیں موند گیا اور سر بے جان ہو کر ملائم تکیوں پر گرا دیا۔

"نہیں یہ سوئیر کنڈیشن ہو پھر لگیں گے۔۔۔بس اب مجھے کچھ دیر سونے دو بہتر ہو جاوں گا"

شاید وہ مزید جسم میں اٹھتے درد برداشت نہیں کر پا رہا تھا تبھی زرا نیچے کو ہو کر لیٹے اپنا بلیزر اتارنے لگا تو زینو نے لپک کر قریب آتے مدد کی اور اس بیچ بھی وہ اسکے کھلے بالوں سے اٹھتی خوشبو ان ہیل کیے مسرور ہوا جس پر وہ خفگی سے گھوری اور اسے لیٹنے کے لیے سہولت دیتی دو تکیے ہٹا کر اسکے لیٹتے ہی پاس بیٹھی جو کروٹ اسکی طرف بدل کر آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"پریشان مت ہو، کچھ نہیں ہوتا مجھے۔ تھینکیو میرے پاس اس وقت موجود ہونے کے لیے"

اسے اس حالت میں بھی زینیش کے رونے کا احساس ہوا تو آنکھیں کھولتے ہی اپنا پر حدت ہاتھ بڑھا کر زینو کی گال سے جوڑا، انگوٹھے کی پور اسکی آنکھوں سے بہتی نمی پر سہلائی تو وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر چومتے اوزان کو مزید رنجیدہ کر گئی، اسکے لمس میں شدت تھی۔

"اپنا یہ تھینک یو اپنے پاس رکھیں سمجھے،

آپ ٹھیک ہو جائیں گے نہ اوزان۔۔۔ درد کم ہوا کچھ۔۔۔۔ میں کیسے سکون پاوں گی۔۔"

وہ اسکی بے قراری پر بڑی مشکل سے کھلتی بند ہوتی آنکھوں کے بیچ آفت خیز مسکرایا۔

"یہ انگریزی دوائیں ہیں، زینیش نہیں جو اتنی جلدی آرام بن جائے میرا۔۔
"

وہ اسکے لاجواب کرنے پر کچھ نہ بولی، اوزان دایب نے اسکے سارے لفظ جو چھین لیے۔

"ایس۔۔ ایسی باتیں مت کریں نہ"

وہ اپنی ہتھیلی بڑھائے انگلیوں کی پوروں سے اسکے ڈرائے ہوتے ہونٹوں کو چھوئے جس طرح بولی، وہ دم گھٹنے کی ترجمانی کر رہا تھا۔

"تم سامنے ہوتی ہو تو ایسی باتیں ہی یاد رہتی ہیں، کیا پھونکا ہے تم نے اوزان دایب پر۔"

وہ اس وقت بات کرتا رہے اپنے درد کی کمی بتاتا رہے وہ یہی چاہتی تھی لیکن ایسی باتیں کیسے برداشت کرتی جو اسکی سکت، ہمت اور ضبط میں ہلچل لانے کا سبب تھیں۔

"یہ پھونکنے والے جادوئی کام آپکو ہی مبارک، میں آپکا سر دبا دوں اوزان؟۔۔۔ آپکو کہیں درد ہے تو بتائیں مجھے۔ سوئیں مت میں پریشان ہوتی رہوں گی۔ مجھ سے بات کرتے رہیں، مجھے بتائیں درد کم ہوا، کتنا کم ہوا۔۔۔"

وہ اسکی فکر میں آدھی ہوتی کسی بھی طرح اوزان کے درد میں کمی چاہتی ہوئی اسے پاگل کر رہی تھی۔

"بیرونی کوئی درد نہیں ہے زینیش، پریشان کیوں رہی ہو۔ یہ بہت ہائی ایم جی ٹیبلٹس ہیں، جلد اثر کریں گی۔۔۔"

وہ اسکے کھلے بال سہلاتے کمزور سے لہجے اور ڈوبتی آواز سے بولا پر وہ مطمئین نہ ہو سکی۔

"اور آپکو جو یہ فیور ہو رہا اس سے کیسے چھٹکارہ ملے گا، کیا آپکو بہت درد ہے جو اسکی شدت سے فیور ہو گیا۔ مجھے بتائیں نہ پلیز کیا محسوس کر رہے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ زینو کی تڑپی حالت پر اب سچ میں دل سے مسکرایا اور گہرا سانس کھینچا۔

"یہ یقیناً لیو پن الرجی ہے، میرا گلا اور منہ اندر سے سویل ہو گیا ہے، زبان اور گلے پر بہت برا درد ہے، چیسٹ پین کے ساتھ سانس لینے میں مشکل ہے، ابڈامینل پین بھی شدید ہے۔، بہت ہیوی ڈوز تھی لیو پن کی۔۔۔ جب باڈی ایک دم اتنے سارے درد کا شکار ہو تو جسم درد کی وجہ سے ہیٹ آپ ہو جاتا ہے۔۔۔ اٹس ناٹ فیور،۔۔۔۔۔"

زینش تو اتنے ساری تکلیف کا سن کر ہی نڈھال تھی۔

"زیادہ ڈاکٹر بننے کی ضرورت نہیں، چپ کر کے سوئیں"

اپنی آنکھوں میں اتر آتے آنسوؤں کو دباتی وہ بگھڑی، چہرہ بھی پھیرا۔

"مجھے یوں دیکھ کر جان کیوں نکل رہی ہے تمہاری؟"

وہ جو پکا تہیہ کر چکی تھی کہ اسے نہ دیکھے گی، اوزان کے سوال پر مجبوراً اسے ڈبڈبائی شکوہ کناں اکھیوں سے دیکھنے لگی۔

"آپکو نہیں پتا؟"

اسکی آنکھوں میں جھانکتی وہ اس پر ناراض و برہم ہوئی، آواز میں کھاراپن عود دا۔

"پتا تو ہے لیکن اس سے میرے سامنے مکر جاتی ہو"

وہ اسے اپنی ساحرانہ کشش سے پھر جکڑ رہا تھا جو پھر سے اوزان دایب کے لیے پگھل رہی تھی، اسکے جسم سے اٹھتی وجاہت خیز کشش اور مدہوش کرتی خوشبو میں اپنا سکون تلاش رہی تھی۔۔

"تو یہ آپکی غلطی ہے کیوں مکرنے دیتے ہیں"

وہ اس کی طرف جھک کر واپس چہرہ اسکی گردن میں چھپائے شکوہ کر گئی، روح سہلاتی اوزان کے بازوؤں کی گرفت میں آرام سا آنے لگا۔

لیکن اوزان کی تکلیف زرا کم ہوئی تو یہ تنہائی، یہ زینو کے نرم گرم لمس، یہ فسوں اس کے ضبط پر بھاری پڑنے لگے۔

"ایک بار مزاق میں ہی بتا دو سچ"

وہ زینو کی دھڑکنوں کو بغیر رکاوٹ کے محسوس کیے اسے وہیں سے پکڑے اپنے پہلو میں لا بساتا، اس پر زرا حاوی ہوئے سرگوشی میں بولا جبکہ یوں جھٹکے سے بیٹھے ہونے سے اوزان کے دوسری طرف پہلو میں لیٹنے کے سبب زینیش کے بال اسکے اپنے شانوں پر بکھرے۔

"ک۔ کیا بتاوں"

اسکے رخسار کے پور پور پر لب رکھتے وہ اسکی حالت غیر کر رہا تھا اور وہ اسے روکنے پر قادر ہی نہ رہی۔

"یہی کہ محبت کرتی ہو مجھ سے"

اوزان نے زینو کے بالوں کے بوجھ سے اسکے سینے اور شانے آزاد کیے تکیے پر ڈالتے پھر سے اسکی گال سے گال رگڑے زینو کو مدہوش کیا، اسکی گردن میں بہت پیار سے سجایا پرل چو کر کھول کر کسی غیر ضروری شے کی مانند سائیڈ میز پر رکھتے اپنی حرارت بخشتے ہونٹوں کو اسکے گلابی پڑتے عارضوں پر بے باکی سے سفر کرنے دیا جس پر زینیش نے اسکی ہاتھ میں آتی بازو مٹھی میں جکڑی۔

"م۔۔میں نہیں کرتی سمجھے آپ، م۔۔مجھے بہکانے کی کوشش مت کریں اوزان۔۔۔پ۔۔پلیز مجھے جانے دیں اس وقت۔۔۔آپ سو جائیں۔۔۔رات تک سوتے رہیں"

وہ اس سے اس وقت سچ میں ڈری جبکہ اوزان نے اسکی کوئی بات نہ سنتے سختی سے اسکی کمر میں بازو ڈالے اپنی اور بھینچا اور اسکی ملائم گردن کے ہر گوشے

کو چومتا سرشاری میں بہا زینیش کی منتشر سانس کی سرشار آواز کمرے میں گونج کر رومانوی ماحول میں اک شریر سی لہر سرائیت کر گزری۔

"او۔۔اوزان۔۔۔۔ی۔۔یہ کونسا وقت ہے ان حرکتوں کا۔ آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ کوئی روم میں آیا اور ہمیں یوں دیکھا تو۔۔۔۔ڈور لاک بھی نہیں ہے۔۔۔۔پلیز مجھے جانے دیں"

زینیش کی جان اسکے جسم سے نکل رہی تھی لیکن وہ تو خود کے بس میں رہا ہی نہیں اور اس سے پہلے وہ اپنے لبوں کی گرمی، ان رکتی سانسوں کے جامد سحر میں گڈمڈ کیے حد پار کرتا، زینیش نے پوری قوت لگائے خود کو اس سے آزاد کروایا اور ایک سیکنڈ میں وہ پرے سرکتی دوسری طرف سے نہ صرف بیڈ سے رول ہو کر اتری بلکہ بھاگ کر دروازے کے ساتھ جالگی۔

اوزان نے بدمزہ ہوتے اک برہم نظر زینیش پر ڈالی اور وہیں سے کروٹ بدل گیا اور تکیہ بھی چہرے پر دبالیا جبکہ زینو کپکپاتی ٹانگوں کے سنگ وہیں

زمین پر ہی بیٹھتی گئی، دل تھا کہ پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو مچلا، جبکہ اس شخص کی پشت خوفزدہ نظروں سے گھورتی وہ اس وقت واقعی ڈری سہمی تھی کہ جیسے اگر مزید وہ ایک لمس بھی بخشنے آگیا تو وہ یہیں جان دے بیٹھے گی، خود کو کچھ لمحے بہتر کیے وہ فوری کمرے سے نکل کر بھاگ گئی۔

..________________________________..

موسم کی شدت، نرم سردسی دوپہر اور تیز ٹھنڈی یخ ہوائیں ہنزہ کی وادیوں اور اونچے نیچے پہاڑوں پر ٹھٹھرتی سردی کا وجود ثبت کرتی جارہی تھی، ذہن و دل تھکاوٹ، دباؤ کے باوجود جیت کے ولولے اور عزم سے مالامال تھے۔

المان اور اسکی ٹیم کے لوگ مسلسل ٹارگٹ کی جانب آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے، المان کا مسلسل میجر گلزار سے رابطہ تھا، لیکن جس جگہ وہ موجود تھے اسی راستے میں پھیلی بارود کی تیز بدبو پر المان محتاط ہوئے رک گیا، اسکے ہمراہ آٹھ کے قریب آرمی کے لوگ تھے۔

"گڑبڑ لگ رہی ہے، سب محتاط ہو جاو۔ یہ چال ہو سکتی ہے، اگر کوئی غلطی سے ان کے ہتھے لگا تو اسے الماں سیال کے غضب کا اضافی سامنا کرنا پڑے گا، ہم لوگ سینے پر کفن باندھ کر نکلے ہیں، یا مار دیں گے یا شہید ہوں گے۔۔۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔۔۔ انڈرسٹینڈ"

الماں نے اپنی گن پر مضبوطی سے پکڑ جماتے اپنے ساتھیوں کو بریف کیا جو سب آہستہ آہستہ چاروں طرف نگاہ ڈوراتے الماں کے پیچھے 'یس کیپٹن' کی ہانک لگاتے بڑھے، لیکن یہی وہ جگہ تھی جہاں بابا سرکار کے لوگ کیپٹن المال سیال کو دبوچنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے تھے۔

انکا مقصد الماں کو دبوچنے اور ساتھ ہی سمگلنگ کو کامیاب بنانے کا تھا، لیکن سمگلنگ والی جگہ پہلے ہی اسد اپنی مقامی گاوں میں ڈیوٹی مکمل کیے کچھ لوگ لیے پہنچا اور پورے ایریا کے ساتھ ساتھ تمام ٹرکوں کو حراست میں کامیابی سے لے لیا گیا، لیکن جب اسد وہاں کی کمانڈ اپنے لوگوں کے سپرد کیے سارا ایریا دشمنوں سے پاک کیے الماں کے پیچھے واپس آ رہا تھا تو دونا معلوم

افراد نے اس پر پیٹھ پیچھے حملہ آور ہوئے اسے دبوچ لیا تھا، اسکے ساتھ جو دو لوگ تھے انھیں بھی جکڑا گیا مگر لفٹننٹ اسد نے اس دہشتگردوں کے ہتھے سے اپنے دو لوگ تو چھڑا کر بھگائے لیکن خود ان کا شکار ہوا، وہ اسکے سر پر کسی چیز سے وار کر کے اسد کو دبوچنے میں کامیاب ہو گئے۔

اور پھر المان کا شک ٹھیک تھا، وہ لوگ ابھی حملے کا سوچ ہی رہے تھے جب اچانک ہوتی چاروں اور سے اندھا دھند فائرنگ ہر المان اور اسکے تمام لوگ بھی جوابی حملہ کرتے پوری سفاکیت سے گولیاں برساتے ساری جگہ پھیلتے سامنے آئے، وہ بابا سرکار کے پالتو لوگ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے وادی تک پھیلے تھے، گولیوں کی گھن گرج نے لمحہ لگائے اس جگہ کو وہشت خیز کیا، درختوں پر بیٹھے چرند پرند پھڑ پھڑا کر اڑ گئے، ہر طرف دھواں پھیلنے لگا۔

بابا سرکار کے تمام لوگ ایک ایک کر کے آرمی کے لوگوں کے ہاتھ جب مرتے گئے اور جب صرف دو غلیظ لوگ باقی بچ گئے تبھی انھی میں سے ایک آدمی نے اپنے ساتھی کو آنکھوں کی خونخوار جنبش سے اسد نامی مہرے کو

منظر عام پر لانے کا اشارہ کیا جو باندھی بنا کر رکھے اسد کو پکڑے اسکو اپنی ڈھال بنائے اپنی گن ہوا میں لہراتا سامنے آیا۔

اسد کو اس خبیثوں کی حراست میں دیکھتے ہی الماں نے خود بھی فائرنگ روکی اور اپنے ساتھیوں کو بھی رکنے کا اشارہ دیا، اسد سے کم از کم اسے اس درجہ بیوقوفی کی امید نہ تھی، سمگلنگ کو اسد اور اسکے لوگوں نے جس مہارت سے ناکام بنایا، اسی شاباشی وہ یوں بابا سرکار کے لوگوں کے ہتھے لگ کر خود ہی غارت کر چکا تھا۔

الماں نے جب اسد کی زخمی حالت، اسکے جبڑے سے نکلتا خون دیکھا تو آنکھوں میں اسکے کیے آزردگی جبکہ ان باقی بچ چکے دو خبیثوں کے لیے نفرت کی انتہا اتری۔

"چھوڑ دے اسے خبیث ورنہ ٹکرے کر دوں گا تیرے"

المان نے حلق کے بل دھاڑتے اسد کو کراہتے اور بمشکل سانس لیتے دیکھ کر اسکے پیچھے جمے خباثت سے ہنستے نجس آدمی کو دھمکایا۔

"اگر تو نے خود کو ہمارے حوالے نہ کیا کیپٹن تو تیرا یہ ساتھی یہیں لاش بن جائے گا، ہمیں صرف تجھ سے کام ہے۔۔۔ تیرے کسی آدمی کو خراش بھی نہیں آئے گی بس اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے"

اس آدمی کی مانگ سنے المان کے تن بدن میں آگ کے نادیدہ شعلے لپکے جبکہ اسد نے دردناک نظروں سے المان کو نفی کا اشارہ کیا مگر المان اپنی آنکھوں کے سامنے اسد کو کیسے مرنے دیتا پھر یہ خیال کے اسکی اولاد دنیا میں آنے والی ہے، المان کا مضبوط دل بھی لرز اٹھا۔

"کیا کام ہے تم لوگوں کو مجھ سے؟"

المان نے اسی نفرت سے استفہامیہ نگاہیں اس آدمی پر گاڑے پست آواز میں پوچھا۔

"وہ ہمارے سردار بتائیں گے تجھے، اپنے لوگوں کو کہہ پیچھے ہٹیں۔۔۔ اپنی گن بھی پھینک نیچے۔۔۔۔ ورنہ تیرا یہ ساتھی گیا"

اس آدمی کی آنکھوں میں خون ٹپک رہا تھا تبھی المان نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹنے کا نا صرف اشارہ کیا بلکہ اپنی گن میں کچھ دور گھاس پر پھینکی جسے پہاڑی سے چھلانگ مار کر اترتے اسی کے ساتھی آدمی نے جھک کر اٹھایا، اپنی گن کو قبضے میں لیتے اس آدمی کو المان نے یوں لہو چھلکاتے تیوروں سے دیکھا جیسے اسکا سینہ چیر دینا چاہتا ہو۔

"اب چھوڑ دے اسے، جو بات ہے مجھ سے کر۔۔۔۔"

المان نے اس وقت اسد کو دیکھا تک نہیں کیونکہ اسد کی آنکھیں تکلیف سے بھری تھیں اور المان کو کمزور کرتیں۔

وہ دونوں نجس آدمی جنکے ہاتھوں میں رائفل اور کندھوں پر خودکش بمب نسب تھے، ہنسے اور اسد کو دھکیل کر المان کے لوگوں کی طرف دھکا دیا جبکہ

اس سے پہلے وہ لپک کر المان کی بازو دبوچتا، پوری قوت سے نہ صرف المان نے اسکے منہ پر جھانپڑ رسید کیا بلکہ دونوں خبیثوں کو سمجھ ہی نہ آئی ہوا کیا، المان نے ہوا میں جھنپ مارے ایسی گما کر لات اس بڑے ہیڈ کی گردن پر رسید کی کی جس نے المان کی گن چھونے کی ہمت کی وہ تو پہاڑی کھائی کی جانب چینختا لڑھک گیا جبکہ دوسرے کی گردن دبوچے اسے زمین سے پٹخا، اسد اور باقی لوگ بھی دوڑے پیچھے آئے، اسد نے بھی ایک ساتھی سی گن لی اور اس المان کے شکنجے میں پھنسے آدمی کے پاس دوڑ کر آیا۔

"کون ہے تیرا سردار؟"

المان کے اشارے پر اسد اور ایک دوسرے ٹیم ممبر نے بہت احتیاط سے اس آدمی کے کندھے سے خودکش بمب جیکٹ اتاری کیونکہ المان نے جیسے دوزانو بیٹھے اسکی گردن دبوچ رکھی تھی وہ ہل بھی نہ پاتا بس اسکے حلق سے دلخراش چینخ نکل رہی تھی۔

"تجھے بہت مہنگا پڑے گا یہ دھوکہ کیپٹن"

وہ آدمی اس قدر بے بس ہو کر بھی جیسے المان کو دھمکا رہا تھا، مزید اس سے اسکی گندی شکل برداشت نہ ہوئی، ایک ہی جھٹکا دیا اور ہڈی ٹوٹنے کی آواز پر اسد سمیت سارے آرمی لوگوں نے حراساں ہو کر کیپٹن المان سیال کو دیکھا جسکی آنکھوں سے نفرت اور لہو ٹپک رہا تھا۔

اس گند کا صفایہ کیے وہ اٹھا اور کچھ آگے جا کر آس پاس سپاٹ چہرے سے نظر دوڑائی، اس سے پہلے اسد اس سے معافی مانگنے قریب آتا، المان نے ہاتھ ہوا میں بلند کیے اسے تنبیہی تیوروں سے اپنی جگہ رک جانے کا اشارہ کیا، اسد سے اس لاپرواہی کا حساب وہ مشن کے بعد لینے والا تھا۔

"ایسے جال آگے بھی ہوں گے۔ محتاط رہو تم سب۔ ان لوگوں کو میری ضرورت ہے، یعنی ضرور کوئی تگڑا مطالبہ ہے۔۔۔ ممکن ہے یہ لوگ ادا خیل کی بازیابی چاہتے ہوں۔۔۔ ہمیں آج ہی انکا خاتمہ کرنا ہوگا۔۔۔۔

خود کو ان کمبختوں کے سپرد اب اگر کسی نے کیا تو دشمن سے پہلے وہ الماان سیال کی گن سے مرے گا۔۔۔۔ سمجھ گئے ؟"

الماان کے غصے اور عتاب کے آگے وہ سب خوفزدہ تھے جبکہ اسد اس وقت اسکا شکریہ بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ جانتا تھا وہ کچھ نہیں کرے گا سوائے ویسا ہی جھانپڑ رسید کرنے کے جو اس مردہ آدمی کی آدھی طاقت چوس کر گیا۔

الماان سیال جتنا نرم تھا، اسکا غصہ اتنا بھیانک تھا اور پورا ڈیپارٹمنٹ اسکے اس اشتعال سے پناہ ہی مانگتا تھا۔

وہ لوگ الماان سیال کے آرڈر پر پھر سے اپنار کا سفر شروع کر چکے تھے، اور اب بابا سرکار کی جہنم رسید ہونے کی باری تھی۔

..________________________..

دوپہر ڈھلی، خوبصورت نرم و ملائم اور ٹھنڈی شام افق کے پار ہولے ہولے نمودار ہو کر روح کو تروتازگی بخشنے لگی لیکن زینیش کو کچھ سکون نہ ملا نہ تب تک مل سکتا تھا جب تک اوزان اپنی نیند سے جاگ کر اسے اپنے ٹھیک ہونے کا نہ بتا دیتا سو ابھی وہ ہنوز پریشان تھی۔

جبکہ دوسری جانب ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی مگر بنا دیان سے بات کیے پنار گھر جانے پر بھی آمادہ نہ تھی اور ایک آخری کوشش کے تحت وہ دیان کے کیبن میں دستک دیتی آئی جو رولنگ چیئر اپنے کیبن کے گلاس وال کی طرف گمائے ٹانگیں پھیلائے ایک کہنی کرسی کی بازو پر ٹکا کر سر کرسی کی پشت سے لگائے خالی خالی نظروں سے ہوسپٹل لان میں کھیلتے اکادکا پیشنٹس کے ساتھ آئے بچوں کو دیکھ رہا تھا، اس گلاس سے باہر دیکھا جا سکتا تھا مگر باہر سے اندر دیکھنا ممکن نہ تھا۔

اسے اس قدر گہرے خیالات میں محو دیکھتی وہ دیان آریز کی وہی درد میں لپٹی حالت یاد کرتی دبے پیر دروازہ واپس بند کرتی ٹھیک دیان کے عقب میں

رکھی اور اپنے دونوں ہاتھ اسکے کندھے ہر رکھے دباو دیا، وہ اسکی موجودگی تو آہٹ سے جان لیتا تھا پر آج دل کے گھاو ادھرے تو وہ بکھرا پڑا دل رفو کرنے کی کوششوں میں تھا۔

"پلیز بتادیں، ورنہ ساری رات سو نہیں سکوں گی۔ میں آپکی لائف پارٹنر ہوں تو مجھ سے اپنی خوشی کے ساتھ آپکو دکھ بھی شئیر کرنا ہو گا۔ دیان آریز اگر آپ نے مجھ سے مزید خود کو چھپایا تو میں دوبارہ آپکو اپنے قریب آنے نہیں دوں گی"

وہ اسکے کندھوں کو آہستہ آہستہ اپنے ملائم ہاتھوں سے دباتی اخیر غم زدہ ہوتے بولی، لہجے میں یاسیت تھی۔

دیان نے اسکا وہیں دائیں کندھے پر رکھا نرم و ملائم ہاتھ اپنے پر کشش و مضبوط ہاتھ میں پکڑا اور ہتھیلی جکڑتا اسے اپنے عقب سے گماتا روبرو لایا اور جھٹکے سے اپنے تھائی پر بیٹھایا، جو یوں اسکے روبرو آتی نرمی اور فاصلے سے اپنی

بازو دیان کی گردن میں حائل کر تو گئی مگر وہ اسے اطراف بازو لپیٹے اسکے سینے سے چہرہ لگائے پنار کو اس درجہ تکلیف دہ عمل سے مزید افسردہ کر گیا۔

اسکی تیز تیز سانس پنار کو اپنے دل میں اتر کر آگ لگاتی محسوس ہوئی تو اس ہمیشہ مغرور و مضبوط رہتے شخص کی اذیت سے اٹی دھڑکنوں نے پنار کو جھلسایا۔

اسکی ہتھیلوں نے دیان کی گردن کو مس کرتے اسکے بالوں میں انگلیوں کی پوروں سے سرسراہٹ کی، وہ اسکے چہرے کو نرمی سے خود سے دور کر پانے میں کامیاب ہوئی تو وہ سر واپس کرسی کی پشت سے ٹیکے پنار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گیا۔

"کچھ دکھ ہم خود کے آگے بھی بیاں نہیں کر سکتے پنار، میری زندگی بھی اک ایسا سراپا دکھ ہے۔ ابھی تمہیں کیا بتاوں، ابھی تو مجھے خود نہیں پتا کہ میرے ہاتھوں کیا کیا ظلم ہوا ہے۔ ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھو"

اپنے دل کا حال کہنے میں وہ بہت برا تھا جبکہ پنار اسکی آواز اور لہجے کی بے بسی پر پریشان ہوئی، ایسا اجڑا دیان اسکے دل کو کند چھری سے کاٹ سکتا تھا۔

"کیا آپ اپنی ممی بابا کو مس کر رہے ہیں دیان؟"

وہ اسکو اداس دیکھ کر اچھا محسوس نہیں کر رہی تھی تبھی اسکے چہرے کو انگلیوں کی شافی پوروں سے چھو کر اسکی بہت کچھ کہتی آنکھوں سے آنکھیں ملانے کے بیچ بولی اور وہ نہ ہاں کر سکا نہ ناں۔

"چھ سال سے مس ہی کر رہا ہوں انکو، میری تکلیف کچھ اور نوعیت کی ہے۔ تمہیں پتا ہے پنار، جب ایک انا پرست کے ہاتھوں کوئی غلطی ہو جائے تو وہی غلطی اسکی موت بنتی ہے کیونکہ تلافی کرنا اور سر جھکا کر ایڈمٹ کرنا تو وہ اپنی توھین سمجھتا ہے۔ مجھے نہیں پتا میں ایسا کیوں ہو گیا تھا لیکن کسی بہت اپنے کی جان لی ہے میرے لفظوں نے۔۔۔۔۔۔ی۔۔ یہ سوچ کر تکلیف محسوس کر

رہا ہوں۔ م۔۔ میں کیا اس قدر سفاک ہوں؟ کیا تمہیں دیان آریز ظالم وحشی لگتا ہے؟"

وہ اپنے حواس میں آج بھی نہ تھا جبکہ پنار اسکی ان غیر واضح باتوں پر کیا کہتی الٹا غمزدہ ہوئی، تڑپ اٹھی۔

"مجھے لگا تھا آپ صرف مجھ پر ظلم ڈھاتے ہیں"

وہ اسکے سوال کے بدلے خود بھی جیسے برہم سی ہوئی، دیان نے انگوٹھے کی پور سے اسکے بالائی لب کو چھوتے نظروں کا لپکتا والانہ پن لیے جیسے سہلایا تو وہ جسم میں کپکپاہٹ کو قابو نہ کر سکی، وہ اپنے اس پر ڈھائے ایک دو سنگین ستم کی یوں تلافی کر رہا تھا۔

"جو جتنا میرا زیادہ ہوتا ہے وہ اتنا میرے ظلم کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ بچپن سے ممی بابا کے ساتھ رہتا تھا، نہ ددھیال نہ ننھیال، بس ممی بابا اور دونوں میں جو محبت تھی وہ میری پیدائش کے بعد نظر ہی نہیں آئی۔ کچھ تھا جو ممی کو

رلاتا تھاشاید اپنے بھائی کی نافرمانی۔۔۔اپنے میکے کی یاد، باباکی بے بسی بناہوا تھا۔۔شاید اپنے خاندان سے نکلنے کا قلق، محبت میں حد سے نکلنے کا پچھتاوا۔۔۔سب کہتے تھے آریز انصاری نے اپنے باباکی مخالفت کے باوجود فائزہ سے شادی کی، جائیداد تک سے عاق ہونے کے باوجود اپنی محبت کو نہ چھوڑا، دھواں دار عشق تھا۔ لیکن تم جانتی ہو دنیا نے انکے عشق کو نظر لگائی پھر آگ لگادی۔۔۔۔اور اختتام دونوں کی پر اسرار موت پر ہوا۔۔۔۔ مطلب دو جیتے جاگتے صحت مند افراد، جو میری زندگی کا کل سرمایہ تھے۔ اچانک، ایک ساتھ مجھے چھوڑ گئے۔۔۔کیامیں نارمل رہ سکتا تھا؟ اور ایک ابنارمل انسان سے، ایک نئی نئی جوانی کی سیج پر قدم رکھتے جذباتی نوجوان سے جسکی دماغی حالت بھی بگھڑی تھی، کچھ نارمل کی امید لگاناٹھیک تھاکیا؟۔ میں نے ممی کی فیملی کے بجائے اپنے باباکے خاندان کو چنا، کیونکہ یہی باباکی وصیت تھی لیکن مجھے کیاپتا تھااس خاندان میں دیمک لگی ہے۔۔۔۔اگر اوزان لالہ نہ ہوتے تومیں چھ سال پہلے ہی مر جاتا، اگر آئی جان نہ

ہوتیں۔۔۔۔ میشی نہ ہوتی تو میں پاگل ہو چکا ہوتا۔۔۔۔۔۔ وہ سب عجیب غریب باتیں جو مجھے سو کالڈ سچ بنا کر بتائی گئیں اب سمجھا ہوں مجھ پر کیا گیا تشدد تھیں۔۔۔۔۔۔"

دیان کا اک اک لفظ پنار کو درد کی گہرائی میں لے گیا، اس نے کہاں سوچا تھا کہ یہ سر پھرا مغرور اندر سے اتنی تکلیف کا شکار ہو گا۔

"یہ سب کیسے برداشت کیا آپ نے؟ کیا آپکے دادا کی فرعونیت کا خاتمہ کرنے کی کسی میں جرت نہیں۔ وہ کئی زندگیاں ویران کرنے اور اجاڑنے کے باوجود سکھ میں کیوں ہیں۔۔۔۔"

پنار کے لہجے میں تیرگی کے ساتھ تلخی تھی جبکہ دیان آریز اسکے اپنی تھائی سے اٹھ کھڑا ہونے پر خود بھی کرسی سے اٹھا، دونوں جب عام سے سامنے میں بھی مقابل آتے تو ماحول فسوں خیز اور پر حدت ہوتا، کیونکہ دونوں کے

دل ایک دوسرے کے جنون میں خاکستر تھے اور یہ تپش اسی نادیدہ آتش کی تھی۔

"یہ سب مجھے آج پتا چلا تو آنکھیں کھلیں، تم یہ چھوڑو یہ سوچو اگر بنا کچھ جانے میں مر جاتا تو نہ بابا سے آنکھیں ملا پاتا نہ ممی سے۔ بابا مجھے چپ چاپ دادا کی سفاکی اور ظلم کا شکار ہونے پر گریبان سے دبوچتے کہ میں نے کیوں بنا ثبوت ان پر یقین کیا اور ممی اپنے بھائی کی موت کا حساب مانگتیں۔۔۔ میں پھر کہاں جاتا پنار"

وہ اس کی ٹوٹی بکھری تکلیف سے لبریز باتوں پر بمشکل آنسو روکتی اسکے قریب ہوئی اور اسکے گلے لگی جیسے اس شخص کی تکلیف کا یہی علاج ہو، کتنی ہی دیر وہ دیان آریز کے جلتے سینے سے دل لگائے اسے سکون دینے کی کوشش کرتی رہی، یہاں تک کہ دونوں کے جسموں کی خوشبو نے مرکز بدل لیے، دھڑکنیں خاص لے پر دھڑک گئیں۔

"اب پتا چل گیا ہے تو اپنی ممی اور بابا کی موت کی سچائی تلاشیں دیان آریز، اگر وہ حادثہ نہیں سازش تھی تو آپ پر ان دو کی موت کا بدلا قرض ہے یاد رکھیے گا"

وہ اسکے گلے لگی ہی اسے راہ دیکھا رہی تھی جبکہ یہ راستہ تو آج دیان کے لیے حسیب ویسے ہی کھول چکا تھا، وہ بھی چھ سال سے بھرا پڑا تھا، تکلیف میں نہ ہوتا تو آج بھی یہ سب کبھی نہ کہتا کیونکہ اس نے اوزان سے وعدہ کیا تھا، دیان کی مینٹل ہیلتھ کے لیے اوزان نے اسے یہ سب دیان سے کبھی نہ کہنے کی درخواست کی لیکن کہتے ہیں نہ ہر چیز کا مناسب وقت ہوتا ہے، حسیب کو بھی شاید لگا یہی مناسب وقت ہے۔

"اگر ممی کی تکلیف، بابا کی بے بسی اور دونوں کی موت کے پیچھے دادا نکلے تو کیا کروں گا پنار؟"

وہ اسکی آواز میں ہلکورے لیتے خوف پر اسکے مہکتے چوڑے سینے سے الگ ہوتی روبرو ہوئی، اپنی ٹھنڈی ہتھیلوں کو اسکے عارضوں سے جوڑے آنکھوں میں آنکھیں جما گئی۔

"وہی جو ایک بیٹے پر فرض ہے، آئی ایم ودیو"

وہ پاس تھی تبھی تو وہ ٹھیک تھا، ورنہ آج تو دھڑکنیں اس قدر سست تھیں اسکی کہ سن پانی ناممکن تھیں۔

"ہمم۔۔۔ تھینکیو پنار۔ میری بک بک سننے کے لیے"

وہ اسکی اس درجہ بے ڈھنگی بات پر اداسی اور تکلیف کے باوجود ہنس پڑی۔

"یہ بک بک تھی کیا؟ آئی تھنک یہ سب آپ نے مجھ سے شئیر کر کے مجھے میری ویلیو بتائی ہے"

وہ مسکرانے کے ساتھ اترائی تو وہ اسکے چہرے پر فرصت سے نظر ٹکاتا میکانکی طور پر دونوں ہاتھ اسکی کمر پر باندھ گیا پر بیچ میں اب بھی بہت فاصلہ تھا، وہ اسکے چہرے کے بھڑکاتے نقوش سے اس لمحہ مائل نہ ہونے اور نہ بہکنے کی بھرپور کوشش میں تھا۔

"اچھا! تو کیا پتا چلا تمہیں۔۔۔ کیا ویلیو معلوم ہوئی"

وہ اسکے حصار نے پر خفیف سا بوکھلائی پر خود کو پر اعتماد عیاں کیا۔

"یہی کہ آپ مجھے ایک اچھا لسنر سمجھتے ہیں"

پنار نے جان بوجھ کر بات بدلی وہ دیان کو بدمزہ کرنا چاہتی تھی۔

"میرے اس دل میں دو ہی چیزیں آباد ہیں، درد اور دوسری تم۔۔۔۔ میں تمہیں اسکے علاوہ کچھ نہیں سمجھتا کہ مجھے صرف تم سکون دے سکتی ہو۔۔"

اتنے جنونی شخص سے اتنا آڈنری اظہار کہاں برداشت تھا اسے اور پنار کا شکوہ بنا ہونٹوں پر آئے ہی اسکے ہونٹوں پر روک کر استحقاق کے سنگ وہ پنار کو مسکرانے اور اترانے پر ایک ساتھ مجبور کر گیا، آج دیان آریز کے ہونٹوں کے اس لمس میں شدت تو تھی پر سختی نہ تھی تبھی پنار کی مہکتی سانسوں نے اسے جھیل بھی لیا اور مسرور بھی ہوئی، شاخ جان پر گدگداتی بہار اترتی بھی محسوس کی۔

"درد والی جگہ بھی پنار کو نہیں مل سکتی؟"

وہ حیا نشین ہوتی آنکھوں کو لحظہ بھر جھکا کر اٹھائے تقاضا کیے دیان کے ہر دکھ پر گرد ڈال گئی۔

"میری ہمدرد بننا چاہتی ہو؟"

وہ اسکے سوال پر مبہم سا محظوظ سا ہنسی جواب بھی آنکھوں کا مرکز اسکے حرکت کرتے خوبصورت ہونٹوں کو بنائے پنار کا کھڑا ہو پانا مشکل کر رہا تھا۔

"بنوں گی تبھی تو یہ درد ہم سے الگ ہو گا۔۔۔ایک بات کہوں دیان آریز، آپکی یہ آنکھیں پنار کا ایمان ڈگمانے میں بہت بے باک ہیں۔۔۔۔ آپ جب میری آنکھوں میں صرف جھانکتے ہیں میں آپکے اندر تک سب دیکھ لیتی ہوں۔مجھے رخصتی پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن بس دو شرطیں ہیں مجھ سے آپکو اپنی زندگی کی ہر چھوٹی سے بڑی تکلیف شئیر کرنی ہو گی۔۔۔وہ بھی ویڈنگ نائیٹ اور دوسری شرط کہ ہم یہ باتیں کرنے کے بعد سو جائیں گے"

پنار کی شرطیں اس کی طرح جان لیوا سہی پر آج وہ اسکا بنا ہوا تھا تو دونوں مان لیں گویا ماننے والی کہاں تھیں۔

"ہاں ہم سو جائیں گے اور سونے کے بعد اٹھ کر پھر ضروری امور نبھا لیں گے فرصت سے۔۔۔ڈن"

جس مزے سے کہہ کر وہ اسے آزاد کیے اس لڑکی کی رعنائیوں میں خود کو ہر ممکنہ مدہوش ہونے سے روکتا پلٹا، پنار نے بے اختیار اسکی بازو پکڑے روکا، چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"ک کونسے ضروری امور؟"

پنار کے سوال کے ساتھ آواز لرزی۔

جبکہ دیان نے چہرہ اسکے چہرے کے نزدیک لے جاتے کچھ کہا تھا پنار کے کان میں جسکے بعد پنار کا چہرہ خفت و شرم سے لال ہوا جبکہ اس سے پہلے وہ کچھ اٹھا کر اس مغرور بدلحاظ بے شرم کا سر پھوڑ دیتی، وہ سبک روقدموں سے اپنے کیبن سے نکل گیا جبکہ پنار کا دل اور اس دل کی دھڑکن دھونکی کی مانند ہو چکی تھی یہ تو زینو کی کال آگئی کہ وہ دھیان بھٹکا سکی ورنہ اسکو دیکھ کر یہی لگ رہا تھا کسی نے جھٹکے سے پنار کے جسم سے جان کھینچی ہے۔

"یہ میں کیا سن رہی پنار، تم ہفتے بعد یہاں میرے پاس آ جاؤ گی۔۔۔۔۔۔اف مجھے ابھی آئی جان نے بتایا"

زینو دن کو کسی طرح کمرے سے بھاگ تو آئی تھی لیکن جب اس وقت نیچے آئی تو طلال کہیں جا چکے تھے جبکہ میشی اور آئی جان کے پاس ہی وہ گئی جو پنار اور دیان کی رخصتی کے بارے شاپنگز پلینز بنا رہی تھیں تبھی وہ تینوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے اور پھر مل کر تھوڑی دیر تینوں نے ٹی وی دیکھا اور پھر اب شام ہوتے زینو کچھ دیر لان میں نکل آئی، پنار کو کال کی۔

اوزان کو وہ روم میں دیکھ کر آئی تھی وہ سو رہا تھا، اسے تین چار گھنٹے کی نیند چاہیے تھی تا کہ طبعیت گزارے لائق ہو اور وہ انکوائری آفیسرز سے ملے اور دادا کی حالت جا کر دیکھے جبکہ کنول اسی انتظار میں تھی کہ کب اوزان کے مرنے کی خبر ملے۔

"ہاں میرے پیارے بچے، دھمکایا ہے مجھے اس نے۔ کہ اگر انکار کیا تو برا پیش آوں گا۔ پر سچی ایک تو اتنی جلدی رخصتی اور پھر پتا نہیں لالہ آپائیں گے یا نہیں۔ ابھی تو وہ گئے ہیں۔ اور بنا کیپٹن کے میں اپنی زندگی کی اتنی بڑی خوشی منانا نہیں چاہتی"

پنار وہیں گلاس ڈور کے پاس آکر رکتی افسردگی سے بولی جبکہ زینو نے بھی اداس ہوتے وہیں لان میں لگی کرسی سنبھالی۔

"کیا پتا دو دن کی ایمرجنسی لیو مل جائے، ویسے بھی المان چھ ماہ بعد صرف ایک ہفتے کے لیے آیا تھا۔ اسکی چھٹی ابھی مزید پینڈنگ ہو گی نہ۔۔۔ تم فکر مت کرو بس جلدی سے میرے پاس آجاو"

زینو کی بات میں دم تو تھا پر پنار بہت بوجھل تھی۔

"اللہ کرے، اسی بہانے میشی بھی خوش ہو جائے گی ورنہ اسے اکیلا دیکھ کر میں نے رونے لگ جانا ہے خود اپنی شادی پر"

پنار کی معصومانہ بات پر زینو مسکرائی، ہنس تو نہ سکی کیونکہ دل ابھی تک اوزان کے سبب خوفزدہ تھا۔

"ہاں نہ ہم ایسا کرتے ہیں المان سے پوچھتے ہیں پھر میشی کو سرپرائز دیں گے۔ ویسے بھی جتنی پیاری اور لاڈلی میشی ہے نہ، مجھے نہیں لگتا وہ زیادہ دن المان کے بنا رہ سکتی ہے۔ اسکی باتوں سے مجھے لگا جیسے وہ ابھی سے المان کو بہت مس کر رہی ہے، اسکی المان کے لیے محبت تو سب جانتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے المان بھی اس سے اٹیچ ضرور ہو گیا ہو گا۔۔۔۔ تم بتاو نہ مجھے پنار دونوں کے بیچ کیساری لیشن ہے؟"

یہ سب زینو جس طرح حسرت اور اشتیاق سے پوچھ رہی تھی اسکے لہجے میں المان کے لیے بہت فکر اور پریشانی تھی تبھی تو پنار کا موڈ بھی خوشگوار ہوا۔

"بہت خوبصورت، جہاں تک مجھے پتا ہے لالہ نے اسے دل سے قبول کیا ہے۔ تم جانتی ہو ممی کے برے رویے پر وہ بہت ہرٹ ہوئی لیکن کیپٹن نے

اسے سنبھال لیا، جتنے دن وہ لالہ کے ساتھ رہی اسکے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہوئی۔ اور جہاں تک کیپٹن کی بات ہے شرطیہ وہ محبت میں پڑ چکے ہیں۔ یہ سچ ہے میشی نہ ہوتی تو وہ اپناز ینیش نامی خسارہ کبھی نہ بھولتے۔ دادا کو کبھی شادی نہ کرنے کی دھمکی تک دے آئے تھے پر دیکھو نہ زینو اللہ نے کیسے انکی زندگی میں وہ چلبلی شامل کر دی۔۔۔ تم ان دونوں کی فکر مت کرو۔ تم بنا کسی بوجھ یا افسوس کے اپنی اور اوزان کی زندگی کو اہمیت دو۔۔۔ سمجھی"

یہ سب نا چاہتے ہوئے بھی زینو کی آنکھوں میں نمی لے آیا، شاید اس نے اپنی زندگی کا ایسا بدلاو تو خود بھی نہیں سوچا تھا۔

"ہمم۔۔ ٹھیک ہے۔ لیکن تم میرے پاس آرہی ہو اس پر بہت خوش ہوں۔ ایسا لگ رہا زینو بہت سٹرونگ ہو گئی"

سہیلی کے اس پیارے اعتراف نے پنار کا دل بھی بہار کیا تبھی دونوں ایک سا مسکرائیں۔

"تم ہمیشہ سٹرونگ رہو میری جان، چلو اب اپنا وقت اپنے صاحب کو دو میں بھی ڈیوٹی آف ہو گئی سو گھر جا رہی ہوں۔ جلدی ملتے ہیں"

پنار نے اسے پیار سے کہتے کال کاٹی جبکہ اس سے پہلے زینو شام سی آسمان پر اترتے دیکھ کر اٹھ کر اوزان کو دیکھنے جاتی، سامنے سے کالی بلی کی طرح آ کر سامنے جمتی کنول کو دیکھ کر زینیش کے نرم و ملائم چہرے کے خدوخال میں تناو آیا۔

کنول کو اس وقت پسو کاٹ رہے تھے کہ ابھی تک اوزان کے بارے کوئی خبر کیوں نہیں ملی۔

"اوزان دن کو تو نہیں سوتا کبھی، آج کہاں سو گیا ہنی۔ دن سے شام ڈھل گئی۔ تم نے اسے جگا کر دیکھا؟ ٹھیک تو ہے نہ۔۔۔ مجھے تو اسکی بہت فکر ہو رہی ہے"

کنول کے چہرے سے ٹپکتی شیطانیت پر زینو اس سے پہلے اسکے بال ہی پکڑ کر نوچتی، اپنے روم کی بالکونی میں جمائی لے کر آرکتے اوزان پر نگاہ پڑتے اور اوزان کے تنبیہی اشارے پر وہ اپنے اٹھے ہاتھ کو مٹھی میں جبراً بھینچ گئی کیونکہ اوزان اسے اشارے سے روک کر بے بس کر چکا تھا۔

" کبھی کبھی روٹین سے ہٹ کر بھی چلنا چاہیے کنول صاحبہ، اس میں کوئی برائی نہیں۔ آپ فکر مت کریں انکی، میں کافی ہوں انکے لیے۔۔۔۔ آپ بھی جا کر سو جائیں، کوئی روکنے والا تو ہے نہیں آپکو"

زینش کی دبی دبی حقارت اور بظاہر لفظ چبا چبا کر کھرا جواب سن کر کنول کے دل میں ضرور آگ لگی البتہ اس الرجک جھٹکے سے اوزان آدھا ہو گیا تھا، خوبصورت فتنہ ساز سنہری آنکھیں اب بھی سوجھی تھیں پر میڈیسن بروقت دن کو لے لینے اور سو جانے کے سبب اسکا ابڈامنل پین کافی بہتر تھا لیکن ہائڈریشن اب بھی تھی۔

جب اوزان کو یقین ہو گیا کہ اسکی شیرنی اب ان دشمنوں کو اکیلے ہی پچھاڑ سکتی ہے تو وہ مسکرا کر بالکونی سے ہٹ کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"ہمم۔۔مجھے تو ابھی جانا ہے، میری سسٹر تھوڑی بیمار ہے۔۔۔ڈنر پر ملتے ہیں۔میری ایڈوائس ہے کہ ایک بار اپنے ہبی کو دیکھ لینا۔کہ واقعی سو رہا ہے یا۔۔۔ہاہا مرنے والی تو وہ چیز نہیں۔۔۔۔میرا مطلب ماشاءاللہ سے صحت مند تگڑا جوان ہے مرے گا کیوں۔۔۔بائے"

کنول کی یہ سب زہریلی باتیں اور ہنسی پر جس برداشت کا مظاہرہ زینو نے کیا وہ کوئی عام بندہ کر ہی نہ سکتا تھا، دل تو اسکا پلٹ کر جاتی کنول انصاری کے بال نوچ کر زمین سے پٹخنے کا چاہ رہا تھا۔

"مریں انکے دشمن، ان شاءاللہ آمین اور انکی موت جلد ہو۔۔۔بائے ناگن صاحبہ۔۔۔"

زینو نے دانت نکوس کر اپنا معصومانہ غصہ اس شاطر عورت کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی دبایا اور سب ایک طرف کیے پہلے اوزان کی طبعیت صاف کرنے بپھری موج بنی واپس حویلی کی طرف اور پھر اندر بڑھی۔

زینو کو بجلی کی رفتار سے حویلی کے اندر آتا اور سیڑھوں کی طرف جاتا دیکھتیں آئی جان اور سعدیہ بھی حیرت سے کچن میں کھڑی مسکرادیں جبکہ میشی اوزان کے پاس ہی تھی اور تبھی اوزان کو رعایت ملی ورنہ کنول کے آگے اس بندے نے جو اسے گھور کر روکا اس پر آج وہ اوزان کا گلا دباتی۔

"اتنے ڈاون کیوں ہو گئے آپ اوزو۔۔۔۔مجھے تو پہلے ہی فکر ہو رہی تھی آپکے بے وقت سونے پر۔۔۔۔۔ادھر دیکھیں"

بہن بھائیوں کو ساتھ دیکھے زینو اندر نہ گئی بلکہ دروازے کے باہر ہی رک گئی، اسے ان دو کے بیچ جانا کچھ مناسب نہ لگا۔

"ٹھیک ہوں میرا بچہ، تمہیں تو پتا ہے موسم آجکل کتنا عجیب ہے۔ کبھی ٹھنڈ اور کبھی تیز ہوائیں۔ اور تمہارا اوزو ہے بھی بہت سینسیٹیو۔۔۔ آئی جان کو مت بتانا۔ سیکرٹ ہے ہمارا"

وہ اسکو ساتھ لیتا وہیں کاوچ پر بیٹھا پر اوزان کو جو جھٹکا لگا تھا اسکے اثرات اسکے وجیہہ چہرے پر بہت شدید اثر کیے ہوئے تھے اور میثی نے اپنی ملائم ہتھیلی اوزان کے گال سے جوڑے سر اسکے سینے سے ٹکایا تو زینو نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا، اوزان کی نظر بے اختیار زینیش پر گئی تو اپنا ہاتھ بڑھائے وہ اسے جیسے اندر بلا رہا تھا، وہ نا چاہتے ہوئے بھی اتنی محبت بھری نظروں کو رد نہ کر سکی اور مسکرا کر کمرے کے اندر داخل ہوئی۔

"ایک شرط پر نہیں بتاؤں گی اگر زینو بھابھی آپکو بہت سارا پیار کر کے ٹھیک کر دیں تو"

مشائم کی اس درجہ کھلی ڈھلی فرمائش پر اوزان نے شریر سی نظر واپس ساکت ہوتی زینو پر ڈالی جسکا چہرہ خفت سے گلابی ہو کر رہ گیا۔

"اسی نے پیار کر کے ٹھیک کیا ہے تمہارے اوزو کو، بالکل فٹ بھی یہی کرے گی۔ تم پریشان مت ہو"

اوزان کے یوں میشی کے سامنے بولے جاتے بے باک الفاظ پر زینیش نے گھبرا کر نظر ادھر ادھر گمائی اور اس سے پہلے کمرے سے بھاگتی، میشی کی آواز پر رکی۔

"رکیں زینو بھابھی، میرے اوزو کو پیار کریں۔ میں جا رہی، اوزو جب آپ ٹھیک ہو گئے تو مجھے آج واپس ڈراپ کر آئیں۔ اچھا نہیں لگتا کہ الماں گئے اور میں نے بھی میکے ڈیرا ڈال لیا۔ اب ایک ہی بار دینو کی مایوں پر آوں گی۔ تب تک مجھے فل پیپرز کی تیاری کرنی ہے اور کیپٹن کے دیے ٹاسک بھی پورے کرنے ہیں۔۔۔ اوکے"

مشائم نے فوری اٹھ کھڑا ہوتے اوزان کی گال کی اور جھکے پیار کیا جس پر وہ دونوں ہی میشی کی سمجھداری پر مسکرائے۔

"ٹھیک ہے میرے بچے جیسا تم چاہو، میں بھی بس اہم کام سے نکلنے والا ہوں۔ تمہیں بھی ڈراپ کر دوں گا۔ جاو ریڈی ہو جاو"

اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے پیار سے چوما جس پر وہ فوری سر ہلاتی جاتے جاتے زینو کو بھی گلے لگتی اسکے کان کی اور شرارت کے سنگ جھکی۔

"اوزو آپکے حوالے زینو، میری سفارش پر تھوڑے ایکسٹرا اگس اور کسیز پلیز۔۔۔۔۔۔"

اوزان نے نند بھابھی کی کھسر پھسر سنی ہو نہ ہو زینیش کے چہرے پر چھلکتی سرخی سے ضرور بھانپ گیا کہ یہ آفت میشی اسکے کان میں کیا کہہ کر گئی ہے تبھی تو میشی کے جاتے ہی وہ اپنی جگہ سے اپنے مہکتے سراپے اور وقار و اعتماد کے سنگ اٹھا، جسم میں اب بھی درد کا اثر باقی تھا۔

زینو نے گھبرا کر نظر فوراً جھکائی، آئی تو وہ اوزان کا گلا دبانے مگر اب اپنی سانس سینے سے لپٹتی محسوس ہوئی۔

"پیار کرو نہ زینو مجھے ٹھیک ہونا ہے"

معصومانہ سا چہرہ لیے دبی دبی شر انگیز متبسم کیفیت میں خمار انڈیلے وہ اپنی فرمائش سے زینو کو نرمی سے جکڑے بے جان کر گیا۔

"سر نہ توڑ دوں آپکا، اپنی ان آنکھوں سے کیوں اشارہ کیا آپ نے۔ میں اس کنول چڑیل کا گلا دبا دیتی۔ اس نے ہمت کیسے کی آپکی جان لینے کی۔"

فوری اسکے دونوں ہاتھ پہلوؤں سے ہٹائے اور غرائی جبکہ اوزان نے بھی اسکے غصے کے پیش نظر فوری سنجیدگی اختیار کی۔

"اس لیے کہ وحشیوں سے اپنا دامن بچانے کی ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہیے جب آپکے پاس زخم کا اتنا خوبصورت مرہم موجود ہو، یہی عقل مندی کا

تقاضا ہے۔ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر اسے جو آگ لگے گی فی الحال اتنا بدلا کافی ہے۔ ابھی اسکی رسی دراز ہے، ابھی کھنچاؤ کا وقت نہیں آیا"

وہ اوزان کے اس قدر پر سکون ہونے پر ہرگز ٹھیک نہ تھی، جس تکلیف سے وہ گزرا کوئی اور ہوتا تو ابھی ملنے کی بھی سکت نہ رکھتا یا شاید مر چکا ہوتا لیکن اسکے باوجود اوزان کے ایسے جواب زینو کی آنکھ نم کر گئے، ننھا سا دل سینے میں مچل اٹھا۔

"کب وقت آئے گا جب وہ کسی کو مار ڈالے گی، اوزان۔۔۔ آپکو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ خدانخواستہ جان چلی جاتی تو؟ آپکے ساتھ کون کون مرتا۔۔۔ سوچیں زرا۔۔۔۔ مجھے اجازت دیں میں کنول انصاری کو پنار کے ساتھ مل کر ایسا کوٹتی ہوں کہ آئندہ ایسا سوچنے سے پہلے بھی ہزار بار سوچے گی"

اتنی سنجیدہ صورت حال میں زینیش کے خطرناک ارادے اور انتقامی تیور اس وجیہہ کے چہرے پر بہار کی مشابہ مسکراہٹ سمیٹ لائے۔

اوزان نے واپس نرم سا حصار تے زینو کو اپنے سینے کے قریب کھینچا۔

"ہاں اب کی ہے تم نے سمجھداری کی بات، ہفتہ ویٹ کرو۔۔۔پنار کو آنے دو آفیشیلی۔۔۔ساتھ آئی جان اور سعدیہ کو بھی ملا کر یہ کارنامہ کرنا تب اجازت بھی دوں گا اور تماش بین بن کر وہ حسین منظر دیکھنا بھی چاہوں گا"

وہ پہلے تو سمجھی کہ اوزان مزاق کر رہا ہے لیکن مزاق نہیں تھا وہ تبھی وہ بے ارادہ سارا غم و غصہ بھلائے ہنس پڑی۔

اوزان بھی ہنسا، دونوں کی ہنسی کو وہ نور جیسی قیمتی تھی۔

"آپ واقعی پاگل واگل ہیں کیا؟"

ہنسی تھمی تو ان گلاب ہوتے ہونٹوں سے پر تجسس ملائم سوال ابھرا۔

"انسان یا تو پاگل ہوتا ہے یا کمپلیٹ، میں کیا ہوں تم جانتی ہو زینیش۔۔۔۔ خیر اب مجھے ایک اہم کام سے روانہ ہونا ہے، اگر تم چاہو تو ہم رات ڈنر باہر کر سکتے ہیں۔ ابھی تک تم میرے ساتھ کہیں باہر نہیں گئی"

وہ عام سے لہجے میں یہ سب کہتا بھی اس قدر خوبصورت لگ رہا تھا کہ زینیش کے دل کی دھڑکنیں خوامخواہ بڑھ رہی تھیں، زینو کو اسکی خوشبو اور آنکھیں مست کر رہی تھیں۔

"آپکی طبعیت باہر کے کھانے سے مزید بگھڑ گئی تو؟"

وہ جانا تو چاہتی تھی پر اوزان کی دن والی حالت یاد آئی تو پھر سے رونگٹے کھڑے ہوئے۔

"سوواٹ، میری پرسنل میڈیسن ساتھ ہو گی سو کچھ نہیں ہو گا"

وہ اسکے جواب میں موجود جذب پر مسکرا بھی نہ سکی، اب تک اوزان کو کھو دینے کے ڈر میں مبتلا تھی۔

"ہمم تو آپکی رات تک واپسی تک میں کیا کروں گی؟"

اوزان نے اسکے اداسی سے پوچھے سوال پر کچھ سوچتے ہوئے مزید اسکے اطراف جکڑے ہاتھ مضبوطی سے باندھے جس سے وہ اوزان دایب سے جا لگی،ماحول فسوں خیز ہوا۔

"تم۔۔ایک نئے گفٹ کا انتظار کرنا۔اوزان دایب انصاری تمہیں اب سے روز ایک نیا گفٹ دے گا"

وہ اس نیچ کی قربت کی بوکھلاہٹ سے نکلی کیونکہ وہ ایسا ہی چاہتا تھا۔

"اتنی فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے،مجھے بس یہ تین گفٹ کافی ہیں اوزان"

کفایت شعاری تو محترمہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی تبھی تو اوزان کو وہ اور حسین لگی۔

"ضروری نہیں تمہیں دیے میرے گفٹس بہت ایکسپینسیو ہوں، ہاں وہ ایسے ضرور ہوں گے جو کبھی کسی نے کسی کو کم ہی دیے ہیں۔ سمتھنگ یونیک اینڈ سپیشل"

اوزان اسکے تجسس اور شوق کو ابھارنے کے ساتھ جو آہستہ آہستہ اس کے قریب ہو رہا تھا اس پر وہ ضرور بے چین تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے اوکے، اب جائیں۔۔۔ میں بھی آئی جان کے پاس جا رہی ڈنر میں انکی مدد کروں گی"

اوزان کے سینے پر ہتھیلی جماتے وہ اسکے چہرے سے اپنا چہرہ دور کرتی گردن موڑے پلٹی تبھی اوزان نے لمحہ لگاتے اسکے جکڑ کر اسکی گردن چومی، جبکہ وہ یوں روہانسی ہوئی جیسے محبت بھرا اس شخص کا یہ شدید لمس جسم سے جان کھینچ گیا ہو۔

"اب جاو"

وہ اسکی شکوہ کناں آنکھوں میں اپنی سنہری شرارت پر آمادہ آنکھیں جماتے اسے اجازت دینے کے باوجود اسکے گرد بازو لپیٹے کھڑا تھا تبھی تو زینو کو مزید رونا آیا۔

"مجھے چھوڑیں گے تو جاوں گی یا جسم سے روح بن کر نکل جاوں"

نہایت کوفت سے روتو لہجے میں بولی جبکہ اوزان سے اب اسے چھوڑنا بالکل محال ہوا۔

"جسم سے روح نکلے تمہارے دشمنوں کی۔ بتمیز لڑکی۔۔۔ جاو نہیں بولتا تم سے"

اوزان نے فوری اسکو آزاد کرتے خفگی سے ڈریسنگ وارڈرب کی سمت قدم بڑھائے تو وہ فوری اسکے روٹھ جانے کو بھانپے اس ساحر کی راہ میں آئی، وہ منہ پر انتہائی اجتناب سجاتا اسے نظر انداز کیے راستہ بدلنے لگا وہ پھر سے سامنے آرکی۔

"آپ ناراض بھی ہوتے ہیں۔۔۔ہو جائیں پلیز۔۔اچھے والے"

آنکھیں پٹپٹا کر ضبط آزماتی وہ اسے زہر لگی۔

"میں سچ میں ناراض ہو جاوں گا، اندر کرو یہ بتیسی"

اوزان نے کڑھے تیوروں سے وارن کیا جبکہ زینیش کا چہرہ گدگداتے تاثر سے اٹا تھا۔

"ہو جائیں پلیز، میری معصوم شکل پر ترس ہی کھا کر ہو جائیں۔"

زینیش اسے مسلسل تنگ کر رہی تھی جبکہ اوزان نے خفت و کوفت سے پھونک سی مارے پہلو بدلا لیکن وہ ایسی جان کو آئی کہ پھر سے اسے پکڑے لاک کیا۔

"زینیش"

اوزان نے جبڑے بھینچتے دانت پیس کر اپنی چڑ عیاں کی۔

"پلیز۔۔۔"

زینش کی معصومانہ درخواست پر بڑی مشکل سے اوزان نے خود کو غصیل قائم رکھا۔

"ہو گیا ناراض"

فوری کہے وہ نا صرف پلٹا بلکہ پہننے کو جو ہاتھ آیا وہی وارڈرب سے کھینچ تان کر واش روم کی طرف بڑھا۔

"اف اتنی خوشی اتنی خوشی۔۔۔۔۔زینو تم خوشی سے مر ہی نہ جانا۔۔۔۔پتا نہیں کونسی نیکی کام آئی جو یہ مجھ سے ناراض ہوئے۔۔۔اپنی زندگی کا سب سے اچھا کام کیا آپ نے۔۔۔۔۔۔"

دانستہ اسکے واش روم بند ہونے پر وہ دروازے کے ساتھ منہ جوڑے چینخی جبکہ اس سے پہلے اوزان باہر نکل کر اسکو سبق سیکھاتا، زینش نے دو سو کی

سپیڈ سے بھاگتے کمرے سے باہر دوڑ لگائی جبکہ اوزان نے باہر نکلتے ہاتھ میں پکڑا ٹاول گردن میں لٹکایا اور ہنس پڑا۔

"کیا چیز ہے یہ؟"

ہنسنے کے بیچ وہ جیسے خود کلامی کرتا واپس پلٹا، منظر تک اس ساحر کی ہنسی نے ساکن کر دیے تھے اور آج یہ ہنسی ویسے بھی زینو کے باعث تھی تو کیوں نہ اوزان کو جان سے پیاری ہوتی۔

..____________________..

"میرا بچہ، شکر ہے تم جاگی۔"

شام کو بہار کی نیند ٹوٹی تو جبین پر شفیق بوسے سے ملتا سکون پائے وہ بند آنکھوں سے ہی مسکرائی لیکن جب سرہانے بیٹھیں صائمہ آنٹی کو دیکھا تو انکے پیار نے بہار کی آنکھیں نمی سے دھندلا دیں۔

وہ کب سے بہار کے پاس تھیں اور اسے دیکھے اور بات کیے بنا واپس بھی جانا نہ چاہتی تھیں۔

"آنٹی۔ آپ کیسی ہیں؟ آپ نے کیوں زحمت کی یہاں آنے کی"

بہار کو انکی طبعیت دیکھنے سے ہی کچھ ناساز لگی تبھی وہ زرا ادب میں اٹھ کر بیٹھی مگر بہار کو سلامت دیکھ کر انکی بھی طبعیت نہال ہو گئی۔

حسیب سامنے ہی کاوچ پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا ساس بہو کا لاڈ دیکھے مسرور سی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

"زحمت کیسی میرا بچہ، اب تو میرے سیبو کی جند جان ہے سو یہ اماں تیرے لیے بھی پیار سے بھر گئی پتر۔ بس جلدی سے تو ٹھیک ہو کر گھر آجا۔ دھوم دھام سے تجھے اپنے سیبو کی دلہن بناوں گی۔ اماں قربان جائے "

وہ اتنی محبت، شفقت پر اپنے آنسو کیسے روکتی کہ ایسے پیار کو بہت ترسی ہوئی تھی، جبکہ حسیب کی آنکھوں میں بھی لمحہ بھر تڑپ سی جگی۔

صائمہ خانزادہ کی چونکہ ابھی خود طبعیت نڈھال تھی تو حسیب انکو واپس حویلی چھوڑنے کا سوچتا اٹھا لیکن وہ کچھ دیر پھر بھی بہار کے پاس رہیں اور پھر اسے ڈھیڑوں دعائیں دیے کمرے سے نکلیں۔

"میں اماں کو چھوڑ کر آتا ہوں۔۔۔۔"

اسکے پاس آکر رکے وہ جھک کر اسکی جبین چومتا، بہار کے جبراً سر ہلا کر مسکرانے پر خود بھی کمرے سے نکلا۔

اماں سائیں کو حویلی چھوڑنے کے بعد اسے آسیہ کی نگرانی پر دیے وہ واپسی کے لیے روانہ ہوا۔

جبکہ اوزان دایب کو زندہ سلامت، نک سک تیار ہو کر انصاری حویلی سے نکلتا دیکھ کر کنول کے پیروں تلے سے زمین ضرور سرکی اور اسی خوف میں مبتلا وہ بھی پہلے ہوسپٹل اور وہاں سے پاشا مینشن جانے کا ارادہ بنا رہی تھی۔

ہوسپٹل پہنچی اور بہار کے روم کا ریسپشن پر پوچھے وہ سیدھی سپیشل کیئر یونٹ کی جانب بڑھی؛ دماغ میں بس اس وقت اوزان گھوم رہا تھا، گویا اسے ٹھیک دیکھ کر کنول انصاری کی سچ میں روح کانپ رہی تھی۔

بہار آرام دہ انداز میں تکیوں پر سر رکھے لیٹی تھی جب کنول کے بنا دستک دیے اندر وارد ہونے پر بہار نے ناگواریئت سے آنے والی اس شخصیت کو دیکھا۔

کنول نے اپنے خوف اور ڈر دبائے چہرے پر مصنوعی شرافت و محبت ٹپکائی اور بیگ ابتدائی کاوچ پر رکھے وہ بہار کے پاس آئی اور بیٹھی۔

"مجھے آپکی کسی فضول بات میں دلچسپی نہیں ہے، بہتر ہو گا یہاں سے چلی جائیں"

بہار کو اسکا آنا ہر گز اچھا نہ لگا مگر جس طرح کنول نے ہاتھ بڑھا کر اسکے ہوسپٹل گاون کا گریبان پکڑے بال ہٹائے اسکی گردن دیکھی، بہار نے اسکے ہاتھ کراہت و حقارت سے پرے جھٹکے۔

"یہ سب کیا ہے؟ تم نے حسیب خانزادہ کو اتنی جلدی خود پر دسترس بھی دے دی بہارے۔ چلو اگر شادی کرنی ہی تھی تو کسی رئیس زادے یا امیر کبیر اپنے پیچھے مرتے آدمی سے کرتی ہمارا بھی بھلا ہوتا۔۔۔۔وہ سر پھرا تھانیدار ہی ملا تمہیں جس نے ڈیڈ کے حلق میں اپنا ہاتھ گھسیڑ رکھا ہے"

کنول یہاں اسکی خیریت دریافت کرنے آتی تو وہ ضرور نرمی دیکھاتی پر اس بے ضمیر بہن کو اس وقت بھی اپنی پڑی تھی، بہار کی آنکھوں میں تکلیف امڈی۔

"آپ اور ڈیڈ میری زندگی اور میرے معاملات سے دور کیوں نہیں رہ سکتے آخر، جان چھوڑ دیں میری۔ اور آپ یہاں میرے زخموں پر نمک چھڑکنے

آئی ہیں اسکا یقین تھا اور ہمیشہ کی طرح یقین پر پورا اتری ہیں۔ میں جس مرضی سے شادی کروں، جس مرضی کو خود پر دسترس دوں یہ میرا ہیڈک ہے۔۔۔۔ چلی جائیں یہاں سے"

بہار اس وقت بول نہ پا رہی تھی تب بھی چینخ اٹھی، جبکہ کنول اسکے ایسے رویے کی عادی تھی تبھی بس بیزار تاثر دیا۔

"تم کسی ہمدردی کے لائق ہی نہیں بہارے، تمہارے ساتھ جو ہوتا ہے بالکل ٹھیک ہوتا ہے۔ ایک اوزان تو تم سے قابو ہو نہیں سکا۔۔۔ اور اتنی جلدی ہار مان لی تم نے؟ اور اسی کے دوست کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔۔۔۔۔ اوزان تو دشمن تھا ہی وہ حسیب ڈیڈ کا سینہ چیر دے گا، تم کیسی بیٹی ہو؟ اپنے ڈیڈ کے دشمنوں کو اپنا آپ پلیٹ میں رکھ کر پیش کیا۔۔۔ اوزان کے لیے تمہارا جنون، دیوانگی کہاں گئی۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ نکاح کر چکا ہے، طلال اور الایہ کی منحوس بیٹی سے۔۔۔۔ کل کو وہ بچہ بھی پیدا کر دے گی۔۔۔۔۔۔ سب کچھ بٹ جائے گا۔۔۔۔ تم اگر اوزان

سے شادی کر لیتی تو انصاری حویلی پر ہمارا راج ہوتا۔۔۔۔۔ لیکن تم تو کسی کام کی نہیں نکلی۔۔۔۔۔"

کنول کی ایک ایک کڑوی بات، اسکا ایک ایک زہر بھرا لفظ بہار کو اذیت دیتا رہا، اوزان کے نکاح کی خبر بہار کے لیے بھی جھٹکے سی تھی پر وہ خود حیرت زدہ تھی کہ اس خبر نے اسے تکلیف تک ہونے نہ دی، بس وہ اس بہن کا گلا ضرور دبانے کی خواہش رکھتی تھی۔

"خدا کے لیے آپا چلی جائیں یہاں سے ورنہ میں آپکی جان لے لوں گی"

بہار نے اپنے ہاتھ پر لگی ڈرپ کھینچ کر اتاری اور ہاتھ سے نکلتے خون کے باوجود پھٹ پڑی جبکہ کنول فوری اسکے پاس سے اٹھی۔

"جا رہی ہوں، یہاں آکر غلطی ہی کی۔ مرو تم۔۔ اسی لائق ہو لیکن اگر تمہاری وجہ سے ڈیڈ یا مجھے کوئی نقصان اٹھانا پڑا تو تمہیں انہی ہاتھوں سے زہر دے دوں گی۔۔۔۔ کبھی مت بھولنا یہ بات۔ اور رہی بات حسیب خانزادہ

کی اسے جلد موت ملے گی، بہت حساب باقی اس پر۔۔۔۔۔ تم نے اس حسیب سے نکاح کر کے ویسے ہی اسے ہمارے لیے واجب القتل بنا دیا۔۔۔۔"

بنا اسکے ہاتھ کی پشت سے نکلتے خون کی پرواہ کیے کنول اسے ایک ایک لفظ چبا کر کہتی پیر پٹختے بیگ اٹھاتی بہار کا دل لہو کیے جیسے ہی کمرے سے نکلی آگے حسیب سے ٹکراتے بچی جسکی آنکھوں میں کنول کو دیکھتے ہی لہو ٹپکا اور جب نظر بہار کے سسک سسک کر رونے پر گئی تو حسیب نے کنول انصاری کی بازو دبوچتے لہو چھلکاتی آنکھوں سے دیکھا، جانا تو اسے تھا نے تھا پر نا جانے کیوں بہار کا خیال اسے واپس ہوسپٹل لے آیا۔

"کیا کہا ہے آپ نے میری بیوی سے، کیوں رو رہی ہے یہ؟"

حسیب کے لہجے میں جو آگ تھی اس پر خفیف سی کنول ڈری جبکہ بہار نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے سسکیاں گھوٹ لیں۔

"تمہاری بیوی یہ ابھی بنی ہے میری بہن پہلے ہے، آج تو تم نے مجھے یوں چھونے کی ہمت کی آئندہ ہاتھ بھی لگایا تو توڑ کر دوسرے ہاتھ میں تھما دوں گی۔۔۔۔ ہٹو"

پوری قوت اور حقارت سے کنول نے اس سے اپنی بازو چھڑوائی اور تیزی سے جان بچاتی بھاگی جبکہ حسیب اس عورت پر لعنت بھیجتا تیزی سے لپک کر اس رو رو کر کانپ جاتی بہار کے پاس آیا اور کھڑے کھڑے اسے اپنے سینے سے لگایا جو نہ صرف رو رہی تھی بلکہ اسکی سسکیاں حسیب کے دل میں خنجر کی طرح اتریں۔

"بس، ششش خاموش بہارے۔۔۔۔۔"

وہ اس پر زرا جھکے پاس ہی بیٹھا، اسکی کمر سہلائی مگر وہ نا جانے کتنی دیر اسکے سینے میں منہ چھپائے روتی رہی، اسکا یہ رونا حسیب کو بہت تکلیف دیتا رہا۔

"ہم حویلی چل رہے ہیں، اٹھو۔۔۔۔۔۔ تم یہاں نہ فزیکلی سیو ہو نہ مینٹلی۔۔۔۔ اگر تم اب روئی تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔ کیوں روتی ہو ان کمنیو کے لیے۔۔۔ کیا بکواس کر کے گئی ہے جس نے تم سے سارا سکون و خوشی چھین لی۔۔۔۔"

حسیب اسکو پکڑے روبرو لایا، اسکے ملائم ہاتھ کی نیلی پڑتی رگیں خون کے قطروں سے سرخ تھیں جبکہ بہار نے اٹکتے سانس کے بیچ ڈبڈبائی آنکھیں اٹھا کر حسیب کو دیکھا۔

"م۔۔مجھے نہیں جیناح۔ حسیب۔۔۔"

بہت دقت سے وہ بولی اور ایسا بولی جس نے حسیب کے چلتے دل کو روک دیا، وہ جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ کسی کا بھی دل کاٹ دیتیں۔

"کیوں؟"

وہ بولا مگر آواز بھاری ہو کر بہار پر گراں گزری۔

"ب۔۔ بہار کو محبت راس نہیں ہے حسیب۔۔۔ م۔۔ میری ذات بے پیندا برتن جیسی ہے۔۔۔ تم اکیلے اس میں کیا کیا ڈالو گے۔۔۔ اور پھر یہاں کچھ نہیں ٹھہرے گا۔۔۔۔۔ ا۔۔ اتنی تکلیف ہے کہ دل سانس لینے پر آمادہ نہیں۔۔۔۔۔ ی۔ یہ تکلیف کبھی کم نہیں ہو گی۔۔۔۔۔ ت۔۔ تم بھی ایک دن تھک جاوگے۔۔۔۔۔ س سوا بھی کہہ رہی ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔۔۔۔۔"

اسکے دل و دماغ پر اپنوں نے جو آبلے بخشے اس سے رستے درد کے سبب وہ زندگی کی طرف نہیں آپا رہی تھی جبکہ حسیب کچھ لمحے خاموش رہا، اسکی زخمی ہاتھ کو نرمی سے چوما۔

"تم میری آزمائش لو لیکن بنا آزمائش لیے میری ہار کا اعلان مت کرو، میں ہارنے والی چیز نہیں۔ مجھے کچھ دن دے دو، کم از کم اتنے ہی جن کا اگریمنٹ ہوا تھا۔ میں تمہیں اس دنیا کی سب سے مسرور لڑکی بناوں گا، آئی پرامسس۔۔۔۔۔ پلیز مجھے ان بے بس کرتی نظروں سے مت دیکھا

کرو، تم ہر تکلیف بھول جاو گی۔۔۔۔۔میں ہوں نہ تمہارے پاس بہارے، پھر تمہیں دنیا کیوں چاہیے۔۔۔۔۔۔"

وہ اسکے آگے ہار جاتا تھا جبکہ بہار کیا کرتی، سینے میں سلاخیں گڑی تھیں، کچھ اذیت بہن دے گئی کچھ اپنے ناکارہ وجود کے حسیب پر بوجھ پر بڑھ گئی۔

وہ رو نہیں رہی تھی اب پر اسکا سانس رک رک کر رواں تھا جسے وہ ہونٹوں کو وا کیے سہولت سے لے پانے مئں کامیاب ہوئی۔

"اگر بہار نے تمہیں اپنی دنیا بنالیا تو تم سے تمہاری دنیا چھوٹ جائے گی حسیب۔۔۔سب تکلیف دیتے ہیں مجھے، تم کیوں سکون دے رہے ہو۔۔۔ مجھے راس نہیں آئے گا یہ سب۔۔۔م۔۔میں نے ایسا نہیں سوچا تھا لیکن لگتا ہے تمہاری زندگی میں آکر میں نے تمہیں بھی رات کر دیا۔۔۔۔۔۔ م۔۔ مجھ سے نہیں ہو پا رہا نہ"

وہ بہت زیادہ بکھر گئی تھی، کتنی مشکل سے اس نے تنکا تنکا بہار کو سمیٹا اور وہ عورت لمحے میں اسے ہزاروں ٹکڑوں میں بانٹ گئی۔

"مجھ پر یقین نہیں ہے تمہیں؟"

اس بار حسیب بھی تلخ ہوا۔

"تم پر یقین ہی تو مار رہا ہے کہ تم بہارے کے لیے مرنے سے بھی گریز نہیں کرو گے۔۔۔۔م۔۔میں نہیں چاہتی ایسا۔ تم میرے درد سمیٹ سمیٹ کر خود درد بن جاوگے۔۔۔۔ آئی ایم سوری حسیب۔۔۔۔۔م۔۔میں رونا نہیں چاہتی ہوں، کوئی رونا نہیں چاہتا لیکن میں اب پہلے جیسی پتھر نہیں رہی۔۔۔۔۔اب مجھ سے تکلیف سہی نہیں جاتی۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔"

وہ اپنے اسکی زندگی میں شامل ہونے کی معافی مانگ کر اسے درد پر درد دے رہی تھی اور وہ ہمت وصبر کا پیکر سب سن کر سہہ رہا تھا۔

"بار بار سوری کر کے تم میرے اندر کا جانور جگا رہی ہو، مت کرو بہار۔۔۔

"

نہایت ضبط سے وہ بولا تھا، بہار نے ڈر کر بھیگتی سرخ آنکھیں حسیب کی لال آنکھوں سے ملائیں۔

"ڈیڈ نے اگر تم کو کوئی نقصان دے دیا تو؟"

حلق تر کرتے وہ سسک اٹھی۔

"نقصان دے تو دیا ہے، تم جیسی عجیب مخلوق پیدا کر کے۔۔۔۔ مطلب حد ہوتی ہے ہر چیز کی بہار۔۔۔ تم اس لیے رو رہی ہو؟ تم کیا مجھے زمین پر چلتا پھرتا کوئی کیڑا مکوڑا سمجھ رہی ہو کہ کوئی بھی منہ اٹھا کر میرا قتل کر جائے گا۔ مسل دے گا مجھے۔۔۔۔"

حسیب کی اخیر کوفت پر وہ دبا دبا روئی، آنسو گھوٹ لیے۔

"میں جب مر گیا نہ پھر تم بھی مرنے میں بااختیار ہو جاؤ گی کوئی تمہیں زبردستی جینے کا نہیں کہے گا لیکن میرے جیتے جی تو ایسی باتیں مت کرو۔ دیکھ نہیں رہی تم کہ تمہیں دیکھ کر میرا یہ دل دھڑکنے لگتا ہے۔۔۔ اور تمہارے آنسو پھر سے دھڑکن کو روکنے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ تم مجھے اختیار تو دو خود پر بہارے"

اس بندے کی یہی باتیں تو بہار کو منافق کر رہی تھیں، جب جیتی تو موت پیاری لگتی جب مرنے لگتی تو زندگی سے انس بڑھ جاتا۔

"آئی ایم سوری، تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی"

وہ اسکے چہرے کو تاسف سے تکتی روہانسی ہوئی جب کے اسکے نرم ہونٹوں پر انکی نرمی سے دگنی مہر چاہ رکھے وہ اسے خاموش کروا گیا۔

"بس خاموش، چینج کرو میں تب تک ڈاکٹر زیاد سے تمہارے ڈسچارج کی بات کرتا ہوں۔ میری بیوی میرے پاس زیادہ سیکور ہے"

اسکی گال چومتاوہ حتمی فیصلہ کیے اٹھا اور وہ اسے روک بھی نہ سکی، ڈاکٹر زیاد ہاشمی اجازت دینے پر رضامند نہ تھے کیونکہ بہار بالکل ٹھیک نہ تھی لیکن حسیب نے اسکا بھرپور خیال رکھنے کی یقین دہانی کروائی تو انہوں نے بھی اسکی بات مان لی۔

وہ واپس روم میں آیا تو وہ ابھی تک بیڈ پر ٹانگیں لٹا کر بیٹھی ہوسپٹل کے کپڑوں میں ہی مقید تھی۔

"تمہیں چھٹی مل گئ، چینج کیوں نہیں کیا؟ بہار۔۔۔۔"

وہ اندر آیا تو بہار جو گہرے سانس لیتی بیڈ کی چادر مٹھیوں میں جکڑے بیٹھی تھی، ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تو وہ اسے پکارتا قریب آیا۔

"کھڑا تک نہیں ہو اج۔۔ جا رہا"

وہ اپنی بے بسی پر جیسے روئی، حسیب نے مسکرا کر ایک ہی جھٹکے سے اسے اپنے حصار میں لیتے کھڑا کیا۔

"جھٹکا تمہارے دماغ اور دل کو لگتا ہے، کمزور تم جسمانی ہو جاتی ہو۔۔یہ کیا سین ہے۔۔۔ کہیں یہ حسیب خانزادہ کی سپیشل توجہ پانے کے بہانے تو نہیں؟"

وہ اسے جس طرح بازوؤں میں اٹھائے اٹیچ واش روم کی طرف بڑھے ساتھ ساتھ بڑبڑایا، بہار بس تھکا سا مسکرائی۔

"شاید اس لیے کہ میں دل و دماغ کے ساتھ تمہاری زندگی کا بھی وزن رکھتا بوجھ ہوں"

وہ اس سے ایسے جلے کٹے جواب کی امید نہ رکھتا تھا پھر بھی سن گیا، اسے آہستگی سے سنک کے پاس لائے کھڑا کیا، چھوٹا سا وائلٹ واش روم تھا اور کافی صفائی تھی، بہار کے کپڑے ریک میں ٹاول کے ہمراہ تہہ کر کے رکھے ہوئے تھے۔

"اب جاو میں چینج کر لوں گی"

وہ اسکے کپڑے ریک سے اٹھا کر وہیں شیلف پر بہار کے پاس رکھے اس سے پہلے اسکے گاؤن کی پچھلی ڈوریاں کھولتا، بہار نے اسکے اپنے اطراف جمے بازو پکڑے ہٹائے۔

"میں ہوں نہ جان"

وہ اسکے پلٹنے پر اسکے پیٹ کو جکڑتا اسکی پشت کو سینے سے جوڑے اسکی گردن کو ڈھکے بال ہٹائے نرمی سے نا صرف اسکی کمر پر بندھی ہوسپٹل گاؤن کی ڈوریاں کھول گیا ساتھ ہی اسکے کندھوں سے گاؤن سرکائے اپنے ہونٹ اسکے برہنہ کندھے سے جوڑے جو اس سلگتے لمس پر سرشاری سے آنکھیں موند گئی۔

"حس۔۔سیب۔۔۔پلیز۔۔۔جاو"

وہ اسکے حصار میں پلٹی، سینے پر ہاتھ رکھے کھلے گاون کو ہر ممکنہ سنبھالا جس پر حسیب اس سے پہلے اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر ہٹاتا بہار کو پھر سے روتے دیکھتا اپنا ہاتھ فوری واپس کھینچ گیا۔

"اوکے کرلو چینج، میں ویٹ کر رہا ہوں"

نرمی سے اسکی گال سہلائے وہ باہر نکل گیا جبکہ وہ بھی آنسو رگڑتی اپنے کپڑوں میں واپس آئی، بے بی بلو ٹاپ کے ساتھ بلیک ٹائیٹ جینز تھی جبکہ بالوں کو اچھے سے گردن پر پھیلائے وہ باہر آئی تو اسکے پیروں میں بھی اسکی ہیلز واپس آگئیں۔

حسیب نے اسے آتے دیکھا تو فوری لپک کر قریب آیا۔

"تم حویلئ جا کر صرف ریسٹ کرنا، مجھے ایک دو گھنٹے کا تھانے کام ہے اسکے بعد میں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔۔۔۔ لٹس گو۔۔ چل لو گی یا اٹھا لوں"

حسیب اس وقت اسکے لیے کسی قسم کی بے خودی افورڈ نہ کر سکا تبھی سنجید گی اور فکر کو رائج کیا۔

"بس میرا ہاتھ پکڑ لو کافی ہے"

اپنا ہاتھ حسیب کی طرف بڑھائے بہار دھیما سا بولی جس پر حسیب نے فوری اسکا ہاتھ پوری مضبوطی سے جکڑا اور اسے لیے کمرے سے نکل گیا، چونکہ ٹھنڈ تھی رات کے وقت سو اپنی جیکٹ بھی اتار کر اس نے بہار کو پہنا دی، جبکہ ابھی وہ بہت نڈھال تھی، بس بستر ملتا اور وہ ایک لمبی نیند سو جاتی۔

..______________________________..

اوازن نے پہلے درانی کے ہمراہ انکوئری ٹیم سے ملاقات کی تاکہ کیس کے بارے تفصیل جان سکے جبکہ عدم اسکی خیریت دریافت کرنے اور کچھ ضروری اطلاعات اسے دینے وہیں درانی کے آفس آیا۔

تبھی درانی نے کچھ دیر آفس میں اوزان اور عدم کو اکیلا چھوڑا اور خود آفس سے باہر نکلا۔

"جس طرح آپکی وائف مجھ سے میڈیسن جھپٹ کر بھاگیں، میرا تو دل ہول اٹھا تھا سائیں۔ اللہ کا شکر ہے آپ ٹھیک ہیں"

عدم نے اسکی آنکھوں کے گرد ہلکی ہلکی ہنوز موجود سوجن تکتے ڈرتے ہوئے ہی بتایا جبکہ اوزان کی آنکھیں زرا سی مسکرائیں۔

"الحمداللہ۔ بس پریشان تھی وہ۔ خیر تم بتاو کیا خبر ہے"

اوزان فوری مدعے پر آیا کیونکہ ابھی زخمی بھیڑیے بنے دادا سے ملاقات باقی تھی۔

"سائیں میں نے عزیز سکندر کے گھر آئے خط پر موجود پتے کی چھان بین کروائی ہے، اور آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ اس خط پر جو پوسٹل نمبر ہے وہ لاہور کے پوسٹ آفس کا ہی ہے۔ یعنی منہاس سکندر اسی شہر میں

موجود ہے۔ عزیز کو جو آخری خط ملا وہ چھ ماہ پہلے کا تھا اور ہر خط اسے پتے سے آیا لیکن وہاں کسی رہائشی جگہ کا نہیں پوسٹ آفس کا پتہ درج ہے۔ منہاس نہیں چاہتا ہو گا کہ کسی کو پتا چلے وہ کہاں رہ رہا ہے"

عدم نے تفصیلی بتائی جبکہ اوزان کسی سوچ میں محو دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے خوبصورت سیاہ داڑھی کھجاتا یکدم ذہن میں ہوتے جھماکے پر خیالات سے نکلا۔

"تم نے بتایا تھا کہ اسکی ایک ٹانگ معذور ہے، مجھے ایسا لگ رہا ہے میں نے لڑکھڑاتا ہوا آدمی کہیں اپنے آس پاس دیکھا ہے۔ ایک کام کرو عدم، دادا کے ہر آدمی، جتنے بھی حویلی اور فارم ہاوس کے ہیلپرز، گارڈز اور ڈرائیور ہیں سب کے نام کی ایک لسٹ تیار کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ منہاس ہم سبکی آنکھوں کے سامنے ہی ہو۔ کوئی آدمی چھوٹنا نہیں چاہیے۔ گارڈز اور ڈرائیورز پر خاص توجہ دینا"

اوزان کی معاملہ فہم تاکید پر عدم نے فوری سمجھنے والے فرمابردار انداز میں سر ہلایا۔

"سائیں میں آج ہی یہ لسٹ بناتا ہوں اور کل ہی آپکو خبر دیتا ہوں، اور کچھ ؟"

عدم کے استفسار پر اوزان لمحہ بھر کسی سوچ میں ڈوبا۔

"ٹھیک ہے تم جاسکتے ہو اب، اچھی خبر کا منتظر رہوں گا۔۔۔ دو دن کے لیے میری تمام اپائنٹمنٹس بھی کینسل کر دو۔ میں اب اس معاملے کو مزید طول نہیں دینا چاہتا"

اوزان کی سنجیدہ ہدایات پر وہ فرمابرداری سے سر ہلائے اٹھا اور اسی ادب و احترام کے سنگ وہ آفس سے نکلا جبکہ عدم کے جاتے ہی چند منٹس بعد درانی بھی آفس روم واپس انٹر ہوا۔

"سر اس تنویر کو کیا کھلا رہنے دیں گے ؟ اب جب اسے فیروز شمشیر صاحب کے اریسٹ ہونے کی خبر مل چکی ہو گی تو وہ اپنے دفاع اور بچاو کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا"

درانی کی بات وہ سننے کے باوجود ٹھیک سے توجہ دیے سن نہ سکا کیونکہ اوزان کا دماغ بہت سے معاملات کے گرد الجھا ہوا تھا۔

"اور اسی کچھ نہ کچھ کے چکر میں ہی وہ غلطی کرے گا درانی، ہمیں تب تک انتظار کرنا ہے۔ تم تمام لیگل ڈاکومنٹس ریڈی رکھو۔ کبھی بھی ہمیں ہتھیار چلانے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

اوزان کی ہدایت پر درانی بھی متفقہ سر ہلاتے مسکرایا جبکہ اوزان نے اسکے بعد اس سے اٹھ کھڑے ہوتے اجازت لی، وہ آفس سے نکل کر پر اعتماد انداز میں میانہ رو قدموں کے ساتھ اپنی کار کی جانب ہی گامزن تھا جب اسکے جیکٹ کے اندرونی جانب موجود سیل فون وائبریٹ کیا۔

اوزان نے فون نکالا تو النور نام درج تھا تبھی اس نے لمحہ ضائع کیے بنا کال پک کی، اسکے انداز میں ادب واحترام اتر آیا۔

"اسلام وعلیکم بر دار"

یہ مسجد النور کے لینڈ لائن سے کال تھی اور اس جانب درویش ابداری صاحب کی ملائم شفیق آواز بلند ہوئی۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہیں آپ محترم"

اوزان کی شائستہ، خوبصورت آواز سن کر انکے چہرے پر مسکراہٹ جگی۔

"اللہ کا بے حد کرم ہے بھائی جان، آپکو اطلاع دینے کو زحمت دی۔ خیر سے شیخ محترم کل فجر کے وقت واپس مسجد النور میں تشریف لے آئیں گے۔ آپ جانتے ہیں انھیں آپ سے فجر کی جماعت کے بعد ملنا سب سے مرغوب ہے۔ تو ہم سب درویش بھائیوں کی فرمائش تھی کہ اگر آپکے پاس کل وقت ہو تو آپ اذان دیں، نا صرف اذان بلکہ فجر کی نماز کی امامت بھی

کروائیں۔۔۔۔یقین جانیے ہم سبکے دل آپکی خوش الہان آواز سن کر نہال ہو جائیں گے، بہت سی یادیں تازہ ہوں گی"

اتنی محبت، عقیدت اور اپنائیت کے آگے وہ انکار کو مثل گناہ ہی سمجھتا تھا، پھر ان میٹھے لہجوں والے درویش تو تھے ہی اتنے پیارے کہ اوزان دایب کے خود ان سے عقیدت اور انس کے جذبات جڑے تھے۔

"میں ضرور خاضر ہو جاوں گا بھائی، اس عزت افزائی کے لیے دل سے مشکور ہوں۔ شیخ محترم کی واپسی کا بتا کر آپ نے میرا دل بھی مسرور کیا۔ جزاک اللہ"

اوزان نے انکی محبت کا جواب دگنے انس سے دیا اور رابطہ منقطع ہوا جبکہ اوزان دایب کے ہونٹوں پر جگمگاتی مسکراہٹ اس وقت بہت خوبصورت تھی۔

وہ وہاں سے سیدھا تھانے روانہ ہوا، حسیب کے جونئیر کی کسٹڈی میں ہی فیروز تھا اور کل اسے عدالت میں پیش کیا جانا تھا اسکے بعد ہی ضمانت یا ریمانڈ کا فیصلہ ہوتا جبکہ فیروز شمشیر کی حالت یوں تھی جیسے اسکے جسم میں جگہ جگہ سوئیاں گڑی ہوں اور ہاتھ مفلوج کے وہ درد کی جگہ مسل سکنے کے لائق بھی نہ تھا۔

صبح سے رات ہونے کو آپہنچی مگر فیروز شمیشر کے اندر کا غصہ کسی آتش فشاں کا روپ دھار چکا تھا۔

"آپکی ملاقات آئی ہے وحشی بزرگوار، مجھے تو لگا آپکا کوئی آگے پیچھے نہیں پر آپ تو مشہور زمانہ کمیلئین کے دادا نکلے۔۔۔وہ کیا ہے آپن یہ ٹی وی اخبار نہیں پڑھتا تو سیاسی نہیں ہے۔۔وہ اپنے صاب جی کے یار ہیں تبھی اجازت دے رہا ہوں۔۔۔۔"

طفیل نے اپنی گھنگھریالی مونچھ کو تاؤ دیتے جیل کے باہر رکتے مضحکہ خیزی سے فیروز کو مخاطب کیا جس پر وہ سر اٹھائے سرخ لہو آنکھوں سے طفیل کو گھورا۔

اور اسی لمحے طفیل وہاں سے ہٹا اور اوزان نے اپنے قدم ٹھیک دادا سائیں کے پاس روکے، وہ اسکے پیروں سے نظر اٹھا کر خوفزدہ نظروں سے اس توانا کسرتی وجود رکھتے اوزان کو دیکھتے سلاخوں کو تھامے کھڑا ہوئا، اسکا نفیس لباس گرد آلود دیکھ کر اوزان نے فوری مصنوعی دکھ آنکھوں میں سمیٹا۔

"ا۔اتنی دیر سے کیوں آیا ہے، جب دادا مر جاتا گل سڑ کر پھر آتا نہ۔۔۔تو نے جان بوجھ کر مجھے پھنسوایا ہے نہ اوزان۔۔۔۔تو نے مجھ سے کونسی دشمنی نکالی ہے زلیل شخص۔۔۔م۔۔مجھے بے یارو مدگار کر دیا۔۔۔م۔۔میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا بول۔۔۔۔تجھے ہمیشہ اپنے سر پر بٹھایا تھا۔۔۔ہر راز و کمزوری تیرے ہاتھ تھمائی، دن رات کی محنت سے کھڑی کی دو فیکٹریاں تیرے نام کیں، سیاست کی کرسی تک قربان کی۔تجھے اپنے جیسا دنیادار بنایا

تا کہ یہ زمانہ تجھے مسل نہ دے۔۔۔اور تو نے مجھے ہی مات دے دی۔۔۔۔۔"

فیروز شمیشر کی آنکھوں کا یہ دکھ اوزان کو اب ڈھونگ سے زیادہ کچھ نہ لگا، بلکہ اس شخص کی فرعونیت کا لیول کس نچلے درجے تک ہے اوزان دایب اس کھوج میں تھا۔

"بہت پیار ہے نہ آپکو مجھ سے، دایب انصاری کے بیٹے سے۔تو میرے فارم ہاوس پر تنویر پاشا کو کہہ کر فائرنگ کیوں کروائی؟جب کہا تھا زینیش پسند آگئی ہے مجھے تو میری پسند کی جان لینے کی جرت کیسے کی آپ نے؟یہی نہیں کنول نے مجھے مارنے کی آج جو کوشش کی اسکے پیچھے بھی آپ ہوں گے۔ کیونکہ میری زندگی، یہ چلتی ہوئی سانسیں آپ اور آپکے یار کو بہت کھٹکتی ہیں "

اوزان غصہ نہ تھا بس تکلیف میں تھا، آنکھوں کے کنارے اذیت تھی جبکہ فیروز شمیشر کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں، پورے جسم میں سنسنی سرائیت کی، سمجھ نہ آیا اب اس سے آنکھیں کیسے ملائیں۔

"لعنت ہو تم پر کنول، ایک کام بھی ٹھیک سے نہیں کر سکی"

فیروز کا بس نہ چلا پہلے کنول کی گردن مڑوڑ تا۔

"کیا دایب آپکے سگے بیٹے تھے؟"

یہ سوال کرتے اوزان کی آنکھوں میں نفرت کی انتہا اتری جبکہ فیروز شمیشر کی آنکھوں میں اس بار تکلیف اتری۔

"مطلب سگے والی کوئی محبت کی جو نہیں آپ نے ان سے، جب ان سے محبت نہیں تو انکی اولاد کیسے عزیز ہوتی۔ کیا بگھاڑا تھا بابا نے آپکا؟ کیوں سب سے لاڈلے اور پیارے بیٹے کو عبرتناک حرام موت مرنے پر مجبور کیا آپ نے؟"

آج پہلی بار وہ انکو نفرت سے دیکھ رہا تھا اور فیروز کے دل پر سانپ لوٹ رہے تھے، وہ اس قابل نہ رہا کہ اوزان سے نظر ملا پاتا۔

"ی۔۔یہ سب تیرے دماغ میں ان حرامی سیالوں نے بھرا ہے۔۔۔ تو ان خبیثوں کے کہے میں آکر مجھے روند رہا ہے اوزان۔۔۔ وہ لوگ قاتل ہیں دایب کے، خان سانول سیال قاتل ہے تیرے باپ کا۔۔۔۔۔۔ طلال قاتل ہے اسکا۔۔۔۔۔ تو پچھتائے گا اوزان۔۔۔۔ تو مجھے اس سب کی بھینٹ چڑھا کر بہت پچھتائے گا۔۔۔۔"

دادا کی ہٹ دھرمی اب اوزان سے مزید برداشت نہ ہوئی تو وہ جبڑے بھینچتا دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو جکڑتا دھاڑا، اس قدر شدید کہ فیروز کی ٹانگیں تک اس شیر کی دھاڑ پر کپکپا اٹھیں۔

"چپ! دعا کریں داداسائیں کہ آپکی ضمانت نہ ہو، میرے اور آپکے بیچ سے آپکی سزائے موت تک یہ سلاخ نہ ہٹے۔۔۔۔ ایسا ہوا تو آپکے یہی کمپلیئن

ٹکڑے کر دے گا۔ ہر چیز ثبوت کے ساتھ آپکے سامنے نہ لا کر رکھی تو میرا نام اوزان دایب انصاری نہیں۔ آپ ہر چیز کا جواب اور حساب دیں گے، مجھے۔۔۔"

اوزان کے کھل کر سامنے آنے پر فیروز شمشیر کا چہرہ لمحوں میں سرخ ہوا، گردن اور ہاتھوں کی شریانوں میں خون کا ابال تیز ہونے لگا۔

"تیرا دماغ پھر گیا، سب منحوسوں نے تجھے بھٹکا دیا ہے۔۔۔ ہوش میں آ اوزان۔۔۔۔"

وہ اپنی حقارت دباتا تلملایا جبکہ جس طرح وہ لوہے کی سلاخوں کو جکڑے ہوئے تھا، لگ یہی رہا تھا کسی بھی وقت انھیں زمین سے اکھاڑ نکالے گا۔

"اب ہوش میں ایسا آوں گا دادا سائیں کہ آپکی یہ زبان سچ کے سوا کچھ اگلنے کے لائق نہیں بچے گی"

دانت پیس کر غصے سے گھورتا وہ جھٹکے سے سلاخوں کو مٹھیوں سے آزاد کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرے وہاں سے چلا گیا جبکہ فیروز نے ڈر کے مارے وہیں زمین سے جا لگتے اپنی گردن کپکپاتے ہاتھوں سے یوں چھوئی جیسے ابھی سے غائبانہ قسم کا طوق گردن میں محسوس ہو رہا ہو جبکہ اوزان کو بپھری تند موج بن کر باہر آتا دیکھے حسیب اپنی جیپ سے اترا، وہ ہوسٹل سے بہار کو حویلی اماں کے پاس پہنچائے سیدھا تھانے ہی آیا مگر اوزان کی حالت دیکھ کر وہ جیپ کا دروازہ بند کیے اسکی طرف لپکا۔

"اوئے کیا ہوا ہے تجھے؟"

حسیب نے اسکی بازو دبوچے روکا مگر اوزان کی سوجھی آنکھوں میں جمع اذیت نے حسیب کا کلیجہ خاکستر کیا۔

"اوزان!۔۔بتا مجھے۔ دادے پادے نے کوئی بکواس کی۔۔۔ تیری آنکھیں اتنی اذیت سے بھری ہوئی کیوں ہیں ویرے"

حسیب کی اسے یوں دیکھ کر جان سی نکلی جبکہ اسکے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتا وہ وہیں مڑ کر بینچ پر بیٹھا، اس وقت دل بہت بھاری تھا حسیب نے بھی فوری ساتھ جگہ سنبھالی۔

"بس ایسے ہی۔ جیسے جیسے بابا کی خودکشی کے حقائق جان رہا ہوں میری ہمت ٹوٹ رہی ہے۔ سوچ اگر بابا واقعی بے قصور نکلے تو انکی موت کا دکھ پھر سے ہرا ہو جائے گا یار، میں اس آڈیو کیسٹ تک جلد پہنچ جاوں گا لیکن بتا مجھے اتنی قوت برداشت کہاں سے لاوں؟ جس شخص نے انگلی پکڑ کر چلنا سیکھایا، کندھے پر بٹھا کر دنیا دیکھائی اسکے لیے آج میری ہی زندگی خطرہ ہے، میں نے تو سنا تھا اولاد سے زیادہ اولاد کی اولاد پیاری ہوتی ہے لیکن اس شخص کو نہ اولاد پیاری تھی نہ پوتے پوتیاں۔۔۔۔"

بہت دنوں بعد وہ یوں تکلیف کی انتہا پر تھا تبھی تو حسیب نے اسکے کندھے کے گرد ہاتھ بڑھا کر جب بازو حمائل کی تو اوزان نے بالکل ویسے اسکے کندھے سے سر ٹکایا جیسے وہ بچپن سے ایک دوسرے کے دکھ سکھ سنتے تھے۔

"زندگی اسی کا نام ہے ویرے، تیرا دل تو فولادی ہے۔ تو سہہ جائے گا یہ بھی۔ پر تجھے یوں تکلیف میں مبتلا میرا دل نہیں سہہ رہا۔ جا گھر بھابھی سے لاڈ اٹھوا میرا یہ کندھا اب بک ہے۔۔۔"

حسیب خانزادہ کسی بھی سچویشن کو قابل محبت بنا سکتا تھا جیسے اس وقت اسکی چول پر اوزان تھکا سا مسکرایا مگر جب سر اٹھا کر اس فولادی ہاتھی کی شکل دیکھی تو مکا جڑنے کا دل چاہا۔

"کمینہ کہیں کا، جا دفع ہو۔۔۔۔ جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ میرے لاڈ بھی اب تجھے بھاری لگ رہے۔ چھین لیا اس بہارے نے مجھ سے تیرے جیسا واحد عجوبہ بھی۔۔ مجھ میں کیا کانٹے ہیں جو سب چھین لیے جاتے ہیں"

اوزان اس وقت دکھی محبوبہ بنا دکھی آہیں بھرتا حسیب کو سچ میں ہنسا گیا۔

"تیرے ساتھ کانٹے ہیں یا نہیں اسکا صحیح ادراک صرف میری پیاری بھابھی کو ہو گا۔۔۔۔ ان سے پوچھنا پڑے گا۔۔۔۔۔ اور یہ سستی معشوقہ نہ بن، زہر لگ رہا ہے۔۔۔ جا بھابھی کی گود میں سر رکھ کر نیند پوری کر یہی کر سکتا تو"

حسیب نے جس طرح اسے سلگاتے اٹھ کر تھانے کا رخ کرنا چاہا، اوزان نے اسکے گریبان کے پچھلی طرف سے دبوچتے اس باڈی بلڈر کو ایک ہی بازو سے جیسے گھسیٹا، خود حسیب مسکینی سے گردن گمائے دیکھنے لگا۔

"مجھے مزید مت سلگا حسیب ورنہ تیری تھنی سیک ڈالوں گا"

اوزان کو آج سب ہی سلگانے پر تلے تھے۔

"او جا یار، آیا بڑا تھنی سیکنے والا۔۔۔۔ آئی لو ویو تو تجھ سے بولا نہیں گیا ابھی تک زینو بھابھی سے"

حسیب نے اسکی دکھتی رگ دباتے اکسایا۔

"تجھے کیا تکلیف ہے"

اوزان اخیر تپا۔

"ہے نہ یار، نہیں چاہتا آپن تجھ سے پہلے باپ بن جائے۔۔۔۔ کیونکہ اب حسیب خانزادہ بہت جلد جھنڈے گاڑنے والا ہے سو بعد میں مجھ سے شکائیت نہ کریں"

حسیب کی اس درجہ بے شرمی پر اوزان نے واقعی اسکی گردن دبوچی پر وہ آگے ڈھیٹ ناصرف خود ہنسا بلکہ اوزان کو بھی ہنسنا پڑا۔

"نہایت ہی خبیث ہے تو حسیب"

اوزان نے لہرا کر پرے دھکیلتے ہوائی زلیل کیا پر وہ آگے سے ہنستا ہوا یکدم کچھ یاد آنے پر سنجیدہ ہوا۔

"اوئے ویرے یار ایک بلنڈر اور کر دیا میں نے پر وعدہ کر مجھے اپنا خونخوار مکا رسید نہیں کرے گا"

حسیب کی تمہید ہی ایسی تھی کہ اوزان کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔

"اب کیا کیا ہے تو نے"

اوزان نے گھورتے ہوئے اسکی مسکین شکل اور وہاں کے اڑے ترچھے تاثرات ٹٹولے جبکہ حسیب نے اسے دیان سے ہوتی گفتگو بتائے اور غصہ دلانے اور اسکے غیض و غضب کو بڑھانے کا سامان کیا مگر اوزان کے کسی انتہائی ری ایکشن کے بجائے سرد خاموشی نے حسیب کو بھی حیران سا کیا۔

"حرکت تو تو نے مکے والی نہیں ٹھڈے والی کی ہے لیکن میرا خیال ہے یہ بہتر ہوا ہے، دیان کو بھی اب اپنی غلطیوں کو سدھار لینا چاہیے۔ خیر میں حویلی جا رہا ہوں طبعیت عجیب ہو رہی ہے، دل خراب ہو رہا ہے۔ ملتا ہوں پھر"

اس سے پہلے اوزان پھر سے الرجک سائیڈ ایفکٹس قوی ہونے پر واپسی کا رخ کرتا، حسیب کو شرارت سوجھی۔

"اوئے کہیں تو پریگنٹ تو نہیں ہے، حالت تیری امید والی عورتوں جیسی اور رنگ بھی پیلا ہے۔ تو کمپلیئین ہے خدا کا واسطہ ہے کوئی نیا چن نہ چڑھا لئیں"

حسیب کے اس اکتائے لمحے ایسی بکواس پر اب اس نے مکے کے مستحق ہونے کا پورا ثبوت دیا اور اوزان نے ایسا اسکی کمر میں جڑا کہ بچارا ہنسا بھی اور کراہا بھی جبکہ اوزان نے اسکا منہ جبڑے سے پکڑے پرے کیا۔

"فٹے منہ حسیب خانزادہ۔۔۔۔۔لوفر، خبیث۔۔۔۔۔۔۔۔"

اوزان کی کوفت پر حسیب مکے کا دکھ بھلائے وہیں اوزان کو گاڑی کی طرف کوسنے اور القابات نواز کر بڑبراتے ہوئے جاتا دیکھے ہنس ہنس کر دہرا ہو کر رہ گیا یہاں تک کہ ہنستے ہنستے بچارے کی آنکھوں میں پانی اتر آیا۔

"ہاہایار۔۔۔ کیا چیز ہے یہ۔۔۔ آپ نے میری زندگی میں یہ جو رونق دی قسمے دل لٹ لیا اللہ جی۔۔۔ لووویو ہو گیا"

حسیب نے اوزان کی گاڑی تھانے سے نکلتے ہی ہنستے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا اور ویسے ہی دبا دبا شریر مسکراتا وہ تھانے کے اندرونی طرف لپک گیا۔

..________________________..

ہنزہ کی وادیوں اور پہاڑوں پر رات ہوتے ہی قہرناک ٹھنڈ اترنے لگی، اندھیرا چاروں سو پھیل رہا تھا، آسمان پر چمکتے ستارے، دمکتا آدھا چاند، اسکی مدھم روشنی بھی راستوں کی الجھنیں اور موسم کی سختی کم کرنے میں ناکام ہو رہی تھی، چرند، پرند، جانور، حشرات سب اپنی اپنی گھپاوں میں گھسے تھے، ہر سو ھو کا عالم تھا۔

"ہم بات کر سکتے ہیں کیپٹن؟"

ٹھنڈ کی شدت بڑھنے اور رات ہوتے ہی پھیلتی دھند کے سبب الماان سیال نے اپنے لوگوں کو کچھ دیر رک جانے کی تاکید کی، بابا سرکار کا علاقہ شروع ہو چکا تھا جبکہ آس پاس کے علاقوں سے ٹارگٹ پر موجود علاقے کے لوگوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کا کام بھی پورا ہو چکا تھا۔

اسد کے زخموں کی مرہم پٹی سپاہی نے کر دی مگر سر اور جبڑے کا زخم اب بھی اسے شدید درد دے رہا تھا لیکن اس سے کہیں زیادہ اذیت کا باعث الماان سیال کی سنجیدگی و سرد مہری تھی، وہ اپنے ہوتے ہوئے اپنے کسی ٹیم ممبر پر آنچ میں نہیں آنے دیتا تھا تبھی افسردہ تھا۔

الماان نے اپنے عقب سے بلند ہوتی پکار پر پلٹ کر اسد کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"نہیں، تم ایک پروفیشنل آدمی ہو اسد۔ ہمیشہ تمہیں غلطیوں کے بغیر قدم اٹھاتے دیکھا۔ لیکن آج کا تمہارا بلنڈر نہ صرف تمہاری جان پر بنتا بلکہ ہم سب

اس مشن میں بھی بری طرح ناکام ہو جاتے۔ ہمارے اس فرض کے بیچ نہ غلطی کی گنجائش ہے نہ بھول کی، جا کر آرام کرو۔۔۔ ہمیں آدھے گھنٹے تک اپنا آخری سفر شروع کرنا ہے"

الماان کی ناراضگی ابھی سخت تھی تبھی اسد نے بھی مزید کوئی بحث نہ کی جبکہ بابا سرکار کے اڈے پر جب اسے اپنی چال کے ناکام ہونے کی اطلاع ملی تو وہ پھنکارتا ہوا یہاں وہاں چکر کاٹتا اپنے لوگوں کو خشونت بھری نگاہوں سے گھورا۔

"تم لوگوں سے ایک کام بھی ڈھنگ سے نہ ہوا؟ نہ اس کیپٹن کو دبوچ سکے نہ مال بچا۔ جانتے بھی ہو نیازی کے ہمیں ستر کڑور کا بیٹھے بیٹھے وہ حرام زادہ ٹیکہ لگا کر ہاتھوں سے نکل گیا۔۔۔"

باباسرکار کی آنکھیں سرخ جبکہ جسم سے نادیدہ آگ لپک رہی تھی جبکہ اسکے سامنے کھڑے اسکے لوگ شرمندہ وپشیمان ہو کر خوف دبانے کے نیچے نظریں جھکا گئے۔

"باباسرکار! اسکے سب سے خاص ساتھی تک کو دبوچ لیا گیا تھا اور اسکے بدلے کیپٹن کی مانگ بھی کی میرے لوگوں نے پر وہ عین وقت پر نہ صرف مکر گیا بلکہ میرے سارے لوگ اور سپہ سالار کو بھی دردناک موت ماری۔۔۔۔وہ لوگ پل پل ہمارے طرف بڑھ رہے ہیں، اگر بروقت کچھ نہ کیا تو سب تباہ ہو جائے گا"

وہ آدمی کافی ڈرا ہوا تھا جبکہ باباسرکار نے گہرے گہرے سانس لیے اس سرد موسم میں بھی خوف کے سبب تر ہوتے چہرے کو ہتھیلوں سے رگڑا، الماان سیال کا خوف اس چھٹے بدمعاش کے جسم پر لرزا طاری کیے ہوئے تھا، آنکھوں میں ہیبت ناک خوف تھا۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا، اب صرف مقابلہ ہو گا۔۔ اداخیل کی بازیابی کے لیے ہم سبکو بھی مرنا پڑا اہم کریں گے۔ اپنے اس نیک مقصد میں شہید ہو کر جنت پائیں گے۔۔ آنے دو اسکو، وہ خود یہاں آنے پر پچھتائے گا۔ اسکے ویلکم کی تیاری کرو جہانگیر خان۔۔۔ پتا لگنا چاہیے کہ بابا سرکار نے کسی کی مہمان نوازی کی ہے"

بابا سرکار کی آنکھوں میں خباثت و کمینگی اتری جبکہ اسکے مکر و حکم پر اسے لوگ فوری اس بوسیدہ دیواروں والے اڈے نما گودام سے باہر چلے گئے جبکہ بابا سرکار نامی اس آدمی کے ہونٹوں پر شر دبار مسکراہٹ جگی۔

..________________________..

زینو کے ساتھ ڈنر کی اس میں اس کچھ گھنٹے کی ڈرائیونگ کے سبب ہمت نہ رہی جبکہ وہ واپسی پر زینیش کے لیے بہت خوبصورت گفٹش ضرور لے چکا

تھا، جبکہ اس وقت اتنی باڈی میں قوت نہ تھی کہ وہ ہوسپٹل جاتا سو گاڑی کا رخ انصاری حویلی ہی کی جانب کیا۔

واپس گھر پہنچا تو لان میں ہی چاچو اضطراب کے سنگ چکر کاٹتے دیکھائی دیے تو انکی بے چینی کو مد نظر رکھے وہ خود ہی اندرونی جانب جانے کے بجائے پر وقار چال کے سنگ انکی طرف بڑھا۔

"بابا جیل میں کیسے پہنچے اوزان"

طلال کی بے چینی کہہ لیں یا خوشی، اوزان شر انگیز سا مسکرایا جب طلال اسے دیکھتے بے تابی سے اسکی اور لپکے، تیز ہوا میں کھینچ کر سانس لیے ہوا سے بکھرتے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اوزان نے محظوظ نگاہ سے چاچو کو دیکھا۔

"جیسے بھی پہنچے ناکام عاشق صاحب، آپ انجوائے کریں کیوں تحقیق میں پڑ کر مزہ کرکرہ کر رہے ہیں"

اوزان انکو بتانے کے موڈ میں نہ تھا تبھی وہ مزید اصرار نہ کر سکے، جانتے تھے اس سر پھرے کا انکار، تب تک انکار تھا جب تک وہ چاہتا۔

"ہمم۔۔ خرافاتی انسان ہو قسم سے تم۔۔۔ کیا ہوا ہے؟ طبعیت ڈاون ہے کیا؟"

چاچو تک اسکے خوبصورت چہرے پر رقم ناسازی کے گہرے سائے بھانپ گئے تو وہ نظر چرا گیا۔

"نہیں پرفیکٹلی فائن ہوں، آئیں اندر کافی ٹھنڈ ہو رہی ہے"

وہ نظریں اور بات دونوں ٹالتا واپس پلٹا تو طلال نے بھی چاروناچار قدم پیچھے بڑھائے، اندر پہنچے تو دیان، آئی جان کے ساتھ کچن میں انکی ہلپ کروا رہا تھا جبکہ سعدیہ بھی ڈنر کے اختتامی مراحل دیکھنے میں لگی تھی جبکہ زینیش بھی اوزان کی ہی منتظر تھی لیکن اسکو دیکھ کر وہ بھانپ گئی کہ وہ کچھ اچھی حالت میں نہیں ہے، اسکی ڈوبی ڈوبی آنکھیں دیکھے زینو کے دل کو تکلیف ہوئی پر وہ

سب کے ساتھ جیسے گھل مل گیا اس پر زینو بھی اسکے ان خود کو دیے ٹارچرز کو برداشت کرتی رہی۔

گہرے جامنی رنگ کے چھوٹے چھوٹے وائیٹ ڈاٹس والے پرنٹ والی گرم گاون شرٹ تلے تنگ پاجامہ پہنے بلاک ہیلز میں پیر مقید کیے، شانوں کے گرد شال اوڑھے، وہ اوزان کو سادہ سی ہو کر بھی کافی خوبصورت لگی کہ اوزان سب کے بیچ بیٹھا بھی اپنی آنکھوں کو بار بار زینیش پر ٹھہرنے سے روک نہ پاتا، گہری نگاہوں سے اسکے دمکتے سراپے کا جائزہ لیا جبکہ زینو اس کی نظروں کی تپش اور توجہ محسوس کیے بے ساختہ مضطرب ہوئی، سب کے بیچ بیٹھنا محال ہوا۔

اوازن سب کے بیچ جس دقت سے کچھ دیر لاونج میں بیٹھا وہی جانتا تھا، اسکی طبعیت اچھی نہیں تھی تبھی جلدی ڈنر سے پہلے ہی کچھ آرام کا کہے روم میں چلا گیا اور جب زینو اس سے ڈنر کے لیے جانے کا پوچھنے گئی تا کہ وہ بتائے تو

وہ تیار ہو تو اوزان کو بنا چینج کیے بیڈ پر اوندھا لیٹے دیکھ کر وہ فکر مندی سے دروازہ بند کیے اسکے قریب آئی۔

پاس بیٹھے جھک کر اوزان کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، اور فریفتہ نگاہوں سے اوزان دایب کے چہرے کو تکتے نگاہوں کے ذریعے روح و قلب میں بسانے لگی، اوزان کا چہرہ دبیز ملائم میٹرس سے جڑا اور باقاعدہ دبا تھا، اسکے یوں سینے کے بل اوندھے لیٹے ہونے پر وہ مسکرائی۔

"اوزان! آپ ٹھیک ہیں؟ ہم نے تو ڈنر پر جانا تھا۔۔۔ لیکن مجھے لگتا ہے آپ پھر سے ڈاون ہو گئے"

زینیش کا دل اسے یوں نڈھال دیکھے کپکپایا جو شام سے رات تو گھوم آیا پر اب پورا جسم درد میں مبتلا تھا۔

"باڈی پین ہے، یہ ایک دن رہے گا زینیش۔ آئی ایم سوری ڈنر پر تو نہیں جا سکوں گا"

وہ بند آنکھیں کیے ہی بہت آہستہ بولا جس پر وہ پریشانی نے اوزان کی طرف زرا جھکے ہتھیلی اسکی گردن سے جوڑے جائزہ لینے لگی، بخار تو نہیں تھا پر وہ بالکل نڈھال ہوا آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔

"اٹس اوکے کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی آئی جان نے بہت یمی کھانا بنوایا ہے اور میں نے آپکے لیے سپیشل چائنیز رائس بنائے ہیں، ہلکے پھلکے آپکو سوٹ کریں گے۔ اگر آپکو کچھ اور کھانا ہے تو بتائیں"

زینو جس طرح پیار سے اپنی ملائم انگلیوں کی پوروں سے کبھی اسکے سر کے بال کبھی چہرے کے خدوخال چھو رہی تھی وہ آوازن کو سکون دے رہا تھا۔

وہ اسکی فکر پر نہ صرف مسکرایا بلکہ کروٹ سیدھی کیے لیٹا اور سر تلے ہاتھ بڑھا کر سر کے برابر پڑا تکیہ کھینچ کر رکھا اور زینش کو مستقل و بے خود نظروں میں بسائے دیکھا جو اس سے زیادہ دیر آئی کانٹکٹ نہ رکھ پاتے یا نظر جھکا لیتی یا چرا لیتی۔

"میں تو ناراض ہوں تم سے پھر کیوں نخرے اٹھواوں اور کیوں اٹھاو گی تم میرے لاڈ ناراض ہونے پر خوش ہو کر"

اوزان نے بھاری لہجے میں خفیف سی جلن بھرے اسکو شام والی خوشی اور ناراضگی والا معاملہ یاد دلایا تو وہ اپنی شام والی حرکت پر اتنی قربت میں انجام کی پرواہ کیے بنا کھلکھلائی۔

"وہ تو میں آپکو تنگ کر رہی تھی، آپ ناراض ہوں گے تو کچھ دیر آپکی چھچھوری حرکتوں سے جان چھوٹے گی میری"

بنا اوزان کو تکے ہی وہ اسکی دھاڑی کے بال انگلی کی پور سے چھوئے مبہم سا بولی جبکہ اسکا وہی ہاتھ پکڑے اوزان نے اسکی انگلیوں کی پوروں کو جب بے خودی سے چوما تو زینیش نے بے ارادہ سہم کر اپنی آنکھیں اوزان کی محبت پاش نگاہوں سے ملائیں، وہاں محبت کا ٹھاٹیں مارتا سمندر موجزن تھا جو زینیش کی دھڑکنیں منتشر کر گزرا۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے اوزان چھچھورا ہے"

وہ اسکے زرا کرب میں لپٹے سوال پر فوری سنجیدہ ہوئی بلکہ خوفزدہ۔

"ن۔۔ نہیں یہ بھی مزاق تھا، اوزان آپ ایک بار ہوسپٹل چیک آپ کروا لیں نہ۔ آپکی طبعیت پھر سے بگھڑ رہی ہے۔ مجھے آپ ایسے بستر پکڑ کر لیٹے نہیں پسند"

اسکی جان لیوا نظروں سے بچنے کو وہ بوکھلا کر بات تو بدل گئی پر وہ اسکی بازو جکڑ کر اپنی سمت کھینچے وہیں بیٹھے بیٹھے خود پر جھکا کر زینیش کی دھڑکنیں منتشر کر گیا۔

"یعنی ویسے پسند ہوں؟"

وہ اسکے سوال کے تاسف میں جکڑی، دل چاہا کہہ دے اسے کہ جسم میں روح کی طرح بستا ہے اور دل میں دھڑکن کی طرح پر اسکی شخصیت کے

باوقار رعب، اسکی بہت مخمور خوشبو کے طلسم کے آگے وہ کچھ بولنا تو دور سانس لینا بھی بھول جاتی۔

"نہیں"

فوری میکانکی طور پر نفی میں گردن ہلائی جس پر اوزان نے جب گہرا سانس لیا تو اسکی سانس کی حدت زینیش کے ہونٹوں اور گال تک پہنچی پر وہ اسے فوری آزاد کرتا اس کے پاس سے زرا پرے سرکتا کروٹ بدل گیا، زینیش کے دل کو کسی نے مٹھی میں لیا۔

"جاو یہاں سے"

وہ جو اسے چھونے کا سوچ رہی تھی اوزان کی سرد آواز پر ڈبڈبائی آنکھوں سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ گئی۔

"میرا گفٹ؟"

وہ اسکے پاس سے دور جانا تو دور ہٹنے پر بھی آمادہ نہ تھی، اوزان نے آنکھیں موند لیں اور تکیہ کھینچ کر سر کے اوپر دبایا جس پر وہ کھڑی ہوئی اور جھٹکے سے تکیہ اوزان سے چھینا، وہ دوسرا سر پر دبا گیا اور ایک ایک کر کے جب زینش نے سارے تکیے چھینے تو وہ غصے سے کروٹ بدلے لیٹا۔

"کیا تکلیف ہے آپکو، مجھے اگنور کیوں کر رہے ہیں"

زینو نے اسکی گھورتی نظروں کے اثر سے دبے بنا باآواز بلند جتایا جس پر وہ کچھ دیر یونہی لیٹے اسے دیکھتا رہا اور پھر بیڈ سے اترے ٹھیک زینش کے روبرو آن جما۔

"فار یور کائنڈ انفارمیشن، اوزان دا ایب تم سے ناراض ہو چکا ہے اور جب تک تم مناتی نہیں نہ گفٹ ملے گا نہ ڈنر۔ منانا تو تم چاہو گی نہیں، چھچھورے اوزان سے تمہیں ڈر لگتا ہے۔۔۔ تو پھر کمرے سے نکال دو مجھے، تا کہ چلا جاوں یہاں سے۔۔۔۔"

وہ بدلحاضی سے اپنی خفگی دباتا اپنے ناراض ہونے کا پرچار کرتا جیکٹ اتار کر میٹرس پر پوری قوت سے مارے اس سے پہلے کمرے سے ننگے پیر ہی نکلتا، وہ راہ میں آئی اور اوزان کی توانا بازو بھی دبوچی۔

"جا کہاں رہے ہیں؟"

زینیش کے چہرے کی رنگت سفید پڑی۔

"تمہارے والے روم میں"

اوزان نے برہمی سے کہتے زینو کے ملائم ہاتھ کی گرفت سے اپنی بازو چھڑوائی اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"میں پیار کرتی ہوں آپ سے اوزان"

زینو نے بے ارادہ جو کہا اس پر اوزان کے قدم تھمے جبکہ وہ ہونٹوں ہر رینگتی رسیلی مسکراہٹ دبائے اسی غرور و ناراضی کو ہنوز عیاں کیے پلٹا۔

"کیا کہا سنائی نہیں دیا"

اوزان کی سلگانے کی کوشش پر ہی وہ تلملائی۔

"میں آپ سے نفرت نہیں کرتی یہ کہا میں نے"

زینیش نے فوری حلق تر کرتے جیسے بیان بدلا، اوزان سر تا پیر گھوما، دل چاہا اس لڑکی کا گلا دبا دے۔

"سیم ٹو یو۔۔۔ گڈ نائیٹ۔۔۔ خبر دار اگر تم یا کوئی مجھے ڈنر کے لیے جگانے آیا۔"

نہایت غصے سے کہے وہ کمرے سے جیسے آندھی بنا نکلا اور دروازہ پٹخ کر گیا خور زینو نے خوفزدہ نظروں سے دروازے کو گھورا۔

اپنے ہونٹوں پر دونوں ہتھیلیاں خوفزدہ ہوتے جمائیں۔

"یہ کیا کرنے لگی تھی تم زینو۔۔۔ مرنے کا بہت شوق ہے تمہیں۔۔۔ شکر ہے انکو سنائی نہیں دیا۔ ورنہ ابھی میرے قریب آکر میرا قتل کر چکے ہوتے۔۔۔ یا اللہ یہ ناراض ہی اچھے ہیں۔۔۔ لیکن آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہوں گے نہ۔۔۔ کیا کروں؟"

زینیش کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی بڑی مشکل سے سانس استوار کیے وہ کمرے سے نا صرف نکلی بلکہ ڈر کے مارے پلٹی بھی نہیں، سب نے ڈنر پر اوزان کی کمی محسوس کی مگر زینو نے اسکے ریسٹ کرنے کا بہانہ کیے خود تھوڑا سا گزارے لائق کھانا کھایا، آئی جان اور سعدیہ کے ساتھ مل کر کچن سمیٹا اور پھر جب سکون نہ ملا تو اوزان کے لیے کھانے کی ٹرے بنائے کمرے کی طرف بڑھنے کو سیڑھیاں چڑھی۔

اوزان دایب کی ہر تکلیف تو اس باولی کے اظہار نے ہی ختم کر دی، اسکے بیڈ پر سمٹ کر کروٹ پر لیٹا وہ ہاتھ سینے پر لپیٹے دبا دبا مسکرا ہی رہا تھا جب

دروازے پر ہوتی دستک پر چہرہ سپاٹ بھی کیا اور آنکھیں بھی ڈرامائی طور پر فورا بند کرلیں۔

زینیش نے اندر داخل ہوتے دروازہ پیر سے بند کیا اور ٹرے لا کر اسی چھوٹے سے میز پر رکھی اور اداس سا مسکرا کر کروٹ پر لیٹے اس جان لیوا شخص کو دیکھا۔

اسکے پاس آئی اور زرا جھکی تا کہ اسکے جاگے یا سوئے ہونے کا یقین کرے مگر آج تو ماہر کمیلئین نے پلکوں کو بھی ساکن کر دیا تھا تا کہ زینو کو لگے وہ واقعی سو رہا ہے۔

"روٹھ کر کتنے پیارے لگتے ہیں آپ"

دبی سی سر گوشی کیے وہ اسکے پاس پہلو میں جا کر بیٹھی تا کہ اسکا وجیہہ خوبصورت چہرہ دیکھ سکے۔

"میں کہہ تو دوں کہ محبت کرتی ہوں پر پھر آگے کا سوچ کر دل ڈرتا ہے، وہ سب خوبصورت ہو گا آپکی طرح لیکن میں یہیں پر رک کر آپکے ان روٹھنے اور مان جانے کے خوبصورت رویے پر کھنا چاہتی ہوں۔ آج آپکی پلکیں ساکن ہیں، میں آپکو چھو سکتی ہوں۔۔۔ نہیں زینو اس دن بھی تو ساکن تھی جب انکے پاس سوئی جاگی تھی۔۔۔۔ یہ ابھی بھی جاگ رہے ہوئے تو"

جو اسے دل میں کہنا تھا وہ سرگوشیوں میں بول کر ویسے ہیٔ اوزان کے لیے مزید خود پر قابو رکھنا دشوار کر رہی تھی، اسکا دل چاہا کھینچ کر اس جائز ہو جاتے سکون جیسی لڑکی کو اپنی ہر حدود تک لے جائے، خود میں اسکی خوشبو اتار لے۔

"اسے کیسے کہوں میں نہیں جاگ رہا، اسے کیسے کہوں کہ اسکے خود قریب آنے کے لیے منتظر ہوں۔"

اوزان دایب بہت مضبوط اعصاب والا تھا لیکن زینیش کے معاملے میں اسکی طلب ہر لمحہ بڑھتی جارہی تھی۔

"میں نے آپ جیسا خوبصورت انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا، کوئی اتنا پرکشش کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کی نفرت دیکھی اس میں بھی اک کشش تھی۔ اب آپکے میرے قریب آنے میں بھی کتنا سکون ہے اف بتا نہیں سکتی۔۔۔۔وہ لمحہ جب پہلی بار آپ نے مجھے۔۔۔۔۔اف میں اس کی خوبصورتی زبان پر لانا ہی نہیں چاہتی کہیں کمی نہ کر دوں۔۔۔۔۔ آپکی یہ آنکھیں، ان میں پوری دنیا سما سکتی ہے۔ مجھے چھوتے ہوئے آپکے یہ ہاتھ۔ کسی کے ہاتھ کا لمس اتنا قوی بھی ہو سکتا ہے، ناممکن"

وہ اسکے سینے ہر بندھے بازو نرمی سے کھولتی جیسے اسکا ہاتھ پکڑے اوزان کی ہتھیلی اپنی گال سے جوڑے دیوانگی سے مسکائی وہ لڑکی اخیر ضبط آزما رہی تھی۔ پھر اسی ہتھیلی پر جب اپنے نرم ہونٹوں کی مہر بخشی وہ اوزان کے دل کو سرور بخش گئی، ایسے محبت بھرے لمس اس شخص کی کمزوری تھے۔

اسکے ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں کو اپنے ہونٹوں سے چھوتی، اسکی یہ اٹکیلیاں اگر وہ واقعی سوکر مس کر دیتا تو شاید اپنی زندگی کا سب سے بڑا خسارہ پاتا۔

"آپکا نام اتنا خوبصورت ہے کہ مجھے محبت ہوئی ہی اس نام سے تھی، آپ پر کتنا سجتا ہے یہ۔ اوزان۔۔۔ماشاء اللہ۔ میں سوچتی ہوں آپکو ساری زندگی کیسے سنبھالوں گی۔۔۔روز نظر لگ جایا کرے گی۔۔۔مجھے سرخ مرچوں کی بوری پاس رکھنی پڑے گی وار دیا کروں گی روز"

وہ من ہی من میں گم تھی اور اسے خبر ہی نہ تھی وہ اسکی سرگوشیاں بڑی رغبت سے سن رہا ہے، اس پر عاشق ہو رہا ہے، فریفتہ تو پہلے ہی ہے اب اس کو خود میں تفصیلی اتارنے کے منصوبے ترتیب دیے جا رہے ہیں۔

"پھر آپکا یہ دل، جب جب آپ کے گلے لگتی ہوں لگتا ہے یہ پوری دنیا زینو کی ہے۔ جیسے آپکے اندر جو بھی ہے وہ میرا ہے۔۔۔۔دل

روح۔۔۔۔ہڈیاں تک۔۔۔۔خون بھی۔۔۔۔وینز بھی۔۔۔۔"

اسکی اس سرگوشی پر وہ بڑی مشکل سے مسکراہٹ کا گلا گھوٹ سکا ورنہ بھانڈا پھوٹ جاتا۔

"باڈی میں تو اور بھی بہت کچھ ہوتا زینو۔۔۔۔ چھی چھی۔۔۔نو اچھی والی ہر چیز زینو کی ہے۔۔۔۔"

اوزان کا ضبط اب واقعی اسکا قہقہہ توڑنے پر تھا۔

"یا اللہ مجھے صبر و برداشت دیں،"

اوزان کا دل آہ کر اٹھا جبکہ زینو اسکی ملائم پیشانی پر انگلی کی پور پھیرے اسکے ناک پھر اسکی رخسار جہاں دھاڑی کی لائن تھی، پھر وہاں سے انگلی کی پور اسکے کان کی اور سے گردن تک لے جا کر رکی۔

زینو کی آنکھوں میں شرارت جگی۔

"سوتے میں کتنے شریف لگ رہے، اور جاگتے میں پورے شر، پوری آفت۔۔۔۔ کتنے وہ ہیں۔ بھلا ایسے کون کرتا۔ بیماری میں بھی چین نہیں ملا۔۔۔۔ اندر کا کیڑا اٹک اٹک کر چھلانگیں لگا رہا تھا۔۔۔۔ جان تو جاتی ہے پر سکون ملتا ہے یہ سوچ کر کہ اس مقام پر صرف زینو آسکتی ہے۔۔۔۔۔۔"

وہ اس کے سینے کے پاس جھک کر اسکی خوشبو ان ہیل کرتی جب اسی مدہوش و سرشار کیفیت میں واپس اٹھی تو زینیش نے اوزان کی کھلی آنکھیں دیکھے چینخ منہ پر ہاتھ رکھتے روکی اور اس سے پہلے وہ اٹھ کر بھاگتی اوزان نے ناصرف اسے بازو سے پکڑے دبوچا بلکہ خود پر گرایا اور لمحہ صرف کرتے بازو اسکے گرد مضبوطی و شدت سے حائل کیے، دونوں کے چہرے جنبیش پر ٹکراجاتے ایسی فتنہ خیز نزدیکی حائل تھی۔

"آ۔۔ آپ جاگ رہے تھے؟"

زینیش کو لگا اگر اس نے ہاں کہی تو یہ سادھی سانس آخری ہوگی۔

"سو جاتا تو تمہاری اتنی جان لیوا سرگوشیاں کیسے سنتا، زینیش کیا یہ سب تم نے واقعی میرے لیے کہا۔ تم مجھ سے اتنا پیار کرتی ہو۔۔۔۔۔"

اوزان کی آنکھوں کا جنون اسکا پل پل زینیش کے ملائم اور نرم وجود کو اپنی اور جکڑ نازینو کی جان لبوں پر لایا، اسکے پورے جسم میں سرسراہٹ دوڑی۔

"ن۔۔ نہیں تو۔۔۔۔ م۔۔ میں نے تو دل میں کہا تھا۔۔۔۔ آ۔۔ آپ کو غلط ملط سنائی دیا ہو گا۔۔۔ میں بس یہ کہہ رہی تھی آپ سوتے میں معصوم لگ رہے ہیں۔۔ سچی اسکے علاوہ کچھ نہیں کہا۔۔۔۔ اوزان پلیز مجھے جانے دیں، می۔۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔۔۔۔ و۔۔ وہ سب میں نے نہیں کہا۔۔۔۔۔ مجھ پر یقین کریں۔۔"

پوری جس طرح وہ کانپ کر ڈرتے بولی، اوزان کبھی حیرت میں اترتا کبھی صدمے میں پر نشہ تھا کہ سر پر پیروں سمت سوار تھا، اسکے نرم گرم

لمس تادیر محسوس کرنے کی طلب، اس میں مدہوش ہونے کی جستجو، زندگی میں پہلی بار وہ خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔

"جھوٹ بول کر کیا ملے گا، کیوں نہیں کہتی محبت کرتی ہو۔۔۔ کہو پلیز۔۔۔۔ میں سننا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے ترساو گی۔۔۔۔ وہ سب میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو زینو"

وہ اس وقت اس کے ایک جملے کے لیے جیسے تڑپا، زینو نے گہرے گہرے سانس لیتے اسے دیکھتے نظر فورا چرائی اور چہرہ اسکی گردن میں گھسیڑا، زینیش کے ملائم تھتھراتے ہونٹوں نے اوزان کی گردن کو چھو کر جلد کے اندر اک نشاط اتارا۔

"میں بالکل نہیں کرتی، اگر مجھے پریشان کیا تو۔۔۔"

وہ روہانسی ہوتی اسے دھمکاتی اس سے پہلے اوزان نے اسے میٹرس پر منتقل کرتے اسکے دونوں ہاتھ جیسے اس پر حاوی ہوتے قید کیے اس سے آنکھیں ملا گیا، زینیش کی آنکھوں سے خوف کے نمی رخسار پر اتری۔

"تم ایسے نہیں مانو گی؟"

اوزان کو خود پر جھکتے دیکھے وہ فوراً اسے گردن پھیرے دبا سا چینخی۔

"اوزا۔۔ ان۔ نہیں چھوڑ دیں پلیز۔۔۔م۔۔ میں پکا دوبارہ دل میں بھی ایسا نہیں کہوں گی۔۔۔۔ جانے دیں مجھے۔"

وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی رخسار سے مس ہوتا محسوس کرتی دبا دبا کمزور سا منمنائی جس پر اوزان نے نا صرف اسکے ہاتھوں کو آزادی دی بلکہ بنا کچھ کہے وہ اسکے ساتھ ہی سیدھا لیٹا مگر زینو نے چہرہ اپنے سرخ ہاتھوں میں چھپایا۔

"دل میں کہہ لینا اجازت ہے"

اوزان کے گردن گھما کر دیکھے جواب پر وہ فوری چھپے چہرے پر رکھی ہتھیلوں کے بیچ سے انگلیوں کو سرکا کر جیسے اسے دیکھ رہی تھی اوزان ہنس دیا۔

"آپ ہنس رہے ؟ مطلب غصہ نہیں ہیں"

زینیش کے لیے یہ صدمے جیسا تھا۔

"ہوں غصہ، تمہیں میرے چھونے سے خوف آتا ہے تو اب میں اپنی حد میں رہوں گا۔ تم جا کر روم میں سو جانا میں یہیں ایڈجیسٹ کروں گا۔ اب جاو یہاں سے مجھے سونے دو"

اوزان نے فوری کروٹ بدلی جبکہ وہ نہ صرف اٹھ بیٹھی بلکہ ہاتھ بڑھا کر اپنی ہتھیلی اوزان کے بازو سے جوڑی پھر اس پر اپنی ٹھوڑی اٹکائی۔

"کیا ہے زینیش، جاو یہاں سے۔۔۔۔ کچھ کر بیٹھوں گا پھر مجھے مت کہنا"

اوزان کی دبی دبی غرغراہٹ میں بھی خماریت کا نشہ تھا تبھی وہ مزید پر پر حاوی ہوتی اسکے چہرے سے چہرہ جوڑے آنکھیں موند گئی۔

"یہیں رہنے دیں اپنے پاس۔۔۔اتنا سارا پاس،"

وہ اسکی سرگوشی پر پلٹا تو وہ آنکھوں میں سچ میں نمی لیے ہوئے تھی۔

"بہت پاس لانا چاہتا ہوں"

اوزان نے کروٹ زرا سیدھی اسکو خود پر جھکے پا کر اپنے لب اسکی شہہ رگ سے مس کرتے اسکی ٹھوڑی چومی۔

"اتنا پاس کافی نہیں ہے کیا؟"

زینو کی آواز آنسوؤں نے نگلی تو وہ گہرا سانس کھینچ گیا۔

"اب اتنا سا پاس کافی نہیں رہا"

وہ اسکے رخساروں کو چومتا اس لڑکی کے باعث جسم میں اترتے سکون میں مدہوش تھا، وہ اسکی کمر میں ہاتھ جکڑتا اپنی تشنگی کا زور اور نشہ جھٹکے سے زینیش کی سانسوں میں گھول گیا، اسکے لمس میں نرمی اور سرور تھا، کہ زینیش کو سکون ملنے لگا، لیکن جب اسی لمس میں شدت گھلی تو وہ جھٹکے سے گہرا سانس کھینچتی اس سے نا صرف دور ہوئی بلکہ اٹھ بیٹھی۔

"زینیش"

وہ اسکی گردن کے اطراف ہاتھ جکڑتا اسے خود کو دیکھنے پر مجبور کرتا اپنی گال اسکی گال سے رب کیے تب ہوش میں آیا جب زینیش کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپکتے دیکھے۔

"شش۔۔۔ رو مت۔۔۔ کچھ نہیں کر رہا۔۔۔ پلیز رونا مت۔۔۔۔ دیکھو دور ہو گیا"

اسکے گال پر رینگتے آنسو انگلیوں کی پوروں سے جذب کیے وہ اسکی رخسار نرمی سے چومتا دور ہوا تو وہ ہچکی سی بھرے آنسوؤں کو گھوٹ گئی۔

اوزان دوسری طرف سے اٹھا اور ہاتھ بڑھا کر زینو کو بیڈ سے نیچے اتارا جو یوں رو رہی تھی جیسے کسی نے دل نکال لیا ہو۔

"زینیش! آئی ایم سوری مجھے نہیں پتا کیا ہو جاتا ہے۔۔۔۔تکلیف دی تمہیں۔ معاف کر دو۔ جب تک تم اجازت نہیں دو گی میں دوبارہ تمہارے قریب بھی نہیں آؤں گا۔۔۔۔"

وہ اسے رلانا نہیں سکون دینا چاہتا تھا پر وہ تو نا جانے کس کس دکھ پر رو پڑی تھی اوپر سے اس شخص کی یہ باتیں۔

"آپ کو زینو کی اجازت لینی پڑی جس دن اللہ کرے وہ دن میرا آخری ہو۔۔۔۔ سمجھے آپ"

بنا اس سے نظر ملائے وہ کہہ کر رکی نہیں، جبکہ اوزان کا دل چاہا اب اپنا سر واقعی کسی دیوار سے پیٹ لے۔

وہ رنگ بدلتا تھا پر اللہ نے بیوی اور نصیب سکون نما یہ باولی بھی ایسی دے دی جسکے انکار اقرار اور اقرار انکار تھے۔

"یہ لڑکی کیا چیز ہے؟ سکوں دیتی ہے، پھر اجاڑتی ہے پھر مظلوم بن کر دور چلی جاتی ہے۔۔۔ یا اللہ اس لڑکی کو میرے حواسوں سے اتار دیں ورنہ میں کہیں کا نہیں رہوں گا"

اوزان گہرے سانس بھرتا اپنا سینہ مسلتا اس وقت نہایت بے سکون تھا جبکہ زینیش صاحبہ مفت کا کمرے میں آکر رونا شروع کیے ہوئے تھی، خدا ہی خیر کرتا اب۔

..________________________..

میشی کی واپسی پر پنار اور جواد نے اسے دل سے ویلکم بھی کیا اور ڈنر لگنے تک وہ تینوں باتیں ہی کرتے رہے، میشی انکو دو دن کا احوال بتاتی کافی خوش تھی اور جواد سیال اسی پر مطمئین تھے کہ المان کی غیر موجودگی کے باوجود میشی نے خود کو بہت ہمت سے سنبھالا۔

ڈنر کے بیچ بھی عائشہ سیال سرد مہری میں مبتلا رہیں جبکہ پنار اور جواد گاہے بگاہے میشی سے باتیں کرتے رہے۔

"وہاں تو دیان اور پنار آپا کی رخصتی کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں، کیا ہم بھی کل سے شروع کر دیں شاپنگ۔"

میشی نے اپنے ہی دھیان میں رخصتی کا جب ذکر کیا تو جواد سیال اور پنار کے چہرے کا رنگ پھیکا سا پڑا، ایزل مریم دن کو ہی جواد سیال کو فون کر کے رخصتی کا ذکر کر چکی تھی اور وہ بھی تب سے عائشہ کو بتانے کا مناسب وقت

ہی تلاش رہے تھے اور جب یہ میشی کے منہ سے نکلا پھر تو عائشہ سیال کے تن بدن میں آگ لگی۔

"کونسی رخصتی بی بی، یہ تمہارے گھر والے ہر کام ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر کیوں کرتے ہیں۔ تمہیں ہمارے سر بھی اسی اجلت میں تھوپا اور اب وہ اپنے کہے سے مکر کر پنار کی رخصتی کے پلین بھی ترتیب دے چکے ہیں۔۔ مطلب ہماری کوئی خوشی یا مرضی اہم ہے یا نہیں؟"

عائشہ کا غم وغصہ ایک بار پھر پھٹا جبکہ مشائم نے خوفزدہ ہوتے باری باری پنار اور جواد انکل کو دیکھا جو خود اسکی طرح عائشہ سیال کے گھن گرج رکھتے لہجے سے دبے دیکھائی دیے۔

"عائشہ۔ میں تمہیں بتانے ہی والا تھا۔ دراصل اگلے ہفتے ہی ایزل مریم نے رخصتی کی درخواست کی ہے۔ سو انکی محبت کے آگے میں انکار نہ کر سکا۔ پنار بھی یہی چاہتی ہے، جبکہ نیک کام ہے سو دیری کیا کرنی"

جواد نے بھی نرمی سے قائل کرنا چاہا پر وہ ٹیبل پر سپون پٹخ جیسے اٹھیں، تینوں کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

" آپ سبکو ہو کیا گیا ہے، ایزل مریم نہ ہو گئی کوئی پیر ہو گیا جسکا حکم ٹالنا گناہ ہے۔ اور تم، اور سج سج کر جاو اسکے آگے حسن کی دکان بن کر۔ یہ کونسی روایت اور طور اطوار ہیں۔ پہلے میرے بیٹے کی شادی ایسے ہوئی جیسے کسی کی میت اٹھتی ہے اور اب پنار کی شادی بھی اتنی جلدی۔۔۔۔ کیا میں اپنے ارمان قبر میں لے جاوں۔۔۔۔۔ تم سب کان کھول کر سن لو، رخصتی ایک سال سے پہلے نہیں ہو گی۔ اگر اس سے پہلے انصاری حویلی سے کوئی یہاں رخصتی کی مانگ لے کر آیا تو میں کسی رشتہ داری کا لحاظ نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔"

عائشہ کی زہر میں بجھی باتیں ان تینوں کا دل ایک ساکاٹ گئیں جبکہ اپنی آئی جان کے لیے عائشہ آنٹی کی ایسی ٹون کم از کم میشی سے برداشت نہ ہوئی،

عائشہ سیال تو اپنا حکم صادر کیے چلی گئیں لیکن میشی کی آنکھ سے بہتے آنسو پنار اور جواد کو درد کی گہرائی میں ضرور لے اترے۔

پنار فوراً سے اٹھی اور کرسی سے اٹھ کر روتی کمرے میں جانے کو بھاگتی میشی کو پکڑ کر روکا۔

"مت رو میشی، ممی کی طرف سے میں سوری کرتی جان"

پنار کو اس وقت لالہ کی اس امانت کے آنسوؤں نے تڑپایا جبکہ جواد کی برداشت بھی اب عائشہ ختم کر چکی تھی تبھی وہ بھی اٹھے اور بے بس سی نظر روتی میشی پر ڈالے عائشہ کے پیچھے لپکے جبکہ پنار نے پکڑ کر میشی کو گلے لگایا اور آزردگی سے اسکی پشت تھپکی۔

"م۔مجھے سمجھ نہیں آتی وہ ہم سب سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہیں۔۔۔ دیان بھائی کی زندگی کی خوشی ہیں آپ پنار آپا۔پلیز اس مسئلے کو حل کروائیں۔"

مشائم کا رونا اسکے آنسو پنار کو بھی رنجیدہ کر گئے۔

"بابا ٹھیک کریں گے اب انکو، تم مت رو۔ کیپٹن کو اگر پتا چلا انکی میشی روئی ہے تو مجھ پر غصہ ہوں گے۔۔ تم ممی کی بات پر دھیان مت دیا کرو۔۔۔۔"

پنار کے پیار سے بہلانے پر وہ بہلی پر المان کی یاد آتے ہی آنسوؤں میں شدت آئی کیونکہ پورا دن المان نے اسے نہ کال کی نہ میسج۔

"پنار آپا، کیپٹن نے مجھے ابھی تک کوئی میسج یا کال نہیں کیا۔ مجھے انکی بہت یاد آرہی ہے"

مشائم کی تکلیف پر وہ پھر سے اسے گلے لگا گئی۔

"وہ بزی ہوں گے جان، کرلیں گے فری ہوتے ہی۔۔۔ آو ہم تو ڈنر کریں۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو گا پریشان مت ہو۔ اور تم جانتی نہیں کیا اپنے

دینو کو۔ کسی نے راہ میں پتھر اٹکائے تو وہ مجھے اٹھا کر لے جائے گا کڈنیپ کر لے"

پنار کی آخری بات تھی ہی شرارتی کہ میشی بھی روتی روتی ہنس پڑی۔

اور دونوں واپس ڈنر کے لیے بیٹھیں بھی جبکہ جواد سیال نے کمرے میں جاتے ہی اس ہٹ دھرم عورت کی بازو دبوچتے جیسے لہرا کر روبرو کیا، عائشہ سیال کی آنکھوں میں انکی شدید پکڑ پر نمی اتری۔

"اتنی نفرت، اتنا غبار اور اتنی کڑواہٹ کہاں سے بھر گئی تمہارے اندر عائشہ؟ یہ میری عائشہ تو نہیں ہے۔ تم ایسی نہیں ہو۔۔۔۔۔ کیوں کر رہی ہو یہ سب؟ مجھے بتاو میں تمہاری تکلیف دور کروں گا۔ لیکن خدا کے لیے ہمارے بچوں کی خوشیوں کو پھیکا اور بے رنگ مت کرو"

وہ عائشہ کے دیوانے تھے کبھی اونچی اواز تک اختیار نہ کی لیکن آج انکا دل چاہا وہ عائشہ کو جھنجھوڑ کر چینخیں۔

"میری تکلیف جانتے ہیں کیا ہے، آپکا ایزل مریم کی ہر بات پر آمین کہنا۔ آپ نے تو کہا تھا عائشہ ہے آپکی محبت۔۔۔۔ تو کسی اور عورت کے لیے آپ اتنے سے بھی مہربان کیوں ہیں جواد۔ کیا وجہ ہے آج تک آپکے دل میں ایزل مریم کے لیے عقیدت ہے۔۔۔۔ جلن ہوتی ہے مجھے جب اپنے شوہر کے لہجے میں کسی اور عورت کے لیے خلوص دیکھتی ہوں"

عائشہ کی اس درجہ تنگ سوچ پر جواد افسوس سے اسے دیکھنے لگے جو واقعی پاگل ہو چکی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو، ہوش میں تو ہو"

جواد سیال کا غصہ بڑھا تو عائشہ نے شاکی نظروں سے انکو دیکھا۔

"جب دایب نے خودکشی کی تب آپ نے خان سانول سیال سے کیوں کہا تھا کہ آپ ایزل مریم کو سہارہ دینے کے خواہش مند ہیں۔؟ اگر وہ مان جاتی آپ تو اسے مجھ پر اپنی محبوب بیوی پر سوتن بھی لے آتے۔۔۔۔ اب یہ

مت کہیے گا ایسا کچھ نہیں۔۔۔ میں نے اپنے کانوں سے چودہ سال پہلے یہ بات سنی تھی۔۔۔۔ تب سے اپنے دل میں دبائی کہ ہو سکتا ہے یہ آپکا انکے لیے ہمدردانہ رویہ ہو لیکن ایزل مریم کا جب جب ذکر ہوتا ہے آپکے طور اطوار بدل جاتے۔۔۔۔ کیوں جواد۔۔۔۔ اسی لیے میشی سے نفرت کم نہیں ہو رہی، ان لوگوں سے وہشت ہو رہی"

عائشہ کی یہ سب باتیں جواد کا دل کپکپا گئیں، یہ عورت چودہ سال سے اپنے اندر یہ جلن دبائے بیٹھی تھی جواب اگل رہی تھی۔

"یا میرے اللہ! عائشہ یہ تم واقعی نہیں ہو۔۔۔ میری عائشہ تو مجھ پر بند آنکھ یقین رکھتی تھی۔ ہاں میں نے بابا سے کہا تھا، دایب سے دشمنی اپنی جگہ پر اسکی بیوی اور بچے معصوم تھے۔ سوچا تھا یتیم بچوں کا سہارہ بنوں گا۔ ایزل مریم ہمیشہ سے ایک باعزت اور خوبصورت اخلاق کی مالک رہیں۔ انکی بھری جوانی میں بیوگی سے مجھے دکھ ہوتا تھا۔ لیکن وہ عورت دایب انصاری کے ساتھ سانس لیتی تھی، اگر وہ چاہتی تو دوسرا عقد کر سکتی تھی لیکن اس نے

دایب انصاری کے بعد ہر خوشی خود پر حرام کی۔۔۔۔ میں بھی پھر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ مجھے بھی لگا جیسے وہ اکیلی نہیں ہوئیں بلکہ دایب کی موت کے بعد اور مضبوط ہو گئیں۔ پھر انکا جوان بیٹا بھی تو تھا۔۔۔۔۔ اور تم نے وہ آدھی ادھوری بات سن کر کئی سالوں سے دل کو جلن میں سلگایا، افسوس صد افسوس۔۔۔۔۔ تبھی تم یہ سفاکیت ڈھا رہی ہو سب پر۔۔۔۔ خدا کے لیے عائشہ میری پہلی اور آخری چاہت تم ہو اور تم رہو گی۔۔۔۔ ایزل مریم کو صرف اپنا سہارہ دینے کی ایک کوشش کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے مجھے بہت مایوس کیا۔۔۔۔۔"

وہ یہ سب کہہ کر اتنی سکت نہ رکھتے تھے کہ اس عورت کا کوئی جواب سنتے اور اسے راہ کی دیوار بنا دیکھے بے دردی سے ہٹائے دلبر داشتہ سے وہاں سے واک اوٹ کر گئے جبکہ عائشہ بھی آنسو بہاتی وہیں میٹرس پر ڈھے جاتے بیٹھیں، ملال کسی نوکیلے کانٹے کی طرح رگیں چاٹنے لگا۔

جبکہ وہیں پنار نے میشی کی ساری اداسی دور کی اور پھر میشی کمرے میں آئی،
فون پر اب بھی الّمان کی کوئی کال میسج نہ دیکھ کر آنکھوں کے کنارے نمی
سے بھرے۔

"م۔۔مجھے بھول گئے نہ آپ، پورا دن اپنی آواز کو ترسایا۔ الّمان مجھے آپکو
ہگ کرنا ہے۔۔۔۔ آئی نیڈ یو۔۔۔۔"

روتی ہوئی وہ وہیں میٹرس پر لیٹی، ہاتھ کی ملائم پوریں خالی ویران موبائل کی
سکرین کو چھو رہی تھیں اور تبھی اسے دھندلائی آنکھوں کے بیچ ہی الّمان کی
وڈیو کال آتی دیکھائی دی۔

وہ لوگ کچھ دیر کھانے کے لیے پراوڈال کر رکے تھے کیونکہ آج ہی بابا
سرکار کا خاتمہ کرنا تھا جبکہ وہ خود اسے بہت مس کر رہا تھا تبھی اپنے لوگوں
سے زرا دور آئے اس نے سگنل ملتے ہی کال کی۔

میشی نے اپنی نم آنکھیں رگڑیں اور فوری کال پک کی۔

"الماں۔۔۔"

فون سکرین پر میشی کی روتی صورت ابھرتے ہی الماں کے چہرے پر تاریکی چھائی، وہ اسے دیکھتے ہی جیسے پھوٹ پھوٹ کر روئی دلخراش تھا۔

"میری جان! کیا ہوا کیوں رو رہی ہو۔۔۔۔"

الماں کے تکلیف و پریشانی سے پوچھنے پر وہ اور برا روئی۔

"م۔۔ میرے پاس آجائیں الماں۔۔۔ مجھ سے نہیں رہا جا رہا۔ آئی مس یو ۔۔۔۔ د۔۔ درد ہو رہا دل میں۔۔۔ حلق میں۔۔۔۔ مجھے نہیں رہنا وہاں جہاں اپ نہیں"

اسکی ان سسکیوں پر وہ بھی کرب زدہ ہوا، کیا بتاتا کہ شاید وہ اسے آخری بار دیکھ رہی ہو، کیونکہ جس سفر پر وہ گامزن تھا وہاں چپے چپے پر موت تھی۔

"م۔۔میں آپکی ممی کی نفرت کبھی کم نہیں کر سکوں گی۔۔۔۔پہاڑ جتنی ہے
وہ۔۔۔۔مجھ سے نہیں ہو گا۔ آپ نہیں آسکتے نہ میرے پاس۔۔۔۔
پ۔۔پھر مجھے نہیں جینا۔۔ی۔۔یہ بھی کوئی زندگی ہے۔۔۔۔
نووو۔۔۔۔"

وہ اسے روتے دیکھ رہا تھا پر کیا کہے سمجھ بوجھ مفلوج تھی، اس لڑکی کا دم گھٹنا، سسکیاں الماان کو اپنا حلق بھی پھندے میں دبا محسوس ہوا۔

"میشی۔۔۔تم تکلیف دے رہی ہو۔ایسے مت کرو، میں اس مشن کے بعد پورے ویک کے لیے تمہارے پاس آوں گا۔ آئی پرامسس۔ لیکن میرے سامنے دوبارہ یوں مت رونا۔"

وہ اسکی تسلی پر زرا دیر رونا تو روک گئی پر کیا بتاتی ایک لمحہ بھی صدی جیسا ہے۔

"ن۔۔نو۔۔۔مجھے آپکے گنے چنے دن نہیں چاہیں۔مجھے آپکا ہر دن چاہیے۔ م۔۔میں کسے کہوں مجھے الماں چاہیے۔۔۔۔م۔۔میں نہیں رہ سکتی آپکے بغیر کیپٹن۔۔۔میری سانسیں آپ میں اٹکی ہیں۔"

وہ بول رہی تھی پر اس سے نہ رویا جارہا تھا نہ بولا۔

"مشائم۔ریلکس۔مجھے بھی رلاو گی کیا۔"

وہ اسکی کرب زدہ سر گوشی پر جب اسے دیکھ پائی تو الماں کی آنکھوں میں جمع سرخی پر فوری اپنے آنسو پونجھے، سسکیاں ضبط سے گھوٹ لیں۔

"میں سب کو کہوں گی کوئی فوجی سے شادی نہ کرے، بہت رلاتے ہیں اپنی عادت ڈال کر دور جاکر۔۔گندے فوجی"

اس وقت وہ پاس ہوتی تو وہ اسے گلے لگاتا، وہ اپنے دکھ پر جیسے کوفت زدہ ہوئی الماں مسکرایا اور فون کی سکرین جیسے ہونٹوں سے چومی اس پر مشائم کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔

"تم میری زندگی کی سب سے بڑی راحت ہو مشائم، ایسے کمزور پڑو گی تو میں بھی تکلیف میں مبتلا ہو جاوں گا۔ میں تمہارے پاس ہوں، فیل کرو۔ میری جان ہو تم، میرے دل کی رونق۔۔۔۔اب مت رونا، میں بہت جلدی آجاوں گا۔ مجھ پر یقین ہے نہ؟"

وہ اسکی کسی بات پر یقین نہ کر پائی تو پھر سے بے قابو ہوتے آنسووں کو آنکھیں دباتے رگڑا۔

"مجھے زرا اندازہ نہیں تھا اس وش کے پورا ہونے کے بعد میں اتنا رووں گی، میرے پاس جلدی آجائیں الماں۔ ورنہ آپکو مس کرتے کرتے مر جاوں گی"

مشائم نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے تکتے حسرت سے کہا جبکہ الماں نے چہرہ لحظہ بھر پھیرا، وہ سرد ہوا کے جھونکوں میں کھڑا تھا اسکے بال مسلسل ہوا سے بکھر رہے تھے۔

"الماان"

اسکی پکار پر الماان نے جب اسے دیکھا تو اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

"ایم سوری،"

وہ اسکو رلا کر پشیمانی سے سسکی۔

"سچ میں رو پڑوں گا اگر اب تم نے مرنے کی بات کی"

وہ اسکی دھمکی پر سارے آنسو فوری حلق میں اتار گئی جیسے الماان کا ایک آنسو ٹپکنے سے پہلے جان دے دے گی۔

"پکا میشی نہیں روئے گی۔۔۔۔بٹ آئی مس یو انا ااسارا۔۔۔۔پہاڑ جتنا۔"

وہ اسکی معصومانہ مثال پر کرب سے مسکرایا لیکن اس بار میشی نے اپنے فون پر نظر آتے الماان کو پیار دیا۔

"آئی مس یو ٹو سوئیٹ ہارٹ۔۔۔۔ جلدی اوں گا۔ چلو اب سو جانا آرام سے۔ آئی لو ویو سو مچ۔۔۔۔ یوں اداس ہو کر میری جان دوبارہ مت نکالنا مشائم۔۔۔ شب بخیر"

وہ اسے تو مطمئین کیے بہلا گیا پر جب کال آف کی تو اسکی آنکھ سے اک آنسو بہہ کر رخسار پر رینگا۔

گہرا سانس اس سرد فضا کے سپرد کرتے ہوئے الماں کا سینہ جکڑا ہوا تھا۔

"یہ لڑکی میری جان لے کر رہے گی۔۔۔۔"

گہرے گہرے سانس بھرے وہ خود کو کمپوز کرتا واپس اپنے لوگوں کی طرف بڑھا کیونکہ روانگی کا وقت آچکا تھا۔

الماں اور اسکی ٹیم اپنا رکا سفر شروع کیے بابا سرکار کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے، گہری سرد رات اور علاقے میں گھسنے کی دیر تھی کہ اندھا دھند فائرنگ کا ایک بار پھر سامنا ہوا۔

"مجھے وہ کیپٹن زندہ چاہیے، اسکا غرور توڑنے کا مزہ ہی الگ ہو گا۔ بھون ڈالوں سبکو۔ صرف کیپٹن بچنا چاہیے، اگر تم لوگ اسے لانے میں ناکام ہوئے تو اپنے بیوی بچوں کی عبرتناک موت کو دیکھنے کے لیے تیار رہنا"

کندھے پر بمبار گن لٹکائے، وہ وحشی آدمی حلق کے بل دھاڑا اور اسکے آدمی بپھرے ہوئے گولیاں چلاتے آگے کو بڑھے، اسد نے زخمی ہونے کے باوجود اپنے لوگوں کی کمانڈ سنبھالی جبکہ الامان نے تب اپنی گن روکی جب اسکے قریب دستی بمب پھٹنے سے اسکے دو سپاہی موقعے پر ہی شہید ہوئے، لمحہ بھر اسکی آنکھوں کے آگے دھندلاہٹ چھائی، وہ لوگ آگے بڑھتے رہے باباسرکار کے لوگ انکی سوچ سے زیادہ تھے جبکہ اس گھن گرج کے اختتام تک نا صرف ان کے کافی لوگ مارے گئے بلکہ الامان، اسد اور اسے چار عدد ساتھیوں کو ان وحشی لوگوں نے چاروں طرف سے گھیرا، الامان نے اپنی گن ٹھیک اس نجس آدمی پر تانی جو ہاتھ میں تسبیح پکڑے، اپنے چھ عدد ساتھوں

کے ہمراہ اپنے ڈیرے کے داخلی دروازے میں کھڑا الماں سیال کو دیکھے نجس مسکرایا۔

"بہادری اچھی چیز ہے جوان، لیکن قسمت سے جیتنا مشکل ہے۔ تیری موت میرے ہی ان مبارک ہاتھوں میں لکھی ہے۔ بابا سرکار کے ڈیرے خوش آمدید۔۔۔۔ پھینک دے گن کیونکہ تیرے ایک ساتھی کے بدلے میرے چار چار خونخوار لوگ ہیں۔ ڈیل پرامن ہو گی، زبان دیتا ہوں تیرے مزید کسی آدمی کی جان نہیں جائے گی"

الماں نے اس منحوس شخص کو دیکھتے ارد گرد نگاہ دوڑائی، ہر طرف سے وہ لوگ پھنس چکے تھے۔

پھر الماں سیال کے جو لوگ زخمی تھے یا شہید انھیں بھی ریکسیو دینا اہم تھا۔

"ایک شرط پر، پہلے میرے ان لوگوں کو جانے دے۔۔۔"

الماان نے بابا سرکار کی طرف دیکھتے جو کہا، اسد کی آنکھوں میں اذیت اتری، الماان سیال کی آنکھوں میں اترے غصے نے شدت پکڑی، پارہ چڑھ گیا لیکن وہ فیصلہ بروقت سوچ لے بیٹھا۔

"نہیں کیپٹن ہم آپکو اکیلا ان کے پاس نہیں چھوڑ کر جائیں گے "

اسد کی تڑپتی پکار پر الماان نے گردن موڑے اسے کوئی اشارہ کیا جس نے اسد کو نا صرف شانت کیا بلکہ وہ سر ہلا گیا جبکہ بابا سرکار کی آنکھوں سے ٹپکتی غلاظت کسی خیر کی نشانی نہ تھی۔

"ٹھیک ہے شرط منظور ہے، تمہارے لوگ جاسکتے ہیں۔۔ اپنی گن پھینک۔۔۔ فون بھی"

بابا سرکار نے گردن اکڑائے شرط بتائی جس پر الماان نے اپنی گن اور فون پلٹ کر اسد کے ہاتھ میں تھمایا جس پر بابا سرکار کی رگوں میں اسکی اس درجہ ہڈحرامی پر لہو ٹپکا۔

"تم لوگ اس لائق بھی نہیں ہو کہ میری کسی شے کو چھو سکو، جاو اسد۔۔۔۔زخمیوں کو ریسکیو کرو۔۔۔اسکی ڈیل مجھے سننی پڑے گی"

الماان نے اس نجس آدمی کو تکتے کرہت لہجے میں سلگتے اپنی ٹیم کو سپاٹ چہرے کے سنگ حکم صادر کیا جس پر اسد جھٹکے سے پلٹا اور باقی لوگ تیزی سے چاروناچار کیپٹن کے حکم کی تعمیل میں پچھلی سمت دوڑے جبکہ شاہ گل کے دو تنتنا نے توانا لوگ لپک کر الماان کی طرف بڑھے، اسکی آنکھیں جلنے لگیں، ان سب خبیثوں کو دیکھ کر ان میں ریت چبھنے لگی۔

"عقل مندانہ فیصلہ کیا ہے تو نے، لے چلو بھئی اس جوشیلے کیپٹن کو ہمارے مہمان خانے۔ اچھی سی ضیافت کرو۔ ہم تم سے کل ملیں گے۔۔۔۔"

وہ آدمی ابھی سے اپنی جیت کے لیے مسرور تھا جو اسکی زندگی کی سب سے بڑی بھول بننے والی تھی۔

"میرا فیصلہ تو عقل مندانہ ہے لیکن تو نے اپنی موت کی خود دعوت کی ہے شاہ گل۔ تو میرے ہاتھوں ایسی موت مرے گا کہ موت بھی لرز اٹھے گی۔ تجھے ابھی پتا نہیں تو نے کسے اپنے گھپا میں آنے کی اجازت دی۔۔۔ جو تجھ سمیت تیرا یہ پورا علاقہ بنجر کر دے گا"

بابا سرکار کی شکل کراہت سے تکتے اسکے حکم سنتے آدمیوں سے اپنی بازو جھٹکے سے ناگوارئیت کے چھڑواتا وہ اپنے اندر کا زہر و غبار دقت سے دل میں سمیٹے خود اندرونی طرف بڑھا جبکہ اسکی اکڑی گردن دیکھ کر اس شاہ گل نامی آدمی نے گردن جلتے سلگتے گمائی اور المان سیال کی چوڑی پشت ٹٹولی۔

"اس سے کام نکلوا کر اسے مار دیں گے کیونکہ اگر ایسا جوشیلا کیپٹن زندہ رہا تو ہمیں آگے بھی مشکل وقت دے گا۔۔۔ جاؤ اس پر کڑی نظر رکھنا"

شاہ گل نے نفرت کے سنگ اپنے لوگوں کو تاکید کی اور خود بھی حقارت سے کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جما گیا۔

..________________________..

"ضمانت ہو بھی گئی تو اب آپ اپنی مرضی سے پھڑ پھڑا بھی نہیں سکیں گے محترم، اوپس میری زبان پر خاک۔۔۔ آپکو محترم کہہ دیا"

اوزان نے جو آگ لگائی اسے ہوا دینے کو حسیب موجود تھا، جبکہ فیروز نے کینہ توز نظروں سے سلاخوں کے پار جینز کی جیبوں میں ہاتھ ارسا کر کھڑے حسیب خانزادہ کو دیکھا جسکے لہجے اور آنکھوں تک تمسخر پھیلا تھا۔

"میں ہمیشہ سوچتا تھا آپ کو کب یہاں دیکھوں گا، کب میرے یار کے سینے پر جمع غبار ہٹیں گے۔ کیسے انسان ہیں آپ؟ آپ نے اس شخص کو تکلیف دی جسکے امتحان وہ اللہ بھی طویل ہونے نہیں دیتا۔ جو اسکی بارگاہ میں مقبول لوگوں میں شامل ہے۔ اور آپ یہ بھی بھول گئے فیروز شمیشر انصاری کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ آپ کی اصلیت تو وہ تبھی جان گیا تھا جبکہ نکاح

نامے پر اس نے زینیش کا نام دیکھا۔ آپ نے خود اپنی عبرت طے کی، اس سے بڑی سزا کیا ہو گی"

اوزان کی آنکھ میں آنسو دینے والا حسیب خانزادہ کی نظر میں واجب نفرت تھا جبکہ فیروزہ کے گلے میں غائبانہ گھٹن ابھی سے پیدا ہونی شروع تھی، حسیب کے ہر ہر لفظ میں کدورت تھی، افسوس اور ناراضگی تھی، اس دنیا میں سگے رشتے ہی انسان کی بنیاد ہوتے ہیں جب انہی میں سودا بازی آ جائے تو یہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔

"وہ بھٹک گیا ہے، ان لوگوں نے اسکا دماغ زہریلا کیا ہے۔۔۔۔پچھتائے گا وہ"

فیروز کی مخدوش سرگوشی پر حسیب کے ماتھے پر ناگواریت سے بل پڑے۔

"اسکے نصیب میں اگر اللہ نے پچھتاوا لکھا ہو گا تو وہ حسیب اپنے سر لے گا۔ آپ یہ سوچیں فیروز صاحب کہ جو بویا اب اسے کس طرح کاٹنا ہے۔۔۔

آرام کریں، شاید یہ آپکی زندگی کی آخری پر سکون رات ہو۔۔۔۔۔ کیونکہ کل کا سورج الٹی گنتی شروع کرنے کے ساتھ طلوع ہو گا"

حسیب کی دبی دبی نفرت وہ بھانپ رہا تھا پر اس وقت بے کس و مجبور تھا، حسیب نے اک غصیل و سرد نظر اس شخص پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا جبکہ دوسری جانب پاشا مینشن میں کنول اور تنویر کی نیندیں بھی حرام ہو چکی تھیں۔

کنول اس ڈر سے واپس حویلی بھی نہ گئی کیونکہ اوزان سے اسے اب اپنی جان کا خطرہ تھا۔

اور تنویر پاشا کے چہرے کا خوف اسکے پورے وجود پر طاری تھا، نہ بیٹھے سکون تھا نہ لیٹے، اپنے منشن کی مضبوط خفاظت و چار دیواری کے باوجود چیونٹیاں سی جسم میں لوٹ کھسوٹ کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

اور کوئی تھا جو ان زہریلے باپ بیٹی کی یہ اذیت، یہ وحشت اور یہ بے بسی دیکھ کر نفرت میں جل رہا تھا، انکی اذیت پر نہیں اپنی تکلیف پر۔

"اوزان بچ گیا، کنول وہ کیسے بچا۔۔۔۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔اب بتاو میں کیا کروں؟ وہ اوزان کسی بھی وقت یہاں آکر میرا گلا دبا دے گا۔۔۔۔ تم سے ایک کام بھی نہ ہوا"

تنویر کی آواز خوف سے لرزی جبکہ کنول کے خوبصورت چہرے پر بھی خوف وڈر کی نحوست براجمان تھی، وہ اس وقت پاشا منشن کے لاونج سٹنگ ایریا ہال میں موجود تھے۔

"قسم اٹھوا لیں ڈیڈ میں نے اسکے کھانے میں اتنی ہیوی ڈوز ایڈ کی، اس نے کھایا بھی وہی۔ خدا جانے وہ کیسے بچا۔۔مجھے تو خود سمجھ نہیں آرہی"

کنول کے چہرے کا رنگ زرد پڑا اور آواز میں کپکپاہٹ عود آئی جبکہ تنویر اپنی جگہ سے سپید پڑتے چہرے کے سنگ اٹھ کھڑا ہوا۔

جسم و جان میں اذیت تھی، آگ لپک رہی تھی۔

"کنول ہم یہ ناکامی برداشت نہیں کر سکتے، تمہیں کچھ کرنا ہو گا بچے۔ بہار بھی اس کمینے انسپکٹر کے ہتھے چڑھ گئی، میں اسے کیا واپس لاؤں جب وہ خود دشمنوں کی ہو چکی ہے۔۔۔ نہیں چاہتا مرے۔۔۔۔ جیسے بھی جیے لیکن اس حسیب کو نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔ تمہیں حویلی جانا ہو گا، اوزان کی کمزوری ڈھونڈنی ہو گی۔۔۔۔"

تنویر نے اسے واپس جانے کا کہہ کر اور ڈرایا۔

"لیکن ڈیڈ اگر اوزان کو پتا چل گیا ہوا کہ میں نے اسے مارنے کی کوشش کی ہے تو؟ وہ میری گردن دبا سکتا ہے تو مار بھی دے گا۔۔۔۔ مجھے نہیں مرنا ڈیڈ"

کنول کے ہاتھ پیر واپسی کا سوچ کر ہی پھولے، اعصاب اپنے کیے کا پھل بھگتنے کا سوچ کر ہی چٹخے۔

"دیکھو کنول یہ وقت ڈرنے کا نہیں ہے، ہر طاقتور کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ ایسا کیسے ممکن ہے کہ اوزان اتنی سخت الرجک ڈوز سے بچ گیا۔ کچھ تو ہے جو ہماری نظر سے چھپا ہے۔۔۔۔۔ اگر اسکی کمزوری وہ لڑکی ہے تو ہمیں ہر انتہائی قدم اٹھانا پڑے گا"

تنویر کا شعور یہ ماننے پر رضامند ہی نہ تھا کہ وہ الرجک اٹیک سے بچ گیا جبکہ کنول نے حلق تر کرنے کو تھوک نگلتے حراساں نظر ڈیڈ پر ڈالی۔

"ہمم۔ او کے لیکن آج مجھے یہیں رہنے دیں۔۔۔ میں صبح جا کر دیکھتی ہوں۔ آپ پلیز ریلکس ہوں۔"

کنول نے تنویر کو پکڑ کر کاوچ پر بٹھایا مگر تنویر کا چین و سکون غارت تھا تو کیسے آرام آتا۔

جبکہ لاونج کی ابتدائی داخلی دیوار کے پاس کھڑا وہ شخص وہاں سے ہٹ کر پلٹا اور پاشا مینشن سے باہر نکلتا باغیچے کی سمت چلا آیا۔

اسکی ایک آنکھ سفید تھی مگر وہ ہم رنگی دوسری آنکھ جیسا لینز استعمال کرتا تھا تبھی کئی سال سے کسی کی نظروں میں نہ آپایا، اس نے اپنی آنکھوں پر موجود سیاہ چشمہ اتارا، اب اسکا پیر بھی معذور نہیں تھا، سرجری کے سنگ اس نے اپنے پیر کی معذوری سے نجات پالی تھی۔

"یہ اوزان پر اللہ نے اپنا کرم ہی کر رکھا ہے کہ وہ چودہ سال سے سانس لے رہا ہے، جی رہا ہے ورنہ ان خبیثوں نے کوئی ایک دن ایسا نہیں گیا جب اسکی سانس روکنے کی کوشش نہ کی ہو۔۔۔یہ آپ مجھے کس طویل آزمائش میں مبتلا کر گئے ہیں سائیں۔ چودہ سال جب خواہش تھی کہ میں چیخ چیخ کر آپکی موت کا سچ دنیا کو بتاوں تب آپکی قسم نے جکڑ اتھا اور اب جب سچائی کھلنے کا وقت آیا تو میرا دل کرب زدہ ہو رہا ہے، ک۔کیسے سہے گا وہ آپکا سچ۔۔۔؟ کیسے؟ کیسے سہے گا وہ چودہ سال پہلے کی وہ قیامت۔۔۔؟ مجھے اوزان کو خبردار کرنا چاہیے تاکہ وہ خود پر ہوتے ان حملوں کے لیے تیار ہو سکے"

منہاس سکندر تھا وہ، آخر سامنے آ ہی گیا اور جب منہاس نے اوزان کو میسج کرنے کا سوچا اس سے پہلے ہی اوزان کو عدم کی جانب سے اس نمبر کی لوکیشن موصول ہوئی۔

اوزان بیڈ پر سونے کی ناکام کوشش کرنا لیٹا ہوا تھا، فون پر بجتی ٹون پر فون اٹھایا، لوکیشن دیکھتے ہی اٹھ بیٹھا، سنہری آنکھوں کی پتیلوں کی حرکت تھمی مگر اسی لمحے اسی نمبر سے میسج موصول ہوا۔

" دشمنوں سے بچ کر رہو اور اسے بھی بچاؤ جو بہت خاص ہے تمہارے لیے، اب کی بار حملے اور انکی سختی شدید ہے۔ دشمن تمہاری موت چاہتے ہیں، لیکن تمہیں اپنی حفاظت کرنی ہے۔۔۔۔ تمہارا خیر خواہ منہاس سکندر "

اوزان نے اس میسج کو پڑا اور فوری بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوتے بالوں میں اضطراب کے سنگ ہاتھ پھیرتے اسی نمبر پر کال بیک کی مگر نمبر بند ہو چکا تھا، اوزان نے بیزاری کے سنگ فون میٹرس پر پٹخا، گہرا سانس کھینچ کر آزاد کیا۔

"مطلب یہ منہاس سکندر، پاشا مینشن میں ہے؟ لیکن یہ بیک وقت دادا کے ساتھ بھی تھا۔۔۔۔ مجھے کل ہی تم سے ملنا ہو گا منہاس سکندر۔ شکر ہے کوئی تو سراغ ملا۔۔۔۔ عدم کو کہتا ہوں اس سے ملے جا کر، میرا پیغام دے"

اوزان نے خود کلامی کرتے ہی فون واپس جھک کر فون اٹھایا اور عدم کا نمبر ملایا، اس نے جو لسٹ بنائی اس میں منہاس سکندر نامی کوئی آدمی نہ تھا جس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ منہاس اپنا نام اور خلیہ بدل کر فیروز اور تنویر کی جڑوں میں پچھلے چودہ سال سے گھسا ہوا ہے اور انکے ہر ناجائز و غلط کام کی پوری تفصیل جمع کیے انکی عبرت کی بھرپور تیاری کیے ہوئے ہے، جو ظلم اسکے بقول دایب انصاری کے ساتھ ہوا، اسکی سزا بھی شاندار ہونی اہم تھی۔

"یہ کام بہت رازداری سے ہونا چاہیے عدم، اسے کہو اوزان اس سے کل ہی ملنا چاہتا ہے۔ میں اس معاملے میں دیر نہیں کرنا چاہتا"

اوزان کے لہجے سے بے قراری ٹپک رہی تھی جبکہ عدم نے فوری مطمئین کرتے رابطہ توڑا مگر پھر اسکی سنہری آنکھیں سرخ ہونے لگیں، کچھ سکون وہ لڑکی تباہ کر گئی اور کچھ یہ حقائق چھین بیٹھے۔

"چودہ سال لگ گئے مجھے، آپکے بعد آپکی موت نے بھی لمبی آزمائش لی میری بابا۔ لیکن میرا دل بھی ایزل مریم کی طرح خوش فہم ہے، یہ خوش فہمی خدا نہ کرے غلط فہمی نکلے۔۔۔۔ ایک لمحہ بھی مزید انتظار بہت مشکل ہو رہا ہے"

خود کلامی کرتے اوزان کی آواز میں کرب تھا تو آنکھوں میں تکلیف، لیکن پھر نظر میز پر رکھی ٹرے پر گئی تو بے اختیار وہ ظالم لڑکی یاد آکر اوزان کے ہونٹوں پر دلگیر تبسم جگا گئی۔

بھوک تو اسے بھی لگ رہی تھی سو اٹھ کر وہ کاوچ کی سمت بڑھا اور مینیو دیکھتے دل کو کھانے پر آمادہ کیا، ایزل مریم نے دلیم کے ساتھ مکھن والی روٹی

بنائی تھی جبکہ چائینیز رائس بھی لک وائز بہت مزیدار تھے، کھانا چونکہ گرم روٹی پاٹ اور دوسرے ڈھکے پاٹ میں تھا سو ٹھنڈا نہ ہوا۔

اوزان نے سٹمک کو ایزی رکھتے بس تھوڑا سا کھالیا۔

جبکہ تیسری جانب پنار نے جب ممی کے ری ایکشن کا رات کال پر دیان کو بتایا تو فکر مند وہ بھی ہوا، مشائم کے لیے اسکی فکر زیادہ تھی۔

"اسکے روم میں جا کر دیکھو وہ رو تو نہیں رہی، وہ بہت سینسیٹیو ہے پنار"

وہ وڈیو پر تھے جبکہ دیان کے کہنے پر وہ فوری مسکرا کر اپنے کمرے سے نکلی اور میشی کے روم کی طرف بڑھی۔

وہ المان والا تکیہ دبوچ کر نیند میں اتری تھی جسے دیکھ کر پنار کا دل تڑپا اور وڈیو کے تھرو اس نے دیان کو بھی میشی دیکھائی۔

"تھینکیو"

وہ اسکے کمرے سے نکلی تبھی دونوں کی نظر ملی، وہ بیڈ ہر بنا تکیے کے لیٹا تھا جبکہ پنار نے اسکے تھینکیو کو ہوا میں اڑایا اور واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

"میں میشی کو ہر ممکنہ اداسی سے نکالوں گی آپ فکر مت کریں، بہت پیاری ہے نہ میشی آپکو"

دیان کی مشائم کے لیے محبت بہت خاص تھی، جتنا وہ اسے ستاتا تھا جب سے وہ شادی کر کے گئی وہ اسکے لیے اتنا حساس ہو گیا۔

"بہت پیاری۔ اور ہاں تمہاری ممی کے اعتراضات اپنی جگہ درست ہیں پنار۔ میں بھی جانتا ہوں یوں ایک ہفتے میں رخصتی بہت ہی نامناسب مانگ ہے لیکن میں اپنی زندگی کو جلد از جلد ایک ٹریک پر لے جانے کا خواہش مند ہوں۔ اگر یہ بات تم انکو نہ سمجھا پاو تو بتانا۔ میں ان سے خود ملنے آوں گا اور انکو قائل کرنے کی کوشش کروں گا"

وہ اس وقت سنجیدہ تھا تبھی پنار مسکراتی واپس آکر میٹرس پر بیٹھی اور تکیہ گود میں لیا، وہ اس عام سی کیفیت و حالت میں بھی پنار کی دھڑکنیں زیر کر رہا تھا۔

"آپ کو میں ایویں لاپرواہ، بے حس اور لاتعلق شخص سمجھتی تھی۔ آپ تو ہر رشتے کا تقدس، ہر معاملے کی نزاکت بہت خوب سمجھتے ہیں۔ آپ بہت ماہر نکلے دیان آریز، بنا کسی حق کے آپ نے اتنی پیاری پنار کو خود پر کھلنے کی اجازت ہی نہ دی"

وہ اسکے شکوے پر انتہائی خوبصورت مسکرایا، وہ یوں دور سے بھی من و ذہن مائل کرنے کا اہل تھا۔

"میرے پاس آو گی تو خود کو تم پر کھولنے کی حدیں ختم کر دوں گا، بائے دا وے تمہارا فیورٹ کلر پیچ میرون اور اولیو ہی ہے یا چوائز بدل

دی۔۔۔۔ایکچولی میں تمہارا اور اپنا ویڈنگ پیئر ڈریس خود اپنی پسند کا بنوانا

چاہتا ہوں۔۔۔۔"

اسکے اول جملے پر پنار نے لب دبائے اسے دیکھا، دھڑکنیں

ابتر ہوئیں اور اگلے ہی لمحے دیان کی خواہش اور شادی کو لے کر اتنے

پرجوش ہونے پر پنار کے دل کی حالت ایسی نازک ہوئی کہ گھبرا کر اس نے

لب اک دوجے میں پیوست کر لیے۔

"نو میرا فیورٹ کلر اب بلیک ہے، کسی کی کلر آنکھوں سے انسپائر ہو گئی

ہوں"

وہ بھی تو پنار تھی، کیسے اپنے منہ سے سیدھا اعتراف کرتی، دیان آریز کی روح

تک جھانک لیتیں تیز اور آنچ دیتی نظریں، پنار کے شوق و لطف کو بڑھا رہی

تھیں۔

"سیاہ لہنگا تو پہننے سے رہی تم، چلو کوئی یونیک سی میچنگ کل ڈیسائیڈ کرتا ہوں۔ میشی سے ہلیپ لوں گا۔ لیکن جو بھی ہوا تم پسند کرو گی۔۔۔ بھلے تھوڑی بولڈ لک کیوں نہ ہو"

دیان نے اسے سچ میں اپنے ارادوں سے خوفزدہ کیا۔

"بولڈ نہیں پلیز، فیملی فنکشن ہوتا ہے شادی دیان"

پنار نے بوکھلا کر فوری منع کیا۔

"ارے یار جسٹ تھوڑا بیک لیس ہو گا، اور فکر مت کرو تمہارا بھاری آنچل سب فیملی کے آگے تمہاری عزت بچا لے گا"

دیان نے جیسے خرافاتی پلین بنایا، پنار کا حلق خشک پڑا۔

"اوہ ہیلو آپ بھول رہے ہیں کہ ہم فسٹ نائیٹ صرف باتیں کریں گے، تو پھر یہ بولڈ ڈریس کی کیا تک بنتی۔ آپ یہ ارمان ابھی دل میں دبا لیں، جب

پنار چاہے گی تبھی آپکی یہ عیاشیاں ہوں گی۔۔ سو شرافت سے بیک والا ڈریس ہو اور کمر اور پیٹ اتوو سا بھی دیکھائی نہ دے ورنہ میں آپکے پاس اپنے کسی پھٹے پرانے جم سوٹ میں ہی ملبوس ہو کر رخصت ہو آوں گی"

پنار کی اتراہٹ اور غرور بھری دھمکی پر وہ بنا کسی خمار کے ہنس پڑا۔

"باتیں تو ہوں گی ہی لیکن تم بھول رہی ہو تمہیں اظہار بھی تو چاہیے مجھ سے ۔ہاں تھوڑا سا ٹائم ہم اظہار کو دیں گے پھر واپس انسان بن کر باتیں کر لیں گے"

وہ جس سہولت سے دبی دبی شرانگیزی سے سب ڈیسائیڈ کیے بولا، پنار کو دیان آریز سے خوف آیا۔

"نو۔۔۔ صرف باتیں۔۔۔ اب بند کر رہی ہوں نیند آرہی ہے"

وہ بندہ فون پر ہی اسکو بوکھلا کر رکھ گیا جبکہ پنار نے فون بند کرتے کرتے دیان کے روکنے پر لمحہ بھر اس شخص کو دیکھا۔

"ممی کو قائل کرلینا، کیونکہ تمہارے بغیر اب سونا بھی مشکل ہو رہا ہے میرے لیے۔ آئی ہوپ تم سمجھ گئی ہو گی۔۔۔۔۔ مجھے انتظار رہے گا"

وہ یہ سب بے بسی جیسے کہہ کر کال بند کر گیا، پنار سے سانس لینا مشکل کر گیا۔

اتنی پر اعتماد لڑکی ہو کر وہ دیان آریز کے سامنے کوئی اور ہی پنار بن جاتی اور پنار کو اپنی اس کیفیت سے عشق ہو رہا تھا تبھی تو وہ مسکرا دی۔

جبکہ دوسری جانب جواد نے رات بھر عائشہ سے قطع کلامی کرنے کی ٹھانے جب یہ سب خان سانول سیال کو بتایا تو وہ بھی عائشہ کی عقل پر ماتم ہی کرتے دیکھائی دیے۔

"ہمم پتر یہ عورت کی مٹی میں اپنے من پسند مرد کے لیے یہ جنونیت قدرت نے سوئی دھاگے سے پروئی ہے، اب جب کہ اس نے سب کہہ کر دل ہولا کرلیا تو تیرا ابھی کام بنتا ہے اسے پیار سے قائل کر۔ خبر دار اگر میری بہو سے

تھنا سوجایا تونے۔۔۔ خیر سے بچے بیاہ دیے پر تم دو کی لاڈیاں نہ ختم ہوئیں۔۔۔"

باباسائیں سے بات کر کے وہ قدرے بہتر ہوئے ورنہ انکا سر پھٹ جاتا لیکن پھر بھی وہ آج عائشہ سے بالکل بات نہ کرنے کا فیصلہ لے چکے تھے۔

وہیں الماں سیال کے لیے بابا سرکار کے لوگوں نے شاندار کھانے کا انتظام کیا پر وہ انکے منہ پر انکا دیا مارے صرف کل کا منتظر تھا۔

اور کل کتنی بھیانک تھی یہ الماں سیال کا دل ابھی سے اسے بتا کر خوفزدہ کر رہا تھا۔

اسد نے تمام شہیدوں اور زخمیوں کو واپس ملٹری بیس پہنچایا، میجر گلزار خود الماں کے وہیں رک جانے پر تکلیف کا شکار تھے مگر وہ لوگ الماں سیال کو یوں دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے تھے سو ایک بڑے حملے کی

تیاری شروع کروائی جاچکی تھی جو منہ اندھیرے بابا سرکار کی دنیا دہلانے کو کیا جانا تھا۔

الماں کو ان سیاہ چار دیواری کے بیچ یاد تھا تو اپنا فرض، جبکہ مشائم کے آنسو بھی سانس لینے کو تنگ کرتے دیکھائی دے رہے تھے۔

..________________________..

زینو روم میں جب آئی تو تھوڑی دیر خوامخواہ رونے کے بعد وضو کیا، عشاء کی نماز پڑھی اور چینج کیے وہ آ کر سونے کے لیے لیٹ گئی تو پھر سے اوزان دایب کو سوچ کر آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

وہ روتی منہ بسور کر اوزان کے اسے چپ چاپ خود سے دور جانے دینے کو سوچتی کب کچی جبراکی نیند میں اتری کچھ خبر نہ ہوئی مگر جب اوزان نے اسکے پاس لیٹتے اسکے سر کے نیچے سے بازو گزار کر اسکی کروٹ اپنی سمت پلٹائی تو وہ نا صرف اسکے وجود میں پوری رضا سے سمٹی بلکہ نیند کچی ہونے کے سبب

سانسوں میں گھلتی اوزان کے جسم سے اٹھتی کلاکاشی امبر بلینڈ کی مدہوش کن خوشبو کے تیز جھونکے پر جاگ بھی گئی۔

اسکی آنکھوں کے نم کنارے اوزان نے اسکو اپنی بازووں کے حلقے میں جکڑتے چومے تو وہ پھر سے ناراضی سے منہ پھیر گئی، وہ منہ ھیر لیتی بھی حسین تھی۔

"اب کیوں آئے ہیں میرے پاس، جائیں وہیں سوئیں"

وہ چہرہ پھیرے روتو سی منمنائی مگر تب جسم و جان کا نشاط بڑھا جب اوزان نے اسکی ملائم رخسار سے قریب سر کتے لب جوڑے اور اسکو اپنے سینے میں بسائے اپنے ہونٹوں کو اسکی گال سے کئی لمحے جوڑے رہا۔

اسکے ہونٹوں کی حرارت زینو کو اپنے رخسار میں اترتی تڑپاتی جب نڈھال کر گئی تو زینو جھٹکے سے دور ہوئی اور گردن پھیرے اوزان کو ڈوبی ڈوبی خفا آنکھوں سے دیکھا۔

"مت کریں ا۔۔اوزان"

وہ اس وقت یوں تھی کہ بس بات ملتی اور رو دیتی۔

"گفٹ نہیں لو گی؟ڈنر تو میری طبعیت کی وجہ سے کینسل ہو گیا"

وہ اسکے جواب کو سن کر اداس ہوئی۔

فوری اسکی طرف کروٹ بدلی، ایسی قربت میں سانس لینا زینیش کی سب سے بڑی خوشی تھی۔

"آپ میرے لیے گفٹ لائے ہیں، کہاں ہے؟"

اوزان کا ہاتھ تھامتے خامشی سے اسے تکنے کے بعد زینو نے اداسی و تجسس سے استفسار کیا تو وہ زرا اوپر کو اٹھے بے آرام ہوا اپنی جینز کی جیب میں دبی کوئی چیز نکالنے لگا جس پر زینو نے تب آنکھوں میں افسردہ سی مسکراہٹ سجائی جب اوزان نے وہ خوبصورت سی پرنسیس کراون والی چھوٹی سی لپ

سٹک نکال کر زینیش کی ہتھیلی میں تھمائی، وہ پہلے تو وہ حیران ہوئی پھر اس قدر کیوٹ گفٹ پر ہنس پڑی۔

اس کے کیپ پر پرنسیز کراون یعنی نگوں والا تاج بنا تھا جبکہ وہ آدھی لپ سٹک اور آدھا گلوز تھا، اور کلر بھی نیچرل پنک جو وہ اکثر زینو کو ہونٹوں پر لگائے دیکھتا تھا۔

"لپ سٹک؟ آپکو کیسے پتا کہ مجھے لپ سٹک لگانا پسند ہے"

وہ اسکے پاس سیدھی لیٹی مسکرا کر اس لپ سٹک کو کھول کر خوشی سے زرا گردن گھمائے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"میرے سٹمک میں کافی جمع ہو گئی ہے، اسی سے اندازہ لگایا"

وہ ہرگز شرارت پر آمادہ نہ تھا لیکن جب زینو کو اسکی بے باک بات سمجھ آئی تو وہ کان کی لو تک سرخ ہوتی اسے گھوری۔

"کس قدر کھلی زبان ہے انکی"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ ناصرف کروٹ بدل گئی بلکہ اس خوبصورت تحفے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے سے لگایا۔

اوزان نے اسکے عقب سے لگتے اپنی بازو زینو کے گرد باندھی، اسکے بالوں سے اٹھتی خوشبو ان ہیل کرتا وہ کوئی دیوانہ ہی لگا۔

"تمہیں پسند آیا گفٹ؟"

اوزان کی سرگوشی پر وہ دبا دبا بنا پلٹے مثبت مسکائی۔

"بہت، اسکا شیڈ میرا فیورٹ ہے۔"

وہ پھر سے اسکو دیکھنے لگی، مٹھی میں لپ سٹک جکڑی تھی اور وہ ہاتھ دل سے لگا رکھا تھا دوسرا ذرا گردن گما کر اوزان کے رخسار سے۔

"ویسے اصل گفٹ یہ نہیں تھا، یہ تو مجھے اچھی لگی لے لی۔۔۔ دس ون از یور ٹوڈے گفٹ"

زینو نے مسکرا کر اسے دیکھا جسکی اسکے گرد بندھے ہاتھ کی مٹھی پھر بند تھی جب کھلی تو زینو ہنس پڑی۔

وہ روز گولڈ کیوبک زرکونیہ سٹیٹ منٹ نیکلس تھا جسکی خوبصورتی سراہنے کے لیے زینو نے بے اختیار اوزان کی گال پر لب رکھے، اسکی یہ شرمیلی ادا کیسے اوزان کو سنبھلنے دیتی، وہ لمحے میں اوزان دایب انصاری کے دل کے تار چھیڑ گئی۔۔

"یہ بھی میرا فیورٹ ہے، میں نے اونلائن دیکھا تھا کچھ ماہ پہلے۔ سوچا تھا اسے ضرور لوں گی۔ میں اسے پہن لوں کیا۔۔۔ لیکن یہ والا اتارنا پڑے گا، یہ بابا کی نشانی ہے"

زینیش نے اپنی گردن میں پہلے سے موجود اپنے فیورٹ نیکلکس کو جب یعقوب حیدر کی نسبت سے عزیز بتایا تو اوزان نے اسے روکا۔

"نو، باباوالا ہی پہنو۔۔۔۔ یہ تمہارا گفٹ ہے تم جب مرضی پہننا۔ نو ایشو"

اوزان کے یوں مان جانے پر وہ جس طرح جذب بھرا مسکرائی اسکی آنکھوں میں نمی اتری۔

"تھینکیو۔۔۔ میں ان کو بھی سنبھال کر رکھوں گی، اوزان۔۔۔ میری امید ۔۔ رومیو جولیٹ تو آپکے فارم ہاوس ہی رہ گئے نہ۔۔ وہ اداس نہ ہو جائیں۔ کل انکو یہاں لے آیئے گا پلیز"

زینو نے لپ سٹک اور چین دونوں بہت پیار سے سائیڈ میز پر رکھے اور جیسے درخواست کرتی واپس اسکی طرف کروٹ بدل کر لیٹے بولی، اوزان نے اسکی خوبصورت آنکھوں میں فرصت سے تکتے سرور کے سنگ سر ہلایا۔

"آجائیں گے، اور کچھ ؟"

وہ اس کی اس درجہ توجہ اور نزدیکی پر زرا بوکھلائی۔

"آپ نے کھانا کھایا؟"

زینش نے ہچکچا کر پوچھا تو اوزان نے سر اثبات میں بس ہلایا، وہ اتنی قریب تھی کہ اوزان کے دل کی دھڑکن کو محسوس اور اسکے ہونٹوں کو چوم کر آزاد ہوتی سانس کو ان ہیل کر پا رہی تھی۔

"اور میڈیسن؟"

زینو نے نظر لحظہ بھر جھکا کر پھر اٹھائی جس پر وہ وجیہہ ساحر نفی میں سر ہلا گیا۔

زینش نے بنا اس سے پوچھے اسکے پہلو کو خود سے محروم کیا، اسکے پاس سے اٹھ کر بیڈ سے اتری، لپ سٹک اور چین کو احتیاط سے لے جا کر جیولری باکس اور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور گھوم کر سائیڈ ٹیبل کے پاس آئی، اوزان کی طرف اپنی ہتھیلی پھیلائی تا کہ وہ اٹھ کر بیٹھے اور اسے میڈیسن دی، اوزان

پانی پیے گلاس واپس اسے پکڑائے واپس تکیے پر سر گراتے میٹرس پر لیٹا جبکہ زینیش نے گلاس کو ربوتل پر دیا اور پلٹی، اوزان دایب نے اپنا خوبصورت ہاتھ پھر سے اسکی طرف بڑھایا۔

وہ بنا کوئی اعتراض اسکے پاس نہ صرف بیٹھی بلکہ اوزان کے تکیے پر ہی سر رکھا۔

"اب سو جائیں"

وہ اسکی گھبرائی کیفیت دیکھ کر مبہم مسکرایا۔

"تمہیں دیکھ بھی نہیں سکتا کیا؟"

وہ اپنی بازو اسکے سر کے نیچے سے گزارتا زینیش کو پھر سے بے بس کیے اپنے قریب سرکا گیا جس کے حواسوں پر اوزان کا گھنبیر بوجھل لہجہ، جذبات، حاوی ہونے لگے۔

"دیکھ سکتے ہیں"

وہ پلکوں کی جھالر اس اعتراف کے ساتھ آنکھوں میں گرائے منمنائی،
اوزان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار سے ہتھیلی جوڑی تو وہ اپنی ہتھیلی اسکے ہاتھ پر جما گئی، وہ اسے دیکھ رہا تھا جو اوزان کی صرف آنکھوں مئں نہ دیکھ رہی تھی باقی اسکی نظر اسے ہر سمت سے دریافت کرتی محسوس ہو رہی تھی، کبھی وہ اسکی گردن، کبھی چہرے کے خدوخال، کبھی کشادہ شانے کبھی کسرتی سینے کا مطالعہ کرنے لگتی۔

اوزان دایب کے لباس سے اٹھتی مسرور کن خوشبو زینیش کی دھڑکنیں تیز کرنے لگی تو اسے اس خاموشی سے خوف آیا۔

"اوزان یا سو جائیں یا کوئی بات کرلیں۔۔۔۔ مجھ سے یہ چپ برداشت نہیں ہوتی"

زینو نے بہت کرب سے آنکھیں اوزان سے ملائیں جو بنا کہے بھی کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے سے ہی زینیش پر عیاں کر رہا تھا۔

"مجھے تمہارے اور اپنے بیچ ایسی چپ ہی تو پسند ہے زینیش، مجھے سلا دو۔ میرے درد جاگ رہے ہیں، اگر وقت پر نہ سویا تو اپنے جسم کے آرام کو کسی بھی طرح پانے پر مجبور ہو جاوں گا پھر تم تو کیا میں خود بھی خود کو روک نہیں پاوں گا"

اوزان دایب کبھی اپنے منہ سے یہ بھی کہے گا، زینیش کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا تبھی تو اسکی پلکیں اس درجہ کھلے انداز گفتگو اور مدہوش بے خودی پر آنکھوں پر لرز کر رہ گئیں۔

"مجھے لوری نہیں آتی سمجھے آپ، مجھے نیند آ رہی ہے"

وہ اسکا مفہوم سمجھ چکی تھی تبھی جان بچانے کی سبیل کی اور اوزان نے اسے کروٹ بدلنے سے بالکل نہ روکا بلکہ خود بھی بازو زینیش کے سر سے نکالے ٹھیک سے لیٹا اور آنکھیں موندیں۔

لیکن پھر ایک منٹ ہی گزرا کے وہ واپس پلٹی۔

چین تو اسکا بھی لٹ گیا تھا۔

"اوزان"

وہ تڑپ کر اسے پکاری تو وہ بند آنکھوں سے ہی نرمی سے ہنکارہ۔

"آپکو اپنا حق چھیننا نہیں آتا؟"

زینیش کا رند اسوال اسکے خوبصورت ہونٹوں پر دبی سی ہنسی جگا گیا۔

"نہیں، تم چھیننے نہیں دو گی۔ تمہاری آنکھوں میں دیکھ کر میرے تم پر ظلم ڈھانے کے سارے ارادے جھاگ بن جاتے ہیں۔ میرا سکون یہی ہے کہ

تم میرے پاس ہو، تمہارے جسم کی حرارت محسوس کر رہا ہوں، تمہارے دل کی دھڑکن سن رہا ہوں۔۔۔اس سے زیادہ کی کسے چاہ ہو گی"

اوزان دایب نے یہ جواب دے کر ستم ڈھایا، وہ اٹھی اور زرا سا اوزان پر جھکی، اب بھی اوزان کی آنکھیں بند تھیں بس سینے پر رکھا ہاتھ خود پر آدھی جھکی زینو کے اطراف آگیا، زینیش نے ایک ہاتھ اسکی گردن تلے پچھلی جانب سے گزار کر سر تلے ہتھیلی رکھی جبکہ دوسرے سے وہ اسکے سینے کو سہلا رہی تھی۔

"میں نے اس وقت یہ کہا تھا کہ میں پیار کرتی ہوں آپ سے"

اپنے ہونٹوں کو اوزان کی گال سے جوڑے ہی وہ دبا دبا بولی، اوزان کے ہونٹ پھیلے، سرور ہی ایسا تھا۔

"سن لیا تھا میں نے"

وہ آنکھیں کھول کر ہنسا تو وہ بھی لب اسکے عارض سے جدا کرتی ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے گھوری۔

"ت۔تو پھر"

وہ دبا سا منمنائی، آنکھوں میں خوف لیے۔

"سیم ٹو یو تبھی کہا تھا"

وہ اب بھی اسکے بے جان سے جواب پر خوش نہ ہوئی۔

"بہت برے ہیں آپ"

اس سے پہلے وہ روتی ہوئی اس سے دور ہوتی، اوزان نے اسکی کمر میں جکڑی بازو ٹائیٹ کرتے اپنا چہرہ سر کے سہارے زرا اوپر اٹھائے اسکے سانسوں کو نرمی سے ان ہیل کیا، اسکے لمس میں ایسی کشش تھی کہ زنیش نے اسکے سینے پر جکڑی ہتھیلی میں شرٹ جبکہ دوسرا گردن میں لپیٹے ہاتھ کے ناخن اوزان

کی گردن میں چبھو ڈالے جس پر وہ دبا ہوا اس لڑکی کی بخشی پہلی جلن و چبھن کر پر سرور سا ہنسا۔

"اپنا بنالوں آج ہی تمہیں؟"

وہ جو آنکھیں سختی سے موندھے اسکے لمس اسکی سانسوں کی حرارت میں مدہوش و خوفزدہ ایک ساتھ تھی، یکدم آنکھیں کھول کر اوزان کی خمار کے غلبے سے بھری آنکھوں میں خوفزدہ و حراساں ہو کر دیکھتی دور ہوئی۔

"ایسے خود پر اختیار دے دو گی، مزاحمت ترک کر دو گی، میرے جنون کی آتش کو ہوا دو گی تو صرف تمہیں اپنا بنانے کی آخری راہ بچے گی میرے پاس"

اوزان دایب کے ایسے بےباک الفاظ اسکی روح تک کو حرارت بخش گئے۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔"

وہ اس سے دور ہونے پر سانس سی اکھڑنے پر مچلی جبکہ اوزان نے جھٹکے سے اسے واپس قریب کیا۔

"کیوں نہیں"

وہ اب خود پر قابو نہ کر پایا۔

"د۔ دور ہو جائیں پلیز۔۔۔۔ اوزان آپ مجھے بہکاتے ہیں۔۔ بہت برے ہیں۔۔۔ اللہ آپکو پوچھیں گے دیکھنا۔"

وہ روتی ہوئی خود کو اسکے قریب بے بس پڑتا محسوس کرتی اس کی گرفت میں مچلی تو وہ ساری خماری ہٹاتا ہنسا۔

"شوہر کو ثواب ملتا ہے اپنی بیوی کو بہکانے کا، ثواب کما رہا ہوں کمانے دو۔۔۔۔"

اوزان کے مسلسل جان لینے پر وہ سچ میں بر اروتی اسکے سینے میں دبکی۔

"اچھا اچھا تم مجھے نیکی بھی نہ کرنے دینا اب، نہیں کر رہا۔۔۔۔ سو جاو۔ فوت مت ہو جانا"

ساری شرارت، بے خودی ختم کیے وہ پیار سے اسے خود میں بسائے اس بار سچ میں شریر سا ہوئے مسکرایا مگر وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو چکی تھی تبھی اوزان کے سینے سے چپکی گہرے گہرے سانس بھرتی کچھ دیر تک ویسے ہئ نیند میں روتے روتے اتری جبکہ اوزان کے لیے آگ پکڑتے جذبات کو سرد کرنا مشکل تو تھا پر ناممکن نہیں، زینیش اسکا ہر طرح سکون ہے ابھی یہ سوچ ہی راحت دینے کو بہت زیادہ تھی۔

..______________________________..

حسیب کو واپسی تک گیارہ بجے، وہ آسیہ کو آرام کرنے کا کہے خود سیدھا اماں سائیں کے کمرے میں آیا۔

"طبعیت کیسی ہے اب آپکی؟"

صائمہ خانزادہ کی طبعیت بالکل ٹھیک تو نہیں لیکن جب سے بہار آئی وہ تب سے کچن میں آسیہ کے ساتھ رات کا کھانا بنانے ، پھر بہار کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا کر اسے آرام کرنے کا کہے خود بھی ابھی کمرے میں آئیں تو حسیب بھی پہنچ آیا۔

"ٹھیک ہوں پتر ، پر بہار کو دیکھ کر دل بڑا اتڑپا۔ نمانی کو نہ ماں کی طرف سے سکھ ملا نہ باپ بہن کی جانب سے۔اب ہم پر فرض ہے کہ اسکو خوش رکھیں۔۔۔بس تو اسے کہہ دینا اب یہ ماڈلنگ ایکٹنگ چھوڑ دے۔ایک بار پہلے بھی اس موئے شعبے نے میری پیاری سہیلی فائزہ کی زندگی اجاڑی تھی۔۔۔اسے کہہ وہ تیری اور گھر کی بن کر رہے تو یہ ماں اسے ہاتھ کا چھالہ بنا کر رکھے گا۔۔۔۔۔پتر میں اب کوئی بھونچال نہیں سہہ سکتی"

وہ اماں کے پاس ہی بیٹھا جب وہ تاسف سے اسے بولیں جس پر حسیب نے انکا ضعیف ہاتھ پکڑے چوما۔

"وہ اب میرے سوا کسی جوگی رہی بھی نہیں اماں، ہر چیز اس نے میرے نکاح میں آتے ہی بہت پیچھے چھوڑ دی۔ میں آپکی محبت اور شفقت کا قرض دار ہو گیا ہوں۔ سچی میری اماں جیسا اس دنیا میں کوئی نہیں"

حسیب یوں کھل کر لاڈ بہت کم کرتا تھا تبھی تو صائمہ خانزادہ کا چہرہ شرارت کا ترجمان دیکھائی دیا۔

"سچی بتا یہ تو مجھے مکھن تو نہیں لگا رہا کہ میں تجھے بہار کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دوں۔ سوچیں وی ناں۔۔۔۔"

اماں کے واپس دبنگ بننے پر حسیب نے فوری مصنوعی منہ بگھاڑا۔

"تو اگر رات نیند سے ڈر کر وہ اٹھی؟ میں پاس نہ ہوا تو پھر روئے گی نہ۔۔۔ ظلم نہ کریں نہ اپنی معصوم سی جان پر اماں۔۔۔۔ یہ شادی کی رسم تو دنیا داری ہے۔ اصل تو نکاح ہے نہ۔۔۔ سو میرا اس پر پورا حق بنتا ہے"

حسیب کی مسکینی پر وہ بھی دبادبا مسکرائیں اور ہاتھوں کے پیالے میں حسیب کا چہرہ بھرے ماتھا چوما۔

"اچھا جا پاس رہ اسکے پر کوئی چن نہ چڑھالوئیں۔۔۔۔بچی ابھی بیمار ہے۔ تھوڑی بہتر ہو جائے تو دلہن بنے گی تیری تاکہ علاقے والوں کو بھی پتا چلے خان بہادر کی بہو آچکی ہے سو اب ولیمہ ہی کریں گے تم دو کا۔اب وہ تیری ہے پر آج تو نے کوئی ترسی بے لگام حرکت کی اس بیمار بچی کے ساتھ تو لیتر پڑیں گے تجھے وہ بھی چکنے"

حسیب اماں کی دھمکی پر ہنستا اٹھا، لتر تو اس نے بہت کھائے پر اب چکنے لتر کھانے کا شوق بھی چڑھا تھا۔

"یہ سننے میں اتنے مزیدار ہیں کہ دل چاہتا کھا ہی لوں۔جب آپ نے اسے میری کہہ دیا اماں تو پھر حرکتیں تو سرزد ہوں گی۔۔۔۔ آپ بچے کی جان لیں گی کیا اب۔۔۔"

حسیب نے آنکھیں چنی کیے جس آفت خیزی اور بے باکی سے کہا، اسکے اگلے کھلے الفاظ اسکی اماں تک کو شرم سے پانی کر گئے۔

"ٹھہر جا تو کھوتے، بے شرم۔۔۔"

اس سے پہلے صائمہ اپنی جھک کر زمین سے چپل اٹھاتیں، وہ ہنستا ہوا کمرے سے دوڑ گیا اور خود صائمہ بھی اپنے بچے کی اس درجہ بے خودی و بے تابی پر ہنس پڑیں۔

"تو جیسے مرضی اسے خوش رکھ، بس تیرا ہاسا سلامت رہے اماں سائیں کی جان۔۔۔ ربا میرے ان بچوں کو سکون دینا، ایک دوسرے کی راحت بنا، ایک دوسرے سے سکھ پائیں"

آج تو صائمہ خانزادہ کی آنکھیں بھی نم تھیں، جھولی بھرے اپنی ساری دعائیں اپنے بچوں کو سونپ کر وہ خود بھی پر سکون ہوئے سونے کو لیٹ گئیں۔

اسی مسکراتے چہرے کے سنگ وہ اپنے کمرے میں آیا تو نرم گداز میٹرس پر لحاف میں دبکا ہوا وہ ملائم، پیارا وجود نیند میں اترا تھا، حسیب کی شرارتی آنکھوں میں لمحہ لگے محبت اتری، وہ اسکو خود بھی آج بہت سا قریب لانے کی خواہش محسوس کر رہا تھا۔

وہ جیکٹ اتار کر ٹائیٹ شرٹ کی آستینیں چڑھاتا اسکے پاس ہی سرہانے کی اور بیٹھا، نرمی سے اسکے کھلے تکیے پر پھیلے بال تکتے سہلانے لگا۔

وہ اس شخص کے لمس کے قوی اثر پر کسمسائی اور آنکھیں کھولتے جب پاس بیٹھے حسیب کو دیکھا تو مندی مندی آنکھوں سے مسکراتی اپنا سر حسیب کے دہرے کیے گھٹنے پر رکھے اسکا ہاتھ اپنے دونوں گرم ہاتھوں میں مقید کر گئی۔

"کیا میرے چھونے نے بے آرام کر دیا، جاگی کیوں۔

کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

حسیب کی ملائم سی پکار پر وہ فوری جذب سے آنکھیں کھول کر اسے تکنے لگی، انداز میں عقیدت اور چاہت کا سمندر موجزن تھا۔

"تمہارے چھونے نے ایکسٹرا آرام دیا اور اسکی عادت نہیں ہے تبھی نیند ٹوٹ گئی۔ تم کیا میرے پاس رہو گے، یہیں میرے پاس سو گے؟"

وہ اسکے گھٹنے سے سر ہٹائے واپس تکیے پر سر رکھے لیٹی تو وہ بھی پیروں کو لوفرز کی قید سے آزاد کرتا شرٹ کھینچ کر ٹھیک کیے وہیں اسکے پاس ہی لیٹا تو بہار کی آنکھوں میں جہاں تشنگی تھی، حسیب خانزادہ کے جسم کی خوشبو، دل کی دھڑکنوں کو اتنے قریب آجاتا محسوس کیے مسکراہٹ کے پھول کھلے۔

"ہاں تمہارے پاس رہوں گا"

حسیب کی آنکھوں میں خمار کا غلبہ بڑھا تو بہار نے نظر اس سے لمحہ بھر چرائی جیسے اسکے خود میں اترنے سے خوف کھا گئی ہو۔

وہ بلیک نائیٹ شرٹ ٹرواوزر ڈریس میں خاصی کمفرٹیبل تھی، آنکھیں تھوڑی تھوڑی اب بھی سوجن کا شکار تھیں مگر دل بہت تیز حرکت میں تھا۔

"آنٹی صائمہ نے اجازت دے دی تمہیں؟"

نظر واپس اٹھائے حسیب کو ہچکچاتے پر حیا نگاہوں سے دیکھا جو مستقل اسے ہی دیکھ کر ضبط توڑنے جیسی نگاہیں ثبت کیے ہوئے تھا، اسکے اک اک نقش پر پہروں رک کر سراہنے کا خواہش مند تھا، اسکے جسم کی اک اک درد کرتی رگ میں خود اپنے ہاتھوں سے سکون اتارنا چاہتا تھا۔

"ہممم۔ لیکن تمہاری اجازت ابھی بھی درکار ہے"

ضرورت سے بھاری جذب بھرے لہجے کے ہمراہ وہ بولا بھی اور بہار کے نزدیک بھی ہوا، اسکی سانس کی مہک خود میں اتاری۔

"میری اجازت؟ وہ تو تمہیں آخری سانس تک ہے"

بہار نے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے پر اگی معمولی بیرڈ کو انگلیوں سے چھوا، اس نے بہار کے قریب رہنے کو اپنی جنگلی داڑھی تو نکاح سے پہلے ہی ٹریم کروالی لیکن پھر سے نیلاہٹ چہرے ہر عیاں ہو رہی تھی، حسیب کے گلابی ہونٹوں میں حرکت تھی۔

"میں چاہتا ہوں تم سکون پاو"

حسیب نے بازو کھولی جس پر بہار سر رکھے اسکے قریب ہوئی، دونوں کے چہروں کے بیچ بہت کم فاصلہ رہ گیا تھا، سانسوں میں سانس گھلنے لگی تو جسم و جان پر حاوی تھکن کا تقاضا بڑھا، کہ تھکن اترنی چاہیے۔

"میں سکون پا رہی ہوں"

وہ اسکے پاس ہر فکر، کرب اور دکھ سے آزاد ہوئے مسرور ہو کر مسکرائی۔

"مزید پاو"

حسیب اسکے چہرے پر اپنی تشنہ نظریں جمائے ان دو لفظوں سے بہار کے جسم پر کپکپی اتار گیا۔

"حسیب!"

وہ روہانسی ہوتی اس سے پہلے رو پڑتی، اسکے ہونٹوں کے سارے لفظوں پر لگتی ملائم بندش نے اسکے جسم، دل اور خواہش کو ایک مرکز بخشا۔

"شش! زیادہ مت بولو، ہوش و حواس میں اب ہم ایک دوسرے سے صبح ملتے ہیں۔۔۔۔مجھے اس وقت تمہیں اس دنیا کی مسرور ترین لڑکی بنانے پر توجہ دینی ہے۔"

بہار کے کسی اعتراض کو اہمیت نہ دیتا وہ نرمی سے اسکی گردن کی مہروں اور نشیب و فراز میں محو ہوتے اپنے ہاتھوں کو کچھ بے باک اختیار سونپ گیا جو اس لڑکی کے جسم کے ہر خطے کو سراہنے کا شاہانہ فرض نبھانے لگے، بہار کے ہونٹوں پر انکار نہیں تھا بس اس شخص کے لب و رخسار اور حرکت کرتے

کھر درے ہاتھوں کی ملائم تر ہوتی پوریں اسے سکون و راحت کے ساتھ جلد ہی جب آرام دینے لگیں تو وہ اسکے روبرو بے جان و بے اختیار ہوئی۔

اسکے دل، روح اور جسم کو پھول کی مشابہ رکھ کر ساری رات حسیب خانزادہ نے اس میں اپنی خوشبو اتاری، اسکے انگ انگ میں جمع ہو چکی بوسیدہ تکلیف کو کھرچا، اسکے وجود کے زرے زرے میں بیٹھی مایوسی کی پیلاہٹ پر اپنی قربت کے گلاب رنگ چڑھائے، وہ کچھ نہ بولی، وہ بس اپنے اجڑنے سے مسرور ہونے تک کا سفر راحتوں، چاہتوں اور من مرضیوں کے سنگ طے کرتی رہی۔

راحت، آرام و سکون سے اس رات کے بیتتے ہی ایسی بھری کہ جسم و جان کا ہر درد حسیب خانزادہ نے لاڈ لاڈ میں اسکی رگوں تک سے کھینچ لیا۔

سحر کی ٹھنڈی خنکی اور رات کے حسین پلوں کا خمار جاگنے کے بہت دیر بعد تک بہار کے وجود، چہرے اور آنکھوں میں رقصاں تھا، فجر کی قریبی مسجد

میں ہوتی پہلی اور ابتدائی اذان پر ہی بہار جاگی، رات کا نشہ چھناکے سے ٹوٹا، ہوش وحواس جو حسیب خانزادہ کی قربت وحلاوت نے چھینے وہ بھی اک اک کر لوٹے تو بہار کا چہرہ رات کے لمحے سوچ کر سرخیوں میں ڈھلا۔

وہ جو زمانے کا آفت خیز، شرارہ اور شر انگیز کہلاتا اس وقت نیند میں گم بہار کے خوبصورت سکون کے سوا کچھ نہ دیکھائی دیا تھا۔

وہ گھبرائی، گہرے سانس بھر کر خود کو ہمت دی۔

"اللہ کا شکر ہے میں تمہارا تھوڑا ہی سہی سکون تو بنی، اب مر بھی جاوں تو یہ دکھ نہیں ہو گا کہ تمہاری محبت کا صلہ نہیں دے کر آئی۔ مجھے تم سے چند دن میں ایسی محبت ہوئی ہے، جو میرے جنون پر سبقت لے گئی۔ تم نے میری ایک رات لے کر میرے کئی دن اجال دیے حسیب"

وہ اسکے نازک وجود میں شرٹ لیس چھپنے کی کوشش میں تھا اور اسکے برہنہ چوڑے سینے سے اٹھتی خوشبو وہ کسی عطر کی طرح انہیل کرتی اسکے چہرے

کے اک اک نقش کو تکتی اس سے ہمکلام تھی جس نے اپنا آپ دینے میں حدیں پار کر دیں، اس شخص کو یوں دیکھ کر ہی بہار کو اسکے جسم کی حرارت پھر سے اپنے وجود کی گہرائی میں سرائیت کرتی محسوس ہوئی۔

لیکن جب جسم و جان میں اٹھتی تھکن نے بہار کے لیے لیٹے ہونا بھی محال کیا تو وہ اسکے حصار سے نکل کر پاس سے اٹھنے لگی مگر حسیب نیند میں بھی بڑی شدت سے اسے اپنی مہکتی باہوں کے نا جھٹکے جا سکتے حصار میں جکڑے ہوئے تھا تبھی بہار کے دور جانے کا احساس ہوتے ہی حسیب کی آنکھ کھلی۔

"کہاں بھاگ رہی ہو"

اسے جکڑتے واپس پلٹائے وہ میٹرس سے لگاتا اس کی گردن اور کان کی اور جھک کر بھاری گھمبیر و بوجھل سانسیں بکھیرے ہونٹوں کو مس کیے بولا تو وہ سہم کر اسکے تپتے لمس کی کشش سے اپنے خون کی گردش بڑھنے پر گہرا سانس بھر گئی۔

"تم نے نظر ملانے کا اختیار چھین لیا، سوچا تمہارے جاگنے سے پہلے او جھل ہو جاوں"

وہ اب تک سانس بھاری ہونے پر دقت سے بولی، لہجہ فطری شرم و ادا سے بھرا تھا اور انداز میں تھوڑا اوٹا پن تھا۔

"میں نے تمہیں خود پر حق دیا ہے کہ اب تم مجھے اکیلے سانس لینے کی مہلت بھی نہ دو، میں نے تمہیں مسرور کرنے کی کوشش میں کافی رائتہ پھیلا دیا۔ بہک گیا تھا، یاد نہیں رہا صرف تمہیں مسرور کرنا ہے۔۔۔ جب مجھے سکون ملنے لگا تو سوچا میں بھی مسرور ہو کر پیارا لگوں گا۔۔۔۔"

وہ جیسے اس سے رات حد توڑنے پر معذرت خواہ تھا، بہار نے نم ہوتی آنکھوں سے تکتے اپنے ہونٹوں سے اسکی مضبوط ہتھیلی پکڑے چومی۔

"تم مسرور کرتے ہوئے اور ہوتے ہوئے دونوں صورتوں میں بہت پیارے لگ رہے تھے، یہ سب تم نے محبت میں کیا ہے نہ حسیب۔۔۔ ترس تو نہیں کھایا مجھ پر؟"

وہ اب بھی گزری مدہوش کن رات کو اک خواب ہی سمجھ رہی تھی اور جب حسیب نے اسکی کمر کے اطراف بازو لپیٹے اسکا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لے جاتے سانسوں میں سانس بھرتے اسکی اداس مسکراہٹ کے افق کو چھوا ،ان میں اپنا سانس لینا تحلیل کیا، وہ آنکھیں موند کر اس راحت میں سرشار ہوئی۔

"ترس کیوں کھاوں تم جیسی بلا پر۔۔۔ تم تو ایک نظر آمادگی اور خودسپردگی کی مجھ پر ڈال کر ہی میرے حواس چھین سکتی ہو۔ تبھی تو تمہارے بیمار ہونے پر بھی رحم نہیں کھایا حسیب خانزادہ نے۔۔۔۔"

وہ اسکے نڈھال چہرے اور وجود کی ہر رمز سے واقف تھا اور تبھی وہ شرمگیں سا ہنسی۔

"لیکن اگر صائمہ آنٹی کو پتا چلا تم نے انکی رعایت کا کتنا غلط فائدہ اٹھایا، سوچ ہے کتنی پٹائی ہو گی تمہاری"

وہ اسکے سحر سے بچنے کو اسے ڈراتے بولی جبکہ حسیب اسکی شہہ رگ، رخسار اور گردن کی جلد مسلسل ہونٹوں سے چھوتا بہار کی حالت غیر کر رہا تھا۔

"منظور ہے پٹائی بھی، میرے بہکنے نے تمہیں ٹھیک کر دیا۔ ایسے بہکنے پر حسیب قربان جائے"

وہ اسکی اس بات پر اب کیا ہی کہتی، اسکے گلے لگی، سینے کے دونوں جانب دھڑکتے دل نے ماحول کو بھی دہکایا۔

"میں نے یہ سب اتنا خوبصورت نہیں سوچا تھا، تم نے جو مجھے اپنے جنون کی ہلکی پھلکی جھلک دیکھا رکھی تھی اس سے میں بہت خوفزدہ تھی مگر کل والا

حسیب تو کوئی جادو گر تھا۔ اتنی اوٹ آف کنٹرول قربت اور نزدیکی، ایک دوسرے کی محبت سے آبرو پاتے دو وجود۔۔۔۔۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے میں کسی پنکھ کی طرح ہو چکی ہوں حسیب۔ جیسے اب ہلکی سی ہوا کا مسرور جھونکا بھی مجھے آسمان کی وسعت تک اڑا دے گا"

وہ جتنا آکورڈ فیل کر رہا تھا، بہار کے سکون و خوشی کے آگے خود بھی بہت راحت پا گیا۔

"ہاں اور تمہارا آسمان حسیب خانزادہ ہے یاد رکھنا، اسکی وسعت تک اڑو یا گہرائی تک اترو۔۔۔۔ تمہیں ہمیشہ گرم جوش جذبات کا سمندر جوابا ملے گا۔ مجھے پھر سے چاہیے ہو تم، لیکن اب بہت ساری۔۔۔۔۔بے انتہا۔۔۔۔وقت کی قید سے اور ہر حد سے آزاد ہو کر۔۔۔۔ میری ہو کر۔۔۔۔ اسقدر درکار ہو کہ میں دن رات کا فرق بھلا دوں بہارے۔۔۔"

اسکے نرم گرم لمس بہار کو اسکی خوشبو میں مست ہونے ہر مجبور کر رہے تھے تبھی تو وہ اسکی خواہش اسکی آنکھوں مئں دیکھتی اپنی سانسوں کی حرارت کا لمس حسیب کے لیے جائز کیے اسکے پل میں اپنے سینے لگا کر جذب کر لینے اور پھر سے اس میں اترنے پر کسی اعتراض کے لائق ہی نہ رہی۔

..________________________..

خوبصورت اور دیوار میں نسب کمرے کو گرم رکھنے والے میکانزم سے پر حدت ہوتے کمرے میں پھیلی اوزان کے Prestige نامی الکوحل فری پرفیوم سپرے کی مہک پر زینیش کی ہلکی سی نیند ٹوٹی، گردن اوپر کو اٹھائے اس نے نیند سے بھری آنکھیں میچ کر کھولیں تو ڈریسنگ کے پاس وہ ساحر وجاہت خیز شخص کھڑا اکسرتی وجود پر گہرے سیاہ شلوار سوٹ پر ویس کوٹ پہنے اپنے بال سیٹ کیے وہ کہیں جانے کو تیار تھا، زینو نے حیران ہو کر جب اپنا فون سائیڈ ٹیبل پر سے اٹھایا تو صبح کے ساڑھے چار کا وقت ہو رہا تھا۔

"آ۔۔ آپ اتنی صبح کہاں جا رہے ہیں وہ بھی اتنے سج کر"

اوزان نے اسکی نیند کی خاطر مین لائیٹ بھی نہیں جلائی تھی تب بھی محترمہ خوشبو پر ہی جاگیں جس پر وہ اپنے پر سحر سراپے پر تفصیلی سی نظر ثبت کیے زینیش کی پر خمار زرا تیکھی پکار پر پلٹا۔

"اہم کام ہے، تم سو جاو ابھی فجر کو کافی وقت ہے۔۔۔۔رات تک ملوں گا"

اوزان نے اسکے قریب آتے انفارم کیا اور سائیڈ میز کی اور جھک کر اپنا فون اٹھا کر اپنے ہاتھ میں پکڑا جس پر زینو لحاف پرے کرتی فوری اٹھ کر اسکی راہ میں آئی۔

"کیا مطلب رات تک ملوں گا؟ میں کیا کروں گی آپکے بغیر پورا دن"

نیند سے اٹھتے ہی وہ اسے پورے دن کی جدائی کا بتا کر تکلیف دے گیا جبکہ زینو کی ڈبڈبائی آنکھیں اور یہ کیفیت اسے کیسے نہ محظوظ کرتی۔

"تم مزے کرنا، میری غیر موجودگی تمہیں پسند ہے نہ"

اوزان اسے ستانے ہر آمادہ تھا جبکہ وہ شاکی سنہری آنکھیں زینیش کے دل سے براہ راست آن جڑیں۔

"کس بت تمیز نے کہا مجھے آپکی غیر موجودگی پسند ہے"

وہ اس درجہ بھیانک الزام پر تڑپ اٹھی جبکہ اوزان دبا دبا شریر مسکرایا، کھلتی بند ہوتی زینیش کی آنکھوں کو تکتے ہاتھ بڑھا کر زینو کی پشت سے جوڑے قریب کیا اور اسکی جبین نرمی سے چومی۔

"وہ بت تمیز میں ہوں۔"

زینیش اسکے لمس پر سکون کے ساتھ مسکراہٹ بھی واپس پا گئی، تبھی جب وہ زرا پیچھے ہوا تو زینو کی آنکھیں متبسم تھیں۔

"اوزان"

اور اسکے قریب ہوئی، دونوں ہاتھ اسکے چوڑے سینے پر رکھے پھر چہرہ اٹھا کر جیسے آہستگی سے اپنی ہتھیلوں کو سر کاتی اسکے چوڑے شانوں سے اسکی گردن کے گرد حائل کیے جان کو آئی، خود اوزان لمحہ بھر ٹھٹکا کہ یہ کرنے کیا لگی ہے۔

"ابھی میری نیت خراب مت کرنا باوضو ہوں"

اوزان کے ٹوکنے پر وہ آگے سے منہ پھلا کر گھوری۔

"م۔۔میں آپ سے بھلے دور بھاگتی ہوں، لیکن جب آپ میرے آس پاس نہیں ہوتے تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اتنا تیار ہو کر مت جائیں باہر۔۔۔۔ نظر لگ گئی تو؟"

وہ یوں نڈھال تھی جیسے اوزان پر آنچ بھی آتی تو اسے کچھ ہو جائے گا، وہ اس قدر جاذب وخوبرو لگ رہا تھا کہ زینو کی اپنی نظر ٹکنی محال تھی۔

"تیار کہاں ہوا ہوں، بس ڈریسنگ چینج کی، وضو کیا ہے اور تھوڑے بال سیٹ کیے ہیں۔ کیا میک آپ لگا نظر آرہا ہے تمہیں میرے چہرے پر یا میں نے دو پونیاں کیں ہیں یا لہنگا یا ساڑھی پہن رکھی ہے"

وہ اسکے چڑنے پر ہنسی کیونکہ وہ کوفت کھاتا بھی پیارا لگا۔

"آپ نے وضو کر رکھا یہ تیاری کم ہے کیا؟ اگر کوئی اچھی چڑیل بھی عاشق ہو گئی تب بھی مجھے اچھا نہیں لگے گا"

وہ اسکے زرا خفیف سے جلنے پر محظوظ ہوا، وائنی آنکھوں میں خمار اترا۔

"کیوں اچھا نہیں لگے گا؟"

وہ پھر سے اسے آزما رہا تھا، دونوں ہاتھ اسکی کمر پر لپیٹے مزید قریب کھینچا، لہجہ بے خود ہوتا گیا۔

"ب۔۔بتایا تو تھا۔مجھے پیار ہے آپ سے۔۔۔۔"

وہ بڑی دقت سے بول پائی جیسے پہاڑ سر کیا ہو۔

"اور جس سے پیار ہو اس کے خود بھی قریب آیا جاتا ہے، تم کب آو گی"

اوزان کا سوال زینش کے پورے وجود میں کپکپاہٹ لا یا، سمجھ نہ سکی اب اس قید میں جواب دے یا سانس لے۔

"میں ایسے نہیں مان سکتا کہ پیار ہے تمہیں مجھ سے، جب خود پہل کرو گی۔ میرے قریب آو گی۔ میرے قریب اپنی خوشی سے رہو گی، تب مانوں گا پیار کرتی ہو"

وہ اسکے اتنے مشکل جواب اور ٹاسک پر آنکھیں پھر سے نم کر بیٹھی، ننھا سا دل سینے میں مچلا۔

"م۔میں نے لڑکی ہو کر پہلے کہا وہ سب بنا انجام کی پرواہ کیے اور آپ کی فرمائش ہے کہ بڑھتی ہی جا رہی ہے، میں کیوں کروں یہ سب لڑکیاں تھوڑا کرتیں ایسا سب۔ اور آپ نے بھی کب کہا مجھے کہ پیار کرتے ہیں۔۔۔"

وہ اسکی ضدی ٹون پر اس سے دگنی بگھڑی۔

"میں نے پہل کی، تمہارے قریب آیا، اپنی خوشی سے تمہارے قریب رہا۔ سومان جاو اوزان دایب کے لیے کیا ہو۔"

اوزان کے جذب بھرے جواب اور آنکھوں میں جمی خوبصورت آنکھوں نے زینو کی آتی جاتی سانسیں منتشر کیں۔

"ن۔نومان جانے میں اور کسی کے منہ سے اعتراف کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے"

وہ فورا نفی میں گردن ہلاتے ضد میں بپھری، آواز میں آنسوؤں کی آمیزش چلی آئی۔

"آئی لو یو زینش"

وہ اسکے اسطرح اچانک اپنی اور کھینچ کر کیے دل کی دھڑکنیں ساکن کرتے اظہار پر کچھ کہنا تو دور سانس لینا بھی بھول گئی کیونکہ وہ اسے جن نگاہوں میں مرکوز کیے تھا وہ شوق، سکون، اور محبت کی حد سے لبریز تھیں، وہ بول تو کچھ نہ سہی بس ان ہونٹوں سے سنے اس اظہار پر بس زینو کی آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر اسکی رخسار پر گرا، وہ اسکی گال پر لڑھکتی نمی اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کو اٹھائے اپنی گال اسکے رخسار سے مس کیے آنسو پونچھا وہ اوزان کی ایسی حرکت پر اور تکلیف کا شکار ہوئی۔

"آئی لو یو سو مچ، تمہاری اس خوشبو سے عشق ہو گیا اوزان کو۔۔۔۔ تم میرے لیے سفید گلاب جیسی ہو، بہت پسندیدہ"

وہ ابھی سنبھلی ہی نہیں کہ اسکی نم رخسار اوزان کے خوبصورت ہونٹوں نے اک نئی حکایت دل سناتے جذب سے چومی، ایک تو ایسا جان نکالتا جذباتیت اور والانہ پن سے اٹا اظہار اوپر سے یوں اچانک کہ وہ سن رہ گئی، سوچنے، سمجھنے اور کچھ کہنے کی حسیں لمحہ بھر مفلوج ہوئیں۔

"ا۔ایسے کیسے۔۔۔۔میں نہیں مان سکتی۔۔ جھوٹ"

وہ اسکی خوشبو، حصار اور حاوی ہونے کو حواسوں سے جھٹکتی ہوش میں آتی اسکے محبت بھرے اظہار کو جھٹلا دیتی اسکی گرفت میں دور جانے کو پھڑ پھڑائی جبکہ اوزان نے اسے وقتی آزاد تو کیا پر اسکی نازک کلائی پکڑے دور جانے سے روکا اور اسی ہاتھ کو پکڑے کھینچ کر واپس اپنے محصور کن حصار میں بھر لیا۔

زینیش کے دل کی دھڑکنیں سینے سے زوروں کے سنگ لپٹنے لگیں۔

"میں ویسے تو جھوٹ بول بھی لیتا ہوں لیکن اس مبارک تہجد کے وقت، وضو کی حالت اور تم سے اظہار کی اس خوبصوعت ساعت جھوٹ میری زبان پر آ ہی نہیں سکتا۔ میں تم سے سچ میں محبت کرنے لگا ہوں زینیش، بے حد"

وہ اوزان کی محبت پاش، وارفتہ و بے خود آنکھوں میں اپنی نم آنکھیں ڈالے اوزان کے یقین دلانے کر تڑپ سا اٹھی، اوزان دایب انصاری کا چہرہ دھندلا گیا۔

"م۔۔میں بھی"

وہ آنسوؤں کو ہر ممکنہ آنکھوں میں دبا کر روکتی اسکے مہکتے پہاڑ وجود میں جب خود سمٹی تو اوزان دایب کو لگا اسکی عافیت اب یہی ہے، کتنی ہی دیر وہ اس دھڑکنیں بڑھاتے حصار میں اس شخص کی خوشبو، اسکے گرد پھیلے سکون میں محو رہی اور جب گلے لگ کر ہی وہ جذبات میں آلاو بھڑکانے کا سبب بنی تو اوزان زرا بے چین ہوا۔

"جانے دو مجھے اب، میرے قریب آو گی اب؟، کیا انتظار کروں اس لمحے کا؟"

وہ اسکو کچھ دیر خود میں بسائے رہا اور پھر نرمی سے اسکو تھامے روبرو لائے زینو کا ملائم ہاتھ اپنے ہاتھ میں مقید کیے اپنے چہرے کے قریب لائے لبوں سے لگائے پوچھا۔

"نہیں آوں گی۔۔۔ کسی خوش فہمی میں مت رہیں"

وہ اوزان دایب سے اپنی محبت کا اظہار کر کے بھی اوزان میں قید نہ ہوئی یہی تو خوبصورت تھا، اوزان دایب کے دل نے ہارٹ بیٹ سی مس کی۔

"میں بہکا دوں گا تمہیں"

اوزان آفت خیز ذومعنیت سے بھرا ہنسا اور وہ اسکے لہجے کے استحقاق پر بوکھلائی۔

"تمہیں اوزان دایب قبول ہے نہ، مجھے تم قبول ہو، یہاں بھی سب برابری پر آگیا تو اوزان دایب انصاری چاہتا ہے تم مجھ سے میری طرح وابستہ رہو، میری رہو۔ جیسے میں تمہارا ہو رہا ہوں۔۔۔۔"

اوزان کے لہجے میں پل پل بڑھتا سرور زینو کو اپنے گرد خطرے کی طرح محسوس ہوا پر وہ اب کیا اعتراض کرتی کہ خود ہی اپنی جان، اپنی کمزوری اوزان کے ہاتھ میں تھما بیٹھی تھی۔

"آپ جائیں نہ"

وہ اسکے حواسوں پر حاوی ہونے سے پناہ مانگتی پھر سے بھاگنے لگی جبکہ بھاگنا تو دور ہلنا بھی دو بھر تھا۔

"میں تمہیں اب اپنے قریب کرنے سے پہلے تمہاری اجازت نہیں لوں گا، پہلے بتا رہا ہوں زینیش اوزان دایب"

یہ سرگوشی کرنے کو وہ اپنا چہرہ اسکے چہرے کے قریب لایا، اوزان کے ہونٹوں کی نرم جلد زینو کو کان کی لو سے گردن تک سفر کرتا محسوس ہوئی پر وہ کانپ اٹھتی دور ہوئی۔

"خبردار"

بے ارادہ وہ اوزان کی بے باکیوں پر اسے گھوری جبکہ اوزان دایب نے نرمی سے استحقاق بھری نرمی اسکی سانسوں کو بنا اجازت بخشی، ملائمت و خوشبو محسوس کرتا اپنی خوشبو میں اسے بے اختیار، بے بس و بے حال کرتا دور ہوا، رنگ بدلتے سرخیوں میں ڈھلتے زینیش کے گلابی چہرے کو دیکھا جسکی پلکیں آنکھوں کا حجاب بن گئیں، محبت کی شدت ایسی زور آور تھی کہ زینیش کے پورے جسم میں سنسنی اتری۔

"رات کو اچھا سا ریڈی ہو جانا، آج ڈنر مسٹ ہو گا۔۔۔ اللہ حافظ "

وہ اسکی الودعی انداز میں گال چومتا اجازت لیے اپنے پر وقار سراپے اور چال کے ہمراہ دروازے کی طرف بڑھا اور دیکھتے ہی دیکھتے کمرے سے بھی نکل گیا جبکہ زینو نے بیڈ کی پائنتی کی جانب ہی بیٹھے اپنے ہونٹوں کو انگلی کی ملائم پوروں سے چھوا، سمجھ نہ آیا روئے یا مسکرائے۔

پر وہ اس سے جو اعتراف کر کے گیا وہ اتنا ظالم تھا کہ زینیش کے دل کی دھڑکنیں اپنی ڈگر بھلا بیٹھیں تھیں۔

..__________________________..

میشی کی آنکھ آج لگی بھی مشکل سے تھی اور وہ یکدم بہت برا خواب آنے پر جیسے ڈر کر اٹھ بیٹھی، کتنی دیر تک اسکا دل کانپتا رہا۔

"پلیز اللہ جی، میرے کیپٹن کو اپنی امان میں رکھیں۔ میرا دل کیسے صبر کرے۔ اف یہ کیسی بے چینی ہے،"

میشی نے فون اٹھا کر ٹائم دیکھا تو صبح کے پانچ بجنے والے تھے، اسے یاد تھا آئی جان اسے کتنی کوشش کیے فجر کے لیے جگایا کرتی تھیں مگر وہ اٹھ نہ پاتی اور آج ٹھیک اس وقت اسکی نیند ٹوٹی جب دور فجر کی آذان بلند ہو رہی تھی۔

تبھی فون اٹھائے اس نے المان کا واٹس ایپ کھولا، وہ تب کا آف لائن تھا جب اسکی میشی سے بات ہوئی۔

"تب سے آپ آف لائن ہیں، مطلب میشی آپ سے بات بھی نہیں کر سکتی۔ پتا نہیں آپ کہاں ہوں گے المان۔۔۔ کیوں میرا دل آپ سے ہٹ نہیں پا رہا۔ آپکو کہہ تو دیا کہ میشی نہیں روئے گی لیکن میری تو نیند بھی ختم ہو رہی ہے۔۔۔۔ بتائیں نہ مجھے آپکے بنا کیسے رہوں"

اسکی ڈی پی اوپن کیے وہ اسکی تصویر حسرت سے دیکھتی اسکو چومتی دردناک روتی واپس لیٹی۔

"میں نے سوچا تھا جب فوجی مل جائے گا تب میں ب۔۔ بہت انجوائے کیا کروں گی، لیکن دیکھیں آپکو چھونا تو دور آپ کو دیکھنا بھی ممکن نہیں۔۔۔۔"

وہ بہت برا روتی باقاعدہ ہچکیوں سے لرزی مگر یکدم آئی جان کی کال پر وہ گھبرا کر اٹھی بھی اور فورا اپنے آنسو بھی ہتھیلی کی پشت سے پونچے۔

ایزل مریم نماز کے لیے اٹھی تھیں، یونہی الارم بند کرنے کو فون آف کیا تبھی واٹس ایپ دیکھتے میشی انکو آن لائن دیکھائی دی تو پریشانی کے سنگ فوری کال ملائی۔

"میشی۔ میرا بچہ تم جاگ رہی ہو۔۔۔ ٹھیک ہو نہ"

آئی جان کی پریشان آواز پر اس نے بہت مشکل سے آنسو روکے۔

"ج۔۔جی آئی جان"

وہ جیسے رندی آواز سے بولی ایزل مریم نے دل ساتھامے میٹرس پر واپس بیٹھیں۔

"تم رو رہی ہو"

وہ اسکی آواز کا درد فورا بھانپ گئیں۔

"م۔۔مجھے کیپٹن بہت یاد آ رہے ہیں آئی جان، م۔ مجھ سے آنسو نہیں روکے جا رہے۔ میں کیا کروں۔۔۔"

وہ جیسے پھوٹ پھوٹ کر روئی ماں کا کلیجہ کٹا تبھی ایزل مریم نے فوراً وڈیو کال کی اور جب اپنی لاڈلی کی سرخ سوجھی آنکھیں دیکھیں تو انکے دل پر اذیت سی جگی۔

"میرا بچہ ایسے روتے تھوڑی ہیں، اگر تم نے یونہی رونا ہے میشی تو میں صبح آ کر تمہیں اپنے پاس لے آتی ہوں واپس۔ مر جاؤ گی تم تو رو رو کر۔۔۔۔ آ جائے گا الماان، اسکے فرض بھی تو اہم ہیں بچہ"

ایزل مریم کیسے سہتیں کہ انکی بیٹی یوں رو رو کر نڈھال ہوتی رہے۔

"س۔۔ سب پتا ہے، سب جانتی ہوں آئی جان۔۔۔ پر دل کا کیا کروں۔ ڈر کھائے جا رہا ہے۔۔۔ وہ بھی با۔۔ بابا کی طرح چھن گئے تو میشی زندہ نہیں رہے گی۔۔۔۔"

انھیں میشی کے آنسو سسکیاں اور یہ خوف تینوں اذیت سے دوچار کر گزرا، دل ہول گیا۔

"کیسے برے الفاظ بول رہی ہو، اللہ نہ کرے ایسا کسی دشمن کے ساتھ بھی ہو۔ماں کی جان ایسے کمزور نہیں پڑتے۔ تم تو میری بہت سٹرونگ بیٹی ہو۔ میں آوں گی اپنے بچے سے صبح ملنے۔۔۔شاباش رونا بند کرو"

آئی جان کے حوصلے بھی آج اسکے لیے کافی نہ تھے لیکن وہ جبراً سہی آنسو گھوٹ گئی۔

"اٹھو اور وضو کرو۔ فجر کی نماز پڑھو اور اپنے اور المان کے لیے خیر کی دعا مانگو۔ چلو میرا بچہ۔ ایسے روتے تھوڑی ہیں۔۔۔۔میرا بہادر بچہ۔۔"

آئی جان کے پیار نے اسے سنبھال لیا ورنہ میشی کا رونا ہی اسکی جان پر بنتا دیکھائی دے رہا تھا۔

"جی آئی جان۔۔۔ لیکن آپ ملنے آنا مجھ سے، بہت درد ہو رہا ہے دل میں"

وہ انھیں بھی ایسے رندے جملے کہے تڑپا رہی تھی۔

"آوں گی اپنے بچے کے پاس، چلو شاباش رکھو فون"

وہ انکی تاکید پر فرمابرداری سے کال آف کرتی خود کو حوصلہ تھمائے اٹھی اور وضو کرنے بڑھی جبکہ ایزل مریم کا دل اس میشی نے رو کر پریشان کر دیا تھا۔

"یا اللہ میری میشی کو ہمت دیں، اسے حوصلہ دیں۔ اس سے اسکا المان کبھی دور مت کیجئے گا۔ وہ ایزل مریم جتنی بہادر نہیں ہے"

وہ خود رو پڑیں جبکہ زینو جو پانی پینے نیچے آئی اور کچن کی طرف بڑھی، آئی جان کے کمرے کی لائیٹ آن دیکھے وہ مسکراتی وہیں چلی آئی مگر دروازہ کھولتے ہی جب نظر روتی آئی جان پر پڑی تو وہ پریشانی سے لپک کر انکے پاس آئی۔

"آئی جان کیا ہوا آپ رو کیوں رہی ہیں؟ کیا ہوا آپ ٹھیک تو ہیں؟"

وہ انکے پاس بیٹھے جیسے انکا ہاتھ پکڑے چوم کر بولی وہ اسکے پیار اور فکر بھی مسکرا دیں۔

"میں ٹھیک ہوں میرا بچہ، بس میشی سے بات کر کے غم زدہ ہو گئی۔ الماں کو مس کر کے رو رہی تھی۔ بہت اٹیچ ہو گئی ہے اس سے، لگتا ہے الماں نے میری میشی کو بہت پیار دیا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی اپنی بچی کی خوش قسمتی پر مسکراوں یا الماں اور اسکی جدائی پر آنسو بہاوں"

آئی جان سے یہ سب سن کر وہ بھی نم سی آنکھوں سے مسکا دی۔

"اللہ انکی محبت کو نظر نہ لگنے دیں، آپ بے فکر رہیں الماں کو ہم اگلے ہفتے بلوا کر میشی کو سرپرائز دینے کا سوچ رہے ہیں۔۔ میں اور پنار۔۔۔ پھر میشی کی خوشی دیکھنے والی ہو گی"

زینو کے چہک کر بتانے پر وہ بھی جی سی اٹھیں، مرجھایا چہرہ کھل گیا۔

"یہ تو بہت اچھا ہو جائے گا، مشائم تو جی اٹھے گی۔۔ تھینکیو میرا بچہ۔۔۔ خیر تم سے پوچھ ہی نہیں سکی۔ یہ بتاؤ تمہارے اور اوزان کے رشتے میں کچھ سدھار آیا؟ اسکی آنکھوں میں میں نے کچھ الگ سا جذبہ دیکھا جب سے تم لوگ واپس آئے۔۔۔ تم تو محبت کرتی ہو، کہیں وہ بھی تم سے محبت تو نہیں کرنے لگا"

آئی جان کی حسرت و محبت کے آگے وہ کیسے کچھ چھپا سکتی تھی، یہی ماں تو اسکی محسن تھی۔

"جی، محبت کرتے ہیں وہ مجھ سے۔ بہت خیال رکھنے لگے ہیں۔ م۔۔ میں بہت خوش ہوں آئی جان"

وہ یہ کہتی ہوئی اپنی آنکھوں میں آتی نمی کو دبا نہ سکی جبکہ اسکی یہ گفتگو کنول نے سنی جو منہ اندھیرے ہی واپس حویلی آچکی تھی تا کہ اوزان کی نظر میں نہ

آئے مگر آتے ہی اس نے جب زینو کو بھابھی کے کمرے میں جاتے دیکھا تو سدھ بدھ لینے پیچھے ہی بڑھی۔

زینش کا یہ اعتراف ایزل مریم کے لیے راحت جبکہ کنول کے لیے بجلی کا جھٹکا ثابت ہوا۔

"ماشاء اللہ، تھوڑا ڈاون لگ رہا تھا وہ کل پورا دن۔ طبعیت اسکی بہت نازک ہے اسکا اب تم نے ہی خیال رکھنا ہے موسمی شدت فوری اس پر اثر کرتی۔ اسکی باڈی اسکے بابا پر گئی ہے، وہ بھی کافی الرجک سے بندے تھے۔ باقی میری دعا ہے تم یونہی خوش رہو۔ اور جلدی سے مجھے دادی بننا نصیب ہو"

وہ انکی ساری باتیں بڑے مسکراتے ہوئے سن رہی تھی مگر ایزل مریم کی آخری بات پر زینو کا چہرہ خوف کے مارے سفید پڑا، ہاتھ پیر پھول گئے تو وہ نظر بھی فوری چرا گئی۔

"ہاہا شرما گئی میری بہو۔ اگر وہ محبت کرتا ہے تم سے تو سمجھو جلد میں دادی بن ہی جاوں گی۔ اسکا خیال رکھا کرو، محبت کرنے والا ہمسفر خوش قسمت عورتوں کو ملتا ہے۔ شوہر کی چھوٹی چھوٹی خواہش، خوشی اور طلب کو بنا کہے سمجھنے والی عورت ہمیشہ اسکے دل پر راج کرتی ہے۔ جہاں تک میں اوزان کو جانتی ہوں وہ اپنے قریبی رشتوں کو لے کر بہت جنونی ہے، تمہیں کبھی اپنی محبت کی کمی نہیں ہونے دے گا۔۔۔۔ اس وقت کے لیے میں نے بہت دعائیں کیں ورنہ شادی، محبت سے وہ بہت بدذن تھا، خاندانی معاملات کے سبب۔۔۔ اسے لگتا تھا یہ سب تکلیف دہ ہے۔۔۔۔ لیکن تم نے آتے ہی اسکے نظریے بدلے، اب اسکی چاہت بھی بدلے گی۔۔ اگر وہ شوہر بن گیا تمہارا تو خود بخود اس میں باپ بننے کی خواہش بھی جاگے گی۔۔۔ تم سمجھ رہی ہو نہ زینو"

وہ یہ سن کر جس طرح کبھی حراساں کبھی گھبرا رہی تھی، ایزل مریم بھی اسکی اس شرمیلی، پرحیا کیفیت پر خفیف سا مسکائیں۔

جبکہ کنول کے دل پر ایسے سانپ لوٹے کہ وہ پھنکارتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

"ج۔۔جی آئی جان، میں سمجھ رہی ہوں"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی جس پر ایزل مریم نے اسکی ہتھیلی پکڑے چومی۔

"اچھی بات ہے، چلو اکھٹے نماز پڑھ لیتے ہیں۔۔۔۔۔"

وہ شکر کا سانس بھرے فوری مسکرائی کہ انہوں نے موضوع بدلا ورنہ زینیش کی جان تو یہ سب سوچ کر ہی نکل رہی تھی۔

کنول نے کمرے میں آکر اپنا بیگ میٹرس پر پوری قوت سے مارا، اسکی آنکھوں میں لہو ٹپکا۔

"کیا مطلب اب وہ واقعی بچہ جنے گی؟ نہیں ایسا کنول کیسے ہونے دے سکتی ہے۔ تو اوزان دایب انصاری تم محبت کر بیٹھے ہو اس لڑکی سے۔۔۔۔ محبت تو

بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے۔اب تمہیں اسی لڑکی سے آزمانا پڑے گا۔اب تمہیں زینیش ہی مارے گی۔۔۔۔۔۔ شکر ہے میں اس وقت آئی، یہ راز بھی معلوم ہو گیا۔۔یعنی قدرت بھی میرا ساتھ دینے میں پیش پیش

ہے۔۔۔۔ہاہا چلو بھئی زینیش تمہاری خوشی کا وقت اختتام پذیر ہوا۔۔ آج کمپلیئین کو دل دہلا تا سرپرائز دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

اب یہ زہریلی عورت نا جانے کیا منصوبہ سوچ رہی تھی مگر اسکی غلیظ سوچ اور زہریلی مسکراہٹ یہ بتانے کو کافی تھی کہ کچھ بھی خیر ممکن نہیں رہی۔

جبکہ دوسری جانب ہنزہ میں بھی فجر کی دور پار ہوتی اذانیں اسی وقت تھمی تھیں، الماں سیال اس بند کمرے میں مسلسل یہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔

کمرے کی دائیں دیوار پر کافی اوپر ایک بڑا اسا روشن دان تھا جبکہ کمرے کا دوسرا داخلی دروازہ تھا جسکے باہر اور اندر لوہے کا مضبوط تالا لگا تھا، فرش پر موٹا قالین بچھا تھا۔

رات جو وہ لوگ اسکے لیے کھانا دے کر گئے وہ الماس نے وہیں ڈھک کر ایک جانب سرکایا، اور اٹھ کر ہاتھ اونچا کیا مگر روشن دان اسکے دراز قد کے باوجود اونچا تھا۔

"مجھے یہاں سے نکلنا ہو گا، لیکن کیسے؟"

الماس نے کچھ دیر تو کوشش کی مگر پھر وہیں زمین پر بیٹھے اس نے اپنے پیر کا دائیاں بھاری شوز اتارا، اسکی نچلی طرف سے ہک سی کھولی تو اندر تیز دھاڑی چاقو بہت مہارت سے وہاں فٹ تھا، الماس نے اسے باہر نکالا اور شوز کا نچلا حصہ بند کیے واپس پہنا، اپنی ملٹری یونیفارم کے اوپر پہنا سوئیٹر اتار کر ایک

طرف رکھا، شرٹ کے کف چڑھائے اور اس لاکڈ دروازے کے پاس پہنچا۔

اس تیز دھاری باریک چاقو کو اس بند دروازے کے بیچ میں پھنسا کر پوری قوت سے جھٹکا دیا جس سے تالا تو نہ کھلا البتہ چاقو کی پچھلی دستی ٹیڑھی ہوئی۔

المان نے ہمت نہ ہاری اور ایک کوشش اور کی اور اب اس لوہے کی نائف کو تالے کے بیچ میں ترچھا کر کے پھنسائے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے اپنا ایک پیر اٹھائے پوری قوت سے جھٹکا جس سے نہ صرف وہ تالا ٹوٹ کر زمین پر گرا ساتھ ہی بہت بری طرح وہ چاقو خود المان کی کلائی پر گہرا کٹ لگا گیا۔

ہاتھ سے نکلتے خون پر زمین سے اپنا سوئٹر اٹھا کر لپیٹا اور چاقو جیب میں دبائے وہ اس لاک کو کھولے دروازے کی کنڈی کھولتا ایک ہی زور دار جھٹکے سے دروازے کو ہلایا ہی کہ اسی دروازے کے باہر لگا تالا بھی اس درجہ زور کے

سبب کھل کر زمین پر گرا، جبکہ الماان نے پورے جسم کی طاقت لگاتے ایک آخری دھکا دیا جس پر باہر چڑھی کنڈھی تک لکڑی کے دروازے سے اکھڑی اور وہ جھٹکے کی صورت وہاں سے باہر نکلا، ہر طرف اندھیرا تھا، الماان نے اپنا توازن بمشکل برقرار رکھا اور تیزی سے بابا سرکار کے ڈیرے میں محتاط نظریں گمائے آگے بڑھا، جگہ جگہ گارڈز تھے مگر وہ لوگ دو منٹ مٹر گشت کرنے کے بعد واپس اندر چلے جاتے اسی کا فائدہ اٹھائے الماان بھی کوریڈوز کی طرف بڑھا، وہاں کھڑکیوں سے جھانکے وہ ایک خالی کمرے میں گھسا جہاں بھی فرش پر قالین سا اور دیوار پر لگی کھونٹیوں پر قمیص شلوار والے ڈھیڑوں لباس لٹکے تھے۔

الماان نے دروازہ بند کیا اور فوری سب سے پہلے اس نے اپنا خلیہ بدلا، وردی کے اوپر ہی انکے کپڑے پہنے، ان کے کھلے کھلے شلوار قمیص میں وہ لگ تو عجیب رہا تھا پر ابھی مصلحت کا یہی تقاضا تھا۔

وہیں کھونٹی سے لگی سیاہ چادر بھی نکالی اور اپنے گرد اچھے سے لپیٹی اور آدھا منہ بھی چھپایا اور رازداری سے اس بوسیدہ کمرے سے نکلا تو نظر اس جگہ گئی جہاں سے اس نے چادر اتاری، اسی کے نیچے ریولولر بھی موجود تھا۔

المان نے مسکرا کر لپکتے وہ بھی اتارا اور جب اسے نکال کر دیکھا تو اندر تین عدد بولٹس بھی تھیں۔

فوری اپنی شلوار کے اندر موجود وردی کی پتلون کی جیب میں گن دیے وہ کمرے سے باہر نکلا اور اسی طرح واپس اسی کمرے میں گیا جہاں اسے قید کیا گیا تھا، ٹوٹی کنڈی کو زمین سے اٹھا کر ایک طرف رکھا اور اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر لیا اور اندر کمرے میں زمین پر کھل کر گرا تالا بھی اٹھا کر واپس کنڈی پر پوری چالاکی سے لٹکایا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

اور خود ٹھیک داخلی دروازے کے پاس آکر المان نے کان لگایا، باہر ہوتی ہلکی پھلکی حرکات پر وہ فوری محتاط ہوئے ایک طرف ہوا، دروازہ کھلا اور جیسے ہی

دو آدمی اندر داخل ہوئے دونوں کو گردن سے دبوچ ایسا برا کمرے کی دیوار سے پٹخا کہ ایک کی ناک سے خون کا فوراہ پھوٹا جبکہ دوسرے کی پوری قوت سے گردن دباتے دونوں کے سسک سسک کر چینخنے پر دونوں کی گنز اپنے قبضے میں لیں اور باہر نکلا۔

سامنے سے بابا سرکار کے باقی لوگ بھی بھوکے بھیڑیے بنے فائرنگ کرتے المان کو کاٹ کھانے دوڑے مگر المان کے دونوں ہاتھ میں گنز تھیں، وہ راہ میں آتے تمام خبیثوں کو جہنم واصل کرتا مسلسل بابا سرکار کے حجرے کی سمت دوڑا، گولیوں کی گھن گرج اڈے کے بیرونی طرف سے بھی سنائی دینے لگی جس پر المان کو مزید حوصلہ ملا کیونکہ اسد اپنی ٹیم کے ہمراہ حملے کے لیے آچکا تھا۔

شاہ گل جو خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا گولیوں کی گھن گرج پر فوری نا صرف ہربڑا کر جاگا بلکہ اپنے بستر کے سرہانے سے اپنی گن بھی اٹھا

کر اٹھتے لوڈ کی، وہیں رکھی بمبار جیکٹ کا ریموورٹ بھی سرہانے کے نیچے دبایا، اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔

ہر طرف بھگڈر مچی، وہ لوگ المان کے خلیے سے سمجھ ہی نہ پائے کہ وہ المان ہے یا انہی کا کوئی ساتھی غدار۔

"لعنت ہو تم سب پر"

شاہ گل نے خوفزدہ ہوتے اپنی گن لیے جوتے پہنے اور اس سے پہلے اپنے حجرے سے نکلتا آگے سے آتے اس دیو ہیکل اندھیرے میں ڈوبے سائے کو دیکھتا خوف کے سبب دیوار سے جالگا۔

المان نے محظوظ مسکراہٹ دیتے قدم اسکی طرف بڑھائے جو اس پر گن بھی تان چکا تھا۔

"مجھے اپنے اوطاق میں لانے کی سزا نہیں لوگے شاہ گل، ڈر کیوں رہے ہو۔ بتاؤ اب ڈیل۔۔سننے آیا ہوں۔ ادا خیل چاہیے تمہیں۔ ادا خیل کی شکل بھی دیکھنے کو نہ ملے گی تمہیں۔۔۔۔"

الماں نے اسکے سر تا پیر کانپنے پر چوٹ کرتے ایک ہی جھٹکے سے شاہ گل کے ہاتھ سے گن لے کر پیچھے پھینکی اور اسکی گردن اپنے ہاتھ میں دبوچی مگر الماں سیال کی آنکھوں کے آگے اسی لمحے بازو میں لگے کٹ سے بہت بھیانک درد اٹھا کہ آنکھوں میں دھندلاہٹ اتری اور اسی بیچ اسکی گرفت لمحہ بھر ڈھیلی ہوئی تبھی شاہ گل نے اسے پرے دھکیلتے الماں کو مہلت دیے بنا جھک کر ٹریگر اٹھائا۔

"نہ میں بچوں گا نہ تو۔۔۔۔ مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ ادا خیل کی بازیابی کے لیے ہمارے لوگ آخری سانس تک جدوجہد کریں گے۔۔۔ اپنے مقصد کے لیے سو شاہ گل بھی ہوں تو وہ بھی قربان"

المان نے اسکے ہاتھ میں موجود ٹریگر خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور پھر کچھ ہی فاصلے پر رکھی خودکش جیکٹ کو دیکھا اور تبھی المان کی نظر کمرے کے آخری کونے میں بنی الماری پر گئی، اسد اور اسکے لوگ نا صرف ڈیرے میں داخل ہو چکے تھے بلکہ تمام دہشتگردوں کا خاتمہ ہوا اور جب وہ اس آخری کمرے کی طرف اپنے ٹیم ممبرز کے ہمراہ دوڑا تبھی وہاں سے ہیبت ناک دھماکے کی آواز آئی، شاہ گل نے ٹریگر دبا دیا جس سے اسکے لمحے میں نہ صرف چیتھڑے اڑے بلکہ کمرے کی چھت بھی اڑی، آگ اور دھوئیں کا آسمان کی جانب بلند ہوتا غبار دیکھتے اسد کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی۔

اک آنسو اسکی آنکھ سے ٹوٹ کر رخسار پر اترا۔

"نہیں۔۔۔۔کیپٹن نہیں"

وہ وہیں گھٹنے کے بل گرا تھا، لمحے میں وہ جگہ راکھ ہو کر رہ گئی تھی، ہر طرف دھواں پھیل گیا۔

..________________________..

اسکا سفر مسجد النور تک آکر رکا، وہ یہاں آیا تو اسکے خوبصورت ہونٹوں پر پر سکون مسکراہٹ اتری۔

دروازے کی ابتدا میں ہی کئی فجر کی نماز کے لیے آتے نمازیوں سے مصافحہ کیا، درویش ابداری اور درویش ماجد نے اسکا مسجد کے ابتدائی دروازے میں ہی خوش دلی سے استقبال کیا اور جس طرح وہ ان سے مسکرا کر گلے ملا، راحتیں تو وہ تھیں جو ان درویشوں کے سینوں میں اتریں۔

شیخ محترم نفلی نماز میں مصروف تھے تبھی اوزان دایب سیدھا مسجد کے ہال میں درویش خضرات کے ہمراہ پر اعتماد چال کے سنگ بڑھا، اذان تو پہلے ہی دی جا چکی تھی سو اسے بہت مدت بعد فجر کی امامت کا شرف ملا۔

وہ شیخ محترم کا منتظر تھا مگر وہ اپنے ساتھی دوست کے ہمراہ اوزان کو جماعت شروع کرنے کا پیغام بھیج چکے تھے سو اوزان نے بھی انکے کہے کو حکم کا درجہ دیا اور جماعت کی امام کی، مسجد النور کا ہال، باہر کے دونوں برآمدے تک آج نمازیوں سے کچھا کچ بھرے تھے صرف اس لیے کہ آج کی امامت حافظ اوزان دایب کروانے والا تھا۔

جبکہ ہال کی آخری صف میں آکر کھڑی ہوتی وہ بزرگ ہستی جنکے ہونٹوں پر اس خوبصورت آواز کو سن کر مسکراہٹ اتری جو اپنے پیچھے کئی لوگوں کا امام بن کر شیخ محترم کے دل کو راحت بخش رہا تھا۔

"کیسی خوبصورت آواز بخشی ہے آپ نے اوزان دایب کو، یہ ان چند چنی ہوئی آوازوں میں ایک ہے جو روح سے بات کرتی ہے، اور روح سے بات کرنے والا بڑا قیمتی ہوتا ہے۔ اسے پتا ہی نہیں اپنی قیمت، اسے انمول رکھیے گا میرے مولا، میرے پروردگار، اسے قیمتی رکھیے گا۔۔۔۔"

نماز ہو چکی تھی جبکہ سب دعا کے لیے اپنے اپنے ہاتھ بلند کیے اوزان دایب کی مانگی دعاوں پر آمین کا ورد کر رہے تھے، اک وجد کی سی کیفیت طاری تھی۔

دعا ختم ہوئی اور آہستہ آہستہ مسجد کا ہال بھی نمازیوں سے خالی ہوا تو اوزان بھی جب درویش ابداری سے مسکرا کر ہمکلام ہوئے پلٹا تو نظر اس رہنما پر گئی، وہ سفید جوڑے پر سفید ہی امامہ سر پر سجائے، ننگے پیر، کندھے پر روائتی سیاہ چادر اوڑھے خوبصورت سی شکل رکھتے محترم تھے جنکی آنکھوں میں اوزان کو دیکھتے ہی خوشی جھوم اٹھی۔

وہ خود مسکرا کر درویش ابداری کے ہمراہ مودب چال چلتا شیخ صاحب کے پاس آیا اور اوزان واحد تھا جسے وہ اپنا ہاتھ تھامنے نہ دیتے بلکہ پکڑ کر گلے لگاتے اور آج بھی اس شیر جوان کو انھوں نے اپنے سینے لگائے اتنی خوش الھان جماعت کروانے پر شاباش دی۔

"آتے ہی تمہاری آواز سن کر روح شاداب ہو گئی برخوردار، سنا ہے ہماری تلاش میں بھٹکے رہے ہو۔ کیسے ہو؟ ہم نے بہت یاد کیا تمہیں"

وہ بہت نرم مزاج کے آدمی تھے، خلیہ انکا بہت ولیوں یا درویشوں سا نہیں بلکہ سادہ سا تھا، اوزان کی طرح، لیکن وہ پر کشش اور نورانی چہرے کے ساتھ اوصاف کے مالک تھے، اور انھیں اوزان دایب کا استاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔

"آپ نے بھی تو عین وقت پر اوجھل ہو کر مجھے مزید بھٹکنے کو چھوڑ دیا، کیسا ہو سکتا ہوں۔ میری آنکھوں میں دیکھ لیں"

درویش ابداری نے دونوں خاص افراد کو تنہائی دی اور ناشتے کا انتظام کرنے بڑھے جبکہ اوزان بھی شیخ صاحب کے ہمراہ انکے حجرے کی جانب بڑھا۔

"تمہاری آنکھوں میں سب کہاں دیکھ سکتے ہیں میرے بچے، انکی تیز روشنی۔ تیز آنکھیں ہی سہہ سکتی ہیں۔ آجاو بیٹھتے ہیں۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں تم سے"

وہ انکی اس ستائشی، بے چین و مضطرب کرتی بات پر مسکرایا اور انکے ہمراہ حجرے میں داخل ہوا جہاں زمین پر ہی نرم بیٹھنے کے تکیے لگے تھے اور وہ بھی مسجد کے ہال جیسا روائتی کمرہ تھا جہاں سکون اور نفاست کے ساتھ ساتھ گلاب کے عطر کی جان پرور مہک رقصاں تھی۔

"آپ کی تبلیغ کیسی رہی؟"

وہ انکے بیٹھتے ہی سامنے ہی بیٹھا، اسکی اب بھی شیخ محترم کے روبرو عاجزی اختیار کرنے کی عادت نہ گئی۔

"بہت اچھی، لیکن ابداری بیٹے نے خبر پہنچائی تو میرا دل چاہا اڑ کر تمہارے پاس آجاوں۔ تیز بارشوں نے قافلے کو بہت مشکل سے گزارا بس تبھی سفر زرا مختصر کیا۔ دوسرا تمہیں سننے کا فرض بھی تو تھا۔۔۔۔"

وہ اسے اپنے سفر کا حال بتاتے اوزان کے چہرے کو ساتھ فرصت سے پڑھ بھی رہے تھے۔

"پچھلے کچھ دنوں بہت تکلیف سے گزرا ہوں، ایک بار پھر ٹھیک اور غلط میں جکڑ گیا تھا۔ آپ جہاں بھی جائیں مجھے اپنا کوئی پتا دے کر جایا کریں پلیز۔ آپکی دعائیں چاہیں، مشکل وقت آرہا ہے محترم۔ دعا دیں ہمت ملے اور کمزور نہ پڑوں"

وہ اپنے زندگی یہ پچھلے کچھ دن یاد کیے پھر سے اذیت میں اترا جبکہ شیخ محترم کے چہرے پر بھی فکر و سنجید گی اتری۔

"تمہیں کیا دعا دوں، تم خود اک دعا ہو میرے بچے۔جب تک ہم ٹوٹتے نہیں، جڑنے کا سلیقہ کہاں آتا ہے۔تنکا تنکا ٹوٹنے والے کو ہی تو گر سیکھائے جاتے ہیں۔رفو گری کے۔وقت مشکل ہے، پر تم کونسا آسان ہو۔۔۔ جھیل لو گے۔۔۔سنورو گے، مست ہو جاو گے"

وہ پھر سے ازلی مہربان مسکرائے تو اوزان کا دل بھی پنکھ سا ہلکا ہوا۔

"آپ میری ٹنشن کو ٹنشن رہنے ہی نہیں دیتے، خیر نکاح ہوا ہے میرا۔۔۔"

وہ اس خبر پر یوں بچوں کی طرح کھکھلائے کہ خود اوزان ہنس دیا۔

"آئے ماشاءاللہ، اس قدر خوبصورت اطلاع، اس قدر مرجھائے چہرے کے ساتھ سناتے تمہارا دل نہ کانپا لڑکے۔۔۔کون ہے وہ کرموں والی جیسے یہ روح شناس ملا۔۔۔محبت لٹا دی ہو گی اس خوش نصیب پر ساری۔۔۔۔۔پر یاد ہے نہ طلب مت رکھنا۔۔۔۔"

وہ خوشی سے مسکراتے آخر تک جو حوالہ دے بیٹھے اس پر اوزان کے چہرے کی مسکراہٹ بھی تھمی۔

"صرف محبت ہوتی تو طلب بیچ میں نہ آنے دیتا، بیوی بن گئی ہے تو کیسے روکوں خود کو۔۔۔ بیوی بھی کوئی عام نہیں ہے، محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔۔ جسے دیکھ کر دل اور روح کے سارے رنگ چمکیلے ہو جائیں، اسکے لیے میرے پاس محبت ہی محبت ہے۔۔۔ لیکن کیا واقعی میں خالی ہو جاوں گا؟"

جس طرح وہ یہ سب انکو بتا رہا تھا وہ کبھی رشک سے مسکراتے کبھی ہنس دیتے اس باولے پر۔

"پگلے میں نے یہ فلسفہ پتا ہے کیوں کہا تھا، کہ تم کسی کے پاس جانے کی ابتدا تو کرو۔۔۔ ارے جب اللہ نے اسے تمہاری جائز محبت بنا کر قربت کا انعام بھی بخش دیا تو کیسا خالی پن، کیسی طلب۔۔۔ طلب تو غیر و ناجائز چیزوں کی ہوتی ہے، اپنوں کی تو چاہ ہوتی ہے۔۔۔ سب جائز ہو گیا اب تو۔۔۔۔ کیا

وہ ایسی ہے کہ تمہیں خالی ہونے دے گی؟ جسے تم نے محبت کی ہے وہ ایسی ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔۔ اہل بصارت و اہل بصیرت کے استاد ہو تم۔۔۔ میرے فرزند! تم نے جو چنا وہ تمہارے لیے اخیر حد تک جائز و بے انتہا کر دیا گیا"

یہ سب انکی زبان سے سن کر اوزان کے ہونٹ دلکشی سے مسکرائے، پھر وہ ہنسا تو شیخ محترم نے باخدا اسکی دنیا جہاں کی منور ترین ہنسی کا صدقہ اتارا۔

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ میرے اندر اسکے لیے پیدا ہوتی چاہت اور طلب جائز ہے؟"

وہ اب بھی ڈرا ہوا تھا جبکہ شیخ محترم نے سر ہلاتے مسکرا کر اسکے خوبصورت وجیہہ چہرے کو دیکھا۔

"بیوی بن گئی، سمجھو تمہاری اُس جہاں کی پکی ساتھی بھی بک ہو گئی۔۔۔ اللہ تم دو کو ایک دوسرے کی راحت بنائے، یہ جو پاک ہمسفر ہے یہ حور سے

کم نہیں میرے بچے۔ تو سمجھو تم سے روح شناس کو جو یہ روح نشین ملی تو اللہ نے تمہیں تمہارے امتحانات میں سرخرو کیا ہے۔۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو اوزان، کئی سالوں سے میں نے اپنا آپ اللہ، اسکے رسول ﷺ اور اسکے دین کی وسعت پر صرف کیا لیکن میں بھی کبھی کبھی بے سکون ہوتا ہوں، اور بے سکونی کو میری بزرگی بھی دور نہیں کر پاتی، تمہاری خفظ کی ایک آیت کا دم لوٹاتا ہے میرے سینے کا سکون۔۔۔۔۔۔ ایسی تاثیر اللہ ہر کسی کو نہیں دیتا، پیروں ولیوں تک کو نہیں، وہ یہ تاثیر دیتا ہے تو عام سے کسی انسان کو جسکا دل خاص ہو۔۔۔۔۔۔ تو سوچو اس پاکیزہ دل میں جو بسی ہے وہ بھی کتنی پیاری ہو گی"

وہ یہ سن کر خود سے محبت کرنے لگتا تھا، اسے خود سے ہمیشہ سے محبت تھی لیکن اس استاد نے ہی اسے خود سے محبت کا درس دیا، محبت کرنی سیکھائی۔

"لیکن مجھ پر میری دعا اثر کیوں نہیں کرتی محترم، میرا کبھی کبھی دل چاہتا ہے مجھے بھی میری دعا لگے۔ جب تکلیف برداشت نہیں ہوتی تو اس نعمت کے لیے بہت تڑپتا ہوں"

اوزان کے نفیس وشائستہ لہجے میں دکھ اترا پر وہ جاذب مسکرائے۔

"یہ اس لیے برخوردار کیونکہ تمہاری دعاوں کے مستحق بہت سے اور لوگ ہیں، تمہیں دعا نہیں لگتی مگر بددعا بھی نہیں لگے گی۔ اللہ ہماری تکلیف پتا ہے کیوں بڑھاتا ہے، تاکہ ہم میں برداشت کو بڑھا سکے۔ جو اس دنیا میں جتنے دکھ سہے گا اسکی آخرت اتنی آسان ہو گی۔ تم نے مشکل زندگی جی ہے پر خوش ہو جاو، وہ مل گئی ہے نہ تمہاری راحت۔۔۔ تو اپنے درد اسکی موجودگی سے مٹاو۔۔۔۔ نیک ہمسفر راحت کبیرہ میں شامل ہے"

وہ انکی باتوں سے ہمیشہ بہت مضبوط ہوتا، استاد کے روپ میں وہ اسکے ہمدرد، اسکے دوست اور اسکے رہمنا تھے، انہوں نے اوزان کا ہم عمر جوان بیٹا کھویا

لیکن اوزان تب سے انکا بیٹا بنا اور آج تک دونوں کے بیچ یہ رشتہ پوری دلکشی سے موجود تھا۔

"میں نے آپکو بہت مس کیا"

وہ جس طرح پیار سے بولا، شیخ صاحب کے چہرے پر انتہائی خوبصورت تبسم اترا۔

"اہمم اہمم زوجہ جان کے باوجود۔۔۔ ارے بھئی ہم بڈھے لوگ اب کہاں یاد رہیں گے تمہیں۔ اب تو زندگی مزید پیاری پیاری ہو گئی نہ۔۔۔"

وہ شرارتی بھی تھے تبھی تو اوزان انکے چھیڑنے پر ہنس پڑا۔

"آپ جیلس ہو رہے ہیں؟"

اوزان کیا کسی سے کم تھا فوری حساب چکایا اور وہ بھی بھول گئے تھے کہ انکے سامنے ماہر کمپلیئین براجمان ہے۔

"ہاہا جیلس تو ہم کسی کے باپ سے بھی نہ ہوں"

انکے دبے ہوئے تبسم کے سنگ احتجاج پر وہ بھی مسکرایا اور پھر جب اوزان نے انکو باقی بابا کی خودکشی کے حقائق بتائے تو وہ لمحہ بھر پریشان ہوئے۔

"اللہ پاک تمہیں سچائیاں سننے اور برداشت کرنے کی قوت دیں میرے بچے، بہتر ہو گا سب۔ گناہ گار سزا پائیں یہی دعا ہے۔"

وہ اسکے لیے پر امید تھے، کہ وہ یہ سب ہمت سے برداشت کرے گا جبکہ وہ خود بھی پر امید تھا، جبکہ اتنے دنوں بعد اس نے ناشتہ بھی شیخ محترم کے ساتھ یونہی کھٹے میٹھے ماحول اور گفتگو میں کیا تو سچ میں اعصاب کی تھکن رہی سہی بھی اتر کر رہ گئی۔

..________________________________..

"اٹھ جاو بہارے ناشتہ اماں سائیں کے ساتھ کریں گے پھر مجھے نکلنا ہے تھانے کے لیے"

وہ ایک پر سکون نیند میں مبتلا تھی، صبح کے آٹھ بج چکے تھے اور حسیب خانزادہ تک سک تیار بھی تھا اور چہرے پر بہار کے رنگ بھی اویزاں تھے، وہ اسکے پاس ہی بیٹھے کروٹ پر لیٹی بہارے کی اور جھک کر بیٹھا تو وہ مسکراتی ہوئی کروٹ سیدھی کیے لیٹی اور مندی مندی آنکھیں کھولیں، اسکے بالوں میں پیوست نمی اب بھی تکیے کو نم بخشے ہوئے تھی کیونکہ وہ اتنی تھکی تھی کہ بال تک سوکھانے کی زحمت نہ اٹھائی اور یوں ہی سو گئی۔

"نیند پوری نہیں ہوئی نہ"

وہ افسردگی سے بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھول سکی جس پر آفت کا پرکالہ ہنسا بھی اور اپنی کھردری گال جھک مر بہارے کی ملائم گلابی گال سے مس کیے بے باک ساتنگ بھی کیا۔

"تھوڑی دیر کے لیے اٹھ جاو، ناشتہ کر لو پھر پورا دن سوتی رہنا۔ اگر تم میرے ساتھ ناشتے کی میز پر نہ گئی تو اماں سائیں کو شرطیہ شک ہو گا کہ میں نے کوئی فلم ڈالی ہے۔۔۔۔ یار میری عزت اب تمہارے ہاتھ میں ہے"

حسیب کا کیوٹ سا ڈر سچ میں بہارے کی نہ صرف ہنسی اسکے گلاب ہونٹوں پر سلپ کر گیا بلکہ نیند بھی اسکی آنکھوں سے اڑی۔

"وہ تو ڈالی ہے تم نے، اگر میں تمہاری صائمہ آنٹی سے شکائیت لگاوں تو؟"

یہ محترمہ تو سر پر چڑھ رہی تھی تبھی تو حسیب نے نا صرف اسے آئیبرو اچکاتے گھورا بلکہ لمحہ لگاتے بہارے کے دونوں ہاتھوں میں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھنساتے زرا بے تکلفی سے ڈرانے کو جھکا تو وہ اس نزدیکی پر خفیف سا بوکھلائی، وہ لمحہ لگاتے اس میں گھل جاتا تھا تبھی بہارے کے یہ خوف فطری اسکے جسم و جان میں بیدار ہو گئے۔

"تو نرمی اور رحم بھول جانا اگلی بار کے لیے، کھا جاوں گا، تمہیں چبائے بغیر نگل جاوں گا۔۔۔۔"

وہ اسکے لہجے کے استحقاق، تنبیہہ اور بے باکی پر گلابی ہوئی مگر وہ اسکے حجاب آلود ہوتے چہرے پر مر ہی مٹا۔

جھک کر ان معطر ہوتی سانسوں کی خوشبو، اپنی سانسوں کی آخری حد تک اتاری اور دونوں کی آنکھوں میں ان نشاط انگیز ساعتوں کے بعد بیچ کا فاصلے استوار ہوتے ہی ٹھاٹیں مارتے جذبات مچلے۔

"اوکے جاو تم میں اپنی حالت سنوار کر آتی ہوں، بیمار لگنی چاہیں ہوں نہ سمجھا کرو۔۔۔۔ اگر مجھے پرفیکٹلی فائن دیکھا انہوں نے تو بھی شک میں پڑ جائیں گی کہ بڑا حسین مرہم ملا ہے"

وہ خود ہی مزید اسکی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی جبکہ اسکے اٹھنے کی کوشش میں حسیب نے اسے انہی دونوں ہاتھوں سے پکڑے اٹھا کر مدد کی تو وہ شرمگیں سا مسکائی۔

"آہاں تو زرا بتاؤ مجھے لڑکی ایسا کونسا مرہم مل گیا تمہیں رات و رات کے چہرے کا گلو چھپائے نہیں چھپ رہا"

حسیب کی ئ جسارت و بے خودی مزید سہنے کی بہار میں ہمت نہ تھی تبھی وہ اسکو خود سے دور کرتی رحم طلب ہوئی۔

"تنگ مت کرو حسیب، اتنی خوش ہوں کہ رو دوں گی"

وہ اسکے روہانسے ہونے پر کھل کر ہنسا، ایک بار دل کو سکون دینے کو اسے اٹھ کر ہاتھ پکڑ کر بیڈ سے اتارتے پوری قوت سے کھینچ کر حلاوت و گرم جوشی کے سنگ اپنے گلے لگایا تو وہ بھی مسرور ہوتی اسکے اطراف بازو جما کر ہاتھ باندھ کر آنکھیں موند گئی، اسکے ٹھنڈے یخ بالوں میں حسیب کے ہاتھ کی

سر سراتی انگلیاں بہارے کو سکون دیتی محسوس ہوئیں، دل کی دھڑکن ایک دوسرے کے وجود میں سرائیت کرتی محسوس ہوئی۔

"یعنی تمہیں مسرور کر دیا میں نے؟"

اسکے کمزور وتھکے وجود کو یوں گلے لگا کر تقویت بخشے وہ روبرو ہوا تو وہ بنا کسی ہچکچاہٹ کے پورے اعتماد سے اترائی۔

"میری سوچ سے بہت زیادہ، اب جاؤ نہ شرم آرہی ہے تم سے"

وہ اسکی گال چومتی اگلے ہی پل اسکی نظروں کی حدت سے بھاگی، جبکہ حسیب نے اسکے جاتے ہی ایک بار عقب سے دبوچتے اسکو خود سے جوڑا۔

"حسیب"

وہ اسکے شدت سے جکڑتے ہی اسکی گردن کی اطراف سانسیں بکھیرنے پر تڑپ اٹھی۔

"اپنی انشورنس کروالو بیگم، تم تو میرے چھوتے ہی موم بن کر پگھل جاتی ہو۔۔۔ہاہا جاو بھاگو۔۔۔اور جلدی آنا میں اور اماں منتظر ہیں باہر"

مزید بہارے میں اسکا ایک بھی بوسہ، ایک بھی بہکی حرکت برداشت کرنے اور نڈھال جان پر سہنے کی تاب نہ تھی تبھی محترم بھی خود کے ابلتے جذبات کو لگام بخشتے رحم کھائے دور ہوئے اور وہ اسے کمرے سے جاتے ہی اس باولے کی بات پر ہنس پڑی۔

"کیا ہو تم حسیب، اتنے عافیت خیز۔۔۔۔اتنے قیمتی۔۔۔آہ بہارے آہ۔۔تم نے کیسے خیانت کی اس شخص کے ساتھ۔۔۔۔۔"

آج وہ لمحہ بھی حسیب لے آیا جب بہار کو اپنے سابقہ جنون پر پچھتاوا ہوا، اور وہ تھا ہی ایسا کہ کسی کو بھی پاگل کر دیتا۔

حسیب کے روم سے جاتے وہ بھی چینج کرنے بڑھی، صائمہ خانزادہ نے اسکے لیے بہت سے ڈریسیز خریدے اور انہی میں سے بہار نے جامنی اور گینزا

فیبرک پر شیشے کے کام والی شارٹ کھلی شرٹ اور تنگ ٹراوزر کے ہمراہ آئینے میں پہلی بار خود کو اس خوبصورت مشرقی لباس میں دیکھا تو ساکن رہ گئی، لب خود بخود مسکراہٹ کے سبب سے دلربا رنگ میں ڈھلتے گئے۔

اس کے نم نم بال چینج کے بعد زرا اڈرائے ہوئے تو وہ خود ہی سٹریٹ ہوگئے جنھیں اس نے برش کیے کمر اور شانوں پر کھلا چھوڑتے ایڈجسٹ کیا، پیروں میں ذگ زیگ سٹرپڈ ہم رنگی چپل پہنے دوپٹے کو گلے کے ساتھ لگالیا اور گہرا سانس کھینچے وہ جب کمرے سے باہر آئی تو حسیب، اماں سائیں کے ساتھ ہنستا ہوا ناشتہ لگا رہا تھا مگر بہار کو دیکھ کر دونوں ایک ساتھ وارفتگی سے تھمے، حسیب کو تو لگا دل جھٹکے سے سینے سے نکال گئی ہے وہ جبکہ صائمہ مسکرا کر ناصرف بہارے کی طرف بڑھیں بلکہ اسے اتنا خوبصورت سجا دیکھ کر انکی آنکھیں خوشی کی تمازت سے چھلکیں۔

"ماشاءاللہ، چشم بد دور، میری بہو چاند کا ٹکڑا لگ رہی۔ تجھ پر یہ جوڑا کتنا سجا ہے بہار پتر۔۔۔۔جیوندی رہ"

وہ اسکا موہنا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسکی آسودگی سے پیشانی چومے مسکرائیں تو وہ بھی چھوا موا سا مسکائی البتہ حسیب کی پر حدت روح تک جھانکتی آنکھیں بہار کو ویسے ہی سر تا پیر خود میں مرکوز کیے سانس لینا دشوار کر رہی تھیں، وہ جیسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا وہ بہارے کو بہت خوبصورت لگا۔

"کیا واقعی میں اچھی لگ رہی ہوں"

وہ صائمہ آنٹی کی نظروں میں ہمکتی ستائش کے باوجود بھی تھوڑی بے چین تھی۔

"بہت خوبصورت، نظر نہ لگے تجھے۔ ادھر آ حسیب ساتھ کھڑا ہو زرا اسکے" وہ کھلکھلائیں اور جب حسیب اسکے ساتھ آکر اسے ہی تکتا آکر کھڑا ہوا تو صائمہ خانزادہ شادی مرگ کی سی کیفیت میں مبتلا لگیں، وہ اتنے سج رہے تھے کہ انہوں نے ہاتھوں سے واری جاتے دونوں کا صدقہ اتارا۔

انکا بس نہ چلا اپنی جان بھی وار دیتیں۔

"کل خیر سے تم دو کا ولیمہ رکھا ہے، چھوٹی سی مگر پیاری سے تقریب ہو گی رات میں۔ اس ماں کی ساری دعائیں تم دونوں کے لیے ہیں اب، آجاو ناشتہ کرتے ہیں"

ولیمے کی تقریب اتنی جلدی تو نہ بہار نے امید کی نہ حسیب نے لیکن صائمہ خانزادہ کی خوشی کے آگے وہ دو بھی ہنسی خوشی راضی ہو گئے، اس حویلی کی رونق بڑھ گئی تھی اور وہ ان خوشیوں کو پورے پرتپاک انداز میں منانے کی خواہش مند تھیں، کیونکہ خان بہادر کی وفات سے اب تک اس حویلی کی رونق حسیب ہی بنا تھا اور اب بہار نے اس میں اضافہ کیا۔

ناشتے کے بعد بہار، حسیب کو باہر تک سی آف کرنے آئی، اماں سائیں کے سامنے تو وہ اسے صرف تاڑ ہی سکا مگر اس دہکتی حسینہ کے حسن کو سراہے بنا وہ چلا جاتا ممکن کہاں تھا۔

"میں نے تمہیں بولڈ پسند کیا اور تم آتے ہی مشرقی بہو رانی بن گئی یار، اٹس ناٹ فیئر"

حسیب کے شکوے پر وہ اسے دیکھتی ہنسی جو خاصا کیوٹ لگا، عین قریب رکتے بہار کے کھلے بالوں کی سوندھی مخمور خوشبو ان ہیل کرتا اسکی دھڑکنیں منتشر کرتا ہوا۔

"تم نے سنا نہیں جیسا دیس ویسا بھیس، تمہارے لیے سیکرٹلی بولڈ ہی رہوں گی فکر مت کرو"

وہ مسکرا کر بازو اسکی گردن کی اور حائل کیے گردن کی پچھلی طرف باندھے حسیب کی شرارت اور بے خودی بھی ایکٹیویٹ کرنے کا سبب بنی جس نے اپنے دونوں ہاتھ بھی بہار کی کمر کے اطراف لے جاتے باندھے۔

"ہاں اب تھوڑی تسلی ہوئی، بائے داوے یو لک سٹنگ۔۔

Let me love you baby "

حسیب کے حصار کر بے خودی کے سنگ بہکنے پر بہار نے گھورتے ہوئے اسکی بے لگامی پر بندھ باندھا۔

"کتنا پیار کرو گے، تھوڑی دیر رک جاو نہ۔۔۔۔اگر تم نے پھر سے کچھ کیا تو میری نیند اڑ جائے گی۔مجھے سونا ہے ابھی۔۔۔پلیز"

وہ اتنے لاڈ سے درخواست کر رہی تھی کہ حسیب نے بھی مہربان ہونے میں حدیں کیں، ویسے بھی وہ بہار کو پہلے ہی بہت تنگ کر چکا تھا اب بھی اسکی جان نہ چھوڑتا تو وہ لازما کوچ کر جاتی۔

"جاجی لے اپنی زندگی شام تک بسنتی، کیونکہ تمہاری اب سے ہر رات میری ہے، بلکہ ہر سانس۔۔۔۔بائے، سی یو۔۔سو جانا اور خبر دار میرے علاوہ تمہارے دماغ میں کوئی دوسرا خیال بھی آیا۔۔۔۔"

وہ جیسے مست سا قہقہہ لگاتا اسکی گالیں اندر کو دباتا، آخر تک رعب و استحقاق جمائے دور ہٹا وہ اسکی آخری معنی خیز تقاضے پر نہ صرف گلاب ہوئی بلکہ ہاتھ

ہلا کر حسیب کو بائے بھی کیا، محترم کا بس چلتا تو او جھل ہی نہ ہوتے پر آج بڑا دن تھا سو جانا ہی پڑا، حسیب کی جیپ کے حویلی سے نکلتے ہی وہ بھی مسکراتی ہوئی واپس اندر کی جانب بڑھ گئی کیونکہ ساس جانی کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کے بعد وہ آج لمبی تان کر صرف سونا چاہتی تھی۔

..________________________________..

صبح کے نو بج گئے مگر پورے ایریا کی چھان بین کے باوجود المان سیال کا کوئی سراغ نہ ملا، مشن تو مکمل ہو گیا مگر المان سیال کی گمشدگی پورے آرمی یونٹ کے لیے ایک دل دہلا تا دھچکا تھا، سمجھ نہ آیا اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان نگل گیا، جاسوس کھوجیوں سے بھی ملبے اور ارد گرد میں بکھرے کھروں کی تلاش کروائی جا رہی تھی مگر اس کمرے کے جل کر راکھ ہونے کے سبب سب کھرے اور نشانات بھی منہدم ہو چکے تھے۔

میجر گلزار خود جائے وقوعہ پر اس خبر کے ملتے ہی پہنچ آئے، اسد بھی انکے ہمراہ تھا۔

"وہ کیسے غائب ہو سکتا ہے اسد؟ کیا تم نے یہ سارا ایریا چھانا ہے۔ "

میجر گلراز کی آنکھوں میں خود تکلیف رقم تھی، جو کمرہ خود کش بمبار جیکٹ میں لگے بمب سے پھٹا وہاں اینٹیں، اور اس کمرے کا ملبہ اب تک بکھرا تھا۔

"سر پورا اڈا چھان مارا ہے، کیپٹن کہیں بھی نہیں ملے۔ نہ ان کا کوئی سراغ ملا۔ م۔۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا، م۔۔ میں انکی خفاظت نہیں کر سکا۔ اگر انکو کچھ ہو گیا ہو ات۔۔۔"

اسد مزید حوصلہ نہ کر سکتے جیسے رو پڑا، میجر گلزار نے پلٹ کر ہاتھ کے اشارے سے اسے ایسا فضول سوچنے اور بولنے سے تنبیہی اشارے کے سنگ روکا۔

"فضول مت بولو اسد، وہ میرا شیر ہے اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میرا دل نہیں مان رہا کہ اسے آنچ بھی آئی ہے۔ جب تک الامان کو ہم ڈھونڈ نہیں لیتے واپس نہیں جائیں گے۔ اسکی تلاش کے لیے ہنزہ کی وادیاں چھان مارو یا پہاڑ سر کرو۔ مجھے کیپٹن الامان سیال زندہ سلامت چاہیے"

وہ خود آزردہ تھے، دل ان ہونی کے خوف سے کانپ رہا تھا لیکن وہ ہمت نہیں ہار سکتے تھے، اسد کے کندھے پر پر تسلی بھرا دست رکھ کر تھپکا ئے وہ وہاں سے گئے تو اسد نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کمرے کے ملبے کو دیکھا۔

"کہاں ہیں آپ کیپٹن یار، ا۔ ایسی آزمائش تو مت لیں۔ اگر آپکو کچھ ہو گیا تو کیسے خود کا سامنا کروں گا۔ کیسے آپکی زندگی میں شامل ہوتی وہ لڑکی یہ دکھ سہے گی۔۔۔ پلیز کم بیک۔۔۔ یا اللہ رحم کریں ہم پر۔۔۔"

اسد کے حلق میں یہ سب بولتے کانٹے اگے تھے، دل تھا کہ کٹ چکا تھا، آرمی کے لوگ یہاں ہر سو پھیلے تھے، ہر سمت المان سیال کی تلاش کی جا رہی تھی لیکن وہ کہاں چلا گیا کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

مشائم کا دل صبح سے بے چین تھا، نہ کچھ اچھا لگ رہا تھا نہ جسم و جان کی بے زارگی میں کمی آ رہی تھی پر اسے آج کچھ گھنٹے کے لیے اسائنمنٹ جمع کروانے یونی جانا تھا تو بے دلی سے صبح تیار ہوئی۔

میشی یونی چلی تو گئی پر اسکا دل وہاں بھی اداس رہا اوپر سے جب المان کا فون سوئچ آف ملا تو اسکی تکلیف نا قابل بیان حد تک بڑھی، وہ دو اہم کلاسیز لیے ہی واپس آ گئی اور جب واپس پہنچی تو ایزل مریم اور دیان کو دیکھ کر اس نے اپنی رہی سہی تکلیف بظاہر دبا لی۔

دیان، بڑی امی کو ڈراپ کیے ہوسپٹل نکلا تو پنار نے بھی اسی سے لفٹ لی کیونکہ ایزل مریم کچھ دیر میشی کے پاس رکنا چاہتی تھیں۔

وہیں حسیب اور اسکے لوگ آج فیروز شمشیر کو عدالت لے کر روانہ ہوئے تھے، ضمانت یا سزا کا تعین ثبوتوں کی بنیاد پر ہونا تھا۔

عدم نے بھی منہاس سے رابطہ تو کیا لیکن منہاس نے ابھی ملنے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ کچھ دن تک خود اوزان کے پاس ملنے جائے گا۔

عدم نے اسکا پیغام بھی اوزان کو دے دیا جو درانی کے ہی آفس میں تب موجود تھا۔

طلال یونی جا چکے تھے جبکہ انصاری حویلی میں زینو اور کنول ہی موجود تھیں، اوزان نے رومیو اور جولیٹ کو واپس منگوا لیا اور تبھی زینو کو بھی اپنی نئی مصروفیت ملی اور وہ آئی جان کے جانے سے اب تک لان میں انہی دو کے ساتھ مسکراتی ہوئی مصروف تھی۔

آج اس نے آئی جان کی خریدی بہت پیاری فراک پہنی تھی، کلر georgette ٹو پیس فراک میں زینیش کا پورا وجود چھپا تھا،

اور گینز اکا سنپل مگر بلیک شائنی لیس والا دوپٹہ سمیٹ کر کندھے پر ڈالا اور گولڈن سلکی بال لیرڈ دیکھائی دے رہے تھے، گلے میں اوزان کا دیا گفٹ نیکلس پہنا اور بابا والا نیکلس اتار کر سنبھال لیا تھا اور اس نے دونوں طرف سے اک اک بالوں کی لٹ پکڑے چھوٹا سا بلیک کیچڑ لگائے سامنے دو لٹیں لہرا رکھی تھیں، پیروں میں مقید بلیک ہیلز میں اسے سرخ و سفید ملائم پیر اور پیارے لگ رہے تھے، یہ تیاری اوزان دایب کے اظہار کے سبب تھی۔

"آج وہ آئیں گے نہ تو زینو خود انکے قریب جائے گی، بس بہت ہو گیا۔ انہوں نے کہہ دیا محبت کرتے ہیں تو میری محبت کے ہر طرح کا اظہار انکا حق ہے۔ دیکھو تم دونوں میں اچھی لگ رہی نہ۔۔ انکو پسند آوں گی؟"

وہ پر حیا سا مسکاتی رومیو جولیٹ سے ہمکلام تھی جو یوں اس کے ہاتھ سے گردن جوڑ گئے جیسے اسے سراہ رہے ہوں، اور زینو کی کھلکھلاہٹ، کنول کا دل جلا گئی۔

کنول جیسی منحوس کے لیے قدرت بھی ہر راستہ کھولے جا رہی تھی۔

"وہ تمہاری چال میں پھنسے گی کنول؟"

کنول نے لان کی سمت قدم بڑھائے تو وہ فون پر ڈیڈ سے ہمکلام تھی جنھیں وہ اپنا سارا پلین بتا چکی تھی، تنویر پاشا کے استفسار پر کنول زہریلا ہنسی، اس ڈائن کی نظر لان میں سوئمنگ پول کے پاس کھڑی زینو پر جلن اور تپش سے بھر کر مرکوز تھی۔

"بھلے ناراض ہو پر اپنے باپ کے لیے حساس تو ہو گی ہی ہر بیٹی کی طرح، ڈیڈ میرے پاس اسکے علاوہ اوزان کو کمزور کرنے کا کوئی حل نہیں۔ بہرام اس میں میری مدد کرے گا، وہ زینیش کو ایسی جگہ رکھے گا جہاں اوزان تو کیا اسکے فرشتوں کو بھی زینو کی خبر نہ مل سکے گی"

کنول کے سفاکانہ جواب پر وہ اپنے گولف گراونڈ میں گیم روک کر کھڑا گہرا سانس بھر گیا۔

"اور بہرام نے اسکے بدلے کیا مانگا تم سے کنول؟"

ڈیڈ کے تیکھے استفسار پر کنول خفیف سا بوکھلائی، چہرے کا رنگ بدلا۔

"کہتا ہے شادی کرو مجھ سے، طلال سے ڈائورس لو۔۔۔۔ میں نے جھوٹ موٹ ہامی بھر لی ڈیڈ۔ فکر مت کریں۔ ہمارا کام نکلتے ہی بہرام کا قصہ بھی تمام کر دوں گی۔ اب جب میرے پاس طلال کا بچہ آچکا ہے سو مجھے بہرام سے بھی جان چھڑوانی ہو گی۔۔۔۔ ابھی میں رکھتی ہوں بہرام کا میسج آیا ہے۔۔۔۔ زینیش کو ٹھکانے لگالوں آپکو انفارم کرتی ہوں"

کنول نے ڈیڈ کو بہلا پھسلا کر مطمئین کیا جبکہ وہ سر ہلائے اوکے کہتا کال کاٹ گیا تبھی کنول نے بہرام کے میسج کے جواب میں دو منٹ ویٹ کا کہا اور چہرے پر تکلیف اور اذیت سجائے ڈرامائی انداز میں چیختی جب زینو کی طرف دوڑی تو وہ بھی کنول کے رونے اور بلبلانے پر فوری سوئمنگ پول کے پاس سے ہٹ کر گردن گمائے پلٹی۔

"کیا ہوا آپکو؟"

زینو نے اچنبھے سے اس منحوس کو دیکھا۔

"زینو تمہارے بابا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا یہ باہر روڈ پر"

کنول نے روتے ہوئے جو کہا پہلے تو زینش کو لگا اس نے کچھ غلط سنا مگر جب کنول کے آنسو دیکھے تو وہ اسے بے دردی سے پرے دھکیلتی لان سے پورچ کی سمت بھاگی، چوکیدار اور باہر موجود دونوں گارڈز کو کنول نے چائے میں نیند کی دوا ملا کر پلوا دی تھی تبھی وہ لوگ آس پاس دیکھائی نہ دیے جبکہ زینش نے کندھے پر ڈالا دوپٹہ اچھے سے سر پر اوڑھا اور انصاری حویلی کے گیڈ سے پریشانی سے سنگ باہر نکلی مگر تب اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑیں جب دونوں طرف موجود روڈ سنسان تھی، وہ زرا سی گیڈ سے باہر آکر دونوں طرف دیکھے گہرا سانس کھینچے اس سے پہلے واپس اندر جا کر کنول کو اس بے ہودہ مزاق پر سچ میں مار دیتی، زینش کے منہ اور ناک پر کسی نے

ناصرف رومال رکھے کلوروفارم سونگھایا بلکہ اگلے ہی لمحے وہ آدمی زینو کو بیہوش ہوتے ہی اپنے کندھے پر ڈالتا تیزی سے دائیں جانب سڑک کی طرف بڑھا اور اسی سمت تیز رفتار سیاہ گاڑی آئی جس پر اس آدمی نے زینیش کے دوپٹے کو کھینچ کر اندر پھیکنا اور پھر اسے اندر لیٹائے خود بھی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا۔

کنول نے پیچھے ہی حویلی گیڈ سے باہر نکلے ہنس کر اس گاڑی کو جاتے دیکھا اور گیڈ بند کرتی وہ واپس اندر بڑھی۔

"ہاہا گئی تمہاری محبت کمیلئین۔ اب تم دنیا جہاں کی خاک چھانتے پھرو تب بھی تمہیں وہ نہیں ملے گی۔ اب دیکھتی ہوں تم کیسے میرے ڈیڈ کو پریشان کرتے ہو۔ اب تو تمہیں ہمیشہ روتا ہی دیکھنا ہو گا۔۔۔ ہاہا۔۔ ڈیڈ کو یہ نیوز سناتی ہوں"

کنول بظاہر تو جیت گئی لیکن یہی اسکی موت کا سبب بننے والا تھا۔

جبکہ زینو کو وہ لوگ ایک خستہ حال سے علاقے لے کر گئے، زیادہ گنجان نہ سہی پر شہری آبادی سے دور یہ ایک گاوں تھا اور زینو کو وہ لوگ اسی گاوں میں ایک ڈیرے پر لائے، بہرام ملک کے حکم پر اس بیہوش لڑکی کو اسکا آدمی کمرے میں لے کر بڑھا اور آہستگی سے اسے کندھے سے اتارے زمین ہر بانس کے چھلکوں سے بنی چٹائی پر دھر اکیے لٹایا، اسکے پیروں سے جھک کر وہ ہیلز آزاد کیے کمرے کے ایک کونے میں پھینکیں۔

بہرام کی وہاں اسی لمحہ آمد پر اسکے لوگ فوری مودب ہو کر پیچھے ہٹے، بہرام ایک منسٹر تھا اور تنویر، فیروز کو دو نمبر کاموں میں خاصی مدد کرتا تھا، پارٹنر کہہ لیں تو بے جانہ ہو گا، لگ بھگ اٹھتالیس سال کی عمر کا آدمی تھا، شکل و صورت گزارے لائق پر آنکھوں میں سیاہی اور سفاکیت اضافی تھی۔

"تو یہ ہے کنول کی سوتیلی بیٹی۔۔"

وہ دو قدم زینش کے قریب ہوا، حقارت بھری نظر اس کے بے داغ چہرے پر جمائی، فراک میں زینش کا پورا وجود چھپا تھا، اور بال کھل کر چار سو بکھرے تھے جبکہ اسکا دوپٹہ آس پاس نہ تھا شاید گاڑی میں ہی گر چکا تھا۔

"سرکار یہ کمیلئین کی بیوی بھی ہے"

اسی کے گارڈ میں سے ایک نے با آواز مدھم اطلاع دی جس پر بہرام ملک کے پورے توانا وجود میں اک لمحہ خوف کی لہر اتری۔

"خبیث عورت۔۔۔ یہ کیوں نہیں بتایا تو نے۔۔۔۔ کمیلئین کی بیوی۔۔۔۔ یہ کہاں پنگاہ لے بیٹھا تو بہرام ملک۔۔"

بہرام کا بس نہ چلا کنول انصاری کی اس بلنڈر پر پہلے گردن دبا آتا، کچھ دیر تک اس آدمی کے چہرے پر براجمان ڈر زائل ہوا تو نظر زینش کے چہرے اور بنا چھوئے بھی محسوس کی جا سکتی خوبصورتی پر بھٹکی تو اسکی شاطر، ڈری آنکھوں میں خباثت سی اتری۔

"اب سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال لیا ہے بہرام ملک تو ڈنگ کے ساتھ سانپ کا زہر بھی حاصل کر کے نقصان کی بھرپائی تو کرنی پڑے گی"

بہرام نے زرا دوزانو اس بے ہوش زینو کے پاس بیٹھے اس بار آنکھوں کی حقارت کو لطف کی جگہ دی۔

" کمپلیئین کی پسند کو داد دینی پڑے گی، ویسے تو میرا دل اس منحوس کنول پر سے اٹھتا نہیں پر یہ بھی اچھی ہے۔۔۔ اوزان سے کبھی کھل کر پنگاہ نہیں لیا پر اب دل چاہتا ہے اس آگ سے بنے شخص کو ہوا دی جائے۔۔۔ انتہا دیکھی جائے اسکی۔۔۔ جسکے انتقام سے دنیا ڈرتی ہے، دیکھتے ہیں کیا کرے گا وہ۔

ہاہا۔۔۔"

بہرام کے لہجے میں استہزاء بکھرا لیکن نیت خراب ہے یہ کہنا قبل از وقت تھا۔

"اسے کوئی تکلیف نہ ہو، اگر یہ یہاں سے بھاگی یا کسی کو اسکا سراغ ملا تو تم سبکی قبر یہیں اس ویرانے میں کھدے گی۔ اگر جاگ کر چینخے چلائے یا شور کرے تو اسکے ہاتھ پیر اور منہ باندھ دینا۔۔۔۔۔"

بہرام نے اک بھرپور نظر زینیش پر ڈالی اور اپنے چھ عدد پروفیشنل آدمیوں کو سپاٹ چہرے کے سنگ ہدایت کرتا سگار کے کش لگاتا اس بوسیدہ سے اندھیرے کمرے سے نکلا تو اسکے لوگ بھی اسکے حکم کی تعمیل میں پیچھے ہی لپکے جبکہ باہر نکلتے ہی ان لوگوں نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

زینیش کو خبر بھی نہ ہوئی کہ وہ کس جہنم میں آچکی ہے، خود اوزان بھی عدالت پہنچا، اسکے پاس موجود کچھ کاغذی ثبوت اور درانی کی کوششوں سے فیروز شمشیر کو جسمانی ریمانڈ پر جوڈیشل جیل کے سپرد کیا گیا تھا، اسکے بعد ضمانت کی اپیل ممکن تھی جبکہ فیروز شمشر ان دنوں بند رہے اوزان بھی یہی مناسب سمجھ رہا تھا۔

"تیرا دادا اب یہ کھلی ہوا ان ہیل کرنے کو ترسنے والا ہے ویرے، مجھے خوشی ہوئی کہ وہ درندہ جکڑا ہوا ہے۔ یہ جکڑن آزادی کے بجائے اسکی عبرت پر ختم ہو۔"

وہ لوگ واپسی کے لیے روانہ تھے جبکہ حسیب بھی کورٹ سے سیدھا تھانے ہی جانے والا تھا۔

"ہمم۔ میں ان پر ہاتھ اٹھا بھی نہیں سکتا تھا۔ جیسے بھی ہیں دایب انصاری کو جنم دے رکھا اس بدولت مجھ پر کچھ لمنٹس لاگو ہوتی ہیں۔ اچھا ہے سات دن کے ریمانڈ کے بعد ساری عقل خود ٹھکانے لگ جائے گی۔۔۔۔ چل میں نکلتا ہوں عدم سے ملنا ہے۔ منہاس کا معاملہ اب مجھے خود ہی دیکھنا ہو گا"

اوزان نے بھی سنجیدگی سے اپنی آجکی مصروفیت بتائے اجازت طلب کی جس پر حسیب نے اسکا پنجا لڑاتا ہاتھ جیسے دبوچے بے تکلفی سے کھینچا، اوزان نے اسکی اس چھچھوری حرکت پر مکا اسکی کمر میں جڑا۔

"ابے یار میں کونسا تجھے چمی کرنے لگا تھا، سیکرٹ بتانے لگا تھا منحوس۔۔۔ میری کمر سیک دی"

حسیب نے اسکے ہتھوڑے ہاتھ کا مزہ چھکنے کے بیچ نہایت بیچارگی سے کہا جس پر اوزان نے اسکا چہرہ جبڑے سے پکڑا اور دبا دبا مسکرایا۔

"تیری چمی سے پہلے میں اپنا یہ گال کسی گدھے خچر کو نہ ڈونیٹ کر دوں لوفر۔۔۔ بتا کیا سیکرٹ ہے۔۔۔۔ بہارے سے جڑا نہ ہو، ورنہ چڑ کے بدلے دوسرا مکا تیری اس ناک پر دوں گا"

اوزان کے سڑے اکتائے لہجے پر حسیب نے مکے کا دکھ بھلائے جیسے زہریلی شرمیلی کیفیت میں آنکھیں مٹکائیں، اوزان کے چہرے کا رنگ اڑا۔

گردن سے اسے پکڑتا اپنی گاڑی سے اسے یوں لگایا جیسے حسیب کا آخری وقت آگیا ہو۔

"ابے یار مار ڈالے گا کیا؟"

اوزان کے بھیانک تیوروں ہر حسیب مصنوعی بیچارگی سے منمنایا۔

"تونے چن چڑھا دیانہ؟ پتا تھا مجھے۔۔۔۔۔۔ گاڑ دیے جھنڈے۔۔ خبیث۔۔ دل کر رہا تیرا پچھواڑا سیک دوں۔۔۔ بے شرم۔۔۔۔ کمینے۔۔۔۔"

اوزان کے دھاڑنے پر حسیب کی ہنسی جب اوٹ آف کنٹرول ہوئی تو اوزان نے اسکو سرد نظر سے گھورا۔

"ہاہا جلن ہو رہی ہے میرے ویرے کو۔۔۔۔۔ ہاہا اب میں ٹیلنٹڈ ہئ اتنا ہوں میری جان کہ کبھی غرور ہی نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔ چل شرط لگاتے ہیں پہلے کون آبادی بڑھائے گا"

حسیب تو جلے پر نمک کی پوری الٹ گیا اور مجال ہو جو اسے شرم و غیرت آئی ہو۔

"تیری گردن مڑور دوں گا۔۔۔۔ شرم نہیں آئی تجھے"

اوزان کی کیوٹ کوفت پر وہ آفت ہنسا جسے جلن ہی معرکہ پہلے مارنے کی تھی۔

"ویرے جس نے کی شرم اسکے پھوٹے کرم۔۔۔ہاہاتو بھی ہمت کر یار۔۔ مقابلہ کر جل مت"

ایک تو پہلے وہ تپا تھا اوپر سے حسیب نے بھی خوب جلایا جبکہ اوزان نے جھٹکے سے منہ ہی منہ میں کوسنے بڑبڑاتے اسکی گردن آزاد کی اور سوتن جیسی زہریلی نظر حسیب کی بتیسی پر ڈالی۔

"بے شرم خبیث لوفر۔۔۔۔ چل جارہا ہوں۔۔۔پر تھوڑی غیرت کھاوہ بیمار ہے۔ویسے نہ مری تیری چھچھوری حرکتوں سے ضرور اللہ کو پیاری ہوگی۔۔۔"

اوزان نے شرم بھی اسے دلائی جسے دیکھ کر شرم بھی منہ چھپا لیتی تھی تبھی تو دونوں ہی ہنس پڑے۔

ہائے فائے کیے اوزان نے اسکی گال تھپکاتے پیار سے دیکھا، مزاق اپنی جگہ پر حسیب اور بہار کے رشتے کی بہتری اوزان کے دل کو بہت مطمئین و مسرور کر گئی۔

اوزان وہاں سے سیدھا فارم ہاوس ہی روانہ تھا مگر راستے میں چاچو کی کال پر گاڑی روکی اور کچھ دیر گاڑی سے باہر نکلا اور کال اٹھائی، ہوا سے اڑ کر پیشانی پر ڈھلکتے سر کے بالوں کو ہاتھ پھیرے جمایا۔

"کیا ہوا نا کام عاشق صاحب؟"

اوزان کے استفسار پر طلال جو انصاری حویلی کے لان میں کھڑے تھے سسک پڑے۔

"اوزان۔۔۔اوزان زینو کہیں نہیں مل رہی۔ پوری حویلی دیکھ لی۔ میں نے سوچا تھا آج یونی سے جلدی آ کر زینو کو کہیں باہر لنچ پر لے جاوں گا پر جب

واپس آیا تو وہ کہیں دیکھائی نہ دی۔۔ کسی کو نہیں پتا کہ وہ کہاں ہے اوزان۔۔۔ خدا کے لیے میری بیٹی ڈھونڈ لاو"

چاچو کی رندی آواز اور یہ سب باتیں ایک لمحہ تو اوزان کا سر چکرا گئیں۔

"ویٹ ویٹ۔۔۔ کیوں نہیں مل رہی۔ کہاں جائے گی وہ حویلی میں ہی ہو گی۔ آئی جان سے پوچھیں، یا روم میں دیکھیں"

اوزان نے ڈوبتے دل کے ساتھ تسلی دی پر وہ ہر جگہ پہلے ہی ڈھونڈ چکے تھے۔

"اوزان وہ کہیں نہیں ہے، بھابھی جان صبح دیان کے ساتھ میشی کی طرف گئی تھیں ابھی تک وہیں ہیں۔"

یہ سن کر تو اوزان کے پیروں تلے سے بھی زمین سر کی۔

"مطلب زینو اکیلی گھر تھی؟ اس منحوس کنول کے ساتھ۔۔۔ اپنی اور خرافاتی بیوی کو آج آپ میرے ہاتھوں سے مرنے سے نہیں بچا پائیں گے چاچو۔۔۔ فوری پہنچ رہا ہوں اسے گھر سے نکلنے مت دیجئے گا"

اوزان کے چہرے پر لہو چھلکا اور تبھی وہ بپھری موج بنا فون بند کیے گہرے سانس بھرے گاڑی کی طرف بڑھا۔

طلال بھی اذیت و حقارت سے بھرے اندر لپکے، سیدھے بیڈروم گئے جہاں وہ بھی منصوعی فکر میں دیکھائی دی کیونکہ اسے بھی خود کو زینو کی گمشدگی کے لیے پریشان دیکھائی دینا تھا تاکہ کوئی اس پر شک نہ کرے پر وہ بھول گئی تھی کہ وہ سب کی نظر میں آل ریڈی سرٹیفائیڈ منحوس ہے۔

"کہاں ہے میری بیٹی؟ گھٹیا عورت میری زینو کے ساتھ کیا کیا تم نے"

وہ نا صرف کمرے میں آئے بلکہ بازو سے دبوچتے دوسرے ہاتھ سے کنول کی گردن دباتے اسے دیوار سے لگاتے چلائے جبکہ کنول نے ایسا سخت رد عمل ہی امید کیا تبھی وہ اس سب کے لیے پہلے ہی تیار تھی۔

"ط۔۔ طلال! چھوڑو۔۔۔ میں کیوں کروں گی کچھ۔۔۔ میں تو جاگی ہی اس وقت جب تم واپس آکر زینو کے غائب ہونے کا پوری حویلی میں اعلان کرتے چینخ رہے تھے۔ ہوش میں آو۔۔۔ اتنی بری بھی نہیں ہوں کہ اسے کچھ کر دوں"

کنول نے مظلوم بنتے فوری اسکے ہاتھ کی وحشی پکڑ سے اپنی گردن چھڑوائی۔

"تم کتنی غلیظ اور زلیل ہو اسکا سب سے زیادہ علم مجھے ہی ہے، تم نے دھمکی دی تھی۔۔۔ کنول اگر میری زینو کو ایک آنچ بھی آئی تو میں تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔۔۔۔ میری بیٹی کا ایک آنسو بھی نکلا تمہیں خون کے آنسو رلاوں گا۔۔۔۔۔۔"

وہ اسکی نجس شکل پر لعنت برساتے کہہ کر دھاڑتے کمرے سے نکلے تو دروازہ بھی پٹخ گئے جبکہ کنول نے ڈرتے ہوئے اپنی گردن مسلی۔

"جانور کہیں کا"

کنول نے اپنے ڈر کو زائل کیا اور خود بھی کمرے سے نکلی، کیونکہ اسے پتا تھا اسکا کمرے میں رہنا زیادہ خطرہ ہے۔

جبکہ ایک گھنٹے کا سفر اوزان نے دس سے پندرہ منٹ میں طے کیا اور اسکے واپس حویلی آنے پر در و دیوار لحظہ بھر کانپے۔

گاڑی پورچ میں روک کر باہر نکلتا وہ حلق کے بل دھاڑا جس پر تمام گارڈز اور ڈرائیور اوزان کی سخت خشونت بھری دھاڑ پر دوڑتے پورچ میں جمع ہوئے۔

طلال بھی وہیں چلے آئے جبکہ کنول بھی، اوزان نے ایک خونخوار نظر چاچو کے زرا پیچھے کھڑی کنول پر ڈالی مگر پہلے گارڈز سے پوچھ گچھ اہم تھی۔

"کیا تم گیڈ سے ہٹے تھے؟"

اوزان نے اپنے سامنے کھڑے چوکیدار کی طرف دیکھتے پوچھا جس پر وہ تھر تھر کانپا، اگر اوزان کو بتاتا کہ اسکی کچھ دیر آنکھ لگ گئی تھی تو انجام کیا ہوتا یہی سوچ کر وہ فوری نفی میں سر ہلا گیا۔

انصاری حویلی میں دو چوکیدار تھے، دونوں کی شفٹ لگی تھی جبکہ دوسرا تو اس وقت تھا ہی سویا ہوا سو اس نے منمناتے اور روتے سچ ہی بتایا، جبکہ گارڈز نے بھی آنکھ لگ جانے کے معاملے کو اپنی جان کے بچاؤ کے سبب چھپا لیا۔

اوزان نے ان سے توجہ ہٹائی اور ٹھیک ڈری سہمی ہو کر بھی پر اعتماد نظر آتی کنول انصاری کے عین سامنے جا کر رکا۔

"اس معاملے سے آپکا کوئی تعلق ہے یا نہیں مسیز طلال؟"

اوزان کی نرم سی آواز میں بھی ایسی وحشت تھی کہ کنول کی ٹانگیں سی کپکپائیں۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے تو اسے بیٹی بھی مان لیا بھلا میں اسے۔۔۔۔"

اس سے پہلے کنول مکرتی، اوزان نے اسکی گردن اپنے چٹانی ہاتھ سے دبوچتے قہرناک نظر سے اسکی روح فنا کی۔

"مجھے مارنے کی کوشش کرنے والی عورت میری بیوی کو بھی نقصان دے سکتی ہے، میں اپنی تکلیف تو بخش دوں گا لیکن زینیش کی نہیں۔ اگر اسکی گمشدگی میں آپکا ہاتھ نکلا کنول صاحبہ تو میں آپکو اس جگہ پھینکوں گا جہاں آپ اپنا نام تک یاد رکھنے کے لائق نہ بچیں گی"

ٹھیک جب کنول کا دم گھٹنے اور رکنے کے دہانے پر تھا اس لمحے اس دلخراش انداز سے پھڑ پھڑاتی کنول پر رحم کھائے اوزان نے اسے حقارت سے پرے دھکیلا اور اندر لپکا جبکہ اوزان کے انکشاف پر طلال نے کھینچ کر تھپڑ کنول کے منہ پر ایسا مارا کہ وہ لمحے میں تھرا گئی۔

اپنی گال پر ہاتھ رکھے سرخ ہوتی بے یقین نظروں سے طلال کو دیکھتے پھنکاری۔

"فتنہ گر عورت، تم نے اوزان کی جان لینے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔ تمہیں بتاتا ہوں اسکی سزا کیا ہے"

وہ باقی سب بھول گئے اور اٹک اٹک کر سانس لیتی کنول کو بازو سے پکڑے گھسیٹا اور کمرے تک لائے اور اسے لے جاکر میٹرس پر دھکیلا۔

"بولو کنول! کہاں بھیجا ہے میری بیٹی کو ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گا"

دانت پیس کر اشتعال انگیز انداز میں طلال اسکے دونوں بازو دبوچتے اسے منہ کے بل بیڈ پر دھکیلتے دھاڑے، کنول کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے ایک ہاتھ سے جکڑے، دوسرے ہاتھ سے اسکی گردن پیچھے سے دبوچتے وہ اپنے توانا وجود سمیت اس نجس عورت پر حاوی ہو چکے تھے۔

"م۔۔مجھے چھوڑ دو وحشی۔۔۔۔ب۔۔بہرام لے گیا اسے"

اس سے پہلے کہ طلال اسکی جان لیتے کنول نے فوری سچ اگلا، جبکہ طلال کے دردناک دیے جھٹکے اور فوری اسے آزاد کرنے پر وہ اسی گردن سے پکڑے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑے جبڑے دبوچ کر کنول کی سرخ ہوتی نم آنکھوں میں جھانکے۔

"بہرام اور تمہیں ایک ہی قبر میں نہ گاڑا تو میرا نام طلال نہیں، پہلے تو سوچا تھا بخش دوں گا تمہیں۔ اب تم اپنے کیے کی سزا بھگتو گی۔۔۔ خبیث عورت میری بیٹی کو تم نے اس لفنگے لچے کے سپرد کر دیا۔ کیسی منحوس اور بدبخت ہو تم۔۔

اب تم مرو گی تو اسی چار دیواری کے بیچ، تمہارا حساب فرصت سے ہو گا۔"

نہ صرف وہ اسے دھکیل کر گئے بلکہ کنول پر کمرے کا دروازہ بھی لاک کر گئے، کنول حلق کے بل چینختی رہی پر اب اسکی سزا شروع ہو چکی تھی۔

جبکہ اوزان کمرے میں آیا تو اک لمحہ آنکھیں دھندلا گئیں، زینیش تو نہیں تھی اسکی خوشبو بھی ہر سو سے رخصت ہو گئی۔

بمشکل دیوار کا سہارہ لیے وہ اندر داخل ہوا، جسم سے جان نکل رہی تھی۔

"تم کہاں ہو زینو۔۔۔۔۔ کیسے مجھ سے کھو سکتی ہو۔یا اللہ میری جان لے لیں مگر اسے مجھے لوٹا دیں۔۔۔ مت کریں میرے ساتھ یہ۔"

وہ اس خالی پن سے وحشت محسوس کرتا پلٹا تو طلال کو کمرے میں آتا دیکھے دلخراش نظر چاچو پر ڈالی۔

"اوزان اسے ڈھونڈو میرے بچے، وہ حرام۔زادہ بہرام۔۔ اس نے مدد کی کنول کی۔۔ میری بیٹی کہاں ہے۔۔۔۔ میرا دل بند ہو رہا ہے۔میری بچی یہاں کے راستوں سے بھی واقف نہیں۔۔۔ اوزان میں نے الایہ تو کھو دی۔ اسکی خوشبو بھی چ۔۔ چھن گئی تو تمہارے چاچو مر جائیں گے
لاڈلے۔۔۔۔ میری بیٹی لادو مجھے"

وہ چاچو کی تکلیف کے آگے اپنی دبانے پر ایک بار پھر مجبور ہوا، انکا سینہ تسلی دلاتے انداز میں تھپکا جبکہ بہرام کو وہ اپنے ہاتھوں موت دیتا اس سے کم سزا نہیں تھی اسکی۔

"پریشان مت ہوں، وہ جہاں بھی ہو گی ڈھونڈ لوں گا، آپ خود کو سنبھالیں"

وہ انکو دلاسا دیے آنکھیں چراتا اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل سے جیسے گن نکالتے کمرے سے نکلا، طلال کی آنکھوں سے آنسو بے قابو ہوئے۔

زینو چھین کر اوزان دایب انصاری کے دل کو اسکے سینے سے نکال لیا گیا تھا، ناجانے اب کونسی قیامت آتی۔

خدا خیر کرے جبکہ طلال نے پہلے ہی زینیش کی گمشدگی اور بہرام کا حسیب خانزادہ کو بھی بتایا، کنول کو بھی کو اب موت سے کم کی سزا تو نہیں ملنے والی تھی یہ طے تھا۔

..________________..

"مجھے میشی کی بہت فکر ہو رہی ہے، وہ تو الماں سے کچھ زیادہ ہی اٹیچ ہو گئی پنار۔ آئی جان نے جب بتایا کہ صبح وہ کیسے رو رہی تھی، میرا اپنا دل تڑپ اٹھا۔ الماں سے بات ہوئی تمہاری؟"

وہ دونوں اس وقت کورونری کئیر یونٹ میں ہی موجود تھے جب کچھ دیر راونڈ پر آتے دیان نے پنار کے ساتھ ہی ہلکا پھلکا لنچ کرنے کے لیے کیفٹریا کا رخ کیا۔

ہلکی ہلکی دھوپ نکلی ہوئی تھی اور موسم کافی خوبصورت ہو رہا تھا، ٹھنڈی رومان پرور ہوا نے ٹھنڈ کو اور حسین کر رکھا تھا۔

"نہیں میری بات نہیں ہو سکی، کل رات سے کافی بار لالہ کا فون ٹرائے کیا پر مسلسل آف ہے۔ شاید وہ بزی ہوں یا نیک ورک کا ایشو ہو"

پنار نے دیان کے کرسی پیچھے کو سرکانے پر نرم سی مسکراہٹ دی اور بیٹھی، دیان نے بھی سامنے ہی جگہ سنبھالی۔

"ہمم ایک بار پھر ٹرائی کرو"

دیان کے اصرار پر پنار نے سر ہلاتے اپنا میز کی سطح پر رکھا فون اٹھایا اور المان کا نمبر ملایا، کال جا رہی تھی، اسد کے کیبن میں ہی اسکے میز پر المان کی گن اور اسکا فون دھرا تھا، سگنلز آنے کے سبب پنار کی کال لگی جبکہ آفس روم میں بجتے فون کی آواز پر باہر سے گزرا سپاہی اندر آیا اور میز کے قریب آکر بجتا فون اٹھا کر کال پک کی۔

"اسلام و علیکم لالہ، شکر ہے آپ نے کال تو اٹھائی"

پنار نے کال لگتے ہی بے چینی سے کہا مگر دوسری جانب سے ابھرتی اجنبی آواز پر پنار کے چہرے پر پریشانی اتری۔

"وعلیکم السلام میم، المان سر مشن میں بزی ہیں۔ انکا فون کیمپ بیس میں موجود ہے۔ جیسے ہی وہ ایویلبل ہوں گے آپکو کال بیک کریں گے"

ابھی کسی کو میجر گلزار نے الماں کی فیملی کو اسکی گمشدگی کی اطلاع دینے سے منع کر دیا تھا کم از کم چوبیس گھنٹے تک وہ الماں کی ہر جگہ تلاش کرنا چاہتے تھے۔

"جی بہتر لیکن اتنا بتا دیں کہ وہ ٹھیک ہیں؟"

پنار نے استفسار پر دیان نے بھی بے قراری سے اسکا چہرہ دیکھا جہاں بن بتائے عجیب سی تکلیف براجمان تھی۔

"جی، اللہ حافظ"

سپاہی نے فوری کال کاٹ دی جبکہ پنار کے مرجھائے چہرے کو دیکھ کر دیان بھی مضطرب ہوا۔

"اب تو مجھے بھی فکر ہو رہی ہے، ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا کہ وہ اپنا فون کیمپ بیس چھوڑ جائیں۔"

پنار کا دل ان ہونی کے خوف سے کپکپایا جبکہ دیان نے اپنی نسشت سے اٹھے پنار کے ساتھ والی کرسی سنبھالی اور اسکا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر دبایا۔

"پریشان مت ہو سب خیریت ہو گی، ویٹ کال آرہی ہے"

دیان نے اسے تسلی دی جبکہ اپنا فون جینز کی پاکٹ سے نکالا تو چاچو کی کال پر وہ فوری کال پک کرتے فون کان سے لگا گیا مگر اس جانب سے ملتی خبر پر دیان اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"واٹ! یا میرے خدا۔۔۔۔ اوکے چاچو میں جاتا ہوں۔۔۔۔ آپ پر سکون ہو جائیں حسیب اور اوزان لالہ انھیں ڈھونڈ لیں گے"

دیان کی ہولناک باتیں سنتی پنار بھی روہانسی ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا دیان؟"

پنار نے اسکے زرد پڑتے چہرے کو تکتے حراساں ہوتے استفسار کیا۔

"زینو بھابھی غائب ہو گئیں پنار، چاچو کہہ رہے کنول چچی کا ہاتھ ہے۔ بڑی امی کو لینے تمہارے گھر جا رہا ہوں۔ انہوں نے طلال چاچو کو کہا کہ انھیں لے جائیں۔"

دیان کے منہ سے زینو کے غائب ہونے کی خبر پنار پر بھی قیامت بن کر اتری، آنکھوں میں نمی اتری۔

"میں بھی چلتی ہوں گھر، کنول تو مر ہی جائے سفاک عورت۔۔۔۔"

پنار نے حقارت سے کنول کا ذکر کرتے ساتھ ہی قدم بڑھائے جبکہ وہ دونوں سیدھے گھر پہنچے تو میشی کے سامنے تو نہیں پر آئی جان کو دیان نے واپسی پر گاڑی میں زینو کے گم ہونے کی جب خبر دی تو زمین تو انکے پیروں سے سرکی۔

"کیسے کر سکتی ہوں میں یہ ؟ کنول کی خصلت جانتے بوجھتے میں زینو کو اسکے پاس اکیلا چھوڑ آئی۔۔۔۔اوہ میرے اللہ یہ میرے ہاتھوں کیا ہو گیا۔ میرے اوزان کی امانت تھی وہ"

بڑی امی کی تکلیف اور انکے تواتر سے بہتے آنسوؤں پر دیان سے بھی ڈرائیونگ کرنا مشکل ہوئی۔

"سنبھالیں خود کو بڑی امی، مل جائیں گی وہ۔۔۔۔کالم ڈاون"

دیان نے انکو تسلی تو دی مگر اسکا اپنا دل ہول اٹھا۔

وہیں میشی نے دیان کے چہرے کی پریشانی بھانپ لی تھی تبھی پنار سے ڈسکس بھی کیا۔

"مجھے دینو بہت اپ سیٹ لگے، آئی جان کو لے کر کیسے بھاگ گئے۔اور آپ بھی اپ سیٹ ہو پنار آپا سب ٹھیک ہے نہ ؟"

پنار اور وہ باہر لان میں ہی ٹہل رہی تھیں جب پنار مشائم کے استفسار پر گھبرا کر پلٹی۔

"ہاں میشی سب ٹھیک ہے میری جان، خوامخواہ پریشان مت ہو"

پنار نے دونوں ہاتھوں سے اسکا چہرہ تھامے نرمی سے الجھن سے آزاد کیا پر وہ آجکل کچھ زیادہ حساس ہو رہی تھی، اور جس طرح بار بار مشائم اپنے فون کو دیکھ رہی تھی، پنار کے دل کو مزید غم پہنچا۔

وہیں بہرام کے گھر گھس کر طفیل نے اسکے لوگوں سے منہ ماری کی جبکہ بہرام کو جس کا خوف تھا وہی ہوا، کنول کے پیچھے وہ جو کمپلائین اور اسکے یار سے پنگاہ لے بیٹھا تھا اب زمین پیروں سے پولیس کو گیڈ میں دیکھ کر صحیح معنوں میں سر کی۔

"اوئے کیا شور مچار کھا تم سب نے، کیا بات ہے پولیس کیوں آئی ہے"

بہرام نے گیٹ پر اپنے گارڈز اور طفیل کے لوگوں کو منہ ماری کرتے دیکھا تو لپک کر وہیں آیا، دست و گریبان ہوتے گارڈز اور پولیس والوں کو چھڑوایا۔

"پولیس تیری بارات لے کر آئی ہے، ہمارے ساتھ تھانے چل ورنہ تیرے ان محافظوں سمیت تجھے گھسیٹ کر لے چلوں گا۔"

طفیل نے اپنی شرٹ کی سلوٹیں بٹھاتے چنگاڑتے کہا جس پر بہرام کی آنکھوں میں طیش کی لہریں نمودار ہوئیں۔

"کس جرم میں پکڑے گا؟ ہیں۔۔۔ کیا تیرے اس تھانیدار کا راج چل رہا اس شہر میں جسے چاہتا ہے اٹھوا کر تھانے پھنکوا دیتا ہے۔ عزت دار لوگ ہیں"

بہرام کو اسکی ٹون اور تضحیک ناگوار گزری تبھی چڑھ دوڑا جس پر طفیل اسکے منہ سے عزت دار والے لفظ پر ہنس پڑا۔

"ہاہاعزت کی ع بھی تم لوگوں پر تھوکتی ہے خبیث، تو کتنا عزت دار ہے ہماری رگ رگ جانتی ہے۔۔۔۔ماڑی آسان زبان سمجھ لے ورنہ تیری عزت کا فالودہ کر دوں گا۔تو جانتا نہیں حسیب خانزادہ کا جونیئر، درندگی میں اس سے خاصا سینئر ہے"

طفیل نے ناکوئی اسکے عتاب کالحاظ کیانہ اسکے نفیس سجے دھجے سراپے کا، اپنے لوگوں کو ایک ہی آنکھ کی جنبیش سے اشارہ کیاجو اس زیرلب مغلظات بکتے بہرام کو گھسیٹے ہوئے اسکے بنگلے سے لے کر اپنی پولیس موبائیلز کی طرف بڑھ گئے۔

..________________________..

سر کی دکھتی رگوں سے اٹھتی ٹیس پر زینیش کے بے جان وجود میں حرکت ہوئی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر جکڑتی سیدھی لیٹی۔

"آہ۔۔میرا سر"

زینیش نے درد سے پھٹتے سر کو بھرپور دونوں ہتھیلوں سے جکڑا اور آنکھیں آہستگی سے کھولیں مگر گھپ اندھیرے میں دیوار کی اکا دکا درزوں سے آتی روشنی کے سبب اس جگہ کی وہشت نے اسے حراساں کیا، زینیش ڈر کر فوری اٹھ کر بیٹھی، نظر چارسو سہم کر گمائی۔

آنکھوں کے آگے کچھ درد سے اندھیرا سا پھیلا تھا کچھ اس اجڑی جگہ کو دیکھ کر دھندلاہٹ اتری۔

"ی۔۔یہ میں کہاں ہوں۔۔۔۔یااللہ یہ کونسی جگہ ہے؟
اوزان۔۔۔۔اوزان کہاں ہیں آپ؟"

زینیش نے سر کے درد کو بھلائے ہاتھ بلند کیے دائیں دیوار کا سہارا لیا اور ہمت جمع کیے اٹھی، وہ چار دیواری اور وہاں پھیلی بھوسے کی عجیب سی مہک پر وہ دم سا گھٹتی اس سامنے والی اینٹوں کی دیوار میں بنی درز کے قریب آئی اور آنکھ بند کیے دوسری سے جب اس سوراخ میں دیکھا تو سامنے ایک سیاہ

رنگت والا آدمی تھا اور اسکے ہاتھ میں گن دیکھ کر زینیش فوری دیوار سے پیچھے ڈر کر ہٹی۔

منہ پر ہاتھ رکھے چینج کا گلا گھوٹا، آنکھوں سے آنسوؤں لے گرم گرم قطرے گال بھگوتے چلے گئے۔

"یہ کون لوگ ہیں۔۔۔۔م۔۔میں مر تو نہیں گئی۔۔۔۔ک۔کیسے پہنچی میں۔۔۔مم۔میرا دوپٹہ۔۔۔۔"

وہ ڈرتے ہوئے دیوار سے لگی اور پھر جب خود کا دوپٹہ بھی غائب دیکھا تو آنکھوں میں اذیت اتری، ہچکی سی بھرے آنسو روکتی وہ دروازے کے پاس گئی اور ہر ممکنہ ڈر کو خود میں سمیٹے دستک دی۔

"د دروازہ کھولو۔۔۔۔م۔۔مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔۔پلیز دروازہ کھول دو"

وہ مرے مرے انداز میں دروازے کو پیٹتی روئی تبھی اسکی کپکپاتی مریل آواز سن کر باہر مٹر گشت کرتے آدمیوں میں سے ہی ایک کمرے کی طرف بپھری موج بنا بڑھا، دروازہ کھلنے اور اس وحشی آدمی کو اندر آتا دیکھے زینو ڈر کر دیوار سے لگی۔

ننگے پاؤں، ننگے سر، خوف وکرب سے اجڑی آنکھیں، آنکھوں میں تیرتا پانی اور چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان، وہ پھول سی لڑکی مرجھا چکی تھی۔

"تم کون ہو؟م۔میں یہاں کیوں ہوں۔۔۔۔دیکھو مجھے جانے دو میں اوزان دایب کی بیوی ہوں۔۔۔و۔۔وہ تم لوگوں کو مار دیں گے۔۔۔۔جانے دو مجھے"

اپنی ٹوٹتی ہمت بحال کیے وہ پورے حوصلے سے اس عجیب شکل کے آدمی کو دیکھتی کمزور سی آواز میں تلملائی تو وہ اس پر طنزیہ ہنسا۔

"اے لڑکی! اگر تو چاہتی ہے تیرے یہ نازک ملائم ہاتھ پیر رسیوں سے نہ باندھے جائیں تو جو رونا چیخنا ہے وہ اپنے حلق میں دبا لے۔ تیری زندگی ختم ہو چکی ہے، اغوا ہو گئی تو۔۔۔۔۔۔ سو مریا جی جو کرنا ہے خاموشی سے کر۔۔۔۔ یہاں تیری چیخیں کسی کو سنائی نہیں دیں گی، لیکن اگر تو باز نہ آئی اور چیخی تو تیرے اس ملائم جسم کی آپن غصے میں آکر دھجیاں اڑا دے گا۔۔۔۔ رہی بات تیرے اوزان وان کی بیوی ہونے کی تو یہاں آتی عورت ذات صرف سرکار کی باندھی ہوتی ہے۔۔۔ نہ کسی کی بیٹی رہتی ہے، نہ بہن نہ بیوی"

زینو کو نہ اپنے کانوں پر یقین آیا نہ آنکھوں پر تبھی اس آدمی کے زہر اگل کر واپس باہر نکلتے ہی وہ روتی ہوئی نہ صرف وہیں دیوار سے لگ کر بیٹھی بلکہ اپنی رخسار پر رینگتے آنسو بے دردی سے رگڑے، پورا جسم اس خبیث کی صرف باتوں سے کپکپا گیا، ضبط ختم ہوا تو ڈھے گئی، وہیں دہری ہو کر ٹانگیں سمیٹ

کر سینے سے گھٹنے جوڑے لیٹ گئی پر سانس اٹکنے لگا، روتے روتے آنکھوں کا ملگجا سا منظر بھی دھول بنا۔

"یا اللہ۔۔۔م۔۔مجھے ایسی موت نہیں مرنی۔۔۔م۔۔مجھے یہاں سے نکال دیں۔ آپکو پ۔۔پتا نہ مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔ا۔۔ان گندے لوگوں سے دور ک۔۔ کر دیں مجھے۔۔۔۔پلیز۔۔م"

وہ ہچکیاں بھرتی گہرے گہرے سانس لیتی روتی ہوئی بس یہاں سے کسی طرح نجات کو تڑپ رہی تھی۔

آنکھیں بار بار آنسوؤں سے بھر کر خالی ہوئے جا رہی تھیں۔

"ا۔۔اوزان۔۔۔۔مجھے لے ج۔۔جائیں یہاں سے۔۔۔ک کہاں ہیں آپ۔۔۔۔"

ڈر، تکلیف اور خوف نے زینیش کی آنکھوں کو سرخ کیا پر اس وقت اسکے پاس رونے کے علاوہ کوئی حل تھا بھی نہیں، جبکہ اوزان دایب انصاری اسے

کہاں تلاشے سمجھ سے باہر تھے، اوزان گاڑی سنسان سڑک کنارے روکے باہر نکل کر کھڑا پتھر کی طرح جما تھا، ہاتھ میں گن تھی، جہاں جہاں وہ ہو سکتی تھی سب جگہ ڈھونڈ لیا، حسیب اسکے کال کر کر تھک گیا تھا تبھی لوکیشن ٹریس کیے اس تک خبر لیے پہنچا۔

گاڑی سے نکلتے لپک کر وہ اوزان تک آیا۔

"اوزان۔۔۔ تو ٹھیک ہے ویرے۔ فکر مت کر بھابھی مل جائیں گی، اس منحوس نے انکو چھونے کی بھی جرت کی ہے اسکا کلیجہ چیر دوں گا"

حسیب نے اس پتھر بنے شخص کا چہرہ تھامے جنجھوڑا جس پر اوزان نے اسے غائب دماغی سے اسے دیکھا۔

"سب میری غلطی ہے حسیب، میں نے اسے کنول کی جان لینے سے روکا۔ اس نے کہا بھی تھا اسے اجازت دوں۔ دے دیتا تو مر گئی ہوتی وہ سفاک

عورت۔۔اب بتا میں کہاں ڈھونڈوں گا اسے؟اور ڈھونڈ بھی لیا تو نظر کیسے ملاوں گا یار۔۔۔۔۔اسکی خفاظت نہیں کر سکا"

اوزان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حسیب بھی آزردہ ہوا۔

"بہرام نہیں بچے گا۔میرے لوگ گئے ہیں اسے گھسیٹ کر لانے۔۔۔ایسے کام اسی کتے سے ہی کرواسکتی تھی وہ نجس عورت۔تو حوصلہ رکھ۔۔اور گھر جا۔طلال انکل کا فون آیا تھا کہ ایزل آنٹی گھر آئی ہیں اور تب سے روئے جا رہی ہیں کہ انکی وجہ سے یہ ہوا۔خود کو الزام دے رہی ہیں۔انھیں سنبھال میں دیکھتا ہوں یہ معاملہ"

حسیب نے اسے حوصلہ تھمایا پر اوزان نے نفی میں گردن ہلائے قطعیت سے اسکا ہاتھ جھٹکا۔

"میں کسی کو سنبھالنے کی پوزیشن میں نہیں، میری اپنی جان پر بنی ہے۔ سانس رک گئی ہے، جاتو۔۔۔۔ پلیز حسیب مجھے اکیلا چھوڑ دے۔ بہرام کے آتے ہی خبر دے"

اوزان سے اس وقت بولنا مشکل تھا تبھی حسیب نے اضطراری نگاہ اوزان پر ڈالی اور سر ہلاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

"زینیش، اب مزید نہیں۔ تمہیں اپنے سبب ہوتے دکھوں سے اوزان جلد نجات دے گا۔ بس ایک بار تم صحیح سلامت میرے پاس آجاو"

یہ قیامت خیز فیصلہ لیتے ہوئے اوزان دایب کی آنکھیں جہنم کی طرح جل رہی تھیں۔

..____________________________..

"اوہ میرے خدا! کس قسم کی شر انگیز عورت ہے یہ کنول"

پنار نے ساری تفصیل جب شام بابا کے روم میں آکر انکو بتائی تو یہ انکے لیے بالکل کسی ہولناک دھچکے سا تھا۔

"بہت ہی فتنہ خیز، تبھی تو میں وہاں جانا چاہتی تھی جلد از جلد۔ میرا بیبہ بچہ ناجانے کس حال میں ہو گا بابا"

پنار کی پریشانی تکتے اس سے پہلے جواد اسکی گال سہلائے تسلی دیتے، روم میں دروازے میں کھڑی عائشہ سیال کو خونخوار تیوروں سے اندر آتا دیکھ کر جواد کی آنکھوں میں سرد مہری اتری۔

"ہاں جاو تم تاکہ وہ منحوس عورت چیر پھاڑ دے تمہیں بھی، اور یہ ایزل مریم صاحبہ سارا دن ہمارے گھر تھیں؟ میں دو گھڑی اپنی دوست کی طرف کیا چلی گئی پیچھے کیا کیا ہو گیا"

ممی کے پھر سے شروع ہونے پر پنار نے رحم طلب نظر بابا پر ڈالی کیونکہ وہ اس وقت ممی سے بات تک کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی تبھی بیزار گی سے

فرار کرتی اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی مگر عائشہ نے اسکی کلائی پکڑے دبوچتے لہرا کر بے دردی سے اپنے روبرو کیا۔

خود جواد کو لگا تھا سچ جاننے کے بعد عائشہ میں تھوڑی عقل آچکی ہو گی پر عائشہ کو مزید بگھڑا دیکھ کر انکا افسوس و کرب بڑھا۔

"میری اولاد کو میں عزیز ہوں یا نہیں لیکن مجھے تم اور الماں بہت پیارے ہو۔ جب تک وہ منحوس کنول وہاں ہے میں تمہیں وہاں نہیں بھیج سکتی۔ اور یہ بات تم اپنی اس گرم عقل میں بیٹھا لو پنار"

ممی کی ہٹ دھڑمی اور ڈانٹ پر وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے انکو شکوہ کناں جگر پاش نظروں سے تکتی کمرے سے نکل گئی جبکہ جواد بھی لیپ ٹاپ کھولے بیٹھے تھے اسکی سکرین گرائے جھٹکے سے اٹھے۔

عائشہ کی آنکھوں میں تپش ہنوز تھی پر شدت بڑھی ہوئی تھی۔

"تم سدھرو گی نہیں؟"

جواد سیال کی آواز میں واضح غصہ تھا۔

"سدھرنے کی عمر گئی۔ ایزل مریم کو کہیں اگر بیٹی کی گھڑی گھڑی اتنی ہی یاد ستاتی ہے تو اسے گھر لے جائیں۔ ہمارے کونسے فرائض نبھا رہی انکی لاڈلی یہاں جو اسکی ہمیں ضرورت ہے۔ لیکن مجھے وہ اپنے گھر ہرگز برداشت نہیں۔ میری زینو پتا نہیں کس حال میں ہو گی۔ کہا تھا پچھتائیں گے آپ، اگر زینو کو کچھ ہوا تو انصاری حویلی میں خود تیل چھڑک کر آگ لگا کر آوں گی۔ یاد رکھیے گا"

عائشہ ان سے دگنا چینخی یہ تو میشی اپنے روم میں پڑھتے پڑھتے سو گئی ورنہ عائشہ سیال کی آواز اتنی تیز تھی کہ یقیناً اسکے کمرے تک بھی گئی تھی۔

"تم اتنی کڑوی، زہریلی اور تنگ نظر ہو چکی ہو کہ مجھے اس وقت تمہاری شکل دیکھ کر ہی غضب چڑھ رہا ہے۔ میں ہی چلا جاتا ہوں۔۔۔۔۔ تم سے بات کرنا اب فضول ہو چکا ہے۔ تمہیں جو سوچنا ہے اور جو کرنا ہے کرتی رہو"

جواد کی برداشت ویسے ہی دم توڑ چکی تھی جبکہ وہ الٹا بگھڑ کر جیسے گئے عائشہ نے جبڑے بھینچتے انکو جاتے دیکھا، جی یہی چاہ کمرے کی ہر چیز تہس نہس کر دیں۔

جبکہ پنار نے روتے ہوئے اپنے روم کا دروازہ پٹخا اور کھلے بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ روتی ہوئی وہیں دروازے کے ساتھ بیٹھی۔

"ممی کو کیا ہوتا جارہا ہے، یا میرے اللہ یہ کیسی آزمائش ہے۔ زینو کہاں ہو تم میری جان۔۔۔۔"

پنار عام سی بات پر کبھی نہیں روتی تھی پر عائشہ سیال کا رویہ اسے آج سچ میں رلا گیا اور پھر زینو جب تک مل نہ جاتی پنار کے آنسو رکنے والے نہ تھے، دوپہر تیزی سے ڈھل چکی تھی، شام بس قریب تھی اور تبھی اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

پنار اٹھ کر بیڈ کے قریب گئی اور میٹرس پر رکھا فون اٹھائے بے تابی سے اوزان کا نمبر ڈائل کیا۔

اوزان کو حسیب نے بہرام کو گرفتار کرنے کی خبر دی تھی تبھی وہ اس بے غیرت کا انجام کرنے تھانے ہی جارہا تھا، پنار کی کال پر فون وہیں سے سپیکر پر ڈالے سپاٹ چہرے کے سنگ ڈرائیونگ جاری رکھی۔

"اوزان بھائی! کچھ پتا چلا زینو کا؟"

پنار کے رندے استفسار پر اوزان نے لحظہ بھر فون پر چلتی کال کو دیکھا۔

"ہاں جلدی مل جائے گی وہ۔ ڈونٹ وری۔ رات ہونے سے پہلے ڈھونڈ لوں گا اسے"

اوزان کے یقین دلانے پر پنار کو کچھ حوصلہ ملا۔

"ہمم مجھے انفارم کیجئے گا پلیز، اللہ آپکا مددگار ہو"

پنار نے خود ہی زیادہ بات لمبی نہ کی اور کال کاٹی، دل اب بھی تکلیف میں تھا تبھی دیان کو کال ملائی جو رو رو کر نڈھال ہوتیں بڑی امی کو سعدیہ کے سپرد کیے خود چاچو کے ہمراہ حویلی کے لاونج میں پریشان سا بیٹھا تھا۔

کنول کی چینخیں گاہے بگاہے سنائی دیتیں مگر کسی نے اس پر کوئی رحم نہ کھایا، ابھی تو ایزل مریم صدمے میں تھیں ورنہ کنول نے جو حرکت کی انکے تھپڑ ہی اسکی عبرت کو کافی ہوتے۔

"پنار"

دیان نے فون لگتے ہی اسے پکارا تو پنار کی آنکھ نم سی ہوئی، وہ چاچو کی بھیگتی آنکھوں کو اذیت سے تکتا انکے کندھے پر ہاتھ رکھے حوصلہ سا دیتا اٹھ کر لاونج ہال سے زرا باہر آیا۔

"رومت زینو بھابھی جلدی مل جائیں گی، میری اوزان لالہ سے بات ہوئی ہے۔ جس آدمی نے کنول چچی کی مدد کی وہ پکڑا جا چکا ہے۔ جلد اس سے زینو بھابھی کی لوکیشن لے لی جائے گی"

دیان کو لگا وہ زینو کے لیے رو رہی ہے پر وہ آج زندگی کے ہر معاملے کو لے کر ہی دکھی تھی۔

"ہمم۔ ان شاء اللہ۔ دیان!"

وہ بہت آہستہ بول رہی تھی تبھی دیان کا دل اسکی اختتامی پکار پر بے چین ہوا۔

"آر یو اوکے پنار؟"

دیان نے نرمی و فکر سے پوچھا تو وہ وہیں میٹرس پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

"نو آئی ایم ناٹ اوکے، ممی نہیں مان رہیں۔۔۔۔۔کچھ بھی آسان نہیں ہے"

وہ پنار کی آزردہ سرگوشی پر دل جلا سا مسکرایا۔

"مطلب تم بھی میرے پاس آنے کو بے قرار ہو؟"

وہ اسکی تڑپ سے جواب پہلے ہی جان گیا مگر پنار کی دھڑکنیں منتشر نہ کرتا تو اسے دیان آریز کون کہتا۔

وہ بوکھلا کر رہ گئی۔

"ہاں کہہ دو گی تو مسکرا ہی لوں گا کچھ دیر"

پنار کی ہاں جیسی چپ پر وہ زرا بے تاب ہوا۔

"مسکرا لیں"

پنار نے گال پر اتری نمی رگڑے جواب دے کر دیان کو مسرور کیا۔

"تمہاری ممی کو میں خود ہینڈل کر لوں گا، زینو بھابھی مل جائیں میں تم سے بات کرتا ہوں پھر۔۔۔۔۔ ریلکس رہو۔ تمہیں میرے پاس ہی آنا ہے، میں ہی گھر ہوں تمہارا۔۔۔۔ سی یو"

وہ ہرگز اس وقت رونا نہ روک پاتی لیکن اس بندے کے یہ جادوئی لفظ پنار کے دل کو یوں پر سکون کر گئے کہ رابطہ کٹنے کے باوجود وہ دھڑکن بن کر پنار کے دل میں رہ گیا۔

"تھینک یو، مجھے دیان دینے کے لیے۔۔۔۔۔۔"

وہ وہیں لیٹی تو آنکھیں پھر سے اس نعمت، دلاسے اور مرہم پر بھریں، اور دل زینو کے لیے پھر سے بے قرار ہو چکا تھا۔

..________________________..

"پتا دے کہاں رکھا ہے تو نے زینیش اوزان دایب کو ورنہ تیرے جسم کی چمڑی ادھیڑ دوں گا"

بہرام ملک کو ایک کانٹا بھی نہ چبھے اسکی بڑے افسران کی طرف سے حسیب کو سختی سے تنبیہہ تھی پر جب بات یار کی آئے تو حسیب کسی کے باپ کی بھی نہیں سنتا تھا، ایک دو گھنٹے کے بیچ ہی بہرام کی حالت ایسی کر دی کہ وہ سانس کی جگہ بھی درد والم سے دھاڑ رہا تھا اور ستم یہ کہ حسیب نے اسے ایسی ایسی جگہ مار کی ڈوز دی جہاں سے نہ تو خون نکلا نہ ہڈی ٹوٹی بس وہ جگہ ناکارہ ہوتی ضرور محسوس ہوئی۔

"ایسے نہیں بولے گا سرکار، اسے بجلی کے جھٹکے دیں"

طفیل کے لقمے پر حسیب جو آستین چڑھائے اپنے باڈی بلڈر روپ میں ڈولے شولے کی منہ دیکھائی کروانے میں لگا تھا پلٹ کر ہنسا۔

"بہت اچھے جا رہے ہو طفیل میاں، میرے نقش قدم پر چلو گے تو یہ بڑے افسران کہیں تمہاری تھر کے ریگستان میں ہی ٹرانسفر نہ کروا دیں۔۔۔ آگے ہی حسیب انکی آنکھ میں کھٹکتا ہے"

حسیب نے بھلے مسکرا کر کہا پر اسکی بات میں دبی تکلیف ضرور طفیل نے محسوس کی تبھی چہرے کا رنگ بدلا۔

"سر مجھے صرف یہ پتا ہے کہ انصاف صرف آپ جیسا جو شیلا کرتا ہے، باقی مردود تو مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں۔ بڑے افسروں کے پالتو کتے۔۔۔ جب تک یہاں ہوں آپکے نقش قدم پر ہی چلوں گا"

طفیل بھی بھرا پڑا تھا جم کر دل کی بھڑاس نکالی مگر بہرام کی سسکیاں، کرلاہٹیں ضرور اس آنے والے خونخوار کو سرور دے گئیں۔

خود حسیب خوفزدہ تب ہوا جب اوزان نے اسے بازو سے پکڑے پرے دھکیلتے گردن سے بہرام کو پکڑے دیوار کے ساتھ پٹخ لگایا، حسیب اور طفیل دونوں کو یہی لگا کہ کمپلیئین اسے مار ڈالے گا کیونکہ وہ بپھرا شیر بنا بہرام کی بس دیکھ کر ہی جان نچوڑ رہا تھا۔

"میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی جرت کرنے والا اپنے پیدا ہونے پر لعنت بھیجے گا، بتا کہاں ہے میری بیوی۔۔۔۔ تیرے جیسے گند کو زمین میں گاڑ دینا چاہیے تھا تبھی جب تیرا اس کنول سے افیئر میرے علم میں آیا۔ لیکن میں پتا نہیں کیوں تجھ جیسی خرافاتی چیزوں کو اگنور کر دیتا ہوں۔ شاید اس لیے کہ گند میں ہاتھ مارنے والے کا دامن بھی گندا ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ پہلے میری بیوی مل جائے اسکے بعد تیری سزا لمبی چلے گی بہرام ملک۔۔۔۔ تجھے اندازہ ہی نہیں کہ تو نے کس سے پنگاہ لیا ہے"

اوزان کے مضبوط ہاتھ کی پکڑ اتنی شدید تھی کہ بہرام کی آنکھوں کے آگے اندھیرا اترا جبکہ وہ سسکتا ہوا کچھ بولنے کی کوشش میں تھا۔

"م۔۔مجھے کنول نے نہیں بتایا تھا کہ وہ تیری بیوی ہے۔۔۔۔ د۔۔ دیکھ چھوڑ دے مجھے۔ تیری بیوی کو چھوا بھی نہیں ہے۔۔۔۔ معاف کر دے۔۔۔۔ میں دوبارہ۔۔۔۔"

اوزان کو اسکی غلیظ آواز تک برداشت نہ ہوئی تو با آواز بلند دھاڑا جس ہر بہرام کیا حسیب اور طفیل کی ٹانگیں تک کپکپائیں۔

"نہیں ملے گی تجھے معافی۔۔۔۔ تیری عبرت بھی دنیا دیکھے گی۔ بتا کہاں ہے میری بیوی"

اوزان کی لہو چھلکاتی آنکھیں بہرام کو لرزا رہی تھیں تبھی وہ فوری اپنے اڈے کا پتا بولا جس پر اوزان نے اسکی گردن سے ہی دبوچ بے دردی سے زمین پر مارا اور اپنے بوٹ سے ہی ایسا اسکے پیٹ میں ٹھڈا رسید کیا کہ بہرام دلخراش کراہا۔

طفیل کے سپرد اس خبیث کو کیے جب اوزان اور حسیب باہر نکلے تو اوزان کو اپنی گن لوڈ کرتے دیکھ کر حسیب کا حلق سوکھا۔

"ویرے"

اس سے پہلے حسیب کچھ کہتا اوزان نے تنبیہی اشارے سے ہاتھ ہوا میں بلند کیے اسے روکا۔

"پہلے زینیش، وہ مل جائے تو بات کرتا ہوں تجھ سے۔۔۔۔ اس کو چھوٹنے مت دینا حسیب۔۔ اسکی غلطی کی سزا عام نہیں ہونی چاہیے"

اوزان کی تکلیف کے آگے حسیب نے بھی اسکے نہ روکا حالانکہ اوزان کے ہاتھ میں لوڈ گن دیکھ کر حسیب کچھ خوفزدہ تھا اسکے لیے۔

"تو بے فکر رہ، ایسی ایسی جگہ ماروں گا کہ کسی کو دیکھانے کے لائق بھی نہیں بچے گا۔ جا تو بھابھی کو تیری ضرورت ہے۔۔۔۔ میسج کریں ملتے ہی"

حسیب نے پر امید ہوتے کمپلیٹین کا سینہ تھپکایا جس پر اوزان ویس کوٹ وہیں اتار کر حسیب کو تھماتا قمیص کے کف فولڈ کرتا تیزی سے تھانے سے نکل گیا جبکہ حسیب صاحب نے پھر سے بہرام کے اندر کے کیڑوں کو تلف

کرنے کی ٹھانی اور آستین چڑھاتا شر دبار مسکراتا واپس ٹارچر روم کی طرف بڑھ گیا۔

..________________________..

"بیگم! کیا ہوش آیا فوجی کو؟"

یہ ہنزہ کی وادی میں بنا بہت خوبصورت لکڑی سے بنا علاقائی گھر تھا جہاں وہ بہت خوبصورت خدوخال کی مالک بزرگ خاتون علاقائی گرم چادر میں ڈھکے سر اور وجود کے سنگ گرم پانی کا باول لیے باورچی خانے کی طرف بڑھی جب باہر سے بزرگ آدمی اندر آئے جنہوں نے موٹی اونی جرسی پہننے کے ساتھ سر پر مفلر رلپیٹا تھا اور سوٹ بھی کھدر کا زیب تن کر رکھا تھا۔

"نہیں ندیم صاحب، میں نے مرہم لگا دیا ہے اس بچے کے زخم پر۔ بازو کے علاوہ گردن اور سر پر چوٹ ہے، ہوش میں بھی آجائے گا کچھ دیر تک"

وہ بھلی سی گرے آنکھوں والی خوبصورت عورت مطمئین مسکراہٹ لیے بولیں تو گھر کے اندر آتے ندیم صاحب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

"اللہ کا کرم ہے نیک بخت، رب نے اس دھرتی کے محافظ کو ہمارا مہمان بنایا ہے۔ رب حیاتی کرے اسکی۔ میں بکرے کا گوشت لایا ہوں، چڑھا دے۔ یخنی بنا۔ اس سے بچے کو طاقت ملے گی"

وہ اپنے شوہر کی تاکید پر عمل کیے مسکرا کر باورچی کی سمت بڑھیں، شاید وہ دو میاں بیوی اکیلے ہی رہتے تھے۔

اپنے قدم چھوٹے سی بیٹھک سے ملحقہ مہمان خانے کی جانب بڑھائے تو شرٹ لیس، پتلون اور ویسٹ میں ملبوس زخمی حالت میں المان وہاں نرم سے آرام دہ صوفے پر لیٹا تھا، وہ اس الماری اور بلاسٹ ہوتے حجرے سے نکل کر یہاں علاقائی گھر تک کیسے پہنچا اور یہ کون لوگ تھے فی الحال کچھ کہنا قبل از وقت تھا۔

"ماشاءاللہ کتنا شیر جوان ہے یہ، اللہ نظر سے بچائے۔ بخار تو کم ہو گیا۔ شکر ہے ربا۔ اب اسے ہوش بھی دلا تا کہ یہ اپنے پیاروں کے پاس جا سکے"

ندیم صاحب بہت زیادہ عمر رسیدہ تھے اور تبھی ضعیفی کے سبب انکا بولتے ہوئے بھی سانس تھمتا لیکن پھر بھی جب انہوں نے اپنا ہاتھ المان کی جبین پر رکھا تو اسکی پلکیں ٹھنڈے سے لمس پر لرزیں۔

المان کو آہستہ آہستہ جب ہوش آیا تو اس نے آنکھیں کھولتے ہی اپنے سامنے ندیم صاحب کے ضعیف و ناتواں چہرے اور مسکراہٹ کو دیکھا تبھی تو وہ بے چینی سے اٹھنے لگا پر انہوں نے اسے پیار سے لیٹے رہنے کا اشارہ کیا۔

"اٹھ مت میرے بچے، زخمی ہے۔ رب کا کرم ہے کہ تو ہوش میں آگیا۔ مجھے تو چراگاہوں کے راستے ملا، زخمی تھا۔ میں تجھے اپنے گھر لایا کیونکہ پاس ہی تھا میرا گھر۔۔۔اب کیسا محسوس کر رہا ہے"

وہ انکے بتانے پر جیسے ہوش میں آیا، الماان نے اس بند الماری میں گھس کر وقتی دھماکے سے تو خود کو بچالیا پر آگ کی پکڑ کے سبب جلد الماان کو اس دھوئیں اور غبار سے نکلنا پڑا لیکن بمب بلاسٹ کے سبب اسے الماری کے اندر چھپے ہونے کے باوجود بہت سی اندرونی چوٹیں آئیں پھر سفوکیشن کے سبب حالت مزید بگھڑی، وہ پچھلی طرف سے جیسے تیسے آگ کے شعلوں سے بچ بچاتا دوڑتا وہاں سے نکلا پر تھوڑی دور جاتے ہی وہ آنکھوں کے آگے آتے اندھیرے کے سبب لڑکھڑایا مگر اسی وقت ندیم صاحب فجر کی نماز ادا کر کے واپس آرہے تھے اور تبھی وہ الماان کو جیسے تیسے سہارہ دیے اپنے گھر لائے۔

یہاں وہ اپنی بیگم کے ہمراہ رہتے تھے جو یہاں ہنزہ کی اس وادی میں چھوٹی سی طبیبہ کے فرائض نبھاتی تھیں، ندیم صاحب اور ہالہ بیگم کا ایک ہی بیٹا تھا جو شہید ہو چکا تھا تب سے دونوں میاں بیوی نے یہاں کے لوگوں کی خدمت کا فریضہ چنا تھا۔

"بہت شکریہ آپکا محترم، اللہ آپکو اجر دے اسکا۔۔۔ کیا مجھے فون مل سکتا ہے"

الماں کو کسی بھی طرح اسد تک اپنے ٹھیک ہونے کی خبر دینی تھی پر اسکے سوال پر ندیم صاحب بھولے پن سے مسکائے۔

"نہ پتر ہمارے پاس تو فون نہیں ہے، لیکن تو کہتا ہے تو فوجی چھاؤنی کا میں خود جا کر تیری خبر تیرے فوجی ساتھیوں کو دے آتا ہوں۔ صبح کافی گولیوں کی آواز آئی۔۔۔ لگتا ہے تیرے ساتھیوں نے کہیں آس پاس ہی پر اوڈالا ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ تجھے تلاش بھی کر رہے ہوں"

انکی بات پر وہ جبراہی سر ہلا سکا جبکہ کمرے میں داخل ہوتی ان ہالہ نامی خاتون کو دیکھے الماں نے فوری اپنی شرٹ پاس سے اٹھا کر پہنی جس پر ندیم صاحب سمیت وہ خاتون بھی الماں کی حیا پر مسرور مسکرائے۔

"فکر نہ کر تیری ماں جیسی ہے، وادی کے سب بچوں کی اماں ہے۔ اور تیرے زخموں کا مرہم بھی میری نیک بخت نے ہی لگایا۔۔ تیرے جیسا جوان بیٹا ہمارا بھی تھا"

الماں کی بے چینی پر ندیم صاحب تاسف سے بولے تو وہ انکو دیکھ کر مشکور مسکرایا جواب بھی چہرہ چادر سے اچھے سے ڈھکے تھیں، دودھ میں ہلدی ملا کر لائی تھیں جبکہ انکے بیٹے کا سن کر الماں کو تکلیف سی ہوئی۔

"اسے پی لو بچے، آرام ملے گا۔ تمہارے لیے یخنی بنانے لگی ہوں۔ امید ہے اس سے طاقت پاو۔ ندیم صاحب آپ اسکے پاس ہی رہیے گا اب"

وہ نہ صرف خود پیاری اور بانکی تھیں بلکہ انکا لہجہ بھی اسقدر شفیق تھا کہ الماں کو لگا ہی نہیں وہ کسی اجنبی کے گھر ہے۔

المان نے انکے ہاتھ سے گلاس لیے شکریہ ادا کیا تو وہ مسکرا کر واپس باورچی خانے کی سمت بڑھیں جبکہ ندیم صاحب اسے گٹا گٹ دودھ پی جانے کا اشارہ کرتے خود بھی مسکرائے اور المان کو بھی مسکرانے پر مجبور کر بیٹھے۔

"کون تھا آپکا بیٹا محترم؟"

المان کے استفسار پر وہ بزرگ اپنی یادوں میں محو ہوئے۔

"کیپٹن سرفراز! ایک مشن کے بیچ شہید ہوا۔ آخری بار جب آیا تو اسکا ہم نے نکاح کیا تھا، اور اسکی پسند کی کڑی سے۔ کہہ کر گیا تھا ہمیں کہ اماں بابا اب میں آوں تو شادی کروں گا۔۔۔ تیاری کر لیجیئے گا۔ تیاری تو ہمیں کرنی پڑی، اسکی شہادت، اسکی شادی سے بڑی خوشی تھی۔۔۔۔۔"

یہ نام سن کر المان کو اپنے ہی ڈیپارٹمنٹ کے سرفراز ندیم یاد آئے، ان بزرگوں سے عقیدت اس شیر جوان کے سینے میں تقویت پا گئی۔

"اوہ وہ تو میرے بہت اچھے کولیگ تھے، بہت کچھ سیکھا ان سے۔ میری خوش نصیبی ہے کہ قدرت نے انکے والدین سے ملوا دیا۔ آپ دونوں مجھے بھی اپنا بیٹا سمجھیں"

الماں کے نرم مزاج اور محبت پر وہ بھیگی سی آنکھوں سے مسکرائے اور اسکا سینہ تھپکا پھر گال سہلائی۔

"اس ملک کی خاطر لڑنے مرنے والا ہر فوجی میرا اور ہالہ کا بیٹا ہی ہے، جب سے سرفراز گیا۔ اسکی کمی تو ہوئی پر دنیا میں وہ ہمیں سرخرو کر گیا۔ جب لوگ مجھے کیپٹن سرفراز شہید کا والد کہہ کر جانتے ہیں تو سینہ چوڑا اور سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ رب تجھے تیرے پیاروں سے جدا نہ کرے"

وہ انکے لہجے کی حسرت پر انکا ضعیف ہاتھ تھپکائے نرم سا مسکرایا اور انکی دعا کے بدلے الماں سیال کے دل نے شدت جذبات سے آمین کہا۔

..________________________..

"میں یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ سکتی، مجھے ان لوگوں سے بھاگنا ہو گا۔ مگر کیسے؟"

رونے کی بھی جب جسم میں ہمت نہ رہی تو زینو نے اپنے سارے آنسو پونچھ دیے، وہ اٹھ کر بیٹھی اور بکھرے بال ہتھیلی سے سہلائے اور اٹھ کر واپس دیوار میں بنے سوراخ کی طرف بڑھی مگر پیر میں کوئی نوکیلی چیز گھسنے پر وہ کراہ اٹھی۔

فورا بیٹھی تو پورا پیر خون سے تر ہو گیا، کوئی لوہے کا نوکیلا ٹکرا تھا جو اسکے پیر میں چبھا۔

بہت ہمت سے اس نے اس پیر کے تلوے سے وہ ٹکڑا کھینچ کر نکالا تو چینخ دبانے کو دوسری ہتھیلی منہ پر جمائی، اسکے نکلتے ہی مزید خون نکلا جسکے سبب زینو نے اپنی لیرڈ فراک کا ہی ایک کنارہ کھینچ کر پھاڑا اور اپنے پیر پر باندھا۔

گہرا سانس لیتی وہ اٹھی پر اب پیر زمین پر رکھنا دوبھر تھا پھر بھی وہ لڑکھڑاتی ہوئی اس دیوار تک گئی، سامنے اور آس پاس کوئی نہ تھا۔

تبھی وہ دروازے کی طرف بڑھی اور کان دروازے کے ساتھ جوڑے، بہت قریب ہی کھڑے اسے دو لوگ بات کرتے سنائی دیے۔

"بہرام سرکار کو پولیس لے گئی؟ کیا بات کر رہا ہے۔۔۔ تو اب اس لڑکی کا کیا کرنا ہے"

زینو نے جب اسکی آواز سنی تو حوصلہ سا ملا، مزید کان جوڑا تاکہ کلئیر آواز سنائی دے سکے۔

"مار دیں؟ کیا مطلب ڈئریکٹ مار دینا ہے۔۔۔۔ میں حیران ہوں بنا کچھ کیے ہی یہ حسینہ مر جائے یہ تو اسکی خوبصورتی کے ساتھ ناانصافی ہے"

زینیش کی ٹانگیں ان وحشیوں کے اگلے غلیظ جملے پر کانپیں، آنکھوں کے آگے خوف و تکلیف سے اندھیرا چھایا۔

"یا اللہ پلیز میری مدد کریں، مجھے نہیں مرنا یوں۔۔۔۔۔پلیز اوزان کو بھیج دیں"

زینش نے واپس زمین پر بیٹھتے اپنے درد کرتے پیر کو دبایا تبھی جھٹکے سے دروازہ کھلا اور زینیش نے سہم کر اندر آتے دو آدمیوں کو دیکھا جنکے ہاتھ میں گنز تھیں۔

"ت۔۔تم لوگ مجھے چھونا بھی مت۔۔۔ب۔بھلے مار دو۔۔۔میں اوزان کی ہوں۔۔۔میرے ساتھ کچھ برا مت کرنا۔تم کو پیسے چاہیں میں تم کو بہت سارے پیسے دوں گی لیکن مجھے چھوڑ دو۔۔۔پلیز"

وہ زینیش کے کپکپاتے ڈرے جملوں پر خباثت سے ہنسے، دونوں نے ایک دوسرے کو نجس سا اشارہ کیا، باہر تیزی سے شام پھیل چکی تھی اور اندھیرے میں یہ جگہ اور بھیانک تھی، باہر جلتا بلب ہی مری پیلی روشنی کرنے میں ناکام تھا۔

"ہاہا ابے یہ تو بڑی امیر چھوڑی ہے، عزت بچانے کو پیسہ آفر کر رہی ہے"

اسی آدمی نے تمسخرا کر دوسرے ساتھی سے کہا جبکے زینیش کو ان دو کی گندی نظریں تک جھلسا رہی تھیں، جان تو ان دو کو دیکھ کر ہی انکے جسم سے سرک رہی تھی۔

"م۔۔میں ڈیری فارم کی اونر ہوں۔۔۔میں تم دو کو جتنے کہو گے پیسے دوں گی۔مجھے جانے دو پلیز"

زینیش نے اپنے پیچھے کیے ہاتھ کی پہنچ میں پوری چالاکی سے پتھر جکڑا جبکہ وہ دو اسکی آفر پر خباثت سے ہنسے اور اس سے پہلے وہ آدمی گندے ارادوں سے قریب آتا اور زینیش کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے ساتھ لگاتا، پوری قوت سے زینیش نے اس نوکیلے پتھر کو ٹھیک اس خود کو چھوتے غلیظ آدمی کی دائیں آنکھ پر مارا جس پر وہ درد و اذیت سے بلبلاتا اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھے اسے آزاد کیے چینخا اور زینو نے بوکھلاہٹ میں وہی خون آلود پتھر دوسرے

کے سر پر مارے پوری قوت سے دروازے سے باہر دوڑ لگائی، پھر نہ اس نے سانس لیا نہ پیچھے مڑ کر دیکھا، جس طرف راستہ ملا وہ پیر کے درد کے باوجود لڑکھڑاتی دوڑتی گئی، کھلے کھیت کھلیان والا کھلا علاقہ تھا اور بھاگنے کو بے شمار زمین تھی۔

جسکی آنکھ وہ پھوڑ کر گئی وہ تو درد سے وہیں تڑپا جبکہ دوسرا اپنا زخمی پھٹا سر لیے زینو کے پیچھے دوڑا۔

لیکن اس سے پہلے وہ باہر نکلتا زوردار تماچے پر ہوا میں اڑتا زمین پلبوس ہوا، ابھی اسے سر اور جبڑے کے درد سے فرصت نہ ملی کے کوئی اسے گریبان سے دبوچ کر ایسا گھونسا رسید کیے دھاڑا کہ وہ آدمی دلخراش سا چینخے وہیں بے ہوش ہوا۔

اوزان نے لہو چھلکاتی نظر اس خبیث پر ڈالی اور اندر کمرے کی طرف بڑھا جہاں وہ آدمی ایک ہاتھ اپنی لہو آنکھ پر دبائے دوسرے سے زمین پیٹتا چینخ رہا تھا۔

اوزان نے چار سو نظر دورائی تو وہاں پڑی ہیلز پر دل لرزا۔۔

لپک کر اس زمین پر تڑپتے، بلبلاتے آدمی کا جھک کر گریبان دبوچا۔

"کہاں ہے وہ لڑکی؟"

اوزان کی گردن پر پکڑ سے اس آدمی کا سانس رکا، اوزان کے چہرے پر سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی اور آواز میں کئی طوفانوں کے مدوجزر قید تھے جو کسی بھی مقابل کو کپکپانے پر مجبور کر دیتے۔

"مم۔۔مجھے چھوڑ دو۔۔ بھاگ گئی۔۔۔ میرا یہ حال کر گئی منحوس"

وہ نفرت سے کرلایا جبکہ زینیش کو منحوس کہنے پر اوزان نے ایک ہی گھونسا اسکے جبڑے پر دے کر اسکی سسکیاں بھی اسی میں دفن کیں اور لہو سے گندا ہوتا ہاتھ اسی کے کپڑے سے پونچھتا وہ فوری کمرے سے نکلا جبکہ زینیش بھاگ بھاگ کر جب مزید برداشت نہ کرنے پر وہیں کچی زمین پر گری تو ہاتھ بھی وہاں پڑی اینٹ پر لگنے سے زخمی ہوا۔

اس بے بسی اور تکلیف میں وہ رو پڑی۔

نظر گما کر پیچھے دیکھا تو کوئی نہیں تھا پھر بھی اسے بھاگنا تھا مگر اس سے پہلے وہ زخمی پیر کے سنگ اٹھتی، کچھ فاصلے پر کچی سڑک پر رکی گاڑی دیکھ کر زینیش کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمکے۔

"ی۔۔یہ تو اوزان کی گاڑی ہے۔۔۔اوزان یہیں ہیں۔۔۔اوزان"

وہ لڑکھڑاتی ہوئی سڑک کی طرف دوڑی، مگر پیر کے درد نے چلنا مشکل کر دیا، تو وہیں گر پڑی۔

"زینیش"

بہت قریب سے اوزان کی آواز پر وہ آنسو اور جسم میں اٹھتی ٹھیسوں سے بلند ہوتی ہچکیاں دباتی واپس زمین سے اٹھی، زخمی پیر پر کم جبکہ دوسرے پیر پر زور دیتے بہت مشکل سے سڑک کی طرف بڑھی۔

اس وقت رو رو کر حلق میں پھندا لگا تبھی اس سے اوزان کو پکارا نہ گیا مگر جب مزید ہمت نہ بچتے وہ وہیں سر چکرانے پر لہرائی تو اوزان دایب کی مضبوط پناہوں نے اسے بر وقت سنبھالا۔

زینیش کی کھلتی بند ہوتی آنکھوں میں اوزان نظر آیا تو وہ اگلے ہی لمحے ہوش سے بیگانی ہوتی اوزان کی بازووں میں لہرا گئی۔

"زینیش۔۔۔۔"

اپنی ہاتھ میں پکڑی گن سمیت اسے وہیں سے پکارتا بازووں میں اٹھایے وہ گاڑی کی طرف بڑھا، پچھلی طرف لے جاتے آہستگی سے زینو کو لیٹایا تو اسکے

زخمی پیر اور ہاتھ کو تکلیف سے دیکھا، اس نڈھال ہو جاتی زینو پر زرا جھک کر اسکی جبین چومی اور پچھلی طرف سے گاڑی سے باہر نکلا، فرنٹ سیٹ سنبھالے دروازہ بند کیا اور فوری ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

بروقت اسے انصاری حویلی نہ صرف ولایا بلکہ ڈاکٹر طیب پہلے ہی اسکی کال پر حویلی پہنچ چکے تھے، وہ ٹھیک تھی، صدمے سے بے ہوش تھی جبکہ ڈاکٹر طیب نے اسکے پیر اور ہاتھ کی مرہم پٹی بھی کی اور کچھ پین کلرز دیے وہ اہل خانہ کو اسکا خیال رکھنے کی تاکید کیے چلے بھی گئے، ایزل مریم تو اسے سلامت دیکھ کر بھی کتنی دیر اسکے سرہانے بیٹھیں اسکا زخمی ہاتھ پکڑ کر چومتیں روتی رہیں جبکہ طلال بھی اپنی بچی کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھے، ایسا لگا جیسے انکے دل کو کوئی کند چھری سے کاٹ رہا ہو۔

زینو کی اوشن کلر خوبصورت فراک گرد آلود ہو چکی تھی بلکہ اسکی گردن اور پیشانی پر بھی دھول مٹی کا غلبہ تھا تبھی ایزل مریم نے خود سعدیہ کو کہہ کر اسکے دوسرے کپڑے کبرڈ سے نکلوائے کیونکہ وہ ابھی گہری نیند اور سکون

کے زیر اثر تھی، لیکن اوزان نے یہ ذمہ داری خود پر لی، اسے مناسب نہ لگا کہ کوئی زینو کو چینج کروائے، اسے امید تھی وہ جلد جاگ جائے گی اور خود چینج کرے یہی مناسب تھا۔

زینو کو آرام کی ضرورت تھی تو ایزل مریم اسکے لیے کچھ اچھا سا بنانے سعدیہ کے ہمراہ باورچی خانے جبکہ طلال بھی اپنی بچی کے محفوظ ہونے پر شکرانے کے نفل پڑھنے چلے گیے اور دیان بھی لالہ کو پر امید نظروں سے دیکھتا اک نظر زینو پر ڈالے کمرے سے نکل گیا۔

اوزان نے دروازہ بند کیا اور اسکے پاس آیا تو وہ بے حال سی آنکھیں بند کیے ہوئے اسکے دل کو چیڑ رہی تھی، اوزان دایب انصاری کی آنکھ سے اتر کر دھاڑی میں جذب ہوتے آنسو کی لکیر اسکے بے داغ چہرے پر واضح ہوئی یہ المناک منظر، ماحول کو سوگوار کر گزرا۔

اسکے پاس بیٹھتے اوزان نے اسکا ملائم ہاتھ پکڑ کر آنکھیں موندے چوما۔

"تمہیں کچھ ہو جاتا تو مر جاتا اوزان۔۔۔۔"

اسکے گرد آلود چہرے کو دیکھے وہ اٹھا، اسکے پہلے گرد سے اٹے فراک کو سادہ سے شلوار قمیص میں بدلنے پر وہ تھوڑا بے چین تھا، چینج سے پہلے اس نے زینو کی گردن اور گال پر دھول سی دیکھی تو کپڑے وہیں میٹرس پر رکھتے اٹھا اور پھر ایک سفید ٹاول گیلا کر کے لایا اور پاس بیٹھتے اسکے رخسار پر لگی گرنے کے سبب گرد نرمی سے پونجھی۔

اسکے سر تلے دو آرام دہ تکیے رکھے اس پر لحاف اوڑھایا مگر وہ اسکا ہاتھ گہری نیند میں بھی جب ڈر کر پکڑ گئی تو اوزان کی آنکھیں لمحے میں سرخ ہوئیں۔

اسے پھر سے بیٹھنا پڑا اور جس طرح اوزان نے اپنا سر اپنے سینے پر رکھے چہرہ زینو کی گردن میں چھپایا، وہ اس بے خبری میں بھی اوزان دایب کی بھیگتی آنکھوں سے بہتی نمی اپنی گردن اور سینے پر محسوس کیے تڑپ رہی تھی، وہ

ابھی تک بے یقین تھا کہ زینو اسکے پاس ہے تبھی اسکی دھڑکن کی روانی اور اسکے جسم کی خوشبو انہیل کی تو دل مزید دکھا۔

"میں تمہاری اس خوشبو کے بغیر ادھورا ہوں روح نشین، مجھ سے کچھ لمحے تمہیں چھین کر جیسے آزمایا گیا نہ ایسا وقت کسی دشمن پر بھی نہ آئے، بہت بھاری تھا مجھ پر تمہارا ہجر۔ میرے ساتھ جڑھی رہی تو یونہی تکلیف سہتی رہو گی۔ شاید پھر سے مجھے تمہیں خود سے دور کرنا ہو گا۔ تم مجھے میری وجہ سے تکلیف سہتی منظور نہیں ہو۔۔۔ لیکن کیسے کروں تمہیں خود سے دور"

اسکی گردن کو ہونٹوں کا لمس بخشتے وہ اپنے بوجھ سے اسکے نازک وجود کو زیادہ نہ آزما سکا اور بڑے جبر سے اس کے پاس سے اٹھ کر چینج کرنے بڑھا جبکہ زینش کی گردن پر بکھری اس شخص کے آنسوؤں کی نمی زینش کی گردن پر موجود تھی، جلد میں اتر چکی تھی، اس لڑکی کا قرار و سکون سلب کر چکی تھی۔

"ویرے اوپر سے پریشر آرہا ہے کہ بہرام کو آزاد کروں ورنہ مجھے سسپینڈ کر دیا جائے گا، بہرام کے ڈی آئی جی کے ساتھ گہرے روابط ہیں۔ بتا کیا کروں؟"

اوزان چینج کیے بلیک شرٹ اور فٹ ٹراوزمیں بکھرے سر کے بال ہاتھ سے ہی سیٹ کیے جب کمرے میں آیا تو حسیب سے کال پر مصروف تھا اور تبھی اس جانب سے ملتی خبر کے اوزان کی اکتاہٹ میں اضافہ کیا۔

"بظاہر چھوڑ دے اسے، پر تو جانتا ہے حسیب اسے کس طریقے سے چھوڑنا ہے۔ تو مجھ سے زیادہ ماہر ہے"

اوزان کے رازدرانہ انداز میں جو اشارہ تھا جو حسیب خانزادہ نہ صرف سمجھا بلکہ اسکے ہونٹوں پر فتنہ خیز تبسم بھی جا گا۔

"ہاں ویرے بے فکر ہو جا، بھابھی کیسی ہیں؟"

حسیب کے نرم استفسار پر اوزان نے نظر زینو پر ڈالی جو اس پر پہنچتے ہی آزردہ ہوئی۔

"ابھی نیند کی دوا کا اثر ہے، پر بہتر ہے۔"

اوزان کی اطلاع پر حسیب کو سکون سا ملا۔

"چل پھر اپنی سپیشل ون کو ٹائم دے میں زرا بہرام کی ہستی رول لوں۔۔۔۔رب راکھا"

حسیب نے بھی مزید وقت نہ لیتے رابطہ توڑا جبکہ زینیش پر نیند کا غلبہ آہستہ آہستہ چھٹا تو وہ نازک وجود حرکت کیا، اوزان نے فون قریب آتے جھک کر سائیڈ میز پر رکھا اور اسکے قریب آیا۔

"کیسی ہو اب تم؟"

وہ اسکے پاس بیٹھا تو زینو کی کھلتی آنکھوں میں نمی کا جہاں اترا جس پر وہ بس سر ہی ہلا سکی۔

"آپکو میری آواز نے بلایا یا آپ خود آئے میرے پاس۔۔۔۔"

وہ اسکا بالوں میں سرسراتا ہاتھ بے تابی سے اپنی گرم ہتھیلوں میں جکڑے سینے سے لگاتی اوزان دایب کی ہتھیلی کو دل کی دھڑکن سے جوڑے تاسف سے بولی، وہ مضبوط سینے کا مکین کمپلیئین دل اپنے مرکز سے ہٹا پر نظر لمحہ بھر پھیر لی کہ زینو کو ایسے دیکھنا کہاں برداشت تھا۔

"تمہیں آرام کرنا چاہیے، بعد میں باتیں ہوں گی۔۔۔۔"

وہ اپنا ہاتھ اسکی ہتھیلوں سے نرمی سے آزاد کرتا اٹھا تو زینش کی آنکھوں میں اوزان کی ایسی لاتعلقی پر نمی جمع ہوئی۔

"ک۔ کیا ناراض ہیں مجھ سے؟"

وہ زرا سا اٹھنے لگی پر اوزان نے پکڑ کر جھکتے واپس لیٹایا تو لحظہ بھر وہ سنہری آنکھیں ملیں۔

"ناراض نہیں ہوں، تم بتاو کیا کھاو گی۔۔۔۔۔"

وہ اس سے اسکی چاہ کی مانند بات نہ کر رہا تھا جبکہ زینیش نے گہرا سانس بھرے نفی میں سر ہلایا۔

"سبکی خوشی کھا لیتی ہوں یہی کافی ہے"

ناراضگی سے وہ منہ پھیرتی یہ جملہ بول کر اوزان کے دل میں سلاخ گاڑ چکی تھی۔

"ایسی فضول بات دوبارہ مت کرنا"

جبڑے خفیف سے بھینچ کر وہ جھکے سے واپس اٹھا تو زینیش کے اسے سرد و سپاٹ لہجے پر بڑی مشکل سے رونا روکا۔

"آپ مجھ سے دور دور کیوں ہیں اوزان"

مسلسل اوزان کی لاتعلقی پر وہ ٹوٹ سی گئی تبھی لحاف اس پر کرواکر جاتے اوزان کا ہاتھ حسرت سے تھام بیٹھی، اوزان کی آنکھوں میں جلن جگی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے، سوجاو کچھ دیر"

وہ اس سے نظر ملائے بنا لہجہ ہر ممکنہ ٹوٹنے سے روکتے بولا مگر وہ اسکا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے مزید مضبوطی سے جکڑ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

وہ اسکے نرم گرم لمس سے بہت مشکل سے توجہ ہٹا سکا۔

"ان گندے لوگوں نے مجھے نہیں چھوا، قسم سے"

وہ اوزان کی چرائی نظروں پر بری طرح سسک پڑی، اوزان نے خون آلود رنگت کے سنگ گردن گمائی اور پھر خفگی سے اسے گھورتا وہیں بیٹھا جسکی رخساروں پر اوزان کے یوں غصے سے دیکھنے ہر نمی چھلکی۔

"فضول کی بک بک کی تو کھینچ کر تھپڑ لگا دوں گا تمہیں"

بظاہر وہ زینو کی ایسی نا قابل قبول صفائی پر بگھڑا لیکن اس لڑکی کی تکلیف پر بے اختیار اوزان کی آنکھیں سرخ ہوئیں جبکہ زینو نے فوری نظر جھکا کر اپنے سارے آنسو اسکی تنبیہہ اور ڈانٹنے پر گھوٹے۔

"تو مجھ سے دور دور ک۔۔ کیوں بھاگ رہے ہیں، مجھے آپکے اس رویے پر زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔"

دم گھوٹ کر زینو آنکھیں اٹھائے دبا دبا بولی جس پر اوزان نے ٹھوڑی سے اسکو پکڑے چہرہ اوپر اٹھائے جھک کر جبین چومی تو وہ اسکے المس پر مزید تڑپ گئی۔

"شاید میں تمہارے لیے سوٹ ایبل انسان نہیں ہوں زینیش یہی مجھے تم سے دور رہنے پر مجبور کر رہا ہے، شرمندہ ہوں میرے ہوتے ہوئے کیسے تم پر یہ مصیبت آئی، میرا تمہارے قریب ہونا تمہارے لیے سیو نہیں ہے۔

میری ذات تکلیف دیتی ہے دوسروں کو، لیکن جب میری وجہ سے اس بار تمہیں تکلیف پہنچی تو مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔ بہت اچھی تھی تمہاری وہ آزاد زندگی، میں نے تکلیفوں سے ملوادیا تمہیں۔۔۔ میں شرمندہ ہوں، بہت شرمندہ"

وہ سراسر کرب میں مبتلا تھا، وہ لڑکی مرتے مرتے بچی تھی اور یہ کیفیت اگر اوزان کی زندگی میں دوبارہ آتی تو وہ شاید ختم ہو جاتا پر دوبارہ ایسا سب برداشت کرنے کی اس میں کوئی اہلییت نہ تھی۔

"تو پھر مرنے دیتے مجھے، کیوں بچایا۔۔۔ مجھے وہیں پھینک آئیں۔ چلیں ابھی چلنا ہے مجھے۔ پھینک دیں اگر آپکے دل کا بوجھ بن گئی ہوں۔۔۔۔۔ چلیں اٹھیں"

وہ لحاف پرے کرتی زخمی پیر سمیت جیسے اذیت ناک ہوتی اٹھ کر اسکا ہاتھ بھی کھینچتی بولی، اوزان نہ صرف اٹھا بلکہ اسکو لڑکھڑاتا دیکھے دونوں ہاتھوں سے تھاما۔

"تم پاگل ہوگئی ہو"

وہ اسکے ایسے رویے پر بگھڑ اٹھا، آنکھوں کو نم ہونے سے روک نہ سکا اور زینو نے جن نظروں سے جوابا دیکھا وہ اوزان کے سینے کے آر پار ہوئیں۔

"نہیں تو، زندگی ختم ہوگئی ہے۔ آپ ہی جب مجھے پاس نہیں رکھیں گے تو اور کوئی کیسے مجھ جیسے بوجھ کو اپنے سر لادے گا۔۔۔۔ ٹھیک ہے مجھے ابھی خان بابا کے پاس چھوڑ آئیں، م۔میں کچھ نہیں کہتی، کوئی شکوہ نہیں۔۔۔۔۔۔ چھوڑ آئیں مجھے"

وہ اس سے زیادہ ضدی تھی جبکہ اسکے باہر کی اور دیوانہ وار اوزان کی گرفت جھٹک کر لپکنے پر اوزان نے اسے دبوچ کر پکڑ کر واپس لاتے اپنے سینے میں

کھینچ کر سمویا جس پر وہ اسکے سینے میں منہ چھپاتی ساری مزاحمت وضد ختم کرتے رو دی، ایسی کہ اسکی کرلاہٹیں قیامت خیز ثابت ہوئیں۔

اسکے آنسو اوزان کے سینے میں گھٹن و وحشت کو بڑھا گئے۔

" کہیں نہیں جارہی تم، سمجھی۔۔۔"

رقص کرتی آزردہ خامشی کو اوزان دایب کی متانت بھری آواز نے توڑا، اسے دونوں پہلوؤں سے پکڑ کر ویسے ہی روبرو لائے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا جسکے آنسو بے قابو اور آنکھوں کی ویرانی دلخراش تھی، جگر سوز تھی، سوہان روح تھا اوزان کی موجودگی میں زینیش کا گھٹتا سانس، رکتی دھڑکن۔

"تو پھر مجھ سے نظر کیوں چرا رہے ہیں، بتا رہی ہوں بریک آپ کرلوں گی"

اپنی توجہ اوزان کے اپنے چارسو محصور کن حصار سے ہٹائے زینو نے دبی آواز میں کہا جس کے سبب اوزان کے ہونٹوں پر خفیف سی نرمی آئی، یہ

سب زینو نے جیسے آنکھیں چراتے تیزی سے کہا وہ اسکی ناراضگی کا اظہار تھا، اوزان دایب کی تیز پر تپش مہکتی سانسیں زینو کے چہرے پر پڑتیں اسکا سانس بھرنا مزید دشوار کر رہی تھیں۔

"مت کرنا، برداشت نہیں ہو گا مجھ سے"

اپنی کشادہ ہتھیلی اسکی گردن سے جوڑے گال کو اسکی ہاتھ کے انگوٹھے کی پور سے سہلاتے اوزان نے جو محسوس کیا بے جان ہوتے کہہ دیا، اوزان نے اسکی شکوہ کرتی آنکھوں پر لب رکھنے چاہے پر وہ اسی لمحہ چہرہ دور کر گئی۔

"آپکی ایک ایک نظر کا مفہوم جانتی ہوں اوزان، کچھ دیر پہلے آپ نے تکلیف دی مجھے"

زینو کو غم تھا تو اوزان کے خوامخواہ شرمندہ ہونے پر، سوچ سوچ کر پاس آنے ہر حالانکہ وہ اسکے قریب آنے سے پہلے کہاں سوچتا تھا۔

"سوری زینو۔۔۔ابھی عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں۔۔ چینج کر لو، تب تک آئی جان تمہارے لیے کچھ کھانے کو بھی لے آئیں گی۔رومت"

اسکے آنسو پونچھے وہ نرمی سے اسکی کان کی لو پر جھکتے سرگوشی نما انداز میں بولا جبکہ زینیش نے اپنے آنسو بنا کسی اعتراض کے گھوٹ لیے، وہ روبرو ہوا تو اوزان دایب کی آنکھوں میں محبت کے بجائے اپنے لیے رحم دیکھ کر وہ پژمردگی محسوس کرنے لگی اور اس سے پہلے میٹرس پر رکھے اپنے کپڑے اٹھا کر اس شخص سے آنکھوں میں کرچیاں سی سمیٹے دور جاتی، لڑکھڑانے پر اوزان نے بروقت اسے کمر سے جکڑے سنبھالا۔

"پیر بری طرح زخمی ہے تمہارا، اٹھا لوں کیا؟"

زینو کے لڑکھڑانے پر جان جیسے اوزان کی نکلی، زینیش نے حلق میں جمع ہوتے آنسوؤں کے پھندے کو بری دقت سے نگلا، اسے اوزان کا پوچھنا برا

لگا، جب دیکھ رہا تھا وہ چل نہیں پا رہی تو بنا پوچھے کیوں نہیں اٹھایا اسی پر وہ غصہ ہوئی۔

"میں چل لوں گی، آپکی مدد کی ضرورت نہیں مجھے"

اوزان کے کھینچے کھینچے رویے کی پھانس حلق میں کانٹا بنی تو وہ بے دردی سے اپنا ہاتھ اور اپنا آپ اوزان کے ہاتھ سے چھڑواتی چینج کرنے بڑھی جبکہ اوزان نے اپنی خالی ہتھیلی ویران نظروں سے تکتے مٹھی ضبط سے بھینچ لی۔

وہ دروازہ بھیڑے اندر آئی تو آنکھوں کی پتلیوں میں سمیٹ کر چھپائے آنسو بے آبرو ہوتے سیل رواں بنے گالوں پر اترنے لگے۔

"شاید انکو لگتا ہو اب ز۔۔زینو انکے قابل نہیں ہے تبھی دور دور ہیں، مرد ہیں نہ ہو سکتا ہے دل میں شک آ گیا ہو، ان گندے لوگوں نے میرے ساتھ کچھ نہیں کیا پر اپنے ہاتھوں سے چھوا تو ہو گا۔۔۔۔کوئی بات نہیں میں آپکو

مجبور نہیں کروں گی اپنے قریب آنے کے لیے۔ چلی جاؤں گی واپس۔ م۔۔مجھے بھی یہاں نہیں رہنا"

دل کی دبائی تکلیف عجیب شکستگی کے حاوی ہونے پر پھٹ پڑی، اسی طرح کپڑے سنک کے ساتھ موجود سلیب پر رکھے وہ چلتی ہوئی شاور کے نیچے آئی اور اسے کھولا، ٹھنڈا گرم پانی آٹو میٹک ملا اور زینیش سر تا پیر بھیگنے لگی، شاید اسے لگا تھا یوں اسکے آنسو چھپ جائیں گے۔

جسم سے تو گرد اترنے لگی پر دل اور روح کا بوجھ ہر لمحہ بڑھ رہا تھا، جب پیر اور ہاتھ کا زخم بھیگنے سے درد کر اٹھا تب وہ لڑکھڑاتی وہیں دیوار کا سہارہ لیتی سفید فرش پر گھٹنے سمیٹے گرد بازو حائل کیے بیٹھی، گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی برا رونے لگی، اس قدر کہ اسکی سسکیاں، شاور سے گرتی پھوار سے مل کر مزید کربناک ہوئیں، آہ وزاری نے اسکے نازک پل پل بھیگ کر کپکپاتے وجود کو قابل رحم بنا کر رکھ دیا۔

وہ کہاں سکون سے تھا، دھیان زینو کے گرد زنجیر تھا۔

جبکہ شاور کی آواز پر اوزان واش روم کے دروازے تک پریشانی کے سنگ آیا مگر اسکے رونے کی آواز پر اوزان نے جب بنا دستک یا اجازت کے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھے تو اس بیوقوف کو روتا دیکھے وہ تیزی سے نا صرف اندر آیا بلکہ شاور کو آف کیے وہیں دوزانو بیٹھا اور ناراض نظر زینش کے بھیگے وجود پر ثبت کی، زینو کے پیر سے نکلتے خون نے سفید ٹائلوں والے ملائم و بے داغ فرش پر بکھرے پانی کو بھی گلابی کر دیا، اوزان کا دل چاہ اس لڑکی کی خوداذیتی پر اسے جنجھوڑ دے، بکھرے چہرے سے چپک جاتے بھورے بال، لال چہرہ، بھاری سانسیں، زینش کو یوں دیکھ کر اوزان کے مضبوط دل کو دھکا سا لگا۔

"اٹھو یہاں سے، یہ کیسی بے حسی ہے زینش"

اوزان نے اسکی بازووں سے پکڑے اٹھایا مگر وہ اوزان کی ایسی بے رحم پکڑ پر سسک پڑی، اسکے ہونٹوں کے ایک انچ کے قریب اپنے ہونٹ لے جاتی وہ سرخ ناراض آنکھوں سے اوزان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گئی، اپنے پہلووں کو اوزان کی سخت گرفت سے پوری قوت کا جھٹکا لگائے آزاد کیا۔

" آپ کو میں بری ل۔۔۔ لگنے لگ گئی ہوں نہ "

وہ ایک آخری بار اپنے یخ ہاتھوں کو اوزان کی گردن کے اطراف جمائے سر اٹھائے ڈبڈبائی اکھیوں میں غصہ بھرے پوچھ رہی تھی، اسکے کھلے بال بھیگ کر اسکی گردن اور گالوں سے چپک چکے تھے، اور آنکھیں سنہری اور گلابی سی اذیت سے بھرا مرکب، اوزان نے اپنی گردن کے اطراف جڑی اسکی یخ پڑتی ہتھیلوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر ہٹایا، اپنی ہونٹ اسکی تر رخسار سے مس کیے تو وہ اسے جواب نہ دینے پر سلگ اٹھی۔

" اوزان!"

زینیش کی چینخ شیشے اور ماربل کی دیواروں سے بنی چار دیواری میں گونجی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔۔ تم مجھے بری کیوں لگو گی۔ آو باہر۔۔۔۔"

بڑی مشکل سے وہ ضبط تھامے ہوئے کمزور و شکستہ آواز میں بولا پر زینیش اسکے وجود میں چھپتے گہرے گہرے سانس لینے لگی، اوزان نے پوری شدت سے اپنی بازووں کو اسکی کمر کے گرد لے جاتے باندھا، بھیگنے سے زینو کے یخ پڑتے وجود میں حرارت نمودار ہوتی اوزان نے محسوس کی، اپنے ہاتھ اسکی گیلی کمر اور بکھرے بالوں پر سہلائے۔

"آپ گریز برت رہے ہیں مجھ سے، میں آج آپ کے لیے بہت پیارا تیار ہوئی تھی سچ میں۔۔۔۔۔ میں قریب آنا چاہتی تھی آپ کے اوزان۔ س۔۔سب بگھڑ گیا۔ آئی ایم سوری"

زینو کے اٹک اٹک کر انسووں میں گھلتی سرگوشیوں کے سنگ بولنے پر اوزان نے اسکے اطراف بازو جکڑے پوری شدت سے ہاتھ باندھے، دل

زینو کی خواہش پر کپکپایا، اسکی سنہری آنکھوں میں اذیت ہلکورے لے اٹھی۔

"سوری مت کرو زینو، طبعیت بگھڑ جائے گی۔۔۔۔ چینج کرو ٹھنڈ نہ لگ جائے۔ دیکھو پیر سے کیسے خون نکلنے لگ گیا ہے۔۔۔ میں پاس ہوں تمہارے، جب چاہو گی جیسے چاہو گی جتنا چاہو گی قریب آوں گا تمہارے۔۔۔ ہم دو ساتھ ہیں تو کچھ نہیں بگھڑ سکتا۔۔ اب رونا مت۔۔۔۔ میں باہر جا رہا ہوں"

اسکے گرد بازو اور ہتھیلوں کو جکڑے نرمی سے اسے پر سکون کرتے دور کیا پر وہ اب بھی ٹھیک نہ تھی، اسے اوزان ابھی اسی وقت چاہیے تھا تبھی ضد اور تکلیف کے غلبے نے زینو کو بدحواس سی کیفیت میں مبتلا کیا، اسے اب بھی یہی لگا اوزان اس سے فرار کر رہا ہے۔

"اوکے سمجھ گئی، آپ کو مجھ پر یقین نہیں آرہا۔ کہ اغوا ہونے کے باوجود میں بچ کر کیسے آگئی۔۔۔۔ہے نہ"

وہ اس حالت میں نہ تھی کہ کچھ سوچ پاتی بس تکلیف نے جو اگلوانا تھا اگلوا دیا، اوزان دایب کی چلتی کائنات اس بے حس نے لمحہ بھر جنجھوڑ کر روکی، جسے اپنی زبان سے نکلتے الفاظ کی سنگینی کا اس لمحہ ہر گز احساس نہ تھا۔

"جسٹ شٹ آپ، تم مجھے ایسے تابناک الفاظ سے تکلیف دے رہی ہو"

اوزان کی آنکھوں میں اسکے ستم سرخی سمیٹ لائے، تنبیہی انداز سے اسے دونوں بازووں سے شانوں سے جکڑے دباسا غرایاتو وہ آگے سے دلخراش سا مسکرائی، بلکہ اوزان کے یوں غصہ کرنے پر زینیش نے بھی دگنا غصہ آنکھوں میں بھرا، وہ اس کے غصے سے اور ہرٹ ہوئی۔

"میں سبکی تکلیف ہی تو ہوں، پہلے ممی کی۔۔۔ پھر بابا کی۔۔۔اب آپکی بھی۔۔۔۔۔ آپکو مزید خود پر جبر کی ضرورت نہیں میں چلی جاوں گی۔۔۔ ان سب سے دور جنھیں زینو تکلیف دیتی ہے"

وہ اسکو خود سے ٹوٹی بکھری ہوئی دور جھٹکتی پلٹی جیسے اب نہ بات چاہتی ہو نہ سامنا، اوزان نے لپک کر اسے لہرا کر پلٹاتے اپنی طرف کھینچا تو دونوں کی لہو آنکھوں نے ایک دوسرے کو خود میں جذب کیا، وہ اتنی ٹوٹی اور بکھری تھی کہ اوزان کے چھونے پر بھی سمٹنا ممکن نہ رہا اور تبھی ایک ہاتھ سے اسکی کمر جکڑے قریب تر کرتے اوزان نے دوسرا ہاتھ اسکی گردن ور خسار سے جوڑے اسکی اکھڑتی سانسوں پر تسلط جماتے سر زرا جھکاتے انکی خوشبو ان

ہیل کرنے کے بیچ ہی وہیں دیوار سے نرمی سے اپنا ہاتھ رکھتے لگایا، اس پر حاوی وہ اس لڑکی کو ایسے الفاظ کی سزا کے بدلے سانس لینے بھی نہ دینا چاہتا تھا، جیسے وہ اس لمحہ اس سے دور سانس بھی لیتی تو تکلیف ہی دیتی، وہ اسکے اندر کی ساری تکلیف ختم کرنا چاہتا تھا۔

زینیش کو لگا جسم وجان میں گردش تھم گئی ہو، وہ اسکے لمس میں محو اسے ہر لمحہ بے خود انداز میں اسے خود میں جذب کر رہا تھا، زینو کے حواس مختل کر دینے کی یہ کوشش، جذبات کی دنیا میں نرمی، راحت و حرارت میں لپٹی یہ قربت تلاطم برپا کر رہی تھی.

نہ تو آج اوزان کے استحقاق میں رحم تھا نہ خمار، آج تو تکلیف کی حد تھی، اسکے احساسات کو بے پناہ حرارت بخشتے لمس وہیں سے زینو کی گردن تک بڑھے، وہ اسکی گردن اور گال سے چپکے بال ہٹائے جھک کر ہر ہر گوشے پر لب رکھتا زینیش کے سارے شکوے چند لمحوں میں اسکے ہونٹوں سے واپس

حلق میں انڈیل گیا، جو ایسی خواہش کی تکمیل پر بھی اس سے لڑنا چاہتی تھی جس نے دنیا جہاں کے ساتھ اپنے سبب اس لڑکی کو اپنا آپ بھی بھلا دیا۔

اوزان کی جانب سے فاصلہ استوار ہوا تو زینش اپنی تکلیف اوزان کی آنکھ سے ٹپکتے آنسو پر بھول گئی، رکتے سانس کو گہرا سانس گھسیٹ کر تقویت دی، اوزان دایب کی آنکھوں میں آنسو ہی نہیں سرخی کا بھیانک غلبہ بھی موجود تھا، کیا وہ اسکے لیے رویا ہے؟ کیا وہ اسکے الفاظ کی سختی پر رویا ہے؟ زینش کے پورے وجود کو ان کہا سا احساس جرم اپنی لپیٹ میں لے گیا۔

"اوزان۔۔۔"

وہ تڑپ اٹھتی اپنی انگلیوں کی پور سے اسکے آنسو کو ان پوروں کا حصہ بنائے سسکی کی مانند پکاری جس پر اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے دوسرے سے اپنی آنکھ رگڑ دی، واپس آنکھوں میں درد کی گہرائی اتار لایا۔

"تمہیں پتا نہیں ہے کہ تم میرے لیے کیا ہو، پھر ایسی بے رحم وسفاک باتوں سے تم میرا دل کیوں جلا رہی ہو زینیش میں یہ سب نہیں سہہ سکتا، اس محبت نے مجھے تمہارے لیے بہت کمزور کر دیا۔ دیکھ نہیں رہی تم کہ اوزان دایب کی سانس رکی ہوئی ہے، فوری چینج کرو اور باہر آو۔۔۔ اگر تم نے اب کچھ ایسا ویسا کہا تو اوزان کا بہت برا روپ دیکھو گی"

اپنے دردناک جملوں میں غصہ بھرتا وہ اسکی گال چومے جیسے اس سے آخری تنبیہہ کیے دور ہوتے ہی باہر نکلا، زینیش بس اسے ہچکی سی بھرے دیکھ ہی پائی۔

اسکے الفاظ نے زینو کو سخت رنج دیا۔

درد کرتی آنکھیں رگڑے زینو نے فورا گیلے کپڑے بدلے جو سادہ سی پٹیالہ سفید شلوار اور نیلی کرتی تھی، پھر بھی آنکھیں اسکے خوبصورت چہرے کا اس وقت دردناک خدوخال تھیں، کھلے گیلے بالوں سے پانی نچڑ چکا تھا تبھی وہ

یونہی ننگے پیر جب باہر نکلی تو اوزان کو باہر ہی دروازے کے پاس کھڑا دیکھے وہ پشیمانی سے نظر پھیر گئی جبکہ اس پھیری نظر کے باوجود اوزان نے اسے پہلے کلائی تھامے اپنے قریب کھینچا جو پاس سے گزرنے کے چکر میں تھی اور بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ کی طرف لے کر جاتے ہی جب زینو کو میٹرس پر بٹھانے جھکا تو زینو کی اضطراری نظر اوزان کو سر تا پیر جکڑ گئی، اوزان کے لیے اپنا آپ، نظر، دھیان کچھ بھی زینو سے ہٹانا ممکن نہ رہا۔

"اتنی سنگدلی کہاں سے انسٹال کروالاتی ہو، بے وقوف"

وہ اسکی آنکھوں میں پھر سے مدہوش ہونے سے خود کو روکتا خفت سے نظریں چراتا بڑبڑایا جس پر وہ منہ بسور کر منہ موڑ بھی گئی۔

اوزان نے وہیں بیٹھتے سائیڈ ڈرا کھول کر فرسٹ ایڈ کٹ نکالی اور پیر سمیٹ سکیڑ کر بیٹھی زینیش کا زخمی ہیر پکڑا ہی کہ وہ فوری گھبرا کر پیچھے کھینچ گئی، اوزان کو پہلے ہی اس پر شدید غضب تھا تبھی اسکی سمیٹی ٹانگ نا صرف کھینچی

بلکہ اپنے تھائیز پر اسکی ٹانگ رکھے یوں گردن گما کر گھورا کہ دوبارہ پیر کھینچنے سے زینش نے توبہ کی۔

"آپ ہوں گے بیوقوف"

زینو نے جواب فوری گولی کی طرح دیا اور درد کے سبب میٹرس کی چادر مٹھیوں میں دبوچی جبکہ اوزان نے جب اسکے پیر کے نیچے بھیانک کٹ دیکھا تو جھٹ سے گردن پھیر کر زخمی نظر زینش پر ڈالی۔

"زبان کیسے چلتی ہے اسکی، دھیان نہیں رکھا جاتا تم سے اپنا، کس قدر گہرا زخم ہے۔ یہاں تو سٹیچیز لگنے چاہیے تھے۔ دس بیس دن بستر ہر ٹک کر رہنا پڑتا پھر تمہیں عقل آتی"

وہ اسکے پیر کے زخم کی ڈریسنگ کے ساتھ خشونت سے بگھڑا جبکہ زینش نے اسکا مفت کا دھونس بڑے ضبط سے سنا، پیشانی ہر شکنوں کا کیوٹ جال بنا۔

"چھوڑ دیں میں خود کر لوں گی"

زینیش نے پھر سے پیر کھینچا مگر اب اوزان اسکو کھینچ کر لگانے والا ہوا تھا، یہ لڑکی مسلسل ضبط کا شیرازہ بکھیرنے پر تلی تھی۔

"خود تم صرف میرے لیے کوئی نئی بے چینی ہی ایجاد کرو گی، اب تم ہلی زینو تو کھڑکی سے باہر اٹھا کر پھینک دوں گا۔ میرا صبر جواب دے گیا تو بہت برا پچھتاو گی"

زینیش کی ہٹ دھرمی پر اوزان بھرپور غیض کے سنگ چلایا تب جا کر زینو کو سکون آیا اور تھوڑا ڈری۔

اسکے پیر کی پٹی کیے اوزان نے خود ہی اسکا پیر پکڑ پر میٹرس پر رکھا اور اٹھ کر قریب ہوئے بیٹھا تو زینو یوں پیچھے ہوئی جیسے وہ اٹھا کر منہ میں ڈال لے گا، اوزان نے جبڑے زرا بھینچ کر برہم نگاہ زینو پر ڈالی۔

"دور تو مجھ سے یوں ہوئی ہو جیسے جانتی ہی نہیں ہو مجھے، ہاتھ دو ادھر"

اس لڑکی کی عجیب حرکتیں اوزان کو ستا کر عاجز کر رہی تھیں تبھی وہ جتا بھی گیا مگر زینو نے اپنا ہاتھ دینے سے پھر ڈھیٹ بنے انکار کیا جیسے کاٹ لے گا۔

"ہاتھ پر معمولی خراش ہے رہنے دیں"

زینش کی بات اس بار اوزان نے مانی اور زرا جھک کر فسٹ ایڈ کٹ واپس ڈرا میں رکھی۔

"اب جائیں مجھے سونا ہے"

اسکی موجودگی زینو پر بہت بھاری تھی اور اس سے پہلے وہ بیٹھے بیٹھے لیٹ کر کروٹ بدل کر لحاف میں دبک جاتی، اوزان نے اسکی دونوں بازو دونوں ہاتھوں میں دبوچتے اسے اپنے قریب کھینچتے لاک کیا جو سانس لینا تک اس جھٹکے کر بھول گئی۔

ایک طرف ڈر اور دوسری طرف مایوسی تھی۔

"چلا گیا تو ساری رات واپس نہیں آوں گا یاد رکھنا"

زینو کا یوں اسے کمرے سے جانے کا کہنا بہت برا لگا تبھی سخت تیور سے دھمکایا، زینو کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"مت جائیں"

فوری وہ اسکی شرٹ سینے سے مٹھی میں دبوچے بولی جس پر اوزان نے گہرا سانس کھینچا جسکی حدت زینو کو اپنے چہرے پر بکھرتی واضح محسوس ہوئی۔

" کبھی کبھی لگتا ہے میں تو صرف نام کا کمپلیئین ہوں، اصل خصوصیات تو تم میں ہیں۔ اب اگر تم مجھے بے جا ضد یا فضول قسم کے رونے کے آس پاس بھی نظر آئی تو ایک لمحے کی بھی مزید رعایت نہیں دوں تمہیں۔ سمجھ گئی؟"

وہ اس پر غصہ ہوتا جو بھی بولا، زینو نے فورا بوکھلا کر نظر جھکائی، دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو مچلا، پیشانی اوزان کے بے باک دھمکانے ہر عرق آلود ہوئی۔

"ک۔۔کونسی رعایت، م۔۔مجھے آپکی بات سمجھ نہیں آئی"

زینیش کے فوری لاعلم ولا تعلق بننے پر اوزان نے بازووں سے پکڑے مزید قریب کھینچا کہ چہرے ٹکرانے سے بمشکل بچے۔

"تم تو ابھی پیدا ہوئی ہو نہ جو تمہیں کچھ علم نہیں، مجھے اریٹیٹ مت کرو زینیش۔۔میں اس وقت بہت برے موڈ میں ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتی کتنی تکلیف، کتنا غصہ دبائے ہوئے بیٹھا ہوں"

اوزان کی تنبیہہ اور غصے کے سبب زینیش نے ضد اور اکڑ چھوڑتے نا صرف اپنے بازو آزاد کروائے بلکہ افسردگی سی آنکھیں جھکاتی وہ اسکے سینے سے لگی اور بازو اسکے اطراف فوری شدت سے لپیٹے۔

"آئی ایم سوری، پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔ آپکو لے کر اوور ہو رہی ہوں۔۔۔"

وہ خود اپنی شدت اور جنون سے خوفزدہ تھی مگر اوزان دایب کی سنجید گی ضرور سینے لگے اس ملائم وجود نے نرمی میں بدلی۔

"اوور! جنونی کہو۔۔۔۔بائے داوے آنکھ سرخوب پھوڑا تم نے اس دو خبیثوں کا۔میری بیوی کو ایسے ہی لڑکی کم شیرنی زیادہ ہونا چاہیے۔لیکن تمہاری یہ کوالٹی میرے سامنے کیوں فوت ہو رہی ہے؟"

وہ اسے جیسے نرمی سے خود میں سموئے اسے سراہنے کے بعد اسکی مسلسل آہ زاری پر چوٹ بھی کر گزرا، زینو فوراً اسے فاصلہ بناتی منہ پھلائے دور ہوئی۔

"مجھے نہیں پتا، لیکن آپ نے مجھے خود سے دور کرنے کا تھوڑی دیر ہی سہی سوچ کر مجھے ہرٹ کیا ہے۔میں ابھی ناراض ہوگئی"

زینیش کو پھر سے اسکی بے رحمی یاد آئی تو ناراض ہونے کا دوڑا جاگا جبکہ اوزان نے اسے آئیبر و سکیڑتے گھورا۔

"اور جو تم اول فول بولے جارہی تھی، دل کر رہا تھا تمہاری یہ گردن دبا دوں۔ تم نے اوزان دایب کو رلایا ہے، کیا رعب رہ گیا ہے اب میرا تمہارے سامنے"

اوزان کو سارا دکھ ہی رونے کا تھا اور زینو یکدم جیسے مسکرائی، اوزان نے خونخوار نظر اسکی بتیسی پر ڈالی۔

"رعب رونے سے کم ہو جاتا ہے کیا؟ لیکن میں تو آپکے سامنے اکثر روتی ہوں۔ میرا رعب تو آپ پر زرا کم نہیں ہوا"

اول تو اوزان کو لگا وہ سنجیدہ ہے پر جب زینو کی آنکھوں میں گدگداتی شریر لہر دیکھی تو ایک ہی جھٹکے سے پکڑ کر اسے بیڈ پر لیٹائے جب حاوی ہوا تو زینو کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ سمٹی۔

"تمہارا مجھ پر کوئی رعب نہیں ہے سمجھی، تم باز نہیں آو گی مجھے تنگ کرنے سے؟ کیا مرنا چاہتی ہو میرے ہاتھوں؟"

اسکے ملائم ہاتھ سے اپنا مضبوط و پیارا ہاتھ جوڑتا انگلیوں میں انگلیاں پیوست کیے وہ جیسے سنسنی پھیلائے بولا، زینو کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسناہٹ اتری، اسکے ہونٹوں اور رخسار پر بکھرتی اوزان کی سانس دل کا اختیار جکڑ رہی تھی، اس شخص کی ایمان ڈگمگاتی خوشبو اختیار چھین رہی تھی۔

"اوزان۔۔ اوکے میرا آپ پر ک۔۔ کوئی رعب نہیں۔۔۔ پلیز چھوڑ دیں"

ساری بہادری ہوا ہوئی جب اوزان نے زرا سا اپنا بوجھ اس کے نازک وجود پر منتقل کیا۔

"کیوں چھوڑوں تمہیں؟ پر بار بھاگ جاتی ہو۔ میری فیلنگز، میرے احساسات کوئی اہمیت رکھتے بھی ہیں یا نہیں۔"

آج اوزان بھی سارے حساب لے رہا تھا جبکہ زینو ابھی سے سانس لیتی لیتی سانس چھوڑ رہی تھی۔

"ک۔ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔ بتایا تو تھا صبح میں بھی پیار کرتی ہوں۔۔۔۔"

خوف کے مارے زینو پوری کپکپائی جبکہ اوزان کا دل اس درجہ سوکھے سڑے اظہار پر دیوار سے ٹکریں مارنے کا کیا۔

"کہاں ہے پیار؟ شومی۔۔۔۔ آئی وانٹ ٹو فیل۔۔۔۔ دیکھاو پیار جسکا پر دوسرے منٹ اعلان کر دیتی ہو"

وہ بدلحاضی کے سارے ریکارڈ توڑ تا منہ پھٹ بنا گھورا جبکہ اس طرح کے اوزان سے اسے جو پیار تھا وہ بچارا ابھی پتلی گلی سے فرار ہو چکا تھا کیونکہ اس وقت وہ چھوٹا سا ضدی بچہ بنا زینو سے خوامخواہ لڑے جا رہا تھا۔

"زینو! یہ بنا پیار لیے ٹلنے والے نہیں ہیں ان میں جن آیا ہوا ہے۔۔۔ کر دے ایک آدھ عنایت"

اوزان کو تکتے حلق تر کیے وہ زرا چہرہ اٹھاتی اسکی گال سے گال ہی جوڑ پائی جب اوزان نے لیٹتے ہی اسے پکڑ کر خود پر جھکایا، اب وہ نیچے اور وہ اس پر حاوی ہو چکی تھی۔

"کنٹینیو"

اوزان نے آنکھیں ماتھے پر رکھتے حکم دیا جس پر زینو نے جب اسکی گال کو ہونٹوں سے چھونا چاہا تبھی اوزان نے اسکے ہونٹوں کے آگے ہاتھ رکھے پرے کیا۔

"یہ پیار میں کسی سے بھی لے سکتا ہوں، اس وقت دوست نہیں ہوں تمہارا سو مجھے یہ گال چوم کر غضب چڑھانے کی کوشش بھی مت کرنا پلاسٹک کی گڑیا"

اوزان کی حد درجہ بے باکی اور اس عجوبہ نام پر وہ غصے سے اسکے کندھے پر ہی دانت گاڑ گئی جس پر اوزان نے مسکراہٹ کو واپس حلق میں دقت سے دھکیلا۔

"میں پلاسٹک کی گڑیا کہاں سے ہوں، آپ نے خود کو دیکھا ہے ماونٹ ایورسٹ۔۔۔۔ جائیں اب جس مرضی سے لیں پیار۔"

اس کی گرد بندھی بازو کے سنگ مچلتی وہ پھڑ پھڑائی تو اوزان نے بمشکل مسکراہٹ دباتے اسے واپس خود پر جھکایا، زینو کی آنکھوں کا معصومانہ غصہ اوزان کی جان پر بن آیا۔

"جس مرضی سے ہی تو نہیں لینا مجھے یہ پیار، یہ مجھے صرف تم سے چاہیے۔ کچھ ایسے قریب آو کے مجھے تمہارا پیار محسوس ہو نہ کہ لگے میں چھوٹا سا بچہ ہوں۔۔۔۔"

وہ اسکے غصے کو ناک سے ناک مس کیے مٹا بھی گیا اور بچے والا پوز دے کر زینو کو ہنسا بھی گیا۔

"لگ تو آپ بچے ہی رہے ہیں، اوزان مت کریں نہ میں نہیں کر سکتی۔۔۔ آپکو جو کرنا ہے کریں کبھی روکا ہے کیا؟ ب۔۔ بٹ مجھ میں ایسی جرت اور بے باکی نہیں ہے۔۔۔۔ بھوک لگ رہی ہے پلیز۔۔۔۔ بہت سخت۔۔۔ کچھ کھانے کو نہ ملا تو رونے لگ جاوں گی"

صبح ناشتہ زینو نے بہت لائیٹ کیا جبکہ اب بھوک پیاس کا اکھٹا حملہ اسے سخت میں مسکین بنا گیا۔

"پیاس بھی لگ رہی ہے کیا؟"

اوزان نے جس طرح اسکے ہونٹوں کو دیکھتے پوچھا اس پر پہلے تو زینو سے ہاں کی پھر فوری ڈر کر ناں میں سر گمایا کیونکہ ہاں بہت سنگین نتائج لا سکتی تھی۔

"ٹھیک۔۔۔ میں بھی رونے لگ جاوں گا اگر میری ڈیمانڈ پوری نہ کی گئی"

وہ مزے سے کہتا اسے آزاد کیے اس سے پہلے اٹھ کر جاتا، زینو نے پکڑ کر اسے واپس لیٹایا اور جھک کر اسکے چہرے کی طرف جاتے جاتے وہ اسکا چہرہ پکڑے دائیں طرف کیے اسکی گردن پر ہونٹوں کا لمس بکھیرے مسکرا کر روبرو ہوئی تو اوزان نے اسکے ان خوبصورت ہونٹوں کو انگوٹھے کی پور سے چھوا، انداز میں بے خودی تھی۔

"اب ٹھیک ہے؟"

وہ پر حیا ہوتی اوزان کو دیکھتے بولی۔

"گزارے لائق تھا"

وہ اب بھی خوش نہ تھا تبھی وہ بگھڑا سا مسکرائی۔

اس پر سے ہٹ کر اٹھ بیٹھی تو اوزان بھی اٹھ کر ساتھ ہی اسکے کندھے سے کندھا مارتا بیٹھا۔

"چلو باہر چلیں، دیکھتے ہیں آئی جان کنول کی کیسے درگت بناتی ہیں۔ وہی اسے پیٹ سکتی ہیں"

ایڈوانچر کا سنے وہ فوراً سر ہلاتے مسکرائی تو اوزان نے اٹھتے ہی ہاتھ بڑھا کر زینو کو بھی اٹھایا، اسکے گیلے بال تکتا وہ مدہوشی سے قریب ہوا تو وہ چھینپی۔

اوزان نے پلٹ کر ہنگرز سے ٹاول نکالا اور زینو کے بال بہت مہارت سے ڈرائے کیے اس بیچ وہ زینیش کو آئی کانٹکٹ سیکھا رہا تھا، ابھی وہ کامیاب تو نہیں تھی لیکن کچھ وقت کے لیے اوزان دایب کی آنکھوں میں اب دیکھنا آسان ہوا، باریک سی جرسی زینو نے پہن لی تبھی شال نہ لی، جرسی کافی لوز تھی سو وہ بالکل چھپ چکی تھی۔

"مجھ سے نظر ملانا سیکھ لو جلد، انڈرسٹینڈ؟"

زینو کی حیا سے جھکی پلکوں کو دیکھنے کے بیچ وہ اسکے بال ڈرائے کرتا اسکی گردن سے ہاتھ لپیٹے جیسے قریب کیے بولا، زینو نے سہم کر آنکھیں اٹھائیں۔

"کیوں ملاوں؟ تاکہ آپ مجھ کو ہپنوٹائز کر دیں"

وہ اسکے بہت قریب جھک کر بولی جبکہ اسکی نزدیکی اب لمحہ لگاتے اوزان پر قہر بن جاتی جیسے اس وقت اس نے ٹاول بیڈ پر پھینکتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے جکڑا۔

"صرف تمہیں نہیں، خود کو بھی۔۔۔۔۔۔ڈنر کے بعد میرے لیے سجو گی تم۔اگر اجکا گفٹ چاہیے تو"

وہ اسکے استحقاق و خواہش پر کانپ اٹھی۔

"کیا؟اس لنگراتی ٹانگ کے ساتھ؟"

وہ بے اختیار بڑبڑائی۔

"نہیں ٹانگ کو اتار کو سائیڈ پر رکھ دینا"

اوزان اسکے یوں موڈ کو برباد کرنے پر نا صرف بدمزہ ہوا بلکہ دور ہوتے ہی اچٹتی نظر ارمانوں کی قاتل پر ڈالتا نا صرف خود کمرے سے نکلا بلکہ اس محظوظ آفت کا بھی ہاتھ پکڑے ساتھ لیے کمرے سے نکل گیا۔

..________________________..

"تمہیں بارہا منہ سے سمجھایا، لیکن تمہارے اندر تو ایسی ڈھیٹ ہڈی ہے جسے نہ زلت سے فرق ہے نہ بربادی سے۔ کیوں پیچھے پڑی ہو میرے بچوں کے ڈائن۔ اب تو اللہ نے تمہیں بھی اولاد دی ہے لیکن ناشکراپن تم سے یہ نعمت چھین لے گا کنول"

جب طلال نے ایزل بھابھی کو کنول کے پریگنٹ ہونے کا راز دار نہ بتایا تو وہ پہلے تو طلال پر برہم ہوئیں پھر اس چینختی دھاڑتی کنول کے کمرے میں گئیں، دل تو انکا اسکا کلیجہ نوچنے پر آمادہ تھا پر صرف طلال کی اولاد کے سبب وہ ہاتھوں کے بجائے منہ سے سمجھانے آگئیں، کنول کی گال پر طلال کے

مارے تھپڑ کا نشان بنا غور کیے دیکھائی دے رہا تھا اوپر سے وہ بپھری بلا بنی کسی کا بھی خون پی جانے والی لگ رہی تھی۔

"سب سے اپنی زلت کا بدلا لوں گی، آپ سمیت منحوس بھابھی۔ اس اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ماروں گی، یہی سزا ہے طلال کی۔۔۔وحشی درندہ"

وہ رو رو کر آنکھیں سوجھائے زمین پر ٹھنڈے فرش پر بیٹھی اور نا چاہتے ہوئے بھی ایزل مریم کو اس عورت کی باتیں سن کر اسی پر ترس آیا۔

"تم اس اولاد کو مارو گی تو ہمیں حیرت نہ ہو گی کیونکہ تمہارے سینے میں پتھر نسب ہے۔ لیکن پھر بھی کنول ایک آخری بار اپنے کیے سے توبہ کر لو۔ دل پر قفل لگ گیا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کیا کمی ہے تمہیں؟ کیوں تم طلال کی زندگی کو گرہن لگانے سے باز نہیں آرہی؟ کیا بگھاڑا ہے تمہارا ہم سب نے۔۔۔۔۔۔برائی کا انجام برا ہوتا ہے"

ایزل مریم بھی نجانے اتنی مہربان کیوں تھیں، جس عورت سے اپنے بچوں کی تکلیف کا بدلا لینا تھا اسے توبہ کرنے کی ہدایت دے رہی تھیں پر وہ کہتے ہیں نہ ہر کسی کو ہدایت نہیں ملتی۔

"دفع ہو جائیں یہاں سے اپنی منحوس شکل لے کر"

وہ زمین سے اٹھتی سرخ آنکھوں سے دھاڑی جبکہ اس بار اس شور کو سنے اوزان ہی اندر لپکا، جسے دیکھ کر کنول کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"ماں ہیں یہ میری، اگر ان سے یوں بات کی آپ نے تو گلا کاٹ دوں گا۔۔۔ اور آپ آئی جان، مجھے لگا اس فرعونی خصلت والی سفاک عورت کو سزا دینے آئی ہیں پر آپ اس پر اپنے قیمتی الفاظ ضائع کر رہی ہیں۔۔۔ شکل دیکھیں انکی، لگ رہا ہے سالم ہمارے کلیجے نگل لیں گی۔۔۔۔۔"

اوزان کے طنز پر کنول نے اپنی آنکھیں رگڑیں جبکہ ایزل مریم نے اوزان کی جانب رحم طلب نگاہ ثبت کی۔

"تم بھی نکل جاو یہاں سے"

کنول نے گردن موڑے غرا کر کہا جس پر اوزان نے آئی جان کو کمرے سے جانے کا اشارہ کیا خود انکے جاتے ہی لپک کر کنول کی بازو دبوچتے لہرا کر روبرو کیا جسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ آگ لپکی۔

"میری برداشت کی ایک حد ہے کنول صاحبہ، جس لمحے پار ہوئی آپ بھی فیروز شمشیر انصاری کی طرح جیل کی سلاخوں میں پائی جائیں گی۔ اس کمرے کی قید یا پھر موت۔۔۔ اسکے علاوہ آپ نے خود پر اپنی حرکتوں کے سبب سب حرام کر دیا۔۔۔۔"

اوزان نے اسکو صاف صاف اسکی جگہ بتائی جبکہ قید کا سن کر وہ پھنکاری۔

"تم لوگ ہوتے کون ہو مجھے قید کرنے والے، تم پہلے تو بچ گئے لیکن خدا کی قسم اگر مجھے دوبارہ موقع ملا تو میں تمہارے سینے پر وار کروں گی اوزان دایب ۔۔۔۔"

کنول کے اندر اتنی نفرت تھی کہ وہ صحیح و غلط کا فرق تک بھول چکی تھی۔

"زینیش کو تکلیف دینے والا میرے دل پر ہی وار کرتا ہے، اور اپنی تکلیف میں نے ہمیشہ معاف کی۔۔ اسکی، یا اپنے کسی پیارے کی کبھی نہیں کروں گا۔ یہ جو میرے اور آپکے بیچ عمر کے فرق کا زرا سا احترام باقی ہے اسے قائم رہنے دیں ورنہ آپ اوزان کا وہ روپ دیکھیں گی جو آپکی روح کپکپا دے گا"

اوزان نے ہر ممکنہ لحاظ و مروت سے پیش آتے کنول کو تنبیہ کی اور اسکی بازو جھٹکتے وہ کمرے سے نا صرف نکلا بلکہ اس پر دروازہ بند کر گیا جبکہ کنول کا بس نہ چلا یا خود کو آگ لگاتی یا انصاری حویلی والوں کو۔

جبکہ ڈنر پر زینو کو دیکھ کر سب سے زیادہ خوشی طلال کو ہوئی، اپنی بچی کی لوٹ آتی مسکراہٹ دیکھ کر بھی انکی آنکھیں نم تھیں۔

دیان اسے ہنسا رہا تھا، اور آج اوزان اسے دیان کے ساتھ ہنسنے کی پوری اجازت دیے خود بھی اسکے ساتھ مسکرا رہا تھا۔

شادی کی تیاری کل سے باقاعدہ شروع ہونی تھی جبکہ کل حسیب اور بہار کے ولیمے کا انویٹیشن بھی موصول ہو گیا جس ہر اوزان، زینیش، آئی جان اور دیان چاروں نے جانے کا پلین بھی بنایا۔

آئی جان کی بنائی ملائی بوٹی کی کالی مرچ والی مزید ار ڈش نے زینو کو بھی رغبت سے ڈنر کرنے پر اکسایا، جبکہ زینیش کی طلال کے لیے سرد مہری ہنوز بر قرار تھی اور اسی کو کم کرنے کی خاطر جب زینو ڈنر کے بعد کچھ دیر باہر لان میں رومیو اور جولیٹ کے پاس گئی تو طلال بھی وہیں چلے آئے، باہر موجود ٹھنڈ دیکھتے انہوں نے جب اپنی چادر اتار کر زینو کے گرد اوڑھائی تو وہ چونکی اور پلٹی مگر طلال کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نا صرف تکلیف اتری بلکہ زینو نے فوراً آنکھیں دکھ و ناراضگی سے پھیر لیں۔

"تم سے الایہ کی خوشبو آتی ہے زینو، مجھے اتنا محروم مت کرو۔ ایک بار بابا کے گلے لگ جاؤ نہ"

وہ بہت مشکل سے طلال کی حسرت زدہ خواہش پر آنکھوں کے آنسو روک پائی، کیا کرتی کہ دل اس سگے باپ کی محبت سے فطرتاً بھرا تھا۔

"آپ نہیں ہیں میرے بابا، آپ نے میری ممی کو خ۔۔خون کے آنسو رلایا ۔کبھی معاف نہیں کروں گی"

وہ آزردگی سے دبا سا بولی اور اس سے پہلے لڑکھڑا کر جاتی، طلال نے اسکی بازو پکڑے روکا۔

"معاف مت کرو اتنی جلدی پر آج تمہاری جان جیسے خطرے میں آئی میں بہت ڈر گیا تھا، آئی ایم سوری بابا کے ہوتے ہوئے وہ نجس عورت تمہارے ساتھ یہ سفاکی کر گزری۔۔۔"

وہ انکے آنکھیں نم کر کے بولنے پر تلخی سے مسکرائی۔

"جب جب آپکے نام کے ساتھ کنول کا نام سوچتی ہوں، آپ پر موجود غصہ بڑھتا ہے۔ آپ سچ میں ایسی ہی عورت ڈیزرو کرتے تھے۔ کیونکہ آپ نے

محبت سے گندھی وفا شعار عورت کو اجاڑا تھا۔ مجھے مت تکلیف دیں، میں پہلے ہی بہت مشکل سے سنبھل رہی ہوں"

وہ اپنے اندر کے غبار کو نکال بھی گئی اور زیادہ دل بھی نہ دکھا سکی۔

"ہاں میں یہ سب ڈیزرو کرتا ہوں لیکن کبھی سوچنا کہ طلال انصاری نے اپنے گناہ سے بہت بڑی قیمت چکائی ہے، میرا اپنا خون۔۔۔ میری اپنی بیٹی مجھ سے نفرت کرتی ہے"

وہ اسے کہہ کر خود جانے لگے تو زینو نے انکا ہاتھ بے ارادہ تھاما مگر طلال اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر تڑپ کر مڑے۔

" نفرت نہیں کرتی ہوں، ہرٹ ہوں۔۔۔۔۔ بہت ہرٹ ہوں۔۔ ممی کے حصے کا بھی تو غصہ کرنا ہے۔۔۔۔ مجھے ایموشنل بلیک میل نہ کریں"

وہ غصے میں خود رو پڑی اور طلال نے اسکی اجازت نہ لی اور جیسے پکڑ کر اپنے سینے لگا یا، رو تو وہ بھی پڑی، کیونکہ اس وقت اسے بابا کے گلے لگنے کی بہت ضرورت تھی۔

"تم میری جان ہو زینو، میری الایہ کی آخری نشانی۔۔۔ معاف کر دو مجھے میرا بچہ۔۔۔۔ میری تکلیف، میری اذیت صرف تم کم کر سکتی ہو۔ میں محروم رہ رہ کر تھک گیا ہوں۔۔۔۔ل۔۔ لوگ زندگی جیتے ہیں میں نے اس لڑکی کی حسرت کو جیا ہے۔ میری برداشت بہت زیادہ ہے کہ میں نے مر جانے جیسا وقت جی کر گزارہ ہے۔۔۔۔۔ مجھے اب خوشی کی شکل دیکھنی ہے، تم سے پیار کرنا ہے۔۔۔۔۔ مجھ پر رحم کھاو بچہ "

بابا کا لفظ زینو کو اپنے موقف سے ہٹاتا گیا، وہ انکی بازو اپنے اطراف سے کھولتی آنسو رگڑتی دور ہوئی، چادر اتار کر انکے ہاتھ میں تھمائی اور نظر انکے رندے چہرے پر جمائی۔

"تب رحم کھاوں گی جب آپ مجھے پورے کے پورے ملیں گے، یہی شرط ہے اسکے علاوہ زینو معاف نہیں کرے گی۔۔۔مجھے آپ پورے چاہیں۔ صرف میرے"

وہ حق پر تھی اسکی شرط بھی جائز تھی پر طلال کو ایسا لگا وہ چلی تو گئی پر انھیں ایک ایسی جگہ کھڑا کر گئی جہاں پیچھے کھائی اور آگے کنواں تھا لیکن کوئی فرار وبچاو کا راستہ نہ بچا تھا۔

..________________________..

"کیپٹن یار آپ نے تو ہماری جان لے لی تھی"

کیمپ بیس میں رات تک الماان کی واپسی نے ہر سمت خوشی کی لہر دوڑائی، میجر گلزار کو پہلے ہی یقین تھا کہ انکا ہونہار کیپٹن اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں، مشن نہ صرف پورا ہوا بلکہ اداخیل سے جڑے بہت بڑے نیٹورک کو کافی حد تک تلف بھی کر دیا گیا تھا۔

المان کے ماتھے کی دائیں جانب بینڈ تج تھا جبکہ گردن کی دائیں طرف بھی زخم تھا اور کلائی کے زخم پر دو سٹیچیز لگے کیونکہ کٹ بہت ڈیپ تھا۔

وہ ہالہ اور ندیم کے بہت اصرار کے باوجود مزید ان پر بوجھ نہ بنا اور واپس آگیا جبکہ سب ہیڈ آفس میں ہی موجود تھے اور المان کی واپسی کو لے کر سب خوش تھے، چار فوجی اس مشن میں شہید ہوئے تھے جسکا افسوس و دکھ سبکو تھا، انکی ڈیڈ باڈی صبح ہوتے ہی انکے لواحقین تک پہنچائی جانی تھی۔

اور جب المان نے اپنی کہانی ان سبکو سنائی تو سچ میں سبکو المان سے ہیرو والی وائبز آئیں۔

"ابھی بھی یہ کیڑے مکوڑے اس پورے علاقے میں پھیلے ہیں کیپٹن المان، یہ لوگ اگلی بار اس سے زیادہ طاقتور ہو کر حملہ آور ہوں گے سو ہمیں اسی حساب سے اپنی تیاری بھی کرنی ہے"

میجر گلزار کو شام سے ہی ادا خیل کے لوگوں کی طرف سے دھمکی خیز پیغامات موصول ہو رہے تھے جس میں اب انکا مین لیڈر بدلے اور بھیانک تنائج کے لیے خبر دار کر رہا تھا۔

"یس سر، اپنا بیسٹ دیں گے ہم۔"

المان سیال زخمی تھا پر اسکی ہمت اور قوت دگنی تھی تبھی گلزار صاحب نے اسے شانوں سے پکڑے رشک سے دیکھا اور گال تھپکائی۔

"ویل ڈن میرے شیر، اگر تم چاہو تو تین چار دن کے لیے گھر جا سکتے ہو ویسے بھی تمہیں آرام کی ضرورت ہے یہ زخم بھرنے چاہیں تا کہ اگلی بار ان لوگوں کی ساری نسلوں کو پچھتانے پر مجبور کیا جا سکے۔ لیفٹننٹ اسد کی چھٹی بھی ہفتے کی اپرووہو گئی ہے۔ میں تب تک یہیں ہوں، تمام معاملات دیکھوں گا۔۔۔۔"

چھٹی کا سن کر تو جہاں اسد مسکرایا وہیں المان کو بھی اتنی جلدی یہ عیاشی ملنے پر سچ میں دلی طمانیت ملی۔

"تھینکیو سو مچ سر، اس بار کی چھٹی بہت اہم ہے میرے لیے"

اسد کی دبی دبی خوشی پر المان اور میجر گلزار دونوں نے مسکرا کر اس جذباتی ہوتے اسد کو دیکھا۔

"جانتا ہوں، انجوائے ود فیملی۔۔۔ جاو جانے کی تیاری کرو"

اسد کو مسکرا کر روانہ کرتے وہ مطمئین مسکراہٹ کے سنگ المان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ایک فوجی کی بیوی ہونا آسان نہیں ہے المان سیال، تمہاری نئی نئی شادی ہے اور عین وقت پر یہ اہم مشن آگیا۔ اگر کوئی اہم معاملہ نہ ہوتا تو میں خود تمہاری ون منتھ کی ویکیشن کی اوپر سفارش کرتا۔ یہ وقت ایک لڑکی کے لیے بہت اہم ہوتا ہے۔ جب میری شادی ہوئی تھی تب بھی میں دوسرے

دن ڈیوٹی پر چلا گیا، بہت کم لڑکیاں ہیں جو ایک فوجی کو سمجھتی ہیں، اسکی مجبوری، اسکی مشکل میں ساتھ دے پاتی ہیں۔ میری شادی ٹوٹنے کے پیچھے میرا یہ فرض سبب بنا، کیونکہ میری بیوی کو میرا وقت چاہیے تھا جو میرے پاس خود کے لیے بھی نہ تھا۔۔۔۔ لیکن تم ایسا مت کرنا، فرض کے علاوہ جو بھی ملے اپنا ہر لمحہ اپنی ہمسفر اور فیملی کو دینا۔۔۔۔۔"

یہ تجویز دیتے ہوئے میجر گلزار کی آنکھوں میں تکلیف تھی جس پر المان بھی افسردہ ہوا۔

"جی سر، ایکچولی میری شادی میری فین سے ہوئی ہے جسے بہت شوق تھا کسی فوجی سے شادی کا۔ ہاں وہ نہیں رہ پا رہی لیکن مجھے یقین ہے ہمارے رشتے میں کبھی اس وجہ سے تو دوری نہیں آئے گی۔ تھینکیو فار دس فیور سر۔۔۔۔ میری بہن کی شادی بھی ہے سو اس صورت چھٹی ملنا واقعی عیاشی سے کم نہیں"

المان کے یقین پر میجر گلزار مسرت انگیز مسکائے اور المان کی گال شفقت کے سنگ تھپکائی۔

"دعا ہے ہمیشہ ساتھ رہو اور بہن کی شادی کی مبارک۔۔۔ جاو تم بھی جانے کی تیاری کرو۔ جلدی ملیں گے نئے ولولے کے ساتھ۔ تب تک تمہاری غیر موجودگی میں ہنڈل کرلوں گا۔۔۔"

یہ چھٹی میجر گلزار نے المان کو ایز آ گفٹ دی کیونکہ المان نے جس طرح اپنی جان کی پرواہ کیے بنا یہ مشن پورا کیا اس پر اسکی اتنی عیاشی بنتی تھی۔

"یس سر، تھینکیو اگین"

وہ مشکور سا مسکرا کر آفس کیبین سے نکلا تو اپنا بند فون بھی ملٹری بیس کے گارڈن میں آتے دیکھا جہاں پنار اور میشی کی ڈھیر مس کالز تھیں۔

پنار کو اس نے میسج ٹائپ کیا اپنی خیریت کا جبکہ مشائم کو بنا دیری آڈیو کال ہی کی کیونکہ نہیں چاہتا تھا وہ اسے دیکھے۔

مشائم بیڈ پر کتابیں پھیلائے اپنے پیپرز کی تیاری کرنے میں گم تھی۔ جس دن پنار اور دیان کی بارات کا فنکشن تھا اسی دن میشی کا پہلا پیپر بھی تھا پر اسے پیپرز سے زیادہ شادی کی ایکسائٹمنٹ تھی۔

پھر پورا دن الممان سے رابطہ نہ ہونے کا دکھ اسکی گرے انکھوں میں ہلکورے لے رہا تھا۔

ڈنر وہ پنار اور جواد انکل کے ساتھ کچھ دیر پہلے ہی گزارے لائق کر کے آئی جبکہ عائشہ سیال اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد الگ آباد کیے ہوئے تھیں۔

فون رنگ ہونے پر میشی نے نوٹس اور لیپ ٹاپ سے نظر ہٹائی تو الممان کا نام دیکھتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لاتی کال پک کیے کان سے لگایا اور وہیں لیٹی۔

"کل مجھ سے تھوڑی سی بات کی تھی آپ نے، پتا ہے کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں۔ آج کا پورا دن نہ ایک میسج نہ کال۔۔۔۔۔اب بھی رونے سے منع کریں گے مجھے؟"

کال لگتے ہی میشائم کی آزردہ شکائیت پر وہ جو سرد سی رات میں لان میں ٹہل رہا تھا مسکرایا۔

"مشن میں بزی تھا چلی ملی، یہ تو پوچھ لو کیسا ہوں"

الماان کی آواز تھوڑی مرجھائی لگی تبھی تو وہ پریشانی سے اسکے جتانے پر اٹھ بیٹھی۔

"آواز کیوں مرجھائی ہوئی ہے آپکی، وڈیو کال کریں مجھے ابھی"

مشائم کے اصرار پر الماان خفیف سا گھبرایا۔

"نو نو وڈیو نہیں جان، میں اپنی ٹیم کے ساتھ ہوں۔۔۔۔ آواز تم سے بات نہ کرنے پر مرجھائی ہے اور کوئی بات نہیں۔ بتاو کیسی ہو؟"

الماان کے منع کرنے پر وہ روہانسی ہوئی، اسے دیکھنے کو تڑپ رہی تھی اور وہ منع کر کے جان لے گیا۔

"جی ٹھیک ہوں"

مشائم نے بھرپور خود کو رونے سے روکا۔

"میشی"

وہ اسکی آواز کی اذیت بھانپے نرمی سے پکارا تو مشائم نے فوری گال پر اترتی نمی رگڑی۔

"نہ۔۔ نہیں رو رہی نہ۔۔۔۔"

وہ جیسے دبا سا تلملائی، الماں نے مزید نہ کریدا۔

صبح خود اسکے پاس جا کر ہی وہ میشی کی تکلیف دور کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"رونے کی ضرورت بھی نہیں، جب ڈیوٹی ہو تب میں فون یوز نہیں کر سکتا۔ کچھ رولز ہوتے ہیں یہاں کے بھی۔ خیر بتاؤ کتنا مس کیا مجھے؟"

الماں کے پوچھنے پر وہ اداس ہوئی، جتنا یاد کیا اسے الفاظ دینا ناممکن تھا۔

"جب آپ میرے پاس آئیں گے بس تبھی بتاوں گی"

میشی نے آزردگی سے کہے کال بند کر دی اور المان کو یقین تھا محترمہ اب بیٹھ کر آنسو ہی بہا رہی ہوں گی۔

"تمہیں تو کل آکر پوچھتا ہوں مشائم المان، بچ جانا مجھ سے"

شریر سی خوشی کے ہمراہ المان نے خود کلامی کی اور خود بھی ہوسٹل کی جانب قدم بڑھائے کیونکہ ابھی بھی تھکاوٹ کے سبب نیند آئے جا رہی تھی۔

وہیں دیان نے ڈنر سے فری ہوتے ہی پنار کو کال بیک کی تو وہ کچن میں موجود تھی، ڈنر اس نے ہلکا پھلکا کیا سو اپنے لیے سنیکس بنا رہی تھی، نگٹس اور فرائز۔

"لالہ کا میسج آیا تھا وہ خیریت سے ہیں، میں نے کال بیک کی تو نمبر بزی تھا۔ یقینا میشی سے بات کر رہے ہوں گے۔ آپ بھی بے فکر رہیں"

پنار کی اطلاع پر دیان اپنے کمرے سے نکل کر ٹیرس کی سمت بڑھا، دل کو حقیقی تسلی ملی۔

"ہمم ویسے اگر ہماری شادی پر المان بھی آجائے، مزہ دوبالا ہو گا"

دیان کی تجویز پر پنار ریک سے زرا ہٹے پلٹی۔

"کونسی شادی؟ ممی کسی صورت مان نہیں رہیں اور آپ شادی کی پوری تیاری کر کے بیٹھے ہیں دیان آریز"

پنار کا صدمہ پھر سے بڑھا۔

"بس ٹھیک ہے پھر کل دن کو میں تمہاری طرف لنچ کروں گا، تمہاری ہٹلر ممی سے ملاقات اہم ہے۔ اس سے پہلے وہ ہمارے بیچ ولن بنیں، مجھے اپنے ٹیلنٹ دیکھا کر ساس صاحبہ کو اپنی طرف کرنا ہی ہو گا۔۔۔"

دیان اس سب کو یوں ہلکا لے رہا تھا کہ اک لمحہ پنار کا دل چاہا یقین کر لے۔

"چلیں دیکھ لیتے ہیں، ممی کو منانا ممکن نہیں۔ آپکے ٹیلنٹ کا کل امتحان ہو ہی جائے"

وہ بھی چہک کر پلٹی اور فرائے ہوتے نگٹس پلیٹ میں ڈالے جبکہ دیان نے ہوا کی خنک لہر سانس کے ذریعے ان ہیل کی۔

"اور اگر میں امتحان جیت گیا تو تم مجھے شرافت سے اپنے پورے دس منٹ دو گی"

دیان کی معنی خیز فرمائش پر ہی پنار کے چہرے کا رنگ بدلا، دو منٹ جہاں جان پر بنیں وہاں دس منٹ کا خطرہ وہ کیسے لیتی۔

"دس منٹ؟ اتنے زیادہ۔۔۔ کیا کرنا ہے آپکو؟"

وہ اتنی بھولی تھی کہاں جتنی موصوفہ اس خطرناک شخص کو ستانے کے لیے بننے لگتی، دیان آریز کے ہونٹوں پر شریر بھری مسکراہٹ سجی۔

"پوری زندگی مجھے دے چکی ہو، لیکن دس منٹ دیتے جان کیوں نکل رہی ہے پنار؟ وہ دس منٹ میرے ہیں اور قبل از وقت کیوں بتاؤں کہ کیا کروں گا۔ جو دل چاہے گا وہی کرے گا دیان آریز"

فون کے پار بھی وہ اپنے استحقاق سے اس لڑکی کی دھڑکنیں زیر کر لیتا تھا تبھی تو جیسے جیسے رخصتی کا دن آ رہا تھا پنار کی ہمت میں بھی کمی ہو رہی تھی۔

"ہمم۔۔ آپکے دل کو اچھے سے جانتی ہوں۔ اوکے پانچ منٹ۔۔۔۔ کیونکہ مجھے اپنا دفاع ابھی بہت عزیز ہے"

ویسے تو دیان آریز اپنی بات سے ہٹتا نہ تھا پر پانچ منٹ میں بھی وہ بہت کچھ کر سکتا تھا تبھی ذو معنی مسکرایا۔

"ڈن۔۔ چلو اب ان پانچ منٹ کو ابھی سے سوچ سوچ کر خوش ہوتی رہو۔ ملتے ہیں۔۔ گڈ نائیٹ"

دھڑکنیں چھیڑ کر، سانسوں کی رفتار منتشر کیے وہ رابطہ تو توڑ گیا مگر پنار کے چہرے پر مسکراہٹ، حیا اور مسرور سی رنگینی ضرور ثبت کر گیا۔

..________________________________..

ڈنر کے بعد اوزان، عدم کی کال پر حویلی سے بڑی اجلت سے نکلا تھا، چینج تک نہ کیا بس ہڈی پہن لی جبکہ عدم نے اسے ایک علاقائی سے ڈھانے پر بلوایا۔

گاڑی ڈھابے سے ملحقہ سڑک پر روکے اوزان پر اعتماد انداز اور اپنے ازلی پر سحر رعب و وجاہت کے سنگ گاڑی سے نکلا تو سامنے ہی راہداری کے قریب اسے عدم نظر آیا۔

"سائیں وہ رہے منہاس صاحب"

عدم نے اپنے ہاتھ کے زرا سے اشارے کے سنگ ڈھابے کے اندر لگی میز کرسیوں کی جانب بیٹھے کسی آدمی کی طرف اشارہ کیا جسکی اوزان کو صرف

پشت نظر آئی جس پر اوزان نے عدم کا کندھا شاباشی کے سنگ تھپکایا اور خود ڈھابے کی اندرونی روش کی جانب بڑھا۔

ٹھیک اس آدمی کے عقب میں جا کر اوزان رکا مگر منہاس سکندر آہٹ پر نہ صرف گردن موڑ چکا تھا بلکہ اوزان دایب کو اپنے سامنے دیکھے رشک و محبت آنکھوں میں بھرے اپنی نشت سے اٹھا۔

اسکا چہرہ ماسک سے آزاد تھا جبکہ آنکھ بھی لینز کی قید میں، اوزان کو اسکی شکل دیکھ کر بابا کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا گارڈ یاد آیا۔

"آپ ہیں منہاس سکندر، خوشی ہوئی آپ سے مل کر"

اوزان نے خوش دلی کے سنگ ہاتھ بڑھایا جسے منہاس نے شرف سمجھتے فوری تھاما جبکہ اوزان نے دو قدم بڑھاتے ٹھیک منہاس کے سامنے والی کرسی سنبھالی۔

اپنے لیے وہ اس آدمی کی آنکھوں میں موجود نرمی اور شفقت بنا غور کے بھی دیکھ سکتا تھا۔

"مجھے بھی بہت خوشی ہوئی، سائیں کے لیے جان بھی دے سکتا تھا ایسی انسیت تھی ان سے۔ مجھ گناہ گار میں جو بھی اچھی عادت ہے اوزان دایب وہ اس شخص کی بدولت ہے۔ تم شکل وصورت کے زیادہ ایزل مریم پر گئے ہو لیکن جانتے ہو تمہاری آنکھیں دایب انصاری جیسی روح کی گزر گاہیں ہیں۔ ان چودہ سالوں میں ہمت نہیں ہوئی تمہارا سامنا کرنے کی لیکن آس پاس رہا ہوں۔ تمہیں دیکھ کر سائیں کی موت کا دکھ کم پڑ جاتا تھا"

منہاس کے لہجے میں درد تھا اور اب وہ درد اوزان کے سینے میں منتقل کیا گیا۔

"اگر وہ اتنے اچھے تھے تو گڑیا اور یعقوب کے خلاف وہ نجس سازش کیوں رچائی؟ میں ہمیشہ گھر سے دور رہا، پہلے بورڈنگ پھر مدرسہ، ساتھ یونیورسٹی ہوسٹل۔۔۔ بابا اور میری ملاقات مہینوں بعد ہوتی، جب انسیت پیدا ہوتی

میری چھٹی ختم ہو جاتی تھی۔ میں انکے مزاج کی گہرائی میں کبھی نہیں اترا نہ مصروفیت اور زندگی نے موقع دیا۔۔۔ہاں انکی اچانک موت میرے لیے ایک نا بھلایا جا سکتا سانحہ تھا"

اوزان کے لہجے کے کرب کے روبرو بس منہاس پہلا جملہ ہی سن سکا اور اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے اس نے ایک کیسٹ نکال کر اوزان دایب کی جانب سرکائی۔

"انکی تکلیف میں اپنی زبان سے نہیں بتا سکتا، تمہیں خود سننا ہو گا۔ انکی غلطی اتنی بڑی نہیں تھی جتنی بڑی انھیں سزا ملی۔ ڈپریشن کی آخری سٹیج کے بعد موت کے سوا کوئی راہ نجات نہیں یہ سائیکٹرسٹ اوزان دایب سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ جب زندگی گزارنے کے قابل نہ رہے تو اسے گھسیٹنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ گڑیا اور یعقوب کا مجرم ہی دراصل تمہارے دوسرے چاچو آریز انصاری کا گناہ گار ہے۔۔۔ اپنے بابا کی کہانی تو تم انکی زبان سن لینا پر

چھ سال پہلے آریز انصاری اور فائزہ کی گاڑی کے ساتھ ہوتا حادثہ کوئی اتفاق نہیں سازش تھی"

اوزان کے اعصاب پر یہ انکشاف قہر کی طرح اترا، میز کی سطح پر رکھی کیسٹ اٹھا کر تکتا وہ منہاس کی آنکھوں میں جمع سرخی پر نظر مرکوز کر گیا۔

"کیا مطلب؟"

اوزان کے استفسار پر وہ دردناک مسکرائے۔

"اس دن گاڑی میں صرف فائزہ تھی یہی خبر فیروز شمیشر کو بھی تھی لیکن آریز کو فائزہ نے راستے میں پک کیا کیونکہ وہ ہوسپٹل ایمر جنسی کے سبب پہلے ہوسپٹل گئے، دونوں کا لنچ کا پلین تھا اور پہلے ہی گاڑی کی بریکس فیل کروادی گئیں۔ فیروز شمشیر انصاری نے اب تک نقصان غیروں کا کرنا چاہا پر ہر بار اس میں اسکی اپنی اولاد بھی جکڑی گئی۔۔۔۔ہاں جب اس حادثے میں فائزہ کے ساتھ آریز کی موت کی خبر بھی آئی جو اس باپ کو آسمان سے

زمین میں دھکیل گئی۔ فائزہ کو مار کر وہ اپنے بیٹے اور پوتے کو واپس حویلی لانا چاہتے تھے، لیکن آریز بھی اس سب میں مارا گیا"

اوزان کی آنکھوں میں یہ سب سن کر سچ میں تکلیف اتری، آج شاید دن ہی اذیت سے لبریز تھا۔

"بالکل ویسے ہی گڑیا کا برا کرتے کرتے فیروز شمشیر نے طلال اور دایب کو بھی اجاڑ دیا۔۔۔۔ وہ کہتے ہیں نہ تکلیفوں کی تلافی جبکہ اذیتوں کا مکافات عمل ہوتا ہے۔ فیروز کے تینوں بیٹوں کو فائزہ اور گڑیا کی تکلیف کھا گئی۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ شاید میں کچھ نہ کہہ سکوں۔۔۔۔ چلتا ہوں"

منہاس کی اپنی آنکھیں بھیگ گئیں جبکہ اوزان نے اسے جانے سے نہ روکا، عدم خود ہی منہاس کو جاتا دیکھے گاڑی سے ہٹ کر ڈھابے کی جانب بڑھا اور عین تکلیف سی دبائے بیٹھے اوزان تک پہنچا۔

"سائیں آپ ٹھیک ہیں"

اوزان سے یہ سب سچائیاں ایک دم برداشت کرنی مشکل تھیں پر عدم کے سوال پر اوزان نے گہرا سانس کھینچتے عدم کو سر اٹھائے دیکھا۔

"ہمم۔۔یہ کیسٹ کس طرح کے ٹیپ ریکارڈر میں چلے گی عدم؟"

اوزان کو وہ کیسٹ پرانی لگی تبھی تشویش ہوئی کہ ناجانے ایسی ٹیپ ملے گی بھی یا نہیں،عدم نے اسکے ہاتھ سے کیسٹ لے کر جائزہ لیا۔

"سائیں میرے ابائی گھر ایسا ٹیپ ریکارڈر موجود ہے،میں کل ہی گاوں سے لے آتا ہوں"

عدم نے تو اوزان کی آدھی مشکل حل کی۔

"ٹھیک ہے فارم ہاوس لے آنا اسے۔جب لے آو تو مجھے انفارم کرنا۔اب جاو تم"

اوزان نے نرم سے لہجے میں اسے تاکید کی جب پر عدم وہ کیسٹ بھی احتیاط سے اپنے پاس سنبھالتا اجازت لیے چلا گیا جبکہ اوزان نے سینے ہر دباو بڑھاتی سانس کھینچتے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بازو سینے ہر باندھے۔

"کس قسم کے گھٹیا انسان ہیں آپ، دوسروں کی اولاد کو اجاڑتے اجاڑتے آپ نے اپنا خاندان خالی کر دیا۔ اگر بابا کی موت کا سبب بھی آپ نکلے تو نہیں جانتا اپنے اندر کے طوفان کو کیسے قابو کروں گا۔۔۔ آپ ہر چیز کا حساب دیں گے دادا۔۔۔ ہر چیز کا"

اوزان کو اس شخص سے جتنی بھی نفرت ہوتی، جب یہ خیال آیا کہ جانے والا اسکی عبرت کے بعد بھی لوٹ نہیں سکتا تو اوزان کی آنکھوں سے صرف اذیت بہی۔

شاید آج اسکی زندگی کا سب سے تکلیف دہ دن تھا، لیکن ستم یہ کہ ہر چیز برداشت ہونے لگی تھی، اور ایسا تب ہوتا ہے جب اللہ اپنے بندوں کو دنیاوی اذیت سے بے نیاز کر دے۔

..________________________..

حسیب کو عین گھر واپس جانے کے وقت پر ڈی آئی جی مقبول کی طرف سے پیشی کا بڑے جاہ و جلال کے سنگ بلاوا آیا، بہرام کو حسیب نے ایسی ذوز دے کر اسکے بنگلے پھنکوایا کے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں کھلبلی مچ چکی تھی، بڑے افسران کو اپنے کھاتے بند ہوتے محسوس ہوئے تو غم و غصے کا نزلا اس سر پھرے اے ایس پی خانزادہ پر گرانے کا متفقہ فیصلی ہوا۔

وہ گھر بھی نہ جاسکا کیونکہ مقبول جان اس پر بہت غصہ تھے، انکے منع کرنے کے باوجود حسیب ہر وہ کام کرتا جو اسے ٹھیک اور انصاف پر مبنی لگتا۔

"تمہیں جب کہا تھا بہرام کو ہاتھ بھی نہ لگاو گے پھر تم نے اپنی من مانی کیوں کی اے ایس پی خانزادہ، یہی نہیں تمہارے سب انسپیکٹر طفیل نے جس طرح اسے اسکے بنگلے سے بغیر اریسٹ وارنٹ اٹھوایا۔۔۔ سخت سزا کو بلاوا دیا ہے۔۔۔ یہی تم لوگوں نے تنویر پاشا کے ساتھ کیا۔۔۔ آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو، کیوں میری نوکری کے پیچھے پڑے ہو"

اس وقت وہ انکے آفس میں بغیر وردی یعنی سول میں ہی اپنے ازلی الجھے بکھرے، غیر ترتیب شدہ مگر بارعب و تیکھے خلیے میں کھڑا تھا، آنکھوں میں مقابل کے غم و غصہ پر چہرے پر تلخی نمودار ہوئی۔

"تنویر نے میری بیوی کو اٹھوایا جبکہ اسے اٹھوانا خاندانی معاملہ تھا۔ رہی بات بہرام کی تو اس نے اوزان دایب انصاری کی بیوی کو کڈنیپ کرنے کا جرم کیا۔۔۔ ثابت بھی کر دوں گا عدالت میں لیکن آپ جانتے ہیں مجھ سے اس قانونی انصاف کا انتظار نہیں کیا جاتا۔ آپکو جو سزا دینی ہے مجھے دے

سکتے ہیں، میرا سب انسپکٹر طفیل میرے آرڈز کا پابند ہے اسکی کوئی غلطی نہیں ہے"

حسیب کی گردن اپنے ہیڈ کے سامنے اکڑی تھی جبکہ اسکی ہڈ دھرمی پر ڈی آئی جی مقبول جان مشتعل ہوتے جھٹکے سے دونوں ہاتھ غصے سے میز کی سطح پر مارے اپنی نشت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تمہارا باپ بھی یہی ہٹ دھرمی دیکھاتا تھا، بالکل اسی پر گئے ہو ضدی۔ لیکن حسیب خانزاہ میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ اپنی حدود سے تجاوز مت کرو ورنہ نقصان اٹھاوگے۔۔۔۔ بہرام ملک ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو کئی مراعات دیتا ہے، تم نے اسکی جو زلت کی اسکی بھرپائی کرو گے یہی آرڈر ہے"

مقبول کے ایسے ناقابل برداشت مطالبے نے سچ میں حسیب کے سینے پر آگ کے شعلے بلند کیے، آگ تو وہ تھی جو حسیب کو سر تا پیر لگی اور اسکے

انگ انگ سے نکلی بھی۔ ،دو قدم میز کے قریب آیا، دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے اچٹتی نظر مقبول صاحب پر ڈالی۔

"اس کے ساتھ اس سے برا تو کیا جا سکتا ہے پر بھرپائی آپکی بھول ہے سر۔ آپ کو اپنی مراعات پیاری ہوں گی، لیکن مجھے میرے اصول اور انصاف عزیز ہے۔ ایک ہفتے کہ اندر اندر بہرام ملک کو اریسٹ وارنٹ سمیت نہ اپنے تھانے لایا تو میرا نام حسیب خانزادہ نہیں۔۔۔۔ آپکی مراعات رک جائیں گی اسکی تعزیت پیشگی قبول کریں۔۔۔ آپ میرے سینیئر ضرور ہیں لیکن مجھے میرے ہی اختیارات اور فرائض سے ہٹا نہیں سکتے۔ غصہ آرہا ہے مجھ پر، آپ مجھے تب تک سسپینڈ نہیں کر سکتے جب تک فیروز شمیشر کا کیس چل رہا ہے، بھولیں مت اسکی سزا تک اس معاملے کی کمانڈ میرے ہاتھ میں ہے۔۔۔ گڈ نائیٹ"

حسیب بنا کسی انجام کی پرواہ کیے مقبول جان پر بجلی گراتا ادب ولحاظ بمشکل تھامے ناپسندگی وناگواری ڈنکے کی چوٹ پر عیاں کیے انکے آفس روم سے نکلا تو وہ غصے اور غضب کو دباتے مٹھیاں ہی بھینچ کر رہ گئے۔

"یہ سر پھرا ہم سب کو لے کر ڈوبے گا"

مقبول کے چہرے کی ہوائیاں تو حسیب کے بھیانک ارادوں پر ہی اڑ گئیں جبکہ وہاں سے نکلتے ہی حسیب نے اپنی پیشی کی تفصیل جب اوزان کو کال کرتے دی تو وہ ڈھابے سے تب تک نکل آیا تھا اور ڈرائیونگ کیے واپس حویلی ہی گامزن تھا۔

"میرا شیر"

اوزان کو اسکی ہمت پر ڈھیر پیار آیا تبھی تو حسیب کی اداس اور غیض بھری شکل پر بھی نرمی اور مسکراہٹ عود آئی۔

محترم جیم کی خیر خبر لینے آئے تھے ساتھ ٹیم ممبرز کو سیلری بھی ڈیلیور کرنی تھی، تھانے کا ہو کر بچارا وہیں کا پچھ دن سے ہو کر رہ گیا تھا۔

"قسم سے ویرے یہ پولیس کا شعبہ بڑا گندا ہے، بابا نے مجھے اس گندگی میں زبردستی اتارا ورنہ تو جانتا ہے مجھے جہاں ہیر پھیر ہو وہاں سے گزرنا بھی پسند نہ کروں۔ دل تو میرا مقبول صاحب کو پکڑ کر انکا منہ دیوار سے دے مارنے کو کیا جب اس نے مراعات کی بات کی۔۔۔بے شرمی اور ڈھٹیائی کی حد ہے"

حسیب کوفت سے بڑبڑاتا اپنے سیبو کنک ولڈ میں آتے اپنے آفس میں انٹر ہوا تو ہمراہ اسکا جیم مینجر بھی تھا، حسیب نے اسے سیلری چیک کاٹ کر دیا اور اس سے سٹرونگ سی چائے منگوائی اور خود کرسی پر بیٹھا۔

"کیا کہہ سکتے ہیں یار، گندا ہے پر دھندا ہے۔ تیری وجہ سے مجھے یہ سارے قانونی معاملات ہینڈل کرنے کی سہولت ملی ہے۔ زرا ہولا ہتھ

رکھ۔۔۔ مقبول صاحب کی خاصی مقبولیت ہے کرپشن میں۔ کم از کم فی الحال ان سے پنگاہ مہنگا نہ پڑ جائے۔"

اوزان نے اسے مناسب مشورہ دیا اور حسیب ایسے مقبولیت والے لوگوں کے کس بل نکالنا خوب جانتا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے، لیکن مقبول صاحب مجھ سے ڈرتے بھی ہیں۔ انھیں پتا ہے میرا میٹر گھوما تو کہیں انکا ہی کچا چٹھا نہ کھول دوں۔۔۔ حسیب خانزادہ ایسوں کی کمزوریاں جیب میں لیے گھومتا ہے ویرے اور یہ میں نے تجھی سے سیکھا ہے"

حسیب کی چالاکی پر اوزان کھل کر ہنسا حالانکہ اسکا دل اس وقت مسکرانے تک کی پوزیشن میں نہ تھا۔

"ویل ڈن، خیر کیسٹ مل گئی ہے مجھے۔ کل اسے سن بھی لوں گا۔۔۔"

اس مدھم قہقہے کے فوری بعد اوزان دایب کے لہجے میں دکھ کا غلبہ بڑھا تو حسیب بھی سنجیدہ ہوا۔

"دعا ہے تیرے دل کے سارے بوجھ کل ختم ہو جائیں ویرے"

حسیب کی دعا پر وہ ہمیشہ دل سے آمین کہتا کیونکہ اسے حسیب کی دعا سب سے زیادہ لگتی تھی۔

"آمین۔۔ چل رکھتا ہوں۔ڈرائیونگ پر فوکس نہیں ہو رہا۔۔۔۔"

اوزان کے زرا بیزار سا ہو کر اجازت طلب کرنے پر حسیب کو پھر شرارت سوجھی، چہرہ کسی نئی شرارت کا ترجمان لگا۔

"ہاں میں تیری کرش جو ہوں جو تیرا دھیان بھٹکا رہی، چل جا بھابھی کے پاس سلو موشن۔۔۔۔ اور ایک دوسرے کو زیادہ وقت دو اب تاکہ کہانی آگے بڑھے"

حسیب سے بات ہو اور وہ اسکے غم ہی اسے نہ بھلا دے ایسا تھوڑی ممکن تھا، اسکے مشورے پر اوزان خود تو نہ مسکرایا پر آنکھیں اسکی ضرور آفت خیز متبسم ہوئیں۔

"لنفگا، تیرا دماغ صرف انہی چیزوں کے گرد گھومتا۔۔ خبیث۔۔۔۔بائے"

اوزان نے چڑھ دوڑتے کو سنا دیا اور ساتھ ہی کال کاٹی جس پر حسیب نے فون بند ہوتے ہی بہار کی آتی کال پر سرشار سی مسکراہٹ دی، آنکھوں میں لمحہ لگاتے خمار کا غلبہ بڑھا۔

دن بھر سونے کے علاوہ کل ولیمے کی صائمہ آنٹی اور آسیہ کے سنگ تیاری میں ہی اسکا پورا دن گزرا لیکن ابھی تک حسیب کے واپس حویلی نہ لوٹنے ہر وہ اسے کال کرنے پر مجبور ہوئی کیونکہ اسے مس کر رہی تھی، اسکی استحقاق بھری گستاخیوں کو واپس چاہتی تھی۔

"حسیب! تم مجھے بھول تو نہیں گئے؟ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے"

فون لگتے ہی بہار کی تڑپ اور رندی آواز پر حسیب کا دل اش اش کر اٹھا اور وہ اسکے منہ ہی منہ میں گنگنانے پر مسکاتی وہیں میٹرس پر لیٹی۔

"جھونکا ہوا کا جو چھوتا ہے تجھ کو۔

اس کی چبھن میں میرا لمس ہے۔

شیشے میں جو ہے وہ چہرہ ہے تیرا

چہرے میں لیکن میرا عکس ہے

ہر اک دن سویرے تیری آنکھ سے میں

نکلتا ہوں بن کے صبح

تیرے ساتھ تھا میں، تیرے ساتھ ہوں میں

کہاں ہوں میں تجھ سے جدا

یہ زندگی لاکھ بدلے، میں اس کے ہر روپ میں ہوں

ان دیکھے سائے کے جیسا، رہتا تیری دھوپ میں ہوں۔۔۔۔"

اسکی اتنی پیاری آواز سے اپنا فیورٹ سانگ گنگنانے پر بہار شرمگیں سا ہنسی، اسے پتا نہیں تھا وہ اتنا پیارا گا بھی سکتا ہے، کیسے نہ وہ اس سات رنگوں کے کل جہاں کی عاشق نہ ہوتی جس نے اسے اتنے پاس کر لیا کہ بہارے کے پاس حسیب کو ٹوٹ کر چاہنے کے سوا کوئی اختیار نہ بچا۔

"اپنا بنا لیا تم نے میرا دل۔۔۔اب آجاو اتنے پیارے سانگ کو ڈیڈ کیٹ کرنے کے بعد بہار کا تمہارے لیے پیار آوٹ آف کنٹرول ہو رہا ہے"

بہار اسے مس کرے آج وہ آفت کا پرکالہ یہی چاہتا تھا۔

"بس سنبھال لو وہ پیار، کل جب دلہن بنو گی اب محبت بھری حدیں تب پار ہوں گی۔ کیونکہ اگر میں آج بھی گھر آ گیا تو تمہیں کچھ ہو جائے گا بہارے کیونکہ کل کی طرح جذبات پر بار بار ضبط کا مظاہرہ نہ ہو گا اب مجھ

سے۔۔۔۔سو آج تم کو خود سے نجات دے کر میں تمہیں سپیس دے رہا ہوں۔"

بہار کی پلکیں بے اختیار حسیب کے ایسے کھلے الفاظ پر شرم سے جھکیں، جسم سے گزری اور آنے والی شب زفاف کا سوچ کر ہی سرد لہریں اٹھیں، نادیدہ سی حدت جسم کے انگ انگ سے پھوٹتی محسوس ہوئی۔

دلہن بننے کا خیال ہی اتنا خوبصورت تھا کہ وہ دل و جان میں اک نشاط برپا محسوس کر رہی تھی۔

"بٹ آئی مس یو"

وہ نرمی سے بولی، لہجے میں بے پناہ انس اور پیار تھا، اور حسیب کا دل راحت کدے کا روپ دھاڑ گیا۔

"آئی مس یو ٹو۔۔۔۔کافی دن سے جیم کو وقت نہیں دیا۔ٹریننگ کلاسز ہو رہی ہیں مڈ نائیٹ تک۔ تم بے فکر ہو کر سو جاو۔ کل کافی تھکا دینے والا دن اور رات ہو گی۔۔۔۔اہمم اہمم۔۔۔۔"

وہ سنجیدہ ہو کر بھی بہارے کو کل کے لیے ڈرانا نہ بھولا لیکن بہار کی زندگی اب ہی تو اسے پیاری ہوئی تھی۔

"اوکے، ڈنر کر لینا یاد سے۔۔۔۔ تھینکیو فار ایوری تھنگ۔۔۔۔بائے"

شرمگیں سے لہجے کے سنگ فکر و محبت سے کہے وہ رابطہ توڑ گئی جبکہ حسیب بھی کل کے لیے بہت پرجوش تھا، آنکھوں میں خوشی کے ٹمٹماتے چراغ حسین تھے۔

جبکہ اوزان دایب کی گاڑی حویلی سے کچھ ہی فاصلے پر تھی جب ٹریفک سگنل کے رک جانے کے اشارے پر وہ رکا تو اسی لمحے گجرے بیچنے والا بہت پیارا سا

چھوٹا بچہ اسکی گاڑی کے شیشے کے پاس آیا، اس کے پاس دو ہی گجرے بچے تھے۔

اوزان نے اسکے شیشہ کھٹکھانے پر فوری نیچے کیا اور شفقت بھری نگاہوں سے اس بچے کو اور اسکے ہاتھ میں موجود دو موتیے کے تازہ خوشبودار گجروں کو دیکھا۔

"صاحب یہ لو نہ، بس دو ہی بچے ہیں۔ میرا میچ ہے مجھے جانا ہے پر ماں نے کہا تھا سارے گجرے بیچ کر پھر کھیلنے کودنے جانا"

وہ معصوم سا بچہ جیسے زبردستی گجرے خریدنے کا بولا اوزان نرم سا مسکرایا۔

"اوکے لاو دے دو، لیکن اتنی رات کیوں ہے تمہارا میچ۔۔۔ کتنے کے ہیں دونوں؟"

اوزان نے اس کے تھمائے دونوں موتیے کے گجرے لیتے فکر سے دریافت کیا۔

"وہ میرا کلب میں سکالر شپ پر داخلہ ہوا ہے صاب جی، ادھر بڑے بڑے کھمبے ہوتے جن پر سورج جتنی لائیٹ لگی ہوتی۔۔۔۔۔ مجھے فیس بھی نہیں دینی پڑتی شاہد آفریدی جیسے چھکے مارتا ہوں۔۔۔۔۔۔ یہ سو سو کا ہے"

وہ بچہ جس خوشی سے اپنی زندگی کے سکھ بتاتے آخر تک قیمت بتاتے بولا، اوزان نے اسکے بتانے سے پہلے کر کتا پانچ ہزار کا نوٹ فولڈ کیے اس بچے کی قمیص پر لگی سینے والی جیب میں ڈالا اور اسے دیکھنے سے منع بھی کیا۔

"پیسے اماں کو دینا سیدھا جا کر، یہ بتاو پڑھتے بھی ہو؟"

اوزان نے اس سے دونوں گجرے لے کر اندر گاڑی کے ڈیش بورڈ پر رکھے اور واپس اس بچے سے مخاطب ہوا۔

"جی صاب، چوتھی کلاس میں ہوں۔"

وہ بچہ کھکھلایا جب کے اوزان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے سر کے بال سہلائے اور گال تھپکائی جس پر وہ اور خوش ہوا۔

"اچھی بات ہے، پڑھائی کبھی مت چھوڑنا۔ یہ فائدہ دے نہ دے سہارہ بنتی ہے۔ اب دھیان سے جانا"

اوزان کے پیار سے سمجھانے پر وہ فوری وہاں سے مسکراتا اپنے سینے کی جیب پر ہاتھ رکھے وہاں سے بھاگ گیا، اوزان نے مسکرا کر ڈیش بورڈ پر رکھے گجرے دیکھے، آج کا گفٹ بھی یونیک تھا، اوزان نے گاڑی سٹارٹ کرتے حسین سی مسکراہٹ دی، جو منظروں کو ساکن کر سکنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

..________________________..

"اگر زینو کو پتا چلا کہ کنول میرے بچے کی ماں بننے والی ہے، وہ تو مجھ سے دگنی ناراض ہو گی۔ اف میرے خدایہ آپ نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا"

جب سے زینیش نے اپنی کڑی شرط کے دھاگے سے طلال کو باندھا، وہ اپنی سٹڈی میں اضطرابی کیفیت میں چکر کاٹ رہے تھے، کنول کا فون بھی انہوں

نے اس سے چھین لیا تھا جبکہ سعدیہ کے ہاتھ اسے کھانا بھی بجھوا دیا، آگے وہ کھائے یا نہ کھائے طلال کو رتی برابر فکر نہ تھی۔

تنویر کی کنول کے کارنامہ سرانجام دینے کے بعد سے کنول سے بات نہ ہوئی تھی تبھی وہ مسلسل کنول کو کالز کر رہا تھا، طلال کی در د کرتی سوچیں کنول کے بجتے فون نے منتشر کیں۔

کنول کے فون سکرین پر بابا جانی کے الفاظ دیکھتے ہی طلال کے ماتھے پر ناگواری سے شکنیں نمودار ہوئیں۔

فون اٹھا کر جبڑے بھینچتے کال ریسو کی۔

"کہاں ہو کنول، بہرام پکڑا گیا ہے۔۔۔۔ اور وہ اوزان لے گیا اپنی بیوی کو۔۔۔"

تنویر کی مخدوش آواز پر طلال کا بس نہ چلا اس خبیث کی گردن کاٹ آتے۔

"جہنم میں پہنچ گئی ہے تمہاری کنول اور تم بھی تیاری پکڑ لو خبیث انسان، جیسا باپ ویسی بیٹی۔۔۔دوبارہ کال کی تو تمہارے گھر آکر تمہیں جواب دوں گا جو تم سب نے کیا"

دانت پیس کر طلال دبی آواز سے چینخے جبکہ رابطہ بھی توڑا، تنویر نے کٹی کال کو یوں دیکھا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو، اسکا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا۔

"لعنت ہو تم پر بھی کنول۔۔۔ایک بھی اولاد کام کی نہیں
نکلی۔۔۔ناکارہ۔۔۔اور اس کتے کی ہمت تو دیکھو، مجھ سے زبان چلانے کی جرت کر رہا ہے۔ابھی تو جانتا نہیں طلال انصاری کہ میں تیرے ساتھ کیا کیا کر سکتا ہوں۔"

ہر طرف سے جکڑے جانے کے باوجود تنویر کی غیرت مر گئی، وہ توبہ کی طرف جانے کے بجائے مزید ظلم ڈھانے کا فیصلہ کر رہا تھا۔

جبکہ جیل کی سلاخوں کے پار پہنچے فیروز شمشیر کے پاس اب کچھ باقی نہ تھا، تنہائی، اور یہ کمین گاہ کے شب و روز۔۔۔۔اب اسے ضرور اندازہ ہو رہا تھا کہ اس نے اس عبرت کو پانے کے لیے کیسے کیسے نجس گناہ کیے ہیں۔

وہیں بہار کو جب نیند نہ آئی تو وہ صائمہ آنٹی کے پاس انکے کمرے میں آئی، وہ جو کل کی اب تک تیاریوں میں آسیہ کے ہمراہ مصروف تھیں، مسکرا کر بہار کو پاس بلایا اور آسیہ کو سب سامان اٹھانے کا کہے اسے بھی آرام کو بھیجا جبکہ بہار قریب آئی اور انکے پاس لیٹتے ہی اپنا سر انکی گود میں رکھا، حسیب انکا اکلوتا بیٹا تھا پر کبھی کبھی انکو بیٹی کی بہت خواہش ہوتی اور جب سے بہار آئی انکو لگا انکی یہ خواہش پوری ہو گئی ہے، وہ بہار کو لے کر جتنی خوفزدہ تھیں اب اتنی مطمئین تھیں۔

وہ بظاہر نائیٹ سوٹ میں تھی پر اسے گردن کے مدھم پڑتے نشان چھپانے یاد نہ رہے، صائمہ جب اسکے پیار سے بال سہلا رہی تھیں تبھی جب انکی نظر بہار کی گردن پر گئی تو پہلے حیران پھر دبا سا مسکرائیں۔

"کھوتا، چکنے چھتر تو تجھے اب پڑنے ہیں سیبو تیری اس کارکردگی پر۔۔۔پتا نہیں بچی کو کتنا پریشان کیا اس نمونے نے کل"

وہ دل ہی دل میں سوچے بظاہر حسیب کی مرمت کا سوچ رہی تھیں پر اصل میں دل بڑا سکون پایا، انھیں کیا پتا تھا کل تو حسیب نے نرمیوں کی حدیں کیں تھیں، یہ عنابی مہریں تو سابقہ تھیں، کل تو وہ صرف بہارے کا مرہم، اسکا سکون، اسکی رضا بنا تھا۔

بہار جسکو اکیلے روم میں نیند نہ آرہی تھی جس طرح انکی گود میں سر رکھتے ہی نیند میں اتری، نا چاہتے ہوئے بھی صائمہ کا دل اس بچی کے دل کی حسرتوں پر تڑپا۔

جھک کر اسکی جبین چومی، وہ انکو کیوں نہ پیاری ہوتی، انکے بچے کی خوشی اور سکون جو تھی۔

"اللہ کا کرم بھی نرالا ہے، سب کو انکے حصے کے سکھ کبھی نہ کبھی دے دیتا ہے، جیسے اس حسرت کی ماری کو میرے سیبو کی محبت کا مرکز بنا کر میرے دل سے بھی بیٹی سا جوڑ دیا"

صائمہ خانزادہ کو ساری رات بھی بیٹھ کر اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرنی پڑتیں تب بھی وہ ایسا بخوشی کرتیں کیونکہ ایک ماں کا دل بڑا مہربان ہوتا ہے۔

..______________________________..

اوزان واپس حویلی آیا تو سب ہی اپنے اپنے رومز میں جا چکے تھے، اور وہ تبھی مطمئین چال چلتا حویلی میں داخل ہوا، دائیں ہاتھ میں موتیے کے گجروں نے اس اس جگہ خوشبو کا رقص کیا جہاں جہاں سے وہ گزرتا ہوا سیڑھیوں تک پہنچا اور پھر کمرے کا رخ کیا، تقریباً بارہ بجنے والے تھے، اوزان نے دھیرے سے روم کا دروازہ کھولا مگر اس کے اندر انٹر ہونے کے پہلے اسکی

مسحور کن خوشبو اور موتیے کے پھولوں کی سوندھی مہک اندر داخل ہو کر چار سو پھیلی۔

اور جیسے ہی اوزان اندر داخل ہوا، صوفے پر بلیک نائیٹ سلک ٹراوزر شرٹ ڈریس میں سج سنور کر وہیں کاوچ کی بازو پر کہنی رکھے بازو پر سر ٹکا کر سوئی زینیش کو دیکھ کر اوزان کے ہونٹ مسکرائے، سجی سنوری تو وہ تھی پر طبعیت کے سبب جاگ نہ سکی۔

اوزان نے ڈور لاک کیا اور دونوں گجرے میٹرس پر رکھے، دوسرے ہاتھ میں پکڑا فون اور گاڑی کی چابی بھی ڈریسنگ سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور بلیک ہڈی اتار کر ڈریسنگ کارنر کی جانب بڑھا۔

شرٹ کی سلوٹیں بٹھائے، کف فولڈ کیے وہ پیروں کو شوز اور موزوں سے آزاد کیے ہاتھ منہ دھونے واش روم کی طرف بڑھا، لگ بھگ پانچ منٹ بعد ہاتھ پیر دھوئے جناب کمرے میں تروتازہ سے خمار میں لپٹے انٹر ہوئے تو

زینو کو ہنوز سویا دیکھ کر ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ گہری ہوئی، بلیک میں دونوں نے آج بھی ماحول کو حرارت بخشنی شروع کر دی۔

"سوتے ہوئے بھی بہکانے سے باز نہیں آتی یہ لڑکی"

اسکے ملائم ومائل کرتے حسن اور پاکیزگی نے جب اوزان کو دور سے شکنجے میں جکڑا تو وہ خفت سے بڑبڑاتا واپس بیڈ تک آیا، جھک کر دونوں گجرے اٹھائے اور واپس پلٹ کر اک بے خود نظر زینو پر ڈالی اور قدم اسکی طرف بڑھائے، اسکے پاس بیٹھتے آہستگی سے زینو کی بینڈ کمر کے گرد ہاتھ لپیٹے اسے سیدھا کیا تو وہ اسکے سینے سے جا لگی۔

بے ساختہ زینو نے اپنا ہاتھ اسکے اطراف جمایا۔

اوزان نے اسکا اپنے کمر کے گرد جکڑا ہاتھ احتیاط سے نکالا اور یونہی اسے سینے لگائے مسکراکر اسکی سونی کلائیوں میں وہ انتہائی مسرور خوشبو والے گجرے پہنائے، وہ تب بھی نہ جاگی پر اسکے احساسات ضرور بھٹکے، ایک تو اتنے پاس

اوزان دایب کی مدہوش کرتی موجودگی ہو اور پھر موتیے کے پھولوں کی مہک سانسوں میں اتر رہی ہو تو وہ کیسے سو سکتی تھی۔

اوزان اسکی ہتھیلی اپنے ہاتھ میں لیے اپنے ہونٹوں سے چومتا اسکے سوئے اعصاب کو بیدار کر چکا تھا، زینو نے جب دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولیں تو نظر اپنے اوزان کے ہاتھ میں مقید ہاتھ اور کلائی کے گجرے پر گئی جس پر وہ مندی مندی آنکھیں کھولے پلکیں اٹھا کر اوزان کو دیکھنے لگی تو اس محبت کے سر تا پا پیکر سے نظر ہٹانا بھول گئی، وہ اتنے پاس تھا کہ وہ پہل کر سکتی تھی، بتا سکتی تھی کہ کتنی محبت کرنے لگی ہے۔۔

"میں نے تمہیں بہت پیار سے پہنائے، امید نہیں تھی جاگ جاو گی۔۔"

اسکے جاگنے پر اوزان نے اسکے زرا ٹھیک سے بیٹھتے ہی اسکی خود میں گھوٹ کر پیشانی چومی۔

"آپکے پیار کی اک سکون دیتی حرارت ہے، جب آپ میرے آس پاس ہوتے ہیں مجھے نیند کا سکون بھی بے معنی لگتا ہے۔ یہ بہت خوبصورت ہیں۔ انکی خوشبو کتنی پیاری ہے نہ، آپکو کیسے پتا مجھے گجرے پسند وہ بھی جیسمین کے"

وہ اسکی خوشبو ان ہیل کرتی اس وقت اوزان کو اتنی پیاری لگی کہ وہ تھم سا گیا، ہوش تو تب آیا جب وہ اسکے حصار میں ٹھیک سے بیٹھے اسے پکڑ کر کاوچ کی پشت سے لگاتی اس پر زرا حاوی ہوئی۔

"یہ بھی سراسر ایک تکا تھا"

وہ صاف گوئی کی حد کر گیا، جبکہ وہ دونوں گجروں والی کلائیوں کی عاشق ہو گئی، اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر اوزان کی گردن کے پیچھے باندھے جس طرح وہ کلائیوں سے اٹھتی مہک ان ہیل کیے اوزان کا ایمان ڈگمارہی تھی وہ بھی زینو کی خوشبو ان ہیل کرنا چاہتا تھا، جنون سا سوار ہوا تو اسکو دونوں بازووں سے

جکڑے اوزان نے اسکو اپنے سینے سے جس شدت سے جوڑا، زینو کے اپنے محسوسات اسے کان کی لو تک سرخ کر گئے۔

"مجھے گفٹ بہت پسند آیا اور میں آپکے لیے تیار بھی ہوئی تھوڑی سی، اتنی سی تیار ہو کر تھک گئی پھر نائیٹ سوٹ ہی پہن لیا۔۔۔ جسم پورا درد کر رہا تھا تو کچھ ہیوی نہیں پہن سکی"

وہ اسکے اتنے قریب کرنے پر جب گھبر ائی اس لمحہ اوزان کے ہوش اڑنے شروع ہوئے، اوزان نے اسے نیچرل گلابی شیڈ سے سجے ہونٹوں پر نظر جمائے، لائنز اور مسکارے کے ہلکے پھلکے ٹچ سے مزید بڑی لگتی آنکھوں کو دیکھا، وہ اسکے چہرے کے ایک ایک نقش پر تفصیلی رکا کہ اسکا دیکھنا بھی زینش کے دل کی دھڑکنیں ہولے ہولے بڑھانے لگا۔

"تم بنا سجے ہی بہت ہیوی ہو مجھ پر، باخدا"

اوزان کے لب مزید تشنہ رہنے پر آمادہ نہ تھے تو اوزان نے چہرہ قریب کرتے اسکی گال ہونٹوں سے رب کی تو زینو نے زرا سا چہرہ پھیرا۔

"اوزان اب سوئیں"

یہ جانتے ہوئے کہ وہ اسکے اس جملے پر ناراض ہو گا وہ ڈر کر بولی جبکہ اوزان نے اسکی گردن کی ابھرتی رگ زرا سختی سے چومی تو وہ فوری اس جملے کی سزا ملنے پر روہانسی ہوئی۔

"سونے کے علاوہ جو کہو گی مانوں گا"

اوزان اسکے کیچڑ میں مقید بال جھٹکے سے کھولتا اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے زینو سے احتجاج کا حکم بھی چھین گیا، اسکے نرم سے نرم بوسے بھی زینو کی جان رگوں سے کھینچنے جیسے سنگین تھے جو زینو کو اپنی گردن، گالوں اور جبین پر محسوس ہو رہے تھے۔

"اتنے زیادہ قریب نہ آئیں نہ"

وہ اسکے محبت نچھاور کرنے کو نہ سہہ پاتی جب نڈھال ہوئی تو نرمی سے وہ اسکے بہکاتے نقوش کی جانب مائل ہوا، دھیرے سے اسکے نرم گرم لمس محسوس کرتے اپنی بے خودی اس کی سانسوں میں گھولنے لگا، زینیش نے پھر سے اسکی گردن کی پچھلی طرف ناخن گاڑے۔

"تمہارے نیلز صبح ہی کاٹتا ہوں، جنگلی بلی"

چبھن سی پر وہ دوع ہوا تو وہ اب بھی مدہوش تھی تبھی اس لقب پر بند آنکھیں کھولتے گھوری۔

"اپنی حرکتیں نہ ٹھیک کریے گا، میرے نیلز کے پیچھے پڑ جائیں بس"

زینو نے اس سے نظر چراتے فوری اپنے ہاتھ اسکی گردن سے آزاد کیے بازو ہٹائیں اور اٹھ کھڑی ہوئی مگر اوزان نے اسکی نازک مرمریں ہتھیلی لمحے میں جکڑے کھینچی جس پر وہ پھر سے اوزان پر جا گری۔

"کیا ہے میری حرکتوں کو، یو آر مائی وائف۔۔۔ میں تم سے سکون پا رہا ہوں۔ میرا حق ہے۔ میں تمہیں سکون دے رہا ہوں، تمہارا حق ہے"

اوزان کی ایسی وضاحت ہر زینو کی پلکیں حیا سے آنکھوں پر لرز کر رہ گئیں، وہ پھر سے گھبرا رہی تھی۔

"اوزان ایسی باتیں مت کیا کریں۔۔۔"

اسکی وضاحت پر زینو کی پلکیں گیلی ہوئیں جنہیں اوزان نے چہرہ اٹھائے بھرپور رغبت سے باری باری چوما۔

"تو پھر کیا تم سے دماغی بیماریوں یا سیاست کی بات کروں۔ یقین کرو ان کے بیچ بھی میں تمہیں محبت سے چھونا نہ بھولوں گا۔ مجھ پر اس وقت صرف تمہارا قبضہ ہے۔ اس وقت تم مجھ سے ہر خواہش منوا سکتی ہو، کیونکہ اوزان دایب اس لمحہ صرف تمہارا ہے"

وہ اسکے اک اک لفظ پر فدا ہوئی، مگر نجانے کیوں دل چاہا وہ اسے اپنی خواہش کہہ دے۔

"کیا سچ میں آپ میری خواہش مانیں گے؟"

زینو نے اسکی اپنے چہرے کے خدوخال کو چھوتی سانس سے دھیان بھٹکائے اشتیاق بھرا استفسار کیا۔

"ہاں بالکل، کہو"

وہ اسکے رخسار کے گلابی پن کو تکتا زرا بے خودی میں بولا۔

"مجھے ماسٹر کرنا ہے"

زینیش کی روانی میں کہی خواہش پر لمحہ بھر اوزان حیران ہوا اور پھر ہنس دیا۔

"مجھے لگا تم پڑھ چکی ہو، کیا تعلیم کو بریک لگا دی تھی۔۔ماسٹر راستے میں کیوں ہے ڈیری فارم اور سب وے کی اونر صاحبہ"

اوزان خمار سے نکلا تو دلچسپی ہوئی جس پر زینو نے اداسی سے اسکے سینے سے چہرہ جوڑا۔

"بابا کی بیماری کی وجہ سے گریجویشن کے بعد پڑھ نہیں سکی، کبھی نہ کہتی آپکو بھی لیکن آپ نے کہا میں سب منوا سکتی ہوں تو کہہ دیا"

پھر سے چہرہ اٹھائے وہ اوزان کو دیکھنے لگی۔

"چلو سوچتے ہیں اس بارے میں، اور بتاو کیا کیا چاہتی ہو زندگی میں"

وہ اسکے پوچھنے پر کھکھلا سی دی۔

"ماسٹر کرنا چاہتی ہوں، اسکے علاوہ اپنی سب وے بیکری اور ڈیری فارم کو قصور کا نمبر ون فوڈ اینڈ ڈیری پوائینٹ بنانا چاہتی ہوں۔ ایسی لڑکیاں جو اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتی ہیں میں انکو اپنے سب وے جاب دینا چاہتی ہوں، تاکہ وہ ایک خوبصورت ماحول میں عزت نفس کے ہمراہ پر سکون جگہ کام کر پائیں"

زینیش کے ارادے جان کر اوزان سچ میں حیران تھا، اسے خود سے آزاد کیے بیٹھنے کی اجازت دی تو وہ مسرور ہوتی اپنی سمت رخ کرتے اوزان کو دیکھنے لگی۔

"بچوں جیسی خواہشیں ہیں تمہاری، دیکھتے ہیں اوزان دایب کون کون سی پوری کر پاتا ہے"

زینو نے اسکی آنکھوں میں تکتے سر ہلایا جو اسکا ہاتھ پکڑے اسکی کلائی میں سجے گجرے کو چھوتے دیکھ زینو کی آنکھوں میں رہا تھا۔

"آپ سے سب پوری نہ ہوئیں تو کوئی بات نہیں، مجھے اجازت دے دینا بس میں خود پوری کر لوں گی"

اسے اوزان کا جتنا خیال تھا وہ اپنی مسکراہٹ ہونٹوں پر ہمکنے سے کیسے روکتا، انداز ہی ایسا معصومانہ کہ دل میں حشر برپا ہو جاتا۔

"دیکھتے ہیں، میری بھی تم سے کچھ خواہشیں جڑھ رہی ہیں۔ تم سے، تمہارے دل سے، اور۔۔۔"

اوزان کا لہجہ اچانک جذب سے بھرا تو اسکے رکنے نے زینو کا دل روکا کیونکہ اوزان کے ہاتھ کی پوروں کا اسکی پشت پر بکھرتا حرکت کرتا لمس ایسا جان لیوا تھا کہ اس پر زیبیش کو لگا وہ چینخ دے گی۔

"اوزان۔۔۔۔"

وہ فوری اوزان کے حصار میں لینے سے ڈر جاتی اٹھ کھڑی ہوئی، چہرہ سفید پڑا۔

"بھاگا مت کرو مجھ سے زینو، یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ واپس آو"

اپنا ہاتھ بڑھا کر جیسے اوزان نے سہمی زینو کو پاس بلایا، وہ گھرے گھرے سانس لیتی نہ صرف قریب آئی بلکہ اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے اسے وہیں گما

کر پلٹاتے اپنی تھائیز پر منتقل کیا جس کر وہ سہم کر گردن گماتی اوزان کو دیکھنے لگی جس نے بازو اسکے کندھے کے گرد حمایل کیے اپنی اور جھکایا۔

"اوزان آ۔۔ آپ ایسے نہ ہوا کریں۔۔۔م۔۔ مجھ سے سانس نہیں لیا جاتا۔۔۔ن۔۔ نہیں سہہ پاتی۔"

وہ اپنی کیفیت سمجھانے کی کوشش میں جیسے الجھتی ہوئی اس میں سمٹی، اوزان نے اسکو پکڑ کر خود سے دور کیا۔

"تو پھر میری محبت کیوں بنی تم، کیوں طلب بنی ہو۔ میرے ہاتھ نہیں آنا تھا تو اظہار کیوں کیا۔ تم جانتی ہو اس وقت دنیا کی کوئی طاقت مجھے میری من مانی کرنے سے روک نہیں سکتی، سوائے خود میرے اپنے۔ خود پر بندھ باندھ رہا ہوں لیکن تم سر تا پیر میری ہو یہ خیال اس بندھ کو زیادہ دیر قائم نہیں رہنے دیتا۔ تمہارا گریز مجھے فیسنیٹ کرتا ہے، بتاو کیا کروں میں؟"

وہ اس سے اپنی کیفیت ڈھک چھپا کر نہیں کھل کر کہنا چاہتا تھا تبھی کوئی پردہ نہ رکھا جبکہ زینو کے چہرے پر اوزان کی یہ باتیں سن کر خون سمٹ آیا۔

"اوزان ۔ایسی ایسی باتیں نہیں کرتے۔۔۔ک۔۔کہاں سے سیکھ رہے آپ یہ سب۔"

وہ اسکے الفاظ کی حدت سے جھلس سی گئی جبکہ اسکے موڑے منہ کو اوزان نے جبڑے سے پکڑے واپس موڑا تو وہ پٹ سے آنکھیں اوزان کی آنکھوں میں ڈال گئی۔

"کیا تم میری نہیں ہو؟ کیا میں تمہارا نہیں ہوں زینش؟"

اوزان کے بس میں کچھ نہ رہا اس کی توقع اسے خود بھی نہ تھی، وہ ایسی عافیت خیز تھی، اسکے جسم سے اٹھتی خوشبو ایسی قوی تھی، اسکے لمس، اسکی کشش، اسکی خوشبو ایسے تھے کہ اوزان میں برداشت کم ہوتی جا رہی تھی۔

زینش نے اسکے سوال پر اسکی آنکھوں میں نم آنکھوں سے دیکھا۔

"ہیں۔ لیکن اوزان۔۔۔ آپ یوں بہت وہ لگتے ہیں، جان نکالنے والے ۔۔۔ آئی مین رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں میرے۔ آپکو کیسے سمجھاوں"

وہ سمجھا نہ پانے پر روہانسی ہوئی، گہرے گہرے سانس بھرتی اوزان کا سانس بھی اکھاڑنے پر تلی تھی۔

"اور تم مجھ سے ہمیشہ دور جاتی ہوئی ڈائن لگتی ہو۔۔۔ ہٹو پیچھے"

اوزان نے اسکی ان عجیب وضاحتوں پر اسے خود پر سے اٹھنے کا کہتے خود بھی اٹھنا چاہا مگر وہ اسکے اٹھتے ہی ہاتھ پکڑ کر اوزان کو روک گئی۔

"اوزان۔۔۔ می۔۔ میں دور نہیں جانا چاہتی آپ سے"

وہ اسکی ناراضگی پر خوفزدہ ہوتی جو بولی، اوزان نے گردن گمائے نہ صرف اسے دیکھا بلکہ دونوں ہاتھ کمر پر جکڑے زینو کو اپنے قریب کھینچا کہ وہ اسکے پیروں پر چڑھ گئی، تبھی تو آنکھیں نم ہوئیں۔

"مجھ میں اترنے سے بھی تو خوفزدہ ہو تم، تمہارا اتنا سا پاس رہنا ہر بار اوزان کے لیے کافی ہو ایسا ممکن نہیں ہے زینو"

وہ اسکی بات پر الجھی، وہ شخص کوئی راہ فرار چھوڑنا ہی نہ چاہتا تھا۔

"میں خود اگر آپکے قریب آوں ا۔۔ اور پیار کا آپ والا اظہار کروں تو کیا آج کے لیے کافی ہو گا؟"

یہ سوال کرتے اس نے ایک پورا منٹ خاموشی سے اپنے دل کی دھڑکنوں کو شانت کیا تھا پر اوزان کی بے خود نظر نے پورے منٹ کی محنت پر خاک ڈالی۔

"یہ تمہارے قریب آنے پر منحصر ہے، شاید تم اتنے سے ہی میری درماندگی کی دوا کر دو، اور شاید تم مجھے مکمل دریافت کر بیٹھو۔ تمہاری پہل کس نوعیت کی قوی ہے یہ قبل از وقت کیسے بتاوں"

وہ اسے نڈھال کر رہا تھا جبکہ زینش کو لگا زمین ابھی سے گھومنے لگی ہے۔

زینو نے اس سے آزادی پائی، پیر اسے پیروں سے نیچے اتارے اور پکڑ کر اوزان کو بڑی مشکل سے بیڈ کی پائنتی پر بٹھاتے ہی وہ اسکی گردن میں بازو لپیٹے جب پاس آئی تو اوزان نے بازو اسکے اطراف سے حائل کیے ہاتھ جکڑے۔

وہ بیٹھا ہوا، کھڑی زینو کے برابر لگ رہا تھا کیونکہ بیڈ کافی اونچا تھا۔

"اس سے پہلے کہ میرے ہاتھوں اور ہونٹوں کو کوئی نامناسب لت لگے، تمہیں میرے قریب آجانا چاہیے روح نشین"

اسے خود سے لگائے وہ زینو کی آنکھوں میں جھانکا جہاں اس جملے پر ڈھیروں غصہ اترا۔

"آپکی لتیں ہی نہ توڑ دوں اگر کسی نامناسب چیز کے آس پاس بھی گئے آپ۔"

زینو کے بگھڑنے پر اوزان نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ روکی۔

"سموکنگ کی بات کر رہا تھا عقل مند خاتون"

اوزان نے اس عقل مند کی تصیح کروائی جو کچھ اور ہی سوچ چکی تھی، فوری دبا دبا مسکرائی۔

"اوہ اچھا، مجھے لگا میرے نام کی بلی پالنے کا ارادہ کر رہے ہیں، اس سے میری شکائیت کریں گے"

زینو نے اتنی سنگین نزدیکی پر جو شوخی اور بونگی ماری اس پر اوزان نے آئیبرو سکیڑے۔

"تم بھی کم بونگی نہیں ہو ویسے زینیش، ہٹو پیچھے سوتے ہیں۔۔۔زخمی پیر پر کھڑی مت رہو"

اوزان نے اسکو مزید نہ آزمایا مگر زینو نے اسکی مزاحمت جھٹکی۔

اوزان کے شانوں پر دباو دیتی اسے میٹرس پر گرایا اور خود بھی ساتھ جا کر لیٹے اٹھ اس پر زرا جھک کر حاوی ہوئی، یہ شرمیلی سے دلربا بنتی زینو کو دیکھ کر اوزان جیسا بندہ بھی بوکھلا گیا جب وہ اس پر امر بیل کی مانند سایہ فگن تھی۔۔

"ہے! کیا کرنے لگی ہو۔۔ تمہارے ارادے خطرناک لگ رہے ہیں"

اوزان نے بگھڑتے پوچھا جس پر اسکے ڈرے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار ہنس دی۔

"جب آپ مجھ سے یہ سب ڈبل مینگ باتیں کر کے مجھے چلتا پھرتا خطرہ بنانے کی کوشش کر رہے تھے تب نہیں سوچا کہ وہ جن جو آپ میں آتا ہے زینو میں آگیا تو"

زینش نے اسکے دبے ہونے پر اور شیرنی کی قوت پکڑی جبکہ اوزان بظاہر حیران پر دل ہی دل میں اس لڑکی پر لٹ رہا تھا۔

"مطلب تم میں جن آ گیا ہے"

وہ اسکے ننھے منھے سینے پر حاوی وزن سے مسرور ہوا، اسکی ٹھوری چومتے یقین چاہا جس پر وہ شرماتی ہوئی نہ صرف ہنسی بلکہ اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"توبہ میری۔۔۔ پتا نہیں آپ یہ سب کیسے کرتے میری تو ایک منٹ میں جان ہوا ہو گئی۔۔ بس مجھے نہیں کرنا کچھ، آپکے اتنے پاس سونا ہے بس"

اوزان نے اسکی دبی دبی سرگوشی پر ہنستے ہوئے اسے خود میں گھوٹا تو وہ مزید چھوئی موئی ہوتی اوزان میں چھپی جبکہ یوں ہنستے ہنستے سونا واقعی دونوں کے لیے مشکل دن کے بعد آسانی کا پورا جہاں تھا۔

..________________________..

خوبصورت ابر آلود سی صبح آ چکی تھی، عدم رات ہی اپنے آبائی گاوں روانہ ہو چکا تھا تاکہ جلد از جلد ٹیپ ریکارڈر لا سکے، وہیں دیان آریز نے پلین تو لنچ کا بنایا پر پھر اسے یکدم خیال آیا کیوں نہ وہ بریک فاسٹ پر جا کر مہمان بنے

سسرال کا، میشی کو بھی دو گھنٹے کے لیے یونی جانا تھا تبھی اس نے دیان کو ہی ڈراپ کرنے کا کہا سو دیان نے لگے ہاتھوں لنچ والے امور ناشتے پر نمٹانے کا سوچا۔

ڈینم بٹن آپ کے ہمراہ ٹائیٹ رینس جینز، سپورٹ شوز کے ہمراہ وہ بال فلفی سے جیل سپرے سے سیٹ کیے اپنے دہکتے کسرتی سراپے پر آخری ستائشی نگاہ ڈالے پرفیوم سپرے کرتا بڑی امی کے کمرے میں آنے پر مسکراتا پلٹا۔

دیان انھیں رات ہی آج پنار کی طرف جانے کا بتا چکا تھا مگر اتنی جلدی اسے تیار ہوتا دیکھتے وہ اسکی بیڈ کافی سائیڈ میز پر رکھے اپنے حسین و جمیل لاڈلے کی جانب آئیں۔

"تم نے تو لنچ پر ساس صاحبہ والا پہاڑ سر کرنا تھا، ہوسپٹل تم اتنی جلدی جاتے نہیں پھر صبح صبح کس پر بجلی گرانے کی تیاری ہو رہی ہے"

ایزل مریم نے اسکے خوبصورت سراپے کو دل میں ماشاءاللہ کیے سراہا اور شرارت سے پوچھا۔

"میں نے سوچا اگر میں لنچ پر گیا تو پنار میرے آنے کے سبب ریڈی ہو گی، مینز سج دھج کر۔ لیکن میں اسے سر پھاڑ خلیے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ سادہ سی نیند سے جاگتی کیسی لگتی ہے۔ دوسرا امیشی کو یونی لے کر جاوں گا واپسی پر لنچ میں اس چھپکلی کے ساتھ کروں گا۔ شام میں چونکہ ولیمے کا فنکشن ہے اور اتنے ٹائم بعد میں اپنے ننھیال جا رہا تو تیاری بھی دبنگ کرنی پڑے گی۔ معافی بھی مانگنی ہے مجھے ممانی جان اور حسیب لالہ سے"

دیان کی ساری شوخ تفصیل جانے ایزل مریم نے پیار سے اسکا چہرہ تھامے آسودگی سے پیشانی چومی، معافی کا فیصلہ کر کے دیان نے انکا دل جو جیت لیا۔

"صدقے جاوں تمہارے مصروف دن پر، جاو خیر سے لیکن ساس صاحبہ کو منا لینا کیونکہ طلال آج ہال بھی ریزرو کروا دے گا اور تمام فنکشنز کی تیاری

بھی فائنل ہو جائے گی۔ بارات یعنی شادی یہیں انصاری حویلی کرنے کا پلین ہے تمہاری۔ لیکن تمہارے اور اوزان کے کمبائن ولیمے کا فنکشن ہم ہال میں کریں گے کیونکہ ولیمے پر بہت مہمان آئیں گے"

ایزل مریم نے اسے ڈھیڑوں تاکیدیں کی جس پر وہ مسکراتا انکی گال چومتا سر خم تسلیم کیے بیڈ سائیڈ ٹیبل سے کافی مگ اٹھائے بس ون سیپ ہی بھرتا اجلت میں جیسے کمرے سے نکلا، ایزل بھی مسکرا دیں اور کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

جبکہ عدم کی کال پر اوزان زرا بالکونی کی جانب ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہونے کھڑا تھا، آج بھی آسمان پر ہر سمت سیاہ بادلوں کے ٹکرے دیکھائی دے رہے تھے، موسم سرد اور رومانوی ہوئے جارہا تھا۔

"سائیں! میں ٹیپ ریکارڈر لے آیا ہوں۔ آپکی بے چینی اور انتظار کے سبب مجھ سے صبح کا انتظار نہ ہوا"

عدم کی اطلاع پر اوزان کو لگا اعصاب پر بوجھ سا طاری ہو اہو۔

"ٹھیک ہے میں آتا ہوں"

اوزان نے سر سری سی بے دلی کے ہمراہ کہہ کر کال کاٹی جبکہ سرد ہوا کے تھپیڑوں سے اپنے سر کے اڑتے بال وہ جماتا تو واپس صبیح پیشانی پر ڈھلک آتے۔

زینو بھی اٹھ کر فریش ہونے کے بعد باہر جانے کے لیے ریڈی ہو رہی تھی، بلیک شارٹ کرتی جس کے کنارے سلور کٹ ورک سے سجے تھے جبکہ بلیک ہی سلم فٹ ٹراوزر تھا۔

بال ڈرائے کرنے کے بعد اس نے دو دو لٹیں پکڑے منی کلپ میں مقید کیے ماتھے پر دو لٹیں لہرائیں، بلیک ون سٹریپ ہیلز پہنیں اور بلیک ہی کیپری شال لینی تھی کیونکہ آج بہت ٹھنڈ تھی، وہ ائیر رنگز اوزان والے نیکلس کے ساتھ میچ کیے سلور پہن رہی تھی تبھی اوزان روم میں اپنے مہکتے، بارعب و

وجیہہ سراپے کے سنگ انٹر ہوا، محترم کی مسحور کن خوشبو سے وہ بنا دیکھے اسکی موجودگی بھانپ کر مسرور مسکائی۔

"تم بلیک پہننا چھوڑو گی یا نہیں"

اوزان کی خفگی پر زینو ایک کان میں ائیر رنگ ڈالتے پریشانی سے پلٹی تو اسکے روپ سروپ کے بہکاتے موسم پر اوزان دایب جیسا حسین بھی جھر جھری لے بیٹھا۔

"اوکے بدل لیتی ہوں"

زینو نے فوراً قدم چینجنگ روم کی سمت بڑھائے جب اوزان نے اسے پکڑ کر واپس ڈریسنگ سے لا کر جوڑا، اسکی دھڑکنوں کو اپنے دل سے جڑا محسوس کرتی وہ لجا سی گئی۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا بلیک میں تم مجھے فیسنیٹ کرتی ہو، موقع اور وقت نہیں دیکھا جاتا پھر مجھ سے۔"

بے خود ہوتے وہ اسکی جبین چومنے کو جھکا، زینیش نے دونوں ہاتھ اسکے اطراف جمائے انکی خوشبو ان ہیل کی، اوزان نے اسکے کان میں دوسرا ائیر رنگ پہنائے کان پر جھک کر سلگتے لب رکھے تو وہ اسکی گرفت میں مچلتی گدگدا گئی، اس لڑکی سے نظر و دل ہٹانا جان جوکھم کا کام ہوا۔

"آج میرے بیسٹ بڈی کا ولیمہ ہے سو میں تمہارے لیے کیا اپنی پسند کا زرا ماڈرن ڈریس لا سکتا ہوں؟ تم پہنو گی میری پسند سے"

اوزان کے جذب بھرے تقاضے پر وہ خفیف سا گھبرایا مسکرائی اور چہروں میں فاصلہ آیا۔

"آپ کی پسند بہت ڈیسنٹ ہو گی سو بنا اعتراض پہن لوں گی۔ کلر کونسا لائیں گے؟"

زینو نے فوری اشتیاق سے پوچھا۔

"بلڈی ریڈ"

اوزان کے بے خود ہو کر بتانے پر وہ اس عام سے رنگ پر بھی بوکھلائی کیونکہ جس طرح اس بندے نے رنگ کا نام لیا وہ انداز ہی ظالم تھا۔

"اوکے فائن، مجھ پر یہ کلر اچھا لگے گا۔ آفٹر آل زینو جو پہنتی ہے سوٹ کرتا ہے۔ میں جا رہی آئی جان کے ساتھ ناشتے میں ہیلپ کروانے، آپکے کپڑے نکال دیے۔ آج آپ بلیک شرٹ نہیں پہنیں گے۔۔۔۔ جو کلر میں نے ان تھک محنت کے بعد ڈھونڈا وہ پہنیں۔۔۔۔"

زینو نے اپنے بال لہرائے اور پلٹ کر آخری نگاہ خود کے حسین سراپے پر ڈالے اس سے پہلے وہ شال اٹھاتی، اوزان کے ہاتھ کی انگلیوں نے اسکی کمر کو جکڑا کہ وہ اسکے روبرو ہلنے کے بھی اہل نہ رہی۔

"ابھی مجھے فارم ہاوس جانا ہے یہی خلیہ ٹھیک ہے۔ شام میں ایک ہی بار ریڈی ہوں گا، اور تمہارے ساتھ اپنے لیے بھی کچھ یونیک خریدوں گا۔ آفٹر

آل نیو یلی ویڈ کپل لگنا چاہیے۔۔۔۔۔ بائے داوے کیا تمہیں پتا ہے پنار کے ساتھ تم بھی دلہن بننے والی ہو؟"

اوزان کے اتنے قریب آکر ایسا انکشاف، زینو کے چہرے پر سفیدی لایا۔

"ک۔کیا؟ مجھے نہیں بننا دلہن۔۔۔ مجھے ایسے ہی رہنا ہے اوزان پلیز"

زینو کے خوفزدہ ہو کر منمنانے پر اوزان اسکی کیفیت پر مبہم مسکایا۔

"دلہن بننے سے اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟ تم نہیں چاہتی کمپلیٹن کی آفیشل وائف کہلاو۔ ریسیپشن ویسے بھی سنت ہے، پوری کرنی چاہیے"

اوزان نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اسے اپنے بس میں پھر سے چہرے کے خدوخال سے لب مدہوشی سے رگڑتے کیا۔

"ہمم۔۔۔ پتا نہیں مجھے ایسا لگتا ہے دلہن بن گئی تو آپ نے پھر مجھے کھا جانا ہے"

ڈرتے ڈرتے اوزان کی آنکھوں میں جھانکی جس پر وہ بے ارادہ اپنی بے باکیاں سمیٹے ہنسا۔

"وہ تو بنا دلہن بنے بھی کھا سکتا ہوں تمہیں، ابھی اسی وقت بھی۔ لیکن میں خود بھی چاہتا ہوں اب دنیا کو یہ بات معلوم ہو کہ اوزان دایب انصاری کی زندگی خالی نہیں اسکی ہمسفر سے مکمل ہو چکی ہے۔ آئی جان کی خواہش ہے کہ میرا اور دیان کا ریسیپشن ساتھ ہو۔۔۔"

اوزان کے نرم سے لہجے اور آنکھوں میں جذب سے جھانک کر بتانے ہر وہ اس کے سینے سے آہستگی سے لگی۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں"

مشکل سے سہی پر وہ یہ جملہ مکمل کر سکی، اوزان نے اپنا ہاتھ اسکی کمر سے جوڑے اوپر کو سرکاتے اسکے کھلے بالوں سے لے جاتے گردن کی پچھلی اور جمایا جس پر زینو اسکے سینے سے الگ ہوتی اوزان کو ڈر کر دیکھنے لگی، ہیلز کے

سبب وہ اوزان کے شاندار دراز قد کے تقریبا برابر آجاتی تھی، اوزان اس سے آئی کانٹکٹ استوار کرتا زینو کی ہارٹ بیٹ بڑھاتا اسکی رخسار چومتا چہرہ پیچھے لے گیا تاکہ اسکے چہرے پر امڈتے رنگ دیکھ سکے۔

"اعتراض ہوتا بھی تو میں دور کر دیتا"

گھمبیر جذب بھرے پر یقین انداز میں وہ اسکے قریب ہوا، زینیش کے دل کی رفتار بڑھی، اوزان کی آنکھوں میں جو خواہش رقصاں تھی اس لمحے زینیش نے وہ بنا سوچے پوری کر دی، نا صرف پوری کی بلکہ وہ اپنی مہکتی سانس کا نشہ اوزان دایب کی سانسوں میں نرمی سے گھول کر اوزان کے حیرت و مدہوشی میں ڈوب کر زینو کی کمر کے اطراف جکڑی بازوؤں کی گرفت ڈھیلی کرنے پر پوری رفتار سے میٹرس سے اپنی شال لیے کمرے سے جیسے لڑکھڑا کر بھاگنے لگی، اوزان دایب نے گردن موڑے والہانہ، مضطرب و بے تاب نظریں دروازے کے پاس رکتی زینو پر ڈالیں۔

"ابھی مت جاناز ینو"

اوزان کی تڑپ بھری تنبیہہ پر وہ شرمگیں سا ہنسی۔

"شام تک ہاتھ نہیں آوں گی آپکے، مرنا تھوڑی ہے۔ سموکنگ جیسی عادت سرے سے آپ پر ممنوع ہوئی اوزان دایب"

شرارت سے کہے وہ شوخ ہنستی اوزان کے جذبات میں آگ لگاتی بھاگ گئی جبکہ اوزان نے گردن موڑے ڈریسنگ کے مرر میں خود کو دیکھا، اس محبت بھری پہل کا حدت بھرا احساس اوزان کو نہ صرف اب تک اپنی سانسوں میں گھلا محسوس ہوا بلکہ یہ ایسا نشہ بن کر اس پر طاری تھا جو اب تمام عمر اوزان دایب انصاری کے حواسوں سے نہ اتر پاتا۔

..________________________..

صبح کے سات بجے دیان کی گاڑی، اپنے سسرال پہنچی جبکہ اتنی صبح یہاں چلے آنے پر گاڑی سے اترتا دیان بھی اپنی اس عجیب دیوانی حرکت پر مست مسکرایا یہ تو اسکی اجنبیت بھلا ہو جواد سیال نے کم کی جو جاگنگ سوٹ پہنے لان سے پورچ کی سمت گاڑی کا ہارن سنتے بھاگے، وہ ایک پورا راونڈ گھر کے کچھ فاصلے پر موجود پارک کا روز اس وقت لگاتے تھے، دیان آریز کو اتنی صبح دیکھ کر انکا دل خوش جبکہ چہرے پر مسکراہٹ ہمکی۔

"ارے میاں تم؟ واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔ بھئی پنار نے تو مجھے کہا تھا تم عائشہ نامی قلعہ فتح کرتے دن کو آو گے"

تو گویا پنار نے اسکی آمد کی خبر پہلے ہی بابا کو کر دی تبھی دیان کی جواد سیال کے جواب میں دی مغرور مسکراہٹ میں شرارت رقصاں تھی، خالی ہاتھ آنا اسے مناسب نہ لگا تو سرخ اور گلابی پھولوں کا مہکتا بکے اسکے سراپے کے ہمراہ اسکے ہاتھوں میں انتہائی جچ رہا تھا۔

"جی آنا تو دن کو تھا پھر سوچا صبح صبح ممکن ہے ساس محترمہ کا موڈ زیادہ اچھا ہو۔ آپ جاگنگ کرنے جا رہے ہیں؟"

دیان نے فوری بتلانے کے ساتھ انکی تیاری بھی بھانپی۔

"بہت اچھا خیال ہے، ہاں برخوردار اس عمر میں یہ نہ کریں تو ہڈیوں اور جوڑوں کے درد مار دیتے ہیں۔ خیر میں ایک راونڈ لگا کر آتا ہوں پھر تم سبکو جوائن کرتا ہوں۔۔ تم آجاو اندر پنار اٹھ چکی ہو گی"

جواد سیال نے اسکی گال تھپکائے گارڈ کو اشارہ کیا جس پر دیان مسکرا کر اندر گھر کی طرف بڑھا، پنار جاگی نہ ہو وہ سر پھرا یہی دعا مانگتا قدم بڑھا رہا تھا۔

صبح کے سات بجنے کے باوجود سب سوئے تھے، جبکہ دیان نے گیسٹ لاونج روم میں ملازمہ کے ہمراہ داخل ہوتے بکے میز پر جھک کر رکھا اور اس سے پہلے ملازمہ اسکی آمد کی خبر عائشہ سیال کو دینے جاتی، دیان کی پکار پر فوری رک کر پلٹی۔

"کیا سب سو رہے ہیں؟"

دیان کے استفسار پر وہ سر ہلا گئی۔

"جی بڑی بی بی آٹھ تک جاگتی ہیں جبکہ پنار بی بی شاید جاگ چکی ہوں ہوسٹل جانا ہے انہوں نے۔ میشی بیبی بھی کیونکہ آج انکی بھی یونی ہے"

ملازمہ کے تفصیل بتانے پر دیان نے رسمی مسکراہٹ اسکی سمت اچھالی جبکہ ملازمہ وہاں سے باہر چلی گئی۔

"چلو دیان آریز، اپنی حسینہ کو زندگی کی خوبصورت صبح گفٹ کرو"

دیان نے جھک کر بکے سے ایک پنک روز ٹہنی سمیت نکالا اور پوری چالاکی سے وہ وہاں سے باہر لاونج اور سیدھا پنار کے کمرے کی طرف بڑھا، چال میں پراسراری تھی جبکہ چہرہ کسی نئی بےباک شرارت کا ترجمان۔

پنار محترمہ لحاف میں آدھے سے زیادہ دبکی ایک ساتھ سینے تک اوڑھے لحاف پر ایک سر کے ساتھ لگائے نیند میں گم تھیں جب دیان ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے کمرے کے اندر داخل ہوا، آنکھوں میں دیدار جان نے چراغ سے جلائے، چہرے پر محبتوں، شدتوں اور شرانگیزیوں کی انتہا کرتے تاثر سمیت وہ گلاب کی ٹہنی ہاتھوں میں گماتا والہانہ نگاہوں سے پنار کو دیکھتا بے خود ہوئے قریب چلا آیا۔

روح تک جھانکتی تیز نظروں سے پنار کا سر تا پیر جائزہ لینا ہی اس قدر دلکش تھا کہ دل تک سکون نامی قہر اترا۔

"یہ لڑکی تو سر پھاڑ خلیے میں بھی سیدھی جان کو آرہی ہے، کیا ہوگا میرا جب یہ مکمل میری دسترس میں آئے گی"

دیان کی بے باک نظریں اس پر سے ہٹنے کو راضی نہ تھیں تبھی وہ بہت احتیاط سے اسکے قریب نہ صرف بیٹھا بلکہ دونوں ہاتھ پنار کے دائیں بائیں

تکتے پر ہتھیلیوں کے سنگ جوڑ کر رکھے اتنی خوبصورت نیند و خمار میں جذب پنار کی جبین جھک کر چومی۔

اس نرم مگر انتہائی خاص لمس کی تاثیر ہی کچھ ایسی تھی کہ پنار کے سوئے حواس دھیرے سے بیدار ہوئے جس پر کسمسائی۔

اس پر سے ایک ہاتھ کے سہارے سے واپس اٹھے ہاتھ میں پکڑے پھول کی ٹھنی پنار کے چہرے کے قریب لائے وہ جھک کر جیسے اسکے رخسار سے ناک پھر ہونٹ پھر ٹھوڑی پر پھیرتے شر انگیز سا مسکرایا، عجیب سی گدگداہٹ پر پنار نے جب اپنا ہاتھ چہرے پر پھیرا تو ٹھنی کے کانٹے کی ہتھیلی پر ہوتی چبھن پر فوری بوکھلا کر آنکھیں کھولیں مگر سامنے زرا سے خود پر جھکے دیان آریز کو دیکھ کر اس سے پہلے وہ ایسا ناممکن سا منظر دیکھے حلق کے بل چینختی، دیان نے اپنی ہتھیلی اسکے ہونٹوں پر جمائی۔

بن پانی کی مچھلی کی طرح پھڑ پھڑاتی پنار اور اسکی حالت پر ہنستا دیان دونوں ہی آفت تھے۔

"چینخنا مت، ہاتھ ہٹا رہا ہوں"

اسکی خوف کے سب پھیلی آنکھوں میں شرارت سے تکتے دیان نے اپنا ہاتھ تنبیہہ کیے پیچھے ہٹایا تو وہ اسے خود سے پرے دھکیلے اٹھ بیٹھی، پورا جسم اس صدمے پر اب تک وائبریٹ کر رہا تھا، گویا دیان اس جھٹکے کی امید نہ کر رہا تھا۔

"آپ۔۔ آپ کہاں سے آ گئے۔ دیان اگر میری جان چلی جاتی یا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ بتمیز انسان"

ذرا ہوش لوٹے تو پنار نے تکیہ ہی پکڑے اسکے سر پر برسایا جبکہ دل پر ہاتھ رکھے وہ یوں بگھڑا سانس استوار کر رہی تھی جیسے کوئی جن دیکھ لیا ہو۔

جبکہ دیان نے پھول کی ٹہنی حواس باختہ پنار کی سمت بڑھائی تو وہ یوں مسکرا دی جیسے ڈر تو کہیں تھا ہی نہیں، وہ اسکی بے خودی پر کھلکھلا کر پوری ہمت سے اس شخص کی آنکھوں میں جھانکی۔

"اتنا خوفناک اور ظالم نہیں ہوں کہ میری وجہ سے مر کھپ جاو، میں نے سوچا تمہاری مارننگ حسین کی جائے۔ واللہ اس خلیے میں تو تم زیادہ آفت ہو۔ ان فیوچر میری صبحیں بہت خوبصورت ہونے والی ہیں"

وہ ڈھیلی سی ہاف وائیٹ شرٹ اور پاجامے میں کھلے بالوں اور میک آپ سے بے نیاز سوئی صورت بنی اس بندے کو آفت لگ رہی تھی، بے اختیار پھول کی ٹہنی اسکے سر میں مارتی اس قدر لمبی چھوڑنے پر ہنس پڑی۔

"فلرٹ کر رہے ہیں مجھ سے"

پنار کی آنکھوں میں چمک تھی جبکہ دیان کی آنکھوں میں اس لڑکی کی موجودگی، خوشبو اور کشش سے پل پل بڑھتا خمار۔

"اب فلرٹ کروں یا محبت۔۔۔ آپشن تم ہی ہو۔ پیشگی پانچ منٹ وصول کر لوں اپنے؟ کیونکہ مجھے اپنی جیت پر پورا یقین آگیا ہے، تمہیں اس روپ میں دیکھ کر اب مجھ سے کہاں صبر ہو گا۔۔۔ تمہاری ممی کے آگے دلیلیں اور فلسفے آج دل سے نکلیں گے اور مجھے جیت بخشیں گے"

وہ جو اس سے کسی عام بات کی توقع رکھے ہوئے بھی نہ تھی، دیان کے حواس پر چھانے کی اجازت پر سٹپٹا کر رہ گئی، آنکھوں میں ڈر نے غلبہ بڑھایا، لمبی پلکیں تھرتھرائیں۔

"نو۔۔ اگر کسی نے آپکو یہاں دیکھا نہ تو رخصتی بھول جایئے گا۔ چلیں اٹھیں جائیں کمرے سے میں پانچ منٹ میں آتی ہوں باہر"

وہ فوراً اٹھی، لحاف پرے کیا اور بیڈ سے اترتے گھوم کر نہ صرف دیان کی طرف آئی بلکہ اسکا ہاتھ پکڑے میٹرس سے اٹھایا اور اس سے پہلے سابقہ خوف و ڈر سمیت اسے کمرے سے باہر لے کر جاتی، دیان نے رک کر پلٹتے

اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اپنی اور کھینچا کہ اس قربت ہر دونوں کی دھڑکنیں مچل کر رہ گئیں، سانسوں کی حدت ایک دوسرے میں گھلی۔

"وہی پانچ منٹ مجھے دوپھر بھلے مت آنا باہر، کیونکہ تم سے نہیں اپنی ساس صاحبہ سے ملنے آیا ہوں"

دیان کے لہجے کے استحقاق اور سلگتی قربت کے بدلے پنار کے چہرے پر ہزاروں رنگ لہرائے، سمجھ نہ آئی اب اس سچویشن سے کیسے اپنا بچاو کرے کیونکہ وہ اسکے روبرو پہلا کام ہی پگھلنے کا کرتی تھی۔

"دیان پلیز۔ بہت اکورڈ لگے گا اگر کسی نے آپکو میرے روم میں دیکھا یا باہر جاتے نظر پڑی۔۔۔ میں کسی صورت مزید ٹنشن یا میس نہیں چاہتی۔ مجھے جلد از جلد آپکے پاس آنا ہے"

گھبراہٹ میں وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ کیا کہہ بیٹھی ہے یہ تو جب دیان آریز کے استحقاق بھرے لمس، اسکے ہونٹوں پر گلال سا رنگ لائے تب اسے اپنی

زبان کے بے اختیار ہونے کا احساس ہوا مگر تب تک وہ پنار سے اعتراض و مزاحمت کا حق چھین چکا تھا، نا صرف مزاحمت کا حق چھینا بلکہ اسے اپنی خواہش میں نرمی، شدت اور جنون خیزی سے بھرپور راضی کیا، پھر خود ہی بات بڑھ جانے کے خدشے کے سبب وہ پنار کی بے ترتیب سانسوں کے حصار سے آزاد ہوا۔

"مجھے بھی جلد از جلد تمہیں اپنے پاس لے کر جانا ہے، تم میرے چھوتے ہی ایسی کیوں ہو جاتی ہو پنار کہ میرے لیے تم سے دور ہونا عذاب ہو جاتا ہے"

وہ سمجھا تھا وہ غصہ کرے گی، خفا ہو گی مگر پنار نے اسکی خواہش کا آج بھی شاہانہ احترام کیا کہ دیان آریز کے ہونٹوں پر یہ ستم ناک شکوہ خود بخود مچلا۔

بڑی دقت سے پنار نے آنکھیں اٹھائے دیان آریز، اپنی محبت کے پیکر کو دیکھا۔

"اس لیے کہ۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، دیان نے جو ہاتھ اسکی گردن سے ہتھیلی کے سنگ جوڑا اسی کے انگوٹھے کی پور سے اسکے ہونٹوں کو سہلائے خاموش ہونے کی تنبیہہ کی۔

"میں بھی تم سے اظہار تب ہی چاہتا ہوں جب ہمارے آس پاس کوئی نہ ہو، تاکہ اس اظہار کا اثر صرف مجھ پر ہو"

وہ حیران تھی کہ اسے کیسے خبر ہوئی کہ وہ اظہار کرنے والی ہے، آنکھیں دھندلا سی گئیں، اسی تڑپ سے لبریز تاثر کے سنگ پنار نے سر ہلایا۔

"تمہیں پہلی بار بنا سجے اور میک اوور کے دیکھ کر بہت اچھا لگا، تم یوں بھی خوبصورت ہو۔ ان فیکٹ بہت زیادہ پر کشش۔ میں بہت ایکسائٹڈ ہوں۔۔۔ اپنی زندگی کے شب و روز کو لے کر"

وہ اسے سراہتا ہوا ابھی پنار کے دل کے جذبات ابھار رہا تھا جس پر وہ شرمگیں ہوئی۔

"ہمم۔۔ دیان کیا آپ مجھے رلانا چاہتے ہیں۔ ایسی سر پھاڑ خلیے والی پنار کہاں سے پر کشش لگی۔"

اسے سچ میں لگا دیان اسے بنا رہا ہے۔

"ہر جانب سے"

اسکے کان پر بکھرے بال ہٹائے دیان نے مسرور سی سرگوشی کیا جس پر پنار کو ریڑھ کی ہڈی تک سنسناہٹ محسوس ہوئی تبھی اس سے دور ہوئی۔

"اب جائیں پلیز دیان۔۔۔۔"

پنار نے اسکے سحر سے بچنے کو گھبرا کر منت کی، لہجہ کمزور پڑا۔

"ابھی وقت پورا نہیں ہوا"

من مانی کے سنگ وہ اسکو نرم سا حصارے پھر سے اسکے چہرے پر جھکا، اس بار پنار کے جسم میں گردش کرتا لہو منجمد کر کے فاصلہ استوار کیا اور سرشار کیفیت میں ان گلابی آنکھوں کے عنابی شکوے اپنی آنکھوں سے سنے۔

"مت کریں نہ"

وہ پھر سے دم دیتی اسکے مضبوط پہاڑ وجود میں جا سمٹی، اور گلے لگ کر وہ عافیت بخشتی تھی اسے پر آج تو عافیت سے بھی بہت آگے کا سکون دے رہی تھی۔

باقی کا سارا وقت دھڑکنوں کے گیت سننے میں صرف کرتا وہ شرافت سے اس سے دور ہوا، اپنے پانچ منٹ کے اثرات شرارت سے پنار کے چہرے پر گھل آتی سرخی، خوف، شرم اور شکائیت سے بھانپے اور مسکرایا۔

"تم محبت سے بہت آگے کی شے ہو پنار دیان آریز، آجاو اب تازہ دم تو میں نے تمہیں اپنے طریقے سے کر دیا"

بہکے خمار آلود لہجے سے کہے وہ جن محبت پاش فتنہ گر آنکھوں سے اسے سر تا پیر حصارے کمرے سے نکلا، پنار کو اپنا حلق تر کرنے کو لپک کر سائیڈ میز پر رکھے پانی کے گلاس کو تھام کر پینا پڑا، لیکن وہ نہیں جانتی تھی جو سانسیں ہلچل کی زد میں ہیں، جو دل کی دنیا منتشر ہے اب وہ اسے کیسے بحال کرے۔

خیر پانچ دس منٹ تک وہ فریش ہوئے چینج کیے جب تک باہر لاونج ڈائنگ ہال تک آئی تو نہ صرف جواد سیال آچکے تھے بلکہ میشی کی ساری اداسی بھی صبح صبح دیان کو دیکھ کر رفو چکر ہوئی جبکہ عائشہ تک بھی جواد سیال نے ملازمہ کے ہمراہ پیغام ارسال کر دیا جو اپنی ناگواریئت کے باوجود ڈائنگ پر آتی ہوں کا پیغام بھجوا چکی تھیں۔

پنار کو آتا دیکھ کر دیان نے جو معنی خیز نگاہ اسے سونپی اس پر پنار اسے بس گھور ہی سکی۔

عائشہ سیال کی آمد پر ڈائنگ ہر پھیلے قہقہے ہنسی اور شوخی کے رنگ سمٹے اور پھر دیان کی موجودگی ہی عائشہ سیال کے لیے بے چینی کا بھرپور سبب بنی۔

"لیپٹی چپڑی کی قائل نہیں ہوں، اگر تم رخصتی کے لیے مجھے منانے آئے ہو تو ابھی واپس جاسکتے ہو۔ ان کشیدہ حالات میں پنار وہاں ہرگز نہیں جائے گی۔ اور اگر میری مرضی کے بنا رخصتی ہوئی تو میں شرکت نہیں کروں گی"

عائشہ سیال نے بنا تمہید باندھے سیدھا سیدھا و زہریلے لہجے کا قہر برپا کیا جس پر کچھ وقت کے لیے جواد سیال، پنار اور میشی کی آنکھیں ساکن اور افسوس سے لبریز ہوئیں، دل سیال کے سنگدل و سفاک لب و لہجے نے کاٹ کر رکھ دیے۔

جبکہ دیان پر سکون رہا، شاید اپنی کوالٹیز پر بھروسہ مضبوط کیے ہی یہ ٹاسک پورا کرنے آیا تھا۔

"آپکی شرکت اور دعاوں کے بنا پنار رخصت ہو یہ اسکی بھی بد قسمتی ہی ہو گی عائشہ آنٹی"

دیان کے پر سکون جملے پر عائشہ نے الجھ کر دیان کو دیکھا جیسے اسکی بات نہ سمجھ سکی ہوں۔

"تو پھر بھول جاو دو سال رخصتی"

دیان کی نرمی کا فائدہ عائشہ نے تلملا کر اٹھایا، میشی افسردہ جبکہ پنار اور جواد اب صاف غصہ دباتے نظر آئے۔

"دو دن بھی نہیں بھول سکتا، میرا مطلب ہے کہ آپکو مین ایشو کیا ہے رخصتی سے؟"

دیان نے اپنے پہلے جملے کا استحقاق عقل مندی دیکھاتے فورا دوسرے سوال سے دبایا۔

"تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی، میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ ایکسکیوز می"

بنا کوئی نرمی دیکھائے عائشہ سیال بے رحمی کے اگلے پچھلے سب ریکارڈ توڑتی اٹھیں جبکہ جواد سیال جبڑے بھینچتے اس سے پہلے اٹھ کر پیچھے جاتے دیان نے اٹھتے انکو اور میشی پنار کو نرم نظر سے ریلکس کیا اور خود پیچھے ہی عائشہ سیال کے لان کی سمت نکلا جو لان کے آخری کنارے جا کر منہ موڑے سینے پر ہاتھ لپیٹے کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے اکڑی ہوئیں، انا اور ضد کے پہاڑ پر بیٹھی، رک چکی تھیں۔

"پنار میری بیوی بن کر جائے گی اور اپنی بیوی کی خفاظت، اسکی خوشی کا خیال، اسکے سکون میں اضافہ میری اولین ذمہ داری ہو گی۔"

دیان کی عقب سے بلند ہوتی مضبوط و بارعب آواز پر وہ استہزایہ ہوتیں غرور سے پلٹیں۔

"اچھا! تو اوزان اور زینو کے ساتھ سب کی موجودگی کے بیچ جو اس خونخوار حویلی میں ہوا۔ اگر تمہارے یا پنار کے ساتھ ہو گیا؟ بھلے تمہارا وہ دادا قانون کی گرفت میں گیا ہو لیکن اسکی منحوسیت اب بھی ان در و دیوار میں موجود ہے۔ میں اپنے بچوں کی زندگی کو خطرے میں کیسے ڈالوں"

وہ انکے سرد تقاضوں، سوالات پر سر ہلاتا ذرا دو قدم قریب رکا، چہرے پر نرم فکر بھرا رنگ تھا جسکا کم اکم دیان آریز عادی نہ تھا۔

"میں پنار کی حفاظت کی ضمانت لوں اگر؟"

دیان کے لہجے کہ یقین نے عائشہ سیال کی سخت آنکھیں اور تلخ دل لمحے میں دہلایا۔

"اگر تم ناکام ہو گئے؟"

وہ بھی سنگدل بنیں۔

"توجو آپ سزا دیں قبول کروں گا"

وہ اپنا سب اس حفاظت میں وار دینے کے جذبے میں لپٹا کھڑا عائشہ کو حیران کر گیا۔

"سوچ لو سزا بہت کڑی بھی ہو سکتی ہے، اگر تم میری بیٹی کی زندگی، خوشی اور سکون کی حفاظت نہ کر سکے تو میں پنار کو تم سے چھین لوں گی"

سگے رشتوں میں سودا بازی تو نہیں ہوا کرتی لیکن شاید ایک ماں اور ڈری ہوئی ماں اپنی اولاد کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔

"سننے میں ہی بہت دردناک ہے لیکن قبول ہے آپکی شرط"

دیان کے لہجے میں تکلیف سی ابھر کر معدوم ہوتی عائشہ نے بھی محسوس کی پر انکا دل نہ پسیجا۔

"ہمم۔۔ ٹھیک ہے رخصتی کے لیے راضی ہوں۔ لیکن ناکامی پر اپنے دل کو مضبوط کر کے رکھنا"

عائشہ سیال نے اپنا سخت شرائط سے منسلک فیصلہ سنایا جبکہ منہ موڑ لیا اور دیان کسی کا ایسا سرد و ناجائز طرح کا کٹھور رویہ کبھی نہ سہتا اگر بات محبت کی نہ ہوتی۔

وہ بھی پلٹا اور واپس اندر بڑھا جہاں ڈائنگ ہال کو چھوڑے سب سٹنگ ایریا میں یوں حراساں شکلیں لیے بیٹھے تھے جیسے جنگ کا اعلان یا امن کے مابین خبر کے منتظر ہوں۔

جو غصہ اسے عائشہ سیال کی اکڑ پر تھا وہ ان تین نفوس کے گھبرائے ڈرے چہرے دیکھ کر کہیں دور جا مفقود ہوا۔

"دو دن بعد مایوں مہندی ڈن، یعنی تم رخصت ہو رہی ہو میرے ساتھ بہت جلد"

دیان کو وہیں پر اعتمادی کے سنگ آتا دیکھے جواد سیال سمیت پنار اور میشی صدمے، حیرت اور بے یقینی میں سر تا پیر لپٹے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ دیان کے الفاظ ان تینوں کو پتھرا گئے۔

"واٹ؟ عائشہ مان گئی؟"

جواد کا تو اس پر سر تک چکرایا، میشی نے بھی سہم کر دل پر ہتھیلی رکھی جبکہ پنار میکانکی طور پر دیان کے دو قدم قریب آئی، آنکھوں میں محبت، یقین اور مان کے ہزاروں بھیگے رنگ سموئے۔

"جی مان گئی ہیں، بس پنار کے لیے خوفزدہ تھیں کہ اسے وہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ کہہ دیا ہے کہ اسکی ساری تکلیف خود پر لوں گا"

وہ جوڈبڈبائی آنکھوں سے دیان کو دیکھ رہی تھی، دیان نے اپنی مسکراتی آنکھیں پنار کی آنکھوں میں ڈالے اعتراف کیا جس پر میشی نے پنار کو

بازوؤں میں خوشی سے لپیٹا جبکہ جواد سیال نے اس شیر جوان کو کندھے سے بازو حائل کیے ساتھ لگایا۔

گویا ہر سمت چھایا جمود ختم ہوا تو ہر چہرے پر مسکراہٹ اتری۔

دیان نے ہاتھ بڑھا کر جس طرح پنار کی گال پر اترتا آنسو پونچھا، یہ منظر جواد سیال کو میشی کو مسرور کر گیا، وہ روتی روتی ہنسی، جبکہ اس وقت سسر صاحب نہ ہوتے پاس تو وہ اسے گلے ضرور لگاتا، آنکھوں کا والہانہ، کوئی سنگین خطاء کروا دیتا وصال توڑنا ہی دونوں کو مناسب لگا۔

میشی کو لیے وہ روانہ ہوا جبکہ کتنی ہی دیر پنار، بابا کے گلے لگی رہی، وہ تو خود صدمے میں تھے کہ عائشہ مان کیسے گئی لیکن عائشہ سیال کے ماننے کے پیچھے بھی طوفان چھپا تھا، بھیانک طوفان۔

خدا خیر کرے۔

..______________________________..

ناشتے کے دوران اوزان نے جن خفا نظروں سے زینیش کو مستقل گھورے رکھا وہ ایزل مریم اور طلال نے بھی نوٹ کیں، جناب فل بلیک میں وجاہت کے شہکار اور آنکھوں میں خفیف سی غصیل لہر لیے جان لیوا حد تک ہنڈسم لگ رہے تھے، زینو نے کئی بار آنکھوں ہی آنکھوں سے اس ضدی بکرے کی نظر اتاری۔

"یہ ناراض ہو کر، غصہ ہو کر کتنے اور رہنڈسم لگتے ہیں اللہ جی۔ پلیز پلیز میرے اوزان دایب کو دنیا کی ہر نظر سے بچایئے گا۔ کیسے کہوں انکو میں انکی ناراض آنکھوں کی زیادہ بڑی عاشق ہوں"

ناشتہ تو وہ برائے نام ہی کر رہی تھی، اصل میں تو وہ اوزان کے سحر میں سر تا پیر ڈوبی تھی، پہل کر کے کئی طرح کے خمار اپنے سر حاوی کر لیے تھے کہ نظر اس مغرور سے ہٹانی دو بھر تھی۔

"ابھی تم نے میری ناراضگی دیکھی ہی کہاں ہے روح نشین، میں تم سے ناراض ہو کر پھر اپنا سکون کہاں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا۔ لیکن اب تم نے میرے جذبات کا بند خود توڑا ہے۔ اب تم اوزان کی اصل محبت سے زیادہ دیر بچ نہیں سکو گی"

وہ بھی ان جان لیوا نظروں کے ملاپ سے دل میں حدت جگتی محسوس کر رہا تھا۔

"کیا تم دو کی پھر تو تو میں میں ہوئی، گھور کیوں رہے ہو میری بیٹی کو تھانیدار کہیں کے"

اوزان تو زینو کو اس لیے گھور رہا تھا کیونکہ وہ عین وقت پر بڑابراتڑپا کر بھاگ گئی تھی جبکہ چاچو صاحب کے لقمے پر اوزان جو تپا بیٹھا تھا گھور کر گردن گھمائے چچا صاحب کی موہنی صورت جو اس وقت یہ سوال کرتے نیم لگی، کڑھے تیوروں کے سنگ دیکھی۔

"کیونکہ آپ نے اپنے جیسی بے چین روح اور الٹی کھوپڑی ہی پیدا کی ہے"

اوزان کے منہ بگاڑ کر گولی کی طرح جواب مارنے پر جہاں ایزل مریم اور زینیش بے اختیار دبا مسکرائیں وہیں طلال پہلے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھنے لگے پھر خود کچھ کچھ سمجھ جانے پر دبا دبا مسکرا دیے۔

"زینو دیکھ رہی ہو یہ تمہیں بے چین روح اور الٹی کھوپڑی کہہ رہا ہے"

طلال نے فوری شکائیت کرتے زینو کی جانب دیکھا جو مسکراہٹ ترک کرتی آئیبرو سکیڑ کر اوزان کو دیکھنے لگی جو آتش فشاں بنا ہوا بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔

"جی دیکھ رہی ہوں، خاصے پر نکل رہے انکے۔ کہاں سے الٹی کھوپڑی دیکھائی دی میں انکو زرا پوچھیں آئی جان اپنے لاڈلے سپوت سے"

زینو بھی رات والی لاغر بیمار اور ڈری ہوئی تو لگی ہی نہیں بلکہ شیرنی بنی تھی جبکہ اوزان نے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا اور جھٹکے سے کرسی سے اٹھا۔

"آئی جان کے سپوت سے پنگے لینے والے کی نیندیں حرام اور چین غارت ہو جاتا ہے، ناکام عاشق صاحب یہ بات اپنی عزیز اور پیاری دختر کو اچھے سے گوش گزار کیجئے"

ایک ایک لفظ سلگ کر کہتا وہ غرور کے سنگ ڈائنگ ٹیبل اور کرسی کے بیچ سے اپنا میز کی سطح پر رکھا فون اٹھائے سیدھا باہر کی طرف ہی گیا جبکہ زینو زرا فکر مند ہوئی جبکہ طلال اور ایزل مریم کی شریر سی ہنسی سچ میں کیوٹ تھی۔

"ہاہا یہ کیوں گرم توے پر بیٹھا تھا زینو؟"

طلال کے استفسار پر زینیش نے مسکراہٹ ختم کی، اب کیا بتاتی کہ اوزان دایب جیسے ناقابل شکست کمپلیئین کی کمزوری زینو کے ہاتھ آچکی ہے اور اسکی دکھتی رگ دبائے آج تو وہ اوزان کے قہر کی سچ میں حقدار بھی بن چکی تھی۔

"کچھ نہیں بس انکوتنگ کیا تھوڑا سا، ایویں بھرم دیکھا کر گئے ہیں۔ منا لوں گی۔ ویسے بھی ولیمے کے فنکشن پر میرے بنا تھوڑا جائیں گے"

زینو بھی یہاں آکر تیز ہو رہی تھی اور ایزل مریم دبا دبا مسکرا کر یہ میٹھی کھٹی کیفیت بھرپور انجوائے کر رہی تھیں۔

"منالینا کہیں غصے میں پہاڑ ہی کھودنے نہ شروع کر دے، چلیں میں بھی یونی نکلتا ہوں۔ کنول سے منہ ماری کی کسی کو ضرورت نہیں۔ اسے ناشتہ دے آیا تھا، واپس آوں گا تو میں اسے خود کھانا دوں گا۔۔۔"

طلال بھی یونی کے لیے جانے والے تھے سو اٹھ کھڑے ہوتے ناگوائیت سے کنول کا ذکر کرنا نہ بھولے۔

"ہمیں پاگل پن کے دوڑے نہیں پڑ رہے جو اس بند عقل کی صورت بھی دیکھیں، جاو تم مطمئین ہو کر یونی"

ایزل مریم کی کوفت پر طلال کے ساتھ زینو بھی کیوٹ سا مسکرائی۔

"زینو؟"

طلال کے جاتے ہی زینیش من ہی من میں اوزان کی چڑ سوچتی مسکرا رہی تھی جب آئی جان کے پکارنے پر چونکی۔

"جی آئی جان؟"

زینو نے فوری سہم کر پوچھا۔

"کیا تم اسے قریب نہیں آنے دے رہی؟"

آئی جان ایسا سوال کریں گی زینو نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا، چہرے پر ہزاروں بوکھلاہٹ کے رنگ آئے۔

"ن۔۔نہیں آئی جان وہ سچ والا غصہ تھوڑی کر کے گئے ہیں۔بس ایٹیوڈ دیکھا رہے تھے"

زینو نے گھبرا کر فوری بات کلئیر کی جس پر ایزل مریم مطمئین نہ ہوسکیں۔

"وہ ایسا بیہو پتا ہے کب کرتا ہے جب اسکی خواہش ٹالی گئی ہو، تم تو اس سے پیار کرتی ہو میری جان پھر دوریاں تو غیر مناسب ہیں۔ ولیمے سے پہلے ایک دوسرے کو قبول کرو اللہ خوش ہو گا۔ ویسے بھی ایک بیوی کو اپنے شوہر کی جائز خواہش کو فوری پورا کرنے کا حکم ہے، تم سمجھ رہی ہو نہ"

ایزل مریم پچھلی بنسبت آج زرا سنجیدہ ہو کر زینو کو سمجھا رہی تھیں، لہجہ نرم تھا پر حکم سخت۔

"جی آئی جان، میں سمجھ گئی"

نظر جھکائے زینو نے فوری جواب دیا۔

"مجھے تم دو کے اس ذاتی معاملے میں بولنے کا حق تو نہیں ہے بچہ لیکن میں چاہتی ہوں تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نا صرف خوش رہو بلکہ آپسی پیار دن بدن مضبوط ہو۔ دونوں میری جان جیسے پیارے ہو۔ برا مت منانا میری بات کا"

ایزل مریم کو لگا جیسے وہ اداس ہو گئی تبھی پیار سے اسکا ملائم ہاتھ تھاما جس پر وہ نم سی آنکھیں اٹھا کر آئی جان کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں آئی جان برا نہیں منایا، آپ کی ہر بات درست ہے۔ میں عمل کروں گی پکا"

انھیں زینو کا نرم رویہ اور مہربان دل بہت پیارا تھا، ورنہ کوئی سر پھری بہو ہوتی تو منہ پھاڑ کر کہہ دیتی کہ آپ کون ہوتی ہیں مشورے دینے والی۔

"خوش رہو"

وہ اسکے مان جانے پر مسکرائیں لیکن اب زینو سے مسکرانا دوبھر تھا کیونکہ دھیان تو اوزان کی ناراضگی سے جا لپٹا اور اب جب تک وہ واپس نہ آجاتا اور وہ اسے منا نہ لیتی کب سکون پا سکتی تھی۔

دیان کے کارنامے کی خبر جب اسے پنار سے پتا چلی تب دکھ زرا ہلکا ہوا، تو گویا وہاں اور انصاری حویلی میں بھی آج سے باقاعدہ شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

فل بلیک میں، بلیک ہی بلیزر کے ہمراہ، نک سک تیار وہ سیدھا فارم ہاوس آیا، ہلکی ہلکی دھوپ سیاہ بادلوں کو چیڑتی نکلی تو صبح عام سے زیادہ چمکدار دیکھائی دی۔

اوزان گاڑی سے نکلا تو عدم راہداری میں ہی مودب انداز میں خوش آمدید کو موجود ملا۔

اوزان نے گردن گما کر لان کی طرف دیکھا جہاں سفید گلاب کے پودے پر نئ اور پرانی کلیوں کا جونن آچکا تھا۔

"سفید پھول کو کھلتے دیکھنا خوشی و سکون کی علامت ہے عدم لیکن میری خوشی و سکون تو کچھ دیر تک لٹنے والا ہے۔"

اوزان کے لہجے کی یاس پر عدم بھی افسردہ ہوا۔

" قبل از وقت فیصلہ نہ لیں، ممکن ہے یہ آگہی آپ کے لیے سکون میں اضافے کا سبب بنے سائیں۔ بعض اوقات پردے کا ہٹ جانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ دل کو امید اور روشنی سے محروم مت کریں"

عدم کی گہری بات پر اوزان نے نظر گما کر عدم پر ڈالی، وہ سادہ سا آدمی کبھی کبھی بات گہری کر جاتا تھا۔

"ہمم ۔۔ آو دیکھاو کہاں ہے وہ فسانے کا آغاز"

اوزان نے اپنے قدم پر اعتماد انداز میں پھولوں کی خوشبو سے مہکتی راہداری کی جانب بڑھائے تو عدم نے اسکے قدموں کا کمپلیئین کے آفس روم تک تعاقب کیا، اسکے کلینک کے میز کی سطح پر کیسٹ اور ریڈیو ایک ساتھ موجود تھا۔

"سائیں میں جاوں ؟"

عدم نے اسکے ہاتھ بڑھا کر یونہی کیسٹ کو چھونے پر اجازت طلب کی جس پر اوزان کا مثبت اشارہ آیا اور عدم اسکے آفس روم سے سر جھکائے باہر نکلا۔

عدم وہاں سے باہر نکلتا مشکوک انداز میں باہر لان کی سمت آیا اور فون نکال کر کسی کو کال ملائی۔

"آپ کا کام کر دیا ہے، کیسٹ بدل دی۔ اب میرے بھائی کو آزاد کر دیں۔۔ خدا کے لیے"

عدم کی آنکھوں میں آنسو تھے جبکہ دوسری جانب اپنے بنگلے میں لاونج کے آرام دہ صوفے پر بیٹھا تنویر، برانڈڈ سگار کے کش لگاتا غلیظ مسکرایا۔

"بہت خوب عدم میاں، تم واقعی بہت کام کے ہو۔ اس وائس آرٹیسٹ کا منہ کھلایا تم نے اوزان کو کچھ بتانے کی کوشش کی تو اگلی بار تمہارا اکلوتا چھوٹا بھائی سیدھا قبر میں دفن ہو گا"

تنویر کی دھمکی پر عدم کا دل چاہا کاش وہ زمین پھٹے اور اس میں اتر جائے پر اوزان کو دیے اس دھوکے پر اسکی آنکھیں لہو ہوئیں۔

"کام بہت م۔۔ مہارت سے ہوا ہے۔۔۔۔۔ اوزان سائیں کو دایب انصاری کی بے گناہی نہیں آج گناہوں کا یقین ہو گا"

عدم نے اپنی کپکپاتی آواز پر بھرپور قابو پایا جس پر مقابل تنویر نجس ہنسا۔

"بہت خوب، آکر اپنے چھوٹے بھائی ظافر کو لے جانا میرے اڈے سے۔۔۔ رو رو کے اس نے ویسے بھی ناک میں دم کر دیا۔۔۔۔"

تنویر نے فوری کال کاٹی جبکہ عدم وہیں سیڑھیوں کا سہارہ لے کر نا صرف بیٹھا بلکہ اسکے بے قابو ہوتے آنسو کسی نے تو دیکھے تھے۔

آدھا گھنٹہ عدم وہیں بیٹھ کر روتا رہا اور جب اوزان کا خیال آیا تو فوری اٹھا، آنکھیں رگڑیں اور واپس اندر بڑھا، ڈرتے ڈرتے قدم اٹھاتے ہوئے اس نے جب اوزان کے آفس روم کے باہر قدم روکے تو اوزان گلاس وال کے

پاس کھڑا ہاتھ پشت پر باندھے ہوئے تھا اور وہ کیسٹ ٹوٹ کر کئی ٹکروں میں بٹ کر زمین پر پڑی تھی۔

عدم نے حلق تر کرتے قدم اندر بڑھائے۔

"س۔۔ سائیں، سب ٹھیک ہے؟"

عدم کے استفسار پر اوزان کی آنکھوں میں شعلے اترے، سنہری آنکھیں زرد ہوئیں۔

"ہمم۔۔۔ سن لی میں نے یہ کہانی"

اوزان کی آواز عدم کو کھائی سے ابھرتی محسوس ہوئی تبھی تو وہ سہما۔

"جی سائیں۔۔ پر اسے توڑ کیوں دیا"

عدم نے زمین پر جھک کر ٹوٹی کیسٹ کے ٹکڑے اٹھائے پوچھا جس پر اوزان پلٹا اور عدم کے اندر تک اوزان کی پورسٹ مارٹم کرتی آنکھوں کی تپش اتری۔

"میرا ادیب انصاری سے اتنا شدید والہانہ تعلق نہ سہی انکی آواز ہزاروں میں پہچان سکتا ہوں۔ یہ میرے بابا کی آواز نہیں ہے۔ وہ کیسٹ جو مجھے منہاس نے دی یا تو وہ جھوٹی تھی یا میرے اعتبار کا کسی نے قتل کیا ہے"

اوزان اتنی جلدی یہ سچ بھانپ لے گا عدم کے اس ٹوٹی کیسٹ کے ٹکرے تھامے ہاتھ کپکپائے اور اس سے پہلے اوزان ٹیبل کے پار سے نکل کر سامنے آتا عدم نے وہیں ڈر کر بدکتے ناصرف رونا شروع کیا بلکہ فوری اپنی قمیص کی جیب سے اصلی کیسٹ نکال کر لرزتے ہاتھوں سے اوزان کی طرف بڑھائی۔

"م۔۔ معاف کر دیں سائیں، تنویر پاشا نے میرے بھائی ظافر کو اٹھوا لیا تھا۔۔ دھمکی دی تھی کہ یہ کیسٹ بدلوں۔۔۔ معاف کر دیں۔۔۔۔"

عدم کی حرکت اوزان کو زہر لگی پر وہ جو سسک کر رو پڑا اس پر اوزان نے کیسٹ اس سے لی اور بازو سے دبوچتے اسے جکڑا۔

"تم اعتبار کے لائق نہیں رہے عدم، کوئی بھی اٹھ کر تمہیں مجھے دھوکہ دینے کا کہے اور تم دے دو گے۔ تمہارا بھائی تو بازیاب ہو جائے گا لیکن اب تم میری نظر میں سرخرو نہیں رہے۔۔۔۔۔ جا سکتے ہو"

اوزان کے سخت، رگوں سے خون نچوڑتے الفاظ عدم پر قہر بن کر ٹوٹے۔

"ن۔۔ نہیں سائیں، میری جان لے لیں پر مجھے خود سے دور نہ کریں۔۔۔۔۔ اتنی بڑی سزا ن۔۔نہ دیں۔۔۔ معاف کر دیں"

وہ گرتا ہوا جیسے اوزان کے پیر پڑا، اوزان فوری نہ صرف پیچھے ہوا بلکہ کیسٹ اپنے بلیذر کی اندرونی جیب میں رکھے دونوں بازوں سے عدم کو زمین سے اٹھایا۔

"ٹھیک ہے ایک شرط پر، تنویر کو میرے چنگل میں پھنسانے کے لیے تمہیں اسکا آلہ کار بننا ہو گا۔ تم اس سے ملو گے، اسے ایسا ثابت کرو گے جیسے ایک کے بعد اب تم اوزان دایب کو کئی دھوکے دے سکتے ہو۔ سمجھ گئے؟"

پہلے تو عدم اسکی بات نہ سمجھا مگر جب اوزان نے معافی کی یہی اکلوتی شرط رکھی تو وہ آنکھوں کے آنسو رگڑتا مان گیا۔

"میں اسی نقلی کیسٹ والی سچائی پر یقین کروں گا اور یہ ایک پلین ہو گا۔ سمجھ گئے؟ تم اسے جا کر کہو گے کہ میں نے یقین کر لیا۔۔۔ وہ اس وقت زخمی بھیڑیا ہے، اوزان کے زرا سے خلاف جاتے ہر فرد کو اپنا خیر خواہ سمجھے گا۔ اب جاو اپنے بھائی کو آزاد کروا کر اسکا ساتھی بن جاو"

اوزان کی ہر بات سننے کے بعد عدم نے سر ہلایا اور نم ہوتی آنکھیں رگڑتا آفس سے نکل گیا جبکہ اوزان کے اندر ابھی بابا کو سننے کی سکت نہ تھی، بڑی مشکل سے اس نے ہمت جمع کی جو اس نقلی کیسٹ کی بکواس نے نگل لی۔

وہ گہرے سانس بھرے کرسی پر لڑھکا تبھی اسکے فون کی رنگ پر جب اوزان نے میز کی سطح پر رکھا فون اور اس پر زینیش اوزان دایب کی آتی کال دیکھی تو خفگی سے منہ بنا کر کال ریسو کی۔

"اوزان! اوزان آئی ایم سوری۔۔۔۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔۔۔ میں نے آپکو جتنا تنگ کیا، ج جتنا ستایا کان پکڑ کر سوری۔۔۔۔ مجھ سے سچے والا ناراض ہو گئے تو مر جاوں گی۔۔۔۔ پکا مر جاوں گی"

وہ ناشتے کے بعد پنار سے بات کرنے کے بعد بھی پر سکون نہ ہوئی تو کمرے میں آتے ہی اوزان کو کال کی جبکہ رو کر یہ لڑکی جان لینے پر بھی بخشی جا سکتی تھی۔

"اوزان میں ن۔۔نے آپکو پریشان کیا، آپکی بات نہیں م۔۔مانی۔۔ اللہ مجھ سے ناراض ہو گئے تو کیا ہو گا۔۔۔ وہ پھر میری کوئی دعا نہیں سنیں گے۔۔۔۔ پلیز بول دیں نہ ناراض نہیں ہوں۔۔۔۔"

اوزان کی خاموشی پر وہ کمرے میں ٹہلنا روکتی میٹرس پر گرتے بیٹھی، آنسوؤں سے آواز اور رخسار یں نم تھیں۔

"واپس آکر بات کرتا ہوں"

اوزان کے سپاٹ جواب پر زینو کا دل رکا۔

"تب تک سچ میں میری جان چلی جائے گی"

زینو نے سخت دکھ سے بتایا۔

"تم مجھے ستاتی بھی بہت جان لیوا ہو زینش، میں ایسا بار ہا تڑپنا چاہتا ہوں۔۔کون پاگل ایسی جلن سے محروم رہنا چاہتا ہے جسکا مرہم تم ہو۔ ریلکس رہو۔نہ تو اوزان داب تم سے خفا ہے نہ پریشان۔میں اور اللہ دونوں تم سے راضی ہیں"

اوزان کے جواب پر وہ سچ میں رو دی، اسکی ہچکیوں سسکیوں کی آواز پر اوزان الٹا اس آفت شے کی نازکیوں پر مسکرا دیا۔

"پکا۔۔نہ۔۔۔ کبھی مجھ سے وہ والا تو نہیں روٹھیں گے نہ جو اللہ پاک کو ناراض کرے۔۔وعدہ کریں مجھ سے"

زینیش اس سے بڑی غلط جگہ وعدہ مانگ رہی تھی، دور بھی اور او جھل بھی، یعنی ستم پر قہر۔

"وعدے میں فیس ٹو فیس کرنا پسند کرتا ہوں، شام کو یہیں سے کنٹنیو کریں گے۔فون پر ایسی باتیں بالکل اچھی بات نہیں۔اور تم سے میری عام سی بات بھی بہت خاص ہوتی ہے اور میں نہیں چاہتا ہماری عام سی بات بھی ہمارے علاوہ کوئی اور سنے۔۔۔۔رونا روک کر زرا آئی جان کے ساتھ سیلون جا کر حالت درست کرا و اپنی، نیو ہئیر کٹ لو، مینی پیڈی کر واو، اور انجوائے کرو،

لڑکیوں والے کام بھی کر لیا کرو شوہر والی ہو گئی ہو۔۔۔ سی یو ان دا ایوننگ"

اوزان کے مشوروں کے بنڈل پر زینو نے منہ بسورتے کال بند ہونے پر فون کی سکرین کو گھورتے جب اپنے ہاتھ دیکھے تو واقعی تھوڑے ڈرائے ہو رہے تھے، پھر جب اپنی کلائی دیکھی تو ویکس کے اثرات ختم ہو رہے تھے، فوری اٹھ کر جب آئینے کے روبرو آئی تو بھنویں بھی زرا شیپ سے نکلی تھیں، ویسے تو زینو کے فیشل ہیر زاسی کے فیئر رنگ کی بدولت سنہری تھے اور میک اوور سے وہ ویکس نہ بھی کی ہو تو چھپا لیتی تھی پر اوزان دایب کی گہری اور تیز نظروں سے ہلکی پھلکی بے ترتیبی بھی چھپ نہ سکتی تھی۔

"توبہ ہے یہ اوزان دایب میری ہر چیز پر کتنی توجہ دیتے ہیں، زینو تمہاری تو تھوڑی تھوڑی مونچھیں بھی نکلی ہوئیں ہیں اسی کا ڈھکے چھپے لفظوں میں کہا ہو گا۔۔۔ کوئی حال نہیں تمہارا۔۔۔ سیلون جانا ہی پڑے گا ورنہ اوزان مجھے کہیں مونچھوں اور بالوں والی سرکار ہی نہ کہنے لگیں"

شرارت سے ہنستی وہ کیوٹ سا شرماتی فورا سیلون کے لیے جانے کا موڈ بناتی آئی جان کے پاس جانے کو کمرے سے نکل گئی، اوزان کے کبھی ناراض نہ ہونے والے بخشے مان اب زینیو کو کبھی اداس تک ہونے نہ دے سکتے تھے، رونا تو بہت بعد کی بات تھی۔

..________________________..

دیان نے حسب ارادہ ہوسپٹل جا کر دو گھنٹے اپنے پیشنٹس کو دیے اور پھر واپس میشی کو یونی سے واپس گھر ڈراپ کرنے اسے لینے پہنچا، وائیٹ لیڈی لوز ٹی شرٹ پر ریڈ ونٹر لائنگ اپر کے ساتھ وائیٹ ٹائیٹ سلم فٹ پہنے، پیر لیڈیز لوفرز میں مقید کیے اپنا بیگ اور نوٹس لیے وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتی بلیک سٹالر سے سر ڈھکے پارکنگ تک آئی تو سیدھی دیان کی گاڑی کھولے اندر بیٹھی۔

"قسم سے دینو جتنی مجھے آپکی اور پنار آپا کی شادی کی خوشی ہے، بس چلے تو ان بکس کو آگ لگادوں۔ ویسے سنیں نہ آپ نے ساسوماں کو کونسی گیدر سنگھی سنگائی ہے؟"

میشی کے دلچسپ سوالوں کے بدلے دیان نے افسوس سے اٹی مسکراہٹ دی اور گاڑی سٹارٹ کی۔

"تجھ سے کیا چھپانا چمپینزی، ایک شرط پر مانی ہیں۔ کہ اگر پنار پر آنچ بھی آئی تو اسے مجھ سے چھین لیں گی"

دیان کے انکشاف پر میشی نے صدمے کے سنگ دیان کی جانب دیکھا پر پھر امید کے سہارے ڈوبا دل بحال ہوا۔

"مجھے پتا ہے آپ ایسا نہیں ہونے دیں گے، ایسے اداس نہ ہوں۔ اللہ نے ہم دو کو ساس بہت ہٹلر دی ہے کیا کر سکتے ہیں۔ ویسے دینو میں کیا کہہ رہی تھی جیسے محبوب آپکے قدموں میں کا تعویز ہوتا کیا ساس صاحبہ کو نرم کرنے

والا ایسا کوئی فار مولا نہیں۔۔۔ آپ ڈھونڈیں نہ کوئی بنگالی بابا۔ بہن بھائی مل کر جاتے ہیں اسکے پاس"

اس قدر سنجیدہ صورت حال میں میشی کی ایسی فکر و تشویش پر نا صرف دیان ہنسا بلکہ اسکو سر سے پکڑے جنجھوڑا کہ خود مشائم کی بتیسی پھیلی، اپنے بال خراب کرنے پر وہ دیان کو کھا جاتی نظر سے ضرور گھوری پر مصنوعی اور کیوٹ سا۔

"میں تمہیں بنگالی بابوں کا مینجر لگتا ہوں۔۔ بونگی کہیں کی۔ میرا بچہ اچھی اور پیاری ساس پانے کے لیے اچھے کام کرنے ضروری ہیں جو نہ تم نے پوری زندگی کیے نہ میں نے۔ ہمارے گناہوں کی سزا تو ملنی ہی تھی"

دیان کے ایسے فتنہ خیز جواب پر مشائم نے دہل کر منہ بسورا۔

"آپ نے کیے ہوں گے گناہ بچو، فلرٹ کر کر۔ اور مجھے تنگ کر کے، اپنے اس اینڈ ھنی منہ سے آگ نکال نکال کر۔۔۔ میں تو بہت معصوم ہوں۔۔۔ وظیفہ کرتی ہوں کوئی ساس کا دل پگھلانے کا"

مشائم کے نیک ارادوں پر وہ مینسا بے اختیار بے دم ہو تا ہنسا، ابھی سے اس نے میشی کو بنگن مائی کے روپ میں امیجن تک کر لیا۔

"ہاہا عنقریب تم وظیفے والی مائی بننے والی ہو یعنی، اچھا بزنس ہے۔ بندہ تمہارا گھر ہو گا نہیں تو تم مزے سے یہ کاروبار کرنا۔ بعد میں مل کر پارٹنر شپ کر لیں گے"

دیان کی چونچلی ایڈوائس پر دونوں ایک ساہنس پڑے۔

لنچ دونوں نے اسی مزید ار گپ شپ ماحول میں کیا تو دیان نے پھر اسے ایک بجے تک واپس اسکے گھر ڈراپ کیا اور باہر سے ہی واپس ہوسپٹل روانہ ہو گیا۔

میشی واپس آئی تو پورا گھر خاموشی میں ڈوبا تھا، کچن سے آواز آرہی تھی اور تبھی میشی نے دبے پیر قدم بڑھائے تو عائشہ سیال، ملازمہ کے ہمراہ لنچ بنوا رہی تھیں۔

"اسے یہ سوپ بہت پسند ہے، جاو مجھے بادام اور کاجو لا کر دو"

میشی کچن کے دروازے کے عقب میں ہی چھپ گئی، دل تو بہت چاہا وہ ساس صاحبہ کی جا کر مدد کرے مگر پھر پچھلی بار والی انسلٹ یاد آنے پر مشائم نے اپنا ارادہ ترک کیا اور وہیں سے بوجھل دل اور مرجھائے چہرے کے سنگ سٹالر سر سے اتارے بالوں کو سیٹ کرتی کندھے پر اداسے لہراتی کمرے کی طرف بڑھی۔

پنار شاید ہوسپٹل تھی جبکہ جواد سیال بھی اپنے سیاسی امور نبھانے میں مصروف تھے۔

مشائم نے کمرے کا ڈور اوپن کیا اور بمشکل جمائی لیتی بیگ اور بکس سٹنگ ایریا کی طرف بنے گلاس میز پر رکھے بیڈ کی طرف آئی مگر میٹرس کی چادر پر رکھے ریڈ روز کو دیکھ کر مشائم کی نیند بھک سے اڑی، پھر کمرے کی معطر فضا میں گھلی الممان سیال کی خوشبو نے اسکے دل کو ان قدموں کی آہٹیں سنائیں۔

ہاتھ جھکا کر وہ پھول میٹرس سے اٹھائے مشائم نے جذب سے سونگا۔

"سو بیوٹی فل پر یہ کہاں سے آیا ہو گا"

مشائم اس پھول کی مسٹری ہی مدہوش ہوئے سوچ رہی تھی جب الممان نے بنا آہٹ کیے واش روم سے نکلتے قریب آتے اسکے عقب سے بازووں کو اطراف لے جا کر لپیٹے باندھتے ہی مشائم کی شدت سے گال چومی، حیرت کی جگہ مشائم کی آنکھوں میں اس لمس پر نا صرف نمی اتری بلکہ وہ فوری اس جان لیوا احصار میں خوشی کی زیادتی آنکھوں میں بھرے پلٹی، الممان کو دیکھ کر وہ بے اختیار روتے ہنسی جو اس سرپرائز پر اس لڑکی کا کچھ ایسا ہی ہونق

ردعمل سوچے ہوئے تھا۔ براون پینٹ پر بلیک ہائی نیک پہنے اپنے تمام تر زخم چھپائے ہوئے بھی ماتھے کا بینڈ تیج نہ چھپا سکا تبھی میشی نے بے اختیار اسکا چہرہ چھوتے گال چومی اور پھر ہاتھ بڑھا کر اسکے زخمی ماتھے کو چھوا۔

"آپ نے مجھے واپس آکر سرپرائز دیا پر یہ زخم کیسا ہے، آپ ٹھیک ہیں المان؟"

میشی کی فکر پر المان نے کچھ نہ کہا بس جو دو تین دن سے سکون غائب تھا مشائم کو گلے لگا کر اپنے جسم و جان میں اتارا کہ وہ خود اسکے گلے لگتے اس مختصر جدائی کا ہر درد بھلا کر اسے گرد ہاتھ باندھ گئی، انگ انگ میں اترتے سکون نے دونوں کے تاب دل میں راحت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیری۔۔

"مشن کے بیچ تھوڑی اونچ نیچ ہوئی، ڈونٹ وری آئی ایم فائن۔"

گردن اور بازو میں خفیف سی تکلیف اٹھی پر میشی کے سبب سب پر مرہم لگا۔

"پکانہ،"

وہ اسے بھرپور زور لگاکر پکڑتی روبرو لائی، پتا نہیں کیوں پر میشی کو اسکی خوبصورت گرے آنکھیں بوجھل سی لگیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مشائم المان؟"

المان نے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹے قریب کیا تو اسکے لہجے کی بے خودی پر میشی کی پریشانی نے شرم وخوف کی جگہ لی، اسے ابھی بھی یقین نہ آیا کہ المان اسکے پاس ہے، اسکو محسوس کرنے کو وہ اسکی خوشبو ان ہیل کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے لگتا ہے آپکو میشی کی کمی ہو گئی ہے"

اپنی گال المان کی گال سے رگڑے وہ اسکی گردن میں چہرہ گھسیڑتی جو بولی، المان سیال کے ہونٹوں پر الفت خیز تبسم جاگا۔

اسکی گردن کو چومتا وہ گال کی نرماہٹ محسوس کیے گال سے گال رب کرتا زرا پیچھے سرکا کر چہروں میں زرا فاصلہ سمیٹ لایا، مشائم کی پلکیں جھکی تھیں اور جب اٹھیں تو دونوں کے دل دھڑکے، دھیرے سے وہ اسکے قریب ہوا اور پرزور ہجر کی تلافی سانسوں کے سنگم کے سپرد کی، نشاط اس لڑکی میں مدہوش ہوئے اتارا۔

" آگیا ہوں ہر کمی کا ازالہ ہو گا، بتاو کیوں روئے جا رہی تھی اور مجھے تکلیف دی"

اس قدر الماں کے محبت سے چھونے پر بھی میشی کی پلکیں آنسووں سے بھیگیں۔

"م۔۔ مس کر رہی تھی، میرے پاس سر رکھنے کو آپکا کندھا نہ تھا۔ الماں آپ مجھے ڈاون لگ رہے ہیں؟ کیا مشن بہت مشکل تھا"

وہ اسکی محبت کے عملی اظہار میں نرمی کی عادی نہ تھی تبھی المان کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے تڑپ کر پوچھا۔

"تم سے دور رہنا مشکل تھا، فلائیٹ نے تھکا دیا ہے۔ڈونٹ وری۔ کچھ دیر سونا چاہتا ہوں"

اس بار المان نے اسکی دونوں مرمریں ہتھیلوں کو پکڑ کر جذب سے باری باری چوما۔

"تو پھر آجائیں، کچھ دیر سو لیں۔۔۔۔مجھے نہ آپکے پیار میں نرمی چاہیے، نہ کمی"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے بیڈ تک لائی اور پکڑ کر بیٹھایا مگر اس سے پہلے وہ جاتی، المان نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا اور تکیوں پر لیٹے ہی میشی کو بھی خود پر جھکایا، یہ والا المان سیال پہلے سے دگنی جان رگوں سے چھین رہا تھا۔

"میرے پاس رہو گی تو ہی آرام آئے گا"

مشائم نے اسکے تقاضے کے بدلے فراغ دلی سے المان کو اپنی موجودگی، توجہ اور پیار سونپا کہ اب قرار اس سے دور رہا ہی نہ تھا۔

..________________________..

عدم نے اوزان کی آجکی دو آپائنٹمنٹس بھی تنویر پاشا کے دھمکانے اور الجھانے پر کینسل نہ کیں جسکے سبب اسے شام تک فارم ہاوس رکنا پڑا جبکہ چار تک وہ واپسی کے لیے گامزن ہوا۔

پہلے جناب مال کی جانب رخ کرنے والے تھے، اپنے لیے وہ بہت ٹائم بعد بلیک کے ساتھ کچھ یونیک لینے کا سوچ رہا تھا اور تبھی اسے بلیک بٹن آپ شرٹ اور ہم رنگی سلم فٹ پینٹ کے ہمراہ بوسن بیری بلیذر دیکھائی دیا، زینو کے بلڈی ریڈ ڈریس کے ساتھ بلیک کے ہمراہ Boysen berry بلیذر اوزان کو پرفیکٹ لگا، سنہری کمیلئین آنکھیں اس کمبینیشن پر مسکرا دیں۔

وہاں سے اپنی شاپنگ مکمل کیے وہ لیڈیز بوتیک پہنچا، کافی سارے ماڈرن، ویسٹرن اور ہیوی جوڑے آنکھوں کے روبرو سجے تھے پر اسے زینو کی ناز کی کا دھیان رکھتے کچھ لینا تھا، ایسا جسے محترمہ پر اعتمادی اور آسانی سے کیری کر سکیں، آج تک اوزان نے اپنے سوا کسی کی شاپنگ نہ کی اور اب وہ زینو کے لیے ہر وہ کام کرنا چاہتا تھا جسکی اس میں خواہش نمودار ہو رہی تھی۔

اور اسی کھوج میں اوزان کی نظر بلڈی ریڈ، ہائی والیوم کی اینکل لینتھ خوبصورت ڈریس پر گئی جسکی بلون سلیوز نے اوزان کی توجہ زیادہ کھینچی، پھر اس ڈریس کی ویسٹ لائن پر خوبصورت بلیک چین بلیٹ تھا، گلا بوٹ شیپ اور نیک لائن بلیک بیڈس (موتیوں) سے بنی تھی، فیبرک نیٹ کے اندر سلک کی خوبصورت فنشنگ تھی، اور پورے ڈریس پر جگہ جگہ بلیک شائنی رائم سٹون لگے تھے۔

دوپٹہ بھی لوز نیٹ کا تھا اور ریڈ ہی تھا جبکہ ساتھ لائنگ ٹراوز تھا جس نے یقینا اتنے والیوم والے پیروں تک آتے ڈریس کے سبب دیکھائی نہیں دینا تھا۔

"پرفیکٹ"

اوزان نے اس جوڑے کی ستائش پر مسکرا کر خود کلامی کی اور بوتیک اونر نے پیشہ وارنہ مسکراتے انداز میں اوزان کے لیے جوڑا بہت خوبصورت باکس میں پیک کیا۔

پیمنٹ کیے وہ اس کے ساتھ سجتی ہائی ہیلز خریدنا نہ بھولا جبکہ بلیک رائم سٹون ائیر رنگز جیولیری جو اس حسینہ پر آج خود فدا ہوتے، پھر گولڈ ڈائمنڈ جیولری شاپ پر گیا وہاں سے دلہا دلہن کے ساتھ آئی جان کے لیے بھی مناسب اور یونیک جیولری بائے کی۔

اوزان مال سے اپنے بارعب و پرسحر انداز میں ایک ہاتھ میں فون جبکہ دوسرے میں شاپنگ بیگز تھامے باہر نکلا، تو نظر قریب ہی موجود پھولوں کی شاپ پر سجتے سفید گلابوں کے چھوٹے سے بکے پر گئی تو تمام شاپنگ بیگز

گاڑی کی پچھلی طرف کھول کر رکھے وہ بے ارادہ ہی فلاور شاپ کی جانب بڑھا۔

وہ سفید پھول جہاں بھی ہوتے اوزان کو مائل کرتے پھر اس جیسی زینیش پانے کے بعد سے اوزان میں فطرت کی چاہت بڑھ گئ تھی۔

زینیش جانتی تھی وہ اوزان کے لیے بہت قیمتی ہو چکی ہے پر اتنی قیمتی تھی کہ ابھی اسکا ادراک زینو کو ہر گز نہ تھا۔

اوزان نے اسکے بعد واپسی کا رخ کیا، اپنی بیرڈ کی ٹریمنگ اور یہ پرسنل کام وہ خود ہی کرتا اور اٹھتے ہی اپنی زرا بڑی ہوتی داڑھی کو سیٹ کر لیا، جبکہ بال اسکے بالکل پرفیکٹ تھے۔

اوزان آدھے پونے گھنٹے تک حویلی پہنچا، اپنے اور زینو کی شاپنگ اندر آتے ہی سعدیہ کے سپرد کی تاکہ روم میں پہنچا دے خود وہ ہونٹوں پر نرم مگر زرا سی شرارت بھری مسکراہٹ سجاتا حسیب کی کال سننے پورچ سے سیدھا لان

میں ہی چلا آیا، موسم خوبصورت تھا، آدھی ادھوری ملگجی سی دھوپ بھی تھی اور آسمان کالے سفید بادلوں سے اٹا تھا، ہوا کے سرد و گرم جھونکوں نے موسم کو ہر خاص و عام کے لیے پسندیدہ کر رکھا تھا۔

"ہاں نمونے، بتا کیسی تیاری ہے ولیمے کی، کیا کر رہا ہے؟"

اوزان نے کال لگتے ہی شوخ ہوتے جولیٹ اور رومیو کو سوئمنگ پول کے آس پاس پھڑ پھڑا کر منڈیر تک جا بیٹھتے دیکھ کر پوچھا جو محترم آج ہیئر ڈریسر کے ہتھے چڑھے منہ کی عجیب و غریب شکلیں بنا رہے تھے۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ حسیب بہت خوبرو تھا مگر کبھی خود کو اتنی توجہ نہیں دیتا تھا، لیکن آج اماں سائیں نے سختی سے حالت سنوار کر دلہا بننے کی تالید کی تو محترم کچھ گھنٹے صرف خود کو دینے پر مجبور ہو گئے۔

"یار ہیئر ڈریسر کے ہتھے چڑھا دیا اماں سائیں نے، وارننگ دی ہے کہ خبردار میں نے جنگلی بوجا بن کر حویلی میں قدم بھی رکھا۔ بس اپنے قیمتی بال کٹوا رہا ہوں اور کیا"

حسیب کے دکھی روداد بھرے جواب پر اوزان ہنس دیا۔

"ٹھیک کیا ہے صائمہ آنٹی نے، کم از کم اپنے ولیمے پر تو انسان دیکھائی دے۔ خیر حویلی کی سجاوٹ چاچو نے دن کو ہی جا کر اپنی نگرانی میں کروادی تھی۔ ہوپ سو تجھے پسند آئی ہو گی ناکام عاشق صاحب کی کوشش۔۔۔ مجھے تو ڈر ہی تھا اپنے دل کی طرح خانزادہ حویلی میں مرجھائے پھول ہی نہ لگوادیں"

اوزان کی شرارت خیز بات پر حسیب کھل کر ہنسا، حویلی وہ گیا تھا اور سجاوٹ بھی دیکھی بس اماں سائیں، بہارے اور اس کے بیچ ولن سی بنی تھیں کیونکہ ان ڈائریکٹلی یہی تو چکنے چھتر تھے جو بچارے کو اپنی بیوی کے دیدار سے محروم کر کے اماں سائیں نے لگائے۔

"نا کر ویرے، اتنی خوبصورت حویلی سجی ہے کہ سوچ ہے تیری۔ تھوڑا رومانس حویلی سے بھی بنتا ہے آج۔ پر آپن تو اپنی ووٹی کے دیدار کے لیے اتاولا ہو رہا۔۔۔اف آج۔۔۔۔"

حسیب کے بے قابو جذبات تب تھمے جب ہیر ڈریسر کی بے قابو بتیسی حسیب نے دیکھی جو اسکے اوٹ آف کنٹرول ہوتے جذبات پر کان دھرے ہوئے تھے، لمحے میں حسیب نے اس بتیسی پھیلا کر کام کرتے آدمی کو سرد نظروں سے لتاڑا، خود اوزان اسے یکدم چپ ہونے پر خفیف سا متفکر ہوا۔

"شرم نہیں آتی تجھے نائی کے بچے، میری ٹوچ پرسنل باتیں سن رہا ہے"

حسیب کے اس بال کاٹنے والے سے لڑ پڑنے پر اوزان اس نمونے پر سر ہلاتے مسکرا دیا گویا حسیب جیسا نمونہ دنیا میں دوسرا تھا ہی نہیں۔

"سر نائی تو نہ کہیں یار، ہئیر ڈریسر ہوں۔ اور آپ اعلان کریں گے تو آپن تو سنے گا ہی"

وہ لڑکا ایسی عزت پر بلبلایا جس پر حسیب بھی دبا دبا مسکراتا نظر آیا۔

"ہنہ۔۔ آیا وڈا ہئیر ڈریسر۔ کاٹ تو بال ہی رہا ہے نہ۔۔۔۔ خیر ویرے یہاں شریکوں نے کام لگا رکھے میں تجھ سے ادھر سے فری ہو کر بات کرتا۔۔۔۔تے سن چھتی نال پہنچ حویلی۔۔۔۔۔۔"

حسیب کی حرکتیں کبھی نہیں بدل سکتی تھیں جسکا اوزان کو یقین تھا جبکہ اوکے کہے اوزان نے مسکرا کر قدم خود بھی حویلی کی اندرونی جانب بڑھائے۔

سعدیہ نے آئی جان کا گفٹ اور دلہا دلہن والا گفٹ ایزل مریم کے کمرے میں پہنچایا اور باقی تمام شاپنگ بیگز اور وائٹ پھولوں کا بکے مسکراتی ہوئی سیڑھیاں چڑھے اوزان کے ماسٹر بیڈ روم کی طرف لیے بڑھی، روم کھولا تو زینو جو اپنے بال کرل کر رہی تھی، خوشگوار حیرت سے پلٹی جب سعدیہ آپا نے تمام شاپنگ بیگز میٹرس پر رکھے وائیٹ روز بکے لا کر زینو کو دیا۔

"یہ سب اوزان بھائی لائے اور یہ آپکے لیے"

سعدیہ سے وہ خوبصورت بکے لیے وہ کر لر وہیں ڈریسنگ پر رکھے کھلھلائی تو سعدیہ نے مسکراتی آنکھوں سے ہنستی ہوئی نکھری زینو کا صدقہ اتارا اور روم کے دروازے سے انٹر ہوتے اوزان کو دیکھے فوراً سے مسکرا کر پرائیویسی دیے کمرے سے نکلی جبکہ زینو نے بکے وہیں رکھا اور کمرے میں انٹر ہوتے اوزان کو دیکھتے ہی جیسے دوڑ کر اس سے لپٹی، ایک کے بعد ایک ایسی پیش رفت سے اوزان کا دل دہلا گئی، اسکے قریب آنے میں اوزان کو ہمیشہ اک راحت محسوس ہوتی لیکن آج کا دن خاص تھا، وہ محبت بھری پہل کرتے ہی محبت سے بھر چکی تھی۔

پورے کمرے میں دونوں کی منفرد خوشبوؤں اور نزدیکی نے ایسا فسوں برپا کیا جو صرف محسوس کرنے میں ہی بہت منفرد و نایاب تھا۔

"میرے ہنڈسم آئی ایم سوری آ گین"

سینے لگی وہ اپنی مسحور کن خوشبو سے اوزان کی رہی سہی خفگی بھی دور کر چکی تھی تبھی تو اسکے نرم حصار میں فوری سختی آئی تو زینو نے گھبرا کر چہرہ اسکے سینے سے نکال کر دور کیے آنکھیں اٹھا کر اوزان پر ڈالیں۔

سیلون سے وہ جو جو مناسب لگا سب کروا آئی تھی تبھی اتنی نیٹ کلئین حسینہ، کمپلئین صاحب کا مزید دل کو بہکا گئی، اوپر سے اسکے کھلے بالوں سے اٹھتی مہک الگ ہی سرور بخش رہی تھی۔

"ایسے سوری کرو گی تو، کچھ ایسا کر دوں گا کہ میرا سوری ڈیو ہو جائے گا۔
بالوں کو کھول کر تو تم نے میری بالکل ہی جان لے لی"

اوزان کے محبت بھرے بہکے جواب پر زینو کو تسلی ملی کہ وہ واقعی ناراض نہیں تبھی اسکے استحاق بھرے وارن کرنے نے زینو کی پلکیں حیا سے آنکھوں پر لرزا سی دیں۔

"مجھے سچ میں لگا تھا آپ کو ناراض کر دیا، ادھر آئیں بیٹھیں"

صبح کی پہل کا اثر تھا کہ وہ پر اعتماد سی اس سے دور ہوئی اور اوزان کے دونوں ہاتھ پکڑے میٹرس پر بیٹھایا جبکہ خود اپنی دونوں ہتھیلوں کو اوزان کے چہرے سے جوڑا اور پاس آکر کھڑی ہوئی، اسکا اوزان کو یوں ساری توجہ دینا حسین تھا۔

"اگر میں آپکی اب کوئی خواہش ٹالوں نہ تو آپ مجھے زور کا تھپڑ مار لینا، میرے بال کھینچ لینا۔ آئی نو جب میں آپکو تنگ کروں گی تو آپکا دل کسی کو پیٹنے کا چاہے گا۔ آپکی ناراضگی، آپکا غصہ سب پیارا ہے مجھے۔۔۔ لیکن مجھ سے جتنا ہوسکے گا میں کروں گی اوزان۔۔ آئی پرامس لیکن مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے"

وہ جس طرح فکر میں گھلی ہوئی سانس تک نہ لے پاتی بولی، اوزان ہنس کر اسے پکڑ کر ساتھ ہی میٹرس پر بیٹھائے اتنی ہلکان روح نشین کے گرد بازو لپیٹے جیسے اسکی جبین چوم گیا وہ راحت سے مسکاتی آنکھیں موند کر اسکے سینے میں سمٹی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا زینش، یہ اختیار مجھے دیا ہی نہیں گیا۔ سو ریلکس ہو جاو۔ میرے پیچھے کیوں پاگل ہوئے جا رہی ہو اور مجھے بھی بے وقت کر رہی ہو"

اسے زرا روبرو کرتا اسکی ٹھوڑی تھامے چہرہ اوپر کیے اسکی ناک سے ناک رب کیے یہ اعتراف کر کے وہ زینش کو دنیا کی سب سے بڑی راحت دے رہا تھا۔

"یس۔ میں آپکے لیے پاگل ہی تو ہو گئی ہوں۔ اوزان آپ ہر لمحہ بہت پیارے ہو رہے ہیں۔ صبح کے بعد تو آپکو بھی یقین آ گیا نہ کہ میں آپ سے آپ جیسا پیار کرتی ہوں۔۔۔ آپ خوش ہیں نہ اوزان؟"

یہ سب کہتے وہ ہچکچائی، کہاں آسان تھا اپنے کارنامے کا ذکر تک زبان پر لانا اور اوزان سے اس لمحہ نظر ملا پانا۔

"صبح تو تم نے قہر ڈھایا تھا لڑکی، ذکر بھی مت کروابھی۔ خوشی تو بہت عام لفظ ہے، اور عام لفظ تم سے منسوب ہوں یہ تمہارے وقار کے سنگ زیب نہیں دیتا"

اس بار وہ سچ میں آنکھوں کو نم ہونے سے روک نہ سکی، دل چاہا اس پہاڑ کو اٹھا کر دل میں فٹ کر لے، اسے گھول کر پی جائے، اس پاکیزہ سے شخص کی ساری خوشبوئیں اپنی ملکیت بنالے۔

"اوزان۔۔"

وہ اسکے اسقدر عزت بخشنے پر روہانسی ہوتی اسکے وجود میں لاڈ و چاہ کے سمگ سمٹی، اس شخص کی باہوں کا ہالہ زینو کو بہت آرام دیتا تھا۔

"ڈریس دیکھو اپنا، مجھ پر ابھی جادو مت کرو لڑکی۔ ورنہ میں لمحہ لگاتے دنیا بھول جاوں گا"

وہ اسکے نرم گرم لمس سے اس غیر مناسب وقت جب انکو ایک شاندار تقریب اٹینڈ کرنی تھی، گریز برتے اس سے دور ہوا تو وہ بھی اوزان کی بے چینی پر مسرور سا ہوئے اس سے شرماتی زرا دور ہوئی۔

اٹھ کر شاپنگ بیگز کھولنے شروع کیے اور ہر لمحہ وہ اوزان کی خریدی ہر چیز کی محبت میں گرفتار ہوتی گئی۔

سب اس قدر خوبصورت تھا کہ وہ کچھ کہنے کو لفظ بھی ذہن میں باقی موجود نہ پا سکی اور بس اوزان کے اٹھ کھڑا ہوتے اسکے سینے لگی، بازو اسکے پہاڑ وجود کے گرد لپیٹے جبکہ جانتا تھا وہ خواب جیسی لڑکی اتنی چاہت پر لاجواب ہو گئی ہے تو بنا کچھ کہے بس اسے اپنے گلے تب تک لگائے رکھنے کا فیصلہ کیا جب تک وہ چاہتی یا خواہش کرتی۔

..________________________..

"تم کب جاگی؟"

المان کی آنکھ شام پانچ تک کھلی اور اسکے اور میشی کے سو جانے کے سبب کسی نے ڈسٹرب بھی نہ کیا تبھی جب المان کی نیند ٹوٹی تو فرصت سے خود کو تکتی مشائم کی نظریں دل کا شوق بڑھاتی، جذبات میں ہلچل لائیں، نیند کا خمار اپنی گہری آنکھوں میں بسائے وہ اسکو ہر پل مائل کر رہا تھا۔

"جب آپ میشی کی بدولت اپنی نیندیں پوری کر رہے تھے، المان آپکی گردن زخمی ہے، آپکی کلائی پر بینڈیج ہے۔ اتنے سارے زخم کیسے لگے، آپ پوری دنیا سے خود کو چھپا سکتے ہیں لیکن مجھ سے نہیں"

المان کو زرا اندازہ نہ تھا وہ اسے چھپائے ہر زخم کو جان چکی ہے تبھی تو اسکی ہتھیلی پکڑ کر شدت جذبات سے اپنے ہونٹوں سے چومی پر میشی کی دھڑکنیں تو اسکی شکستہ حالت پر تھمی تھیں۔

"جو پروفیشن میں نے چنا ہے میشی وہ ایسے زخم تو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ دے جاتا ہے، مجھے بالکل اندازہ نہ تھا کہ مجھ سے جڑنے کے بعد تم اتنا رو گی،

پتا ہوتا کہ میری جدائی تمہاری جان پر بنے گی تو شاید میں اس رشتے کو کسی مناسب جگہ روک دیتا۔ زندگی میں پہلی بار الماان سیال مرنے سے ڈرا صرف تمہاری وجہ سے"

الماان کی افسردگی کی اصل وجہ سنے وہ اسکی بازو پر سر رکھے اسکے مہکتے سینے میں جذب ہوئی کہ دور قرار آنا ممکن نہ رہا ہو جیسے۔

"یعنی میشی آپکی کمزوری بن گئی؟"

وہ روئی نہیں تھی پر لہجہ بھیگا۔

"مجھے میری جان سے کہیں درجے پیاری ہو گئی ہو تم، اب میں اپنی تنہائی یا تکلیف سے نہیں بلکہ تمہارے دکھوں سے ڈرنے لگا ہوں"

وہ اسکے اعتراف پر چہرہ روبرو لائی، الماان کے چہرے کے ہر ہر نقش کو استحقاق بھری نگاہوں سے چھوا، وہ اتنا پیارا تھا کہ اسکی فقط موجودگی ہی مشائم کے لیے اس پوری دنیا کی راحتوں سے افضل تھی۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں اپنی بساط سے بڑھ کر بہادر ہو جاؤں ؟"

میکانکی طور پر میشی نے اپنے ملائم ہاتھ کی انگلیوں کی پوریں المان کے رخسار، لبوں، ٹھوڑی سے چھوئے دکھ سے پوچھا۔

"نہیں، تم کیپٹن المان سیال کی وائف کی طرح مضبوط ہو جاو، تمہارے لیے میری ہر آتی جاتی سانس قربان ہے۔ جو راحت، محبت اور مان مجھے اس چھوٹی سی پاگل نے بخشا بھلا وہ مجھے اور کہیں سے کہاں ملتا۔ جب کوئی اس قدر پیارا ہو جائے تو ڈر بھی بڑھتے ہیں۔ اسے کھو دینے کہ پر کچھ بھی ہو جائے المان اس دنیا میں اب سب سے زیادہ محبت تم سے کرتا ہے"

اک اک حرف سننے، ہونٹوں سے چھو کر مزید مقدس کرنے کے لائق تھا، وہ خود نہیں جانتی تھی یہ سب سن لینے کی ہمت و بہادری کہاں سے لے آئی ہے۔

اسکے مہکتے حصار کی جان پرور حدت ہو یا نرم بوسوں کی حق دار پوچھاڑ، جبین پر رکھی عافیت بھری مہر ہو یا پورے جسم پر طاری ہوتا المان کے چھونے پر پھیلتا سرور خمار، سب نظر لگ جانے کی حد تک حسین تھا۔

"میشی کی بھی آپ دنیا ہیں، اوکے آئی پرامسس اب اگر آپ گئے تو میشی زرا نہیں روئے گی۔ اب آپ پہلے جیسے ہو جائیں پلیز، میشی نے آپکو بہت مس کیا"

وہ اسکے فوری مان جانے پر نا صرف مسکرایا بلکہ نرم سے اس راحت بڑھاتے جہاں کو ہر ہر وہ شدت بخشی جسکی طلب گار تھی، وہ اسکے ساتھ ہنسی، کھلھلائی تو تب جا کر المان کی رکی سانس بحال ہوئی۔

وہ اٹھا اور فریش ہونے بڑھا جبکہ مشائم لیٹے لیٹے مسکاتی ہوئی وہیں تکیہ دبوچتے کروٹ بدل گئی، حواس سلامت کہاں رہے تھے، دل و جان میں میٹھی میٹھی خماری و بے خودی نے مشائم کے چہرے پر گلال بکھیر دیے۔

..________________________..

"چشم بد دور! اللہ نے سارا حسن ہی میری بچی کو بخش دیا۔ اتنی سوہنی لگ رہی کہ وہ کھوتا دیکھتے ہی سلپ ہو جائے گا۔ ماشاء اللہ"

پالر والی گھر ہی بہارے کو ولیمے کے فنکشن کے لیے تیار کرنے آئی، ساری زندگی سیلون جا کر نخروں کے سنگ سجنے والی بہارے، آج سادہ سی ہو کر بھی حسیب خانزادہ کی دھڑکنوں کو زیر کرنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

بہارے شرمگیں سا مسکرائی لیکن پھر دفعتاً اسکی آنکھیں گیلی ہوئیں۔

"رو کیوں رہی ہے پتری، ان بے فیضوں کے لیے جنھوں نے بس تجھے پیدا کر کے لاوارث پھینک دیا۔ اب تیرا خاندان یہ ہے، تیری پہچان حسیب سے ہے۔ نا میرا سوہنا پتر ورے دن روتے نہیں ہیں۔"

صائمہ آنٹی کی محبت کے آگے وہ کھل کر رو بھی نہ سکی، وہ عنابی رنگ کے فرش بوس میکسی میں بہت پیاری لگ رہی تھی، دلہنا پے پر اسکے سہاگن ہونے کا روپ اور دہک رہا تھا۔

صائمہ نے اسے پکڑ کر اٹھایا اور ہتھیلوں میں بہار کا چہرہ بھرے آسودگی سے جب اسکی پیشانی چومی تو اس لڑکی کے بلکتے سسکتے دل کو قرار سا ملا۔

"اماں سائیں؟"

اس سے پہلے دلہا راجہ بلیک ٹیکسیڈو میں جلوے بکھرتے اماں سے لاڈ وصولنے آتے، حسیب کے قدم تو دروازے میں ہی بہارے کو دیکھ کر تھمے، اس قدر حسین کہ وہ حسن کا تیکھا روپ نشین بھی جھرجھری لے بیٹھا، جبکہ صائمہ خانزادہ نے دونوں کی آنکھوں کا بے باک ملنا جب دیکھا تو آسیہ کے ہمراہ پارلر والی کو اشارہ کرتیں انکے نکلتے اپنے مدہوش سپوت تک پہنچیں اور

گال پر اتنے پیار سے چانٹا مارا کہ بے اختیار خود انکی بھی ہنسی نکلی اور بہارے کی بھی جس پر آج واقعی نکھار آیا ہوا تھا۔

"اگر ابھی تو نے میری بہو کو پریشان کیا تو چکنے چھتر پڑیں گے وہ بھی ساری برادری کے سامنے۔۔۔۔۔"

اماں کا پیار سے چانٹے والی گال کو چوم کر جانا حسیب کو حسین سی مسکراہٹ بخش گیا جبکہ وہ وارفتگی سے بہارے کو تکتا نا صرف اس تک پہنچا بلکہ یوں رشک سے سانس کھینچی جیسے اس لمحے کی نا جانے کتنی حسرت کا شکار رہا تھا۔

بہار کی آنکھوں کے گوشے اسے دیکھتے ہی نم ہوئے تو حسیب نے فوری اسے محصور کن حصار میں بھرتے باری باری جھک کر وہ خوبصورت آنکھیں ہونٹوں کے بہت نازک لمس سے معطر کیں۔

"تمہیں یوں اپنے لیے سجا دیکھنا میری اولین خواہشوں میں شمار تھا،

بہارے۔ بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ میری بن کر، میری محبت نے جیسے

تمہاری زندگی پر لگا گرہن ہٹایا، تڑپا گئی مجھے خود میری محبت۔ تمہارے قریب آیا وہ تو دنیاوی اور جسمانی سکون کی بات تھی لیکن تم جانتی ہو صرف تمہیں دیکھ کر میرے اندر کتنا اضافی سکون اترتا ہے۔اس قدر کے اس کیفیت کو بیان کرتی اصلاحات بے کار ہو جائیں"

حسیب کے اظہار میں بھی جان نکال لیتی کشش تھی، وہ اس قدر خوبصورت تھا کہ وہ سمجھ نہ پاتی اسکی صورت کی محبت کا شکار ہو یا سیرت کی۔

"یہ ہمارے رشتے کی اک نئی شروعات ہو گی، تمہیں مسرور کرنے کی۔ کبھی گر پڑو تو یقین رکھنا حسیب خانزادہ کا یہ ہاتھ تمہیں ہمیشہ تھامے رکھے گا۔بس کبھی واپس اس اندھیرے میں جانے کا مت سوچنا، کیونکہ تم اندھیرا ہوئی تو حسیب خانزادہ بھی رات ہو جائے گا"

مزید وہ اسے کچھ کہنے نہ دے سکی، وہ ایسی باتیں کر کے دھڑکنوں کے وصل اور دلوں کی کشش کو ضروری کر گیا، اسکے وجود میں اترتی حسیب خانزادہ کی

سفید روشنی بہت خاص تھی، وہ اپنے اندھیرے میں جینے کے باوجود سفید تھا، اسے عبادت کے لیے نہیں شاید ریاضت کے لیے چنا گیا تھا، اپنے دل کو ایک مرکز پر رکھنا بھی تو ریاضت تھی جس میں وہ سرخرو ہو گیا تھا۔

دھیرے سے وہ اسکو آزاد کیے دور ہوا، اسکی ماتھا پٹی سے سجی خوبصورت جبین یوں چومی کہ اسکی حرارت بہارے کو جلد کی تہوں میں اترتی محسوس ہوئی، بے اختیار بہارے نے اپنے رخسار سے جڑا حسیب کا ہاتھ جکڑے اسکی ہتھیلی چومی، اسکی آنکھوں میں محبتوں کی شدت درج تھی

"آئی لو و یو سو مچ"

اس لڑکی کے اس اعتراف کے بعد تو حسیب کو ساری دنیا بھولنی تھی پر ظالم نے کیا ہے ایسے وقت پر جب دامن کے ہاتھ جبراً سہی عملی اور پر زور ستائش سے خالی تھے۔

جبکہ دونوں آفت خیز سے دل کی بات سمجھ کر جیسے جبین سے جبین جوڑے ہنسے وہ منظروں کو پاگل، شیدائی اور بے خود کر گیا۔

..________________________..

بلیک سلم فٹ شرٹ پینٹ کے ہمراہ بوسن بیری بلیذر پہنے، بالوں کو بہت فلفی انداز میں جیل سپرے سے ٹھہرائے وہ فخر العود نامی پرفیوم کا خود پر ہلکا سا سپرے کیے اپنی قاتلانہ لکس آئینے میں دیکھتے دھیما سا مسکرایا، چہرے کی خوبصورتی میں نکھار تھا لیکن وہ نکھار تب دگنا ہوا جب اپنی اینکل سائز فل والیوم ڈریس سنبھالے وہ کرلی بالوں کے ہمراہ روم میں ننگے پیر داخل ہوئی، سمو کی آنکھوں والی، جسکے دیدار لے لیے اوزان نے اپنے چلتے دل تک کو لحظہ بھر روک دیا، جسکی موجودگی حواس خمسہ پر بھاری ترین تھی، جسکی مہک نے اوزان دایب کی دنیا چار سو معطر کر دی۔

بوکھلائی، الجھی ہوئی، لیکن اوزان دایب انصاری کو دیکھتے ہی زینیش وہیں تھم گئی، اسے لگا تھا صرف وہی آج قیامت لگ رہی ہے، قہر تو وہ تھا جو اس سیاہ کے دلدادہ نے خوبصورت رنگ کے ہمراہ ڈھار کھا تھا۔

"اوزان"

وہ ننگے پیروں کے ہمراہ اپنا ڈریس سنبھالتی مبہوت ہوئے قریب رکی تو اسکے سراپے کی مسرور کرتی خوشبو میں اوزان نے عاشقوں، دیوانوں کی طرح جذب سے آنکھیں موندے سانس بھرا، اسکے شانوں پر بکھیرے بال دھیرے سے پکڑ کر کمر پر ڈالے اور اپنے قریب پکڑ کر کیا۔

"آپ تو ب۔۔ بہت کول لگ رہے ہیں، میچنگ میری وجہ سے کی؟"

اس وقت وہ یہ بھول گئی کہ خود کیسی آفت لگ رہی ہے، کیسے اوزان دایب کے دل کی دھڑکنوں پر قابض ہے، اسے اب بھی اوزان کو سراہنے سے

فرصت ہوتی تو دیکھتی کہ اسکے دلربا سراپے نے اوزان دایب کی آنکھوں کا اسے مستقل محور بنادیا ہے۔

"تمہیں پسند ہے سوچا میچنگ کرتے ہیں، اب پہلے تم میری تعریف کرو گی یا میں کروں"

اپنا ہاتھ بڑھائے زینو کی گال خماری سے چھوئی، اسکے اس پیار بھرے لمس پر وہ لجاتی اپنے دونوں ہاتھ اسکے اطراف جما گئی۔

"آپکو میرے مدہوش ہو جانے نے نہیں بتایا اوزان کہ آپ مجھے کتنے پیارے لگ رہے ہیں"

خمار سے کھلتی بند ہوتی آنکھوں میں محبت کی انتہا بھرے وہ روبرو ہو کر بھی سرگوشی میں بولی، اوزان نے اسکی سرگوشی سنتے ہنسی سی دبائی۔

"نہیں، کہو گی آج۔۔۔ تبھی مانوں گا"

چہروں کے بیچ غیر ضروری فاصلہ کم کرتے وہ جذب بھرے ضدی لہجے میں کہے زینو کی دھڑکنیں بڑھا گیا۔

"اتنے پیارے لگ رہے ہیں کہ مجھے آپ سے پھر سے محبت نہ ہو جائے"

بڑی بڑی سنہری آنکھیں یہ تعریف کرتے اوزان کے چہرے پر جمی تھیں، سرور کی سی کیفیت بیچ میں حائل تھی۔

"مجھے تم ایسی ہی چاہیے ہو، جو مجھ سے روز محبت کرے۔ تمہاری محبت بہت خوبصورت ہے، تمہاری طرح"

مائل کرتا اظہار کیوں نہ دل کی طے کردہ حدود توڑتا، مضبوط اور بھرپور جاذبیت کے حامل اوزان کے سینے میں چھپ کر وہ اس بے خود لمحے بس اسکی خوشبو اور ہارٹ بیٹ ہی سن سکی۔

"میں نے ایک بات نوٹ کی ہے، جب سے میں خود آپکے قریب آئی ہوں آپکی تڑپ، بے چینی اور چڑ ختم ہو گئی۔ آپکے مجھے چھونے میں انتہا کی نرمیاں اتر آئی ہیں"

زینو اسکے سینے سے لگی بولی جس پر اوزان نے جب بازوؤں کی گرفت مضبوط کی تو زینو نے ڈر کر فوراً گال اسکے سینے سے الگ کرتے چہرہ اٹھایا۔

"یہ نرمی، طوفان سے پہلے والی خاموشی سمجھنا روح نشین۔"

اوزان کے کھلے ذومعنیت بھرے جواب پر زینو کے چہرے کا جیسے رنگ اڑا، اوزان نے ہنس کر اسکی گلابی ہوتی گال چومتے اس آفت کے چہرے کے بھٹکاتے نقوش سے اس لمحہ ہر ممکنہ گریز برتتے اسے خود سے آزاد کیا اور پکڑ کر اس بوکھلائی محترمہ کو بیڈ کی پائنتی کی جانب بٹھایا اور جس طرح خود بلیزر کا ایک پن بٹن کھولے اسکے قدموں میں بیٹھا، زینیش نے گھبرا کر اسکے خوبصورت ہاتھ کو پکڑا جو اسکا ملائم پیر چھونے لگا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں اوزان، میرے پیر کو مت چھوئیں"

زینو نے اسکو سختی سے ٹوکا۔

"مجھے انہی سے ہی تو پیار ہے، چلو تم بھاگو چڑیل"

اوزان کی کیوٹ سی ڈپٹ پر وہ دبا سا مسکرائی، اوزان نے اسکے دونوں پیروں میں بلیک ہیلز مقید کیں، زخمی والے پیر کے لیے زیادہ احتیاط برتی۔

"اور مجھے آپکی ان اداوں سے۔۔۔ لیکن میں تو نہ آپکی استاد ہوں نہ رہنمانہ پیرنٹس میں سے کوئی۔ تو پھر آپ میرے سامنے کیسے جھک گئے؟"

وہ متجسس تھی، وہ جھک کر بھی گرویدہ کرتا تھا اور سر اٹھا کر بھی۔

اوزان نے ہیپز کی سٹریپس بند کرتے وہیں سے اٹھتے دونوں ہاتھ زینو کے دائیں بائیں بیڈ کی پائنتی کے کنارے پر ہتھیلوں کے سنگ ٹکائے جس پر زینو بیٹھے بیٹھے زرا پیچھے کو سرکی ورنہ وہ اس قدر جھکا تھا کہ چہرے ٹکرا جاتے۔

"میں اس وقت یہ کہنا بھول گیا تھا کہ محبت کے سامنے بھی جھکنے میں کوئی عیب نہیں۔ محبت اگر تم جیسی ہو، بار بار جھکنا بھی منظور ہے۔"

حکایت دل سناتا وہ اسکی مہکتی سانسوں کو باآسانی ان ہیل کر پاتا جیسے آئی کانٹکٹ کیے مسکرایا، سیدھا سیدھا زینیش کو بہکانے کی سازش تھی لیکن وہ جانتی تھی ابھی بہک گئی تو شاید کبھی سنبھل نہ سکے گی، اسکو شانوں سے پکڑے خود بھی اٹھی اور اوزان دایب کے عین روبرو برابر آرکی۔

"ابھی تو مجھے دیکھ دیکھ کر آپکو بہت سی باتیں یاد آئیں گی اوزان دایب"

تھوڑا غرور آج زینو نے بھی کیا، اوزان محظوظ ہوا۔

"آہاں۔۔۔ ایٹیوڈ۔۔۔ بائے داوے جب تم نے ایٹیوڈ گرل بننے کا اعلان کیا تب تم موم سے بھی نازک تھی اور میں نے تمہیں اپنے بھرپور استحقاق سے پگھلا دیا۔ اب بنی ہو تم اصل ایٹیوڈ گرل۔۔۔ اور باخدا تمہارا ہر روپ مجھے اخیر ہی لگتا ہے۔۔۔۔۔"

اتنے سارے اظہارات اس سے پہلے سانس لینا دو بھر کرتے وہ اس سے فوری دور ہٹی، آئینے کے روبرو جا کر وہاں رکھی جیولری پہننی تھی لیکن گرد بازووں کے ہالے پر وہ مسرور ہوتی آنکھیں موند گئی۔

محسوس کیا اوزان کے ہاتھ کی نرم پوروں کو خود سے، گردن سے جب وہ اسے سلور بلیک زرکون نیکلس پہنانے کے بعد اسکے کانوں میں ائیر رنگز پہنانے کے بعد اسکے گرد ہاتھ لپیٹے اپنی ٹھوڑی زینو کے کندھے پر ٹکائے اسے دیکھنے لگا جسکی آنکھیں بند اور دل حد سے سوا دھڑک رہا تھا۔

" جیسے پہنائی ہے ویسے اتاروں گا بھی میں، واپسی پر اس حسین خواب زادی کو خواب نگر کی سیر کروانے کا ارادہ ہے "

اسکی وہیں سے گال چومتا جو ذو معنی جملے کہے وہ دور ہوا اور کمرے سے نکلا، بنا بلش لگائے ہی زینو کے چہرے پر سرخیاں سمٹیں، میک اپ اور پہلے ہی کر لیا ورنہ جو اوزان کہہ گیا تھا اسکے بعد کانپتے ہاتھوں سے وہ کیا سنگار کر پاتی۔

خیر ولیمے کے لیے وہ لوگ چھ تک روانہ ہوئے، ایک گاڑی میں زینو اور اوزان جبکہ دوسری میں دیان اور ایزل مریم، طلال نے گھر ہی رکنا مناسب سمجھا کیونکہ انکو کنول ناگن پر بھی نظر رکھنی تھی۔

ایک گھنٹے تک خانزادہ حویلی پہنچے، اوزان کو واقعی امید نہ تھی کہ چاچو سجاوٹ اتنی بہترین کروائیں گے لیکن واقعی سب انتہائی خوبصورت تھا۔

پھر صائمہ خانزادہ کے لیے آج دو دو خوشیاں تھیں، ایک اپنے بچے کی آفیشل خوشی دوسرا دیان آریز کی چھ سال بعد انکی جانب واپسی۔

اوزان اور زینو تو باہر وی آئی پی کپل یعنی بہارے اور حسیب سے ملنے گئے لیکن دیان اور ایزل مریم کے قدم صائمہ خانزادہ کے پاس جا کر رک چکے تھے۔

صائمہ کی آنکھوں میں بھلے بہت دکھ موجزن تھا، خان بہادر کی موت کی اذیت رقص کررہی تھی پر انکا دل دیان کو دیکھ کر تڑپا تھا، فائزہ انکی نند ہی نہیں بہت عزیز دوست تھی۔

جبکہ ایزل مریم، دیان کو اس لمحہ اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں تبھی اسکی ہمت بنے ساتھ موجود نظر آئیں۔

"بہت خوشی ہوئی کہ تو آیا"

وہ جو بولنے کے لیے لفظ ڈھونڈ رہا تھا، ممانی جان کے پیار سے مخاطب کرنے پر تڑپی ہوئی نگاہ ان پر ڈالے دیکھنے لگا۔

"لیکن مجھے بہت دکھ ہیں ممانی جان، مجھے پتا ہے آپ کا اور حسیب لالہ کا جتنا میں نے دل دکھایا اسکی نہ اس دنیا میں معافی ہے نہ اس جہاں لیکن پھر بھی خدا جانتا ہے ایک دن بھی دادا کی بات پر میرا دل ایمان نہیں لایا۔ وہ میرے

اذیت بھرے ذہن میں جو فشار بھرتے رہے دیکھیں آج اس آتش فشان نے انکو ہی نگلنے کی تیاری پکڑ رکھی ہے۔ آئی ایم سوری"

وہ قریب آیا اور صائمہ خانزادہ کے ہاتھ آس سے تھامے، اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر جیسے دبا دیا، وہ تو تھیں ہی اسقدر نرم دل کہ آنکھیں انکی نم پڑیں۔

"جو ہو گیا پتر اسے ڈراونا خواب سمجھ کر چھڈ دے، تیرا کوئی قصور نہیں ہے۔ تیرے اس خبیث دادے کا ہے۔ اسے تو ازلوں سے ہم سے ویر تھے، بس دکھ اتنا ہے آخری وقت خان بہادر تجھے اپنے سینے لگانے کی حسرت میں ہی دنیا سے چلے گئے۔ لیکن آج انکی اور فائزہ کی روح کو تیرے پلٹ آنے نے بڑا سکون دیا ہو گا۔ تو نے یہاں واپس آکر اپنی غلطی مان لی، سمجھ ہمارے دل ہولے ہو گئے"

وہ اسکا ایک ہاتھ چھڑوائے اسکی گال سہلائے اس قدر پیار سے بھری بولیں کہ دیان کی آنکھوں کی کنارے نم ہوئے، وہ انکے جب گلے لگا تب ایزل مریم کی آنکھوں میں بھی نمی اتری۔

"میں بہت بد قسمت ہوں، اپنی زندگی کے چھ سال اپنے ہاتھوں اجاڑ دیے۔ آپ کا دل ماموں سے جڑا ہے نہ، ان سے میری سفارش ضرور کیجئے گا کہ وہ مجھے معاف کر دیں۔ ورنہ شاید انکی موت کا دکھ مجھے تاعمر پریشان رکھے"

وہ اسکے شرمندہ ہونے پر خود بھی دکھی ہوئیں پر جانتی تھیں فائزہ اور آریز کی ایک ساتھ موت نے دیان سے سوچنے سمجھنے کی صلاحتیت چھین لی تبھی تو نہ غصہ کیا نہ اسے موردالزام ٹھہرایا۔

"ضرور کروں گی میرا پتر، بس بس سینٹی نہ کر اب مجھے۔ بہت خوش ہوں آج"

یہ دکھی ماحول چھٹا تو دیان الگ ہوتے مسکرایا، ایزل مریم بھی صائمہ آپا کے گلے لگیں تو دیان کے کرب کچھ کم ہوئے۔

وہیں سٹیج پر بہارے اور حسیب کو دیکھتے ہی اوزان کے جب قدم لحظہ بھر تھمے تو زینو جو مسکرا کر سٹیج پر دلہا دلہن کو ایک دوسرے سے ہنس کر باتیں کرتا دیکھ رہی تھی تھمی۔

"کیا ہوا رک کیوں گئے؟"

زینو کو فکر ہوئی تو فورا بولی۔

"وہ دونوں بہت پرفیکٹ لگ رہیں زینو اور یہ اچھا اشارہ نہیں"

اپنے بیسٹ بڈی کے ولیمے پر اوزان اسکے کپل کو دیکھ کر یہ کہے گا زینو صدمے کی سی کیفیت میں مبتلا ہوئی۔

ساتھ سے ہٹ کر اوزان کے سامنے آرکی۔

"یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مکمل کر رہے ہیں، تو برا اشارہ کیسے ہوا"

زینو کی بے چینی اسکے استفسار اور آنکھوں سے چھلکی۔

"نہیں بس ایسے ہی"

وہ سر جھٹک گیا جبکہ زینو بھی اسکے ٹالنے پر واپس مسکرا کر ساتھ آئی اور دونوں جب سٹیج کی طرف بڑھے تو حسیب تو لپک کر اوزان کے پورے جوش سے گلے لگا اور زینو بھی زرا بوکھلائی سی بہار کے پاس رکی کیونکہ بہار کی اس پر ثبت نظر کچھ الگ سی تھی۔

"تو تم ہو زینش، یہ سر پھرا کیسے بھا گیا تمہیں؟ یہ محبت کرتا ہے تم سے؟"

زینو نے بہار کے ایسے سوال پر پریشانی کے سنگ دیکھا۔

"محبت کا سبکو نہیں بتاتے نظر لگتی ہے"

زینو کے جواب پر بہار بے اختیار مسکرائی جبکہ دونوں مسکرائیں تو اجنبیت بیچ سے غائب ہوئی۔

جس لمحہ حسیب، اوزان کے سینے لگا تھا، اوزان کے دل میں عجیب سا درد اٹھا، ایسا شدید کہ جب وہ حسیب سے الگ ہوا تو اوزان کی سنہری آنکھوں میں خفیف سی سرخی نمودار تھی جو حسیب کو بھی مضطرب کر گئی۔

"کیا ہوا ویرے، مجھے اتنا سوہنا ویکھ کر میرے چمکارے سہن نہیں ہوئے کہ تیری آنکھیں لال ہو گئیں"

حسیب نے اس وقت بھی مزاق ہانکا جبکہ اوزان نے فوری اپنی عجیب سی کیفیت پر قابو پاتے تھپکنی تو گال تھی پر سگنیچر چانٹا دے مارا۔

"ویرے یار آج تو بخش دے"

حسیب نے اپنی معصوم گال سہلاتے اس ظلم پر مظلومیت کی حد کی۔

"اپنی نظر اتروائی تونے؟ صدقہ دیا؟"

اوزان کے سنجیدہ سوال پر حسیب نے آنکھیں مٹکائیں۔

"ویرے یہ کام اب میری ووٹی اور اماں کے ہیں"

حسیب کی لاپرواہی پر اوزان نے اسکی بے اختیار بازو پکڑی، انداز خاصا تڑپ خیز تھا۔

"گارڈز کو کہا تھا کہ ایکٹیو رہیں؟"

اوزان کا سوال اس بار حسیب کو سچ میں پریشان کر گیا۔

"تو مجھے ڈرا رہا ہے یار"

حسیب کا ڈر تو ہوا میں معلق ہی رہ گیا، مدھم بجتے گیتوں کے بیچ گولی کی آواز بلند ہوئی تھی، اوزان دایب کو جھٹکا محسوس ہوا تھا بس اور دیکھتے ہی دیکھتے خوشیوں کو تکلیف کا عفریت نگل گیا۔

حسیب کی بلیک بلیزر کے نیچے پہنی وائیٹ شرٹ سرخ ہو چکی تھی، گولی مارنے والے نے دوسری گولی اپنی کن پٹی پر مار کر خود کو بھی ختم کیا لیکن فی الحال تو اوزان دایب انصاری کی دنیا کچھ لمحوں کے لیے اندھیر ہو گئی تھی۔

..________________________________..

الماں نے جب ڈنر کے لیے میشی کے ساتھ باہر آتے اپنے مشن کی روداد اہل خانہ کو سنائی تو سبکے رونگٹے کھڑے ہوئے، عائشہ سیال کا بس چلتا تو الماں پر آئی اس مشکل کا بھی وہ میشی کو قصوروار ٹھہراتیں لیکن الماں کی موجودگی کے سبب اپنی جلن، وہشت دبا گئیں۔

خود پنار اور جواد بہت افسردہ ہوئے۔

"اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو تمہاری ممی بھی زندہ نہ رہتیں الماں"

عائشہ نے اسکا ہاتھ پکڑے پشت سے چوما جس پر الماں نے مسکرا کر انھیں پھر پنار اور بابا کے ساتھ ساتھ والے کاوچ پر بیٹھی میشی کو دیکھا۔

"یہ تو آپ نے مجھے فوج میں جانے کی پرمیشن دینے سے پہلے سوچنا تھا، کچھ نہ کچھ تو چلتا رہے گا۔بی بریو ممی۔"

الماں ان سبکو اس وقت یوں یہ سب عام سی بات کی طرح ہوا میں اڑاتا سنگدل لگا۔

"ایسے مت کہیں لالہ، اللہ آپکی عمر دراز کریں اور ہمیشہ غازی بن کر لوٹیں"

پنار بھی فورا بولی، لہجے میں انتہا کا ڈر بیٹھا تھا۔

وہ لوگ اسی گپ شپ میں بزی تھے جب گاڑی کے ہارن کی آواز پر جواد سمیت سب حیرت زدہ ہوئے۔

"کیا کسی نے آنا تھا؟"

عائشہ نے حیرانگی سے پوچھا جبکہ جواد سیال اس سے پہلے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے، خان سانول سیال کو دبنگ تیاری اور ہمہ وقت مسکراتے

چہرے کے نقوش کے سنگ آتا دیکھتے سب کے چہرے خوشی اور حیرت سے جگمگا گئے۔

سب سے پہلے پنار ہی داداجان کے سینے لگی، سبکے چہروں پر خوشی کی گویالہر دوڑ گئی۔

"آپ نے تو اتنے سالوں بعد یہاں آکر ہمیں سرپرائز کر دیا"

دادا سائیں کے پیار لیتے ہی وہ چہکی جبکہ اسکے بعد وہ جواد سیال اور اپنے ملے ہوئے کیپٹن سے پورے جوش و تپاک سے ملے۔

"کیسے نہ آتا پتری، میری لاڈو رانی کی شادی ہے"

دادا کے چہکنے پر وہ ہنسی جبکہ خان سانول سیال کی شفقت بھری نظریں جب میشی پر گئیں تو جیسے انھوں نے بازو کھول کر اسے پاس بلایا، وہ خود کو اتنے پیار پر انکے سینے لگ جانے سے روک نہ سکی۔

میثی کو سینے لگائے وہ خفیف سے جب غمزدہ ہوئے تب جواد اور پنار کی آنکھیں بھی جھلملائیں، جبکہ عائشہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"دایب کی گڈی، میرا بچہ۔۔۔۔ میں نے سوچا تُو تو اپنے دادا سسر سے ملنے آئی نہیں میں خود ہی مل آوں۔ میرے الماں کی خوشی، کیسی ہے"

کبھی میثی نے کسی کی ایسی محبت کہاں دیکھی تھی تبھی خوشی کے مارے اس سے کچھ بولا نہ گیا آنکھیں نم اور آواز بھی گھٹ گئی جبکہ انہوں نے جیسے اسے بابا کے نام سے پکارا اس پر تو میثی کا دل پہلی ملاقات میں ہی ان بزرگ سے جڑا۔

"م۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔ مجھے کوئی لے کر نہیں گیا دادا جان۔ آئی ایم سوری"

میثی نے فورا گھبرا کر جیسے معذرت کی، سب ہنسے سوائے عائشہ کے۔

"ارے ارے میرا بچہ، آگیا ہوں میں انکے کان کھینچنے۔۔"

وہ اتنے پیارے تھے کہ آتے ہی گھر میں رونق بحال ہوئی سب ڈنر سے پہلے زرا دیر لاونج میں بیٹھے کیونکہ خان سانول سیال بلاوجہ نہیں بلکہ ایک مزید ار مطالبہ ساتھ لائے اور جب گوش گزار کیا تو پنار، میشی، جواد اور خود عائشہ حیرت میں ڈوبیں۔

"کیا مطلب شادی کا جشن کوٹ میں ہو گا؟"

جواد سیال کی حیرانگی پر وہ خوش دلی سے کھل کر مثبت سا مسکرائے، انکی شفقت کا دریا ہر خاص وعام کے لیے بہتا تھا پھر یہ سب تو انکے کنبے کے افراد تھے، انکے دل کی ٹھنڈک۔

"ہاں بھئی شہر کی شادیاں مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتیں سو میری خواہش ہے کہ میشی المان کا ولیمہ اور میری پنار کی شادی کے تمام فنکشن قصور، سیال حویلی میں ہوں۔اب میرا یہ مطالبہ تم لوگ انصاری والوں سے کیسے منواتے ہو یہ تم پر ہے۔۔۔۔ بھئی مجھے تو صرف ہاں چاہیے"

دادا سائیں نے ایسی مانگ کر دی جس پر لمحہ بھر تو سب ہی سوچ میں ڈوب چکے تھے۔

المان کو پنار اور اپنے ولیمے کی اگلی صبح ہی واپس نکلنا تھا، جبکہ میشی کا پنار اور دیان کی بارات والے دن پیپر تھا، پھر انصاری حویلی والوں نے بھی سب ریزرویشن کروالی تھی۔

"یہ تو بڑا مشکل ہو جائے گا بابا سائیں"

جواد نے الجھتے ہوئے مشکل بیان کی۔

"بھئی کیا مضائقہ ہے کہ دیان، بارات قصور لائے۔۔۔۔ اسے بھی تو پتا چلے پنار اتنی آسانی سے نہیں ملے گی۔۔۔۔ یار ادھر بے رونقی کر کے تم لوگ یہاں آجاتے ہو۔ پورا کوٹ تم سبکو یاد کر رہا ہے اور قسم سے مجھے بھیجا بھی ان سب نے ہے۔۔۔ ورنہ تم لوگ تو جانتے ہو مجھے پنچائتی امور سے ہی فرصت نہیں ملتی"

بات تو سانول سیال کی بھی سو آنے درست تھی جبکہ گاوں دیکھنا تو میشی کو بہت ایکسائٹڈ کر رہا تھا یہاں تک کہ بارات قصور والی بات اب کچھ کچھ پنار کو بھی مزے کی لگی۔

"مجھے بابا کی بات پر کوئی اعتراض نہیں، ہماری اصل حویلی تو وہی ہے۔ اور گھر کی اتنی اہم خوشیاں ہمیں اپنی آبائی حویلی میں ہی منانی چاہیں"

عائشہ سیال نے بھی زرا اچھے موڈ میں گفتگو میں حصہ لیا تو جواد کو بھی بات مناسب لگی۔

"امم بات تو عائشہ کی ٹھیک ہے چلیں پھر صبح ہی بات کرتے ہیں طلال اور ایزل مریم سے۔"

گویا جواد نے جب حتمی فیصلہ سنایا تو میشی اور پنار ایک دوسرے کو تکتے خوشی ہمکتے انداز میں مسکرائیں مگر پھر پیپر کا سوچ میشی خفیف سا اداس ہوئی۔

"تم فکر مت کرنا پیپر کی لالہ تم کو پیپر دلوانے کے بعد ہی لے کر جائیں گے"

میشی کی فکر رہی سہی پنار نے ہٹادی جبکہ سانول سیال بھی مسکراتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس ٹھیک ہے ڈنر میں آکر کروں گا، زرا تھانے جاکر اپنے دشمن کی خبر لوں۔ دایب کی قبر پر بھی جانا چاہتا ہوں۔۔۔۔ تم سب تب تک سوچ لو کون کونسا فنکشن کرنا ہے۔۔۔۔ خوب ہلا گھلا ہو گا کھلی اجازت ہے"

سانول سیال کی تھانے جانے کی خواہش پر سب مسکرا دیے جبکہ جواد زرا فکر مند سے بابا کے ہمراہ ہی حویلی سے باہر آئے۔

"آپ اس نجس کے منہ کیوں لگنا چاہتے ہیں بابا سائیں؟"

جواد فطری پریشانی میں مبتلا تھے۔

"ارے یار میرا ابھی حق بنتا ہے اسکو جلانے کا، میرے اندر بھی غبار بھرا ہے۔ فکر مت کر ایک گھنٹے تک آجاوں گا"

وہ بابا کے اصرار پر مزید انکار نہ کر سکے اور اپنے گارڈ کو تاکید کیے بابا کے ہمراہ بھیجا اور اس سے پہلے وہ واپس اندر کی جانب بڑھتے، فون کال نے انکے قدم روکے۔

"یا خدا! بہت افسوس ہوا سن کر۔۔۔ کیسی حالت ہے اسکی؟"

فون پر شاید دیان تھا۔

"اللہ رحم کریں اس پر، کونسے ہوسپٹل میں ہے مجھے ایڈریس بھیج دو۔۔۔
"

جواد سیال نے تاکید کرتے کال آف کی اور لوکیشن میسج دیکھتے ہی واپس اجلت و پریشانی کے سنگ گھر کے اندر بڑھے۔

بابا کے چہرے پر جمی پریشانی دیکھے الامان جو ٹی وی پر میچ دیکھنے میں لگ چکا تھا، اٹھ کر انکی طرف آیا، عائشہ کچن کی طرف جا چکی تھیں جبکہ پنار اور میشی بھی اندر کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"سب خیریت ہے بابا؟"

الماں نے انکے چہرے پر فکر کی پر چھائیاں تکتے پوچھا۔

"دیان کا ماموں زاد کزن اور لاہور کا اے ایس پی حسیب خانزادہ پر کسی نے گولی چلادی، اسی کے ولیمے کی تقریب میں۔۔۔۔۔اب جب کہ دیان داماد ہے تو آئی تھنک مجھے جانا چاہیے ہوسپٹل"

بابا کے بتانے پر الماں بھی پریشان ہوئے سر ہلا گیا۔

"اللہ اسکو صحت و تندرستی دے، جی ضرور جائیں۔ کہتے ہیں تو میں بھی چلتا ہوں"

الماں کی طبعیت کے سبب جواد نے فوری روکا۔

"نہیں یار تو ریسٹ کر، میں ہو کر آتا ہوں۔۔"

بابا کا کہا فوری مان گیا جس پر وہ اسکا کندھا تھپکاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

..________________________..

آئی سی یو روم کے باہر دلہن بن کر اجڑی کھڑی بہار جسکا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا، صائمہ خانزادہ الگ حسیب کی لہو لہان حالت پر بے جان و نڈھال ہو چکی تھیں، زینو نے بہارے کو سنبھال تو رکھا تھا پر اسے اوزان کی تکلیف دبی ہونے کے باوجود کاٹ کھا رہی تھی جو بیلذر اتار کر کرسی کی دائیں طرف رکھے وہیں بیٹھا اپنے ہاتھوں کی ہتھیلوں میں جم چکے حسیب کے خون کو اذیت سے دیکھ رہا تھا، اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔

وہ منظر جب حسیب اسکے ہاتھوں میں بے جان ہو گیا، قیامت سے زیادہ روح خراش تھا۔

"کہا تھا ا۔ اسے مجھے چھوڑ دے لیکن اس نے میری نہ سنی۔۔۔ کہا تھا اسے مجھ سے محبت کرے گا تو درد بن جائے گا۔ دیکھ۔۔ دیکھو وہ درد بن گیا"

بہارے کی سسکیاں، اسکی تکلیف ہر فرد کی جان کھینچ رہی تھیں، دیان کئی بار ڈاکٹر سے پوچھ چکا تھا پر ابھی تک کوئی کچھ نہیں بتا رہا تھا۔

"ایسے ہمت مت ہاریں بہار، انکو کچھ نہیں ہو گا۔۔ ادھر آئیں بیٹھیں۔۔ مت روئیں انکے لیے دعا کریں"

زینو اسکی تکلیف نہ سمجھنے کے باوجود اسے پکڑ کر کرسی پر بیٹھائے پاس بیٹھی پر بہار سے سانس لینا مشکل ہو چکا تھا، وہ رو کر سبکو رلا رہی تھی۔

"میری دعا نہیں لگتی، ا۔ اسے میں خود بد دعا کی طرح لگ گئی۔ اسے کتنا منع کیا تھا لیکن اس نے مجھے اسی دکھ سے آزمایا۔ کیا فائدہ حسیب خانزادہ۔۔۔ کیا فائدہ بہارے کو سکون دینے کا ج۔۔ جب تم یوں موت کی آغوش میں آکر

مجھ سے میری جان بھی لے لینے والے تھے۔۔۔۔۔۔ا۔۔اسے کہو میں اپنی تاریک ذات کا ہر سایہ اس سے کوسوں دور کر دوں گی۔۔پر وہ اپنی اماں کو دکھ نہ دے۔۔۔ کہو نہ ۔۔۔اوزان دایب انصاری تم کہو نہ اسے۔۔۔۔۔ تمہارے حکم پر تو وہ سانس لینے لگے گا نہ۔۔۔۔ پلیز"

بہارے کی تکلیف سمجھنا زینو سے انتہائی مشکل تھا اور جس طرح وہ زینو کے پاس سے ہیجانی کیفیت میں اٹھ کر اوزان کے قدموں میں جا بیٹھے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے یخ پڑتے ہاتھ میں پکڑے جنجھوڑ گئی، زینیش نے پہلے بوکھلا کر حیرت اور پھر ناگواری سے اس لڑکی کے اس ہاتھ کو دیکھا جو اوزان کی سرخ ہوتی ہتھیلی کو چھو رہا تھا، لمحے میں بہار کے لیے دل میں موجود ہمدردی غصہ بنی۔

"میرے اوزان کو ہاتھ بھی کیسے لگایا اس نے"

زینو کا بس نہ چلا وہ اوزان کے ہاتھ کو چھوتے اس ہاتھ کو جلا دیتی پر بہارے کی حالت پر خود کلامی کی مانند سرگوشی کیے نا جانے کیوں رحم کھا گئی، جبکہ اوزان نے فوری اپنا ہاتھ بہار کے ہاتھ سے نرمی سے آزاد کروایا گویا بہار کو دکھ میں بھی ہوش دلانے کی سعی کی گئی ہو، جس طرح اوزان نے اس سے ہاتھ آزاد کروایا، بہار کے آنسو لمحہ بھر تھمے۔

"خود کو سنبھالو بہار، کچھ نہیں ہو گا اسے۔۔۔ زینو۔۔"

اوزان خود اسکے ہاتھ پکڑنے پر جیسے بے چین ہوئے زینو کو اسے سنبھالنے کو بے ارادہ پکارا، تھم تو وہ تب گیا جب روح نشین صاحبہ برہم ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھتی پائی گئی، ناراضگی کے سنگ اوزان کو اگنور کیے کرسی سے اٹھ کر زمین پر بیٹھی بہارے کو اٹھا کر واپس کرسی پر ناراضگی جتاتے بیٹھایا جیسے بہارے سے زیادہ اوزان پر غصہ ہو کہ اس نے آخر اجازت بھی کیسے دی کہ وہ لڑکی اسکے ہاتھ کو پکڑنا تو دور چھو بھی پائے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں میرے اوزان، تمہارے ہسبنڈ کو کچھ نہیں ہو گا"

زینو نے جس طرح اس لڑکی کو اسکے اور اپنے انسان کی یاددہانی کروائی، وہ اس تکلیف میں بھی اوزان فراموش نہ کر سکا، لیکن زینو اس سے خفا ہے یہ بھی اسے نظر آیا تبھی جناب کا دل بے قرار ہوا، بہر حال وہ بھی اس عجیب آکورڈ سیچویشن سے خود کو نکالتا وہاں سے دیان اور سب انسپکٹر طفیل کی جانب چلا گیا جو معاملے کی بذات خود انکوائری کرنے پہنچ چکا تھا اور بہارے نے بھی روتے ہوئے سر زینو کے کندھے پر ٹکا لیا، زینیش نے رسان سے بہارے کے ہاتھ پر دباو دیا جیسے کہہ رہی ہو رو مت۔

"کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹرز دیان"

اوزان کو اپنی طرف آتا دیکھے دیان پلٹا تو طفیل بھی فوری ان دو کی طرف لپکا، اوزان کی جان تو ویسے ہی آدھی ہو چکی تھی، جیسے حملہ حسیب پر نہیں اسکے سینے پر ہوا ہو۔

"کہہ رہے ہیں بہت سوئیر سرجری ہے، بہت نازک جگہ گولی لگی ہے۔ دل کے بہت پاس"

دیان کی سنگین اطلاع پر اوزان کی حرکت قلب سی تھمی، گہرا سانس بھرے دیوار کا سہارا لیا تو دیان نے اسکا کندھا جکڑے حوصلہ دیا۔

"اور وہ جو آدمی تھا، بتا چلا اسکے بارے طفیل؟"

اوزان کے گھٹی آواز کے سنگ کیے خود کو کمپوز کرنے کے بیچ اگلے استفسار پر طفیل نے اپنی فون سکرین کھولے سامنے کی جہاں مرے آدمی کا بائیو ڈیٹا موجود تھا۔

"جی یہ آدمی پاگل خانے سے فرار ہوا ہے، پیشے کا سپاری کلر تھا مگر دماغی خرابی کے سبب اسکی سزا عین وقت پر علاج معالجے کے سبب معطل ہو گئی۔ پھر یہ خبیث زرا بہتر ہوتے ہی جیل سے بھاگ نکلا۔ اس آدمی نے حسیب سر پر جو گولی چلائی، خدا کی قسم خود نہ مرتا تو میں کرتا اسکے ٹوٹے۔۔۔ مجھے لگتا

ہے اوزان صاحب اس کے پیچھے یا تو تنویر ہے یا وہ کتی نسل کا بچہ بہرام۔۔۔۔۔"

طفیل کے حقارت میں لپٹے خدشات درست بھی تھے پر ٹھوس ثبوت تک کوئی کاروائی ممکن نہ تھی، طفیل کا بس نہ چلا اس مرے مردود کو جلا کر راکھ کر آتا۔

"تو پھر جا کر پتا کرا و طفیل، کل کے سورج نکلنے سے پہلے مجھے حسیب کا مجرم اپنے سامنے چاہیے۔ جاو"

اوزان کی تکلیف اسکے ہر لفظ سے عیاں تھی جبکہ اسکے سخت حکم پر طفیل فوری سر ہلاتا وہاں سے اپنے دونوں کانسٹیبل کے ہمراہ روانہ ہوا جبکہ دیان نے اوزان کی بازو سہلائی، خود دیان کا دل اس وقت ڈوبا ہوا تھا، صائمہ ممانی کے آنسو اس سے تو کیا کسی سے بھی دیکھنے محال تھے۔

لیکن کچھ کہنے سے پہلے زینو کو اٹھ کر وہیں آتا دیکھے دیان خود ہی بہارے کی طرف بڑھا تا کہ اس بھابھی کو بھی تھوڑا حوصلہ دے، باقی ایزل مریم ویسے بھی صائمہ خانزادہ کے پاس تھیں۔

"تم مجھ سے ناراض ہو زینو"

زینیش کے پاس آکر رکنے پر وہ اسکی آنکھوں میں چھائی سرد مہری پر تڑپ اٹھتا فوری بولا اور اوزان کا گلابی خون سے رنگا ہاتھ پکڑ کر ڈبڈبائی آنکھوں سے تکنے کے بیچ وہ نظر اٹھا کر ایک قدم قریب رکتے اوزان کو دیکھنے لگی۔

" آج تو آپکا ہاتھ کسی لڑکی نے پکڑا، آئیندہ ایسا ہوا تو میں چڑیل بن جاوں گی۔مجھے اتنی ساری تکلیف ہوئی۔ آپکا یہ ہاتھ صرف میں پکڑ سکتی ہوں، کوئی اسے چھو بھی نہیں سکتا"

اس وقت جب اوزان کے سینے ہر سیل دھری تھی، زینو کے ایسے جنونی شکوے سچ میں لمحہ بھر اسے ہر دکھ سے لا تعلق کر گئے، یہ لڑکی اسے اپنی

الجھن ڈال کر باقی سارے معاملات سے لاتعلق کر چکی تھی کیونکہ جانتی تھی وہ اسکے لیے سب سے خاص ہے۔

"اسے پتا چلا کہ وہ پوری لڑکی کیسے پاگل تھی میرے لیے تو بہارے کا مڈر لازما کر آئے گی، آہ زینو آہ۔۔۔میں تمہارے سبب ملتے کس کس سکون کا شکر ادا کروں"

وہ اسکے لیے کتنی پوزیسیو ہے آج اوزان کو یہ بھی معلوم ہوا، اسی ہاتھ کی زرا گرم ہتھیلی سے زینو کی پھولی گال سہلائے وہ افسردہ سا مسکرایا گویا دل پر خنجر پیوست تھا تو ابھی یہ لڑکی بھی دکھ و تکلیف مکمل دور نہ کر سکی۔

"دوبارہ ایسا نہیں ہوگا، وہ دکھ میں تھی۔ درگزر کردو۔"

اوزان کے رسان و پیار سے سمجھانے پر وہ بے دلی سے سر ہلا گئی پر موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا، لیکن جب اوزان کی خوبصورت آنکھوں میں تکلیف دیکھی تو وہ پھر سے اسکا ہاتھ اپنے ملائم ہاتھ میں تھام گئی۔

"آپ پریشان نہ ہوں اوزان، آپکے بیسٹ بڈی ٹھیک ہو جائیں گے۔ میں دعا کر رہی ہوں"

فوری شکائیت کر کے دل ہلکا ہوا تو وہ اوزان کو تسلی دینا نہ بھولی کہ اس مشکل وقت میں وہ اسکے پاس ہے۔

"ان شاء اللہ، بہت سی دعا کرو زینو۔ اسے کچھ ہوا تو نہیں جانتا کیسے جیوں گا۔ وہ اوزان دایب کی زندگی کا سب سے خاص حصہ ہے"

یہ سب وہ روانی میں بولا جبکہ زینو کی پلکیں پھر سے بوجھل ہوئیں، رو بھی پڑتی اگر اوزان بات مکمل نہ کرتا۔

"تم روح نشین ہو تو وہ میرا قلب نشین۔۔ اس سے بھی مت جل جانا یار۔ جاو بہارے کے پاس۔۔۔ تسلی دو اسے"

زینو نے شکوہ کناں نظر اٹھائی جبکہ یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو اسکا حساب فرصت سے لے گی۔

"مجھے ایسی ہر لڑکی بری لگتی ہے جو آپکو چھوئے سوائے آپکی میشی کے۔۔اور ایسا ہر بندہ جو آپ سے فری ہوتا رہے بالکل قبول نہیں۔۔۔، پھر بھی دے رہی ہوں تسلی۔۔۔۔"

منہ پھلائے وہ جیسے لفظ جتا کر گئی، اوزان کی آنکھیں خفیف سا مسکائیں پر جلد ہی ان آنکھوں میں تکلیف کا جہاں اتر آیا۔

..________________________________..

طفیل اور اسکے لوگ مرے ہوئے آدمی کا نام بائیوڈیٹا نکالنے میں واپس تھانے آتے مصروف ہوئے جبکہ خان سانول سیال بھی ریمانڈ پر قید سلاسل کی اذیت سہتے فیروز شمشیر انصاری سے ملاقات کو پہنچے۔

"ملاقات آئی ہے آپکی"

سپاہی کندھے پر جھٹکا دے کر گن سنبھالے سلاخوں کے پاس آیا اور اس شخص پر قہر کی طرح ملاقات کی خبر برسائے وہاں سے چلا گیا۔

فیروز شمشیر نے روشنی کی دور پار سے آتی درزوں کے سامنے ابھرتے سیاہ ہیولے کو دیکھا اور پھر جب مزید فاصلہ سمٹا تو اپنے سامنے سانول سیال کو دیکھ کر اس پژمردہ وجود میں چنگاری اٹھی۔

جیل کی سلاخ کا سہارا لیے فیروز زمین سے اٹھا، سانول سیال کی آنکھوں میں دشمن کے لیے بھی تکلیف درج تھی۔

"کیوں آیا ہے یہاں منحوس"

فیروز حلق کے بل دھاڑا، جسم میں بچ چکے لہو میں ابال سا آیا۔

"تیری عبرت دیکھنے، اور اپنے دل کا کرب ہولا کرنے۔ کیا ملا تجھے فیروز نفرتیں پھیلا کر؟"

فیروز کے گویا حلق پر اس سوال سے چھری سی لگی۔

"دفع ہو جا یہاں سے، تو نے مجھے برباد کیا ہے سانول سیال۔۔۔ تو نے میرے پوتے کو میرا دشمن بنا دیا۔۔۔۔"

فیروز کا شکوہ کرنا بنتا نہ تھا تبھی سانول سیال دھیما سا درد بھرا مسکرائے۔

"وہ تیرا دوست تھا ہی کب؟ وہ تو انصاف کرنے کا عادی تھا اور یہ وصف اسے دایب سے ملا۔ دایب نے سب کے ساتھ انصاف کیا پر خود سے ناانصافی کر گیا۔ اسے کوئی بتانے والا نہ تھا کہ چودہ سال پہلے اس موت کا وہ نہیں تو مستحق تھا۔ اب سفاک سے سفاک جانور بھی اپنی اولاد کے لیے رحم رکھتا ہے، تو نے اشرف المخلوقات تک کا مان نہ رکھا۔۔۔۔"

سانول سیال مدھم نرم بولتے بولتے اختتام تک اچانک پھٹ پڑے، جی چاہا اسکا گریبان نوچ ڈالتے۔

"اچھا تو اپنے گریبان میں تُو بھی جھانک لے سانول سیال، دایب اپنے باپ سے زیادہ تجھے مانتا تھا۔ تیرا دل کیوں نہیں کانپا اسے خود سے محروم کرنے کی

سزا سناتے وقت۔۔۔۔۔ میری تو وہ اولاد تھا، جنم دیا تھا تو اسے مارنے کا حق بھی تھا۔۔۔۔ اس نے جو کیا اپنی مرضی سے کیا، گڑیا کے پیچھے عقل مت ماری گئی تھی۔۔۔۔ میں نے اسے نہیں ورغلایا۔۔۔۔ اوزان کو میرے خلاف کر کے تو نے خاصی گھٹیا چال چلی ہے"

سانول سیال اس درجہ سنگدلی پر اپنی آنکھوں کو سرخ ہونے سے روک نہ سکے، وہ بھلے درندہ تھا پر اسکی بات درست تھی، یہی ایک گناہ تو درج تھا سانول سیال کے نامہ اعمال میں کہ انکی عام سی سزا پر دایب انصاری پر موت سے بڑھ کر اثر کر گئی، لمحے میں دل لہو ہوا۔

"ہاں مانتا ہوں اس سے ناراض ہوا تھا، غلطی پر سزا دی جاتی ہے۔ اس نے میرے ی۔۔ یعقوب اور گڑیا کی زندگی اجاڑی تھی تو کیا اسے سزا نہ دیتا۔

لیکن یہ سب اس نمانے نے خود نہیں کیا فیروز اور یہ تو بھی جانتا ہے اور میں بھی۔ تو نے اسے پتا نہیں کیا کیا دھمکیاں دے کر یعقوب اور گڑیا کے لیے وہ

جال تیار کرنے پر مجبور کیا ورنہ وہ تو سفید دل کا مالک تھا، تو نے اسکے سفید دل میں سیاہی بھری تھی۔۔۔"

سچ فیروز سے سنا نہ گیا تو آنکھیں بھی چرائیں اور چہرہ بھی جبکہ سانول سیال یہاں آکر اور کرب زدہ ہوئے، اس امید پر آئے تھے کہ شاید اس بدبخت کا دل پگھل گیا ہو گا پر یہ انکی غلط فہمی تھی۔

"کیا دھمکی دی تھی تو نے اسے؟ بتا مجھے"

سانول سیال کی دھاڑ پر فیروز خونخوار ہوتا پلٹا۔

"بھاڑ میں جا تو"

فیروز اس سے دگنا دھاڑا جبکہ سانول سیال نے بہت خود ہر ضبط کیا لیکن سلاخوں کے بیچ سے ہاتھ گھسائے اس مردود کی گردن دبوچی تب فیروز کی آنکھوں میں خوف و کرب اترا۔

"بھاڑ میں تو اب تو جائے گا کمینے، اوزان کو مارنے کی دھمکی دی تھی نہ تو نے اسے پچیس سال پہلے۔۔۔۔اسکے دل کے گڑیا کو لے کر سرد پڑتے جذبات کو آگ لگائی تھی تبھی وہ گڑیا کو پانے کے لیے ہر حد سے گزرا۔ ورنہ جسکے پاس ایزل مریم تھی اسکے دل میں پرانی محبت کے لمس باقی رہیں ناممکن تھا۔۔۔۔۔تو مت بتا فیروز، سب کھلے گا۔۔۔ہر چیز سامنے آئے گی۔۔۔۔"

سانول سیال کے غیض و غضب سے وہ سہا لیکن وہ اس منحوس کی مزید شکل نہ دیکھتے لعنت برساتے وہاں سے اپنے پیوند لگے دل کے ادھڑتے دھاگوں کا کرب سہن نہ کر پاتے دلبرداشتہ سے وہاں سے چلے گئے جبکہ فیروز کا چہرہ یوں تھا جیسے جسم سے سارا لہو نچڑ گیا ہو۔

اپنی گردن مسلتا وہ وہیں زمین پر گہرے سانس بھرتا بیٹھتا گیا۔

جبکہ دوسری جانب کھانا طلال خود کنول کے لیے جب بیڈ روم میں لائے تو وہ بیڈ پر اوندھی لیٹی آنسو بہا رہی تھی، شاید اس تنہائی اور سزا نے اس عورت کی ساری اکڑ توڑ دی تھی تبھی نا چاہتے ہوئے بھی طلال کو اس عورت سے ہمدردی کرنی پڑی۔

"کھانا کھالو کنول"

ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھے طلال نے اوندھی لیٹی کنول کی بازو پکڑے بے رحمی سے پلٹایا تو وہ اپنی بازو اسکے ہاتھ سے چھڑواتی لمحہ لگاتی اٹھ کر اس سے پہلے بھاگتی، طلال نے واپس اسکی بازو پکڑے جھنجھوڑ کر اپنے مدمقابل جمایا، چہرے کی رگیں ناگواری اور غضب سے تنیں۔۔

"تم مجھے قید نہیں رکھ سکتے۔۔م۔۔میرا دم گھٹ جائے گا۔م۔۔میرا نہیں تو اپنے بچے کا خیال کرلو درندے انسان۔۔۔م۔۔مجھے ڈیڈ نے کہا تھا یہ سب

کرنے کو۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ مجھے چھوڑ دو میں قید رہی تو مر جاوں گی"

طلال کو زرا اندازہ نہ تھا کہ زرا دیر کی سزا ہی اس عورت کو تیر کی طرح سیدھا کرے گی، اگر پتا ہوتا تو شاید وہ یہ سب تیرا سال پہلے ہی کر لیتے۔

"تو مر جاو کنول آئی ڈونٹ کیئر، نہ تو تمہاری کسی کو ضرورت ہے نہ اس ناکامی کے بعد تمہارا وہ سوداگر باپ تمہیں ہتھیلوں میں مزید اٹھائے گا۔۔۔ قید سے تمہیں آزاد کر دیا تو تمہارا باپ تمہیں ویسے ہی مار دے گا، سو جب تک تمہاری کوکھ میں میری اولاد ہے تمہیں یہ قید یونہی سہنی ہے۔۔۔ مجھے میری اولاد دیتے ہی دفع ہو جانا جہاں چاہو۔۔۔۔۔ طلاق کے پیپرز ریڈی رکھوں گا"

طلال نے بھی نہ کوئی رحم کھایا نہ کنول کی حالت پر ترس بلکہ وہ عورت خود سبب تھی طلال کے ایسے حلق کی پھانس بڑھاتے رویے کی۔

"ن۔۔ نہیں مجھے اتنی بڑی سزا مت دو طلال۔۔۔۔۔ پلیز۔ جیسی بھی ہوں تمہاری بیوی ہوں۔۔۔۔۔ مر جاؤں گی یوں۔۔۔۔ت۔۔ تم بھی تو میرے قریب نہیں آتے اب۔ ک۔ کیسے وقت گزاروں یہاں پڑے پڑے۔۔۔۔"

وہ اس وقت جو رو رہی تھی نا جانے سچ تھا یا فریب کچھ کہنا مشکل تھا جبکہ طلال اسکے لیے کسی قسم کا رحم دل میں باقی محسوس نہ کر رہے تھے۔

"تمہارے قریب آنے کی سزا ہی بھگت رہا ہوں کنول، مجھے لگا تھا شاید میرے دور رہنے سے تمہارے اندر جو زہر بھرا ہے قریب آتے کم ہو گا لیکن تم تو سانپ سے ناگن بن گئی۔ یہ بچہ صرف طلال انصاری کی آزمائش ہے۔ دیکھو اللہ نے میری اولاد کس قسم کی نجس عورت کی کوکھ میں پیدا کر دی، مجھے تو سوچ کر کراہت ہوتی ہے۔ اور جانتی ہو تم نے اپنی یہ اوقات خود طے کی ہے ورنہ اگر تم طلال انصاری سے سچ میں دل لگاتی تو دل نہ سہی جان ضرور تم پر لٹاتا لیکن تم میری اک نظر کے بھی لائق نہیں"

اسکی بازو پکڑے میٹرس کی جانب دھکیتے وہ اس قدر غرائے کہ کنول نے بنا کوئی اعتراض بیٹھتے ہی ڈوبی آنکھوں میں حسرت بھر کر اس سنگدل بنے شخص کو دیکھا۔

"م۔۔ مت کرو طلال۔۔۔۔"

وہ آخری بار منمنائی جس پر طلال نے اچٹتی نگاہ کنول کے زرا زرا سو جھے چہرے پر ثبت کی۔

"کھاو کھانا چپ کر کے اور یہ نو ماہ پورے کرو۔۔۔۔ تمہارے یہ آنسو اب مجھ پر بے اثر ہیں۔"

سخت لہجے میں اس پر چنگاڑتے طلال بنا اسکی کوئی سسکی سنتے نا صرف کمرے سے نکلے بلکہ دروازہ بھی بند کر گئے جبکہ کنول نے بھوک لگنے کے سبب فوری اپنی پر تپش آنکھیں رگڑتے کھانا شروع کیا لیکن اب وہ رو نہیں رہی تھی، آتش فشاں بن رہی تھی۔

"ایک بار یہاں سے نکل لوں طلال، تمہارے سارے خاندان کو زندہ جلا کر تمہیں خون کے آنسو رلاؤں گی یاد رکھنا۔ تب تک یہ ساری آگ کنول اپنے سینے میں دباتی رہے گی"

کنول کے انتقامی ارادے دیکھ کر لگ رہا تھا وہ کچھ بہت برا کرنے کا سوچ چکی ہے، جو عام تو ہرگز نہ تھا۔

..________________________..

صائمہ خانزادہ کی بگھڑتی طبعیت کے سبب اوزان کافی بار انکو گھر جانے کا کہہ چکا تھا مگر وہ حسیب کے ٹھیک ہونے تک ملنے تک پر راضی نہ تھیں اور پھر جواد سیال بھی بس دس منٹ ہی رکے، زیادہ ان سبکو بے چین نہ ہونے دیا مگر انکے آنے نے دیان اور اوزان کو کافی حوصلہ پہنچایا۔

رات کے نو بجے ڈاکٹرز آئی سی یو روم سے سرجری مکمل کرتے نکلے، اوزان اور دیان دونوں ہی لپک کر ڈاکٹر کی جانب بڑھے، گویا چہرے رندے اور

دل سب کے ایک سے زیادہ تڑپے ہوئے تھے، خود بہار میں اٹھنے کی سکت نہ تھی پر وہ بھی دم سادھے ڈاکٹر ہی کو دیکھ رہی تھی اور صائمہ بھی۔

"کیسا ہے وہ؟"

اوزان کے استفسار پر ڈاکٹر نے مثبت انداز میں سر ہلایا۔

"خطرے سے بظاہر باہر ہے لیکن اگلے بارہ سے سولہ گھنٹے انڈر آبزرویشن رکھیں گے۔ہارٹ بیٹ بہت سلو ہے دعا کریں اللہ انکو شفاء دے"

ڈاکٹر کی جانب سے ملتی پر امید خبر نے ہر کسی کے ڈوبتے دل کو تقویت دی جس پر اوزان پلٹ کر اللہ کا شکر ادا کرتیں آئی جان اور صائمہ آنٹی کی طرف آیا۔

"وہ بہتر ہے آنٹی، پلیز خود کو سنبھالیں۔۔۔ دیان آپکو گھر ڈراپ کر دیتا ہے۔ میں ہوں یہاں اسکے ساتھ۔ بہار تم بھی جاو گھر، ٹھیک ہے وہ"

اوزان نے نرمی سے قریب آکر بیٹھے صائمہ آنٹی کو مخاطب کیا جس پر وہ جیسے شکر بھرے آنسو بہاتیں اوزان کے گلے لگیں، یہ منظر سب کو ہی تڑپا گیا۔

"اسکا خی۔۔یال رکھنا پتر، م۔مجھے میرا سیبو ہنستا کھیلتا چاہیے اوزان"

انکی تکلیف پر ایزل مریم، دیان یہاں تک کہ خود اوزان کی آنکھیں سرخ ہوئیں جبکہ زینیش کی تو بہارے کو سنبھال سنبھال کر اپنی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں تبھی وہ موصوفہ انکو دبانے میں لگی تھی، نیند الگ آرہی تھی، ڈریس میں ٹھنڈ بھی لگنی شروع تھی، دل یہی چاہ رہا تھا بس کوئی جگہ ملے اور وہ دکھتی کمر کو آرام دینے وہیں لیٹ جائے۔

"ہنستا کھلیتا ہی ملے گا۔۔۔ دیان جاو سبکو گھر ڈراپ کرو۔ ہوسپٹل میں کسی کو رکنے کی اجازت نہیں۔۔۔ زینو تم بھی جاو گھر"

اوزان نے مصلحت کے تحت سبکو ہی روانہ کیا مگر زینیش اسے ایسا منہ پھلا کر ناں میں سر گما گئی کہ اوزان اسے کچھ کہہ ہی نہ سکا۔

"میں نہیں جاؤں گی اوزان، اسے ایک بار ہوش آلے پھر چلی جاؤں گی۔۔پلیز مجھے بھی یہیں رہنے دو"

بہار نے بہت منت اور حسرت سے گزارش کی جس پر ایزل مریم، صائمہ کو سہارہ دے کر دیان کے ہمراہ روانہ ہوئیں جبکہ زینو بھی فوری اٹھ کر اوزان کے پاس آئی۔

"اور میں بھی آپکو چھوڑ کر نہیں جا رہی، اگر زبردستی کی تو یہیں بیٹھ کر رونے لگوں گی"

زینو نے بھی ڈرتے ڈرتے بھی پورے استحقاق سے اوزان کے پاس رکتے اسے دیکھتے انکار کیا اور وہیں کرسی پر جا جمی جبکہ اوزان نے منتظر دیان کو اشارہ کیا تو وہ دونوں لیڈیز کو لیے ہوسپٹل سے نکل گیا۔

بہار اٹھ کر آئی سی یو روم کے باہر جا رکی جبکہ اوزان برہم سی نظر زینو پر ڈالے اسکے ساتھ ہی بیٹھا جو حد درجہ ضدی بنی اسے تنگ کر رہی تھی۔۔

"زینو"

اوزان کے خفگی سے پکارنے پر زینیش نے فوراآنکھیں پھیریں جس پر وہ غصے سے اسکے چہرے کو زبردستی جبڑوں سے نرمی سے پکڑے اپنے سامنے کر گیا۔

"کیا ہے یہ سب؟ جیلس ہو رہی ہو۔۔؟"

اوزان کے سوال پر وہ الٹا اورتپی۔

"آپ کو چھوتی ہو اتک سے جلیس ہوں، بہار نے آپکے ہاتھ کو چھوا۔۔ اگر پھر ایسا کر لیتی تو۔۔۔۔ میری تو ساری رات یہی سوچ کر آنکھوں میں کٹتی نہ۔بس آپ مجھے بیوی نہیں ایز آسیکورٹی گارڈ برداشت کر لیں"

بنا اوزان کے غصے سے دبے اس سے اونچی سر گوشی کرتی وہ بے خوفی سے اوزان کی آنکھوں میں جھانکی۔

"میں اسے چھونے دیتا؟ پوسیسو بیوی پسند ہے مجھے پر اتنی نہیں کہ تم خواہ مخواہ اپنا خون جلاو۔ اور اس ڈریس میں کیسے ساری رات گزارو گی، ٹھنڈ سے اکڑ جاو گئ"

اوزان کو فکر سے نڈھال دیکھے وہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو فوری اسکے ہونٹوں پر جما کر خاموش کیا۔

"آئی ڈونٹ کیئر، جب ٹھنڈ لگی آپکو ہگ کر لوں گی"

بگھڑی ہوئی زینیش واقعی جان لیتی بلا تھی تبھی وہ خود ہی ہار مانتے اٹھا اور اپنا بلیزر اٹھا کر لاتے منہ بسور کر بیٹھی زینو کے پاس آتے جیسے اسکے گرد پہنایا، مسکراہٹ دباتی وہ نظر جھکائے کیوٹ لگی۔

"ہوسپٹل میں نو ہگ، بہت ضدی ہو تم زینو"

تھک ہار کر وہ خود بھی پاس ہی بیٹھا جس پر زینو نے فوری اسکی بازو پکڑی اور یوں ساتھ لگی جیسے سبکو بتا رہی ہو کہ یہ بندہ اسکی ملکیت ہے۔

بہار کو حسیب کی تکلیف سے ہوش ہوتا تو وہ ضرور ان دو کی بعث سنتی، لیکن اسکی جان تو حسیب میں اٹکی تھی۔

"جاو اسے تسلی دو دیکھو کیسے رو رہی ہے، یہاں مجھ سے مت چپک کر بیٹھو۔ اوپر سے ٹھنڈے یخ ہاتھ ہو رہے ہیں تمہارے، بتا رہا ہوں زینو اگر بیمار پڑی تو دو تھپڑ ایکسٹرا لگاوں گا"

اوزان نے اسے کندھے سے جڑھ کر جمائی لیتے دیکھا تو فکر ہوئی کہیں یہیں نہ سو جائے تبھی کام پر لگایا جبکہ وارننگ پر وہ اسے مظلومیت سے دیکھ کر اٹھی۔

"آپکو میرے سوا کسی کی فکر نہیں کرنی سمجھیں نہ بات کو، کیوں مجھے جیلس کر رہے ہیں۔۔۔۔ جا رہی ہوں"

زینیش نے لاڈ سے کہتے اوزان کے گھورنے پر فورا بیلذر ٹھیک سے پہنے قدم بہار کی طرف بڑھائے۔

"تمہیں تو اس ضد کا انعام فرصت سے دوں گا ضدی بکری"

اوزان نے اسکو جاتا دیکھتے گہرا سانس بھرے کمر ٹیکی اور دونوں بازو سینے پر لپیٹے۔

"مت روئیں بہار، ڈاکٹر نے کہا ہے نہ وہ اب ٹھیک ہیں"

زینو نے بہار کے پاس جا کر رکتے اسکے زمین کو چھوتے کامداری دوپٹے کو سنبھالتے اچھے سے بہار کے گرد لپیٹے شانے کے ساتھ ہاتھ جوڑتے پیار سے کہا جس پر بہار نے گردن موڑ کر کرسیوں کی جانب بیٹھے کن پٹی مسلتے اوزان کو دیکھا اور پھر اپنے پاس کھڑی اس خوبصورت لڑکی کو، جو کچھ نہ جاننے کے باوجود ان کی طرح ہلکان تھی۔

"میری اور اوزان کی زندگی میں حسیب کی کیا اہمیت ہے یہ تم نہیں سمجھ سکتی زینیش، اس وقت م۔ میرے دل پر قیامت برپا ہے۔ تم جانتی ہو یہ اس تکلیف میں میری وجہ سے مبتلا ہے"

بہار کی اذیت سے لبریز باتیں سن کر وہ اور افسردہ ہوئی، پھر اسے اب کے تو بہار کے منہ سے اوزان کا نام بھی اچھا نہ لگا۔

"میں جانتی ہوں دوست کی کیا اہمیت ہوتی ہے، اس لیے اوزان کی کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔ رہی بات آپ کی تو آپ بیوی ہیں حسیب بھائی کی اور ایک بیوی کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے جب اسکے شوہر پر تکلیف آئے۔ "

زینیش کی وضاحت میں تھوڑی تلخی تھی تبھی بہار سمجھ گئی کہ اسے اسکا اوزان کا نام لینا پسند نہیں آیا۔

"بہت لکی ہے کمیلئین، تم کافی جنونی ہو اسکے لیے۔۔۔۔ چلو کسی کا جنون تو اس نے قبول کیا"

یہ سب بہار کسی بری نیت سے نہ بولی تھی بلکے رشک کا جذبہ اور اس میں ستائش تھی پر پھر بھی یہ موقع ایسی بات کا نہ تھا، زینیش کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"کیا مطلب ہے آپکی اس بات کا، کیا کوئی اور بھی ان کے لیے ایسی جنونی ہے؟"

زینیش کا یہ سوال کرتے آواز لرزی۔

"ہے نہیں تھی۔۔۔۔ چھوڑو اب کچھ باقی نہیں رہا۔ تم اوزان سے کہو کہ مجھے حسیب کے پاس اندر جانے کی پرمیشن لے دے ڈاکٹر سے۔ میں اسکے پاس رہنا چاہتی ہوں، اسکی چلتی سانس محسوس کرنا چاہتی ہوں"

چنگاری تو لگ گئی پھر بہار بھلے جتنی پھونکیں مارتی، زینو نے جبراً مسکراہٹ دیتے قدم اوزان کی طرف بڑھائے۔

"وہ کہہ رہی ہیں انکو حسیب کے پاس اندر جانا ہے اجازت دلوا دیں"

زینو نے اطلاع دیتے ہی منہ پھلائے جیسے ساتھ ہی بیٹھی، اوزان نے اچنبھے کے سنگ زینو کے چہرے کے پھولے پھولے ایکسپریشن دیکھے مگر پہلے ڈاکٹر سے پرمیشن لینے گیا، بہار کو پرمیشن تو ملی پر تھوڑی دیر کے لیے۔

وہ کمرے میں انٹر ہوئی تو آنکھیں بھیگیں، وہ جو ہمیشہ ہنستا اور ہنساتا تھا بے جان ہو گیا تھا اور بہار کو لگا شاید اب وہ کبھی دوسرا سانس بھی نہ لے سکے گی، وہ اسکے قریب آئی، اسکی خوشبو میں اسکے لہو کی مہک گھلی تھی، جو بہارے کا سانس لینا تنگ کر گئی۔

"تم ٹھیک ہو جاوح۔ حسیب، آئی پرامسس میں تم سے اتنی د۔۔ دور چلی جاوں گی جہاں میرا سایہ بھی تمہاری تکلیف نہ بن سکے گا"

وہ اسکے پاس گرنے کے انداز میں بیٹھی، ڈرپ کی زد میں آیا حسیب کا مضبوط ،حرارت میں جلتا ہاتھ پکڑے، دوسرے ہاتھ سے اسکی صبیح پیشانی پر ڈھلکے بال پرے کو ہٹاتے جھک کر اسکی جبین چومتے جو بولی، وہ اس بے جان اور ہوش سے بیگانے شخص کے دل تک سب جھلسا چکا تھا، کیونکہ بہار کا فیصلہ اب کہ بدلنے کی کسی میں جرت نہ تھی۔

اوزان جب واپس آیا اور زینیش کے پاس بیٹھا تو وہ ہنوز منہ پھلا کر اسکے بیٹھتے ہی پاس سے اٹھی۔

"کیوں جان لینے کے ارادے ہیں روح نشین"

اوزان نے اسکی ہتھیلی پکڑتے روکا بھی اور وہی ہتھیلی کھینچ کر قریب کرتے نرمی سے چومی، ہاں ابھی اوزان کے انداز شکستہ تھے۔

"آپ صرف میرے ہیں"

دبی دبی وہ بولی تب بھی آواز کو آنسوؤں نے نگلا تبھی تو اوزان بھی پریشانی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"زینیش !رو کیوں رہی ہو۔ تمہارا ہی ہوں"

اوزان نے اسکا لمحے میں برداشت وضبط کے سبب لال پڑتا چہرہ ہتھیلوں میں بھرے اپنی جانب اوپر اٹھاتے یقین دلایا۔

"کون تھی وہ لڑکی جو جنونی تھی آپکے لیے ؟اب یہ مت کہیے گا جھوٹ ہے۔
بہار نے خود بتایا مجھے "

زینیش کی ڈبڈبائی آنکھوں سے زیادہ اسے بہار کی اس حرکت پر غضب
چڑھا، تیوریاں چڑھیں۔

"تو کیا بہار کی اوٹ آف سینسیز بات مان لو گی تم؟ صدمے میں ہے کچھ بھی
ہانک رہی ہے۔ تم مجھے پریشان مت کرو یار آگے ہی بہت ڈسٹرب ہوں "

اوزان شاید اس لمحے جسٹیفائی نہ کر پا رہا تھا اور زینیش نے بھی سر ہلاتے
بازووں کو اسکی گرفت سے آزاد کیا اور وہاں سے چلی گئی۔

"یا اللہ اس پر کسی چڑیل کا سچ میں سایہ تو نہیں ہو گیا۔۔۔ بہار، باز نہ آنا
اپنی ترسی حرکتوں سے فضول عورت "

اوزان کو اس وقت دونوں پر غصہ تھا مگر وہ اسکے فوری پیچھے گیا کیونکہ کوٹ وہ وہیں کرسی پر پھینک گئی تھی اور اس قدر ٹھنڈ میں جب وہ اوزان کو ہوسپٹل کے لان میں بیٹھی نظر آئی تو وہ سیدھا وہیں آیا۔

"زینو۔۔۔"

اوزان کے پاس بیٹھتے ہی وہ آنسو رگڑے دو بندوں کی جگہ چھوڑے پرے ہوئی جس پر اوزان نے ایک ہی جھٹکے سے پکڑ کر اسے خود کی طرف کھینچا جس پر وہ الٹا سرخ ہوتی آنکھوں سے برہم ہوتے اوزان کو گھوری۔

"یہ پوزیسیونیس اکیلے میں دیکھانا پھر بتاوں گا تمہیں کہ اوزان کو تنگ کرنے کی کیا سزا ہے، منہ سیدھا کرو زینو ورنہ۔۔۔"

اوزان جیسا بندہ کسی سے دوسری بار بات نہ دہراتا اور یہاں موصوف بیٹھے اس ضدی بکری سے مفت میں سر پھوڑے جا رہے تھے۔

"ورنہ۔ ورنہ کیا کریں گے"

درشتی سے بات کاٹے وہ زیادہ ناراض ہوتی بگھڑی۔

"کچھ ایسا جس سے آٹو میٹک تمہارا منہ سیدھا بھی ہو گا اور ریڈ بھی"

آنکھوں میں پوری بے تکلفی سے جھانکے وہ جو بے باک لہجے میں بولا، زینو ٹھنڈ و خوف سے کپکپاتی فوری اسکے سینے میں چھپی تو اوزان کے تڑپے دل کو بھی سکون کے لمس ملے۔

"پوری کانپ رہی ہو تم زینیش، چلی جاتی گھر"

اسکو خود میں بسائے وہ ہنوز پریشان تھا۔

"نہیں جانا، مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر مجھ سے کوئی پیاری لڑکی آئی اور اس نے آپ کو مجھ سے چھین لیا تو۔۔۔"

سینے لگی وہ فراغ دلی سے اپنے ڈر بیان کیے اوزان کی جان لیوا اور منظروں کو ساکن کر دیتی قاتلانہ مسکراہٹ کا سبب بنی۔

"میری پیاری لڑکی دونوں تم ہو۔۔۔اب بس یہ فضول بعث مزید نہیں۔
یہ جیولری اتار دو اگر کمفرٹیبل نہیں ہو"

اوزان کو لگا شاید وہ اسے چبھ نہ رہی ہو، تبھی نرمی سے کہا مگر زینو نے فوری نفی میں گردن ہلائی، سوں سوں کرتے ناک کے ردھم کے ساتھ زبردستی کے آنسو واپس حلق میں انڈیلے اور یوں کرتی وہ چھوٹی سی بچی لگی۔

"آپ ہی اتاریں گے، کہا تھا آپ نے"

زینو نے مدھم سرگوشی کیے یاد دلایا جس پر اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے اپنے دل سے لگایا، لمحہ لگاتے آنکھوں میں نرمیاں سی سمٹ آئیں۔

"بچ گئی ہو تم۔۔شاید دعائیں مانگتی رہی ہو اوزان دایب سے پناہ کی"

وہ جو آنکھیں بند کیے گہرا سانس لیتی خواب کی سی کیفیت میں تھی، اوزان کے جتانے پر فوری گردن موڑ کر گھوری۔

"ایسی دعا نہیں مانگتی زینو جو مجھے آپ سے دور کرے"

لہجے میں ہلکی سی تپش لیے وہ بولی، اسکی ناراضی بھانپتے اوزان نے اسکے گرد اچھے سے بازو لپیٹے اپنے قریب کیا۔

جبین چومی، تاکہ اس سلگتے جذبات میں قید لڑکی کو راحت ملے۔

"مجھ سے روٹھی لگ رہی ہو، اچھا نہیں لگ رہا"

اوزان کے شکوے پر زینو نے پھر سے پلکیں اٹھائے، گردن موڑے اوزان دایب کو دیکھا جسکی خوبصورت آنکھیں کناروں سے لال ہو چکی تھیں، دوست پر آئی تکلیف میں وہ شخص اندر ہی اندر جل رہا ہے یہ ان آنکھوں نے صاف صاف عیاں کیا۔

"آپکو خوشی نہیں ہوئی کہ میں آپکے لیے کتنی پوزیسیو ہو رہی؟"

دم سادھے انکار کی کوئی ہمت نہ رکھتے سوال کرتی وہ اوزان ہی کو ہنوز دیکھ رہی تھی۔

"بہت خوشی ہو رہی ہے، ان فیکٹ اپنا آپ بہت سپیشل فیل ہو رہا ہے"

اوزان کی تھوڑی سی مسکراہٹ اور اعتراف زینو کے جذبات کی طغیانی میں ٹھہراو لایا تو وہ بھی مسکائی۔

"مجھے بہت لگاؤ ہو گیا آپ سے، آئی مین میرا بس چلے تو اس دنیا کی ساری لڑکیوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دوں تاکہ میرے سوا آپکو کوئی دیکھ تک نہ سکے"

اپنے دل کی بات کہتی وہ اتنی پیاری لگی کہ اوزان تو بس اسکے ہلتے لبوں، بلش کرتے رخساروں اور جھکتی پلکوں میں ہی جکڑ گیا۔

"دنیا میں اچھے منظر پہلے ہی کم رہ گئے ہیں، تم ایک اور میں کمی کردو شاباش"

اوزان نے اپنی بھٹکتی نظر زینو کے چہرے سے ہٹاتے زرا ارد گرد گما کر منہ بسورتے کہا جس پر پہلے تو وہ اسکی بات نہ سمجھی اور جب سمجھی تب دل کیا اسکا سر توڑے، سانسوں کے زیر و بم سمیت محترمہ اس مہکتے چوڑے سینے میں چھپ کر رہ گیئں۔

"کیا بہار، حسیب بھائی سے پیار کرتی ہیں اوزان ؟"

زینو نے کچھ دیر خاموشی کے بعد پھر سے پوچھا، اوزان نے اسکے الگ ہوتے ہی چہرے کے بے قرار تاثرات ٹٹولے۔

"بیوی ہے اسکی، کرتی ہو گی"

اوزان کا جواب، زینو کو اور بے چین کر گیا۔

"مجھے لگتا ہے بہار میں آپ جیسے تھوڑے جراثیم ہیں۔ مطلب حسیب بھائی پر آنچ آئی تو وہ کہہ رہیں ہیں کہ انکی وجہ سے ہو اسب اور وہ ان سے دور چلی جائیں گی۔۔۔"

زینیش نے اپنی الجھن الجھ کر کہی جبکہ وہ زینو کے معصومانہ سوالوں پر خفیف سا مسکایا۔

"پھر تو شرطیہ وہ محبت کرتی ہے حسیب سے، بائے داوے حسیب کے ساتھ جو ہوا اسکی وجہ واقعی بہار ہے۔ لمبی کہانی ہے فرصت سے سناوں گا۔ یہ بتاو کچھ کھاو گی؟ بھوک لگ رہی ہو گی"

وہ اوزان کے انکشاف پر حیرت میں ڈوبی مگر پھر آخری آفر پر وہ فوری اسکے سینے سے سر الگ کرتی اٹھ بیٹھی، پیٹ میں چوہے تو اسکے بھی کود رہے تھے۔

"جی بہت بھوک لگ رہی ہے"

فوری اداسی سے بتایا۔

"اوکے آجاو کیفے ٹیریا چلتے ہیں"

اوزان نے اٹھتے ہی ہاتھ پکڑے زینو کو اٹھایا جس پر وہ لمحہ بھر رکی۔

"آپ بھی کھائیں گے بس اس شرط پر"

زینو کی بات وہ ٹال نہ سکتا تھا۔

"ہمم او کے میری خاتون جیسا تم کہو"

اوزان کے یوں میری خاتون کہنے پر وہ نہ صرف کھلکھلائی بلکہ خوشی کے سنگ اوزان کے ہمراہ رشک و اعتماد سے کیفے ٹیریا کی طرف بڑھ گئی۔

..________________________________..

"اگر وہ بچ گیا؟"

تنویر اس وقت بہرام ملک کے سامنے ہی نرم کاوچ پر بیٹھا تھا، بہرام کے چہرے پر تنویر سے زیادہ نیل ابھر چکے تھے، لیکن شاید اپنے ساتھ ہوئے سلوک کی وہ حسیب خانزادہ کو سزا دے چکا تھا۔

"بچ گیا تو اچھی بات ہے، میں دشمن کو اتنی جلدی راہ سے ہٹانے کا شوقین ہوں بھی نہیں۔ جتنی بار بچے گا اسکی موت اگلی بار زیادہ دردناک ہو گی"

بہرام کے لفظ لفظ سے ٹپکتی حقارت اور المنا کی پر تنویر پاشا بھی خفیف سا گھبر ایا۔

"خیر کام کی بات ہو جائے، میرے لوگوں نے مجھے خبر دی ہے کہ کنول امید سے ہے۔ ایسا کیسے ہوا؟ جب اسکا اور طلال کا کوئی تعلق ہی نہیں تو بچہ کہاں سے آیا"

بہرام ملک کی اچٹتی نظر پر تنویر کے چہرے کے رنگ اڑے، گویا بہرام ہر چیز کی خبر رکھے ہوئے تھا۔

"وہ دراصل طلال کے سامنے سٹرونگ پوزیشن پانے کی خاطر یہ سب ہوا، تم تو جانتے ہو ورنہ دونوں میں کوئی دلی لگاو نہیں"

تنویر سے نظر ملانا دو بھر تھا جبکہ بہرام نے سرد نظر تنویر پر ڈالی۔

"لیکن کنول کے امید سے ہونے کے بعد میرا اس عورت پر سے اعتبار اٹھ گیا، مجھے شادی کے لارے لگاتی رہی اور خود اس منحوس طلال سے رشتہ بھی بنایا۔ یہ کر کے کنول نے میرے سامنے اپنی پوزیشن خاصی پست کر دی تنویر پاشا"

بہرام کے لہجے میں بغاوت و نفرت کی بو پر تنویر نے حراساں نظر بہرام کے سپاٹ و تنے چہرے پر ڈالی۔

" دیکھو بہرام وہ اس بچے سے جلد چھٹکارہ پا لے گی، تم اس کو غلط مت سمجھو"

تنویر نے گویا منت کرا ٹھتے کنول کا دفاع کیا پر بہرام جبڑے بھینچتا تنتناتا ہوا اپنی نشت چھوڑے اٹھ کھڑا ہوا۔

"لیکن اب وہ میرے لائق نہیں رہی سو مجھے اب تمہاری چھوٹی بیٹی چاہیے، حسیب کا انجام قریب ہے۔ تم اپنی اس سر پھری بہار کو کیسے میرا بناتے ہو یہ تمہارا اگلا ٹاسک ہے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اپنی جان بچانے کو میں جو پہلا

بکرا قربان کروں گا وہ تم ہو گے۔ مجھے قانون کے لمبے ہاتھ بھی نہیں جکڑ سکتے، پولیس کے افسر میری جیب میں ہیں۔ سو تم فیصلہ کرلو کہ اب کس کا ساتھ چاہتے ہو۔۔۔ بہار کو اس حسیب کے گھر اور اس سے دور کرو جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔۔۔۔۔"

بہرام اسے دھمکی دیتا ناگوار ئیت بھری نگاہ ثبت کیے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا جبکہ تنویر کے جسم میں چیونٹیاں سی لوٹ کھسوٹ کرتی محسوس ہوئیں، اس قدر ٹھنڈک کے باوجود اسکی پیشانی خوف و ڈر کے سبب عرق آلود ہو کر رہ گئی، گویا جان کے لالے پڑ چکے تھے۔

..______________________________..

سانول سیال واپسی پر کچھ دیر دایب کی قبر پر رکے تھے، ڈرائیور اور گارڈ انکے ہمراہ تھا لیکن وہ کچھ دیر قبرستان میں اکیلے وقت گزارنے کے خواہش مند تھے۔

بہت سے زخم ادھیڑے تھے، بہت ساری تکلیف از سر نو انکے سینے میں نمودار ہوئی۔

دوزانو قبر کے سرہانے بیٹھے وہ اپنا ہاتھ دایب کی قبر پر سہلاتے وقت اپنی آنکھوں کو آبدیدہ ہونے سے روک نہ سکے۔

"میں تجھے معاف کروں گا پر ایک شرط پر، اپنے باپ کو بے نقاب کر۔ اسے سزا دلوا اسکی، کوئی قانون اسکی سزا مقرر نہیں کر سکتا دایب، تجھے کرنی ہو گی"

شعور میں انکی اپنی دردناک آواز گونجی۔

"میں نہیں کر سکتا خان بابا، میرے ہاتھوں پیروں میں اذیت کی بیڑیاں ہیں۔ اگر میں نے اپنے جرم کا اقرار کیا تو میری بیوی، میرا بیٹا میری شکل تک نہیں دیکھیں گے۔ وہ مجھ سے نفرت کریں گے۔ میرے پاس کوئی ثبوت

نہیں، میرے اندر بس آگ ہے، جو مجھے اندر ہی اندر جھلسا رہی ہے۔ مت باندھیں مجھے ایسی شرط سے، مجھے مرنے سے بچالیں۔ میرے دکھ سن لیں"

آج دایب کی یہ سسکیاں انکو بھی دھاڑ دھاڑ کر رونے پر مجبور کر رہی تھیں۔

"نہیں، بنا تلافی کے تجھے معافی نہیں ملے گی۔ میرا فیصلہ اٹل ہے۔ یا تو اپنے گناہ کا اعتراف کر یا پھر تیرے خان بابا تیرے لیے مر گئے"

اپنا آخری سفاک جملہ روح کے زندان میں موت کی وعید کی طرح گونجا جسکے بعد وہ بہت بری طرح رو دیے۔

"مجھے اپنی سنگدلی مار رہی ہے دایب، میں کیسے تجھے سنتا بتا۔ تو نے میرے یعقوب کو زندہ لاش بنا دیا، تو نے اپنی محبت کو رسوا کیا، اسے اسکی چاہت سے دور کیا۔ اور ستم ہے کہ سب جاننے کے باوجود تو اپنے ظالم باپ سے بغاوت نہ کر سکا۔۔۔۔ مجھے دکھ ہیں تیری تکلیفوں کے پر تب سانول سیال خود بہت اذیت میں تھا"

دایب کی موت کی وہ ہمیشہ خود کو وجہ سمجھتے، دس سال وہ شخص تڑپا تھا، دس سال اس نے معافی نہ ملنے کا سوگ منایا۔

وہ اپنے باپ کو کیا سزا سناتے کہ باپ نے اکسانے کے سوا تو کچھ نہ کیا تھا، اور یہی دکھ تو دایب کو نوچ کر کھا گیا۔

"اللہ تیری روح کو سکون دے، پر تو خود کشی کرنے والا نہیں ہے، میں سب مان سکتا ہوں یہ نہیں کہ تو نے اپنی جان خود لی۔ تجھے تو ہم سب نے مل کر مار دیا بچے۔۔۔ معاف کر دے اپنے خان بابا کو"

آج انکا دل پتھر سے زیادہ بھاری تھا، تبھی جب مزید سکت نہ رہی تو وہ اٹھ کر آنسو پونچھتے قبرستان کے احاطے سے باہر آ گئے۔

گھر تک پہنچتے وہ بہت سے ملال، اذیت اور تکلیف کا شکار رہے اور جب گھر پہنچے تو جواد سیال نہ صرف واپس آ چکے تھے بلکہ وہ اور المان باہر لان میں ہی

بیٹھے تھے، سانول سیال بھی سیدھے وہیں چلے آئے، انکی روئی روئی آنکھوں سے وہ دونوں سمجھ گئے کہ معاملہ کیا ہو گا۔

"آپ ٹھیک ہیں دادا سائیں؟"

الماں کے استفسار پر وہ اپنی درد دیتی سوچیں فوری سمیٹ کر بیٹھ گئے۔

"نہیں یار، دایب کی موت آخری سانس تک مجھے کھاتی رہے گی۔ میں نے اسے اتنی بڑی سزا تو نہیں دی تھی کہ وہ اسکی سختی کم نہ کروا پاتا۔ آخر کو خان بابا کے من پسند بچوں میں شامل تھا، وہ، طلال، یعقوب، جواد۔۔ خدا گواہ ہے ان چاروں میں سے میں نے فرق نہ کیا کبھی۔۔۔۔ اس نے مجھے منانے کی کوشش نہیں کی اور خود روٹھ کر چلا گیا۔ اسکی قبر دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی، شاید اسے اپنے پچھتاوں سے زیادہ خان بابا کی سزا کھا گئی۔ شاید میری سزا کی وجہ سے اسکا سایہ اسکے بچوں پر سے اٹھ گیا"

دادا کی تڑپی حالت پر المان بھی رنجیدہ ہوا جبکہ جواد تو پہلے ہی سرخ سی آنکھیں لیے ان کہے کرب میں مبتلا تھے۔

"آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں دادا سائیں، وہ اپنے باپ کے دیے ٹارچر برداشت نہیں کر سکے۔ اللہ اس سفاک شخص کی عبرت بھی ایسی ہی کرے گا فکر مت کریں"

المان نے آزردگی سے سمجھانا چاہا پر وہ یوں سانس بھر گئے جیسے سینے پر بوجھ بنا ہو۔

"اس بڈھے کی عبرت تو شروع ہے، مجھے لگا تھا وہ سدھر اہو گا پر خبیث ویسا ہی ہے"

یکدم ہی خان بابا کے لہجے میں سختی اتری۔

"ایسے لوگ کبھی نہیں سدھرتے بابا سائیں، آپ بھی کس منحوس کی شکل دیکھنے نکل پڑے تھے"

جواد بھی برہم ہوئے۔

"بس اپنا دل خراب کرنے کا شوق چڑھیا سی، دفع مارو اسے۔میں آرام کروں گا اب۔۔ کل دن تک واپسی ہے میری تب تک مجھے شادی والی مانگ کا جواب دے دینا تم دونوں۔شب بخیر"

دونوں پر نرم نگاہ ڈالتے وہ اٹھ کر چلے گئے جبکہ جواد سیال بھی تھکن محسوس کرتے اٹھے۔

"تم بھی آرام کرو بچے، ناشتے پر میں بات کرتا ہوں ایزل مریم سے۔فی الحال وہ لوگ حسیب کے سبب پریشان ہیں تو کال کرنی مناسب نہیں"

بابا کی مصلحت بہترین تھی تبھی المان نے رسان سے مسکراتے اجازت دی اور خود بھی بابا کے پیچھے ہی اندر بڑھا۔

پنار اور میشی نے مل کر فنکشنز کی لسٹ کے ساتھ ڈریسیز تھیم بھی بارات اور ولیمے کی ڈیسائڈ کی تبھی محترمہ تھک ہار کر آتے ہی کچھ دیر المان کا ویٹ کرتی رہی اور پھر سو گئی۔

المان روم میں آیا تو دروازہ بند کرنے کے بیچ مزے سے لحاف میں گھس کر سوئی میشی کو دیکھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگی۔

مین لائیٹ آف کیے وہ خود بھی قریب آیا اور ساتھ ہی لیٹا جبکہ آہستگی سے اسکے سر سے بازو نکالے جب مشائم کو اپنے قریب کرتے سینے سے لگانا چاہا تب وہ کسمسا کر آنکھیں کھولتے ہی نا صرف مسکرائی بلکہ بازو المان کے گرد حائل کرتے ہی اس کے پہاڑ مہکتے وجود میں راضی ورضا سمٹ گئی۔

" آپ پاس اور نظروں کے سامنے ہیں تو یہ نیند بھی بہت آرہی کیپٹن، اس لیے کیونکہ آپ کا میرے ارد گرد ہونا بہت سکون دیتا ہے "

اپنے بنا المان کا انتظار کیے سو جانے کی وہ اس سے پیاری وضاحت دے بھی کہاں سکتی تھی، المان کی آنکھوں کا مرکز اسکا خوبصورت چہرہ تھا۔

"تو پھر میرے سکون کی بھی کچھ سبیل کرو چلی ملی"

المان کے بے خود جملے پر مشائم کی استوار دھڑکنیں لمحے میں منتشر ہوئیں۔

"کیا آپکو سکون نہیں مل رہا میرے پاس ہو کر؟"

فوری فکر سے اپنی ہتھیلی المان کے گال سے جوڑی۔

"زیادہ سکون چاہتا ہوں، جو جاتے ہوئے تم نے المان سیال کی عادت بنایا تھا"

المان کے اس نازک حوالے پر میشی کی پلکیں حیا سے لرزیں۔

"آپکی ہر خواہش قبول ہے، لیکن ابھی تک آپکے دیے رنگ ماند بھی نہیں پڑے اور آپ واپس آ گئے۔ اس سے میشی کو آپکے وعدوں اور آپکے ہونٹوں سے نکلے اک اک حرف پر یقین آ گیا ہے۔"

وہ اسکے لیے خود سپردگی کے ایسے جذبات سے لبریز تھی کہ اک لمحہ تو خود الماان ساکن رہ گیا، اس لڑکی کے نرم گرم لمس کو محسوس کرتے ہوئے بے خود انداز میں گداز وجود کو خود میں بھینچ لیا۔

"ممکن ہے اس بار واپسی اتنی جلدی نہ ہو مشائم، سو نہیں چاہتا تم میری محبت، توجہ اور شدت کی کمی محسوس کرو۔ یہ جو چند دن ہیں صرف تمہارے ہیں، یہ جو چند راتیں ہیں صرف تمہاری ہیں"

الماان کے ہونٹوں کہ پر شدت مہریں جب بیچ میں فاصلہ بنا کر الگ ہوتے جبین، رخساروں سے سانسوں کی اور سرکنے لگیں تب وہ مٹھی میں اسکی شرٹ جکڑے محسوس کرنے کی حد تک مدہوش ہوتی اسکے وجود میں سمٹی،

اسے خیال ہی نہ رہا کہ وہ شخص خود میں جذب کرنے کے بیچ جدائی کی کونسی خبر سنا بیٹھا ہے، ہاں اس سرور سے جب نکلتی تب شاید کچھ سوچ پاتی لیکن اس وقت اسے نہ اپنا آپ سنبھالنا تھا نہ المان کے سوا کچھ سوچنا تھا۔

..________________________..

ڈنر دونوں نے بس تھوڑا سا کیا اور چونکہ ٹھنڈ تھی تبھی اوزان اور وہ اندر ہوسپٹل چلے گئے، وہاں بھی کافی ٹھنڈ تھی مگر زینو کپکپانے کے باوجود بضد تھی کہ وہ گھر نہیں جائے گی۔

بہارے بھی ساری رات حسیب کے پاس ہی بیٹھی رہی، اسکا بے جان ہاتھ تھامے، جبکہ رات تو سبکی مشکل سے ہی کٹی تھی، دیان کی، صائمہ خانزادہ کی، ایزل مریم کی۔

دیان، رات ہی واپس ایمرجنسی کے سبب آگیا تھا پھر حسیب کی کنڈیشن ڈاکٹر باسط سے وہ ہر آدھے گھنٹے بعد خود دریافت کرتا رہا۔

آئی سی یو روم سے رات ہی حسیب کو سپیشل وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا تبھی بہار کو رات اسکے پاس رکنے کی بھی پرمیشن مل گئی تھی جبکہ اوزان اور زینو ساری رات باہر ہی کوریڈور میں لگی کرسیوں پر ہی بیٹھے رہے، زینو نے تو پھر اوزان کے پاس بیٹھے بیٹھے اس میں دبکے کر کچھ دیر سو بھی لیا مگر اوزان کو نیند نہ آسکی۔

فجر کے بعد جا کر زینو کی بھی آنکھ اوزان کے بجتے فون پر ٹوٹی۔

اوزان نے اسکے اٹھ بیٹھنے کے باوجود جمائی لیتے کرسی کی پست سے سر ٹکا کر واپس سو جانے پر مسکرا کر دیکھا اور درانی کی آتی کال پک کیے اٹھ کر کھڑا ہوا، ساری رات بیٹھ بیٹھ کر کمر اکڑ چکی تھی، اوپر سے سنگل شرٹ میں موصوف پر بھی ٹھنڈ کے اثرات غالب تھے لیکن زینو سے کم۔

"ہاں درانی کہو"

اوزان نے کال پک کرتے زرازینیش سے فاصلے پر آرکتے فوری دریافت کیا جو اس وقت اپنے آفس میں ہی موجود تھا، کچھ اہم قانونی معاملات کے سبب وہ ساری رات گھر نہ جا سکا۔

"سر آج سے ایم این اے کی ذمہ داریاں آفیشل طور پر سنبھالنی ہیں آپکو، ممبر آف اسمبلی کی بڑی گرینڈ دعوت ہے آج شام جس میں آپکو آپکی مسیز کے ہمراہ مدعو کیا گیا ہے، جواد سیال آجکی تقریب میں آپ کی پارٹی کے ساتھ الحاق کا فیصلہ بھی لینے والے ہیں اور انکے وکیل نے مجھ سے تمام لیگل ڈاکومنٹس سائن کروا لیے ہیں"

صبح صبح ایسی نیوز اوزان کی ساری تھکاوٹ دور کر گئی، گھر کے معاملات کے سبب وہ بھول ہی چکا تھا کہ سیاست میں بھی دادا کے سبب کود چکا ہے اور جیسا کے اس نے سوچا تھا سیاسی معاملات سنبھالنے سے خاصی بیزاری ہو گی ایسا

نہیں ہوا بلکہ جواد کی جانب سے ملتی سیاسی سپورٹ سے اسے ایک چیز تو معلوم ہو چکی تھی کہ وہ کم از کم اوزان کا ساتھ بنا کسی بڑی وجہ کے نہیں دے رہے۔

پھر یہ ایم این اے کی کرسی اوزان نے ہمیشہ کے لیے تھوڑا ہتھائی تھی، اسکے بقول اسکے حقدار اب بھی جواد سیال ہی تھے، رات بھر سے طبعیت اور اعصاب پر حاوی تھکن کہیں دور جا مفقود ہوئی۔

"ٹھیک ہے درانی یاد دہانی کے لیے شکریہ، میں پہنچ جاوں گا۔ تم بھی ہو گے ساتھ؟"

اوزان کے نرم و پر سکون استفسار پر وہ کھل کر متفق مسکرایا۔

"ظاہر ہے سر آپکا پرسنل وکیل اور ایڈوائز ہوں۔ ویسے آپ نے نیوز دیکھی ہے؟ ہر چینل اور نیوز پیپر میں آپکو لے کر پچھلے دو تین دن سے یہ خبر گردش کر رہی ہے کہ آپ کیمرہ شائے پرسن ہیں تبھی ایم این اے بننے کے

باوجود ابھی تک آپ نے نہ کسی میگزین کو انٹرویو دیا نہ چینل کو نہ خود منظر عام پر آئے ہیں، سو میرا دوستانہ خیال ہے آج لگے ہاتھوں پریس کانفرنس بھی کرلیں۔ اپنے کیمرہ شائے ہونے کی تردید کے ساتھ دنیا کو کمپلیئین کی بیوی سے بھی ملوادیں۔۔۔ یہ آپکی پبلسٹی میں اضافے کا سبب بنے گا"

درانی کے بے تکلف مشورے پر اوزان نے گردن موڑے سوئی صورت زینو کو دیکھا جو اب بھی سر اک طرف گرائے جمائیاں لیے آنکھیں موندے ہوئے اوزان کے کوٹ میں چھپی تھی، بے اختیار وہ اپنی زندگی کی اس کھٹی میٹھی راحت پر تمام تر چہرے کی خوبصورتی اور دل کی خوشی کے ہمراہ مسکرایا۔

"درانی! وہ میری بیوی ہے نہ کہ کوئی شو پیس جسکی نمائش کرواتا پھروں۔ ہاں یہ نیوز ضرور بریک کردوں گا شادی کی لیکن میں نہیں چاہتا وہ میڈیا کے سامنے آئے، ایسے میں پرسنل لائف کا بینڈ بج جاتا ہے۔ خیر حسیب کے حوالے سے کیا نیوز چل رہی ہے؟"

اوزان کا گریز درانی کو فیسنیٹ کر گیا تبھی وہ فرمابرداری سے مثبت مسکرایا مگر آخر تک اوزان کے استفسار پر سنجیدہ ہوا۔

"شک کے دائرے میں بہرام کا نام لیا جارہا ہے تبھی پولیس کے محکمے میں کھلبی مچ چکی ہے۔ میڈیا بہت پریشر دے گا، اور یہ پولیس کے محکمے کی کالی بھیڑیں، میڈیا سے بہت ڈرتی ہیں"

اوزان کی ذہنی اذیت کچھ کم ہوئی تو وہ کافی مطمئین ہوا، حسیب کے ساتھ جس نے یہ کیا اسے اوزان کڑی سے کڑی سزا دلوانے کا خواہش مند تھا۔

"بہت خوب، اپنے جاننے والے تمام میڈیا ہاوس کے لوگوں کو کہو اس خبر کے پیچھے لگ جائیں۔"

اوزان کی وقت کی مناسب سے کی جاتی مناسب تاکید پر درانی نے فوری سر اثبات میں ہلایا۔

"سر ایسا ہی ہو گا۔ خیر آپ شام پانچ سے چھ تک ریڈی رہیے گا، سینٹ کی گاڑی خود لینے آئے گی آپکو۔ اب تھوڑا وی آئی پی پروٹوکول انجوائے کریں۔۔۔ رکھتا ہوں"

درانی نے دوستانہ سا انداز اپناتے اوزان کو کافی بہتر کر دیا جبکہ اوزان نے رابطہ منقطع ہی کیا کہ عدم کی کال پر اوزان کی سنہری آنکھیں مزید چمکیں، گویا وہ عدم کی جانب سے اچھی خبر کی امید میں تھا۔

"ہاں عدم کیا خبر ہے ؟"

اوزان نے فوری فطری فکر کے سنگ پوچھا جبکہ عدم اس وقت ایک تنگ سے سرونٹ کوارٹر میں موجود ارد گرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا، جگہ کافی اچھی اور مناسب تھی لیکن عدم بے حد بے قرار۔

"سائیں میں نے بھائی کو چھڑوالیا ہے اور اسے گاؤں بھی بھجوادیا، اور تنویر کو بھی مجھ پر یقین آگیا۔ اس نے مجھے نہ صرف ساتھ رکھا بلکہ سرونٹ کوارٹر بھی دیا۔ لیکن رات کو تنویر سے ملنے بہرام نامی آدمی آیا تھا"

عدم کی جانب سے سب باعث تسکین تھا مگر اسکی آخری بات پر اوزان کے ماتھے کی رگیں پھولیں، وہ زینو سے مزید کچھ فاصلے پر آرکا تاکہ ٹھیک سے بات کر سکے۔

"تم نے انکی بات سنی؟ کیا بات کی دونوں نے؟"

اوزان بے تابی سے دوبارہ بولا، لہجے میں بے چینی عودی۔

"جی سائیں وہ تنویر کو دھمکا کر گیا ہے، تنویر کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ میں سن تو نہیں سکا کچھ مگر صاف ظاہر تھا کہ بہرام کے ہاتھ تنویر کی کوئی بڑی کمزوری ہے"

اوزان کے ذہن میں ٹیس سی اٹھی، فوری منہاس کا نام ذہن میں آیا کہ ہو سکتا ہے جو عدم نہ سن سکا ہو وہ منہاس نے سنا ہو۔

"ٹھیک ہے عدم محتاط رہنا، وہ بہت شاطر ہے۔ میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں"

اوزان نے فوراً اسے تاکید کیے کال کاٹی جبکہ ساتھ ہی منہاس کا نمبر ملایا، دوسری ہی بیل پر فون اٹھالیا گیا تھا۔

"میں تمہیں ہی کال کرنے والا تھا، تمہارے لیے بہت کچھ ہے میرے پاس"

منہاس نے اسکے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی جب بہرام اور تنویر کے بیچ ہوتی ساری بات حرف بہ حرف اوزان کو بتائی تو وہ اپنی آنکھوں کو حقارت سے سرخ ہونے سے روک نہ سکا، ان خبیثوں کی پستہ سوچ پر حیرانگی کے ساتھ غصہ آیا، اسکی سنہری آنکھیں اشتعال دبا کر رکھنے کی ترجمان دیکھائی دیں۔

"بہرام ملک! اب تم میرے ہاتھوں سے بچ کر دیکھاو لیکن پہلے ناکام عاشق صاحب کی ٹیوننگ کرنی ہے۔اس عمر میں باپ۔۔۔۔یا میرے اللہ یہ مجھے کیسے چچا دیے آپ نے۔۔۔۔اور زینو؟ کیا وہ یہ برداشت کرے گی۔ابھی بیٹی کو منایا نہیں ٹھیک سے اور ناراض کرنے کے لیے نیا گل کھلا دیا۔۔اوپر سے انکے باپ بننے کی خبر مجھے لوگوں سے پتا چل رہی۔۔۔۔چاچو بچ جائیں آج میرے ہاتھوں سے"

اوزان کی کوفت اور خود سے بڑبڑا کر بولنے پر زینو کی سستی بھی ختم ہوئی تبھی جب اوزان خونخوار ہوتے ان حسین مفلوج کرتے حالات سے تنگ آئے پلٹا تو زینو سے ٹکراتے بچا جسکا اوزان کی غصے بھری آنکھیں دیکھے ہارٹ فیل ہوتے بچا، وہ نیند کا خمار آنکھوں میں بسائے اسے اپنی جانب مائل کرنے کی ہر لمحہ اہل تھی پر اس وقت بھی، اس پر وہ مزید چڑچڑا ہوا۔

"تم مجھ سے ٹکراتی ہی رہنا بس"

ساری کوفت زینو پر اتری، کمر جکڑے مشکل سے اسے گرنے سے بچا پائا جبکہ وہ اسکے خوامخواہ بگھڑنے پر حیرت زدہ ہوئی جبکہ مفت کی ڈانٹ پر غمزدہ، پیر کا درد پھر سے جاگ چکا تھا۔

"کیا مرچیں کھالی ہیں، یہ آپکو کونسے دوڑے پڑتے ہیں۔ ابھی میرا دل رک جاتا تو کس سے پیار کرتے پھر۔ میں تو مر جا۔۔۔"

زینو اسکے سنبھال کر کھڑا کرتے ہی دبا سا کمزور لہجے میں ہلکان ہوئے بولی جبکہ اسکے آخری جملے کو اوزان نے اپنا پر کشش و مضبوط ہاتھ اسکے منہ پر ہتھیلی کے سنگ رکھے سمیٹا بھی اور گھورا بھی جو بنا سوچے کچھ بھی کہہ کر اوزان دایب کی چلتی دھڑکنوں کو روک دینے کے کام پورے شوق سے کرتی تھی۔۔

"بنا میرے ارمان پورے کیے تم مری تو مر کر بھی تمہیں چین نہیں لینے دوں گا۔ روز تمہاری بد روح کو زمین پر بلایا کروں گا موم بتیاں جلا کر منتر پڑھ کر"

اوزان کے غصے میں دیے جواب پر وہ اسکا منہ پر سے ہاتھ ہٹاتے بے دم ہوتی ہنسی اتنا کہ ہوسپٹل کا لحاظ بھی لمحہ بھر مجروع ہوا یہ تو پاس سے گزرتی نرس نے گھوری سے نوازا تب زینو نے اپنی ہنسی کنٹرول کی۔

"بند کرو ہنسنا، ریڈی رہو ہمیں گھر نکلنا ہے۔۔۔میں حسیب سے مل کر آتا ہوں۔"

اوزان نے اسے سختی سے ہنسنے سے روکا اور قدم جب سپیشل روم کی طرف بڑھائے تو زینو بھی پیچھے ہی لپکی، محترمہ یہاں اوزان کے سائے کی بھرپور خدمات جو سرانجام دے رہی تھیں۔

لیکن جب اوزان نے ہلکی سی دستک دی تو کوئی آواز نہ آئی، اسے اندر جانا مناسب نہ لگا مگر ایک بار دل حسیب کو دیکھنے پر بضد تھا۔

تبھی جب اوزان نے ڈور ناب گھمائے زرا سا دروازہ کھولا تو اندر کا منظر دیکھ کر نہ صرف اوزان کی آنکھوں میں نرمی اتری بلکہ پیچھے سایہ بن کر ٹپکتی موصوفہ کی آنکھیں بھی الوہی سی روشنی سے چمکیں۔

" آاا! سو کیوٹ "

زینو کی دلفریب، ستائشی سرگوشی پر اوزان نے گردن موڑے خشمگیں نگاہوں سے زینو کو دیکھا اور پھر واپس بہار کو جو حسیب کے پاس ہی بیٹھی اسکے زخمی سینے سے کافی پرے سر رکھے اپنے ہاتھ میں حسیب کے ہاتھ کو لیے اس پر بیٹھے بیٹھے حاوی ہو کر سو رہی تھی۔

" اس میں کیا کیوٹ ہے؟ وہ زخمی ہے اور اس لڑکی کو دیکھو اس پر اپنا وزن ڈالے آرام فرما رہی ہے "

اوزان دایب کے ایسے نان رومنٹک رویے پر زینو کا سر چکرایا اور اس سے پہلے وہ کمرے کے اندر جاتا، زینو نے بازو جکڑے اسے روکا اور باہر لائی۔

"اسے آرام کرنا نہیں کہتے مسٹر اسے آرام دینا کہتے ہیں۔ خبردار جو آپ اندر داخل ہوئے، انکو تنگ نہیں کرتے، یہ سلیپنگ رومینس کر رہے ہیں سمجھا کریں"

زینو کی پھر سے بلند ہوتی سرگوشی پر اوزان نے بمشکل کوفت سی فوری ختم ہوتے رکنے پر مسکراہٹ دبائی اور دروازہ بند کیے پکڑ کر زینو کو دروازے سے باہر ملحقہ دیوار سے لگایا۔

"تم اپنی خیر مناو، جتنا تم نے مجھے ساری رات تنگ کیا، اب ہوش کی آنکھوں سے کمپلیئین کے رومینس کے لیے تیار ہو جاو۔۔۔ چلو"

اوزان کے خطرناک تیور پر زینو نے خشک ہوتے حلق سے دبا سا بولنا چاہا جب اوزان نے ہاتھ اسکے ہونٹوں پر جماتے آنکھیں نکالیں۔

"ایک دم چپ! جاؤ جا کر گاڑی میں بیٹھو، میں ایک منٹ میں حسیب کے ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں"

اوزان نے دھمکایا ہی اتنا شدید تھا کہ زینو فوری باہر کی طرف نا صرف بھاگی بلکہ شدت سے دعا کی کہ کاش اسے دو منٹ میں گاڑی چلا کر بھاگنے کی خصوصیات بھی نازل ہو جائیں۔

اوزان نے دبی سی مسکراہٹ دیتے خود ڈاکٹر سے حسیب کی کنڈیشن کا پوچھنے کو انکے کیبن کا رخ کیا، وہ رات بھر ڈیوٹی پر تھے تبھی اپنے کیبن میں ہی موجود ملے۔

دیان بھی ایمرجنسیز کی وجہ سے ہوسپٹل ہی رکا تھا۔

"اسے ابھی ہوش نہیں آئے گا، ایک دو گھنٹے مزید نیند ضروری ہے۔ آپ گھر سے ہو کر آسکتے ہیں مسٹر اوزان۔ ویسے بھی ڈاکٹر دیان یہیں ہیں رات سے، ابھی راؤنڈ پر نکلے ہیں"

ڈاکٹر باسط نے اوزان کو مطمئین کیا اور پھر دیان رات کب واپس آیا اوزان کو حیرت ہوئی اور تسلی بھی، شاید دیان کا دل بھی حسیب کے لیے بہت پریشان تھا تبھی وہ صائمہ آنٹی کو آسیہ کے سپرد کیے، بڑی امی کو گھر ڈراپ کیے واپس ہوسپٹل آگیا تھا۔

"ٹھیک ہے دیان آئے تو اسے کہیے گا جیسے ہی حسیب ہوش میں آئے مجھے انفارم کرے، اینڈ تھینک یو فار ایوری تھنگ ڈاکٹر باسط"

اوزان نے نرمی اور محبت سے شکریہ ادا کیا اور اجازت لیے اپنے ازلی پر اعتماد انداز میں انکے کمرے سے باہر نکلا۔

فولڈ کف سیدھے کرتے ہی کف لنکس لگائے اور فون پر وقت دیکھتا وہ ہوسپٹل سے باہر نکلا۔

پارکنگ تک پہنچا تو آگے زینو کا کہیں نام ونشان نہ دیکھے چہرے کا رنگ اڑا۔

"اب یہ کمپلیئین کافی میل ورژن کہاں چلی گئی؟"

اوزان نے خفگی سے چار سو نظر گمائی، ہلکی ہلکی سحر تھی اور اکا دکا لوگوں کے سوا ہوسپٹل کا لان اور پارکنگ بھی خالی تھی۔

اس سے پہلے اوزان پریشانی کے سنگ واپس اندر جاتا، گاڑی کے پیچھے چھپ کر بیٹھی زینو کو دیکھے لمحے میں اسکا دماغ گھوم۔

لپک کر وہ نہ صرف اسکے سر پر پہنچا بلکہ بازو سے پکڑے اس ڈری بکری کو پکڑ کر جب اٹھایا تو وہ معصومانہ سا آگے سے مسکا دی، اور اسکی مسکراہٹ میں خوف اور ڈر کی آمیزیش تھی۔

"تم مجھ سے سچ میں اب تھپڑ کھالو گی زینش، ایک لمحہ تو میری تمہیں غائب دیکھ کر جان نکل گئی تھی"

زینو کی یہ تنگ کرنے والی حرکتیں اس وقت وہ برداشت نہ کر سکا، ایک تو تھکا تھا اوپر سے آنکھیں اتنی درد میں جیسے ابھی ابل پڑیں گی، ٹھنڈ نے الگ سر

میں ٹیس جگا رکھی تھی اور پھر کندھا جس پر ساری رات زینو نے سر رکھا وہ بھی خفیف سی تکلیف کا شکار تھا۔

"بالکل ویسے جیسے آپکے دھمکانے پر میری جان نکلی۔ اوزان پلیز آپکی عملی جسارتوں سے ڈر نہیں لگتا، آپکی لفظی دھمکیوں سے بہت لگتا ہے"

زینو کے سہم کر جتانے پر اوزان نہ صرف ہنسا بلکہ اسکی گالوں کو دبوچے مسکراہٹ پر بات ختم کی جبکہ زینو اتنی بری طرح جبڑے دبوچنے پر سسک کر منہ بگھاڑ گئی۔

"تم بچ جاو آج مجھ سے زینو، ماری جاو گی۔۔۔ چلو بیٹھو گاڑی
میں۔۔۔ بھنڈی کی لیس بھی تم سے کم ضدی ہوتی ہو گی"

اوزان نے اسکی بازو پکڑے زبردستی فرنٹ سیٹ کی جانب بیٹھایا جو ابھی بھی یخ ٹھنڈے ہاتھ لیے ہوئے سردی سے باہر آتے ہی ٹھٹھر گئی اور اوزان بھی ہنستا ہوا دوسری طرف سے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا۔

"سیٹ بیلٹ پہنو"

اوزان نے اپنا دیٹ بلیڈ پہنتے ہی گردن موڑے زینو کو دیکھتے تاکید کی جس پر وہ زرا کھسک کر اسکے ساتھ لگ کر بیٹھے شریر سا مسکائی بازو جکڑ کر ساتھ لگی، اوزان کی سنجیدگی برقرار نہ رہ سکی۔

"میرا پرسنل سیٹ بیلڈ آپ ہیں، اب مجھے پلیز لے چلیں اور بیڈ پر جا کر پھینکیے گا تاکہ میں رات تک مزے سے سوتی رہوں"

وہ اسکو جیسے پھر سے اطلاع دیے سوئی، اوزان کی ساری اداسی کا بینڈ بجا کر رکھ چکی تھی تبھی تو وہ ساحر مسکرانا اک لمحہ بھی ترک نہ کر سکا بس اس لڑکی کی زرا جھک کر جبین چومتے مسکرا کر گاڑی سٹارٹ کی۔

"میری نیندیں، میرا سکون بھلے مجھ سے دور بھاگ کر بگھارتی رہو بس میرے قریب یونہی رہنا تاکہ مجھے یہ احساس ہوتا رہے کہ میرے پاس

زندگی گزارنے کی کتنی خوبصورت وجہ ہے، تمہیں علم نہیں زینو پر تمہارا یہ شرارتی اور ضدی روپ میری کمزوری بننے والا ہے"

بے خود ہوتے اسکے بے خبر چہرے پر الفت بھری نگاہ ڈالتے آنکھوں کے راستے دل تک اسکی خوبصورتی اور سانسوں کے راستے وجود کی خوشبو اتارتے سمے خود کلامی کرتے ہی اوزان دایب انصاری نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

..________________________________..

بہار تک تنویر پاشا نے اپنی شرط ارسال کر دی جس پر بہار کو اس سوداگر باپ کے کسی حرف پر دکھ نہ ہوا بس ایک چیز مناسب لگی وہ حسیب کی جان تھی۔

اور حسیب کی جان کے بدلے کوئی اب بہار سے اسکا سب کچھ چھین لیتا تب بھی اسے منظور تھا، ساری رات وہ اسکی کمزور اور قوی ہوتی دل کی دھڑکن

محسوس کیے بار بار جاگ کر اسکو دیکھتی رہی تھی، اسکی خوشبو، اسکے سانس لینے کی حدت سب قیمتی تھا۔

لیکن فجر کے بعد باپ کی سفاک شرط سننے کی المانکی نے لمحہ بھر بہار کی آنکھ لگا دی۔

لگ بھگ اوزان اور زینو کے جانے کے ایک گھنٹے تک حسیب کے سلے سینے پر موجود بوجھ اور سانسوں کے راستے مانوس سی بکھرتی خوشبو پر وہ ایک لمبی نیند سے جب جاگا تو بہار کو اپنے پاس دیکھے جسم کے درد، روح کی تھکاوٹ اور آنکھوں کی جلن ختم ہوئی، روح کو قرار آگیا۔

اپنا ہاتھ بڑھا کر وہ سینے لگی بہار کی گال چھو ہی پایا جب وہ یکدم ڈر کر نا صرف جاگی بلکہ حسیب کی بند آنکھیں خود پر جمی دیکھتے فوراً اس پر سے اپنا نازک سا بوجھ بھی واپس اٹھا گئی، دونوں کی تڑپتی، تشنہ آنکھیں ملیں۔

وہ جن پر طلب، والہانہ، دھیمے جذبوں کی شدت سے لبریز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا انکی تاب نہ لاتے بہار اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑواتی نہ صرف بگھڑتے سانس کو ہموار کرتی اٹھی بلکہ بھاگنے لگی جب حسیب کے ہاتھ سے اسکا چھڑوایا نہ جا سکتا ہاتھ جکڑا اور کھینچا گیا، دل پر چھری سی لگی۔

"مجھے جانے د دواب، ت۔۔ تم ٹھیک ہو بس اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اب میں تمہارے ارد گرد نہیں رہ سکتی حسیب۔ اور تم اب مجھے نہیں روکو گے"

بنا پلٹے ہی چھلک جاتی آنکھیں رگڑے وہ اس سے ہاتھ چھوڑ دینے کے لیے گزارش کرتی آنسوؤں میں ڈھلی آواز کے سنگ بولی۔

"میرے ارد گرد اگر تم نہیں رہ سکتی تو مجھے بھی نہیں رہنا۔ کیا اس حالت میں مجھے اکیلا کر دو گی، اتنی بے رحم تو نہیں ہو"

وہ اپنے آزردہ الفاظ، نڈھال لہجے اور مدھم سرگوشی سے اسے کمزور کرتا گیا، یہاں تک کہ وہ گردن موڑے خود بھی پلٹی مگر حسیب کو دیکھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

"میں ہوں بے رحم، تم مجھے ڈائورس دے دو۔ شاید اس سے زیادہ میں تمہارا ا۔۔ ایک لمحہ بھی ڈیزرو نہیں کرتی۔ پلیز ح۔ حسیب مجھے اب مجبور مت کرنا۔ میں نے کچھ د۔۔ دن میں سارا جی لیا۔ اس سے زیادہ جینے کی خواہش کی تو تمہاری تکلیف کی صورت تاوان بھرنا پڑے گا۔ م۔۔ میں تمہیں ا۔۔ اسطرح بستر مرگ پر دوبارہ نہیں دیکھ سکتی۔۔۔۔ تم بہت سوں کے لیے امپارٹنٹ ہو، پلیز سمجھو اس بات کو"

آنسوؤں کو ہر ممکن روکتے وہ بنا نظر ملائے بس بولتی گئی جبکہ حسیب دردناک سا مسکراتا اسکی ہتھیلی پکڑے پاس بیٹھائے اپنے زخمی سینے سے جوڑے یوں آنکھیں موند گیا جیسے وہ یہ سب مزاق سمجھ رہا ہو، اسکی بند ہوتی آنکھیں بہار کے لیے جیتا جاگتا دکھ تھیں تبھی تو وہ سسک اٹھی۔

"یہ گولی شاید میں ڈیزرو کرتا تھا تبھی لگی، جو تکلیف ہمارے مقدر میں ہوتی ہے اسے ہمارے پیارے بھی دور نہیں کر سکتے۔ کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا بہارے، نہ مرنا چاہیے لیکن میں تمہارے لیے مر چکا ہوں۔ تم جب مجھے چھوڑنے کی بات کرتی ہو، میرے اندر سب رک جاتا ہے، دل سمیت"

وہ یہ سب روانی سے بولنے کے بیچ اپنی بند آنکھوں میں شکوہ اور تکلیف بھرے بہار کی نم سرخ سوجھی آنکھوں کو نہارتا ہوا اسکے سینے لگے ہاتھ کو کھینچ کر بہار کو مزید اپنے قریب کر گیا جسکی آنکھ سے آنسو اس درجہ محبت و حسرت کر ٹپکتا ہوا حسیب کے رخسار پر جا گرا۔

"ت۔۔ تم سمجھتے کیوں نہیں حسیب۔۔۔ تمہاری اماں کی جان جیسے تمہاری تکلیف سے گئی وہ میرے لیے برداشت کرنا مشکل تھا۔ دیکھو تم پرفیکٹ ہو میرے لیے، میرے نزدیک لیکن میں تمہارے لیے بالکل اچھی نہیں۔ ہم سب ختم کر دیتے ہیں، میری وجہ سے تم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے کم از کم اسکا ازالہ تو ہو جائے گا۔ پلیز۔۔۔۔۔۔"

وہ اب بھی بے قرار تھی، آنسوؤں کے پھندے سے سانس مشکل اور آواز گھوٹ دی جبکہ حسیب خانزادہ اس وقت احتجاج کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، سینہ زخمی تھا اور دل وہ لڑکی کر چکی تھی۔

"تم بھی نہیں سمجھتی کچھ، حال پوچھنے کے بجائے میرے موت کے منہ سے نکل کر جاگتے ہی خود سے دور کرنے کی سزا سنا رہی ہو۔ کیسے مانوں محبت کرتی ہو مجھ سے"

حسیب کی تلخی اسکی گھلی ہوئی آواز میں اتری، بہار نے گہرا سانس کھینچتے پہلو بدلا جیسے سانس لینی دوبھر ہو۔

"کاش نہ کہا ہوتا کہ محبت کرتی ہوں"

وہ روہانسی ہوتی منمنائی کیونکہ وہ اس سے نظر پھیر چکا تھا اور اسکا نظر پھیرنا بہار کے لیے بہت دردناک تھا۔

"جس محبت کے اظہار سے پچھتاوے کا ناطہ جڑے وہ زبردستی کی ہوتی ہے، تو تم نے حسیب خانزادہ سے زبردستی محبت کی"

اسکی ناراضگی، اسکی استفہامیہ نظر بہار کے جگر کو ٹکڑے کر گئی۔

اسکا جکڑا ہاتھ پکڑے ہونٹوں سے دیوانہ وار لگا کر چومتی وہ نفی میں سر ہلائے رو دی اور حسیب کو بھی تڑپا بیٹھی۔

"ہرگز نہیں، ایسا تو مت کہو"

وہ اسکی ایسی تیر نظر نہ سہہ پاتی سسک اٹھی۔

"تم بھی تو ایسا ویسا سب کہے جا رہی ہو بہار، سوائے اس کے جو میں سننا چاہتا ہوں۔ت۔۔ تم میرا سکون ہو۔ مجھ سے دور مت جانا اب۔۔۔م۔۔ میں تمہاری خفاظت کر سکتا ہوں۔۔۔ہارا مت سمجھنا"

لہجہ کمزور جبکہ آنکھوں میں تلخی ہنوز لیے وہ اسے دیکھنے لگا، آنسو بمشکل روکتی وہ اسکا جکڑا ہاتھ نرمی سے سہلائے نظر جھکا گئی کیونکہ وہ واپس نیند میں اتر رہا تھا اور وہ چاہتی تھی وہ سو جائے۔

"مجھے یہ سب خود ختم کرنا ہے اور حسیب کو بتائے بنا، ورنہ یہ مجھے کسی بھی طرح روک لے گا۔ جب تک تمہارے ہر سو سے دشمنوں کو ختم نہیں کر لیتی، تمہارے پاس نہیں آوں گی۔ میں نہیں چاہتی تم مجھے روکو"

وہ فیصلہ تو لے چکی تھی کیونکہ ان چند دنوں میں اسے حسیب واحد تھا جو خود سے بھی عزیز ہو چکا تھا اور وہ خود تو مر سکتی تھی اسے اندھیری کھائی میں دھکیل نہیں سکتی تھی۔

"آرام کرو تم، میں تم سے سچ میں بہت پیار کرتی ہوں۔ اتنا جتنا کسی نے کسی سے نہیں کیا بس اس بات پر ہمیشہ یقین رکھنا"

جھک کر اسکے پر حدت جبین چومتی وہ حسیب کے واپس غنودگی میں اترتے ہی اسکے چہرے سے چہرہ جوڑے اسکے ہونٹوں سے نکلتی حرارت میں سانس ٹھہرے سرگوشی میں بولی، اسکی گال چومتے، اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ آزاد کرتے بڑے ضبط سے اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

کوئی طاقت اسکا گلا دبا رہی تھی تبھی مڑ کر تاسف سے اس نے حسیب کو آخری بار دیکھا۔

"تمہارے ساتھ جس نے یہ کیا اسے اب بہار خود سزا دے گی حسیب، اور ایسی سزا دے گی کہ سزا بھی کانپ اٹھے گی"

اسے اللہ اور ہوسپٹل سٹاف کے سپرد کیے وہ بنا کچھ کہے ہوسٹل سے چلی گئی، اس نے جو دلہن کا لباس پہن رکھا تھا، اس حال میں وہ کوئی ٹیکسی تو لے نہ سکتی تھی تبھی ڈیڈ کو کال کی۔

اگلے دس منٹ میں تنویر پاشا کا ڈرائیور ہوسپٹل کے باہر پہنچا۔

آدھے گھنٹے تک وہ پاشا مینشن پہنچی، چینج کیا اور لاونج میں آئی جہاں تنویر پاشا مخدوش حالت میں سٹنگ ایریا کی جانب چکر کاٹتا بہار کے وہیں آنے پر رکا۔

"توتم نے اپنے ڈیڈ کی عزت اور جان بچالی بہار، آئی ایم سوری میں نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ معاف کر دو۔ بہرام تمہیں بہت خوش رکھے گا، اور سب سے بڑھ کر اگر وہ میرا داماد بن گیا تو قانون کے لمبے ہاتھ میں مجھے نہیں چھو سکیں گے۔ تم کب لے رہی ہو حسیب سے ڈائورس بتاو۔۔ کہو تو پیپرز بنواوں"

تنویر کے مصنوعی پیار پر بہار کا دل چاہا ہنس دے پر ان لوگوں نے اس نے ایسی ہنسی بھی سلب کرلی، پتھر کا بت بنا دیا جو اب بس مسمار ہو سکتا تھا، وہ شخص اپنے مطلب کے آگے بہار کی اجڑی آنکھیں بھی نہ دیکھ رہا تھا یہی تو اس لڑکی کے سارے دکھ تھے۔

"پہلے میں بہرام سے ایک بار اسکے بنگلے جا کر ملنا چاہتی ہوں، اگر وہ مجھے ٹھیک لگا تو آپکی ڈیمانڈ پر سوچوں گی"

بہار پتھر کی طرح بولی، ہر احساس اور جذبے سے بے نیاز جس پر تنویر کی آنکھوں میں خباثت بھری چمک اتری۔

"ہاں ہاں تم اچھا سا تیار ہو جاو، میرا ڈرائیور تمہیں ابھی ڈراپ کر کے آتا ہے۔ ہو سکے تو اسکے ساتھ لنچ کرو۔ حسیب خانزادہ تمہیں آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے گا میری جان۔۔۔ اور یہ محبت دو دن کا خناس ہے۔ مجھے یقین ہے تم سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسکا انتخاب کرو گی جو ہمیں سپورٹ کرے"

تنویر کے لپٹی چپڑی باتوں سے اس وقت بہار کو وحشت ہوئی تبھی اس آدمی کی بات مکمل ہوئے بنا وہ وہاں سے چلی گئی۔

روم میں آئی اور وارڈرب کھولی اور جو سب سے ماڈرن ڈریس تھا وہ نکالا، دس منٹ میں وہ تیار ہوئی، بوٹ شیپ فل ٹائیٹ لئیرڈ بلیک ڈریس کے ہمراہ ہیلز، ڈائمنڈ ائیر رنگز اور میک اوور ایسا کہ بہارے کے چہرے، ذات اور روح کی ہر دڑار چھپ گئی۔

جبکہ تنویر نے پہلے ہی بہرام کو لنچ پر بہار کے آنے کی اطلاع دی جسکے لیے یہ ایک جھٹکا تھا، لیکن وہ جانتا نہیں تھا ابھی بہار کو، وہ مر سکتی تو مار بھی سکتی تھی۔

"تم نے حسیب کو تکلیف دی بہرام ملک! بہار تمہیں تکلیفوں کے پاتال میں جھونکے گی، تمہیں کوئی قانون سزا نہ دے، تمہیں اکیلی بہار ہی دیکھ لے گی"

سج دھج کر بھی وہ اپنی اجڑی، سو جھی آنکھیں چھپا نہ سکی اور ریڈی ہو کر جب باہر آئی تو تنویر پاشا کی آنکھیں بہار کی تیاری پر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"دیر ہو جائے تو پریشان مت ہویئے گا، یہی سمجھیے گا بہار نے بہرام اور حسیب میں سے بہرام کو چن لیا (دردناک موت دینے کے لیے)"

اول جملے اپنے سفاک باپ سے کہے آخری جملہ وہ دل میں بولی جبکہ تنویر پاشا پھولے نہ سماتا اپنی خیت کے خمار میں خوش کھلکھلایا جبکہ اس شخص کی مسکراہٹ سے بہار کا دل اوبا تبھی تو نظر ہٹاتے ہی وہ مینشن سے باہر چلی گئی۔

لیکن اسکے اندر دبا طوفان بتا رہا تھا وہ آج سب تباہ کر دینے والی ہے۔

..______________________________..

حسیب کے ہوش میں آنے اور بہتر ہونے کی خبر اوزان کو انصاری حویلی پہنچتے ہی موصول ہو گئی، جبکہ سب سے پہلے تو وہ فریش ہوا، چینج کیا اور جب روم میں انٹر ہوا تو زینو کو گدھے گھوڑے بیچ کر بنا چینج کیے ہی سویا دیکھ کر مسکرا دیا۔

تھکن سے نڈھال ہو کر سوئی وہ بہت کیوٹ لگ رہی تھی، زخمی پیر کے باوجود کل شام سے وہ اوزان کے ہمہ وقت ساتھ تھی تبھی تو اوزان کو اس پر ڈھیڑ پیار آیا، ڈارک گرے جینز کے ہمراہ چارکول ٹی شرٹ اور پفر جیکٹ کے ہمراہ وائیٹ سنیکرز پہنے وہ تھوڑا نارمل سے ہٹ کر ترو تازہ اور پیارا لگ رہا تھا، کسرتی شاندار وجود پر ویسے بھی ہر طرح کا لباس جچتا اور پھر اسکی منفرد اوسان خطا کر دیتی خوشبو اس خوبصورت کمرے میں چار سو پھیلی مزید مسروری و مدہوشی کے وجود کے قیام کا موجب تھی۔

ڈریسنگ پر رکھے فون کو اٹھا کر جینز میں ڈالے وہ بیڈ کے قریب آیا جہاں زینو نے ہیلز تک اتارنے کی زحمت نہ کی اور ٹانگیں زرا بیڈ سے نیچے اتار کر بیٹھے بیٹھے سوئی تھی۔

"اسے گُھٹی شاید کسی نشئی نے دی ہو، کون ایسے سوتا ہے جوتوں سمیت"

اوزان نے بڑبڑا کر کوفت دباتے پہلے تو اسکے نازک پیروں میں سٹریپس کا نشان چھوڑتی ہیلز اتار کر نیچے زمین پر رکھیں اور اسکی ٹانگیں اوپر میٹرس پر رکھیں۔

"پیروں کا حشر نشر کر دیا اس نے، اتنے خوبصورت پاوں اگر مل ہی گئے ہیں تو قدر بھی سیکھ لو بے ذوق لڑکی۔ میرا ہی ضبط آزماتی رہنا"

اسکے سفید سرخی چھلکاتے پیروں پر نرمی سے انگلیوں کا دباو ڈالے ان ہیلرز کی سٹریپس کے نشان کو افسوس سے چھوتے دیکھا اور اس پر لحاف کروائے پاس ہی بیٹھا۔

"زینیش! چینج کر لو پھر سو جانا۔ میک اور بنا ریمو و کیے ہی مردوں کی طرح آن گری ہو۔ کوئی ڈسپلن نامی چیز ہے یا نہیں"

اوزان کی آواز زینو کو بہت دور سے سنائی دی تبھی تو فوری کروٹ دوسری طرف بدلے وہ کسمساتی واپس ٹن ہو گئی۔

"میں اپنے گھر ہوں، ملٹری ہوسٹل نہیں جو ڈسپلن پر چلنا ضروری۔۔۔مجھے بہت سخت نیند آرہی سچی۔مجھے مت چھیڑیں۔میری آنکھیں نہیں کھل رہیں"

اوزان نے پکڑ کر اسے واپس سیدھا کیا جس ہر مندی مندی آنکھیں کھولے زینو نے اگلی پچھلی تمام تر معصومیت کے ریکارڈ توڑے اور کمپلیئین اس قدر بری طرح اگنور ہو کر تلملا بھی نہ سکا۔

یہاں آکر جناب کی ساری صلاحتیں بیکار ہو جاتی تھیں۔

"اگر میرے واپس آنے تک تم مجھے پرفیکٹلی فائن نہ ملی تو بہت بری سزا دوں گا، پانچ بجے تک ریڈی رہنا ایک آفیشل ڈنر ہے سمجھی۔۔۔سن رہی ہو نہ؟"

اوزان نے اسکو جبڑے سے پکڑے ہلایا تاکہ وہ جاگ کر اسکی بات سنے جبکہ زینو نے اس طرح کے ٹارچر پر نا صرف آنکھیں کھولیں بلکہ اوزان کا منہ پر جما ہاتھ پکڑے ایسا کاٹا کہ خود اوزان لمحہ بھر بوکھلایا۔

"زہریلی"

اوزان نے فوراً اسے ہاتھ پیچھے کرتے گھورا جبکہ زینونہ صرف جاگی بلکہ فوری گھبرا کر اٹھ بیٹھی کیونکہ یہ حرکت سراسر نیند و خمار نے سرزد کروائی۔

"سوری۔۔۔اوزان۔۔۔مجھے لگا آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔زور کا کاٹ لیا کیا؟"

اوزان کے ہاتھ کو پکڑے ہونٹوں سے لگاتی فوراً محترمہ آنکھوں میں ٹھاٹیں مارتا چناب لے آئیں، اوزان نے ہونٹ بھینچ کر امڈتا قہقہہ دبایا، پتا نہیں یہ لڑکی اسے مزید کتنا پاگل کرنا چاہتی تھی۔

"تو کیا تنگ کروں گا تو میرے ساتھ یہ کرو گی؟"

اوزان نے مصنوعی غصہ جتایا۔

"نہیں تو، آپ سے تو زینو صرف پیار کرتی ہے۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا اتنی نیند کدھر سے آگئی لیکن میری پوری باڈی دکھ رہی ہے سچی۔ ایسے لگ رہا ہے کسی نے میری پوری رات پٹائی کر کے کنویں میں پھینک دیا ہے۔ تبھی چڑچڑی بھی ہو رہی ہوں۔ کان پکڑ کر سوری۔"

فوراً سے اپنے رویے کی معافی مانگتے وہ اوزان کو براہ راست اپنے پہلے جملے کے سبب نہ دیکھ سکی جو بڑی دلچسپی سے زینو کے یہ ذائقے دار رنگ تسخیر کرتا جا رہا تھا۔

"میں کچھ مدد کروں؟"

اوزان نے چہرہ ان جھکی پلکوں والی کے قریب سرکاتے بے خود سرگوشی کی، لمحے کے ہزارویں حصے زینو کی پلکیں اٹھیں، آنکھوں سے آنکھیں ملیں تو دل الگ سی لے پر دھڑکا۔

"آپ کیسے مدد کریں گ گے؟"

زینو کی ہچکچاتے ہوئے اوزان کو دیکھنے کے بیچ سرگوشی سے بھی مدھم آواز ابھری۔

"تمہارا اگلا دبا کر، کوچ کرتے ہی سارے درد بھی ختم"

اوزان کے گدگداہٹ بخشتے جواب پر زینو نے اسکی مسکراتی آنکھوں میں دیکھتے لمحے میں آنکھیں غضیل رنگ سے بھریں۔

"آپ چاہتے ہیں زینوم۔۔ مر جائے؟"

انتہائی مظلومیت سے اٹا سوال، آواز بھی گھٹی۔

"ہاں، مجھ پر مر جائے زینو"

خمار میں زرا تبدیلی نہ لاتے وہ زینو کو لاجواب کر گیا۔

تبھی توڈبڈبائی آنکھیں بھی مسکراہٹ کے رنگوں سے چمک گئیں، وہ جب جب نظر جھکاتی، اوزان کا دل سحبفہ ریز ہو کر اس لڑکی کی سارے ستم بھول جاتا۔

"آپ پر تو کب کی مر گئی زینیش، اچھا اب جائیں جہاں یہ سج دھج کر جا رہے ہیں۔ چینج کرنے دیں، مجھے سونا ہے میں پانچ تک ریڈی رہوں گی"

اعتراف کرتے ہی جکڑے جانے کے خوف کے پیش نظر وہ پہلو بچاتی پاس سے اٹھی کیونکہ اب چینج کر کے ہی سونے والی تھی، اوزان نے اسکے پاس سے اٹھتے خود بھی میٹرس سے اٹھ کھڑا ہوتے سائیڈ سے گزر کر جاتی زینو کی کلائی جکڑے مد مقابل لایا تو زینو کی رواں دھڑکنیں اوزان کے اسکی کمر کے گرد ہاتھ لپیٹ کر اپنے سینے سے جوڑنے کر خوف سے خلل کا شکار ہوئیں۔

"کیا تم اظہار والے الفاظ کے ساتھ دنیا جہاں کی بونگیوں کو ملانا بند کر سکتی ہو"

نہایت کوفت بھرے بپھرے انداز میں اوزان نے اسکی آنکھوں میں جھانکا، اسکی مدھم سانس اوزان کو اپنی ٹھوڑی اور گردن کی جانب بکھرتی محسوس ہوئی۔

سمجھ تو وہ گئی پر تنگ نہ کرتی تو زینو کون کہتا اسے۔

"اللہ اللہ کونسا اظہار، میں نے کب کیا"

زینیش کو تجاہل عارفانہ سے اس بری طرح کام لیتے دیکھ کر اوزان اخیر تپا تبھی تو چڑ کے اظہار کو اسکا چہرہ جبڑوں سے پکڑا اور رخسار اندر کو دبائے۔

"تم اپنی سختیوں میں مسلسل بلکہ ہر لمحہ اضافہ کر رہی ہو زینیش"

اوزان کی سنجیدگی پر کچھ لمحے وہ خاموش ہوئی، اوزان کا اپنے رخساروں کی اطراف گرفت بناتا ہاتھ نرمی سے پرے کیا اور زرا قریب آتی اپنے دونوں ہاتھ اسکے اطراف جمائے۔

"روٹھ گئے ہیں مجھ سے؟"

آنکھوں میں ڈھیر ساری اداسی بھرے پوچھا گیا، اوزان نے جواباً سرد نگاہوں سے گھورتے دیکھا مگر پھر مسکرا کر اپنی دنیا جہاں کی موہنی مسکراہٹ کے لمس میں ڈوبے ہونٹوں کی مہران اداس آنکھوں کو باری باری شدت سے سونپی۔

"کام تمہارے مجھے ناراض کرنے والے ہیں، اب اگر تم میرے معاملے میں کسی بات سے مکری تو اچھا نہیں ہو گا۔ اٹس لاسٹ وارننگ"

کڑھے تیور تھے پر مسکراتی جتاتی اوزان کی وائنی آنکھیں سرور سا بخش رہی تھیں تبھی تو زینو پر دھمکی کا اثر ہی نہ ہوا۔

"اللہ جی یہ لاسٹ وارننگ دیتے بھی کتنے پیارے لگ رہے ہیں، مجھے انکا عاشق بنارہے ہیں آپ، کیا ہو گا میرا، مجھے تو یہ دنیا بھلا کر رکھ دیں گے اگر کبھی اس سے زیادہ پاس آگئے"

لجائی سی مسکراہٹ دیتی وہ اوزان کو التفات بھری نگاہوں سے تک کر من ہی من میں سوچتی اتنی کیوٹ لگی کے اوزان سے سنجیدہ رہنا محال ہوا۔

"سن رہی ہو؟"

اوزان کو اسکے منہ ہی منہ میں مسکرانے پر اور غصہ آیا، زینو نے فوری سر ہلاتے مثبت اشارہ دیا اور اوزان کے حصار کو ہٹاتے دور ہٹی جس پر وہ پھر بدمزہ ہوا۔

"تمہاری حرکتیں مشکوک ہوتی جارہی ہیں، باز آجاو زینو۔۔۔۔میری برداشت مت آزماو۔"

اوزان کا اشارہ سمجھتی وہ فورا مزاحمت ترک کرتی اسکے روبرو تھمی، ڈرتے ڈرتے چہرہ اٹھا کر اس وجاہت خیز شخص کے سرد و خفا تاثرات دیکھے۔

"آپ بھی یہاں کھڑے رہے، مجھے خود کو دیکھنے پر مجبور کیے رکھا، اور یونہی مجھے مستقل دیکھتے رہے، تو آپ پر بھی برداشت آزمانے کا الزام لگ جائے گا۔ مجھے جانے دیں پلیز"

زینو نے پہلے جملے اوزان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہے اور آخری پر بڑی درماندگی کے سنگ نظر جھکائی۔

"تو کیوں جبر کا روزہ رکھے ہوئے ہو لیڈی کمپلیئین، بندہ تو بعث ہئ تمہیں بہکانے کے لیے کیے جا رہا ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ مجھے کیا چاہیے؟"

اسکے اطراف بازو لپیٹے اوزان نے دوسرے ہاتھ سے زینو کا جھکا چہرہ اوپر کو اٹھائے بے خود و مدہوش سرگوشی کرتے زینو کے چہرے پر ہزاروں رنگ سجائے، اور یہاں اجازت ملنے کی دیر تھی کہ ہچکچاہٹ اور فطری حیا کے غلاف میں بندھی اس لڑکی سے مطلوبہ حق اوزان دایب نے خود ہئ وصول کرتے زینیش کو اب سے کبھی نہ مکرنے کا پابند کیا، نہایت آہستگی سے اپنے

لمس پر گداز و مبہوت ہوتی زینو کو رہائی دیتے اسکی سانسوں کو مہکائے آزادی دیے پیشانی پر پوری شدت سے لمس چھوڑے نہ صرف زرا پیچھے ہٹا بلکہ بے خود انداز میں زینو کا سرخیوں میں گھلتا چہرہ دیکھا۔

"اب جا سکتی ہو چینج کرنے، سکون مل گیا مجھے بھی اور میری ضدی بکری کو بھی۔۔۔۔بائے"

کمر کے اطراف لپیٹا بازو جکڑے اسکی سرخ گال چومتا ہنس کر حیا کی دیوی کو بھرپور نظر میں لیے وہ اپنی خوشبو سمیٹتا جیسے ہی کمرے سے نکلا، زینو نے خمار و نشاط کے غلبے سے گلابی ہوتی آنکھوں سے مسکرا کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا اور ہنستی ہوئی فوری چینج کرنے بڑھی۔

اوزان نیچے آیا تو ایزل مریم اور سعدیہ ناشتہ لگوا رہی تھیں جبکہ طلال بھی اسی لمحے ڈائنگ ہال تشریف لائے۔

ایزل سب سے جواد سیال کے مطالبے کا ہی ذکر کر رہیں تھیں، اوزان بھی قریب آتے رکا اور پہلے ایک خشونت بھری نگاہ نہار منہ چچا کی جانب رسید کی۔

"کوئی مضائقہ نہیں ہے آئی جان، آپ ہاں کہہ دیں انکو۔ ناکام عاشق صاحب میرے ساتھ باہر تشریف لائیں زرا ہیٹ پو جا بعد میں کیجئے گا۔۔۔ ہم آتے ہیں"

اوزان نے تمیز کے دامن کا آخری کنارہ تھامتے جس طرح کرسی پر بیٹھے طلال کا بازو پکڑے کھڑا کروایا اور ساتھ لیے حویلی سے نکلا، سعدیہ اور ایزل مریم بھی ہنس دیں۔

"ضرور طلال نے پھر سے کوئی غلطی کی ہو گی"

ایزل مریم نے مسکرا کر کرسی سنبھالی تو سعدیہ بھی انکو کمپنی دینے ساتھ بیٹھی جبکہ طلال کا بس نہ چلا ہاتھ چھڑوا کر دوڑ جاتے کیونکہ اوزان نے جس جبر کی تمیز سے انکو مخاطب کر رکھا تھا وہ ویسے بھی خطرے کا سائرن ہی تھا۔

"بتا بھی دو تھانیدار کہیں کے اب کیا کر دیا میں نے"

لان میں لا کر ہلکی پھلکی صبح کی دھوپ میں لا کر کھڑا کر تا وہ خود بھی رکا اور چاچو کو بھی روکتے سر تا پیر بریم نگاہ ڈالی، اسکے چہرے پر لمحے میں سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی در آئی۔

"اس عمر میں باپ بننے سے بڑا کارنامہ نہیں سوجا آپکو؟ وارننگ دی تھی لیکن آپ نے کر دیکھایا۔ مجھے شرم آرہی ہے لیکن آفرین ہے آپ کے اطمینان پر چاچو۔"

اوزان کو یہ سب پتا چلنے پر طلال ساری برہم بھلائے الٹا پشیمان ہو گئے، نظر تک چوری پکڑی جانے پر جھکالی۔

"کیا کروں تو، اپنے بچے کو صرف اس لیے ختم کر دوں کہ وہ کنول کی کوکھ میں ہے۔ یار میں خود اس پر بہت شرمندہ اور پریشان ہوں پر بتاؤ کیا کر سکتا ہوں جب اللہ ہی میری آزمائش لینا چاہتے ہیں"

وہ اس وقت اتنے مسکین و مظلوم بن کر اوزان کے غیض و غضب کا اضافی سامان کر گزرے۔

" بھتیجے کے باپ بننے کی عمر میں چچا صاحب بن رہے ہیں، کیا اس پر ناچوں؟"

اوزان کی کوفت پر طلال یکدم دبا سا مسکرائے اور باخدا اوزان کو زہر لگے، گویا اوزان کو اپنے باپ نہ بننے کا دکھ کھائے جارہا تھا، نہ زینو ہاتھ لگ رہی تھی نہ حالات ساز گار ہونے کے موڈ میں تھے۔

"یہ تو پھر تمہاری نااہلی ہوئی نہ لاڈلے۔۔ ناچنے کا دل ہے تو ناچ بھی سکتے ہو"

طلال کی زبان پر کھجلی ہوئی تو ڈھیٹائی کا اولین درجے کا بے باک مظاہرہ کیے بولے بنا نہ رہ سکے جبکہ اوزان نے یوں دیکھا جیسے گردن دبا دینا چاہتا ہو۔

"مجھے غصہ مت دلائیں چاچو، زینیش کا سوچا آپ نے۔ اس نے ابھی آپکو معاف نہیں کیا صرف شرائط سے باندھ کر زرا نرم ہوئی ہے۔ جب اسے پتا چلے گا کہ آپ سچ میں الایہ سے وفادار نہیں ہیں تو اسی نقطے پر چلی جائے گی جہاں اسکی یہ تکلیف اسے بے سکون کرتی رہے گی۔۔۔۔ میں کیا ہی کہوں آپکو یار، آپ صرف میری الجھن اور پریشانی میں اضافہ ہی کرتے ہیں"

اوزان بھی انکو کیا کہتا کہ یہ معاملات انسان کے بس میں نہ تھے جبکہ طلال کے پاس کہنے کو واقعی کچھ نہ رہا۔

"بہرام تک کنول کے امید سے ہونے کی خبر پہنچ چکی ہے، اور وہ خبیث اب کنول کو چھوڑ کر بہارے کے پیچھے لگ گیا ہے۔ یہ بات مجھے دشمنوں سے پتا چلی۔ کیا آپ مجھے خود یہ نہیں بتانے والے تھے کبھی؟"

اوزان کے لہجے میں سکوہ اور افسوس تھا جس پر طلال تڑپ سے اٹھے۔

"ایسا نہیں ہے یار، میں تمہارے ردعمل سے خوفزدہ تھا"

طلال کے بھونڈے جواز اوزان کے لیے قابل قبول ہر گز نہ تھے۔

"اور اب آپ زینیش کے انتہائی رد عمل کے لیے تیار رہیں، اسے کیا میں ہمیشہ تکلیف میں ہی دیکھتا رہوں گا چاچو؟ کیا وہ کبھی مکمل خوشی نہیں پا سکے گی۔ کیوں۔ میں اسے جتنا نارمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں کوئی نہ کوئی نئ الجھن کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ سب کب ختم ہو گا آخر"

وہ یہ سب کہتے ہوئے بہت بے بس لگا جبکہ طلال کو تو زینو پر رشک آیا جسکے لیے اوزان اس قدر حساس ہو رہا تھا۔

"آئی ایم سوری لاڈلے، میں مجبور ہوں"

طلال کی پشیمانی سے نظر جھک چکی تھی۔

"تم چاہو تو اسے اس ماحول سے کچھ دن دور لے کر جا سکتے ہو"

چاچو کے اگلے مشورے پر اوزان کی سرد مہر نظر میں خفیف سی نرمی آئی، وہ کمپلیئین کے چچا تھے سمجھ گئے تھے اصل کوفت ان محترم کو بیگم سے دوری کی لاحق ہے۔

"اسے وہاں بھی یہیں کی پڑی رہے گی، ہاں کسی دوسرے سیارے پر جانا پاسیبل ہوتا تو میں ضرور اسے پریفر کرتا"

اوزان نے منہ بسور کر انکے مشورے کو واپس انہی کو تھمایا۔

"کیا تم دو کے بیچ سب...."

اس سے پہلے چچا اپنی دلچسپی و تجسس کو سوال بناتے اوزان نے فوراسرد مہری بڑھائی۔

"پرسنل ہونے کی کوشش بھی نہیں ناکام عاشق صاحب"

اوزان کی غراتی تنبیہہ پر وہ اس درجہ دل جلی دھمکی پر تمام تر اداسی کے ہنس دیے۔

" سمجھ گیا۔ تم سے دلی ہمدردی ہے لاڈلے۔۔۔ دراصل الا یہ بھی کچھ ایسی ہی تھی، ہاتھ نہ آنے والی سو میرے بچے تمہیں اپنے ارمانوں کو پورا کرنے کے لیے خود ہی تگ و دو کرنی ہے۔۔۔ چاچو کی نیک دعائیں تمہارے ساتھ ہیں"

ایک تو وہ پہلے ہی جب تپا ہوا ہو یہ دل جلے عاشقوں والی فیلنگ دینے والے لوگ بہت ملتے تھے، طلال محظوظ مسکراہٹ اچھالتے وہاں سے گئے تو اوزان نے دانت پیس کر انکو جاتا دیکھا۔

" اپنے کارنامے اس درجہ ڈھٹائی سے بتانے کا ایوارڈ ہوتا تو آپکو ہی جاتا طلال انصاری، یہ ہو کیا رہا ہے میری زندگی کے ساتھ؟ اوف!

جو اٹھتا ہے مجھے مشورے تھما جاتا ہے اچھی لو و لا ئف کے جیسے اپنی لو و لا ئف تو انکی مثالی رہی ہے۔۔۔۔ جیسے میں تو چھوٹا سا بچہ ہوں جسے انکے مشوروں کی ضرورت ہے۔۔۔۔ یا اللہ مجھے صبر دیں"

اس وقت وہ بہت ہی بپھر اتھا، چہرہ لال تو تھا ہی کمپلیئین کے کان بھی سرخ تھے جو اس بات کا ثبوت تھے کہ خاصے صبر و بر داشت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔

بڑبڑانے کے فوری بعد اوزان نے بھی سر جھٹکے قدم حویلی کی اندرونی طرف بڑھا دیے۔

ناشتے کے بعد وہ واپس ہوسپٹل جانے والا تھا اور پھر وہاں سے ایک اہم کام کے لیے اسکی روانگی تھی۔

..________________________..

"آپکو مجھے دیکھنے سے فرصت ملے گی تو آپ فنکشنز اٹینڈ کریں گے الماں، مجھے لگتا ہے نظر لگوالیں گے آپ یوں"

ریڈ اپر کے ساتھ وائیٹ جم سوٹ میں مشائم بہت پیاری لگ رہی تھی اوپر سے ٹیل پونی کیے پارٹی میک اوور کے سنگ گزری رات کی بڑھ جاتی رعنائیوں کو چھپانے میں بھرپور مہارت لیے ہوئے اور الماں اسکے گرد بازو لپیٹے فرصت سے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائے میشی کو تیار ہوتا دیکھ رہا تھا، وارفتہ نگاہوں میں یہ شکوہ مزید شدت لایا۔

" نظر لگے گی تو اتار بھی لوں گا، جانتی ہو نہ کیسے اترے گی نظر"

وہ اسکے سنگار مکمل کرتے ہی شانوں سے تھامے روبرو لاتے اسکے گلفام، گلابی چہرے اور آگ سی حرارت رکھتی موجودگی کے آگے مبہوت تھا، مشائم کے حجاب آلود چہرے پر حیا کا اضافی رنگ اس درجہ ذو معنیت پر مچل کر گزر گیا۔

"آپ اگر یونہی نظر اتارتے رہے تو کہیں مشائم ہی دنیا سے روانہ نہ ہو جائے، بائے داوے کیا سارے کپلز ایسے ہی ہوتے ہیں؟ کیا اوزو اور زینو بھی؟"

میٹھی آواز میں مشائم نے شکوہ کرتے ہی جیسے متجسس ہوتے پوچھا، المان کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ اتری۔

"مے بی وہ ہم سے بھی پیارا کپل ہو، مینز ہر ایک کے محبت کرنے اور ظاہر کرنے کا انداز الگ ہوتا ہے۔ جہاں تک مجھے لگتا ہے زینو تم جیسی کارپوریٹو نہیں ہوگی تمہارے اوزو کے لیے جیسی تم میرے لیے ہو۔۔ سو مختصر یہ کہ مجھے دنیا کی سب سے پیاری وائف ملی ہے جسے مجھے کچھ کہنا ہی نہیں پڑتا"

المان کے الفاظ پر وہ اپنے لیے مسرور اور اوزو کے لیے دگنی فکر مند ہوئی۔

"اوہ، آئی وش میرے اوزو کو بھی ڈھیر سارا پیار ملے زینو بھابھی کی طرف سے۔ آپکو پتا ہے مجھے انکی بہت فکر ہوتی ہے۔ بلکہ جب سے آپ مجھے ملے

ہیں کیپٹن، میرا دل چاہتا ہے میرے اوزو اور دینو کو بھی ایسا ہی پیار ملے انکی پارٹنرز کی طرف سے"

مشائم کی معصومانہ سی خواہش پر الماں کھل کر مسکرایا، اپنی ہلکان سی جان کا گال نرمی سے چوما جس پر وہ مزید چھوئی موئی ہوتی کیوٹ لگی، وہ ساحر آسمانی رنگ کی سلم شرٹ اور وائیٹ پینٹ میں وجاہت کا شہکار اور تر و تازہ لگ رہا تھا۔۔

"اتنی فکر مت کرو انکی، دونوں اپنی اپنی والیوں کو مجھ سے بہتر ہی ہینڈل کریں گے۔"

الماں کے یقین دلانے پر وہ دل سے کھلکھلائی جیسے یہی تو اسکی اولین خواہش ہو۔

"ہوپ سو، لیکن میشی سب سے لکی گرل ہے۔ہاں آپکی دوری بہت مشکل ہے کاٹنی لیکن جب آپ میرے پاس ہیں ابھی تو محسوس ہی نہیں ہوا کہ

جدائی کے لمحے بیچ میں آئے یا نہیں۔ آپ مجھے اپنی جتنی مرضی دوری دیں لیکن واپس آنے کے لیے۔۔۔۔"

یکدم ہی وہ اداس ہوئی، بھاری مسکارے سے سجی پلکیں آنکھوں میں جھک گئیں۔

اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگائے المان نے اسکے ڈر، اسکے خدشے اور خواہش سب کا احترام ایک ساتھ کیا۔

"ان شاءاللہ، ابھی میں تمہارے پاس ہوں تو صرف مسکراو۔ تم سے زیادہ مجھے تمہاری مسکراہٹ سے پیار ہے۔ ان خوبصورت آنکھوں سے جن میں میرے لیے محبت کا جہاں آباد ہے"

دکھ تو اس نے میشی کو ہونے نہ دیا، اپنی موجودگی سے تمام خلاء بھرا، لیکن وہ پھر بھی بہت ڈرنے لگی تھی، جو انسان ہمارے حواسوں پر قابض ہو، جسکے

بغیر سانس لینا دشوار لگے اسے اپنی آنکھوں سے اوجھل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

الماان نے اسے روبرو کرتے ہی آسودگی سے اسکی جبین چومی اور اس سے پہلے رابطہ سانسوں سے جڑ کر کسی اور سمت سفر کرتا، دروازے پر ہوتی نرم دستک نے دونوں کو ایک دوسرے کے سرور میں محو ہونے سے روکا۔

مسکرا کر الماان دو قدم میثی سے دور ہوا تبھی اجازت ملتے ہی پنار نے سر اندر کرتے جھانکا تو دونوں ہنسے۔

"اہمم اہمم ماشاء اللہ۔ لکنگ گارجیئیس۔۔۔ سوری بھئی تم لوگوں کے سپیشل مومنٹس میں کباب کی ہڈی بنی لیکن دادا سائیں بلا رہے ہیں۔ ایزل آنٹی نے ہاں کہہ دی سو میں، ممی بھی دادا سائیں کے ساتھ جا رہے ہیں کوٹ۔۔۔۔

کیونکہ تیاریاں بھی کرنی ہیں دوسرا آپ بھی دو ہفتے کی لمبی ہوسپٹل سے لیو آپر وو کروا چکی ہوں۔۔۔ فل ریسٹ اور وی آئی پی پروٹوکول"

پنار نے ایک ہی سانس میں جس ایکسائٹمنٹ کا مظاہرہ کیے اطلاعات پہنچائیں اور واپس گئی، میشی اور الماں بھی اسکی خوشی پر مسکرا دیے۔

دونوں ساتھ ہی باہر آئے جبکہ خان سانول سیال نے الماں اور میشی کو انکی شادی کا گفٹ دیا، جو کہ کیش کے علاوہ میشی کے لیے گولڈ اور ڈائمنڈ کی جیولری کے دو الگ الگ سیٹ تھے۔

جبکہ عائشہ سیال اور پنار بھی انکے ہمراہ گیارہ تک روانہ ہو گئے۔

جواد کی اہم میٹنگز تھیں جبکہ میشی بھی مہندی میں دیان کی طرف سے شامل ہو کر بارات والے دن پیپر کے بعد ہی قصور، الماں کے ہمراہ جانے والی تھی۔

جبکہ دوسری جانب دیان بھی ناشتے پر واپس حویلی آچکا تھا، دس منٹ پہلے ہی وہ ہوسپٹل سے آیا تھا۔

دیان کے لیے بھی یہ سب مزید ار تھا۔

اوزان نے ناشتے کے بعد سب سے اجازت لی اور واپس ہوسپٹل کے لیے نکل گیا۔

ایزل مریم بھی آج تمام باقی کی شاپنگ اور کام سعدیہ کے ساتھ مل کر ختم کرنا چاہتی تھیں کیونکہ کل مایوں مہندی کا کمبائن فنکشن تھا تو بس آج کا ہی دن باقی تھا۔

اوزان ہوسپٹل پہنچا تو سیدھا حسیب سے ملنے روم کا رخ کیا، ڈاکٹر باسط، نرس کے ہمراہ تب اسکے پاس ہی موجود تھے۔

اوزان کو آتا دیکھے وہ مسکرا کر اسکی طرف بڑھے، اوزان نے متفکر سی نظر بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر بیٹھے حسیب پر ڈالی اور پھر اپنے پاس آرکتے ڈاکٹر باسط پر۔

"کیسا ہے یہ اب؟"

اوزان نے فوری مضطرب ہوتے پوچھا۔

"خطرے سے باہر ہے، لیکن ایک ہفتہ اگر مکمل ریسٹ کرے تو اسکے لیے فائدہ مند ہو گا۔ڈسچارج ہو جائے گا کچھ دیر تک۔ لیکن ایکسٹرا کیئر کرنی ہو گی زخم کے مندمل ہونے تک۔"

باسط نے نرمی سے تاکید کی اور اوزان کی مسکراہٹ میں موجود تشکر وصول کرتے نرس کے ہمراہ کمرے سے نکلے، اوزان نے بہار کو ارد گرد نہ محسوس کرتے فکر کے سنگ قدم حسیب کی طرف بڑھائے۔

اوزان کے پاس بیٹھ کر ہاتھ تھام کر جکڑنے کی دیر تھی کہ حسیب نے اپنی آنکھیں کھولتے ہی زخمی سی مسکراہٹ دی۔

"جان نکال دی تھی تو نے میری، کیسا ہے اب؟"

اوزان کے آزردہ استفسار پر حسیب کی رہی سہی مسکراہٹ بھی ختم ہو گئی۔

"بہار چلی گئی اوزان، کیسا ہو سکتا ہوں۔ میری بے خبری کا فائدہ اٹھا کر چھوڑ گئی مجھے"

حسیب کے الفاظ اوزان پر پتھر کی طرح برسے، لمحے میں کمیلئین دل لرزا۔

"کیا؟ کہاں گئی۔۔۔گھر۔۔۔یعنی حویلی"

اوزان کے بے تابی سے پوچھنے پر حسیب نے گہرا سانس بھرتے نفی میں گردن ہلائی۔

"اماں سائیں سے بات ہوئی ہے میری، وہ گھر نہیں گئی۔ وہ اپنی جہنم میں چلی گئی۔ اوزان میں ایسے کئی زخم اپنے جسم پر سہہ سکتا ہوں پر اس کی جدائی نہیں۔ اسے کہا تھا مجھے کمزور نہ سمجھے پر اس نے سمجھ لیا۔ بتا اب میں کیسے سانس بھروں۔ وہ میری دی محبت کا ذرا سا مان رکھ کر میرے پاس رک جاتی تو کیا ہو جاتا"

حسیب کے لہجے میں صرف شکستگی تھی، اسکی حالت پر اوزان کا دل بھی لہو ہوا جبکہ آنکھوں میں بہرام ملک کی عبرت کا حتمی فیصلہ ان سمٹا۔

"اسے واپس لاتا ہوں فکر مت کر، خبر دار اگر تو مجنوں بنا۔ اٹھ ریڈی ہو تجھے حویلی ڈراپ کروں۔ صائمہ آنٹی ہوسپٹل آنے پر بضد تھیں پر انکی طبعیت سفر کی اجازت نہیں دے رہی سو اچھا ہے تو حویلی جا کر ریسٹ کر انکی نظر کے سامنے۔ تجھے اس وقت صرف اپنا خیال رکھنا ہے۔ ابھی اس بہرام سے زینیش والے معاملے کا بدلہ بھی ڈیو تھا اور اس نے تجھ پر یعنی میرے دل پر وار کر کے اپنی دردناک سزا کو دعوت دی ہے"

اوزان کے تیور خطرناک تھے تبھی تو وہ اسکے سہارہ دے کر بیٹھائے لحاف پرے کرتا جیسے اٹھا، حسیب اسکا مضبوط سہارہ لیتے بیڈ سے اتر کر کھڑا ہوا مگر سہم کر اوزان کو دیکھنے لگا۔

"ویرے تجھے ضرورت نہیں قانون ہاتھ میں لینے کی، طفیل دیکھ لے گا"

حسیب کیسے اوزان کو موت کے منہ میں جانے کی اجازت دیتا، خوفزدہ ہوا۔

"ہاں طفیل اور اسکے لوگ میرے ساتھ ہوں گے، اوزان دایب کی روح اور دل زخمی کرنے والے کو سزا میں خود دینا چاہتا ہوں۔ پر مجھ سے وعدہ کر حسیب، خود کو کمزور نہیں پڑنے دے گا۔ تو مجھ سے زیادہ بہادر اور مضبوط ہے یہ بات یاد رکھیں"

حسیب کی سرخ آنکھیں تک اوزان سے برداشت نہ تھیں تو کیسے سہتا حسیب کے تڑپتے دل کو۔

حسیب کو اس نے احتیاط سے شرٹ پہنائی، درد کے سبب چل پانا مشکل تھا پر وہ اتنا طاقتور پہاڑ جوان تھا کہ یہ زخم بھی معمولی ہی لگ رہا تھا، جب دل کی آگ شدید ہو تو جسم کے الم عام سی خراشیں ہی لگتی ہیں۔

"مجھے بس بہار لا دے میں کبھی کمزور نہیں پڑوں گا ویرے"

حسیب یوں اس سے جان مانگتا وہ تو دے دیتا پر کمینے نے مانگی بھی تو خزاں کرتی بہار۔

اوزان کا دل چاہا ایک منہ پر سیکتی لگائے اس خبیث کو۔

"سستا عاشق، یعنی اب یہ یار اہم تک نہیں رہا۔ سوتے جاگتے بس بہار یاد ہے تجھے"

جلن تو بہت تھی پر اوزان نے آدھی بھی عیاں نہ کی تب بھی حسیب کچھ نہ بولا بس بے جان ہوتا اوزان کے گلے لگ گیا، اور اوزان کی ساری شکائیت بھی دم توڑ گئی۔

"تو میری زندگی کا سرمایہ ہے ویرے، تیرا کسی سے کیا موازنہ، پر وہ عادت ہے اور میں کمبخت اس عادت کا مارا"

اس سے زیادہ دلخراش جواب شاید ہی وہ دے پاتا، اوزان تک کی آنکھیں ضبط سے سرخ پڑیں۔

"بکواس نہ کر۔۔۔اپنے یہ فلسفے سنبھال جیب میں۔۔ آجا اور خبر دار اگر تو پورا ہفتہ بیڈ سے اترا، رات تک تیری تیمار دار بھی پہنچ جائے گی تیرے پاس یہ تیرے یار کا وعدہ ہے"

اوزان چاہ کر بھی اس وقت حسیب سے خفا نہ ہو سکا جبکہ ڈاکٹر باسط نے بھی اسے شام کے بجائے گھر جانے کی پرمیشن دی کیونکہ اوزان نے اسکے بھرپور آرام کا یقین دلایا۔

ڈرائیونگ اوزان نے بہت سلو رکھی جبکہ سارا رستہ حسیب غنودگی میں ہی رہا، جبکہ حویلی پہنچتے ہی صائمہ خانزادہ کی تو جان جسم میں جیسے واپس لوٹی وہ سب سے روح خراش تھا۔

اوزان نے خود ہی حسیب کو بیڈ روم تک پہنچایا جبکہ ماں کے پاس اولاد کے سارے مرہم ہیں اس پر اوزان کا یقین تھا تبھی تو وہ آتے ہی حسیب کی تکلیف دور کرنے کے جتن کرنے میں لگیں۔

اوزان کچھ دیر حسیب کے پاس بیٹھا، شاید چاہتا تھا کہ وہ ایک پر سکون نیند لے جبکہ حسیب کے سوتے ہی وہ بھی اس پر انسیت بھری برادرانہ نگاہ ڈالے کمرے کی مین لائٹ آف کیے بیڈ روم سے باہر نکلا تو صائمہ آنٹی وہیں آتی ملیں۔

"ابھی سو گیا ہے، ناشتہ اور صبح کی میڈیسن لے لی تھی اس نے۔ اب آپ اسے ایک یا دو تک جگائیے گا۔ کافی جلدی ریکور کر رہا ہے۔ اور آپ بالکل پریشان نہ ہوں آپکا لاڈلہ کھوتا یونہی ہنسے گا بھی اور ہنسائے گا بھی۔ دن تک بہار بھی آجائے گی۔ آپ نے رونا نہیں ہے، جس نے حسیب کے ساتھ یہ کیا آج اسکی شاید آخری رات ہو"

صائمہ آنٹی کی آنکھیں اسے دیکھتے ہی آبدیدہ ہوئیں تبھی تو اوزان نے نرمی سے انکو پکڑے خود سے لگائے تسلی دی اور خدا گواہ تھا وہ اگر حسیب کی اتنی بڑی تکلیف سہہ گئیں تھیں تو اوزان کی تسلی بہت بڑا سبب تھی۔

"اللہ کرے کیڑے پڑیں اس موئے کو جس نے میرے بچے کا سینہ چیڑا۔

ت۔۔تو بھی اپنا خیال رکھیں پتر"

صائمہ آنٹی کا تکلیف میں بھی تاکید کرنا اوزان کو بھا گیا تبھی وہ اپنی مخصوص مرہمی مسکراہٹ سے انکو مطمئین کرتا اجازت طلب کیے حویلی سے روانہ ہوا۔

گاڑی میں آکر بیٹھتے ہی ڈیش بورڈ سے اپنی گن اٹھا کر اس میں سپاٹ چہرت کے سنگ بلٹس بھریں۔

جبکہ ساتھ ہی اوزان کا فون رنگ کیا۔

کال طفیل کی تھی جو اپنی نفری کے سنگ اوزان کے ہمراہ اس خفیہ مشن کے لیے بالکل چوکس تھا۔

"اوزان بھائی، میں نے اور میرے لوگوں نے بہرام کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کچھ دیر پہلے تنویر کا ڈرائیور بہار کو ڈراپ کر کے گیا تھا، تب سے آپن یہیں نظر رکھے ہوئے ہوں"

اوزان کے ماتھے پر نمودار ہوتی شکنیں بہار کی اس درجہ فضول اور بیوقوفانہ حرکت پر تھیں۔

"فضول عورت، کیا ضرورت تھی اس خبیث کے بنگلے آنے کی۔۔۔ آہ حسیب آہ۔۔۔ تم کسی پتھر سے محبت کر لیتے تو وہ بہتر تھا۔ عقل سے پیدل یہ عورت خود کو موت کے منہ میں جھونک چکی ہے"

اوزان نے خفگی سے سوچا، اضطراب تو یہ سب سوچ کر ہی بڑھا۔

"ٹھیک ہے طفیل تم وہیں رکو میں پہنچتا ہوں"

اوزان نے اسے باخبر کرتے ہی کال کاٹی اور فوری گاڑی سٹارٹ کرتے ہی خانزادہ حویلی کے پورچ سے باہر نکال لی۔

.._________________________..

"اس سب اہتمام کی کیا ضرورت تھی مسٹر بہرام"

ڈائنگ ہال میں جا بجا لگی خوشبو دار موم بتیوں کے سنگ گلاب کے پھولوں کے مہک دار گلدستے اس وقت بہار کو سانپ لگ رہے تھے، جبکہ بہرام ملک گھر آئی چڑیا کو جکڑنے کے پورے ارادے کیے یہ سب اہتمام کرنے کے باوجود آج اپنی دردناک موت سے بچ نہیں سکتا تھا۔

بہرام کی توصیفی نگاہیں بہار کے بظاہر مکمل ڈھکے مگر رعنائیاں رکھتے سراپے پر جب جب مرکوز ہوتیں، بہار کو لگتا کوئی اسکے برہنہ وجود پر کوڑے برسا رہا ہے۔

"ضرورت کیسے نہیں تھی بہارے، تم نے مجھ سے ملنے کی خودخواہش کی یہ میرے لیے اعزاز ہے اور یہ سب اہتمام اسی کا جشن ہے"

بہرام نے اسکے لیے کرسی پیچھے کو سرکائے بیٹھائے خود بھی پر اعتماد انداز میں نک سک سوٹ میں ملبوس کوٹ کے بند بٹن کھولتا خود بھی دوسرے کنارے بیٹھا۔

"بہارے مجھے صرف میرے دوست کہتے ہیں، تم تو کھلے دشمن ہو۔ میرے نکاح میں موجود شخص پر حملہ کیا ہے غالبا تم نے"

بہار کی تیر نظر اور لفظی طنز پر بہرام کے چہرے کا رنگ سا بدلا، اسے امید نہ تھی کہ لنچ پر وہ ایسی گفتگو بھی کرے گی۔

"دیکھو بہار ذاتی زندگی اور کاروبار الگ الگ ہی رکھنا چاہیے، دشمنی الگ۔ میری حسیب خانزادہ سے کوئی جانی دشمنی نہیں تھی لیکن اس نے خود پہل کی۔ اور اپنے بچاو کے لیے اسکا بس سر کچلنے کی کوشش کی ہے۔ میں چاہتا تو اس بات سے مکر سکتا تھا مگر میرے خیال میں ہمیں ایک دوسرے سے سنسئیر ہونا چاہیے۔"

بہرام کے اعتراف کے بعد تو اب بات کی گنجائش نہ تھی مگر وہ اتنی جلدی قصہ ختم کرنے والوں میں سے نہ تھی۔

"لیکن تم تو آپا سے محبت کرتے تھے، پھر اچانک تم کو میں کیوں درکار ہو گئی۔ منافق قسم کا انسان ایماندار ہو تا ہو گا کسی اور دنیا میں لیکن میرے نزدیک نہیں"

پر سکون رہ کر بھی وہ بہرام کی عزت کے چیتھڑے اڑا گئی تبھی تو ضبط کے سبب بہرام کی آنکھوں میں لہو چھلکا۔

"کنول نے ہمیشہ مجھے یوز کیا، تیرہ سال مجھے دھوکہ دیتی رہی۔ وقت میرے ساتھ گزار کر ماں بن گئی اس طلال کے بچے کی۔۔۔۔بس دل اٹھ گیا اسکی اس حرکت کے بعد۔ تم حسیب خانزادہ کے ساتھ ہر گز نہیں سوٹ کرتی ڈارلنگ، تمہارا کیریئر ابھی تو عروج پر آیا ہے، اگر تم میری ہو جاتی ہو تو میں

تمہیں فلمی دنیا سے کبھی کنارہ کرنے کا نہیں کہوں گا۔ بلکہ تمہیں سپورٹ کروں گا، تمہارے ڈیڈ کو بھی"

اس دنیا میں وہ پنچ سے پنچ سوداگر سے ملی تھی پر بہرام کا درجہ اس نے سب سے گھٹیا پایا، وہ تمسخرانہ ہنسی اور اسکی ہنسی بہرام کو آگ لگا گزری۔

"بالکل بالکل میرے نام پر پیسہ کمانے کا موقع جو ملے گا تمہیں، سونے کے انڈے دینے والی مرغی پہلے تنویر پاشا کے پاس تھی اب تمہارے ہاتھ ہو گی۔۔۔۔ میرا تو اب بھی پہلے کی طرح خسارہ ہے پھر کیوں قبول کروں تمہیں۔ کوئی ایک فائدہ بتاو تا کہ میں کنونس ہو سکوں۔۔۔۔"

بہار کے جملوں میں تپش تھی جبکہ بہرام جس ضبط و برداشت کا مظاہرہ کیے بیٹھا تھا وہی جانتا تھا ورنہ اس وقت تک اسکا جانور روپ عیاں ہو چکا ہوتا۔

"میں تم سے پیار کروں گا، ہر لڑکی جو چاہتی ہے وہ سب ملے گا تمہیں۔ سب سے بڑھ کر میرے دل اور محل پر راج کرو گی"

اس آدمی کے منہ سے ہیار نامی لفظ بھی بہار کو نجس لگا تبھی تو وہ اس پر ہنسی۔

"ایک لڑکی کیا چاہتی ہے؟"

بہار نے اپنی شر انگیز آنکھیں بہرام سے ملاتے بڑے دوستانہ ہوئے پوچھا جبکہ بہرام کے غلیظ اور کھلے سرگوشی نما جواب نے بہار کے چہرے پر اشتعال کے سنگ لہو چھلکایا۔

"تم جیسے غلیظ مردوں کو جو عورتیں ملتی ہیں وہ ضرور صرف یہی چاہتی ہوں گی بہرام ملک ورنہ ایک عزت دار باکردار عورت کو سب سے پہلے مان اور عزت درکار ہوتی ہے جو تم جیسے تیچ مرد دینے کی ایبلٹی ہی نہیں رکھتے"

وہ سخت مشتعل ہوتی غرائی جبکہ اس بار بہرام اسکے نشت سے اٹھ کر کھڑا ہونے پر خود بھی اٹھا۔

"تم ہاں تو کرو عزت اور مان کا لالی پاپ بھی تھما دوں گا تمہاری خوشی کو"

بہرام نے خباثت سے قہقہہ لگاتے قدم بہار کی طرف بڑھائے مگر وہ اپنی ماڈرن ڈریس کی آستین میں چھپایے چاقو پر اسکے قریب آتے ہی پکڑ بڑھا چکی تھی۔

"تم سے نہ ہو گا بہرام ملک، تم وہی کرو جسکے لیے بنے ہو۔ ہوس پرست شخص کو محبت نہیں ہو سکتی، تمہارا کنول سے منہ پھیرنا یہ ثابت کر گیا۔ اگر تمہیں کنول سے محبت ہوتی تو اسکے ماں بننے سے فرق نہ پڑتا, تم آخری سانس تک انتظار کرتے اسکا، ہاہا پر تم تو ماموں بننے کی خبر پر ایسے بپھرے کہ پارٹی ہی بدل لی اور تمہاری جرت کو اکیس توپوں کی سلامی کہ مانگ کی بھی تو بہار کی۔۔۔۔۔۔"

بہار کا نڈر رویہ بہرام کو بہکا رہا تھا وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسکے جسم کی چمڑی تک نوچ کر کھا جائے گا لیکن بہار کے چہرے پر ڈر کی شکن تک نہ تھی۔

"تم جانتی بھی ہو کہ تم اس وقت کس کے سامنے کھڑی ہو کر یہ بکواس کیے جا رہی ہو، انجام معلوم ہے تمہیں اس کا؟"

بہرام مزید حقارت دبا نہ سکا جبکہ بہار اسکی نجس شکل کو دیکھتی پھر سے طنزیہ ہنسی۔

"کیا کر لو گے تم؟ تم جیسے کئی بھگت چکی ہوں۔ بہار کو ہاتھ لگانے والے بھی پچھتاتے ہیں اور ایسی نیت باندھنے والے بھی۔ ویسے بھی حسیب نے تمہیں اس قابل نہیں چھوڑا کہ اپنی مردانگی دیکھا سکو۔۔۔ کھوکھلے مرد، پھر بھی اگر تم اپنی رہی سہی مردانگی بھی حسیب کے ہاتھوں جڑ سے اکھڑوانا چاہتے ہو تو لگا کر دیکھ لو ہاتھ اسکی عزت کو۔ اگر ہمت ہے تم میں"

بہار بنا انجام کی پرواہ کیے اک اک لفظ سے بہرام کے اندر آگ جلا گئی اور اس سے پہلے وہ اسکی گردن دبوچتا، بہار نے لمحہ لگاتے اسکے اپنی گردن کو جکڑتے ہاتھ کی کلائی میں وہ نوکیلی چھری اس زور سے پھیری کہ بہرام جھٹکا

کھاتا چینخ اٹھتا دو قدم دور ہوا لیکن بہار کی اس جرت پر اگلے ہی لمحے اس نے اپنی پتلون میں دی گن جب نکالی تب بہار کے چہرے پر ضرور ڈر اڈا۔

وہیں دوسری جانب بہت خاموشی سے تمام گارڈز کا کام تمام کیے طفیل کے ہمراہ اوزان اسکے بنگلے میں داخل ہو چکا تھا اور دونوں کی گفتگو بھی سن چکا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بہار، میں صرف عزت اتار سکتا ہوں۔۔۔ہاہا میں تمہیں ڈائریکٹ قبر میں بھی اتار سکتا ہوں۔ تم جیسی مغرور عورت ویسے بھی مجھے پسند نہیں سو مجھے دھوکہ دینے پر تمہاری موت پکی ہوئی۔ حسیب خانزادہ کو مار نہیں سکا اچھا ہوا، تمہاری موت اسکے لیے ضرور موت جیسی ہو گی"

بہرام نے اس پر نا صرف گن تانی بلکہ ٹریگر پر ہاتھ بھی رکھا جبکہ بہار کے ہاتھ لحظہ بھر کپکپائے، اسکی آنکھیں بہرام کے ہاتھ پر تھیں جو ٹریگر کو بس دبانے والا تھا۔

"وہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ ایک بہارے کے مر جانے پر بکھر جائے گا، مارنا ہے تو مار دو۔ مرنے سے نہیں ڈرتی لیکن تمہیں مارے بنا نہیں مروں گی"

بہار نے زندگی کی ساری رہی سہی ہمت لگاتے وہ چھری اس زور سے بہرام کے سینے پر ماری کہ تیز دھاری ہونے کے سبب وہ اسکے کندھے اور سینے کے بیچ موجود گوشت میں جا گڑھی، دلخراش دھاڑتا بہرام اس سے پہلے بہار پر فائیر کرتا، اسکے گن والے ہاتھ کو چھو کر جاتی گولی پر وہ وہیں زمین پر گرا۔

اوزان اور طفیل کو ہر سمت سے پولیس کے لوگوں کے ساتھ آتا دیکھے بہار نے فوری لپک کر زمین پر گری چھری اٹھا کر زمین پر گرے بہرام کے پیٹ میں گھونپ دی۔

اوزان نے وحشی بن کر ایک بار پھر وار کرتی بہار کا لپک کر بازو پکڑے پرے دھکیلا جس پر بہار گرتے گرتے میز کا سہارا لیے سنبھلی جبکہ خود وہ بہرام کا

گریبان پکڑے وہیں دوزانو بیٹھا، پیٹ پر وار عام تھا تبھی بہرام مر تو نہیں سکتا تھا پر چیخ ضرور رہا تھا۔

بہار کے دل میں اس منحوس کی دھاڑیں سن کر راحت اتری۔

"طفیل اسے میری مطلوبہ جگہ پہنچاو، مرہم لگا دینا اسکے زخموں پر۔ اتنی جلدی مرنا نہیں چاہیے"

طفیل نے اوزان کی بات ہر فوری عمل درآمد کیا اور دو لوگ اس بلبلاتے بہرام کو اٹھاتے باہر نکلے جبکہ اوزان خونخوار نظر لیے بہار پر ڈالتا اسکی طرف بڑھا۔

"اور تم، اسکا حساب اب حسیب خانزادہ کو دینا۔ سمجھتی کیا ہو خود کو۔۔۔ ہو کیا۔۔۔۔ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اگر ہم نہ آتے تو کیا ہو سکتا تھا تمہارے ساتھ۔ تمہاری وجہ سے حسیب کی زندگی آگے کم برباد ہوئی ہے جو تم اسے یہ گرہن لگانے چل پڑی تھی۔ جواب دو مجھے بہار"

اوزان کی آواز ان اونچی دیواروں سے ٹکرا کر اور ہیبت ناک ہوئی لیکن بہار کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"میں اسکے بچاو کے لیے قربان بھی ہو جاتی تو بھی کم تھا، بہرام ملک نے اسے شوٹ کیا۔ میں کیسے بخش دیتی اس مردود کو۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔ تم لوگ نہ آتے تو زیادہ سے زیادہ مر جاتی لیکن بہرام کو مار کر۔۔۔۔۔۔ مجھ پر مت چلاو سمجھے تم"

بہار بھی اس وقت بہت اذیت میں تھی جبکہ اوزان نے اسکے آنسو دیکھتے فی الحال کچھ نہ کہا اور باہر جانے کا اشارہ کیا جس پر وہ وہاں سے باہر نکلی جبکہ اوزان نے بھی سامنے دیوار کی جانب دیکھائی دیتے کیمرے پر رک کر قدم اندر بڑھائے۔

آفس ایریا کی جانب کمپیوٹرائز کمرہ ملا جہاں اوزان نے اس حملے کے بیچ کی تمام کیمروں کی ریکارڈنگ ڈیلیٹ کی اور دس منٹ کے لیے تمام کیمرے ڈی

ایکٹیویٹ کیے اور وہاں سے نکلا مگر باہر آتے ہوئے ایک چھپے ہوئے بہرام کے آدمی سے ٹکراو ہوا جس نے لوہے کی کوئی نوکیلی سلاخ اوزان کی بازو پر دے ماری مگر کمپلیئین کے ایک ہی گھونسے سے وہ دیوار سے جا پہنچا، اوزان نے اپنی جیکٹ فوری اتاری تو اس کے نیچے تک شرٹ میں بھی کٹ تھا اور وہاں سے بازو لہو لہان ہو گئی۔

کسی طرح بازو دباتا وہ وہاں سے باہر نکلا جہاں بنگلے کے باہر ہی طفیل اور اسکی گاڑی موجود تھی۔

اوزان کو بازو پر ہاتھ رکھ کر باہر آتا دیکھ کر طفیل فوری اسکی طرف لپکا۔

"بھائی آپ ٹھیک ہیں؟"

بہار بھی گاڑی سے باہر نکلتی ان دو کی طرف فکر سے دوڑی۔

"ہاں کیمرے ڈی ایکٹیویٹ کرنے کے بیچ واپسی میں ایک خبیث سے ٹکراو ہو گیا۔ ٹھیک ہوں معمولی کٹ ہے۔ اپنے دو ٹرینڈ لوگ اندر بھیجو طفیل

تاکہ وہ سارے ثبوت مٹادیں سنگل فنگر پرنٹ تک۔ غلطی سے بھی کسی کو بھنک نہ لگے کہ یہاں ہوا کیا ہے اور بہرام ملک کو دن دیہاڑے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ باقی تم بہرام کو لے کر چلو میں وہیں آتا ہوں۔"

اوزان نے اپنی طرف آتی بہار کو یکسر نظر انداز کرتے خفگی ظاہر کی جبکہ مخاطب وہ طفیل سے تھا۔

"بھائی آپ مجھ پر چھوڑ دیں یہ معاملہ، آپ اس گند میں نہ کو دیں۔ "

طفیل کو اسکی فکر تھی یہ اوزان کو جان کر خوشی ہوئی، حسیب کے تمام لوگ قابل تعریف بھی تھے اور ایماندار بھی۔

"نہیں طفیل، بہرام کی سزا خود تعین کروں گا بنا قانون کو ہاتھ میں لیے، تم فکر مت کرو۔ میں بھی چلتا ہوں اس سے پہلے کوئی ہمیں یہاں دیکھے"

طفیل نے اس کی بات فوری مانتے اپنے دو لوگ اندر روانہ کیے اور انکو محتاط ہونے کا بھی کہا جبکہ خود اوزان اپنی گاڑی کی جانب بڑھا تو بہار نے بھی اسکے قدموں کی پیروی کی۔

"انسان گاڑی کا دروازہ ہی کھول دیتا ہے لیڈیز کے احترام میں"

بہار نے اسکی بدلحاضی پر شکوہ کرتے اوزان کے فرنٹ سیٹ سنبھالتے ہی آگے بیٹھنا چاہا مگر اوزان کی تنبیہہ پر رکی۔

"آگے نہیں پیچھے"

سختی سے وہ آرڈر دیتا غرایا جس پر بہار نے منہ بگھاڑتے پیچھے جا بیٹھتے دروازہ جس زور سے بند کیا، اوزان نے گردن گمائے روح فنا کرتی نظر ثبت کی جیسے اسکی حرکت بہت ناگوار گزری ہو۔

"مجھے دیکھتے ہی تمہارے اندر آگ کیوں بھڑک اٹھتی ہے، حالانکہ کوئی اور ہوتا تو مجھے شاباش دیتا کہ لڑکی ہو کر میں اس بہرام کو مارنے نکل آئی تھی۔ لیکن تمہیں تو مجھ سے ازل کی نفرت ہے"

بہار کے شکوے پر اوزان نے بڑی بر داشت کا مظاہرہ کرتے گاڑی سٹارٹ کی۔

"اپنی زبان بند کر لو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا، تمہاری وجہ سے حسیب اس حالت کو پہنچا ہے کہ نہ اسکا وجود زخموں سے پاک رہا نہ دل۔ اور شاباش کس بات پر دوں تمہیں؟ اگر کوئی اونچ نیچ ہو جاتی تو جانتی ہو اس شخص پر کیا گزرتی، تم تو مر جاتی لیکن زندہ وہ بھی نہ رہتا۔ اور مجھے حسیب خانزادہ مرتا ہوا کبھی بر داشت نہیں ہے۔ میرا بس چلتا تو تم جیسی سو بہار اس پر قربان کر دیتا"

اوزان کی بازو میں تکلیف تھی پر دل زیادہ اذیت میں تھا، بہار جانتی تھی وہ اک اک لفظ سچ کہتا ہے پھر بھی اس وقت اسے اوزان کی ہر بات ہی زخمی کر گزری۔

"مجھے اور کچھ سمجھ نہیں آیا اس وقت"

بہار نے اپنی غلطی شرمندہ ہوتے تسلیم کی جس پر اوزان کے جبڑے مزید بھینچ گئے۔

"تمہیں کیا لگا تھا حسیب کے ساتھ جس نے یہ کیا اسے اوزان بخشے گا، کسی پر یقین کرنا بھی سیکھو بد دماغ لڑکی۔ چل پڑی تھی اکیلی جیسے ٹارزن کی یہی اکلوتی اولاد ہو۔۔۔ ایک ایک چیز حسیب کو بتاوں گا وہی دماغ درست کرے گا تمہارا"

اوزان تو اسکی جان لے رہا تھا جبکہ حسیب کے رد عمل سے وہ ابھی سے کانپ اٹھی۔

"نہیں پلیز اسے مت بتانا، وہ ناراض ہو جائے گا مجھ سے"

اپنی جگہ سے آگے کھسک کر بیٹھے اوزان کی سیٹ پر ہاتھ رکھے تاسف سے گزارش کی۔

"تم اس ناراضگی کی مستحق ہو بہار، میں حسیب سے کچھ نہیں چھپاوں گا۔ تم اسکی ناراضگی سہو گی بھی اور برداشت بھی کرو گی۔ اور دور بھی تمہیں کرنی ہے"

اوزان نے سنگدلی کی حد کرتے فوری بہار کی التجاء رد کی جس پر وہ گہرا سانس بھرے واپس ٹھیک سے بیٹھی، چہرہ اتر گیا۔

"تم بہت بے رحم ہو، کیا زینیش سے بھی ایسے ہی بات کرتے ہو؟ وہ تو بہت سوئیٹ سی لگی مجھے"

بہار کے سوال پر اوزان نے ناگواریئت کے سنگ فرنٹ مرر سے پیچھے بیٹھی بہار کو غصے سے دیکھا۔

" تبھی آگ لگانے کی کوشش کی تھی تم نے، اپنی حرکتیں درست کرلو ورنہ حسیب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گی۔ کسی بھی طرح تم اسکے قابل نہیں لیکن یہ میری برداشت ہے کہ دل پر پتھر رکھ کر تمہیں اسکے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ میں زینیش کے ساتھ کیسے بولتا ہوں یا کیسے نہیں تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے"

اوزان کے مسلسل ڈانٹنے پر بہار اس بار دھیما سا مسکرا دی ہاں مسکراہٹ میں دکھ بھی تھا۔

" کھڑوس انسان، وہ دن شاید قیامت کا ہی ہو گا جب تم مجھ سے نرمی سے بات کرو گے۔ اللہ زینیش کو صبر دے"

بہار کا مسلسل اریٹیٹ کرنا اوزان کی برداشت پر کاری وار تھا اور دل اسکا یہی کیا گاڑی کسی درخت سے ٹھوک کر خود باہر کود جائے اور اس لڑکی کا کام تمام کر دے۔

"زبان بند کرو اپنی"

سخت درشتی بھرا لہجہ لیے وہ دانت نکوستے غرایا۔

"ہمم پلیز حسیب سے کچھ مت کہنا اوزان۔ اسکی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی ہوں"

بہار کی کوئی بھی التجاء اوزان پر اثر نہ کر رہی تھی، تبھی خانزادہ حویلی تک اسے پہنچائے وہ خود بھی زخمی بازو کے باوجود کچھ دیر گاڑی سے نکلا۔

صائمہ خانزادہ خود ہی باہر آئیں جبکہ اوزان ان سے پیار لیتا سیدھا حسیب کے پاس گیا۔

"میرا پتر کہاں چلی گئی تھی؟ اور یہ کیسے کپڑے پہنے ہیں تونے؟"

صائمہ اسکے ماڈرن لباس کو دیکھ کر خوفزہ تھیں کہ کہیں پھر سے وہ ماڈلنگ ایکٹنگ تو نہیں کرنے نکل پڑی جبکہ بہار کی توجہ تو اوزان کے اندر جانے نے جکڑی تھی فوری آنٹی صائمہ کے پکارنے پر متوجہ ہوئی۔

"بس ایک کام کو انکار کرنا تھا، معاہدہ تھا نہ تو تیار ہو کر جانا پڑا۔ ابھی بدل لیتی ہوں۔ حسیب کیسا ہے؟"

بہار نے جھوٹ بولتے انکو بہلا یا اور وہ سادہ لوح بہل بھی گئیں۔

"ابھی کافی بہتر ہے کھانا کھایا ہے اس نے دوا اسے خود کھلا دینا۔ تو کھانا کھائے گی؟ لگواوں"

صائمہ آنٹی کے لاڈ و فکر سے پوچھنے پر وہ انکا ہاتھ تھامے بوسہ دیتی بس انکے گلے لگ گئی، بہت سے ڈر، دکھ اور کرب دبائے تھے اس نے اس گلے لگنے میں۔

"نہیں آنٹی بس چینج کر کے حسیب کے پاس جاوں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں اور آرام کریں۔ کوئی کام بھی ہوا تو میں اور آسیہ دیکھ لیں گے۔۔۔ آجائیں"

اپنے آنسو آنکھوں میں واپس دبائے وہ انکی محبت کا دگنا حق لوٹائے انکو لیے ساتھ ہی اندر بڑھی جبکہ حسیب اب ہوش میں بھی تھا اور کافی بہتر بھی لیکن اوزان کے آتے ہی اسکی نظر اسکی زخمی جیکٹ پر پڑی۔

"کیا ہوا ہے تجھے یہ ؟"

حسیب بیڈ سے اترتے لپک کر اس تک آیا جس نے دونوں ہاتھوں میں حسیب کا چہرہ بھرے آزردگی سے دیکھا۔

"جو بتانے لگا ہوں حوصلے سے سننا۔ اور اس غلطی کی بہار کو اگر تو نے سزا دیے بنا گلے بھی لگایا تو میری تیری ناراضگی ہو جائے گی"

حسیب تو اسکی دردناک تمہید پر ہی تڑپا۔

"نہ کر ویرے مجھے ڈرا رہا ہے تو۔۔۔ ہوا کیا ہے، کیا وہ آگئی ہے ؟"

حسیب کے استفسار پر اوزان نے اسے سارا معاملہ جب بتایا تو حسیب کے چہرے کے تاثرات پتھریلے ہوئے۔

"اگر میں یہ سب تجھ سے چھپا لیتا تو وہ اگلی بار اس سے بڑی غلطی کر سکتی تھی، اب اسے لگام ڈال ورنہ میرے ہاتھوں تیری بہار مفت میں ضائع ہو جائے گی۔۔۔۔ مانتا ہوں محبت انسان کو اکڑنے نہیں دیتی جھکا دیتی ہے لیکن اگر تجھے اپنی اور بہار کی زندگی میں سکون چاہیے تو اسے اس بار جلدی معاف مت کرنا"

اوزان نے اسکی گال تھپکاتے کڑے تیوروں سے وارن کیا اور اس سے پہلے جاتا، حسیب نے ہوش میں آتے اسکی بازو پکڑی تو حسیب کا ہاتھ خون سے سرخ ہوا، حسیب کی تو اتنا خون دیکھتے جان سی نکلی۔

"معمولی زخم ہے جاتے ہوئے ڈریسنگ کروالوں گا، مجھے اب نکلنا ہے۔ شام ایک اہم سیاسی ڈنر ہے۔ بہرام کا معاملہ میں خود دیکھوں گا تو اپنا تھانہ سنبھال۔۔۔ سمجھ گیا۔"

اوزان نے اسے مطمئین کرتے ہی قدم دروازے کی طرف بڑھائے جبکہ اسکے جاتے ہی حسیب کی آنکھوں میں اشتعال امڈا۔

"اس بار تم نے ساری حدیں پار کر دی ہیں بہار۔۔۔"

بہار کی غلطی چھوٹی نہیں تھی اور اب وہ سزا کی واقعی مستحق تھی بھلے وہ سزا تھوڑی دیر یا چند لمحوں کی ہی کیوں نہ ہوتی۔

..______________________..

اوزان سیدھا حویلی آیا، بازو کی ڈریسنگ تو اس نے کروالی تھی ہر جیکٹ اور شرٹ کا ستیاناس ہو گیا تبھی اسے چینج کرنا تھا اور پھر بہرام ملک سے جا کر ملنا تھا۔ گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں اور ایزل مریم، سعدیہ اور

دیان کے ساتھ دس منٹ پہلے ہی شادی کے لیے کپڑے اور زیوارت خرید کرلائیں، زینو لاونج میں بیٹھی تھی تو وہ وہیں سب لے آئیں تاکہ زینو کو بھی دیکھائیں۔

جبکہ بھلے بارات قصور جانی تھی مگر انصاری حویلی کو آج ہی سجایا جارہا تھا اور یہ کام طلال انصاری کے سپرد کیا گیا، یونی سے ہفتے کی چھٹیاں وہ بھی لے چکے تھے البتہ دیان ابھی ہوسپٹل سے چھٹی لے نہیں سکتا تھا، پنار کی غیر موجودگی کی وجہ سے اسے پیشنٹس دیکھنے تھے تبھی وہ بڑی امی اور سعدیہ کو ڈراپ کیے واپس چلا گیا۔

ایزل مریم نے دونوں بہوؤں کے لیے بہت ہی خوبصورت شادی کے جوڑے لیے تھے، حویلی کا ہال سٹنگ ایریا اس وقت بازار بنا تھا کیونکہ ہر جگہ زیوارت، کپڑے اور شاپنگ بکھری تھی۔

اوزان نے دبے قدموں اندر قدم رکھا اور بنا آواز کیے وہ کسی کو خبر دیے بنا چپکے سے سیڑھیاں جب چڑھا تب اتفاق سے زینو کی نظر پڑی۔

"یہ اوزان مشکوکوں کی طرح کیوں اوپر گئے، بندہ پہلے یہاں آکر شاپنگ ہی دیکھ لیتا ہے۔ زینو انکو زرا امینرز سیکھاو"

زینیش نے دل میں سوچتے ہوئے آئی جان کے تھمائے جیولری سیٹ پکڑے اور روم میں رکھنے کا بہانہ کرتی انکو دس منٹ تک آنے کا کہے خود بھی سیڑھیاں چڑھ کر کمرے کا رخ کیا۔

میرون لوز شرٹ کے ساتھ وائیٹ چکن تنگ ٹراوز پہنے، لوز سی جرسی کے ہمراہ بال کھولے، پیروں میں آرام دہ بلاک ہیلز پہنے وہ کافی کیوٹ لگ رہی تھی۔

ایک ہاتھ میں جیولری کیس تھامے دوسرے سے زینو نے جیسے ہی دروازہ کھولا، اوزان کو شرٹ لیس سا، بلیک سیلولیس ویسٹ پہنے وارڈرب گھنگالتا

دیکھے وہ اس سے پہلے گھبرا کر پلٹی، نظر اوزان کی بازو پر بندھی پٹی پر گئی تو جانے کا ارادہ کینسل کیے وہ دونوں جیولری باکس میٹرس پر رکھے فوری لپک کر اوزان تک پہنچی۔

"اوزان یہ۔۔ئہ کیا ہوا ہے آپکی بازو پر۔۔۔ہٹیں میں شرٹ نکال دیتی ہوں۔"

زینو نے اسکی بازو پکڑے نرمی سے اپنے روبرو کیا تو اوزان نے گہرا سانس کھینچتے قدم پیچھے کیے۔

"معمولی زخم ہے تمہیں کس نے کہا میں آیا ہوں، بہت تیز حسین ہیں تمہاری"

اوزان کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا اوپر سے وہ اسے مزاق کرتا اور زہر لگا۔

بلیک شرٹ نکال کر وہ وارڈرب بند کرتی اسکا ہاتھ پکڑے روم میں لائی اور شرٹ میٹرس پر رکھے اسکے کسرتی چوڑے برہنہ شانوں سے ہر ممکنہ نظر چراتے اوزان کے چہرے کو فوکس کیا۔

"حسوں کو چھوڑیں یہ زخم لگا کیسے، اور پٹی اتنی ساری بندھی ہے معمولی تو نہیں لگ رہا اوزان"

اسے پکڑ کر بیڈ پر بٹھائے زینو نے اسکو شرٹ اٹھا کر پہناتے مستقل اوزان کو دیکھا جو دبا سا محظوظ مسکرائے اسکے ہاتھ سے شرٹ کھینچے اٹھ کر نا صرف کھڑا ہوا بلکہ بازو فوری مہکتی حسینہ کے گرد باندھے۔

"دراصل بہار نے ایک بلنڈر کر دیا تھا، جس نے حسیب کو شوٹ کیا وہ لڑکی اسے مارنے نکل پڑی تھی۔ بڑی مشکل سے معاملہ کنٹرول کیا۔ بس ایک گارڈ سے ہاتھا پائی کے بیچ میری بازو پر کٹ لگ گیا"

اوزان نے نہ تو تمہید باندھی نہ زینو کو اتنے بڑے جھٹکے کے لیے دماغی طور پر تیار کیا، یہ سن کر زینیش کے دل میں درد اٹھا، اس درد کا اثر پورے وجود میں گھلتا محسوس کیے وہ آنکھیں نم کر بیٹھی۔

"آپ نے اسے اس آدمی سے بچایا، اچھا کیا لیکن مجھے اچھا نہیں لگا کہ آپکو زخم آیا اس بہار کو بچاتے ہوئے۔"

واپس شرٹ اٹھا کر وہ اسکی بازووں کا حصار جھٹک کر اسکی بازو کو احتیاط سے کور کرتی اسے شرٹ پہناتے جب بٹن بند کرنے لگی، اوزان نے اسکے دونوں ملائم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے پکڑ کر اپنے اطراف باندھے اور پھر دونوں ہاتھوں سے زینو کا چہرہ پکڑے اوپر اٹھایا۔

"میں نے بہار کو نہیں اپنے یار کی خوشی کو بچایا ہے، یہ سب تم سے چھپا بھی سکتا تھا تمہارے بہار کو لے کر سر درد ویے کے سبب لیکن میں نہیں چاہتا زینیش ہمارے بیچ کچھ بھی سیکرٹ رہے۔"

اوزان اسے ابھی بہار کے متعلق سب نہیں بتانا چاہتا تھا کیونکہ زینیش کا دل اتنا سب ایک ساتھ برداشت کرنے کا اہل نہ تھا۔

زینو نے فوری اپنی آنکھ سے ٹپکتا آنسو رگڑا اور مسکرائی، اسے اوزان کا سچ سچ سب کہنا بہت اچھا لگا۔

"ائسامت سمجھیے گا اوزان کے مجھے آپ پر اعتبار نہیں، میں تب بھی آپ پر پورا یقین کرتی تھی جب آپکو صرف ایک جھلک دیکھا اور آپکا نام سنا تھا۔ بس آپکے لیے بہت حساس ہوں، کبھی اگر آپکو میرا یہ رویہ تنگ کرے یا اریٹیٹ کرے تو آپ ایک بار کہنا میں خود کو سنوار لوں گی۔۔۔"

اسکی شرٹ کے بٹن لگاتے سلوٹیں بٹھائے وہ آنکھیں اٹھا کر اوزان کی خوبصورت آنکھوں میں جمائے بولی، اوزان کو اسکی یہی ادائیں تو کسی قابل نہ چھوڑتی تھیں۔

"میں نے کوئی شکائیت کی؟ نہیں کی۔۔۔ تو پھر۔ مجھے نہ تو تم اریٹیٹ کرتی ہو نہ تنگ۔ تم تو بنا کوئی تکلف اوزان دایب انصاری کے دماغ کی لسی کرتی ہو لیڈی کمپلیئین"

اول جملے جذب سے کہے وہ آخر تک جیسے ہنسا، خفیف سا لجاتا تو زینو بھی ہنسی۔

"آپ مزاق اڑا رہے ہیں میرا؟"

گلاب چہرہ مرجھالیتی وہ فوری شکوہ کناں ہوئی، اوزان نے نفی میں سر ہلائے اس شوخ حسینہ کو بازوؤں کے ہالے میں قید کرتے سر جھکائے اسکی جبین پر شدت بھرا لمس بکھیرا، یہ موہنی حرارت زینو کو پاگل کر دیتی تھی۔

"میری ایسی جرت، ویسے تمہارا کل کا گفٹ تو بیچ میں رہ گیا۔ لیکن آج ضرور ملے گا تمہیں"

اوزان کے فوری دوستانہ ہونے پر وہ حیران ہوتی بگھڑی۔

"کل جو آپ نے اتنا پیارا ڈریس گفٹ کیا، جیولری، پلیز وہ سب بھی تو گفٹ تھا نہ۔ پلیز اوزان مجھے اتنے ایکپینسیو تحفے نہیں چاہیں۔ مجھے آپ کافی ہیں۔"

زینو کا احتجاج حسین تھا یا نہیں اوزان دایب کو انتہا کا پیارا لگا۔

"ابھی تمہیں اوزان میسر ہی کہاں آیا ہے، زرا سا میسر آ گیا تو تم کہو گی مجھے آپ اضافی ہیں"

بے خود ہوتے اسکا چہرہ اوپر اٹھائے سجتی ستواں ناک سے ناک رگڑتے ڈلذ ومعنیت کا اثر اپنی شریر شرارت سے زائل کرتا وہ زینو کو لمحوں میں گلاب کر گیا۔

"رات کے لیے پراپر ڈیسنٹ سا ڈریس چوز کرنا پیور مشرقی، جسکے ساتھ شال وغیرہ ہو۔ سر ڈھانپ کر رکھو گی تو زیادہ خوشی ہو گی"

زینو کی خاموشی بھانپے اوزان نے نرمی سے اسکی پر حیا مسکراہٹ چومی اور دور ہوتے ہی اپنی خواہش بتا کر زینو کو رشک میں مبتلا کر گیا۔

"ضرور ڈھانپ کر رکھوں گی، آپ کہیں تو ہمیشہ سر ڈھانپ لوں گی۔ جیسا آپکو پسند ہو"

زینیش سے وہ ایسے جواب کا ہی خواہش مند تھا۔

"ہاں گھر کی بات الگ ہے لیکن آج زرا سیاسی ڈنر ہے، میں چاہتا ہوں میری بیگم کے وقار میں پراپر ڈریسنگ سے اضافہ ہو۔ باقی تم مجھے ایسی ہی پسند ہو، پیور، معصوم اور شرارتی سی"

اوزان کے گاہے بگاہے نرم لمس زینو کو مسکانے پر اکساتے کبھی شرمانے پر۔

"بہت ڈیسنٹ ساریڈی ہوں گی ڈونٹ وری، درد تو نہیں ہے؟"

بنا اوزان کو دیکھے وہ اسکی زخمی بازو پر ہتھیلی سہلا کر ویسے ہی آرام دے چکی تھی تو درد کی کیا مجال۔

"نہیں، درد کیا ہوتا ہے بھلا دیا ہے تم نے زینیش"

اس وقت وہ اوزان کے اتنے پاس ڈر رہی تھی تو بس اس درجہ سنجیدہ ہونے سے، اوزان کی بدلتی نظریں اس سے سہنی اور اوزان سے سنبھالنی مشکل ہوئیں۔

"یاد آیا مجھے نیچے جانا تھا، آئی جان کے ساتھ تمام گفٹس پیک کروانے ہیں۔ میں چلتی ہوں"

اوزان کی آنکھوں میں جو شدت تھی جانتی تھی وہ لمحہ لگا کر اسکے چھونے میں منتقل ہو جائے گی اور وہ اب اس کو روکنے کی کوئی ہمت بھی نہ رکھتی تھی تبھی بوکھلا کر اسکے سحر سے نا صرف خود نکلی بلکہ اوزان کو بھی نکالا، اوزان نے اسکی کلائی پکڑے واپس کھینچا جس پر زینو خفیف سا ڈری۔

"بھاگا مت کرو مجھ سے، برداشت نہیں ہوتا۔ کھا تھوڑا جاؤں گا"

وہ سب برداشت کر سکتا تھا پر اپنی خواہش کا مجروع ہونا نہیں اور خواہش بھی وہ جو اس لڑکی کا دگنا ارمان ہو۔

"اوزان۔۔۔م۔میں جان بوجھ کر نہیں کرتی۔۔۔ آئی ایم سوری۔"

دقت سے آنکھوں سے امڈتے آنسو روکتے وہ ڈھلی گھلی آواز میں منمنائی، وہ بھی تو اسے سنتا ہوا جانے کس رو میں تھا۔

"آئی نو، ویسے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا اس طرح بہکتا ہوا، تمہارے لیے بے قرار، بے قابو ہو جاتا بہت برا لگتا ہوں؟ مینز ٹھرکی ٹائپ؟"

یہ سوال اوزان نے واقعی بڑی فکر سے پوچھا جس پر وہ گھبراہٹ و تکلیف کے باوجود ہنس پڑی۔

"ہر گز نہیں، زیادہ خوبصورت اور ہنڈسم لگتے ہیں تبھی تو آپکی بڑھ جاتی چمک خوفزدہ کر دیتی ہے۔"

بنا اس درجہ نزدیکی کی پرواہ کیے وہ جذب کے عالم میں مسکاتے بولی، اسکے نرم ہونٹوں سے کون سنگدل نظر چرا پاتا، اسکے گداز سلوٹ میں ڈوب جاتے گال کی نرمی کون جھٹلاتا، اسکی بڑی بڑی آنکھوں کی مستی کون رد کرتا۔

"باتوں میں تم ہمیشہ مجھ سے جیت جاتی ہو زینش لیکن یاد رکھنا محبت کی زبان میں اوزان جیتے گا اور بہت جلد۔ تب تمہیں میری اس چمک کے ساتھ چمکنا ہو گا، میری مرضی اور رضا کے مطابق مجھ میں ڈھلنا ہو گا"

وہ اسے آج حکم دے رہا تھا اور حکم کے آگے زینو کا ہر اعتراض بے معنی تھا، اب وہ بھی فرار کرنے سے تھکنے لگی تھی، اس میں نئی خواہشیں جنم لے رہی تھیں۔

"انڈرسٹینڈ؟"

اسکی ٹھوڑی پکڑے ان جھلکی پلکوں والی کی سانسوں میں فراغ دلی سے سانس بھرتے، اپنی خوشبو میں مدہوش کرتے وارن کیا گیا جبکہ وہ مسکرا کر آنکھیں جذب سے موندے بس اوزان کے مہکتے وجود میں شدت سے دبوچے جا چکی۔

"آپ کی ایسی خواہش ہے ہی اتنی پیاری کہ ڈرتی ہوں پوری کر دی تو اسکی دلکشی کم نہ ہو جائے، ضمانت دیں پہلے تب سوچوں گی"

سینے لگ کر اوزان کی خوشبو ان ہیل کرتی وہ جو کہہ بیٹھی اسکے انجام سے واقف نہ تھی کہ کس بندہ بشر کے دل کے سوئے ارمان جگا چکی ہے۔

"تم رہنے دو سوچنے کو، میں ہوں نہ۔ تمہیں سوچنے کا موقع بھی دے گیا تو اوزان دایب انصاری نام نہیں میرا۔ شام کو ملتا ہوں بائے"

زور کا خود میں بھینچ کر زینو کو اپنی جنونی حرکت سے کانوں کی لو تک سرخ کرتا وہ بیڈ پر پہلے ہی نکال کر رکھی دوسری جیکٹ اٹھاتا کمرے سے نکل تو گیا لیکن وہ لڑکی اسکے جانے کے باوجود چار سو گھلی خوشبو میں مست ہو کر رہ گئی، دنیا بھول گئی۔

یہاں تک کہ خود کو بھی۔

..______________________________..

"پتر تو ابھی تک یہیں ہے، آسیہ کر لے گی میرا بچہ تو حسیب کے پاس جا۔
اسے تیری ضرورت ہو گی نہ"

لائیٹ ویٹڈ سادہ سے پلین شلوار سوٹ میں، کلرڈ گولڈ شیڈ بالوں کا میسی بن بنائے وہ آسیہ کے ساتھ کچن میں مدد کر رہی تھی جب صائمہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہیں چلی آئیں۔

فوری لپک کر بہار کے ہاتھ سے ڈسٹنگ کے لیے جکڑا کپڑا لے کر کچن ڈائنگ میز پر رکھا۔

" آپکو کیسے بتاوں کے اسکا سامنا کرنے سے خوفزدہ ہوں، اوزان اسے سب بتا چکا ہو گا"

بہار کے چہرے کا پیلا پڑتا رنگ دیکھتیں وہ اسکا ہاتھ پکڑے باورچی خانے سے باہر لائیں۔

" اسکے پاس رہ، اور دونوں خوش رہو۔ جا میرا بچہ "

صائمہ آنٹی کے اصرار پر بہار نے جبراسی مسکراہٹ دی اور انکو دیکھتی ہوئی وہ بیڈروم کی جانب بڑھی۔

لیٹ لیٹ کر تھک جانے کے سبب وہ روم میں ہی واک کرتا طفیل سے سارا معاملہ جان رہا تھا۔

"اوزان کے ارد گرد رہنا تم، اس بگھڑے شیر کا کوئی پتا نہیں کب پٹری سے اتر کر خونخوار بن جائے۔ میں نہیں چاہتا وہ کسی قسم کی مشکل میں پھنسے۔ یہ ذمہ داری تم پر ہے، ڈی آئی جی محترم کو کوئی جواب دینے کی ضرورت نہیں ابھی کیا پتا اصل ماسٹر مائنڈ وہ ہی ہوں۔ کل میں آکر ان سے خود جو کہنا ہوا کہوں گا۔ فی الحال چوبیس گھنٹے ان بد بختوں کو بہرام ملک کی گمشدگی کے خوف میں سلگنے دینا چاہیے"

بہار جب روم میں آئی تو کانوں میں حسیب کی سپاٹ آواز پڑی تبھی اسکے قدم دروازے میں ہی تھمے، چہرہ متغیرات کا مسکن بنا۔

"ٹھیک ہے مجھے ہر خبر دیتے رہنا طفیل"

حسیب نے مقابل کو تاکید اکہتے کال کاٹی جبکہ وہ بے ارادہ پلٹا تو نظر دروازے میں کھڑی بہار پر گئی، لمحوں میں حسیب کی آنکھوں میں ناگوارئیت اور تلخی سمٹی اور تبھی وہ منہ پھیرتا اس سے پہلے کچھ دیر صحن میں

تازہ ہوا کے ہمراہ واک کرنے جاتا، بہار نے اسکی راہ میں آتے اسکا مضبوط ہاتھ پکڑے روکا۔

"چھونا بھی مت مجھے"

حسیب نے اسکے نرم ہاتھ سے اپنا ہاتھ سنگدلی سے چھڑوایا، اپنی اس درجہ بے وقعتی پر بہار کی آنکھوں میں ویرانگی کے گہرے سائے چھائے۔

"تو بتا دیا تمہیں اوزان نے سب، حسیب!"

بہار کی سوچ سے زیادہ ناراض تھا حسیب، وہ ہاتھ بڑھا کر اسکا پھیرا چہرہ اپنی جانب موڑنا چاہتی تھی پر حسیب نے اسکی وہی بازو پکڑے اپنی طرف کھینچتے جنجھوڑا۔

دل اس شخص کی سنگدل لہو نظر سے کٹ کر رہ گیا۔

"م۔ میں کیا کرتی حسیب، مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ میرا دل چاہ رہا تھا تمہیں تکلیف دینے والے کے ٹکڑے کر دوں۔ ی۔۔ یہ سب مجھ سے اسی محبت نے کروایا جو مجھے تم سے ہو گئی۔۔۔۔ پلیز مجھ سے ناراض م۔۔ مت ہو۔ ایک تم ہی تو ہو میرے، تم بھی روٹھ جاؤ گے تو بہارے کیسے جیے گی"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا، بہار نے خود کمزور لہجے میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا، حسیب اس بار پگھلنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ لڑکی اسے مارنے نکل پڑی تھی، بہار کو کچھ ہوتا تو ظاہر ہے یہ حسیب کی تکلیف بنتا۔

"محبت نہیں ہے تمہیں مجھ سے دوبارہ تمہاری زبان پر یہ جملہ نہ آئے، محبت ہوتی تو تم مجھے چھوڑ کر اس خبیث کے پاس نہ جاتی۔ وہ تمہیں مار سکتا تھا، تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ ایک بار بھی تم نے میرا نہیں سوچا کہ مجھ پر کیا گزرے گی۔ میرے جذبات اور احساسات اب بھی تمہارے لیے ویسے ہی بے وقعت ہیں بہار۔ اسکا احساس کروا چکی ہو تم۔۔۔۔"

وہ اس سے جان لیوا حد تک بدگمان تھا جبکہ بہار نے خاموشی تڑپتی نظروں سے اسکے ہر شکوے کو سنا۔

"کیا تمہیں میرے اس آدمی کے پاس جانے کے پیچھے موجود مقصد کے باوجود میری محبت نہیں دیکھائی دی، میں اسکو سزا دینے گئی تھی۔ تمہیں تکلیف پہنچائی اس نے تو کیسے بخش دیتی۔ بچپن سے بہار ایک سروائیور بن کی جی ہے۔ خود کے ساتھ ناانصافی کرنے والے کا کوئی ادھار نہ رکھنے والی۔۔۔ تمہاری جان مجھے میری زندگی سے پیاری ہے، تو تم بتاو کیسے چپ چاپ بیٹھتی۔ سمجھ نہیں آیا کیا کر رہی ہوں۔۔۔ بس اپنی اور تمہاری تکلیف میں کمی کی نیت تھی۔۔۔"

وہ اسکے پشیمان، شرمندہ لہجے اور رندے الفاظ سے تکلیف کا شکار تھا، محبت واقعی جھکانے میں بہت بری تھی، لیکن وہ اب بھی اپنے موقف پر پہاڑ سا جما تھا۔

"اور تمہاری زندگی، سلامتی۔۔۔ میرے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے اسکا بھی تو تمہیں احساس تھا۔ یہ تمہارے کرنے والا کام نہیں تھا، تم نے بہت تکلیف دی ہے مجھے جسکی کوئی حد نہیں، میری تکلیف یا خوشی سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا، زبردستی محبت کروائی میں نے تم سے اور تم مجھے یقین دلا چکی ہو کہ میں اب بھی یکطرفہ محبت کا اسیر ہوں۔۔۔۔۔"

وہ سب سہہ سکتی تھی مگر یہ نہیں، تبھی تو حسیب کے الفاظ اسکو کوڑوں سے محسوس ہوئے۔

"نہیں یہ سچ ن۔۔ نہیں ہے۔ بہار تم سے محبت کرتی ہے، اپنی زندگی میں پہلی بار تو اپنی خوشی سے چاہا ہے کسی کو وہ تم ہو۔ ورنہ اس س۔ سے پہلے تو بہار سے ہر شے کی محبت کے لیے مجبور کیا گیا۔۔۔ ل۔ لیکن تم سے محبت میرے دل کا ذاتی فیصلہ ہے۔۔۔ تم مجھ پر چلا سکتے ہو، تم مجھے برا بھلا کہہ سکتے ہو۔ لیکن تم یہ مت کہو۔۔۔ میں بار بار صفائی نہیں دے پاؤں گی کہ محبت کرتی ہوں، یہ تم اچھے سے جانتے ہو"

وہ تڑپ اٹھی، اسکے روٹھنے نے بہار کی جان لے لی تھی جبکہ حسیب سے مزید ناراض رہنا وہ ویسے ہی سسک کر رو پڑتی دو بھر کر گئی۔

"میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ تم نے مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بہارے"

وہ اب بھی بے رحم بنا اسکو خود سے آزاد کرتا دور ہوا، جبکہ وہ دو قدم اسکے قریب ہوئی، آنکھوں میں آنسوؤں کی بے درد طغیانی ہلکورے لے اٹھی۔

"ن۔۔ نہیں۔ میں تو جیتی ہی تمہیں دیکھ کر ہوں۔۔۔۔ میں نے بس اپنی اور تمہاری تکلیف کو مارنے کی کوشش کی تھی۔ تم مجھ سے ناراض ہو، میں منا لوں گی۔ لیکن تم مجھ سے دور مت جانا، میں آواز نہیں دے پاوں گی حسیب۔۔۔۔ آئی ایم سوری"

اسکے زخمی سینے سے آہستگی سے لگے وہ حسیب کو بے بس کر گزری، حسیب خانزادہ کے نزدیک وہ ایسی تھی ہی کہاں کہ اسے جھٹکا جاتا، اسے خود سے دور کیا جاتا۔

"قریب آنے کی کوشش مت کرنا جب تک معاف نہ کر دوں"

اسے پکڑ کر خود سے جبرا دور کرتا وہ ہنوز سفاکیت سے غرایا جبکہ اسکے کمرے سے باہر نکلتے قدم وہ پھر سے اسکا مضبوط ہاتھ جکڑے روک گئی۔

"جا کہاں رہے ہو۔ آرام کرو نہ پلیز۔"

بہار اسکی سنگدلی پر رو دی۔

"گھٹن ہو رہی ہے یہاں، صحن میں جا رہا ہوں۔ چھوڑو ہاتھ"

اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھڑوائے وہ بنا اسے دیکھے کمرے سے نکلا جبکہ بہار وہیں بیڈ کے کنارے سانس کھینچتے بیٹھی۔

"م۔۔ مجھ سے حسیب مت چھینیے گا، اسکا دل نرم کر دیں میرے لیے۔
محبت میں ڈوبا ہوا وہ شخص اگر مجھ سے ناراض ہے تو یقینا آپ بھی ناراض ہیں
بہار سے۔ آئی۔۔ئی ایم سوری۔۔۔۔ پلیز"

روتی ہوئی وہ وہیں دہری ہوئے لیٹی، آنکھوں سے بہتے آنسو بے قابو ہوتے
گئے اور وہیں ناراض رہنے کا فیصلہ خود حسیب خانزادہ پر بوجھ بنتا محسوس ہوا
تبھی تو کھلی ہوا کے باوجود اسکی گھٹن میں اضافہ ہوا لیکن کمی نہ ہو سکی۔

..________________________..

حسیب کی ملکیت میں ہی یہ کھلی اراضی تھی جہاں آس پاس کافی رقبے پر بنجر
زمین تھی اور کوئی آتا جاتا بھی نہ تھا، وہیں زمینی تہہ خانے میں بہرام ملک کو
زنجیروں سے باندھ کر اسکے منہ پر طفیل نے اچھی کس کر پٹی باندھ دی تھی
تاکہ بول نہ سکے۔

اوزان دو بجے تک مطلوبہ جگہ پہنچا، اپنی گاڑی اس کھلی اراضی سے کافی دور ہی سڑک پر روکی اور دس منٹ کا پیدل راستہ طے کرتا تہہ خانے تک پہنچا۔

طفیل نے آس پاس تین سے چار اپنے لوگ نگرانی پر فائز کر رکھے تھے جو ارد گرد چھپ کر پہرہ دے رہے تھے۔

بہرام کی حالت خاصی کربناک تھی، پہلے حسیب نے اخیر قسم کا ٹارچر دیا اور پھر ہاتھ، کندھا اور پیٹ بھی بری طرح زخمی تھا، اوپر سے یہ قید، سانس گھٹنے کے سبب اس سے چیخنا بھی دو بھر تھا، اپنے منہ سے ہٹائی جاتی پٹی پر وہ سسک اٹھا۔

"مجھے چھوڑ د۔۔ دو۔۔۔۔ کون ہے؟"

بہرام کو اس قبر جیسی جگہ کسی کی موجودگی امید لگی تبھی وہ آہٹ پر کرلایا مگر اوزان دایب کو اپنے سامنے آکر رکتا دیکھ کر بہرام کی آنکھوں کی پتلیاں خوف سے پھیلیں۔

"تمہیں پتا ہونا چاہیے تھا کہ کمیلئین کا انتقام کتنا برا ہے، لیکن پھر بھی تم نے ہر اس معاملے میں ٹانگ اڑائی جس سے میرا ڈائریکٹلی یا ان ڈائریکٹلی تعلق تھا۔ پہلے میرے ہی گھر نقب زنی کی، میرے ہی چاچو کی بیوی کو ورغلایا۔ پھر میرے ہی دادا کو گندے دھندوں میں مکمل سپورٹ کی، غلیظ مشورے دیے، میری ہی بیوی کو کڈنیپ کرنے کی جرت کی، اسکے بعد کمیلئین کے واحد دوست کو مارنے کی کوشش کی۔۔۔۔ کیا تمہارے کرتوت اس لائق ہیں کہ تمہیں رعایت دی جائے؟"

اوزان نے عین اسکی کرسی کی جانب جھکے دونوں ہاتھ کرسی کی بازووں پر ٹکائے بہرام کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں، خوف کی شدید لہر بہرام کے وجود میں اتر کر اسے لرزہ بر اندام کر گزری۔

"اگر تم یہ سب جانتے تھے تو پہلے کیوں نہیں روکا، ک۔۔ کنول کو میں نے کبھی نہیں ورغلایا۔ وہ طلال کے رویے کی وحشت نکالنے کو میرے ساتھ وقت گزارتی تھی، ا۔۔ اور کہا ہے مجھے نہیں پتا تھا وہ تمہاری بیوی ہے۔ رہی

بات تمہارے دادا کی تو وہ اس دو نمبری کے پیشے میں اپنی خوشی سے شامل ہوئے اور مجھ سے پہلے ہی وہ بہت شاطر تھے۔ میرے ڈیڈ وجاہت ملک اور فیروز شمشیر بھی اچھے دوست تھے"

بہرام ملک کسی بھی طرح اس جہنم سے نجات کا طلب گار تھا اور اب تو ناممکن لگ رہا تھا اسے اس دوزخ سے جیتے جی نجات ملتی۔

"کیونکہ کنول کو میں نے کبھی طلال انصاری کے لائق نہ سمجھا نہ قبول کیا، سو مجھے اس عورت کے چاچو سے دور رہنے سے سروکار تھا وہ کیوں دور رہتی ہے اس سے نہیں۔ میرا بس چلتا تو تم دو کی شادی بھی کروا دیتا پر چاچو کو مجبور کر کے خاموش کروایا گیا تھا جس نے میرے ہاتھ باندھے۔ تم جتنا مرضی گڑگڑا لو بہرام ملک یہاں سے تو تمہیں موت ہی اب نجات دے گی، حسیب پر گولی چلوائی، اس پر بڑا جرم تنویر کو بہارے کے لیے دھمکانے کا کیا۔۔ جلد وہ تنویر بھی تمہارے ساتھ اسی قبر میں گڑھے گا پھر ساتھ مل کر خرافاتی منصوبے بناتے رہنا"

اوزان کو کسی بھی طرح رحم دل نہ ہوتا دیکھے بہرام کو اپنی موت سچ میں سر پر ناچتی محسوس ہوئی۔

"تو بہت بڑی غلطی کر رہا ہے اوزان، اگر ڈی آئی جی مقبول کو بھنک بھی لگی کہ تو نے مجھے اٹھوا کر قانون ہاتھ میں لیا تو ایسے ایسے کیس ٹھوکے گا کہ ساری زندگی پیشیاں ہی بھگتا رہے گا۔۔۔۔۔ وہ میرا زر خرید غلام ہے، وہ جلد مجھے ڈھونڈ لے گا کیونکہ یہ اسکی مجبوری ہے۔۔۔۔۔ مر جائے گا تو کمپلیٹین۔ ابھی بھی وقت ہے چھوڑ دے مجھے"

بہرام کی دھمکیاں خاصی مضحکہ خیز تھیں تبھی تو اوزان کو ہنسی آئی۔

"ایسے ویسے نہ کسی کیس کی پرواہ ہے نہ پیشیوں کی، تم اپنی فکر کرو بہرام ملک۔ یہاں پڑے پڑے سڑ گل جاوگے اور تمہاری باقیات بھی کسی کو نہ ملیں گی۔ رہی بات مقبول جان کی اسکے انجام کا وقت بھی قریب ہے۔ یہ جو

تم نے اسکے اپنا الہ کار ہونے کا اعتراف کیا یہ ریکارڈ ہو گیا ہے۔۔۔وہ بھی بھگتے گا تمہارے سمیت"

اوزان نے محظوظ شر دبار نظروں سے بہرام کی مریل حالت تکتے اپنا فون نکال کر سامنے کیا، بہرام کو لگا آنکھوں میں کسی نے ریت جھونک دی ہو، اوزان جانے لگا جس پر بہرام دھاڑا۔

"م۔۔مت جاو۔۔۔مجھے یہاں چھوڑ کر مت جاو۔۔۔۔تم جیسا کہو گے کروں گا۔رحم کرو اوزان"

اوزان کے قدم تھمے، ناگواریئت سے وہاں موجود آدمی کو اشارہ کیا جس نے جھٹکے سے بہرام ملک کے منہ پر واپس پٹی باندھی، بن پانی کی مچھلی کی طرح پھڑ پھڑاتا بہرام واقعی قابل رحم حال تک پہنچ چکا تھا۔

اوزان جب اس جگہ سے اپنی گاڑی تک پہنچا تب دو حقارت اور نفرت سے بھری آنکھوں نے اسکا پیچھا کیا تھا اور اوزان کی گاڑی کے سڑک سے روانہ

ہو کر دوسرے کنارے اوجھل ہونے پر درخت کی اوٹ میں چھپے اس آدمی نے اپنے فون پر کوئی نمبر ڈائل کیا تھا۔

"سر، وہ جگہ مل گئی ہے جہاں اوزان نے بہرام ملک کو رکھا ہے۔ کیا کرنا ہے آگے ؟"

دوسری جانب گہرے مٹیالی روشنی میں ڈوبے کمرے میں کوئی آدمی پشت کیے کھڑا تھا۔

"اوزان دایب انصاری تو سب سے دو ہاتھ آگے کا کھلاڑی نکلا صوفی، یہ دو دوست ہمارے حلق کا سب سے بڑا کانٹا ہیں۔ ختم کرنا ہو گا، یہ کھیل۔۔۔۔ اگر اس نے بہرام ملک کو یہاں رکھا ہے تو ضرور پہرے پر کئی لوگ بھی ہوں گے سو احتیاط کرنا۔ بہرام کو جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دو اس سے پہلے وہ ہمارے لیے مشکل بنے"

مقابل سے آتے حکم پر اس صوفی نامی آدمی نے فوری سر ہلایا۔

"آج رات ہی بہرام کا کام تمام ہو جائے گا سر"

صوفی نے خباثت سے مسکرا کر یقین دلایا۔

"کمپلیئین کا سیاسی ڈنر بھی یادگار ہونا چاہیے صوفی، تم سمجھ گئے ہو؟"

مقابل پھر سے سرد مگر پر تپش آواز بلند ہوئی، صوفی کی آنکھوں سے شیطانیت ٹپکی۔

"جی سر بے فکر رہیں"

صوفی نے فوری فرمابرداری سے کہہ کر رابطہ توڑا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

اوزان ابھی کچھ دور ہی گیا جب اسکے فون پر حسیب کے آدمی کی کال آئی جو حسیب کے حکم پر اوزان کا پیچھا کرتے آدمی کے بارے جان چکا تھا۔

اوزان نے گاڑی کی رفتار مدھم کرتے کال ریسو کی مگر اس جانب سے ناجانے کیا خبر ملی کہ اوزان نے جبڑے بھینچتے کال آف کرتے واپسی کا رخ کیا۔

وہ مشکوک آدمی جس نے یہاں تک اوزان کا پیچھا کیا وہ وہاں موجود نہ تھا۔

اوزان نے آدھے گھنٹے کے بیچ بہرام ملک کو اس جگہ سے کسی دوسری اور اس سے زیادہ محفوظ جگہ منتقل کروایا۔

لیکن پہرے پر لوگوں کو نہ ہٹایا کیونکہ وہ جو بھی تھا بہرام ملک کی تلاش میں واپس آتا تبھی اوزان دایب نے اس آدمی کی چال اسی پر الٹی کروانے کا پلین ترتیب دیا اور پھر سے اس جگہ سے باہر آیا۔

"تم بھی باہر نکلو گے اپنی کھپا سے مقبول جان، سب کا حساب ہو گا۔ بہرام ملک کو وہ مارنے کی کوشش میں اپنے لوگ بھیجے گا اور وہ آدمی اس جال میں پھنسے گا"

اوزان نے خود کلامی کرتے قدم واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھائے، جبکہ اگر وہ صوفی پکڑا جاتا تو اوزان پر آئی مشکل بھی ہٹ جاتی یہ صاف واضح تھا۔

..________________________..

ڈی آئی جی مقبول جان کے آرڈر پر تنویر کو فیروز سے ریمانڈ کے بیچ پانچ منٹ کی ملاقات کی اجازت ملی اور یہ ایک طرح خفیہ ترین ملاقات تھی۔

"کیا مطلب؟"

فیروز کے چہرے کا رنگ کسی بات سے فق ہوا۔

"ہاں سچ کہہ رہا ہوں، وہ کیسٹ ہی واحد ثبوت تھی نہ وہ میں نے تلف کروا دی۔ عدم کو اپنے ساتھ ملا لیا، اوزان نے جب وہ جھوٹی کیسٹ سنی تو عدم کو بھی غصے سے اپنے فارم ہاوس سے نکال باہر کیا۔ اب وہ میرے پاس ہے، اس لیے تو گھبرا مت ریمانڈ کے بعد تیری رہائی پکی۔ وہ منحوس بہرام بھی دن دہاڑے پتا نہیں کہاں دفع ہو گیا۔ بہارے کے ساتھ لنچ تھا اسکا مگر بہارے تو

اپنے گھر ہے خبر ملی مجھے لیکن بہرام کے بنگلے میں اسکے تمام آدمی مرے ملے، تمام کیمروں کی ریکارڈنگ بھی غائب ہے۔ڈی آئی جی مقبول جان نے میڈیا کے ساتھ پریس کانفرنس کی ہے کہ جلد بہرام کی گمشدگی کا مسئلہ حل کرے گا"

فیروز کے دماغ میں جھماکہ سا ہوا، اسکا دماغ اس بات کو سرے سے تسلیم ہی نہ کر سکا کہ عدم، اوزان کے ساتھ دھوکہ کر گیا ہے، چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا۔

ویسے تو تنویر پاشا کو فیروز سے اخیر نفرت تھی پر اس وقت اسے گدھے کو باپ بنانا ہی مناسب لگا۔

"عدم، اوزان کو کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا تنویر ے۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے بھلے۔ اصل کیسٹ کہاں ہے؟ کیا تو نے خود اصل کیسٹ کو تلف کیا ہے بتا مجھے"

فیروز کے ہاتھ پیر پھولے تھے جبکہ لمحہ بھر اس درجہ مخدوش استفسار پر تنویر کے چہرے کا رنگ سا اڑا۔

"نہیں خود تو نہیں کیا پر اس کیسٹ کے ٹکڑے دیکھے ہیں، عدم نے کہا کہ اس نے خود توڑی ہے۔ اب عدم واقعی اسے دھوکہ دے چکا ہے، اسکے بھائی کو اغوا کیا تھا، جان نکلی ہوئی تھی اس بچارے کی۔ اگر اس نے میرے ساتھ کوئی فراڈ کیا تو بھائی سمیت وہ بھی مرے گا"

تنویر نے فوری آنکھوں میں آگ بھری جبکہ فیروز شمشیر کو ہنوز جان کے لالے پڑے تھے۔

"ملاقات ختم ہوگئی ہے تمہاری، جاسکتے ہو اب"

سپاہی کی ہانک پر تنویر خفیف سا تلملایا جبکہ غضب تو فیروز کو بھی چڑھا۔

"ریمانڈ پر ہے تو، یہ لوگ جتنا بھی ٹارچر دیں اپنے کسی گناہ کا اعتراف نہ کریں فیروز۔ تیری ضمانت کروالوں گا پھر دونوں ملک چھوڑ کر چلے جائیں

گے۔ تو جتنا بھی زہر لگے پر تجھے اس مشکل وقت میں یہ یار اکیلا نہیں کرے گا۔ خیال رکھیں اپنا کورٹ میں ملتے ہیں جلد"

تنویر نے سرگوشی کی صورت تسلی دی اور وہاں سے ہٹ گیا جبکہ فیروز نے دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو جکڑے غیر مرئی نقطے پر نظر پتھر کی۔

"اگر وہ اصلی کیسٹ تلف نہ ہوئی تو میری موت پکی ہے، یاخدا مجھے اوزان نامی عذاب سے بچالے"

فیروز کے جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا جیسے کوئی طاقت اسکے جسم سے آہستہ آہستہ جان کھینچ رہی ہو۔

وہیں کنول نے دن کا کھانا کھایا یا نہیں جب یہ دیکھنے طلال بیڈروم گئے تو وہ بیڈ پر اوندھی لیٹی پیٹ جکڑے درد سے بلبلا رہی تھی۔

طلال جو سارا دن حویلی کے سجاوٹی کام میں مصروف تھے، کنول کو دن کو بھی نہ دیکھ سکے، سعدیہ ہی اسے کھانا دے کر گئی جب وہ نہا رہی تھی۔

"کنول، کیا ہوا ہے تمہیں؟"

طلال نے لپک کر قریب آتے اسکی بازو پکڑے پلٹایا تو وہ زرد چہرہ لیتی ہچکیوں سے روتی ہوئی طلال کا دل دہلا گئی اوپر سے اسکی باڈی آگ کی طرح تپ رہی تھی۔

"ط۔طلال بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔۔ک۔۔کہاں تھے تم کتنی آوازیں دیں تم نے نہیں سنا۔۔۔"

طلال کا چہرہ اسکے دردناک رونے پر سفید پڑا، فوری اسکا ہاتھ پکڑے وہ اسکو کھڑا کرتے اسکا چہرہ دیکھتے کمرے سے باہر نکلے۔

"ہوسپٹل چلنا ہو گا، کچھ نہیں ہو گا رومت"

طلال کے ہمراہ روتی کنول کو دیکھ کر سعدیہ، ایزل مریم اور یہاں تک زینو بھی فکرمندی سے وہیں دوڑے مگر کنول کی سسکیوں اور المناک رونے نے

سعدیہ اور زینو سمیت ایزل مریم کے دل کو بھی تکلیف پہنچائی، اس عورت کے رونے کے آگے زینو تک کا دل دکھا۔

طلال نے کچھ نہ کہا بس ایزل مریم کو آنکھوں کا نرم اشارہ کیا اور فوری کنول کو ہوسپٹل لے کر پہنچے، سارا راستہ وہ درد سے بلکتی رہی اور پہلی بار ہی سہی طلال کو اس عورت کی تکلیف سے تکلیف ہوئی۔

لگ بھگ گھنٹہ اس سب کے بیچ لگ گیا۔

ایزل مریم بھی دیان کو کال کر کے اسکے ہمراہ پیچھے ہی ہوسپٹل پہنچیں اور کنول کی یہ حالت جب زینو سوچتی لاونج میں بیٹھی تھی تبھی سعدیہ اسکے لیے اورنج جوس لیے وہیں لائی۔

"اللہ خیر کرے، بچے کو کچھ نہ ہو بس۔ آپ نے حالت دیکھی کیسی دردناک ہو رہی تھی۔ کہنا تو نہیں چاہیے پر لگتا ہے اللہ نے اس عورت کو اسکے لیے کا بدلا دینے کی ٹھان لی۔۔۔۔ خیر یہ آپکا جوس"

سعدیہ کو بھی ایزل مریم نے کنول کی کنڈیشن بتارکھی تھی تاکہ وہ اسکا خیال رکھے لیکن وہ یہ سب کہہ کر چلی گئی مگر زینیش کو لگا زمین پیروں تلے سے سرک گئی ہو، آنکھوں میں تکلیف سی اُمڈی۔ گھٹن محسوس ہوئی تو وہ گہرے سانس بھرتی حویلی سے باہر چلی گئی۔

وہیں ہوسپٹل میں ڈاکٹر کے باہر آنے پر طلال اور ایزل جو کوریڈور میں تھے لپک کر ڈاکٹر تک پہنچے۔

"سوری لیکن ہم آپکے بے بی کو نہیں بچا سکے، وہ بہت ویک زائگوٹ تھا جس میں نشو نما پانے اور یہاں تک کہ حرکت کرنے کی بھی صلاحتیت نہ تھی۔ آپکی وائف کو بھی بہت مشکل سے بچایا ہے، بلیڈنگ بہت ہو چکی تھی۔ اور ایک اور بات وہ دوبارہ کبھی ماں بھی نہیں بن سکتیں اب۔۔۔ ہوپ سو اس تکلیف دہ وقت میں آپ انکی ہمت بندھا پائیں"

فی میل ڈاکٹر نے دکھ کا اظہار کرتے بتایا اور وہاں سے چلی گئیں جبکہ تکلیف تو طلال اور ایزل مریم کو بھی بہت ہوئی۔

"اللہ نے خود سزا دے دی اسے بھابھی جان، ساتھ میں مجھے بھی۔ کاش وہ سنبھل جاتی"

طلال کی آواز میں کھارا پن تھا۔

"یہ وقت سزا اور جزا کے تعین کا نہیں ہے طلال، یہ وقت اسے سنبھالنے کا ہے۔ جیسی بھی ہے ایک عورت ہے اور جو تکلیف اسے ملی اس پر تو پتھر سے پتھر دل چیخ جاتے۔ اسے ڈائورس مت دینا اب، پلیز"

ایزل مریم کی التجاء پر طلال نے تاسف سے انکو دیکھا۔

"میں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا آپ مجھ سے میری سکت سے بڑی قربانی مت مانگیں بھابھی"

طلال کی آواز کپکپائی۔

"مجھے یقین ہے وہ جس دھکے سے گری ہے اب ضرور سنبھل جائے گی، اگر وہ سنبھل جاتی ہے تو اسے مت چھوڑنا۔ اللہ بھی اپنے بندے کو آخری موقع دیتا ہے۔ میرے اچھے بھائی ہو نہ، ظلم مت کرنا۔ وہ جیسی بھی ہے بہت محروم کر دی گئی ہے۔ جاو اسکے پاس اسے تمہاری ضرورت ہے"

ایزل مریم کے الفاظ آج بھی حکم کا درجہ رکھتے تھے کچھ انکا اپنا دل بھاری تھا سو ایزل مریم کے اصرار پر اپنے انکار کے ماند پڑتے ہی وہ کنول کو دیکھنے بڑھے۔

دروازہ کھولا تو وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھی سوجھی آنکھوں کو موندے ہوئے بہت اذیت میں مبتلا تھی، طلال کو دیکھ کر اس نے اپنی درد کرتی آنکھیں نہ صرف کھولیں بلکہ پھیر لیں۔

وہ خاموشی سے چلتے ہوئے نہ صرف اسکے پاس آئے بلکہ کچھ فاصلے پر بیٹھے۔

"ختم ہو گئی ہمارے بیچ سب بہتر ہونے کی امید، تم دے سکتے ہو ڈائیورس اب۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ میں یہی ڈیزرو کرتی تھی، دنیا جہاں کی ہر برائی کرنے کے بعد میرے ساتھ بھی ایسا ہی برا ہونا چاہیے تھا"

کنول نے منہ پھیرتے اذیت سے کہا جس پر طلال نے اسکے بہتے آنسو دیکھے جنھیں وہ بے حسی سے رگڑ گئی۔

"تم ٹھیک ہو جاو، پھر اس پر بات کریں گے"

طلال کا لہجہ نرم تھا۔

"کس کے لیے ٹھیک ہوں اب، ڈیڈ کے کسی کام کی نہیں رہی، نہ تمہارے لائق ہوں۔ سو ختم کرو یہیں بات اور چلے جاو۔ مجھے اب کسی سے نہ کوئی بات کرنی ہے نہ رشتہ بنانا ہے"

وہ واقعی ٹوٹ چکی تھی، اس کا سب کچھ لٹ چکا تھا، ہمیشہ شیطانیت سے بھری آنکھیں آج ماتم کدے کا روپ دھارے ہوئے تھیں، طلال انصاری بے

رحم ہوتے تو شاید بات ختم بھی کر دیتے، لیکن پہلی بار کنول انکو انسان دیکھائی دے رہی تھی۔

"اگر تم چاہو تو میری زوجیت میں رہ سکتی ہو"

طلال کے جملے پر کنول زخمی سا ہنس کر انھیں دیکھنے لگی۔

"ترس کھا رہے ہو، کبھی ماں نہ بن پانے کی یہ جو مجھے سزا ملی یہ تمہاری ہی خواہش ہے۔ پوری ہو گئی، تمہاری اولاد جنم دینے کا شرف الایہ کے پاس تھا اور دیکھو صرف اسی کے پاس رہے گا۔ ساری زندگی تم نے مجھے انگاروں پر جلایا ہے، اور اسی دھوئیں سے خار کھاتے رہے۔ کبھی مجھے بیوی نہیں سمجھا، کبھی انسان بھی نہیں سمجھا۔ شاید انسان تو مجھے میرے باپ نے بھی نہیں سمجھا، تو تم کیسے سمجھتے، تبھی تو انسانیت کے درجے سے میں بھی گرتی گئی۔ آج احساس ہو رہا ہے کہ بہار کیوں نیم پاگل ہوئی، اب شاید وہ وقت مجھ

پر آنے کو ہے۔۔۔۔ لیکن اب اس سب کا کیا فائدہ۔ میری زندگی ختم ہو گئی ہے، ہمیشہ کے لیے"

طلال اسکی تکلیف سمجھ رہے تھے، وہ جس فیس سے گزر رہی تھی یہ سب اسکے سبب تھا لیکن سچ یہ تھا کنول کی بربادی کے پیچھے بھی تنویر پاشا تھا۔ اپنی دونوں بیٹیوں کی زندگی جہنم بنانے والا۔

طلال نے زرا قریب بیٹھتے کنول کے جب آنسو پونچھے تب وہ دردناک نگاہ اس شخص پر ڈالے مسکرائی، تیرہ سالوں میں آج پہلی بار طلال نے اسکے آنسو پونچھے تھے۔

"مت رو کنول، میں سب جانتا ہوں۔ میرا دل کتنا نرم ہے اس کا علم سب سے بہتر تمہیں ہے۔ اگر سنگدل ہوتا تو تیرہ سال میں کوئی فیصلہ لے لیتا۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی تم اس سفاکی کی راہ سے ہٹ جاو، یہاں تک کہ اپنی الایہ سے بے وفائی کرتے تمہیں اپنا آپ بھی سونپ دیا لیکن تم نے کیا کیا،

میری بیٹی، میرے بیٹے سے بڑھ کر پیارے بھتیجے کو مارنے کی کوشش۔۔۔

میں تمہیں کس کس چیز کے لیے معاف کروں سوچنا بھی محال ہے لیکن آج تمہارے یہ ندامت بھرے آنسو مجھ سے دیکھے نہیں جا رہے۔ ابھی بھی وقت ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر میرا ساتھ پا سکتی ہو۔ لیکن اس کے لیے تمہیں مجھے میری بیٹی اور میرے دل میں موجود الایہ سمیت قبول کرنا ہوگا۔ اس سے زیادہ میرے پاس اب رحم بھی نہیں رہا۔ تم فیصلہ کر لو، اگر منظور ہے تو ٹھیک ورنہ تم طلاق لینے میں آزاد ہو گی"

اپنے مزاج کے برعکس وہ کنول کو بہت بڑا فیور دے کر اٹھے اور اس پر آزردہ نگاہ ڈالے کمرے سے جیسے ہی نکلے وہ عورت اپنی نا جانے کس کس خطاء پر پھوٹ کر رو پڑی۔

ایزل مریم کنول کے پاس رکیں مگر طلال چار تک واپس حویلی پہنچے تو لان میں ہی زینو ان سے حساب مانگنے کو آنکھوں میں تکلیف و غصہ بھرے موجود تھی۔

"کیا وہ آپکے بے بی کی مما بننے والی ہیں؟ جھوٹ مت بولیے گا مجھ سے"

زینو نے بہت برداشت کا مظاہرہ کرتے پوچھا، نہیں جانتی تھی کہ اگر اس شخص نے ہاں کی تو کیسے برداشت کرے گی۔

"بننے والی تھی لیکن اب نہیں، کبھی ماں نہیں بن سکتی وہ۔ قدرت ایسے بھی مکافات دیکھاتا ہے، یہ سزا اسے نہیں ملی یہ سزا میری بھی تھی۔ نہ تو میں تم سے نظر ملانے کے قابل ہوں نہ الایہ سے"

طلال کے انکشاف پر زینو کی آنکھوں میں تکلیف کی زیادتی اتری، خدا گواہ تھا اس نے ایسا بھی کہاں چاہا تھا۔

"آپ نے یہ مجھ سے کیوں چھپایا، اگر وہ پریگنٹ تھیں تو انکو بند کیوں کر کے رکھا تھا۔ جیسی بھی تھیں انکی حالت کا تو لحاظ کیا ہوتا۔ مجھے یقین نہیں آتا جس شخص نے اس گھر میں آتے ہی مجھے اپنی شفقت کا ایک لمس میں عادی بنایا وہ اتنا بے رحم بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔ آپ اپنی اس بے وفائی کا ممی کو جواب دہ

ضرور ہوتے لیکن مجھے نہیں۔ میں آپ سے اس پر کبھی نہ روٹھتی، مانا شرط رکھی لیکن خدا گواہ ہے وہ ایسی نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔ آپ اپنی اولاد کے لیے بہت ان لکی رہے، بہت"

زینو کی سسکیاں اور رونا، اسکی شکائیت طلال کی آنکھوں میں نمی اتار لائی۔

"میں نے اسے بند کیا اس وجہ سے کچھ نہیں ہوا، وہ اسی کی مستحق تھی۔ وہ تو خود اس بچے کو مار دینے کے ارادے کر رہی تھی"

طلال سے زینو کی بے رحمی دیکھی نہ گئی تو تڑپ اٹھتے سسکے۔

"کیسے سنگدل لوگ ہیں آپ اور آپکی وہ بے رحم بیوی؟ ان بیلیوایبل۔۔۔"

وہ اس سب پر پھٹ پڑی، دل چاہا چینخ چینخ کر روئے۔

"وہ ایسی ہی ہے، اور شاید مجھے وقت نے کر دیا، یہ سب تم سے اس لیے چھپایا کیونکہ ڈر گیا تھا کہیں مجھ سے مزید دور نہ ہو جاو۔ بابا کی جان تو تم ہو، مجھ سے مت روٹھو مزید"

وہ اسکا چہرہ تھامے اس کو گلے لگانا چاہتے تھے پر اس وقت وہ عجیب وحشی ہو رہی تھی۔

فوری انکے ہاتھ جھٹکے۔

"میں آپکے قریب ہوں ہی کب؟ نہیں ہوں جان آپکی"

وہ ہنوز تڑپی ہوئی تھی اور اپنا آپ چھڑوا کر جب بھاگی تو بے دھیانی میں وہیں آتے اوزان سے ٹکرائی۔

"دھیان سے"

اوزان نے نرمی سے اسے حصار کر سنبھالتے روبرو کیا تو زینو کی نم آنکھیں دیکھ کر پریشان ہوا، چاچو پر نظر پڑی تو وہ بھی آبدیدہ تھے۔

"کیا کہا ہے آپ نے میری بیوی کو؟"

اوزان نے اسے خود سے لگاتے خفگی سے چاچو کو دیکھا جبکہ وہ اوزان کا حصار بھی جھٹک کر روتی ہوئی حویلی کی طرف بھاگ گئی۔

"چاچو، کیا ہوا ہے آپکو؟ کیوں ماتمی شکلیں بنا رکھی ہیں دونوں باپ بیٹی نے۔ مجھے لگ رہا ہے شادی کے گھر نہیں کسی جنازہ گاہ آنکلا ہوں۔۔۔ کیا میرا دل بند کریں گے؟"

اوزان کو تپا دیکھ کر طلال نے ٹوٹے بکھرے جملوں میں جب ساری بات بتائی تو اوزان کی اپنی آنکھوں میں افسوس و تکلیف اتری۔

"اوہ یار! اف۔۔۔ بہت افسوس ہوا۔ آئی ایم سوری اس دن میں بھی بہت بک بک کر گیا تھا۔ یہ سب ایسا نہیں چاہا تھا سچ میں لیکن اللہ کو جو منظور۔ یقینا

اس میں بھی بہتری ہو گی۔ روئیں مت میں زینو کو سمجھاوں گا مزید آپ سے خفا نہ رہے"

اوزان سے چاچو کی تکلیف سہی نہ گئی لیکن وہ تو اسکے آخری جملے پر تڑپ کر اسے دیکھنے لگے۔

"ت۔۔ تم سچ میں میری سفارش کرو گے لاڈلے؟"

چاچو کا حسرت بھرا آس میں لپٹا استفسار اوزان کی آنکھوں کو بھی خفیف سا گلابی کر گزرا، پکڑ کر انھیں سینے سے لگائے بھینچا۔

"بھلے ناراض بھی ہو گی تب بھی سفارش کروں گا۔ لیکن آپ خود کو سنبھالیں۔۔۔ آئیں اندر، اللہ صبر دے آپکو۔"

اوزان کو اس وقت چاچو کے دکھ میں شریک ہونا ہی تھا لیکن وہ زینو کی اذیت بھی جانتا تھا تبھی چاچو کو ریلکس کرنے کے بعد وہ زینو کے پاس ہی جانے کا سوچ چکا تھا۔

..______________________..

دن سے شام ہو گئی اور حسیب کو جب آرام نہ آیا گھر تو وہ جیپ لیے تھانے نکل گیا، نہ تو بہار کو پتا چل سکا نہ صائمہ خانزادہ کو۔

تھانے پہنچا تو مقبول جان کے آرڈرز پر ہر طرف لوگ بہرام کی تلاش میں لگے تھے، طفیل کے علاوہ دوسرا جونئیر انسپیکٹر ڈی آئی جی کا چمچہ تھا اسی نے سپاہیوں کو ہانک رکھا تھا۔

طفیل سیدھا حسیب کے کیبن میں آیا، اسے حسیب کے یوں زخمی ہونے کے باوجود تھانے آنے پر فکر و پریشانی لاحق ہوئی۔

" آپ کیوں آئے سر، زخم ابھی تازہ ہے۔ میں آپکو سب انفارم کر دوں گا آپکو گھر جانا چاہیے۔ بھرجائی نے آپکو آنے کیسے دیا، ماں جی نے کیسے اجازت دی "

طفیل اسکی فکر میں ہلکان بولتا گیا جبکہ حسیب نے مسکرا کر کرسی سے اٹھتے طفیل کا کندھا تھپکایا۔

"طفیل میری بات غور سے سنو، یہ جو نواز ہے اسکی حرکتیں مشکوک ہیں۔ ڈی آئی جی مقبول کا جاسوس اور مخبر ہے۔ اس سے اپنے لوگ اور خود کو بچا کر رکھو۔ کسی نے تو اوزان کا پیچھا کر کے اس تہہ خانے تک رسائی پائی ہے نہ، یعنی وہ جو بھی ہے یہ جان چکا ہے کہ بہرام کے ساتھ جو ہوا وہ اوزان نے کیا۔ یہ اوزان کے لیے خطرہ ہے۔ وہ سر پھرا یہ بات نہیں سمجھ رہا لیکن تم ہر ضروری اقدامات کرو۔ اسکا آج کوئی سیاسی ڈنر ہے، میں چاہتا ہوں سیکورٹی فراہم کرواسے اسکی بیوی کو۔ اسے یہ بتایا تو وہ سیکورٹی لینے سے انکار کر دے گا مگر یہ تم بھی جانتے ہو کہ اوزان کی جان اس وقت خطرے میں ہے"

حسیب نے یہ سب بہت رازداری سے بتایا کیونکہ اس صوفی کو دیکھنے والا آدمی حسیب کا بہت اہم مخبر جانی تھا، اسی نے اوزان کو اطلاع پہنچائی تبھی اوزان نے بہرام کو دوسری جگہ منتقل کیا۔

"میں سمجھ گیا سر، جیسا آپ نے کہا ویسا ہی ہو گا۔ آپکے یار کی پوری خفاظت کی جائے گی"

طفیل نے مسکرا کر حسیب کی پریشانی دور کی۔

"یہ بات فون پر نہیں کہہ سکتا تھا، تبھی آیا۔ اور اپنی آنکھیں چوبیس گھنٹے کھلی رکھنا۔ نواز کی حرکتیں بھی دیکھتے رہنا۔ مقبول اپنی چوری چھپانے کے لیے کچھ بھی کرے گا، میں بھی دیکھانے کو بظاہر گھر ہی رہوں گا لیکن تم میرا سائہ بن کر یہاں ہر معاملہ دیکھو گے"

حسیب نے اسے تمام معاملہ سمجھایا جبکہ طفیل مشکور و ممنون تھا کہ حسیب اس پر اس قدر یقین اور مان کر رہا ہے۔

"آپ بے فکر رہیں اور جا کر آرام کریں۔ آپکا یہ انسپکٹر آپکو مایوس نہ کرے گا سر"

طفیل نے سلوٹ ٹھوکتے کڑکتے لہجے میں کہا ہی اتنے پیار سے کہ حسیب نہ صرف مسکرایا بلکہ اسکی گال سہلاتا آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا باہر نکلا۔

نواز سے حسیب کی ملاقات باہر پارکنگ ایریا میں ہوئی۔

"خیریت ہے نواز، چہرے کے رنگ کیوں اڑے ہیں تمہارے؟"

نواز کو امید نہ تھی حسیب زخمی سینے سمیت اٹھ آئے گا تبھی تو بچارے کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

"نہیں تو جناب، آپکو صحیح سلامت دیکھ کر خوشی والی حیرانگی ہوئی۔ اللہ نے کرم کیا، ورنہ ہم سبکا آپکے بغیر کیا ہوتا"

نواز نے منصوعی چاپلوس بنے خوشامد کی جس پر حسیب بھی ایسوں کا باپ تھا، اسکی گال تھپکاتا مسکرایا۔

"میرے بغیر تم لوگوں کا کُکھ نہ رہتا، خیر چلتا ہوں بہرام کی کوئی خبر ملے تو اطلاع دینا۔"

حسیب نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ نواز کی سانپ والی خصلت سے بے خبر ہو تبھی تو حسیب کے اپنی جیپ کی طرف جاتے ہی وہ کھسیانی ہنسی ہنستا تھانے کے اندر بڑھ گیا۔

جبکہ حسیب وہاں سے سیدھا واپس حویلی پہنچا، خود ڈرائیونگ کرنی ناممکن تھی پھر بھی جاتے اور آتے خود کی، اسکی جیپ پورچ میں رکنے کی دیر تھی کہ بہار بے تابی سے باہر لپکی جبکہ اس لڑکی کی تڑپ کو رتی برابر اہمیت نہ دیتا وہ پاس سے گزر کر جیسے اندر گیا، بہار کا دل جل کر راکھ کر گیا۔

آنکھوں میں نمی و غصہ سمیٹ کر بہار نے گردن موڑی تو وہ حویلی کے اندر جا چکا تھا۔

"جانتی تھی بہت بے وقعت ہوں، اس بندے نے اگنور کیا تب اپنی بے وقعتی زیادہ چبھی۔ کیا کروں، کیسے مناوں اسے"

بہار کا دل چاہا یہیں بیٹھ کر رونے لگے، دل بھر اپڑا تھا کہ اوزان کو اتنی بد عائیں دے کہ دل کی ساری بھڑاس نکل جائے۔

"اصل تکلیف کمپلیئین کو اس بات کی ہے کہ اس سے اسکا دوست چھین لیا، ایسی آگ بھر کر گیا ہے جو میں بجھاتے بجھاتے مر جاوں گی"

بہار وہیں دیوار کا سہارا لیتی غم سے دو چار بولی مگر پھر کچھ سوچتے ہوئے پیچھے ہی لپکی۔

شام کے پانچ بجنے والے تھے، اندر گئی تو صائمہ خانزادہ کا کمرہ کھلا تھا اور وہ جائے نماز بچھائے نماز عصر ادا کر رہی تھیں، حسیب سیدھا بیڈ روم میں ہی گیا۔

بہار نے بھی اپنے قدم روم میں بڑھائے، وہ اپنے درد کرتے سینے پر ہاتھ رکھے تکیے ٹھیک سے درست کر کے رکھتا بیٹھا، ایک ٹانگ میٹرس پر سیدھی لمبی کی اور ایک گھٹنا سکیر کر کھڑی کیے کمر تکیوں سے لگائی۔

بہار نے دروازہ آگے کیا اور چلتی ہوئی حسیب کے پاس آکر رکی۔

اسکا موڑا چہرہ پکڑ کر اپنی طرف کیا۔

"اوزان نے تمہیں میرے خلاف بھڑکایا، یہ نہیں بتایا اس نے کہ میں کیسے بہرام پر ٹوٹ پڑی تھی، تمہارا وہ دوست نفرت کرتا ہے مجھ سے، چاہتا ہو گا تم بھی مجھ سے نفرت کرو۔ وہ بہت سنگدل شخص ہے۔

تم مجھ سے لڑو، جھگڑ لو پر یوں چپ تو مت رہو۔ اس حالت میں تم کہاں چلے گئے۔ کیوں پریشان کر رہے ہو حسیب۔"

بہار کا اپنے جالائن پر جما ہاتھ ہٹاتے حسیب نے سرد خاموشی اختیار کی جیسے کچھ بولنا نہ چاہتا ہو۔

"اس نے مجھے بھڑکانا ہوتا تو تم اس وقت میرے نکاح میں نہ ہوتی سمجھی، بلکہ کبھی تمہیں خود سے نہ باندھتا۔ وہ نفرت نہیں کرتا تم سے، تمہاری جذباتی جنونی حرکتوں سے چڑتا ہے۔ ایمان سے بتاو کہ تم نے اپنے جنون کے سبب اس کو کسی نرمی کے قابل چھوڑا ہے، بہن سمجھتا تھا تمہیں۔ اور تم نے اس رشتے کا ہمیشہ تقدس پائمال کیا اور اسکو اپنے ڈپریشن، خودکشیوں، اذیت اور بدعاوں سے تکلیف پہنچائی۔ لیکن اس کے باوجود تمہاری تکلیف محسوس کرتا تھا، تبھی مجھے اجازت دی کہ تمہاری تکلیف دور کروں۔ وہ میرے لیے اتنا پیارا ہے کہ اسکی اجازت میرے لیے حکم جتنی اہم ہے۔۔۔۔ کیا تمہارا بہرام کے گھر جانا ٹھیک تھا؟ کیا تمہارا میری بات رد کرنا جائز تھا؟ مانتا ہوں تم اکیلی زندگی گزار کر بہت بہادر ہو چکی ہو لیکن بہار جب ہم محبت یا کسی مضبوط رشتے میں جڑھ جائیں تو ہمیں بہادر ہونے کے باوجود اپنے پیاروں کی خوشی کے لیے ڈرنا پڑتا ہے۔۔۔ تمہیں کچھ ہو جاتا تو کیا میں مسکرا پاتا، جی پاتا۔۔۔۔ اور میری اجڑی مسکراہٹ میری ماں کو جیتے جی مار دیتی، میرے

یار کا دل غمگین کر دیتی۔۔۔۔۔۔ لیکن تمہیں اس سب سے کیا؟ تم تو بس کر گزرتی ہو۔۔۔۔ بنا سوچے، بنا سمجھے۔۔۔۔۔"

حسیب کا اک اک لفظ بہار کو شرمندگی، ندامت اور پچھتاوے کی دلدل میں دھنسا گیا، اسکے بہتے آنسوؤں نے حسیب کا بھی دل سلگایا لیکن ابھی بھی وہ اس کو معاف نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"معاف کر دو نہ، پرامسس آج کے بعد تم سے پوچھے بنا اور تمہاری اجازت کے بنا کچھ نہیں کروں گی۔ سانس بھی نہیں لوں گی۔ میرے پاس تمہارے سوا کوئی بھی نہیں ہے تم مجھ پر یوں غصہ ہو گے تو کچھ ہو جائے گا مجھے۔۔۔۔ م۔۔ میں پہلے ہی تمہارے لیے پریشان ہوں، پلیز تم تو میرا ایک آنسو بھی نہیں بہنے دیتے پھر اتنے سنگدل مت ہو"

اپنا کپکپاتا ہاتھ اسکی طرف بڑھائے بہار نے کانپتی ڈوبی آواز میں گھلے آنسوؤں کے سنگ التجاء کی جس پر وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے پاس ہی بٹھا گیا، بہارے کی آنکھیں اپنے حجم سے دگنی ہو چکی تھیں۔

"بہار، یہ زندگی ہے کوئی کھیل ڈرامہ نہیں۔ یہ آسان نہیں ہماری سوچ سے بہت زیادہ مشکل ہے۔ میں تمہیں تب تک معاف نہیں کر سکتا جب تک تم یہ وعدہ نہیں کرتی کہ آج کے بعد ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ جو کام مردوں کے ہیں انہی ہر سجتے ہیں۔ میں تم سے اس پر بھی روٹھ سکتا ہوں کہ تم نے بہرام کی آفر قبول کی بھلے وہ ڈرامہ تھا۔۔۔۔ ناراض ہونے کو میرے پاس بہت سی وجہ ہیں پر مان جانے کے لیے تم نے ایک چھوڑی ہے وہ یہ کہ تم میری بیوی ہو"

حسیب نرم تو پڑا پر اسکا لہجہ کھردرا تھا۔

"مح۔۔ محبت نہیں رہی کیا؟"

بہار نے تڑپ کر اسکا اپنے آنسو پونجھتا ہاتھ ہتھیلی کی بے تاب گرفت میں جکڑے آنکھیں حسیب کی سیاہ آنکھوں میں گاڑیں۔

"بہار وہ تم میری آخری سانس تک رہو گی۔۔۔۔"

حسیب کو اسکا سوال برا لگا۔

"سچی مجھے یہی ٹھیک لگا تھا، مجھے لگا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی تو تم سمجھو گے مجھے کوئی فرق نہیں پڑا۔ مجھے اچھا برا نہیں سمجھ آیا، مجھے بس تمہاری جان کے آگے اپنی جان بہت حقیر لگی"

وہ تکلیف میں مبتلا پھر سے اسکو تکتی رو دی۔

"یہی تو غلطی ہے تمہاری، کیوں حقیر سمجھا تم نے خود کو۔ یہی تو مجھے تکلیف دے رہا ہے"

حسیب نے فوری اسکی بات کاٹی، انداز میں درد نا کی تھی۔

"آئی ایم سوری، لیکن میں ہوں"

وہ اسکے ایک ہی نقطے پر جمے ہونے پر بیزار ہوا، دل چاہا کہیں جنگل میں بھاگ جائے۔

"فائن۔۔۔۔ چلی جاو یہاں سے"

حسیب نے حتمی فیصلہ کرتے ناراضگی سے منہ موڑا جبکہ وہ اسکا ہاتھ پکڑے ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھ کر حسیب کا مزید ناراض رہنا دشوار کر گئی۔

"تم پہلے پرامسس کرو کبھی ایسا والا ناراض نہیں ہوگے بس تبھی سدھروں گی"

بہار کے روتو جملے پر وہ اسکے بہتے آنسو صاف کیے اسکا ہاتھ پکڑے مزید قریب سرکا کر اپنے ہونٹوں سے اسکی جبین چومتا اسکو دیکھنے لگا جو بس پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دینے کے دہانے پر تھی۔

"تم سدھرو، میں تم سے ناراض تو دور، ایسا سوچوں گا بھی نہیں۔ اب یہ معافی نامہ بند کردو ورنہ میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی"

حسیب سے بس اتنا ہی روٹھا جا سکا تبھی تو وہ احتیاط سے اسکے سینے سے جا لگی، جیسے کب سے اس آغوش کے لیے تڑپ رہی ہو۔

"میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں، یقین کر لو نہ مجھ پر"

سینے میں منہ دیے وہ گہرا سانس کھینچے سسکی، حسیب نے اسکی کمر سہلاتے چہرہ جھکا کر اسکے بالوں میں چھپایے انکی خوشبو ان ہیل کی۔

"یقین دلا دیا ہے تم نے خونخوار عورت"

حسیب کی سرگوشی پر وہ روتی ہوئی اسکے سینے سے نکلی اور روبرو ہوئی۔

"ناراض نہیں ہو نہ اب؟ راضی ہو نہ مجھ سے۔۔۔۔ پلیز کہو ناراض نہیں ہو"

بہار نے اسکا چہرہ ہتھیلوں میں بھرتے تڑپتی نگاہوں کے سنگ پوچھا جیسے دم رکا ہوا ہو۔

"زبردستی مناؤ گی تو ماننا ہی پڑے گا، زخمی بیمار بندے سے کہاں اکڑا جاتا ہے۔ اسے تو جہاں سے مرہم ملے وہ لپکتا ہے اس جانب۔ اور یہ بات تو تم بھی جانتی ہو حسیب خانزادہ کا مرہم تم ہو"

وہ زرا بے خود و افسردہ ہوا جبکہ بہار روتی ہنسی بھی اور اسکا مرہم سانسوں میں پوری شدت سے گھول کر اپنے دیے ہر دکھ تکلیف کی تلافی بھی کی۔

"م۔۔ میں آج کے بعد تمہیں تکلیف دینے کا سوچوں بھی تو اسی وقت م۔۔۔ نہیں نہئں مرنا نہیں ہے سوری"

شدت جذبات میں وہ اسکے چہرے کا اک اک نقش چومتی جب بڑبڑائی تو مرنے پر جیسے رکی، حسیب اتنے دردوالم کے باوجود بہار کے معصومانہ کنٹرول پر ہنسا۔

بہارے کا ضبط اسے ہنسا گیا۔

"یہ چیز۔۔۔۔ تم مجھے تکلیف دینے کا سوچو اسی دن امید سے ہو جاو۔۔۔ اور موٹی بھینس ہتھنی بن جاو"

حسیب نے اسکی ناک سے ناک رگڑتے جب یہ گل فشانی کی تب وہ کانچ کٹورے جو آنسوؤں سے بھرے تھے حیا اور خوشی سے لبریز ہوئے۔

"آمین، جلدی سوچوں گی تاکہ تمہاری دعا قبول ہو۔ اب لیٹ جاو اور آرام کرو تمہارے لیے صائمہ آنٹی کے ساتھ مل کر ڈنر بناتی ہوں۔"

بہار کا دل بحال ہوا جبکہ حسیب بھی کافی درد میں تھا سو فورا لیٹا مگر بہار اٹھ کر جانے لگی تو اسکی کلائی پکڑے زرا خود پر جھکایا۔

"ڈنر میں بہت ساری نہ سہی حسب ضرورت بہارے بھی چاہیے"

سانسوں میں سانسیں گھلیں اور حسیب کی جذب بھری سرگوشی سماعت کے راستے بہار کے اندر سرور اتار گئی۔

"مل جائے گی، سولو تھوڑا۔"

جھک کر اسکی صبیح پیشانی چومے محبت پھونک کر وہ کمرے سے گئی تو حسیب نے بھی مسکرا کر آنکھیں موند لیں، موصوف کے دل کا درد سچ میں کم ہو گیا تھا۔

..________________________..

اوزان نے ڈور اوپن کرتے قدم روم کے اندر رکھے ہی تھے کہ کہ نظر ونڈوز کے ساتھ لگ کر کھڑی دنیا و مافیہا سے نے گانی ہو کر کھڑی زینو پر گئی،

وہ اوزان سے پہلے کمرے میں پھیلتی اسکے کلون کی مہک سے اسکی موجودگی جاننے کے باوجود ہلی بھی نہ، بلکہ پتھر کی طرح آنکھیں لان میں جما کر ساکن تھی، اسکے چہرے پر موجود آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان اوزان دایب کو ان کہے درد کی گہرائی میں لے گئے۔

اوزان نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بنا آواز کیے ڈور بند کیا اور آہستہ قدم اٹھاتا عین زینو کے پاس آکر رکا اور اسکے کھلے بال جو کندھوں اور شانوں پر بکھرے تھے، ہاتھ بڑھا کر نرمی سے سمیٹے اور دوسرا بازو اسکے اطراف لے جا کر ہاتھ اسکے سٹمک پر جکڑے اپنے سینے کے ساتھ لگا گیا، زینو کو اس وقت انتہائی مشکل کام اپنے آنسو روکنا لگا۔

زینیش کی گال پر آنکھ میں دبا آنسو لیکر بناتا بہا۔

"معاف کر دو انکو، بہت سزا جھیل چکے ہیں۔ دیکھو جیسی بھی تھی وہ چاچو کی اولاد تھی جو اس دنیا میں آنے سے پہلے چلی گئی۔ امید کی جا سکتی ہے کہ اس

میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہو گی۔ تم تو بہت مہربان اور وسیع دل کی مالک ہو، اپنے بابا کی تکلیف اب تمہیں ہی کم کرنی ہے۔ کبھی کبھی اللہ دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی، ہم انسان نہیں جانتے کہ خسارے کے پیچھے اس اللہ نے ہمارے لیے کتنا بڑا فائدہ مخفی رکھا ہے"

آہستہ آہستہ وہ اسے اپنے ساتھ لگائے اسکے کان کی اور ہونٹوں کو قریب کر کے سرگوشیوں میں بولتا ہوا سمجھاتا گیا یہاں تک کہ زینیش کے آنسو تھمے بھی اور دل کو آہستہ آہستہ سکون بھی ملا۔

"آپ نے پرامسس کیا تھا نہ انکی طرف داری نہیں کریں گے، توڑ دیا پرامسس"

زینو نے زرا سا چہرہ پیچھے کو کرتے گردن گمائی جس پر اوزان نے نرمی سے اسکی زرا سر جھکائے جبین چومی، مقصد اسے پرسکون کرنا تھا جس نے اس

خوبصورت لاجواب کرتے بوسے پر سکون سے لمحہ بھر آنکھیں بھی موندیں۔

"انکی حالت دیکھنے کے بعد توڑنا پڑا، انکا اور الایہ درید کا جو بھی معاملہ تھا اسے ایک طرف کرو گی تو طلال انصاری کا دل اپنی محبت اور تڑپ سے بھرا ہوا پاو گی۔ وہ بابا ہیں تمہارے، ممی کے لمس جیتے جی نہیں ملیں گے تمہیں لیکن بابا کے لمس تو میسر ہیں۔ تھوڑا سا دل بڑا کرو، وہ اپنی غلطیوں کی کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ دل بڑا کرو تاکہ انکو بھی سکون ملے اور تمہیں بھی۔"

اوزان نے اسکے رندے چہرے پر نظر دوڑاتے ہاتھ کی سخت مگر نرم لمس رکھتی پوروں سے اسکے رخساروں پر بہرے آنسو ہٹائے تو وہ اسکے حصار میں مکمل پلٹ کر روبرو آئی۔

"م۔۔مجھے کیسے سکون ملے گا۔ ممی کی تکلیف کبھی نہیں بھول سکتی۔ اور پھر کنول جیسی بھی تھیں اگر وہ ماں بنتیں تو انکی اولاد کو سب سے زیادہ پیار زینو

دیتی۔ بھلا بچوں کا کیا قصور۔ مجھے انکے بے بی کے مرنے کا بہت دکھ ہو رہا ہے اوزان۔ ا۔۔ ایسے لگ رہا کوئی بہت قیمتی سا احساس کھو دیا ہو۔ کیا پتا میرا بھائی آجاتا۔۔۔۔۔۔ سب خراب ہو جاتا ہے، کچھ بھی ٹھیک نہیں رہتا میری زندگی میں"

زینیش کے دکھ کی نوعیت بہن یا بھائی کی خوشی سے محرومی ہو گی اوزان کے لیے یہ انکشاف جھٹکا ثابت ہوا تبھی تو وہ چہرہ اور سنجیدہ خدوخال والا شخص حیران سا مسکرا دیا، اس حسینہ کے گالوں پر پھیلتی شبنم واپس ہاتھ کی پوروں سے پھیلنے سے روکی۔

"تمہیں بہن بھائی کے بجائے اپنے بے بی کی فکر زیادہ ہونی چاہیے زینیش اوزان انصاری۔ بہن بھائی تو مقدر میں نہیں تمہارے لیکن آسمان پر چھوٹے چھوٹے بہت سے ذاتی بچوں کی روحیں ضرور ویٹنگ پر لگی ہوئیں ہیں"

اتنی دردناک سچویشن میں اوزان کے ایسے کھلے الفاظ زینو کو لاحق دکھ تو بھلا گئے اوپر سے وہ سرخیوں میں ڈھلتا چہرہ لیتی اسکے حصار کو جھٹک کر جیسے بھاگنے لگی، اوزان نے فوری مسکراہٹ کو ہونٹوں میں واپس دبایا۔

"ش۔شرم جب بٹ رہی تھی تب آپ ایکسٹرا عقل لینے گئے تھے کیا۔۔۔۔م۔۔میں نہیں بول رہی۔"

زینو نے خفت سے بڑبڑاتے اسکا دنیا جہاں کا سب سے پیارا حصار جھٹکا مگر اوزان نے اسے ہلنے تک کی اجازت نہ دیتے اپنی دسترس تک ایسا قید کیا کہ وہ پھڑپھڑا تک نہ سکی۔

"شرم ہے مجھ میں بہت بہت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے تبھی تو شادی کے اتنے سارے دنوں کے بعد بھی بندہ ان میرڈ والی فیلنگ میں مبتلا ہے۔۔۔۔رہی بات عقل کی لگتا ہے عشق میں پڑ کر زنگ لگوا بیٹھا ہوں۔ کام کے وقت بھی اب حواسوں پر تم ہی سوار ہوتی ہو"

اوزان نے بناز ینیش کی پُرحیا کیفیت اور بے حال دل کی دھڑکنوں پر رحم کھائے بے باک جملے ویسے ہی شدت سے کہے۔

"ا۔۔اوزان پلیز مت کریں یہ باتیں"

رونے کے انتہائی قریب تر پہنچتے منت کی گئی۔

"ٹھیک ہے میں ان باتوں کے لیے گوگل سے ایک زینو ڈانلوڈ کرلیتا ہوں۔ جاو تم ریڈی ہو جاو ہمیں چھ تک نکلنا یے، اب تم سے کوئی ایسی بات نہیں کروں گا۔"

فوری اسے اپنے مہکتے مضبوط حصار سے آزاد کرتا وہ میٹرس پر اپنا جیکٹ کی جیب سے فون نکالتا بیٹھا مگر زینیش جانے کے بجائے وہیں اسکے قدموں میں بیٹھ کر جیسے اوزان کے فون کو دیکھنے لگی، اوزان کا بگھڑا موڈ اسکی اپنی بے ساختہ اڈتی مسکراہٹ سے تباہ ہوا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

اوزان نے حیرت سے پوچھا۔

"یہی کہ کہاں سے کریں گے ایسی زینو ڈانلوڈ"

زینیش نے انتہائی سنجیدگی سے نظر اٹھائی جبکہ دونوں اگلے ہی لمحے مسکرائے۔

"تم مجھے جان بوجھ کر ستاتی ہو؟ کیا ملتا ہے ستا کر؟"

اوزان نے فون ایک طرف رکھے دونوں ہاتھ ہتھیلیوں کے سنگ زینو کے رخساروں سے لگائے جو دونوں ہاتھ اسکی ٹانگوں پر رکھے، زمین پر پیر ٹیڑے کیے گھٹنے زمین سے ٹیکے بیٹھی تھی۔

"ایسا نہیں ہے، میں آپکو تنگ کر کے کہ ہمارا ہر عام سا مومنٹ بھی خاص بناتی ہوں۔ اچھا یہ بتائیں میں نے تین کلر چوز کیے تھے، بلیک، ٹرکوزی اور بلو۔ آپ بتائیں تینوں میں سے کونسا پہنوں"

نرم مگر مسکراتی زینیش اس وقت غنمیت تھی ورنہ اس لڑکی کا دل بہت دکھا ہوا تھا اسکی اوزان کو خبر تھی، اوزان کے دونوں ہاتھوں کو تھامے مان سے خواہش و فرمائش کی گئی۔

"اوزان نامی رنگ پہنو آج"

وہ ہرگز سنجیدہ نہ تھا، خود سے بے خود ہوتی خودرو کیفیت طاری تھی، زینو کے رخساروں پر مقابل کی پر تپش نگاہوں کے لمس کے سبب گلاب اترے۔

"وہ تو بعد میں پہنوں گی میں ڈنر کا۔۔۔۔"

زینو نے بے اختیار جو کہا اس پر لمحہ بھر اوزان ٹھٹکا، خود زینو نے ہونٹوں کو آپس میں سختی سے پیوست کرتے دل ہی دل میں خود کو کوستے نظر جھکائی۔

"ہے! کیا کرنے کے ارادے ہیں تمہارے خطرناک لڑکی۔"

اوزان کا استفسار سر اسر مدہوشی کا مسکن تھا۔

"آپکا ان کاونٹر"

شریر سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتی وہ نہ صرف اسکے قدموں سے اٹھی بلکہ پکڑ کر اوزان کو میٹرس پر گرایا، اور مسکراتی ہوئی فوری بھاگ گئی۔

اوزان نے تکیہ دائیں طرف سے کھینچے سر تلے دبایا جبکہ زینو کی ادائیں واقعی کچھ خوفناک ہی تھیں تبھی تو اوزان دایب دبا دبا مسرور مسکرایا۔

لگ بھگ بیس منٹ بعد زینو چینج کیے واپس کمرے میں آئی تو اوزان کی نظر اس پر پڑی تو ہٹنی بھول گئی۔

راسلک پر ہاتھ سے ہوئی ملٹی دھاگوں کی کڑھائی والے کام سے سجی گالانیوی بلو شرٹ، راسلک پلین ٹراوزر، اور انڈین نیٹ ملٹی کڑھائی والے دوپٹے والا حسین جوڑا پہنے سفید پھول جیسے ملائم پیروں کو transparent square toe heels میں مقید کیے ہوئے باہر آئی، اتنی خوبصورت ہیلز تھیں کہ

ان کی شوز ڈوب پر رائن سٹون سے خوبصورت سی بو بنی تھی، بال ہلکے ہلکے

کرل ہو کر کھلی آبشار کی مانند حیا کی دیوی کا حسن بڑھا رہے تھے اور چہرہ اب

تک میک اپ سے بے نیاز تھا۔

اوزان بے ارادہ فون ایک طرف اچھالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

وارفتگی سے زینو کا دل موہ لیتا روپ آنکھوں سے دل میں اتارتا وہ اسکے

قریب آیا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھوں پر جمائے کمر کے گرد بازو

حمائل کیے وہ دبا دبا پر حیا مسکراتی آج ہر خوف سے آزاد لگی۔

"اتنی خوبصورت قاتلہ کے ہاتھوں بار بار مرنا چاہوں گا، یہ جوڑا بہت

خوبصورت ہے ان فیکٹ آج کے ڈنر کے لیے پرفیکٹ، میک آپ زرا لائیٹ

رکھنا۔ میں نہیں چاہتا کوئی تمہیں دیکھ کر نظر ہٹانا بھول جائے۔ کیونکہ یہ حق

صرف اوزان کے پاس ہے"

جبین چومتے وہ ہر قسم کی خماری سے نکلتا اسے جو تاکید کر رہا تھا زینو نے فوری شرمگیں متبسم جنبیش دیے مانی۔

"واپسی پر آکر چینج نہ کروں نہ؟"

زرا سا چہرہ اوزان کے چہرے کے قریب لے جاتی وہ اپنے ہونٹوں کو اوزان کے کان سے جوڑے جیسے بے خودسی سرگوشی میں بولی، اوزان نے گرد بندھے ہاتھ جکڑے تو وہ اسکے مزید سینے سے جالگی۔

رگ رگ میں دوڑتی ایک دوسرے کی کشش میں شدت کا کہرام اٹھا، دھڑکنیں تیز ہوئیں، وہ اوزان دایب کی گہری نگاہوں کا واحد خوشنما مرکز تھی۔

"آفکورس لیڈی کمپلیئین، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چینج کا۔ گرم شال یا چادر لے لینا کیونکہ کافی ٹھنڈ ہے باہر۔ آفت لگ رہی ہو باخدا، ابھی مجھ سے دور ہو جاو اور سنگار پورا کرو میں بھی فریش ہو کر چینج کر لوں"

وہ اس سے جیسے کترا کر دور ہوا، زینو سے ہنسی روکنا محال ہوا پر وہ اسکی بازو کے لیے فوری پریشان ہوئی۔

"اوزان زخمی ہے آپکی بازو، فریش ہونے کو آج سکپ کر دیں۔یونہی چینج کر لیں"

زینو نے فوری فکر مندی سے اوزان کو ڈریسنگ وارڈب کارنر کی طرف بڑھتے دیکھ کر مشورہ دیا جو آج بلیک کے ساتھ خود بھی نیوی بلو میچنگ کرنے والا تھا۔

"بازو کے بنا بھی فریش ہونے کا ٹیلنٹ رکھتا ہوں، چل۔۔۔لگو تم اپنے کام پر۔۔۔۔۔۔"

اوزان نے پاس سے گزرتے اسکی گال کھینچتے بات ہوا میں اڑائی اور نہانے گھسا تو وہ بھی بلش کرتی آئینے کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

دل اداس تھا، لیکن اداسی کو کچھ وقت کے لیے اسے خیر آباد کہنا تھا، اوزان کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔

..________________________________..

خان سانول سیال، پوتا پوتی کی خوشیوں کے سبب نہ صرف سیال حویلی کو دلہن کی طرح سجوا رہے تھے بلکہ پورے کوٹ میں ان دو خوشیوں کی ہمک پھیل چکی تھی۔

سانول سیال کا شادی کے فنکشنز سیال حویلی کرنے کا مقصد عائشہ سیال کا بگھڑا موڈ بحال کرنا بھی تھا کیونکہ عائشہ، بھلے جوادیا الماں کی بھی بہت سی باتیں نہ مانتیں ہوں مگر سسر صاحب کے کسی کہے کو انکار نہ کر سکتی تھیں۔

پنار بھی کافی دیر سے باہر ہی سب کے ساتھ تھی، کمرے میں آئی تو فون پر زینو اور دیان کی کافی مس کالز دیکھے پنار نے فوری پہلے زینو کو کال کی۔

محترمہ سنگار کرنے کے بعد اپنا فائنل قاتلانہ لک دیکھ کر خود ہی شیدائی ہوئے جا رہی تھی، پنار کی کال دیکھتے ہی زینو نے گردن موڑی پھر خود پلٹ کر بیڈ تک گئی اور سائیڈ میز کی سطح پر رکھا فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہاں میرے بیبے بچے دراصل یہاں آتے ہی کوٹ کی خواتین آگئی تھیں بس وہیں بزی تھی، ابٹن کے بعد عطر اور گلاب کے پانی سے شاید یہ آنٹیاں مجھے نہلانے والی ہیں، کہتی ہیں اس سے روپ چڑھے گا۔۔۔ تم بتاؤ اتنی مس کالز خیریت ہے نہ۔ دیان کی بھی کالز آئی ہوئیں ہیں"

پنار کی آواز سنے زینو خفیف سا اداس ہوئی، اسے کال کرنے کی وجہ جو یاد آگئی لیکن پنار کے لیے وہ سب اتنا سب کرنے والے ہیں یہ سوچ کر بہت خوشی بھی ہوئی۔

"کاش میں تمہاری شادی کی ہر رسم میں شریک ہو سکوں، لیکن اگر آج اوزان کو کہا نہ مجھے لے کر چلیں تو انھوں نے پکا ناراض ہو جانا ہے۔ میرا

یہاں دل بہت اداس ہے، تمہیں پتا ہے کنول مما بننے والی تھیں پر بے بی چلا گیا پنار، وہ روٹھ کر واپس چلا گیا"

زینو کی بات واش روم سے باہر نکلتے اوزان نے سنی تو وہیں رکا، زینیش کے لہجے کی اداسی، اوزان کو اپنی خوشی اور خواہش سے بڑی لگی۔

"اوہ بڈی کے لیے بہت مشکل وقت آ گیا یعنی، اللہ انکو صبر دے۔ میری جان اسی میں اللہ کی مصلحت ہو گی۔ رہی بات مس کرنے کی میں خود تمہارے بنا اکیلا فیل کر رہی ہوں۔ میشی تو دیان کی طرف سے ہو گی اور میری طرف سے اکلوتی تم ہو۔ آج اگر تم آ جاتی تو مجھے بہت اچھا لگتا پر اگر اوزان نہیں مان رہے تو نو پرابلم تم پہلے انکو دیکھو"

پنار کے لیے بھی یہ جھٹکا تھا، اوزان نے بال ڈرائے کیے اندر ہی سیٹ کر لیے تھے جبکہ باہر نکلے وہ خاموشی سے ٹاول ہینگ کیے شوز پہننے وہیں کاوچ پر بیٹھا

جبکہ زینیش بیڈ کے دوسرے کنارے بیٹھی تھی تبھی اسکی پشت اوزان کی جانب تھی۔

"میں نے اوزان سے کہا ہی نہیں ابھی، کیا کہوں؟ وہ وہاں کمفرٹیبل نہیں ہوتے پنار، پھر مجھے اکیلا جانے بھی نہیں دیں گے"

زینیش کے تاسف سے پوچھنے اور خدشہ بیاں کرنے پر پنار اُس پار اور اوزان اِس بار مسکرا دیا۔

"تو تم انکے کمفرٹ کا دھیان رکھو، کل آجانا۔"

پنار نے پیار سے حل نکالا جس پر زینو نے بے اختیار جب گردن موڑی تو اوزان نیوی بلو شرٹ، بلیک پینٹ کے ہمراہ ڈریسنگ کے سامنے جما خود پر کلون سپرے کر رہا تھا۔

"ہاں لیکن تم اداس مت ہونا میں لائیو کال پر آجاوں گی، کل ملیں گے۔ اپنا خیال رکھنا اور بڑی کو کال کرلینا اپنے"

زینو نے اسے جو ہدایت دی اس پر پنار بھی حیرت زدہ ہوئی اور اوزان نے بھی باقاعدہ خود کے دہکتے کسرتی مہکدار سراپے سے نگاہ ہٹائے اچنبھے سے گردن موڑی، زینو نے فون وہیں میٹرس پر رکھا اور اٹھ کر اوزان کے پاس آکر رکی۔

دونوں ایک سے بڑھ کر حسین لگتے ایک دوسرے کی حسوں کو خوامخواہ مفلوج کیے جا رہے تھے۔

"ڈنر کے بعد تمہیں تمہاری سہیلی کے پاس ڈراپ کر دوں گا، ہم تو ہمیشہ ساتھ ہیں۔ دوستوں کی شادی بار بار نہیں آتی۔ اسکی زندگی کے بہت اہم دن ہیں اور تمہیں اس وقت اپنی سہیلی کے پاس ہونا چاہیے"

زینیش کی خواہش اسکی آنکھوں میں ہی رہ گئی جبکہ اوزان نے بہت پیار اور نرمی سے اسکو حصارتے اتنا بڑا فیور تھمایا، تبھی تو زینو کی آنکھوں میں دھند سی چھائی۔

"مگر مجھے آپ کے قریب آنا تھا نہ آج"

زینیش نے بڑی دقت سے جملہ مکمل کیا، اسکی تڑپ نے اوزان دایب انصاری کو ایسا سرور بخشا جسکی راحت اگر وہ چاہتا تب بھی بیاں نہ کر پاتا۔

"کیا تم دور ہو مجھ سے ؟"

اوزان نے اسکی اداس آنکھوں میں جھانکتے ٹھوڑی اوپر کو اٹھاتے پیار سے اسکی جبین چومتے پوچھا، وہ اسکے سوال پر الجھ کر اوزان کو دیکھنے لگی، سمجھ نہ آیا کہ وہ جو اسکی قربت کے لیے بہت تشنہ و بے قرار تھا، اتنی آسانی سے اپنے حق سے زینو کی خوشی کے لیے کیسے دستبردار ہو گیا۔

"وہ والا پاس"

زینیش نے فوری نظر جھکاتے ہچکچاتی سر گوشی کی، اوزان نے ہونٹوں کو جاذبیت سے بھینچتے امڈتا قہقہہ روکا۔

"میرا مطلب ہے زیادہ پاس، پھر آپ سیال حویلی کمفرٹیبل بھی تو نہیں تھے پچھلی بار۔ اور آپ اگر میرے ساتھ چلے گئے تو بارات پر دیان بھائی کے ساتھ کیسے آئیں گے۔۔۔ آئی ایم سوری مجھے آپکو بے آرام نہیں کرنا"

زینش نے بہت دکھ سے کہا، جبکہ اوزان نے اسکے مہکتے سراپے کی خوشبو ان ہیل کرتے اس مسرور کن لڑکی کی گہری آنکھوں میں رضا کے رنگ دیکھے۔

"میں تمہیں سیال حویلی ڈراپ کر کے واپس آجاوں گا، تم ایزی ہو کر پنار کے ساتھ شادی کے فنکشنز انجوائے کرنا، بارات پر دیان، پنار کو اور میں تمہیں لینے پہنچ جاوں گا۔ اس طرح تمہاری دوبارہ سے رخصتی بھی ہو جائے گی۔ اور پھر ولیمہ تو یہیں ہو گا پوری شان سے۔ رہی بات بہت پاس آنے کی۔۔"

اوزان نے یہ سب زینیش کی خوشی کے لیے ترتیب دیا، وہ دل سے اوزان کا ہونے کے لیے راضی ہے، اوزان دایب کو مست و مدہوش کرنے کو یہی انکشاف کافی تھا۔

اوزان نے اسکے خوبصورت چہرے کے ریجھاتے نقوش پر تشنہ سی نگاہ ڈالتے اختتام ان ہونٹوں کے اداس لمس، چھوکر حیا نشین مسکراہٹ میں بدلے۔

"اب میں تمہیں تھوڑا سا ملتے ہی اپنے قریب کرلوں گا،۔۔۔۔۔فی الحال تم ریلکس ہو جاو۔مجھے بھی کچھ کام نمٹانے ہیں سو میں بزی رہوں گا۔"

اوزان نے اسے بھرپور یقین تو دلایا پر وہ ابھی بھی بے چین تھی۔

"پکا نہ؟ آپ ایسا تو نہیں سوچیں گے کہ زینیش جان بوجھ کر آپکو خود سے دور کر دیتی ہے؟"

دل کا خدشہ اوزان کی روح سہلاتی گرفت میں خود بخود ان شنگرفی ہونٹوں سے ادا ہوا۔

"نو۔۔۔ایسا پہلے بھی نہیں ہوا اور آگے بھی نہیں ہو گا۔ اور ویسے بھی تم مجھے خود سے دور کرو اور میں ہو بھی جاوں۔ ایسے بھی حالات نہیں۔ اب چہرے پر سمائیل لے آو، مسیز اوزان دایب انصاری والی پیور وائبز آئیں"

خود تو وہ ساحر بنا ہی تھا وہ لڑکی بھی کسی آپسراہ سے کم نہ لگ رہی تھی، اوزان کو دیکھتے دفتا اسکا صبر جواب دیا تو اسکے رخسار کو چوم بیٹھی، اور ایسی ویسی عام سی شدت سے نہیں بلکہ حلاوت کے سنگ تبھی تو اوزان کی آنکھوں میں وہ شدید مگر ملائم لمس خمار لے آیا۔

"آپ دنیا کے بیسٹ ہسبنڈ ہیں، میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں، بہت محبت کرتی ہوں۔ تھینکیو۔ پنار کی وجہ سے زینو روتے روتے ہنس دیتی تھی، وہ میرے لیے بہت پیاری ہے۔ آپ نے میری آنکھوں اور میرے دل کی

بات جیسے سنی اور سمجھی، ایسا اس دنیا کا کوئی فرد نہیں کر سکتا۔ آپ۔۔۔ آپ بہت اچھے ہیں"

وہ جو خمار کے بعد کچھ بے قرار ہو گیا تھا، زینیش کے نان سٹاپ بولنے اور اتنا حسین بولنے پر اپنی بازووں کے مہکتے ہالے میں اسے مزید مقید کرتا اسکے چہرے کو اپنے چہرے کے قریب لائے رکا جو زرا نزدیکی بننے پر خفیف سا بوکھلائی۔

"پھر کہو"

اوزان کے ہونٹوں سے ادا ہوتے الفاظ اور اسکی سانسوں کی حدت اپنے چہرے پر بکھرتی محسوس کیے زینیش کی آنکھیں جذب و خوشی کے سنگ حیا سے لبریز ہوئیں۔

"کیا؟"

زینو نے سرگوشی سے بھی مدھم آواز میں کمزور سی آواز میں پوچھا جسے اوزان نے اسکے ہونٹوں کی حرکت سے سمجھا۔

"وہی جسکے بعد اوزان دایب کے لیے اس کمرے کی مختصر حدود اڑنے کے لیے ناکافی ہو جاتی ہے"

زینو نے اسکے مسکراتے ہونٹوں اور چمکتی سنہری آنکھوں کو باری باری دیکھے اپنی آنکھوں میں رشک بھر لیا۔

"تو کیا آسمان پر چلیں؟"

زینو کی شریر سرگوشی پر اوزان نے اپنی کھردری گال ہنس کر زینو کے ملائم گال سے رگڑی تو وہ منہ بنا گئی، یہ چبھن بھی بخش گئی دوسرا اسکے سنگار پر حملہ بھی تھا۔

"چلیں گے وقت پر، پہلے جو کہا وہ کہو تا کہ دنیاداری کے اس بے فائدہ سے ڈنر پر روانہ ہوں۔ تم اپنی آنکھ کی اک جنبیش سے مجھے تو کیا میرے چار سو سب حرکت کرتا ساکن کر سکتی ہو زینیش۔"

اسکے محبت سے چور لفظ زینیش کے لیے مقدس تھے، وہ انکو دل سے لگا لیتی اتنے پیارے تھے۔

"محبت کرتی ہوں نہ آپ سے، بہت بہت بہت ساری۔ بتاوں گی کتنی، کب سے، کب تک۔۔۔سب۔ پرامس"

پرحیا آنکھوں پر یہ کہتے پلکیں گریں جبکہ اوزان دایب کے لیے سچ میں فضا تنگ ہوئی، وہ مسکرایا تو زینیش کا دل چاہا لاکھ جھجک کے اسکے ہونٹوں جیسا مسکرائے، وہ ایک ساتھ جاذب، مکمل اور نظر لگنے کی قوت سموئے ہوئے تھے، خدا خیر کرے۔

وہیں پنار نے کچھ دیر دیان کو کالز کیں پر وہ شاید کچھ دیر پہلے ہی واپس گھر آیا اور فریش ہو رہا تھا تبھی اسے روم میں تازہ دم ہو کر آنے اور پنار کی کال اٹھانے میں پانچ منٹ لگے۔

ٹاول باندھے وہ ہینڈی ٹاول سے گیلے بال رگڑتا ڈریسنگ کے سامنے کسرتی نم وجود کی نمائش کرتا رکا۔

"کب سے کالز کر رہا ہوں کہاں ہو تم، یہ کیا سن رہا ہوں تم مجھ سے پھر اتنی دور چلی گئی۔ میں نے پھر سے تمہارے بیڈ روم میں چھاپے مارنے تھے یار، مہندی لگانی تھی تمہیں۔ اپنا نام تمہارے ہاتھ میں لکھنا تھا"

دیان کی کوفت پر وہ دبا دبا ہنستی وہیں میٹرس کا کشن گود میں لیے بیٹھی۔

" آپکا نام میرے دل پر درج ہے، ہاتھ پر میں خود لکھ لوں گی۔ رہی بات بیڈ روم کے چھاپوں کی تو اب آپ سلطنت کے سلطان بن کر میرے قریب آئیے گا۔ جدائی، محبت اور تڑپ کو گہرا کرتی ہے دیان آریز سو ریلکس "

پنار کے اسکے بر عکس پر سکون جوابات، دیان کو سرور سا دے گئے تبھی تو آفت کو شرارت سوجھی۔

"اس جدائی کے سبب محبت اور تڑپ گہری ہوئی تو صرف باتیں ہوں گی مل کر یہ بھول جانا پنار، بلکہ باتیں سرے سے بھول ہی جانا"

دیان آریز کے بے باک جواب پر پنار کا فون پکڑا ہاتھ لرزا یہاں تک کہ جسم سے سرد لہریں اٹھیں۔

"زبان کو لگام بھی لگایا کریں، ہم فون پر ہیں"

پنار نے خفت سے ڈپتا جس پر دیان ہنسا۔

"نہیں لگتی، زبان پر لگام لگانی دو بھر ہے تو خود پر عنقریب ناممکن ہو جائے گی۔ اب تمہیں ہی محبت و تڑپ گہری کرنے کا شوق ہے تو ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحبہ، جیسا تمہاری خوشی۔ لیکن تمہارے ہاتھ پر اپنا نام تو میں خود لکھوں گا اس کے لیے میں تم تک کیسے پہنچتا ہوں یہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

دیان کے ہاتھ مسلسل اسکے بالوں میں ٹاول کو رگڑ رہے تھے اور الفاظ بچاری طبیبہ کے دل کو۔

"دیان پلیز"

پنار نے رحم طلب ہوتے پکارا۔

"ہمم۔۔۔۔ خیر کنول چچی کا مس کیرج ہو گیا آج۔ اپنے بڑی کو کال کر لینا۔ بڑی امی ہوسپٹل ہی ہیں کنول چچی کے پاس، میں بھی فریش ہو کر چینج کرنے آیا تھا۔ آج نائیٹ شفٹ ہے میری بھی۔ دوسرا کنول کو کل ڈسچارج کیا جائے گا تو بڑی امی کی خواہش تھی وہ انکے پاس رکیں"

دیان نے فوری موضوع بدلا جبکہ پنار بھی سنجیدہ ہوئی۔

"اللہ انکو صبر دے میں کرتی ہوں طلال انکل کو کال، میرے چھٹی پر جانے کے سبب آپکا کام کافی بڑھ گیا۔ اپنا خیال رکھیے گا"

پنار نے اسکے لیے محبت و فکر جتائی یہ دیان کو بہت اچھا لگا۔

"ہاں اب تو رکھنا پڑے گا ورنہ دلہن آفت لگے گی اور دلہے کی آنکھوں تلے حلقے ہی نہ اتر آئیں۔ چلو سی یو۔ پکس بھیجنا آج کی سپیشل رسموں کی، اچھی اور اہمم اہمم والی۔ بائے"

دیان کے استحقاق و پیار بھرے لہجے پر پنار نے مسکراتے ہوئے کال کٹ کی جبکہ ساتھ ہی وہ طلال کو کال کیے کمرے سے باہر نکل گئی۔

بڈی کو اس وقت لاڈلی کے حوصلے کی ویسے بھی بہت ضرورت تھی۔

"بڈی، آپ ٹھیک ہیں نہ؟"

پنار کی کال مقابل فوری اٹھائی گئی جو اس وقت اپنے سٹڈی میں ہی کچھ اہم کام میں مصروف تھے۔

"ہاں لاڈلی، کہہ سکتے ہیں۔ جب تک زینیش مجھے معاف نہیں کر دیتی مکمل ٹھیک ہونا ناممکن ہے"

طلال نے لیپ ٹاپ بند کیا اور گہرا سانس کھینچتے جواب دیا، پنار نے باہر لاونج میں آکر بیٹھتے کشن گود میں لیا اور ٹیک لگائی۔

سب تیاریوں میں مگن تھے، کچھ ہی دیر میں مہمان بھی آنے شروع ہونے والے تھے۔

"کر دے گی، ان فیکٹ کر بھی دیا ہو گا اس نے۔ آپ پریشان مت ہوں، آپکے بے بی کا سنا۔ بہت دکھ ہوا۔ کنول جیسی بھی تھیں لیکن اس بچے کا کوئی قصور نہ تھا۔ اللہ آپکو ہمت دے، اگر آپ کہیں تو زینو سے بات کروں؟"

پنار کے ہمت بندھانے پر انکا دل پر سکون ہوا۔

"میں نے اوزان کو کہا ہے میری سفارش کرے، اگر وہ تب بھی نہ مانی تو پھر تم کہنا اسے۔ باقی شکریہ بچے، میری ہمت بندھانے کے لیے۔"

طلال کے لہجے میں چھپی یاسیت وہ اچھے سے بھانپ رہی تھی، تبھی پر سکون ہوئی کیونکہ زینیش کے لیے اوزان کا کہا کس اہمیت کا حامل ہے یہ وہ اچھے سے جانتی تھی۔

"ٹھیک ہے، چلیں اپنا خیال رکھیے گا"

پنار نے نرمی سے کہے اجازت لی اور اٹھ کر باہر چلی گئی۔

جبکہ دوسری جانب کنول کے لیے یہ ایک دھچکا تھا کہ اس مشکل وقت ایزل مریم اسکے ساتھ رکی ہیں۔

"تم مجھ سے نظر مت چرا و کنول، مجھے اچھا نہیں لگ رہا"

ایزل مریم اسکے پہلو میں ہی بیٹھیں تھیں، کنول کیسے نظر ملاتی ان سے کہ تیرہ سال سے وہ اس عورت کے ضبط کو آزمانے کی ہر کوشش کرتی آئی ہے۔

"میرے اعمال نظر ملانے کے قابل بھی تو نہیں چھوڑ رہے، کتنا برا کیا میں نے آپکے ساتھ۔ ہمیشہ آپکا دل جلایا، دایب انصاری کو لے کر آپکے دل کو لہولہان کیا، طلال اور آپکے مقدس رشتے کی دھجیاں بکھریں، لیکن آج اس وقت میرے پاس میرا کوئی اپنا نہیں آپ ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ کس منہ سے معافی مانگوں، کیسے آپ سے نظر ملاوں"

کنول کے اندر تکلیف نے اسکے دل میں شگاف ڈال دیا تھا، آج اس عورت نے جب اپنی اولاد کھوئی تب اسے علم ہوا یہ کتنا بڑا کرب تھا، جو وہ اس عورت کو بھی دینے چلی تھی، اور پھر اپنے کیے کا ملال کسی نوکیلے کانٹے کی طرح اسکے وجود میں چبھن بخش رہا تھا۔

"میں نے ہمیشہ تمہاری ہدایت کی دعا کی ہے کنول، تمہارے کہے ہر تکلیف دہ لفظ کو معاف کیا۔ کیونکہ شاید ایزل مریم کا دل کسی سے خفا نہیں ہو سکتا۔ میں جب بیاہ کر آئی تب مجھے طلال اولاد کی طرح ملا، یہی وجہ تھی کہ وہ میری عزت ماں کی طرح کرتا آیا ہے۔ ہاں جب ایک عورت کو اپنے شوہر

سے ناقدری ملے تو وہ فطری طور پر ہر اس عورت سے نفرت کرنے لگتی ہے جسے اسکا شوہر زرا سی بھی عزت و توجہ دے۔ تم نے بھی یہی کیا، وہشت اور بھڑاس نکالنے کے لیے تم مجھے تکلیف دیتی تھی لیکن میں نے ہمیشہ تمہاری محرومی کا سوچ کر در گرز کیا۔ سو تم پشیمان ہو بس کافی ہے، ویسے بھی صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے"

کنول کا دل ایزل مریم کی مہربانی پر تڑپ اٹھا، وہ سمجھ نہ پائی کوئی اتنا اچھا اور وسیع القلب کیسے ہو سکتا ہے۔

"آپ بھی تو دایب انصاری کی پسندیدہ نہ تھیں پھر آپکو کبھی کسی پر چینخنے چلانے کا دل نہ کیا؟ کیسے؟ آپ اپنی تکلیف کیسے کم کرتی تھیں"

کنول کے بھولے سے استفسار پر ایزل کو وہ عورت سچ میں بہت معصوم لگی، جس پر سے سیاہی کا غبار ہٹا تو وہ صاف ستھری دیکھائی دی ہو۔

"کس نے کہا میں انکی پسندیدہ نہ تھی، بس محبت نہ تھی ورنہ نہ میرے حقوق میں انہوں نے کمی یا خیانت کی نہ فرائض میں۔ مجھے ناچاہ کر بھی اس شخص نے اتنا چاہا کہ میرے اندر کوئی گھٹن پیدا ہی نہ ہو سکی۔ ان سے جڑا مجھے بس ایک ہی دکھ ہے کنول، انکی خودکشی کا"

ایزل مریم یہ بتاتے ہوئے آخر تک اپنی آواز کو ڈوبنے سے نہ بچا سکیں تبھی کنول نے بے اختیار انکا ہاتھ جب تھاما وہ لمحہ بہت دوستانہ تھا، جیسے وہ سفاک عورت اب ہمدرد بن گئی ہو۔

"مجھے معاف کر دیں بھابھی، میں ہرگز آپکی معافی کے لائق نہیں پھر بھی۔ اپنے ایک ایک کیے بد عمل اور ایک ایک دل آزاری کا بدلہ میں نے اپنی اولاد کھو کر دیا۔ میں ہر اس فرد سے معافی مانگوں گی جسکا دل دکھایا۔ لیکن آپ کی سب سے بڑی مجرم ہوں"

کنول کی آنکھوں میں آج پچھتاوے اور ندامت کے آنسوؤں کو دیکھ کر ایزل مریم کو اللہ کی مصلحت سمجھ آئی کہ وہ رب واقعی لے کر بھی آزماتا ہے اور دے کر بھی۔

"میں نے تمہیں معاف کیا، بس ایک ہی درخواست ہے کہ اگر طلال تمہیں اپنے نکاح میں رہنے کا کہے تو مان جانا۔ وہ تم سے کھو گیا تو اسکے لیے ساری عمر تڑپتی رہو گی، اپنی زندگی کے رہے سہے رنگوں کو سمیٹ لو اس سے پہلے سب سیاہ و سفید میں بٹ جائے"

ایزل مریم کی تاکید پر کنول نے اپنے آنسو رگڑتے روہانسی کیفیت میں سر کو ہلایا۔

"بہت مشکل ہو گئی ہے زندگی، بہت"

کنول نے جب اپنی زندگی کے سابقہ دنوں پر نظر دوڑائی تو کلیجہ منہ کو آیا۔

"آسانی انسان کے اپنے اعمال لاتے ہیں، اپنے اچھے سلوک سے تم سبکی معافی پا سکتی ہو۔ سمجھو یہی تمہارا اب اگلا ٹاسک ہے۔ اب آرام کرو۔ صبح ہم گھر چلیں گے، دیان کی خوشی سب کی شرکت سے دوبالا ہو دعا ہے"

ایزل مریم نے اسکو شفقت بھری نگاہوں میں سموتے نرمی سے کہا جس پر کنول بھی اداس سا مسکرا ہی پائی۔

جبکہ دوسری جانب جواد بھی چونکہ آفیشنل ڈنر پر مدعو تھے سو میشی اور الماں بھی ڈنر کے لیے کہیں باہر نکل گئے ویسے بھی گھر رہ کر میشی بہت بور ہو چکی تھی، اور محترمہ نے گول گپوں سمیت بہت کچھ کھانے کی فرمائش بھی کر رکھی تھی۔

"کچھ اور منگواوں؟"

میشی کو رغبت سے کھانا کھاتے دیکھ کر الماں نے دبی سی مسرور مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے پوچھا۔

روزی براون اپر کے سنگ بلیک شارٹ شرٹ اور وائڈ بلیک پینٹ پلازو کے ہمراہ بالوں کی ڈھیلی چوٹی بنائے سر، اسکاف سے ڈھانپے ہوئے وہ المان سیال کی آنکھوں میں مرکوز تھی، محترم خود آج فل وائیٹ کے ساتھ بلیک اونی جرسی پہنے وجیہہ و کیوٹ لگ رہے تھے۔

"شادی کے بعد سے کھانا کافی کم کر دیا، حیرت کی بات ہے ابھی تک مجھ سے یہ سب بھی ختم نہیں ہوا۔ یہاں اوزو ہوتے تو حیرت سے سفید پڑ جاتے، اب پلیز ایک سٹرونگ سی چائے منگوالیں"

مشائم نے گہرا اسانس بھرتے کھانے سے ہاتھ روکا جس پر المان نے مسکرا کر ویٹر کو بل لانے کا اشارہ کیا، سٹرونگ سی دو چائے کا آرڈر دیا اور دونوں ساتھ ہی ریسٹورنٹ کے لان میں چلے آئے، وہاں اور بھی کپلز واک کے ہمراہ مشروبات اور چائے کافی پینے میں مگن تھے، میشی اور المان بھی سوئمنگ پول ایریا کے پاس آکر رکے تبھی میشی کو آئی جان کی کال آئی۔

" آئی جان کی کال"

میشی نے فون سکرین دیکھتے بتایا جس پر الماں نے اسے کال پک کرنے کا اشارہ کیا۔

"اسلام و علیکم آئی جان، کیسی ہیں؟"

میشی نے فورا پیار سے پوچھا۔

"وعلیکم السلام، میں ٹھیک ہوں میرے بچے۔ تم بتاو۔ الماں کے آتے ہی ہمیں بھول گئی۔ مجھے لگا تھا تم اور الماں آج انصاری حویلی آجاوگے، دیان کی بہن ہونے کے ناطے تمہیں یہیں سے شرکت کرنی ہے۔ خیر سے زینو تو چلی جائے گی آج قصور، پنار کے پاس۔ تو میں سوچ رہی تھی آج نہ سہی کل تم اور الماں یہیں آجانا۔ جواد بھائی کو بھی لے آنا"

ایزل مریم کچھ دیر روم سے باہر آئیں تو دیان نے انکے لیے اور اپنے لیے ڈنر منگوا لیا، وہ کنول چچی کو دیکھنے گیا تا کہ اس بیچ بڑی امی میشی سے بھی بات کر لیں۔

"اوہ۔۔اوکے میں الماں سے پوچھ کر آپکو تھوڑی دیر تک بتاتی ہوں آئی جان۔"

مشائم کا الماں کی اجازت کے بنا کچھ نہ کرنا ایزل مریم کو بہت بھایا تبھی تو وہ اپنی بیٹی کی سمجھداری پر دل سے مسرور ہوئیں۔

"ٹھیک ہے پوچھ لو اور بتاؤ مجھے، دراصل کنول کا مس کیرج ہو گیا ہے تو میں اسکے ساتھ ہوسپٹل رکی ہوں، دیان کی بھی ڈیوٹی ہے رات کی۔ کل ان شاء اللہ ڈسچارج ہو جائے گی۔ سو انصاری حویلی لگنی چاہیے نہ شادی والا گھر۔ آکر تم ہی یہاں کی سوگوار فضا کو ٹھیک کر سکتی ہو۔ ڈھولک شولک رکھو تا کہ پتا چلے دیان آریز کی شادی ہے"

کنول کے بارے سن کر میشی کو کافی دکھ ہوا اور پھر آئی جان کی خواہش پر وہ اداسی کے باوجود مسکرا دی۔

"اللہ چاچو کو صبر دے، چلیں ٹھیک ہے میں آپکو کنفرم کرتے ہی بتاتی ہوں"

میشی نے فوری کہہ کر کال بند کی تو الماں مستقل توجہ دیے اسی کو دیکھنے میں محو تھا، انداز میں فکر تھی۔

"کیا کچھ ہوا ہے؟"

الماں نے میشی کا اداس چہرہ تکتے متفکر ہوئے پوچھا۔

"جی، کنول چچی امید سے تھیں پر بے بی چلا گیا۔ آئی جان ہوسپٹل ہیں۔ کہہ رہی تھیں تم اور الماں بلکہ جواد انکل بھی وہاں آجائیں۔ انصاری حویلی بہت سونی ہوئی ہے۔ زینو بھی چلی جائیں گی پنار آپا کے پاس"

مشائم نے افسردگی کے سنگ بتایا، الماان بھی سنجیدہ ہوا۔

"دکھ ہوا سن کر، اللہ انکو صبر دے۔ ٹھیک ہے ہم کل چلتے ہیں۔ بابا تو کل قصور جا رہے ہیں مارننگ میں سو میں اور تم انصاری حویلی چلے جائیں گے۔ بابا نے آج جانا تھا پر پھر انکا ایک سیاسی ڈنر آگیا سو رات کا سفر وہ کم ہی پسند کرتے ہیں سو کہہ رہے تھے فجر کے بعد نکل جاوں گا"

الماان نے فوری جیسے بات مانی، مشائم کی ساری اداسی رفع ہوئی، مرجھائا چہرہ پھر سے گلاب ہوا۔

"آاا تھینکیو کیپٹن۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ اپنی پیاری لاڈلی پنار کی مایوں میں شرکت کے بجائے آپ میشی کے ساتھ جانے پر راضی ہو گئے۔ لیکن عائشہ آنٹی اگر اس پر بھی خفا ہو گئیں"

میشی کی خوشی اگلے ہی لمحے جیسے ماند پڑی وہ الماان کو بھی سخت دکھ دے گیا۔

"اب اگر وہ خفا ہوئیں تو انکی یہ بے جا ناراضگی بہت سنگین نتائج لائے گی۔ میری کوشش ہو گی واپسی سے پہلے تمہارا اور انکا پیچ آپ کروا کے جاوں۔ سو اداس مت ہو، کم از کم ایسے کسی لمحے تمہیں اداس ہونے کی اجازت نہیں جب المان تمہارے ساتھ ہو"

وہ المان کو ہی مستقل دیکھ رہی تھی، تبھی آخری جملے نے مشائم کو کھلکھلاہٹ بخشی۔

چہرے پر اس شخص کی توجہ، پیار اور نرمی نے گلال بکھیرے۔

"ایسا ممکن ہی نہیں کہ آپ میرے پاس ہوں اور میشی اداس ہو"

شریر سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ بولی جس پر المان نے اسکی رخسار نرمی سے سہلائے محبت پاش نگاہوں سے دیکھا۔

مزیدار سی سٹرونگ چائے آگئی تبھی بیچ کا فاصلہ بنا کر بس آنکھوں ہی سے شریر سی باتیں کرنی ممکن رہ سکیں، ٹھنڈی خوبصورت سی یہ رات، خنک ہوا،

فضامیں پھیلی ان دو کے سراپوں سے اٹھتی مخمور خوشبو اور یہ ساتھ سب دل کو راحتوں سے نواز رہا تھا۔

..________________________..

جیسا کے زینو نے سوچا تھا وہ سیاسی ڈنر پر اخیر بور ہو گی ایسا کچھ نہ ہوا، وہاں اور بھی لیڈیز تھیں اور پھر جس طرح اسکا ایم این اے اوزان دایب کی وائف کے ناطے تعارف ہوا وہ خود اس پر ٹوکول پر مسرور تھی جو اسے دیا گیا، ڈنر بہت بڑے ریسٹورنٹ ہال میں تھا اور میڈیا کے کارکن بھی موجود تھے،
اوزان جس چیز کو اوائیڈ کر رہا تھا وہی اسکی بے چینی بنتی رہی مگر میڈیا والوں نے انکے بس ایک کپل فوٹو کی ڈیمانڈ کی اور یہ فوٹو وہ لوگ اپنے میگزین کے لیے اوزان کے انٹرویو کے ہمراہ لگانے کے خواہش مند تھے۔

جبکہ جواد سیال بھی پارٹی ڈنر میں سابقہ ایم این اے کے طور پر نہ صرف شریک تھے بلکہ لیگلی انہوں نے اپنی اور اپنی پارٹی کا الحاق اوزان سے کیا اور یوں اوزان کو بھی ایک سٹرونگ ممبر ملنے کے سبب کافی خوشی ہوئی۔

ڈنر نو بجے تک تکمیل پا گیا اور تبھی اوزان نے جلد ہی وہاں سے اجازت لی۔

زینیش کا موڈ فریش تو تھا پر اوزان کو لے کر وہ تھوڑی فکر مند تھی جو خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا مسلسل اپنے فون کی جانب متوجہ تھا جیسے کسی کی کال کا منتظر ہو۔

زینو نے اسے دیکھا جسکے وجیہہ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی تبھی تو زینو کو تھوڑا ڈر بھی لگا۔

اوزان کے بجتے فون نے بیچ کی خاموشی توڑی۔

"ہاں طفیل کہو"

اوزان نے فون کان سے لگاتے فوری استفسار کیا۔

"بھائی، آپکا اور حسیب سر کا اندازہ ٹھیک تھا۔ وہ آدمی صوفی ہے، اپنے دو لوگوں کے ساتھ بہرام کی تلاش میں آیا تھا، ہم نے بہرام کی جگہ لکڑی کا پتلا رکھ کر اسے باندھا تھا تاکہ شک نہ ہو۔ اس آدمی نے تہہ خانے میں گھستے ہی اس پتلے کو جس درندگی سے بھونا، لگ یہی رہا تھا انتہائی نفرت کا معاملہ ہے۔ صوفی سمیت اسکے دونوں لوگ حراست میں ہیں میری۔ اب آپ بے فکر ہو جائیں۔ یہ معاملہ اب طفیل اپنے سگنیچر سٹائیل میں دیکھے گا"

طفیل کی جانب سے ملتی اس اچھی خبر پر اوزان کے چہرے کے سرد پن میں کمی آئی گویا دل پر سے پہاڑ اتر گیا ہو۔

"ویل ڈن طفیل، اینڈ بیسٹ آف لک۔ صوفی کس کا آدمی ہے جب اگلوا لو تو خبر دینا مجھے۔"

اوزان نے شاباشی کے سنگ تاکید کی جس پر طفیل نے فوری سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے بھائی، آپ بے فکر ہو جائیں"

طفیل نے فوری مثبت جواب کے سنگ کال کاٹی تو زینو نے اوزان کے چہرے پر امڈتے اطمینان پر اس سے کچھ کہنے کی ہمت جمع کی۔

"اوزان"

زینیش نے گردن گھماتے پکارا جس پر اوزان نے ڈرائیونگ سے لحظہ بھر نظر ہٹائے سر گمایا تو زینو کے پریشان تاثرات پر شریر ہوتا مسکرایا۔

"تمہارا کیوں رنگ پیلا پڑ رہا ہے، مایوں تو تمہاری سہیلی کی ہے"

اوزان نے اسکے گھبرائے چہرے پر چوٹ کی جس پر وہ زرا قریب کھسک کر بیٹھے اوزان کی بازو تھامے افسردگی کے سنگ ساتھ جا لگی۔

"مجھے اچھا فیل نہیں ہو رہا، دل گھبرا رہا ہے۔ عجیب بھی لگ رہا ہے۔ اس وقت جب وہ دکھی ہیں اور دیان بھائی کی شادی ہے، میں جا رہی ہوں۔

اور پھر آپ مجھے صرف ڈراپ کریں گے یہ سوچ کر پریشانی ہو رہی ہے"

زینیش نے نم سی آواز میں ڈھیروں خدشے کہے، اوزان نے گاڑی کی سپیڈ زرا بڑھائی تا کہ یہ سوا گھنٹے کا سفر آدھے گھنٹے میں کٹے کیونکہ اوزان کو واپس بھی آنا تھا اور آج کیسٹ سننے کا کام بھی مکمل کرنا تھا۔

"آئی جان کو میسج کیا تھا میں نے کہ میشی اور المان کو حویلی بلوا لیں تا کہ رونق لگے، تم ٹنشن مت لو۔ تم پنار کے ساتھ انجوائے کرنا۔ اور میں ضرور تمہارے ساتھ رکتا لیکن مجھے یہاں کچھ ارجنٹ کام نمٹانے ہیں۔ چاچو کی فکر مت کرو میں انکو اکیلا نہیں ہونے دوں گا۔"

اوزان نے اسکے تمام تر خدشے، فکریں اور ہچکچاہٹ کا خوبصورت لب و لہجے میں خاتمہ کیا جس پر زینو نے کندھے سے سر اٹھائے اوزان کو دیکھا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے واپسی پر انکو معاف کر دوں گی، بابا بھی کہوں گی"

زینو نے بہت تکلیف کے سنگ یہ لیا فیصلہ بتایا جبکہ اوزان نے ایک ہاتھ، زینیش کے ہاتھ میں مقید کرتے اسکی بے داغ ملائم پشت ہونٹوں کے پاس لے جاتے چومی۔

"گڈ گرل، مجھے تم سے یہی امید تھی۔ سہیلی کی شادی ہے اور تمہارا چہرہ مرجھایا ہوا ہے۔ اچھی بات نہیں ہے، مسکراؤ اب۔ ورنہ میرا دھیان تم سے ہی جڑا رہے گا"

اوزان کی خوشی، اسکا سراہنا، پیار دینا سب وہ دو دن بہت مس کرے گی یہی سوچ سوچ کر گلاب چہرے کی دلکشی ماند پڑ رہی تھی۔

"میں چاہتی ہوں آپکا دھیان مجھ سے ہی جڑا رہے"

زینیش کے بے قرار شکستہ جملے پر اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے پھر سے چوما۔

"تم اتنی بے چین کیوں ہو رہی ہو زینیش، میں ہوں تمہارے ساتھ"

اوزان نے اپنے لہجے میں مٹھاس بھرے جذب سے یقین دلایا اور اس سادہ مگر حسین ترین اعترافات میں سے ایک پر زینو نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔

"اوزان اگر کچھ برا ہو گیا۔ ہم دوبارہ نہ مل سکے"

زینش کی ایسی تابناک سرگوشی پر اوزان نے کچھ فاصلے پر چائے کا ڈھابہ دیکھتے گاڑی روکی، زینو جھٹکے پر اسکا بازو چھوڑتی ڈر کر سیدھی ہو کر بیٹھی جیسے گماں ہو وہ اسے بری طرح اس بات پر ڈانٹ دے گا۔

"کیسی فضول باتیں کر رہی ہو، سفر کے بیچ اللہ کا نام لیتے ہیں۔ خیر کی دعا مانگتے ہیں۔ آو چائے پلاوں تمہیں مزیدار سی۔ تاکہ تمہارا دماغ درست ہو"

اوزان خفت سے بڑبڑاتا، برہمی کا اظہار کیے کار ڈور اوپن کرتے اترا اور دوسری طرف سے زینو کی طرف کا بھی دروازہ اوپن کیے اسکا ہاتھ پکڑے باہر لایا۔

"مجھے اچھی فیلنگ نہیں آرہیں، میرا دل بلاوجہ خوف زدہ نہیں۔ کیسے بتاوں انکو کہ نظر سے دور کرنے پر دل مان نہیں رہا"

اوزان کا ہاتھ تھامے وہ اسکے ساتھ چل تو پڑی پر دل سوکھے پتے کی مانند پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"دو مزیدار سی سپیشل چائے لے کر آو"

وہیں میز کرسیوں کے پاس آکر اوزان نے وہاں موجود بارہ تیرہ سالا بچے کی گال سہلائے کہا جس پر وہ خوشی دونوں کو بیٹھنے کا کہتا اندر دوڑا۔

وہ لوگ کوٹ سے بیس منٹس کی ڈرائیو پر موجود تھے۔

زینیش نے تیز سرد ہوا سے بکھرتے بال سیمٹے دوپٹہ اچھے سے سر پر اوڑھا، اوزان نے کرسی پیچھے کو کھسکائے زینو کو بیٹھایا اور خود بھی سامنے ہی براجمان ہوا، عام سا چھوٹا سا ڈھابہ تھا مگر رنگ برنگی روشنیوں سے انٹرنس بہت پیاری سجائی گئی تھی۔

"کوئی پریشانی ہے؟شئیر ودمی"

اوزان نے مسرور انداز میں یہاں پھیلی مٹی کی سوندی مہک ان ہیل کی اور پھر تمام تر توجہ زینیش پر مرکوز کی جو بس اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو پیارے، عزیز اور قریبی سے بھی کسی افضل لفظ کا مستحق تھا۔

"اگر میرا دل آپکو جانے کی اجازت نہ دے تو کیا تب بھی نہیں رکیں گے؟"

بہت دیر بعد وہ یہ سوال کر سکی، اوزان نے کچھ دیر زینیش کو دیکھا، شاید وہ اسکی آنکھوں میں جھانک کر اس لڑکی کی بے قراری کا سبب جاننا چاہتا تھا۔

"تمہیں پتا ہے میں وہاں کمفرٹیبل نہیں ہوں، مجھے تمہارا کوٹ اجنبیت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ وہاں مجھے اک اضطراب گھیر لیتا ہے شاید اس جگہ سے جڑے حوالے تلخ ہیں۔ بابا کی سزا اسی جگہ سے شروع ہوئی تھی، جب تک اپنے اس اضطراب کا حل نہ ڈھونڈ لوں، خوشی سے وہاں قیام نہیں

کر سکتا۔ اور ویسے بھی میں رک بھی گیا تو تم نے تو مجھے وقت ہی نہیں دینا نہ میں یہ چاہوں گا کہ تم پنار کو اکیلا کرو"

اوزان نے بہت تفصیلی طور پر اپنے گریز کی وضاحت دی اور زینیش کا دل تھا کہ ڈوبتا ہی جا رہا تھا۔

"لیکن آپکو میری ضرورت ہوئی، تو آپ کیا کریں گے؟"

زینیش کے سوال کی خوبصورتی بڑھ بھی سکتی تھی پر وہ سیدھی بات کرتی تو لیڈی کمپلیئین کے لقب کی شان میں گستاخی ہو جاتی۔

"اگر تم کہتی کہ مجھے آپکی ضرورت پڑی تو کیا کروں گی پھر ضرور جواب دیتا"

اوزان نے نا چاہتے ہوئے بھی مصنوعی برہمی جتائی، زینو کا چہرہ تکلیف کے تاثر سے اٹا تبھی تو اس نے بے ارادہ ہی میز کی سطح پر رکھا اوزان کا خوبصورت ہاتھ اپنے ملائم ہاتھ میں تڑپ کر جکڑا۔

"میرا مطلب وہی تھا اوزان"

لہجے میں تاسف، حسرت و لاڈ بھرے بولی، اوزان کے ہونٹوں پر جان لیوا مسکراہٹ ہمکی۔

"تو میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاوں گا، ایک سوا ایک گھنٹے کی دوری اتنی زیادہ نہیں ہے زینیش"

اوزان دایب کا یقین دلانا اس قدر خوبصورت تھا کہ وہ مسکا دی، ساری اداسی دور ہو گئی۔ فضا میں چھائی خنکی میں اس شخص کی خوشبو گھلی ہوئی تھی، غیر محسوس انداز میں زینو کی دھڑکنیں ان نگاہوں کی وارفتگی نے بڑھائیں تو زینو نے فوری اپنا ہاتھ اسکے مضبوط و پر کشش ہاتھ سے کھینچا۔

وہ پیارا سا بچہ دو مزید ار بھاپ اڑاتے چائے کے کپس کے ہمراہ تازہ بنی تندوری سینیمن اینڈ چاکلیٹ کوکیز لائے میز کی سطح پر رکھے دونوں کو پروستا دھیما مسکرایا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟ پڑھتے بھی ہو یا بس کام کرتے ہو یہاں"

اوزان نے اسکے بال سہلاتے پوچھا جس پر وہ خالی ٹرے بغل میں دباتا مسکرایا۔

" ظفر نام ہے، جی پڑھتا ہوں۔ لیکن اپنے سکول کی فیس بے بے سے نہیں مانگتا بلکہ خود دیتا ہوں۔ میری اماں کوٹ کے سب وے میں کام کرتی ہیں، وہاں کی باجی نے ہی میرا اسکول میں داخلہ کروایا تھا"

ظفر کے انکشاف پر اوزان نے بے اختیار زینش کو دیکھا جو ظفر کی لائی کوکیز مزے سے ٹرائے کر رہی تھی، اوزان کے دیکھنے پر خفیف سا بوکھلائی۔

وہ بچہ زینو کو اتنا تیار دیکھ کر پہچان ہی نہ سکا تبھی تو اوزان اور زینو ایک ساتھ ہنس دیے، اوزان کو بھی یہ دلفریب سی کنفوژن دور کرنی مناسب نہ لگی۔

"بہت پیاری ہے پھر وہ باجی، خوب دل لگا کر پڑھنا۔ اور یہ جو اتنی سی عمر میں تم اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی ننھی منھی کوشش کر رہے ہو یہی تمہارے اندر خود اعتمادی پیدا کرے گا۔ بل کے ساتھ اپنی ٹپ لینا مت بھولنا، کیونکہ یہ کوکیز تو دیکھنے سے ہی مزیدار لگ رہی ہیں اور خوشبو بتا رہی ہے دار چینی کے ذائقے سے بھرپور ہیں"

اوزان کے پیار بھرے جواب پر وہ بچہ فوری فرمابرداری سے سر ہلاتا مسکرا کر وہاں سے گیا تو زینو نے رشک سے اس بچے کو جاتے دیکھا۔

"میک آپ کر کے تم بچے کی پہچان سے نکل گئی، لیکن یہ سوئیٹ تھا زینو؟"

اوزان کے شریر استفسار پر وہ کوکی کو چائے کے کپ میں ڈبو کر بائیٹ لیتی ہنسی۔

"سوئیٹیسٹ تھا، اسکی امی میرے سب وے کی زعفرانی کھیر میکر ہیں۔ بہت ہونہار اور ٹیلنٹڈ"

زینو کے مسکرا کر بتانے پر اوزان دھیما سا متاثر کن مسکرایا، ذہن میں زینیش کی خواہشات گھومیں، خاص کر ماسٹر کرنے والی۔

"یہ شادی، ولیمے کا جھنجھٹ ختم ہو پھر تمہاری خواہشوں پر طویل تر سوچ بچار کروں گا"

زینیش کی توجہ اوزان نے اپنی سمت مبذول کی، اسکے ہونٹوں پر گلابی متبسم رنگ ابھرا، وہ اپنے لہجے کے ہیر پھیر سے زینو کے دل کی دھڑکنوں کا اتار چڑھاو قابو کرنے کا ماہر تھا۔

"پکا؟"

وہ بچوں کی طرح کھلکھلائی۔

"ہاں لیکن اپنے ڈیری فارم کی بھینسوں کے دودھ سے بنا تازہ مکھن کھلانا پڑے گا"

وہ اسکی اس درجہ دیسی شرط پر ہنسی۔

"آپکو پسند ہیں یہ دیسی چیزیں؟"

زینو کو تجسس و خوشی ایک ساتھ ہوئی۔

"پائے سے اندازہ ہو جانا چاہیے تھا تمہیں"

اوزان نے ایک کوکی خود بھی ٹرائی کی، سینیمن کے لائیٹ فلیور اور چاکلیٹ چپس کے تیز ذائقے سے بنی وہ محدود میٹھے والے کوکیز ذائقے اور بناوٹ دونوں میں لاجواب تھیں۔

"ڈن، کھلا دوں گی۔ آپکو پتا ہے کوٹ کے کھیت کھلیانوں میں تو اب ساگ بھی اگ رہا ہو گا۔ آپ جب مجھے لینے آئیں گے تو آپکو فل دیسی ناشتہ کرواؤں گی"

زینیش نے ساگ کا ذکر کر کے اوزان کے منہ میں پانی بھر دیا تبھی تو اسکے بگھڑے معصومانہ تاثرات پر وہ دبا دبا ہنسی، جیسے اوزان کو تنگ کر کے خوشی ملی ہو۔

"لگتا ہے میری ڈائٹنگ کا بیڑا غرق کروائے گی یہ لڑکی"

اوزان نے سنجیدہ ماحول کو اپنی شریر باتوں سے حسین کیا۔

یہاں سے کوٹ تک مزید بیس منٹ کا فاصلہ تھا۔

اوزان نے بل کے ساتھ ظفر کو مزید ار کو کیز کے لیے ٹپ بھی دی اور وہ دونوں کوٹ کی جانب گامزن تھے۔

سیال حویلی کو اس قدر سجایا گیا تھا کہ باہر سے ہی چھوٹی چار دیواری کے سبب اسکی چکا چوند روشنی دیکھی جا سکتی تھی۔

"انجوائے کرنا خوب، میں فارم ہاوس پہنچ کر تمہیں میسج کر دوں گا اپنی خیریت کا۔ کوئی میرا پوچھے تو کہنا کچھ اہم کام تھا"

اوزان نے گاڑی سیال حویلی کے داخلی دروازے کے باہر روکی جس پر زینیش نے بے قرار نظریں اوزان پر ڈالیں، اسے امید نہ تھی کہ وہ باہر سے جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔

" تھوڑی دیر تو رکیں اوزان، خان بابا سے مل لیں۔ ایسے مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے"

زینو نے اسکا مضبوط ہاتھ پکڑے جکڑا، آواز ملتیجانہ ہوتی اختتام تک ڈوب گئی، گہری سنہری آنکھوں میں ویرانگی اتر آئی۔

"رک گیا تو واپسی کو دیر ہو جائے گی، رات کا سفر ہے مجھے ہر ممکنہ جلدی نکلنا ہے۔ میں پہنچ کر کال کرتا ہوں تمہیں ابھی تم پنار کے پاس جاو"

اوزان نے نرم اور میٹھے لہجے میں توجیہہ پیش کرتے اسکے گال کو نرمی سے چھوا۔

"جس طرح آج آپ اپنے حق سے میری خوشی کے لیے دستبردار ہوئے ہیں اوزان، ایسا کوئی نہیں کرتا۔ مجھے پتا ہے میں نے آپکو شروع دن سے اب تک بہت تنگ کیا ہے مگر آپ نے مجھے دی تکلیف کے ہر ہر لمحے کی تلافی کی ہے۔ میں اور میرا دل آپ سے بہت راضی ہیں، بہت۔۔۔۔ اپنا خیال رکھیے گا اور سفر کی دعا جاتے ہوئے بھی پڑھ لیں۔ اور پہنچتے ہی پہلا کام مجھے میسج یا کال کا کیجئے گا"

لہجہ نم اور آواز رندی تھی پھر بھی وہ سب اوزان کو دیکھتے پوری محبت اور جذباتیت سے بولی اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ اوزان دایب نے اسکی کمر میں

ہاتھ لپیٹ کر اپنے انتہائی رد عمل سے زینیش کو لمحے میں تھرا کر رکھ دیا، ایسے نشاط پرور لمس کے بعد جذبات میں شدت آتی تھی لیکن ان دو کو تمام شدتیں خود میں سمیٹنی تھیں اور وقتی سہی دو الگ سمتوں کی جانب گامزن ہو کر جدا ہونا تھا، وہ اسکی سانسوں کو مہکاتا، اسکے دل کی دھڑکنوں کو بڑھاتا اسکے ہر احساس میں فقط اک بے اختیار لمس سے اتر گیا اور جب بیچ میں فاصلہ استوار ہوا تو ہونٹوں سے زیادہ آنکھیں ایک دوسرے کو محبت بھرے فسانے سنانے میں مشغول نظر آئیں۔

"پہلا کام شکر کا کروں گا کہ جان چھوٹی ہر پل بہکاتی چڑیل سے، میں اپنے حق سے دستبردار نہیں ہوا زینیش اوزان دایب، بس رعایت دی ہے تمہیں سنبھلنے کے لیے۔ کیونکہ ابھی تم میں اوزان دایب کی محبت کی عملی تفصیل سہنے کی تاب نہیں۔"

پر شدت تشنہ لمس اپنا سحر زائل نہ کر پایا کہ ذو معنی جملے زینیش کی لمبی پلکوں کو لرزا کر آنکھوں کا حجاب بنا گئے۔

"میں مس کروں گی آپکا یہ پاگل پن، جو میرا سانس روک دیتا ہے"

آج وہ اسکے پیار بھرے استحقاق پر کانپی نہ تھی اور یہ ثبوت تھا اسکا اوزان کی قربت میں راضی ہو کر پر سکون ہونے کا، بس حیا نے عارضوں پر سرخی انڈیل دی تھی۔

"میں زیادہ مس نہیں کرنے دوں گا، اب جاو اور خود سے کچھ وقت رہائی دو مجھے"

اسکی جبین چومتے اپنے بے قابو جذبات کو جس ضبط سے اوزان نے دبایا، اسکی یہ برداشت تک زینو کو اسکے لیے دیوانہ کر گئی۔

"آئی لو یو سو مچ"

اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اوزان کی داڑھی میں ڈوبی ٹھوڑی چومتی وہ مسکرا کر اپنا بیگ اور فون لیتی اپنی رعنائی، خوشبو اور طلسمی قوت سمیت گاڑی سے نکلی جبکہ اوزان نے اسکے سیال حویلی کے اندر جانے تک اسکو اپنی

محبت سے بھری نگاہوں کا مرکز بنائے رکھا اور زینو کے اوجھل ہوتے ہی اوزان نے بھی گاڑی واپس موڑ لی۔

..________________________..

"اوزان اندر تک نہیں آیا، ایسی بھی کونسی بس نکل رہی تھی اسکی بھئی"

زینو کے آنے نے سبکو ہی سرپرائز کیا، ابٹن کی تیاریاں شروع تھیں، جبکہ زینو کو جس کا خدشہ تھا وہی ہوا، عائشہ سیال نے اوزان کی واپسی کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"اہم کام تھا عائشہ آنی ورنہ وہ ضرور رکتے"

پنار کے پاس ہی بیٹھی زینو نے فوری جواب دیا، اوزان کے لیے کوئی برہم تک ہو کر بولے یہ اسے گوارا نہ تھا۔

"جتنا بھی اہم تھا، دو منٹ اگر وہ اندر آ کر ہم سب سے مل لیتا تو اسکی شان میں کمی نہ آ جاتی"

عائشہ کا کھردرا اور سرد لہجہ اس بار نہ زینو کو پسند آیا نہ پنار اور سانول سیال کو۔

"ہر بات کو پکڑ نہیں لیتے پتر، جانے بھی دیتے ہیں۔ وہ یہاں بے چین ہوتا ہے تبھی نہیں اندر آیا۔ جاو تم دونوں رسم شروع ہونے والی ہے، میں سمجھاتا ہوں اپنی بہو کو"

خان بابا نے ہی یہ تلخ سچویشن قابو کی جبکہ پنار اور زینو نے شکر کیا کہ دونوں کو وہاں سے جانے کی اجازت ملی۔

عائشہ نے برہمی سے بابا سائیں کو دیکھا جو عائشہ کے اندر کئی کڑواہٹ سے خود بھی تشویش میں مبتلا تھے۔

"آپ نے دایب کو بھی بے جالاڈ دیے تھے، اور پھر سنگین اور تابناک انجام بھگتا، اب اوزان کے ساتھ بھی آپکا رویہ ویسا ہی ہو رہا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی زینو اور آپکو اوزان میں ایسا کیا دیکھائی دیا کہ دونوں اسکے گرویدہ ہی ہو گئے ہو۔"

عائشہ کا کڑوا استفسار خان سانول سیال کو بڑا رنج دے گزرا۔

"انسانیت دیکھائی دی ہے جو بڑے سے بڑا اچھا اور نیک بھی مشکل کے وقت ترک کر دیتا ہے، رحم کھا عائشہ پتر، اتنی کڑوی مت ہو کہ یہ کڑواہٹ تیرا سارا سکون نگل جائے۔ جا میرا بچہ یہ کڑیوں کی رسم ہے کرو جا کر، میں بھی زرا باہر مہمانوں کو دیکھتا ہوں۔ سب سوغاتیں لائے ہیں اپنے اپنے علاقے کی کہ خان سانول سیال کی پوتی کی شادی ہے کوئی کمی نہ ہو"

وہ اپنے اول جملوں سے عائشہ کے دل کو دہلا گئے تبھی تو گہرا سانس ہی بھرتی رہ گئیں۔

علاقے کی عورتیں، بزرگ خواتین سب ہی حویلی کے زنان خانے میں جمع تھیں، پنار نے سفید رنگ کی شارٹ کرتی اور پٹیالہ شلوار پہنے بال ڈھیلے سے پونی بنائے، زینو نے اسکے گرد باز و حائل کیے آئینے کے سنگ بہت سادہ سی مایوں کی دلہن کو دیکھا۔

" تمہیں پتا ہے دیان نے کہا تھا سپیشل والی پکس بھیجنا سو جب وہ لیڈیز مجھے ابٹن لگائیں گی تم کچھ ڈیسنٹ سی پکس لے لینا۔ نہ بھیجیں تو اس سر پھرے کا کوئی بھروسہ نہیں یہیں نہ ٹپک آئے"

پنار کے لہجے میں ابھی سے حیا سموگئی تبھی تو زینو شریر سا ہنسی۔

"اہمم اہمم مطلب دیان بھائی تمہیں ہر روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ضرور بناؤں گی۔ مجھے تمہارے پاس آکر بہت خوشی ہو رہی ہے سچی"

زینو کی ایکسائٹمنٹ پر پنار نے پیار سے اپنے گرد جمی بازوؤں کو اسکے ملائم ہاتھ پکڑے کھولا اور روبرو ہوئی۔

"اور مجھے تم سے زیادہ اوزان بھائی پر پیار آرہا ہے جنہوں نے میرے پیپے بچے کو میرے پاس آنے کی اتنی لیٹ نائیٹ بھی اجازت دی۔ سچی زینو وہ بندہ تم پر مر مٹا ہے۔ ورنہ کون ایسی حسین وائف سے دور ہوتا ہے، ہمیشہ قدر کرنا انکی۔ پہلے مجھے لگتا تھا وہ تمہیں بہت رولیں گے لیکن اب لگتا ہے وہ تم سے محبت کرنے میں تم سے آگے نکل گئے۔ جو انسان ہماری چھوٹی چھوٹی خواہش و خوشی کو اہمیت دے وہ بہت انمول ہوتا ہے"

پنار کو اب بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ زینو اسکے ساتھ ہے، جبکہ زینیش اسے کیا بتاتی کہ وہ تو بہت خاص لمحے آج زینو کے لیے قربان کر چکا ہے، یہ کر کے وہ زینیش کو اپنی الفت میں پور پور ڈبو چکا ہے۔

"ایسا ہی کروں گی، تم بھی قدر کرنا دیان بھائی کی۔ خیر چلتے ہیں۔ ہونے والی سہاگن کا وی آئی پی سنگار ہونے والا ہے۔ ویسے یہ رسم میری بار نہیں ہوئی مجھے بہت پسند تھی، لیکن میں تمہاری پر ہی انجوائے کر لوں گی"

زینو اس سب کے لیے جیسے پرجوش تھی، پنار نے ہنس کر اسکی ملائم گلابی گال کھینچی۔

"تم پر ویسے ہی اوزان دایب کی محبت کے پیلے سرخ گلابی سارے رنگ چڑھے ہیں، آجاو میں خود بہت ایکسائڈ ہوں۔ خاص کر عطر، دودھ، گلاب اور شہد کے پانی سے نہانے کے لیے۔۔۔ ہاہا۔۔۔ دیان کو بتایا تو انکا دل خوامخواہ للچا جائے گا۔۔۔"

پنار کو اس نازک وقت شرارتیں سوجھ رہی تھیں، جبکہ دونوں ہنستی ہوئیں بلبلیں حویلی کی اداسی کو اپنی موجودگی سے قدرے زائل کر چکی تھیں۔

پنار کو زمین پر بچھے قالین پر بٹھائے باری باری کوٹ کی خواتین نے آکر ابٹن لگائی، کوئی اسکے گال پر لگا کر گیا کوئی اسکے خوبصورت ہاتھوں پر، بالوں میں تیل سے گیلی انگلی پھیرتے بڑی بزرگ عورتیں اسے شگن کے پیسے دیتیں پیار کیے جا رہی تھیں جبکہ زینش، تمام مٹھیائیوں، حلوے جات اور میٹھی

سوغاتوں کے پیکٹ تمام مہمان خواتین میں پروسنے کے ساتھ پنار کے ہر ہر مسکراتے لمحے کو اپنے فون میں کیپچر کرتی جارہی تھی۔

ابٹن کی رسم ختم ہوئی تو دلہن کو چند قریبی خواتین جن میں عائشہ سیال بھی تھیں، سیال حویلی کے شاہی حمام لے کر بڑھیں، عطر، گلاب کی پتیوں سے ملے دودھیا شہد پانی سے پنار کے چہرے بازووں ہاتھوں اور پیروں سے جب ابٹن اتاری گئی تو سب علاقائی خواتین خوبصورت ماہیے گاتیں لاج بھری اداوں سے ہنسیں، کھلکھلائیں۔

کسی نے دلہن کے دامن میں نیک اولاد کی دعا باندھی، کسی نے ہمسفر کی تاعمر چاہت کی اور کسی نے دونوں کے ساتھ کی۔

یہ اتنے خوبصورت لمحے تھے کہ انکو قید نہ کرنا ناانصافی تھی، خوشبووں کے جھونکے جسموں کو چھو کر دلوں میں اتر رہے تھے، رنگ برنگی روشنیاں، ملبوسات، زیورات تحائف کی صورت پیش کیے گئے۔

پنار کے ہونٹوں سے پُر حیا مسکراہٹ ہٹنے کا نام نہ لے سکی، اور زینیش نے اسکی ہر ہنسی، ہر مسکراہٹ کیمرے میں مخفوظ کی۔

رسم ختم ہوئی تو پنار نے گیلے کپڑے چینج کیے اور ٹروزر شرٹ میں ملبوس ہوتی کمرے میں آئی تب تک زینو بھی چینج کیے سادہ سی وائیٹ چکن کی کرتی اور وائیٹ ہی پلازو پہنے بالوں کو میسی بن کی شکل دیے نماز پڑھ کر بیڈ پر آ لیٹے فرصت سے ساری پکس دیکھ رہی تھی۔

پنار بھی مسکراتی اسکے پاس بیٹھے ہی اسی کے تکیے پر سر رکھے لیٹی، دونوں کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"یہ دیکھو میں نے یہ چھ پکچرز چوز کی ہیں، اب تم یہ اپنے دیوانے کو بھیج دو"

پنار نے زینو سے فون لیا اور سلیکٹ کی گئی تمام پکچرز دیکھ کر ہنسی۔

"مجھے اس روپ میں دیکھ کر دیان آریز کے جذبات مچل گئے تو؟"

پنار نے اپنا خدشہ ڈرتے کہا جس پر زینو نے متبسم ہوتے دانت نکالے۔

"پھر کیا، صبر کے سوا انکے پاس کوئی حل نہ ہو گا"

زینش نے فوری محظوظ ہوتے جوابا شریر سرگوشی کی جبکہ اس بیچ پنار نے وہ ساری چھ کی چھ پکس دیان کو واٹس ایپ کیں۔

نائیٹ شفٹ کے سبب محترم کورونری وارڈ میں ہی موجود تھے جب جینز کی جیب میں اٹکا یا فون لگاتار چھ بار رنگ کیا۔

"ویسے آپ واحد ہی بندے ہیں جو اپنی مایوں کی تیاری چھوڑ کر مریض دیکھ رہے ہیں، کاش اللہ ہم سبکو دو دن کے لیے موجزاتی شفاء دے دیں تا کہ ہم سبکی فکر چھوڑے آپ اپنی سفید پروں والی شہزادی کو پورے پروٹوکول سے رخصت کروالائیں"

سلمان صاحب آج بھی دیان کو ہوسپٹل دیکھ کر شرارت سے کہے بنا نہ رہ سکے۔

"اتھری گھوڑی واقعی سفید پروں والی شہزادی بن گئی ہے، آپ نے ٹھیک نام دیا اسے"

دیان نے اپنی فون سکرین پر ابھرتی ان حسین تصاویر کو ہر ہر زاویے سے دیکھا، آنکھوں میں سرور سا امڈ آیا۔

"دیکھا کہا تھا نہ، ہم سب کی طرف سے آپ دونوں کے لیے ولیمے کے بعد ایک سرپرائز لنچ ہے۔ ہم سبکے ساتھ۔ یہ رہا اسکا انویٹیشن"

سلمان صاحب اور باقی وارڈ کے پیشنٹس نے ہینڈ میڈ کارڈ بنایا تھا اور دیان اسے انکے ہاتھ سے لیے ہنس پڑا، وجہ ان سب کا لگاو اور محبت تھی۔

"تھینکیو، یہ بہت سوئیٹ گفٹ ہے"

دیان نے سبکو ایک سی نرم نظر میں لیے مسکرا کر وہ گفٹ ریسو کیا اور وارڈ سے نکلتے ہی پنار کو کال کی۔

زینو اور وہ پکس ہی دیکھ کر ہنس رہی تھیں جب دیان آریز کی کال پر دونوں نے ہنسی روکے ایک دوسرے کو کیوٹ سے ڈر میں لپٹ کر دیکھا۔

"مچل گئے جذبات، ہاہا تم کرو بات آرام سے میں بھی اوزان کو کال کروں کے پہنچے یا نہیں"

زینو نے شرارت سے چھیڑا اور اپنی گرم کیپری شال گرد لپیٹے بیڈ سے اتری، جوتے پہنے اور اپنا فون لیتی کمرے سے پنار کو بیسٹ آف لک کا اشارہ کرتی نکل گئی۔

پنار نے تکیے پر سر گراتے نچلے لب کو دانت میں دباتے کال ریسو کیے فون کان سے لگایا۔

"رسمیں تو خاصی دبنگ تھیں بٹ یو لک سو کیوٹ"

دیان کے تجسس کے سنگ کی تعریف پر پنار کے ہونٹ مسکراہٹ کی صورت پھیلے۔

"تھنیک یو فار دی کمپلیمنٹ۔ کیوٹ لگ رہی ہوں اسکا علم نہیں تھا مجھے"

وضاحت کے ہمراہ وہ جو کہہ رہی تھی اس پر دیان کی آنکھیں خمار سے بھریں۔

"کچھ اور بھی لگ رہی ہو، مل کر بتاوں گا۔ اور ہاں کسی سے مہندی لگوانے کی ضرورت نہیں۔ کل خود آوں گا یہ فرض نبھانے، کچھ رسمیں ہمارے ہاں بھی ہیں، تحائف وغیرہ کی۔ اور کل مایوں مہندی کے کمبائن فنکشن پر تم ہماری طرف سے آیا جوڑا پہنو گی وہی پہنچانے کی ذمہ داری مجھے ملی ہے۔"

دیان کے رعب اور الفاظ کا استحقاق الگ مگر کل اسکا آنا الگ ہی پر خمار کیفیت طاری کر گزرا۔

"آپ کو مجھ تک پہنچنے کے لیے مے بی اپنی بھابھی سے بھائی کو کہہ کر سفارش کروانی پڑے، ممی نے ولن کا کردار ادا کرنے کی ٹھان رکھی ہے آجکل"

پنار نے شرارت پر آمادہ ہوتے دیان کو ڈرانا چاہا۔

"میں نے بھی ڈھیٹ عاشقوں کے گھاٹ کا پانی پی لیا سمجھو، ڈونٹ وری۔ ساری سفارشیں اپنے ہی گھر کی ہیں۔ چلو بائے بہت بزی ہوں۔ کل ملتے ہیں"

دیان بھی اپنے نام کا واحد تھا، پنار نے مسکرا کر اجازت دی لیکن کل کے لیے وہ شادی کے دن سے زیادہ پرجوش تھی، شاید دیان آریز سے جڑا عام سا جذبہ بھی اسکے لیے بہت قیمتی ہو چکا تھا۔

وہیں لان میں انتہائی ٹھنڈک کا احساس، گرم کپری شال سے قدرے کم ہوا، زینو نے اوزان کا نمبر ڈائیل کیے وہیں آرام دہ کرسی پر بیٹھے فون کان سے لگایا۔

اوزان بس فارم ہاوس سے دو تین منٹ کی ڈرائیو پر تھا۔

"جی محترمہ"

فون سپیکر پر ڈالے اوزان کی زرا دبی ابھرتی آواز پر زینو نے سکھ کا سانس لیا۔

"شکر ہے آپکی آواز سنی، کال کیوں نہیں کی؟"

زینو نے فوری شکوہ کیا۔

"ابھی پہنچا ہی نہیں، بیٹھ بیٹھ کر کمر اکڑ گئی۔ اب تو دل کر رہا کوئی آکر ڈرائیونگ کر دے۔ تم بتاو ہو گئی رسمیں"

اوزان کی آواز سے بھی زینو کو احساس ہو رہا تھا جیسے وہ بہت تھکا ہوا ہے۔

"جی سب ہو گیا۔ کل مہندی اور مایویں کا کمبائن فنکشن ہے، آپ سیدھا حویلی جا رہے ہیں نہ؟ پلیز سو جایئے گا"

زینو کے مشورے پر اوزان نے گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھائی۔

"فارم ہاؤس جا رہا ہوں، حویلی صبح جاؤں گا۔ سونے کی گارنٹی نہیں کیونکہ اچھی وائبز نہیں آ رہیں۔ لگ رہا ہے آج رت جگے کی نوبت آنے والی ہے"

اوزان کے تھکے ماندہ بوجھل لہجے پر زینو کا گلاب چہرہ بھی مرجھایا۔

"پریشان کر رہے ہیں مجھے"

زینو کی آواز ڈوبی جس پر اوزان تمام تر تکان کے مسکرایا۔

"ہاں تاکہ تم مجھے ہی سوچتی رہو، ریلکس۔ کچھ ارجنٹ کام ہے تبھی کہا۔ چلو رکھ رہا ہوں فون آنکھوں کے آگے دھند سی آ رہی ہے، کہیں کسی درخت سے نہ دے ماروں گاڑی"

اوزان نے جان بوجھ کر تنگ کرتے کہا اور زینو نے حراساں ہوتے اوزان کی باتیں سنیں۔

"اوزان آپ میری جان لینا چاہتے ہیں، کیا اول فول بول رہے۔ بھنگ تو نہیں پی لی۔۔۔ جب تک فارم ہاوس نہ پہنچ جائیں کال پر رہیں، ورنہ بتا رہی ہوں رو رو کر سیال حویلی سر پر اٹھا لوں گی"

زینش کے یہی شدت بھرے جملے سننے کے لیے تو وہ کچھ بھی بے تکا ہانک گیا، خوبصورت سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجتی اوزان دایب کی ملاحت و دلکشی کو چار چاند لگا گزری۔

"ایسی زینو بہت پیاری ہے مجھے، میرا بس چلے تو تمہارے دل سے دنیا جہاں کی فکریں نکال کر اپنی بھر دوں۔"

اوزان نے کچھ لمحے بعد زینش کے دل کے تار چھیڑے۔

"اب بھی ایسا ہی ہے، میرے دل میں آپکی فکر کے علاوہ کسی کی پرواہ باقی نہیں اس وقت۔ اوزان میں ابھی سے مس کر رہی، کیا کروں؟"

بے تاب، بے قرار اور روٹھا لہجہ جس پر مر مٹنے کا دل چاہے۔

فارم ہاوس پہنچتے ہی اوزان نے ہارن دیا جسکے سبب چوکیدار نے دروازہ کھولا اور اوزان کی گاڑی فارم ہاوس کی تاحد نگاہ پھیلی پورچ سے ملحقہ راہداری پر تیزی سے سفر طے کرتی رکی۔

"آجاو میرے پاس"

اوزان دایب کو اس وقت جو یہ اٹکیلیاں سوجھ رہی تھیں اس پر وہ برہم ہوئی۔

"بہت برے ہیں آپ"

ناراضگی کو جتانے کے ساتھ لہجہ ٹوٹا۔

"یہ برا آدمی ٹھکانے پر پہنچ گیا، اب اجازت دو"

اوزان نے گاڑی روکی اور کار ڈور اوپن کیے باہر نکلا، گہری رات کے سنگ ٹھنڈ میں بھی شدت تھی اور تبھی ہڈیاں جمانے جیسا سرد ماحول حاوی تھا۔

"نہ دوں اجازت تو؟"

زینیش کو لگا اس شخص سے اتنے دور ضد کرے گی تو وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔

"تو میں کال کاٹ دوں گا"

تھا نہیں ہر منہ پھٹ بننے کی کوشش کی گئی۔

زینو دبا سا مسکائی۔

"آپ اتنے بے مروت نہیں"

زینیش کو بلا کا مطمئین دیکھے اوزان نے پر اعتمادی کے سنگ قدم اندر بڑھائے۔

"تم نے ابھی اوزان دایب کی بے مروتی دیکھی ہی کہاں ہے، رکھ دو فون کال سینٹر والے ہنس رہے ہوں گے ہمارے بچوں جیسے جملوں پر۔۔۔"

اوزان نے اسے ہوش دلانی چاہی پر خدا گواہ تھا زینیش کا دل فون بند کرنے پر راضی ہی نہ ہوا۔

"محبت اگر بچہ نہ بنائے تو سمجھیں بے کار ہے، پہلے کہیں کے آپ بھی مجھے مس کر رہے ہیں پھر رکھوں گی فون"

وہ جانے کس رو میں تھی، اسکا ہر روپ ہنگامہ خیز تھا، اوزان دایب کا اختیار و قرار سلب کرنے والا۔

"میں مس نہیں کر رہا"

اپنے آفس کلینک میں انٹر ہوتے ہی حدت کے ملائم احساس پر اوزان کے تنے اعصاب بحال ہوئے۔

"اوزان"

زینیش نے تپ کر پکارا۔

"میں مس کرنے والی چیز نہیں، صرف یاد آنے والی بلا ہوں۔ چلو بھاگو جا کر سو جاو۔ مجھے بھی دنیا کے باقی معاملات دیکھنے دو"

وہ نخریلہ، مغرور اور ہٹیلا بن کر زینیش کے دل کو بھاتا تھا، تبھی ویسا بن کر مسلسل تکرار اور بحث میں مشغول تھا۔

"اوکے لیکن اگر آپکو میں پھر بھی یاد آئی تو کال می، آپکے لیے ہمیشہ اویلیبل ہوں کبھی مت بھولیے گا۔

مجھے مس کریں گے اور اسکا اعتراف بھی کریں گے تو خوشی ہو گی۔ گڈ نائیٹ"

بنا لڑے جھگڑے، دل موہ لیتے لہجے میں اپنے سحر میں جکڑے زینیش نے رابطہ توڑا۔

اوزان نے فون کان سے ہٹائے سکرین دیکھتے ہنس کر رولنگ چئیر سنبھالی۔

وہ واٹس ایپ کی چیٹ میں کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔

"وہ لڑ کر بھی سو جائے تو اسکا ماتھا چوموں میں

اس سے محبت ایک طرف ہے، اس سے جھگڑا ایک طرف

زخموں ہر مرہم لگوانا ہے لیکن اسکے ہاتھوں سے

چارہ سازی ایک طرف ہے، اسکا چھونا ایک طرف

ساری دنیا جو بھی بولے، سب کچھ شور شرابہ ہے

سب کا کہنا ایک طرف ہے، اسکا کہنا ایک طرف

اس نے ساری دنیا مانگی، میں نے اسکو مانگا ہے

اسکا سپنا ایک طرف ہے، میرا سپنا ایک طرف"

ٹائپ کرتے ہی زینو نے یہ چند سطریں لکھ کر ارسال کیں اور آخر میں ریڈ ہارٹ بھیجتے ہی آف لائن ہوئی۔

"کیا دن آ گئے، اس شعر و شاعری سے کوفت ہونے کے باوجود دل پر لگے یہ الفاظ۔ بیوی اگر محبوبہ بھی ہو تو دور ہو کر بھی دھڑکنوں پر قابض ہو سکتی ہے۔ تمہاری طرح زینیش اوزان"

ایسی حسین خود کلامی روح زمین پر ایجاد ہوئی اور انھیں مسکن ملا اوزان دایب کے خوبصورت ہونٹوں کا، اسے حرارت ملئ اوزان دایب کے دل کے سچے جذبات کی۔

اب شاید اس کے لیے کیسٹ سننا آسان ہو گیا۔

وہیں دوسری جانب حسیب، صائمہ خانزادہ اور بہار نے ڈنر ساتھ کیا، پھر کچھ دیر حسیب نے اسکے ہمراہ واک کی مگر میڈیسن کی غنودگی اس قدر تھی کہ وہ دوا لیتے ہی سو گیا اور خود بہار بھی چینج کر کے آئی اور حسیب کے پہلو میں ہی آ کر لیٹی۔

"کبھی تمہیں تکلیف میں نہ دیکھوں، بس یہی دعا ہے"

زرا سا اٹھ کر حسیب پر جھکے وہ اسکے صبیح پیشانی چومتے واپس لیٹی اور اس سے پہلے فون پر آلارم لگا کر رکھتی، اسکے فون کی ٹون پر بہار نے فوری کال بند کی تا کہ حسیب کی نیند خراب نہ ہو مگر وہ غلطی سے پک ہو گئی، کنول کی پکار نے بہار کے اعصاب چٹخائے۔

"غلطی سے کال پک ہوئی ہے، آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"

بہار بے مروتی سے کہے اس سے پہلے کال بند کرتی، کنول کے منہ سے نکلے آزردہ جملے نے بہار کے ہاتھ روکے۔

"بہار، میں تم سے ملنا چاہتی ہوں"

کنول کے لہجے کی تکلیف پر بہار گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"اب کیوں ملنا ہے آپکو، کیا کوئی مزید زہر اگلنا باقی ہے۔ مجھ سے اور حسیب سے آپ اور ڈیڈ دور رہیں یہی آپ دو کے حق میں بہتر ہے"

کنول کے لہجے میں صاف صاف ناگوارئیت تھی، کنول ایسے ہی رویے کی امید میں تھی۔

"میں نے اپنا بچہ کھو دیا بہار، اپنا غرور بھی۔ اللہ کی بے آواز لاٹھی کا ایسا وار ہوا ہے کہ سب صاف صاف دیکھائی اور سنائی دینے لگا۔ تم سے مل کر معافی مانگنا چاہتی ہوں، بہن کے نام پر دھبہ جو بنی رہی۔ ماں کسی لائق نہ تھی ہماری لیکن تمہاری بڑی بہن بھی ناکارہ نکلی۔ تم مجھے بھلے معاف مت کرنا لیکن مجھ سے معافی مانگنے کا حق مت چھیننا"

کنول کے آزردہ جملوں اور اس تکلیف پر بہار نے بھی اپنی بے رحمی ترک کی۔

"بہت افسوس ہوا سن کر، اللہ آپکو صبر دے لیکن سوری میں آپ سے نہیں ملوں گی۔ مجھے میرے شوہر کے ساتھ سکون سے رہنے دیں پلیز، میں مزید

کسی آزمائش کی اہل نہیں۔ دعا کروں گی آپکی آسانی کے لیے اس سے زیادہ کا ہمارا تعلق نہیں۔ اللہ حافظ "

اتنی جلدی بہار اس بے رحم عورت کو کیسے معاف کرتی جس نے رگوں سے بارہا لہو نچوڑا تھا، جبکہ کنول نے چپ چاپ اسے رابطہ توڑنے دیا۔

آنکھوں میں تیرگی لیے بہار واپس تکیے پر سر رکھے لیٹی۔

" مجھے اتنی تکلیفیں دینے کے بعد کیا آپ ایک جملے سے سب کا مداوا کر لیں گی، اتنی لکی نہیں ہیں آپ۔۔۔۔ نہ بہار کا ایسا ظرف ہے "

بہار نے کروٹ بدلی تو کنول کے زہریلے لفظ ذہن میں گونج کر آنکھوں کو بھیگو گئے۔

" بہار، پانی پلا دو ایک گلاس "

حسیب کی نیند کے خمار میں ڈوبی آواز پر وہ فوری کروٹ بدلے اٹھی اور بیڈ سے اتر کر گھومتی ہوئی حسیب کی طرف آئی، سائیڈ میز پر ڈھکا پانی کا گلاس اٹھا کر حسیب کے پہلو میں بیٹھے اسے تھمایا۔

"تھینکیو، تم رو رہی تھی؟"

حسیب نے مندی مندی آنکھیں کھولتے جب پانی پی کر گلاس واپس تھمایا تب نظر بہار کی سرخ نم آنکھوں پر گئی تبھی اسکی کلائی پکڑے اپنے پاس واپس بٹھائے پوچھا۔

"ہمم۔۔کنول آپا کا مس کیرج ہو گیا۔ معافی مانگنا چاہتی ہیں کہہ رہی تھیں ملوں ان سے۔ لیکن میں انکو معاف نہیں کر سکتی حسیب۔ یہ میرے بس میں نہیں۔ ڈیڈ اور کنول نے مجھے بہت تکلیف دی"

حسیب کی نیند بھک سے اڑی، سلے سینے سے اٹھتی درد کی ٹیسوں سے زیادہ رنج اسے بہار کے تڑپنے کا ہوا۔

"ہر گز تب تک معاف مت کرنا جب تک تمہارا دل نہ سکون پائے، دفع کرو ان سب کو۔ انکے لیے اپنے دل کو بے حس کرلو۔ کنول سدھر سکتی ہے یہ ایک خام خیالی سے زیادہ کچھ نہیں، ایک عمر اسکے باپ نے زہر بھرا اس میں، دفتا اس زہر سے وہ نجات نہیں پاسکتی۔ یہاں آو میرے پاس، میں تمہاری تکلیف دور کرتا ہوں۔۔ مجھے سونے کیوں دیا تم نے، مجھے تمہاری کمی ہو جاتی تو کون ذمہ دار تھا"

اول حسیب کے تمام جملے سنے وہ سنجیدہ تھی پر اسکے آخری بے خود جملے پر وہ زرا قریب ہو کر حسیب کے چہرے کو والہانہ چاہت سے تکنے لگی۔

"تم نے کہہ کر ہی دور کر دی، اس لیے نہیں جگایا تاکہ تم بے آرام نہ ہو جاو"

بہار نے اسکا ہاتھ پکڑے عقیدت سے چوما، حسیب اتنی فکر و انسیت پر مسرور ہوتے مسکرایا۔

"مجھے تمہاری موجودگی آرام دیتی ہے، تمہارے بنا کیسا آرام۔ بائے داوے تمہیں سچ میں مجھ لفنگے سے پیار ہو گیا ہے؟"

جذب بھرے جملے کہے وہ بہار کے کھلے بالوں کو پکڑ کر سونگتا عاشق لگا تو سوال کرتا ہوا دیوانہ۔

تبھی تو وہ ہنس پڑی۔

"مجھے ہمیشہ تمہی سے پیار تھا، جس انسان کی موجودگی آپکو آپکے غم بھلا دے وہی آپکی محبت بھی ہے اور آپکی چاہت کا مستحق بھی"

بہار نے اسکے رخسار سے ہتھیلی جوڑے حرارت بخشتے دوسری گال چوم لی، حسیب نے سرور آگیں سے اس لمس پر آنکھیں مونڈتے مسکرا کر اس راحت کو وصول کیا۔

"چلو اب زیادہ مت پھیلو، آرام کرو۔ میں یہیں ہوں تمہارے پاس"

حسیب کی آنکھوں میں غالب آتے خمار کے بادلوں کو تکتے بہار نے فوراً سے خود کو اسکے حصار سے الگ کیا اور پکڑ کر حسیب کو احتیاط سے لٹیا یا۔

"حسب ضرورت چاہیے ہو کہا تھا، تم تو مریض کو تڑپا رہی ہو"

حسیب نے اپنے پہلو میں آکر آباد ہوتی بہارے کے ظلم پر سر عام احتجاج کیا جس پر وہ محظوظ مسکائی اور اسکی بازو ہر سر رکھے ہتھیلی حسیب کے سینے سے جوڑے اسکے وجود میں سمٹی۔

"مریض ہوں تمہارے دشمن، زیادہ بہارے مضر صحت ہے۔ ٹھیک ہو لو پہلے پھر یہ وبا جیسی بہارے جتنی چاہے لے لینا۔۔۔۔۔"

فراغ دلی سے حسیب خانزادہ کو خواب دیکھائے وہ خود بھی آنکھیں موند گئی اور خود کو دیکھتے اس آفت کے پرکالے کی آنکھوں پر جیسے ہاتھ رکھا، حسیب کی مسکراہٹ آج کے اس دن کے بوجھل پن کا مداوا کر گزری اور پھر اس

مسکراہٹ کو وہ لڑکی کیسے نہ سراہتی، نانا کرتے بھی وہ حسیب کو جیسے حسب ضرورت خود کو میسر کر چکی تھی وہ حسین تھا، بلکہ بے حد دلفریب تھا۔

..________________________..

"اوزان کی کمزوری کیا ہے عدم؟ دیکھو اس نے تمہارے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا۔ بنا سوچے سمجھے تم پر چلایا، غصے میں پاگل ہو کر اور تمہاری سالوں کی ریاضت اور خلوص کو خاک میں ملا دیا۔ تمہیں بدلا لینا چاہیے، میں تمہارا ساتھ دوں گا"

تنویر نے ڈنر کی میز پر اپنے ساتھ عدم کو عزت سے بٹھایا جس پر پہلے ہی عدم کے چہرے کے رنگ اڑے اوپر سے تنویر کے جملے عدم کے دل کو آگ لگا گئے، سائیں کے حکم سے بندھا نہ ہوتا تو تنویر کی حالت بگھاڑ دیتا۔

"وہ مجھے ہمیشہ ٹارچر کرتے آئے ہیں، غصہ کسی پر بھی ہو اترتا مجھ پر تھا۔ سچ پوچھیں تنویر صاحب تو میں خود تنگ آچکا تھا۔ کیسٹ نے تو مجھ پر احسان کیا،

آپ کا بہت شکریہ مجھے اپنے ساتھ جگہ دی۔ رہی بات کمزوری کی تو شاید اس بندے نے کمزوری بنانا سیکھی ہی نہیں"

عدم نے پلین کے مطابق اوزان کو تنویر کے سامنے برا کہتے مظلوم بننے کی اعلیٰ پائے کی اداکاری کی کہ خود تنویر کھسیانی ہنسی ہنستا دیکھائی دیا، فیروز کا خدشہ اب سچ میں خام خیالی لگا۔

" آہاں مطلب تم میرے احسان مند ہو، تو پھر احسان فراموشی مت کرنا عدم میاں۔ تم نے جو کچھ برداشت کیا اسکا بدلا لینے کے لیے تیار ہو جاو۔ اوزان کو راستے سے ہٹاتے ہیں، اس میں تم میرا ساتھ دو اور میں بدلے میں تمہیں اتنا پیسہ دوں گا کہ تمہاری سات نسلیں بیٹھ کر کھائیں گی"

تنویر کے مکروارادوں پر اک لمحہ تو عدم کا دل لرزا، بڑی مشکل سے خود پر ضبط کیے بیٹھا وہ اس منحوس کی آفر سن رہا تھا۔

"جان سے مار دوں اتنا بھی برا نہیں کیا انہوں نے جناب، اور آپ نہیں جانتے کیا جس نے ایک انسان کا قتل کیا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ کوئی ایسا بدلا ہو کہ وہ زندہ رہیں۔ جیسے بھی ہیں وہ میرے اک عرصہ باس رہے ہیں۔"

عدم نے جکڑے جانے سے پہلے پینترا بدلا، تنویر کے چہرے پر ناگواری ابھر کر معدوم ہوئی۔

"عزت نفس رولنے والے کو مارنا جائز ہے عدم، کیا تم یونہی ساری زندگی غلامی میں گزار دو گے؟ کیا زندگی ہے تمہاری۔۔۔۔ سوچو اس پر۔ ساتھ دو میرا، وہ آدمی میرے حلق کا کانٹا ہے"

تنویر نے زور دیتے عدم کو قائل کیا جس پر عدم نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

"خدا گواہ ہے کبھی اس شخص نے مجھے اپنا خادم یا غلام سمجھا ہو، میری عزت نفس رولی ہو۔ہاں وہ انصاف پسند ہیں تو مجھے میری غلطی کی ہر بار سزا ضرور دیتے ہیں۔۔۔کیسے کمینے ہو تم تنویر پاشا، کاش میرے بس میں ہوتا تو میں تمہارا قتل کرتا"

عدم نے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو قابو کیا اور سر ہلا گیا۔

"مجھے سوچنے کا وقت دیں"

عدم نے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکالی۔

"ہاں صبح تک سوچ لو۔۔۔شروع کرو کھانا"

تنویر نے اصرار کرتے ہی ساتھ سجی بھوک بڑھاتے لوازمات سے سجی ٹیبل کی طرف اشارہ کیے پیشکش کی تو عدم وچارو ناچار اس شخص کے گھر کا کھانا کھانا پڑا۔

وہیں دوسری جانب اوزان دایب انصاری پر سچ کے کھلنے کا وقت آچکا تھا۔

"ہوپ سو میں یہ سب برداشت کر سکوں، دعا ہے آپ نے اس کیسٹ میں اوزان دایب کے لیے کوئی نئی آزمائش قید نہیں کر رکھی ہو گی"

اوزان نے اس اصل کیسٹ کو ٹیپ ریکارڈر میں احتیاط سے ڈالا اور گہرا سانس کھینچتے خیر کی امید کے سنگ پلے بٹن پریس کر دیا، کچھ دیر اس پار سناٹا طاری رہا اور پھر اوزان کے لیے کروڑوں میں بھی پہچانی جاچکی وہ مانوس آواز ابھری اور اس شخص کی آنکھوں میں سرخی و تیرگی اتر آئی۔

"میرے پاس ہمت نہیں تھی، چودہ سال کی مشقت کے بعد بھی جمع نہ ہو سکی۔ لیکن پھر سوچا اپنے تمام جرائم کا اعتراف اپنے بیٹے کے سامنے کرنا شاید آسان ہو۔ تم گھر آئے، مجھ سے بارہا بات کرنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے اک لفظ نہ کہا جاسکا۔ اور تمہیں دایب انصاری نے بے بس کر کے واپس چلے جانے پر مجبور کر دیا مگر میں اب تھک گیا ہوں، مجھ سے مزید زندگی گزارنا

مشکل ہو رہی ہے اور تبھی جو تمہیں کہہ نہ سکا وہ اس کیسٹ میں ریکارڈ کر رہا ہوں۔ اسے سننے کے بعد توڑ دینا۔ یہ سب صرف تم سننا، میں جو کچھ کہوں گا اسے خود تک رکھنا اوزان دایب انصاری"

بابا کی تمہید ہی دل، جگر، وجود میں سلاخیں گاڑنے جیسی تکلیف دے گئ تو آگے کا حال تو قیامت خیز ہونا ہی تھا۔

"میں الایہ سے محبت کرتا تھا، بہت، وہ معصوم سی بچی تب جانتی ہی نہ تھی کہ محبت ہوتی کیا ہے۔ لیکن میں اسکے سحر میں جکڑا گیا۔ بابا کے سوتیلے بھائی کی وفات کے بعد گڑیا ہم سبکے پاس آگئ، وہ طلال کی ہم عمر تھی تو مجھ سے کافی چھوٹی تھی۔ طلال اور وہ گھر میں ادھم مچائے رکھتے لیکن میں گڑیا کی دیکھ بھال کرتا، اسے رونے نہ دیتا۔ طلال کے تنگ کرنے کی شکائیت وہ بابا کے بجائے مجھے لگاتی، وہ تو مجھے بھائی سمجھ کر میرے اردگرد رہتی لیکن میں سمجھا وہ مجھے چاہتی ہے۔ طلال تو اسے ہمیشہ ستاتا، یعقوب بھی مل جاتا۔ آریز تو ہمیشہ سے بوڈنگ پھر تعلیم کے بعد وہ سپیشلسٹ کے لیے یونان چلا گیا۔

میں اماں جان سے گڑیا کے لیے کہنے ہی والا تھا ان دنوں جب انہوں نے مجھے ایزل مریم سے میرے عقد کا فیصلہ سنا دیا۔ طلال اور آریز جہاں ضدی تھے وہیں میں اماں بابا کا فرمابردار بیٹا تھا، گڑیا کو میرے عقد کی بات سے کوئی فرق نہ پڑا بلکہ وہ طلال اور یعقوب کے ساتھ ویسے ہی جب ہنستی مسکراتی دیکھائی دی تو میں نے خود ہی اپنے قدم پیچھے ہٹا لیے۔ اماں سائیں کی بات ویسے بھی میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔

ایزل مریم میری بیوی بن کر آئی، سب خوبصورت تھا لیکن میرا دل مر گیا، اور اپنے مردہ دل سے میں نے تمہاری ماں کو بھی باخبر کر دیا۔ وہ لاکھوں میں ایک تھی، تبھی مجھ بزدل اور اپنی محبت کا اظہار کرنے تک سے خوف کھاتے کمزور شخص کی طاقت بن گئی۔

پہلے ہی سال اس نے مجھے بیٹا دیا، میرا وارث، ایزل مریم میرے دل میں بہت اعلی مقام پر فائز تھی۔ میں بہت حد تک بہل گیا۔

طلال، گڑیا اور یعقوب کا بچپن بھی دھیرے دھیرے جوانی کی ڈگر عبور کرنے لگا، وہ جسے میں شرارت اور بچپنا سمجھا وہ محبت نکلی۔ گڑیا اور طلال کے بیچ کی محبت۔

مجھے فرق پڑا، بہت پڑا لیکن ایزل میرے زخموں کو مرہم لگاتی تو میں جینے لگتا۔

سب ٹھیک تھا، طلال نے گریجویشن مکمل کرتے ہی بابا کو اپنے الایہ کے لیے جذبات کہے تو گھر میں اک خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

تناو، وہشت۔ مجھے سمجھ نہ آیا بابا کو کیا اعتراض ہے۔ اماں بھی عجیب چپ رہنے لگیں، جیسے اندر ہی اندر انکو کوئی دکھ نوچ رہا ہو۔ بہت پوچھا، اماں کی چپ، بابا کا وحشی رویہ۔ الایہ سے انہوں نے کبھی سیدھے منہ بات نہ کی لیکن جب یہ معلوم ہوا وہ انکے نخریلے ہٹیلے ضدی بیٹے کی چاہت ہے پھر تو وہ

الایہ کو بے وجہ زلیل کرنے لگے، اسے ہر بات پر ٹوکتے، اسے ذہنی اذیت دیتے۔"

لمحہ بھر وہ دلگیر، سوز جگر آوازیوں تھمی جیسے دایب انصاری نے امڈتے دلخراش آنسوؤں کا بڑی بے دردی سے گلا کاٹا ہو۔

اوزان کے اپنے حلق میں کانٹے اگتے محسوس ہو رہے تھے، آنکھیں یوں تھیں جیسے کسی نے ریت جھونک دی ہو۔

"بابا سائیں کسی صورت الایہ اور طلال کی شادی کے لیے رضامند نہ تھے، الایہ انکے لیے اپنے سوتیلے دشمن بھائی کی بیٹی تھی اور اچھوت تھی، اسکی ماں ہاجرہ نے فیروز کو چھوڑ کر درید سے شادی کی اس کی جلن اور کڑواہٹ وہ الایہ سے بد سلوک کر کے اتارتے اور تسکین پاتے۔

انہی دنوں جب حویلی میں یہ سب تناو اور جمود برپا تھا میں نے اماں سائیں کو روتے دیکھا، وہ یکدم بیمار پڑ گئیں، انکی آنکھوں تلے حلقے اتر آئے۔ بہت

پوچھنے کے بعد اماں سائیں نے مجھ سے معافی مانگی، اور کہا کہ وہ میری الایہ کے لیے محبت جانتی تھیں مگر بابا سائیں نے انکو دھمکی دی کہ کسی طرح دایب کی شادی اپنے خاندان میں کرواوں تاکہ اسکا الایہ سے دھیان بٹے، اور اماں سائیں میرے دل کو اجاڑنے کے دکھ کو سہہ نہ پاتے بستر مرگ پر آ گئیں۔ مجھے تو بابا سائیں نے الایہ سے دور کر دیا، میری فرمابرداری کا تاوان مانگ کر لیکن جب یہی ضد طلال نے کی تب بابا کو راہ نجات نہ ملی۔ طلال جذباتی اور سر پھرا تھا، وہ میری طرح صابر نہ تھا۔ اس نے بابا کو دھمکی دی کہ اگر وہ نہ مانے تو وہ الایہ کو لے کر ہمیشہ کے لیے حویلی چھوڑ جائے گا۔ انہی دنوں آریز نے بھی بابا سائیں کو دشمن کی بیٹی سے نکاح کر لینے کی خبر دے کر وحشی بنا رکھا تھا"

پھر سے سانس اٹکنے پر دایب انصاری کی آواز تھمی۔

اور اوزان دایب کو لگا اسکی تو حرکت کرتی کائنات ہی تھم گئی ہے۔

"باباوحشی ہوچکے تھے اوزان، میری شادی کو تب آٹھ سال ہو چکے تھے، یعنی الایہ کا قصہ بہت پیچھے چھوڑ کر میں ایزل مریم کے ساتھ اور تمہارے ساتھ یعنی اپنے بیٹے کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تم ہمیشہ سے بہت لائق فائق تھے سو گھر کے عجیب ماحول کے سبب تمہیں ہم نے بورڈنگ بھجوادیا۔ اور پھر ان آٹھ سالوں میں میں انگزائٹی، ڈپریشن اور دل کی تکلیف کا بھی شکار رہا جسکا علم صرف ایزل مریم اور بابا کو تھا۔ وہ میری میڈیسن بدلتے رہے، مجھے ایک نئی قیامت برپا کرنے کے لیے تیار کرتے رہے۔ طلال آئے دن انکوٹارچر کرتا اور وہ اپنی وحشت میرے سامنے نکالتے۔ مجھے الایہ سے جیسے آٹھ سال پہلے دور کیا وہ مجھے اسکے لیے مائل کرنے لگے۔ وہ مجھے کہتے کہ الایہ، طلال کو ڈیزرو نہیں کرتی وہ جذباتی آدمی ہے، میرے مرحوم بھائی کی نشانی کو رول دے گا۔ تب میں ان عجیب و غریب دواوں کے اثر کے سبب سمجھ نہ پاتا کہ بابا کو یکدم اپنے بھائی اور اسکی اولاد پیاری کیسے ہو گئی۔ وہ مجھے کہتے کہ میں الایہ کے قابل ہوں، کہا کہ میں اپنی محبت اب بھی پا سکتا ہوں۔ طلال

کے لیے میرے دل میں ایک فطری جلن اور کڑواہٹ بہر حال موجود تھی بھلے وہ میرا جان سے پیارا بھائی تھا اور بابا نے اسی کا فائدہ اٹھایا، میں عجیب ہوتا گیا۔ ایزل مریم جو میرا امام ضامن تھی اس تک پر چینختا، تم سے بات کرنی چھوڑ دی، تمہیں پیار کرنا چھوڑ دیا۔ حواسوں پر صرف بابا کے الفاظ طاری رہتے، اور پھر میرا دل بغاوت کرنے لگا۔ بابا نے میرے اندر دبی چنگاریوں کو ہوا دے کر میرے دل میں الایہ کی طلب پیدا کی، اور طلال کی نفرت کو ابھارا۔

طلال بے لگام ہو رہا تھا، وہ الایہ کو لے کر کوئی اہم قدم اٹھانے والا تھا اور اسی بیچ بابا نے مجھے ایک نیا حکم دے کر میری اپنی سانسیں مجھ پر تنگ کر دیں اوزان۔۔۔ وہ حکم نہیں تھا، وہ میری فرمابرادی، میری تابعداری اور میرے نرم دل کا سر عام قتل تھا"

اس بار اوزان کے سر میں درد کی ٹیس اٹھی تھی، دل، روح اور جسم پر حاوی تکلیف نے اپنا دائرہ وسیع کیا تھا کیونکہ شاید جب اس شخص نے یہ سب ریکارڈ کیا تب اسکے دل میں تو کیا جسم و جان میں انگارے بھرے تھے۔

وہ تپش، وہ اذیت اوزان محسوس کر سکتا تھا۔

یہ تکلیف تو بہت کم تھی، وہ اس اذیت میں مبتلا تھا کہ جس پر بیتی اس نے زندگی کو کس جبر سے گھسیٹا ہو گا۔

"میں نے انکار کیا، گھر سے چلا گیا۔ دو دن واپس نہ آیا۔ لیکن جب دو دن بعد واپسی ہوئی تو پتا چلا الایہ اور طلال کا نکاح ہو گیا ہے۔ یہ خبر میرے لیے دھچکا تھی، بھلا ایسے کیسے میری سوئی محبت جگا کر بابا میرے ساتھ یہ کر سکتے تھے۔ میں پاگل ہو گیا، سیدھا بابا کے پاس گیا، ان سے سوال کیا کہ وہ یہ سب کیسے کر سکتے ہیں۔ لیکن انکے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے ایک واحد حل کے۔ میرے دماغ اور دل میں ان غلط ادوایات نے وحشت بھر دی، میں سمجھ نہیں پایا کیسے میں انسانیت ہر درجے سے گر گیا۔ بابا نے کہا کہ رخصتی سے پہلے اگر میں الایہ کو پانا چاہتا ہوں تو کچھ کروں، میں طلال اور الایہ کو ایک ساتھ دیکھ کر برداشت نہ کر پایا۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے مسکراتے لیکن مجھے لگتا مجھ پر ہنس رہے ہیں، میں قسم کھاتا ہوں میرا دماغ میرے بس میں نہیں تھا۔ وہ دو ہفتے بہت تکلیف سے گزرا، انہی دنوں یعقوب بھی ایک اہم پراجیکٹ کے سلسلے میں انصاری حویلی رہ رہا تھا۔ بچپن سے یعقوب، الایہ کی بہت دوستی تھی، اور پھر بابا نے مجھے کہا کہ طلال، الایہ سے محبت نہیں

کرتا بس ضد میں اس سے شادی کر رہا ہے اور میں واحد ہوں جو الایہ کو بچا سکتا ہوں۔ تبھی بابا نے کہا کہ مجھے الایہ کو طلال کی نظر میں بدکردار ثابت کرنا ہے"

دایب انصاری گہرا سانس لینے رکے جبکہ اوزان کی آنکھیں سرخ ہونے کے سوا متورم ہو چکی تھیں، وہ بہت صابر اور قوی برداشت کا مالک تھا لیکن آج آنکھیں نمی سے تر تھیں جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اسکا انتہائی ضبط آزمایا جا چکا ہے۔

"میں نے کچھ بھی نہیں سوچا اوزان، میرے سوچنے س۔۔ سمجھنے کی صلاحتیت دم توڑ چکی تھی۔ یہ سب فساد میں اور بابا مچانے والے تھے، اور کسی کو خبر بھی نہ تھی۔ اور پھر میں نے یعقوب، الایہ اور طلال کی چائے میں نیند کی دوا ملا دی، اور الایہ کو نیند میں اٹھا کر یعقوب کے کمرے میں لیٹا آیا۔ وہ دو کسی اور کی نہیں میری سازش کا شکار ہوئے۔

یہی نہیں صبح اٹھ کر اس ہنگامے کو مچانے والا بھی میں تھا، یعقوب کو ناشتے پر بلانے گیا اور شور مچا دیا، سب کمرے میں چلے آئے، اتفاق سے ان دو کی نیند میرے چیخ و پکار کرنے پر ایک ساتھ جب ٹوٹی تو وہ ایک بستر پر ایک ساتھ موجود تھے، کچھ ایسی حالت کے لباس میں جو قابل قبول نہ تھا۔۔۔۔۔ میں نے ظلم کیا ان پر، لیکن طلال کے دل سے الایہ جس طرح نکلی، مجھے بابا کی بات سچ لگی۔ اگر طلال کو واقعی الایہ سے محبت ہوتی تو وہ اسکے کردار پر انگلی اٹھنے ہی نہ دیتا۔۔۔۔ مجھے اپنے گناہ پر پچھتاوا ہی نہ رہا۔ لیکن اس سب نے مجھ سے میری ماں چھین لی اوزان۔۔۔۔ انہوں نے مجھے اور بابا کو بات کرتے سن لیا تھا اور وہ میرا اور بابا کا گھناؤنا چہرہ برداشت نہ کر سکیں"

شاید اس دنیا میں تکلیف کا مرکز اس وقت اوزان دایب کا دل تھا، جو اذیت دائب انصاری کی آواز میں تھی وہ اوزان کی جان پر بن سکتی تھی، گہرے سانس کھینچتا وہ بڑے ملال میں مبتلا تھا۔

"الایہ نے کوئی صفائی نہ دی، دو حرف اس محبت کا دم بھرتے طلال پر بھیجے وہ یعقوب کے ساتھ چلی گئی۔ گویا ہمارا مقصد پورا ہوا لیکن انصاری حویلی میں ہماری جیت کے دن صف ماتم بچھ گیا۔ماں کی موت کھا گئی مجھے، آریز کو بابا نے اماں کی شکل تک نہ دیکھنے دی، وہ الگ رویا، طلال کی ماں بھی مری اور دل اور دنیا بھی اجڑی تو وہ کیسے ہوش میں رہتا لیکن بابا نے مجھے دینے والی غلط ادوایات اس بیچ روک دیں۔ مجھ پر ان کا اثر زائل ہوا تو رہی سہی سانسیں مجھ پر تنگ ہو گئیں اوزان۔ میں دھاڑیں مار مار کر اپنے ہاتھوں ہوئے اس گناہ پر رویا، ماں تو ہماری چلی گئی تھی، بابا کو تو فرق ہی نہ پڑا۔ وہ قصوروار بھی کہاں تھے، انکا مہرہ تو میں تھا۔۔۔۔۔ اجڑ گیا۔

معافی کی اوقات نہ ہونے کے باوجود میں قصور چلا گیا، اور وہاں میں واجب القتل قرار دیا جا چکا تھا"

وہ جیسے روئے تھے اوزان کا دل پھٹ گیا، یہ دکھ عام نہیں تھا، یٔہ اوزان کے لیے تاعمر کا روگ تھا۔

"خان بابا میرے استاد، مجھے فرزند کہتے۔ ان سے بہت کچھ سیکھا۔ لیکن جو کچھ میں نے کیا میں انکی فرزندی سے بے دخل کر دیا گیا۔ اور پھر ستم یہ کہ جب مجھے یہ علم ہوا کہ الایہ، طلال کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ مجھے موت کے سوا کوئی حل نظر نہ آئا۔ میں خان بابا کے آگے رویا، انکے پیر پڑا۔ کہ مجھے ایک بار سن لیں، پر وہ مجھ بد بخت کو بھلا کیسے سنتے۔ شرط رکھی کہ اپنے باپ کو سزا دلواوں لیکن میرے پاس تو کوئی ثبوت نہ تھا، میرے پاس اپنے گناہ کے اعتراف کے سوا کچھ نہیں تھا اوزان۔ بس زندگی کا وہ آخری دن بڑا کربناک تھا۔ دس سال گزر گئے اس حادثے کو لیکن میری زندگی ویسی ہی ناسور بنی ہے۔۔۔ میری وجہ سے کئی لوگ اجڑ گئے، ہاں آباد تو میں بھی نہ رہا۔ ایزل مریم نہ ہوتی تو شاید یہ دس سال بھی زندگی ممکن نہ تھی۔ اس نے مجھے بیٹی تک دی، میری میشی، جسے ڈھنگ سے مجھ سے پیار بھی نہیں کیا جاتا۔ جب میشی کو دیکھتا تھا مجھے زینیش طلال یاد آتی، اس بچی کی محرومیاں مار ڈالتیں جو اپنے اصل سے ناواقف بہت جلد اپنی ماں کے سائے سے بھی

محروم ہو گئی۔ الایہ تو دس سال پہلے ہی مر گئی تھی، ہاں اسے قبر میں اترنے میں چند سال لگے، پچھلے دس سال سے میں نے گن کر دس بار زبان کھولی ہو گی۔ تم سے یہ سب کہنا چاہتا تھا پر تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھتا تو شاید خود کشی کر لیتا لیکن میں اتنا بھی باہمت نہیں کہ اپنی جان لے سکوں۔ مجھے نہیں پتا یہ کیسٹ تم تک کب پہنچے، میرے دکھ تم پر کب کھلیں گے لیکن ساری دنیا مجھ سے بھلے نفرت کرے میں تمہاری نفرت نہیں سہہ سکتا۔ اب بھی میری تکلیف بہت شدت اختیار کر چکی ہے اوزان، میں کسی کے لائق نہیں رہا۔ میرے اندر بہت سارا غبار ہے، میرا دل خود کی جان لینے پر مچلتا ہے۔ لیکن مروں گا نہیں تب تک اپنے کیے کی سزا بھگتوں گا جب تک مجھ میں آخری سانس باقی ہے۔۔۔۔۔ میں نے ایسا نہیں چاہا تھا، میں نے الایہ کو کبھی بری نظر تک سے نہ دیکھا، کبھی نہیں سوچا تھا وہ میرے سبب برباد ہو جائے گی، ختم ہو جائے گی اور ایک دن مر جائے گی۔۔۔۔۔

بابا نے میرے ساتھ یہ سب کیوں کیا نہیں جانتا، شاید وہ اپنی جگہ بے بس

تھے۔ نفرت میں مبتلا شخص بہت بے بس ہوتا ہے، میں نے جو کیا خود کیا، تبھی تو کسی کو سزا نہ دی۔ خود سہی۔ خود سہوں گا۔ شاید تمہیں جب میری یہ امانت ملے تو میں اس اذیت زدہ زندگی سے چھٹکارہ پا چکا ہوں۔ لیکن مر کر بھی چین نہ آیا تو کہاں جاوں گا۔۔۔۔ ہم گناہ گاروں کے لیے بھی کوئی ٹھکانہ ہو گا۔۔۔۔ یہ سب کہنے سے دل بہت ہلکا ہو گیا ہے، شاید کچھ دن جینے کی ہمت بھی آجائے لیکن اب تمہارے بابا تھک گئے ہیں۔ بہت تھک گئے ہیں۔ تم میرا فخر، میرا غرور اور میرے وارث ہو اوزان دایب، کبھی اس لڑکی سے ملو تو اپنے بابا کے کیے کا مداوا کرنے کا ضرور سوچنا۔ اسے اپنا کر، اسے بابا کی آخری خواہش سمجھنا۔ ہو سکتا ہے زینیش طلال کو تمہارے ساتھ آباد دیکھ کر تمہارے بابا کی اذیت میں کمی کر دی جائے۔۔۔۔۔۔۔"

اوزان دایب سے مزید برداشت نہ ہوا تو وہ روتی ہوئی آنکھیں بابا کی ایک ایک سسکی کے ساتھ نم ہوئیں۔

"میں تم سے، میشی سے اور ایزل سے بہت پیار کرتا ہوں، اب تک اگر یہ پور پور زخمی شخص زندہ ہے تو سبب تم سب ہو۔ بس اپنے بابا کو معاف کر دینا، میں نے ایسا نہیں چاہا تھا اوزان۔۔۔۔۔"

وہ دلخراش، ٹوٹی، کمزور آواز تھم گئی، ایسے تھمی کہ اوزان کی دنیا اندھیر ہوئی، وہ بے تابی سے بٹن پریس کرنے لگا، تکلیف کا گہرا غلبہ ان سنہری آنکھوں میں المناکی سے درج تھا۔

"آپ خودکشی نہیں کرسکتے، یا میرے خدا یہ کیا ہو گیا۔ بابا نے اگر اتنی اذیت کے بعد خودکشی نہیں کی تو تب بھی نہیں کی ہو گی۔ میرے بابا کو مارا گیا ہے۔۔۔۔ یا اللہ یہ کیسی دردناک آگہی ہے۔"

اوزان نے گہرے سانس بھرتے اٹھ کر بالوں میں اضطراب سے انگلیاں پھیرتے بھیگے چہرے کو ہتھیلیوں سے رگڑا، آنسو تھے کہ ان آنکھوں سے آج بے بسی کے سنگ بہہ رہے تھے، کلیجہ کٹ چکا تھا۔

اوزان دایب کا سانس بند ہو رہا تھا، اتنا سب سننے کے بعد اسکی ہمت ٹوٹ گئی۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ اس قدر تکلیف کا شکار رہے بابا، کاش میں اس دن رک جاتا۔ آپکو جنجھوڑ ڈالتا۔ آپکو مجبور کرتا، کاش۔۔۔۔۔ کاش آپ نے یہ سب مجھ سے چودہ سال پہلے کہہ دیا ہوتا بابا۔ مجھے تا عمر کے پچھتاوے تو نہ سہنے پڑتے۔ کیسا بیٹا ہوں، باپ آنکھوں کے سامنے مرتا رہا اور مجھے خبر بھی لگنے نہ دی۔۔۔۔"

آج تکلیف اس سے برداشت نہ ہو رہی تھی، دل چینخنے پر آمادہ تھا، لیکن خدشہ تھا تب بھی آج دل کی تکلیف کم نہیں ہو گی۔

"جس نے بھی آپکو مارا وہ میرے ہاتھوں سے زندہ قبر میں دفن ہو گا، جو بھی ہوا۔۔۔۔ میں آپکا انتقام لوں گا بابا، دادا بھی ہر ظلم کا حساب دیں گے۔ کسی کو نہیں بخشوں گا مگر خود کیسے صبر کروں؟ ک۔ کیسے آپکی ڈوبی، شکستہ اور

رنج سے لبریز آواز کو بھلا سکوں گا۔ کیسے آپکی تکلیف کو فراموش کر پاؤں گا۔۔۔۔ یا اللہ برداشت دیجئے مجھے۔۔۔۔ اس سب کو سہنے کی قوت دیں۔۔۔۔۔"

یہ بند فضا سینے میں دباو دیتی محسوس ہوئی تو وہ بلیذر اتار کر پھینکتا شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا آفس سے نکلا، گہری رات، ٹھنڈ، کچھ بھی با اثر نہ رہا، آج اسکی برادشت کا امتحان ہوا تھا، آنکھوں میں روتے، تڑپتے، خود کو کوستے، بابا کی تکلیف کو سوچتے وہ ساری رات لان میں ٹہلتا رہا، کسی پتھر کے بت کی طرح بار بار اک جگہ جم جاتا۔

زینیش سو تو گئی پر پنار تک رات میں کئی بار اسکے بے وجہ بے تابی سے کروٹیں بدلنے پر جاگی۔

"اپنے اوزان سے دور تو آ گئی ہے پر لگتا ہے چین وہیں چھوڑ آئی ہے، لگ رہا ہے میں تیز گام پر سوار ہوں"

پنار نے نیند میں بڑبڑاتے گردن پھیر کر کیوٹ لگتی زینو کو دیکھا اور واپس تکیہ منہ پر دبائے سو گئی لیکن اگر اوزان تکلیف میں تھا تو سکون زینو کو بھی نہ تھا۔

اوزان دایب پر گزری رات قیامت تھی، اور ستم یہ کہ وہ شخص اسے سہہ لینے کے باوجود سلامت رہا۔

اندھیرے کو سحر کے سویرے نے نگلا تو فجر کی اذان پر وہ اپنی درد کرتی آنکھوں کو دبائے سہارا لیے لان میں لگی کرسی پر لڑھک کر بیٹھا۔

سانس اب بھی بھاری تھی، پیر سن تھے، پورا جسم برف بن چکا تھا، ناک اور رخسار گلابی رنگ میں مبتلا تھے اور آنکھیں سوجھ چکی تھیں۔

فون کی رنگ پر اوزان کے ساکن منجمد وجود میں ٹیس سی جگی۔

"زینیش نہ ہو بس"

اذیت سے خود کلامی کیے اوزان نے میز پر رکھا فون پلٹ کر سیدھا کیا تو زینو کی وڈیو کال پر اوزان کا دل لرزا۔

"اسے بھی چین نہیں ہے"

بے زاری سے وڈیو کال بند کیے اوزان نے آڈیو کال بیک کی جو زینو نے کاٹی بھی ساتھ میسج بھی بھیجا۔

"مجھے اپنی صبح کا اغاز آپکو دیکھ کر کرنا ہے، سو شرافت سے وڈیو کال اٹھائیں"

اوزان نے اسکے میسج کو پڑھتے چہرے کی اذیت ہر ممکنہ چھپائی پر رت جگے اور رونے کا خزن اس شخص کے وجیہہ چہرے پر ماتم ثبت کر چکا تھا۔

"اوزان۔۔۔ آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ روئے ہیں۔۔۔ آپکی آنکھیں اور چہرہ سویل ہو رہا۔م۔۔میں یاد آ رہی ہوں۔ابھی آتی ہوں آپکے پاس"

فون لگتے ہی وہ پاگل لڑکی جیسے اسکے سارے چھپائے کرب کو بنا غور کے بھی جان گئی، اوزان کو سچ میں لگا جیسے وہ اسکے پاس ہونی چاہیے تھی۔

"کچھ نہیں ہوا تھوڑا فیور ہو گیا ہے، راستے میں واپسی پر ٹھنڈ لگ گئی تھی۔ اور میں کیوں رووں گا پاگل لڑکی"

اس سے پہلے وہ اوزان کے چہرے کا کرب دیکھے روتی، وہ خود ہی دبی دبی بھاری آواز میں بول اٹھا پر زینو نے روہانسے ہوتے فورا نفی میں سر ہلایا۔

"ن۔۔ نو میں کچھ نہیں سنوں گی۔ ابھی آرہی ہوں واپس۔ مجھے آپکو اس طرح اکیلا نہیں چھوڑنا۔ آئی ایم سوری۔ رات آپکو میری ضرورت ہو گی نہ لیکن آپ کتنے برے ہیں مجھے پکارا ہی نہیں۔۔۔ ا۔ اور میں بت تمیز کہیں کی سوتی رہ گئی۔۔۔۔ فورا سے بستر میں جا کر لیٹیں میں بس نکلنے لگی ہوں۔ میں آپکے پاس آرہی ہوں، مجھے بالکل ٹھیک چاہیں آپ اوزان"

زینو کی جیسے جان جا رہی تھی اوزان کے پاس اسے منع کرنے کی ہمت ہی نہ تھی، اس شخص سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔

"زینو آئی ایم او کے۔ پنار کی مہندی ہے آج۔ میں۔۔۔۔"

اوزان نے اسے سمجھانا چاہا پر وہ فوری اسکی بات کاٹ گئی۔

"نو۔۔۔۔۔۔۔مجھے نہیں پتا کچھ۔۔۔ میں آ رہی ہوں۔۔۔ میری جان نکال لی ہے آپ نے، مجھ سے اب دور نہیں رہا جائے گا۔ پلیز پلیز میرے آنے تک اپنا خیال رکھیے گا اوزان۔۔۔ پرامس ود می"

وہ آزردگی اور لاڈ سے اسے ہدایات دیتی پیار سے وعدہ مانگ رہی تھی اور اوزان نے دے بھی دیا۔

"پاگل لڑکی۔۔۔۔"

اوزان نے بڑبڑا کر کال آف کی۔

"کیا کروں میں تمہارا زینیش۔۔۔۔"

بڑی مشکل سے سانس گھسیٹے اوزان نے اٹھ کر قدم اندر بڑھائے، پورا جسم اس قدر درد میں تھا کہ اسے خود اذیتی کی یہ قسم تکلیف دہ گئی۔

..________________________..

"ارے لڑکی پر سکون تو ہو جاو"

پنار کے ہاتھ پیر پھول چکے تھے، زینو نے ایک تو اٹھتے ہی واپسی کی رٹ لگالی تھی
دوسرا روئے جارہی تھی۔

"م۔۔مجھے انکو اکیلا چھوڑنا نہیں چاہیے تھا پنار۔ا۔۔انکو دیکھ کر لگ رہا تھا کسی نے انکو ہرٹ کیا۔بہت سارا ہرٹ کیا۔میں بالکل اچھی بیوی نہیں ہوں۔"

رہ رہ کر زینیش کو تکلیف محسوس ہوئی یہاں تک کہ پنار نے اسکے پاس بیٹھتے اسکا کپکپاتا ہاتھ جکڑا۔

"کیا ہو گیا میرے بیبے بچے، ریلکس ہو جاو۔ اوکے میں ابھی کہتی ہوں کسی کو تمہیں واپس چھوڑ آئے۔ پر تم یوں پینک ہونا بند کرو۔ اگر انہوں نے کہا ہے ٹھنڈ لگی تو ایسا ہی ہوا ہو گا۔۔۔"

پنار نے اسکی بے چینی کو دیکھتے بھرپور تسلی دی مگر زینش سے اوزان کی آنکھیں بھلانی دو بھر تھیں، بس نہ چلا اڑ کر اوزان تک پہنچ جاتی۔

"آئی ایم س۔۔ سوری پنار۔ م۔۔ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں لیکن میرا دل ان سے جڑا ہے۔ آج سے پہلے انکو ایسی حالت میں نہیں دیکھا سچی۔ انکی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔۔۔ پلیز تم مجھ سے ناراض مت ہونا۔ اگر وہ ٹھیک ہوئے تو میں رات تک تمہارے پاس آجاوں گی۔۔۔"

زینش کو بے سکون و شرمندہ دیکھ کر پنار دبا دبا مسکرائی۔

"پاگل کہیں کی، ارے مجھے تو ہر اس لمحہ خوشی ملتی ہے جب تم اپنے اوزان کے پاس ہوتی ہو۔ اگر انکی طبعیت اچھی نہ ہوئی تو بھلے تم وہیں رک جانا۔

ہمارے دل جڑے ہیں، خود کو پریشان مت کرو۔ میں تمہاری بہن ہوں زینو، میرے حصے کا وقت تم اوزان کو دو بھی تو شکوہ نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ ریڈی ہو جاو میں کہتی ہوں ڈرائیور انکل کو"

پنار کے اس وقت سمجھنے پر وہ اسکے اٹھتے خود بھی اٹھی اور گلے لگی۔

"تھینکیو پنار"

زینش نے بھیگی آنکھیں اٹھاتے تکلیف سے کہا جس پر وہ اسکی گال کھینچے ہنستی ہوئی کمرے سے نکلی۔

یہاں سب ناشتہ جلدی کرتے تھے کیونکہ خان بابا کو فجر کے بعد سونے کی عادت نہ تھی۔

زینو کے جانے کا سن کر وہ تو حیران و پریشان ہوئے ہی، عائشہ کی ناگواریت بڑھی۔

"اپنی سہیلی کو اس وقت اکیلا چھوڑ دو گی زینو؟ تمہاری ماں بھی ایسی ہی تھی۔ مجھے ہمیشہ طلال کی وجہ سے اگنور کرتی تھی۔ اچھی بات نہیں ہے یہ، کس نے اس لاٹ صاحب کو اتنی رات ٹھنڈ میں واپسی کا کہا تھا۔ رک جاتا تو کسی کو پریشانی نہ اٹھانی پڑتی نہ"

زینو جو پہلے ہی افسردہ تھی، عائشہ آنی کے جتانے پر پھر سے آنکھوں میں نمی اتار لائی، پنار نے ممی کو گھورا بھی لیکن عائشہ سیال کے منہ وزبان کو بھلا کون روک سکتا تھا۔

"آنی ایسا تو مت بولیں، پنار میری سب سے پیاری سہیلی ہے اور تبھی تو رات میں آئی تھی۔ لیکن میرے لیے میرا شوہر بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ انکو تکلیف ہو تو اس میں کمی میرا اولین فرض ہے۔ آپ تو سب سے بہتر سمجھتی ہیں محبت کے رشتے، آپ ہی ان معاملات میں ایسا بولیں گی تو تکلیف ہو گی"

پنار اور سانول سیال کو زینو سے ایسے ہی جواب کی امید تھی، خود عائشہ لمحہ بھر لاجواب ہوئیں۔

"اچھا اچھا سوری، جاو اس نواب کے پاس لیکن شام تک آجانا۔ پنار کی واحد سہیلی ہو اور رات مہندی ہے، اوزان دایب کو کہو تمہیں تھوڑا دنیا کے لیے بھی مسیر رہنے دے۔ تم تو اسکی شیدائی ہی ہو گئ"

عائشہ نے فوراً اسے زینو کو گلے لگایا، اپنے سرد الفاظ کی تمازت کم کی جبکہ زینش نے گلے لگے ہی گہرا سانس کھینچا، اوزان کو ایسا کہنے والی عائشہ بھی ہوتی تو زینو کو اچھی نہ لگتی۔

"جیسے آپ بابا کی ہوئی تھیں ممی، مت اداس کریں اسے۔ زینو اگر تم اوزان کی وجہ سے نہ بھی آسکی تو پنار تم سے نہ گلہ کرے گی نہ شکائیت۔ ممی کی بات کو سیریس نہ لینا"

پنار نے ماحول کی کڑواہٹ کم بھی کی اور سانول سیال نے اپنی لاڈلی بہو کو شفقت بھری نگاہوں میں لیے سراہا بھی۔

"میرا بچہ تیری اولین ذمہ داری وہی ہے جو تو نبھانے جارہی ہے، اوزان کو تیری ضرورت ہو تو تجھ پر فرض ہے سب چھوڑ چھاڑ کر اس کے پاس جا۔
تیرے بحاف پر پنار کی سہیلی میں بن جاوں گا"

خان بابا نے سنجیدہ ماحول میں اپنی شریر سرگوشی سے مسکراہٹ کا سماں جب باندھا تب پنار، عائشہ، خان بابا یہاں تک کہ وہ خود ہنس پڑی، سانول سیال نے جگر گوشے کو گلے لگایا اور یوں زینو سات بجے تک واپس لاہور کے لیے روانہ ہوئی، یہ سوا گھنٹے کا سفر کسی طرح لمحوں میں کٹ جائے یہی چاہ باقی بچ چکی تھی۔

وہیں دوسری طرف کسی مانوس سے لمس پر مشائم کی آنکھ کھلی تو الماں نے جھک کر اسکی جبین چومی، مسکراتی آنکھوں کے سنگ وہ مشائم کی نیند کے خمار میں مبتلا کھلتی آنکھوں میں جھانکا۔

"کل تمہارا پیپر ہے اور تم مزے سے نیند میں گم ہو، امتحانات سے ڈرنا چاہیے تمہیں"

الماں نے مزید جھک کر اسکی ناک سے ناک رگڑتے پوچھا جس پر وہ کسمسا کر مسکائی۔

"زندگی کے اصل امتحان کو پاس کرنے والے ان وقتی مشکلات سے نہیں ڈرتے الماں، آپکو پتا ہے جب بابا کی ڈیتھ ہوئی میں نو سال کی تھی، تب لگا تھا سب ختم ہو گیا۔ ایسے بابا چلے گئے جنکے جیتے جی بھی ان سے بہت کم بار گلے لگ پائی۔ وہ مجھے اپنے قریب کرنے سے ڈرتے تھے، لیکن انکے جانے کے بعد میشی کو سنبھالنے والے بہت تھے، پہلے اوزو اور آئی جان پھر اچانک

میری زندگی میں دینو آ گئے۔ میں بہت حد تک سنبھل گئی لیکن ایٹ دی اینڈ مجھے مزید سٹرونگ کرنے کے لیے آپکو سونپ دیا گیا۔۔۔۔ ناو میشی بہت بہت بہت سٹرونگ گرل ہے۔ یہ دنیاوی پیپرز کیا اہمیت رکھتے ہیں، میں نے تو آپکو بھی بہت مہارت سے جیتا ہے"

نیند سے جاگتے ہی وہ اپنی زندگی کا مختصر سفر بتاتی کسی ان کہے ملال میں ڈوبی اور جس خوبصورتی سے المان کے ملنے کو بیاں کرتی مسکرائی، المان سیال کا دل راحت پا گیا۔

جھک کر اسکی گال چومتا وہ اسکے اعتراف سے مسرور و ممنون دیکھائی دیا۔

"ایک باپ کے لیے اسکی اولاد دل جیسی ہوتی ہے میشی، دل سلامت تو باپ کی جان سلامت۔ اپنی اتنی پیاری گڑیا سے اگر وہ دور رہے تو اس بیچ انکی ذاتی تکالیف آئی ہوں گی۔ بھول جاو بس انکے لیے دعا کیا کرو۔ اور ویسے بھی اس کمی کو تمہارے کیپٹن نے دور کر دیا نہ، تم اپنے ہسبنڈ کی جان ہو۔ تم راحت

ہو میری، الماان سیال سے تمہیں اتنی محبت ملے گی کہ تم اپنے دامن میں موجود محبت کی کمی کو بھول جاو گی"

الماان نے اسکا ہاتھ چومتے محبت و چاہ کے سنگ یقین دلایا تو وہ اسکی آنکھوں میں غرور سے جھانکی۔

"بھول بھی گئی، آپ نے کچھ یاد رہنے ہی کب دیا ہے۔"

اعتراف کرتی وہ بہت پیاری لگی تبھی تو الماان سے اپنی اس لمحہ خواہش دبائی نہ گئی، پر شدت و پر حدت لمس ان بوجھل لب و رخسار کو بخشے گئے۔

"چلو اٹھو اور فریش ہو جاو ہمیں انصاری حویلی نکلنا ہے۔ دیکھیں چل کر شادی کے گھر کا کیا حال ہے"

بیچ کے فسوں کو الماان نے بات بڑھ جانے کے خیال سے توڑا تو میشی بھی گھر جانے کا سوچ کر مسکاتی اٹھی بھی اور شرافت سے فریش ہونے بڑھی۔

وہیں خانزادہ حویلی میں ناشتے پر حسیب اور بہار کے تروتازہ چہرے دیکھ کر صائمہ صاحبہ کی طبعیت نہال ہو گئی۔

"دیان کی زندگی کا خوبصورت اور اہم دن ہے، کوشش کروں گی اسے فائزہ کی کمی نہ محسوس ہو۔"

آج مہندی پر خانزاہ فیملی بھی انوائیٹڈ تھی اور اماں کے لہجے میں دیان کی فکر دیکھ کر حسیب بھی دل جلا مسکرایا جبکہ بہار بھی ساری حقیقت جان چکی تھی۔

"آپ نے دیان کو بہت جلدی معاف نہیں کر دیا اماں۔ مطلب تھوڑا تو نخرے دیکھاتیں یا یہ سوغات صرف آپن کے مقدر میں درج ہے"

حسیب کی خفیف سی جلن پر ساس بہو دونوں مسکائیں۔

"تُو تو میرا راج دلارا ہے، تجھے نخرے دیکھانے کا سرٹیفکیٹ ہے میرے پاس۔ رہی بات دیان کی تو ماں باپ اکٹھے کھو دیے تھے اس نے۔ رعایت نہ

دیتی توکل کو خان بہادر کے آگے کیسے سرخرو ہوتی جنہوں نے مجھے دیان کے لیے دل نرم رکھنے کی آخری وقت وصیت کی تھی۔ وہ نمانا تو خود سازشوں کا شکار رہا، بس اب اسکی زندگی کا ہمسفر اسکے سارے دکھ دور کر دے یہی دعا ہے"

صائمہ خانزادہ کی دعا کے بدلے حسیب کے دل نے آمین کہا۔

"چلیں پھر آپ تحائف وغیرہ لے آیئے گا، پتا لگنا چاہیے اسکے ننھیال والے آئے ہیں۔ آپ نے معاف کر دیا تو مجھے بھی کرنا ہی پڑے گا۔"

حسیب کی تاکید پر وہ مسکرائیں تو بہار نے بھی اک نظر حسیب کو تکتے ناشتہ شروع کیا۔

وہیں کنول کو نو بجے تک ہوسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تو دیان اسے اور آئی جان کو لے کر انصاری حویلی پہنچ گیا، آج مایوں مہندی کی کمبائن رسم تھی اور پوری حویلی شاندار طرح سج چکی تھی۔

طلال گھر ہی تھے اور وہ ہی کنول کو آتے ہی بھابھی کی تاکید پر کمرے میں لے کر گئے جبکہ ایزل مریم بھی رات کے فنکشن کی تیاریوں میں سعدیہ کے ہمراہ لگ گئیں، جبکہ مشائم اور المان کی آمد نے حویلی پر چھائے جمود کو رہا سہا بھی ختم کر دیا۔

طلال نے کنول کے لیے بیڈ کے تکیے درست کیے اور اس سے پہلے جاتے، کنول نے انکا ہاتھ پکڑا تو وہ رک کر پلٹے۔

انکا چہرہ ہر قسم کے احساسات سے عاری تھا۔

"اگر میں تم سے الگ نہ ہونا چاہوں اور ساتھ رہنے کا فیصلہ لوں تو کیا تم بیوی کی طرح پیار کرو گے مجھ سے؟ ترساو گے تو نہیں"

کنول یہ سوال کرتی انکو بہت حسرت زدہ لگی، وہ اتنی جلدی سدھر نہیں سکتی اسکا انکو علم تھا پر وہ اب پہلے جیسی سفاک اور زہریلی نہ رہی تھی اس پر بھی وہ یقین کر چکے تھے۔

"ہم دوست بن کر رہیں گے، میں اس سب سے عاجز آچکا ہوں کنول۔ میرے اندر موجود ہر جذبے کی شدت وحدت مر چکی ہے۔مجھے صرف اپنی بیٹی کی خوشی چاہیے، اسکی معافی چاہیے۔اگر تم میری زینو کو قبول کرتی ہو، اپنے کیے کی تلافی کرتی ہو تو ممکن ہے میرے دل کے مر چکے جذبے زندہ کر دو۔۔۔ آرام کرو رات تک فریش ہو جاو تاکہ"

طلال نے سرد مہری لہجے کی ہر ممکنہ کم کرنے کی کوشش کی اور اپنا ہاتھ چھڑواتے کمرے سے چلے گئے جبکہ انکے جاتے ہی کنول نے مسکرا کر اس مصنوعی سدھار کا لبادہ خود پر سے اتار پھینکا۔

"کتنے بیوقوف ہیں یہ سب، ہاہاہا۔۔۔ کنول تم تو ان سب کی گرو نکلی۔مجھے نہیں پتا تھا ایک بچے کو کھو کر میں کتنا کچھ پا لوں گی۔۔۔۔ چلو اس گھر میں عزت کا مقام مل گیا، اب میں تم سب کی جڑوں میں گھس کر بتاوں گی کہ کنول کون ہے۔۔۔۔۔ آہ میرا معصوم بچہ اس بیچ قربان ہو گیا یہ دکھ نہیں جائے گا کبھی"

تو وہ سب دکھاوا تھا، دھکا کھانے کے بعد بھی اس عورت کو عقل نہ آئی تھی، اولاد کھونے کا دکھ بھی اسے شیطانیت سے باز نہ کر سکا اور کھلے عام دشمنی رکھنے والی کنول تو اتنی خطرناک نہ تھی البتہ انتقام میں جلتی یہ عورت ضرور کوئی بہت بڑا نقصان کرنے والی دیکھائی دے رہی تھی۔

..______________________..

ٹھیک نو پانچ تک خان بابا کے ڈرائیور انکل نے گاڑی فارم ہاوس کے باہر روکی کیونکہ زینو کو اچھے سے یاد تھا کہ اوزان نے رات سیدھا یہیں آنے کا بتایا تھا۔

"آپ اندر نہیں آئیں گے صدیق بابا"

زینو نے گاڑی سے نکلتے دروازہ بند کیا اور آگے کی طرف آئے بولی جس پر وہ دھیما سا مسکائے۔

"نہیں بچہ تمہیں یہاں بحفاظت پہنچا دیا اب چلوں گا۔ جاو تم اندر۔ اوزان کی خیریت خان بابا کو بتا دینا وہ پریشان اور فکر مند تھے"

صدیق انکل کی شفقت سے کی ہدایت پر زینو نے فرمابرداری سے نرم سی مسکراہٹ انکی سمت اچھالی اور فارم ہاوس کے دروازے پر دستک دی، چوکیدار بابا نے فوری دروازہ کھولا تو زینیش کو دیکھ کر مودب ہوتے ایک طرف ہوئے، اور دروازہ بند کیا۔

"اوزان یہیں ہیں؟"

زینو نے بے تابی سے پوچھا۔

"جی بی بی یہیں ہیں"

زینو نے سر ہلایا اور تیزی سے راہداری عبور کرتی فارم ہاوس کے اندر داخل ہوئی۔

باہر بھلے روشنی تھی پر فارم ہاوس کی تمام لائٹس آف تھیں، زینو نے باہر سٹنگ ایریا میں ہی اپنا بیگ اور کوٹ اتار کر رکھا، موبائیل بھی وہیں جھک کر میز پر رکھے وہ تیزی سے بیڈروم کی طرف بڑھی۔

مگر دروازے کے پاس رکتے اسکے قدم تھمے۔

" کہیں سو نہ رہے ہوں، زینو آہستہ سے کھولنا دروازہ"

زینیش نے ڈور ناب کو دھیرے سے دباتے سر اندر کیا تو اوزان بیڈ کی پائنتی کی جانب زمین پر بیٹھا تھا اور سر بیڈ کی پائنتی پر ٹکا رکھا تھا، آنکھیں بند تھیں۔

" ایسے زمین پر بیٹھے سو کر یہ مجھے غصہ دلا رہے ہیں، حد ہوتی ہے لاپرواہی کی"

گردن کے بعد محترمہ خود بھی پوری اندر داخل ہوئیں، دوپٹہ اتار کر وہیں کاوچ پر رکھا اور چلتی ہوئی اوزان کے پاس آئی اور آہستگی سے میٹرس پر بیٹھتے ہی اوندھی لیٹی اور دونوں ٹھنڈی ہتھیلوں کو اس کے کھلے گریبان کے سبب سینے سے جوڑے نرمی سے جھک کر اسکی جبین چومی، اوزان دھیرے سے مسکرایا تو ساتھ ہی کھلتی آنکھوں کے سامنے الٹی نظر آتی وہ تھی۔

"In the world of chaos, You are my calm"

اب بھی اوزان کی آواز بھاری اور آنکھیں سرخ تھیں لیکن اسے فیور نہ پائے زینش کو پریشانی ہوئی۔

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن فیور کہاں ہے، آپ تو ٹھنڈے یخ ہو رہے۔ تو پھر میرے ہنڈسم آپ نے اپنی آنکھوں پر کونسا ستم توڑا۔ کیا سچ میں میری جدائی برداشت نہیں ہوئی؟"

وہ اس پر جھکی تھی، اسکے چہرے کے ہر ہر نقش سے لاڈ و فکر کے سنگ ہونٹوں کو سہلانے کے بیچ اپنی حیرت و تجسس عیاں کر رہی تھی۔

"ایسا ہی سمجھ لو"

وہ اب پر سکون تھا، وہ اسے سکون جو دے رہی تھی، اسکے درد چن رہی تھی۔

"آپکو پتا ہے مجھے ٹریولنگ بہت بری لگتی ہے، لیکن آپکے لیے زینو چین کا سفر بھی کر لے۔ میرا دل چاہا کاش میرے پر ہوتے تو میں اڑ کر آجاتی۔ اگر

مجھ سے دور نہیں رہا جاتا تو کیوں جانے دیا۔ روک لیتے تو سچی رک جاتی۔ اچھا اوپر آئیں ٹھنڈ میں آپ زمین پر بیٹھے ہیں"

وہ اسکی جبین چومتی، ملائم ہونٹوں سے اسکی ناک چھوئے سانسوں کی حدت سے اپنی سانس ہر ممکنہ بچا رہی تھی، اوزان نے بند آنکھیں کھولیں۔

"اتنا قریب کافی ہے، زیادہ آگیا تو بہت زیادہ آجاوں گا۔ وقت بھی نہیں دیکھوں گا سو ایسی آفر نہ کرو مجھے زینو"

وہ اسکے اجتناب برتنے پر لمحہ بھر بوکھلائی، کہنیوں کو میٹرس پر ٹیکے وہ اس پر جھکی ہوئی تھی، اسکے ہاتھ اوزان کی گردن سے زرا نیچے ٹکے تھے، وہ چاہتی تھی آنکھیں بند کرلے مگر وہ اسے دیکھ کر بھی سکون پا رہا تھا۔

"ہوا کیا ہے آپکو اوزان؟"

زینو سے اسکا ٹوٹا لہجہ برداشت نہ ہوا۔

"تکلیف ہو رہی ہے، پر ابھی وجہ مت پوچھنا زینیش۔ میرا بولنے کو بلکل دل نہیں چاہ رہا"

وہ اس قدر اکتایا ہوا تھا کہ زینیش کے لیے دھچکے سے کم نہ تھی اس شخص کی یہ بے جان ولا تعلق حالت۔

"اوکے لیکن مجھ سے بات کریں، ویٹ"

وہ فوری کہنیاں اٹھاتی سیدھی ہو کر لیٹے بیٹھی اور میٹرس سے اٹھ کر بیڈ سے اترتی وہیں اوزان کے پاس زمین پر آ بیٹھی، زرا سا بینڈ ٹانگوں کا بوجھ اوزان کے تھائیز پر منتقل کیے۔

"تم سے بات کی تو بات بڑھ جائے گی، کیوں آ گئی ہو تم۔ سب کیا سوچ رہے ہوں گے؟ زینو میں ٹھیک ہوں، تم نے میری بات بھی نہیں سنی اور ہوا کی طرح پہنچ آئی میرے پاس۔ کیوں تم اتنی پاگل ہو"

وہ اسے ڈانٹ تو رہا تھا پر لہجہ اتنا پیارا کہ زینو کے ہونٹوں اور آنکھوں پر خود بخود محبت اتری، زینو نے اس پر حاوی ہوتے اپنی ملائم ہتھیلی سے اسکے چہرے کی جالائن سہلائی، سانس میں سانس لی۔

"مجھ سے نہیں رہا گیا نہ، آپ کی آنکھیں سوجھی دیکھیں تو لگا جان نکل گئی ہے۔ آپ واقعی ٹھیک نہیں ہیں، ورنہ آپکا ڈانٹنا اتنا پیارا تھوڑی ہوتا۔ میری ساری دنیا تو آپ ہیں، میں تب تک آپکی اداسی کی وجہ نہیں پوچھوں گی جب تک آپ خود نہ بتائیں لیکن اگر میں آپکے لیے کچھ کر پاوں تو بتائیں مجھے"

وہ اسکے لیے آج کچھ بھی کر سکتی ہے یہ زینیش کی آنکھوں میں لکھا تھا۔

"Yes! Take me in your arms and embrace me"

(ہاں مجھے اپنی باہنوں میں لے لو)

اوزان نے اسکا اپنے چہرے پر رکھا ہاتھ چومتے اسے دیکھا جو اسکے ایک ہی جملے سے تڑپ اٹھی۔

"I wanna fall asleep"

(میں سونا چاہتا ہوں۔)

بہت تکلیف میں تھا کیونکہ اوزان دایب کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"I haven't slept for too long"

(ایک مدت سے میں سویا نہیں ہوں)

حسرت تھی، بہت بڑا خسارہ ہوا تھا جسکا ماتم منایا جا رہا تھا، زینو کو لگا کوئی دھیرے دھیرے اسکی جان لے رہا ہو۔

"And if you see tears in my eyes"

(اور اگر تمہیں میری آنکھوں میں آنسو نظر آئیں)

وہ سچ میں رو دیا تو اس شخص کے آنسو زینو کو دہلا گئے، اسکے قریب ہوئے زینو نے اپنی ملائم ہتھیلی سے اسے آنسو پونچھے۔

"Just pretend like you didn't see it"

(تو نظر انداز کر دینا مجھ سے کچھ مت پوچھنا)

وہ نظر انداز کیسے کرتی کہ وہ محبت تھا اسکی، خود رو دی۔

"Take me in your arms and embrace me"

دھیرے سے زینیش نے اسے اپنے گلے لگایا، جیسے اسکے سارے دکھ، درد بانٹنا تو دور، چھین لینا چاہتی ہو۔

"And heal my wounds so they're gone"

(کہ میری اذیت دور ہو جائے اور زخموں کو راحت ملے)

زینو نے اسکے ٹیک چھوڑ کر بیٹھے ہی اسکی پشت سہلائے چہرہ گردن میں دیے اسکی گردن چومی، اوزان کے آنسو زینو کو اپنا کندھا بھیگوتے محسوس ہو رہے تھے۔

"tap my shoulders"

(اور میرے کندھوں کو تھتھپانا۔)

وہ اسکے کندھے پر جھک کر بوسہ دیتی روبرو آئی۔

"And tell me that its ok to cry in pain"

(اور کہنا دکھ میں رونا بری بات نہیں۔)

دونوں کے چہرے روبرو تھے، زینیش سے اسے روتا دیکھنا محال تھا، اس شخص کی آنکھوں میں تیرتی نمی، ہلکورے لیتا دکھ زینیش کا دل چیڑ گیا، یہ تکلیف اسے اب تک سہی جانے والی ہر تکلیف سے بڑی لگی۔

"مت روئیں، میں ہوں آپکے پاس۔ روتے ہوئے زیادہ پیارے لگ رہے ہیں۔ ی۔۔ یہ چڑئیل مزید عاشق ہو گئی تو آپ کو سانس بھی نہیں لینے دے گی۔ چھوٹے بچے ہیں کیا؟ اتنا سارا رونا اگر آپ دل میں دبا لیتے تو کچھ ہو جاتا

آپکو۔رونے سے دل کے پہاڑ بھی ہلکے ہو جاتے۔مجھے ہی دیکھ لیں،میری آنکھیں تو ازل کا سیلابی ریلا ہیں۔بس بات ملے اور یہ بہہ نکلیں۔۔۔۔۔۔۔اتنا پیارا رونا کہاں سے سیکھا آپ نے ویسے"

وہ جو نا جانے کیسے سانس لے رہا تھا،اس لڑکی کی الٹی سیدھی الجھی باتوں میں ایسا جکڑا کہ سارے دکھ کو منہ کی کھانی پڑی،اوپر سے وہ آخری جملے کو خمار آلود آنکھوں میں بلا کی شرارت و تجسس بھر کر کہتی اوزان کے بازوؤں کے حصار میں قید بھی ہو چکی تھی۔

"مزاق اڑا رہی ہو میرا؟"

اوزان نے ایک ہاتھ سے اپنی آنکھیں رگڑتے بگھڑ کر پوچھا،وہ اس وقت ضدی سا چھوٹا بچہ بنا اسے سنجیدہ و خوفزدہ ہونے ہی نہ دے سکا،بس ایسا بنا تھا کہ زینو اپنا آرام و سکون تک اجاڑ دیتی،فقط ان سنہری آنکھوں میں راحت بھرنے کی خاطر۔

"نہیں تو، آپکے رونے کی عاشق ہو رہی ہوں۔ کہیں آپ مقدر مجھ سے چھوٹنے پر تو نہیں رو رہے تھے، کہ کونسی بلا متھے لگ گئی۔ اب جو ہے یہی ہے، اسی پر صبر و شکر کریں۔"

اٹھ کر اسکے تھائی پر ماہرانی اپنا ننھا منھا وزن منتقل کر کے بیٹھے دونوں بازو اوزان کی گردن میں حائل کیے آنکھوں سے آنکھیں اور دل سے دل ملا کر اوزان کو پھر بہکا رہی تھی جسے خود زینش کی موجودگی کی راحت ہی موجود حزن و ملال سے واحد فرار نظر آ رہا تھا۔

"کہا ہے نہ ابھی کچھ مت پوچھو"

وہ پھر سے بیزار سا ہوئے اپنا چہرہ اسکے کھلے بالوں میں گھسیڑ گیا، اسکے ہونٹوں کو چھو کر نکلتی گرم سانس زینو کو گردن اور سینے تک پھیلتی، عجیب سا فسوں برپا کرتی محسوس ہوئی۔

"زینو چاہیے ؟"

اسکے بال پیار سے سہلائے اسکے کان پر جھک کر بولی، لہجہ ایسا تھا جیسے وہ ہارنے لگی ہے۔

"تھوڑی نہیں چاہیے"

دبی سی ہٹ دھرم سرگوشی جس پر وہ بمشکل ہنسی دبا سکی اور گلاب ہوتے گالوں کی دلفریبی تو چھپنی اس بے خود لمحہ ویسے بھی محال تھی۔

"تھوڑی تو ضدی، بگھڑے اور جنونی اوزان کے لیے ہے، اس روتو بے بی کے لیے پوری اویلیبل ہے۔"

یہ کہنے کے لیے وہ بہت ہمت جمع کر چکی تھی لیکن اسکے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ اوزان اسکے جواب کے بدلے آج کیا کیا کر گزرے گا۔

"کیا کہا تم نے؟"

خود کو ہوش دلاتے اوزان نے چہرہ اسکے مہکدار بالوں سے جھٹکے سے نکالا جہاں وہ فوری بلش کرتا چہرہ جھکا گئی۔

"روتو بے بی"

زینو نے شرارت کے سنگ حجاب آلود ہوتے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے دہرایا۔

"تو اسکے بعد"

اوزان نے اسکوٹیک چھوڑ کر بیٹھتے مزید بازووں کے ہالے میں جکڑے زرا ہڈیاں چٹخادینے کی نیت کیے تکلیف دینے کی کوشش کیے رعب، ضد اور بپھرتی ٹون میں پوچھا، زینو کی لمبی پلکیں آنکھوں پر لرزیں۔

"اویلیبل"

زینو نے ڈرتے ڈرتے اوزان کی خمار و تکلیف کے غلبے سے گلابی ہوتی آنکھوں میں تکتے سسکتی سرگوشی کی۔

"اس سے پہلے"

اوزان نے اسکو اپنے حصار تنگ کرتے جب جان لیوا حد تک لا کر اپنی پر تپش قربت سے نڈھال کرتے پوچھا تب زینو کی آواز رہن ہوئی، لگا حلق کسی صحرا کا روپ دھار گیا ہو، اوزان کے کلون کی مدہوش کرتی خوشبو، شخصیت کا رعب اور وہ آنکھیں سب مل کر زینو کی جان لے رہے تھے۔

"پ۔پوری"

زینو نے اپنی گال اوزان کے گال سے جوڑے تیزی سے کہا مبادا وہ اسکو گھونٹ کر ہی نہ مار ڈالے، اوزان نے کچھ دیر اسے یونہی خود سے لگائے رکھا، اسکی گال سے گال رگڑتے سکون کی سی کیفیت طاری تھی۔

"پھر کہو"

معنی خیز لہجے میں کہتے اوزان نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسایا، بالوں میں اوزان کے ہاتھ کی انگلیوں کی سرسراہٹ پر زینو نے آنکھیں موندیں، اس لڑکی کے سینے کی دھک دھک اوزان کو اپنے وجود میں اترتی محسوس ہو کر جب بے بس کر گزری تو زینو کی آواز کانوں میں گھلے ساز گار لمس کی شکل اختیار کر گئی۔

"پوری کی پوری، صرف آپکی ہوں"

زینو کی کمزور و بے جان آواز سنتے ہی اسے آزاد کرتے وہ نا صرف خود اٹھا بلکہ ٹوٹی شاخ کی مانند ابھی سے اوزان دایب کی دسترس میں ہوش کھو جانے پر لہراجاتی زینیش کو بازوؤں سے پکڑے اپنے روبرو کھڑا کیا جو یوں اوزان کو دیکھ رہی تھی جیسے کوئی کسی جن بھوت کو دیکھتا ہے، ساری بہادری ہوا ہوئی۔

"پوری کا مطلب جانتی ہو زینیش"

اسکے خود سے دور سرکتے سراپے کو اوزان نے جب نرمی سے کھینچا، وہ شخص اسے اپنی موجودگی، خوشبو اور لپکتے رویے سے پاگل کرنے پر شدت سے آمادہ لگا، اب وہ اعتراض بھی کیا کرتی کہ اپنی جان خود نکالنے کا کہہ بیٹھی تھی۔

"ج۔۔جی لیکن روتو بے بی ہی بنے رہیں نہ۔۔۔۔ی۔۔یہ والے اوزان نہیں پلیز"

اوزان کی اسے چھونے تک کی کشش اور شدت پر زینیش کے حواس بگھڑے، شرم و خوف کی شدت سے پلکیں بوجھل ہوئیں۔

"اب زخمی شیر کو چھیڑ بیٹھی ہو تو خود بھی شیرنی بنو"

اوزان کی ئبے باک تمہید پر زینو کی دھڑکنیں گھٹنے لگیں اور اس سے پہلے وہ کھل کر سانس لینے کی کوشش کرتی، اوزان دایب نے نا صرف اسکی اس کوشش کو سانسوں پر پر شدت اجارہ پائے ناکام کیا بلکہ کئی لمحوں تک وہ خود

بھی سانس نہ لینے پر رضامند تھا، اس کے ہونٹوں کی نرمی، عارضوں کا گلال اور وجود کی حدت نے ہر دوسری راحت، ہر دوسرا درد بھلایا، اوزان دایب کے ہر انداز سے چھلکتی شدت اسکے لمبے انتظار و صبر کی ترجمان تھی، چند لمحوں میں اوزان کے منہ زور جذبات کی بہکی رو کے سبب زینیش کی دھڑکنیں اسکے دل کا ساتھ چھوڑ گئیں۔

"اوزان۔۔۔۔"

اس بپھرے شیر کی بے تابیوں سے گھبرا کر زینو نے سہم کر اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر فاصلہ قائم کرنا چاہا اور کامیاب ہوئی تو بگھڑا تنفس، اور سانسوں کے زیر و بم کے ہمراہ وہ اوزان کے سینے میں چھپی۔

"میں آج تک آئی جان کے سامنے بھی نہیں رویا حالانکہ وہ بہت بار میرے گلے لگ کر روتی رہیں، ہمیشہ اپنی تکلیف کا پردہ رکھا کیونکہ ہمیشہ سے ہم مردوں کو کہا جاتا ہے کہ ہم رو نہیں سکتے۔ بہت غبار جمع تھا میرے دل میں

زینیش، لیکن تم سے میری خوشی اور تکلیف کا جو رشتہ ہے وہ مجھے ہمت دیتا ہے کہ میں تم پر اپنی ہر تکلیف کھول سکتا ہوں، تم میری آنکھیں دیکھ کر میرے پاس چلی آئی، میرے دل کی حالت دیکھ کر کہاں تک چلی آو گی کہ آج اوزان دایب کا دل بہت بری حالت میں ہے"

وہ اسکے الفاظ کی حدت پر اسکے حصار سے آزاد ہوتی روبرو ہوئی۔

"م۔۔میں ہوں آپکے پاس، دل کو ٹھیک کر لیں پلیز۔۔۔مجھے بتائیں کیسے آپکے دل کی تکلیف دور ہو گی۔"

جان تو زینیش کو اس وقت بہت معمولی لگی، وہ تو اسے لیے دل کی طرح دم سادھے دھڑک رہی تھی، جیسے اسکے ایک حکم پر باندی بن کر سر خم کر دے۔

اسکے نرم ہاتھوں کے لمس اوزان کو رخساروں کو ٹھنڈک دے رہے تھے، اور وہ سر تا پیر صرف آسودگی اور راحت کا خزانہ تھی۔

"تمہاری محبت سے میرے دل کے درد فراموش ہو جائیں گے، ہر طرح کے اعتراف سے، مجھے بھاتے ہر اظہار سے۔ بس میرے علاوہ تم اب کسی کی مت رہو، اپنی بھی نہیں"

زینیش نے خوفزدہ ورحم طلب نظر اوزان پر ڈالی، وہ اسے اور اسکے ہوش کو ہر جانب سے گھیر چکا تھا۔

"صرف آپکی ہو گئی تو آپکو بھی ص۔۔ صرف میرا ہونا پڑے گا نہ"

زینیش نے گہرا سانس بھرتے جان وارنے سے پہلے بچ نکلنے کی بھونڈی سی کوشش کی۔

"وہ تو اس لمحے سے ہو گیا تھا جب پہلی بار تمہاری آنکھوں میں دیکھ کر اپنا قرار لٹایا تھا، جب تمہارے لیے ہارا تھا، جب تمہارے لیے جھک گیا تھا، جب تمہارے لیے مڑا تھا"

اوزان کے جذب سے اٹے لفظوں میں محبت کا ہر رنگ تھا، وہ بھیگی نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے، میرے بنا جی نہیں سکتے؟"

وہ لڑکی آفت تھی، ایک ہی جملے میں اوزان دایب سے ہاں اور ناں کروانے والی اسکے دل کی حاکم۔

"میں بھی بہت محبت کرتی ہوں آپ سے، میں بھی آپکے بنا جی نہیں سکتی اوزان"

دونوں مسکرائے اور وہ حکایت دل سنا کر اوزان کو بھاتے اظہار سے خود سپردگی کا اشارہ بخش کر اوزان دایب کے سکون میں اضافے کا آغاز کر بیٹھی۔

اوزان نے پکڑ کر اس زندگی کے سرمائے کو اپنے مہکتے پہاڑ سینے میں بھینچا اور خود کے ساتھ اسے بھی احساس سکون سے بھرا۔

اسے یونہی خود سے لگا تا وہ وہیں میٹرس پر گرنے کے انداز میں بیٹھے لیٹا، وہ اوزان کی شدتوں اور استحقاق پر کانپ نہیں رہی تھی لیکن وہ اس شخص کے ایک ہی وار سے اسکے اختیار میں ضرور جا چکی تھی لیکن زینو سے جب سانس لینی محال ہوئی تو وہ اسکی روح سہلاتی قربت و لمحہ بہ لمحہ جان کو آتی گرفت میں تڑپی۔

"اوزان۔۔"

سانس کی صورت زینو کے ہونٹوں سے اسکا نام نکلا۔

"میرے لیے میسر رہو زینو مزاحمت مت کرو، تم سے دور نہیں رہ سکتا اب۔۔۔۔"

اسکے رہے سہے اعتراض تو اوزان نے اس پر زرا جھک کر جبین چومتے ہی حکم دے کر ختم کیے، جبکہ زینیش کی آنکھ سے اک آنسو بہہ کر میٹرس میں جذب ہوا تھا۔

"م۔۔میں بھی"

کپکپاتے کمزور مگر تڑپتے لہجے میں اس لڑکی کی یہ سرگوشی اوزان نے آواز سے نہیں اسکے ملائم ہونٹوں کی حرکت سے سنی اور وہ کیسے نہ اس اعتراف کے بعد اس لڑکی کو خود میں اتار لیتا، مرہم بناتا، وہ بھی تو فراغ دل تھی، اوزان دایب کے سارے زخموں کی مسیحائی کرنے کی ٹھان بیٹھی تھی۔

آج اسکے پاس اعتراض و مزاحمت کا حق ہوتا تب بھی استعمال نہ کرپاتی، آج وہ خود اوزان دایب کی محبت کے ہر نئے زائقے کو چکھنے کی شدت سے طلب گار ہو چکی تھی۔

وقت کی کوئی قید ان دو کے رشتے کے بیچ رکاوٹ نہ لا سکی، زینیش نے اس شخص کو جس قدر خود سے دور رکھا تھا، وہ اپنا آپ سونپنے پر آئی تو من مرضیوں کو بھی لاج کھانی پڑی، روح شناس سے روح نشین کی یہ ملاقات

اتنی حسین تھی کہ تیز چمکتی دھوپ نے ان دو کے لیے بادلوں کی چادر کو آسمان پر یوں حجاب اوڑھتے پھیلایا کہ وصل کے سحر کی نرمیاں موسم میں بھی چلی آئیں، وہ تو اس سے نظر نہ ملاتے بہت جلد اپنا اطلسی ہوتا دامن چھڑوا کر بھاگ نکلی تھی، کئی لمحے معطر کیے، کئی اظہار کیے، کئی حساب بے باک کرتے ہوئے۔

"یہ جو دل ہوتا ہے یہ بھلے وجود سے پرے الگ ہی مقام پر آباد ہوتا ہے لیکن اسکی خواہش اتنی زور آور اور دھانسو ہوتی ہے کہ جسم، ذہن اور رضا کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیتا ہے، سب اسکے تابع ہو جاتے ہیں۔"

وہ اوزان دایب تھا جو آئینے میں اپنے چہرے کی بڑھ جاتی روشنی پر دنگ تھا، اسکی خوبصورتی شرطیہ بڑھی معلوم ہوئی، اس چاہئیں شدتیں لٹانے والی نے جیسے اسے ایک ایک تکلیف سے نکالا، ایک ایک درد کی لہر سے بے خبر کیا، وہ دل میں مچلتے مسرور جذبات کے تحت گلابی ہونٹوں پر ہمکتی پر سرور مسکراہٹ دبانے میں ناکام ہوا، شاید جتنی تکلیف گزری شب اس نے سہی،

وہ اوزان کی بساط سے بڑھ کر تھی تبھی اللہ نے زینیش کو اس تک پہنچایا، تاکہ وہ اوزان کے حد سے تجاوز کرتے درد سمیٹ کر اسے سکون دے سکے۔

وقت کو سرکنے کی گویا ان دو کی قربت کے فسوں نے ہرگز اجازت نہ دی تھی کیونکہ سب کچھ ٹھہر گیا تھا لیکن پھر سردی کا خوبصورت دن بادلوں کی اوٹ سے پھر سے نکل آیا، حرارت بخشتا سورج اپنی چمکتی ملائم روشنی اور کرنیں بکھیرتا آسمان کے وسط میں جا ٹھہرا تب روح نشین کی چھینپی، نشاط پرور، سرور آگین مسکراہٹ بھی منظر عام پر آئی۔

وہ گیلے بال دھوپ میں ڈرائے کرنے کچھ دیر پہلے اوزان سے چھپتی یہاں چلی آئی، بلیک اینڈ وائیٹ بہت پیارا چکنکاری کے کام والا پلازو ٹراوزر اور سنپل بلیک شارٹ کرتی، اسکے بانکے مہکتے سراپے پر دمک رہا تھا، سنہرے گیلے بالوں سے اٹھتی شیمپو اور کنڈیشنر کی سوندی مہک فضاؤں میں گھلی تھی، وہ وجیہہ پر سرور شخص اسے فراغ دلی سے ان ہیل کر رہا تھا۔ دن کا ایک بجنے

والا تھا، وہ اس وقت بھی لان میں کھلے لائیٹ سنہری گیلے بالوں اور ننگے پیروں کے سنگ سفید گلاب کے پھول کو شرارت اور شرمیلی ہنسی سے توڑ کر پلٹی ہی جب اس کسرتی پہاڑ مہکتے سینے سے ٹکرائی، ان دو کا ٹکراو دیکھ کر لان میں لگے ہر قسم کے رنگین پھول مچل گئے، اپنی خوشبو ان دو کے پیرہن تک ہوا کے ملائم جھونکے کے سنگ ارسال کی، اوزان نے شرٹ کی آستین اوپر کو کھینچے، صبیح پیشانی پر بکھرے بال، اسکے پر عطر سراپے سے اٹھتی مدہوش کرتی خوشبو، ایک دوسرے پر وہ اب بھی سراسر قہر تھے۔

اوزان کی مدہوش کرتی خوشبو سانسوں میں بس چکی تھی، اتنے قریب آنے ہر زینیو نے جب مزید اسکی خوشبو ان ہیل کی تو لمحوں میں اسکا چہرہ حجاب آلود ہوا، اک لمحہ تو دونوں کو سمجھ نہ آیا کہ اب اس قدر بات بڑھ جانے کے بعد بات کہاں سے شروع کریں۔

دونوں بلش کرتے اس دن کا خوبصورت منظر تھے۔

"پھول کیوں توڑا تم نے؟"

اوزان نے اسکے اضافی گلابی چہرے پر نظریں جمائیں اور بے تکی سی تکرار سے شروعات کی، خود بھی سیاہ والمنا کی سے نکلا وہ روزی براون کلر ٹی شرٹ اور وائیٹ چینوز پینٹ میں نکھرا اور تروتازہ لگ رہا تھا، آنکھوں میں جہاں کچھ گھنٹوں پہلے کرب کی سرخیوں کے ڈیرے تھے وہاں خمار کی اضافی پرت موجود تھی، خوبصورتی رقصاں تھی۔

"آپکو اتنا سپیشل فیل کروایا، کیا اس کے بدلے آپکے فارم ہاوس کا ایک پھول بھی نہیں توڑ سکتی ہوں"

دیکھے بنا حیا کی دیوی نے گزرے لمحوں کے نشاط میں مدہوش ہوتے متبسم سرگوشی کی، سورج کی سنہری کرنیں زینیش کے چہرے پر پڑ کر یوں لگ رہا تھا وہ دودھ میں گھلا روح افزاء ہو، وہ اتنی پر امن، اتنی مقدس، اتنی راحت نشین ہو گی اوزان نے اس درجہ کہاں امید رکھی تھی، اور امید سے نے انتہا

پانے کے بعد اوزان کا دل پر سکون، جسم ہر درد سے بے نیاز اور روح، نشاط کا مسکن بن چکی تھی۔

"میں نے بھی تو سپیشل فیل کروایا ہے، پھر مجھے کیا رعایت ملے گی؟"

اوزان کے چمکتے چہرے اور آنکھوں کی کہانی یہ تھی جیسے وہ اس نئے سکون کو پاتے ہی اعصاب و دل کی ہر تھکن سے آزاد ہو گیا ہو، سوال میں جی بھر کر ذومعنیت اور بے باکی تھی۔

"آپکو زینو کی ہاں ملے گی، ہر بار۔ مجھے چھونے اور مجھے پیار کرنے سے پہلے آپکو اب اجازت درکار نہیں، میرے روبرو آکر آپکو اپنی کسی خواہش کو دبانے کی ضرورت نہیں۔۔۔"

وہ اسکے حصار سے نکلتی کہہ کر بھاگی مگر اوزان نے اسکی کلائی پکڑے جب کھینچا تو گیلے بال اس لڑکی کے اپنے رخساروں سے اس جھٹکے پر لہرا کر چپکے، وہ سہم گئی۔

"جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی، میں نے ابھی ایک جھلک دیکھائی ہے اپنی تمہارے لیے دھڑکتے، سانس لیتے انس و جنون کی"

خمار کے سنگ اپنا پر کشش ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے سے چپکے بال ہٹائے وہ بولا نہیں اس لڑکی کی وار فتگی و دیوانگی پر گھبرا گیا، جس پر اس شخص نے جو ستم کے پہاڑ توڑے، امید یہی کر رہا تھا وہ چھپتی پھرے گی، دوسرا سانس نہ لے سکے گی، اسکی محبت بھری موجودگی سے خوف کھا جائے گی۔

"جانے دیں، ویسے بھی تو اک دن یہ ہونا ہے۔مجھے آپکی محبت ہونے پر ناز آچکا ہے، خیر آجائیں مل کر لنچ بناتے ہیں۔اور اسکے بعد آپ مجھے اپنے رونے اور بے وقت اتنا سارا ڈیمانڈنگ ہونے کا سارا قصہ سنائیں گے۔۔۔۔میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اب آپ پر بھی گریز جائز نہیں"

قریب آتی وہ اوزان دایب کی خوشبو کا پیرہن پہنے اسکی گال سے پر حدت لبوں کو جوڑ کر بوسہ دیتی ننگے پیر ہی وہ پھول لہراتی وہاں سے بھاگ گئی اور

اوزان دایب نے جب مسکرا کر آسمان کو دیکھا تو منظر تک اس شخص کے ایسے واجبی و دائمی سکون پر ساکن رہ گئے۔

زہے نصیب۔!

..________________________..

"میری جان، تمہارا جوڑا"

پیلے اور سرخ دوشرارے جو ابھی پہنچے، عائشہ جب کمرے میں لائیں تو پنارا انکے جان کہنے پر خوشگوار حیرت کے سنگ ڈریسنگ کے سامنے سے پلٹی۔

جواد سیال بھی کچھ دیر پہلے کوٹ پہنچ چکے تھے اور پورے کوٹ میں دبنگ تیاریاں عروج پر تھیں۔

"پتا نہیں کتنے دنوں بعد آپکے منہ سے جان سنا، بہت روڈ رہی ہیں آپ میرے ساتھ"

پنار اپنا نیل آرٹ کرواتے ہی آنکھیں اٹھائے ممی کو دیکھتے بولی جو افسردہ سی مسکراہٹ لیے وہیں پاس بیٹھیں، پارلر والی کو گھر ہی بلایا گیا تھا، پنار نے نیل آرٹ کرواتے نرمی سے اس لڑکی کو مسکرا کر کچھ دیر اکیلا چھوڑنے کا کہا تو وہ کمرے سے چلی گئی۔

"تم جانتی ہو میرے بچے میری کمزوری ہیں، آئی ایم سوری۔ لیکن ابھی بھی میں خوش نہیں ہوں پنار، میرا دل خوفزدہ ہے تمہیں اس گھر بھیجنے سے۔ سوچو اگر فیروز رہا ہو کر واپس آگیا، میری تو سانس سینے میں اٹک جائے گی۔ وہ غلیظ شخص جس نے اپنے بچوں کو نہیں بخشا وہ کسی کی اولاد پر کیا رحم کھائے گا۔"

ممی کی تکلیف، فکر اور پریشانی پر پنار نے آزردہ نظروں سے انکو دیکھا۔

ابھی تو وہ اپنی اس ماں کی اس شرط تک سے ناواقف تھی جو سلاخ کی طرح دیان کے سینے میں گاڑ چکی تھیں۔

"دیان تو بعد میں کریں گے، پہلے پنار اپنی خفاظت خود کرنا اچھے سے جانتی ہے۔ ممی میری طرف دیکھیں۔ آپ نے دیان کی بات مانی، ابھی تک میں شاک میں ہوں۔ کہیں ایسا تو نہیں آپ کے ماننے کے پیچھے کوئی ایسی وجہ ہے جو مجھے معلوم نہیں"

پنار کا شعور اسے کچھ غلط ہونے کا اشارہ تو اسی دن دے چکا تھا لیکن آج موقع ملا تو پنار نے عائشہ سیال سے اپنا خدشہ کہہ ہی دیا، اور یہ ذکر ہی ایسا تھا کہ عائشہ سیال کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"کہیں دیان نے اسے بتا تو نہیں دیا؟"

عائشہ کا دل خوف زدہ ہوا لیکن پنار چہرے پڑھنے میں خاصی ماہر تھی، سمجھ چکی تھی یہ اڑی رنگت بلاوجہ نہیں لیکن اب بھی وہ ماں کی سفاکیت سے واقف نہ تھی۔

"یقیناً آپ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں ممی، مجھے دیان سے پوچھنا ہو گا۔"

پنار نے ممی کی خاموشی بھانپے سوچا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، زینو آئے گی یا نہیں؟ اس نے کال یا میسج کر کے کوئی خبر دی؟ اور بابا سائیں پوچھ رہے ہیں کہ کیا انصاری والے مہندی لائیں گے؟"

عائشہ نے نظر چرائی جبکہ فوری موضوع بدلا، پنار کے دل میں شک تو آگیا سو اب وہ یہ سب دیان سے ہی بات کر کے واضح کرنے کا سوچ چکی تھی۔

"میسج کیا تھا اس نے، کہہ رہی ہے کچھ دیر بعد کنفرم بتائے گی۔ مہندی وہ لوگ نہیں لائیں گے کیونکہ وہاں دیان کی مہندی مایوں کا الگ فنکشن ہے۔ ہاں لیکن دیان آئیں گے مہندی اور مایوں کے شگن لے کر۔ اور شاید میں جوڑا بھی انہی کا لایا پہنوں رسم کے مطابق۔۔۔۔"

پنار نے فوری انہی جیسے لاتعلق لہجے میں جواب دیا جبکہ عائشہ سیال کو اچھا نہ لگا، کیونکہ انہوں نے بہت پیار سے پنار اور زینو کے جوڑے بنوائے تھے۔

"یعنی تم میری پسند کا جوڑا نہیں پہنو گی؟"

عائشہ نے دکھ سے پوچھا۔

"یہ بھی پہنوں گی اب اس پر بھی بگھڑ مت جایئے گا ممی، کم از کم میں اپنی شادی پر کسی قسم کا میس برداشت نہیں کر سکتی"

پنار کے لہجے میں خفیف سی ناراضگی اتری تبھی عائشہ نے مزید کچھ نہ کہا اور اٹھ کر کمرے سے چلی گئیں۔

"اگر آپ نے کچھ کیا ہوا ممی تو آپکو معاف نہیں کروں گی، دیان سے پوچھتی ہوں"

پنار نے کوفت سے خود کلامی کیے فوری اٹھ کر احتیاط سے میٹرس پر پڑا فون اٹھایا تاکہ نیل آرٹ نہ خراب ہو۔

دیان کچھ دیر پہلے ہی ہیر ڈریسر کی طرف سے ہو کر آیا تھا اور نہا رہا تھا۔

"دیان کال پک کریں"

پنار مسلسل بجتے فون پر کوفت سے بڑبڑائی جبکہ طلال جو دیان کے روم کے باہر سے گزر رہے تھے، دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے رکے، اندر داخل ہوئے اور مسکرا کر چھٹکے لاڈلے کا مسلسل بجتا فون جھک کر اٹھایا تو لاڈلی کا نام دیکھ کر چہرے کے خدوخال میں شفقت اتر آئی۔

اس سے پہلے وہ پک کرتے، واش روم کا دروازہ کھول کر باہر گردن نکالتے دیان کو دیکھ کر طلال اسکی بے تابی اور بے شرمی پر ہنس دیے، گویا وہ بس تھوڑا سا ہی باہر دیکھائی دے رہا تھا۔

"مت اٹھایئے گا چاچو، ادھر دیں"

دیان کو لگتے کرنٹ پر طلال ہنس کر فون لیے اسکی طرف بڑھے۔

"نہاتے ہوئے تو چین وسکون سے کام لیا کرو شودے، اور تمہاری بیوی یہ بعد میں ہے میری لاڈلی پہلے ہے۔ لو۔۔۔۔ بے شرم۔۔۔ شادی ہو رہی ہے

پر حرکتیں اللہ اللہ۔۔۔ چھوٹے کاکے جیسی ہیں۔میری مانو تو فون بھی نہاتے وقت اندر لے جایا کرو"

شاور جیل کی جھاگ دیان کے آدھے چہرے پر لگی دیکھتے طلال میٹھا میٹھا سناتے فون اس ترسے کو تھماتے دبی دبی مسکراہٹ کے سنگ باہر نکلے تو جناب نے فوری کال پک کی جبکہ فون لگتے ہی شاور کی آواز پر وہ جو کافی اداس وپریشان تھی، چہرہ خفت زدہ ہوا۔

"تم مجھے نہانے بھی نہیں دینا چاہتی یار، کیا آفت آگئی ہے"

دیان کی محض تیکھی آواز سن کر ہی پنار مسکرادی۔

جناب نے فوری شاور بند کیا۔

"ہاہا مطلب آپ نہاتے ہوئے فون پاس رکھتے ہیں؟ ایسی بھی فون سے کونسی قرابت داری ہے۔جو حق ابھی میرے پاس نہیں وہ آپکے فون کے پاس بھی نہیں ہونا چاہیے"

پنار کی ساری افسردگی تو اس نمونے نے ختم کر دی جبکہ پور پور بھیگے جناب ابھی سے پنار کی شدت پسندی پر سرور میں مبتلا تھے۔

"اچھا کونسا حق"

دیان نے جان بوجھ کر انجان بنتے پوچھا۔

"فون پر نہیں بتا سکتی کان میں بتاوں گی"

پنار نے شرمگیں ہوتے بات بنائی، جبکہ دیان ہنس دیا۔

"جیسے اس دن میں نے تمہارے کان میں کچھ سپیشل کہا تھا"

دیان نے جو ذکر کیا اس پر پنار کان کی لو تک سرخ پڑی، دل چاہا فون رکھ دے۔

"شرم کریں"

پنار خفت سے ڈانتی کیوٹ لگی۔

"اب نہیں کرنی، بہت کرلی۔۔۔ خیر یہ سب مل کر کرنے والی باتیں ہیں۔ یہ بتاؤ کال کیوں کر رہی تھی؟"

دیان نے خود ہی معاملہ ہاتھ سے چھوٹتے محسوس کیے لگام لگائی پر پنار تو لمحہ بھر دیان کے دل دہلانے پر سب کچھ ہی بھلا گئی۔

"ایکچولی کچھ پوچھنا تھا، آپ کب آئیں گے رسم کی چیزیں دینے؟"

پنار نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا، دیان کے بھیگے گلابی ہونٹ مسروری کے سنگ پھیلے۔

"چیزوں کا اتنا ویٹ ہے کیا؟"

دیان نے پھر سے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے شرارت کی۔

"چیزیں پنار کے لیے کبھی اہمیت نہیں رکھتیں، آپکا ویٹ ہے بدھو۔ جلدی آئیں۔ رات کے بجائے زرا جلدی تین چار بجے تک آجائیں، آپکا اپنا بھی تو فنکشن ہے"

پنار اسکے لیے ایسی منتظر بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"مجھے مس کر رہی ہو یا جو ضروری بات کرنی ہے اس کے لیے جلدی بلا رہی ہو؟"

دیان صاحب اتنی جلدی کہاں جان بخشتے تھے۔

"مس کر رہی ہوں اور کچھ پوچھنا بھی ہے جو بہت ضروری ہے۔ اینڈ دوبارہ آپ نہاتے ہوئے فون کو آس پاس بھی مت رکھیے گا۔ ورنہ جھگڑا ہو جائے گا ہمارا"

جیلس اور پوزیسیو پنار ازبیک، دیان کے سرور میں پل پل اضافہ کرتی وہ لڑکی اسکے چلتے دل کی روانی کا سبب تھی، اسی کے سبب تو دیان آریز جینے پر آمادہ ہوا تھا۔

"ہاں اب اس فون کی جگہ ریپلیس ہونے والی ہے، چلو رکھو فون میں جلدی آتا ہوں"

اول جملے سے پنار کو سرخیوں میں ڈھالے کال کاٹی تو کتنی ہی دیر اسکے جملے کے سبب پنار اپنے دل کی بے خود دھڑکنیں ہی استوار کرتی رہ گئی۔

وہیں انصاری حویلی میں بھی لنچ کی تیاری کے ساتھ ساتھ رات مایوں مہندی کے کمبائن فنکشن کی تیاریاں عروج پر تھیں، الماں اور میشی بھی ہر تیاری میں آگے نظر آرہے تھے۔

الماں کے لیے میشی کی مسکراہٹ، اسکی کھلکھلاتی ہنسی اب دنیا کا سب سے خوبصورت منظر بن چکا تھا، کنول نے اپنے اوپر سے ماتم اتار دیا، وہ بھی آج سج سنور کر پہلے جیسی بن رہی تھی۔

وہیں دیان کے اس خاص دن کے لیے صائمہ خانزادہ نے بہت سے تحائف لائے پھر بہار نے انکے ساتھ مل کر پیک کروائے اور حسیب دونوں ساس بہو کے قہقہے، ہنسی، مسکراہٹ اور سکون، اپنے آرام کے بیچ دیکھ کر مزید سکون پا رہا تھا۔

..________________________..

کف فولڈ کیے اوزان مصروف انداز میں زینو کے لگائے کام پر لگا بہت مہارت سے کٹنگ بورڈ پر تازہ سبزیاں چھوٹے چھوٹے کیوبز میں کاٹ رہا تھا، زینو کی بہت ضد پر اوزان نے اسے وہ ریکارڈنگ جا کر خود سننے کی اجازت دی تاکہ زینیش کے تمام سوالات کا بھی اسے جواب ملے۔

"آئی ڈونٹ نو وہ آپکو معاف کرے گی یا نہیں لیکن اسکا حق ہے یہ سب سننے کا، مجھے پتا ہے آپ نے کہا تھا یہ کسی اور کو نہ سناوں لیکن وہ میرا حصہ ہے بابا، اور میری اس جنگ میں وہ میری ساتھی ہو گی"

بہت مہارت سے وہ گاجر، شملہ مرچ، ٹماٹر اور آلو کو کیوبز میں کاٹتے ہوئے ساتھ ساتھ خود سے ہمکلام تھا، زینیش اسے اپنا فیورٹ پاستہ بنا کر کھلانے والی تھی مگر اہم کام نخریلے صاحب کو دے گئ تھی۔

کمیلئین کے کلینک آفس میں بیٹھی وہ اپنی آنکھوں کے آنسووں کو رگڑتی ٹیپ ریکارڈر سے اس کیسٹ کو نکال کر دیکھتے گہرا سانس کھینچ گئ۔

یہ سب سن کر اسکی تکلیف بھی اوزان سے کم نہ تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی ممی، کہ میں کس کو معصوم سمجھوں اور کسے گناہ گار۔ لیکن ان سب کی وجہ سے میں تو اپنے اصل بابا کے لمس سے کئی سال محروم رہ گئی نہ، اور آپ کی تکلیف شاید زینو آخری سانس تک بھی بھلا نہ سکے گی۔

میرے یعقوب بابا کو ناکردہ گناہ کی سزا جھیلنی پڑی، انکی تکلیف، انکا مجھ

س۔۔سے چھپ کر رونا۔کیسے بھول سکتی ہوں۔۔۔ک۔۔کیا کوئی باپ اتنا

سنگدل بھی ہو سکتا ہے؟ کیسے پتھر دل ہیں آپ فیروز شمیشر انصاری، آپکی

نفرت کتنی زندگیاں نگل گئی۔"

رہ رہ کر زینو کے سارے زخموں میں جلن ہو رہی تھی، اس لمحہ اسے سب

معصوم لگے، دایب انصاری بھی جنکی سسکیاں اور تکلیف وہ خود بھی سن چکی

تھی۔

کیسٹ ہاتھ میں لیے وہ گالوں پر پل پل اترتی نمی رگڑتی اٹھی اور کلینک

آفس سے نکل کر سیدھی کچن کی طرف بڑھی تو اوزان ویجیز کاٹنے کا کام

مکمل کرتا باہر ہی آرہا تھا۔

دونوں کی نظر ملی، اوزان نے اسکے کیسٹ تھمانے پر ایک ہاتھ بڑھا کر کیسٹ لے کر وہیں سٹنگ انٹرنس ایریا میں لگے ٹیبل پر رکھتے پکڑ کر زینو کو اپنے قریب کیا جو کچھ نہ بولی بس بازو اسکے اطراف کے جاتی اسکے سینے سے جا لگی۔

"میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ سب میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا تھا، میری زبان کبھی میرا ساتھ نہ دیتی۔ مجھے یہی مناسب لگا کہ تم خود ان حقائق کو سن کر فیصلہ لو۔ اصل فساد کی جڑ دادا ہیں، اور وہ آدمی جس نے بابا کی جان لی۔ یہ سب سن کر مجھے اتنا تو یقین مل گیا کہ میرے بابا حرام موت نہیں مرے۔ وہ نیند کی گولیاں یقیناً چودہ سال پہلے انکو کھلائی گئیں۔ بس یہ آخری راز کھلنے کی دیر ہے، مجرم کو دردناک سزا ملے گی"

وہ اپنے آنسوؤں کو کچھ دیر بہاتی جب مضبوط ہوئی تو اس مہکتے حصار سے زرا آزادی پائے روبرو ہوئی، اوزان نے دونوں ہاتھوں میں اسکا ملائم چہرہ بھرا۔

"آپ کے بابانے جو کیاو۔۔وہ بہت بڑا ظلم تھا اوزان، اب بھی انکی سسکیاں ، کرلاہٹیں اور تکلیف انکی زبانی سن کرب۔۔ بھی میں انکو معاف نہیں کر پا رہی۔م۔۔مجھے تو ممی کی تکلیف رلا رہی ہے، کیا گزری ہو گی ان پر۔۔۔۔ طلال بابا کیوں ہوش سے بے گانے ہو گئے یہ اب سمجھ آئی ہے، انہوں نے ماں کھوئی، الا یہ بھی کھو دی۔۔۔۔یقین بھی کھو دیا۔میں ان سے ممی پر یقین نہ کرنے پر ہمیشہ تھوڑی سی خفا رہوں گی لیکن زیادہ نہیں۔س سب نے جھیلا ہے، سب تکلیف سے گزرے ہیں۔سو میں نے آپکے چاچو کو معاف کر دیا۔۔۔پ۔۔پر مجھ سے ابھی اپنے بابا کے لیے معافی مت مانگیے گا"

زینو کی ہچکی، اسکے بہتے آنسو اوزان کے دل پر گر رہے تھے، جھک کر جبین چومتا وہ اسکے فیصلے کا احترام کیے متفق دیکھائی دیا، زینیش کے تمام آنسو پونچھے، وہ دایب انصاری کو معاف نہ کرپانے پر اگر تکلیف میں تھی تو وجہ اوزان تھا۔

"تمہیں کبھی کسی چیز کے لیے مجبور نہیں کروں گا، تم ہمیشہ ان معاملوں میں آزاد رہو گی۔ میں دایب انصاری کو معافی دلوانے سے زیادہ انکی تکلیف کی وجہ بنتے ناسوروں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ تم دل پر کوئی بوجھ مت لو، اوزان دایب تمہیں پریشرائز نہیں کرے گا"

وہ روتی روتی اوزان کے اسکی ذہنی حالت سمجھنے پر جیسے مسکرائی، اوزان کا اپنا ڈوبا دل بحال ہوا۔

"ہم لنچ کے بعد حویلیٔ چلتے ہیں، آپکے چاچو کو معافی دینی ہے نہ۔ اور پھر اگر آپ اجازت دیں تو میں دیان بھائی کے ساتھ پنار کے پاس چلی جاوں گی وہ اسکا ڈریس لے کر خود جانے والے ہیں پنار نے بتایا۔۔۔ میں نے آپکو ٹھیک کر دیا ہے نہ۔۔۔ آپ مجھے دوستی کے فرض میں ناکام ہونے تو نہیں دیں گے نہ اوزان،"

جس معصومیت سے وہ سارے معاملے حل کرتی سمیٹ گئی، اوزان نے پکڑ کر اسے گلے لگاتے فوری بازوؤں میں اٹھایا اور کچن لے کر بڑھا، وہاں جا کر کچن شلیف پر ہلکان و پریشان سی زینو کو بٹھایا۔

"تم مجھ سے پرمیشن لے رہی ہو یا مجھے آرڈر کر رہی ہو؟"

اوزان نے دونوں ہاتھ کچن شلیف کی سطح پر ٹکاتے زینو کے چہرے کے بالکل قریب چہرہ لے جاتے سانس لیتے آئیبرو اچکاتے پوچھا۔

"اگر آپ مجھے اپنی وائف سمجھتے ہیں تو پرمیشن، لیکن اگر آپ زینو کو اپنی وائف کے ساتھ بیسٹ فرینڈ بھی مانتے ہیں تو آرڈر"

مہکتی سانسوں والی نے چہک کر وضاحت دے کر اوزان کے دل کے جذبات کو حدت بخش دی۔

"لیکن میں زینو کو وائف اور بیسٹ فرینڈ کے ساتھ اپنی روح کا حصہ بھی سمجھتا ہوں، سو تم اس ناطے اپنی ہر خواہش مجھ سے پوچھے بنا بھی پوری کر سکتی ہو۔"

وہ جتنا پیارا تھا، زینش کو اسکے الفاظ، جذباتیت سے دگنا لگا وہوا، وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پہلے ہی جکڑی گئی تھی اور تبھی گزرے لمحوں کا خیال جب چہرے کے خدوخال میں اچانک سرخی لایا تو اوزان بھی زیر لب مسکاتا دیکھائی دیا۔

"مجھے آپ سے پوچھنا پسند ہے، جیسے ابھی۔ کیا میں۔۔۔۔"

وہ اسکے اتنے قریب تھا کہ زینش میں خود محبت بھرے لمس کی خواہش جاگی جبکہ اسکا جملہ پورا ہونے سے پہلے وہ زینش کی سانسیں اپنے استحقاق سے مہکا کر اسکی خواہش پوری کر گیا تبھی تو زینو نے فوری لمبی پلکیں آنکھوں

پر لجا کر گرائیں، اوزان کے نرم گرم لمس کے باوجود شدت نے زینو کے دل تک سکون بھرا، وہ جی اٹھی۔

"اب مت پوچھنا کبھی، تم بااختیار ہو مجھے لے کر، ہر قسم کے معاملے میں۔ تم دیان کے ساتھ جانا اور خوب انجوائے کرنا پنار کے ساتھ، لیکن ایک دن میں اتنا سارا سفر، اور پھر میں نے جو اضافی پریشان کیا، اپنا خیال رکھنا کل مجھے تم اس سے بھی فریش دیکھنی چاہیے ہو۔ باقی مجھے سکون مل گیا ہے، بہت زیادہ، لیکن یہ مختصر نشاط میرے لیے قطرے جیسا تھا، میری پیاس سمندر جیسی ہے کبھی مت بھولنا زینیش، میں نے ایسا سکون ساری زندگی میں پہلی بار محسوس کیا، صرف تمہاری وجہ سے۔ میری خاطر تم نے مجھے اپنے قریب آنے کی اجازت دی، مجھے مکمل ہونے کا احساس دلایا یہ کبھی نہیں بھولوں گا۔ بہت قیمتی ہو تم میرے لیے، بس مجھ سے کھو مت جانا"

وہ بولتا گیا، وہ اسکی خوشبو میں مدہوش ہوتی گئی، اسکی تاکیدوں پر ہنستی، حوالوں پر شرماتی اور محبت کے اظہار پر بازو اسکے گلے میں ڈالے محصور ہو گئی۔

"آپ کے قریب آنے کی بہت خواہش تھی مجھے، بس ڈرتی تھی۔ میں نے نہ ایک بار سب وے میں دو آنٹیوں کو بات کرتے سنا تھا کہ یہ جو خوابناک سے گولڈن مومنٹس فلموں ڈراموں اور کہانیوں میں بتاتے ہیں نہ کپلز کے اصل میں سب بہت خوفناک ہوتا ہے"

اوزان جو اس سے اظہار کے بعد کچھ پیار چاہتا تھا، زینو کے معصوم سے انکشاف پر الگ ہوتے ہی ہنس پڑا، اتنا پیارا لگا کہ وہ خود شرمیلا سا مسکرائی۔

"تو تم بتاؤ کیا سب خوفناک تھا واقعی میں؟"

اوزان نے دلچسپی سے زینو کے کیوٹ تاثرات بھانپتے رازدارانہ سرگوشی کی جس پر وہ بلش کرتی لمحہ بھر نظر جھکا گئی اور پھر قریب چہرہ کرتی اپنے ہونٹوں کو اوزان کے کان کے پاس لے جاتے رکی۔

"جی، میری توبہ"

فوری کہہ کر وہ ہنستی ہوئی پیچھے ہٹی، اوزان بھی مسکراہٹ دباتا اسکے گال اندر کو ہاتھ بڑھا کر دھنساتا ہنسا۔

"اب توبہ کی تو سچ میں تھپڑ لگا دوں گا، ایموشنز سے کھیلنا تو کوئی تم سے سیکھے"

اوزان نے منہ بسورتے ہٹنا چاہا مگر وہ شیلف پر بیٹھے بیٹھے اسکی گردن میں بازو حائل کیے دلربا بنی روک گئی۔

"آگے بھی تو سنیں، اب نہ مجھے کسی لڑکی سے جیلسی نہیں ہو گی۔ اب جتنی میں آپکی ہو گئی اتنی تو کوئی خواب میں بھی نہیں ہو سکتی۔ آپ نے زینیش

کے لیے سب خوبصورت بنایا، وہ بھی جو خوبصورت نہیں ہو سکتا تھا۔ بس آگے مجھے شرم آرہی ہے"

شرم سے گلابی تو وہ پہلے جملے پر ہی ہوئی لیکن اوزان نے بہت پیار سے اسکو حصار اور اسکی یہ میٹھی میٹھی باتیں سنیں، ایسا لگا اسکی زبان تک اس لڑکی کی ان باتوں کی شیرینی گھل آئی ہو۔

"میرے لیے بھی وقت رک گیا تھا، اور میں اپنے اور تمہارے لیے وقت بار بار روکنے کا خواہش مند ہوں۔ اب مجھے پیار پر ہی ٹرخاو گی یا کچھ بنا کر کھلاو گی بھی۔ رات سے بھوکا ہوں، اب تو گر پڑوں گا چکر آنے لگے ہیں"

اوزان کے پیٹ میں سچ میں بھوک سے درد شروع تھا جبکہ وہ ہنستی ہوئی اسکے سہارے فوری شیلف سے اتر کر مڈ کیبنٹ تک آئی۔

"گریں آپکے دشمن، ابھی آپ جائیں ادھر اور فریز میں ایپل اینڈ بنانا آلمنڈ شیک بنا کر رکھا ہے وہ پی لیں تاکہ تھوڑی بھوک مٹے اور چکر آنے بند

ہوں۔ میں بس بیس منٹ میں پاستا بنا کر آپکو دیتی ہوں۔ بائے داوے تھینکو ان ویجیز کو اتنا کیوٹو کاٹنے کے لیے۔ ہمیشہ جب بھی پاستہ بناوں گی یہ کام آپکو ہی دوں گی"

فوری پھرتیلی بنے زینو کام پر لگی اور جب ویجیز کی کیوٹنس دیکھی تو پلٹ کر ایڑیوں کے بل اٹھے اوزان کی گال چومنا نہ بھولی۔

اوزان بھی مسکراتا ہوا فوری فریج کی طرف بڑھا تو نیچے شیشے کے کپ باول میں سجا کر رکھا شیک دیکھتے ہی اوزان نے گلاس باہر نکالا۔

زیادہ ٹھنڈا ابھی نہ تھا بس نارمل تھا کیونکہ زینو نے کیسٹ سننے سے پہلے ہی بنا کر رکھا اور فریج کی کولنگ بلکل لو پر تھی، اتنی ٹھنڈ میں ویسے بھی ٹھنڈی چیز گلے کے لیے اچھی نہ تھی۔

"جلدی بناو، چوہوں کا میچ کچھ سولڈ کھا کر ہی تھمے گا۔ ویسے مزے دار تھا یہ، تمہاری طرح"

اوزان اسے او نین کٹ کر کے آئل میں ساتے کرتا دیکھے پیچھے ہی آر کا، اور دونوں بازو اسکے اطراف جماتے ٹھوڑی اسکے کندھے پر رکھی جس پر وہ اسکی بات پر پھر سے شرمیلی ہو کر رہ گئی، اوزان کے دل کی دھڑکنیں آج وہ پہلی بار بہت قریب سے محسوس کرنے کے بعد انکے ساز کی بھی بھی دیوانی ہو گئی تھی جو اسکے اندر چھیڑ چکا تھا۔

اوزان اسے بیس منٹ پاستا بنانے کے بیچ یونہی ہولڈ کیے رہا، وہ اسے اونامی سائن کی ساری کہانی مسکرا کر سناتی رہی، شاسی سے پہلے کی اپنی پسندیدگی کا بتایا، کبھی اسکی گال چومتا کبھی اسکے مہکتے بالوں کی خوشبو ان ہیل کرتا کبھی اسکی گردن سے چہرہ دھاڑی سہلائے شریر سے گستاخیاں کرتا اور زینیش کے لیے اسکا یوں پیار کرنا بہت حسین تھا۔

چکن بون لیس ہی یوز کیا اور ساری سا سیز بھی کافی لائیٹ تھیں پھر ٹماٹر کی پیوری اور دہی کے سبب پاستا خود ہی بہت کریمی اور یمی لگ رہا تھا، سونے ہر سہاگہ جب زینو نے چیز ڈالی تب دونوں کے منہ میں پانی آیا۔

"یہ تو سارا میں کھا جاوں گا، تم کیا کھاو گی زینو"

اوزان نے اسے پاستا، پین سے بڑے وائیٹ باول میں نکالتے دیکھا تو حصار سے آزاد کرتے ساتھ آ کر وہیں کرسی گھسیٹ کر رغبت چھلکاتے مسرور انداز میں بیٹھا۔

"میں آپکو کھاوں گی، بچ جائیں مجھ سے"

ہنس کر پلیٹس وہیں تکون ڈائنگ ٹیبل پر لگائے محترمہ نے شیرنی بنے دھمکایا جس پر اوزان اس کی ننھی جان اور اتنی بڑی دھمکی پر ہنس دیا، ایسا تضاد واقعی کیوٹ ہی تو تھا۔

..______________________________..

تین بجے تک اوزان اور زینو تیار ہو کر، مسرور چہروں اور مہکتے سراپوں کے ہمراہ جب انصاری حویلی پہنچے تو زینو کو اوزان کے ساتھ دیکھ کر سب ہی

حیران تھے، اور زینو دبا دبا مسکا کر ہر کسی کے سوال پر بس اوزان دایب کو دیکھنے لگتی۔

"کیا بتاوں اپنی موجودگی کا سبب انکو، میری موجودگی تو اوزان دایب سے منسلک ہے۔ وہ جہاں کہیں گے زینیش وہیں سفر کرے گی، جہاں حکم دیں گے وہیں رک جائے گی"

وہ سب سے ملتی مبہوت ہو کر اس یکسر الگ شخص کو دیکھتی سوچتی رہی جس نے اسکے اور اپنے رشتے کو ایک پاکیزہ سانچے میں ڈھالا تھا۔

مشائم کے دل کو تو ان دو کے آئی کانٹکٹ سے ہی سب سمجھ آگیا تبھی تو کیپٹن کی چلی ملی کے ہونٹوں سے اپنے اوزو کے لیے مسکراہٹ بکھری رہی۔

اور پھر دیان کے ساتھ ہی زینو کی کوٹ واپسی تھی، لیکن جانے سے پہلے وہ طلال کے پاس آئی جو لان میں المان کے ہمراہ بیٹھے تھے، المان کسی کال

آنے پر دونوں کو پرائیویسی دیے مسکراکر اٹھا اور چلا گیا، طلال بھی فوری اپنی بیٹی کو دیکھتے ہی کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب آئے۔

مگر طلال کے پاس آتے ہی زینو نے اپنے ملائم ہاتھوں میں جب طلال کے ہاتھ تھامے، یہ منظر اوزان دایب نے کمرے کی بالکونی میں کھڑے ہو کر مسرور ہوتے دیکھا۔

یہ وہ منظر تھا جسکے آنے کی اب بھی اتنی جلدی اسے امید نہ تھی۔

طلال کی آنکھوں میں سرخی اتری، زینو کا یوں ہاتھ تھامنا بہت پیارا تھا۔

"ممی نے مجھے آپکے حصے کا سارا پیار دیا، دس سال وہ میرے ساتھ جو رہیں، ہمیشہ مجھے دو بار کس کرتیں، دو بار گلے لگاتیں، میرے ہاتھ دو دو بار چومتی تھیں۔ تب میں چھوٹی تھی مجھے علم نہیں تھا لیکن اب معلوم ہوا وہ دوسرا لمس آپکے حصے کا تھا۔ وہ بہت روئی ہوں گی، میں بھی بہت روئی۔ لیکن میں مزید نہیں رونا چاہتی، نہ ممی کو رلانا چاہتی ہوں۔ اگر آپکو رلایا تو وہ بھی روئیں

گی۔ انکی قبر پر آپکے نام کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مرتے وقت بھی آپکی محبت کا دم بھرتی تھیں۔۔۔ سو میں آپکو معاف کر رہی ہوں، صرف اس شرط پر کہ اب آپ مجھے ممی کے حصے کا بھی پیار کریں گے"

زینو نے پیارے ہاتھ باری باری چومتے ہی طلال کی آنکھیں آبدیدہ ہوئیں، وہ خود کب آنکھوں کو نم ہونے سے روک سکی تھی۔

"م۔۔ منظور ہے شرط، میری بے اعتباری کی سزا میری الایہ نے جھیلی یہ دکھ میری زندگی سے کبھی نہیں جائے گا زینو لیکن اسکی خوشبو، اسکا یہ عکس میرے پاس ہے تو سمجھ لوں گا اس نے مجھے معاف کر دیا"

اپنی بیٹی کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر وہ شکستگی کے سنگ بولے، مضبوط آواز لرزی۔

"میں سفارش کروں گی آپکی بابا"

زینو نے انکا چہرے پر رکھا ہاتھ چھونے کے بیچ بابا پکارا تو طلال کی آنکھیں خوشی و کرب سے چھلکیں، پکڑ کر اسے اپنے سینے لگا کر رو دیے، جیسے مرتے ہوئے شخص کو تھوڑی سی سانسیں ملتی ہیں۔

اوزان دایب کے دل کو بھی آخر کار چاچو کے دکھ سے نجات ملی تبھی وہ تھکا سا مسکرا دیا، زینو کو اپنی دعاوں کے غائبانہ حصار میں تو وہ پہلے ہی مقید کر چکا تھا، حالانکہ اس حصار کی اس بار اسے ضرورت تھی۔

"بابا کی جان قربان ہو تم پر زینیش"

وہ شخص سچ میں بہت رویا تھا، اور زینو کو بھی رلا یا لیکن وہ اس آغوش میں رہے سہے ہر دکھ کو بھول گئی، یہ لمس اسکے دل کو تقویت دے رہا تھا۔

طلال نے روبرو ہوئے اسکی جبین چومی، بار بار اسکے ہاتھوں کو چومتے اپنی آنکھیں رگڑ رہے تھے اور زینو کے پاس کچھ کہنے کو نہ تھا۔

"بھابھی چلیں، اوئے ھوئے پیچ آپ ہو گیا۔۔۔ مبارکاں"

دیان جو زینو کو بلانے وہیں لان کی سمت آیا، چاچو بیٹی کے پیار پر نثار ہوتے چہکا جس پر وہ دو جذباتی نفوس بھی مسکرا دیے۔

"اللہ آپ دو کو کبھی جدا نہ کرے، تھینکیو بھابھی ہمارے چاچو کو انکی بیٹی دینے کے لیے۔ آپ دو ساتھ بہت پیارے لگ رہے ہیں"

دیان کی اس دعا پر ان دو نے تو آمین کہا لیکن لان کی طرف ہی آنے کے بیچ وہاں موجود افراد کے آپسی پیار کو دیکھ کر قدم روک لیتی کنول نے آمین کسی صورت نہ کہا تھا، لیکن اس عورت کے اندر چنگاری ضرور بھڑکی تھی۔

وہ انہی قدموں واپس گئی جبکہ زینو اور دیان بھی اسکے کچھ دیر بعد کوٹ روانگی کے لیے نکلے۔

زینو پیچھے ہی بیٹھی کیونکہ کمفرٹیبل تھی، اور جیسے ہی گاڑی انصاری حویلی سے نکلی، زینو کو اوزان کا میسج ملا۔

"اللہ کی امان میں رہو زینیش، خیال رکھنا اپنا"

یہ جملہ جس محبت سے اس شخص نے بھیجا وہی محبت زینیش کے سفر کو خوشبوؤں سے بھر گئی اور پھر دیان کی موجودگی میں وہ ویسے بھی بور نہیں ہو سکتی تھی، اس سے سارا رستہ وہ پنار کی ہی باتیں سنتی رہی، اور پنار کی زندگی کے اس خوشنما موڑ کے لیے خیر کی دعائیں مانگتی رہی۔

دیان کے ہمراہ زینو کی ساڑھے پانچ تک کوٹ آمد سب کے لیے تو سرپرائز تھی ہی، پنار کا چہرہ اپنی زندگی کی دو قیمتی دنیاوں کو ساتھ دیکھ کر کھل گیا۔

پنار کے لیے مہندی اور مایوں کے جوڑے کے ساتھ کل یعنی بارات کا جوڑا بھی دیان لایا، اسکے علاوہ پھل، میوہ جات، مٹھائی گویا ایزل مریم نے انصاری خاندان کے شایان شان ہر چیز بھیجی اور دیان ڈنر کے لیے تو نہ رکا البتہ چائے پر رک گیا، جبکہ محترم کو فی الحال تو پنار سے اکیلے ملنے کے چانس نظر نہ آرہے تھے۔

"بہت تکلف کر دیا ایزل بھابھی نے، سب بہت خوبصورت ہے۔ شکریہ کہنا انھیں۔ دلہے کو ہی بھیج دیا انہوں نے۔۔۔۔"

جواد سیال نے آج دانستہ بھابھی کا لفظ استعمال کیا اور یہ کیوں تھا اس سے خان سانول بخوبی واقف تھے، پنار اور زینو کچن میں تھیں جبکہ دیان، سب بڑوں کے بیچ ہی بیٹھا تھا۔

"یہ رسم ہے انکل، اس پر شکریہ نہیں لیں گی وہ۔ بس سب بہت مصروف تھے تو اکلوتا ویلا میں ہی نظر آیا۔ ان فیکٹ مہندی مایوں میری ہے اور ابھی سے سج سب چکے تھے اندازہ لگالیں زرا"

دیان نے بھی شریر ہوتے بے تکلفی سے بتایا جس پر جواد اور خان سانول کھل کر ہنسے۔

"ہاہا بھئی اللہ یہ رونقیں سلامت رکھے پتر، میری پنار تیرے ساتھ خوش رہے گی۔ اپنے بابا جیسا جذباتی نہیں ہے تو اسکی خوشی ہے مجھے۔ کاش آریز

نے بھی سنبھل کر اپنی زندگی کے فیصلے لیے ہوتے، تیرے دادے کو وحشی بنانے کی شروعات آریز نے ہی کی۔ بس اللہ آگے سب کے دلوں میں نرمی، انس اور محبت ڈالے"

یہ ذکر ہی ایسا تھا کہ سب کے چہروں پر دوڑتی مسکراہٹ تھمی، خود دیان سنجیدہ ہوا۔

فل بلیک میں وہ آج ایکسٹرا وجیہہ لگ رہا تھا جو زرا زرا بڑھی شیو کے سبب بھی تھا، پچھلے دو تین دن سے جناب کو اپنی کلین شیو کرنے کی مہلت نہ ملی تھی۔

"آمین۔ بابا کے بہت سے فیصلوں سے میں بھی نالاں رہتا آیا ہوں۔ آپ یقین کریں خان بابا کہ میں ممی بابا سے اب تک لڑتا تھا کہ آخر ان دونے یوں شادی کیوں کی، ممی اور بابا کی اداسی کے پیچھے کے اسباب مجھے بچپن سے

افسردہ کرتے آئے ہیں۔انسان چلا جاتا ہے لیکن یہ پیچھے رہ چکے کاش جینا حرام کر دیتے ہیں"

دیان کی تکلیف خان بابا اور جواد نے دل سے محسوس کی البتہ عائشہ سپاٹ تھیں، جس شرط سے وہ دیان کو باندھ چکی تھیں کبھی کبھی اپنے اس عمل پر انکو بہت برا بھی لگتا لیکن شاید وہ فطرتاً ایسی ہو چکی تھیں۔

"ایسا ہی ہے پتر، اللہ تجھے بھی سکون دے اور تیرے ماں باپ کی روح کو بھی"

خان بابا کی دعا پر دیان نے فوری سر ہلائے تائید کی۔

وہیں چائے بنا کر زینو نے کپس میں ڈالا اور زرا اداس سی پنار کو دیکھ کر ٹھٹکی۔

"دیان بھائی آئے ہیں پھر بھی تمہارا منہ لٹکا ہوا کیوں ہے؟"

زینو نے ملازمہ کے لا کر رکھی فریشمنٹس کی پلیٹس ٹرالی میں سیٹ کیے پوچھا۔

"میرے پاس تھوڑی آیا ہے، زینو تم کچھ کرو نہ۔ مجھے بات کرنی ہے اس سے۔ کسی طرح ہماری ملاقات کروا دو یار میں بہت مس کر رہی ہوں اس کو"

پنار کی بے بسی پر زینو ہر ممکنہ ہنسی روکتی پیار سے پہلے اس سے لپٹی۔

"ایک دن تو رہ گیا ہے لڑکی پھر ہمارے دیان بھائی تمہیں خود کو مس کرنے کی ہرگز مہلت نہ دیں گے۔ اوکے تم یہیں رکو میں کوئی فلم ڈالتی ہوں۔ دیان بھائی پر چائے گرا دوں کیا؟ دھونے کے بہانے وہ آئیں تو جھپٹ پڑنا اپنے ان پر"

زینو کی شرارتی ٹون اور کھلے بہار چہرے سے تو پنار بھی ٹھٹکی۔

"تم بڑی چہک رہی ہو، اوزان بھائی نے کچھ پھونک تو نہیں دیا تم پر۔ جاتے ہوئے تو چہرے پر اتنا گلو نہیں تھا تمہارے، یہ ماجرہ کیا ہے۔ مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے"

پنار اپنی فکر بھلائے زینو کے سرخ سرخ چہرے کو تکتی مشکوک ہوئی جس پر زینو نے بوکھلا کر اسے دیکھا، زردی میں ڈھلتے زینو کے چہرے کے رموز جانتی پنار جیسے گدگداہٹ بھرا مسکائی، زینو کا دل چاہا بھاگ نکلے۔

"تم بھی نہ۔۔۔۔ وہ پیار سے دیکھ بھی لیں تو زینو ریڈ ریڈ ہو جاتی یارا سمجھا کرو۔ مجھے چھوڑو تم اپنی فکر کرو۔۔۔۔ میں بھیجتی دیان بھائی کو"

زینو نے فوری اپنے راز افشاں کرتے چہرے کے رنگ سمیٹے اور فوری جیسے بھاگی، خود پنار ہنس کر کچن سے نکلی۔

"میرے پیسے بچے تم تو گئی"

پنار نے اپنے قدم بھی لاونج ہال کے باہر جا کر روکے تا کہ دیکھ سکے زینو اسکے اور دیان کے ملنے کی کیا سبیل کرتی ہے۔

"چائے آگئی، دیان بھائی یہ رہی آپکی"

زینو نے ملازمہ کے ہمراہ آتے ہی چہک کر کہا جبکہ ٹرالی روکتے چائے کا کپ اٹھائے دیان کی طرف بڑھایا تو زینو نے اسے ناجانے کیا اشارہ کیا کہ دیان نے بڑی مہارت سے ہاتھ ہلایا جس سے چائے کا کپ زرا سا چھلکا اور چائے دیان کی شرٹ پر زرا سی گری، زینو نے فوری معذرت زدہ انداز میں کپ واپس لیا۔

"دھیان سے بچو"

خان بابا نے فکر مندی سے بروقت تاکیدا کہا۔

"اوہ۔۔۔ سوری سوری۔۔۔ آپ اسے فوری دھولیں ورنہ نشان اتر آئے گا۔۔۔ آپ بھی کیا سوچیں گے آپکو آتے ہی چائے سے نہلا دیا۔۔۔"

زینو نے مسکرا کر شرارت سے دیان کو گڈ لک کہا جبکہ وہ بھی لیڈی کمیلئین کے ٹیلنٹ کا فین ہو تا میسنا گنا بنا فوری اٹھا جیسے سیاہ شرٹ کے داغ جاتے ہوئے مائیکرو سکوپ سے دیکھے جانے والے ہیں۔

"کوئی بات نہیں بھابھی جان، مجھے سسرالی چائے سے نہانا بھی منظور ہے"

دیان نے شریر سے جواب کو دیتے قدم جیسے ہی سب سے ایکسیوز کرتے باہر نکالے، پنار فوری ہاتھ پکڑے دیان کو کھینچ کر تیزی سے کمرے کی طرف بڑھی۔

اس آفت کے ہونٹ شر انگیز متبسم کیفیت میں پھیلے۔

"یہ حرکتیں نہ کرو، جانا کینسل کر دوں گا۔ اور میرا کیا بھروسہ ابھی ہی تمہیں اغوا کر کے ساتھ لے جاؤں"

کمرے میں لاتے ہی پنار نے گھبر اکر اسکا ہاتھ چھوڑا، دیان کی لفظی گستاخی پر وہ اسے یہاں لانے پر پچھتائی، دیان نے وہیں سے اسکی بازو پکڑ کر گمائی اور دروازے سے پنار کو جوڑا اور خود اس پر حاوی ہوا۔

"دیان وقت نہیں ہے، مہندی لگانی تھی آپکو لگا دیں"

پنار کے جسم میں کپکپاتی لہر اتری کیونکہ دیان آریز کی آنکھیں اسکے گلابی ہونٹوں پر مرکوز تھیں۔

"کل ملا کر کتنا وقت ہے؟"

دیان نے اسکی کمر میں بازو جکڑے کھینچتے خمار سے پوچھا۔

"دو منٹ"

پنار نے اسکے جسم کی حدت، آنکھوں کی وارفتگی، لہجے کے جنون کو نظر انداز کرتے ڈر کر فوری بتایا۔

"یہ تو دیان آریز کے دیے ایک لمس کی مار ہیں"

پنار کی پلکیں اسکے مستقل بھٹکتے تیوروں سے لرزیں مگر اس سے پہلے وہ قریب آکر دومنٹ کی حد کی دھجیاں بکھیر کر اضافی کئی لمحے وصولتا، پنار نے اسکو خود سے دور کرتے قدم میٹرس کی طرف بڑھائے، سائیڈ ٹیبل پر رکھی مہندی کی کون اٹھائی اور دیان نے قدم اسکی طرف بڑھائے۔

"پلیز مہندی لگادیں، کسی کو شک ہو گیا تو بہت آکورڈ لگے گا۔ آئی پرامسس کل صرف آپکی سنوں گی"

پنار جیسے اپنے گھر اپنے کمرے میں اس وقت فطری خوف میں مبتلا تھی، دیان کو بہت کیوٹ لگی اور تبھی ساری خماری ہٹاتا وہ اسکا ہاتھ پکڑتا اسے بٹھائے خود بھی بیٹھا۔

فون کون سے پن نکالی اور پنار کی ہتھیلی پکڑے بہت خوبصورت سا دیان لکھا، یہی عمل اس نے پنار کی دوسری ہتھیلی پر کیا۔

ساری فکر بھلائے وہ مسرور ہو کر دیان کو دیکھ رہی تھی، رخساروں پر اس شخص کے اس حق لٹانے نے گلاب اتارے۔

"ایک سیکرٹ بتاوں؟"

پن واپس کون میں فٹ کیے اسے سائیڈ پر رکھے دیان نے ہتھیلیوں کو پھیلا کر دیکھتی پنار کو مستقل دیکھتے پوچھا۔

"جی"

پنار نے حیا نشین آنکھیں لیے مدھم سی سرگوشی کی۔

دونوں کے بیچ کا فسوں انتہائی آفت خیز تھا۔

"قریب آو"

وہ اسکے بہت پاس ہی تھا پھر بھی اسکے حکم پر وہ مزید چہرہ قریب کر گئی اور اسکے بعد جو حد سے باہر کا حادثہ ہوا وہ اس دو منٹس کو بھی پنار کے لیے انتہائی

خوبصورت کر گیا، اسکے ہونٹوں کے ہلکے گلابی رنگ کو دیان نے مسکرا کر دیکھا جو اسکے استحقاق سے مزید خوبصورت ہو چکے تھے۔

"اب آپ جائیں"

اس سے پہلے وہ حواسوں پر چھاتا، پنار ہتھیلوں کو ویسے ہی پھیلاتی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی، دیان بھی اٹھ کر کھڑا ہوا اور اس بات کا فائدہ کیسے نہ اٹھاتا کہ اس وقت وہ لڑکی مزاحمت کرنے کے قابل نہیں۔

اسکی کمر دونوں اطراف سے جکڑے قریب کھینچتے جس حلاوت سے اسکی گال چومتے گلے لگایا، پنار نے اس سکون کو انگ انگ میں گھلتا محسوس کرتے آنکھیں موندیں۔

کچھ ہی لمحوں بعد اسے دیان کے گرم ہونٹوں کا الوداعی لمس اپنے کان کے نیچے گردن پر محسوس ہوا تو پنار کے پورے وجود میں سنسنی اتری، وہ اسکے

گرد بازووں کو گرم جوشی اور شدت سے سہلاتا اسے اپنے سینے میں بھینچ کر اسے اور خود کو سکون دے رہا تھا۔

"تم نے میرے روبرو پھر سے ویسا ہو کر ظلم کیا کہ دور جانا عذاب لگ رہا ہے، لیکن پنار اپنی بات پر قائم رہنا۔ کہ کل تم صرف میری سنو گی۔ میں تمہاری کل نہیں سنوں گا پہلے ہی بتا رہا ہوں، سن ہی نہیں سکوں گا۔"

جذب و بے قراری سے اسکے چہرے سے اپنے خدوخال کے سنگ چہرہ سہلاتے وہ اسکو اپنے کہے سے مفلوج کرتا دور ہوتے ہوئے اسکی سانسوں کو ان ہیل کیے نہ صرف پیچھے ہوا بلکہ بنا مڑتے ہی کمرے سے نکل گیا اور پنار نے یوں سانس لیتے خود کو بیڈ پر لڑکھایا جیسے وہ شخص چھو کر جان ساتھ لے گیا ہو۔

ایک ایسی آگ میں اس لڑکی کو جلا گیا ہے جس سے نجات کو وہ شرطیہ کل اسکی ہر بات ماننے پر مجبور ہو جانے والی تھی۔

"جو پوچھنا تھا وہ تو اس شر ارے نے بھلا ہی دیا، آہ دیان آہ"

اپنے حواسوں کے اڑنے پر پنار کا دل چاہا اپنا سر کہیں سے مارے، دیان نے اسے کچھ پوچھنے کی مہلت اور ہمت ہی نہ دی تھی سو اب کل ہی وہ یہ سب پوچھ سکتی تھی، ابھی تو اسکا سحر ہی کسی خماریت کی کیفیت میں مبتلا کر چکا تھا۔

..________________________..

"مجھے فخر ہے تم پر کہ تم خوبخو مجھ پر گئی"

منہاس سکندر جو کسی کام سے پاشا مینشن کے اندر چلا آرہا تھا، لاونج کی جانب سے تنویر کی مست و مسرور آواز آنے پر ٹھٹک کر رکا، ان چودہ سال میں وہ چھوٹا موٹا جاسوس تو بن ہی گیا تھا تبھی غیر واضح سنائی دیتی ہر بات کو وہ سننے کی اور پھر سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔

"لیکن مجھے اب آپکے لیے نہیں اپنی دلی تسکین کے لیے ان سب کی زندگی اجیرن کرنی ہے، آپ سے ناراض ہوں ڈیڈ بہت سی وجوہات کی بنا پر"

کنول اپنے کشادہ لگژری روم میں کھلی کھڑکیوں کے پاس پردہ ہٹائے سج دھج کر بھی زرا بیمار سی اور بوجھل دیکھائی دیتی کھڑی تھی، جب سے اس نے زینو اور طلال کو گلے لگا دیکھا تب سے ان دیکھی آگ میں جل رہی تھی، کوئی احساس اسکے وجود کو گھن بنا چاٹ رہا تھا۔

"مجھ سے کیوں ناراض ہو رہی ہو بچے، میں نے کبھی تمہارا نقصان نہیں کیا، ہمیشہ بھلا ہی سوچا۔ تم نے طلال کو پانے کا کہا اور میں نے ایڑی چوٹی کا زور لگائے اس شمشیر کو دھمکا کر تم دو کی شادی کروائی، ہمیشہ تمہیں اپنے ساتھ اپنی ہمت بنائے رکھا۔ اب اگر تم نے اولاد کھوئی ہے تو دکھ بھی سب سے زیادہ مجھے ہے، اس مشکل وقت جب ہر طرف دشمن کا گھیرا تنگ ہو رہا ہے کیا تم بھی مجھے اکیلا کر دو گی؟"

تبلنویر نے خود کو مظلوم پیش کرتے کنول کی برین واشنگ کی مگر جو بھی تھا کنول کے دل کو اس حادثے نے تھوڑی بہت ٹیس ضرور دی تھی، وہ اب بھی خطرناک تھی پر کہیں اندر سے عورت نامی جذبے کو ضرب لگی تھی جسکا احساس اسے فی الحال ہونا ممکن نہ تھا۔

" آپ نے ہمیشہ مجھے طلال کے لیے بھڑکایا، نہ مجھے اسکی اور الایہ کی شادی کا پورا سچ بتایا، کیسے مانو کہ آپ مجھ سے مخلص ہیں۔ بہر حال میں اب کسی کے کہنے میں نہیں رہوں گی، اپنا سکون برباد کرنے والوں کو خود سزا دوں گی۔ شکریہ آپ نے تعزیتی کال کی، اللہ حافظ "

کنول نے بنا ڈیڈ کی کوئی لیپٹی چپڑی وضاحت یا تنبیہہ سنے کال کاٹی جس پر تنویر نے مخدوش ہوتے سانس بھری اور کٹی کال پر فون سکرین کو کراہت بھری نظروں سے دیکھا۔

منہاس سکندر وہیں انٹرس کی جانب دیوار سے لگا کھڑا یہ سب سن رہا تھا۔

"اسے اب کیا موت پڑ گئی ہے، میرے کہنے پر نہیں چلے گی تو برباد ہو جائے گی۔ اف کنول اف۔۔۔ ضدی ماں کی ضدی بیٹیاں میرے حلق کا ایک سے بڑا کانٹا بن رہی ہیں"

تنویر نے حلق کے بل اپنی بے بسی دھاڑ بنا کر نکالی اور تیزی سے لاونچ سے ناک کے نتھنے پھیلا کر پھنکارتا نکلتا چلا گیا جبکہ منہاس دانستہ باہر کی دیوار کے بالکل دوسرے کنارے سے جا لگا، تنویر کی باتیں غیر واضح سہی پر اسے یہ سب اوزان کو بتانا مناسب لگا۔

اوزان اپنی سٹڈی میں کچھ اہم فیکٹری کا کام کر رہا تھا اور چاچو اسکے سامنے ہی بیٹھے اپنی خوشی بیاں کرنے کے ساتھ کنول کے سدھار کا بتا کر اک لمحہ اوزان کا دھیان لیپ ٹاپ سے بھٹکا گئے، اوزان نے چاچو کو ایسے عجیب سی نظروں سے دیکھا جیسے انکا دماغ پھر ا گیا ہو، لمحوں میں وجیہہ نکھرے چہرے پر ناگواریئت اور برہمی کئ شکنیں اتریں۔

"واٹ! کنول سدھر گئی ہے؟ کیا آپ نے بھنگ پی ہے؟"

اچٹتی نگاہوں میں چاچو کا چہرہ مرکوز کیے اوزان نے لیپ ٹاپ کی سکرین گراتے کھردرا استفسار کیا جس پر طلال منہ بسور گئے۔

مگر اس سے پہلے طلال کوئی جواب دیتے، اوزان نے آنے والی کال پر میز کی گلاس سطح پر وائبریٹ ہوتا اپنا فون اٹھایا تو طلال بھی خاموشی اختیار کر گئے۔

"جی منہاس کہیے"

اوزان نے کڑواہوتا لہجہ فوری مناسب کیا۔

"مجھے ایک اہم بات بتانی تھی تمہیں، کنول اور تنویر کے بیچ کلیش لگ رہا ہے لیکن کنول شاید اپنے بل بوتے پر کچھ کرنے کا سوچ رہی ہے۔ مجھے یہ بات اہم لگی تو سوچا تمہیں خبردار کر دوں۔ دوسری بات صبح سے عدم کہیں نظر نہیں آرہا اوزان، ایسا تو نہیں عدم پر تنویر کو شک ہو گیا ہے؟ تم یہ معاملہ دیکھ

لو پلیز۔۔۔بے ضرر سا آدمی ہے کہیں ان درندوں کے ہاتھوں مسلا نہ جائے"

یہ سارے معاملات اوزان کے سکون میں پھر سے بگھاڑ لائے، عدم کے لیے اوزان انتہائی فکر مند ہوا، وہ اسکا سب سے اچھا ساتھی رہ چکا تھا سو اس کو اوزان کسی مشکل میں ہرگز اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں"

اوزان نے فوری کال آف کی جبکہ اسکے کہیں جانے کو تیار اٹھنے پر طلال بھی کرسی چھوڑے متفکر تاثرات چہرے پر سجائے کرسی سے اٹھے۔

"کنول سے محتاط بھی رہیں اور اس پر نظر بھی رکھیں، کچھ اچھی اور طمانیت بخش خبر نہیں ہے۔ اور پلیز یہ بنا ثبوت کے ہر کسی کی اچھائی یا برائی پر یقین کرنا چھوڑ دیں چاچو۔ اب اگر آپکی بے یقینی نے کوئی نقصان کروایا تو اچھا نہیں ہو گا"

اوزان کا لہجہ صاف صاف ہارش تھا، اوزان سٹڈی سے اپنے کمرے میں سبک روئی سے داخل ہوا تو طلال بھی بے تابی سے لپک کر اسکی راہ میں آئے۔

"کیا مطلب وہ ڈرامہ کر رہی ہے؟ اسکی تو جان اب میں ٹھیک سے لیتا ہوں"

طلال کے جسم کا لہو سلگا۔

اوزان نے جیکٹ اٹھاتے، اپنا فون بھی ہاتھ میں لیا اور افسوس بھری نگاہ چاچو پر ثبت کی۔

"پلیز چاچو، میرا دماغ خراب مت کریں۔ اگر آپ نے کچھ کیا تو وہ محتاط ہو جائے گی۔ ہمیں یہ شو نہیں کرنا۔ اپنی جذباتیت اپنے قابو میں رکھیں کچھ دن، مجھے اہم کام سے نکلنا ہے۔ مہندی کی تقریب میں اگر شامل نہ ہو سکا تو سمجھ جایئے گا اہم معاملہ نمٹا رہا ہوں۔ اور اگر میں رات گھر نہ آ سکا تو فکر مت کریے گا، آپ لوگ کوٹ بارات کے لیے کل روانہ ہو جایئے گا میں آپ سبکو سیدھا وہیں جوائن کر لوں گا"

اوزان کی تمہید و تاکید پر نا جانے کیوں مگر طلال کو خوف آیا، اسکی توانا بازو پکڑے اسے کھینچ کر واپس پلٹاتے روک بیٹھے۔

"ایسا کونسا کام ہے اوزان جو تم کل تک اس میں لگے رہو گے؟ تم مجھے پریشان کر رہے ہو"

طلال کا دل اوزان کے پر اسرار تیوروں پر سینے میں پھڑ پھڑا اٹھا۔

"چاچو میں ہر چیز آپکو نہیں بتا سکتا، سمجھنے کی کوشش کریں۔ جو کہا ہے وہ کیجئے گا۔ اللہ حافظ"

اوزان نے اسلنکا کندھا نرمی سے تھپکایا اور تاسف زدہ گزارش سے انکو لاجواب کیے کمرے سے نکلا مگر طلال کو اسکے جانے نے پہلی بار عجیب سے ڈر و خدشے سے دوچار کیا۔

اوزان اجلت میں سیڑھیاں اترتا نیچے پہنچا، ہر طرف گہما گہمی تھی، سب مہندی مایوں کی تیاریوں میں گم تھے اور اسی کا فائدہ اٹھاتے اوزان نے دبے

پیر بنا کسی کی نظر میں آتے قدم باہر کی جانب بڑھائے اور حویلی سے نکلتا سیدھا پورچ کی سمت بڑھا۔

اپنی گاڑی میں سوار ہوتے ہی اوزان نے گاڑی سٹارٹ کی اور چوکیدار کے گیٹ کھولتے ہی وہ روانہ ہوا۔

وہیں صائمہ خانزادہ تو بالکل تیار تھیں، حسیب بھی ریڈی تھا بس بہار تیار ہو رہی تھی۔

بلیک ایک ییلو ساڑھی جو کافی خوبصورت اور رائن سٹونز کے کام سے دمک رہی تھی، اوپر سے بہت پیارا خوبصورت میک اوور لیکن اسکے باوجود حسیب کو وہ پریشان لگی، جیسے اندر ہی اندر صبح سے سلگ رہی ہو، ناشتے اور یہاں تک کہ لنچ پر بھی وہ بالکل چپ بس ہوں ہاں میں جواب دیتی رہی۔

بیڈ کے وسط کی جانب میٹرس پر بیٹھا حسیب شوز پہن کر نک سک تیار خوشبوؤں میں بسا اپنا کوٹ اٹھاتے اپنی حسینہ کی طرف آیا، جس پر بہار فوری

پلٹی اور جبراً مسکرا کر حسیب کو کوٹ پہنایا اور اس بیچ حسیب نے اسکے کھلے بالوں کی مہک ان ہیل کرتے عاشقانہ سی سانس بھری مگر بہار کو بہکتا نہ دیکھ کر حسیب کو تشویش لاحق ہوئی۔۔

اس سے پہلے بہار واپس ڈریسنگ کی جانب پلٹ کر اپنے ائیر رنگز پہنتی، حسیب نے اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹے کھینچ کر پلٹاتے ہی سینے سے آن لگاتے اپنے قریب کیا۔

"میں کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں تم کسی گہرے پریشان کرتے خیال میں ڈوبی ہو، کچھ ٹنشن ہے تو مجھ سے شئیر کرلو یار، کیوں اپنا پیارا چہرہ مرجھائے پھر رہی ہو"

حسیب اسکے چہرے کی ہر شکن سے اسکے اندر چلتے ٹھنڈے گرم موسم پہچان سکتا تھا جس پر بہار کو ناز تھا، اسکا چہرہ ہتھیلوں میں بھرے وہ اسکی ناک کے

کنارے لب رکھتی دھیما سا مسکائی پر مسکراہٹ میں ان کہا سا خزن پیوست تھا۔

"میں بہت لکی ہوں کہ تم ملے مجھے، واقعی کچھ ایسا ہے جو مجھے بے چین کر رہا ہے حسیب۔ مجھے نہیں پتا کہ مجھے یہ سیکرٹ ریویل کرنا چاہیے یا نہیں لیکن یہ تمہارے دوست سے جڑا ہے، اسکے بابا سے۔۔۔۔"

بہار کی تمہید ہی ایسی ڈراونی تھی کہ حسیب کے چہرے پر متغیر سے رنگ چھائے، سارا خمار چھٹا، بے خودی کی جگہ تڑپ و فکر نے لی۔

اسے پکڑ کر ساتھ لے جاتے وہ میٹرس پر بیٹھائے خود بھی سامنے بیٹھا۔

"کیا مطلب۔ دایب انصاری سے؟ بتاو ایسا کیا ہے بہار۔ پلیز چھپاو مت۔"

حسیب کو بے قرار دیکھتے بہار نے لمبا سا سانس لیا اور پھر اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ملائم ہاتھ میں مقید کیے اسکا چہرہ آزردگی سے تکنے لگی۔

"یہ دو سال پہلے کی بات ہے، میں نے ڈیڈ کو کسی سے بات کرتے سنا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے اوزان کو کبھی پتا نہ چل پائے گا اسکے باپ کو وہ نیند کی گولیاں کھلائی گئی ہیں، پورسٹ مارٹم کی رپورٹ تک بدلی گئی کیونکہ اصل رپورٹ میں وہ نیند کی خطرناک مقدار انکو ایک سوپ میں ملا کر دی گئی لیکن چونکہ انکی موت خودکشی ثابت کرنی تھی سو رپورٹ بدلی گئی۔ اصل رپورٹ میں یہ تھا کہ انکو کسی لیکوڈ چیز کے ساتھ وہ ہیوی ڈوز دی گئی۔ انکا سٹمک واش کیا گیا لیکن کچھ کیمیکل الرجی کے ری ایکشن نے دائب انصاری کو موت دی۔۔۔۔ اس سوپ میں نیند کی دوا کے علاوہ کچھ ایسا ایسڈک انگریڈینٹ تھا جو الرجک تھا۔ یعنی دایب انصاری بھی اوزان کی طرح کافی الرجک باڈی سٹکچر رکھتے تھے۔ ڈیڈ جس سے بھی مخاطب تھے وہ انکا کوئی اہم جاننے والا تھا"

بہار نے ڈرتے ڈرتے خود کی تکلیف بنتا ہر پہلو کہہ دیا جس پر حسیب کی آنکھوں میں لہو اترا، چہرے کے تاثرات پتھریلے ہوتے گئے۔

"جب میں اوزان سے اسکے کلینک آخری بار ملنے گئی تو میں نے اسے بد عادی کہ وہ کبھی اپنے بابا کی خود کشی تک نہ پہنچے، تڑپتا رہے۔ حالانکہ میں جانتی تھی کہ انہوں نے خود کشی نہیں کی۔ پھر جرمنہ جانے سے پہلے میں نے ڈیڈ اور کنول کو بات کرتے بھی سنا، ڈیڈ کنول کو دایب کے گناہ کا بتا رہے تھے جو انہوں نے الایہ اور یعقوب کو بدنام کر کے کیا، ڈپریشن کا بھی بتایا۔ میرے دماغ میں کچھ بھی واضح نہیں تھا، لیکن اب ایسا لگا جیسے یہ سب تمہیں بتا دوں۔۔۔۔ میں نے اوزان کو بہت بد عائیں دی تھیں حسیب، کیونکہ مجھے لگتا تھا وہ دنیا کا بے رحم شخص ہے۔ لیکن وہ سب مجھے لگتی تھیں باخدا۔۔۔ اسے تو ایک بھی نہیں لگی۔ وہ بہت عرصے سے اپنے بابا کی خود کشی کے کرب میں جل رہا ہے، ہو سکے تو اسے یہ بتا دو کہ وہ خود نہیں مرے۔ ہو سکتا ہے میں نے اسے جو اذیت دی اپنے لایعنی جنون سے، اس سے کچھ کفارہ ہو جائے"

بہار کا لہجہ بھیگا تو حسیب کی آنکھیں سرخی اوڑھ کر بہت سے کرب کو دباتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"بتادوں گا، یہ سب تم کسی اور سے مت کہنا"

اوزان اسے پہلے ہی کیسٹ سے ملتی بابا کے مڈر کی خبر دے چکا تھا، اسکے علاوہ اس سے حسیب کو بھی کچھ بتایا نہ گیا۔

"نہیں کہوں گی، میرا دل چاہتا ہے میں اوزان سے ایک بار معافی مانگوں۔ اسکے سامنے نظر اٹھانی مشکل ہوتی ہے میرے لیے"

بہار کے پچھتاوے اور اسکا مکمل حسیب کی جانب سفر خوش آئیند تھا، حسیب کی آنکھوں میں بہار کے لیے یکلخت محبت اور چاہ اتر آئی، اسکا ملائم ہاتھ پکڑے پشت چومی جس پر بہار بھی تکان بھرا مسکا دی۔

"معافی مانگنے والا میری نظر میں بہترین فرد ہے، ضرور مانگنا۔ خیر چلتے ہیں ابھی تم جلدی سے ریڈی ہو کر باہر آجاو میں زرا ایک کال کرلوں"

بہار کی گال پیار سے سہلاتا وہ اٹھا اور فون لیے کمرے سے نکلا اور چلتا ہوا حویلی سے باہر آئے لان کی سمت بڑھا۔

شام ڈھل کر رات کے وصل سے آن لگی تھی، سردی کی شدت بھی بڑھ چکی تھی، ٹھنڈی یخ ہوا نے موسم کو اضافی رومان پرور کر رکھا تھا۔

ڈرائیونگ کے بیچ ہی اوزان نے حسیب کی آتی کال پک کی، کمپلیئین اپنے خونخوار روپ میں واپس آچکا تھا، چہرے کے خدوخال میں تناو، برہمی اور عتاب تھا تو جبڑے بھینچے ہوئے، چہرے پر چٹانوں سی سختی نمایاں تھی۔

"سن ویرے! تیرے بابا کو الرجک سوپ میں نیند کی گولیاں ڈال کر کھلائی گئی تھیں چودہ سال پہلے اوزان اور یہ جس نے بھی کیا اس نے تنویر کی مدد لی ــــ"

اوزان نے اس انکشاف پر فوری دہلتے دل لے ہمراہ غیر ارادہ گاڑی کو بریک لگائی، گاڑی کے ٹائرز بھیانک آواز دیتے رکے۔

"ایسا کون تھا جس نے اتنی نرمی سے مارا انکو، ایک تو الرجک ری ایکشن کی اذیت اوپر سے اس سے نجات کو وہ سکون پہنچا تا نیند کی گولیاں نامی زہر۔۔۔۔ میں پاگل ہو جاوں گا حسیب۔۔۔"

اوزان کی آواز اسے کسی کھائی سے ابھرتی محسوس ہوئی تبھی تو حسیب کا دل یوں تھا جیسے کسی نے کند چھری سے ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہو۔

"جا کر تنویر کا گلا دبوچ، اب وہی تجھے اس اصل قاتل تک پہنچائے گا ویرے۔ میں آوں تیرے پاس؟"

حسیب کی اپنی آواز میں نوحے سا حزن تھا۔

"ن۔۔ نہیں۔ یہ آخری قصہ میں ہی تمام کروں گا حسیب تو جا حویلی۔ سب تیری حفاظت میں ہیں۔ کسی کو آنچ نہ آئے۔ میں مزید اس اذیت میں لٹکا نہیں رہوں گا اب، آج یا تو تنویر اس قاتل کا نام بتائے گا یا پھر میرے

ہاتھوں مرے گا۔ میری کال کا انتظار کرنا تب تک مجھ سے رابطہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کرے"

حسیب کا جواب اسکی زبان پر ہی اٹکا کیونکہ اوزان نے بنا اسکی بات سنے اپنا حکم دیتے ہی ہڈ دھرمی اور ضد کے سنگ کال کاٹ دی۔

"ایک تو یہ سنتا بہت کم ہے"

حسیب نے بدمزہ ہو کر بڑبڑاتے ہوئے فوراً طفیل کو کال ملائی۔

"حکم سر"

مقابل سے جی جان سے جواب ملا۔

"طفیل، اپنے دو لوگ تنویر پاشا کے بنگلے روانہ کر دو۔ انکو کہو اوزان پر ایک آنچ بھی نہیں آنی چاہیے۔ وہ تنویر کو اٹھانے گیا ہے، اسی جگہ پھینکے گا جہاں

بہرام ہے۔ اوزان کے ہاتھوں کوئی مرے نہ وارننگ دے رہا ہوں میں تمہیں۔ اپنے آدمیوں کو بریفنگ دے دینا"

حسیب نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے طفیل کو خبردار کیا لیکن دوسری جانب کا منظر المناک تھا۔

طفیل کو نواز اور ڈی آئی جی مقبول نے رسیوں سے باندھا تھا جبکہ اسکا فون نواز کے ہاتھ میں تھا اور ڈی آئی جی مقبول زہریلا ہنسا کیونکہ نواز نے طفیل کی کن پٹی پر مکروہ ہنسی ہونٹوں پر سجائے بندوق رکھ کر نارمل ہو کر بولنے کو کہہ رکھا تھا۔

فون بھی سپیکر پر تھا۔

"جی سر"

طفیل نے اپنی آواز کو ہر ممکنہ ٹوٹنے سے بچایا اور تبھی حسیب کو کچھ غلط ہونے کا احساس سا ہوا، طفیل کبھی بھی جی سر، حکم سر جیسے مختصر جملے نہیں بولتا تھا، یکدم ہی حسیب کے دماغ میں ٹیس جگی، کچھ یاد آیا۔

" کبھی تم کسی مشکل میں پھنسو اور کسی کے جبرا مجبور کرنے پر مجھ سے بات کرو تو عام سے ہٹ کر اجنبی لہجے میں بات کرنا، یہ کوڈنگ کلو ہو گا میرے لیے، ہمیں اس پوسٹ پر بہت سے زلیلوں کا سامنا ہو گا طفیل، جو ہمارے سینئیر بھی ہو سکتے ہیں"

حسیب کو اپنی ہی کہی بات یاد آئی اور ثبوت کے لیے اس نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

" اور ہاں جگہ تم جانتے ہو نہ کونسی ہے، گودام۔ وہی مین روڈ سے الٹی طرف والا۔ جہاں ہم نے بہرام کو رکھا ہے۔"

حسیب نے جان بوجھ کر جب جگہ غلط بولی تو طفیل کے دل کو راحت کا خزانہ ملا، حسیب نے اسکے کلو کو پوری مہارت سے پکڑ لیا تھا، طفیل کے چہرے پر براجمان ڈر لمحوں میں سکون بنا۔

"جی جی سر"

طفیل نے فوری جواب دیا جبکہ حسیب کو علم ہو گیا کہ طفیل خطرے میں ہے۔

"گڈ چلو پھر بات کرتا ہوں"

حسیب نے کال بند کی اور فورا پورچ کی طرف بڑھا، جبکہ نواز نے ہنس کر فون بند کیا اور طفیل پر تمسخرانہ قہقہہ لگا گیا، نواز اور مقبول جان نے گھناونے چہرے کھل کر سامنے آچکے تھے اور طفیل کی آنکھوں میں رتی برابر ان شیطانوں کے لیے خوف نہ تھا۔

"تمہیں کیا لگا تھا طفیل میاں کہ تمہارا وہ ماہر استاد مجھ سے پنگے لے گا اور میں اسکی لگامیں ڈھیلی چھوڑتا چلا جاوں گا۔ ہاہا اب بہرام کو تو ہم بچا لیں گے تمہارے حسیب خانزادہ اور اسکے یار کو تم نہیں بچا سکو گے۔۔۔۔۔ نواز۔۔۔ اسے ہمارا مشن مکمل ہونے تک میرے آفس میں لاک کر دو، فون کرنے یا بھاگنے کی کوئی سہولت نہ ہو اسکے پاس۔ تاکہ یہ اپنے پیارے اے ایس پی خانزادہ کو خبر نہ پہنچا سکے"

مقبول جان سفاکیت کی ہر حد پار کرتا حکم صادر کیے بولا جبکہ طفیل نے من ہی من میں دونوں پر لعنت بھیجی اور نواز کے پکڑ کر گھسیٹنے پر شرافت سے ساتھ گیا۔

"اور تم لوگ ابھی میرے خانزادہ چمپئین کو جانتے ہی کب ہو کتوں، وہ تم لوگوں کا گودام میں بہت شاندار ویلکم کرے گا۔ حرام خوروں تم دو کی تو حسیب خانزادہ ایسی جگہ قبر کھودے گا جہاں گٹر موجود ہوں گے"

طفیل کو یقین تھا کہ اس نے حسیب کو محتاط کر دیا تبھی تو اب اسے قید ہونے کا بھی کوئی خوف نہ تھا۔

جبکہ حسیب نے اپنے اور اوزان کے کئی لوگ جمع کیے اور اس گودام میں پہنچا، ان سبکو اچھے سے بریفنگ دی اور واپس خانزادہ حویلی نکلا تاکہ بہار اور اماں کو انصاری حویلی پہنچا سکے۔

..________________________________..

"ارے بھئی یہیں تو رکھے تھے زمین کے پیپرز، کہاں گئے"

خان سانول سیال کچھ ضروری پیپرز لینے اپنے پرانے سٹڈی روم آئے تھے جو یعقوب کی زندگی میں اسکا آفس روم ہوا کرتا تھا، زمینی معاملات وہ یہیں بیٹھ کر دیکھا کرتا تھا، پنار اور دیان کو اپنی آبائی زمین بطور تحفہ دینے کے لیے انہوں نے کل ہی وکیل سے پیپرز لے کر یہاں سنبھالے تھے۔

منشی جلال نے کہا بھی تھا مگر خان سانول خود لینے آ گئے تھے۔

"یہ مل گئے"

انکے ہاتھ فائیل لگی تو ان پر نور بزرگ ہستی نے شکر کا سانس بھرا اگر وہ پریقین نہ ہو سکے کیونکہ یہ فائیل اسی رنگ کی تو تھی مگر کافی بوسیدہ تھی۔

"ایک ہی دن میں فائیل پر کیسی کھے پڑ گئی، صفائی کرواتا ہوں یہاں کی۔ اللہ بخشے میرے یعقوب کو۔ یہ کمرہ تو اسی کے دم سے آباد تھا"

وہ بھولے پن سے خود کلامی کرتے فائیل تھامے زرا ٹیبل اور کرسی کے بیچ سے نکل کر کمرے کے وسط میں آئے اور فائیل کھولی، لیکن چند لمحے ہی گزرے کہ خان سانول سیال کے پیروں تک سے زمین نکل گئی۔

چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا، آنکھوں کی پتلیاں ٹھہر کر رہ گئیں، اگر پاس ہی کرسی کا سہارہ نہ لیتے تو شاید اس لگتے دھچکے سے زمین پر ڈھے جاتے۔

"ا۔ اوہ میرے مالکا! ی۔ یہ کیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ یا ربا یہ کیا ظلم ہو گیا۔۔۔۔"

انکی مضبوط آواز کپکپائی، لفظ ہونٹوں پر دردناکی سے بکھرے تو اس موت نامے کو دیکھ کر آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی پھوٹ پڑی۔

بہت کچھ ٹوٹا، مان، یقین، اعتبار۔

لیکن ستم یہ کہ خان سانول سیال آج یہ دستاویزات دیکھ کر آسمان سے زمین پر بھی گرے تھے، اوندھے منہ جہاں سے اٹھنا اب ناممکن تھا۔

پھوٹ پھوٹ کر وہ شخص جیسے رو یا لگ رہا تھا کوئی قیامت نظر سے گزری ہے۔۔

وہ آبدیدہ تھے، انکی آنکھوں کے سامنے یعقوب حیدر کی آخری ملاقات آن ٹھہری۔

اس روز جب وہ یعقوب کو آخری سانسیں لیتا دیکھتے اسکے سرہانے بیٹھے تو یعقوب حیدر کا سانس اٹک رہا تھا، سانول سیال سے اپنے جگر گوشے کی اذیت دیکھنی دو بھر تھی۔

"تو ٹھیک ہو جائے گا پتر، حوصلہ رکھ۔ مجھے کیڑھے امتحانوں میں ڈالنے کی تیاری کر رہا ہے تو یعقوب"

وہ روتے ہوئے اسکی جبین پر بوسہ دیتے سسکے تھے جسکی جان اعتراف جرم کے لیے لبوں پر اٹکی ہوئی تھی۔

"خ۔۔خان بابا دایب کو میں نے م۔۔مارا تھا۔۔۔۔میں نے"

یعقوب نے اس لمحے ہچکی بھرتے اپنے گناہ کا جب اعتراف کیا تو خان بابا کو لگا وہ پاگل ہو گیا ہے۔

"اوہ چپ کر بدبخت، یاویاں نہ مار۔۔۔تو نے کیسے مارا ہے اسے۔ اسے تو اپنا جرم مار گیا پتر۔۔۔میں جانتا ہوں تیرا دل بڑا دکھا رہا پر ایسے بات تو نہ کر کملیا۔ تیرے خان بابا کا کلیجہ پھٹ جائے گا"

اس لمحہ وہ اس دم دیتے شخص کی اذیت سمجھ نہ سکے پر اب جب انکے ہاتھ میں یہ اصل ڈی این اے رپورٹ تھی تب ضرور یعقوب کی بات سمجھ آئی اور روح اس سوہان جگر درد پر کانپ اٹھی۔

"م۔۔ میری زینو کو اوزان کی دلہن بنا دیجیئے گا۔ و۔۔ وہ پسند کرتی ہے اسے۔ محبت کرتی ہے۔۔۔ خ۔۔ خان بابا میں نے دایب کو مار۔۔۔۔۔"

یعقوب حیدر کے یہ آخری لفظ سنتے ہی خان سانول سیال پتھر کا بت بن گئے لیکن یعقوب کی روح اسکے جسم سے ساتھ ہی پرواز کر گئی۔

یہ سچ انکو سچ لگا ہی نہیں تھا، وہ تو بھول گئے تھے سب لیکن ان پیپرز نے خان سانول سیال کو گہری کھائی میں دھکیلا تھا۔

فورا سے آنکھیں رگڑتے وہ اٹھ کر ان کاغذات کو فولڈ کرتے سٹڈی سے باہر نکلے، کسی طرح سیال حویلی سے باہر آئے تو سامنے ہی نظیرا نظر آیا۔

"مجھے یعقوب کے گھر لے کر چل، ابھی"

نظیرا جو باہر ہی بابا کی ہدایت پر لان میں بیٹھے مہمانوں کو چائے سرو کروا رہا تھا، بوکھلا کر خان بابا کے پاس پہنچا۔

"اس وقت، خیر تو ہے خان بابا"

نظیرے کے چہرے کی رنگت بدلی، وہ اس وقت جانے کا سن کر بیزار سا ہوا۔

"او آھو یار بس لے کر چل مجھے،"

وہ اس وقت کچھ سننے کے موڈ میں نہ تھے تبھی نظیرے کے فالتو سوال پر چڑ گئے جبکہ نظیرا تو حکم کا پابند تھا۔

بیس منٹ کے پیدل سفر کے بعد نظریے نے یعقوب حیدر کے گھر کے باہر لگے تالے کو کھولا جس پر خان سانول سیال تیزی سے اندر بڑھے لیکن نظریے کو وہیں باہر رکنے کا اشارہ کیا جس پر وہ منہ بناتا وہیں باہر بر آمدے میں لگی کرسی پر براجمان ہوا۔

"خان بابا کو بھی پتا نہیں کبھی کبھی کونسا دوڑا پڑتا ہے، لو بھلا کوئی بات ہے کرنے والی۔ ادھر مہندی مایوں کا جشن ہو رہا اور یہ ادھر نجانے کیا لینے چلے آئے۔ اچھا بھلا گھوڑوں کے بنگڑے دیکھ رہا تھا۔۔۔"

نظریے نے کوفت سے بڑبڑا کر دل کے پھپھولے پھوڑے جبکہ خان بابا کمرے میں داخل ہوئے اور بے چینی سے یعقوب حیدر کی رکھی کتابیں، فائیلیں پلٹنے لگے۔

دو تین منٹ کی تلاش کے بعد سٹڈی ٹیبل سے جڑے دراز میں انکو ڈائری دیکھائی دی۔

انکو اچھے سے یاد تھا کہ یعقوب کو یہ ڈائری انہوں نے ہی دی جس پر وہ زمینی معاملات کے اہم پراجیکٹ لکھا کرتا تھا ساتھ ضروری دن، زینو سے جڑے، اسکے سکول کی ہر کامیابی کی تاریج۔

خان بابا وہیں پلنگ پر وہ ڈائری لیے بیٹھے اور اسے تڑپ کر کھولا۔

اول صفحے پر ہی زینو اور الایہ کی تصویر دیکھ کر خان بابا کی آنکھیں چھلک گئیں۔

"میری زندگی کا خوبصورت مگر لاحاصل سرمایہ، دونوں اپنی ہیں پر ستم دونوں کو اپنا ثابت نہیں کر سکتا ہوں"

یعقوب حیدر کی حسرت نے خان سانول سیال کا کلیجہ کند چھری سے کاٹا۔

"او بد بختا!"

خان سانول سیال سسک اٹھے، اکھیاں تر ہوتی گئیں۔

الایہ درید اور زینیش سے جڑی ہر اہم تاریخ، ہر خوبصورت یاد اس ڈائری میں بلیک اینڈ وائٹ تصویر کے ہمراہ ثبت تھی۔

سکول میں جب جب زینو فسٹ آئی، الایہ کے ساتھ جب جب وہ گھومنے گئی، جب جب بیمار ہوئی۔ جب جب روئی سب درج تھا۔

"میں جب اسے انصاری حویلی سے اپنے ساتھ لایا، اسکے بہتے آنسوؤں نے میری جان نگل لی۔ وہ بہت رو رہی تھی، مجھے خود کو دیکھنے کی اجازت بھی نہ دے رہی تھی، اسے میری نظر تک درد دے رہی تھی۔ اسکے آنسو اسکی کوکھ میں پلٹی اولاد کی خبر سے کچھ تھمے تب میرے آنسو جاری ہوئے۔ آج تک روتا ہی رہا ہوں۔ میں نے محبت کی اس سے پر اس نے مجھے اپنے آنسو پونچھے تک نہ دیے۔ وہ طلال سے اتنی محبت کرتی ہے کہ اس پر اپنا قتل بھی معاف کر چکی ہے۔ اور مجھ سے اتنی لاتعلق کہ کبھی سوچ ہی نہ پائی یہ جو دوست جو ہنستا ہنستا اسکے اجڑنے پر پتھر کا بت بن گیا ہے اسے کیا ہوا"

یہ جملے خان سانول سیال پر قیامت سی المنا کی اتار گئے، وہ روتے روتے سب پڑھ رہے تھے، یعقوب حیدر کی حسرت۔

"میں زینو سے بہت پیار کرتا ہوں اس لیے نہیں کہ وہ میرے یار طلال کی بیٹی ہے، اس لیے بھی نہیں کہ وہ الایہ کا خون ہے۔ اس لیے کہ وہ میری محبت کا وہ صلہ ہے جو مجھے میرے اللہ نے دیا۔ مجھے بیٹی دی ایسی جیسی میرے

دکھ سمیٹ سکتی تھی۔ الایہ کی موت بہت بڑا خسارہ تھی، زینو سے زیادہ میرا۔۔۔ زینو کے پاس تو یعقوب حیدر تھا، مجھ سے الایہ کو چھپ چھپ کر دیکھنے کا واحد حق بھی چلا گیا"

اس شخص کی زندگی نے تو خان بابا کو جی بھر کر رلایا، انھیں خبر نہ تھی وہ مرنے کے بعد بھی انھیں بہت رلایے گا۔

وہ صفحے پلٹتے رہے، یعقوب حیدر کی الایہ کے لیے محبت تسخیر ہوتی گئی اور پھر آخری صفحہ جس پر قلم ٹوٹا تھا، دلخراش تھا۔

"میں سوچ میں تھا کسے ماروں، طلال کو یا دایب کو۔۔۔ بہت سوچا کیونکہ دونوں ہی میرے لیے واجب القتل تھے ستم کہ یار بھی تھے کمبخت۔ خدا کا انصاف دیکھیں دونوں ہی زندہ لاشیں تھے۔ میں نے بہت سوچا، کئی دن، کئی راتیں۔ اور پھر فیصلہ کر لیا۔ میں نے دائب انصاری کو مار دیا، میں نے الایہ درید کی بربادی کا انتقام لے لیا۔۔۔۔۔ میرے دل کی آگ بڑھی

ہے یا کم ہوئی ہے، نہیں جانتا۔ لیکن اگر محبت کی بربادی کا انتقام لینے پر مجھے دوزخ میں ڈالا گیا تو میں یہ آگ خوشی خوشی خود پر جائز سمجھوں گا۔ یعقوب حیدر ساری عمر جس دہکتے لاوے میں پگھلا ہے، یقین ہے دایب کو مارنے پر مجھے ملتی دوزخ کی آگ اس سے قدرے کم پُر تپش ہو گی۔

کم از کم میں اب خود سے نظر ملا سکوں گا۔۔۔۔۔ میں نے دائب انصاری کو بہت پر سکون موت دی ہے، وہ بھی دوست تھا سو میں اسکے بھی زیادہ تڑپنے پر راضی نہیں تھا۔۔۔ میرا معاملہ اب اس عرش والے کے سپرد ہے"

اس کے بعد چودہ سال تک یعقوب نے اس ڈائری میں مزید کچھ نہ لکھا، بس اسے اسی جگہ دفن کر دیا۔

خان سانول کی آنکھیں سوجھ چکی تھیں، تکلیف اور اذیت کا غلبہ انکے ضعیف خدوخال پر حاوی تھا۔

آج پھر سے انکے بچوں کی موت کا غم تازہ ہو گیا تھا، رونے کے سوا انکے پاس اب کچھ نہ بچا۔

نہ یعقوب نہ دایب لیکن سچ یہی تھا کہ شاید اب یہ دکھ خان سانول سیال سہہ نہ پاتے، یہ دکھ یہ آگہی انکے حوصلے سے بہت بڑی تھی۔

..________________________..

"فیروز کا خدشہ ٹھیک تھا، خبیث مجھے دھوکہ دینے کی جرت کی۔ایسی پھینٹی لگاو کے ہڈیوں کا سرمہ بنے۔اوزان دایب کے لیے عبرت بنادو اس کنجر کو"

عدم اپنی معصومیت کے سبب جلد ہی تنویر کی پکر میں آگیا کیونکہ وہ منہاس سکندر نہ تھا جو چودہ سال سے ان سفاک لوگوں کی سفاکیت پر نظر رکھے ہوئے تھا اور کسی کو بھنک بھی نہ لگی، عدم کی جان خطرے میں تھی یہ تنویر کے لب و لہجے سے صاف عیاں تھا۔

"سر کیسے پھینٹی لگوا رہے ہیں؟"

منہاس جو تنویر کے ساتھ ایک آفیشنل سیاسی ڈنر پر جانے والا تھا، بلانے آیا تو ٹھٹک کر سوال کیا، تنویر نے گردن موڑے منہاس سکندر کو دیکھا، نظروں میں اسکے لیے بھی شک کی رمق تھی مگر پھر جب خیال آیا کہ وہ فیروز اور اسکا بہت پرانا ساتھی ہے تو نظروں کی تلخی کم کی۔

"اس حرام زادے عدم کی، میرے گھر میں میری مخبری کر رہا تھا۔ اوزان دایب کو داد دینی پڑے گی، شیطانیت میں ہم سب سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ تم کبھی ملے ہو اس سے؟ بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔ کب کہاں کس کی گردن دبانے پہنچ جائے پتا ہی نہیں چلتا"

تنویر نے اپنی حقارت عیاں کرتے آرام دہ کاوچ پر جگہ سنبھالی جبکہ منہاس نے بے مروت سی مسکراہٹ اچھالتے نفی میں سر ہلایا۔

"ایسے خطرناک آدمی سے میرا کیا واسطہ جناب، میں ایک سیدھا سادھا ڈرائیور ہوں۔ خیر عدم کو کیا جان سے مارنے کا ارادہ ہے آپکا؟"

منہاس کسی طرح عدم کے ٹھکانے کو نکلوانا چاہتا تھا تاکہ اوزان کی مدد کر سکے۔

"نہیں، اب اسے مہرہ بناوں گا۔ جیسے اوزان نے اسے یہاں بھیجا اب وہ میرے حکم پر اسکے پاس جائے گا۔ خیر یہ سب چھوڑو، آفیشل ڈنر ہے۔ سیاسی پارٹی کے کارکن اور بہرام کی پارٹی کے لوگ سب مل کر فیروز کی ضمانت اور بہرام کی بازیابی کے لیے کچھ اہم میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ قانون تو ہاتھ پر ہاتھ دھر گیا سو لگتا ہے ہمیں اپنی مدد آپ ہی کرنی ہو گی"

فیروز نے سنجیدگی سے بتاتے اٹھ کر باہر کی راہ لی، منہاس نے مٹھیوں کو بھینچتے بڑے ضبط سے پیچھے ہی قدم بڑھائے مگر پورچ میں رکتے ہی تنویر ہوائی فائرنگ سے ڈر کر جیسے واپس بھاگا، منہاس سے اس لمحہ اس بزدل کی شکل دیکھ کر ہنسی روکنا محال تھا۔

اوزان اور اسکے لوگ ڈنکے کی چوٹ پر فائرنگ کرتے راہ سے ہر منحوس کو ہٹاتے اندر بڑھے، جبکہ اوزان دایب خود ہاتھ میں گن لیے بپھری موج بنا ناک کی سیدھ میں داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔

پولیس کے لوگ بھی باہر سے ایریا گھیر چکے تھے۔

دو گارڈ جو تنویر کی ڈھال بنے تھے، ایک کو اوزان نے جھانپر رسید کیے زمین بوس کیا دوسرے کی گال منہاس نے سیکی اور تنویر کی آنکھوں میں نفرت تو منہاس کو دیکھ کر جاگی جو اپنے لوگوں کے ہمراہ اوزان کا ہم قدم بنا اسکے پیروں تلے سے زمین کھینچ گیا۔

"مطلب تو بھی غدار ہے کتے"

تنویر نے حلق کے بل منہاس پر دھاڑتے پوچھا جس پر اوزان نے آگے بڑھ کر اسکا گریبان پکڑا اور کھینچ کر سامنے لایا۔

"نہیں وفادار، دایب انصاری کا وفادار۔ تجھے کیا لگا جو سچ تو نے اور تیرے یار نے دفنا دیے انھیں دنیا کی کوئی طاقت کھود نہیں سکتی۔ بھول ہے تیری، چل تجھ سے بہت حساب باقی ہے۔ منہاس آپ یہاں کا گند صاف کر دیں اور پتا کروائیں اس منحوس نے عدم کو کہاں رکھا ہے۔ اسے باحفاظت میرے فارم ہاوس پہنچانے کی ذمہ داری دے رہا ہوں آپکو، پلیز اسے کچھ مت ہونے دیجئے گا"

اوزان کا یوں منہاس کو اپنی ذمہ داری بانٹ کر دینا بہت اچھا لگا، اوزان کو انہوں نے مطمئین کیا جبکہ اوزان نے تنویر کے اجلے لباس کی پر اوہ نہ کرتے دھکیلتے ہوئے اسے باہر لا کر گاڑی میں پٹخا، اسکے ہاتھ پیر اچھے سے رسیوں سے باندھے جبکہ دوسری جانب طفیل کو لاک کر کے نواز اور مقبول جان کے لوگ جب اس گودام پہنچے تو آگے سے حسیب نے جن لوگوں کو وہاں پہنچایا تھا، سب کو ایک ایک کر کے بھونا بھی اور نواز کو زندہ پکڑ کر باندھی بنایا۔

"اس سے مقبول جان کے خلاف سب اگلوانے کی تمہاری ذمہ داری ہے ارشاد، اور طفیل کا پتا کراو جاکر تھانے۔ اسے کچھ ہوا تو مقبول جان کو زندہ زمین میں گاڑ دے گا خانزادہ"

حسیب، اماں اور بہار کو لے کر حویلی اسی وقت پہنچا مگر ان دو کو اندر بھیجے خود وہ اپنے دوسرے ساتھی ارشاد کی کال سننے انصاری حویلی کے باہر لان میں نکل آیا۔

"سر میں نے طفیل سر کے سپاہی سے پوچھا ہے، نواز اور مقبول جان نے اسے دبوچ لیا تھا۔ اور پھر جب وہ لوگ تھانے سے نکلے تو انکو آفس میں لاک کر گئے۔ طفیل سر بالکل ٹھیک ہیں آپ ان سے کال کر کے بات کر لیں"

ارشاد کی جانب سے ملتی خبر پر حسیب نے فوری کال بند کی تو اسی لمحے طفیل کی کال پر حسیب کا دل پر سکون ہوا۔

"میرے شیر تم ٹھیک ہو نہ؟"

حسیب نے فون لگتے ہی پریشانی وانس سے پوچھا اور وہ جو تھانے کے باغیچے کی جانب کھڑا تھا، دلفریب مسکایا۔

"آپ ہیں اصل شیر سر، قسم سے میرا دل کہہ رہا تھا آپ میرا کلو پکڑ لیں گے۔ ان خبیثوں نے میرے سر پر گن رکھی تھی، قسمے سر آپ جان بن گئے آپن کی"

طفیل کے والہانہ جذبات پر حسیب اس قدر سنگین سچویشن میں بھی ہنس دیا۔

"جان تو میری بھی نکل گئی تھی اک لمحہ، تم میرا دائیاں بازو ہو طفیل۔ میری وجہ سے یہ کالا مافیا تمہیں بھی نقصان دیتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے تم نے بروقت دماغ چلایا۔ خیر اب محتاط رہنا، مقبول جان کے خلاف بس ایک بار نواز کا بیان آجائے۔ اسکی وردی تو اتری سمجھو۔۔۔۔ اور لمبی انکوائری الگ۔ وہ بھی یاد کرے گا کہ کوئی خانزادہ آیا تھا اسکی زندگی میں"

حسیب کا دل کچھ پر سکون ہوا تو ان غلیظ لوگوں کا خاتمہ کرنے کی خواہش بھی شدید ہوئی۔

"تے ہور، سر اسکی تو پینٹ گیلی ہو جائے گی جب سسپینشن لیٹر منہ پر پڑے گا۔ کھوتے کا کن۔۔۔ چلیں آپ فکر نہ کریں میں اب محتاط ہوں۔"

طفیل بھی موت کے منہ سے نکل کر بھی مزاق و ٹھٹھہ کرتا حسیب کو بھی سنجیدہ نہ رہنے دے سکا۔

حسیب نے مسکرا کر رابطہ توڑا جبکہ اوزان کے ساتھ بھی اسکا رابطہ میسج کے ذریعے قائم تھا۔

اوزان نے تنویر کو بھی اسی جگہ لے کر گیا جہاں پہلے ہی ادھ موا بہرام اپنی موت کے لمحے گن رہا تھا۔

..___________________..

خان سانول سیال کی غیر موجودگی فی الحال کسی نے نوٹس نہ کی، جبکہ سیال حویلی میں پنار کی مہندی اور مایوں پورے پرتپاک انداز میں کی گئی، زینو بھی پیلے سرخ شرارے میں حسینہ بنی دمک رہی تھی اور پنار پر تو ہلکی پھلکی جان لیوا ملاقات سے نور ہی الگ اترا اور بہت لائیٹ سا تیار ہونے پر وہ لگ بھی پرستان کی پری رہی تھی۔

زینو کے ہونٹوں سے بھی اک لمحہ مسکراہٹ نہ غائب ہوئی بلکہ وہ تو یہاں آنے کے باوجود اوزان دایب کے خمار میں مبتلا تھی۔

اپنی بہت سی پکس اس نے اوزان کو بھیجیں جو ابھی تک سین نہ پائے وہ پنار کے پاس ہی سٹیج پر بیٹھی اداس سی ہوئی۔

"کیا ہوا منہ کیوں اتر گیا میرے بیبے بچے کا"

پنار نے فوری ساتھ بیٹھی حسینہ کو مخاطب کیا جس نے فوری فون کی سکرین پنار کی جانب کی۔

"دیکھو نہ پنار کب سے پکس بھیجی ہوئیں، ڈیلور ہو گئیں لیکن اوزان نے سین نہیں کیں۔ مجھے یاد آرہے ہیں وہ"

زینو کی معصومانہ اداس بات پر اور افسردہ چہرے پر پنار ہنسی اور زینو کی گال کھینچی۔

"کیا بات ہے تمہاری، ابھی کچھ دیر پہلے تو تم انکے جادو میں ڈوب کر آئی تھی پھر سے یاد آ گئے تمہیں۔ بس کر دو پیار کی دیوی صاحبہ اب میں نے سچ میں رس جانا تم سے۔۔۔ ادھر بھی فنکشن ہے بزی ہوں گے مہمانوں میں"

پنار اسکے بدلے بدلے گلابی رنگ سے سمجھ چکی تھی کہ محبت کی اور رذوز پا کر آیا ہے بیبہ بچہ لیکن پنار کے چھیڑنے کے باوجود زینو مسکرا نہ پائی۔

"ہاں لیکن وہ میرے میسج کو بلا وجہ اگنور تو کبھی نہیں کرتے، آگے کال بھی کی لیکن شاید سائلنٹ ہو فون تبھی پک نہیں کی۔"

زینو کو لگا شائد وہ ہی کچھ زیادہ سوچ رہی ہے تبھی خود ہی اندازا کہا۔

"بزی ہوں گے جان، دیان کے بھیا ہیں بڑے۔ رسموں میں مصروف ہوں گے فکر مت کرو یہ سب سمٹ جائے تو وڈیو کال کر لینا"

پنار نے بھرپور تسلی دی جس پر وہ وقتی سنبھل گئی لیکن زینو کا دھیان ایک بار پھر اوزان سے جا اٹکا تھا۔

وہیں انصاری حویلی میں بھی دیان صاحب کو ابٹن، مہندی، تیل سب میں نہلا کر رکھ دیا تھا میشی نے اور آج حویلی کی بلبل کو کوئی روکنے والا بھی نہ تھا۔

بہار اور صائمہ خانزادہ بھی تحائف کے ہمراہ سب انصاری والوں سے ملے، ایزل مریم تو خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔

بہار کچھ دیر کنول کے پاس آئی تو کنول نے بے اختیار اسے گلے لگا یا، نا چاہتے ہوئے بھی بہار روک نہ پائی۔

کنول آنکھوں میں تڑپ ہی ایسی لیے ہوئے تھی کہ بہار کو اپنا دل موم کرنا پڑا۔

"اللہ آپکو صبر دے آپا، امید ہے یہ خوشی آپ دوبارہ پائیں۔"

بہار نے اجنبی سے انداز میں کنول سے بات کی جس پر وہ اذیت سے مسکائی۔

"کیسی خوشی، کبھی ماں نہیں بن سکتی اب۔"

کنول نے خود ترسی کی حد کی، بہار کے دل کو دھکا سا لگا، بے یقینی سے اس نے کنول کو دیکھا۔

جبکہ کنول کو ہوسپٹل میں موجود وقت یاد آیا جب اس نے ڈاکٹر کو اس جھوٹ کہنے پر مجبور کیا۔

"پلیز طلال مجھے چھوڑ دے گا اگر اسے پتا چلا میرا بچہ مر گیا، تم اسے کہو کہ میں کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ شاید یوں اسکو مجھ پر ترس آجائے اور وہ مجھے خود سے دور نہ کرے اور میں پھر سے امید سے ہو جاوں"

کنول نے اس روز ڈاکٹر سے منت کی جس پر وہ چونکہ کنول کی دوست تھی تبھی کبھی ماں نہ بننے کا جھوٹ بول گئی لیکن حقیقت میں کنول نے یہ سب طلال کی ہمدردی اور اس گھر میں جگہ پانے کو کیا کیونکہ اسکے پاس واحد ہتھیار اپنا بچہ تھا، اسکے بعد اسے یہی مناسب لگا اور ابھی تک کنول کا پلین کامیاب تھا۔

"سن کر بہت دکھ ہوا، اللہ آپکو صبر دے"

بہار کی تعزیت پر کنول بھی سوچوں سے نکلی۔

"میں نہیں بن سکتی لیکن تم تو بنو گی، وہ بھی میرے ہی بچے ہوں گے۔ جیسے تم میرے لیے بچوں جیسی ہو۔ کیا کوئی نیوز ہے تم دو کی؟ غلط مت سمجھنا بس اس خبر سے مجھے تھوڑی خوشی ملے گی"

کنول نے لہجے میں دنیا بھر کی مٹھاس بھری البتہ بہار کو کنول کی یہ حد درجہ معصومیت کھٹکی، کنول سدھ بدھ لینا چاہتی تھی تبھی شیریں لہجہ رکھا تاکہ بہار کو پاگل بنا سکے، اب وہ بھی بہار تھی اتنی سیدھی نہ رہی تھی اب۔

"ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں میری اور حسیب کی شادی کو، حد ہو گئی اور سکون لینے ہی کہاں دیا ہے آپ اور ڈیڈ نے ہم دو کو۔ باقی بچے پیدا کرنے والی مشین تھوڑی ہوں جو پہلے ہی دن امید سے ہو جاوں۔۔۔۔ آپ نے مجھے تو ممتا دی نہیں، میری اولاد کو کیا دیں گی۔ پلیز آپا مجھ سے آپکا یہ چپ چپ کرتا اچھا پن ہضم نہیں ہو رہا، منافقت سے سخت چڑ ہے مجھے"

بہار کی کوفت کنول کے علاوہ حسیب نے بھی سنی تبھی تو وہ دونوں بہنوں کے پاس ہی چلا آیا، کنول اسے زہر سے بری لگتی تھی پر جناب کو افسوس کرنا مناسب لگا۔

"تمہارا خانزادہ بھی آ گیا، کیسے ہو حسیب۔ زخم بہتر ہوا؟"

کنول نے بے شرمی اور ڈھٹائی کے سارے ریکارڈ توڑتے جب حسیب کی خیریت دریافت کی تو حسیب نے پھٹی آنکھوں سے بہار کو دیکھا جیسے یقین نہ کر پایا ہو کہ کنول صاحبہ حال پوچھ رہی ہیں۔

"الحمد اللہ شیروں کو بزدلوں کی دی ایسی کھروچیں کچھ نہیں کہتیں، آپ بھی کافی بہتر لگ رہی ہیں کنول صاحبہ۔لگ نہیں رہا اپنا بے بی کھویا ہے"

حسیب بھی اپنے نام کا ایک تھا، بہار دبا سا مسکائی کیونکہ اس وقت اپنے بندے ہر رج کر پیار جو آیا۔

"بس جینے کی کوشش کر رہی ہوں ورنہ دل میرا خون کے آنسو رو رہا ہے، دیان کی زندگی کا خاص دن تھا سوچا ہمت کر کے باہر آجاوں۔۔۔۔اب زرا تھک گئی ہوں بیٹھتی ہوں جا کر۔۔۔۔۔انجوائے"

کنول کا یہ مصنوعی رونا دونوں نے بڑی مشکل سے ہنسی روکتے برداشت کیا اور جیسے ہی کنول وہاں سے گئی دونوں ہنس دیے۔

"یہ کیا چیز ہے تمہاری بہن، سفاک ڈائن سے ڈرامہ کوئین بن گئی ہے۔۔۔۔

اللہ خیر ہی رکھے"

حسیب کو تو کنول کے تیور کچھ شیطانی سے محسوس ہوئے۔

"اپنے پورے خاندان کو میں تو کبھی نہیں سمجھ سکی، تم کیا سمجھو گے۔ آو ہم بھی چلیں"

بہار نے گویا کوفت سے بات ہی ختم کی۔

"اچھا سنو! میرا زخم کچھ بہتر ہو لے تو تمہیں سکون لینے کا پورا موقع دوں گا۔ تاکہ میری جانو کی خواہش جلدی پوری ہو"

پہلے تو بہار کو سمجھ نہ آئی کہ وہ ہاتھ جکڑ کر قریب لائے کیا بولا مگر سمجھ آتے ہی زخمی سینے والے کندھے ہر ہی مکا جڑ گئی، یہ تو حسیب درد سے کراہ گیا تو بہار کی بھی جان نکلی پر دونوں شریر سے مسکا دیے۔

"تم ایک نمبر کے بے شرم ہو قسم سے، وہ تو ہیں ہی فاسٹ تم بھی کم نہیں چھچھورے۔ اتنی جلدی مجھے ہمارے بیچ ولن نہیں چاہیں حسیب۔ میں تمہارے ساتھ بہت سارے مومنٹس چاہتی ہوں۔ یاد رکھنا اگر بے بی آگیا تو بہار تمہیں دیکھنے کو بھی نہیں ملنی۔"

بہار کے ایسے جنونی جواب پر حسیب محفل میں موجود ہونے کے باوجود کھل کر ہنسا یہاں تک کہ بہار نے بوکھلا کر ارد گرد دیکھا کیونکہ کچھ لوگ انکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"آپن اپنی بہار کو ہمیشہ خود پر حاوی رکھوں گا۔ تم چل کرو بچے پالنے کو میری پیاری اماں ہیں نہ۔ ہم نے بس پیدا کر کے دینا ہے سمجھا کرو وہ اکیلی ہیں نہ، باقی نو ٹنشن جانم، میں کسی کو اب ہمارے بیچ ولن بننے نہ دوں گا"

اس سے پہلے حسیب ارد گرد سے بیگانہ کوئی گستاخی کرتا، بہار نے خفت سے گھورے اسکے سینے پر ہاتھ رکھے خود سے دور کیا۔

"شرم کرو ہم بیڈ روم میں نہیں ہیں، اف میرے اللہ مجھے صبر دیں"

شرم سے سرخ ہوتی وہ اس آفت سے جان چھڑواتی جیسے بھاگی حسیب کی ہنسی کی میٹھی سی چھنکار نے اس بھاگتی حسینہ کا دیر تک تعاقب کیا اور یہ منظر واقعی دل نشین تھا۔

..________________________..

"میرے پاس آج بہت وقت ہے تم دو کمینو کو سننے کے لیے سو جب منہ بند کر کے رکھے دکھنے لگے تو بول پڑنا، مجھے آج کوئی جلدی نہیں"

بہرام اور تنویر اس وقت رسیوں اور زنجیروں میں جکڑے لکڑی کی کرسیوں پر بندھے بے یار و مدد گار بیٹھے تھے جبکہ عین سامنے کرسی پر بیٹھا اوزان پر سکون چہرے کے سنگ اپنی طمانیت بھری بات سے مقابل آگ

بھڑکا گیا، اسکا تمسخرانہ لہجہ بہرام اور تنویر دونوں کی رگوں میں ابلتے لہو میں ابال لانے کا سبب بنا۔

"دیکھ اوزان، تو بہت پچھتائے گا۔پہلے اپنے دادے کو دھوکہ دیا اور اب میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے چھوڑ دے مجھے"

تنویر کو لگا جیسے وہ کچھ منت کرے گا اور اوزان دایب اس پر ترس کھا لے گا، اوزان کے ہاتھ میں اب ہی تو ان کٹ پتلیوں کی لگامیں آئی تھیں، اوزان بے ارادہ ہنسا، جبکہ دونوں نے حراساں ہو کر پہلے اک دوجے کو دیکھا پھر سر پھرے بلاوجہ ہنستے کمپلیئین کو۔

"ہنس کیوں رہا ہے تو؟"

تنویر کو اسکی ذہنی حالت پر شبہ گزرا تو ڈرتے ڈرتے بھی بپھرتی ٹون میں استفسار کیا۔

"تم دو کی شکلیں بہت مضحکہ خیز لگ رہی ہیں، اوپر سے تنویر پاشا کی بات بہت فنی تھی تبھی ہنس رہا ہوں"

اوزان کے سکون میں رتی برابر کمی نہ آئی، بہرام کی گردن پر گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی، رگوں میں ان کہا ڈر سرائیت کیا۔

"دیکھ ہمیں چھوڑ دے اوزان"

اس بار بہرام کے مردہ وجود میں جنبیش ہوئی تو اس نے بھی اوزان کو تنبیہی تیور دیکھائے، کمیلئین کے ہونٹوں سے مسکراہٹ یوں غائب ہوئی جیسے کسی نے نوچ لی ہو۔

"ایک شرط پر، مجھے دایب انصاری کو مارنے والے کا نام جاننا ہے۔ اسکے بعد تم دو کو جلد یا بدیر ایک ایسی آزادی سونپی جائے گی جو تم دو کے سارے دکھ دور کر دے گی۔ وہ آزادی تم دو کو میں دوں گا"

اوزان نے مفاہمتی انداز اپنایا گویا وہ دو اوزان کے اندر اٹھتے زہریلے پن سے رتی برابر واقف نہ تھے۔

تنویر کے چہرے کا رنگ سا اڑا البتہ بہرام کا تاثر لاتعلقی و حیرانگی کا تھا کیونکہ اس سے اسکا کوئی تعلق نہ تھا۔

"دایب انصاری نے خودکشی کی تھی نہ، ہے نا تنویر پاشا؟"

بہرام نے بے یقینی کی کیفیت میں بربڑاتے ہوئے لٹھے کی مانند سفید پڑتے تنویر کو دیکھا، اوزان نے بھی نظر تنویر کے سپید چہرے پر ثبت کی۔

"ساری دنیا کو پتا ہے پھر یہ قاتل والی بات کہاں سے آگئی۔ تیرے باپ نے خودکشی کی تھی، سب جانتے ہیں۔ پھر اس فضول بکواس کی کیا تک ہے؟"

تنویر کے جسم میں دوڑتے لہو میں اٹھتے شرارے اوزان کا تجسس و دلچسپی بڑھا گئے۔

"ٹھیک ہے اگر تم مجھے بھی دنیا کی زبان پر حرکت کرتی بات ہی بتا کر بور کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی، یہیں گل سڑ کر مرو گے تم دو۔ میں کچھ نہیں کروں گا، نہ قانون ہاتھ میں لوں گا، نہ ہتھیار چلاوں گا بس تم دو پر زہریلے کیڑے اور پتنگے چھوڑ دوں گا۔ وہ خود آہستہ آہستہ تم دو کے جسم کا گندا خون نچوڑ لیں گے۔۔۔۔لاو بھئی باہر سے سپیشل لیپ سے منگوائے جار لاو"

اوزان کے ایک ایک لفظ پر دونوں کی حالت پتلی ہوئی اور پھر جب اوزان کی تاکید پر دو لوگ شیشے کے بڑے بڑے لال بیگ، زہریلی مکھیوں، سونڈیوں سے بھرے دو جار اندر لائے تو تنویر اور بہرام کے حلق میں اذیت بڑھی، چہروں پر خوف اڈا۔

دونوں نے خوفزدہ ہو کر اوزان کو دیکھا۔

"ی۔۔یہ کیسی درندگی ہے۔۔۔مت کر ہمارے ساتھ"

تنویر نے ان جارز کو پاس ہی کھلتا دیکھے ڈر کر اپنی ٹانگیں سمیٹیں جبکہ بہرام تو درد و تکلیف کے بعد ایسے ٹارچر کو دیکھ کر ہی بے ہوش ہوا۔

"درندگی تو وہ ہوگی جو یہ ننھے حشرات تیرے انگ انگ سے لپٹ کر دیکھائیں گے، جب تیرے جسم پر گندی سی خارش ہوگی لیکن تجھے ملنے کی بھی اجازت نہ ملے گی۔۔۔ تو اس سے بچ سکتا ہے، قاتل کا نام بتا اور اپنی صاف ستھری سزا پالے۔۔۔۔"

اوزان آج کسی رحم کے موڈ میں نہ تھا، اور اس سے پہلے وہ جار الٹے جاتے، تنویر ابکائی سی آنے پر دھاڑا۔

اوزان نے اس جار والے آدمی کو ممانعت کا اشارہ کیا جس نے فوری اسکا ڈھکن واپس لگایا۔

"تیرے باپ کے پہلے الرجک ایسڈ سے دل اور گردے ناکارہ ہوئے اور پھر نیند کی دوا کی بھیانک ڈوز نے اسکو مار د۔۔۔ دیا۔۔۔"

تنویر کے منہ سے نکلتے یہ المناک الفاظ اوزان کو کوڑوں کی طرح سینے کے پار پیوست ہوتے محسوس ہوئے۔

اٹھ کر اسکی گردن دبوچتے اوزان نے وہیں سے کھڑا کیا، بھینچے جبڑے، آنکھوں میں ایسی حقارت لیے جو کسی کو بھی نسیت ونابود کر دینے کے ارادے کی ترجمان ہو، وجیہہ ملائم چہرے میں گھل کر رہ گئی۔

"کس نے کیا یہ سب؟ میرے بابا کو ایسی موت کس نے دی؟ اک لفظ بھی جھوٹ کہا تو نے یہی جگہ تیری قبر بنے تنویر پاشا"

اوزان کا بس نہ چلا اس نجس کا سینہ چیڑ دے جبکہ تنویر کے پاس اب جان بچانے کا کوئی اور حل نہ تھا۔

"ی۔۔۔یعقوب حیدر نے مارا اسے۔۔۔۔۔"

تنویر کے منہ سے نکلتا یہ انکشاف اوزان دایب کی چلتی دنیا روک گیا، مضبوط دل سینے کی چار دیواری میں پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے؟ وہ کیسے مار سکتا ہے بابا کو؟"

اوزان کے چہرے پر اسکے جسم کا سارا لہو چھلکا وہیں تنویر کی گردن بھی اوزان نے بھرپور ہاتھ کا دباو بڑھا کر جکڑی کہ اسے اوزان کی سخت انگلیاں گردن میں دھنستی محسوس ہوئیں۔

"یعقوب نے مجھ پر ایک احسان کیا تھا، بہت سالوں پہلے۔ اس نے مجھے مرنے سے انسانیت کے تحت بچایا۔ تب میں ایسا نہیں تھا، ڈرپوک سا آدمی تھا ہر وقت پولیس کے ہتھے لگنے کا خوف لاحق رہتا۔ اور مجھ سے دایب کو مروا کر اس نے اس احسان کا بدلا لیا۔ اس بارے نہ تو بہرام جانتا ہے نہ تیرا دادا۔۔۔۔ ان دنوں میں کچھ سیاسی امور کے سبب فیروز کے ساتھ ہی بیٹھک لگائے رکھتا تھا، دایب کچھ موسمی بدلاو کے سبب بیمار تھا، ایزل نے اس کے لیے سوپ بنایا تھا۔

میں نے سوچا جاتے ہوئے عیادت کرتا جاوں، جبکہ اسی بیچ ایزل کچھ دیر کے لیے سوپ کے لیے دایب کی پسند کے مطابق کالی مرچ لینے کچن میں گئی تو میں نے چپکے سے ایک الرجک ایسڈک سفوف جو مجھے یعقوب نے دیا وہ اس کے سوپ میں ڈال دیا، یہی نہیں دایب کے واش روم جانے کا فائدہ اٹھائے میں نے اسکی ڈرا میں رکھی تمام نیند کی گولیاں بھی اس سوپ میں ڈال دیں۔۔۔وہ گرم تھا، گولیاں فورا حل ہوئیں۔ لیکن اس سفوف کے ساتھ مل کر وہ زہر بن گیا، ایزل مریم کے بجائے دایب نے وہ سوپ اپنے ہاتھوں پیا اور پھر کسی سے بھی بات نہ کرنے اور تنگ کرنے کی تنبیہ کیے وہ سو گیا۔

م۔۔میں نے صرف یہی نہیں کیا، دایب کی صبح موت کے بعد ہوسپٹل میں اسے کرائے جاتے میڈیکل رپورٹ بھی بدلی۔۔۔۔جو رپورٹ میں نے وہاں رکھی اس میں یہی درج تھا کہ دایب کے سٹمک میں نیند کی گولیوں کی اضافی مقدار ملی اور موت کا سبب بھی یہی ہے۔۔۔۔۔۔۔یعقوب نے اس کے لیے مجھے ایک کڑور دیا تھا۔۔۔۔م۔۔میں نے کر دیا۔۔۔۔۔کیونکہ

یعقوب میرے سارے کالے دھندے جانتا تھا اور اس نے یہ کام مجھ سے دھمکا کر کروایا۔۔۔۔۔"

تنویر نے کچھ نہ چھپایا، اوزان اسکی ہر صورت جان لیتا سو اسے یہی مناسب لگا کہ برسوں کا چھپایا سچ کہہ دے۔

اوزان کی آنکھوں میں نفرت نہیں تھی، بہت بری تکلیف ہلکورے لے اٹھی تھی۔

یہ سب ایسا دردناک تھا کہ اوزان کو لگا کل جس تکلیف سے وہ گزرا وہ تو ایک بوند تھی، اصل سینہ تو آج اس ٹوٹتے قہر کے سبب پھٹا تھا۔

"یعقوب حیدر نے الایہ کا بدلا لیا تیرے باپ سے کیونکہ۔۔۔۔ وہ الایہ کو چاہ بیٹھا تھا۔م۔۔۔مجھے معاف کر دے اوزان۔۔۔۔ میں مجبور تھا۔یعقوب حیدر کوئی عام انسان نہیں تھا، وہ میرے سامنے کھڑا ہو کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ کر ہی میرے اندر کپکپی اتار سکتا تھا۔م۔۔مجھے ایسا

لگتا کوئی میری گردن گھوٹ رہا ہے۔۔۔۔۔م۔۔میں بہت ڈر گیا تھا، یعقوب ایسا وحشی ہو چکا تھا کہ اگر میں انکار کرتا تو میرے جسم کی بوٹی بوٹی الگ کر دیتا۔۔۔۔و۔۔وہ بہت عجیب انسان تھا۔۔۔۔۔۔۔۔دایب تو پہلے ہی زندہ لاش تھا اوزان، موت نے تو اسے ان تکلیفوں سے نجات دی ہو گی۔۔۔۔م۔۔میں تیرے پیر پکڑنے کو بھی تیار ہوں۔۔۔۔۔۔پر مجھے مارنا مت۔۔۔معاف کر دے مجھے"

اوزان کو اسکی کوئی بات سنائی نہ دی کہ سماعت میں تو پگھلا سیسہ انڈیلا جا چکا تھا۔

وہ کچھ نہ بولا پکڑ کر بے دردی سے تنویر کو زمین پر دھکا دیا، اس پر جھکتے ایسا زوردار گھونسا رسید کیا کہ تنویر ایک ہی وار سے دلخراش سی سسکی بھرتا ہوش سے بیگانہ ہوا۔

اوزان نے وہاں موجود لوگوں کو ان دو غلطیوں پر نظر رکھنے کا کہا اور دم گھٹنے پر وہ اس جگہ سے نکل آیا، کھلی کچی سڑک پر پیدل چلتا ہوا وہ اپنی گردن مسلتا بمشکل گاڑی کے بونٹ تک پہنچا۔

"بابا۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔ میں آپکے قاتل کو اپنے ہاتھوں سے مارتے مارتے رہ گیا۔ لیکن شاید یہی آپکی متعین سزا ہو۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دیں۔۔۔م۔۔میں کچھ نہیں کر سکا بابا، یعقوب حیدر کو مارنے کی خواہش میری تب بھی پوری نہ ہوئی جب وہ اوزان دایب کے لیے واحد واجب القتل شخص تھا، وہ اس سے پہلے ہی مر گیا۔۔۔ وہ میرے آنے کی خبر پاتے ہی مر گیا تھا۔۔۔ میں آپکی موت کا انتقام اب کس سے لوں؟ اپنے اندر کی یہ آگ کیسے بجھاؤں۔۔۔۔ یہ سب مجھے آہستہ آہستہ مار دے گا، یہ کیسی اذیت ہے؟ کہ مارنے والا قاتل نہیں اور مرنے والا مقتول نہیں۔۔۔۔۔

"

اس وقت وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ تھا، دل سے لہو رس رہا تھا، آنکھیں کسی جہنم کا روپ دھار چکی تھیں، اوزان دایب نے کب سوچا تھا کہ انتقام کا یہ دائرہ اتنا تنگ نکلے گا کہ آج وہ جہاں سے چلا وہیں آ کر رک گیا۔

فون کی رنگ ٹون پر اوزان نے اپنے درد کرتے سینے کو مسلتے جیکٹ کی اندرونی جیب سے فون نکالا تو زینیش کی کال پر فوری اپنی شکستہ حالت درست کی، آنکھوں کی بے قابو نمی رگڑی پر تب بھی جانتا تھا وہ دور بیٹھی بھی سب جان لے گی۔

"زینو ہم کل بات کریں؟"

فون لگتے ہی اوزان نے وڈیو آف کر دی جبکہ وہ جو مہندی اور مایوں کا ڈریس چینج کیے پریشان سی آ کر لان میں لگے جھولے پر بیٹھی تھی، اوزان کی بھاری آواز پر اور افسردہ ہوئی۔

"وڈیو کیوں ڈسکنکٹ کی۔ آپ پھر تو نہیں رو رہے اوزان۔۔۔۔۔ کیا ہوا آپکو، پھر سے آنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں قسم سے، میں اچھا محسوس نہیں کر رہی سچی"

زینو کی ڈوبی روتی آواز پر اوزان نے گاڑی کی ٹیک چھوڑی۔

"نہیں رو رہا زینو، کیا ہوا ہے تمہیں؟ طبعیت ٹھیک تو ہے؟ کیوں اچھا محسوس نہیں کر رہی؟"

اوزان اپنی تکلیف جیسے بھول ہی گیا، زینو نے اپنی آنکھ سے اترتی نمی ہتھیلی سے رگڑی۔

"خان بابا اچانک گر پڑے تھے، پنار نے کہا ہے کوئی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ سب کہہ رہے ہے پوتی کی رخصتی کے سبب ہوا لیکن میرا دل نہیں مان رہا۔ وہ بہت سٹرونگ مین ہیں، میں نے انکو بہت سارے دکھ سہنے کے باوجود صبر سے کھڑے دیکھا ہے لیکن آج وہ بہت شکستہ تھے۔ بس تبھی مہندی مایوں کا

فنکشن بھی جلد سمیٹ لیا گیا، اب وہ بہتر تو ہیں لیکن سب اداس ہو گئے۔
م۔۔میں بھی، وہ بھی بابا کی طرح چلے گئے تو میں نہیں سہہ سکوں گی اوزان"

زینو نے یہ سب جیسے رو کر بتایا، اوزان نے گہرا سانس کھینچا کیونکہ ایسا نہ کرتا
تو دل کو میسر آتی دھڑکن تھم جاتی۔

"سب سے پہلے تو رونا بند کرو، کچھ نہیں ہو گا انکو۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور
میری فکر مت کرو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اللہ انکو صحت دے، پریشان مت
ہو"

اوزان نے بھرپور آواز کو مضبوط کرتے حوصلہ دیا تب وہ کچھ سنبھلی۔

"پکا نہ؟ جھوٹ بول کر مجھے بہلا تو نہیں رہے آپ۔۔۔ آپکی آواز کیوں
بھاری ہے؟ آپ نے وڈیو بھی آف کر دی۔"

زینو کو مطمئین کرنا اس وقت اوزان کے بس میں نہ تھا پھر بھی اس نے وڈیو
آن کی۔

اوزان کی آنکھیں اندھیرے کے سبب کچھ واضح نہ تھیں کیونکہ جہاں وہ گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا وہاں سٹریٹ لائیٹ ہی تھی اسکے علاوہ آگے پیچھے مہیب سناٹے کے سوا کوئی شے نظر آنی مشکل تھی۔

"یہاں روشنی نہیں ہے تبھی آف کی تھی، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ زینو طبعیت ٹھیک ہے تمہاری؟ میں آوں تمہارے پاس"

اوزان نے اس کے آنسو تکتے پیار سے پوچھا جس پر وہ بول نہ سکی بس نفی میں سر ہلایا۔

"نو بہت رات ہو گئی ہے، اب آپ صبح ہی آیئے گا اور دوبارہ میں آپ سے ایک رات کے لیے بھی دور نہیں جاوں گی۔ میں بہت مس کر رہی ہوں آپکو۔"

پھر سے روتو سی آواز، جبکہ خان بابا کو بیمار دیکھ کر وہ زیادہ تکلیف میں چلی گئی تھی۔

"میں بھی کر رہا ہوں مس، کچھ دیر سو لو جا کر۔۔۔پنار بھی پریشان ہو گی اسے بھی کہو ریسٹ کرے۔"

زینو کی آنکھیں تھکن سے نڈھال تھیں تبھی اوزان نے پیار سے تاکید کی۔

"آپ کہاں ہیں؟ اندھیرا کیوں ہے آس پاس۔۔۔کیا آپ گھر میں نہیں ہیں اوزان؟"

سر ہلانے کے ساتھ وہ اوزان کے ارد گرد کا اجنبی ماحول دیکھے متفکر ہوئی۔

"نہیں کام سے باہر آیا ہوں، اب تم جا کر کچھ دیر سو جاو۔ بہت تھک گئی ہو چہرے سے لگ رہا ہے۔ میں کل جلدی آجاوں گا، خان سانول سیال کی آکر عیادت کروں گا۔ مجھے تم کل ایسی تھکی نظر آئی تو وہیں چھوڑ آوں گا، ساتھ نہیں لاوں گا"

اوزان کو یقین تھا کہ بس یہی دھمکی کارآمد ہے اور ایسا ہی ہوا۔

"نو پلیز، مجھے چھوڑ کر نہیں جانا۔"

وہ اسکے مزاق پر بھی رونے کو آئی جس پر اوزان بس تاسف سے سانس ہی بھر کر رہ گیا۔

"تم مجھے آگے سے وڈیو کال مت کرنا زینو، کم از کم تب جب مجھ سے کوسوں دور موجود ہو۔ چلو بند کرو فون۔۔۔ میں بھی بہت تھک گیا ہوں فارم ہاوس جا رہا ہوں"

اوزان کی تکلیف سی دبانے پر زینو نے فوری بات مانی اور کال آف کی جبکہ ساتھ ہی منہاس کا میسج موصول ہونے پر اوزان نے سینے پر درد پہنچاتی سانس کھینچی۔

عدم کو بازیاب کروا کے منہاس اسے فارم ہاوس لے جا چکے تھے تبھی اوزان بھی سیدھا وہیں روانہ ہوا۔

وہیں دوسری جانب انصاری حویلی میں بھی خیر و عافیت سے فنکشن سمٹا جبکہ دیان نے کال کی تو پنار کی جانب سے اچھی خبر نہ پائے وہ بھی کچھ پریشان ہوا۔

"پریشان مت ہو، ٹھیک ہو جائیں گے۔ اچھے بھلے تو تھے وہ شام کو اچانک کیا ہو گیا انکو؟"

دیان نے جب سانول سیال کی بگھڑتی طبعیت کا سنا تو افسوس و حیرت کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہوا۔

پنار بھی ابھی تک چینج کیے بنا دادا سائیں کے کمرے سے باہر آئی، جو دادا انکے پاس ہی بیٹھے تھے۔

"پتا نہیں دیان، بہت سٹریسڈ ہیں۔ کوئی بہت بڑی تکلیف سہہ رہے ہیں۔ نظیر بھائی نے بتایا کہ وہ یعقوب انکل کے گھر گئے تھے اجلت میں۔ شاید انکو مس کر کے روئے ہیں، آنکھیں بھی سوجھی تھیں"

پنار نے کچن کی جانب آتے آزردگی سے بتایا جبکہ پنار نے وہیں کرسی گھسیٹی اور بیٹھی۔

"اوہ! وہ اپنے منہ بولے بچوں سے بھی جواد انکل کی طرح اٹیچ ہیں شاید اس لیے۔ اور خوشی کے موقعوں پر ہم سے بچھڑے لوگ بہت شدت سے یاد آتے ہیں پنار یہ قدرتی ہے۔ ہوپ سو وہ صبح تک بہتر ہو جائیں"

پنار کو دیان کے لہجے میں ان کہی سی تکلیف محسوس ہوئی۔

"ان شاء اللہ، ورنہ انکو ایسی کنڈیشن میں چھوڑ کر جانا میرے لیے مشکل ہو گا دیان۔"

پنار نے بے بس بنے بڑے دکھ سے کہا جس پر دیان نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"اسکی ٹنشن مت لو، ضرورت پڑی تو میں تمہارے پاس ہی رک جاوں گا۔ وہ رسم ہوتی ہے نہ واپس میکے آنے کی، تم ایڈونس میں پوری کر لینا"

دیان نے دانستہ نرم لہجہ اور شریر انداز اپنائے پنار کی فکر و تکلیف جیسے کم کی، وہ دبا دبا مسکا دی۔

"مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی، تھینکیو۔۔۔بائے داوے میشی نے آپکو اچھا پیلا نیلا کیا۔ پکس دیکھی ہیں میں نے فیملی گروپ میں۔ بہت پیارے لگ رہے تھے آپ"

دیان نے مسکرا کر زوجہ کی ستائش قبول کی اور میٹرس پر بیٹھے ہی سر تکیے پر گرائے لیٹا، کل کے دن کے بہت سارے پلینز ترتیب دینے کے بعد انکی تکمیل کا خیال ہی جسم و جان پر سرور طاری کیے جا رہا تھا

"ہاں وہ نیلا پیلا تم کرتی تو زیادہ اچھا لگتا"

دیان نے شریر و بے باک سرگوشی پنار کو ہنسانے کو کی۔

"او کے اب آپ اس سے پہلے پٹری سے اتریں، فون رکھ رکھی ہوں۔ چینج کرنا ہے مجھے"

پنار نے اسکے ارادے قبل از وقت ہی بھانپے جبکہ دیان نے فوری روکا۔

"اتر سکتا ہوں پٹری سے یار، بیوی ہو ذاتی۔۔۔۔ اچھا یہ بتاو تمہیں شادی کا جوڑا پسند آیا؟"

دیان نے بے تابی سے روکتے ہی استفسار کیا۔

"دیکھا نہیں ہے ابھی، دیکھ لیا تو پہننے کا دل چاہ کر آپکے پاس آنے کا دل چاہے گا سو ابھی اوائیڈ کیا۔ کل ہی دیکھوں گی سمجھا کریں"

پنار نے لب اک دوجے میں پیوست کرتے جھینپے انداز میں وضاحت دی۔

"گڈ گرل، چلو ٹھیک ہے اب کل کے حصے کی بھی ریسٹ کر لو۔ ملتے ہیں فرصت سے۔ ٹیک کیئر"

دیان نے جاتے جاتے بھی معنی خیزی سے چھیڑا اور پنار کی اداسی کم از کم دیان سے بات کرنے کے سبب قدرے کم ہوئی۔

وہیں جواد سیال، بابا سائیں کا ہاتھ تھامے انکے پاس ہی بیٹھے تھے، ڈاکٹر نے انکو نیند کا انجکشن دیا تھا تاکہ وہ سکون سے کچھ دیر سو پائیں، اسکا اثر زائل ہوا تو خان سانول سیال کے سوئے محسوسات بیدار ہوئے۔

"بابا سائیں! کیا ہو گیا ہے آپکو؟ جان نکال لی تھی آپ نے ہماری"

وہ جو آج قیامت خیز دکھ سے گزرے تھے، جواد کے تڑپ کر شکوہ کرنے پر دلخراش سا مسکائے اور جواد کا ہاتھ تھپکایا۔

"ابے کچھ نہیں ہوا یار، ٹھیک ہوں۔ بس اب عمر شاید جواب دینے کی کوشش میں ہے۔ اس دل نے بڑے بڑے بوجھ اٹھائے ہیں، شاید تھک گیا ہے"

سانول سیال کی آنکھیں اب تک ڈوبی تھیں اور آواز ایسی جیسے بہت سارا رونے کے بعد کسی وزن تلے دبی ہو۔

"ایسا مت کہیں بابا سائیں، آپ ہم سبکے سروں کی چھاوں ہیں۔ آپ کو اللہ میری زندگی بھی لگا دے۔ جب جب آپ جیسا شیر دل یوں بستر پکڑ تا ہے، میرا حرکت کرتا دل تھمنے لگتا ہے"

جواد کی رندی صورت حسرت سے تکتے وہ اسکی گال تھپکاتے دلگیر مسکائے، کیا بتاتے دل پیوند زدہ سا گھر تھا جو آج تنکا تنکا بکھر گیا۔

"ٹھیک ہوں میں، جا آرام کر تو بھی کل بہت تھکا دینے والا دن ہے۔"

جواد کسی صورت انکو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے اور تبھی ہر گز بات نہ مانی اور سر بابا کے سینے پر کسی چھوٹے سے بچے کی مانند ٹکا لیا۔

"میری تھکن آپکے سینے سر رکھ کر ہی اترے گی بابا"

جواد نے کہتے ہی آنکھیں تو موندلیں مگر سانول سیال ایک بار پھر درد کرتی ناگہانی سچائی کے سبب کرب و خزن کا شکار ہو کر رہ گئے۔

..________________________..

"تم نے چینج بھی کر لیا؟"

المان اپنے مہکتے وجیہہ سراپے کے ہمراہ روم میں انٹر ہوا تو میشی کو گرم نائیٹ سوٹ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس دیکھتے محترم شکوہ دبانے پر قادر نہ رہے،
مشائم نے پلٹ کر چمکتی آنکھوں سے المان کو دیکھا جو اسکے پاس آکر مستقل مشائم کو اپنی نظروں کا محور بنائے ہوئے تھا۔

"بہت ہیوی ڈریس تھا تھک گئی، آپ بتائیں انجوائے کیا آپ نے؟ زخم کیسے ہیں اب آپکے۔ یہ سٹیچیز کب کھلیں گے؟"

میشی نے اسکی فولڈ کف والی کسرت کی بازو تھامتے بندھی پٹی پر نرمی سے اپنی انگلیوں کی پوروں سہلائے نظر اٹھا کر المان سیال پر جمائی۔

"پرسوں جانے سے پہلے کھلوا لوں گا"

المان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے کان کی اور ڈھلکی بالوں کی لٹیں پکڑے پیچھے کان کی جانب کیں اور المان کی اتنی ساری موجودگی نے تو اسے بھلا ہی دیا تھا کہ وہ ولیمے والی شام یعنی پرسوں واپس جانے والا ہے۔

"اداس ہو گئی ہو؟"

ٹھوڑی سے پکڑے المان نے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا اور ماتھا چوما، خفیف سی پر ملال سر کی جنبش کیے وہ بازو اسکے اطراف جماتی شدت سے المان سے لپٹی، محترم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑی۔

"میشی۔ میری جان کیا ہوا ہے"

کچھ دیر وہ اسکی پشت پر ہتھیلی سہلاتا رہا مگر پھر یکدم میشی بے جان محسوس ہوئی تو المان کے استفسار میں تشویش تھی۔

"میشی"

المان نے اسے پکڑ کر روبرو کیا مگر وہ ہوش سے بیگانی ہو کر المان سیال کی دنیا دہلا گئی۔

فوری اسے بازووں میں اٹھا کر نرم میٹرس پر لیٹائے وہ اس کے پاس ہی بیٹھے جھکا، اسکی نرم ہتھیلی پکڑ کر اپنے ہاتھوں کی ہتھیلوں سے رگڑے حرارت دی مگر میشی ہوش میں نہ آ سکی۔

المان فوری کمرے سے نکلا، ایزل مریم ابھی بھی سعدیہ کے ہمراہ کچن سمیٹوا رہی تھیں۔

"کیا ہوا بچے تمہارے چہرے کا رنگ کیوں اڑا ہے؟"

ایزل مریم نے وہیں آتے پریشان حال المان کو دیکھتے سعدیہ سے توجہ ہٹائی۔

"آنٹی آئی ڈونٹ نو میشی کو کیا ہوا، بے ہوش ہو گئی ہے۔ آپ دیان کو کہیں اسے دیکھ لے پلیز۔ شاید بہت تھک گئی ہے"

المان کے اڑے رنگ اور پھر میشی کے بارے سن کر ایزل مریم بھی گھبرا گئیں۔

فورا دیان کو بلوایا گیا جبکہ دیان نے آکر میشی کا بی پی چیک کیا جو انتہائی خطرناک حد تک گرا تھا۔

سعدیہ، طلال، اور المان پریشان سے روم میں کھڑے تھے جبکہ ایزل مریم میشی کے سرہانے بیٹھیں آنکھیں نم کیے اس پر پڑھ کر آیات قرآنی پھونک رہی تھیں۔

سب کی تڑپتی بے قرار نظریں دیان پر ثبت تھیں۔

"بی پی کافی لو ہے اور کس وجہ سے ہے اسکے لیے آپکو کوئی لیڈی ڈاکٹر بلوا لینی چاہیے، مجھے اپنا اندازہ بتاتے بھی شمو آرہی ہے گائیز"

دیان نے اس کو جی کو پیار بھری نظر سے دیکھا اور اٹھ کر کھڑا ہوئے جو بولا، طلال فوری سمجھتے مسکراہٹ دباتے کمرے سے نکلے جبکہ ایزل مریم بھی

بھیگی آنکھوں سے مسکراتیں جھک کر نڈھال میشی کی جبین چومنے لگیں البتہ کیپٹن صاحب ابھی بھی تھوڑے بونگے اور ہونق بن کر کھڑے تھے۔

"کیا مطلب؟ کیا ہوا ہے میشی کو؟"

الماں نے پاس آکر رکتے مسکاتے دیان کو دیکھتے اس پر اپنی گرے آنکھوں کے سنگ خوفزدہ نگاہ جمائی جس پر وہ آفت بنا اسکے کان کی اور جھکا۔

"یہ کیا کر دیا آپ نے کیپٹن صاحب، ہماری سب سے چھٹکی پری پر اتنی بڑی ذمہ داری ڈال دی، یہ تو ابھی خود ہمارا بے بی ہے۔ آئی ایم شیور یہ امید سے ہے، باقی میں ہوسپٹل سے گائناکالوجسٹ ڈاکٹر عائشہ کو بلواتا ہوں تاکہ بلڈ ٹیسٹ کے تھرو کنفرمیشن دے دیں۔ بہت بہت مبارک ہو"

دیان نے شرارت ہنوز قائم رکھتے کہا اور مسکراتا ہوا کمرے سے نکلا جبکہ الماں ساکن سا بس کسمسا کر ایزل مریم کے سینے سے لگ کر آنکھیں موند لیتی میشی کو دیکھ رہا تھا، اسکی آنکھوں میں ان کہی سی تکلیف ایزل مریم نے

بھی دیکھی، الماان نے قدم میکانکی طور پر اس نرم گرم نازک سراپے کی جانب بڑھائے اور وہیں اس جان سے پیاری سی لڑکی کے پاس بیٹھا جو عجیب سی غنودگی میں مبتلا تھی، الماان کی موجودگی محسوس کیے اس نے آہستگی سے اپنی آنکھیں کھولیں۔

الماان کی جذب بھری نگاہ بھانپے میشی کے حواس بیدار ہوئے تبھی وہ آئی جان کے سینے سے الگ ہوئے اپنے سہارے اٹھ بیٹھی۔

"میری پری کا خیال رکھنا الماان میں اسکے لیے دودھ لاتی ہوں"

ایزل مریم نے دونوں کو اکیلا چھوڑا اور میشی کا ماتھا آسودگی سے چومے اٹھیں اور دونوں پر نثار نظر ڈالے کمرے سے نکلیں۔

"ا۔ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں الماان، کیا میں زیادہ بیمار ہوگئی ہوں؟ شاید نظر لگ گئی ہوگی آپ نے دیکھا تھا نہ کتنی مستی کی میں نے شام کو۔ آپ پریشان نہ ہوں آئی جان ہنی ملک پلائیں گی اس سے میں ٹھیک ہوجاوں گی"

میشی سے المان کی خاموشی تڑپتی نظر سہنی محال تھی مگر وہ تب حیرت زدہ ہو گئی جب المان نے اسے پکڑ کر اپنے پہاڑ وجود میں پوری شدت سے محصور کیا۔

وہ خود ہر ڈر، خدشہ اور اداسی بھلائے اس آغوش میں کھلکھلا اٹھی۔

" آئی ایم سوری میشی، اتنی جلدی یہ سب ہرگز امید نہ کیا تھا۔ تم نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے، ظالم لڑکی اب کیسے تم سے دور جا سکوں گا"

المان نے گلے لگے ہی بڑے کرب کا مظاہرہ کیے میشی کے دل کی دھڑکنیں منتشر کیں، ننھی منھی قوت لگائے وہ اسے پکڑ کر روبرو آئی۔

" کیا ہوا ہے کیپٹن؟ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔۔۔۔ کیا مجھے کوئی خطرناک بیماری نکل آئی ہے۔۔۔ یار بتا دیں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ طبعیت بھی عجیب ہو رہی ہے، سب تھوڑی دیر بعد دھندلا رہا ہے"

مشائم کی بڑھتی فکر پر وہ بے اختیار مسکرایا، اسکے اڑے اڑے حواسوں والے چہرے پر اپنے پر زور مگر نہایت سکون ریز لمس سے گلال بکھیرے اور ماتھے سے ماتھا ٹیکے کچھ دیر اس لڑکی کی خوشبو ان ہیل کی۔

"دیان نے کہا ہے تم امید سے ہو، اتنی جلدی کیا پڑی تھی تمہیں چلی ملی۔ دو ہفتے بھی پورے نہیں ہوئے ہماری شادی کو۔۔۔ سوچو فسٹ اینور سری پر ہمارا بے بی ہمارے ساتھ ہو گا۔۔ اف۔۔۔ سب کہیں گے کیپٹن کس قدر ظالم ہے۔۔۔۔"

الماں کو الٹا ئی پریشانی لگی جبکہ میشی تو اتنی بڑی خوشی اور پھر الماں کی فکر پر بے اختیار واپس اس سے لپٹ کر ہنسی۔

"ہاہا تو اچھی بات ہے ہم اسکے آنے کی اور اپنی شادی کی خوشی کا کیک ساتھ کاٹیں گے۔ اف میں تو بہت خوش ہوں، اوئی ماں میں بھی آئی جان بننے والی ۔۔۔ کتنے کیوٹ ہوتے ہیں بے بی، اللہ جی تو مجھے میرا پرسنل دے رہے

ہیں۔۔۔اف اف میرا تو دل کر رہا آپکو اس پر گھول گھول گما کر ڈانس کروں۔۔۔آپکو کیا ٹنشن ہے بھئی اسے میں نے اپنے پاس رکھنا ہے، میری تو ساری طبعیت ٹھیک ہو گئی اتنی مزے کی نیوز سے"

الماں کو اسکے توقع کے برعکس باولے ری ایکشن پر جھٹکا لگا۔

"تم پاگل ہو؟ تمہارا اوزو مجھے نہیں چھوڑے گا۔ابھی خود تم اسکا چھوٹو سا بے بی ہو۔بات تو سچ بھی ہے، ابھی تمہارا ماں بننا کہیں سے مناسب نہ تھا۔مجھے بہت فکر ہو رہی ہے تمہاری"

الماں کا سوئی وہیں اٹکی تھی، جبکہ مشائم منہ ہی منہ میں الماں کو اوزو سے غائبانہ ڈرتا دیکھ کر جیسے ہنسی الماں نے خفگی سے آئیبرو سکیڑے۔

"اوزو کو کہہ دوں گی نہ اب انکا یہ بے بی بڑا ہو گیا اب وہ اپنا لائیں، اور جب مجھے کوئی ٹنشن نہیں تو آپ کیوں چھوٹے چھوٹے ہو رہے ہیں۔آپکے میرے پاس نہ ہونے پر بھی اب آپکا احساس میرے پاس، میرے اندر

موجود رہے گا یہ تو سوچنے میں بھی بہت پیارا ہے تو فیل کرنے میں کیسا ہو گا۔۔۔وہ اوزوا اکثر بولتے نہ کہ چل کریں، آپ بھی وہی کریں۔اف میں تو بہت خوش ہوں۔بس نہ الماں خوش ہوں پلیز کہ اللہ نے آپکی میشی کی بورئیت اور تکلیف اتنی جلدی دور کر دی"

وہ اسے کبھی اتنی سمجھدار اور میچور نہیں سمجھتا تھا جتنی وہ اس احساس کے ملتے ہی ہوئی، ورنہ الماں کو اسکے رونے دھونے اور پینک ہونے کی امید واثق تھی۔

تبھی تو شدت جذبات سے پھر گلے لگائے وہ اس لڑکی کو خود کے سب سے پیارے حصار میں بھر گیا۔

"بہت خوش ہوں میری جان، ایسی خوشی دی ہے تم نے کہ اک لمحہ میرے سب لفظ کھو گئے۔مشائم، میری زندگی کی ہر خوشی، ہر سکھ، ہر خوبصورتی

صرف تم ہو۔۔۔۔۔کیسے بتاوں کہ اس وقت کیسا محسوس کر رہا ہوں، دل کھول کر دیکھاتا تمہیں اگر ممکن ہوتا"

وہ اسکے پیار سے لاڈ سے خوشی کی درخواست پر محبت کا ہر رنگ چہرے پر سجا لائی، جبکہ میشی نے بھی دونوں بازو اسکی گردن میں حائل کیے گال سے اپنے گلاب ہونٹوں کو جوڑے بلش کرتی سمائیل دی۔

"اسکی ضرورت نہیں، الماں سیال کی آنکھیں سب بتانے میں بہت ماہر ہیں۔اتنی خوشی مجھے ممی بننے کی نہیں ہوئی جتنی آپکا مجھے جان کہنے کی ہوئی۔
"

شرم کی شدت سے بوجھل ہوتے پلکوں سمیت سرگوشی کی جس پر الماں سیال نے اسکے دودھیا چہرے کے نقوش پر بکھرے گلال کو لبوں سے چھوا۔

"تم ہو میری جان، اور تم سے ہی میری موجودہ اور آئندہ خوشیاں وابستہ ہیں۔ بہت خیال رکھنا ہو گا تمہیں، واپس پہلے ہی کی طرح کھانا ہو گا لیکن ہیلتھی، میرے پیچھے ایکسٹرا خیال رکھو گی اپنا پر امس ودمی۔"

ابھی وہ اس خوشی میں مسرور تھی تبھی یہ وعدے لینے ہر ہر گز آمادہ نہ ہوئی۔

"بے بی اپنا خیال خود رکھوا لے گا، آپ فی الحال سب چھوڑ دیں کیونکہ آئی ڈونٹ نو وائے بٹ آئی وانٹ ٹو سپینڈ ہول نائیٹ ودیو۔۔۔"

وہ اسے فکر مند ہونے دے ہی نہ سکی جبکہ دروازے پر ہوتی دستک پر فوری شرارت ہر آمادہ میشی نے بازو المان کی گردن سے ہٹائے تو ایزل مریم دودھ کا گلاس لیتی اندر آئیں جس پر میشی نے بیٹھے بیٹھے جیسے اپنے بازو کھولے، وہ اپنی پیاری سی گڑیا کو گلے لگاتیں ہنسیں جبکہ ایزل مریم کے دامن میں جتنی دعائیں تھیں سب اپنے اس باولے بچے کو سونپ دیں اور المان کے لیے مشائم نے اسکی زندگی مزید حسین کی تھی یا مشکل یہ ابھی کہنا مشکل تھا۔

..______________________________..

"آئی ایم سوری عدم، میری وجہ سے تمہاری جان خطرے میں آئی۔ ٹھیک ہو نہ؟"

منہاس نے اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نبھا کر عدم کو بازیاب کروایا جبکہ اوزان جب بارہ تک فارم ہاوس آیا، عدم کے زخمی چہرے کو دیکھ کر اپنی سنگدلی بری طرح محسوس ہوئی۔

"نہیں سائیں معافی تو مجھے مانگنی چاہیے، پہلے آپکو دھوکہ دیا اور پھر آپکا دیا کام بھی نہ کر سکا۔"

عدم نے پشیمان ہوتے آنکھوں میں تاسف بھرے منہاس اور اوزان دونوں کو اپنی شرمندگی سے رنجیدہ کیا۔

"کوئی بات نہیں، جاو آرام کرو۔ ہم پھر بات کریں گے"

اوزان نے اپنا لہجہ نرم رکھا جس پر وہ مشکور سی نظر دونوں پر ڈالتا اٹھا اور سٹنگ ایریا سے باہر چلا گیا۔

جبکہ اوزان اٹھ کر کھڑا ہوا تو منہاس سکندر بھی کاوچ سے اٹھے، وہ آج بھی ان پر ہر طرح حاوی تھا لیکن منہاس سکندر نے اسکی ڈوبی خوبصورتی وائی آنکھوں کی اذیت بنا کہے ضرور بھانپ لی۔

"بہت شکریہ منہاس سکندر، آپ نے میری ذمہ داری نبھائی مشکور ہوں"

اوزان کسی کا ادھار نہ رکھتا تھا سو اس وقت بھی ملائمت بھرے شائشتہ لہجے میں منہاس کا شکریہ ادا کیا۔

"یہ شکریہ تب لوں گا اگر مجھے اپنے آس پاس کوئی اچھی پوسٹ دو گے"

منہاس کا لہجہ دوستانہ تھا تبھی اوزان انکی بات کا مفہوم سمجھتے چونکا۔

"میں سمجھا نہیں کیسی پوسٹ"

اوزان نے اپنی الجھن سلجھانے میں اجلت کی، منہاس مسکرا کر دو قدم اوزان دایب انصاری کے پہاڑ سراپے کے نزدیک ہوئے، انکی آنکھوں میں والہانہ عقیدت وانس موجود تھا۔

"جیسا کہ میرا راز فاش ہوتے ہی میری تنویر کے ہاں سے نوکری چلی گئی اور میں بے روزگار ہونا افورڈ نہیں کر سکتا۔ سو اگر تم مجھے سائیں کی طرح اپنا ڈرائیور رکھ لو تو شرطیہ طور پر کہہ سکتا ہوں ایک وفادار ساتھی کے علاوہ ایک اچھا مشیر بھی ملے گا"

وہ اس سے جس رعب سے نوکری مانگ رہے تھے، اوزان تمام تر تکلیف اور دل میں برپا قیامت کے مسکرا دیا۔

" آئی لائک اٹ، مجھے خوشی ہو گی۔ لیکن پہلے آپ اپنے گھر جا کر بھائی اور والدہ سے ملیں تا کہ ان کا انتظار بھی تمام ہو۔ پھر آپ اپنی جوائنگ دے

سکتے ہیں، اوزان دایب کو ویسے بھی ایک اچھے مشیر کی بہت ضرورت رہتی ہے"

اوزان نے انکے دل کا پہاڑ ہلکا کیا لیکن وہ گلے لگنے کی خواہش جیسے یکدم دبا گئے، یہ اوزان کے دل کو زخم دے گیا۔

"رک کیوں گئے؟"

اوزان نے انکے جبر پر سوال کیا۔

"تمہیں برا نہ لگے"

وہ ہچکچائے جس پر اوزان نے خود آگے بڑھ کر انکو گلے لگایا، دونوں کے چہروں پر اس بغل گیر ہونے نے دکھ کا تاثر لا بٹھایا۔

"بابا سے جڑا ہر فرد، ہر حوالہ میرے لیے بہت عزیز ہے منہاس سکندر۔ آرام کریں جا کر آپ بھی اور صبح پہلی فرصت سے گھر روانہ ہو جایئے گا"

اوزان نے انکی آنکھوں کی خوشی پر دل میں بھی ویسی خوشی محسوس کیے انھیں آرام کرنے کی تاکید کی اور خود وہیں کھڑا انکے اوجھل ہونے تک ویسے ہی دیکھتا رہا اور پھر نپے تلے قدم اٹھائے ماسٹر بیڈ روم کی طرف بڑھا، کمپلیئین کی باوقار چال میں جی بھر کر تکان شامل تھی۔

دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ اس لڑکی کی موجودگی کے عکس اور اسکی سوندھی مہک اب تک اس کمرے کے گوشے گوشے میں بسی محسوس کیے اوزان کے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ سج گئی۔

"کیا کر دیا ہے تم نے اوزان دایب"

آج کی صبح اوزان دایب کی زندگی کی سب سے پر سکون صبح تھی تو رات کل سے دگنی اذیت زدہ۔

وہ جیکٹ اتار کر وہیں کاوچ کے بازو پر رکھتا شرٹ کے بٹن کھولے ہاتھ منہ دھونے بڑھا اور جب باہر آیا تو وضو میں تھا، نم نم چہرہ اور گیلے پیر، چہرے کی

تازگی کے ہمراہ چلتا ہوا وہ میٹرس پر پڑے وائبریٹ کرتے فون کی جانب لپکا تو آئی جان کا نام دیکھ کر اضافی سا سکون ملا۔

"جی آئی جان"

جانتا تھا کسی نے مس کیا ہو یا نہیں، اسکی ماں کو اسکی کمی بڑی چبھی ہو گی۔

"آئی جان سے کوئی غلطی ہوئی ہے کیا جو تم مجھے کچھ دن سے دیکھنے کو بھی نہیں مل رہے، آج دیان کی زندگی کا کتنا خاص دن تھا لیکن تم نے آج بھی اپنے بکھیڑے نہیں سمیٹے۔ماں کی جان کن معاملات میں الجھے ہوئے ہو"

ایزل مریم میشی کے لیے فکر مند تھیں لیکن اوزان کی کمی انکو شدت سے اداس کیے ہوئے تھی۔

اوزان وہیں نرم بستر پر بے جان انداز میں بیٹھا۔

"آپکی اور اپنی آسانیاں ڈھونڈنے کے چکر میں دل اور روح پر زخم لگوا بیٹھا ہوں آئی جان اور یہ جو زخم ہیں انکی رفوگری تنہائی ہی کر سکتی ہے۔ میں صبح آوں گا آپکے پاس، مجھے آپ سے بہت کچھ کہنا ہے اور بہت کچھ بتانا ہے۔"

اوزان کے بوجھل تھکے لہجے پر وہ پریشان ہوئیں، وہ کبھی اس قدر دھیما تو نہیں بولتا تھا کہ سنائی نہ دے سکے۔

"کیا تمہارے بابا کے حوالے سے کچھ ہے؟"

ایزل مریم نے سہم کر سوال کیا۔

"آپکو کیسے پتا چلا؟"

اوزان کو حیرت ہوئی۔

"تمہارے ٹوٹے لہجے سے، میں انتظار کروں گی تمہارا۔ ابھی کے لیے تمہیں ایک بہت خوبصورت خبر دینی ہے لیکن ایسا ردعمل نہ دینا جو کسی کی دل آزاری کرے"

اماں سائیں نے تو ایک کے بعد دوسرا دھچکا دیے تمہید بھی باندھ لی کہ وہ بے بس ہوا۔

" آپکو بھی لگتا ہے میں جذباتی انسان ہوں۔۔۔ خوامخواہ ردعمل دیتا ہوں، غصہ کرتا ہوں۔ میری ماں کو ایسا لگا ہے تو میں اس خامی کو خود سے الگ کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ کیا نیوز ہے بتائیں"

اوزان کے شکوے پر ایزل کے چہرے کی مسکراہٹ معدوم ہوئی۔

" ایسا کب کہا میں نے؟ تم اصول پسند ہو اور مجھے تمہارے اصول تمہارے بچپن سے اب تک ڈراتے آئے ہیں اوزان۔ اصولوں کا پابند شخص ایک طرح زنجیر میں جکڑا اسیر ہوتا ہے"

ماں کی بات سو فیصد درست تھی تبھی تو اوزان نے آدھے چہرے کی یاسیت خیز سمائیل پاس کی۔

"جی۔۔۔ ایسا ہی ہے"

انھیں اوزان کے لہجے کی تلخی و تکلیف شدت سے محسوس ہوئی۔

"تم ماموں بننے والے ہو، میشی امید سے ہے۔۔۔۔ فائنل بلڈ رپورٹ صبح تک مل جائے گی۔ دونوں کی خوشی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی ہوں، نظر لگ جانے کی حد تک حسین تھی"

اوزان نے بے اختیار چہرے کے خوبصورت خدو خال میں گھلتی حیرت کو اس نئے احساس پر جلد حسین مسکراہٹ بنایا۔

"اور آپکو لگا تھا میں اس پر المان کی بینڈ نہ بجادوں، آپ مجھے کیا چنگیز خان سمجھتی ہیں۔ بہت خوشی کی بات ہے اللہ دونوں کو صحت مند اور نیک اولاد سے نوازے۔ ہاں تھوڑا جیلس ہوں پہلے ماموں بننے پر"

وہ خود بھی زرا مسکرایا تو ماں بھی تکلیف سے آزاد ہوئے مسکائیں۔

"جیلس ہوں تمہارے دشمن، یہ تم اور زینو میں کونسا چھپن چھپائی کا کھیل شروع ہے۔ اب اپنی زندگی نارمل کرو بچے، وہ لڑکی ہے لاج جھجک کے سبب خود منہ سے تھوڑا کچھ کہے گی، تمہیں خود ہی اسکی محبت اور اسکی خواہش سمجھ کر پوری کرنی ہے۔ مرد کو تبھی اللہ نے بڑا رتبہ دیا ہے کہ وہ اپنے نکاح میں آئی عورت کا حاکم ہوتا ہے، اور اس حاکمیت کے اک اک حرف میں ڈھیڑوں پیار، عزت، نرمی اور محبت کے گلال بھی شامل ہیں۔ مجھے بھی جلدی سے دادی بناو، تم سے اچھی تو میشی نکلی نہ جس نے مجھے فورا سے نانی بنا دیا"

اماں سائیں سے بات کر کے کہ وہ تھوڑا مسکرالیا تو لگا زندگی اب بھی جسم کی رگوں میں دوڑ رہی ہے، اور اب وہ آئی جان کو کیا بتاتا کہ اسکا اور زینو کا رشتہ کچھ الگ ہی طرح کا تھا جسے سمیٹنے سلجھانے میں وقت کی ٹھنڈی پھوار کی ضرورت تھی۔

"آپ ہر خوشی دیکھیں آئی جان، دنیا جہاں کی خوشیاں آپکے قدموں میں رکھ کر بھی مجھے تکلیف رہے گی کہ میں ان خوشیوں کی فہرست میں دایب انصاری کو شامل نہیں کر سکتا۔ آئی ایم سوری"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی غمزدہ ہوا، آواز میں دکھ کے پہاڑ کھڑے تھے۔

"یہ ہمارے اختیار میں نہیں میری جان، خود کو افسردہ نہ کرو۔ اپنی اور زینو کی زندگی کو آگے بڑھاو۔ اور ہاں اتنے وقت کے لیے ماں سے اوجھل، دور اور لاتعلق نہ رہا کرو۔ مس کرتی ہوں تمہیں، کھانا کھایا تم نے؟"

ماں نے افسردہ ہونے سے روکا بھی اور پیار سے آخری سوال بھی کیا۔

"ابھی تو نہیں کھایا لیکن کھا کر ہی سووں گا بے فکر رہیں، اور اپنی دوا لیجیۓ گا۔ یہ نہ ہو نانی بننے کی خوشی میں خود کو ٹارزن سمجھ کر دوا سکپ کر دیں۔ لڑائی ہو جائے گی۔ شب بخیر"

اپنا اور ایزل مریم دونوں کا دل ہلکا کیے اس نے رابطہ توڑا اور پھر اسکے پاس اپنی بے بسی کہنے کا بس ایک ہی در بچا۔

دایب انصاری اور یعقوب حیدر دونوں نے مل کر اوزان دایب انصاری کو ایک ایسی جگہ لا کھڑا کیا تھا جہاں آگے کنواں اور پیچھے کھائی تھی۔

اور جب اسکے پاس راہ نجات نہ بچتی تھی تب آخری حل صرف سجدہ رہ جاتا۔

..________________________..

آخر کار ایک لمبی ترین، کٹھن رات بیتی، اوزان پر کیسی رہی یہ اسکا دل جانتا تھا پر وجیہہ چہرے پر کسی قسم کی شکستگی درج نہ تھی۔

منہاس صبح ہی اپنے گھر روانہ ہو گیا جسکی اوزان کے دل کو بہت خوشی تھی جبکہ اوزان نے عدم کو کچھ دن مکمل آرام ہی کی تجویز دی۔

وہ نو بجے تک انصاری حویلی پہنچا تو لان میں سوئمنگ پول کے پاس بیٹھ کر دھوپ سیک کر پڑھتی میشی پر نظر پڑتے ہی حویلی کے اندرونی سمت قدم بڑھانے کو ترک کیے وہ لان ہی کی طرف بڑھا۔

المان، دلہے راجہ کے ساتھ سالے سے زیادہ دوست کی صورت موجود تھا جبکہ میشی بھی بس کچھ دیر تک تیار ہونے والی تھی مگر اسکا پہلے پیپر تھا تبھی ایک بار سب ریوائز ہو رہا تھا۔

"میرے بچے کو پیپر نے بے حال کر رکھا ہے کیا؟"

عقب سے اوزان کی آواز پر وہ کتاب وہیں رکھتی اٹھ کر اوزان کے پاس آئی جس نے بازو کھولتے ہی میشی کو نرمی سے حصارا۔

"اور نہیں تو کیا اوزو، اب میں دینو کی بارات پر جاوں یا ایگزیمینیشن ہال۔۔۔ سچی میرا دل کتاب کھا جانے کو کر رہا۔۔۔"

اپنے دکھ سے نہایت کوفت سے آگاہ کرتی وہ بگھڑی۔

"اسے بھی ایز آ چیلنج لو، قدرے آسانی محسوس ہو گی۔ اور ویسے بھی پڑھائی ہر معاملے سے اہم ہے۔ لاسٹ سمسٹر ہے اسکے بعد تم نے آزادی ہی انجوائے کرنی ہے۔ سو چل کرو"

اوزان کے دیے حوصلے پر میشی کو کچھ تسلی ملی۔

"کیا آپکو آئی جان نے کچھ بتایا اوزو"

اوزان اسکے نکھرے چہرے کو ہی نرم نثار نگاہوں میں مرکوز کیے تھا جب وہ زرا ہچکچائی۔

"کس بارے میں ؟"

اوزان دانستہ انجان بنا، چہرہ کسی نئی شرارت کا صاف صاف ترجمان تھا۔

"نہیں کچھ نہیں"

میشی نے فورا نفی میں سر ہلائے آڑے آتی فطری حیا کے سبب بات ٹالی جس پر اوزان نے اسکی ٹھوڑی پکڑے اپنی بہن کا لجایا سا بلش چہرہ اوپر کیا۔

"دادی اماں تو تم ہمیشہ سے تھی، چھوٹی سی ممی بن کر بھی ایسی ہی باولی رہو گی مجھے یقین ہے۔ خوش رہو ہمیشہ میرا بچہ"

پیار سے اسکا سر چومتے اوزان نے خوشی ہمکاتے لہجے میں کہہ کر میشی کو بھی فطری سی جھینپی مسکراہٹ بخشی جس پر وہ فوری اپنی بگ لیتی حویلی کی طرف بڑھ گئی۔

"اوزان"

وہ اسکے شرما کر جانے پر ہنس کر پلٹا تو آئی جان کو دیکھ کر انکی طرف بڑھا اور بنا کچھ کہے ایزل مریم کو اپنے مہکتے پہاڑ بازووں کے ہالے میں بھرا، وہ بھی بے چینی، بے تابی سے نکلتے ہی سکون سا پا گئیں۔

"تم نے بنا کچھ کہے ہی ماں کو ساری تکلیف کہہ دی ہے، آجاو اندر تمہارے سر کی مالش کرتی ہوں۔ اسکے بعد شاور لینا دیکھنا کتنا اچھا فیل کرو گے۔"

حویلی میں جہاں بارات کی روانگی کی تیاریاں شروع تھیں وہیں میشی پہلے الماں کے ساتھ یونی گئی، جبکہ اوزان نے بہت دنوں بعد آئی جان سے سر کی مالش کروائی، طلال اسکی واپسی پر پر سکون تو تھے پر کنول کو دیکھ دیکھ کر اپنا عتاب دبانے پر مجبور جو ایسی ایسی حسرت ٹپکاتی بات کر رہی تھی کہ وہ کچھ لمحہ رک تھم کر اس عورت کو دیکھنے لگتے کہ آخر وہ کس ڈھیٹ مٹی سے بنی ہے۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے میرے بچے کو؟"

آئی جان کے پیروں کی طرف بیٹھا دونوں ہازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے ہاتھ باندھے آنکھیں موندے ہوئے وہ انکے سوال پر گہرا مسکرایا۔

"درد تو دل میں ہے آئی جان"

نرم مگر اداس لہجہ، ایزل مریم نے سر زر اتر چھا کیے اوزان کا خوبصورت لیکن زرا بے چین اثر میں جذب چہرہ دیکھا۔

"دل کے درد زینو سے ٹھیک کرواونہ، ماں تو اتنا ہی کر سکتی ہے"

وہ ان سے ایسے ہی سادہ وپیارے جواب کی امید میں تھا، گلابی پھیلے ہونٹ ایسی دلفریب تاکید پر مسکرائے۔

"آپکو پتا ہے دایب انصاری نے خودکشی نہیں کی تھی"

حسب منشاء خاموشی کے طویل وقفے کے بعد اوزان کے دل دہلاتے انکشاف پر ایزل مریم کے ہاتھوں کی طرح لحظہ بھر چلتا دل بھی رکا، کھلتا گلاب چہرہ مرجھایا اور جگر پاش سی حقیقت کے سبب آنکھوں سے نمی چھلکنے لگی۔

"مارے گئے وہ، یعقوب حیدر کے ہاتھوں۔ اور آپ جانتی ہیں میری تکلیف کیا ہے آئی جان، میں یعقوب حیدر پر چینخ نہیں سکتا، اسکا گریبان پکڑ کر اسے جنجھوڑ نہیں سکتا۔ اس سے دایب انصاری کی موت کا بدلا نہیں لے سکتا۔ بتائیں میرے دل کا یہ درد کیسے کم ہو گا؟"

ایک کے بعد ایک قیامت خیز سوال ایزل کے دل میں قیامت برپا کر گزرا، یہ اتنا مشکل سوال ایزل مریم کی آنکھوں میں آنسوؤں کی گنجان نمی اتار لایا، انکے ہاتھ کی نرم مرہمی انگلیوں کی پوریں اب بھی اوزان کے الجھے بالوں میں سر سرا رہی تھیں مگر رفتار کم ہو گئی۔

"اوہ میرے اللہ! یعقوب حیدر تم نے یہ کیا کر دیا؟ میرا دل کبھی یہ بات نہیں مانا کہ وہ خود مرے ہیں، میں تمہیں کہتی تھی اوزان وہ خود کی جان لینے والے تھے ہی نہیں۔ میں چودہ سال سے اس تکلیف میں جل رہی ہوں، خدا گواہ ہے انکی موت سے بڑی اذیت انکی خودکشی کی تھی"

بے آواز سیل رواں انکی خوبصورت آنکھوں سے اتر کر گالوں پر گزرا، جان سے پیارے شوہر کی حرام موت نامی کانٹا جب ایزل مریم کے حلق سے نکلا تو وہ سالوں بعد کھل کر سانس لے پائیں یہ اوزان دایب کے مضبوط سینے کو بھی لرزا گیا۔

اوزان بیٹھے ہی زرا آئی جان کی جانب گھوما، دکھ اور خزن سے بھری وہ خوبصورت سنہری آنکھیں ماں کے دکھ میں شریک ہوئیں۔

"لیکن انکی مغفرت کی دعا مت چھوڑیے گا، وہ جو گناہ کر کے گئے ہیں اس کی تباہ کاریوں سے نجات کو آپکی بہت دعائیں درکار ہیں انکو"

وہ اوزان کی تاسف زدہ تاکید پر تڑپ گئیں، چہرہ غم و اذیت کے تاثر سے لبریز ہوا۔

"میری تو سانس سانس انکی آسانی کی دعا بن جاتی ہے، بھلا سانس سے جڑے فعل ٹالے جاتے ہیں کیا؟"

ایزل مریم کا دکھ بھرا سوال اوزان کے دل کو مٹھی میں لے گیا، وجیہہ چہرے پر شکستگی کے آثار چلے آئے۔

وہ انکا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑے چومتا انکو امید بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"اس سے بھی زیادہ دعا کریں، شاید انکو صرف ایزل مریم کی دعا ہی لگ سکتی ہے۔ حقیقت پتا کیا ہے وہ محبت صرف آپ سے ہی کرتے تھے، وہ محبت جو شفا، دعا اور جزا بنتی ہے۔ سو یو آر لکی ناو"

اوزان کا یقین دلانا اتنا پیارا تھا کہ ایزل مریم جی اٹھتا مسکرائیں، اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرے جھک کر اوزان کی صبیح پیشانی چومی جس نے اس عورت کو طوق جیسی گھٹن سے آزاد کیا تھا۔

"ایسا ہی ہے، اب جاو اور نہاو، مجھے یہ سب بتا کر تم نے عجیب سی کیفیت میں مبتلا کر دیا ہے"

وہ سمجھ نہ پائیں اس وقت کیسا ردعمل دیں، انکی دلسوز حالت اوزان سے مختلف نہ تھی۔

"ایسی ہی بے بسی کا میں بھی شکار ہوں"

دکھ کے غلبے نے اوزان کی آواز بھاری کی جبکہ اسکی آنکھوں کی حسرت پر ایزل مریم بھی پژمردہ ہوئیں۔

"اللہ انکی آسانیاں یقیناً انکو دے گا، دل بوجھل مت کرو"

نگاہیں نیچی کیے ایزل مریم نے جب فریاد کی تو آنکھیں آنسوؤں نے دھندلا دیں۔

"آپ بھی، یہاں دیکھیں"

اوزان کے اصرار پر ایزل مریم نے پلکیں جھپک جھپک کر آنسو پیچھے دھکیلے۔

"کوشش کروں گی"

مستحکم لہجے مگر ٹوٹی آواز کا یقین دلانا بھی دیوانے کا خواب تھا پر وہ پھر بھی اٹھا اور جھک کر انکے سر کو چومتا مسکرایا۔

"اور آپکی کوشش ضرور کامیاب ہو گی۔ میں ریڈی ہو کر نکل رہا ہوں ناشتہ زینو کے ساتھ کروں گا، آپ سب بھی وقت پر آجایئے گا۔"

اوزان جانتا تھا وہ اب تھوڑا رو کر ہی سنبھل سکتی ہیں اور کبھی کبھی کسی کو رونے دینا بھی بہت بڑی مہربانی ہوتی ہے، ایزل مریم کی آنکھیں جیسے سرخ ہو رہی تھیں وہ سب اوزان کا دل جانتا تھا لیکن اس وقت اسے آئی جان کی اس تکلیف میں کمی کا اختیار نہ تھا۔

..________________________________..

"کیا زمانہ آگیا ہے اپنے بھتیجے کا کمرہ مجھے سجانا پڑ رہا ہے، اوئے ادھر بات سنو"

دیان کے کمرے کی مین ڈیکوریشن تو ہو چکی تھی بس چھوٹی چھوٹی لائٹنگ تھی جو ڈریسنگ اور اسکے ساتھ والی دیوار کے ساتھ ہونی باقی تھی۔

الماں تو میشی کو لے کر یونی چلا گیا تھا اور وہ لوگ وہیں سے کوٹ روانہ ہونے والے تھے جبکہ کنول، طلال، ایزل مریم ایک گاڑی میں جبکہ دیان اکیلا جانے والا تھا۔

"چاچو آپکا یہ کمرہ ڈیکوریٹ کرنا بے کار ہے یار، میں پنار کو یہاں تھوڑی لانے والا ہوں۔ کل سے بڑی امی کو کہہ رہا ہوں میرے کمرے کی سجاوٹ پر وقت ضائع نہ کریں۔"

فل بلیک میں دیان آریز دھڑکنیں زیر کرنے کی ہر صلاحیت لیے ہوئے تھا، گو ابھی جناب نے مین دلہے کا گیٹ آپ نہیں لیا تھا، کلین شیو نے چہرے کی ملاخت میں قدرے اضافہ کیا اور پر دراز قامت اور کسرتی وجود پرفٹ پینٹ شرٹ اور بلیزر اسکی وجاہت و تمکنت میں اضافے کا سبب تھا۔

طلال جو خود آج ڈارک براون کرتے کے ہمراہ وائیٹ شلوار اور ساتھ ویس کوٹ پہنے حسین لگ رہے تھے، لائٹس وہیں میٹرس پر رکھے ٹھٹک کر پلٹے۔

"ایک منٹ! کیا مطلب ہے اس بات کا۔ پنار رخصت ہو کر یہیں تو آئے گی، کہیں اور سے کیا مطلب ہے۔ تم مجھے ڈرا رہے ہو"

طلال کہاں تک جا پہنچے اس کو بھانپ کر وہ ہنسا اور اپنے حسن کے چمکارے زرا مقابل ہو کر مارتا چاچو کے عین سامنے رکا۔

"ایکچولی میں اسے ایک دن کے لیے ممی بابا کے گھر لے کر جانا چاہتا ہوں، یہ میری خواہش ہے۔ اور شاید ممی بابا کی بھی ہو گی، پچھلے چھ سال سے میں وہاں نہیں گیا چاچو کیونکہ مجھے وہ در و دیوار کاٹتے تھے، لیکن میں اپنی زندگی بنتی پنار کو اپنی بچپن کی بہت سے یادیں دیکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے بڑی امی سے اجازت لی ہے آپ سے بھی لے رہا ہوں"

دیان کے نرم سے اداس ہوتے لہجے پر طلال نے اسکو شانوں سے تھاما۔

"تو ایسے کہو نہ لاڈلے کہ پرائیویسی چاہیے اور ہم کباب کی ہڈیاں تمہیں آج رتی برابر قبول نہیں"

طلال نے اسے اداس رہنے نہ دیا اور کھل کر ہنسے بھی اور دلہے میاں کو بھی مسکراہٹ دی۔

"کافی سمجھدار ہیں آپ"

دیان نے آنکھ ونگ کیے معنی خیزی سے کہا جس پر طلال اپنی سمجھداری پر دو حرف بھیجتے بھیجتے منہ بسور گئے۔

" سمجھدار ہوتا تو اس حال میں ہوتا بچے، خیر ولیمے کے بعد تو تم پنار کے ساتھ یہیں آو گے تو بس یہ تھوڑا سا کام ہے کرنے دو۔ اور جاو تم اوزان ویٹ کر رہا تھا تمہارا قبرستان جانے کے لیے۔ آج کے دن کی شروعات ماں باپ سے مل کر کرو۔ جاو شاباش"

اوزان خود بھی کوٹ جانے سے پہلے بابا کی قبر پر جانے والا تھا تبھی دیان کو ساتھ چلنے کا کہا۔

دیان نے مسکرا کر سر ہلایا اور کمرے سے نکلا۔

اوزان سر کی مالش اور نہانے کے سبب کافی بہتر محسوس کر رہا تھا، اوٹ فٹ بلیک ہی چوز کیا کیونکہ سیاہ میں وہ خود کو کمفرٹیبل محسوس کرتا تھا، اسکا ماننا تھا جب انسان اندر باہر سے بے چین ہو تو یہ رنگ انتشار کو ڈھانپنے میں مدد دیتا ہے، اور وہ ٹھہرا کمپلیکشن، اسکی وجاہت خیز شخصیت پر یہ شانت رنگ اخیر سجتا جیسے اسکے وجود ہی کا نفیس حصہ ہو۔

دیان باہر آیا تو اوزان پورچ سے ملحقہ لان کے کنارے صبح کی نرم دھوپ میں کھڑا مالی بابا سے محو گفتگو تھا جو اسے نئے لائے پھولوں کے بارے آگاہ کر رہے تھے۔

"بہت خوبصورت پھول ہیں، جتنے خوبصورت ہے انکی کیئر بھی ویسی ہی ہونی چاہیے۔ آو دیان۔ ماشاء اللہ بہت اچھے لگ رہے ہو"

اوزان نے اول ہدایت مالی بابا کو کی اور پاس ہی آکر رکتے چمکتے دمکتے دلہے کو دیکھ کر خوش دلی سے گلے لگا، مالی بابا بھی فرمابرداری سے سر ہلا کر وہاں سے چلے گئے۔

"تھینکیو لالہ ابھی دلہا بننا باقی ہے"

دیان نے الگ ہوتے ہی چہک کر جواب دیا جبکہ اوزان ابھی بھی کچھ کچھ بجھا لگ رہا تھا، چہرے کے گلو میں تھوڑی سی کمی تھی، جو سنہری آنکھوں کے گوشوں میں ثبت گلابی پن کے سبب تھی۔

"اللہ تمہیں اور پنار کو بہت ساری خوشیاں دیکھنا نصیب کریں، ایک دوسرے کا ساتھ تا عمر پاو۔ امید نہیں یقین ہے کہ پنار تمہاری زندگی کی رہی سہی اداسی ختم کرے گی"

بظاہر اوزان نے مسکرانے کی سر توڑ کوشش کیے دیان کو آج کے سپیشل دن کی دعائیں دیں لیکن جو کچھ اوزان سہہ چکا تھا اسکے سبب دل کے اندر درد کا شدید احساس ہچکولے لے رہا تھا۔

"ان شاء اللہ، آپ کو کیا ہوا ہے؟ رات بھی آپ غائب تھے اور ابھی بھی کافی ڈاون لگ رہے ہیں۔ کہیں زینو بھابھی تو یاد نہیں آ رہیں"

وہ دونوں ساتھ ہی پورچ کی جانب کھڑی گاڑیوں کی طرف بڑھے۔

"یاد آنے اور نہ آنے کا تکلف کیسا۔

یاد جاتی تو کہتا کہ اسکی یاد آئی"

اوزان کے شاعرانہ جواب پر دیان ہنسا بھی اور خوشگوار تجسس سے گاڑی کے پاس پہنچے رک کر پلٹا۔

"آپ تو شاعر بھی بن گئے ان کے پیچھے، لیکن آپس کی بات ہے ایسا شاعر ہو تو اسے سامنے والی کو بہکانے کی ضرورت نہ پڑے، اس شعر کو زرا بے خود ہو کر ادا کرنا ہی کافی ہے۔"

دیان نے شرارت سے کام لیا اور اوزان نرم سا مسکرا کر اسکی گال تھپک گیا۔

"مجھے لگ رہا ہے تم صرف نکاح کر ہی مجھ سے کافی آگے جا چکے ہو دیان آریز، خطرناک آدمی۔ اور آپس کی ایک اور بات سنو ابھی تک میں نے اسے کوئی شعر نہیں سنایا، چلو بیٹھو گاڑی میں۔"

دیان کے ساتھ وہ کبھی کبھی موڈ میں ہو تو بے تکلف ہو تا تھا اور وہ لمحے دیان کے لیے سچ میں قیمتی ہوتے۔

دونوں نے ہنستے مسکراتے سفر شروع کیا مگر اس شہر خموشاں میں پہنچتے ہی دونوں کے چہروں کے تاثرات منجمد ہوئے۔

فائزہ، آریز اور دایب کے علاوہ اوزان کی دادو جنت کی قبر بھی یہیں تھی۔

دونوں نے مل کر چاروں کی قبر پر فاتحہ کہی، چار جانیں قربان ہوئیں تھیں اور ان چار قبروں کی وجہ وہ بے رحم تھا جسے اوزان اب دادا کہنے کا بھی روادار نہ رہا۔

"یہ چار بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا لالہ، بہت مس کرتا ہوں ممی کی تاکیدوں کو، بابا کی ڈانٹ کو۔ چھ سال گزر گئے لیکن اب بھی ان کی جدائی کا زخم ہرا ہے، آپ نے اور چاچو نے کبھی مجھے بابا کی کمی محسوس ہونے نہیں دی لیکن...."

دیان کی بات اوزان نے مکمل نہ ہونے دی اور پلٹ کر دیان کو گہری مگر سنجیدہ نرم نگاہوں سے دیکھا۔

"لیکن باپ کی کمی کوئی دوسرا پوری نہیں کر سکتا دیان نہ ماں کی، اٹھارہ سال کا تھا تب جب اچانک مجھے خبر ملی انکی موت کی، یہ چودہ سال ہر ہر لمحہ یاد کیا

انھیں۔ کسی کے گلے لگنے کا احساس ان جیسا نہیں ہوتا، یہ دو ہستیاں جن سے کھو جائیں وہ محروم ہو جاتے ہیں"

اوزان کے لہجے میں ضیاع کی لہر اتری اور دیان اسکے ساتھ متفق تھا۔

"ایسا ہی ہے، لیکن بڑی امی اور چاچو نے جیسے ہم سبکو سنبھالا، داد کے مستحق ہیں"

میسر نعمتوں کا شکر، خوشی میں اضافے کا سبب بنتا یہ بات وہ دونوں جانتے تھے۔

"بالکل"

اوزان نے نرمی سے تائید کی اور اسکے بعد دونوں نے دعا مانگی۔

دیان اپنی ممی کی قبر کے پاس جا کر بیٹھا، تازہ گلاب کے پھول بکھیر کر ڈالے وہیں اوزان نے بھی دو زانو بیٹھے بابا کی قبر پر موجود مٹی جو پانی لگا کر گیلی کی

اس پر اپنی چوڑی ہتھیلی سہلائی، یہ ایسا نقصان تھا جو تاعمر اپنی خلش اس شخص کے سینے میں تیر کی طرح گاڑے رکھتا۔

"یعقوب حیدر کے بارے میں ہر چیز جانوں گا، وہ عام انسان کیوں نہیں تھا اسکی تلاش کے لیے ہی آج جلدی جا رہا ہوں کوٹ، آپکی روح کو سکون ملے، اب آپکے انتقام کی جگہ آپکے سکون کے اضافے کی دعا نے لے لی ہے کیونکہ یعقوب حیدر اس دنیا میں نہیں ہے اور میں اسکو میسر آتی دعائیں بھی نہیں روک سکتا، کیونکہ اسے دعا دینے والوں میں سر فہرست زینیش ہو گی"

خاموش خود کلامی کیے وہ سانس گھسیٹ کر کھینچے دور پار پھیلئ خاموشی کو اپنی آنکھوں کا مرکز بنا چکا تھا، اوزان دایب آہستہ آہستہ زندگی کے اس سفر سے تھکتا جا رہا تھا، اعصاب شکن حالات نے اسکے حوصلے کی جیسے کمر توڑی تھی وہ واقعی دلخراش تھا۔

..________________..

"تم نے اوزان کو بتایا تھا"

بہار نے صائمہ آنٹی کے ساتھ اپنا بھی جوڑا پریس کیا اور چونکہ آج بلیک مین تھیم تھی تو حسیب بھی بلیک ہی پہننے والا تھا، بہار نے اسکی شرٹ پریس کرتے لاونج میں ہی پیر میز پر رکھ کر گیم کھیلتے حسیب کو متوجہ کیا جو یہاں بیٹھ کر کسی اہم کال کا منتظر تھا۔

"یس، تمہارے والد گرامی کے ساتھ اب کیا ہو گا تمہاری سوچ ہے۔ ہو سکتا ہے ہو بھی چکا ہو"

حسیب نے اسکی طرف تکتے فوری جواب دیا جبکہ شرٹ پریس کرتی وہ آئرن آف کیے اسکے پاس ہی چلی آئی۔

"ڈیڈ نے اگر جرائم کیے ہیں تو میں انکے اور انکی سزا کے بیچ نہیں آوں گی۔ میرے نزدیک ہر سزاوار کو اسکے کیے کی سزا ملنی چاہیے۔ اچھا یہ بتاو بہرام کا کیا ہوا؟"

بہار کو شدید دلچسپی تھی کہ آخر وہ منحوس زندہ ہے یا مر گیا، حسیب نے گیم آف کی اور بھرپور توجہ بہار پر دیے اسکے ہاتھ سے شرٹ لے کر سائیڈ پر رکھی اور پکڑ کر نزدیک کیا، ایسی قربت میں دونوں کے دل ہارٹ بیٹ مس کر گئے۔

"تم میرے علاوہ سبکی فکر چھوڑ دو"

لمحہ لگا تھا حسیب خانزادہ کے لہجے کو خمار میں ڈوبنے میں، بہار مسکرا کر دونوں ہتھیلوں میں اسکا چہرہ بھرتی ہونٹوں کی پہنچ میں آتی اسکی گال چومتے روبرو ہوئی اور یہ فدائی لمس، حسیب کو بہکا گیا۔

"وہ تو کب کی چھوڑ دی لیکن میں نے بہرام پر وار کیا تھا، افسوس اسکے دل کو نہ چیر سکی"

بہار کے ظالمانہ تیور دیکھ کر حسیب لمحہ بھر ہونق ہوا۔

"کتنی خطرناک ہو تم بہار، مجھے لگا تھا ڈرپوک اور بزدل سی ہو جس سے کئی سال اپنا ڈپریشن تک کنٹرول نہ ہوا، لیکن تم نے تو میرے سارے مفروضے غلط ثابت کر دیے۔"

وہ سراسر حیرت میں تھا، بہار محظوظ مسکائی۔

"دیکھا تم نے بھی مان لیا کہ بہار میں کچھ تو خاص ہے"

اتراتی ہوئی وہ کسی بھی لمحہ مقابل کا اختیار چھین سکتی تھی۔

"وہ تو اسی لمحے مان لیا تھا جب اس مضبوط سینے میں تم دھڑکن کا روپ دھار گئی تھی، خوش ہو میرے ساتھ؟"

جانے کیوں یہ محبت پرست لوگ چلتی ہوا تک سے کیوں حراساں ہیں، شاید محبت کرنے والا فطرتاً بزدل و کمزور ہو جاتا ہے صرف اپنے محبوب کے لیے۔

"خوشی تو بہت بے وقعت چیز ہے حسیب، جسکی کوئی معیاد نہیں۔ میں تمہارے ساتھ پر سکون ہوں، جب جب دل گھبراتا ہے تمہارا چہرہ دیکھ کر ہمت پاتی ہوں، جب جب تکلیف ہوتی ہے تمہارے قریب آجاتی ہوں۔ تمہیں پتا ہے میری ہر پیش رفت پر تمہارا جوابا مجھ سے بھی شدید رد عمل مجھے اتنی خوشی دیتا ہے کہ خود کو اس دنیا کی سب سے لکی لڑکی سمجھنے لگتی ہوں۔ تم کبھی مجھ سے بور تو نہیں ہو گے نہ؟"

ایسے والہانہ پن پر وہ کیونکہ خود میں جبر سے سمٹا رہتا، اس نے اپنے ہونٹوں کو آزادی واختیار دیا کہ وہ جہاں سے چاہیں بہار کو چھولیں، یہ تو بہار نے اسے لاونج میں ہونے پر ہوش دلایا ورنہ بات اتنی بڑھ جاتی کہ سنبھلنی مشکل ہوتی۔

"بورئیت ناپید ہو گئی ہے میری زیست کی داستان سے، اوپس تم مجھے غلط جگہ بہکانا بند کرو لڑکی، کسی دن ضائع ہو جاو گی"

حسیب کا فون رنگ ہونے پر موصوف بخش بیٹھے اور وہ بے حال ہوتی سانسوں کو استوار کرتی فوری سے گرفت سے آزادی پائے اسکی شرٹ اٹھاتی اس جان کو شکنجے میں پھنساتے جن سے رہائی ملنے کو غنیمیت سمجھتے دوڑ گئی۔

ہنس کر حسیب نے طفیل کی کال پک کی مگر دوسری جانب سے ملتی خبر پر وہ بڑی اجلت میں حویلی سے نکلا۔

گودام کی جانب سفر ہوا اور پھر وہاں نواز کو کافی ذوز دی جاچکی تھی اور اس نے ڈی آئی جی مقبول کے سارے پول کھول دیے۔

طفیل نے نواز کا سارا بیان ریکارڈ کر لیا تھا۔

دو دن بعد عدالت میں اگلی پیشی تھی جس میں فیروز کے ریمانڈ کے بعد اسکی سزا یا ضمانت کا فیصلہ ہونا تھا جبکہ حسیب نے ایک نیا کیس بھی تیار کر لیا،

قانون کے محکمے کے ناسوروں کے خلاف آواز اٹھانے کا رسک لیا تھا اور یہ دو دن وہ ہر ثبوت اور گواہ جمع کرنے والا تھا۔

"سر ہم جتنا زور لگا لیں، مقبول جان کو سزا کیسے دلوا سکیں گے۔ آپ نہیں جانتے کہ اس کے پیچھے بڑے بڑے منسٹروں کا ہاتھ ہے۔ اور آجکل ججوں کو خریدنا کونسا مشکل ہے۔ ہمیں نواز کی گواہی کے علاوہ کچھ سولیڈ بھی چاہیے۔ کچھ ایسا جس کے بعد مقبول جان کی سزا میں کم از کم اتنی سختی آجائے کہ وہ اس پوسٹ سے اتر جائے"

طفیل اور وہ اس وقت باہر ویئر ہاوس کے پارکنگ ایریا میں کھڑے تھے، طفیل نے بہت اچھی تجویز دی تھی۔

"ہم مقبول کو ایک جال میں پھنسائیں گے طفیل، یہ ایک سیکرٹ مشن ہو گا"

حسیب کی جانب سے اس نئی حکمت عملی کو جان کر طفیل کو طمانیت ملی، اسکی آنکھیں چمکیں۔

"آئے ہائے دل خوش کر دیتا سر کار، میں بھی کچھ ایسا ہی سوچ رہا تھا۔ کچھ ایسا جال ہو کہ وہ دو منحوس بھی ٹھکانے لگیں۔ ویسے اجازت دیں سر، تنویر اور بہرام کو ایسے زہریلے انجکشن لگاؤں کہ موے دوسرا اساہ نہ لے پائیں۔ کم از کم ہمارا شہر دو موذی جانوروں سے تو پاک ہو گا۔"

اتنی سنگین صورت حال میں طفیل کا جذبہ حقارت حسیب کو ہنسا گیا۔

"تم تو مجھ سے بھی دس ہاتھ آگے جا رہے ہو طفیل، خود کو کسی مشکل میں مت پھنسا لینا۔ بہرام اور تنویر کے لیے بھی میں نے کچھ سوچا ہے۔ اس نواز کو یہیں رکھو، کھانا پانی پوچھتے رہنا۔ اگر اسے آزاد کر دیا تو یہ سیدھا مقبول کے پاس جا کر اسے محتاط کرے گا"

حسیب نے وقت کی مناسبت سے مشورہ دیا جسے طفیل نے توجہ سے سنا۔

"جو حکم سر"

طفیل نے فوری سلوٹ ٹھوکا۔

"میں تمہیں رات تک کال کر کے اپنا اور اوزان کا پلین بتاتا ہوں، ہم اس پر کل رات عمل درآمد کریں گے۔ اپنے لوگ تیار کر لینا"

حسیب نے اسے بریف کیا اور کندھا تھپکاتا ہوا اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

..________________________..

"یہاں بیٹھ میرے پاس"

جواد کو خان بابا نے کچھ دیر پہلے ہی جا کر آرام کرنے کو بھیجا کیونکہ وہ ساری رات انکے پاس تھے جبکہ پنار بھی کچھ دیر پہلے ہی دادا سائیں سے مل کر گئی جبکہ انکی دوا دینے کی ذمہ داری زینو نے لی، زینو کے ہاتھ سے دلیہ کھانے کے بعد وہ بہت مسرور ہوئے اور زینیش کا ملائم ہاتھ پکڑے اپنے پاس بٹھایا۔

"میں آپ سے ناراض ہوں خان بابا، یہ جانتے بوجھتے کہ میرے لیے آپ کیا ہیں، بیمار پڑ جاتے ہیں۔ کیسے آپکا چہرہ مرجھا گیا ہے"

روٹھے روٹھے رندھے لہجے میں آواز کو ہر ممکنہ ڈوبنے سے بچاتی وہ انکی اداسی بھی ایسی لاڈلی خفگی سے لمحہ بھر بھگا گئی۔

"ٹھیک ہوں پتری، فکر نہ کر۔ دیکھ ہٹا کٹا ہوں"

وہ انکی ایویں سی تسلی پر منہ بسور گئی کیونکہ وہ کہیں سے ٹھیک نہ تھے۔

"کوئی نہیں، بتائیں مجھے کس نے آپکو تکلیف دی۔ میں اسکا بینڈ بجا آوں گی"

انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے فوری رعب و اصرار بڑھایا۔

"تیرے منہ بولے باپ یعقوب نے"

بنا تمہید سپاٹ ہوتے جواب دیا، لہجے میں شکستگی تھی، زینیش کے چہرے کا رنگ سا اڑا۔

"بابا نے؟ لیکن کیسے۔۔۔ وہ تو دنیا میں کہیں نہیں ہیں خان بابا"

آنسو کا گولا سا حلق میں پھنسا، تبھی تو وہ بے اختیار رندی آواز میں بول پڑی۔

"ضروری نہیں پتری کہ انہی سے دکھ ملیں جو زندہ ہیں، کبھی کبھی دنیا سے جانے والے بھی کچھ ایسا کر جاتے ہیں کہ جگر کئی ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے۔ میں تھوڑا خوفزدہ ہوں، کیونکہ یعقوب نے جو کیا ہے اسکا اثر تجھ پر بھی ہو سکتا ہے۔ میں اوزان کے حوالے سے ڈر رہا ہوں۔ وہ تجھ سے پہلے جیسا نہ ہو جائے۔ وہ تیرے ساتھ ٹھیک ہوا؟"

خان بابا نے دل میں پلتے خدشے کو زبان دی تو زینش کی آنکھوں میں خوف کی لہر پوری قوت سے بیدار ہوئی۔

"خان بابا! معذرت تنگ کرنے کے لیے لیکن اوزان دا یب آیا ہے۔"

زینو کو کچھ کہنے کی مہلت ہی نہ ملی، آنے والے کی خبر ہی ایسی تھی کہ گفتگو کا موضوع ہی کہیں دب کر رہ گیا، جہاں زینش کو سکون ملا وہیں اوزان سے وہ کیسے سامنا کریں یہ سوچ خان سانول سیال کو تڑپا گئی۔

"جا پتری خوش آمدید کہہ اسے"

خان بابا کی تاکید پر زینو فوری منشی بابا کے پاس سے گزرتی باہر نکلی، جواد اور عائشہ کے ہمراہ وہ لاونج میں اپنے پر سحر رعب و دبدبے کے سنگ بیٹھا تھا۔

"ویسے پرسوں تم بنا ملے چلے گئے، بہت ہی غلط کیا۔ اوپر سے زینو کو اتنی اجلت میں بلوایا۔ رک جاتے ہم سے کوئی ناراضگی ہے کیا؟ یا ابھی تک ہم سے دل میلا ہی کر رکھا ہے۔۔۔ زینو سے جڑے ہر فرد کو اہمیت دینی چاہیے تمہیں"

عائشہ اب بھی باز نہ آئیں، جواد نے آنکھیں بھی نکالیں۔

"آپکو کوئی غلط فہمی لاحق ہے، میں اسے صرف ڈراپ کرنے آیا تھا کیونکہ ایک منٹ بھی دیری ہوتی تو میری اہم میٹنگ کینسل ہو جاتی۔ رہی بات زینیش کی تو اس معاملے کے لیے نو کمنٹس۔۔۔ خان سانول سیال کی طبعیت کا سنا، اب کیسے ہیں وہ؟"

اوزان کا جواب عائشہ کو سبکی کے سنگ خاصا سکون کرا گیا اور اب وہ ہرگز بولنے کا رسک نہ لیتیں جبکہ اب وہ جواد سے مخاطب تھا۔

"اب کافی بہتر ہیں، تم مل لو ان سے۔۔۔۔لو زینو بھی آگئی۔ اوزان کو بابا کے کمرے میں لے جاو بچے"

زینیش کو دیکھتے ہی اوزان نے نظر اس آپسراہ، دل کی راحت کے مسکن پر ڈالی، اڑے رنگ والی، تھوڑی اداس دور سے ہی دیکھائی دی، اوزان دایب کی محبت بھری والہانہ، التفات انگیز نگاہ نے زینیش کے پورے وجود کو حصار کر اسکے دل کی دھڑکنیں بڑھا دیں۔

"جی آئیں اوزان"

زینو نے فوری اوزان کو براہ راست دیکھتے مسکرا کر کہا جس پر وہ اٹھا اور میز پر رکھا فون بھی لیے زینیش کے پیچھے ہی قدم بڑھائے۔

"حد ہوتی ہے عائشہ، شکوہ کیے بنا تمہیں کھانا ہضم نہیں ہوتا کیا۔ اپنی حرکتیں درست کرلو اگر میں بگھڑا تو بہت پچھتاو گی"

جواد کو انکی حرکت ناگوار گزری تبھی غصے سے کہہ کر اٹھے اور باہر کی تیاریاں دیکھنے نکل گئے جبکہ عائشہ نے منہ بسور لیا۔

"سنو تو"

اپنے ساتھ چلتی زینو کا ملائم ہاتھ پکڑے روکتا وہ بے قراری سے بولا جس پر وہ پلٹی بھی اور اطراف بازو جماتے سینے سے جا لگی۔

"سنوں گی سب، لیکن ابھی خان بابا سے مل لیں۔ وہ مجھ سے نا جانے کیوں کہہ رہے تھے کہ آپ میرے ساتھ کسی وجہ سے پھر غصے والے ہو جائیں گے۔ شاید بابا نے کچھ کیا ہے، انکی طبعیت بھی اسی لیے بگھڑی"

زینو کو پریشان دیکھتے اوزان نے بھی سنجیدگی اختیار کی، خان بابا کے خدشے سمجھنے میں اسے لمحہ لگا تھا۔

" سمجھ گیا، تم جاؤ میں اکیلے ملنا چاہتا ہوں"

اوزان نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا جس پر وہ اسکے پر عطر سراپے سے اٹھتی مدہوش کن خوشبو ان ہیل کرتی ہوئی فاصلہ بنائے فوری مان گئی اور پنار کے پاس جانے لگی جب اوزان نے ایک بار پھر اسکی کلائی پکڑ کر پاس کیا، دونوں کے چہرے اتنے قریب آئے کہ زینو کو اوزان کے ہونٹوں کو چھو کر نکلتی گرم سانس اپنے چہرے کے خدوخال میں گندتی محسوس ہوئی۔۔

"تمہارے لیے گفٹ"

بلیزر کی جیب سے وائیٹ روز کے ہمراہ چھوٹا سا بلیک جیولری کیس نکال کر زینو کی ملائم ہتھیلی میں تھمائے روکتے ہوئے جذب سے بولتا ہوا وہ زینیش کی ساری اداسی بھگا گیا۔

"اوزان آپ بھی نہ، اور یہ وائیٹ روز ہی کیوں۔ کبھی ریڈ کیوں نہیں دیتے؟"

لمبی ٹہنی والا پورے جوبن پر کھلا خوشبو والا سفید گلاب پکڑ کر سونگتی وہ مسکاتی ہوئی پر تجسس ہوئے بولی۔

اوزان نے زرا جھک کر اسکے کان کی اور ہوتے فاصلہ سمیٹا۔

"کیونکہ تمہاری خوشبو اس سفید گلاب جیسی ہے، تم اوزان دایب کا یہی پھول ہو، جسے مرجھانے کے باوجود زوال نہ ہو گا۔

You smell like white rose, calm , precious, Smooth , Warmer , Soft & Deep"

بلا کی پر کشش سنہری آنکھوں سے وہ زینو کو اپنے بس میں کیے نرمی سے جھک کر اسکی جبین چومتا اسے مدہوش کیے اپنی مخمور خوشبو سمیٹا پاس سے گزر بھی گیا اور وہ اندازہ نہ کر سکی کہ وہ گیا ہے یا اب تک حواسوں پر سوار ہے۔

"یہ مجھے پاگل کرنا چاہتے ہیں، کیا کروں میں آپکا اوزان۔۔۔اب پتا نہیں کیا ایکسپینسیو لے لیا"

محبت کی شدت سے ہلکان ہوتی وہ اپنا دھیان سمیٹے کمرے کی طرف بڑھی، پنار فریش ہونے جاچکی تھی جبکہ پارلر والی اسکی جیولری، ڈریس اور باقی سب ارینج کر رہی تھی۔

زینیش نے کمرے میں داخل ہوتے میکانکی طور پر نادیدہ سی حرارت میں جسم و جان کو مبتلا ہوتے محسوس کیا اور کاوچ پر جا بیٹھتے ایک بار پھر پھول کی خوشبو ان ہیل کی اور اسے کاوچ پر دائیں جانب رکھے وہ کیس کھولا۔

لیکن اس میں چمکتی سفید نگوں والی اینکلٹ دیکھ کر زینو کی آنکھیں شدت جذبات سے دھندلائیں۔

"ماشاءاللہ، آج تک میں نے ایسی پائل نہیں دیکھی۔ جس نے بھی دی اسے یقینا آپکے خوبصورت پیروں سے پیار ہو گا۔۔۔ آپکی ہبی نے دی؟"

زینو کو وہ اینکلٹ دیکھتا پائے پالر والی نے مسکرا کر پاس ہی آتے سراہا جس پر زینو کے دماغ میں اوزان کی اسکے پیروں کو لے کر چھوٹی چھوٹی باتیں گردش کیں، جیسے وہ اسکے پیروں کے زخم کو لے کر پریشان تھا، پھر اس روز کا اعتراف کہ اسے زینو کے پیروں سے ہی پیار ہے، زینیش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا گیا۔

" آپ یہ انہی سے پہنیے گا، بہت خوش ہوں گے۔ اللہ آپکا اور آپکے ہسبنڈ کا پیار یونہی بنائے رکھیں۔۔ آجائیں میں آپکے بال بنا دیتی ہوں جب تک پنار آپا فریش ہوتی ہیں"

زینو کے پاس تو اک لفظ نہ رہا، بس یہ گفٹ پچھلے تمام پر بازی لے گیا۔

وہیں اوزان خاموشی اختیار کیے چہرہ پھیرے خان بابا کے پاس ہی بیٹھا تھا، کسی میں آغاز گفتگو کی قوت نہ تھی۔

"کیا آپکی تکلیف کا سبب یعقوب حیدر کا گناہ تو نہیں؟ کہ اس نے میرے بابا کی جان لی"

کچھ دیر حسب منشاء خاموشی کے بعد وہ تلخ ہوتا انکی طرف چہرہ پھیرے بولا جبکے انکے چہرے ہر زردی کھنڈی تھی، انھیں ہر گز امید نہ تھی کہ اوزان کو سچائی معلوم ہے۔

"ت۔۔ تمہیں۔۔ یہ سب کیسے پتا چلا؟"

تاسف بھری سوالیہ آواز پر اوزان نے سر دلخراشی سے جھٹکا۔

"یہ اہم نہیں ہے، پتا چل گیا یہ ضروری ہے۔ یعقوب حیدر نے جو کیا، محبت میں مبتلا شخص شاید یہی کرتا، لیکن آپ نے غلط کیا۔ جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ یعقوب حیدر کی تکلیف کے آگے میرے بابا کی حسرتیں انکی اذیت بنا دیں۔ اب شاید آپکو علم ہو گیا ہو گا سانول سیال صاحب کہ سب سے زیادہ تکلیف دایب انصاری نے اٹھائی، ایک بات تو بتائیں۔ جب یعقوب اور دایب

آپکے لیے ایک جیسے تھے تو ایک کہ آنسوؤں نے آپکو پگھلا دیا دوسرے کے آنسوؤں نے پتھر کیوں بنا دیا؟ اگر آپ بابا کو سن لیتے تو شاید حالات کچھ اور ہوتے، شاید الایہ بھی نہ مرتیں کیونکہ سب سلجھایا جانا ممکن ہوتا۔۔۔۔ لیکن آپ نے میرے بابا کو جو تکلیف دی وہ آپکو زیب نہیں دیتا تھا"

وہ یہاں الزام تراشی کرنے نہیں آیا تھا نہ شکوے کرنے، وہ تو سانول سیال کے دل پر بوجھ بنے احساس کو بانٹنے آیا تھا۔

"میں نہیں جانتا تھا یعقوب ایسا قدم بھی اٹھا سکتا ہے، وہ تو درویش آدمی تھا اوزان"

سانول سیال کے اس اذیت سے لبریز جملے پر اوزان کو ہنسی آئی۔

"درویش آدمی تھا تبھی تو اس نے یہ انتہائی قدم اٹھایا، سمجھدار کو سوچنا پڑتا ہے اور درویش کو کرنے سے سروکار ہوا کرتا ہے۔ ایسا کیا تھا یعقوب حیدر میں؟ کہ قاتل ہونے کے باوجود اسکے الفاظ میں شفاء تھی"

اوزان کے ظالم لہجے اور کھر درے تجسس پر وہ اسکی سنہری آنکھوں میں یکجا اضطراب دیکھتے دھیما سا مسکرا دیے۔

"اس قتل کے سوا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور یہی اسکی خاصیت تھی، ورنہ دنیا میں ایسے کئی لوگ ہیں جو کئی لوگوں کو جیتے جی مار ڈالتے ہیں۔ قاتل تو وہ بھی ہوتے ہیں اوزان دایب، ضروری تو نہیں قتل کے لیے جان ہی لی جائے۔۔۔۔۔"

وہ لاجواب ہونے نہیں آیا تھا پر خان بابا نے اسے کر دیا۔

"کچھ قتل، قتل میں شمار نہیں ہوتے۔ جانتا ہوں۔ مجھے میرا جواب مل گیا ہے"

اوزان دایب نے حتمی فیصلہ کیا اور اٹھ کھڑا ہوا، خان بابا نے آس سے اسکا خوبصورت ہاتھ تھاما۔

"معاف کر دے مجھے اور میرے یعقوب کو"

وہ شخص معافی کے لیے جیسے تڑپا، اوزان نے آزردگی سے انکی آنکھوں سے بہتے آنسو گردن موڑ کر دیکھے۔

"تھوڑا وقت دیں، وقت مرہم لگا کر زخم بھرتا ہے۔ شاید میرے بھی بھر دے"

اتنی جلدی معافی کیسے دیتا کہ اسکا اتنا وسیع ظرف نہیں تھا، وہ انکے پاس سے چلا گیا، آج بھی ان در و دیوار میں حبس و وحشت محسوس ہوئی تبھی باہر لان میں چلا آیا، زینیش کو وہیں آتا دیکھے اوزان نے چہرے کی سختی کم کی۔

"چائے"

بالوں کو فریزی کرل کروائے وہ ابھی بھی گھر کے سادہ جوڑے میں تھی کیونکہ پارلر والی اب پنار کو ریڈی کر رہی تھی۔

"تھینکیو، یہ بتاؤ رکنا چاہتی ہو آج یا جانا ہے۔ اگر خان بابا کے سبب رکنے کا ارادہ ہے تو اجازت ہے"

اوزان نے چائے کا کپ لیتے سنجیدگی سے پوچھا اور خوش دلی سے اجازت دی۔

"وہ اب بہتر ہیں، اوزان۔۔۔۔ آپکی بات ہو گئی، آپ مجھ پر کیوں غصہ ہوں گے؟ کیا بابا نے کچھ کیا ہے؟"

زینو اب تک خوفزدہ تھی، اوزان نے کپ میز پر جھک کر رکھتے پکڑ کر زینو کو اپنے قریب کھینچا، وہ یوں لان میں اوزان کے قریب کرنے پر بوکھلائی، چہرے پر قوسین کے ساتوں رنگ اتر کر اوزان دایب کے سرور کو ہوا دے گئے۔

"میرے خیال میں تمہیں ابھی صرف پنار پر فوکس کرنا چاہیے، یہ سب ڈسکشن ہم رات فرصت سے کریں گے۔ بائے داوے تم نے مجھے اپنا ڈیری فارم نہیں دیکھایا، فری ہو تو چلیں۔ میں یہاں بارات آنے تک بہت بور ہو جاوں گا"

زینیش جانتی تھی اگر وہ اوائیڈ کر رہا ہے تو اس پیچھے کوئی وجہ ہوگی تبھی فوری اسکے بہلانے پر بہلی بھی اور اوزان کا مضبوط و پر کشش ہاتھ تھاما۔

"میں آپکے لیے ہمیشہ فری ہوں، چلتے ہیں۔"

خوشی خوشی وہ اوزان کے ساتھ اپنی دنیا میں کچھ وقت گزارنے پر راضی ہوتی مسکائی تو دونوں ساتھ سیال حویلی سے ڈیری فارم روانہ ہوئے۔

زینو ڈیری فارم کا تمام انتظام، زینو کے بعد سے نظیرے نے سنبھال لیا تھا، کئی کنال پر محیط صاف ستھرا ڈیری فارم جہاں کئی بھینسیں، گائے موجود تھیں، دیڑی فارم سے ملحقہ اسطبل تھا جہاں تین عدد اعلی نسل کے گھوڑے اور دو گھوڑیاں تھیں، کوٹ میں تین عدد سفر کے لیے استعمال یوتے تانگوں میں یہی استعمال کیے جاتے۔

"واہ، اتناہائی جینک ماحول۔ یہ سب تم نے سیکھایا ہے اپنے سٹاف کو"

کہیں بھی نہ کوئی جانوروں کی گندگی تھی نہ کوئی بدبو، بلکہ یہاں صفائی ستھرائی کے لیے باقاعدہ چھ عدد لوگوں کی ٹیم مرتب تھی، جو بھینسوں، گائے کے باڑے کو ہر روز صاف کرتے، یہی نہیں چار سو سبزہ اور تازہ لگی موسمی سبزیوں نے ماحول مزید خوشگوار کر رکھا تھا۔

"یس، آپکو پتا ہے شروع شروع میں جب میں نے یہ ڈیری فارم اوپن کیا تو لوگ کہتے تھے کہ زینو دنیا پڑھ لکھ کر چاند پر جا رہی ہے اور تم کیا اتنی مہنگی پڑھائی کر کے گائے بھینسوں میں لگ گئی، لیکن میں مسکرا کر یہی کہتی کہ سب چاند پر چلے گئے تو ان بے زبانوں کا خیال رکھنے والا کوئی نہ ہو گا، انکو بھی پڑھے لکھے کیئر ٹیکر کی ضرورت ہے جو انکے درد سمجھے اور انکا علاج کرے۔ ہمارے یہاں سے ساٹھ کلو دودھ روزانہ قصور مارکیٹ میں جاتا ہے۔ اور بلکل پیور، بنا ملاوٹ کے۔"

وہ مسکرا کر اپنے ساتھ کھڑی زینو کی باتیں سنتا کہیں دل سے مسرور تھا، وہ اپنے پیشن کے لیے بہت گرویدہ تھی۔

"تم کہو تو کسی فیکٹری کا آرڈر دلوا دوں تمہارے ڈیری فارم کو، بہت سی آئس کرم اور یوگرٹ فیکٹریوں کے مالک میرے اچھے دوست ہیں۔"

زینو نے حیرت سے اوزان کو دیکھا۔

"کیا سچ میں؟"

وہ باقاعدہ خوشی سے اچھلی۔

"ہاں، اس سے تمہارا ڈیری فارم اور فینس ہو گا۔ اچھا اور بنا ملاوٹ کے دودھ ملنا ایک مشکل مرحلہ ہے۔ تبھی تو بڑی بڑی جانی مانی فیکٹریاں بھی پاوڈر ملک یوز کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر انکا تمہارے ڈیری فارم سے رابطہ ہو تو وہ سالہ سال تم سے ہی یہ ڈیلنگ کریں گے۔"

اوزان نے اسکے خوابوں کو تکمیل دینے کا آغاز کیا جبکہ زینیش کی تو یہ سب سے بڑی خواہش تھی۔

"ایسا آپ میرے لیے کریں گے اوزان ؟"

وہ اسکی طرف دیکھتی ڈوبی سی خوشی کی زیادتی سے کانپتی آواز سے بولی۔

"نہیں تمہارے خواب میرے لیے بہت قیمتی ہیں"

وہ صدق دل سے ہمکلام تھا۔

" تھینکیو "

جذب نے زینو کی آواز کپکپادی۔

" خالی تھینکیو پر جان نہیں بخشوں گا، مجھے اچھا سا دیسی ناشتہ کراو۔۔ لسی، مکھن اور مکئی کی روٹی سے پھر تمہاری پڑھائی کے بارے بھی سوچتے ہیں"

اوزان تو اسے ایک کے بعد دوسری خوشی دے کر نڈھال کر گیا تھا جبکہ وہ پہلے ہی بھا نظریے کو وہیں ڈیری آفس میں تگڑے ناشتے کا انتظام کرنے کا بول چکی تھی۔

"آپ کے کہنے سے پہلے ہی انتظام ہو چکا ہے میرے ہنڈسم، آ جائیں۔۔۔۔ ویسے آج تو بلیک کی جان چھوڑ دیتے، نظر لگی نہ تو اوپر سے میں نے بھی چڑیل بن جانا ہے بتا رہی ہوں"

دونوں ساتھ ہی آفس کی طرف بڑھے جبکہ اوزان نے ہنس کر بازو زینو کے گرد حصار لی، وہ اس لڑکی کو پا کر واقعی اک الگ ہی اوزان میں بدل چکا تھا جو اسکی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی پورے تپاک سے سیلبریٹ کر رہا تھا۔

..________________________..

اوزان نے بہت مدت بعد ایک اچھے ماحول میں مزیدار ناشتہ کر کے خود کو مزید اچھا محسوس کیا پھر زینو سے ہر موضوع پر باتیں کرتے کرتے کب کئی گھنٹے گزرے کہ خبر ہی نہ ہوئی، وہ ایک ساتھ سیال حویلی واپس لوٹ آئے۔

آخر کار بارات کی آمد آمد کا حسین لمحہ آن پہنچا، اور دلہن کے ساتھ دلہن کی سہیلی نے بھی دنتا جہاں کا سارا حسن خود پر اوڑھ لیا تھا، واللہ آج وہ دو حسن

کی ملکائیں، ایک دوسرے سے زیادہ جاذب اور باقاور لگ رہی تھیں، خانزادہ فیملی بھی کچھ دیر پہلے پہنچ چکی تھی۔

"اف پنار اتنا بولڈ ڈریس۔۔۔ تم نے کل کیوں نہیں دیکھا۔بیک کتنی ڈیپ ہے، مجھے تو دیکھ کر ہی شرم آرہی سچی۔ شکر ہے دوپٹہ ہیوی ہے، آپیہ زرا آپ پنار کا دوپٹہ یوں سیٹ کریں کہ بیک ساری کوور ہو جائے"

بلڈی ریڈ اور گولڈ کمبینیشن کے ہمراہ چولی بلاوز ڈریس کی جینڈر تھی اور وہ چولی گھیرے دار اور سرخ پر گولڈن گہرے بھاری کام سے سجی تھی، بلاوز بظاہر تو فل تھا، گلا بھی بوٹ شیپ تھا مگر بیک پر دو ہکس کے ساتھ پچھلی طرف گردن کے نیچے ڈوڑیاں بندھی تھیں۔ایک دوپٹہ سر کے لیے تھا ایک کمر بند میں قید ہونے کے لیے، گولڈ ہیلز جن پر رائن سٹونز جڑے تھے، جیولری ساری گولڈ کی گولڈن اور میرون بیٹس والی اور زینو کی فراک تھی جس کے ساتھ لہنگا پیرڈ تھا اور اسکا ڈریس بلو اینڈ گولڈن تھا۔

پنار کے دلہناپے کو اسکے ہار سنگار نے آگ لگائی اوپر سے زینو کی فکر پر وہ لب دباتے شرمگیں مسکائی۔

پارلر والی نے بہت مہارت سے پنار کی بیک کورر کی اور مسکرا کر دونوں حسیناوں کو اکیلا چھوڑا۔

"اس نے دو دوپٹوں والا ڈریس تبھی لیا تاکہ ایک تو میں ان میں لپٹ کر چھپ جاوں دوسرا ٹھنڈ بھی نہ لگے، اور یونو اس نے ایسا ڈریس بھیج کر اپنا ارمان بھی پورا کرلیا۔ دیکھو نظر تو نہیں آرہی نہ بیک"

پنار نے لہرا کر گھومتے بتایا جس پر زینو نے اسکی آنکھوں ہی آنکھوں سے نظر اتاری۔

"ہاہا ہمیں تو نظر نہیں آرہی لیکن دیان بھائی کو بنا کسی تکلف کے پہلی فرصت میں دیکھائی دے گی پھر تم اپنا بچاو کرنا بھول جانا لڑکی"

زینیش نے دبی دبی ہنسی دباتے چھیڑا جس پر پنار گھوم کر اس سیدھی سادھی مکھنی کی طرف پلٹی۔

"تم بڑی تیز ہو گئی ہو، سب سمجھ آ رہا ہے بچو"

پنار نے آئیبرو سکیر تے اس لڑکی کے رنگ ڈھنگ ٹٹولے تو زینو بلش کرتی نظر جھکا گئی۔

"مزاق ایک طرف آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو، میری نظر نہیں ہٹ رہی تم سے تو دیان بھائی تو ہیں ہی تمہارے شیدائی۔ آج تم نہیں بچو گی پنار"

حوصلہ دینے کے بجائے یہ لڑکی ڈرا رہی تھی، پنار جو آج بھی کافی پر اعتماد تھی، زینو کو دیکھ کر خفیف سا گھبرائی شاید دن ہی ایسا تھا۔

"بس کرو ییے بچے، نروس مت کرو۔ ہماری ڈیل ہوئی ہے کہ ہم نے سونا ہے۔ سو مجھے ڈراو مت۔ اس بندے کے ساتھ پوری رات ایک جگہ رہنے کا سوچ سوچ کر ویسے ہی مجھے ہول اٹھ رہے ہیں"

پنار نے اپنی ماتھا پٹی درست کرتے آئینے سے دیکھائی دیتی زینو کو تکتے رحم طلب ہوتے منت کی جس پر زینو نے اسکو حصار کر ٹھوڑی اسکے کندھے پر ٹکائی۔

"ڈیل ٹوٹنے کے لیے ہوا کے جھونکے سا ایک لمس بھی کافی ہو گا محترمہ سو دل مضبوط کر لو، میں تمہارا بیگ لے کر آتی ہوں اسکی ایک سٹریپ نکل گئی تھی وہ میں نے عائشہ آنی کو دی تھی ٹھیک کروانے"

زینو اسے اپنے خوبصورت سراپے کو بلا جھک دیکھ کر نظر لگانے کا موقع دیتی اسکی بوکھلاہٹ پر مسکراائے کمرے سے نکلی اور یہاں وہ باہر گئی وہیں ڈریسنگ پر رکھا فون بج اٹھا۔

"شکر ہے آڈیو کال ہے"

پنار نے جسم و جان سے سرد لہریں سی اٹھتے محسوس کیے فورا فون اٹھا کر کال پک کی۔

باقی سب تو کوٹ پہنچ گئے تھے دلہا صاحب بس دس منٹ کی دوری پر تھے۔

"میں آرہا ہوں تمہیں لینے پنار"

فون لگتے ہی دیان کے آنے کی اطلاع پر پنار کے رخساروں پر گلاب اترے۔

"مجھے آپکا انتظار ہے"

ہمت کیسے بولی، ورنہ پنار کو بات کرنے کے لیے اتنا سوچنا کہاں پڑتا تھا۔

"رنگ کیسا آیا تھا مہندی کا؟"

دیان نے مسرور ہوتے پوچھا جس پر پنار نے جب اپنی ہتھیلی آنکھوں کے سامنے کی تو گہرے میرون رنگ سے دیان کا نام دیکھتے وہ کھلکھلا اٹھی۔

"آپ کی قربت جیسا سنگین، آپکی خوشبو جیسا ضدی، اور آپکی طرح جان نہ چھوڑنے والا گہرا"

وہ پنار سے ایسے جواب کی امید نہیں رکھتا تھا تبھی تو غیر متوقع جواب نے دیان کے سرور میں اضافہ کیا۔

"مطلب جانتی ہو اسکا؟"

وہ پر اسرار تھا، لہجے میں جذب امڈا۔

"ابھی کچھ مت پوچھیں، زینو ڈرا کر چلی گئی مجھے سو دل وائبریٹ کر رہا ہے۔ آپ کو ہماری ڈیل یاد ہے نہ دیان؟ صرف باتیں کرنی ہیں ہمیں۔"

اسقدر ڈری آواز اور مدھم کہ دیان کو اسکے تقاضے پل پل سرور و مدہوشی میں قید کر رہے تھے۔

"کونسی ڈیل، کیسی ڈیل۔ کہاں کی ڈیل۔۔۔۔"

دیان نے ایک ہی جملے سے تین بار اس لڑکی کے دل کی دھڑکنیں دہلائیں، لمحے میں پنار روہانسی ہوئی۔

"دیان"

شکوہ کناں ہوتے اسکے ہونٹوں پر دیان کا نام سرشاری سے بکھرا۔

"مجھ سے قبل از وقت ہی ایسا سب مت کہو، ابھی ڈیل یاد ہے مجھے لیکن اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ کب میرے ذہن سے تمہارے سوا سب فراموش کر دیا جائے۔ یہ بتاو ڈریس پسند آیا؟"

وہ اسے کسی تسلی کا دامن تھمانا چاہتا ہی نہ تھا، تبھی موضوع بدلا جبکہ پنار نے سہم کر نگاہ اپنے دہکتے روپ سروپ پر ڈالی۔

"بہت پیارا ہے، لیکن۔۔۔۔"

پنار کچھ کہتے کہتے رکی۔

"لیکن تمہیں ڈرا رہا ہے ڈریس، ہے نہ؟"

دیان کی شریر سرگوشی پنار کو فون کے پار سے بھی دل کے تار چھیڑتی محسوس ہوئی۔

"ایسا ویسا"

وہ دم دیتے انداز میں بے اختیار تیزی سے بول پڑی، دیان آریز کی مسکراہٹ نشے کی مثل تھی۔

"ڈونٹ وری، دو دو آنچل ہیں تمھیں ان کنفرٹیبل نہیں ہونے دیں گے۔ بعد میں یہ بندہ نہیں ہونے دے گا۔ چلو پکچر بھیجو مجھے، میں چاہتا ہوں تمہارے اس روپ کو دیکھنے والی پہلی آنکھیں میری ہوں"

دیان اسکو اول جملوں سے ڈراتا اور پھر اس لڑکی کے ڈوبتے دل کو بات بدل کر اجال بھی دیتا۔

"بھیجتی ہوں۔ لیکن پارلر والی سسٹر اور زینو میرا یہ روپ آل ریڈی دیکھ چکی ہیں۔ یو آر تھرد ون"

پنار زرا شوخ ہوئے مسکائی۔

"میں جیسے دیکھوں گا ویسے ابھی کسی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ سو آئی ایم دا فسٹ ون۔۔ بھیجو"

دیان نے ڈرائیونگ سپیڈ بہت نارمل کرتے فرمائش کی جس پر پنار نے فون کان سے ہٹایا اور ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں سے اپنی فل پک لی اور دیان کو بھیجی۔

دیان نے فوری میسج اوپن کیا اور دیکھتے ہی آنکھیں اس دنیا جہاں کی خوبصورت لڑکی پر وارفتگی سے ٹھہر گئیں۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

پنار نے اشتیاق سے پوچھا جیسے اسکی ستائش کی سانس روک کر منتظر ہو۔

"ایسی کہ میرے سامنے آو گی تو ایک ہی جھٹکے سے دیان آریز کی آنکھوں کی تا عمر کی افسردگی نوچ لو گی، قریب آو گی تو جھٹکے سے میری بے سکونی میرے جسم سے کھینچ لو گی۔ اور۔۔۔۔ باقی تمہیں محسوس کرتے ہوئے بتاوں گا۔۔۔ آتا ہوں"

پنار کو اپنے بس میں تو وہ اس حسین اظہار کے لیے تڑپا کر ہی کر گیا، رابطہ ٹوٹا تو پنار نے یوں سانس کھینچی جیسے اس وقت اس شخص کی کمی رگوں میں درد کی طرح سلگی ہو۔

"مجھے لگتا ہے یہ ڈیل میں خود توڑ بیٹھوں گی، یا میرے اللہ۔۔۔ یہ ایسے اظہار کرے گا تو کمبخت دل تو اسکے قدموں میں قربان ہونے کو مچلے گا۔۔۔ ہمت دیں مجھے"

پنار کو اپنی جان ابھی سے جاتی محسوس ہو رہی تھی، جسم و جان پر بے قراری و بے تابی حاوی تھی جو آج صرف دیان آریز کی قربتوں اور شدتوں میں ہی سکون میں بدل سکتی تھی۔

..______________________________..

زینو نے پنار کا چولی سے میچنگ بیگ پنار تک روم میں پہنچایا اور خود اینکلٹ پہننے کے لیے وہ اوزان کو ڈھونڈتی لاونج، ہال اور پھر باہر لان تک اپنے راعنائیاں بکھیرتے سراپے کے ہمراہ چال میں تیزی بھر لاتی آئی مگر سب مہمان اور فیملی موجود تھی سوائے اوزان کے جس نے زینیش کے دل کو اضطراب سے نوازا۔

"سب یہاں ہیں لیکن اوزان کہاں ہیں؟"

اپنا بھاری لہنگا سنبھالے، ایک ہاتھ میں فون دبوچے وہ واپس اندر لپکی، چہرے پر پریشانی بھرے رنگ مچلے، زینو نے فوری سیال حویلی کے اندر پہنچتے اوزان کو کال ملائی اور مسلسل قدم بڑھاتی کمروں کی طرف بڑھی لیکن اوزان کال بھی پک نہ کر رہا تھا تبھی سیال حویلی کے ملازم کو آتا دیکھتے وہ رکی کہ شاید انہوں نے اوزان کو کہیں آتے جاتے دیکھا ہو۔

"بات سنیں بھیا! کیا آپ نے اوزان کو دیکھا ہے؟"

زینش نے پریشانی کو ہر ممکنہ دباتے ان سے دریافت کیا جس نے آگے سے باعلم ہونے کا مثبت تاثر دیا۔

"جی بی بی وہ تھوڑی دیر پہلے باہر سے اندر آئے تھے، وہ گیسٹ روم کی طرف گئے تھے"

زینو نے ملازم بھائی کی اطلاع پر شکر کا سانس لیا اور فوری گیسٹ روم کی طرف سبک روئی و بے تابی سے بڑھی، کمرہ کھولتے ہی متلاشی نظروں سے

اندر داخل ہوئی تو جہازی سائز بیڈ کے میٹرس پر اوزان کا بلیک بلیزر دیکھ کر دل کو تسلی ہوئی لیکن پھر بھی اسے ناپا کر وہ واش روم کے بند دروازے کو دیکھنے لگی جہاں اوزان کی موجودگی کے امکان تھے۔

"جان نکال دی تھی اس بندے نے، شاید واش روم میں ہیں۔ جب تک نکلتے ہیں میں اینکلٹ لے آتی ہوں"

زینو نے اسکی موجودگی پر پہلے دل کی کیفیت درست کی اور پھر متبسم سی دلفریب خود کلامی کی اور کمرے سے نکلی، اوزان کا گفٹ دیا کیس دوسرے کمرے سے لائے وہ واپس آئی تو چہرہ گلال و خوشی سے پرنور تھا۔

روم کے اندر داخل ہوئی تو اوزان کو سٹمک پکڑ کر وہیں روم میں ٹہلتا دیکھے زینو کے چہرے کی ساری خوشی ہوا ہوئی۔

فون اور اینکلٹ کیس وہیں میٹرس پر رکھے وہ لپک کر اوزان تک پہنچی، کہ اسکا درد دیکھا ہی کہاں جاتا تھا۔

"کیا ہوا ہے اوزان ؟ آپ ٹھیک تو ہیں ؟"

شاید پھر سے اسے سٹمک ایشو ہو چکا تھا، دیسی چیزیں جناب نے کھا تو لیں اب نازکی مزاج کی ایسی تھی کہ درد سے اس وقت اوزان کا خوبصورت چہرہ تک پیلا پڑا، پورے جسم کو معدے کے درد نے بری طرح جکڑ کر اوزان سے سانس لینا تک مشکل کر دیا تھا، اپنی طرف آتی زینیش کے وہ اس سہانے روپ کو ڈھنگ سے دیکھ بھی نہ سکا تو سراہتا کیسے، اسی سب سے زیادہ تکلیف ہوئی۔

"تمہارے کھلائے تگڑے ناشتے نے کمپلیئن کی تندرستی کا پول کھول دیا زینو، سٹمک بہت ہرٹ کر رہا ہے"

مکمل اسکی جانب پلٹ کر زینیش کا سہانا روپ تکنے کے باوجود ستم یہ کہ تکلیف نے اوزان کو بہکنے نہ دیا، زینو دبا سا مسکرائی اور پکڑ کر اوزان کو بیڈ کے قریب لاتے آہستگی سے بٹھایا، وہ فقط اپنی خوشبو اور موجودگی سے ہی

زینیش کو مسرور و مدہوش کر چکا تھا، وہ درد میں تھا پھر بھی وہ اسے اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ وہ خوامخواہ دیوانی ہوئے جارہی تھی۔

اوزان نے شرٹ کے کف فولڈ کیے، شرٹ کے اوپری دو بٹن بھی کھول دیے تھے جو اسکے گھٹتے سانس کا ثبوت تھا، کچھ ہی لمحوں میں وہ الجھا بکھرا ابن کر زینو کو حیرت زدہ کر کے رکھ گیا۔

"تم میری بے بسی پر مسکرا رہی ہو"

ایک ہی جھٹکے سے اسکی کمر میں ہاتھ جکڑے اپنی اور کھینچتے زینو کو بوکھلاہٹ دیتے وہ نروٹھے پن سے بولا، وہ اسکے ساتھ آ لگتی پل بھر گھبرائی۔

"نہیں نہیں، میں اس لیے مسکرا رہی تھی کہ آپ تو لڑکیوں سے بھی زیادہ نازک ہیں۔ بازو آپ نے زخمی کروا رکھی، دل دکھی کر رکھا، اور اب سٹمک بھی ہل کیا، جب پتا تھا یہ سب آپکو سوٹ نہیں کرتا تو کیوں کھایا وہ بھی اتنا سارا۔ آپکو پتا ہے لسی کی تاثیر بھی ٹھنڈی تھی اور مکھن کی بھی۔ اوپر سے

دیسی گھی بھی تھوڑا چیک کیا۔ جو شدید گرم ہوتا ہے۔ اور ایسے سرد گرم ملاپ سے تکلیف تو ہونی تھی، مکئی کی روٹی بھی کافی ہیلتھی ہوتی ہے اور جناب یہاں کا تازہ دودھ سے بنا پیور دہی ہضم کرنا بھی بچوں کا کھیل نہیں"

زینو نے فوری معصومیت سے اسکے تمام درد کا خلاصہ کیسے بتایا جبکہ دونوں ٹھنڈی ہتھیلوں میں اس نے اوزان کا چہرہ بھرا، تاکہ اس تڑپتے شخص کو وقتی سہی آرام دے سکے۔

"یار یہاں کی ہر چیز کافی خالص ہے تبھی اور ہم ٹھہرے فارمی چوزے یہ پیور دیسی بنا ملاوٹ کے چیز ہمیں سوٹ نہیں کرتی، پلیز کچھ کرو مجھ سے یہ درد برداشت نہیں ہو رہا زینو۔۔۔"

باہر بارات آنے کے سبب ڈھول ڈھمکا شروع تھا اور یہاں زینو اس سوچ میں تھی کہ اب کیسے اس شخص کی تکلیف دور کرے، وہ سچ میں ایسے درد میں تھا جو اس مضبوط اعصاب والے سے بھی برداشت کرنا دوبھر ہو رہا تھا،

اوزان کے وجیہہ خوبصورت چہرے پر براجمان درد بھرا اثر زینو کے دل کو چبھا۔

"اوکے اوکے پریشان نہ ہوں، وہ جادوئی سیرپ یاد ہے نہ

میں لاتی ہوں۔ میڈیسن بھی دیتی ہوں اس سے آپکو آرام ملے گا۔ چھوڑیں مجھے"

وہ اسے دبوچے اس کے وجود میں چہرہ گم کیے ساتھ لگا ہوا تھا تبھی زینو نے زرا قوت لگائے خود کو چھڑوانا چاہا جس پر اوزان وہیں اسے آزاد کرتا بیٹھے بیٹھے میٹرس پر گرا، پیٹ پکڑتے کراہ اٹھا۔

"زینو جلدی آنا"

کراہتے ہوئے وہ اتنا کیوٹ لگ رہا تھا کہ فکر بھری مسکراہٹ زینو کے ہونٹوں پر رقص کر گزری، فوراً سے زینو اسکے لیے وہی ہوم میڈ سیرپ اور

سٹمک پین سے ریلیف کی ٹیبلٹ لائی اور آتے ہی سائیڈ ٹیبل پر رکھے پانی کے گلاس کو اٹھا کر وہ اوزان کے پاس آئی۔

"اٹھیں میڈیسن لے لیں"

زینو نے ایک ہاتھ میں ٹیبلٹ دوسرے میں گلاس لیے پیار سے متوجہ کیا جس پر وہ پیٹ پر ہاتھ رکھتا واپس دقت سے ہمت کیے اٹھ کر بیٹھا۔

دونوں کی نظر ملی تو دل میں حدت سی نمودار ہوئی، تیز شوخ گلابی ہونٹ کیے وہ ویسے ہی جب مسکا رہی تھی تو اوزان دایب کی دنیا ڈگمگا نا طے تھا، بلکہ اس لڑکی کو دلہن کی طرح سجا دیکھ کر اوزان کے منہ زور جذبات میں پھر سے ہلچل برپا تھی۔

"آئیندہ آپ نے بدپرہیزی کی تو بہت ڈانٹوں گی، اگر یہاں کی پیور چیزیں آپکو سوٹ نہیں کرتیں تو پلیز دوبارہ مت کھایئے گا۔ اس طرح آپکو درد میں دیکھتی ہوں تو اپنا آپ بھی دکھتا ہوا محسوس ہوتا ہے اوزان"

جس پیار سے اس نے یاشافی پڑھتے ہوئے اوزان کو ٹیبلٹ نکال کر کھلائی، درد بھولے وہ ٹکٹکی باندھے سر اٹھا کر اس آپسراہ کو دیکھنے لگا، وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ اس سے اوزان کی نظر ہٹنی محال ہوئی لیکن وہ اسکی کیئر کرتی ہوئی جان لیوا لگ رہی تھی۔

ٹیبلٹ کے بعد اس نے اوزان کو سیرپ بھی دو سپون دیا اور پکڑ کر واپس لیٹاتے تکیہ کھینچ کر اوزان کے سر کے نیچے رکھا اور خود بھی پاس ہی بیٹھی۔

"ابھی کچھ منٹ آپ لیٹے رہیں"

جھک کر اوزان کی جبین اپنے گلابی ہونٹوں سے چومتی وہ اسے اپنے سحر میں جکڑ رہی تھی کیونکہ جب سے ان دو کے بیچ کا ہر فاصلہ مٹا، زینیش کو اس سے نظر ملانا آسان لگنے لگا تھا۔

"باہر سب ہمیں ڈھونڈ رہے ہوں گے، دیان آچکا ہے شاید"

اوزان نے باہر ہوتے ہنگامے، ہوٹنگ، ڈھول ڈھمکے کو محسوس کیے خود کر حاوی ہوتی حسینہ کو ہوش دلانی چاہی جس پر وہ انگلی اسکے خوبصورت ہونٹوں پر جما گئی۔

"ڈھونڈنے دیں، میرے لیے آپکی تکلیف میں کمی اہم ہے، ابھی آپکو آرام آنے لگے گا"

زینیش نے اوزان کی سنہری آنکھوں کا گلابی پن جذب سے تکتے بے خود سی سرگوشی کی اور انگلی ہٹا کر ہاتھ کی پوریں اسکے سفید و سرخ چہرے پر سجی سیاہ دھاڑی کے بالوں میں پھیرتی اسکے رخسار اور گردن سہلانے لگی، اوزان پر وہ اس وقت اپنے یوں چھونے سے اک سکون کی سی کیفیت طاری کر رہی تھی۔

"وہ تو آنے لگا ہے، تم میرے پاس جو ہو"

اوزان نے ہاتھ بڑھا کر خود پر جھکی زینیش کی گردن کے گرد سہلاتے لپیٹا اور اس سے پہلے وہ اسکو خود پر جھکا کر اپنا اور زینو کا رہا سہا دھیان بھی ہر کسی سے بھٹکاتا، اوزان کو کمر کی جانب کچھ چبھا۔

تبھی سانسیں الجھنے کے جھونکے کے بعد ہونٹوں سے دور ہوئیں۔

"اوہ سوری میرا فون اور جیولری کیس تھا، رکیں ہٹاتی ہوں"

فوری اس پر مکمل حاوی ہوئے زینو نے جب ہاتھ بڑھا کر اسکے نیچے دبے مخملی ڈبے اور فون کو پرے سرکایا، اوزان نے اپنی بازو اسکی کمر کے گرد جکڑے زینیش کو خود میں لاک کیے ساکن کیا، ایک دوسرے کے دل کی دھڑکنیں صاف صاف جسموں میں منتقل ہوئیں۔

"میرا فینسی ڈریس چبھ جائے گا اتنا قریب مت کریں"

زینیش نے حیا کی زیادتی سے گلابی ہوتی گالوں اور پرخمار آنکھوں کو اوزان کے لیے میسر کیا مگر وہ تو اسکے ہونٹوں کی نرمی کی جانب راغب تھا۔

"اس ڈریس کے بیچ تم بھی ہو سو تمہارے ہوتے ہوئے چبھن کیوں محسوس ہو گی، مس کیا مجھے؟"

زینو کے بالائی لب کو اپنے انگوٹھے کی نرم پور سے اک سرور کے سنگ سہلائے اوزان نے ہر درد کو دھیرے دھیرے رفع محسوس کرتے زینو کی اور اسکے اپنے کشادہ سینے کی جانب بکھرے کھلے کرل بالوں کی خوشبو ان ہیل کی جو اوزان کے بھٹکاتے ارادوں پر کہیں دل سے پوری رضا سے بھٹک رہی تھی۔

"بہت زیادہ، ایک بات کہوں۔ جب آپ نے اندھیرے میں مجھے کال کی تھی تب بھی آپکی آنکھوں کا درد دیکھ لیا تھا، اور صبح سے آپکو تھوڑا ڈاون بھی فیل کر رہی ہوں۔ مجھے پتا ہے کچھ برا ضرور ہوا ہے جو یعقوب بابا سے جڑا ہے اور آپ اندر ہی اندر جل رہے ہیں۔ لیکن مجھے اپنی تکلیفیں بتا دیا کریں اوزان، نہ بتا کر آپ مجھے زیادہ دکھ دیں گے۔ میں آپ سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ آپکو اکیلے جلنے دینا اپنی محبت کی توہین سمجھوں گی"

وہ قریب تھی تو اوزان بھی ہر پردے اور ضبط کے حصار سے نکل آیا تھا، وہ اس سے بہت کچھ کہہ کر اپنے دل کی تکلیف دور کرنا چاہتا تھا، پھر سے رو کر اپنے دل کا غبار بانٹنا چاہتا تھا لیکن شاید وقت مناسب نہ تھا مگر جب اس لڑکی نے بنا کہے اوزان کا ہر درد سمجھا، یہ اوزان کے مضبوط دل کو اسکے سابقہ کرب سے کہیں دلگیر لگا، اسکے دل نے ہارٹ بیٹ مس کی۔

"کیا چاہتی ہو اپنے ساتھ تمہیں بھی جلاوں،"

وہ اسکے رخسار سے لب ور خسار جوڑے چہرہ اس کے چہرے پر یوں ٹکائے ہوئے تھی کہ اوزان کے حرکت کرتے لب اسکی گال کو چھو رہے تھے۔

"جی"

وہ بے اختیار اسکے آنکھ موندے جواب پر مسکرایا۔

"تم جلو گی تو اوزان کو اپنی تکلیف دگنی محسوس ہو گی، تب بھی"

وہ اسکا چہرہ خود سے دور کرتے بے تاب ہوا جبکہ زینو نے اسکی سانس کی سنگم پر سانس لینے کی کوشش کرتے کچھ لمحہ اوزان کو جلن کیا شے ہے، سے مکمل طور پر اپنی ملائمت سے لبریز قربت سے لاتعلق کیا، آنکھیں موند کر اوزان نے اسکے لمس محسوس کیے، ذائقے تسخیر کیے اور فرار کرنے دیا۔

" آپکے دل کا بوجھ تو ہلکا ہو گا نہ، مجھ سے آپ کو اداس دیکھا نہیں جاتا۔ تکلیف میں تو بـ۔۔ بالکل نہیں۔ اگر بابا نے کچھ برا کیا ہے کہ آپ غصہ نہ کر پانے کی مجبوری کہ سبب خود کو تکلیف دے رہے ہیں تو زینو آپکو اس جبر سے آزادی کی اجازت دیتی ہے۔ اگر آپ مجھ پر تھوڑا غصہ کر کے پہلے جیسے ہو سکتے ہیں تو میں کان میں روئی ڈال کر آپکا سارا غصہ سنوں گی۔۔۔ پرامس"

وہ جو خود بھی زینو کی پیش رفت سے اپنے اندر گھلتی خوشبو سے سرشار تھا، زینو کی اگلی ہدایات اور آخری معصومانہ بات پر کھلا اٹھتا ہنس دیا۔

"روئی کیوں ڈالو گی؟"

اوزان نے اسکے گلابی پڑتے چہرے اور کپکپاہٹ میں مبتلا وجود کے نشاط کو گہرائی سے محسوس کرتے دلچسپی سے زینو کی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا۔

"کیونکہ اگر سچ میں آپکو غصہ کرتا سن لیا تو۔۔۔۔"

زینو کے مدھم گلابی لب کچھ کہتے کہتے رکے، وہ یوں نڈھال ہو کر اپنی نظروں میں جسم کی ساری شدت بھر کر جب دیکھتا تھا زینو سے بولنا مشکل ہونے لگتا۔

"تو؟"

اوزان نے فوری پوچھا۔

"تو آپکو زیادہ پیار کرنے کا دل چاہے گا"

فوری نظر جھکاتی وہ اسکی گردن میں چہرہ گھسیڑ گئی۔

"تمہیں اوزان دایب غصہ کرتے ہوئے پسند ہے؟ حد نہیں ہو گئی"

جناب کو زینو کی ان وکھری پسندیدگیوں نے حیرت زدہ وشاک ساتھ کیا۔

"تب آپ دنیا کے سب سے خوبصورت جن لگتے ہیں"

دبی دبی شریر سرگوشی کرتی وہ اوزان کو بھی مسکرانے ہر مجبور کر گئی۔

" تھینکیو"

اوزان کے لہجے میں بہاروں سی نرمی پائے وہ فورا چہرہ اٹھائے اسکے وجیہہ
چہرے کو دیکھنے لگی۔

"وہ کیوں؟"

زینو نے آئیبرو سکیڑے۔

اوزان نے نرم مگر طویل تر استحقاق کے سنگ زینیش کی مسکراہٹ دیکھی،
اتنی کہ وہ دنیا کی سب سے دلکش ہنسی میں بدل گئی۔

"جب خود میرے قریب آتی ہو تو سب رک جاتا ہے، رگوں میں بہتا درد تک۔۔۔ سٹمک پین کافی بہتر محسوس ہو رہا ہے۔ کونسا جادو پھونکتی ہو مجھ پر زینو، کیا تمہارا دنیا سے کوئی سروکار نہیں، تم مجھے میری چاہت جیسا میسر آتی رہی تو میں تم پر نا جانے کیا کیا قہر ڈھادوں۔ مجھ سے تھوڑا فاصلہ بنانا سیکھو"

جانے کیوں پر وہ اسے اتنی مل جاتی کہ اوزان ڈرتا تھا وہ اس سے کھو نہ جائے، یہ راحت وہ سینت سینت کر رکھے، خرچ نہ ہونے دے یہ چاہتا تھا کہ اسکے بنا، اسکے لمس کی خوشبو سے دور اوزان کی اب کوئی حیات نہ بچی تھی۔

"نہیں بنانا، میرے ہیں آپ تو کیوں فاصلہ بناوں۔ اوکے اٹھ کر بیٹھیں اور بتائیں مجھے اب آپ کچھ بہتر ہیں یا میں باہر سبکو کہہ دوں کہ آپ ریسٹ کریں گے"

اول جملہ پورے حق سے اوزان کو کہے وہ اس پر سے سرکی اور پہلو سے اپنا اطلسی وجود لیے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور اپنے دونوں نازک ہاتھ اوزان کی طرف بڑھائے جنھیں پکڑ کر وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔

درد موجود تھا لیکن شدت بلکل معدوم تھی۔

"کافی بہتر ہے، لیکن یہ دوا سے نہیں تمہاری موجودگی سے بہتر ہوا ہے۔ درد اپنی جگہ موجود ہے زینیش لیکن تم نے اس کی شدت پر اپنی محبت کی چادر اوڑھا دی۔ میں اپنی ہر تکلیف میں تم جیسا مرہم چاہتا ہوں"

وہ اسکے دونوں ہاتھ جکڑ تا عقیدت سے ہتھیلوں کو چومتا اک جذب سے بولا، زینو نے ہاتھ نرمی سے آزاد کیے اوزان کے بکھرے بال ہاتھ پھیر کر سمیٹے اور فلفی سے انداز میں انکو سیٹ کیا، اسکے گریبان کے دونوں کھلے بٹن بند کیے اسکے کسرتی شاندار چھلکتے سینے کو ڈھانپا، زینو کی ہر ادا قاتلانہ تھی، اسکے فولڈ کف کھول کر سیدھے کیے اور کف لنکس باری باری لگائے تو وہ

اس پیچ اوزان دایب کی ان والہانہ نظروں میں مرکوز تھی جو دنیا جہاں کی خوبصورت نگاہوں میں شمار کی جاسکتی تھیں۔

"میں آپکا پرسنل مرہم ہوں، ہمیشہ ملوں گی۔ اگر واقعی سب درد چلے گئے تو باہر چلیں؟"

زینو نے اسکے محبت سے دیکھنے کو بڑی مشکل سے سہا کیونکہ وہ زینو کو کہیں جانے کے قابل نہ چھوڑ رہا تھا۔

"ہمم۔۔ لیکن تم نے میرا گفٹ نہیں پہنا"

اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا جس پر زینو نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"آپ پہنا دیں نہ"

ایسی فرمائش پر اوزان نے نظر اٹھائے زینیش کو محبت پاش نظروں سے دیکھا۔

"بس اتنا سا؟"

وہ اسکے سوال پر ہنسی، اوزان اٹھا اور پکڑ کر زینو کو اپنی سابقہ جگہ بٹھائے وہ جیسے درد کے باوجود اسکے قدموں میں بیٹھا، نا چاہتے ہوئے بھی زینیش کی آنکھیں اس درجہ مقدس شخص کے محبت بھرے عمل پر دھندلا سی گئیں۔

"آپکو میرے پاؤں پسند ہیں؟"

وہ اسکے دونوں پیروں کو اتنے پیار سے چھو کر اینکلٹ پہنا رہا تھا، زینو کے سوال پر سر اٹھا کر اسے آمادگی سے دیکھنے لگا۔

"مجھے تم سر سے پاؤں تک پیاری ہو، میری جو ہو۔ تمہیں پسند آیا گفٹ"

وہ اسے اپنے استحقاق سے لاجواب کرتا اسکے پیروں میں اپنے تحفہ سجاتا ستائش سے انکی بڑھ جاتی خوبصورتی تکتے اٹھا اور دائیں بائیں بیڈ کی پائنتی کی جانب ہاتھ جمائے عین چہرہ زینو کے چہرے کے قریب روکا۔

"کیسے نہ آتا، آپ نے جو دیا۔ اور آپ زینو کے جو ہیں"

نرمی سے اپنے گلاب لب اوزان کی گال سے جوڑے وہ اسکی گردن میں بازو حمائل کرتے نا صرف اوزان کے گلے لگی بلکہ وہ اوزان کے بازو اطراف جما کر سیدھا ہونے پر خود بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"نہیں جانتا تم میری کس نیکی کا صلہ ہو لیکن اگر وہ نیکی میرے نامہ اعمال میں واحد بھی ہوئی تو بھی مجھ گناہ گار کے بہت سے بد اعمال پر بھاری ہو گی۔ اللہ نے مجھے تم سے نواز کر اشارہ دیا ہے مجھے، اگر سکون کا کوئی دوسرا نام ہے تو میرے نزدیک وہ زینیش ہے"

شاید اس سے خوبصورت اعتراف روح زمین پر اب تک ایجاد نہ ہوا اور آج اوزان نے ایجاد کیے زینیش کی روح بھی تسخیر کر لی، جھک کر وہ اپنا بلیذر اٹھائے، زینو کو اسکا فون اٹھا کر دیتا اس محبت کی شدت سے لاجواب ہوتی

زینیش، اپنے کل سکون کو لیتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ جہاں خوشیاں اپنے حسین روپ میں جمع ہو چکی تھیں۔

..________________..

سیال حویلی مدتوں بعد اتنے اپنوں سے بھری تھی کہ خان سانول سیال کی آنکھوں سے خوشی کی نمی ہٹنی محال ہوئی اور پھر ان خوشی کے موقعے پر مشائم اور المان کے پیرنٹس بننے کی بریکنگ نیوز نے تو چار چاند لگائے، کئی حیران ہوئے، کئی کو جھٹکا لگا، جبکہ عائشہ سیال تو کتنی ہی دیر المان کو برہم نظروں سے گھورتی رہیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں، دعا دیں اپنی بہو کو کہ صحت مند اولاد کو جنم دے۔ سیال خاندان کی نسل اسی کے وجود سے مربوط ہے اماں سائیں"

اس وقت وہ میشی کے ہمراہ اندر کمرے میں کھڑا تھا جہاں عائشہ روٹھ کر چلی آئیں، اور وہ خود بھی کسی قسم کی سبکی اور تماشے کے حق میں نہ تھا سو عائشہ کے پاس میشی کے ہمراہ خود چلا آیا۔

"کیا زبردستی ہے کوئی؟"

عائشہ نے کٹھور نگاہ میں دونوں کو مرکوز کیا کیا، نیم لہجے میں پوچھا۔ مشائم نے ڈارک گرین کلر کا بہت ہی پیارا میکسی ڈریس پہنے آج بال سٹریٹ کر کے کھولے تھے، خود المان نے caladon شرٹ کے ہمراہ بلیک بزنس سوٹ یعنی بلیڈر پینٹ چوز کر کے جلوے بکھیر رکھے تھے۔

میشی کا گلاب چہرہ عائشہ کے بے زار جملے نے مرجھایا اور اس سے پہلے وہ کمرے سے دلبرداشتہ ہوئے جاتی، المان نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا اور اپنے پاس کھڑا کیے گرد بازو حصاری، عائشہ کو خفیف سی جلن نے گھیرا۔

"اپنے لہجے پر غور کریں کہ آپ کتنی کڑوی ہو چکی ہیں، یہ میری بیوی ہے۔ میری زندگی کی ساتھی جسے چند دنوں میں ہی میں نے ہر حوالے سے بہترین ہمسفر پایا۔ میں آپکو دکھ نہیں دینا چاہتا ممی لیکن اگر آپ مشائم کو ذہنی تکلیف دیں گی تو برداشت نہ کروں گا۔ کیونکہ اسکا اثر ہمارے بچے پر ہو گا۔ جیسے آپ اپنی اولاد کے لیے پچی ہیں، میں بھی ہوں"

الماں نے بہت تحمل سے بات سمجھائی مگر عائشہ نے خفگی کے سنگ سہمی سی میشی کو ناگوار نگاہوں سے دیکھا۔

"الماں پلیز میری وجہ سے آپ ممی سے بحث نہ کریں"

میشی کو لگا جیسے عائشہ کی نفرت یوں بڑھ جائے گی تبھی سسک اٹھی۔

"اب روکنے سے کیا ہو گا بچے، مقابل تو تم اسے میرے لا ہی چکی ہو۔ اب تو یہی ہے تمہارا سب الماں، اسکا تمہاری اولاد جنم دینا ہی سب ہے، میری کیا اہمیت بچی ہے۔ خوش رہو بھئی"

عائشہ کی کڑواہٹ نے المان کا دل برا کیا، وہ سوچ سے بڑھ کر تنگ نظری کا مظاہرہ کیے سبکی نظروں سے گر رہی تھیں۔

"ممی۔ آپ اتنی بے رحم تو نہیں تھیں؟"

المان نے افسوس سے جتایا۔

"اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی اولاد کو چھینتا دیکھ کر ہو گئی۔ مبارک ہو تم دو کو، اب تمہیں ماں کی کیا ضرورت۔۔۔ اٹھاو بیوی کے ناز نخرے"

عائشہ در حقیقت خود ترسی کا شکار تھیں اور آج تو المان کو بھی ایسا ہی لگا۔

وہ کمرے سے خفگی و سرد مہری جتاتے چلی گئیں مگر المان نے اپنے سینے سے لگ جاتی میشی کو خود سے مزید لگایا کیونکہ وہ غم سے بھر چکی تھی۔

"میرے ناز نخرے نہ اٹھائیں آپ"

میشی کی رندی سسکی پر وہ اسے پکڑ کر روبرو لایا، الماں اور میشی آج یہیں رکنے والے تھے کیونکہ الماں اور میشی کا کل یہیں شاندار ولیمہ تھا جبکہ الماں سوچ چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

"میں تو اٹھاوں گا، کوئی جلتا ہے تو جلے۔ خبر دار جو تم اداس ہوئی۔ ہمارے بے بی کو اثر جائے گا میری جان۔ یہاں دیکھو میشی میں ممی کا دل ممکن ہے کل تک بدل دوں، مجھے تھوڑی مہلت دو"

الماں کے لہجے میں ایسا یقین تھا کہ چند لمحہ مشائم بھی ساکن رہ گئی۔

"اگر نہ بدل سکے؟"

وہ ڈبڈبائی آکھیوں سے تکتے بولی۔

"تو تمہیں اپنے پاس بلالوں گا تمہارے پیپرز کے فورا بعد"

جھک کر اسکی جبین جذب سے چومتے وہ جو غیر ارادہ بولا، مشائم ہونق رہ گئی۔

"پاس؟ کیا مطلب اپنے ساتھ ہنزہ؟"

مشائم کے چہرے پر حیرت چھائی۔

"یس، وہاں گھر لے لیا ہے میں نے۔۔۔۔"

الماان کے اس سرپرائز پر وہ سارے دکھ سے نکلتی ہنس کر اس سے جیسے لپٹی، الماان کا دل عجیب سے درد میں ڈوبا۔

"میں تمہیں تنہائی کے کرب سے ہر ممکنہ بچانا چاہتا ہوں کیونکہ وہاں تم میرے آس پاس تو ہو گی لیکن میری غیر موجودگی بہت مشکل سے سہہ سکو گی کوئی آس پاس نہ ہو گا تبھی کوشش کروں گا کل تک ممی کا دل نرم کروں۔ اور اگر ممی کا تم سے رویہ ایسا ہی رہا تو میں تمہیں تکلیف میں اکیلا یہاں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تم میں میری جان بستی ہے اب تو مجھے تمہاری زیادہ فکر ہے"

وہ اسکے لیے سچ میں بے حد فکر مند تھا، مشائم نے آنسو بمشکل آنکھوں میں دبائے۔

"میں نے آپکی زندگی بہت مشکل بنادی ہے نہ کیپٹن؟"

وہ بے اختیار رو دی، وہ اسکے لیے اتنا کچھ کر رہا تھا یہ مشائم کے دل کو تڑپا گیا۔

"ہر گز نہیں، تم نے تو میری زندگی خوبصورت بنائی ہے۔ آؤ باہر، اور خبر دار جو تم روئی۔ میں تمہیں اپنی حسرت میں کیسے رہنے دوں کہ تم سے دور مجھ سے میرا اپنا قرار روٹھ جاتا ہے۔ میری جان، میرے دل کی راحت تم ہو میشی۔۔۔۔۔"

وہ اسے سینے سے لگاتے مشائم کو اتنے پیار سے سنبھال گیا کہ وہ یوں مسکرائی جیسے روئی ہی نہ ہو۔

"آئی لو یو سو مچ الماں"

وہ بے اختیار اسکے رخسار کو چومتی گرے نم آنکھوں سے مسکائی۔

"آئی لوو یو ٹو، اب بس رونا بند کرو۔۔۔باقی سب کتنے خوش تھے ہمارے بے بی کا سن کر تم بس یہ سوچو۔ تمہیں آفیشلی ممی بن جانے تک سب اچھا اچھا سوچنا ہے"

مشائم کے دل کو گرم ہوا بھی وہ لگنے نہ دیتا تھا اور وہ اپنے اس سکھ پر ساری افسردگی وار گئی۔

بارات کا فنکشن شروع ہوا، ہر کوئی مسرور تھا، اوزان دایب تو رب کائنات کا مشکور بھی تھا جس نے اتنی خوشیاں دے کر شکر گزاری کا شرف بخشا تھا۔

پنار اور دیان آج ایک دوسرے پر ایک دوسرے سے زیادہ حاوی تھے، دیکھنے والی ہر آنکھ نے انکا صدقہ اتارا، بڑے سے لے کر چھوٹے تک ہر کوئی مسرور تھا۔

کنول کی تکلیف نے آہستہ آہستہ اسکے اندر کو بھی نگلنا شروع کر دیا، بظاہر تو وہ ان ہنستے تمام چہروں کو رلانا چاہتی تھی پر نا جانے کیوں اسکے اندر کا شوق ختم ہو چکا تھا۔

وہ مارنا تو سبکو چاہتی تھی پر مارنے کی ہمت نہ رکھتی تھی۔

جب طلال کو دیکھتی تو دل خود سے بغاوت کرتا، وہ جیسا بھی تھا، وہ کئی سالوں تک کنول کی حسرت رہا تھا، وہ ابھی اپنے آپ سے جنگ میں مبتلا تھی۔

پنار اور دیان کے ولیمے کے بیچ ایک دن رکھا گیا تاکہ سب پہلے کیپٹن اور میشی کے ولیمے کو اٹینڈ کریں اور پھر چونکہ اسی شام المان کی واپسی بھی تھی تو میشی المان کے علاوہ ایزل مریم بھی رک گئیں جبکہ طلال اور کنول بھی، کیونکہ دیان نے پنار کو لے کر اپنے گھر جانا تھا، سو ویلکم کرنا ہے اسکا بھی کوئی سین نہیں سو انصاری حویلی واپسی کو صرف اوزان اور زینو ہی روانہ ہوئے اور پنار

اور دیان بھی واپسی کے لیے نکل گئے تا کہ شام تک وہ لوگ لاہور پہنچ سکیں۔

..________________________..

کوٹ سے واپسی کے بیچ وہ دو زیادہ تر خاموش رہے کیونکہ ان دو کی کشش، آپسی محبت، فسوں نے بول بول کر ایسا طلسم پھونکا کہ لفظ بے وقعت ہو کر رہ گئے تھے، پنار اسکے ساتھ اس زندگی کے طویل سفر کے بعد ہمیشہ کی مسافر بننے والی تھی، دل میں جذبوں امنگوں اور شدتوں کے تاثر گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

چونکہ بارات کا فنکشن چار تک سمیٹ لیا گیا تو اضافی ایک گھنٹہ رسموں میں لگ جانے کے بعد واپسی پر شام ہو چکی تھی، پنار نے محسوس کیا جیسے یہ راستے جن پر وہ گاڑی دوڑا رہا ہے کچھ اجنبی اور انجان سے ہیں تبھی طویل خامشی کو توڑنے کا فیصلہ کر کے اپنے نقصان کے خدشوں کو کچھ لمحے ایک طرف کیا۔

"کیا ہم انصاری حویلی نہیں جا رہے دیان؟"

غیر انجان سی شام کی ملگجی روشنی میں ڈوبی سڑکوں کو بھانپتے پنار نے فکر کے سنگ دیان کو دیکھا، دور پار افق کے آخری کنارے کی جانب ڈوبتا ہوا سورج حسین منظروں کو وجود بخش رہا تھا۔

"نہیں، تمہیں دیان آریز کے دکھ سننے ہیں۔ سو وہ اسی جگہ سنانا چاہتا ہوں جہاں ان دکھوں نے جنم لیا"

دیان کے لہجے کی خلش اور اذیت پر پنار نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے تھائی پر رکھا، آنکھیں بے تابی اسکے خوبصورت مگر غم کے اثر میں دبے چہرے پر موکوز کیں، دیان نے پنار کے ہاتھ کے لمس پر حیران ہو کر نظر جھکائی، پھر لحظہ بھر پنار کو دیکھا جو دلہن بنی تمام سوئے ارمانوں کو جگا تو رہی تھی لیکن اتنی باوقار دلہن بنی ہوئی تھی کہ دیان نے آنکھوں ہی آنکھوں نے اس کے دہکتے حسن، رعنائی اور موجودگی کا صدقہ اتارا۔

"اداس ہیں؟"

وہ اسکی خاموشی کو جان لیوا سحر سمجھ رہی تھی، جب احساس ہوا وہ دکھ تھی تو اپنی جگہ سے کھسک کر زرا آگے ہو کر دیان کا چہرہ تکنے لگی، جیسے اسکے جواب کی نوعیت کے حساب سے اسکو میسر آجائے گی۔

"تمہاری موجودگی اداس کر سکتی ہے کیا؟، لک ایٹ یو، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

وہ دیان کے وارفتہ بے خود جملوں پر پھر سے اپنے احساس پر ملامت کرتی واپس پیچھے سرکی، جسم و جان میں دیان کے سادہ جملے نے بھی ہلچل مچادی تو آگے تو قہرناک لمحے آنے متوقع تھے۔

"ڈیل ہو چکی ہے، ڈیل سے ہٹیے گا مت۔۔ ورنہ چلتی گاڑی سے کود جاتی ہوں ابھی بتادیں"

وہ اسکے سادہ جملے اور زرا سی بہکی نظروں سے جیسے دیان کے اگلے ارادے سمجھ کر خوفزدہ ہوئی، وہ مسرور سا مسکرایا، دل کسی شرارت پر اترنے کا سوچنے لگا۔

"کود کر بھی تو مروگی، میری محبت میں مرجاو"

دیان کا اکسا تا رومانوی مگر چیلجنگ لہجہ پنار کے حواس جنجھوڑ گیا۔ کوئی کسی کو محبت میں بھی مار سکتا ہے، پنار کا حلق ایسی موت کی نوعیت پر سوکھا۔

وہ ساتھ بیٹھا، آدھے ادھورے دھیان کو دے کر بھی پنار کی رگوں سے جان کھینچ رہا تھا، پنار کو لگا فضا تنگ ہونے لگی ہے تبھی سرد شام کے اثرات کے باوجود گاڑی کا گلاس زرا ہٹا کر نیچے کیا۔

گہرے سانس لیتی وہ خود کو تقویت دیتی ہوئی دیان کے دل کی ہارٹ بیٹ مس کرگئی۔

"آج جتنا خود کو سنبھالنا ہے سنبھال لو، آج یہ گہرے گہرے سانس لینا بھی مفید نہیں ہونے والا"

دیان کے بے باک جتاتے جملے پر پنار نے کان کی لو تک سرخ پڑتے گردن موڑی، وہ اس پر زرا بھی رحم نہ کھا رہا تھا۔

"دیان آپ۔۔۔"

لفظ جیسے پنار کے ہونٹوں پر آتے ٹوٹے، دیان آریز نے بڑی مشکل سے توجہ ڈرائیونگ پر دی، اسی سبب وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا کیونکہ پنار اسے کہیں کے قابل نہ چھوڑتی تھی۔

"میں کیا؟ کہو پنار"

وہ سنجیدہ بھی ایسا ہوا کہ پنار کی مدھم دھڑکنیں بھی سینے سے بے بسی کے سنگ سر مارنے لگیں۔

"کچھ نہیں"

واپس چہرہ درماندگی سے باہر پھیرے وہ آواز کو ڈھلنے سے بچا نہ سکی۔

"سانس رک رہا ہے کیا؟"

پنار نے منتشر دھیان یکجا کیے گردن پھیری اور رحم طلب نظر ڈالتے دیان آرئز کو دیکھنے لگی۔

"بہت مزہ آرہا ہے میری جان لے کر"

لمحہ لگتے ڈر نے غصے کا روپ دھارا۔

"میں ہوں ہی ایسا کہ تمہاری جان تو شرطیہ لوں گا"

ڈھیٹ بنے پنار پر ستم ہنوز جاری رکھے اور ہنسا۔

"دیان پلیز میرا دم گھٹ رہا ہے گاڑ۔۔۔۔"

پنار نے بے قراری سے ہاتھ اسکی بازو کے گرد جمائے تڑپ کر کہا جس پر جملہ مکمل ہونے سے پہلے نہ صرف گاڑی رکی بلکہ دیان نے اسکو اسی بازو سے پکڑے اپنی اور کھینچا، سیٹ بلیڈ نہ پہننے کے سبب وہ اس پر جھک کر رہ گئی، سانسوں کی حدت میں سانس گڈمڈ ہو کر رہ گئی۔

"کہنا کیا چاہتی ہو، میری محبت تمہارا دم گھوٹ رہی ہے"

اشتعال کی سرخی دیان کی سیاہ آنکھوں میں دیکھ کر، اسکی پنار کی بازو کے گرد پکڑ کی شدت پر پنار نے فوری سرخ ہوتی آنکھوں سے تکتے تکلیف کی زیادتی سے بھیگ جاتی آنکھوں سے تکتے نفی میں سر ہلایا۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔ تڑپا رہے ہیں آپ"

وہ سچ میں رو دی، جبکہ دیان نے فوراً سے غصے کو ختم کرتے ہنس کر اس رونی شکل کو دیکھا، لمحے میں پنار کو اسکی حرکت نے آگ بگولا کیا۔

"تڑپ ختم بھی بندہ ناچیز کرے گا، تھوڑا تو صبر کرو۔ آئی نو تم آج خود ہر ڈیل توڑ دو گی لیکن میری جان گھر تو پہنچنے دو۔ اتنی بھی کیا بے قراری"

دیان کا پیچ کی تمازت کو زائل کرنے کو بے ڈھنگا اور بے سر و پا مزاق کرنا اس وقت پنار کو اتنا برا لگا کہ وہ اسکی گرفت بے دردی سے جھٹک کر واپس سیدھی بیٹھے ہی چہرہ بھی ناراضگی سے پھیر گئی، کم از کم آج وہ اس سے ایسے مزاق کی امید نہیں رکھتی تھی۔

"پنار"

دیان نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا جیسے وہ بے دردی سے جھٹک گئی۔

"مزاق کر رہا تھا یار"

دیان سے اسکا پھیرا چہرہ برداشت نہ ہوا لیکن پنار اسکے مزاق کو سنجیدہ لے چکی تھی۔

"آج کا دن مزاق کرنے والا نہیں تھا، یو ہرٹ می۔ مجھے تکلیف میں دیکھنے سے راحت ملتی ہے آپکو۔ نہیں جانا مجھے کہیں آپکے ساتھ۔ یہیں اتار دیں۔ آپ نے میری تڑپ کو مزاق سمجھا۔۔۔ میرے ایموشنز ہرٹ کیے۔۔۔۔ نہیں تڑپ رہی۔۔۔ مر نہیں جاوں گی آپکے بنا"

پنار کے انتہائی رد عمل پر دیان کے چہرے کا رنگ اڑا۔

"پنار! ڈونٹ ڈو دس۔۔۔۔ یہاں دیکھو۔"

پنار کے غصے کے روبرو دیان نے اسے قدرے تاسف سے مخاطب کیا جب نہ مانی تو زبردستی پکڑ کر اپنی اور کھینچا، اسے روتا دیکھ کر دیان کا دل چاہا زمین میں اتر جائے۔

"تڑپ تو میں رہا ہوں، مر تو میں جاوں گا تمہارے بنا۔ میں نے ہمارے بیچ بنتی معنی خیز چپ کو توڑنے کی کوشش کے لیے یہ بکواس مزاق کر دیا۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔ پلیز رو تو مت"

وہ اس سے ناراض ہو چکی تھی سو دیان کے منانے پر زرا نہ پگھلی الٹا اسکا دل چیڑ گئی۔

"نو۔ مزاق نہیں تھا مجھے اس ساری خوشی سے محروم کرنا تھا جو مجھے حاصل تھی۔ ساری ایکسائٹمنٹ کو موت دے دی آپ نے۔ میرا موڈ بگھڑ چکا ہے سو دور ہٹیں۔ چھوئیں بھی مت مجھے"

پنار اسکی کسی بات کو سننے کی روادار نہ تھی تبھی تو دیان نے گہرا سانس کھینچے ڈرائیونگ سٹارٹ کی۔

بیس منٹ تک دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی اور پھر دیان آریز کی گاڑی بہت ہی خوبصورت سے گھر کے اوپن پورچ میں رکی، یہ فارم ہاوسیز کی سوسائٹی تھی جہاں مین گیڈ ایک ہی تھا سو وہیں سیکورٹی تھی جبکہ تمام گھر جو کچھ فاصلے پر تھے سب میں کافی فاصلہ تھا۔

دیان نے وسیع گھر کے سامنے گاڑی روکی اور ڈور اوپن کر کے باہر نکل کر اس سے پہلے پنار کی طرف آکر دروازہ کھولتا وہ خود باہر نکلی اور اپنا ڈریس سنبھالتی اسے بری طرح نظر انداز کیے گھر کی طرف بڑھی۔

"دیان لعنت ہو تیرے گھٹیا مزاق پر، اب اسے کیسے مناوں؟ یہ تو مجھے مارنے پر تل گئی ہے"

گاڑی اٹومیٹک لاک کرتا وہ خود بھی خود کو ملامت کرتا اسکے پیچھے ہی لپکا۔

"پنار"

اس تک پہنچے پکڑ کر اسے روکا جو رک تو گئی پر چہرے کے نرم ونازک خدوخال میں غصہ اور تلخی بھری تھی پھر وہ منہ بھی پھیر چکی تھی۔

"بہت تھک گئی ہوں سونا ہے مجھے، لیو می آلون"

اسکا ہاتھ جھٹکے وہ چلی گئی جبکہ دیان تو تھم ہی گیا، فوری واپس پیچھے لپکا مگر وہ چمکتی لائٹنگ سے سجی راہداری پار کیے گھر میں انٹر ہو چکی تھی اور انٹر ہوتے ہی اول پر کشادہ لان تھا، وہ گھٹن سی محسوس ہونے پر سیدھی لان میں آئی۔

دیان نے بھی دروازہ بند کرتے پیچھے ہی قدم بڑھائے۔

پورا لان بھی لائٹنگ سے سجا تھا، ماحول کو آگ لگی تھی مگر پنار نے جو آگ دیان کو اپنی بے اعتنائی سے لگائی وہ دیان آریز کو بھسم کرنے میں بہت طاقتور تھی۔

"آئی ایم سوری، مجھے ایک مزاق پر اتنی بڑی سزا دو گی۔ ایسا مت کرو پنار، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"

وہ ناراض تھی اور وہ اسکی ناراضگی خواب میں بھی نہ سہہ سکتا تھا، پنار کے قریب آتے ہی بے بسی کے سنگ اسکے نرم گرم لمس محسوس کرتے بے خود انداز میں اسکے گداز وجود کو اپنے پہاڑ وجود میں بھینچ بیٹھا۔

پنار نے گھبرا کر سانس لی، وہ اسکے بہت قریب آکر اسے خود سے دور نہیں رکھ سکتا تھا۔

"نیا کیا ہے، ہمیشہ یہی تو کرتے ہیں آپ۔ میری خود کے لیے خواہش کو آگ بنا کر پانی ڈالے اس سے اٹھتے دھوئیں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ لیکن اب بہت ہوا، آج بھی آپ ایسا کریں گے ہرگز امید نہ تھی"

وہ اب بھی اس کو خود سے دور کرتی اپنے موقف پر پہاڑ سی جمی تھی یہ دیکھنے کے باوجود کہ اسکی مزاحمت کی اک اک جنبیش نے دیان کے وجود سے جان کھینچی۔

"کیا بول رہی ہو، خدا کا کچھ تو خوف کرو۔۔۔۔پنار میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس ایک مزاق سے میں نے تمہیں کھو دیا تو مر جاوں گا"

وہ اسکی سوچ سے بڑھ کر تڑپ اٹھا جبکہ وہ خود بھی نہ جانتی تھی کہ ساری خفگی جھٹک کر اپنا ہاتھ اسکے ہونٹوں پر جما دے گی، دونوں کی آنکھیں ملیں تو لگا پھر سے ماحول نے آگ پکڑی ہو۔

دیان نے اسکے اسی ملائم ہاتھ کو پکڑ کر جب چوما، تب وہ ہوش میں آئی اور ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا۔

لیکن دیان نے اسے ایسا کرنے نہ دیا، بنا مہلت پنار کی سانسوں پر اجارہ بناتے وہ اسکی کمر کی دونوں اطراف بازو لے جا کر اسکو اپنے سینے سے لگا تا اس میں اتر تا، پنار کے ہر شکوے کو اپنی شدت سے مٹا کر اپنی تڑپ کے قوی ہونے کو نا جانے کتنی دیر ثابت کر تا رہا۔

جب سر دسی ہوا کے تیز جھونکے نے ان دو کے بیچ مداخلت کی کوشش کی تب وہ اسکی سانسوں کو رہائی بخشتا زرا سا دور ہو سکا۔

"اپنا غیر انسانی رومینس سنبھال کر رکھیے، ترسے عاشق"

خود بھی وہ بہکی تھی پر نہیں بہکی اسکا پورے وثوق سے اظہار کیے وہ سرخیوں میں ڈھلے چہرے کے گلاب رنگ چھپاتی نظر چرائے دیان سے دور سرکی مگر دیان نے اسکی کلائی اچک کر یوں واپس کھینچا جیسے ابھی تو وہ صدیوں کا پیاسا صحرا ہو۔

"تم نے ترسایا ہی بہت ہے، اب میری شدت غیر انسانی تو لگے گی ہی۔ بات سنو! خبردار اگر تم مجھ سے ایسا روٹھی۔ کبھی مت کرنا ایسا، پلیز مت کرنا۔۔۔۔۔۔"

جیسے وہ رعب کے سنگ آخر تک التجاء کر اٹھا، پنار سے اسکا ٹوٹا لہجہ سہا نہ گیا۔

"کروں گی، آپ میری فلینگز کو فار گرانٹڈ لیں گے تو اس سے بڑے قہر بھی ڈھاوں گی۔ جن میں کئی دن تک نو ٹچ بھی شامل ہے۔ میری تڑپ اور جنونیت پر آگے سے آپ ہنسے تو سوچ لیجیئے گا کتنا سخت آزماوں گی۔"

بھلے وہ اسے ڈانٹ رہی تھی پر پنار کی آنکھوں میں جگتی نمی ہر دیان چپ چاپ اسے تکتا ہی رہا۔

"بس پلیز"

وہ مزید سن نہ سکا لیکن وہ جب تک دل کا غبار نکال نہ لیتی نارمل نہ ہو سکتی تھی۔

"شرم نہیں آئی آپکو مجھے ایسا تنگ کرتے ہوئے؟ مجھے اتنی سپیشل شام رلایا آپ نے، میں کبھی نہیں روئی لیکن جب جب روئی آپ سے جڑے معاملے کو لے کر۔۔۔۔۔ بہت برے ہیں آپ دیان"

اسکے لہجے کی ٹوٹ پھوٹ پر وہ اسکے پہاڑ سینے میں چھپی۔

"معاف کیسے کرو گی یہ بتاو"

پنار کو لگا جیسے اس بندے سے دور نہ رہی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

"ڈیل نہیں توڑیں گے بس تبھی معاف کروں گی"

وہ یوں جھٹ سے بولی جیسے منصوبہ ہی موصوفہ کا یہی ہو، دیان نے آئیبرو اچکاتے گھورا۔

"کیا مطلب؟ تم میرے قریب آنے کے لیے بے قرار بھی ہو اور مجھ سے ساری رات گریز بھی چاہتی ہو۔ پاگل کرنا ہے کیا مجھے؟"

وہ کوفت سے بڑبڑایا تو پنار نے نظریں فورا جھکائیں۔

"آپکی سزا ہے"

لہجہ جو کمزور ہو رہا تھا اسے مضبوط بناتے وہ حتمی لہجے میں بولی۔

"ایسی سخت سزا بھی نہ دو کہ میں دیواروں سے سر ٹکرانے لگوں"

دیان آریز نے پنار کے دل کو اپنی تشنگی کے مٹھی میں دبوچا، وہ سہم کر نظر اٹھائے دیان کو دیکھنے لگی جسکی آنکھوں میں ضبط کے سبب گلابی سا رنگ اتر آیا۔

"مزاق بہت برا تھا آپکا"

نہایت مدھم سرگوشی کر کے دیان کو اسکے ستم پر توجہ دلائی۔

"تم کونسا اچھی ہو پنار۔۔۔ خیر اندر چلتے ہیں کافی ٹھنڈ ہو رہی ہے"

دیان نے من مارتے انداز میں قدم اندر کی جانب بڑھائے مگر وہ اسکا ہاتھ پکڑے رکی۔

"مجھے آپکے ساتھ اندر نہیں جانا"

دیان کا دماغ گھوما پر وہ جبر سے یہ ناگوار بات پی گیا۔

"ٹھیک ہے میں پہلے جاتا ہوں تم بعد میں آجاو"

نہایت مفاہمتی انداز میں حل پیش کیا مگر وہ اسے پھر سے روک گئی۔

"تو میں آپ کے ساتھ ایک چھت تلے نہیں رہ سکتی"

پنار نے پھر سے مضبوط ہوتے وجہ دی، اس بار وہ چہرے پر چھا جاتی سختی دبا نہ سکا۔

"رخصتی تمہاری مرضی اور سب کی خوشی سے ہوئی ہے، پھر اس اعتراض کی وجہ؟"

دیان نے سرد لہجے میں کھردرا استفسار کیا۔

"مجھے پرائیویسی چاہیے"

پنار نے دیان کے دماغ کی رگیں پھولانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

"دیان آریز کی خوشی، سکون اور ارمان گئے بھاڑ میں تم اپنی پرائیویسی انجوائے کرو یہاں کھلے آسمان تلے"

وہ غصے کا اتنا ہی تیز تھا، آج تو پھر بھی بہت کنٹرول میں جواب دیا۔

وہ جانے لگا تو پنار پھر سے اسکا ہاتھ پکڑے روک کر دیان کو جبڑے بھینچنے پر مجبور کر گئی۔

"نہیں میں گھر کے اندر رہوں گی آپ یہاں باہر"

بنا دیان کے دھواں ہوتے سینے کی پرواہ کیے بنا وہ اسکو سلگانا جاری رکھے معصومیت سے اطلاع دے رہی تھی۔

جھٹکے سے دیان نے اسکی گردن کے اطراف ہاتھ جماتے پنار کا چہرہ اپنے بے حد نزدیک کیے سلگتی سانسوں کا غبار پنار کے ہونٹوں اور رخساروں پر بکھیرا۔

"میں چاہوں تو اب اتنی نزدیکی پر ساری عمر تمہیں ساکن کر سکتا ہوں، کہ نہ تمہیں سکھ پانے دوں نہ خود کے جلتے جذبات کو سرد کروں کیونکہ تمہارے تمام جملہ حقوق میرے نام ہیں، تمہارے دل، جسم اور ذہن میرے قبضے

میں ہیں۔ تم ہوتی کون ہو مجھے خود سے دور رہنے کا حکم دینے والی؟ جہاں میں ہوں وہیں اب تم ہو، جس فضا میں سانس لوں گا تمہیں بھی اسی میں لینی ہے۔ سمجھی۔۔۔"

وہ اسے ستا کر اپنے خوبصورت سپائیل ہوتے لمحوں کا حسن واپسی چاہتی تھی تبھی تو دیان کو اکسا رہی تھی۔

"نہیں سمجھی، ایسا سب آپ کیوں کریں گے۔ کونسی مجبوری ہے آپکی؟"

پنار نے بنا انجام کی پرواہ کیے اکڑ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔

"کیونکہ بہت ٹوٹ کر محبت کرتا ہوں تم سے، لیکن تم سے دگنی شدید، مجھے کیوں ستا رہی ہو، کیا سیدھے سے نہیں کہہ سکتی کہ اظہار سننا چاہتی ہو"

اسکے نرم ہونٹوں کے گوشوں میں سانس بھرتا ہوا وہ جیسے ٹوٹے لہجے میں بولا، پنار اسکی آنکھوں کو تکتی زرا دور ہوئے مسرور سا مسکرائی۔

"مجھے لگا کہنے سے آپ عام سا اظہار نہ کر دیں، مجھے غصہ آجاتا۔ اب نہیں آئے گا، کیونکہ آپکا یہ شدت بھراری ایکشن بہت کلک کیا مجھے۔"

وہ اسکے افسردہ دل کی بہار لوٹانے میں بہت تیز تھی، خود قریب ہوئی اور اجازت سونپی کہ وہ اسے جتنی دیر، جیسا چاہے، جہاں تک چاہے گہرائی سے محسوس کرے، چرالے، تسخیر کرے، اور وہ بھی تو اس حلال ہوتی مدہوشی میں ڈوبتا، اسے بھی اپنی محبت کی برسات میں بھیگوتا گیا۔

"تم عام لڑکیوں جیسی نہیں ہو تبھی تو اس دل کو لگی، میرے جانب سے کیے میری محبت کے اظہار کو تم ہر لمحہ اپنے لیے خاص بناتی رہنا، تم میں ہنر ہے مجھے انگلیوں پر نچانے کا"

وہ اسکے نچلے لب کو انگلی کی پور سے چھوتا، اسکی آنکھوں میں وارفتگی سے جھانکا۔

"حد ہوتی ہے، میں ایسا کیوں کروں گی بھلا۔۔۔ہاں آپ کا دماغ درست کرنے کی بحیثیت بیوی اب یہ میری اولین ذمہ داری ہے"

اترا کر اپنی گھبراہٹ قدرے کم کیے وہ اندر کی جانب بڑھی تو دیان نے اسکی کلائی جکڑے روکا۔

"میں واقعی گھر سے باہر ہی رہوں؟"

دیان نے مسکینی کی حد کی، پنار کھل کر ہنستی کھکھلائی۔

"میری کچھ ذاتی حدود ہیں بس ان سے باہر رہیے گا، آجائیں۔۔۔اتنے مسکین نہ بنیں کہ پنار رحم کھاتے ہوئے ہر ڈیل خود ہی توڑ بیٹھے"

پنار نے بھرپور بدلہ چکاتے دیان کی اچک لی مسکراہٹ واپس اسکے خوبصورت ہونٹوں کو تھمائی مگر وہ تب گھبرائی جب دیان نے جھٹکے سے اسے اسکے ہیوی جوڑے کے بوجھ سمیت بازوؤں میں اٹھایا۔

"ہم دو کی ذات اب ایک ہے، حدود گئیں پانی بھرنے۔۔۔۔ڈیل کی ایسی کی تیسی۔ چل کر مجھے اچھی سی چائے بنا کر دو، سر میں درد کروا دیا تم نے اتھری بے لگام گھوڑی۔۔۔۔۔"

وہ اسکو لیے جیسے منہ بسورتے اندر بڑھا، وہ ہنس کر بازو فوری دیان کی گردن میں حائل کرتی حیا کے سبب ہنس پڑی۔

..________________________..

"شکر ہے سکون ملا"

بھاری کام داری لہنگے سے نجات پائے زینو، نائیٹ سوٹ ٹراوزر شرٹ پہنے ریشمی خوبصورت بال کھولے اپنے بیڈ روم میں انٹر ہوئی تو سنجیدہ ہونٹوں کے کنارے سامنے کا عافیت خیز منظر دیکھ کر مسکراہٹ میں ڈھلے۔

شوز سے پیر آزاد کیے موزوں سمیت بلیزر اتار کر صوفے پر رکھے اوزان دائیں تکیہ دبوچے بیڈ پر اوندھا لیٹے سوچکا تھا، زینو کی مسکراہٹ لمحے میں محبت بھرے خیال کا اثر بنی، وہ دنکو جس تکلیف سے گزرا، زینو کے لیے اسکا نیند لینا بہترین دوا محسوس ہوا۔

"بہت تھک گئے ہیں میرے ہنڈسم، تبھی تو چینج تک نہیں کیا"

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے وہ بیڈ کے پاس آئی اور نرمی سے اوزان کے پیروں سے باری باری موزے اتارے، اسکی ٹانگوں تلے دبا لحاف نکالے کھول کر اوزان پر کروایا اور پاس بیٹھے ہی جھک کر اسکے سر کو چومتی کندھے سے لب جوڑے خوشبو ان ہیل کیے واپس سیدھی ہوئی۔

تھکن اور سٹمک کے درد کے جھٹکے نے ایسا وار کیا کہ موصوف آتے ہی سو گئے۔

زینو کی توجہ اوزان سے ہٹی تو گردن پھیرے اپنے فون پر نظر گئی، چہرہ لمحوں میں گدگداتے اثر سے مسکایا۔

"پنار کی خیریت پوچھتی ہوں"

متبسم سی خود کلامی کیے وہ فون اٹھاتی اٹھی اور روم کی مین لائیٹ آف کیے دبے پیر کمرے سے نکلتی سیڑھیاں اترتی نیچے لاونج میں چلی آئی۔

دلہن بنی پنار صاحبہ کچن کاونٹر کے پاس رک کر چائے بنا رہی تھیں جب وہیں کاونٹر کی سطح پر رکھا فون زینو کے نام سے وائبریٹ کیا۔

"ہیلو نیولی برائیڈ، کیسی ہو؟ ابھی تک حواس سلامت ہیں تمہارے کیا جو پہلی ہی بیل پر فون اٹھالیا۔ مجھے دیان بھائی سے ایسی امید نہ تھی"

فون لگتے ہی زینو کی شوخ سرگوشی پنار کو بھی مسکرا اٹھنے پر مجبور کر گئی۔

"تم میری طرف ہو یا اپنے دیور کی طرف، آیا بڑا حواس اڑانے والا۔ نئی نویلی دلہن کو آتے ہی کچن میں گھسا دیا۔ چائے بنا رہی ہوں"

پنار نے دل جلے انداز میں شکائیت اور شکوہ ساتھ کیا جس پر زینو وہیں کاوچ پر ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھے کشن دبوچتی ہونق سی ہوئی۔

"ہک ہاہ! دیان بھائی ایسے نان رومنٹک لگتے تو نہ تھے۔ مطلب اتنی حسین بیوی سے پیار کرنے کے بجائے اسکو کام لگا دیا۔ بہت غلط ہے بھئی"

زینو نے مزید جلے دل کی راکھ اڑائی۔

پنار نے موصوف کی چائے کپ میں ڈالی۔

"تو اور، میں بھی پنار ہوں۔ ایسی ٹھنڈی چائے دوں گی کہ سارے ارمان برف ہو جائیں گے"

پنار کے خطرناک انتقامی ارادوں پر زینیش کی ہنسی بے قابو ہوئی۔

"ہاہاتم بھی تو کم ظالم نہیں، آج تو ان پر رحم کرو لڑکی۔ بائے داوے گھر کیسا ہے؟ تمہیں پسند آیا۔ اور پلیز آج اگر وہ تم سے پیار کا اظہار کریں نہ تو تم بھی کر دینا۔ بتا دینا کہ اس بندے کے لیے کتنی پاگل ہو"

زینش نے سہیلی ہونے کا بھرپور حق ادا کیا جبکہ پنار نے محبت کا وہ جان لیوا اظہار یاد کیا تو پھر سے جسم سے سرد لہر سی اٹھتی محسوس ہوئی، پورا جسم نادیدہ حدت کی لپیٹ میں محسوس ہوا۔

"ہاں بہت پیارا ہے، لیکن میں اظہار کر پاوں گی یا نہیں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی بیبے بچے، اف دلہن بننا بہت مشکل ہے"

پنار کے لہجے کی بے تابی اور خوف پر زینش کا دل مسرور سا ہوا، یہ سب اچھے اشارے تھے۔

"اہم اہم جب وہ تمہیں اپنے بس میں کر لیں گے تو تمہارے وجود کا اک اک حصہ ان کو انکا مطلوبہ اظہار خود دے گا۔ دلہن بننا مشکل سہی

خوبصورت بھی ہے، اللہ نے بہت سکون رکھا ہے اس رشتے میں جو تمہیں بھی جلد محسوس ہو گا۔ چلو اب میں مزید دیان بھائی کے حصے کا وقت نہیں لیتی، ساتھ رہو شب بخیر"

وہ جو آگے ہی خوفزدہ تھی، زینو کے ڈرانے پر مزید بے تاب ہوئی، جبکہ زینو نے رابطہ اچھے اچھے امید افزاء الفاظ کے سنگ توڑا مگر تب بھی پنار میں اتنی سکت نہ تھی کہ چائے کا کپ اٹھا کر کچن تک سے نکلتی۔

وہیں دوسری جانب میشی کو آرام کرنے کا کہے الماں خود باہر لان میں نکل آیا تھا۔

اسد کی کال پر تاکہ سن سکے جبکہ اس جانب سے اسد کے ہاں بیٹے کی پیدائش نے الماں کے تنے اعصاب بحال کیے۔

"بہت مبارک ہو اسد، اللہ نے تمہیں باپ بننے کا شرف بخشا۔ بہت خوشی ہوئی سن کر"

اسد کے چہرے کی خوشی، الماں کی مبارک پر بڑھی۔

"شکریہ یارم! خیر کل آخری چھٹی ہے لیکن قسم سے ایمن اور سعد کو چھوڑنے پر دل راضی نہیں۔ پتا نہیں کیوں اس بار عجیب سے محسوسات ہیں کیپٹن"

اسد کے لہجے کی تڑپ پر الماں کے دل کو عجیب سی گھٹن ہوئی تبھی تو گردن سی مسلی۔

"اچھا اچھا سوچو، اللہ نے تمہارے لیے جو بھی سوچا ہو گا وہ بہترین ہی ہو گا اسد۔ میں بھی کل واپس جا رہا ہوں، ولیمے کے بعد"

الماں کی بات اسد کو زیادہ حیران کر گئی اور دکھی بھی۔

"ہائے کیپٹن یار! آپ کا تو دکھ بڑا ہے۔ کون ولیمے کی دلہن کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ پر کوئی نہیں اپنے ملک کے لیے دی قربانی صلہ بھی ضرور دیتی ہے۔ میں آپکے لیے دعا گو ہوں"

اسد کے خلوص پر المان نے مسکرا کر تا حد نگاہ ڈھلتی رات کو دیکھتے سانس خارج کیا۔

"میں بھی، چلو تم اپنا وقت اپنے بیٹے کو دو، ان شاء اللہ پرسوں ملاقات ہوتی ہے کیمپ میں۔ اگین باپ بننے کی بہت مبارک"

المان نے مسکرا کر اس سے اجازت طلب کی جبکہ دل پر عجیب سے بوجھ نے اسے اندر جانے نہ دیا، تبھی جواد سیال اسے باہر دیکھتے خود ہی اسکے پاس چلے آئے، فضا میں بڑھتی خنکی نے ماحول پر اک سکوت طاری کر رکھا تھا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟ کوئی پریشانی ہے میرے شیر"

بابا کے عقب کی جانب سے آ کر گرد بازو حصار کر مخاطب کرنے پر وہ چونک کر پلٹا جو اسکے چہرے کے الجھے تاثرات دلچسپی سے پڑھنے میں مصروف تھے۔

"ممی میری کبھی بیسٹ فرینڈ ہوتی تھیں بابا لیکن اب وہ دشمن جیسا بیہو کر رہی ہیں، آپ خود بتائیں اس کنڈیشن میں جب میشی کو سب کا پیار چاہیے، وہ کیسے ممی کی جلی کٹی سن کر سہے گی۔ اسکا دل بہت نرم ہے، چھوٹی چھوٹی چیز فیل کرتی ہے۔ میں ملکی مخازوں پر کیسے پر سکون ہو کر لڑوں جب میرا دھیان اس گھریلو انتشار کے گرد لپٹا ہو گا"

الماں نے بہت دکھ کے سنگ اپنا مسئلہ جواد سیال کے سامنے رکھا جنکے چہرے پر یہ سب سن کر افسوس سا اترا، وہ اسکے گرد حائل بازو آزاد کرتے روبرو آئے۔

"وہ میری بھی بیوی کم محبوبہ زیادہ تھی، جب سے تمہارا نکاح ہوا ہے اس نے خود کو ایک یکسر الگ کڑوی کسیلی عائشہ میں ڈھال لیا ہے۔ لیکن میں اسے اپنی مزید من مانی کرنے نہیں دوں گا، مجھے اسکے اس رویے کے پیچھے کی وجہ جلد جاننی ہو گی اس سے پہلے کہ اسکی یہ خود ساختہ نفرت کسی بڑے نقصان کا

سبب بنے، رہی بات میشی کی تو اسکی فکر مت کرو۔ میں پوری کوشش کروں گا عائشہ کے دل کو نرم کرنے کی"

بابا کا تسلی دینا کارآمد نہ تھا کیونکہ المان کو اب ہرگز سکون نہیں آسکتا تھا۔

"جو کرنا ہے جلدی کریں بابا ورنہ انکے اس رویے کے سبب میں میشی کو لے کر کہیں چلا جاوں گا، پھر وہ میرا چہرہ تکنے کو بھی ترسیں گی"

المان نے ہر درجہ اپنے غصے کو دبایا مگر وہ بہت تکلیف میں تھا تبھی یہ سب کہہ کر جب دلبرداشتہ سا پلٹا تو پیچھے مڑتے ہی عائشہ سیال کو دیکھے خفیف سا بوکھلایا جنکی آنکھوں میں المان کی بات سن کر بے یقینی اور تکلیف کا غلبہ چھایا۔

"اس لڑکی کے لیے ماں کو چھوڑ دو گے؟"

عائشہ کسی بپھری موج کی طرح قریب آئے سخت آواز میں بولیں لیکن المان اس وقت ان سے بات تک نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی منہ پھیرا۔

"اگر ماں نے ماں بن کر نہ سوچا تو جی، میں میشی کے ذہنی سکون کے لیے ہر وہ سٹیپ اٹھاؤں گا جو ضروری ہے۔ شب بخیر"

بہت ادب سے وہ اپنی اصولی بات سمجھاتا بنا عائشہ کی سنی لمبے لمبے ڈگ بھرتا لان سے سیال حویلی کی اندرونی جانب بڑھا جبکہ عائشہ لپک کر جواد تک پہنچیں۔

"آپ نے دیکھا؟ کیسے اس کل کی آئی لڑکی کے لیے مجھے چھوڑنے کی بات کر کے گیا ہے"

عائشہ کے رندھے استفسار اور تڑپ پر اس وقت جواد کو بھی رحم نہ آیا۔

وہ یوں آنکھوں میں اجنبیت بھر لائے جیسے انھیں جانتے ہی نہ ہوں۔

"وہ کل کی آئی لڑکی اسکی بیوی اور اسکے بچے کی ماں بننے والی ہے، سمجھو اس حقیقت کو عائشہ سیال۔۔۔ اگر تم نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لیے تو تمہاری وجہ سے میں بھی اپنے بیٹے کی شکل اور اسکی خوشی دیکھنے سے محروم ہو

جاوں گا اور اگر ایسا ہوا عائشہ تو میں تمہیں مرتے دم تک معاف نہیں کروں گا یاد رکھنا"

بہت برداشت کرنے کے بعد جواد سیال بھی پھٹ پڑے جبکہ عائشہ پر کوئی اثر رکھے نہ رکھے، جواد سیال کا دور ہونا اور ناراض ہونا ضرور رکھتا تھا، وہ بھی وہاں سے واک آوٹ کر گئے اور عائشہ سیال کو لگا یہ پل پل گرتی رات مزید تاریک ہو کر رہ گئی ہے، انکا سانس سا سینے میں گھٹ کر رہ گیا، آنکھوں میں نمی چھلک آئی۔

..________________________..

"چائے بنا رہی تھی یا پائے، میں فریش ہو کر چینج بھی کر آیا اور تم اب آ رہی ہو"

روم میں جاتے پنار نے سر زرا سا اندر گھسایا مگر سامنے ہی واش روم سے آندھی بن کر فل بلیک میں باہر آتا دیان بری طرح اسکی اسقدر دیر سے آمد

پر بدمزہ ہوا، اس تک پہنچے بازو سے پکڑ کر پنار کو روم میں کھینچا جس کے سبب اسکے ہاتھ میں موجود کپ میں چائے تک چھلکی، یہ تو ٹھنڈی تھی ورنہ پنار کا ہاتھ جل جاتا۔

"میں تو اتنی ہی دیر لگا کر بناتی ہوں"

نہایت معصومیت کا مظاہرہ کیے تپاتے ہوئے کپ دیان کو تھمایا جس پر دیان نے خشمگیں نظر پنار پر ڈالے جب پہلا سیپ بھرا تو برا سا منہ بنائے پلٹ کر کپ سائیڈ میز پر پٹخا۔

"اتنی گندی چائے، یہ اتنا وقت تم نے اسے ٹھنڈا کرنے پر لگایا ہے کیا۔
یہاں آو تم"

فوری پلٹ کر وہ پنار کو دونوں بازووں سے پکڑے کھینچتا اس سے پہلے کچھ کہتا، پنار کے چہرے کو دیکھتے ہی ساری کوفت کہیں دور جا مفقود ہوئی جہاں درد دیتا تاثر دل کے ہر احساس کو اکھاڑ گیا۔

خود تو وہ آتے ہی چینج کر کے تازہ دم ہو کر ریلکس بھی ہو گیا مگر پنار پر ہوئے زیورات اور بھاری جوڑے کے تشدد نے اسکا دل مٹھی میں دبوچا۔

"ایکچولی ہماری طرف سب چائے ٹھنڈی پیتے ہیں، مجھے لگا آپ بھی۔۔۔۔۔"

پنار نے اسکو وضاحت دی مگر اسکی آواز تب حلق میں دھنسی جب دیان نے دونوں ہاتھوں سے اسے مزید پکڑ کر قریب کیے اسکا سر پر سیٹ بھاری دوپٹہ اتار کر بیڈ کی جانب پھینکا۔

وہ یہ سب اتنی اچانک کر گیا کہ پنار اعتراض تو دور مزاحمت تک نہ کر سکی۔

اب دوسرا دوپٹہ ہی اسکے شانے پر سیٹ تھا جسے کمربند کے ذریعے کمر کی اطراف ہولڈ کر رکھا تھا۔

"ک۔۔کیا کر رہے ہیں، م۔۔میں خود کر لوں گی دیان پلیز"

پنار نے پہلے دوپٹے کی خود سے اچانک دوری تو سہہ لی مگر جب دیان کے ہاتھ کا سلگتا لمس اسکو کمر پر محسوس ہوا تو وہ اسکے لمس سے گھبرا کر بدک کر دور ہٹی۔

"تم نے کرنا ہوتا تو کر چکی ہوتی، شرافت سے ٹک کر کھڑی ہو"

دیان کے لہجے کا استحقاق ایسا تھا کہ وہ سانس لینا تو دور حرکت تک کے قابل نہ رہی۔

"یہاں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے تو گھبرا کیوں رہی ہو؟"

اسکے کمر بند کی ہک کو کھولے دیان نے جب اس کے رعنائی رکھتے وجود سے دوسرا دوپٹہ بھی الگ کیا تب وہ اسکے پورے وجود پر دیان کے ٹچ کے سبب اترتی کپکپاہٹ واضح محسوس کر چکا تھا۔

"اب بس باقی میں خود کرلوں گی"

فوری اسکے اگلے شرٹ کی ڈوری کھولتے ارادے بھانپتے وہ یونہی قدم پیچھے لے جاتی دیوار سے لگی جس پر دیان نے لب بھینچ کر اڈتی مسکراہٹ دبائی۔

"کیا کرو گی؟ چینج۔۔۔ مگر یہاں تو تمہارے لیے پہننے کو اس سے بھی زیادہ ماڈرن کپڑے موجود ہیں"

دیان نے اسکا سوکھتا حلق مزید خشک کیا، پنار کی آنکھیں صدمے سے پھیلیں۔

"واٹ! میں آپکا سر توڑ دوں گی دیان۔۔۔۔ابھی جا کر مجھے کمفرٹیبل سا کچھ پہننے کو لا کر دیں، اور تب تک دیوار سے پیچھے بھی نہیں ہٹوں گی"

فوری کڑھے تیور لیے کمزور سی آواز میں وہ اسکے سینے پر ہتھیلوں کا دباو دینے لگی مگر دیان نے کچھ لمحے تو وہ مزاحمت سہی مگر جب برداشت نہ ہوئی تو اسکے دونوں ہاتھ ہتھیلوں میں جکڑ کر دیوار سے لگاتا اس قدر قریب آن حاوی ہوا کہ پنار نے چہرے ٹکرا نہ جائیں اس ڈر سے سانس بھی روک لی۔

"کمفرٹیبل تم صرف آج میرے ساتھ ہو سکتی ہو، اور وہ دعوی کرو پنار جس پر پورا بھی اتر سکو۔"

اسکے دونوں ہاتھوں کو ہلنے تک کی مہلت نہ دیے وہ اسکی ابھری رگوں کی جانب مائل کرتی گردن پر جھکا اور چند بے خود لمس بکھیر کر بڑی مہارت سے پنار کی مزاحمتی شدت میں اس سرور کے سنگ کمی لائی کیونکہ وہ ناراض شکوہ کناں نظریں دیان پر ڈالے مزاحمت ترک کر چکی تھی۔

"آپ چیٹر ہیں دیان، آپ نے رخصتی کی شرط ڈیل رکھی، مانی تھی۔ پلیز ایسے مت کریں میرے ساتھ"

وہ کمزور اور ڈبو تو تھی نہیں کہ رو پڑتی، لیکن اپنے کمزور پڑتے حواس کا بھرم رکھنا اسے ضروری لگا۔

"مجھ میں تمہیں لے کر صبر نہیں ہے سیدھی بات ہے اور اسے سیدھی طرح ہی سمجھ جاو، صرف تمہارے اظہار کرنے کی دیر ہے پنار میری جانب

سے ہر رعایت دم توڑ جائے گی۔ چلو کہو وہ سب جو میں سننا چاہتا ہوں، وقت برباد نہیں کرتے ہیں"

وہ کسی مدہوش شرابی جیسے گھمبیر لہجے میں بولتا اسکے رخسار کو چھوئے اوسان خطا کرنے کی ابتداء کرتا پنار کی دھڑکنیں جامد کر رہا تھا، انگلیوں میں انگلیاں پیوست کیے ہتھیلوں کو رگڑتا اسکی جان لبوں پر لا رہا تھا۔

"پلیز، آ۔۔ آپ نے کہا تھا تمہیں اپنی زندگی کی تکلیفیں بتاوں گا۔ ایک دم مجھ پر طاری مت ہوں دیان، میں ہوش میں، حواسوں میں رہ کر آپکا ہونا چاہتی ہوں"

وہ اسکی جنونیت کے آگے وہ سب کہہ بیٹھی جسکا سوچنا بھی محال تھا، دیان کی نظروں کی بدلتی حدت اب پنار کے گلابی رخسار، نیم وا ملائم لب چھوتی پنار کو گھبرانے پر مجبور کر گزری۔

"میں بھی"

دونوں ہاتھوں میں جکڑی انگلیاں آزاد کیے وہ آنکھیں موند کر اسے گلے لگائے خود میں جذب تو کر گیا مگر اسکے ہاتھ پنار کی کمر کے ہر خطے کو جس سرشاری سے چھو رہے تھے وہ پنار کی رگ و پے میں لطف و راحت سرائیت کر رہا تھا۔

"تو پھر تھوڑا دور ہو جائیں مجھ سے"

جب دیان کے ہاتھ کی پوریں گدگدانے لگیں تب وہ خفیف سا منمنائی۔

"آو یہاں"

پکڑ کر اسے دیوار سے الگ کیے وہ اسے ڈریسنگ کے سامنے لا کر روکتے جب اسکے عقب ہونے لگا تو وہ ڈر کر پلٹی۔

"پلیز"

پنار کا دل ڈوبا۔

"اگر تم نے مزید یہ پلیز کیا تو سالم نگل جاوں گا تمہیں، اب تم ہلو گی بھی نہیں"

اسے پکڑ کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑا کیے پہلے تمام تر زیورات، ماتھاپٹی سے آزاد کیا اور پھر اسکے عقب میں جا کر پنار کا میسی جوڑا کھول کر اسکے بال آزاد کیے مگر اس پیچ دیان کی نظر پنار کی کمر کی زیریں حصے کی جانب ابھرے سیاہ تل پر بھٹک گئی۔

بنا سوچے وہ جھک کر وہاں لب رکھ گیا جس پر پنار مچل کر دور ہوتی پھر پلٹی، سانس رکا، سینے میں دھڑکن مچلی۔

"اگر تم اب یوں دور ہوئی تو یہاں سے چلا جاوں گا پنار"

صاف صاف غصے سے جتایا جس پر وہ خود واپس قریب ہوئی اور دیان کے ہاتھ پکڑے اپنی کمر کے اطراف جماتے اپنی باہیں اس کے گلے میں ڈال لیں۔

"جانے تو نہیں دوں گی، کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا۔ دور ہونا چاہتی ہوں لیکن یہ نہیں کہ آپ دور کرتے ہی چلے جائیں۔ اتنی جلدی رخصتی امید نہیں کی تھی، میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اتنے کم وقت میں ڈھنگ سے کچھ سوچ نہیں پائی۔ آپکو دیکھ کر ہی دل کی رفتار بڑھ جاتی ہے، آپکو سوچ کر جسم و جان میں سکھ کی لہر اترنے لگتی ہے۔ آپکا سایہ بھی مجھ پر پڑے، اسے بھی کسی اور پر برداشت نہیں کر سکتی"

اک اک لفظ سے وہ دیان کو شانت کرتی گئی جب کے وہ اسے ہر حرف کے ساتھ قریب کرتا اپنی سانسوں کی راہ میں لے آیا جسکے بعد نہ پنار نے خود کو روکا نہ دیان آریز نے جسکی زندگی میں وہ رنگ بن کر گھل آئی تھی اب وہ اسے زائقوں میں ڈھال لینے کا خواہشمند تھا۔

انکے بھاری سانس کمرے میں کسی مدہوش کن ساز کی طرح بجے، فسوں خیز لمس کی حرارت نے دونوں کو پل پل اک دوسرے میں گم کیا۔

"ہوش وحواس میں رہ کر ہی میرے قریب آنا، اچھی لگو گی"

وہ اسکی مہکتی سانسوں میں سانس بھرتا بہت سی ساعتیں نشاط کے اثر سے گلنار کیے دور ہوا، اسکی جبین چومتے ہونٹوں کو صبر تھمانے کو اک نیا سکون نصیب کیا۔

" آپکو اچھی لگوں یہی تو چاہتی ہوں۔ لیکن آپ مکر اب بھی نہیں سکیں گے دیان۔ مجھے آپکو سننا ہے، اسکے بعد آپکی ہر خواہش میری خواہش ہو گی"

وہ چاہتی تھی اسکے دل کا غبار دور کرے جو وہ چھ سال سے کسی سے بانٹ نہ سکا تھا۔

"اسکے بعد تم مکر گئی تو؟ اس بکھرے شخص کو سمیٹنے سے انکار کر دیا تو؟"

دیان نے اسکے بالائی لب کو انگوٹھے سے سہلاتے ساتھ ہی اسکی آنکھیں ٹٹولیں۔

"آپ مجھے میرا یہ بہکنا یاد دلا کر کمزور کر دیجئے گا"

اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے ہٹائے اس نے دیان کی توجہ خود پر مرکوز کی جو پرکشش خدوخال کھینچتے جا رہے تھے۔

"سچ میں، اور اگر مجھ سے تمہیں کمزور پڑتا دیکھا نہ جا سکا؟"

وہ اسکے ہاتھ کو جکڑے ہنوز سوال دہرا رہا تھا۔

"اٹس اوکے، آپ میرے قریب آکر مجھے قوت دیتے ہیں۔ کمزور پڑ بھی گئی تو ایسا لگے گا نہیں دیان آریز"

اس بار وہ اسکے نچلے ہونٹ سے زرا فاصلے پر بکھرا رنگ انگلی سے سمیٹ گئی جو پنار کے ہونٹوں سے اس وجیہہ چہرے پر جا بکھرا تھا، اس سے پہلے وہ اسکی ہر آتی جاتی سانس روکتا، پنار نے نرمی سے اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی جمائی۔

"چینج کرنا ہے، مجھے تکلیف ہو رہی ہے اب۔۔ کندھے دکھ رہے ہیں۔ سچی بتائیں کیا واقعی کچھ کمفرٹیبل نہیں ہے پہننے کو؟"

پنار کے نڈھال چہرے کو تکتا وہ اپنی خواہش دباتا سنجیدگی سے دور ہوتے وارڈب کی طرف بڑھا۔

"سب ہے"

ہینگ ہوا پنار کے سائز کا سلک نائیٹ سوٹ نکالے وہ اسکو تھماتا ہوا سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا اور کپ اٹھائے اک والہانہ محبت پاش نگاہ پنار پر سر تا پیر ڈالے کمرے سے باہر نکل گیا جس پر وہ بھی شرمگیں مسکراہٹ ہونٹوں میں دباتی چینج کرنے بڑھ گئی۔

..________________________..

زینو نے عشاء کی نماز ادا کی پھر وہ واپس آ کر وہیں کاوچ پر آ کر بیٹھے ٹی وی دیکھنے لگی۔

"کچھ چاہیے زینو بی بی؟ کھانا وغیرہ یا میں سو جاوں؟"

سعدیہ نے آکر اسکے لیے پاپ کارن کا باول رکھا اور فکر مندی سے بولی۔

"نہیں سعدیہ آپا میں تو فل ہوں، آپ جا کر سو جائیں بے فکر ہو کر"

سعدیہ کی آنکھوں میں ٹپکتی نیند پر زینو نے فوری انکو اجازت دی جس پر وہ مسکراتی ہوئی اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔

زینیش نے تمام چینل سرچ کیے، کچھ خاص مزے کا کسی چینل پر نہ پائے کارٹون ہی لگا لیے۔

اوزان کی نیند جیسے اس پر طاری ہوئی ویسے ہی جب ٹوٹی تو کمرے میں زینیش کو نہ پائے وہ بھی اٹھ کر نیچے آیا۔

"پلین تو زبردست ہے، ابھی زرا نیند میں ہوں میں تجھ سے فجر کے وقت تفصیلی بات کرتا ہوں"

حسیب نے اسے اپنے پلین کے بارے بتایا جس پر اوزان کا مثبت رد عمل حسیب کو بھی طمانیت بخش گیا، بہار اور اماں دونوں سو چکی تھیں تبھی وہ خود بھی ذرا ریلکس ہوئے جیم آیا تھا، اور آیا بھی رات کو تاکہ بہار اور اماں منع نہ کر سکیں۔

"ٹھیک ہے بتا دیں مجھے پھر، فیروز کا فیصلہ ہونے سے پہلے میں چاہتا ہوں یہ کیڑے مسل دیے جائیں۔ بہرام، نواز اور تنویر۔ پھر ہمارا مقابلہ صرف اصل منحوس یعنی تیرے دادا سے ہو گا تو یہ پتنگے تنگ نہ کر سکیں گے"

حسیب نے لہجے میں امڈتی ناگواریت بھرپور دبائی مگر اوزان کو ابھی بھی سب اتنے سیدھے سے سمٹتا دیکھائی نہ دے رہا تھا۔

"چل ٹھیک ہے صبح بتاتا ہوں تجھے کنفرم"

اوزان نے غیر واضح جواب دیا جس پر حسیب نے بھی اجازت لیتے کال آف کی، لاونج کی جانب زینو کو کارٹون دیکھ کر مسکراتا پائے اوزان کے نیند میں ڈوبے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی۔

ناصرف وہ پاس آیا بلکہ ساتھ بیٹھے ہی اپنا سر زینو کی گود میں رکھے اسکا ایک ہاتھ جس میں پاپ کورن تھا پکڑ کر اپنے سینے سے لگائے آنکھیں موند گیا۔

فوری مسکرا کر باول سائیڈ پر رکھے زینو نے اسی ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پکڑا پاپ کارن لے کر کر منہ میں ڈالا۔

"مجھے لگا اب آپ صبح ہی جاگیں گے، طبعیت ٹھیک ہے اب آپکی؟"

نرمی سے اسکے الجھے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیرے زینو نے جھک کر اسکی صبیح پیشانی سے ملائم لب سہلاتے پوچھا۔

"تم پاس کیوں نہیں لیٹی آکر؟ تبھی بے آرام ہو کر جاگ گیا۔ طبعیت تمہاری مسیحائی کے بعد بھی بگھڑی رہتی تو یہ درد کی توھین تھی زینو"

نیند و خمار کے غلبے نے اوزان کی آواز کو مزید خوبصورت بنایا جو زینیش کے دل میں ساز بکھیر گیا۔

"مجھے لگا اگر پاس لیٹی تو آپ نیند کو چھوڑ کر زینیش کی موجودگی نہ سراہنے لگیں، آپ کا پتا تھوڑی چلتا ہے"

زینیش کے مفہوم کو سمجھنے کی دیر تھی کہ اوزان کے سنجیدہ ہونٹوں کے کنارے مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"جیسے نعمت کا شکر کیا جاتا ہے، ویسے خوبصورتی کو سراہنا بھی ایک فطری عمل ہے"

وہ اسکے خاص وجود کا حصہ کہلاتی پراسرار، حواسوں پر چھا جانے والی امجاد کی خوشبو کو اپنے گرد محصور ہوتا محسوس کرتی اوزان کی آنکھوں و چہرے کی دلکشی دیکھنے میں اک سرور کے سنگ مبتلا تھی۔

"چلیں پھر بتائیں خان بابا نے کیا کہا، وہ میرے اور آپکے رشتے کے لیے کیوں خوفزدہ تھے؟"

ناچاہتے ہوئے بھی زینیش اپنے اس سوال کو مزید دل میں نہ دبا سکی۔

"چھوڑو نہ پھر کبھی بتاوں گا"

اسکا سینے سے جوڑا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی چومتا ٹالنے کے موڈ میں تھا۔

"اوزان پلیز بتا دیں، میں سب سن سکتی ہوں۔ سب سہہ سکتی ہوں۔ ایسا کیا ہوا ہے جو آپکو اندر ہی اندر کھا رہا ہے۔ میں آپکے مزاج کی ایسی تاریکی نہیں سہہ سکتی فقط، میں آپکی دوست ہوں، تو پھر کیوں ٹال رہے ہیں"

زینو کا اصرار اسکی موجودگی کی مانند قوی تھا۔

"میں نہیں چاہتا تم کسی تکلیف کا شکار ہو جاو، کچھ چیزیں نہ جاننا ہی بہتر ہوتا ہے"

وہ اسکے انکار ہر خفیف سا بگھڑی۔

"آپ اتنے ضدی کیوں ہیں اوزان"

وہ جھنجھلا اٹھی۔

"میں نے جو زندگی جی ہے وہ عام اور سادہ نہیں تھی، ضدی پن بہت سی خواہشوں کے دبنے اور مجروع ہونے کے سبب مجھ میں پیدا ہوا۔ میں نے ایک طرح ربورٹک دن رات گزارے، ہاں ان بتیس سالوں میں میری زندگی کہ بس وہ دو سال آسان تھے مجھ پر جو میں نے النور میں نور کے سفر کو طے کرتے گزارے"

وہ کہیں کھو چکا تھا جبکہ یہ حوالہ زینو کی ساری خفگی کو اک طرف ضرور کر گیا۔

"النور! کیا یہ کوئی اکیڈمی تھی۔ کوئی ادراہ۔ اور آپ دو سال وہاں کیوں رہے۔ نور کا کونسا سفر طے کیا؟"

زینو کے سوالوں کو سن کر اوزان نے ہوش میں آتے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا، وہ دم سادھے اپنے جوابات کی منتظر تھی۔

"رہنے دو پھر کبھی"

وہ بھاگ نکلنے لگا، اور اٹھ کر بیٹھنے بھی لگا مگر زینو نے اسکی یہ کوشش ناکام کی اور پکڑ کر واپس اسکا سر اپنی بینڈ ہوئی ٹانگوں پر ٹکایا۔۔

"ہر گز نہیں، اب آپ نے ایسا کیا تو ناراض ہو جاوں گی"

قطعیت کے سنگ وارننگ دی گئی۔

"تم بھی کم ضدی نہیں ہو زینو، دو سال میں مسجد النور اور مدرسے کا طالب علم رہا۔ قرآن پاک کا ترجمہ، تفسیر اور خفظ کے لیے"

اوزان نے آخر کار بتا دیا جبکہ کچھ لمحے تو زینو کچھ بول ہی نہ سکی۔

"کیا؟ اتنا سب آپ نے صرف دو سال میں کیا۔ کیا آپ حافظ قرآن ہیں اوزان؟"

زینو کا استفسار حیرت اور الوہی سی خوشی سے لبریز تھا۔

"ہاں، خوش قسمتی سے"

مسکرا کر ہاتھ بڑھائے اسکی گال چھوتا وہ اسے زندگی کا یہ خوبصورت یقین دلا رہا تھا جو یکدم مسکرائی۔

"ماشاءاللہ، مطلب میری شادی حافظ قرآن سے ہوئی ہے۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔ میں بہت لکی ہوں کہ اللہ نے آپکو میرے لیے چنا اوزان۔ اسقدر خوشی ہو رہی ہے کہ میں کبھی بیان نہ کر سکوں گی"

زینو کی یہ بتاتے آواز بھی کپکپائی اور آنکھیں بھی نم ہوئیں۔

"بابا خود بھی حافظ قرآن تھے اور انکی خواہش تھی میں بھی ایسا کروں، وہ میری زندگی کا سب سے پہلا بہترین فیصلہ تھا۔ دوسرا تم کو اپنانے کا تھا"

اوزان دایب کے ہونٹوں سے نکلتا اب ہر لفظ زینو کے لیے مزید مقدس ہو گیا، وہ اسکے آخری جملے کی بازگشت اپنے اندر تک اترتی محسوس کرتی مسکائی۔

"کیا وہ بہت نیک تھے اوزان؟ پ۔۔ پھر ممی کے ساتھ کیوں کیا ایسا۔۔۔ مجھے یقین نہیں آرہا اللہ کے نزدیک بسنے والا انسان کیسے اتنا بے بس ہو سکتا ہے۔۔۔ کیا یہ بھی انکی آزمائش تھی؟"

وہ یکدم اداس ہوئی۔

"ہاں آزمائش تھی جس میں وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ خیر یہ فیصلہ بھی شاید قدرت ہی کرتی ہے زینو کہ کسے آزمائش میں جیت دینی ہے اور کسے ہار"

وہ اٹھ کر بیٹھا تو زینیش نے کشن ایک طرف رکھے اسکی طرف سر کے اسکی بازو تھامے ساتھ جا لگتے آنکھیں موندیں۔

"ہمم۔۔ایک بات کہوں آپ سے۔ آپکے بابا کی ریکارڈنگ سننے کے بعد مجھے یقین نہیں آرہا کہ انہوں نے خودکشی کی ہو گی۔ تو کیا آپ اس بارے میں تحقیق نہیں کریں گے؟ مطلب پتا نہیں مجھے ایسا لگا جو شخص اتنی تکلیف کے بعد بھی زندہ تھا وہ خود کو مار سکا ہو گا۔ خود کو مارنا آسان تو نہیں ہوتا اوزان، جو شخص پہلے ہی تکلیف سے مر چکا ہو اسکے تو ناممکن ہوتا ہے"

زینو کی نم سرگوشیوں پر اوزان نے گردن گما کر حیرت سے زینو کو دیکھا، کیا وہ اسکی طرح سوچنے کی ماہر ہے؟ لمحہ لگا تھا اوزان کو ششدر ہونے میں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کون مار سکتا ہے پھر انکو؟"

اوزان کا دل چاہا وہ زینو کی سوچ جانے، تا کہ اسے یعقوب حیدر کے بارے بتانا آسان ہو۔

"شاید میرے بابا"

یہ کہتے ہوئے زینو کی آنکھوں میں دنیا جہاں کا درد سمٹا تبھی اوزان نے پکڑ کر اسے اپنے سینے سے لگائے گرد بازو حائل کی۔

"ایسا ہی ہے نہ؟ یہی وہ بات ہے جو خان بابا کو آدھا کر گئی۔ اور یہی وہ نقطہ ہے جو میرے اور آپکے بیچ انتشار لا سکتا ہے ورنہ اس کے علاوہ تو دنیا کی کسی چیز میں ہم دو کو دور کرنے کی قوت نہیں اوزان"

زینو کا اندازہ تک اوزان کے دل کا ہر احساس اکھاڑ گیا۔

وہ اسے اس وقت جواب دینا نہ چاہتا تھا کہ دل بہت بھاری تھا، سینے میں جلن اور حلق میں اس دردناک حوالے کے سبب کانٹے اگ آئے تھے۔

"پلیز ابھی کچھ مت پوچھو زینو، اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتا"

وہ اسکو خود سے الگ کیے اوزان کے کمزور لہجے سے جواب پا چکی تھی تبھی تو دل کٹ کر رہ گیا۔

"سننا بھی نہیں چاہتے کیا مجھے؟ میں سنانا چاہتی ہوں۔ دل کی ہر تکلیف جسکو آپ ہی سکون میں بدل سکتے ہیں"

وہ آنکھوں میں نمی بھرے اتنا مدھم بولی کہ اوزان کو بڑی دقت سے سنائی دے سکا۔

"نو"

اوزان نے جان بوجھ کر ستایا جس پر وہ روہانسی ہوئی۔

"بہت برے ہیں آپ"

لمحہ لگاتے وہ رو پڑی۔

"یہ برا آدمی تمہیں سنے گا تو پھر آزمانے پر بھی اتر سکتا ہے"

چہرے پر جھکتا زینو کی بھیگی پلکیں دھیرے سے چومتا وہ اسکے رونے کو خوبصورتی بخش گیا۔

"آزمائے جانے سے نہیں ڈرتی"

زینو نے آنسو رگڑتے بھرپور ہمت یکجا کیے یقین دلایا۔

"تو پھر دیکھ لیتا ہوں"

پاس سے اٹھے زینو کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کرتے اپنی طرف کھینچتے اوزان کے لہجے میں سرور اترا، گھمبیر بوجھل لہجہ، جذبات، حواسوں پر حاوی ہونے لگے۔

"کیا دیکھیں گے ہاں؟"

آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بپھری، اس سر پھرے کے آگے ضد کرنے کا شدت سے دل چاہ رہا تھا۔

"یہی کہ تم اوزان دائب کے آزمائے جانے کے بعد دوسرا سانس کتنی دیر بعد لے سکو گی"

حواسوں پر وہ اپنی آنکھوں کے مرکز کے سنگ ہی گرفت جما چکا تھا جو ملائم ہونٹ تھے باقی کی کسر سانس سانس خود میں جذب کی جاتی خوشبو کی ابتدا نے پوری کی لیکن آج تو یہ صرف ابھی آغاز تھا، اور وہ آج جتنی بھی اوزان دایب کی قربت میں ریت سا بکھرتی اسکی خوشبو اوزان دایب نامی حصار میں ہی سمٹ کر رہنے والی تھی جسے وہ خود تک بکھیرنے کے بعد سمیٹنے کا بھی ماہر تھا۔

..______________________________..

"مجھے لگتا ہے دو لوگوں میں اگر محبت ہو یہ اچھی زندگی ساتھ گزارنے کے لیے کافی نہیں ہے، محبت کے ساتھ ذہنی اور قلبی لگاو ہونا ضروری ہے"

وہ بنا تکیے کے دونوں بیڈ پر ترچھے لیٹے تھے، پنار نے گردن گما کر بولتے دیان کو دیکھا تو یہ جملے حقیقت کے قریب محسوس ہوئے۔

"تو کیا آپکی ممی بابا میں ایسا نہیں تھا"

پنار نے محسوس کیا جیسے کسی دکھ میں مبتلا ہے تبھی پوچھ بیٹھی۔

"محبت بہت تھی، لیکن جس تکلیف سے وہ گزرے، ذہنی اور قلبی لگاو ختم ہوتا گیا۔ ممی اپنے بھائی کی لاڈلی تھیں، ماں باپ بچپن میں گزر گئے اور بھائی نے ہر خواہش پوری کی، یہاں تک کہ پڑھائی، زندگی کا ہر فیصلہ، پروفیشن تک چننے کی آزادی دی۔ خان جمال بہادر نے جب ممی کو اتنی محبت اور آزادی دی تو وہ بدلے میں بھی فرمابرداری چاہتے تھے پر ممی سے نہ ہو سکا، آریز انصاری کے معاملے میں وہ بغاوت پر اتر آئیں۔ بہت دکھ دیا ماموں کو، اور دوسری طرف بابا بھی اپنے بابا سے یعنی فیروز شمشیر انصاری سے بغاوت کر کے فائزہ کو پانے کے جتن کر رہے تھے، دادا نے بابا کو اپنی جائیداد تک

سے عاق کر دیا۔ ممی بابا نے کسی کی پرواہ نہ کرتے خود غرضی دیکھائی اور اپنی زندگی کا راستہ فیملی سے جدا کر لیا"

دیان نے سب بتانے کے بعد لمحہ بھر رک کر پنار کو تاسف سے چہرہ گمائے دیکھا جو پوری توجہ سے اسے سن رہی تھی۔

"پھر؟"

پنار نے اسکی خود پر توجہ محسوس کرتے مزید پوچھا۔

"ایسی خود غرضیاں انسان کو ساری زندگی کانٹوں پر گھسیٹتی ہیں پنار، محبت ایسے پائی جائے تو یقین کر وہ چند دنوں تک مر جاتی ہے۔ اسے سانس نہیں ملتی، بابا کے دل میں اپنے خاندان، حسب نسب سے دستبرداری کا ناسور وجود میں آیا تو ممی کو اپنے بھائی سے کی نافرمانی جیتے جی مارنے لگی۔ اور یہی پچھتاوے ان دو کی محبت پر گرد ڈالتے گئے، ذہنی اور دلی لگاو مرتا گیا، اور اسکی قیمت دیان آریز نے چکائی"

وہ پھر سے رکا، غم سے بوجھل ہوتی آواز کو بحال کرنے کی کوشش کی، پنار نے اسکی بازو پر زرا اٹھتے سر رکھا اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی اپنے دل سے جوڑے اسے پیار سے دیکھنے لگی۔

دونوں کی آنکھیں جب جب ملتیں، چار سو اک میٹھا سا سحر حاوی ہونے لگتا۔

"مجھے ممی بابا میں ہمیشہ تناو محسوس ہوا، لیکن وہ میرے لیے ہر پچھتاوے سے کچھ دیر نکلنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے، ہاں کبھی کامیاب نہ ہوئے یہ الگ بات ہے۔ میں عام بچوں سے زیادہ حساس تھا، میرے ذہن میں محبت کی تصویر بہت پھیکی اور بے رنگ بنی، جسکی وجہ میری ممی بابا کا یوں فیملی کے اگینسٹ جا کر شادی کرنا، مجھے فیملی سے محروم کرنا، نہ ددھیال کی محبت پا سکا نہ ننھیال کی، محبتیں کتنی قسم کی ہوتی ہیں؟ رشتے اور انکا احساس کیا ہے مجھے علم ہی نہ ہوا، جس محبت کے ہاتھوں ان دو نے یہ قدم اٹھایا وہ بھی چند دنوں بعد مر گئی۔ میں جب عقل و شعور کے در عبور کرتا بڑا ہوا تو میرے مزاج میں کھردرا اور سمٹا پن میرا حصہ بنا، میں نے خود کو محبت جیسی موذی شے

سے اس لمحہ بھی بچایا جس عمر میں ایک نوجوان کا سارا دھیان عشق معشوقی اور مخالف جنس کی جانب راغب ہوتا ہے کیونکہ مجھے محبت، پیار، اور لڑکی کے چکر میں سرے سے پڑنا ہی نہ تھا"

دیان آریز ایک بار پھر خاموش ہوا، وہ لڑکی پل پل قریب آکر بولنے کی حسین چھین رہی تھی، اسکی موجودگی سے دھیان سرکانا دیان کے لیے مشکل ہوا۔

"پھر میرے چکر میں کیسے پھنسے؟"

وہ جانتی تھی دیان آریز کی خواہش، تبھی تو اس پر حاوی ہو کر اٹھے ان سیاہ آنکھوں میں جھانکی جن کی گہرائی پنار کو خود میں لے کر فنا کر سکتی تھی۔

"ممی بابا کی ڈیتھ کے بعد میرے اندر رہی سہی زندگی بھی ختم ہوگئی، پہلے صرف خود کو تکلیف دیتا تھا۔ ان دو کے جانے کے بعد میں اپنے آپ سے جڑتے ہر فرد کو نگلنے لگا۔ اپنی چپ سے، اپنی نفرت سے۔ بابا کی وصیت تھی

کہ انکی موت کے بعد میں اپنے خاندان سے واپس جڑ جاوں۔ مجھے کرنا پڑا، کیونکہ میں اکیلا رہتا تو مر جاتا، اوزان لالہ خود مجھے واپس لے آئے، وہ انصاری حویلی کا ہمیشہ سے سائبان تھے۔ حالانکہ میری طرح وہ بھی اپنے بابا کو کھو چکے تھے۔ مجھے لگا میں جلد ان لوگوں سے اکتا جاوں گا مگر ایسا نہیں ہوا، ایزل مریم کی صورت مجھے ایک نیو ورژن میں فائزہ اور آریز ملے، وہ کمپلیٹ پیکج لیڈی میری بڑی امی بن گئیں، اور میشی جس نے مجھے ہنسنا سکھایا، بہن، دوست یہاں تک کہ لڑاکا پارٹنر بن کر اس نے مجھے ہر خوبصورت رشتے سے ملوایا جس سے دیان آریز محروم تھا۔ اوزان لالہ مجھے میرے پیشن کو لے کر ہمت دیتے، بابا کے ہوسپٹل کو سنبھالوں یہ نصیحت کی اور مجھے پچھلے چھ سالوں میں ایک بار بھی گرنے نہیں دیا۔ لیکن اس سب کے ساتھ میں تمہاری صورت ایسے رشتے سے متعارف ہوا جو محبت سے نہیں، شروع ہی ذہنی اور دلی لگاو سے ہوا۔ بس ایسے میں تمہارے چکر میں پھنس گیا"

وہ سمجھ رہی تھی وہ اسکا سوال ٹال گیا ہے، دلکش اختتام پر مسکرادی، نم آنکھوں کے سنگ۔

"دو سال لگے مجھے ممی بابا کی آپسی محبت کے تابناک محور سے نکلنے میں، دل تمہارے لیے ہمکتا مجھے ممی بابا یاد آتے۔ مجھے لگتا تھا اگر تم سے اظہار کیا تو تم چھن جاؤ گی۔ اور یہی چیز میرے اندر تمہیں کھونے کا ڈر پیدا کر گئی۔ بہت مشکل سے میں اپنے فیصلوں سے بغاوت کرتے ہوئے محبت کرنے پر آمادہ ہوا، اگر تم چھن جاتی تو آخری سانس تک کبھی اس جذبے پر دوبارہ اعتبار نہ کر پاتا۔ دو سال سے تم میری نظر میں تھی، میرے دل میں تھی۔ مجھے زندگی سے محبت پر اکسا رہی تھی، میرا وہ گھر بن رہی تھی جہاں میں زندگی بھر کی تھکن اتارنے کو چند لمحے آرام کرتا"

دیان آریز کا اعتراف واقعی عام نہ تھا تو سننے والی کیونکر عام ساری ایکشن دیتی، وہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ اسکا بہترین انتخاب ہے تبھی تو خود قریب ہوئی، دیان آریز کا دھیان اسکے پیش رفت کرتے پر کشش خدوخال نے

بھڑکایا تو اسکے کمر پر بکھرے بال سمیٹتا وہ اسے خود میں جذب کرتا اسکے لب و رخسار کے نشے میں مدہوش ہوا۔

جسکی شروعات ہی اسکو پلٹا کر میٹرس سے لگاتے اس پر زرا حاوی ہوتے گردن کو لبوں سے سیراب کرنے سے ہوئی۔

"آپ کو اس روز اظہار کرنے سے اسی وجہ سے روکا تھا، کیونکہ آپ نے مجھے اب خود کے سوا کسی قابل نہیں چھوڑا دیان آریز۔ دو سال سے میری محبت بھی ہر لمحہ بڑھی کیونکہ آپکی زبان باغی سہی آپکی یہ آنکھیں روز محبت سے دیکھ کر خوش فہم کرتی تھیں کہ آپ میرے لیے ہی سانس لیتے ہیں، میرے لیے ہی مسکراتے ہیں۔ صرف میرے ہیں۔ میں ثابت کروں گی کہ آپکا وہی گھر ہوں جہاں آپ آرام و سکون پاسکتے ہیں"

دیان نے اسکے ہلتے ہونٹوں سے نکلتے لفظ مسکرا کر سنے،؛وارفتگی سے اسکا دل موہ لیتا روپ تکتے وہ اسکی آخری سانس تک خود میں گھول لینے کی شدت کے سنگ جھکا مگر پھر پنار کے کچھ کہنے نے اسکے جذبات میں ٹھہراو لایا۔

"مجھے ہمارے بیچ اب کوئی ڈیل نہیں چاہیے"

وہ ایسی بہکی جس پر دیان سے مسکراہٹ دبانا مشکل ہوا۔

"بڑی جلدی پگھل گئی ہو"

دیان کی نظروں کی شریر حدت سے پنار کے چہرے کا رنگ اناری ہوا۔

"کیونکہ پتھر بنی آج بچوں گی نہیں، جس شخص نے میرے لیے زندگی کا رخ بدلا ہے میں اسکے لیے خود کو بدل دوں وہ بھی ناکافی ہے"

دھیمے جذبوں سے چور لہجے میں وہ خود سپردگی کا اشارہ دے کر دیان کو ابھی سے راحت سے بھر گئی پھر وہ اسے تسخیر کرتے ہی سنور سکتا ہے یہ طے ہو چکا تھا۔

اس لڑکی کی آنکھوں میں پہلے ہی حیا کی لالی بکھری تھی، دیان آریز جب سانسوں کو مہکانے قریب آیا تو چہرے پر بھی الوہی مسکراہٹ سجی جسکی مٹھاس دیان آریز کے اندر گھل کر ساری کڑواہٹ کو نگل گئی۔

وہ اسکے احساسات کی گہرائیوں میں اترنے کا حق پا چکا تھا اور ان کے بیچ کی محبت اس حق کو اور شدید کرنے والی تھی۔

قطرہ قطرہ بھیگی رات محبت بھری عملی گستاخیوں، فسوں اور سحر سے لبریز ہوئے آسمان کی دبیز سیاہ چادر کو چاق کرنے لگی تو سحر کی ٹھنڈی دھیمی روشنی دھیرے دھیرے عالم جہاں کو گدگدا کر بیدار کرنے لگی۔

بے خود ہوئے وہ پنار کا کاملیت بھرا روپ آنکھوں کے راستے دل میں اتارتا اسکے جسم سے اٹھتی خوشبو میں مست تھا جیسے دنیا کا سب سے لذیز نشہ کیے ابھی اسکی سرشاری سے زرا دیر نکلا ہو۔

پنار کی ہتھیلی اسکے کسرتی چوڑے برہنہ سینے سے جڑ کر حدت ونشاط کا ایسا گہرا احساس دے گئی کہ وہ فورا آنکھیں کھول بیٹھی۔

گلابی سا نیند کا خمار اب تک پنار کی آنکھوں میں موجود تھا، دیان نے ہوش تھامتے اسکی کمر جکڑ کر اسے اپنے سینے سے بھینچ کر کمفرٹر میں چھپایا جس پر پنار کے ہونٹوں پر نشیلی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"دل نہیں بھرا کیا؟"

پنار نے اسکے پر حدت سینے سے چہرہ جوڑے مخمور سرگوشی کی، دیان نے ہاتھ بڑھا کر اسکے کان پر سے ریشمی مہک دار زلفوں کا جال آہستگی سے ہٹاتے کان کے پیچھے گردن کی جانب اپنے دی گلابی مہر پر شدت سے لب رکھے، پنار

نے فوری چہرہ اسکی گردن میں چھپائے اپنے پورے وجود میں اٹھتی نشاط انگیز لہر کو ضبط کیا۔

"ایسے آرام و سکون سے دل بھرتا نہیں مزید تڑپ اٹھتا ہے، ہمیشہ میرے یونہی پاس رہ سکتی ہو کیا؟"

وہ اب بھی اس کی خوشبو میں گم بھاری مگر دلکش لہجے میں اسکے ملائم کندھے کو چومتا بولا، آنکھوں میں خمار کی سرخی اب بھی آویزاں تھی۔

"اب آپکے پاس ہی رہوں گی لیکن ابھی کے لیے بہت ہو گیا نہ، اب مجھے اس خمار سے نکلنے دیں۔ ہمیں واپس قصور بھی جانا ہے آج، یاد ہے؟"

پنار نے اسے ہوش دلاتے یاد کرایا مگر ہوش آج دیان آریز کے آس پاس بھی نہ رہا تھا۔

"مجھے صرف تم یاد ہو، ابھی مجھ سے دور مت جانا، اتنی جلدی اپنا خمار اترنے نہیں دے سکتا"

وہ اسکو مزید خود میں بھینچ لیتا فرار کی ساری راہیں مسدود کر گیا تبھی پنار نے بھی مزاحمت ترک کرتے اسکے گرد بازو حائل کرلی۔

"آپ بہت ہاٹ ہیں، آگ لگ گئی تو فائیر برگیڈ کو نہ بلانا پڑ جائے۔ احتیاط علاج سے بہتر ہے دیان آریز۔ ویسے مجھے نہیں تھا پتا آپ نے خود کو اتنا گروم اور ڈیشنگ کر رکھا ہے، آپکا یہ باڈی سٹریکچر میرے لیے ہماری گولڈن ویڈنگ نائیٹ سے زیادہ بڑا اشاکنگ سرپرائز تھا"

پنار کی پرحیا باتوں کو سن کر وہ دھیما سا پرسرور مسکرایا اور زرا چہروں کے بیچ فاصلہ سمیٹے اسے دیکھنے لگا جو دیان کے کسرتی وجود پر دل و جان سے فلیٹ ہو چکی تھی۔

"بے فکر رہو اب تمہیں مجھے شرٹ لیس دیکھنے کے بہت مواقع ملیں گے، جی بھر کر دیکھنا بھی اور۔۔۔۔"

دیان نے معنی خیزی سے کہا جس پر وہ اسکے بے باک جملے کا قتل اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی جما کر ہی کر چکی تھی۔

"بس بس مزید کوئی لفظی گستاخی نہیں، ہٹیں۔ مجھے آپکے اس خمار سے نکل کر سونا ہے ورنہ فنکشن پر تازہ دم نہیں لگوں گی۔ آپ بھی چھپائیں شاباش خود کو، اچھے بچے بنیں اب۔۔۔۔۔ بہت ہو گئی مستی اور من مانی"

وہ اسکے برابر سے نکلنے لگی مگر دیان نے اسکی کلائی پکڑ کر روکتے کھینچ کر لمحے میں اس ملائم گل بدن کو خود پر گرائے استحقاق بھری حق وصولی کرتے اپنے اور پنار دونوں کے جذبات کو گرمایا۔

"بہت کہاں ہوئی، یہ تو فقط تمہارا دیان آریز کی زندگی میں چھوٹا سا ویلکم تھا، مت جاؤ نہ دور ابھی"

دیان کے جذب بھرے تنشنہ لب ولہجے پر پنار ہنس دی۔

"دوری بھی کبھی کبھی اچھی ہوتی ہے، اسکے سرور کو بھی محسوس کریں، میرا بھی کچھ دیر سانس لینا ضروری ہے، آپکا بھی۔۔ ورنہ غضب ہو جائے گا"

وہ جو اسکی کمر کے اطراف بازووں کی گرفت بنائے اسے ملائم وجود کو پھر سے خود میں جذب کر رہا تھا، پنار نے ایسا جادو پھونکا کہ دیان کے لبوں پر حرف شکائیت ہی دم توڑ گیا۔

وہ اتنے پیار سے پہلو سے الگ ہوتی دور ہوئی کہ دیان آریز اعتراض کر ہی نہ سکا۔

جھک کر اسکی جبین چومتی وہ بلش کیے، بنا نظر ملائے اسکے ہاتھ لگنے سے بچتی جیسے بھاگی، دیان آریز کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ نے منظروں کو پاگل کر دیا، جناب کمفرٹر منہ تک تانے سینے کے بل نہ صرف لیٹ کر واپس سوئے بلکہ لگ رہا تھا یہ خماری صبح کے صحیح آب و تاب سے چمکنے تک اترنے والی نہ تھی۔

دونوں کے لیے رگوں تک اترے اس خمار سے اب تاعمر نکلنا ویسے ہی ناممکن تھا، وہ ایک دوسرے کے ہو چکے تھے اور ان دو کی قربت کے سبب جدائی، دوری، فرار اور گریز سب دھرے کا دھرا رہ گیا۔

..______________________..

"پلین تو زبردست ہے مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا کہ یہ رات ورات مقبول جان کس گھپا میں جا گھسا؟ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو کیا کریں گے؟"

اس وقت اوزان دایب بہت ہی پر سکون کیفیت میں بالکونی میں کھڑا فجر کی دور پار بلند ہوتی اذانوں کے ہمراہ کچھ توقف کے بعد فون پر مصروف بولا، ٹھنڈی سرد سحر کی ہوا جسم و جان کی تازگی کو بڑھا رہی تھی۔

"ویرے اسکے برے دن جو آگئے ہیں، میری درانی سے بات ہوئی ہے کیس بہت تگڑا ہے۔ اور پھر اگر وہ تینوں گواہی دینے سے مکرے تو سیدھا زمین

میں گاڑوں گا، ریکارڈنگ بھی تو ہے ہمارے پاس، سو اسکا کسی بھی گھپا میں چھپنا فائدہ نہ دے گا۔ جب کورٹ کے آرڈر آئیں گے پھر وہ بھی دبوچا جائے گا۔ فی الحال میں نے تمام ائیرپورٹس پر اپنے لوگ بھیج دیے ہیں، اگر اس نے ملک سے فرار کی کوشش بھی کی تو فوری پکڑا جائے گا"

حسیب کچھ دیر پہلے ہی جیم سے واپس حویلی آیا تا کہ اماں اور بہار کے اٹھنے سے پہلے شرافت سے اپنے بستر میں جا کر گھس جائے ورنہ ایک لمبا لیکچر سننا پڑتا مگر وہ دونوں لیڈیز اٹھ چکی تھیں اور حسیب کی غیر موجودگی کا ابھی صرف بہار کو علم ہو سکا۔

"مطلب تو آج قصور نہیں جائے گا؟"

اوزان کے استفسار پر حسیب نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ویرے، اماں اور بہار کو ڈرائیور کے ساتھ بھجوا دوں گا حاضری دے آئیں۔ میں زرانواز کی طبعیت درست کروں گا۔ ایسا نہ ہو وہ شاطر ڈی آئی

جی کا شاطر آدمی اکیلے پن کا فائدہ اٹھا کر ہم سے تگڑا پلین بنا لے۔۔۔۔

رہی بات بہرام کی تو اسکی حالت اچھی نہیں ہے، میرے لوگ بتا رہے تھے بار بار بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور تنویر چپ ہے، اسکی چپ خطرناک ہو سکتی ہے"

اوزان نے یہ سب سن کر کوفت زدہ سی سر کو جنبیش دی اور سانس کھینچ کر فضا کے سپرد کیا، سارا سکون لمحے میں غارت ہوا۔

"ٹھیک ہے، کل فیروز شمشیر انصاری کا فیصلہ ہو گا۔ ریمانڈ کا آج آخری دن ہے۔ میں بھی پہلے درانی سے صورت حال جانوں گا، کیونکہ دادا کا وکیل انکی ضمانت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اور یہ اچھی خبر نہیں ہے"

اوزان نے قدرے تشویش سے بتایا جس پر حویلی کی جانب جاتے حسیب کے قدم بھی اس دماغ کی رگیں چٹخاتی خبر پر تھمے۔

"اسکو کونسے کیڑے نے کاٹا ہے، یہ فیروز صاحب کا وکیل اتنا وفادار کیسے ؟"

حسیب نے کوفت سے غائبانہ برہم ہوئے منہ بسورا۔

"کافی لمبا ساتھ ہے دونوں کا، آدھے سے زیادہ دو نمبری کے کیس تو اسی وکیل نے دادا کے سر سے اتارے ہیں۔ ہے بھی ماہر، درانی کی ٹکر کا ہے وہ"

اوزان نے اس نئے انسان کا ذکر خاصی برہمی مگر ستائش کے ہمراہ کیا جس پر حسیب کی بھی پریشانی بڑھی کیونکہ اسکی تعریف کسی اور نے نہیں کمپلیئین نے کی تھی۔

"ہائے ویرے، مجھے بھی تیری طرح فیروز کے متعلق کچھ اچھی وائبز نہیں آرہیں۔ کل اگر اسکی ضمانت ہوتی ہے تو اک نئی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔۔۔۔ہاں لیکن اس پر جتنے کیس ہیں وہ اب ان سے نہیں بچے گا"

حسیب نے ڈوبتی امید اجالی پر فائدہ نہ ہوا، اوزان کے بوجھل اعصاب تنے ہی رہے۔

"ہمم چل ٹھیک ہے میں شام واپس آکر ملتا ہوں تجھ سے اس پر تفصیلی بات کرتے ہیں"

اوزان نے فی الحال بات سمیٹی کیونکہ عجیب بیزاری محسوس ہونے لگی۔

"ٹھیک ہے میں بھی آج یہ سب معاملات دیکھتا ہوں۔ چل رب راکھا۔ میشی اور الماان کو میری طرف سے ولیمے کی مبارک دے دئیں۔"

حسیب نے مسکرا کر اجازت لی جبکہ فون کال آف کیے اوزان نے کچھ دیر آہستہ آہستہ پھیلتی روشنی دیکھی اور پھر واپس روم میں آیا تو زینو اسی وقت جائے نماز طے کیے اسے صوفے پر رکھے حجاب کی مانند لی چادر اتارے پلٹی تو دونوں کی نظر ملتے ہی ہر قسم کی افسردگی، سنجیدگی اور خفگی زائل کر گئی۔

وہ اسکے قریب جا کر رکا اور اوزان کی موجودگی نے جس طرح زنیش کو پلکیں جھکانے پر مجبور کیا، یہ لمحہ اک الگ ہی حسن رکھتا تھا۔

"آپ نے واپس سونا ہے یا میں ناشتہ بنواوں، سعدیہ آپا کو کیا زحمت دینی میں خود بنا لیتی ہوں اور آج آپ ہمارے ولیمے پر میرے ساتھ میچنگ کریں گے میں نے اپنا اور آپکا آجکا ڈریس نکال دیا ہے"

اوزان کی نظروں کی حدت سے گھبرائے وہ فوری ضروری امور کے متعلق آگاہی دیے بولی کیونکہ وہ رات کے پردے میں گم ہوتے ہر ہر بے خود و بے باک لمحے کو یاد کر کے جان سے جانے کے خدشے میں تھی۔

"تم نظر کیوں چرا رہی ہو؟"

اوزان نے آہستگی سے ہاتھ زینو کی کمر میں لپیٹ کر اسے کسی گڑیا کے جیسے گھیر کر اپنے سینے سے لگائے اسکی حجاب آلود رنگت اور قربت کی تمازت سے گلابی پڑتی آنکھوں میں تجسس سے دیکھا، زینو نے ڈرتے ہوئے آئی کانٹکٹ برقرار رکھے اپنے ہاتھوں کو اسکی کمر اطراف سے تھامنے پر لگایا۔

"آپکو نہیں پتا، اتنے معصوم نہیں ہیں"

شکوہ سا جیسے اسکے ہونٹوں پر مچلا، اوزان نے بے ساختہ امڈتی ہنسی کا دقت سے گلا کاٹا، وہ اوزان دایب سے مزید گہری ملاقات کیے اب تک حواس واپس پا نہ سکی تھی، اسکے نازک اطلسی بدن سے اٹھتے ملی جلی خوشبوؤں کے جھونکے ہی فسوں خیز تھے، اوزان دایب کا دھیان بھٹکا رہے تھے۔

نرمی سے اوزان اس شکوہ کناں لڑکی کی گال چومتے، اپنا گال اسکی ٹھوڑی پر سہلاتے بے خود ہوا۔

"میں نے دعوی ہی کب کیا معصومیت کا، وہ تو تم ہو لیکن میرے سنگت کا اثر ہے کہ میری طرح شدت پسند ہونے لگی ہو۔۔۔ رات تمہارے ہی الفاظ تھے نہ کہ آزمائے جانے سے نہیں ڈرتی تو پھر یہ جسم و جان میں اب تک کپکپاہٹ کیسی روح نشین؟"

وہ بھی تو فسوں خیز لہجہ اوڑھ کر زینو کے دل کی دھڑکنیں سینے سے الجھا رہا تھا، اسکے گلاب رخسار کو بے خودی سے دوبارہ گال سے مس کیے جتانے کی

کوشش کی جس پر زینو کی پلکیں اسکی آنکھوں پر حیا کی زیادتی کے سنگ لرز کر رہ گئیں۔

"اور آپ نے بھی دیکھ لیا، دوسرا سانس ٹھیک سے ابھی تک نہیں لے پا رہی ہوں"

وہ اسکی شدتوں پر روہانسی ہوتی آنکھوں میں نمی سمیٹ لائی جس پر اوزان نے مسکراہٹ کو اس بار نہ روکا، صندلی لبوں پر بکھر جانے دیا۔

"میں ہوں نہ اس میں مدد کے لیے"

اسکی سنہری آنکھوں کو باری باری چومتے، زینیش کے چہرے کے پور پور پر اپنے لب رکھتا وہ اسے سنبھلنے نہیں پھر سے بہکنے پر اکسا رہا تھا، اور ستم کہ وہ اوزان دایب کے تقاضوں کے آگے احتجاج بھی نہ کر سکتی تھی، اسکی بے تاب سانسوں سے اپنی سانسوں کے ملاپ پر اوزان دایب ہولے سے مسکرا دیا۔

"اوزان۔۔۔کیوں اپنی جان لینا چاہ رہے ہیں"

وہ اسکے سینے پر مرمریں ہتھیلوں کا دباو دیتی اسکے لمس کی بوچھاڑ سے زرا آزاد ہوتی مضطرب وناستوار ہوتی سانس کو بے ارادہ جان لیوا تنبیہہ کیے زرا دور ہو کر درست کرنے لگی جبکہ اوزان دایب مسرور مسکراہٹ کے سنگ گہری نگاہوں میں زینیش کے گلابی چہرے کو مقید کیے اب تک بازووں میں حصارے ہوئے تھا۔

"اب لگی ہو تم لیڈی کمپلیئین"

ہنس کر وہ اور حسین ہو جاتا شخص جس طرح دھمکی پر محظوظ ہوا، وہ اڑے حواسوں والی بھی ساری گھبراہٹ بھلائے مسکائی، اور پھر اوزان کی بدلتی نظروں کی تپش کے روبرو ہونٹوں کو حصارنے والی شرمیلی مسکراہٹ کو مشکل سے سمیٹا۔

"تم نے یوں مسکرا کر ہی تو اپنی سختیوں میں اضافے کیے ہیں زینو، تمہاری یہ خوبصورت سی ہاں پاگل کر دے گی مجھے۔ تمہارے کسی بھی لفظ سے کہیں درجے پر اثر یہ تمہارے ہونٹوں کی متبسم حرکت ہے، مجھ پر میرا اختیار نہیں رہتا، اور جب تمہاری آنکھوں میں ویسے ہی آمادگی کے رنگ نظر آتے ہیں تو بس۔۔۔"

وہ جذب وچاہ کے شدید جذبے میں مبتلا بولتا گیا، وہ اسکی خوشبو میں دھیرے دھیرے سانس لیتی آخر کار دوسرا سانس ٹھیک سے لے پائی تو چہرے پر قوسین کے رنگ اتر آئے۔

"کیا بس؟"

رات کے پر سحر لمحوں کا اثر زائل ہوا تو وہ واپس بے تکلف ودلربا بننے لگی، بے تابی سے پوچھا۔

"پھر میرے لیے تمہارے سوا سب رد ہے، حد ہے"

اسکے نم نم یخ بالوں کی ٹھنڈک محسوس کیے کھلے بالوں میں انگلیاں سہلاتے اوزان نے نزدیک چہرہ کیے سر جھکاتے اسکے ہونٹوں کی جانب جھک کر لمحے ساکن کیے، کچھ دیر، کچھ پل سب رک گیا۔

"اب آپ اپنی سختیوں میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جانے دیں مجھے۔میں ورنہ یہیں کی ہو کر رہ جاوں گی"

بے باکی مفقود ہوئی تو جان لبوں پر آر کی کیونکہ اوزان کی بھاری انگلیاں زینو کو کمر میں دھنستی محسوس ہونے لگیں، اوزان کی نرماہٹ اور اسکے ملائم لمس ،اسکی شدتوں سے دگنے قوی اور جان لیوا تھے، وہ اسکی بازووں کے مہکتے ہالے میں مچلی۔

"تم آل ریڈی صرف میری ہو کر رہ چکی ہو، یقین نہیں آتا تو آزما لینا۔جاو، مجھے بھی رات کے خمار سے نکلنے کے جتن کرنے ہوں گے اب، اوف! ورنہ

یہ کمپلیئین وائٹی آنکھیں ہر کسی سے اپنی سرشاری کہتی پھریں گی جو مجھے منظور نہیں۔۔۔۔"

آخری گستاخ جنبیش اپنے چہرے کی ڈھاڑی والی گال زینو کی گال سے رگڑ کر مرتب کیے وہ خود ہی اسکی جان کا وبال بننے سے رکا اور مہکتے جان پرور حصار سے آزادی دیے پروقار انداز میں قدم اس سے دور ہٹاتے سٹڈی کی جانب بڑھا اور زینیش اس سوچ میں تھی کہ اب بکھرے حواس کس طرح سنبھالے کیونکہ وہ ایسے جادوئی اثر سے زینیش کی حسیں مفلوج کر دیتا تھا۔

وہیں دوسری جانب حسیب جیسے دبے پیر گیا ویسے ہی واپس آیا، صائمہ خانزادہ اپنے کمرے میں نماز ادا کر رہی تھیں تبھی وہ زرا سا انکے کمرے کا دروازہ کھول کر میٹھی سی مسکراہٹ دیے دروازہ واپس بند کیے اپنے بیڈروم کی طرف آیا، بہار ویسے تو جاگ چکی تھی، صائمہ آنٹی کی تاکید پر وہ نماز بھی پڑھنے لگی تھی مگر جب حسیب کی حویلی میں آمد محسوس ہوئی تو واپس آکر لیٹے سوتی بن گئی۔

اور حسیب نے تبھی آہستگی سے پیروں کو شوز سے آزاد کیا اور جا کر ہاتھ منہ دھوئے بنا آواز کیے بہار کے ساتھ ہی بیٹھے آ کر لیٹا۔

"سوتے ہوئے کتنی پیاری لگتی ہے یہ چڑیل"

جھک کر اسکی گال چومتا وہ اسکے ماتھے پر بکھرے بال انگلی کی نرم پور سے ہٹائے اس سے پہلے پھر سے جھکتا، بہار نے اپنے اور اسکے سکون کے بیچ ہتھیلی جمائی۔

"اور تم یوں رات کو غائب ہوتے شدید زہر لگتے ہو، پتا بھی ہے رات ساری سو نہیں سکی۔ جب پہلو میں تم نہیں ملے تو میری تو جان نکل گئی تھی"

وہ جاگی اور جاگتے ہی اسے خود سے دور کیے اٹھ بیٹھی، حسیب نے لیٹتے ہی پکڑ کر اسے خود پر زخمی سینے کی پرواہ کیے بنا جھکایا۔

"تم میرے لیے ڈرامت کرو بہار"

اسکی گال چومتا وہ روانی میں کہہ گیا۔

"تم میرے لیے قیمتی ہو تو کیسے نہ ڈروں، تمہارا سینہ سلا ہے کیوں بے رحم بن رہے ہو۔ چھوڑو مجھے"

بہار نے اسکو جواب بھی دیا اور اس سے دوری بنانے کو بھی مچلی مگر وہ اسے دونوں بازووں میں محصور کیے بھینچ کر سینے سے لگا گیا۔

"کیونکہ یاد آرہی ہو تم"

بے خود ہو کر وہ بہار کی ساری خفگی دور کر گیا۔

"پاس ہو کر بھی؟"

بہار اسکی مدہوش آنکھوں کو تکتے مسکائی، حسیب نے اپنے آدھے چہرے کی جانب بہار کے بکھرے بالوں کو پکڑ کر ان ہیل کی جن سے اٹھتی خوشبو اسے مخمور کر گزری۔

"پاس ہو کر جب ایسے آنکھیں نکال کر دیکھتی ہو، مجھے پیار کرنا بھول کر ڈانٹتی ہو تب مس کرتا ہوں"

حسیب کے لاڈ پر بہار نے جھک کر اسکی ناک پر دانت گاڑے، نرمی سے پھر بھی موصوف یوں منہ بنا کر کراہے جیسے ناک ساتھ سے اتار لی گئی ہو۔

"یہ کیا تھا، واقعی یہیں حملہ کیا تھا یا نشانہ چوک گیا میری بیوی کا؟"

حسیب کی ذومعنیت پر بہار کا چہرہ خفت سے لال پڑا۔

"باز مت آنا تم"

شرمگیں سا ہنس کر وہ اسکے سینے سے جا لگی، گال اسکے سینے سے جوڑے چہرہ گردن میں دبائے ابھرتی رگ لبوں سے چھونے لگی جو حسیب کو سرور سا دے گیا۔

"باز آنے والی شے نہیں ہے حسیب خانزادہ! خیر آج تم اور اماں ہی جاوگے۔ مجھے کچھ اہم کام ہیں سو آج میں تم دو کو جوائن نہیں کر سکوں گا۔ خوب انجوائے کرنا"

حسیب نے کچھ دیر اس احساس سکون کو رگوں میں اتارا اور پھر دھیرے سے اسکے بال سہلائے بولا۔

بہار نے فوری اسکے سینے سے سر اٹھایا۔

"تمہارے بنا انجوائے نہیں کر سکتی"

فوری اداس ہوئے بولی جبکہ حسیب کی پر استحقاق حرکت نے بہارے کی ساری افسردگی نگلی الٹا اسے سرخ گلال کیا۔

"میں تمہیں ایڈوانس مل جاتا ہوں بہت سا، تاکہ میری جان میری غیر موجودگی میں بھی میرے نشے میں دھت رہے"

حسیب کے نیک ارادے نے صحیح معنوں میں بہار کا حلق سوکھایا، فورا سے اس آفت اور شر سے دور ہوئی۔

"مہربانی تمہاری، خبردار جو تم نے چھ بھی کیا۔۔۔۔ کتنی بار بتاؤں ابھی تم ٹارزن کے رشتہ دار ہرگز نہیں ہو۔۔۔۔۔ بھاگو یہاں سے، اللہ اللہ صبر دیں مجھے"

ابھی وہ اور اسکی موجودگی حسیب کے لیے کتنی مضر ہے اسکا بہارے کو احساس تھا تبھی فوری حسیب سے دور ہوئی مگر اب وہ اتنا بھی مہربان نہ تھا کہ بہار کو خود سے دور ہونے دیتا۔

کسی مومی گڑیا کی طرح اسکی کمر میں ہاتھ لپیٹے خود پر واپس جھکایا، بہار نے حراساں ہوتے حسیب کی آنکھوں میں غالب آتے خمار کو دیکھے تھوک نگلتے حلق تر کیا۔

"لیکن تمہارے معاملے میں مجھے صبر مانگنے سے بھی نہیں ملتا بہارے کیا کروں، زیادہ نہیں تھوڑی سی تو پاس رہو"

حسیب کے ایسے تشنہ پر طلب الفاظ کے بعد وہ خود بھی اسکے ہلکے پھلکے عملی گستاخ لمس جی جان سے چاہنے کی خواہش کا اشارہ دے گئی کیونکہ وہ جیسی بھی تھی، وہ ایک بیوی بہت باوفا اور عافیت خیز تھی اور اسکا اعتراف حسیب تاعمر بلا جھجھک کرنے والا تھا۔

..________________________________..

صبح کی پر نور کرنیں کھڑکی کے پردوں سے چھنک کر خوبصورت کمرے میں داخل ہوئے سیدھی پنار کے چہرے کے قرمزی ملائم خدوخال چھو کر اسے جگانے کی کوشش میں تھیں، دیان کمرے میں موجود نہ تھا شاید اسے بھی جلدی اٹھنے کی عادت تھی جبکہ پنار کو بھی اس نے دس بجے تک بھرپور نیند

لینے دیا، نہ جگایا نہ قریب آکر آزمایا کیونکہ خدشہ تھا یوں وہ اسکے سکون میں پھر سے ہلچل مچا دے گا۔

"مجھے فکر تھی تم دو کی، میری جان ہمیشہ خوش رہو۔ زندگی کی یہ نئی صبح مبارک ہو اور اللہ تم دو کے ساتھ کو دائمی بنائے"

ایزل مریم کی کال پر وہ مسکاتے تروتازہ چہرے کے سنگ خوبصورت سے گارڈن ایریا میں کھڑا چندن دھوپ میں کھڑا اضافی چمک رہا تھا، وائیٹ ٹی شرٹ اور وائیٹ ہی سلم فٹ ٹراوزر کے ہمراہ۔۔ خوبصورت کلین شیوڈ چہرہ اضافی راحت کا مسکن۔

"آمین، آپکی دعاوں سے ہی تو پنار ملی ہے مجھے بڑی امی۔ اللہ کے بعد آپ وسیلہ بنی ہیں اسے مجھ تک پہنچانے کا"

ایزل مریم کو اپنے سب بچوں سے ایک سا پیار تھا، دیان کو وہ اس لیے کچھ خاص محبت دیتیں کیونکہ وہ ماں باپ دونوں سے محروم تھا، ایزل مریم بھی

کمرے سے باہر آئیں تھیں تاکہ ناشتہ بنانے میں عائشہ کی مدد کریں، آج سب ہی دیر سے جاگے تھے، ولیمے کی تیاریاں بھی عروج پر تھیں، میشی کی طبعیت کے سبب الماان نے اسے بھی دیر تک سونے دیا اور خود وہ باہر کے انتظامات دیکھنے میں مصروف تھا، خان بابا کی طبعیت بہتر تو تھی پر اوزان دایب کی معافی ملنے تک اب وہ مکمل بہتر ہوتے ایسا ناممکن تھا۔

"میری جان تمہیں اتنا پرسکون دیکھ کر دلی خوشی ہورہی ہے، اب پنار کو لے کر آجاو شاباش۔ پھر ان شاء اللہ الماان کو یہیں سے رخصت کیے ساتھ واپس چلیں گے۔ میشی کو کچھ دن اپنے پاس رکھوں گی الماان نے تاکید کی ہے کہ پیپرز کے بیچ اسے انصاری حویلی ہی رکھیں"

ایزل مریم نے مسکراتے ہوئے بتایا مگر اختتام تک انکے لہجے میں مشائم کی فکر گھلی۔

"بالکل ٹھیک کہا ہے الماں نے، وہاں اب پنار بھی نہیں ہے۔ میں خود یہی سوچ رہا تھا کہ میشی کو اپنی نظروں کے سامنے رکھوں۔ الماں کی غیر موجودگی میں وہ ہماری بھی ذمہ داری ہے، باقی پنار اٹھتی ہے تو ہم ریڈی ہو کر نکلتے ہیں ان شاء اللہ"

دیان نے مطمئین کرتے اجازت لی جبکہ ایزل مریم نے بھی کچن کا رخ کیا۔

"اسلام وعلیکم عائشہ، میں مدد کرواوں آپکی؟"

ایزل مریم نے عائشہ کو ملازمہ کے سنگ ناشتہ بناتے دیکھ کر قدم اندر بڑھائے مگر عائشہ کے چہرے کی تلخی و ناگواری بنا محسوس کیے بھی وہ سمجھ گئیں۔

"نہیں آپ مہمان ہیں ایزل، مہمانوں سے کام نہیں کرواتے ہم"

عائشہ اپنے لہجے کی سرد مہری دبائے بنا بولیں، رات بھر شاید وہ الماں کے دیے جھٹکے پر سو نہ پائیں تھیں تبھی آنکھیں حجم میں بڑھی ہوئی تھیں۔

"میں نے خان بابا کو ہمیشہ اپنے بابا سمجھا اس ناطے مہمان نہیں ہوں، آپ مجھے کوئی کام دیں گی تو بہت خوشی ہو گی"

ایزل مریم مہربان دل کی مالک تھیں، سامنے والے کی سرد مہری محسوس نہ کرتیں۔

عائشہ سیال جھٹکے سے پلٹیں مگر دروازے کی جانب آکر رکتے جواد کو دیکھتے ایزل مریم پر چڑھ دوڑنے کا ارادہ ترک کیا کیونکہ جواد کی ناراضگی افورڈ کرنا آسان نہ تھا۔

"سب ہو گیا ہے بہت شکریہ، آپ میشی کو دیکھ لیں جاگی ہے یا نہیں"

عائشہ کے یکدم ملائم ہوتے لہجے پر خود ایزل مریم بھی حیران تھیں کہ ایک دم سے وہ میٹھی کیسے ہوئیں مگر پھر اپنا وسوسہ سمجھے سر جھٹک کر جب پلٹیں تو جواد سیال اسی لمحہ وہاں سے اوجھل ہوئے۔

ایزل مریم نے آزردگی کے سنگ اوجھل ہوتے جواد کو دیکھا اور گہرا سانس کھینچتیں کچن سے چلی گئیں۔

"صبر دیجئے مجھے اللہ"

عائشہ نے کوفت سے سر جھٹکے انڈے پھینٹنے شروع کر دیے۔

وہیں کنول بھی ریڈی ہو چکی تھی، طلال بیڈ پر فون لے کر بیٹھے کچھ یونی کی جانب سے آئی میلز چیک کر رہے تھے جب کنول کے پاس آکر رکنے پر ناگوارئیت بڑی مشکل سے دبا پاتے سر اٹھا سکے۔

"رات تم کمرے میں نہیں آئے، وجہ پوچھ سکتی ہوں۔ وہاں حویلی میں تو تمہارے پاس مجھ سے فرار کی راہ سٹڈی کی صورت ہے یہاں تو کم از کم میرے پاس رہ لیتے"

خود ترسی کی کیفیت میں وہ انکے پاس بیٹھے انکا ہاتھ چھوتے کمزور سی آواز میں شکائیت کرنے لگی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، خان بابا کے پاس بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ جواد بھائی بھی وہیں تھے"

طلال نے فوری بات بنائی، اور کنول کا مرجھاتا چہرہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے لگے۔

"ہمم۔۔مجھے لگا تم پھر سے مجھے تڑپا رہے ہو، کیا میں۔۔۔؟"

کنول نے بوجھل لہجے میں کہتے طلال کے نزدیک ہونا چاہا مگر وہ فوری گریز کرتے دور ہوئے۔

"کنول پلیز، اتنی جلدی میرا دل اس سب پر راضی نہیں ہو سکتا۔ یہ سب مجھے اریٹیشن دینے کے سوا کچھ نہیں کرے گا"

طلال کے گریز نے کنول کو عجیب سی اذیت دی۔

"عجیب مرد ہو تم"

وہ جھنجھلاہٹ میں بڑبڑائی جبکہ طلال کو کنول کا رویہ کچھ ٹوٹا بکھرا لگا، اوزان کے بقول وہ بدلی نہیں ہے لیکن طلال کو ایسا لگا جیسے وہ سلامت بھی نہیں رہی۔

"اس بات کا کیا مطلب تھا؟"

طلال نے آئیبرو اچکاتے کنول کے جملے کی وجہ پوچھی۔

"مضبوط سے مضبوط حواس والا مرد، عورت کے زرا سے بہکانے پر سب بھول بھال کر لپک پڑتا ہے۔ ایک تم ہو اپنی جائز بیوی کے ہاتھ نہیں آتے، میں مس کر رہی ہوں تمہیں۔ تم اگر یونہی مجھے خود سے دور رکھو گے تو کیسے جیوں گی۔ میری زندگی میں کوئی تو راحت باقی رہنے دو"

کنول کا ٹوٹا بکھرا لہجہ، اسکی آنکھوں کی نمی پر طلال اک لمحہ ٹھٹکے۔ وہ جیسے روئی، وہ آنسو جھوٹے تو کہیں سے نہ تھے۔

"اس کے لیے اس عورت کا مرد کے لیے پسندیدہ ہونا لازمی ہے"

طلال نے بھی بنا لحاظ سنگدلی کا ثبوت دیا۔

"ہاں اور میں تمہاری پسندیدہ ہو جاؤں ایسا تو مر کر بھی ممکن نہیں، لیکن تم مجھے خود کو چھونے بھی نہیں دے رہے اب۔ کبھی سوچنا تمہارا یوں سزا دینا کتنا بھاری ہے"

وہ بس آزردگی سے کہے اٹھ کر چلی گئی اور طلال جتنا دماغ جھٹکتے اس عورت کے یہ آنسو اتنے الجھا رہے تھے۔

وہیں دوسری جانب پنار اٹھ کر کمرے کو درست کیے، بیڈ شیٹ، تکیوں کے کوور بدلے، چینج کیے کمرے سے نکلنے لگی تو اندر آتے دیان سے ٹکرائی، بمشکل اسے کمر سے جکڑے گرنے سے جب وہ بچا گیا تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

"اتنا ہینڈسم لگ رہا ہوں کیا کہ تم میرے جلووں کی تاب نہ سہتی گر رہی ہو"

پنار کو یونہی تھامے کمرے میں داخل ہوئے اسکے نکھرے اجلے چہرے پر نگاہیں ثبت کیے وہ مغرور سا چہکا۔

"چکر آ گیا تھا"

پنار نے لب دباتے شرارت سے وضاحت دی۔

"ابھی سے چکر؟"

دیان کی حیرت اسقدر کیوٹ تھی کہ پنار کا چہرہ اسکے تاثر پر کان کی لو تک سرخ پڑا۔

"آپ نے کسر تو بالکل نہیں چھوڑی دیان آریز"

پنار نے اسکے گلے لگتے آسودگی سے آنکھیں موندیں۔

"خدا کے لیے اتنی جلدی ہارٹ اٹیک نہ دینا، مانا ہارٹ سپیشلسٹ ہوں پر یہ صدمہ میری اپنی جان پر بن کر مجھے تمہارا مستقل پیشنٹ بنا دے گا"

دیان نے اسکے نرم گرم وجود کو بازوؤں کے ہالے میں مقید کیے گرفت جکڑی، پنار آنکھیں موندے ہی چھینپا سا مسکا دی۔

"یہ تو آپکو کل سوچنا چاہیے تھا، مجھے آپکو پرمنٹ پیشنٹ لینے میں کوئی اعتراض نہیں"

پنار نے شرارت سے ڈرایا، دیان اسے پکڑ کر روبرو لایا۔

"مزاق مت کرو ایسا"

دیان کی جیسے جان نکلی، پنار نے اپنے گلابی ہونٹوں پر بکھری مسکراہٹ، بوسے کے دلکش رنگ وزائقے سمیت دیان کی رخسار پر تحریر کی۔

"نہیں کر رہی، تھینکیو، میری زندگی کو پہلے ہی دن اتنا خوبصورت اور پر خمار بنانے کے لیے، میرے سارے شکوے، ساری تڑپ، ساری تشنگی مٹا دی آپ سے محبت بھرے وصل نے۔ میں پریشان ہوں، اب آپ سے چند لمحوں کی دوری تک کیسے برداشت کیا کروں گی دیان؟"

پنار کا لفظ دیان کے اندر مچلتے جذبات کو دہکا گیا، اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے اک اک خدوخال پر گہری نظر دوڑاتے اسکی جبین چومتے راحت سے نوازتے زرا دور ہوا۔

"چند لمحے کی دوری بھی اب اپنے اور تمہارے بیچ نہیں آنے دوں گا، جس لمحے میرے ہاتھ اور ہونٹ تمہیں چھو نہ پائے، اس لمحے یہ آنکھیں تمہارا عکس چومیں گی"

وہ اس سے ایسے دیوانے اظہار کی امید کہاں رکھتی تھی، اس درجہ جذب پر مسرور ہو کر رہ گئی۔

"سچ میں؟"

پنار کا یقین مانگنا خوبصورت تھا۔

"آزما لینا، لیکن ناشتے کے بعد۔۔۔ آجاو ہیلتھی سا بریک فاسٹ ریڈی ہے"

ایک کے بعد مزید سرپرائز نے پنار کی آنکھیں جگمگائیں۔

"آپ نے بنایا؟"

پنار نے اشتیاق سے دیان کے مہکتے حصار میں قریب ہوتے پوچھا۔

"ہاں اس دنیا کی سب سے جنونی لڑکی کے لیے جو میری ملکیت ہے"

وہ اسکی مسکراہٹ چومتا اسکی ملائم ہتھیلی پکڑے غرور سے اعتراف کیے کمرے سے نکلا، کچن کی طرف بڑھا جہاں رنگ برنگے لوزامات سے سجی اشتہا انگیز ٹیبل دیکھتے وہ ہنسی ہوئی دیان کو دیکھنے لگی جو اسکے لیے کرسی پیچھے کو سرکا کر بیٹھنے کا اشارہ کرتا اتنا پیارا لگا کہ پنار نے نظر لگ جانے کے خدشے سے نگاہ چرا لی۔

"یور ویڈنگ گفٹ"

میز پر بہت سارے سیلڈ، فروٹس پلیٹر، یوگرٹ کریمی ڈیلائیٹ، بوائل ایگ، آمیلٹ کے بیچ رکھے جیولری کیس کو پنار کی طرف بڑھائے دیان نے مزید سرپرائز کیا۔

"خود پہنائیں۔۔۔"

وہ بنا کھولتے ہی فرمائش کر اٹھی مگر کیس کھولنے کے بعد اپنی فرمائش نے ہی چہرے پر خوشی کی سرخیاں چھلکائیں۔

"بروچ پن؟"

پنار نے وائیٹ شائنی رائن سٹون پن دیکھتے مسکاتے ہوئے دیان کو حیرت سے لبریز نظروں سے دیکھا۔

"ہمم۔۔۔ اسکے ساتھ ایک خوبصورت سی ساڑھی ہے جسے تم اس پن سے ہولڈ کروگی۔ پہنا بھی دوں گا ڈونٹ وری، تم میرے لیے آج بلیک ساڑھی پہنو۔ لیکن وہ بہت خوبصورت اور فل کورڈ ہے۔۔ تمہیں ویڈنگ ڈریس کی

طرح ان کمفرٹیبل نہیں کرے گی۔۔۔۔ فیملی فنکشن اور ولیمے کو مد نظر رکھ کر لی ہے"

دیان نے مسکرا کر لاونچ کی طرف رکھے شاپنگ بیگز کی طرف نظر گمائی، پنار نے گھبراتے، لجاتے اور مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

"یہ سب سے بیسٹ گفٹ ہے، تھیکنیو۔ ضرور پہنوں گی"

پنار توجی جان سے راضی تھی اور پنار کے لیے اب دنیا میں سب سے زیادہ عزیز دیان آریز کی خواہش ہوچکی تھی اور خدا گواہ تھا وہ دیان کے دیے تحفے کے سنگ ہار سنگار کا اضافی رنگ اوڑھ کر دیان آریز کو کسی دنیاداری کے لائق نہ چھوڑ رہی تھی، جس وقت سے اسکا حسین روپ دیکھ کر وہ جھر جھری لے بیٹھا، وہ پنار کی زندگی کے خوبصورت ترین لمحوں میں شامل ہوگیا۔

..__________________..

"مجھے کسی بھی طرح ملک سے نکال، تو سن رہا ہے؟"

مقبول کو جب سے نواز کی پکڑے جانے اور باقی لوگوں کے کیڑے پتنگوں کی طرح مسلے جانے کی خبر ملی تب سے وہ اپنے تمام اختیارات استعمال لائے کسی طرح ملک سے فرار کرنے کے چکروں میں تھا۔

"میں فیروز کی ضمانت کروالوں، پھر تیرے بارے میں سوچتا ہوں۔ اس وقت ہمیں اس شیر کی ضرورت ہے"

یہ سوٹڈ بوٹڈ آدمی کوئی اور نہیں فیروز کا وکیل واصف تھا، تگڑا وکیل ہونے کے ساتھ میڈیا ہاوس کا مالک بھی تھا، مقبول جان کو نچانے والی ایک ڈور واصف میر کے ہاتھ میں تھی۔

"کیسی ضمانت اور کیسا شیر، وہ اگر باہر آ کر ہمارے احسانوں سے مکرا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میری مان تو اسے وہیں گلنے سڑنے دے"

مقبول کے اندر اس وقت ہر کسی کے لیے خوف تھا۔

"واصف میر نام ہے میرا، جتنا زمین کے اوپر ہوں دگنا اندر ہوں۔ میں اسے محض اس لیے جیل میں رہنے دوں کہ وہ میرا فائدہ کر رہا مگر تیرا نقصان کر رہا تو معاف کرنا میں کافی بے غیرت قسم کا خود غرض ہوں۔

اب اگر وہ ضمانت پر رہا ہو گا تو میرے اشاروں پر چلنے کے لیے۔ رہی بات تیری مقبول جان! تجھے کہا تھا فیروز کے خاندان سے پنگا نہ لے اور اس گڑھی چنگاری کو دبا رہنے دے، ایک سے بڑھ کر ایک درندہ بھرا پڑا ہے وہاں کے وارثوں کی صورت۔ اب اس شمشیر کے پوتے نے اگر تجھے رگڑ دیا تو روتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ تجھے فیروز کی حالت سے عبرت پکڑنی چاہیے تھی، پر نہ جی تجھے تو پنگے لینے کی عادت ہے۔ تو یہ کیسے بھول گیا ہے کہ اوزان ایم این اے ہے، جواد سیال جیسے تگڑے آدمی کا ساتھ میسر ہے اسے، میرا پورا میڈیا ہاوس وہ جواد ایک لمحے میں خرید سکتا ہے، میرے اپنے لوگ میرے کہنے میں نہیں ہیں اور میڈیا کی طاقت کا تجھ جیسے کو اندازہ نہیں۔ ابھی اگر یہ سچائی کھلی نہ کہ آریز اور فائزہ انصاری کی گاڑی کی بریکس بھی تو

نے فیل کیں تھیں، بس پھر تو انصاریوں کے دوسرے خونخوار پوتے سے نمٹنے کے لیے بھی تیار رہنا"

واصف نے گڑھے مردے اکھاڑ تو دیے پر مقبول کے چہرے کی رنگت اس حوالے پر لٹھے کی مانند ہوئی۔

اسے چھ سال پہلے کا وہ دن یاد آیا جب فیروز شمشیر اور اسکے بیچ ایک ڈیل ہوئی تھی۔

"تو، فائزہ کا عاشق بن کر سامنے آجا بہت ہو گیا۔۔۔ آریز کو صرف یہی چیز اس عورت سے بدذن کر سکتی ہے۔تجھے پسند تھی نہ فائزہ، دیکھ یہ موقع بار بار نہیں آئے گا۔تجھے فائزہ چاہیے اور مجھے میرا بیٹا اور پوتا یعنی میرے وارث۔۔۔۔ڈیل کرتے ہیں۔تجھے اس کے بدلے فیروز شمشیر انصاری کی ہر معاملے میں سپورٹ ملے گی"

تب شمشیر نے مقبول کو فائزہ اور آریز میں غلط فہمی استوار کرنے کی آفر، ایک مستحکم ساتھ کے لالچ کے سنگ کی کیونکہ تب فیروز سیاست کا بادشاہ کہلایا جاتا تھا۔

"میں فائزہ سے یونی کے وقت کا محبت کرتا تھا لیکن اس نے پوری یونیورسٹی کے سامنے میری محبت کا جواب تھپڑ کی صورت دیا تھا۔ اب مجھے تیری بہو نہیں چاہیے، نفرت ہے مجھے اس مغرور عورت سے"

مقبول کو اپنی آواز جگر کاٹتی محسوس ہوئے سنائی دی، اسے یاد تھا اس پر فیروز کا چھت پھاڑ قہقہہ بلند ہوا۔

"تو پھر تو مسئلہ ہی حل ہو گیا، مار دے فائزہ کو۔ تجھے منہ مانگی رقم دوں گا"

فیروز کی نجس مانگ پر مقبول نے گہرا سانس بھرا تھا اور اگلے ہی لمحے جب اس ماضی کے ہولناک تھپڑ اور تذلیل کی جلن اپنی گال پر محسوس ہوئی تو مقبول نے فیروز سے اس معاملے میں خباثت سے ہنس کر ہاتھ ملایا۔

اور یوں چھ سال پہلے فائزہ کی گاڑی کے ساتھ ہوتے حادثے کے پیچھے مقبول جان تھا مگر اسے ضرور علم تھا کہ گاڑی میں فائزہ کے ساتھ آریز انصاری بھی موجود ہے۔

"تمہیں تو تھپڑ کی سزا دی فائزہ، لیکن آریز کو مجھ سے فائزہ چھیننے کی۔۔۔۔ جہنم مبارک تم دو کو"

جس لمحے فائزہ اور آریز کی گاڑی کا حادثہ ہوا تب اسی جگہ کچھ فاصلے پر کھڑا مقبول جان انتقام اور نفرت میں جلتا جانور تھا۔

آج جب یہ سب واصف نے یاد دلایا تو اسکے رونگٹے کھڑے ہوئے۔

"مر گیا ہے کیا؟"

مستقل خاموشی پر واصف غرایا۔

"مجھے بچا لے واصف، تجھ پر بہت احسان کیے ہیں یار"

اس بار مقبول کی آواز کپکپا اٹھی اور واصف میر سرور اور کمینگی کے سنگ ہنسا۔

"ٹھیک ہے نواز کو ٹپکا دے کسی صورت، ایڈریس بھیج رہا ہوں۔ وہ حسیب خانزادہ کی گرفت میں ہے۔ نواز سائیڈ پر ہو گیا تو ایک تگڑا گواہ ضائع ہو جائے گا۔ میں بھی بہرام اور تنویر کے ٹھکانے کی تلاش کرواتا ہوں۔ ان تین کا مرنا اب ضروری ہے۔ کل تک مجھ سے رابطہ نہ کرنا میں کچھ مصروف ہوں۔ مجھے نواز کی موت کی خبر چاہیے اسکے علاوہ تیری بات نہیں سنوں گا"

واصف نے کٹھور و کھردرے لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے ہی رابطہ توڑا جبکہ مقبول کے پورے جسم پر جو کپکپی طاری تھی وہ اپنے گناہ کے انجام کا خوف تھا جو رگوں میں لہو کی مانند دوڑ چکا تھا۔

وہیں دوسری طرف زینو کو ریڈی رہنے کا کہہ اوزان بھی زرادیر درانی کے آفس آیا تاکہ کل کے بارے متوقع فیصلے کے بارے معلومات لے سکے۔

"واصف میر کی کوئی کمزوری؟"

درانی نے بھی حالات کچھ غیر امید افزاء ہی بتائے، کمیلئین کے استفسار پر درانی نے کچھ سوچنے کے بعد اوزان دایب کے سنجیدہ و متفکر چہرے پر نگاہ ڈالی۔

"بیٹی ہے اسکی ایک، لیکن بورڈنگ میں۔۔۔سنا ہے ناجائز بیٹی ہے اسکی پر جان سے پیاری ہے اسے۔اسکی اپنی محبوبہ سے شادی ہوتے ہوتے عین وقت پر کسی لفڑے کے سبب انکار ہو گیا۔دونوں خاندانوں میں بات لڑنے مڑنے تک پہنچ آئی، قطع تعلق ہو گیا۔بس اسی وحشت کے زیر اثر یہ اس لڑکی کے گھر پہنچ گیا چھپ کر، اور اسکے محلے والے تو پوری داستان گوش گزار کرتے ہیں زیادتی کی۔واللہ علم کہ بات سچ ہے یا جھوٹ مگر وہ لڑکی نو ماہ بعد ایک لڑکی پیدا کر کے مر گئی اور یہ ہوسپٹل سے چپ چاپ اس بچی کو لے کر غائب ہو گیا۔اور آپکو پتا ہے سر، اس نے اپنا نام بھی بدل لیا"

درانی سے یہ سب سن کر اوزان کے چہرے کے زاویے بگھڑے، دل دماغ یہاں تک کہ حواس تک جھنھوڑے گئے۔

"یاخدا! یہ کیسی درندگی ہے۔ تمہیں یہ سب اتنا تفصیلی کیسے پتا"

اوزان کا دل بری طرح لرزا۔

"سر آپن پہنچی ہوئی چیز ہوں، سالڈ خبریں نکالنا دائیں ہاتھ کا کام ہے"

درانی نے چہک کر کہا پر اوزان متاثر نہ ہو سکا۔

"جو بھی ہے وہ بچی اگر ناجائز ہے بھی تو اس میں اس معصوم کا کوئی قصور نہیں نہ ہم واصف میر کو دبوچنے کے لیے اسکا سہارہ لے سکتے ہیں۔ کچھ اور سوچو درانی، اور یہ شیخی بگاڑنا بند کرو وقت بہت نازک ہے"

اوزان نے سرد لہجے میں درانی کو ڈپتے اٹھ کھڑا ہوا جس پر وہ بھی فوری نشت چھوڑے اٹھا۔

"سوری سر"

درانی کو شرمندگی نے گھیرا۔

"دادا بری ہوئے تو بہت برا ہو گا، تم جانتے ہو درانی میں اس شخص کا گریبان تک نہیں پکڑ سکتا کیونکہ میری ایسی تربیت نہیں۔ اگر وہ میری آنکھوں کے سامنے آزاد پھرتے نظر آئے تو کسی اور کا تو نہیں پتا میرا دماغ ضرور پھٹ جائے گا۔ ناکام مت ہونا کل"

اوزان نے جس متانت سے درانی کو تنبیہہ کی وہ خود بے بس نظر آیا۔

"پوری کوشش کروں گا سر، لیکن آپ جانتے ہیں واصف آج تک کوئی کیس نہیں ہارا"

آج تو درانی کے بھی چھکے چھوٹ چکے تھے؛ اوزان کو غضب چڑھا۔

"تم بھی نہیں ہارے درانی، غصہ مت دلاو مجھے"

اوزان کی آواز سخت ہوتی آفس کی چار دیواری میں گرجی جس پر درانی پشیمان ہوتا آنکھیں جھکا گیا۔

جبکہ اوزان بنا مزید کچھ کہے اسکے آفس سے باہر نکل گیا، درانی کل کے لیے خوفزدہ ہے یہ اسکے چہرے پر واضح درج تھا۔

..______________________..

اور پھر فائنلی سب دن تک قصور روانہ ہوئے، مشائم اور المان کے ولیمے نے پورے کورٹ میں جیسے رونق بکھیری، المان سیال کی واپسی نے بہت سے دل اداس کیے۔ میشی کی ڈاون طبعیت کے پیش نظر اسکا ولیمے کا جوڑا زیادہ بھاری نہ تھا، پیل پنک میکسی فراک تھی جس میں اسکا نازک بانکا سراپا چھپ بھی گیا اور دلکش و راعنا بھی لگا، المان بھی کمپلیٹ وائیٹ میں محفل پر چھایا ہوا تھا۔

سب ایک دوسرے سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔

زینو اور اوزان کے علاوہ پنار اور دیان نے بھی بلیک رنگ چوز کیا، ساڑھی میں پنار اپنے سر پھرے محترم کے ساتھ بچ رہی تھی جبکہ زینو کا ڈریس بلیک کے اوپر پیل پنک کلر کی فلالیس کڑھائی سے سجا تھا، سٹریٹ بلاوز جس پر پیل پنک کرسٹل ورک تھا اور بوٹ نیک لائن تھی جبکہ ساتھ فل لینتھ سکرٹ تھی جسکی ویسٹ بیلڈ پر ڈوری بیلٹ کا تفصیلی کام تھا، بھاری دوپٹہ جو زینو نے بال کھولے کندھوں کے دونوں اطراف لے جاتے بازووں میں گما کر سنبھالا تھا، اور پھر بلیک ہیلز نے سفید و گلابی پیروں کو مزید خوبصورتی بخشی تھی۔ اوزان نے اسکے ڈریس سے میچنگ کو بلیک پینٹ کے ہمراہ پیل پنک ہی شرٹ پہنی، باقی بہار آج سینیرز کے ہمراہ ہی نظر آئی کیونکہ اسکا ہیرو آج غیر حاضر تھا۔

ولیمے کا فنکشن چار تک سمیٹ بھی لیا گیا اور پھر المان نے بھی واپسی کے لیے رخت سفر باندھا، اوزان اور زینیش نے اسے ائیر پورٹ ڈراپ کرنے کی

آفر کی جبکہ باقی سب اس سے مل کر واپس لاہور روانہ ہو گئے، الماں روم میں آیا تو میشی چینج کیے خود بھی اوزو اور زینو کے ساتھ ہی جانے والی تھی۔

الماں کو دیکھتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

"رو کر بائے نہیں کہنا میرے دل کی راحت، اب تو تمہارے پاس جونیئر الماں یا جونیئر میشی ہے نہ"

پکڑ کر اسے اپنے قریب کیے جبین چومتے محبت سے اسکے اندر نمودار ہوتی خوشی کا احساس دلایا تاکہ اسکا دکھ کم کر سکے۔

"مس کروں گی بہت سارا، کب واپس آئیں گے الماں؟"

مشائم نے جتنا خود کو مضبوط کیا، الماں کو واپس موت کے منہ میں بھیجتے وقت سارا ضبط ٹوٹ گیا۔

"جیسے ہی مشن ختم ہو گا، ابھی تو میں گیا بھی نہیں اور میری بیوی کو میری واپسی کی پڑ گئی۔۔۔۔ بس نہ ایسے رو مت۔ میں نہیں چاہتا تم اداس ہو کر ہمارے بے بی کو بھی اداس کرو"

الماں نے اسکے چہرے کو ہتھیلوں میں بھرتے یقین دلایا اور اداسی سے منع بھی کیا جس پر وہ رونا تو نہ روک سکی، آنکھیں جھکا گئی۔

"ممی تو ٹھیک نہیں ہوئیں الماں، وہ جب غصے سے دیکھتی ہیں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے کہا تھا نہ انکا دل میرے لیے نرم کر کے جائیں گے"

مشائم کے رندے الفاظ و حسرت جہاں الماں کا دل چیر گئے وہیں روم کے باہر آکر رکتیں عائشہ سیال کو بھی لگا جیسے کسی نے انکا دل مٹھی میں لیا ہو۔

ساری بے اعتنائی و نفرت میشی کی تکلیف کے آگے دھول بنی تبھی بنا وقت ضائع کیے عائشہ نے دروازے پر دستک دی۔

"ممی"

المان نے گردن موڑی تو عائشہ سیال کو ششدر نگاہوں سے دیکھتا اپنے اور میشی کے بیچ زرا فاصلہ بنا گیا، وہ اندر آئیں اور بنا کچھ کہے چپ چاپ میشی کو گلے لگا یا۔

یہ منظر المان، میشی اور دروازے میں کھڑے جواد سیال سب کے لیے حیرت کا شدید جھٹکا تھا۔

" آئی ایم سوری میشی، مجھے زرا اندازہ نہ تھا کہ میرا رویہ سچ میں تمہارے لیے کتنی بڑی تکلیف ہے۔ معاف کر دو بچے، میں تمہارے اور المان کے پیار سے خوفزدہ تھی کہ تم میرے بیٹے کو دنیا جہاں کی ہر دوسری محبت سے لا تعلق کر دو گی۔۔ بس مجھ سے میرے بیٹے کو دور مت کرنا۔ میں نہیں جی سکتی"

عائشہ سیال کے جملے، معافی، تڑپ میشی کے لیے تو ابھی بھی صدمہ تھا البتہ المان کو اپنی دی دھمکی کا اتنا جلدی اثر نظر آتا دیکھائی دے رہا تھا پھر بھی وہ یکدم نرم نہ پڑا۔

نہ میشی کو پڑنے دیا۔

"جب تک آپ اپنے کیے کی تلافی نہیں کرتیں یہ آپکو معاف نہیں کرے گی، اسکا کیا ہے آپکے ایک بار گلے لگانے پر ساری تکلیف بھول جائے گی لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔ اسے المان کی جگہ دیں دل میں صرف تبھی اسے آپکو معاف کرنے کی اجازت دوں گا"

المان نے میشی کا ہاتھ پکڑے ان سے جیسے دور کیا، میشی تڑپ سی اٹھی، المان سنگدل لگا لیکن جواد کے نزدیک المان بالکل ٹھیک کر رہا تھا تبھی وہ مطمئین ہوتے دروازے سے ہٹ گئے۔

"تم اتنے سنگدل تو نہ تھے"

عائشہ واپس بگھڑیں، لہجہ کھارا ہوا۔

"آپ پر چلا گیا ہوں، اب اگر اجازت ہو تو اپنی بیوی سے مل لوں؟"

عائشہ کا تلخ سوال الماں کو سخت برا لگا جبکہ عائشہ نے دونوں ہر سرد نگاہ ڈالی اور کمرے سے پیر پٹخ نکل گئیں اور دروازہ بھی زور سے بند کر گئیں۔

"ا۔۔الماں۔۔۔ی۔۔یہ کیا"

میشی نے سسک اٹھتے ممی کے پیچھے جانا چاہا مگر الماں نے اسکی بازو پکڑے واپس کھینچ کر بازووں میں محصور کیا۔

"جتنا تم ان کے برے رویے پر روئی ہو، ایک بار 'مجھے معاف کردو بچے' یہ جملہ کافی نہیں ہے میشی۔ اتنی جلدی تو میں نے کبھی انھیں معاف نہیں کیا سگی اولاد ہو کر۔ تمہارا میری بیوی ہونے کے ناطے اب اک مقام ہے سمجھو اس بات کو۔ جب تک وہ اپنے رویے سے تمہیں بیٹی ثابت نہ کریں، خبردار جو تم پگھلی۔ یہ انکا وقتی رد عمل بھی ہو سکتا ہے، اور میں تمہارے لیے اپنی ماں کی وقتی محبت افورڈ نہیں کر سکتا"

المان سیال اسکے لیے ہر معاملے میں جنونی تھا، میشی روتے روتے مسکرا پڑی، پوری شدت سے المان نے اسے اپنے سینے میں سمویا۔

"مت کریں نہ۔۔۔ کیوں مجھے اتنا سپیشل کر رہے ہیں المان۔۔۔"

وہ اسکی محبت پر بھی رو دی۔

"کیونکہ تم ہو، بس۔۔۔ اب ایک آنسو بھی نہیں۔ اوزان اور زینو ہمارا ویٹ کر رہے ہیں باہر گاڑی میں۔ چلتے ہیں۔ اپنا بہت خیال رکھنا اور پیپرز کے بیچ آئی جان کے پاس ہی رہنا۔ میں جب جب فری ہوا کال کروں گا۔ اور گھبرانا مت، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ میری جان تم میں ہے"

پیار سے وہ جتنے اسکے آنسو پونجھتا وہ اتنی تڑپی ہوئی تھی کہ دوگنا رو دیتی، اسکے چہرے کا ہر نقش تسلی سے چومتا وہ میشی کے سپرد اپنا بہت سا پیار ان کچھ دنوں میں کر چکا تھا جو یقیناً مشائم المان کو بہت بہت بہادر بنا دیتا۔

وہ چاروں ساتھ ہی لاہور کے لیے روانہ ہوئے، المان نے راستے میں ہوسپٹل سے بازو کے سٹیچیز کھلوائے اور اسکے بعد تینوں نے اسے ائیر پورٹ ڈراپ کیے انصاری حویلی کی راہ لی۔

اس بیچ زینو فرنٹ سیٹ سے اٹھ کر پیچھے میشی کے پاس جا کر بیٹھ گئی جس نے اسکے بیٹھتے ہی اپنا سر زینو کے کندھے پر ٹکا دیا۔

"آئس کریم کھائے گا میرا بچہ؟ یا کچھ اور؟"

اوزان نے پیار سے زینو کے ساتھ لگی میشی کو مخاطب کیا مگر وہ اپنے شوق، اپنی ہر خواہش اور خوشی کھو چکی تھی ایسا لگ رہا تھا۔

"نہیں اوزو، گھر چلیں بس۔۔۔۔"

میشی کو اداس دیکھ کر وہ دو بھی افسردہ تھے۔

"اداس نہ ہو، الماں جلدی آئے گا۔ تم تو ہم سب سے بہادر ہو"

زینو نے اسکا ملائم ہاتھ تھامتے پشت سہلانے کے بیچ میشی کو دیکھا جو جبراً ہی سہی پر سر ہلا گئی۔

"بہادروں کے امتحان بھی سب سے کڑے ہوتے ہیں زینو بھابھی، کیا آپ اوزو کے بنا رہ سکتی ہیں؟"

مشائم نے الماں سے کیا نہ رونے کا وعدہ بہت جلدی توڑا، زینیش کی آزردہ نظر میشی کے سوال پر ڈرائیونگ کرتے اوزان سے ملی۔

"نہیں"

زینو کی آواز تکلیف سے دبی۔

"میں بھی نہیں رہ سکتی، میں کیسے ساری زندگی اسطرح کاٹوں گی۔ کبھی سامنے کبھی اوجھل۔۔۔ اداس ہوں، ان سے پر امس کیا تھا ایک آنسو بھی نہیں بہاوں گی لیکن دل تو ا۔۔نکے ساتھ ہی چلا گیا۔"

میشی کے آنسو اوزان سے برداشت نہ ہوئے تبھی وہ گاڑی سڑک کنارے روکتے پیچھے پلٹا۔

"میشی! ایسے رو نہیں میری جان۔ یہاں آگے آو شاباش۔۔۔"

اوزان نے اسکے آنسو تکتے پاس بلایا جس پر زینو نے مسکرا کر اسے باہر نکلنے میں مدد دی جبکہ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی جیسے اوزان کے ساتھ لگی، خود زینو کی آنکھیں میشی کی تکلیف پر بھیگیں۔

"تم تو میری بہادر دادی اماں تھی، یہ چوہی کب سے بن گئی۔ تم جانتی ہو تمہارے آنسو برداشت نہیں کر سکتا۔ مضبوط بنو بچے، وہ جلدی آئے گا۔ ایسے تو تم اپنے ساتھ ساتھ بے بی کو بھی پریشان کرو گی۔ مجھے بھی"

اوزان نے اسکو خود سے لگائے کچھ دیر رونے دیا تاکہ وہ سنبھلے۔

"آئی ایم سوری میں آپ دو کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، نہ بے بی کو۔ مگر مجھ سے انکا جانا نہیں د۔۔ دیکھا جاتا اوزو۔۔۔۔ یہ ایسی تکلیف ہے جیسے آپ بھی دور نہیں کر سکتے لیکن میں کوشش کروں گی"

میشی تو ان دو کو رلانے پر تلی تھی، زینو تو رو بھی رہی تھی اس سے میشی کا رونا سہانہ گیا جبکہ اوزان واقعی خود کو آجکل بہت بے بس محسوس کر رہا تھا، اب تو وہ احساسات میشی کے رونے نے شدید کیے۔

"تمہاری اس کوشش میں ہم سب تمہارے ساتھ ہیں، میں تم اور زینو کہیں گھومنے چلتے ہیں۔ اچھی سی جگہ تم دو کو ڈنر کرواتا ہوں۔ بس میرے بچے"

اوزان اور زینو دونوں کو اس وقت میشی کی تکلیف دور کرنی تھی اور اس کے لیے وہ دو ہر جتن کرنے پر بھی تیار تھے۔

..________________________..

حسیب دن سے ہی گودام میں موجود تھا، نواز سے کافی کچھ اگلوا لیا اور نواز کا ویڈیو سمیٹ بیان بھی ریکارڈ کیا کیونکہ حسیب ہر قدم پھونک کر رکھنا چاہتا تھا، نواز نے اپنے مقبول جان کے آلہ کار ہونے اور ہر جرم کا حسیب خانزادہ کے زرا سے تشدد کے آگے اعتراف کرلیا۔

"اسکے علاوہ کیا جانتے ہو اس ملعون کے متعلق؟"

نواز کا چہرہ تو کسی زخم سے لبریز نہ تھا البتہ حسیب کے ٹرینڈ لوگوں نے ایسی ایسی جگہ اسے مارا تھا جہاں نہ بتایا جانا ممکن تھا نہ دیکھایا البتہ اسکے حلق سے بدستور دلخراش سسکیاں اٹھ رہی تھیں۔

"اسکے علاوہ مقبول کا ایک اور ساتھی ہے سر، واصف میر۔۔۔ اللہ کی قسم م۔۔ مجھے جو پتا تھا آپکو بتا دیا ہے۔ اب مجھے چھوڑ دیں"

نواز نے باقاعدہ سسک اٹھتے حسیب سے رحم کی درخواست کی اور حسیب اسے چھوڑ بھی دیتا مگر اچانک شام کے چھ بجے کے قریب گودام کی بیرونی

طرف ہوتی فائرنگ نے سب لوگوں سمیت حسیب کے اوسان بھی خطا کیے۔

فوری اپنی پتلون میں دبی گن نکال کر حسیب نے دو لوگوں کو نواز کے پاس رہنے کا اشارہ کیا خود وئیر ہاوس کے باہر جوابی کاروائی کرتے اپنے لوگوں تک پہنچنے کے لیے باہر نکلا۔

گودام پر جس نے بھی حملہ کیا اسکا حکم شاید سبھی کو بھون دینے کا تھا کیونکہ وہ چھ سے سات لوگ درندوں کی طرح نان سٹاپ گولیاں برساتے آگے بڑھ رہے تھے، کچھ ساعتوں میں گولیوں کی دوطرفہ یلغار اور گھن گرج نے ماحول پر سنسنی طاری کر دی۔

"کون لوگ ہیں یہ ارشاد؟"

وئیرہاوس کی نگرانی جونئیر انسپیکٹر ارشاد کے پاس تھی، ان لوگوں کی وحشی انٹری پر حسیب بچ بچاتا باہر نکلا تو ارشاد کے چہرے کا رنگ اسکے وہیں خطرے میں آنکلنے پر سفید پڑا۔

"سر آپ پہلے ہی زخمی ہیں خدا کے لیے واپس جائیں، ہم سنبھال لیں گے ان منحوسوں کو"

ارشاد نے جواب کے بجائے الٹا پریشان ہوتے حسیب کو دیکھا اس بیچ وہ مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔

"زخمی ہوں، خدانخواستہ آپاہج نہیں ارشاد۔ بے فکر رہو"

حسیب نے اپنی گن چلاتے قدم آگے بڑھائے جبکہ دس منٹ لگتار دوطرفہ یلغار کے بعد جب مخالف سمت کے لگ بھگ تمام آدمی مارے گئے، تب حسیب، ارشاد اور باقی سپاہیوں نے بھی حملہ روکا۔

یکدم ہوتی خامشی پر ہر طرف سائیں سائیں کرتا سناٹا پھیل گیا۔

"میں باہر تک چیک کر کے آتا ہوں"

ارشاد مکمل طمانیت کرنے کو وئیر ہاوس کے باہر دوڑا اور حسیب نے بھی زمین پر مردہ ہو کر پڑے آدمی کی جانب جھک کر اسکی شرٹ پینٹ ٹٹولی تو نو کیا دس فون بر آمد ہوا۔

اس پر آتی باس نامی نام سے کال پر حسیب نے فون اپنے آدمی کی جانب بڑھایا۔

"اس نمبر کا سارا ڈیٹا نکالو جلدی، میں نواز کو دیکھتا ہوں"

حسیب کے حکم پر وہ آدمی سر ہلاتا ارشاد کے پیچھے دوڑا جبکہ حسیب جب واپس وئیر ہاوس کے اندر آیا تو آگے کا منظر دیکھ کر اسکی آنکھوں کی پتلیاں ٹھہر گئیں، حسیب نے اپنی گن پر مضبوط پکڑ جماتے فائیر کیا اور نواز کے قریب کھڑا آدمی وہیں ڈھیر ہو گیا مگر حسیب کو آنے میں دیر ہو گئی تھی، جن

دو سپاہیوں کو وہ نواز کی خفاظت پر چھوڑ کر گیا تھا وہ دونوں مارے جا چکے تھے۔

وہ نجس آدمی ناجانے کیسے حسیب کی ناک تلے اندر گھس کر نواز اور دو حسیب کے لوگوں کا کام تمام کر گیا، شاید وہ پروفیشنل ماہر تھا۔

"نواز۔۔۔۔تم۔۔۔"

حسیب نے فوری لپک کر دوزانو زمین پر بیٹھے نواز کی کھلتی بند ہوتی آنکھوں اور آخری لی ہچکیوں کے بیچ اسکی گال سہلاتے پکارا مگر اسکی تھم جاتی دھڑکن وسانس پر حسیب بھی خاموش ہوا۔

"مقبول جان! بہت بڑی غلطی کر دی تو نے۔۔۔"

یہ ناکامی بہت بڑی سہی پر حسیب نے نواز کا جو بیان لے لیا تھا اس پر نواز کی موت کا ہو جانا کوئی نقصان نہ دینے والا تھا۔

حسیب نے اٹھ کر جینز کی جیب سے فون نکال کر اوزان کا نمبر ملایا۔

زینو اور اوزان نے میشی کے ساتھ کافی وقت گزارا اگر وہ ڈنر باہر نہیں سب کے ساتھ کرنا چاہتی تھی تبھی وہ لوگ انصاری حویلی پہنچ چکے تھے۔

میشی اور زینیش کے حویلی کے اندر جانے پر اوزان، حسیب کی کال سننے وہیں پورچ میں گاڑی کے پاس رکا کیونکہ اسکا پلین حسیب سے جا کر ملنے کا تھا۔

"ہاں حسیب"

اوزان نے فون لگتے ہی متفکر، بارعب لہجے میں دریافت کیا۔

"ویرے بری خبر ہے، ویئر ہاوس پر حملہ ہوا تھا۔ نواز مارا گیا۔ میرے بھی دو آدمی مارے گئے"

حسیب نے تاسف سے اطلاع دی جو اوزان کے چہرے پر بھی پریشانی کی شکنیں سمیت لائی۔

"یہ نہیں ہونا چاہیے تھا حسیب، وہ مقبول جان کے خلاف اہم گواہ تھا"

اوزان نے اس نقصان پر کن پٹی کی ابھرتی رگیں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں سے سہلاتے قدرے دکھ کا اظہار کیا۔

"بے فکر رہ، میں نے نواز کا وڈیو بیان لے لیا تھا۔ اور ہاں واصف میر نامی آدمی کے بارے نواز نے بتایا کہ وہ بھی مقبول کا اہم ساتھی ہے"

حسیب کے اگلے الفاظ، اوزان کے دماغی تناؤ کو بحال کر گزرے۔

"واصف میر ہی تو دادا کا وکیل ہے"

اوزان کے منہ سے فوری نکلا، جس پر حسیب بھی حیرت زدہ ہوا۔

"لو جی پھر تو اس کمینے کو ایسی مار دینی چاہیے کہ اسکی نسلیں بھی یاد رکھیں۔ اب اس واصف کو دبوچنا ہو گا کیا؟"

حسیب نے ایک نئے ولن کی انٹری پر منہ بسورا۔

"ہاں لیکن پہلے جاکر تنویر اور بہرام کی خبر لے۔ ایسا نہ ہو وہ کوئی چن چڑھا دیں۔ مقبول جان کو جان کے لالے پڑ چکے ہیں یہ واضح ہے، گواہوں کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسکا اگلا ٹارگٹ وہ خفیہ جگہ ہو گی جہاں بہرام اور تنویر ہیں۔ وہاں کی سیکورٹی بڑھا دے۔۔۔۔ میں آوں؟"

اوزان کی دور اندیشی بہت بار حسیب کو بچاتی تھی اور اس بار بھی کمپلیئین کا اندازہ درست تھا، آخری سوال پر حسیب گردن موڑے زمین پر گرے پڑے نواز کو دیکھتا دل جلا مسکرایا اور اپنے دو ساتھیوں کی دردناک ناگہانی موت پر تکلیف محسوس کی۔

"تجھے اس سب میں کیوں پھنساوں، وہیں ٹک جا یار۔ اب ہمیں اپنا کام خود کرنے دے۔ میں یہاں کا کام نمٹا کر وہیں جا رہا ہوں۔ تجھے پہنچ کر اپڈیٹ دیتا ہوں"

حسیب نے فوری منع کیا جبکہ اوزان خود بھی اب حسیب کو اسکا کام کرنے دینا چاہتا تھا اور خود وہ بھی اپنے معاملات سنبھالنے کی طرف دھیان دینا چاہتا تھا، کئی دن سے نہ پیشنٹس کی خبر لی تھی نہ فیکٹری کی، سیاست اور ایم این اے کا عہدہ تو ویسے بھی اک اضافی سر درد تھا۔

"چل ٹھیک ہے میں بھی میشی کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہوں، الماں کے واپس جانے پر بہت اداس ہے۔ مجھے تیری کال کا انتظار ہے اور ہاں اپنی حفاظت پہلے حسیب۔ مت بھولنا کہ تو زخمی بھی ہے اور اوزان دا یب کے لیے بہت ضروری بھی۔ اللہ حافظ "

اوزان نے بہت سی دوستانہ تاکیدوں کے سنگ اس بپھرے خانزادہ کو باندھا جبکہ حسیب اب تو اپنی حفاظت ایکسٹرا کرتا کیونکہ یار کا تگڑا حکم جو آگیا۔

اوزان نے کال آف کی وہیں عدم کی کال پر اسکے حویلی کے اندر جاتے قدم دوبارہ تھمے۔

"ہاں عدم کہو"

اوزان نے لہجہ ہر درجہ نرم رکھا۔

"سائیں آپکی کل اپائنٹمنٹ ہے سوچا یاد دلا دوں، اس بار پیشنٹ ایک بچی ہے، آپکو میسج پر بتایا تھا شاید آپ نے چیک نہیں کیا"

عدم واپس سے سائیکیٹرسٹ اوزان دایب کے اسسٹنٹ مینجر کی جگہ سنبھال چکا تھا، میسج اوزان نے واقعی نہیں پڑھا تھا تبھی گہرا سانس کھینچ گیا۔

"اوہ! میسج نہیں دیکھ سکا تم مجھے کال کر کے بتا دیا کرو۔ اوکے کتنے بجے ہے اپائنٹمنٹ کل،"

اوزان نے فوری پوچھا، بچی کا سن کر اسے زیادہ فکر نے گھیرا۔

"کل صبح دس بجے، بچی کی پرنسپل نے اسکی اپائنٹمنٹ لی ہے۔ انکا کہنا ہے کہ وہ یہ سیشن پرائیوٹ رکھنا چاہتی ہیں کیونکہ بچی کے والد سے اسکی انہوں نے

پرمیشن نہیں لی کچھ پرسنل وجوہات کی بنا پر۔ مطلب یہ سب بہت رازدارنہ معاملہ ہے"

عدم نے مزید تفصیل دی جس پر اوزان کی فکر اب تجسس بنی، دماغ میں واصف میر کی بچی گھوم رہی تھی تبھی وہ تھوڑا الجھا۔

"اچھا نام کیا ہے اس بچی کا؟"

اوزان نے اپنی الجھن اور اندازے کے تحت پوچھا۔

"وحدہ واصف"

نام کے بعد تو شک کی گنجائش ہی نہ بچی اور اوزان کو اس معاملے کے راز ہونے کی بھی سمجھ آ گئی۔

"او کے ٹھیک ہے میں پہنچ جاوں گا، یہ بتاو منہاس سکندر واپس آ گئے ہیں کیا؟"

اوزان کو اپنے مشیر کی یاد آئی تو یہ بھی لگے ہاتھوں پوچھ ڈالا۔

"جی سر ایک گھنٹے پہلے ہی وہ واپس آئے ہیں، کل سے آپکے پرسنل ڈرائیور کی ڈیوٹی سنبھال لیں گے"

اوزان کو سن کر دلی خوشی ملی، خوبصورت چہرے کے خدوخال میں مسرور رنگ گھلا۔

"گڈ، انکے کھانے پینے کا دھیان رکھنا عدم۔ کک کو کہو اچھا سا ڈنر بنائے۔ کل ملتا ہوں"

اوزان کا عدم سے رویہ پہلے سے دگنا نرم تھا جسکی اس کو دلی طمانیت ملی، فورا سے مسکرا کر عدم نے رابطہ توڑا۔

"وحدہ واصف! شاید وہ بچی نارمل نہیں ہے تبھی پرنسپل کو یہ قدم اٹھانا پڑا۔ دیکھتے ہیں یہ کہانی کیا ٹویسٹ لاتی ہے"

اوزان کے لیے یہ ایک نیا ٹاسک تھا اور یقیناً وحدہ واصف کی اوزان سے ملاقات بلاوجہ نہ تھی اسکے پیچھے بھی قدرت نے کوئی سبب مخفی کر رکھا تھا۔

مشائم کا سب کے بیچ آنا اسکے دل کو قدرے تکلیف سے آزاد کر گیا، پنار اور دیان کا ویلکم اور انکو لے کر چھوٹی چھوٹی خوبصورت رسمیں، سب کا مل بیٹھ کر مسکرانا، باتیں کرنا میشی کے تڑپے دل کے لیے ٹانک کا کام کیا، گرینڈ ڈنر کی تیاری میں ایزل مریم کے ساتھ آج زینو نے بھرپور مدد کی جبکہ پنار سے پہلے کچھ میٹھا بنوایا جانا تھا تب اسے کچن آنے کی اجازت ملتی ویسے بھی کل دیان اور پنار کا ولیمہ تھا اور تب تک دونوں ایکسٹرا اوی آئی پی کپل تھا۔

کنول بھی بظاہر سب کے بیچ موجود تھی مگر خاموش، جیسے اندر ہی اندر ان سب کی والہانہ خوشی سے جل بھی رہی ہو اور کچھ کر سکنے میں بھی ناکام ہو۔

اوزان بھی گاہے بگاہے میشی سے باتیں کر رہا تھا تا کہ اسکا دھیان بٹے جبکہ دیان نے میشی کے ساتھ ہنسی مزاق کر کے واقعی اسے ساری پریشانی سے نکال دیا۔

وہ بہت لکی تھی کہ اسکے پاس ایک خوبصورت فیملی تھی مگر جب المان کی دوری کا سوچتی تو گلاب چہرہ مرجھا جاتا۔

سعدیہ، ایزل مریم اور زینو کچن میں کسی بات پر مسکرا رہی تھیں اور سعدیہ کی مسکراہٹ شرمیلی سی تھی۔

زینو بھی چینج کیے کمفرٹیبل ہو چکی تھی۔

"بس سبکی نیا پار لگ گئی، اب میری سعدیہ کی باری ہے۔ دیکھو بچے اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا دو ورنہ میں خود تمہارے لیے کوئی بہترین سے لڑکا ڈھونڈتی ہوں۔ تمہاری ماں تمہیں ایزل مریم کی امانت بنا کر گئی تھی۔ فرض تو چلتے رہتے ہیں، میں چاہتی ہوں اب تمہارا بھی گھر بس جائے"

ایزل مریم نے بہت پیار اور دوستانہ لہجے میں سعدیہ کو ٹٹولے پوچھا جس پر زینو اور وہ سعدیہ کے چہرے کے گلابی رنگ دیکھتے کچھ مشکوک ہوئیں۔

"لگتا ہے سعدیہ آپا کو کوئی پسند ہے آئی جان"

زینو مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائے شرارت پر اتری، سعدیہ کے چہرے پر کئی بوکھلائے رنگ آ کر گزرے۔

"کیا زینو ٹھیک کہہ رہی ہے سعدیہ ؟"

ایزل مریم نے سعدیہ سے یقین چاہا جس پر وہ حواس باختہ سی کبھی زینو اور کبھی ایزل مریم کو دیکھنے لگی۔

"نہیں تو باجی، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے"

سعدیہ نے فوری منع کیا جس پر ایزل مریم اور زینو ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں، وہ صاف صاف کچھ چھپا رہی تھی۔

"چلو یہ تو اچھا ہے، اپنا عدم کیسا لگتا ہے تمہیں۔ وہ بھی چھڑا کنوارہ بھر پور ہو گیا ہو گا۔ دیکھا بھالا اور شریف لڑکا ہے، اگر تمہیں گزارے لائق لگے تو بتاؤ میں اوزان سے بات کرتی ہوں"

ایزل مریم کافی وقت سے سعدیہ کی جانب سے عدم کے لیے ڈھکے چھکے عام سے کچھ یکسر الگ جذبات محسوس کرتی آئی تھیں مگر سعدیہ نے اپنی ماں کی طرح ہمیشہ فرض کو اہمیت دی تو کبھی اس معاملے میں وہ کھل کر اظہار نہ کر پائی تھی جبکہ عدم کے ذکر پر جیسے سعدیہ کے چہرے کا رنگ اڑا، وہ زینو اور ایزل مریم دونوں نے دلچسپی سے محسوس کیا۔

"وہ۔۔وہ۔۔میں۔۔۔۔یہ فروٹ کسٹرڈ فریج میں رکھنا تھا۔۔۔"

سعدیہ نے گھبرا کر منمناتے فوراً سے ڈش اوٹ ہوئے کسٹرڈ کا باول اٹھایا اور کچن سے جیسے بھاگی، ایزل اور زینو دونوں سعدیہ کے بھاگنے پر ہنس پڑیں، ہنسی میں بہت مسرور سا رنگ ملا ہوا تھا۔

"لگتا ہے سعدیہ آپا کو عدم بھائی پسند ہیں، کیسے پنک پنک ہو گئیں۔ ویسے دونوں کا کپل بہت پیارا لگے گا آئی جان۔ دونوں ایک جیسے بھولے بھالے اور سادہ مزاج لگتے ہیں"

زینو نے مسکرا کر اپنی رائے دی جس پر ایزل متفقہ مسکائیں۔

"ہاں عدم بہت درویش سا آدمی ہے، شریف، بے ضرر اور سادہ سا بچہ ہے۔ مجھے یاد ہے جنت امی کی خاص خادمہ صغری تھیں انکے شوہر وفات پا گئے، لیکن انہوں نے ساری زندگی خدمت کرتے گزاری، انصاری حویلی کی خادمہ ضرور تھیں پر اپنے دونوں بیٹوں کو اچھی تعلیم دلوائی۔ چھوٹا بیٹا تو ابھی بھی پڑھ رہا ہے۔ صغری باجی کی وفات کے بعد سے عدم نے میرے اوزان کے ساتھ جاب کی، اسکا اسسٹنٹ بنا اور کافی وفادار بچہ ہے۔ اوزان اس پر بند آنکھوں یقین رکھتا ہے"

عدم کا ذکر کرتے ہوئے ایزل مریم مٹھاس بھرے لہجے کے سنگ بولیں تو زینو نے بھی مسکرا کر تائید کی۔

"دونوں دیکھے بھالے بچے ہیں، عقد ہو جائے گا تو بہترین ہے۔ سنت بھی پوری ہو گی۔ ایک دوسرے کا دکھ سکھ بھی بانٹ لیں گے اور سعدیہ ہماری کہیں رخصت بھی نہیں ہو گی۔ اسکی اتنی عادت ہے مجھے کہ جب سعدیہ نہ ہو تو مجھے لگتا ہے ایزل مریم کا ایک بازو غائب ہو گیا"

ایزل مریم کا فیصلہ خوبصورت نتائج لائے اسکی زینو نے دل سے دعا کی۔

"ان شاء اللہ آئی جان ایسا ہی ہو گا، بہت اچھا سوچا آپ نے۔ اللہ پاک اجر دیں گے"

زینو کے سراہنے پر وہ پیار سے اسکی گال سہلائے مسکرائیں اور واپس دونوں ساس بہو کام پر لگ گئیں اور وہ دو ساتھ ماں بیٹی جیسی لگتی تھیں۔

ڈنر میں کافی سارے پکوانوں کی رینج تھی اور سب کی پسند کو مد نظر رکھا گیا تھا۔

بہت مدت بعد انصاری حویلی کا ڈائنگ اتنا مکمل اور بھرا تھا کہ ہر کسی کا دل مسرور ہوا۔

"ماشاءاللہ! بھرا بھرا دستر خوان کس قدر بڑی نعمت ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس گھر کو ہر قسم کے وبال، غم، مصیبت سے پناہ میں رکھیں"

سب کو مسرور چہروں کے سنگ بیٹھا دیکھے ایزل مریم نے گھر کا بڑا ہونے کے ناطے دعا کی۔

سب آج تو خوش تھے مگر یہ خوشی آج یہیں ختم ہونے والی تھی کیونکہ کل فیروز شمشیر انصاری کا نجس سایہ واپس اس چار دیواری پر پڑ کر یہاں مستقل جمود طاری کرنے والا تھا۔

سب بہت خوبصورت اور مکمل تھا اور ایسی دلکشی کو نظر لگتے دیر نہیں لگا کرتی۔

..________________..

"اپنے روم میں آہی گئی تم"

دیان نے میشی کو نیند آنے تک کمپنی دی اور پھر میشی آئی بڑی امی کے ساتھ انکے کمرے میں گئی تو دیان بھی روم میں آیا، خوبصورت کمرہ اوپر سے جگمگاتی لائٹنگ، گلاب کے پھولوں کے بکوں سے آراستہ ماحول پنار کو خوابناک سی کیفیت میں مبتلا کر گیا، کب وہ بنا آواز آکر اسے عقب سے حصارے سینے سے لگائے کان کی اور جھکا، آہٹوں نے اس پر سکون شخص کی آمد کی خبر نہ دی یا پھر شاید پنار ہی گہری سوچوں میں گم تھی۔

"اپنے نہیں، ہمارے"

زرا سی گردن گمائے دیان آریز کی تصیح کی جو اسے مسرور کر گئی، اسکی مہکتی سانس پنار نے اپنی سانس میں گھلتی محسوس کیے خوشی سے دیکھا۔۔

"ہمم۔ ٹھیک کہا، تو کیا پلین ہے پھر اتنے خوبصورت ہسبنڈ کے ساتھ کمرے کی خوبصورتی کو سیلبریٹ کرنا چاہو گی؟"

دیان آریز نے اسے پکڑے روبرو لایا اور اپنی خواہش بنا الفاظ کے پیرین میں سمیٹے بے باکی سے اسکا چہرہ فوکس کیے بیان کی۔

"میں آپکے ساتھ ہر لمحہ سیلبیریٹ ہی تو کر رہی ہوں، مجھے آپ سے پچھ پوچھنا ہے۔ مجھے مہلت ہی نہیں ملی نہ آپ کی موجودگی نے مجھے ہوش میں رہنے دیا لیکن اب میں آپ سے ہر صورت اپنی الجھن کہنا چاہتی ہوں دیان"

پنار نے لہجہ ہی ایسا بوجھل اختیار کیا کہ دیان کو ہر خمار جھٹکے سنجیدہ ہونا پڑا۔

"ہاں پوچھو کیسی الجھن ہے تمہیں؟"

دیان نے اسکو بھرپور توجہ سونپی۔

"ممی کے حوالے سے ہے، مطلب وہ اپنی ضد پر ڈٹی ہوئی تھیں اور پھر اچانک آپ نے ان سے بات کی اور وہ مان گئیں۔ یہ سب مجھے ہضم نہیں ہوا۔ ممی سے جب پوچھا تو انکے چہرے کے رنگ بدل گئے لیکن آپ تو مجھ سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔ تو بتائیں کیا ممی نے ہماری رخصتی کے لیے کوئی شرط رکھی تھی؟"

پنار اس سے یہ سب پوچھے گی اسکی دیان کو امید نہ تھی، نہ وہ یہ سب ڈسکلوز کر کے ماں بیٹی میں چپقلش بیدار کرنا چاہتا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، میں نے بس انکو تمہاری حفاظت کا یقین دلایا تھا۔ وہ دادا کو لے کر خوفزدہ تھیں کہ جیسے زینو بھابھی ایفیکٹ ہوئیں، ویسے تم بھی ہو جاو گی۔ بس میں نے انکو یہی کہا کہ میں پنار کی حفاظت کروں گا"

دیان نے بھرپور یقین دلاتے بتایا مگر نجانے کیوں پنار کا دل مطمئین نہ ہو سکا۔

"سچ کہہ رہے ہیں؟"

پنار نے دیان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اک آخری بار یقین چاہا، اور اس لمحہ دیان کا مضبوط سا دل بھی کپکپا اٹھا۔

"بالکل سچ"

وہ اسکے رخساروں سے ہتھیلیوں کو جوڑے نرمی سے اسکے چہرے پر جھکا، تب تک پنار کی سانسوں میں سانس کھینچی جب تک وہ ساری الجھنوں سے آزاد ہو کر اسکی دھڑکنوں کے سنگم کے ساتھ نہ سانس لینے لگی۔

ایسے یقین دلانے پر وہ کیسے نہ کرتی، اسے اعتبار آگیا، اکھڑتی سانسیں استوار کرنے کے بیچ وہ زرا دور ہوئی تو دونوں کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی خوبصورتی رقص کر اٹھی۔

"اس طرح آپ جھوٹ بھی بولیں گے تو یقین کر بیٹھوں گی دیان آریز"

وہ اس کے لیے محبت سے بھری جبکہ دیان کو یقین واثق تھا کہ وہ کبھی پنار کی حفاظت میں ناکام نہ ہو گا تبھی تو پنار کے ذہنی سکون کے لیے اس نے یہ بات چھپالی۔

"جانتا ہوں، تمہیں یقین دلانے کے لیے یہی طریقہ تھا میرے پاس۔ تم ٹھہری سرپھری، عام لڑکیوں کی طرح کہے سادہ الفاظ پر کان نہ دھرنے والی۔"

دیان کے اک جذباتیت میں سرشار جملے پنار کو ہنسا گئے، پر دونوں کی ہنسی، اس تنہائی، اس فسوں خیز مہکتے ماحول میں جلد تھم کر خمار سا بن گئی۔

وہ اپنی روح کے تقاضے، جسم کی تھکن کے آگے رد کر رہی تھی، ہو نہیں پا رہے تھے، اس ساحر شخص کا اسیر ہونا پنار کا دل ہر لمحہ چاہنے لگا تھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

دیان اسکی نظروں سے ڈسٹریکٹ ہوئے بے اختیار بول اٹھا، خود پر فریفتہ ہوتی سیاہ آنکھوں میں امڈتے گلابی خمار اور محبت کی تپتی آگ سے لبریز آنکھوں کو نہ دیکھ پاتے پنار دھیرے سے پلکیں جھکا گئی۔

"سکون ملتا ہے آپکو دیکھ کر، تھینکیو فار ایوری تھنگ"

دھیرے سے قریب سر کے وہ دیان کے گلے لگی، بازووں پر دونوں اطراف سے زور بڑھاتے دیان نے اسے اپنے حصار میں قید کیے اس سرور کو خوشی کے سنگ محسوس کیا۔

"کل ایک تھکا دینے والا دن ہے۔ سفر نے اعصاب جکڑ دیے، تم بھی چینج کر لو پھر سوتے ہیں۔ہاں پلین بدل گیا بعد میں اسکی گارنٹی نہیں دے رہا، فی الحال دیان آریز بہت شریف انسان ہے"

دیان کی کان کی لو کو چومتی سرسراتی سرگوشی پر پنار نے ہنس کر بیچ کا فاصلہ بنایا جبکہ دیان نے جس طرح کبھی اسکی آنکھوں، کبھی گداز لب، کبھی

رخسار، کبھی سپید پڑتی ملائم گردن کو گہری استحقاق بھری نظروں سے دیکھا، پنار کو شرافت جیسا احساس دور دور تک محسوس نہ ہوا۔

"آپ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں، مجھے کوئی ایشو نہیں آپکے بگھڑنے سے، بھولیں مت آپکے سامنے پنار کھڑی ہے"

وہ اسکے برابر آتی تھی، تبھی تو دونوں کی آنکھیں اتنے قریب چلی آتیں کہ وہاں کے جگمگاتے ستارے بھی دریافت کر لیتیں۔

"بگھڑا تو یہ کھڑی پنار گر پڑے گی، کیا منظور ہے اب بھی"

والہانہ نظروں سے پنار کے ملائم خدوخال تکتا وہ اسکو قریب سرکاتے بولا کہ اسکے جذب بھرے بے خود لہجے نے پنار کا دل جکڑا لیکن وہ مسکرا کر عملی بے باک لمس اس شریر مسکراہٹ کے نام پوری جان نثاری سے کیے جیسے دیان کو مدہوش کیے بھاگی، اسکی ایسی ہاں اب کسے شرافت کے آس پاس

بھی بھٹکنے دیتی، سرور کے سنگ ہنستا ہوا وہ اتنا خوبصورت لگا کہ خوبصورتی کو ناپنے کے پیمانے بھی ناکام ہو کر رہ گئے۔

..________________________..

طلال نے اپنی الجھن آخر اوزان سے کہہ ہی دی، زینو تو آجکل میسر نہ تھی سو اوزان نے خود ہی رومیو جولیٹ کی خبر گیری کرنے کو ڈنر کے بعد لان کا رخ کیا، ویسے تو سعدیہ انکی دیکھ بھال کر رہی تھی پر اوزان کو خود ان کے ساتھ وقت گزار کر خوشی ملی۔ طلال بھی اسے باہر اکیلا جاتا دیکھ کر وہیں چلے آئے اور چاچو نے اسے بھی اپنی طرح الجھا دیا۔

"اسکے آنسو جھوٹے نہیں لگے، یہ بھی تو ممکن ہے اولاد کھونے کی تکلیف نے اسے بدل دیا ہو"

وہ اوزان کے ہمراہ واک کر رہے تھے، رک کر اپنی الجھن کہتے اوزان کو دیکھنے لگے جس نے خود بھی رواں قدموں کو روک دیا، وہ ساحر شخص الجھن میں مبتلا ہوا۔

"ایسا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی، چاچو میں آپکو کسی چیز کے لیے پابند نہیں کر رہا مگر پھر بھی محتاط رہیں۔ وہ تنویر کی بیٹی ہے، اس نے بہار سے کئی گنا اپنے باپ کی تربیت کا اثر لیا ہے۔ بہار کی قسمت اچھی تھی وہ سنبھل گئی۔ لیکن کنول اس جیسی نہیں ہے، آپ اپنے دل کی سنیں لیکن پلیز کنول کے ہاتھ دوبارہ کبھی اپنی کمزوری مت تھمایئے گا"

اوزان نے چاچو کی ہر بات سنے مصالحت سے فیصلے کا اختیار طلال پر چھوڑا۔

"نہیں اب ایسا ممکن نہیں کہ میں اسے دوسرا موقع دوں اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے، لیکن اسکی تکلیف اگر سچی ہے تو میں گناہ گار ہو رہا ہوں۔ اور میری بے چینی کا دور دور تک کوئی حل نہیں۔ کاش کوئی انسان کو پرکھنے کی بھی

مشین ہوتی لاڈلے، یہ دوہرے چہروں والے لوگ تو نگل جاتے ہیں اور پتا بھی نہیں چلتا"

چاچو کے تاسف بھرے لہجے پر اوزان نے دوستانہ انداز میں انکا سینہ تھپکایا۔

"یہی انسان کی آزمائش ہوتی ہے، لاتعداد مکھوٹوں کے بیچ سے سامنے والے کا اصل تلاش کرنا۔ خیر آپ کنول کو مارل سپورٹ ضرور دیں اگر وہ رو رہی ہے لیکن اپنا آپ نہیں۔ میں نہیں چاہتا ایسا، اور یہ کسی احتیاط ہی کہ باعث کہہ رہا ہوں۔ اب آپکا پچھتاوا نہیں سہہ سکتا۔ جائیں آرام کریں"

اوزان نے انکے دل کی بھرپور تشفی کروائی ہو یا نہیں انھیں ایک سیدھے راستے کی سمت ضرور دیکھا دی تھی۔

وہ جیسے اوزان کے گلے لگے، وہ خود چاچو کی حالت پر ان کے لیے دکھی ہوا۔

طلال واپس سٹڈی میں جانے کے بجائے کمرے میں گئے تو کنول کھڑکی کے پاس لگ کر کھڑی وہاں سے دیکھائی دیتے انصاری حویلی کے پورچ کی جانب

لگے سفیدے کے درخت ہر بنے گھونسلے پر نظریں جمائے تھی جب دروازے کی آہٹ پر پلٹی تو طلال کو دیکھ کر اپنی آنکھوں میں اڈتی حیرت دبا نہ سکی۔

"تم غلطی سے آ گئے کیا؟"

کنول نے مکمل پلٹ کر قریب آرکتے طلال کو دیکھتے اذیت سے سوال کیا کیونکہ اسے کہاں امید تھی کہ وہ کبھی اسکی موجودگی میں یہاں آئے گا۔

"نہیں اب سے یہیں رہوں گا، تمہارے ساتھ"

طلال کے جملے اتنے ہی بے یقین تھے جتنے کنول کے لیے اپنے دل کی عجیب بدلتی کیفیت۔

"مجھ پر تمہاری یہ مہربانی کسی نئے ستم کی وعید نہ ہو طلال، تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ سن رہے ہو۔ میرے پاس خود آئے ہو کیا یہ میرا خواب تو نہیں"

خود اذیتی اور تکلیف کا کھار اپن کنول کے لہجے سے چھلکا۔

"میں نے کہا تھا دوست بن کر رہوں گا، اسی پر عمل کر رہا ہوں۔ آ جاو سوتے ہیں۔ مجھ سے زیادہ کی امید مت رکھنا، جتنا میسر آپاوں اسے غنیمت جاننا"

اسے پکڑ کر اپنے قریب کرتے وہ عام سے مگر نرم لہجے میں بولے مگر کنول خود نہ سمجھ سکی کہ اس شخص کے زرا سے اس بڑھائے قدم میں ایسا کیا تھا کہ وہ ساری تکلیف، ساری اذیت اور ساری انتقامی وحشت سے نکل آئی، طلال نے اپنی جانب سے ایک بہتر قدم اٹھایا تھا اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ کنول کا دل نرم کرتا ہے یا نہیں۔

وہیں دوسری جانب حسیب نے تنویر اور بہرام دونوں سے ملاقات کی، بہرام کی حالت واقعی نازک تھی اور جب ڈاکٹر نے اسکا معائنہ کیا تو پتا چلا کہ اسکے جسم میں گردش کرتے خون میں کوئی سنگین مسئلہ ہے، تو گویا بہرام ملک کو اسکے کیے کی سزا قدرت نے بھی دینے کی ٹھان لی تھی۔

البتہ تنویر کی چپ مار کٹائی کے باوجود قائم تھی شاید وہ بھی کل کے دن کا منتظر تھا، اسے شمشیر کی واپسی کی امید تھی۔

جبکہ نواز کی موت کی خوشی واصف اور مقبول جان نے دل کھول کر منائی یہ سوچ بنا کہ ممکن ہے یہ انکی آخری خوشی ہو۔

جبکہ واصف نے رات ہی جیل جا کر فیروز سے ملاقات کی۔

" آپکی کل ضمانت ہو جائے گی، لیکن میرے احسان کو بھولیے گا مت فیروز صاحب"

واصف میر نے آزادی کی نوعید سنا کر اس وحشی کے جسم میں ماند پڑتی درندگی کو اس خبر سے ہوا دی۔

" نہیں بھولوں گا واصف میر، ایک تم ہی تو واحد وفادار ساتھی ہو۔ میری آزادی اب ہر اس فرد کی اذیت بنے گی جو مجھے ان سلاخوں کے پیچھے پہنچانے کا باعث تھا۔ ایک ایک کو چن چن کر موت دے گا فیروز "

وفادر ساتھی پر واصف نے کمینگی سے بھری مسکراہٹ دی جبکہ فیروز کے اندر یہ جلتی آگ ہی تو واصف میر کی طاقت تھی تاکہ وہ بیک سٹیج رہ کر اس کٹھ پتلی کو نچا سکے۔

"پہلے اپنے پوتوں پر نظر ثانی کیجیئے گا محترم، وہ دو ہٹ گئے راہ سے تو سمجھیں جیت ہماری ہے۔ ماریے گا مت بھلے لیکن ان دو کی آواز آپ کے سوا کوئی خاموش نہیں کر سکتا۔ کل کورٹ میں ملتے ہیں"

جاتے جاتے بھی واصف میر اپنا مزید زہر اس پہلے سے تنہائی، ظلالت اور زلت کے گڑھے میں دھنسے شخص میں انڈیلنا نہ بھولا اور لگ یہی رہا تھا کہ سب کے سکون اور خوشی کو کل پھر سے آگ لگنے والی ہے کیونکہ سلاخوں کے پیچھے موجود فیروز شمشیر انصاری کی آنکھوں میں ایسی آگ تھی جو اب کسی کو بھی فنا کر سکتی تھی۔

..__________________..

وہیں دوسری طرف سعدیہ، زینو، میشی اور ایزل مریم نے خوب باتیں کیں، میشی کا کل بھی پیپر تھا مگر اسکی مکمل تیاری تھی سو وہ اپنا دل بہلانے کو لیڈیز کے ساتھ خود بھی باتیں کرتی رہی اور پھر وہیں جب آئی جان کی گود میں سر رکھے سوئی تو تینوں نے پیار سے اسے دیکھا۔

"میری معصوم گڑیا! تم دونوں اسکے لیے خاص دعا کرنا کہ اسے ہمت ملے۔ میں تو اسکے لیے بہت فکر مند ہوں۔ ایک تو اتنی سی عمر میں پریگنیسی اوپر سے المان کی دوری، اللہ میری میشی اور اسکے بچے کو اپنی امان میں رکھیں۔ خیر خیریت سے المان کی واپسی تک یہ امانتیں رہیں"

ایزل مریم کو فکر مند دیکھے سعدیہ اور زینو بھی ویسا ہی افسردہ تھیں۔

"فکر مت کریں باجی، جب تک میشی بی بی یہاں ہیں میں انکا روز صدقہ دوں گی۔ کہتے ہیں صدقہ بلائیں دور کرتا ہے۔ اللہ سوہنا انکو ہمت دے گا"

سعدیہ کے خلوص اور محبت پر ایزل نے پیار سے سعدیہ کی گال سہلائی۔

"بالکل، ہم سب میشی کا مل کر خیال رکھیں گے۔ یہ الماں اور اپنے بچے کے ساتھ خوشی سے جیئے گی۔ آپ پریشان نہ ہوں"

زینو نے بھی بھرپور حوصلہ دیتے نرمی سے آئی جان کا ہاتھ پکڑے چوما۔

"ان شاء اللہ میری جان! اب تم دونوں بھی جاو آرام کرو۔ میں میشی کے ساتھ ہی سووں گی۔ جب یہ اداس ہو تو رات کو ڈر کر اٹھ جاتی ہے۔ الماں پاس نہ سہی ماں کا لمس اسے سکون دے گا۔۔۔ جاو میری شہزادیو! شب بخیر"

چونکہ نو بج چکے تھے تو ایزل مریم خود بھی تھک گئیں اور زینو اور سعدیہ کو بھی آرام کو بھیجا، وہ دونوں ہی فرمابرداری سے چلی گئیں مگر کمرے سے باہر آتے زینو نے رک کر سعدیہ آپا کا ہاتھ پکڑے روکا تو سعدیہ زرا بوکھلائی۔

"سعدیہ آپا! اگر آپ آئی جان سے کہنے میں ہچکچا رہی ہیں تو مجھے بتا سکتی ہیں۔ اگر آپکو عدم بھائی نہیں پسند یا آپ کے خوابوں کا شہزادہ کوئی اور ہے تب بھی، ہم آپکے لیے اچھا سا لڑکا ڈھونڈنے کی پوری کوشش کریں گے"

زینو کو لگا جیسے اسکا سعدیہ سے ایک بار پوچھنا ضروری ہے، اس سے زینیش کے دل کو اطمینان ملتا۔

سعدیہ پہلے تو کچھ نہ بولی، ہچکچائی مگر پھر زینو کا ہاتھ پکڑے سہم کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہچکچائیں نہیں، مجھے اپنی چھوٹی بہن سمجھیں۔ آپ جو بھی بتائیں گی یہ ہمارا سیکرٹ ہو گا"

زینو نے مزید نرمی سے بات دہرائی تاکہ سعدیہ کا ڈر زائل ہو۔

"زینو باجی، مجھے وہ اچھے لگتے ہیں۔ بلکے بہت اچھے"

سعدیہ کے اعتراف نے زینو کو اسقدر خوشی دی کہ بیاں کرنی مشکل تھی تبھی تو زینو نے فوری سعدیہ کو گلے لگایا اور اس سے سعدیہ بھی حواس باختہ سا مسکا دی۔

"یہ ہوئی نہ بات، اب مجھے تسلی مل گئی۔ مجھے بھی وہ بہت اچھے لگے آپ کے لیے۔ آئی جان آپ دو کا عقد کروانے کا سوچ رہی ہیں۔ اللہ مبارک کرے گا۔ میں بہت خوش ہوں یہ جان کر کہ ہماری سعدیہ آپا کے دل میں بھی کچھ کچھ ہو گیا"

زینو نے جس محبت پیار سے سعدیہ سے رضامندی جانی وہ واقعی خوبصورت تھا۔

"وہ راضی ہو جائیں گے"

سعدیہ کی مسکراہٹ کو عدم کی مرضی کے نقطے نے نگلا۔

"ان شاء اللہ، اتنی سگھڑ، ہونہار اور پیاری سعدیہ کے لیے کون انکار کر سکتا ہے۔ پریشان نہ ہوں سب اچھا ہو گا۔ اب مزے سے جا کر سو جائیں"

زینیش نے اسکے لمحوں میں فکر سے آزاد کیا جس پر وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

"سو کیوٹ! اللہ جی ان دو کا ساتھ لکھ دیجئے پلیز۔ آمین"

دل سے دعا کیے محترمہ خود بھی زینے چڑھ گئیں۔

بیڈ روم کے باہر پہنچے اسے رومیو جولیٹ کا خیال آیا۔

"رومیو جولیٹ کہیں گے کتنی بے وفا ہے زینو، وہ مجھے مس کر رہے ہوں گے۔ کیا کروں پہلے انکے پاس جاوں یا روم میں؟"

زینیش نے دو تین دن سے ان بچاروں کی خبر ہی نہ لی اور امید کو تو یکسر بھلا چکی تھی تبھی تو اپنے ان دوستوں کے خیال نے مضطرب کیا۔

"نو، پہلے اوزان پھر کوئی اور"

شوہر اور محبوب ہونے کے ناطے اوزان دایب سب پر سبقت لے گیا تبھی زینو نے مسکرا کر کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کیا تو اوزان چینج کیے کروٹ پر لیٹا تھا۔

"سو گئے کیا؟"

زینو نے گھڑی پر سوا نو بجتے دیکھ کر حیرت سے خود کلامی کی اور بنا اوزان کو تنگ کیے وہ پہلے چینج کرنے بڑھی۔

ڈراک میرون سلک نائیٹ سوٹ میں ملبوس ہوئے، بالوں کو میسی بن کی شکل دیتی وہ کمرے سے باہر آئی، عشاء کی نماز وہ آئی جان کے ساتھ ہی پڑھ چکی تھی اور اب بس لمبی تان کر سونے کا ارادہ تھا۔

"شاید میشی کے لیے اداس ہیں"

زینو نے دل میں سوچتے ہوئے خوبصورت کشادہ روم کی مین لائیٹ آف کی اور بنا آواز کرتے وہ اوزان کے برابر دونوں تکیوں پر سر رکھے لیٹی، دل تو اوزان کو بلانے کا چاہ پر وہ کبھی اسے نیند سے جگا کر بے آرام نہ کرتی تھی، اس پہلو میں کروٹ بدل کر لیٹے اوزان کی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی تھی، اگر وڈ بھی دہکا ہوا تھا، ٹھنڈک کے ملائم احساس نے دل کے جذبات دہکا دیے۔

کچھ دیر زینو نے چھت سے لٹکتے سنہری ملگجی روشنی اگلتے بہت خوبصورت فانوس کو دیکھتے لمحے سرکائے اور پھر کروٹ اوزان کی طرف بدلی اور زرا قریب سرک کر اسکے ساتھ جا لگی اور اپنا ہاتھ اسکی بازو تلے سے نکال کر اسکے گرد باندھا، زیمو کی دھڑکنیں اپنے تھکے جسم میں اترتی محسوس کیے وہ لمحے میں آرام پا گیا۔

اوزان کی بند آنکھیں حرکت کیں جبکہ ہونٹوں پر متبسم سا رنگ بکھرا۔

"اوزان! کیا آپ سو گئے؟"

اتنے پیار سے وہ سوئے اوزان کو جگاتی تو اوزان نیند سے اٹھ جاتا، اس وقت تو وہ بس آنکھیں موندے ہوئے لیٹا تھا۔

"نہیں"

وہ اسکے جواب کی امید نہ رکھتی تھی تبھی چونکی اور پھر تب مسکرائی جب وہ کسمساتا کروٹ بدلے سیدھا لیٹا، زینیش کی سنہری آنکھیں، ان والہانہ نگاہوں سے چار ہوئے مزید سنہری ہوئیں۔

"میشی کے لیے اداس مت ہوں، اسے ہم سب سنبھال لیں گے۔ آپ اسکی تکلیف نہیں سہہ سکتے مگر تھوڑا دل بڑا کرنا ہو گا۔ وہ چھوٹی ہے سب سے، اسے مضبوط ہونے میں وقت لگے گا"

اوزان نے اسکی کمر کے گرد بازو حائل کیے زور بڑھا کر اپنے سامنے کیا تاکہ اسے جی بھر کر دیکھ سکے۔

"وہ مضبوط ہے، بس حساس ہو رہی ہے۔ مجھے یقین ہے سنبھل جائے گی"

وہ اسکے بے حد قریب آچکا تھا، کہ اوزان کے جسم سے اٹھتی حلاوت خیز مہک زینو کو اپنے حصار میں بھرنے لگی۔

"ان شاء اللہ، مے بی جو اسکی کنڈیشن ہے یہ حساسیت اس سے مزید بڑھی ہو۔ میں نے سنا ہے پریگنیسی کے ایسے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اس ٹائم پیریڈ میں اسے الماں کی زیادہ ضرورت ہے اور وہ دور ہو گیا۔ اسی وجہ سے وہ کمزور فیل کر رہی ہے"

زینیش نے اپنی سوچ کے مطابق اندازہ لگایا۔

"ہمم مے بی، جب تم خود ایکسپیرینس کرو گی تو اچھے سے اسکی کنڈیشن سمجھ سکو گی"

بظاہر تو اوزان نے اسے والہانہ پن سے تکتے عام سے لہجے میں کہا تب بھی اپنے نائیٹ سوٹ جیسی لال ٹماٹر ہوئے وہ نظر جھکا گئی۔

"م۔۔میں کیوں کروں گی۔۔۔۔۔کچھ بھی بولتے ہیں"

اوزان سے دور ہونے کو وہ سیدھی ہوئی مگر اوزان نے مزید نزدیک کھینچتے اسکا فرار ناکام کیا۔

"کیوں کیا مطلب۔۔۔۔ تمہیں بھی تو اس سب سے گزرنا ہے زینو"

اوزان کے الفاظ زینو کو خوفزدہ کر رہے تھے، تبھی تو ایک رنگ چہرے پر آ اور دوسرا جا رہا تھا۔

"آپکو ایک بات بتانی تھی اسے چھوڑی۔۔۔"

زینیش نے بیچ کے بڑھتے فسوں سے گھبرا کر بات بدلی مگر اوزان نے دیکھا ہی کچھ ایسی نظر سے کہ زینیش سانس لینا تک بھول گئی۔

"مجھے ہم دو کے سوا کوئی بات نہیں کرنی، گڈ نائیٹ"

لمحے میں ناراض ہوئے وہ اسکے نیچے دبی بازو نکالتا دور ہوا جبکہ زینیش ہونق ہوتی سمجھ نہ سکی کہ اوزان کو یکدم ہوا کیا۔

"اوزان! ایسے ناراض کون ہوتا ہے"

زینو نے واپس اسکے کروٹ بدلنے پر بازو سہلاتے پکارا مگر تکیہ منہ پر رکھے مزید پرے سرک گیا۔

"یا اللہ! اب انکو کیسے مناوں"

فوری گھبرا کر اٹھی اور بیڈ سے اترے گھوم کر اوزان کی طرف آئی مگر جب اوزان کو احساس ہوا وہ اسکے پاس آرہی ہے، موصوف فوری کروٹ دوسری طرف بدل گئے۔

زینیش نے گھبراہٹ کے باوجود مسکرا کر اوزان کی حرکت دیکھی اور جا کر اسکے عقب میں ہی لیٹی، گردن موڑ کر اوزان کی چوڑی پشت دیکھتے وہ قریب

سرک کر لیٹی اور زبردستی اسکی بازو سے نیچے ہاتھ گھسا کر گزاری اسکے سینے پر ہتھیلی جماتے قریب ہوئی۔

"اوکے صرف ہماری بات ہوگی، اور جو آپ چاہیں گے۔ پلیز مجھ سے منہ تو مت موڑیں۔ اوزان یہاں پلٹیں نہ، میں کان پکڑ کر سوری کرتی ہوں"

زینش نے تمام تر گھبرا جانے اور ہرٹ کرنے کی معافی مانگی مگر وہ تب بھی نہ پلٹا جس پر وہ زرا اٹھ کر اپنی ٹھوڑی اوزان کی بازو پر رکھے دوسرے ہاتھ سے اس سے تکیہ چھین کر اپنے پیچھے پھینک گئی۔

پورا زور لگائے اسے پلٹائے سیدھا کیا۔

"ایسے گھوریں تو مت، کان پکڑوں"

اوزان کی سرد نظر زینو کو بری طرح چبھی جس پر اوزان نے منہ بسور کر نظر پھیری مگر زینو اسکا چہرہ پکڑے واپس خود کو دیکھنے کی پوزیشن میں سیٹ کیے روہانسی ہوئی۔

"آپکو پتا ہے ناراض ہو کر بہت پیارے لگتے ہیں، مان جاتے ہوئے اس سے دگنے۔ اوکے نہ سوری دوبارہ ایسا نہیں کروں گی۔ اس ٹائم ہمارے بیچ کسی دوسرے کا ذکر نہیں ہو گا پرامسس، اب مسکرادیں۔ ورنہ گدگدی کروں گی"

جس قدر جتن کرتی وہ اسے منا رہی تھی، اوزان کو ماننا ہی پڑا، خود پر با قاعدہ جھکی زینو کے گرد بازو حائل کیے وہ خود میں جذب کرتا خود بھی آنکھیں موند گیا اور اسکے سینے سے آ لگتے بے قرار دل کو راحت ملتے ہی زینیش بھی مسکرا دی۔

"اداس ہیں؟"

وہ اسکے نہ بہکنے ہر تشویش میں تھی ورنہ اتنے قریب وہ اسے ہوش میں کہاں رہنے دیتا تھا، اوزان کی سوچیں کل کے لیے سخت مضطرب تھیں۔

"ہمم۔۔۔بہت"

اوزان نے بنا اعتراض کہا جس پر وہ سر اٹھا کر اوزان کو دیکھنے لگی۔

"میں کچھ کر سکتی ہوں؟"

زینیش کی آفر پر اوزان نے ساری اداسی ترک کرتے مسکرا کر اس خود پر فدا لڑکی کو دیکھا۔

"ایسی آفر کرنے سے پہلے تم سوچتی نہیں ہو زینیش، غائب ہو جاو گی میرے لیے کچھ کرتے کرتے"

اوزان کے خفت بھرے مسکاتے جملے اور تاکید پر وہ ہونٹوں کو حصار نے والی شرمگیں مسکراہٹ لیے دیکھنے لگی۔

"تو آپ اداس نہ ہوا کریں پھر میرے قریب"

نہایت معصومیت سے ڈرتے ہوئے تجویز دی جس پر کتنی ہی دیر اوزان دایب والہانہ محبت اپنی سنہری آنکھوں میں بھر کر اسے دیکھتا رہا یہاں تک

کہ زینو نے نظریں جھکا لیں کیونکہ وہ اوزان دایب کی قربت سے نہیں اسکی آنکھوں کے بھٹکنے اور ہاتھوں کی گداز کمر پر سرسراتی حرکت سے خوفزدہ تھی۔

"جب سوچتا ہوں میری اداسی دور کرنے کے لیے تم ہر حد سے گزر جاو گی تو اداس ہونا اچھا لگنے لگتا ہے، زینیش! تمہاری روح کی تروتازہ خوشبو میری روح کو ایسی بھا گئی ہے کہ خود سے تمہاری خوشبو آنے لگی ہے، جو مجھے کہیں بھی بیٹھے بیٹھے مدہوش کر سکتی ہے۔ ایسا ظلم کیوں کیا ہے تم نے میرے ساتھ"

استحقاق بھرے بھاری لہجے میں وہ بول نہیں زینیش کے دل کو مٹھی میں لے رہا تھا۔

جسکا جواب اس سے بہتر ہو نہ سکا کہ زینیش نے زرا سا اٹھتے واپس جھک کر اپنے لب اسکی پیشانی پر ٹکائے کہ انکا ملائم لمس اوزان کو راحت سے نواز گیا۔

"میں نے تو آپکا بھلا سوچا تھا اوزان"

وہ سادگی سے دور ہوتی بولی، اس سادگی پر کون نہ مر جاتا۔

"اسے بھلا کہتے ہیں؟"

وہ اسکے سوال پر پریشان ہوئی، لرزتی پلکیں کے بیچ اوزان کو دیکھنے لگی۔

"آپ خوش نہیں ہیں میرے ساتھ؟"

لمحوں میں زینیش کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"تم رولو پہلے شاباش"

اوزان نے اسکی چھلکنے کو بیقرار آنکھیں تکتے بدمزہ ہوتے جتایا، وہ اسکے وجود سے نکلتی آسودگی خود میں جذب کرتی فوری ساری آنسو پی گئی۔

"ن۔ نہیں رو رہی بدھو"

وہ اسکی چڑ پر بگھڑی۔

"بدھو کسے کہا ہے تم نے؟"

اوزان نے اسکے گرد جمی بازووں کی گرفت جکڑی۔

"آپکو"

بنا انجام کی پرواہ کیے وہ اوزان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے خوفی سے بولی۔

"تم بدھو، تمہارے پیارے ڈیڈی بدھو"

اوزان نے ضدی بنتے فوری تکرار کی اور اسی پر وہ پر نم آنکھوں والی ہنس پڑی۔

"خبر دار جو آپ نے میرے بابا کو بدھو کہا"

زینو نے فوراپارٹی بدلی، اوزان نے آئیبرو اچکاتے گھورا۔

"آئی بڑی باباکی پری۔۔۔۔ جیسے والد صاحب ویسی رونی شکل بیٹی"

اوزان کو اس سے لڑ کر مزہ آیا تو مزید نخریلے پن سے منہ بناتا بڑبڑایا۔

"اوزان! باز آجائیں"

زینو نے گھورتے ہوئے تنبیہہ کی۔

"نہ آوں تو؟"

وہ بھی تو زینیش کے روبرو کسی سر پھرے ضدی کا روپ بدل لیتا تھا، اپنی خواہشیں منواتا، زینیش کو ستاتا، آزماتا، مگر پھر اسکے قدموں میں فنا بھی ہو

جاتا کیونکہ محبت کے آگے جسم کی اونچی منڈیر پر سجا مغرور دل تک جھک جاتا ہے، سالم انسان کی کیا اوقات۔

"تو میں آپ کو کیا کہہ سکتی ہوں پھر؟"

زینو نے اداسی سے سر اسکے سینے سے ٹکایا۔

"جو چاہو، تم مجھے وہ بھی کہہ سکتی ہو جو اوزان دایب کو کہنے کی کسی میں جرت نہیں"

اوزان کے بے خود لہجے پر وہ وہیں سر ٹکائے چہرہ اوزان کی جانب گما گئی، چمکتی آنکھوں کا سنہری پن دونوں کا ایک دوسرے سے زیادہ خوبصورت تھا، وہ اسکے میسی جوڑے کے کھلتے ہی چہرے پر بکھرے بال سمیٹنے لگا، تب تب زینو پر سکون ہوتی جب اوزان کا ہاتھ زینو کے چہرے اور گردن کی جلد سے مس ہوتا۔

"یعنی پاگل کہہ سکتی ہوں"

شرارت پر اتری زینیش لمحہ لگا کر اوزان کو مائل کر سکتی تھی۔

"پھر سچ میں پاگل ہو جاوں گا، میری مانو مت کہنا"

ایسے دلکش جذب سے آواز کے مدھم پڑنے کے باوجود سنائی دیتے جواب پر وہ آنکھوں میں انسیت بھر لائی اور جب اوزان نے اسکے نرم ہونٹوں کی جانب دیکھا پھر تو ضبط و صبر کا سارا زعم ریت سا بکھرا۔

صرف جسم ہی نہیں ان دو کی روح بھی ایک دوسرے کے تابع تھی، وہ سانسوں کے دلکش ملاپ کے بعد جب روبرو ہوئے تو زینیش آنکھوں میں نیند کا خمار بسائے اسے خود کی جانب مائل کر رہی تھی اور وہ ہو رہا تھا۔

"آپ آل ریڈی ہو چکے ہیں، مجھے بھی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ سو جائیں پلیز"

دھیرے سے اٹھ کر اسکی آنکھوں کو چومتی وہ منت کر اٹھی کہ جسم و جان میں مزید پر شدت لمس سہنے کی تاب تو اک بوسے نے ہی چھین لی تھی۔

اوزان کے سنجیدہ ہونٹوں کے کنارے اس درجہ رحم طلب الفاظ پر مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"ظالم لگتی ہو میری قربت میں بے بس ہوتی ہوئی، یوں مت کیا کرو۔ تمہاری سننے کا دل نہیں چاہتا پھر۔۔۔۔"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا بے باکی سے بولا، زینیش نے لجائی سی مسکراہٹ دیتے نظر چرائی۔

"ابھی لاسٹ ٹائم سن لیں پھر بھلے مت سنیے گا، میں سونا چاہتی ہوں"

پرسکون ہو کر اسکے سینے پر سر رکھے وہ نیند کی طلب گار تھی، اوزان نے نرمی سے اسکی کمر سہلائے دوسرا ہاتھ اسکے سر کے بالوں میں کچھ دیر پھیرا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیند میں جیسے اتری، اوزان نے مسکرا کر اسکی سینے پر رکھی ہتھیلی پکڑ کر چومی اور اسکا ہاتھ اپنے چہرے کے دائیں طرف گال سے جوڑے اپنے ہاتھ تلے دباتا خود بھی آسودگی سے آنکھیں موند گیا۔

..________________________..

ایک نیا دن روح زمین ہر اترا تھا پر آج ماحول و موسم میں عجیب قسم کی یاسیت و قنوطیت گھلی تھی۔

دیان اور پنار کے ولیمے میں شرکت کو جواد اور عائشہ بھی لاہور آ گئے مگر خان بابا کو چونکہ طبعیت کی ناسازی کے سبب سفر منع ہو چکا تھا تو وہ نہ آ پائے جبکہ انصاری حویلی میں فجر کے وقت ہی ہلچل شروع ہو گئی۔

میشی نے جلدی جاگ کر تھوڑی رویژن کی جبکہ الامان نے اسے خیر سے پہنچ جانے کا میسج کر دیا، جس سے وہ مطمئین ہو گئی جبکہ وہ کال نہ کر پایا کیونکہ جاتے ہی ڈیوٹی سٹارٹ ہونے کو تھی اور مشن پہلے ہی تیار تھا۔

الامان کی ہنزہ کیمپ واپسی ہوتے ہی ادا خیل کو لے کر نئے مشن کی تیاری فجر کے وقت ہی شروع تھی، میجر گلزار کو ان گزشتہ چار پانچ دنوں میں

دھمکیاں ہنوز ملتی رہیں، اب انکے بیوی بچے تو تھے نہیں ورنہ وہ لوگ انکی فیملی پر لازما اٹیک کروا کے میجر گلزار سے اپنے مطالبات منواتے۔

فجر کے وقت کیمپ بیس میں ہنگامی بنیاد پر میٹنگ ارینج کی گئی، کیپٹن المان اور ستائیس رکنی ملٹری ٹیم، جس میں کئی لفٹننٹ موجود تھے اور کئی سپاہی، اس بار بھی مشن کی مین کمانڈ المان سیال کے ہاتھ تھی، اسد بھی واپس آ چکا تھا۔

اداخیل اب تک آرمی کی گرفت میں تھا لیکن ابھی تک اس نے ایک لفظ بھی نہ اگلا، اس پر تشدد نہ کرنے کے اوپر سے سخت آرڈرز تھے اسکے باوجود اس کو کئی چھوٹے موٹے جھٹکے بدستور دیے جا رہے تھے مگر وہ کوئی عام مجرم نہیں، ڈان تھا جسے مرنا تو سیکھایا گیا تھا، منہ کھولنا نہیں۔

"اس بار وہ لوگ دگنی طاقت کا مظاہرہ کریں گے یہ انکے دھمکی خیز پیغامات سے واضح ہے، دیکھو زرا کس قسم کے اشتعال انگیز جملے ہیں"

ہنگامی میٹنگ میں میجر گلزار نے تمام ٹیم کو بریف کیا اور اسکے بعد کیپٹن المان کو اپنے آفس روم بلایا اور وہ تمام پیغامات دیکھائے جن کے ہر ہر لفظ سے نفرت، فساد اور انتقام چھلک رہا تھا۔

"ہمم۔۔ دلاور جو نیجو نام ہے اس مین لیڈر کا۔ ادا خیل کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تمہارے لوگوں کے چیتھڑے اڑا دیے جائیں گے۔ تم جتنے ہمارے لوگ ختم کرو گے ہم خود رو پودوں کی طرح اگتے چلے جائیں گے۔ بزدلوں کی طرح چھپ کیوں گئے ہو، سامنے آکر مقابلہ کرو۔۔۔ کہاں ہے تم لوگوں کا وہ کیپٹن۔۔۔ کیا اتنا ہی دم تھا اس میں"

وہ پیغام پڑھتا المان آخر تک غائبانہ نفرت سے جبڑے بھینچتا نظر آیا جبکہ میجر گلزار بھی کسی پریشان کرتی سوچ میں گم بیٹھے تھے۔

"اسے تو میں بتاوں گا اصل بہادری۔۔۔ کیا کوئی اور بھی مسئلہ ہے میجر"

المان کا پہلا جملہ وہ سن نہ سکے تبھی المان کو میجر گلزار کے چہرے کا تناو دیکھتے فکر نے گھیرا اور مزید سوال پر مجبور کیا۔

"اوپر سے پریشر آرہا ہے المان، اداخیل کو چھوڑنے کا کہا جارہا ہے۔ میجر جنرل نے مجھے خاص لیگل نوٹ ارسال کروایا ہے کہ میں خود بھی اس معاملے سے ہٹ جاوں اور کیپٹن المان سیال کو بھی روکوں۔ اب سخت پریشان ہوں"

میجر گلزار کی بات سنے المان کے سینے میں آگ لپکی، چہرے پر سختی اور تناو چھا گیا۔

"واٹ! وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ جانتے بوجھتے کہ اداخیل ہمارے ملک کے لیے کتنا بڑا ناسور ہے۔ کس منہ سے وہ اسکی آزادی کی بات کر رہے ہیں۔ ڈسکسٹنگ۔ جانیں ہم ضائع کریں اور ہر بار کریڈٹ یہ سینیئرز ہتھیا لیتے

ہیں، اور انصاف اور قانون کے وقت انکو ایسا گندا رحم یاد آتا ہے، ایک مجرم اور گناہ گار پر رحم کھانے والا خود بڑا معتوب ہے"

الماان کے ماتھے کی رگیں غصے و عتاب سے پھول اٹھیں جبکہ میجر گلزار اس بار مجبور تھے، انکے چہرے پر بے بسی کی شکنیں الماان کو بنا غور دیکھائی دیں۔

"تم میرے سب سے قابل کیپٹن ہو تبھی یہ پریشانی تم سے شئیر کی، میں نے لیگل نوٹ کا جواب انکار میں دے دیا ہے جسکی وجہ سے میجر جنرل اور برگیڈیر غم و غصے میں مبتلا ہیں۔ مجھے شبہ ہے انکے اور دلاور جونیجو کے بیچ ثالثی کے معاملات طے پا گئے۔ دیکھو الماان کرپشن اور ناانصافی ہر محکمے میں ہوتی ہے یہ نیا نہیں ہے، برسوں سے طاقت ایسے درندہ صفت فیصلے کرواتی چلی آرہی ہے۔ تمہیں اس لیے یہاں بلایا کہ تم میری مدد کرو۔ اداخیل کو چھوڑنا اپنے ملک سے سیدھی سیدھی غداری ہے، میری آخری امید اب تم ہو"

میجر گلزار کے لہجے میں تکلیف و بے بسی تھی جس پر الماں نے حسب منشاء خاموشی اختیار کرتے کچھ دیر تک انکی سمت بے تاثر نگاہوں سے دیکھا۔

"اداخیل کو میرے جیتے جی آزادی نہیں مل سکتی یہ آپ سے کیپٹن الماں سیال کا وعدہ ہے، اور اس دلاور جونیجو کو اس فوجی معاملات میں مداخلت کی جو سزا اب میں دوں گا میجر وہ اسکی سات نسلیں یاد رکھیں گی۔ مجھے اجازت چاہیے آپکی، اس مشن کو اپنے طریقے سے ہینڈل کرنے کی۔ اگر آپ مجھ پر یقین رکھتے ہیں تو مجھے اجازت دینے میں لمحہ بھی مت سوچیئے گا"

الماں اپنی نشت سے اٹھ کھڑا ہوا، میجر گلزار بھی رندے چہرے کے سنگ گھبرا جاتے اٹھے۔

"الماں اس میں تمہاری جان بھی جاسکتی ہے میرے شیر"

وہ کرسی میز کے بیچ سے نکل کر سامنے آتے اسے شانوں سے تھام کر جنجھوڑ گئے۔

"اپنوں کے ہاتھوں نہ جائے بس اور کوئی فکر نہیں۔ میں آپکا یہ اٹھا سر جھکنے نہیں دوں گا۔ مجھ پر بھروسہ کریں۔ فوجی کی جیت، غازی اور ہار شہید کے رتبے پر آرکتی ہے، ایسے فیصلوں میں سوچنا نہیں چاہیے سر، دعا دیں مجھے ابھی روانگی کی تیاری کرنی ہے"

الماں کے اصولی فیصلے پر انکا دل پھڑ پھڑا اٹھا، وہ بہت اذیت میں تھے، اگر الماں دشمنوں سے بچ بھی جاتا تو اپنے لوگ ہی اسے اس خلاف ورزی پر سزا دیتے اور اس وقت اسی چیز کا خوف میجر گلزار کی آنکھوں میں ہلکورے لے رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا کیپٹن الماں سیال میں نے تمہیں اس بار پھر مشکل میں ڈال دیا، کئی سالا فورس کے بیچ بہت بار مجھے مجبور کیا گیا لیکن پہلی بار اپنے بندھے ہاتھوں کے باوجود میری سانس آزاد ہے کیونکہ میرے پاس تم جیسا ہیرا ہے۔ میں تمہیں یہ مشن اپنے طریقے سے ہینڈل کرنے کی اجازت دے تو رہا ہوں لیکن مجھے تم غازی کے رتبے پر فائز چاہیے ہو۔ میں تمہیں

نہیں کھو سکتا، اور تمہاری اپنے لوگوں سے خفاظت کے لیے اگر میجر گلزار کو جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا تو منظور ہے"

یہ دلخراش ملاقات خود المان نے اس تکلیف دہ تکہید پر منقطع کی کیونکہ اسے الوداع کہنا ہمیشہ برا لگتا تھا، وہ اپنی آنکھوں میں اتر آتی سرخی دبا نہ سکے اور المان کو گلے لگا کر روانگی کے لیے رخصت کیا۔

ہنزہ کی وادیوں میں پھیلی سیاہی کا خاتمہ قریب تھا یا پھر معصوم جانیں ایک بار پھر قربان ہونے والی تھیں اسکا فیصلہ چند اگلے گھنٹے کرنے والے تھے۔

..________________________..

"میں تم سب کو سیدھا ہال میں ہی جوائن کروں گا، تم طلال چاچو کے ساتھ چلی جانا۔ اوکے؟"

اوزان نے ڈرئسنگ کے سامنے رکتے اپنے بال برش کر کے سیٹ کیے اور خود ہر دو سپرے پرفیوم کے کیے مہکتے خوش رو سراپے کے جلوے بکھیرتا

پلٹا جہاں سادہ سے گرم جوڑے اور اونی جرسی میں موزے پیروں پر چڑھائے بال کھولے، کیوٹ دیکھائی دیتی زینوا اسکی شرٹ کے لیے میچنگ کف لنک نکال کر پلٹی اور قریب آتی دونوں کفس پکڑے پاس آر کی۔

"اوکے لیکن آپکو صبح صبح کیا کام آن پڑا کہ اپنی وائف کو لفٹ کیے بنا جا رہے ہیں"

زینش نے اسکے دونوں کف لنکس لگاتے سٹیل بلو کلر کا میٹرس پر پڑا اڈریس کوٹ پکڑ کر اوزان کو پہنایا، بلیک کے ہمراہ آج وہ زرا ڈیفرنٹ کلر پہنے کے موڈ میں تھا اور اخیر جچ بھی رہا تھا، چہرے کی تروتازگی بتا رہی تھی کہ آج کے دن کا اضطراب، گزری شب نے قدرے زائل کیا ہے۔

اوزان نے اسکے گلابی گال کو انگلیوں میں لے کر کھینچتے زینش کی جیلسی پر محظوظ مسکراہٹ محترمہ کو بخشی۔

"جلو مت ڈیٹ پر نہیں جا رہا وہ میری تا عمر تم سے فسکڈ ہیں، ایک ضروری سیشن ہے، وہ بھی چودہ پندرہ سال کی بچی کے ساتھ۔ شام کو بتاتا ہوں تفصیل اور ہاں جہاں تک بات رہی لفٹ کی تو ابھی بس گڈ بائے کر و وقت کی کمی ہے"

اوزان نے ڈریس کوٹ کی سلوٹیں بٹھاتے اک مغرور نظر آئینے سے اپنے وجیہہ پر رعب سراپے پر ڈالتے زینیش کو پکڑ کر گھیر ا جسکی آنکھیں اوزان کی جانب اٹھنے کی دیر تھی کہ چہرہ حجاب آلود ہوا، وہ خوش و مسرور تھی کہ وہ اسکی جیلسی پر خوش ہوا ہے۔

"مجھے پتا ہے بس آپ پر نظر رکھ رہی تھی، آپ پر کسی کا بھی دل آسکتا ہے اور میں اس کسی کو کسی بھی وقت دنیا سے غائب کر سکتی ہوں، خیر خیریت سے جائیں، پہنچ آیئے گا وقت پر ہال میں کیونکہ آپکے بنا ادھورا فیل ہو گا"

زرا پیروں کے تلووں پر اٹھے اوزان کی گال الوداعی بوسے سے معطر کیے وہ اسکے مہکتے حصار سے یہ جان لیوا سرگوشیاں کیے فوری دور ہوئی جو اوزان کے دن کی شروعات حسین کر گئیں۔۔

"بہت خطرناک ہو تم، چلو ٹیک کیئر"

نرمی سے زینو کی جبین چومے وہ اپنا فون سائیڈ ٹیبل پر سے جھک کر اٹھاتا کمرے سے نکلا تو زینیش بھی مسکرا کر پیچھے ہی باہر نکلی۔

اوزان ناشتے کے بنا جارہا تھا کیونکہ اسکا ارادہ بریک فاست منہاس کے ساتھ کرنے کا تھا۔

"اوزان! یہاں آؤ کچھ بات کرنی ہے"

کچن کے باہر سے گزرتا وہ آئی جان کی پکار پر رکا۔

"پلیز آئی جان ابھی نہیں، شام میں۔ اہم اپائنٹمنٹ ہے۔ میشی آجاو بچے دیر ہو جائے گی"

میشی کو یونی بھی وہی ڈراپ کرنے والا تھا جبکہ اسے واپسی پر پک کرنے کی ذمہ داری اس نے چاچو پر ڈالی، میشی صاحبہ جو دیان کے ہمراہ ناشتے سے پہلے ہی حلوہ پریوں کو منگوا کر ٹوٹ پڑتے انداز میں دیان سے الجھ رہی تھی، نوالہ منہ میں ڈالے ہی اپنا بیگ اور فون لیے اٹھ کھڑی ہوئی، دیان بھی ہنستا ہوا میشی کو دیکھ کر ہاتھ ہلا گیا۔

"حد ہے چبا تو لو، ہو گئیں انکی وہی پرانی حرکتیں شروع۔۔۔اور تم اٹھو جاو پنار کو پارلر لے کر۔۔۔۔"

دیان کے سبب میشی کی مسکراہٹ لوٹی اسکی اوزان کو دلی خوشی تھی تبھی تو سب ہی دونوں کی حرکت پر مسکرائے خود میشی خجل ہوتی پاس آرکی جبکہ

دیان نے اوکے کا ہوائی پوز دیتے خود بھی پیٹ پوجا مکمل کرتے کمرے کا رخ کیا۔

اور میشی بھی اوزان کے ہمراہ روانہ ہوئی، اسے یونی ڈراپ کیے وہ سیدھا فارم ہاوس نکل گیا۔

اوزان صبح کے دس سے پہلے ہی فارم ہاوس پہنچ گیا، منہاس سکندر سے مل کر طبعیت ہشاش بشاش ہوئی جو اپنی والدہ اور بھائی سے چودہ سال بعد مل کر خود بھی بے انتہا خوش و مسرور لگے۔

"والدہ کو تو یقین ہی نہیں آیا کہ انکا منہاس زندہ ہے، بیماری تو جیسے بہانہ تھی۔ اٹھ کر مجھے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئیں۔ بہت سکون ملا"

منہاس اور وہ خوبصورت سے لان میں مسرور انداز میں کھڑے تھے، اوزان کو انکے سکون نے خوشی بخشی۔

"ویسے چودہ سال آپ نے خود کے ساتھ اپنی والدہ اور بھائی کو بہت سزا دی منہاس سکندر، فرض اہم تھا لیکن ماؤں کو یوں نہیں ستاتے۔ میرا آپ سے اس پر اختلاف ہمیشہ رہے گا، آپکو اچھا لگے یا نہیں"

اوزان نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا جس پر منہاس دھیما سا مسکرا دیے، زخمی سا کیونکہ کوئی اور بھی تھا جیسے چودہ سال ناکردہ گناہ کی سزا دی تھی۔

"تمہارا اختلاف بجا ہے لیکن میں سائیں کو انصاف دلائے بنا خود پر زندگی بحال نہیں کر سکتا تھا، ایسا ممکن ہی نہ تھا۔ اور میں زندہ ہوں اسکی خبر میں نے ہمیشہ ماں کو پہنچائی، ہر انسان کسی نہ کسی معاملے میں بے بس ہوتا ہے، میں بھی تھا۔ لیکن ماں کی بزرگی اور نقاہت دیکھ کر اپنے ستم پر بہت تکلیف ہوئی"

منہاس سکندر کا چہرہ جیسے آخری جملے پر تاریک پڑا، اوزان نے انکا کندھا جکڑے حوصلہ بخش نظروں میں مقید کیا۔

"چلیں جو ہو گیا اسے بدلا نہیں جا سکتا پر اب اپنی والدہ کو جدائی نہ دیں، آپکو اس جاب میں کھلی چھوٹ ہے کہ جب چاہیں اپنے گھر جا سکتے ہیں۔ اور میری تجویز ہے کہ آپ رات اپنی ماں کے پاس انکی نظروں کے سامنے گزاریں۔ ایک تو آپکی جدائی دوسرا آپکی خوشی سے محروم سی وہ لیڈی شاید اسی سے راحت کے دن کاٹ سکیں"

اوزان کا دل کس قدر احساس سے بھرا ہے اسکا اندازہ منہاس کو تھا پر اب جب وہ اسکے ساتھ تھے تو اوزان میں خوبخو دایب کی جھلک محسوس ہوئی۔

"تم ایک فرشتہ صفت انسان ہو اوزان، دایب انصاری کی بخشش کا وسیلہ۔ کچھ بعید نہیں کہ انکے جرائم، تم جیسی اولاد کے سبب ہی دھل جائیں۔ میں تمہاری تجویز پر عمل کروں گا"

وہ اسکے کردار کے حسن اور مہربان دل کے گرویدہ ہوئے جس پر اوزان نے زرا سی شرارت چہرے پر اتاری۔

"اور ہو سکے تو گھر بسا کر والدہ کے بڑھاپے کو حسین بھی کر دیں، ابھی بھی آپ کافی ہینڈسم ہیں۔ کوئی کرش، پہلی محبت، ناکام محبت کچھ تو ہو گی آپکی بھی؟"

اوزان کی دلچسپی پر وہ دل جلی مسکراہٹ دیے اس سے پہلے ہنستے، نظر کسی شناسا چہرے سے جا ٹکرائی۔

اک لمحہ وقت رکا تھا، پھر سانس رکی پھر انکی حرکت کرتی کائنات تھم گئی۔

"کہاں کھو گئے؟"

اوزان نے انکو پورچ کی سمت سے گزرتے نفوس کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھا پائے نظروں کا تعاقب کیا۔

وہاں ایک پینتیس چالیس کی عمر کی نفیس خاتون کے ہمراہ ایک چودہ پندرہ سال کی بچی تھی جنھیں عدم ویلکم کیے اوزان کے کلینک کی جانب لے کر بڑھا۔

"کیا آپ اس لیڈی کو جانتے ہیں؟ کہیں آپکا کرش تو نہیں نکل آئی"

اوزان ہرگز سنجیدہ نہ تھا جبکہ منہاس کے چہرے پر ہزاروں رنگ آکر گزرے۔

"جاو تمہاری پیشنٹ آگئی، اس پر پھر بات کریں گے"

منہاس کے چہرے کے بدلتے رنگ کمیلئین نہ بھانپتا ایسا تو ممکن نہ تھا۔

"مطلب کچھ ہے بات کرنے کو اس حوالے سے، انٹرسٹنگ۔۔۔۔مجھے انتظار رہے گا"

اوزان نے مسکراتی جتاتی نظروں سے منہاس کو دیکھا اور اپنے قدم فارس ہاوس کی اندرونی طرف بڑھائے جبکہ منہاس نے چہرے پر آتی نمی ہتھیلی سے رگڑی، جانے ایسا کیا تھا کہ اس قدر سرد صبح کے ماحول میں بھی گبھراہٹ کے مارے انکی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

وحدہ واصف ایک پندرہ سال کی خوبصورت مگر گم گو بچی تھی، ڈریسنگ کے لحاظ سے وہ ماڈرن تھی، جینز ٹی شرٹ کے ہمراہ کندھوں تک لہراتے کھلے بال جبکہ پیروں میں لیڈیز لوفرز مقید تھے، جبکہ ساتھ اسکے اسکے بورڈنگ سکول کی پرسنل مرجان صاحبہ تھیں۔

عدم نے دونوں کو اوزان کے کلینک میں لا کر بٹھایا جبکہ انکو کمفرٹیبل ہونے کا کہے وہ آفس سے نکلا تو اوزان راستے میں ہی اس کو اسی جانا جاتا دیکھائی دیا۔

"سائیں وہ آچکی ہیں"

عدم نے اوزان کو بارعب سراپے کے ہمراہ چہرے پر فکر سجائے دیکھا تو فوری بتایا۔

"ٹھیک ہے تم ناشتے کا کہو کک کو، منہاس اور میرے لیے"

اوزان نے اسے تاکید کی اور خود پر اعتمادی کے سنگ قدم اپنے ہیون کلینک روم کی جانب بڑھائے۔

آنے والے سے پہلے اسکی خوشبو نے کلینک میں بسیرا کیا جس پر وحدہ اور مرجان متوجہ ہوئیں۔

"اسلام و علیکم اوزان دایب انصاری"

اوزان نے اندر قدم رکھے ہی تھے کہ مرجان اپنی جگہ سے اٹھ کر شائستگی سے بولیں جبکہ وحدہ کا چہرہ آنے والے کے لیے سپاٹ تھا۔

"وعلیکم اسلام، پلیز ہیو آ سیٹ"

اوزان نے پرفیشنل مسکراہٹ انکی سمت اچھالتے سٹیل بلو کلر بلیزر کے بند دو بٹن کھولتے اپنی نشت پر براجمان ہوئے اس پیاری سی بچی کی جانب دیکھا جو خود پر اوزان کئ نظر پڑتے محسوس کیے نظر چرا کر اسکے علاوہ ہر جگہ دیکھنے لگی۔

"بہت شکریہ، عدم سر سے کافی دن سے میں اپائنٹمنٹ لینے کی کوشش میں تھی مگر انہوں نے بتایا کمپلیئین کچھ دن اپنے پرسنل ایشوز کے سبب بزی

ہیں۔ فائنلی آپ کا وقت ملا شکر ہے، یہ وحدہ واصف، ہمارے بورڈنگ کی سب سے شارپ سٹوڈنٹ"

مرجان نے خود ہی تعارف کروایا جبکہ وحدہ اس سب سے لاتعلق کمیلئین کے کلینک کے سٹنگ سیشن ایریا پر رکھے فش اکوریئم کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم قریب جا کر دیکھ سکتی ہو، وہ تم سے مل کر خوش ہوں گی"

اوزان کے مخاطب کرنے پر وحدہ نے فورا نظر اوزان پر ڈالی اور بنا کوئی ہاں ناں کیے وہ اٹھ کر فش اکوریئم کے پاس چلی گئی۔

اوزان اور مرجان دونوں کی نظر بیک وقت وحدہ پر جا رکی۔

"یہ اسکی مینٹل ہیلتھ رپورٹ ہے کمیلئین، وحدہ پچھلے چار سال سے کئی دماغی بیماریوں کا شکار ہے، پچھلے چار سال سے اسکی فیملی یعنی اسکے فادر اس سے ملنے نہیں آئے۔ ہم نے اسکا کافی علاج کروایا، اسکے فادر کو بھی بار بار

وارننگ رپورٹس دیں مگر انہوں نے کوئی ریسپانس نہیں دیا۔ اے ڈی ایچ ڈی جیسے سنگین مسائل سے لڑ رہی ہے۔ پھر ہمارے ہی ڈیپارٹمنٹ کے سینئیر پروفیسر نے آپکا نام ری کمنڈ کیا۔ آئی نو آپ بچوں کا کیس ہینڈل نہیں کرتے مگر آپ وحدہ کو ایز آ چیلنجنگ کیس لیں درخواست ہے۔ پڑھائی کے علاوہ وہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں رکھتی، جہاں بیٹھے گھنٹوں وہیں بیٹھی رہتی ہے۔ خود کو ہرٹ کرنا، دوسرے بچوں کو زخمی کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ چوبیس گھنٹوں میں یہ چوبیس لفظ بھی نہیں بولتی"

مرجان نے وہ فائیل اوزان کی سمت بڑھاتے پریشان ہوئے سب بتایا جبکہ اتنی چھوٹی بچی کو اتنے سنگین مسائل ہیں یہ جان کر اوزان کو بھی فکر نے گھیرا۔

"چار سال سے اسکے فادر اس سے ملنے نہیں آئے کیا اسکی کوئی وجہ ہے؟"

اوزان نے فائیل پر نگاہ دوڑاتے مرجان کی جانب دیکھتے استفسار کیا۔

"وہ ان وانٹڈ چائلڈ ہے شاید تبھی"

مرجان کا لہجہ تاریک پڑا۔

"کیا اسکے دوست ہیں؟"

اوزان نے مزید پوچھا۔

"نہیں، یہاں تک کہ اپنی ٹیچر تک سے اسکی دوستی نہیں ہے"

مرجان کا جواب اوزان کے لیے تشویشناک تھا۔

"کیا کوئی ایسی چیز جو اسے خوش کرتی ہو، کچھ بھی ایسا؟"

اوزان نے اس بار اکوریئم کے گلاس کو انگلی کی پور سے چھو کر ان تیرتی مچھلوں کے ساتھ کھیلتے دیکھ کر پوچھا۔

"پانی سے خوف کھاتی ہے فوبیہ کے تحت پھر بھی اسے سوئمنگ دیکھنا اور فشنگ کرنا پسند ہے۔"

اوزان کو اسکے مچھلوں کو رغبت سے دیکھنے پر ہی اندازہ ہو گیا۔

"گڈ، کیا یہ فش کھانا بھی پسند کرتی ہے ؟"

اوزان کے گہرے سوال پر مرجان نے کچھ سوچتے سر ہلایا۔

"جی نہیں الرجک ہے فش کھانے سے، اور روتی نہیں ہے"

مرجان کا آخری جملہ اوزان کے لیے جھٹکا تھا۔

"واٹ ؟"

اوزان کی حیرت دیدنی تھی۔

"آج تک وحدہ کو میں نے یا کسی نے روتے نہیں دیکھا"

مرجان نے افسوس و دکھ سے بتایا۔

"ہمم سمجھ گیا، اب آپ باہر جا کر ویٹ کریں۔ میں وحدہ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں"

اوزان نے نرمی سے کہا جس پر وہ سر ہلائے مطمئین سا مسکراتیں اٹھ کر کلینک آفس سے نکلیں جبکہ اوزان نے رولنگ چئیر گما کر پر سکون انداز میں وہیں بیٹھے بیٹھے وحدہ کی باڈی لینگوتج آبزرو کی۔

تب تک اسے نہ مخاطب کیا جب تک وہ خود تھک کر پلٹے واپس نہ آگئی۔

"سبکو لگتا ہے میں پاگل ہوں، میم مرجان کو بھی۔ لیکن میں آپکو بتادیتی ہوں انکل کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ مجھے درد نہیں ہوتا، آئی مین چوٹ لگے تب بھی نہیں۔ اس وجہ سے مجھے رونا نہیں آتا، میرے ڈیڈ مجھ سے پیار نہیں کرتے، میں نے ڈیڈ کی آنٹی کو بات کرتے سنا تھا کہ وہ مجھے کچرے کے ڈھیر سے اٹھا کر لائے تھے۔ یہ بھی بولیں کے میں انکی بیٹی نہیں ہوں سو اگر میں انکی بیٹی نہیں تو انکو مجھ سے بھلا کیوں پیار ہو گا۔ میرے پاس فیملی نہیں ہے، یہ چیز مجھے ہرٹ کرتی ہے، بس تبھی میں اکیلا رہنا پسند کرتی ہوں"

اوزان نے اسکے پاس ٹیبل کے رک کر بولنے پر دلچسپی سے وحدہ کو سنا،
حیرت اسکے Congenitial sensitive to pain ہونے پر تھی اور
دکھ اسکے مزاج کی تلخی پر۔

"اگر کسی کو اللہ ماں باپ نہیں دیتا تو اسے دوست بنانے کی زیادہ ابیلٹی ضرور
دیتا ہے اور اس میں دوست بنانے اور بننے کا ہنر بھی عام لوگوں سے دگنا
رکھتا ہے، استاد بھی تو ماں باپ جیسے ہوتے ہیں وحدہ۔۔۔ آو بیٹھو یہاں"

اوزان کے نرم رویے پر وہ بنا اعتراض سامنے کرسی پر بیٹھی۔

"جی لیکن مجھ سے کوئی دوستی نہیں کرتا، کچرے کے ڈھیر پر اچھی چیز تو نہیں
پھینکی جاتی انکل۔ میں خود کسی کے قریب ہونا پسند نہیں کرتی، مجھے اچھا نہیں
لگتا۔ مجھے باقی بچوں کی طرح عام کیوں نہیں بنایا گیا"

وہ عام بچوں سے کہیں درجے سمجھدار بھی تھی اور اتنی سی عمر میں ہر اچھی
بری چیز کو جانتی بھی تھی۔

"کسی کی بات پر توجہ مت دو وحدہ، اگر تم اس دنیا میں آئی ہو تو اسکے پیچھے مقصد ہے بچے۔ کیا تم نے قرآن پاک پڑھا ہے؟"

اوزان کے نرم سوال پر وہ فوری زرا اداسی ترک کیے سر ہلا گئی۔

"پھر تو بہترین ہے، اللہ نے اسی کتاب میں فرما رکھا ہے کہ کسی چیز کو بے وجہ تخلیق نہیں دی گئی۔ اس دنیا میں ہزاروں تم جیسے بچے ہوں گے، جن کو ماں باپ نہیں دیے گئے، یا واپس لے لیے گئے لیکن وہ دنیا کا چمکتا ستارہ بنے، انکی فیملی وجود میں آئی۔ وہ دوستوں کے دوست بنے، وہ محفل کی جان بنے۔ وہ کمزور ہو کر گرے نہیں، تم جانتی ہو تمہیں جو چوٹ پر درد نہیں ہوتا یہ ایک بیماری ہے لیکن تم اس بیماری کو اپنی مضبوطی بنا سکتی ہو۔ شاید یہ تمہاری تکلیف میں کمی کا اک سبب رکھا ہو قدرت نے، میں مشکل باتیں تو نہیں کر رہا نہ؟"

اوزان کو یہ سب کہتے اسکی عمر اور کم سنی کا خیال آیا تو رک کر مسکرایا جس پر وحدہ بھی دھیما سا مسکرائی۔

"نہیں میں وہ سب بھی سمجھ لیتی ہوں جو ابھی میرے سمجھنے کے لیے نہیں ہے، میری عمر پر نہ جائیں۔ تجربہ شاید آپ سے بھی زیادہ ہو"

وحدہ کی حاضر جوابی پر اوزان کھل کر ہنسا۔

"میں پہلی بار کسی سے امپریس ہوا، تو کہاں تھا میں۔۔۔؟"

اوزان نے بھرپور دوستانہ انداز اپنائے وحدہ کو چوبیس جملے تو کہلوا ہی ڈالے تھے۔

شاید وہ پہلی بار اتنا بولی تھی۔

"جب ڈیڈ مجھے اپنے ساتھ رکھتے تھے تب انکی ایک خالہ تھیں، وہ ڈیڈ پر مجھے لے کر بہت غصہ کرتیں کہ مجھے اسی ڈھیڑ پر پھینک آئے ورنہ میرا امرامنہ

دیکھے گا۔ وہ مجھے ناجائز کہتی تھیں، تب مجھے اس لفظ کا مطلب نہیں پتا تھا، پتا تو اب بھی نہیں پر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ یہ اچھا لفظ نہیں ہے۔ ڈیڈ نے تبھی مجھے سات سال کی عمر میں بورڈنگ بھجھوا دیا، وہ مجھے سب سے چھپانا چاہتے تھے۔ اور میں بھی چھپ گئی۔ وہ بس کال کرتے ہیں، میرا حال پوچھ کر میری ہاں سنے فون بند کر دیتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ وحدہ نے وہ ہاں انکو دھوکہ دینے کو کہی ہے۔ لیکن مجھے ان سے شکائیت نہیں ہے، انہوں نے میری وجہ سے بہت بری بری باتیں سہیں۔ یہ تو انکی اچھائی ہے کہ مجھے واپس کچرے کے ڈھیڑ پر پھینکنے کے بجائے وہ ایک مناسب جگہ چھوڑ کر مجھ سے بے خبر ہو گئے"

وحدہ کا اک اک رند الفظ نا جانے کیوں اوزان کو دلی تکلیف دے گیا جیسے کسی اپنے کا غم سن بیٹھا ہو۔

"تمہاری ممی کون ہیں کیا تمہیں علم نہیں ہے وحدہ؟"

اوزان نے اس بار اداسی سے پوچھا۔

"نہیں، آپ ڈھونڈ دیں نہ انکا پتا"

وحدہ کی حسرت پر اوزان نے گہرا سانس کھینچا۔

"اس کے لیے تمہارے ڈیڈ سے ملنا پڑے گا، کوشش کروں گا۔ لیکن تم ہر ویک میں دو بار میرے پاس آؤ گی۔ ہم یونہی خوب باتیں کریں گے۔ میں تمہارا دوست بننے کو بھی تیار ہوں اس شرط پر کہ تم مرجان میم کو تنگ نہ کرو"

اوزان کی دوست بننے کی آفر وحدہ کے لیے شاید زندگی کی پہلی راحت تھی۔

"میں تو پہلے بھی تنگ نہیں کرتی، پھر بھی آپکی بات مان رہی ہوں۔ آپ کافی سینسیبل انسان ہیں، اور واحد بھی جس سے وحدہ نے اتنا سب شئیر کر لیا۔ بنا آپکے اکسائے"

وحدہ کی تعریف پر اوزان مسکرایا بھی اٹھ کر اپنی جگہ سے اسکی طرف بڑھا تو وہ بھی کرسی چھوڑے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو پھر ڈیل ڈن، میں تمہاری ممی کی تلاش کروں گا اور تم ایک نارمل لیڈی کی طرح بیہو کرو گی۔ منظور ہے؟"

اوزان نے اپنا مضبوط و پر کشش ہاتھ وحدہ کی طرف بڑھایا جسے اس نے فوری اپنے اوزان سے آدھے نرم ہاتھ سے تھاما۔

"دل تو نہیں چاہ رہا پر اوکے"

احسان جتاتے ہوئے وہ لگ بھگ اوزان کے برابر آتی وحدہ اس سے ہاتھ ملا گئی۔

"گڈ! آو اب تمہیں مزے دار بریک فاسٹ کرواتا ہوں۔ یہ اس فرینڈ کی طرف سے دوستی کا آغاز"

اوزان کی کمپنی وحدہ نے انجوائے کی تبھی تو وہ فوری مان گئی۔

جبکہ مرجان کی ملاقات باہر آکر جس فرد سے ہوئی وہ انکی آنکھوں میں بے یقینی بھر لایا۔

"تم زندہ ہو؟"

مرجان کی آنکھیں پتھرائی اور بھیگی تھیں، ماں اور بھائی کے علاوہ شاید منہاس سکندر کی زندگی کا محور مرجان کے گرد بھی گھومتا تھا۔

"ہمم۔۔ہاں۔"

منہاس کے لہجے میں تاسف تھا، مرجان کا دل چاہا اس شخص کا سینہ نوچ ڈالے، وہ تکلیف سے چیخ گئیں۔

"بہت ہی بے رحم ہو تم منہاس سکندر، ہمیں اپنے جیتے جی موت کی تکلیف سے گزارتے شرم نہیں آئی تمہیں۔ کیسے خود غرض و سفاک ہو۔ میرا نہیں اپنی ماں اور بھائی کا تو سوچا ہوتا"

مرجان بنا لحاظ کے پھٹ پڑیں جبکہ منہاس کو زرا امید نہ تھی کہ قسمت انھیں اس جگہ لا پٹخے گی۔

"میں سائیں کی موت کا دکھ سہہ نہ پایا تھا مرجان، انکے ساتھ ہی مر گیا تھا۔ معاف کر دو"

وہ حیرت زدہ تھی کہ چودہ سال اس عورت کی زندگی کے برباد کیے وہ کس بے شرمی سے معافی مانگ سکتا ہے۔

"اور تم نے سوچا اپنے ساتھ جڑے لوگوں کو بھی بری موت دوں، تمہاری موت کی خبر نے مجھ پر کیا ستم توڑے اسکی تلافی تم اصل والا مر کر بھی نہیں کر پاؤ گے۔ مجھے میرے گھر والوں نے ایک جانور کے ساتھ باندھ دیا جس

نے مرجان کو نوچ نوچ کر کھالیا۔ تمہاری ماں اور بھائی تمہیں بھلے معاف کر دے میں نہیں کروں گی"

مرجان کسی جن زادی کی طرح روتیں اس ظالم ہرجائی پر برسیں جبکہ منہاس کی آنکھوں میں تیرگی اتری۔

"مجھے لگا تم اپنے گھر خوش ہو، مجھے بھول گئی ہو۔" منہاس نے تڑپ اٹھتے مرجان کو تھامنا چاہا مگر وہ بے دردی سے انکی بازو جھٹک گئی۔

"ہاں خوش ہوں، اپنی محبت کی قبر پر اس درندے شخص کا محل کھڑا دیکھ کر باچھیں کھول کر ہنستی ہوں۔ لیکن تمہیں کیا، تم فرض نبھاو اور روندتے رہو سب رشتوں کو۔ میرے سوتیلے باپ نے دو سال پہلے مجھے جس درندے کے گلے ڈالا وہ آج تک مجھے دنیا کے سامنے بیوی بنا کر نہیں لایا، ڈرتا ہے اسکی عزت نہ خراب ہو جائے۔ لیکن میں نے بھی اسے دو سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتنا زہر دیا ہے کہ جلد مر جائے گا"

مرجان کی وحشی ٹون اور ان المناک اعترافات پر منہاس کا دل کپکپایا۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

منہاس کا دل چاہا اسے جنجھوڑ دیں۔

"بہرام ملک کی، دو سال سے اسکی بیوی ہوں۔ اور اس نے مجھے یوں چھپا کر رکھا ہے جیسے اسکا گناہ ہے مرجان۔ بارہ سال انتظار کیا تمہارا منہاس مگر میرے نصیب میں یہ قید لکھی تھی جو مجھے سہنی پڑی۔ میں نے بہت بار بہرام کو مارنے کی کوشش کی پر ناکام ہو گئی اور تبھی پچھلے کچھ ماہ سے اسے سلو پائزن دے رہی ہوں۔ وہ مجھے بہت تکلیف دیتا ہے، کئی کئی دن گھر سے غائب رہنے کے بعد جب لوٹتا ہے تو۔۔"

مرجان اس سے زیادہ کہہ نہ سکی اور سسک پڑی، منہاس کی آنکھوں میں لہو اترا۔

"لیکن اس مردود نے تمہیں چھپا کر کیوں رکھا ہے؟"

منہاس کا دماغ جھنجھنایا۔

"تاکہ وہ دنیا جہاں کی عورتوں کے منہ بنا روک ٹوک لگ سکے، آج تک کسی کو اسکی مجھ سے شادی کا علم نہیں۔ نہ اس نے مجھے کبھی یہ راز کھولنے دیا۔ اسے میں اتنا زہر دے چکی ہوں کہ اب تک تو وہ مرنے کے دہانے پہنچ گیا ہو گا"

مرجان کا سرخی و آنسوؤں کی نمی میں کملایا چہرہ تکتا منہاس پتھرایا تھا جبکہ اسی زہر کا اثر ہی بہرام ملک پر ہونا شروع تھا جو اسکے جسم میں حرکت کرتے خون میں کینسر بن کر بیدار ہو چکا تھا۔

"مرجان؟"

وہ اسکو دیکھ کر جیسے پکارے، مرجان نے اذیت سے نظر پھیری۔

"مر گئی تمہاری مرجان"

نفرت سے کہے وہ وہاں سے جب پلٹیں تو عدم وہیں انکو بلانے کے لیے چلا آرہا تھا، منہاس سکندر پر گویا ہر آتی جاتی سانس مرجان سے یہ چودہ سال بعد کا سامنا مشکل کر گیا۔

..________________________..

فیروز شمشیر انصاری کی آزادی یا سزا کا تعین آج ہونا تھا، اور اسکے لیے حسیب خانزادہ بھی کورٹ پہنچا، طفیل بھی ہمراہ تھا۔

واصف میر اور درانی میں سخت مقابلہ، دلائل اور بعث ہوئی جبکہ گواہوں اور ثبوتوں کے باوجود فیروز شمشیر کی جانب سے ادا کی گئی ضمانت کی رقم اسکی وقتی جیت بنی، یہ ضمانت چندروزہ تھی اور جج کی جانب سے فیروز کو یہ رہائی خود پر لگے الزامات کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے دی گئی، جس کا اس نے جج کے سامنے مطالبہ کیا۔

اس بیچ فیروز پر مقدمے چلنے والے تھے جسکے سبب وہ ملک سے فرار بھی نہیں ہو سکتا تھا یہاں تک کہ شہر تک سے نہیں۔

حسیب خانزادہ اور درانی دونوں ہی کورٹ کے باہر کھڑے اس غیر متوقع فیصلے پر محو گفتگو تھے تبھی فیروز کی نجس ہنسی پر دونوں متوجہ ہوئے، واصف میر، اس کے ہمراہ کھسیانی ہنسی ہنستا موجود تھا، حسیب اور طفیل کی رگوں میں اس منحوس کی شکل دیکھتے شرارے دوڑے۔

"تو بھئی خانزادہ! پھس ہو گئی تمہاری اور تمہارے یار کی کوششیں۔ دیکھ لو آزاد ہو گیا ہوں۔ اور جلد تم سبکے ناحق تھوپے مقدموں سے بھی بری ہو جاوں گا"

فیروز اپنی زراسی کامیابی پر ہوا میں اڑ رہا تھا، طفیل اور حسیب دونوں نے نفرت چھلکاتی نگاہ لیے دیکھا البتہ درانی کی نظر واصف میر پر تھی۔

"یہ تو وقت بتائے گا فیروز صاحب، وہ آپ نے سنا ہے نہ رسی کھینچنے سے پہلے اسے ڈھیل دی جاتی ہے اور یہی قانون قدرت ہے۔ آپ آزاد ہو گئے لیکن اپنے جرائم کی معافی کبھی نہیں پا سکیں گے۔ اور بھو لیے مت یہ ضمانت جو آپکو ملی ہے، بارش میں بنے بہت ناپائیدار بلبلے جیسی ہے"

حسیب کا لفظ فیروز کو تلووں لگا سر پر بجھا، آنکھوں میں لہو اترا۔

"تم یہی سوچ کر دل کو تسلی دو بچے، تم لوگوں کا یہ زعم بھی جلد توڑوں گا۔ فی الحال انصاری حویلی کے رنگ میں بھنگ ڈالنے کا وقت ہے۔ چلو واصف میاں! دیر نہ ہو جائے فساد برپا کرنے میں"

بنا کوئی غیرت و شرم کھائے فیروز نے ڈھٹائی اور بے غیرتی کی ساری حدیں عبور کیے نجس قہقہہ لگاتے اس شیطانی واصف میر کے ساتھ قدم وہاں سے ہٹائے جبکہ حسیب نے مٹھیاں بھینچتے اپنا امڈتا غضب دبایا۔

"بہت پھدک رہا ہے، جانتا نہیں ہے کہ ایک موت اور زلت سے بھلے بچ گیا مگر رسوائی کا دوسری دلدل اسے خود میں نگلنے کو تیار بیٹھی ہے۔۔۔۔"

حسیب نے اس منحوس کو جاتے دیکھ کر نظر فوری پھیر لی جبکہ درانی پر خفا نظر ڈالے وہ اسکی طرف دو قدم بڑھا۔

"جب اتنے ثبوت اور گواہ تھے، فیروز کی دو نمبری، منی لانڈرنگ، دھوکہ دہی، لینڈ مافیا سے منسلک ہونے کے قانونی دستاویزات تو یہ منحوس کیسے رہا ہو سکتا ہے درانی۔ کیا یہاں انصاف باقی نہیں رہا؟"

حسیب کا بس نہ چلا ایک آدھ اس درانی کو بھی لگا ڈالے جو افسوس کی مورت بنا کھڑا اتپا رہا تھا۔

"سر قتل کا کوئی الزام فیروز پر ثابت نہیں ہوا، اور اسکے علاوہ ہر جرم کے لیے مجرم کے پاس ضمانت کی اپیل کا حق موجود ہے۔ فیروز، جج کے سامنے اپنے تمام جرائم سے مکر گیا اور ثابت کرنے کا یقین بھی دلائا۔ ضمانت کی رقم

بھی ادا کی۔ میں نے معاملہ سمیٹنے کی کوشش کی مگر انکے پاس بھی بے گناہی کے دستاویزات تھے، واللہ علم جھوٹے تھے یا سچے۔ میں بہت شرمندہ ہوں"

درانی کا چہرہ پشیمانی سے تاریک پڑا، حسیب نے جبڑے بھینچتے سانس کھینچا۔

"تو اب اس درندے کو کیا کھلی چھوٹ دیں، یہ اوزان اور باقیوں کی زندگی واپس اجیرن کرے گا۔ اب تو کھل کر سامنے آچکا ہے"

حسیب نے کھردرے لہجے پر کوئی کنٹرول نہ رکھتے درانی کو دیکھا۔

"سر ہمیں فیروز کے جرائم ثابت کرنے کے لیے نواز کے ساتھ مقبول جان کی بھی گواہی چاہیے، اس نے اپنی بہو کی گاڑی کا حادثہ کروایا یہ بات اگر مقبول جان، عدالت میں آکر کہے تو فیروز کو عمر قید کی سزا ہو سکتی ہے۔ تنویر اگر اپنے تمام کالے دھندوں کا اعتراف کرے اور فیروز کے خلاف گواہی دے تب ہمارا کیس بہت مضبوط ہو گا"

حسیب تو اسکے کہے ایک جملے پر ہی پتھرا گیا۔

"ویٹ! کیا مطلب ہے اس بات کا بہو کی گاڑی کا حادثہ۔۔۔فائزہ اور آریز کی گاڑی کے ساتھ واقعی فیروز نے۔۔۔یا میرے اللہ ہمیں تو صرف شک تھا"

حسیب پر یہ انکشاف کوڑے کی طرح برسا، اسے یاد تھا کیسے اسکے بابا، دیان کے لگائے الزام پر تڑپ تڑپ کر روئے تھے کہ بھلا وہ کیوں اپنی بہن کی جان لیں گے۔

"جی حسیب صاحب! اوزان سر کو یہ سچائی کنفرم ہو چکی ہے۔ جبکہ نواز کے بیان میں یہ بات واضح ہے کہ وہ مقبول جان نے دو بے گناہوں کی جان لی اور مجھے یقین ہے کہ وہ دو بے گناہ آریز اور فائزہ انصاری تھے"

درانی کی دی تفصیل نے حسیب کے دماغ کی چولیں تک ہلا دیں۔

"ہمم تو پھر اس مقبول جان کی جان نکالنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔۔۔چلو طفیل"

حسیب نے بپھری موج کی مانند سخت لہجے میں کہتے ہی طفیل کے ہمراہ گاڑی کی طرف قدم بڑھائے۔

جبکہ طفیل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور حسیب ساتھ اٹکتے ہی فون پکڑے اوزان کو کال ملائے ڈور بند کرتا بیٹھا۔

اوزان اپنے اور وحدہ کے سیشن سے فری ہو چکا تھا اور واپس ہی جانے والا تھا جب حسیب کی کال پر اسکے پورچ کی جانب جاتے قدم تھمے، منہاس بھی اس کے منتظر گاڑی کے پاس کھڑے دیکھائی دیے جن پر قیامت گزر چکی تھی۔

"ضمانت ہو گئی تیرے دادے کی"

حسیب کا لہجہ روٹھا تھا اوپر سے خبر انتہائی بری۔

"یہی ڈر تھا، میری برداشت آزمانے پھر سے آ گئے یعنی وہ۔۔۔۔۔۔"

اوزان کی دبائی حقارت پر حسیب نے گہرا سانس کھینچا۔

"تو نے مجھ سے یہ کیوں چھپایا اوزان کہ فائزہ پھپھو کی گاڑی کے ساتھ حادثہ اس فیروز نے کروایا، مجھے تجھ سے ایسی امید نہ تھی۔ وہ درندہ قاتل اتنی آسانی سے ضمانت پا گیا اور ہم کچھ نہ کر سکے"

حسیب کے لہجے میں تلخی تھی جس پر اوزان لمحہ بھر پریشان ہوا۔

"مجھے اصل ماسٹر مائنڈ تک پہنچنا تھا یار، صوفی نے طفیل کو بتایا تھا کہ چھ سال پہلے فیروز اور مقبول جان میں ایک ڈیل ہوئی تھی کسی کو مارنے کے حوالے سے، اب وہ ڈیل کیا تھی اسے جانے بنا کوئی قدم اٹھانا ٹھیک نہیں۔ دادا اس کی سزا ضرور پائیں گے کیونکہ تیرے ساتھ وہ میرے مجرم بھی ہیں مگر اصل گناہ گار تک پہنچنے کے لیے اسی شخص کو اب اسکے آگے چارے کی صورت پھینکنا ہے۔ مقبول نا صرف قانون کے محکمے کی کالی بدنما بھیڑ ہے بلکہ وہ ضرور کچھ ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہے جو ہم سے فی الحال چھپے ہیں۔"

اوزان کا لفظ حسیب کے غصے کو زائل کرتا گیا۔

"مقبول اب زمین میں بھی جا کر چھپ جائے، اکھاڑ کر بھی اسے نکالنا پڑا تو کروں گا۔ پر تو نے اتنی بڑی بات چھپا کر اچھا نہیں کیا اوزان۔"

حسیب کا شکوہ بجا تھا پر اوزان کو خود یہ سب کچھ دن پہلے کنفرم ہوا، منہاس سکندر سے۔

"مجھے خود کچھ دن پہلے علم ہوا، دادا نے فائزہ کو مروانے کے چکر میں اپنے بیٹے کو بھی موت کے منہ میں پہنچا دیا۔ لیکن یہ سب انہوں نے خود نہیں کیا کسی سے کروایا ہے، کسی ایسے سے جسکے دل میں فائزہ اور آریز انصاری کے لیے شدید نفرت تھی۔ اور مجھے لگتا ہے وہ آدمی کوئی اور نہیں مقبول جان ہے۔ اب یہ کنفرم کرنا اور اسکے بارے تمام ثبوت اور گواہ جمع کرنا تیری ذمہ داری ہے"

اوزان نے ایک بار پھر درست اندازہ لگایا لیکن حسیب کے سر پر واقعی اس وقت خون سوار تھا۔

"ہمم ٹھیک ہے، آج مقبول جان کی عیاشی کا آخری دن سمجھ پھر ویرے۔"

حسیب نے کہتے ہی کال کاٹی جبکہ اوزان کو حسیب کے غصے سے خوف محسوس ہوا۔

"سب ٹھیک ہے اوزان؟"

اوزان کو یکدم پریشان دیکھتے منہاس اسکے قریب چلے آئے۔

"دادا رہا ہو گئے ضمانت پر، ہمیں حویلی نکلنا ہو گا چلیں راستے میں بتاتا ہوں"

اوزان کی اجلت و بے قراری کے پیش نظر منہاس سکندر نے بھی مزید کوئی سوال جواب نہ کیا اور دونوں ہی گاڑی کی سمت قدم بڑھا گئے۔

..______________________________..

"اور کوئی منحوس خبر ہے تو وہ بھی سنا دو، حد ہو گئی"

حسیب ڈرائیونگ کے بیچ موصول ہوتی اطلاع پر غرا اٹھا، طفیل کو تھانے ڈراپ کیے وہ سیدھا واپس حویلی جا رہا تھا جب ارشاد کی جانب سے ملتی بہرام کی حالت بگھڑنے کی خبر پر جیپ کا رخ واپس گودام کی طرف کیا۔

"سر بہرام کی رنگت پیلی پڑ رہی ہے، لگ تو یہی رہا اگلی سانس آخری ہو گی۔ کیا کروں، ڈاکٹر کا کہنا ہے اسے فوری ہسپتال منتقل کرنا ہو گا"

ارشاد بھی کیا کرتا یہ بری خبر دینے ہر مجبور جو تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں، آتا ہوں"

حسیب نے دانت نکوستے کال بند کی اور آدھے گھنٹے کے بیچ گودام پہنچا، بہارے کی ولیمے کے لیے روانگی کے کئی مسیج آ چکے تھے پر اس وقت حسیب کا دماغ گرمایا تھا تو فون ہی سوئچ آف کر دیا۔

"بڑے دانت نکل رہے ہیں تیرے، نیچی کر نظر ورنہ انگلیاں گھسیڑ کر نکال لوں گا"

حسیب جب اندر آیا تو تنویر جو اب تک رسیوں سے بندھا تھا، حسیب کی حالت پر جب ہنسا تو حسیب نے لپک کر اسکئ گردن بری طرح دبوچے قہر ناک ہوتے وارن کیا۔

"ہاہا اب تم سب کا کلیجہ فیروز نکالے گا، تیرے منہ پر چھائے منحوس تاثرات سے اتنا تو کنفرم ہے کہ میرا یار آزاد ہو گیا۔۔۔رہی بات اس بہرام کی اسے ایسی ہی موت ملنی تھی، حرام کھا کھا اور گند نگل نگل کر اسکی ایسی عبرت تو طے تھی"

تنویر کے زہر بھرے تمسخراتے جملوں پر حسیب کا پارہ چڑھا۔

"تم سب ایک ہی گٹر کے کیڑے ہو، یہ بہرام کل کو تیرا سب تھا نہ۔کیسے اسکی دھمکی پر تھر تھر کانپتے تو نے اپنی اولاد تک کا سودا کیا۔کنول کو اس ملعون کے آگے پلیٹ میں پیش کر کر اس عورت کا گھر، سکون، اسکا وقار سب تباہ کیا صرف اپنے لالچ اور مفاد کے لیے۔

اب یہی تجھے ناکارہ اور گند الگ رہا ہے۔اور جسے تو اپنا یار کہہ کر اسکی رہائی پر کھلھلا رہا ہے اس کو ساری عمر انگلیوں پر نچا کر بلیک میل بھی تو نے کیا تھا، پھر دائب انصاری کو مارنے پر تجھے سیدھی پھانسی ہو گی اسے بھی ذہن نشین رکھ۔۔۔۔اپنے بارے میں سوچ تنویر پاشا باقیوں کی فکر چھوڑ، تیرے منہ کو لگے حرام اور حلق سے نگلے جاتے گند کا اثر بھی قریب ہے مت بھول"

حسیب کا لفظ لفظ تنویر کے رونگٹے کھڑے کر گیا،ڈر کے سبب سنسنی خیز لہر تنویر کے اندر تک اتری۔

مزید بھی یہ منہ ماری ہوتی مگر بہرام ملک جو دو دن سے موت کی اذیت سے لڑ رہا تھا یکدم خون کی الٹی ہونے پر کچھ دیر جیسے اکھڑتے سانس لیتا دم توڑ گیا اس پر لمحہ بھر حسیب، ارشاد اور تنویر کی بھی سٹی گم ہوئی۔

حسیب نے دوزانو اپنی گن ارشاد کو پکڑائے بیٹھ کر جب اسکی گردن کی رگ چھوئی تو بہرام ملک کی موت کا یقین پاتے ہی چہرے پر تلخی اتری۔

بہرام کی ایسی موت پر تنویر کا چہرہ بھی تاریک پڑا۔

"موت کا خوف اگر تم کم ظرفوں کو ہو نہ تو تم لوگ کبھی غلط کام نہ کرو، دیکھ اسے۔ کل تک بڑکیں مار رہا تھا، مر گیا۔۔۔۔۔۔۔ اور ایسی موت مرا ہے کہ خود میں اک سزا ہے۔ بدبخت اب تو شرم کر جا، لیکن میں بھی کسے کہہ رہا ہوں۔"

حسیب کا دماغ اس وقت سن تھا جبکہ بہرام ملک کی موت نے مزید وحشت طاری کی، تنویر اسکے بعد نہ ہنسا نہ اک لفظ بولا، ابھی یہ سب ایسا ہولناک تھا کہ اسے برداشت کرنا بذات خود اذیت سے لبریز تھا۔

وہیں فیروز شمشیر انصاری کو انصاری حویلی کے مین گیڈ کے باہر لا کر گاڑی روکتا واصف نجس مسکرایا۔

"خبر ملی ہے کہ حویلی میں ملازمین اور گارڈز کے سوا کوئی نہیں، سب پنار دیان کے ولیمے کو اٹینڈ کرنے ہال میں جا چکے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میرے غریب خانے چل کر تھوڑا آرام کر لیں"

واصف کی پیشکش پر فیروز خباثت سے مسکرا کر انصاری حویلی کی فلک بوس اونچی دیواروں کو دیکھنے لگا۔

"نہیں جو مزہ سبکو گھر میں پہلے سے موجود ہو کر جھٹکا دینے میں ہے وہ بعد میں آنے میں نہیں میر، تمہارا شکریہ۔ اب میری کال کا انتظار کرنا۔ جب تک وہ لوگ ولیمے کی آخری خوشی منا کر آئیں گے فیروز تب تک آرام کرے گا"

فیروز نے نخوت سے سر جھٹکا اور واصف نے کوئی اعتراض نہ کیے اسے جانے دیا جبکہ فیروز کی آمد پر حویلی کے تمام ملازمین اور گارڈز پتھر کے مجسمے بن کر رہ گئے مگر کوئی اسے روک نہ پایا، اور وہ سب کی حیرت اور خوف کو محظوظ نگاہوں سے دیکھتا اندر بڑھتا چلا گیا۔

واصف نے ایک اضطراری نگاہ اس بنگلے پر ثبت کی۔

"وقت آگیا ہے واصف میر، اپنی تکلیف کا بدلا لینے کا۔ میری معصوم وحدہ! تمہیں انصاف دلانے کا وقت آ چکا ہے میری جان۔ اس حویلی کا ایک اہم حصہ تم بھی ہو، جلد یہ بات کھل جائے گی"

یہ جملہ بولتے ہوئے واصف کی آنکھوں میں آگ تھی جو ہر شے تہس نہس کر دینے کی خاصیت رکھتی تھی جبکہ وحدہ، انصاری حویلی کے حصہ کیسے تھی یہ بات ابھی دماغ کی چولیں ہلا دینے جیسی ہیبت ناک تھی، مگر ایسا لگ رہا تھا ابھی بہت بڑا سچ ان اونچی دیواروں میں دفن تھا جسکے کھلنے کا وقت بھی آ ہی گیا تھا۔

..________________________..

اس شخص کا پورا وجود خوف سے بھیگ رہا تھا، پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں نمودار تھیں، آنکھیں سختی سے بند تھیں اور دونوں ہاتھوں سے وہ میٹرس کی شیٹ کو دبوچے سر تا پیر بری طرح کانپ رہا تھا۔

دھیرے دھیرے کوئی اسے بھاری آواز سے پکار رہا تھا۔ ہر جانب گھپ اندھیرا تھا مگر اس مہیب سناٹے میں بھی الخلقت مخلوق دیکھائی دیتی اسکو ڈرا رہی تھی، انکی آنکھیں سرخ اور سبز تھیں، اور اتنی بڑی کہ ان سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ کسی کا تن سر سے غائب، کسی کے منہ سے خون بہتا ہوا، وہ سب دائرہ بناتے پل پل اسکے قریب آرہے تھے، جب ان سب کی بدبو اسکے ناک میں نتھنوں کے ذریعے گھسی تو وہ کسی طرح وہاں سے بھاگ اٹھا، سانس پھول رہی تھی، وہ چیخنا چاہتا تھا، کسی کو پکارنا چاہتا تھا کہ وہ اسے اس نیند سے آزادی دے مگر کر نہ پایا، مگر جب کسی طاقت نے ہر فاصلہ مٹائے آگے لپک کر فیروز شمشیر کا گلا دبانا چاہا تو وہ یکدم آنکھیں کھول گیا لیکن اپنے سامنے خود پر جھکے حقارت سے خود کو تکتے اوزان دایب انصاری کو دیکھ کر اسکی اگلی

سانس بھی حلق میں گھٹ گئی، اوزان نے اپنا ایک ہاتھ دادا کے سینے پر دباو دے کر ٹکار کھا تھا جبکہ دوسرا انکے ملائم تکیے پر جبکہ وہ وجیہہ شخص اس وقت جان لینے والا جلاد نظر آرہا تھا، اسکی آنکھوں مست وسرپھری جنونی وحشت تھی جس سے فیروز کا پورا جسم ہولے ہولے لرزنے لگا۔

"میں خوامخواہ آپکی رہائی پر پریشان ہو رہا تھا، آپکی عبرت تو شروع ہو گئی دادا۔ کیا دیکھا خواب میں؟ کہیں اپنی قبر میں جلتی آگ تو دیکھائی نہیں دی"

اوزان کی آنکھیں بھی اس وقت فیروز کو آگ کی طرح سلگتی اور روشن دیکھائی دیں جبکہ فیروز حرکت تو اب بھی نہ کر سکا اوپر سے اوزان کا راکھ کرتا طنزیہ لہجہ!

"جو تکلیف دینی ہے مجھے دیں، میں اس قابل ہوں کہ آپ کا مقابلہ کروں لیکن میری ایک بات کان کے پردے کھول کر سن لیں، اگر آپ نے اس

گھر کے کسی فرد پر اپنی منحوسیت کا سایہ کرنے کی کوشش کی تو یہ جو کچھ خواب میں آپ نے دیکھا یہ اصل بھی ہو جائے گا"

اوزان نے بڑے تمسخراتے مگر سلگتے انداز میں قہرناک روپ اختیار کرتے دادا کے چہرے پر ابھری نمی تکیے سے جمی ہتھیلی کو ہٹا کر پیار سے رگڑے انکی بھیگی نم سرخ آنکھوں میں اپنی وائنی آنکھیں گاڑیں۔

"ہٹ کمبخت!"

کچھ دیر تو وہ شخص اپنے آپ پر سے المناک خواب کے اثر کو زائل کرنے کے پیچ پیرالائز کیفیت میں رہا مگر پھر جھٹکے سے اسے خود پر سے پرے دھکیلا، نہ صرف وہ بیڈ سے اٹھے بلکہ ایک ہی جھٹکے سے اوزان کا گریبان دبوچے آہنی ملحقہ دیوار سے اوزان کو کمر سے لے جائے پٹخا، دیوار سے لگتی اسکی پشت میں درد کی لہر بازو کے ابھی تک درد دیتے زخم کے سبب ابھر کر معدوم ہوئی جسکا اثر اوزان کے خوبصورت چہرے پر بھی چھلکا۔

اوزان نے ضبط کے سنگ یہ جھٹکا سہا اور اپنے اشتعال کو قابو کرنے کو ہاتھ کی مٹھی کسی۔

"تجھے پریشان ہونا چاہیے لاڈلے کیونکہ میں پہلا انتقام تجھ سے لوں گا، تیرے باپ کو میں نے نہیں مارا، میں نے کسی کو نہیں مارا۔ سوائے اپنے اصولوں کی راہ میں آتے نافرمانوں کے۔ اور اب اگلا نافرمان تو ہے اوزان، مجھے جس زلت سے تو نے گزارا ہے اسکا حساب تیرے جسم سے سکون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے پر ہی چکایا جائے گا"

فیروز شمشیر کی آواز میں سمٹے ٹھاٹھیں مارتے طوفان، آنکھوں سے ٹپکتی نفرت، جسم و جان سے اٹھتے آگ کے شعلوں پر وہ بیک وقت زہر خندی سے مسکرایا۔

"جب تک میرا اللہ مجھ سے میرا سکون نہیں چھینتا، آپ یا کسی دوسرے میں اسے سلب کرنے کی جرت نہیں۔ ابھی بھی وقت ہے سنبھل جائیں۔ ورنہ

میں آپکا کوئی ایسا راز بے نقاب کر بیٹھوں گا جسکے بعد آپ خود کشی کرنے پر مجبور ہوں گے۔ میرے بابا کو بھلے نہ مارا ہو لیکن جس اذیت سے آپ نے انھیں گزارا ہے نہ وہ معاف نہیں ہو گی۔ نہ اِس جہاں میں نہ اُس جہاں میں"

اوزان نے جو ڈھکے چھپے الفاظ میں تنبیہہ کیے کہا اس پر فیروز کے چہرے کی رنگت سفید پڑی، اور تو وہ اوزان کی کوئی بات نہ سن سکا۔

"کیا مطلب ہے تیری اس بکواس کا؟ ہاں۔۔۔ میرا کوئی راز نہیں ہے سمجھا تو"

فیروز کے تلوں لگ کر سر پر بجھی آگ پر اوزان کی آنکھوں میں لہو اترا۔

"میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ بولتے غیرت نہ آئی آپکو، کس قسم کے گھٹیا ترین انسان ہیں"

اوزان کے چہرے پر نفرت اور حقارت پر فیروز کے ہاتھوں کی پکڑ ڈھیلی پڑی تبھی تو اوزان نے لمحہ لگاتے دادا کی جگہ لیتے انکے سامنے سینہ چوڑا کر

کے آتے ہی دونوں ہاتھ انکے کندھوں پر ٹکائے دیوار سے لگایا، فیروز، اوزان کی اس جرت پر کپکپا گیا۔

"ایسا کونسا راز پتا ہے تجھے؟ بول اوزان؟"

فیروز کے جسم میں شرارے دوڑے۔

"یعنی واقعی کوئی راز ہے؟ میں نے تو آپ نے بس کنفرمیشن کو اگلوانا تھا۔ اب لگتا ہے وہ جو بھی راز ہے بڑا دلچسپ ہونے والا ہے۔ اور آپ تو جانتے ہیں داداسائیں میں ٹھہرا کمیلئین، ایسے ایسے رنگ بدلوں گا کہ آپ کی سٹی گم ہو جائے گی۔ آپکے جسم پر طاری یہ کپکپی، یہ نم نم پڑتی ہتھیلیاں، یہ چہرے پر کفن جیسا سفید رنگ تو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ پارٹی ابھی شروع ہوئی ہے"

اوزان نے ہنس کر قہقہہ لگاتے بیچ کا فاصلہ بنایا پر فیروز کو تو لاڈلہ پچھاڑ ہی چکا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کو سالم نگل لیتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"بکواس، مجھے زدوکوب کرنے کے تیرے یہ پرانے خربے ہیں۔ لیکن کان کھول کر سن لے اب تیرے کہے یا دھمکانے میں نہیں آوں گا۔ جا دفع ہو جا، شکل گم کر اپنی"

فیروز نے اپنی چوری چھپانے کو اہانت بھرے انداز میں اوزان کو پکڑ کر پرے دھکیلا جبکہ وہ ڈھیٹائی سے دادا کی پتلی ہوتی حالت پر محظوظ مسکا کر مقابل کی رگوں میں آگ لگا گیا۔

"اب یہی شکل آپکو دن رات حسب ضرورت دیکھنے کو ملے گی پیارے دادا سائیں، ویسے اچھا ہوا آپ واپس آ گئے۔ زندگی میں بوریت ہو رہی تھی۔ اب آپ سے پنگے لے کر میری طبعیت بھی ہشاش بشاش رہے گی۔ چلیں پھر آپ اپنا جہنمی خواب کو یہیں سے کنٹینیو کریں میں زرا اپنے اور دیان کے ولیمے کو نمٹا آوں۔ باقی کے جھٹکے آپکو واپسی پر لگاتا ہوں"

اوزان نے ہنس کر دادا کی ہستی تباہ کی اور اپنے پر اعتماد مست و دادا جان کے لیے سپیشل انسٹال کیے کمینگی بھرے انداز میں فیروز کے سکون کو اجاڑتا کمرے سے نکلا لیکن دروازہ اس زور سے پٹخ کر گیا کہ کھڑے کھڑے فیروز اچھل پڑا۔

گھبراہٹ کے مارے وہیں میٹرس پر بیٹھا۔

"اسے کچھ تو پتا ہے ورنہ یہ ایسی بے غیرتیاں نہ کرتا۔ اوف! اب کیا کروں میں۔ اگر اسے وہ سب پتا چل گیا۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔"

فیروز نے کانپتی ٹانگوں کے سنگ وہیں لڑھکتے خود کلامی کی، پورا جسم لرزہ براندام تھا۔

وہیں اوزان کو زینو کے کئی میسج اور کالز آچکی تھیں کیونکہ دیان کے ساتھ اوزان اور زینو کے ولیمے کی بھی رسم تھی سو پہلے ہال ہی جانے کا ارادہ کیے وہ سیدھا باہر حویلی کے پورچ کی طرف بڑھنے کے دوران منہاس کو لان میں

رومیو جولیٹ کے ساتھ وہیں سوئمنگ پول کے پاس دوزانو بیٹھا دیکھ اوزان نے اپنے قدم بھی لان کی اور بڑھائے۔

موسم آج بھی ابر آلود تھا، لگ رہا تھا بادل آج برس کر سب جل تھل کر دیں گے۔

"یہ بہت پیارے ہیں"

منہاس، اوزان کی موجودگی اسکے کلون سے محسوس کیے مسکاتے ہوئے بولا اور اٹھ کر اوزان کے روبرو آن رکا۔

"جی۔ آپکو کیا ہوا ہے؟ آنکھیں سوجھ سی کیوں رہی ہیں منہاس سکندر؟"

اوزان نے فوری منہاس کے چہرے کی تکلیف بھانپی کیونکہ وہ چہرے پڑھنے میں بھی ماہر تھا۔

"کچھ ہے تمہیں بتانے کو پر فرصت سے"

منہاس نے ٹالا تو اوزان رسانیت سے ٹل گیا، وہ کسی بھی معاملے میں زبردستی کا قائل نہ تھا۔

اسی لمحے اوزان کے فون پر حسیب کا میسج آیا۔

"بہرام ملک مر گیا، پر اسکی اچانک موت تو حیران کن ہے منہاس سکندر"

اوزان کو خود حسیب کے پیغام کو پڑھ کر صدمہ لگا جبکہ منہاس کے چہرے ہر درد دیتا تاثر ابھر کر معدوم ہوا، سمجھ نہ آئی مرجان کی آزادی پر شکر کرتے یا اس لڑکی کی خود کے لیے نفرت کے پہاڑ پر ماتم۔

"جی بہت حیران کن"

منہاس نے کھوئے کھوئے تائید کی تبھی اوزان نے فون سلم فٹ خوبصورت بلیک پینٹ کی جیب میں گھسائے مکمل توجہ منہاس سکندر پر دی۔

"اچھا مجھے آپ سے ایک مشورہ چاہیے، میں واصف میر جو دادا کا وکیل ہے اسے قابو کرنے کے حوالے سے سوچ بچار میں تھا۔ درانی نے میری توجہ اسکی بیٹی، بدقسمتی سے ناجائز بیٹی کی طرف دلائی۔ اور پھر اتفاق دیکھیں آج جو بچی میرے کلینک آئی، وہ وہی تھی۔ اب جب مجھے درانی نے بتایا تھا کہ واصف میر کی ناجائز بیٹی ہے تو مجھے یہ بات کچھ ہضم نہ ہوئی نہ اسکی سنائی اڑی ترچھی کہانی کا کوئی جوڑ تھا تبھی میں نے اپنے ایک آدمی کو اس گاؤں روانہ کیا جہاں واصف میر کا آبائی گھر ہے، وہ لڑکی جسے وہ پسند کرتا تھا، بلکل ساتھ والے گھر میں مقیم تھی۔

لیکن میں نے جو آدمی وہاں بھیجا اس نے مجھے ایک الگ ہی کہانی سنائی ہے اب میں کس پر یقین کروں؟"

اوزان نے یہ سب کہہ کر منہاس کو ششدر بھی کیا اور افسردہ بھی۔

"تمہیں آدمی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، مجھ سے پوچھ لیتے۔ میں جانتا ہوں کافی کچھ واصف کے متعلق۔ ایک بار بہت نشے میں دھت ہو کر اس نے مجھے اپنی دردناک کہانی سنائی تھی"

منہاس نے یہ جھٹکا دے کر صحیح معنوں میں اوزان کے اوسان خطا کیے۔

"تو پھر بتائیں یار دیر کس بات کی ہے"

اوزان کی بے قراری پر وہ اسکے ساتھ لان میں لگے آرام دہ صوفوں کی جانب بڑھے، ٹھنڈی یخ ہوائیں ہولے ہولے تیزی اختیار کر رہی تھیں۔۔

"یہ پندرہ سولا سال پہلے کی بات ہے، تم جانتے ہو میں دایب انصاری کا قریبی ساتھی تھا تو ہر آگے پیچھے کے فرد کی خبر رکھنا، سائیں کو خفاظت دینے کو انکے ہر قریبی پر نظر رکھنا میرا فرض تھا۔ انہی دنوں فیروز صاحب پر ایک معمولی سا دھوکہ دہی کا کیس چل رہا تھا سو واصف میر کا آنا جانا لگا رہتا۔ اکثر وہ ڈنر بھی فیروز صاحب کے ساتھ کیا کرتا۔ اور اسی طرح ایک رات وہ اور

فیروز کافی دیر کیس ورک کرتے رہے، جبکہ پینا پلانا تو تمہارے دادا کی کمزوری تھی۔

بس واصف کے سر بھی چڑھ گئی۔

میں تب باہر ہی یہاں بیٹھا تھا، وہ بچارا ابھی دکھی تھا کسی سماعت کو چاہتا تھا تو میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔

مجھے پہلے تو اس سے کوفت ہوئی پر جب وہ بیٹھے بیٹھے رو دیا تو میرا دل چاہا اسے سن لوں"

منہاس کے چہرے پر اوزان کی منتظر نگاہیں ثبت تھیں۔

"اچھا پھر آگے"

اوزان کا بس چلتا تو ساری بات جھٹکے سے انکے دماغ سے نکال لیتا۔

"اس نے بتایا کہ وہ ایک لڑکی بریرہ سے محبت کرتا تھا، بہت محبت۔ دونوں کی شادی ہونے والی تھی۔ مگر بریرہ کے باپ کو جوئے کی بہت بری عادت تھی اور اسی سبب اس نے شادی کے دنوں میں ہی ایک دن جوئے میں بریرہ کو ہار دیا۔ کوئی بہت بڑا آدمی تھا وہ، عمر اور رتبے دونوں میں۔ مطلب واصف نے اسکا بڈھے کی صورت ذکر کیا۔ اب شادی سے چھ سات دن پہلے اس رئیس آدمی کے لوگ بچاری بریرہ کو اٹھا کر لے گئے، ظاہر ہے وہ اس بڈھے کی ملکیت تھی۔ اور بریرہ کے باپ اور گھر والوں نے بدنامی کے سبب یہ بات چھپا کر واصف اور اسکی خالا کو کہا کہ وہ یہ رشتہ نہیں کریں گے، واصف کے پیچھے انہی دنوں ایک کال گرل لگی تھی بس عین وقت اس نے بھی تصویریں وائرل کر دیں، اور بریرہ کے ظالم باپ کو رشتہ توڑنے کی چھوٹ مل گئی۔

یہ سب واصف سے برداشت نہ ہوا تو اک دن وہ انکے گھر چلا گیا اور وہاں جا کر بریرہ کی ماں واصف کے آگے پھوٹ پھوٹ کر روتے سب بتانے لگی"

منہاس لمحہ بھر رکے، اوزان نے صدمے سے گہرا سانس بھرا۔

"پھر اس نے بتایا کہ میں نے اس منحوس بڈھے کو ڈھونڈا، بریرہ کو وہ کہاں لے گیا مجھے کچھ خبر نہیں۔ لیکن پھر کچھ دنوں بعد وہ امیر رئیس منحوس بڈھا اپنا مطلب پورا کر کے بریرہ کو واپس اسکے گھر پھنکوا گیا۔ یہ خبر جب مجھے پتا چلی میں واپس اسکے گھر پہنچا، تب خبر ہوئی کہ اس بڈھے نے زبردستی بریرہ سے نکاح کیا، ہفتہ دس دن اس کے ساتھ رہا اور طلاق دے کر واپس پھنکوا دیا۔ لیکن وہ طلاق نہ ہو سکی کیونکہ بریرہ اس بڈھے کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ اب بنا شادی کے بریرہ کا ماں بننا محلے میں اسے بدنام کر گیا، وہ کسی کو صفائی خود بھی نہ دیتی۔ بس اسے پتا تھا کہ اسکی قسمت کے ساتھ جو ہوا وہ جیسا بھی تھا اسکی کوکھ میں پلتا بچہ ناجائز نہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود بریرہ اور واصف میر کے حوالے سے بہت گندی باتیں اس محلے میں مشہور ہوئیں کہ بریرہ کی کوکھ میں واصف کا بچہ ہے اور وہ انکار کو برداشت نہ کر پاتے بریرہ کو اجاڑ کر چلا گیا"

منہاس خود غم زدہ ہو گئے جبکہ واصف میر پر جتنا غصہ عتاب تھا سب اوزان کے دل میں ختم ہوا۔

"یا میرے اللہ اس قدر ظلم۔۔۔اف"

اوزان کو لگا اسکا سانس گھٹا ہے۔

"پھر آگے؟ کیا بریرہ زندہ ہے؟"

اوزان نے بے قراری سے پوچھا۔

"اسکا تو علم نہیں مگر اس رات واصف نے مجھے ایک چیز ضرور کہی تھی کہ اسکی زندگی کا مقصد اب بریرہ کے بچے کی حفاظت اور بریرہ کے ساتھ درندگی کرنے والے کی عبرتناک سزا کے سوا کچھ نہیں اور وہ اس کام پر لگ چکا ہے۔ اسکی خالا تک اسے گناہ گار سمجھتی تھی اسی دکھ میں وہ بستر پر جا لگی جس نے واصف کو ماں بن کر پالا۔ اس بچارے نے کسی کو صفائی بھی نہ دی، نام بدل لیا۔ علاقہ بدل لیا۔ لیکن میری اس سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی

کیونکہ واصف میر نے اسکے بعد انصاری حویلی آنا چھوڑ دیا۔ وہ تمہارے دادا سے اپنے آفس ہی ملتا"

واصف میر کی دردناک کہانی نے اوزان کے رونگٹے بھی کھڑے کر دیے۔

"مطلب باقی کہانی اور بریرہ کے متعلق اب مجھے واصف ہی بتائے گا، اور اس بڈھے کا بھی جس نے نکاح جیسے مقدس رشتے کو پائمال کر کے گناہ سے برتر شکل دے دی۔ بریرہ کا باپ تو گناہ گار تھا ہی کہ اپنی لخت جگر کی عزت ناموس داو پر لگائی لیکن وہ بڈھا اصل معتوب ہے۔ میں نے وحدہ سے پرامس کیا تھا اسکی ممی کو ڈھونڈوں گا۔ خدانخواستہ اگر وہ زندہ نہ ہوئی تو کیا جواب دوں گا اس بچی کو"

اوزان کا مضبوط دل سینے میں کپکپا اٹھا۔

"اللہ بہترین کریں گے اوزان، ویسے ہمیں ہال نکلنا چاہیے سب منتظر ہوں گے دلہا صاحب"

منہاس نے اپنا دکھ ابھی بھی چھپائے رکھا جبکہ ہال کے ذکر پر اوزان بھی اس منتشر کیفیت سے نکلا۔

"ہاں بھئی چلیں میری وائف نے تیس مس کالز کر دیں، اسکا غصہ بہت خطرناک ہے منہاس سکندر۔ اور اوزان دایب کو اسکے غصے سے بہت ڈر لگتا ہے"

اوزان بھی جس طرح زینیش کا ذکر کیے اٹھ کھڑا ہوا، منہاس دھیما سا مسکائے۔

"خوش نصیب ہو جو اتنی فکر کرنے والی چپکو بیوی ملی ہے، تیس مس کالز بتا رہی ہیں اسکی بے چینی۔ چلو چلتے ہیں"

اس شرف پر اوزان دایب نے مسرور ہوتے رشک سے تائید کی اور دونوں وجیہہ جناب ایک ساتھ روانگی کے لیے انصاری حویلی کے خوبصورت تا حد نگاہ پھیلے پورچ کی طرف بڑھ گئے۔

..________________________..

"کیا مطلب ہے اس بات کا، میری پرمیشن کے بنا آپ کی ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی کو کہیں لے جانے کی؟"

وحدہ سے وہ بھلے چار سال سے نہ ملا ہو پر اس پر نظر رکھتا تھا اور تبھی اسے مرجان کے ساتھ جب وحدہ کے اوزان کے کلینک جانے کی خبر ملی تو وہ بپھرتا ہوا بورڈنگ سکول پہنچا، سیدھا پرنسپل مرجان کے آفس میں آکر حلق کے بل دھاڑا۔

"دیکھیں واصف سر، پچھلے چار سالوں میں ہم نے لگ بھگ چالیس بار آپکو کمپلیئین وارننگ دی، کہ وحدہ نارمل نہیں ہے۔ لیکن آپ نے کوئی ریسپانس نہ دیا۔ آپ خود بتائیں ہم اپنی ہونہار طالبہ کو مزید کتنا نگلیکٹ کرتے۔ اسکی جان چلی جاتی تو آپ ہم پر ہی آکر بگھڑتے۔ میں نے اسکی گارڈئین ہونے کے ناطے یہ سٹیپ بہت سوچ بچار کے بعد اٹھایا، اور آپ

یقین نہیں کریں گی جب سے وہ کمیلئین سے مل کر آئی ہے اسکے چہرے پر اضافی سکون براجمان ہے۔ پلیز ہمارے ساتھ کاپریٹ کریں، اسکا یہاں آخری سال ہے، بلکہ آخری ماہ۔ ہمیں اسکو بہتری کی طرف لانے کی یہ کوشش کرنے دیں، اسکا فیوچر بہت برائیٹ ہے"

مرجان نے بہت شائستہ اور نرم پر اثر لہجے میں اس بپھرے واصف میر کو کالم کیا اور اٹھ کر اسکے قریب آکر رکیں جسکے چہرے پر چھلکا افشار خون ہولے ہولے واپس گیا۔

"کیا وہ واقعی پر سکون ہے؟"

واصف کے اس سوال میں بے پناہ حسرت تھی۔

"جی، کمیلئین کا بہت نام ہے۔ وہ پہلے ہی سیشن میں بہت بہتر ہو گئی اور اس نے زندگی میں پہلی بار کسی سے دوستی بھی کی۔ پلیز ہمارے ساتھ کاپڑیٹ کریں"

مرجان نے تاسف سے درخواست کی۔

"ہمم۔ لیکن آئندہ کے بعد مجھ سے پوچھے بنا اسے کہیں مت لے کر جائیے گا مرجان صاحبہ۔ آپ پر بہت اعتبار ہے تبھی میں نے آپکو وحدہ کا گارڈین بنایا تھا"

واصف میر کا غصہ لمحوں کا کھیل بنا جسکی مرجان کو خوشی تھی۔

"ایسا ہی ہوگا، میرا مقصد اسکی بہتری ہے۔ نقصان نہیں۔ آپ ملیں گے اس سے؟"

مرجان کے سوال پر واصف نے اذیت سے گردن نفی میں ہلائی۔

"بس کچھ وقت باقی ہے، اسکی تنہائی، اسکی تکلیف، اسکا اکیلا پن سب دور کر دوں گا۔ میں اس سے مل کر اسے دکھ ہی دیتا تھا مرجان صاحبہ کیونکہ اس کے ساتھ میرا کچھ ایسا ہی عجیب رشتہ ہے تبھی یہ چار سال صرف اسکی آواز پر صبر کیا۔ یہ بھی جانتا ہوں اسکی وہ اک ہاں، ہزار ناں کے برابر ہوتی ہے جو

وہ مجھے اپنا بہتر حال ہے کے لیے کہتی ہے۔ میں مجبور ہوں، لیکن وہ وقت قریب ہے جب میں اپنی وحدہ کو اسکا مقام، اسکے حصے کی خوشیاں اور اسکی فیملی دوں گا۔ تھینکیو اسکا خیال رکھیے گا"

واصف میر اپنی آواز میں اتر آتی اذیت نہ دبا سکا اور کرچیوں میں بٹتی آنکھیں چرائے دلبر داشتہ سا ہوئے جیسے ہئ پرنسپل روم سے نکلا، اسے گماں نہ تھا اسکی ملاقات وحدہ سے ہو گی، زمین پیروں سے وحدہ کی جگر پاش نگاہ پر سر کی۔

"وحدہ؟"

وہ تڑپ اٹھتا اسکو گلے لگا گیا، نہ ملنے پر آیا تو چار سال گزار دیے اور ملنے پر آیا تو وحدہ کی اک جھلک کمزور کر گئ، شاید چار سال پہلے خالا کی موت نے واصف کو اس فیصلے پر اکسایا تھا۔

لیکن وہ سپاٹ تھی، کیونکہ چار سال سے تڑپے دل کو ایک لمس مزید تڑپا دیا کرتا ہے۔

"قسم توڑ دی آپ نے؟ میں آپکی شکل آج ہی بھولی اور آپ نے دیکھا دی"

وہ اب بھی افسردہ تھی، رو نہ پائی ورنہ ایسے موقعوں پر رویا جاتا ہے۔

"آئی ایم سوری"

وہ شکستہ تھا، اور وہ آج ہی جڑی تھی۔

"آپ سے ناراض نہیں ہو سکتی، اداس نہ ہوں۔ جب آپکا رونے میں ساتھ نہیں دے پاتی وحدہ تو کچھ دل کو کاٹتا ہے ڈیڈی۔ آیم او کے، مرجان میم کو یونہی میری فکر کھائے جاتی ہے"

وہ جیسے واصف کے رونے کو دیکھ کر اسے حسرت سے ایسا کرنے سے روک رہی تھی، واصف نے پھر سے اسے سینے میں بھینچا، وہ بریرہ کی طرح دراز قد کی مالک تھی، واصف کے ابھی سے برابر پہنچتی تھی۔

"بس چند دن وحدہ! میں تمہیں وہ ساری خوشیاں دوں گا جن کے لیے تم ترسی ہو۔ ڈیڈی تمہارے لیے پچھلے پندرہ سالوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور یہ بات میری گڑیا جانتی ہے، تبھی ناراض نہیں ہوتی۔ میں تمہارے ناراض نہ ہونے پر قربان جاوں، آئی ایم سوری کیونکہ تم سے مل کر واصف میر بہت ٹوٹ جاتا ہے تبھی دور رہا۔ کیونکہ جانتا ہوں تمہیں دیکھتے ہی رو پڑتا ہوں اور تم میرا ساتھ نہیں دے سکتی۔ بس چند دن میری شہزادی"

اس لمس کو وہ بہت ترسی تھی پر اب پر سکون تھی، دل سے چار سالوں کا غبار تو نئے دوست نے ہی ہٹا دیا تھا۔

"دیے چند دن ڈیڈی، روئیں مت۔۔۔۔مجھے کچھ دن اپنے ساتھ لے جائیں نہ۔میں چار سالوں سے سو نہیں سکی، آپکے سینے پر سر رکھ کر سونا چاہتی ہوں"

وحدہ کی یہ دلخراش حسرت، اسکے اندر جمع اذیت کو چیخ چیخ کر بیاں کر رہی تھی۔

واصف نے اسکی جبین آسودگی سے چومی۔

"میں لے جاوں گا تمہارے دو ویک تک فائنل ایگزیمز ہیں۔پھر تمہیں اپنے ہمیشہ پاس لے آوں گا۔سویا تو میں بھی نہیں، بہت مس کیا تمہیں ڈیڈی نے"

وحدہ کی شکل میں اس بدنصیب کو تھوڑی ہی سہی بریرہ ملی تبھی تو وہ جی رہا تھا ورنہ تبھی مر جاتا جب بریرہ نے آخری ہچکی اسکی بازووں میں بھری تھی،

اپنی وحدہ کو اسے سونپ کر وہ دنیا چھوڑ گئی تبھی تو واصف میر کے لیے وحدہ کے قریب رہنا وہ ساری تکلیف کے لمحے ہرے کر دیتا۔

"میں نے بھی، بہت"

اپنا ملائم ہاتھ واصف کے چہرے سے لگاتی وہ پھر سے گلے لگ گئی۔

وہیں مرجان کے فون پر آتی کال نے انکے پیروں تلے سے بھی لمحہ بھر زمین سرکائی۔

"کیا؟ وہ مر گیا؟"

بہرام ملک کی تدفین شام تک تھی اور اس کے آدمی نے ہی مرجان کو خبر پہنچائی، سمجھ نہ آیا وہ اس منحوس کی موت پر ہنسیں یا اتنی لمبی سزا کے بعد رہائی پر شکر بھرا رو دیں۔

فون بند کیے وہ صدمے کی سی کیفیت میں کرسی پر لڑھک گئیں۔

"یا اللہ آپ جانتے ہیں میں اسے زہر دینے پر مجبور تھی، ورنہ وہ مجھے مار دیتا۔ مجھے اسکی موت پر کوئی دکھ نہیں نہ اپنے کیے پر پچھتاوا۔ کیونکہ وہ ایسی ہی موت کا مستحق تھا۔ اگر آپ مجھ سے راضی ہیں تو میرے دل کو لاحق سکون میں کمی نہ کیجئے گا۔ مجھے اشارہ دیں۔ میں نے کسی کی ناحق جان نہیں لی، میں نے بہت سی ماوں بیٹیوں کی عزت کو بچایا ہے۔ آپ اس پر میرا احساب خود لے لیجئے گا لیکن میری تکلیف کے صرف آپ رازدار تھے"

مرجان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے جبکہ انکے سکون میں کیسے کمی کی جاتی کہ بہرام ملک ایسی ہی موت کا مستحق تھا۔

..________________________________..

فائنلی اوزان اور منہاس ہال پہنچے تو سب ہی آنکھوں آنکھوں سے اوزان دایب کو گھورتے پائے گئے حتی کہ دوسرے دلہا راجہ تک، جیسے کہہ رہے ہوں بڑی دیر کر دی مہربان آتے آتے۔ اب وہ ماہر کمپلیئین کیا بتاتا کہ وہ جو

رنگ بدلنے میں ماہر ہے، چند گھنٹوں میں زندگی کے رنگ بدلنے کے کرتب دیکھ کر حیران و پریشان ہو گیا ہے۔

پنار اور دیان آج بھی پوری محفل پر چھائے تھے، ہاف وائیٹ میں پنار جبکہ بلیک میں دیان آریز وجاہت کا شہکار لگ رہا تھا۔

سب ایک سے بڑھ کر حسین لگ رہے تھے مگر وہ حسن کی ملکہ سٹیل بلو لائیٹ سے ولیمہ میکسی اوٹ فٹ میں کسی آپسراہ کا روپ دھارے سجی سنوری، دھڑکنوں پر پل میں براجمانی اختیار کر لیتی، جھٹکے سے نبض تھام کر سارے درد کھینچ لینے والی، اسے جسم، دل، دماغ اور روح کی ساتھی جب اوزان دایب کے سامنے آ رکی تو اوزان نے اپنے دل کو بیٹ مس کرتے محسوس کیا، سٹیل بلو میں دونوں ایک دوسرے کا ضروری، مطلوب و مرغوب حصہ لگتے دیکھنے والی ہر آنکھ کو رشک میں مبتلا کر رہے تھے، ان دو کی آنکھیں کیا ملیں ہر سو فسوں طاری ہو گیا۔

"کہاں رہ گئے تھے؟ آپکو یاد نہیں کہ آج ہمارا ابھی ولیمہ تھا۔ اب فنکشن اینڈ ہونے والا ہے۔ میں آپ سے نہیں بولوں گی مجھے اتنا سارا غصہ ہے آپ پر۔ نہ میسج سین کر کے ریپلائے کیا نہ میری ایک کال لی"

اوزان نے سب کو نظروں نظروں سے بہلا دیا پر یہاں آ کر نظریں ہی بے خود ہو گئیں کہ اپنا فرض بھی اس ولیمے کی دلہن کے آگے بھول گئیں۔

"دیکھ کیا رہے ہیں اپنی اس خطرناک آنکھوں سے، آنسر می"

وہ کیسے دیکھ پاتا کہ وہ تو حواس ہی اتنا سج دھج کر چھین چکی تھی، واللہ آج زینیش اوزان کی سنہری سمو کی آنکھیں قہر پر قہر برسا رہی تھیں، اسکی مخمور فضا میں گھلی خوشبو اوزان کو سب سے بیگانا کر رہی تھی۔۔

"آنسر؟ وہ تو بھول گیا"

اوزان نے لپک کر اسکی کمر میں دھیرے سے زرا فاصلے پر رہتے ہی بے خودی سے ہاتھ رکھا تو زینیش گھبرائی۔

"اوزان سب دیکھ رہے ہیں"

زینیش نے کچھ لوگوں کی توجہ خود پر جمی پائے اس شخص کو ہوش دلانی چاہی۔

"مجھے تمہارے سوا سب نظر آنا بند ہو گیا ہے، بھاگ چلو میرے ساتھ زینیش"

اوزان کے خمار اور بے خود سرگوشی پر وہ دبا سا مسکرائی اور اپنی کمر کے اطراف رکھا اوزان کا ہاتھ پکڑ کر ہٹائے ساتھ برابر میں آئی۔

"کہاں لے کر جائیں گے؟"

سب دونوں کو سٹیج کی جانب بلا رہے تھے، لمبی قمقموں سے سجی راہداری جس کو رنگ برنگی روشیوں اور پھولوں سے سجایا تھا، وہ دو روشنی کے گداز ہالے میں سب کی آنکھوں میں محو تھے پر ایک دوسرے کے لیے ایک دوسرے میں گم۔

"جہاں میرے اور تمہارے ستارے کبھی نہ ٹوٹنے کے لیے امر کرتی روشنی میں گم ہو جائیں"

وہ آہستہ آہستہ اسکو گھیرے قدم سٹیج کی طرف بڑھا رہا تھا، بیک گراونڈ پر وائلن کی دھیمی دھن بکھری تھی، خوشبوؤں کے ہالے نے ان دو حسین نفوس کو حصار اہوا تھا۔

"گم ہونا اور ٹوٹنا ایک جیسا نہیں ہوتا اوزان؟"

زینو نے اسکے وجیہہ روشن چہرے کو تکتے ڈر کر پوچھا۔

"نہیں۔ ٹوٹا ہوا تو اوزان دایب کا ستارہ تم سے ملنے کے قبل تھا روح نشین۔ اب تو گم ہوا ہے، تمہاری آنکھوں سے دیکھائی دیتی کہکشاؤں کے جہاں میں۔ جہاں اوزان دایب کی دنیا آباد ہے۔ وہاں صرف محبت ہے۔ ایک اونچا آسمان اور اس آسمان کی وسعت میں پوری شان سے دمکتے ہم دو"

وہ اسے پاگل کر دینا چاہتا تھا، رقص میں انکے ساتھ اس جہاں کا ہر زدہ تھا، لمحہ بھر دونوں کو لگا ہر فرد غائب ہو گیا ہو۔ یہ وہی آسمان تھا جس کی وسعت میں وہ دو ستارے بنے ٹمٹمار ہے تھے مگر پھر اچانک ان دو ستاروں کے بیچ اک چاند ابھرا۔

"آپ کیسے بھول گئے کہ آسمان پر ستاروں سے زیادہ چاند کی ملکیت ہوتی ہے۔ اب کیا ہو گا؟"

وہ کھلھلائی پھر ڈر گئی، اوزان دایب نے اس چاند کو دیکھا، آنکھیں اس چاند کی چاندنی سے لبریز ہوئیں۔

"اب! اک ستارہ ٹوٹ نہ جائے کہیں"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر تکلیف سے بولا، زینیش کو بھری دنیا میں اکیلا کرنے جیسا تھا یہ سفاک جملہ۔

"اللہ نہ کرے"

زینیش نے اسکے خوبصورت لبوں پر ہتھیلی جمائی۔

"تم ٹوٹنے نہ دینا، چاند کی حکمرانی اپنی جگہ۔اس ستارے کی اس ستارے سے محبت اپنی جگہ"

وہ اسکی ہونٹوں پر جمی ہتھیلی چوم کر پکڑ تا دور ہٹائے اسکی روشن جبین پر جھکا۔

لمحہ لگا انکو ہوش میں لوٹنے پر وہ بھی دیان آریز اور پنار کی مسکراتی جتاتی نظروں کے سبب۔

"لالہ، کنٹرول"

دیان نے آنکھ دباتے بہکے بہکے اوزان کو اشارہ کیا، زینیش کا چہرہ شرم سے سرخ پڑا۔

"یا اللہ! یہ میں کیا کر رہا ہوں۔ دیکھ لی تم نے اپنے طلسم کی کارستانی۔ مجھے دنیا کا ہوش بھلا کر اچھا نہیں کیا ظالم لڑکی"

وہ سب لوگ جس محبت سے اس ہنس کے جوڑے کو دیکھ رہے تھے، اوزان کو لگا زمین پھٹے اور وہ سما جائے البتہ زینو دبا دبا ہنستی اس خطرناک سے دور ہو گئی۔

پورا ہال ہوٹنگ سے جھوم گیا۔

اب یہ معاملہ تھا کہ سٹیج پر ان چار کا راج تھا، پنار اور دیان کی مسکراہٹ، جبکہ اوزان اور زینیش کی وارفتہ گھبرائی نظروں کا ملاپ اس دن کی خوبصورتی کو چار چاند لگا گیا۔

"تم سے اسکا حساب لوں گا"

اپنے پہلو میں بیٹھ کر دل بن کر دھڑکتی زینو کے کان کی اور جھکے وار ن کیا، وہ لمحے بھی گردن گما گئی، چہرے ٹکراتے ٹکراتے بچے اور اوزان نے فوری اس ڈر سے بیچ میں فاصلہ استوار کیا کہیں کوئی مومنٹ کیپچر نہ ہو جائے۔

"میں نے کیا کیا؟ آپ خود بے خود ہوئے"

زینیش کا گلاب چہرہ اور سرگوشی اوزان نے گہرا سانس لے کر سنی، دھیرے سے اسکے ہاتھ میں اپنے پرکشش ہاتھ کی انگلیوں کو پیوست کیا، زینیش نے گھبرا کر دوبارہ اوزان کو دیکھا۔

"روک بھی تو سکتی تھی، سب کے سامنے تمہیں فارہیڈ کس کر دی۔ کتنا آکورڈ ہے یار"

اوزان کا چہرہ ابھی تک زرا گلابی تھا جیسے وہ یہ کر کے بہت گھبرا گیا ہو۔

جبکہ زینیش یہ سوچ کر مسکرائی کہ وہ شرماتا ہوا کسی کو بھی خود پر فدا کر سکتا ہے۔

"یہ تو آجکل عام ہے، آپ نے دیکھا نہیں برائیڈل فوٹو شوٹ بھی آجکل فارہیڈ کس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ پریشان کیوں ہو رہے ہیں، اپنی بیوی کو ہی کی ہے"

زینو نے لب دباتے مسکراہٹ نگلی اور پیار سے اسکو سمجھایا جو سبکی طرف دیکھ بھی نہیں پا رہا تھا۔

"سوچو کچھ اور کر دیتا تو عزت کی لسی ہو جاتی کمیلئین کی"

اوزان نے جیسے سہم کر زینو کو سر گوشی میں کہا، وہ سٹیج پر بیٹھے ہونے کے باوجود ہنس دی۔

"اب اتنی بھی لوٹ نہیں مچی، کچھ ایسا آپکو یوں کرنے نہ دیتی اوزان۔ مجھے ہمارے سپیشل مومنٹس کی پرائیویسی جان سے پیاری ہے۔ اگر آپ نے اپنا یہ کیوٹ گھبرایا چہرہ دو منٹ میں ٹھیک نہ کیا تو میں کچھ کر دوں گی پھر منہ

چھپاتے رہیے گا۔ کیونکہ آپ اس وقت اتنے پیارے لگ رہے ہیں کہ۔۔۔۔"

زینیش نے اس قدر جان لیوا دھمکی اتنی روانی میں دی کہ اوزان نے اسکا جکڑا ہاتھ بری طرح دبا کر زرا درد بھرے جھٹکے سے اس لڑکی کی زبان روکی کیونکہ سب کے سامنے ابھی یہی طریقہ تھا۔

"تم مجھے کسی دن یونہی مار ڈالو گی، مت کرو میرے ساتھ۔ کیوں تم مجھے اپنے سوا سب بھلا دینا چاہتی ہو زینو۔ میں یہ افورڈ نہیں کر سکتا"

وہ تڑپ سا گیا، زینیش نے کتنے ہی لمحے اوزان کو دیکھا جبکہ دیان نے بڑی چالاکی سے فوٹو گرافر سمیت میشی کو بھی دھڑا دھڑ اوزان اور زینو کی پکس لینے پر لگایا کیونکہ وہ دو آج کہیں اور ہی تھے۔

خود میشی خوشی سے پھولے نہ سمائی کیونکہ زینو اور اوزان کے فارہیڈ کس والے سارے مومنٹس اس نے اپنے فون مئں قید کر لیے تھے اور وہ اتنے

خوبصورت تھے کہ اسکی دلکشی بیان کرنے پر کئی عنوان بھی لکھ دیے جاتے تو کم پڑ جاتا۔

" آپکو آفورڈ کرنا ہو گا، میں آپ کے حواسوں سے اترنا نہیں چاہتی "

زینیش نے جذب سے کہے خود ہی نظر جھکالی کیونکہ اب بات بہت بڑھ گئی تھی۔

" میرا ابیبہ بچہ ! بہت ٹف ٹائم دیتے ہیں اوزان بھائی اسے۔ تب جب ان میں محبت جیسا کنکشن نہ تھا تب بھی ان کی موجودگی بولتی تھی۔ ان دو میں اک فسوں خیز کشش تھی۔ اور آج تو آگ لگادی دونوں نے، بنا کچھ کیے بھی "

پنار نے ساتھ بیٹھے دیان کو دیکھتے بتایا جس پر وہ ہنسا۔

" لالہ کو رومنٹک دیکھنے کی حسرت پوری ہو گئی، دے آر میجیکل یار۔ اور میری دعا ہے یہ دو یونہی میجیکل کپل بنا رہے۔ اچھا سنو سب سے بیسٹ والی

پک کو انکے روم کے لیے سکیچ وال پکچر بنوائیں گے ، اور گفٹ دیں گے کیا خیال ہے ؟ چمپینزی بھی لگی ہوئی ہے کام پر "

دیان کی شوخ خواہش پر پنار متفقہ ہنسی کیونکہ میشی صاحبہ ساری افسردگی بھلا یے جونئیر فوٹو گرافر کے رتبے پر فائز نظر آئیں ، عائشہ تو منہ پھلائے بس اک کنارے لگی تھیں اور کنول بھی اک کونے پر بیٹھی چپ تھی۔

البتہ بہار اور صائمہ آج بھی بہو ساس کے کپل میں آئیں تھیں کیونکہ حسیب نے آج بھی معذرت کرلی ، اور اس پر بہار اس پر اخیر غصہ بھی تھی لیکن حسیب کو اس وقت بہت سے ضروری امور دیکھنے تھے۔

ولیمہ تو سمٹ گیا مگر اب ناجانے فیروز کی رہائی کی خبر سب پر کیسی کیسی قیامت بن کر ٹوٹتی۔ اوزان نے بھی کسی کو ولیمے کے بیچ نہ بتایا کیونکہ وہ یہ خوشی پھیکی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

..________________________..

"یہ سارا علاقہ دلاور جونیجو کی ملکیت میں ہے کیپٹن، یہاں سپلائی ہوا اسلحہ ڈائریکٹ آتا ہے اور پھر بارڈر کے ذریعے ملک سے باہر جاتا ہے، کراچی کی بندرگاہوں سے ہوتی کشتیوں کے ذریعے سمگلنگ میں بھی دلاور جونیجو کا ہاتھ ہے۔ یہ پورٹ پر باقاعدہ ٹیکس دے کر مال اندر کرواتا ہے۔ پھر یہ لوگ کچھ اسلحہ خود رکھتے ہیں اور کچھ دشمن ممالک کے سپرد کر کے اپنا کاروبار چمکاتے ہیں"

فوجی چھاونی میں اس وقت سپاہی مٹر گشت پر تھے، دن کے کھانے کے لیے وہ لوگ پڑاو ڈال کر خیمے لگا کر رک چکے تھے، فوجی جیپ کے بونٹ پر پھیلائے نقشے پر سرخ مارک لگاتا اسد اسے تمام ٹارگٹ ایریا کے بارے بریف کر رہا تھا۔

"ہمم، ویسے دلاور کی اصل مانگ اداخیل ہے، اور انکی اداخیل کی ڈیمانڈ سے واضح ہے کہ وہ چلتا پھرتا دشمن کے منصوبوں کا مرکز ہے۔ اداخیل کو ساتھ اس مشن پر لانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ اسے دلاور کی کمزوری بنا کر استعمال

کیا جائے۔ اصل اداخیل ہمارے پاس ہے اسکی خبر صرف میجر گلزار کو ہے جبکہ اداخیل کی جگہ وہ خود سلاخوں میں بند ہیں اسد۔ یہ مشن میری زندگی کا سب سے کٹھن ثابت ہو رہا ہے ابھی سے"

الماان کی گہری آنکھوں میں ان کہی تکلیف تھی جس پر اسد بھی نقشے سے توجہ ہٹائے الماان کو دیکھنے لگا۔

"جس قدر جان ہماری خطرے میں ہے اس سے دگنی میجر گلزار کی ہے۔ وہ سلاخوں میں تبھی ہیں تاکہ افسران کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا سکے اور انکو یہ بھی یقین ہو کہ میجر گلزار اس معاملے سے ہٹ گیا ہے۔ لیکن کیپٹن مجھے ایک بات کا خدشہ ہے، ہم اداخیل جیسے ملعون کو ساتھ تو لے آئے لیکن اگر مشن کے بیچ وہ مارا گیا تو ہمارا نقصان ہو گا کہ ہم اس سے کچھ اگلوا نہیں پائے"

اسد نے جو خدشے کہے وہی الماان سیال کو پریشان کر رہے تھے۔

"میں اسے ساتھ تبھی لایا ہوں لفٹننٹ اسد"

کیپٹن الماں کی آنکھوں میں جو چمک ابھری اس پر اسد بھی دبا دبا مسکرایا۔

"او آئی سی، تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ پہلی ڈوز دے دیں"

اسد کا لہجہ اکسانے جیسا تھا اور کیپٹن الماں سیال پہلے ہی بھرا پڑا تھا۔

دونوں اداخیل والے خیمے کی طرف بڑھے جہاں اسے رسیوں اور زنجیروں سے جکڑ کر منہ پر ٹیپ لگائے رکھا گیا تھا۔

اوزان نے اوطاق کے اندر قدم رکھے تو اسد بھی ہمراہ خیمے میں داخل ہوا۔

اداخیل ایک پچاس سال کے لگ بھگ وحشی خدوخال، لمبے سیال گھنگھریالے بالوں والا آدمی تھا جسکی آنکھوں سے ہی چیر پھاڑ ڈالنے جیسا رنگ اور تپش ابل رہی تھی۔

المان نے محظوظ نگاہ اسد پر ڈالی اور قدم مزید قریب لے جاتا ٹھیک زمین پر بیٹھے ادا خیل کے پاس ہی سلم فٹ پتلون ڈھیلی کرتے آلتی پالتی مارے بیٹھا۔

اسد نے وہیں پری چوکی گھسیٹی اور خود بھی بیٹھ گیا کیونکہ ان محترم کی پینٹ حد درجہ ٹائیٹ تھی اور پھٹ سکتی تھی۔

"آنکھوں سے نگل لے گا کیا؟ چل بول لے"

المان نے بے دردی سے ادا خیل کے منہ پر لگی سلور ٹیپ جب ہٹائی تو وہ اترنے کے ساتھ ادا خیل کے پیاس سے سوکھتے ہونٹوں کی باریک چمری بھی کھینچ گئی جس پر ادا خیل نے درد ضبط کرتے آنکھیں میچی۔

اسکے سیاہی مائل ہونٹ لہو سے سرخ ہوتے گئے۔

"تجھے پتا ہے ادا خیل، یونہی تیرے جسم کی چمری بھی کھینچ سکتا ہوں۔ تجھے مار کر کسی ایویں سے چھوٹے مجرم کو تیرا پلاسٹک سرجری سے چہرہ دے کر ہم سبکی آنکھوں میں دھول جھونک دیں گے، اس کو دماغی جھٹکے دے کر

یاداشت سے بھی محروم کر کے تیری جگہ پہنچادیں گے اور خود اصل اداخیل یعنی تجھے عبرت کانشان بناؤں گا۔ جب جب تو مرنے لگے گا میں تجھے دوا دے کر تیری زندگی کا تھوڑی سا بچاو ترتیب دوں گا۔ پھر تجھے موت کے دہانے پہنچا کر واپس کھینچ لوں گا اور یہ سلسلہ دنوں پر نہیں، سالوں پر محیط ہو گا۔ تجھے اس ملک میں غدار بن کر گھسنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ یہاں کے رکھوالے میلی آنکھ کو جڑ سے اکھاڑنے کے پرانے کھلاڑی ہیں۔ اب ہم سر پھرے لوگ یہ سہولت، وارننگ نامی بھی ہر کسی کو نہیں دیتے، ہر کسی کا کلیجہ نوچنے کو دینا ہمارا شیوا نہیں۔ وہاں فوجی جیل میں کسی کو تجھ ہر تشدد کی اجازت نہ تھی پر اب تیری جگہ وہاں اک بندہ ہے سو تو میرے رحم و کرم پر ہے۔ اب تجھے چیڑوں یا پھاڑوں، کوئی میرا حساب نہ کرے گا۔ فیصلہ تجھ ہر ہے کہ تو اپنی زبان کھول یا پھر ہمیں اپنے طریقے سے تیری زبان کھولنے کی مشقت اٹھانی پڑے گی"

اداخیل کے جسم میں اٹھتے درد اک طرف، اس کیپٹن کا لفظ جان ہوا کرتا اک طرف، وہ صاف صاف خوف کھایا لگا پر اسکی ٹرینگ ایسی عام نہ تھی کہ وہ منہ کھولتا۔

"میں کچھ نہیں بتاوں گا، بھلے تو میرے جسم کے ہزاروں ٹکرے کر دے۔ تیرا یہ ملک برباد ہو گا یہی ہمارا مشن ہے۔ اور اس مشن کے لیے کئی اداخیل قربان"

بظاہر تو وہ ہٹ دھرمی اور حقارت سے غرایا مگر بھول گئا تھا سامنے اس سے بڑا وحشی ہے۔

المان نے ناجانے اسد کو کیا اشارہ کیا کہ وہ چوکی سے اٹھا اور خیمے سے باہر نکلا، کچھ دیر بعد اسکے ایک ہاتھ میں سفید کپڑا اور دوسرے میں پلاس تھا۔

اداخیل کی آنکھوں کے آگے موت رقص کی۔

المان نے دونوں چیزیں اسد سے لیں اور وہ کپڑا سسکتے ہوئے ادا خیل کے منہ میں گھسائے بے رحمی سے اس پلاس کے سنگ ادا خیل کے ہاتھ کے ناخن اکھاڑنے شروع کیے، درد و ضبط سے ادا خیل کے چہرے اور آنکھوں میں سرخی اتری۔

لیکن المان نے اسے لہولہان ہوتے ہاتھ پر زرا رحم نہ کھاتے جب اسکی چیخیں اب کپڑے سے دبیں تو وہیں ہاتھ مڑوڑتے وہ کپڑا ادا خیل کے منہ سے نکالا جس پر دلخراش چینخ بھی ادا خیل کے حلق میں دب کر رہ گئ۔

آنکھوں سے گلابی رنگ کی نمی بہی۔

"یہ صرف ٹریلر تھا، اور مجھے لگتا ہے تجھ میں دم نہیں ادا خیل۔ ابھی یہ تکلیف تجھے جسم کے ہر حصے میں ہو گی۔ سو بتا دے مجھے جانور بننے پر مجبور مت کر کہ ہمیں جانور بننا اچھا نہیں لگتا"

الماان کا اپنا دل نرم پڑا اس مردود کی حالت پر لیکن ایسوں کے لیے ایک ملک کے رکھوالے کے پاس رحم نہ تھا جبکہ الماان سیال کے دیے اتنے دردناک پہلے ہی ٹارچر پر اداخیل نے الف سے یے ہر چیز الماان کو بتائی، یہاں تک کہ دلاور جونیجو کے ہر پلین کی آگاہی دی، اب الماان سیال بنا تحقیق کے اسکی بتائی باتیں مان بھی نہیں سکتا تھا سو ہر قدم پہلے سے زیادہ محتاط ہو کر اٹھانے والا تھا۔

اداخیل وہیں سسکتا بلکتا درد سے کراہتا ڈھے گیا جبکہ الماان اور اسد ایک ساتھ خیمے سے باہر آئے، الماان نے اپنے ہاتھ پر لگا خون اسد کے تھمائے دوسرے سفید کپڑے سے پونچھا۔

"کیپٹن یار! آپ تو بہت خونخوار ہیں"

اسد تک کو الماان سے خوف آیا جس پر الماان جو اس وقت وردی میں وجاہت کا شہکار لگ رہا تھا، تیکھے نقوش اور گرے آنکھوں کا حسن لیے ہنس پڑا۔

"خطرناک ہونا پڑتا ہے اسد، ورنہ ہمارے سروں پر ہمہ وقت لہراتا خطرہ کب ہمیں نگل جائے پتا بھی نہیں چلتا۔ اب تم اداخیل کی بتائی معلومات کو کنفرم کروتا کہ ہم پیش قدمی کر سکیں۔ میں اس مشن کو جتنا لٹکاوں گا میجر گلزار کی جان اتنی خطرے میں جائے گی۔ سو آج کل تک ہمیں دلاور جونیجو کو اسکے لوگوں سمیت جہنم واصل کرنا ہے۔ لگو اپنے کام پر"

الماں کی ہدایت پر اسد فوری سلوٹ ٹوکتا یس سر کہے وہاں سے چلا گیا جبکہ الماں نے بھی ائیر پلین موڈ پر لگا فون واپس بحال کرتے سگنل پکڑنے کے لیے زرا جیپ کے قریب آتے فون سکرین کو دیکھا جہاں دو سگنل آتے دیکھائی دیے۔

تبھی مشائم کو پہلی فرصت میں کال کی، وہ کنول، آئی جان اور چاچو کے ہمراہ حویلی واپس جا رہی تھی جب الماں کی کال پر چہکی۔

پاس بیٹھیں ایزل مریم بھی میشی کی خوشی پر قربان ہوئیں۔

"المان !شکر ہے آپکو میری یاد بھی آئی۔ کیسے ہیں، آئی مس یو سو مچ"

میشی نے کال پک کرتے ہی محبت اور روہانسے ہوئے اپنے ہنڈسم کیپٹن کو دیکھا جبکہ المان اسکے پیچھے دیکھائی دیتے منظر اور آواز سے سمجھ گیا کہ وہ گاڑی میں ہے۔

"آئی مس یو ٹو، بس تھوڑا بزی ہوں۔ اور یہاں سگنلز کا بہت ایشو ہے۔ بے فکر ہو جاو میری پری، یہ بتاو کیسا رہا ولیمہ۔ کون کون ہے تمہارے ساتھ سبکو میرا ہیلو کہہ دو"

المان کے مخاطب کرنے کے انداز اور انس پر ایزل مریم کو اپنی میشی کے نصیب پر ڈھیڑوں پیار آیا جبکہ کنول اور طلال بھی ایک سا مسکرائے۔

سب نے میشی کے سکرین گمانے پر ہاتھ ہلائا۔

"ولیمہ بہت بہت بہت اچھا، بس آپکی کمی تھی۔ بہت ہنڈسم لگ رہے ہیں میرے کیپٹن، آپکو نظر نہ لگے کسی کی"

مشائم یوں کھل کر بات نہ کر پا رہی تھی ورنہ سکرین کو ہی چوم لیتی کیونکہ وہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔

"تم نے کہہ دیا اب نہیں لگے گی"

المان نے فلائنگ کس رازداری سے کی جب پر وہ چھینپا سا مسکرائی اور وہ سمجھ بھی گیا کہ وہ بات نہیں کر پا رہی۔

"چلو تم حویلی پہنچ کر میسج کرنا میں پھر کروں گا کال"

المان نے خود ہی اجازت لینی چاہی جس پر طلال نے فوری منع کیے ڈیش بورڈ کی جانب رکھے ہیڈ فونز اٹھا کر پیچھے اپنی لاڈلی کو دیے۔

"یہ لو اب کر لو بات، اسے بعد میں ٹائم ملے نہ ملے"

چاچو کے یوں سب کے بیچ پرائیویسی جنریٹ کرنے پر میشی بھی مسکائی اور المان بھی، فوری ہیڈ فون کان سے اور فون سے کنکٹ کیے۔

"چاچو تمہارے واقعی جنٹل مین ہیں، اب تم ہاں یاناں کرنا بس۔ یا اشارہ۔ اوکے تاکہ ہماری بات بھی ہو اور کسی کو خبر بھی نہ ہو"

المان کی کان میں اترتی پیار بھری سرگوشی پر وہ سکرین پر دیکھائی دیتے المان کو محبت سے تکتی سر ہلا گئی۔

"میری جان کیسی ہے؟ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ باربی ڈال۔ میں جلدی آجاوں گا۔ اپنے بڑے اور چھوٹے بے بی کے پاس۔ اداس مت ہونا، اس بار تمہیں چھوڑ کر آنا مشکل تھا۔ لیکن محبت کے ساتھ المان سیال فرض کا بھی مقروض ہے۔ اور ہاں ممی والی جو ہدایت کی تھی اسے کبھی مت بھولنا، کبھی کبھی بڑوں کے غلط ہونے کی سزا چھوٹوں کو یوں دینی پڑتی ہے۔ مجھے خود بھی ممی کے ساتھ ایسا رویہ رکھنے پر دکھ ہوا لیکن وہ میرے دل پر مسلسل وار کیے جا رہی تھیں۔ میری جنت ہیں وہ جانتا ہوں لیکن اس جنت کا بھی تو مجھ پر حق

ہے جو تمہاری صورت جیتے جی مجھے ملی۔ اگر ممی تم سے میرے جیسی محبت کرتی ہیں تو آئی پرامسس اپنی بداخلاقی کی انکے پیر پکڑ کر بھی معافی مانگنی پڑی تو مانگوں گا۔ تم اس سب کو لے کر پریشان مت ہونا"

وہ میشی کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے ہر کرب کو جیسے جان گیا، اک آنسو میشی کی آنکھ سے الماں کے بنا کہے اسکی تکلیف سمجھنے پر ملائم گال پر بہہ نکلا جسے وہ فورا چہرہ زرا ونڈو کی طرف پھیرے ہتھیلی سے رگڑ گئی، جبرا مسکر کر سر ہلایا۔

"آئی لو ویو سو مچ، میری یہ گرے آنکھوں والی چلی ملی میری راحت ہے۔ میرا سکون ہے۔ بہت مشکل سے گزارا میں نے تمہیں۔ لیکن تم اتنی ہی میرے دل کے قریب ہو گئی ہو۔ سب سے اول، اللہ نے اس رشتے میں بہت قوت رکھی ہے میشی، یہ وہ رشتہ ہے جو بھلے انسان خود دنیا میں آکر اپنی مرضی سے بناتا ہے پر جنم لیتے وقت انسان کو میسر ان بنا مرضی کے رشتوں سے سبقت لے جاتا ہے اگر اس میں سکون ہو۔ میرے اور تمہارے رشتے میں صرف سکون ہے"

مشائم کی نم آنکھیں، المان کے چہرے کے نقش کو آس سے دیکھنے میں گم، اسکے کان میں اترتی المان کے لفظوں کی تمازت اسکے اندر کے سارے منجمد احساس پگھلا گئی۔

"اوکے اوکے رومت ساتھ بیٹھے افراد کہیں گے المان کتنا ظالم ہے، ایک تو دور ہوجاتا ہے دوسرا بس رلاتا ہے۔ مت رو میری جان، دیکھو کتنے پاس ہوں دور ہوکر بھی۔ ابھی تو بہت جلد وہ وقت بھی آنے والا ہے جب تم اپنے اندر المان سیال کی دھڑکن محسوس کروگی۔ تمہاری زندگی بہت پیاری ہونے والی ہے، اسی پر مسکرادو نہ تاکہ مجھے میرا انرجی بوسٹر ملے"

وہ اسکے محبت بھرے جملوں پر مسکرا اٹھی، آنکھوں سے نمی پھوٹی پر ضبط کرتی رہی۔

"یہ ہوئی نہ بات، مسکراہٹ اس چہرے سے جدا مت ہونے دینا۔ میرے لیے ہمیشہ مسکرانا مشائم الماان۔ تمھاری مسکراہٹ جلتی زمین پر گرتے بارش کے ٹھنڈے یخ قطرے جیسی پُر تاثیر ہے، یہ آنکھیں مجھے دے دو یار"

وہ حالانکہ خود اس سے دل دلکش آنکھوں والا تھا پر مر مٹا تو مشائمی آنکھوں پر گیا تھا۔

"ایسا ممکن نہیں"

وہ دھیما سا لجائی بولی۔

"میری تم لے لینا"

وہ اسے قائل کرتا اتنا پیارا لگا کہ لمحہ بھر میشی نے گردن پھیری، آئی جان دوسری جانب چہرہ کیے باہر گزرتے منظر دیکھنے میں گم تھیں، چاچو ڈرائیونگ کر رہے تھے، کنول بھی فون کے ساتھ بزی تھی اور اسی کا فائدہ اٹھائے میشی نے جلدی سے سکرین پر پیار دیا۔

"ہائے ظالم! ٹھاہ کر کے لگا ہے تمہارا یہ پیار بھرا لمس۔۔۔اب اس سے پہلے الامان سیال کے لیے تم سے دور سانس لینا محال ہو۔رکھتا ہوں۔پھر بات کروں گا میری جان، میری زندگی، میرے سکون اپنا خیال رکھنا اور بے بی کا بھی۔آئی جان کے ساتھ چیک آپ لے لیے لازمی جانا کل"

اب خود میشی کے لیے بھی کٹھن تھا سانس لینا تبھی فوری مان جاتی وہ فون رکھتے ہی جیسے آئی جان کے ساتھ لگی، وہ پیار سے گردن گمائے بازو اسکے گرد جکڑے اسے اپنے آسودہ سینے سے لگا گئیں، ماتھا چوما۔

"میری ننھی گڑیا"

آئی جان کے گلے لگ کر بھی وہ آنسو نہ روک سکی اور جتنا مرضی خود کو چھپاتی، ماں سے بیٹی کی تکلیف اور حسرت چھپنی ممکن نہ تھی۔

..______________________..

"مل گئی تمہیں فرصت اپنی شکل دیکھانے کی، ابھی بھی کیا ضرورت تھی وہیں تھانے میں ہی اپنا مستقل ڈیرا لگا لو"

صائمہ اور بہار واپس آئیں تو رات کے آٹھ بج چکے تھے اور حسیب نے بھی بہرام کا معاملہ اپنے ساتھیوں کے سپرد کیا اور واپس خانزادہ حویلی پہنچ آیا۔

بہار جب روم میں آئی تو حسیب کو واش روم سے نہا کر ٹراوزر شرٹ میں نکھرے انداز و سراپے کے ہمراہ نکلتا دیکھے بناوارننگ لپکتے برسی۔

حسیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجی اور ایک ہی جھٹکے سے روٹھی بہار کو کمر میں ہاتھ ڈالے کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا، ماحول آگ پکڑ گیا۔

"وہاں کون ہے میرا اتنا قریبی جسے دیکھ کر حسیب کی پہاڑ راتیں کٹ سکیں"

بہار کے گال سے بے خودی سے لب مس کرتا اسکی گردن پر بے شمار پیار تحریر کیے وہ لمحوں میں اسکی جان لبوں پر لایا جبکہ بہار ابھی اس سے خفا تھی تبھی مزاحمت کرتی دور ہوئی۔

"کوئی بنالیا ہو گا نہ، تم مجھے مسلسل اگنور کر رہے ہو۔ تمہارے لیے سب تمہارا اسیبو کنگ جیم اور تھانہ ہے۔ مجھے اپنا بنا کر ایک طرف کر کے رکھ دیا اور بھول گئے۔ مجھے تمہارے ساتھ ایز آ کپل کہیں جانے کا موقع اتنا کم ہی ملے گا کیا ساری زندگی؟"

بہار اسکے لیے دن بدن جذباتی ہو رہی تھی جسکا ثبوت بہارے کی آنکھوں میں حسیب کی نظر اندازی و مصروفیت کے سبب نمی چھلک آنا تھا۔

"تم اتنی سینٹی گرل کب سے بن گئی، دنیا کو جوتی کی نوک پر رکھنے والی بہارے ایسی کیوں ہو گئی؟"

اسکی غصے سے بھیگتی دونوں آنکھیں جذب سے چومتا وہ اسے اپنے حصار میں سکون دیتے ہوئے نرمی سے اسکے گلابی ہونٹوں کو انگوٹھے کی پور سے سہلاتے انہی معطر ہوئی آنکھوں میں جھانکا۔

"تم نے بنا دیا ایسا، اپنی محبت میں ڈال کر۔ مجھے دوبارہ کہیں اپنے بنا جانے کا مت کہنا حسیب۔ میں ادھورا فیل کرتی ہوں"

حسیب کی گال اور چہرے سے اٹھتی آفٹر شیو کی تر و تازہ خوشبو محسوس کیے وہ خود اسکے قریب ہوئی اور ایسی قربت حسیب خانزادہ کو ہر تکلیف سے بے نیاز کر سکتی تھی۔

"زخم کیسا ہے تمہارا، بیٹھو ڈریسنگ کرنے دو۔ تم نے اچھل کود میں اگر خود کو نقصان دیا تو جان لے لوں گی۔۔۔"

خود ہی وہ آنکھوں اور اپنے اور حسیب کے بیچ جمع ہوتے خمار سے خوف کھاتی دور ہوئی اور پکڑ کر حسیب کو بیڈ پر بیٹھائے اسکی شرٹ اتارنی چاہی مگر حسیب نے کھینچ کر اسے جھٹکا دیا کہ وہ خود بھی تکیے سے جا لگا اور بہار بھی یونہی اسکے حصار میں مبتلا اس پر گری۔

"اب کافی بہتر ہے واپسی پر ہوسٹل جا کر کروالی تھی، اگر تم پھر بھی میری شرٹ اتروانا چاہتی ہو تو ایز یو وش"

حسیب نے لمحہ لگائے اسے پلٹ کر میٹرس پر گرایا جبکہ درد کی ٹیس سی سینے پر اٹھنے کے سبب وہ کراہتا ہوا اپنا چہرہ جب بہار کے تکیے پر بکھرے مہکدار بالوں میں چھپا گیا تو وہ اسکی چوڑی پشت سہلاتی شرمگیں سا ہنسی۔

"بس بس دیکھ لی تمہاری تیزی، چلو اب سو لو تھوڑا۔ یقیناً سوئے نہیں ہو۔ تمہارے لیے بہار بھی جلدی سو جائے گی"

نیند تو انسپیکٹر صاحب کو کوٹ کوٹ آئے جا رہی تھی جبکہ اتنی حسین پناہوں میں سونے کا مزہ، کسی سر چڑھ کر بولنے والے نشے جتنا طاقتور تھا۔

"تھک ہار کر جب پہلے لوٹتا تھا تو صرف ماں کے پیارے چہرے کا دیدار پا کر ہی سکون حاصل کر لیتا تھا، جب سے تم ملی، ڈیمانڈ بھی بڑھ گئی ہے۔ تم سے

پیار پانے کی، مجھے سلا تو رہی ہو مگر سنو بے وقت سو گیا تو صبح ہی جاگوں گا۔ تم بور نہیں ہو جاو گی مجھے اتنا سوتا دیکھ کر"

حسیب نے زرا چہرہ اسکے آبشار جیسے بالوں سے نکالا، ملائم خدوخال سے اپنے تشنہ لب سہلانے کے بیچ اسے مدہوش کیے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

"میں تمہیں صرف دیکھوں گی تھوڑا"

بہار نے اسکی آنکھوں میں بے باکی سے جھانکتے فسوں خیز آواز میں کہا اور حسیب خانزادہ ہواوں میں اڑتا ہوا مسرور آنکھوں سے اسے کچھ دیر تکتا رہا اور پھر جب دیکھنا کافی نہ رہا تو یوں دھیرے دھیرے بہار کے احساسات میں پرت در پرت اترا کہ وہ خود میں گھلتی حسیب خانزاہ کی خوشبو پر سچ میں بہار کا روپ دھار گئی، شاخ جان پر پھول کھل آئے، جنکی خوشبو جسم کی رگ رگ میں دوڑتے خون کا حصہ بن گئی۔

..________________________..

جیسا کہ اوزان نے سوچا تھا سبکو فیروز شمشیر انصاری کی رہائی پر اس سے دگنا جھٹکا لگا مگر اوزان نے بروقت حکمت عملی اختیار کی اور سب کو پورچ میں لمحہ بھر روکا، وہ لوگ واپسی پر ایک کیفے رک کر ہلکی پھلکی ریفریشمنٹ کر کے لوٹے تبھی تو واپسی میں گہری رات ہو گئی گویا ڈنر کا وقت۔

کنول کے سوا باقی سب پریشان تھے جبکہ وہ تھوڑی حیرت میں تھی، فیروز کی آزادی اسے کہیں خوفزدہ کر رہی تھی۔

دیان، پنار، ایزل مریم، طلال اور زینیش پانچوں کے چہرے کے رنگ پھیکے پڑ چکے تھے۔

"آپ سب میری بات سمجھ گئے؟"

اوزان نے سب کے پریشان چہروں پر باری باری نظر ڈالی جبکہ سب نے ہی متفقہ سر ہلایا۔

جبکہ کنول کا بنا اوزان کی بات پر سر ہلائے اندرونی سمت بڑھ جانا اوزان اور طلال کو ناگوار گزرا۔

"لیکن لالہ وہ اتنا سب کر کے رہا ہو کیسے سکتے ہیں؟"

دیان نے اس غیر یقین خبر پر افسوس و حیرت کا اظہار کیا جبکہ پنار بھی کچھ متفکر لگی۔

" آپ سب اسکی ٹنشن نہ لیں، میں جانوں اور دادا۔ کسی کو ان کے منہ لگنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ خیر اب آپ لوگ جائیں"

اوزان نے سبکو تاکید اکیے روانہ کیا جبکہ باقی سب تو اندرونی سمت بڑھے مگر زینیش اسکے قریب آکر رکی۔

"اوزان! آپکے خطرناک دادا نے کسی کو نقصان دے دیا تو؟ وہ آپکے بابا کے ساتھ کتنا غلط کر چکے ہیں۔ انکو کون سزا دے گا۔ مجھے بہت فکر ہو رہی ہے"

زینیش کا دل تو سب سے زیادہ خوفزدہ تھا۔

"ڈونٹ وری، تم یہ سب چھوڑو۔ اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو جا کر فورا چینج کر لو اور مجھ پر بجلیاں گرانا روک دو۔ خاص کر یہ سمو کی میک اور پہلی فرصت میں ریموو کر دو ورنہ تم گئی آج"

اوزان نے یہ بے باک ذو معنیت سے بھرے الفاظ کہہ کر زینیش کو کپکپا کر رکھ دیا، زور کا مکا اسکے سینے پر جڑتی وہ اسے پرے دھکیلتی جیسے اندر بھاگی، اوزان نے جبڑے بھینچ کر امڈتا قہقہہ واپس ہونٹوں میں ضم کیا اور خود بھی پروقار قدموں کا رخ حویلی کی جانب کیا۔

"ویلکم بابا سائیں"

انصاری حویلی کے ہال میں کھدر کے کڑکتے سوٹ میں سیاہ ویس کوٹ زیب تن کیے، پیروں میں پشاوی چپل پہنے، ہلکے پھلکے سفید و سیاہ بالوں کے ملاپ

کے سنگ بالوں کو سیٹ کیے نخوت سے ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھے فیروز کو دیکھتے ہی کنول نے مسکرا کر قدم اندر بڑھائے۔

"شکریہ میرا بچہ"

آگے سے وہ بڈھا بھی جیت کے نشے میں مست قمیص کے دامن جھٹکتا اٹھا، فیروز جسے یہ گماں تھا کہ سب انصاری حویلی کے مکیں اسے دیکھ کر تھر تھر کانپ اٹھیں گے سبکی آنکھوں میں اپنے لیے باغیانہ حقارت دیکھ کر سر تا پیر گھوما، چہرے کی ساری خوشی آگے بڑھتے طلال کی ناگوار مگر تمسخرانہ ہنسی پر غائب ہوئی۔

"اوہو! دیکھو تو بھئی کون آیا ہے۔ ہمارے پیارے بابا سائیں جیل کی ہلکی پھلکی ہوا کھا کر کیا آئے جوانی لوٹ آئی۔ کیسے ہیں آپ؟ زیادہ تشدد تو نہیں کیا پولیس نے آپ کے نازک بدن پر"

طلال کی شیطانیت بھری زبان درازی پر جہاں باقی سب دبا دبا مسکرائے وہیں فیروز نے مٹھی بھینچ کر لہراتے طلال کا گریبان دبوچا مگر کسی فرد کی آنکھ میں فیروز کی واپسی کا خوف نہ دیکھتے الٹا فیروز کی ہوا کسی۔

"اب آپ اتنے بھی قابل عزت نہیں بابا سائیں کہ آپکو اپنی اولاد کا گریبان تک پکڑنے کی اجازت ہے۔ یہ مانگی اور چھینی ہوئی آزادی ہے یاد رکھیں، دن پورے کریں اور ہمیشہ کے لیے ہماری زندگیوں سے چلے جائیں"

اوزان نے سب سے پیچھے ہال کے انٹرنس میں ہی مست سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے رک کر چاچو کی ہمت کو سلام کیا اور دادا کی اس اہانت سے سرخ ہوتی شکل کو محظوظ نگاہوں میں مقید کیا۔

طلال نے اپنے گریبان کو جھٹک کر چھڑوایا اور اک وحشت ناک کھولتی نظر کنول پر ڈالتے وہ وہاں سے چلے گئے البتہ ایزل مریم، پنار، اور زینو بھی

افسوس بھری نگاہوں میں مرکوز کیے وہاں سے چلی گئیں، صرف دیان، اوزان اور کنول ہی فیروز کے ہمراہ ہال میں رہ گئے۔

"اگر آپ نے واپس آنے کی ہمت کی ہے محترم تو واپسی کی قیمت چکانے کا حوصلہ بھی جمع کر لیں کیونکہ میں آریز انصاری نہیں ہوں جو چپ چاپ آپکی حاکمیت کو تسلیم کر کے دیوار سے لگ جاوں گا، ایک بات میری کان کھول کر سن لیں، میں نے آپکی باتوں میں آکر اپنے ماموں کو جو اذیت دی ہے وہ میرے دل کا ناسور بنی اور میں سہہ گیا، لیکن اگر میرے ماں باپ کو مروانے کے پیچھے بھی آپ نکلے نہ دادا تو انہی ہاتھوں سے آپکی قبر بذات خود کھودوں گا"

ایک ایک قدم فیروز کے قریب آکر اسکی رگوں میں گردش کرتے لہو میں اذیت دوڑتا دیان عین قریب رکا تو فیروز کو لگا وہ سالم ان سیاہ آنکھوں میں اسے دلدل کی طرح اتار لے گا۔

دیان نے اپنی بات کہی اور نجس شخص کو اچٹتی نگاہ میں لیتا جیسے گیا، فیروز کے پیروں تلے سے زمین بھی سرکا گیا۔

اوزان دایب نے ہنس کر اپنے پر اعتماد قدم بھی اندر بڑھائے اور فیروز نے نفرت چھلکاتی لہو آنکھیں اوزان پر گاڑیں۔

"کیا کہا ہے تو نے سبکو کہ یہ جنکی روحیں میرے سامنے تھر تھر کانپنی چاہیں تھیں، مجھے ہی تڑیاں لگا گئے۔۔۔۔ اوزان! اوزان! اوزان!"

فیروز نے دھاڑ کر چلاتے کہا جبکہ اوزان اپنے نام کی ایسی گردان پر کمینگی سے ہنستا ہوا عین دادا کے سامنے آرکا۔

"مجھے اتنا مت پکاریں، میں آپکی جڑوں میں بیٹھ جاوں گا دادا سائیں۔ آپکا راج ختم اب یہاں کا بادشاہ اوزان دایب ہے۔ آپ ہیں کیا جو آپ سے کسی کی روح تھر تھر کانپے۔۔۔ ہاہاہا بچارے میرے دادا سائیں، ایسے ہی پاگل نہ ہو جائیں۔ ڈونٹ وری اس پاگل کا ڈاکٹر اوزان مفت علاج کرے گا"

اوزان نے تمسخرانہ ہنسے زیر خندی سے دادا کے چہرے کا سرخ ہونا دیکھتے اپنے دونوں ہاتھ انکے چہرے سے لگائے، جنہیں فیروز نے فوری جھٹکا۔

"پھٹ مت جایئے گا، بہت گند پھیل جائے گا۔۔۔۔ چل بڈی۔ آپ تو میرے گرو ہیں۔۔۔۔۔۔۔ دادا شکر ہے آپ آگئے، مجھے بھی ہنسنا نصیب ہوا۔ اف آج دل چاہ رہا ہے آپکی اس بے بسی پر ہنستا چلا جاوں۔۔۔۔۔۔ چچ چچ چچی صاحبہ پلیز اپنے سسر کو سنبھالیے یہ صدمے سے مر ہی نہ جائیں۔ کیونکہ اس گھر میں شاید آپ ہی انکی تھوڑی خیر خواہ بچی ہیں۔۔ بابائے، ڈنر پر ڈائنگ پر آکر ہمارے دل خراب مت کیجئے گا"

اوزان نے مقابل کی رگوں میں اپنے قہقہے سے آگ لگائی اور محظوظ ہوتا خود بھی خراماں خراماں چلتا ہال سے نکل گیا جبکہ اس سے پہلے کنول بھی فیروز کے پھنکارنے پر ڈر کر بھاگتی، فیروز نے اسکی بازو پکڑے اپنے قریب کھینچا۔

کنول کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"چلو میرے ساتھ"

فیروز نے اسکی بازو پکڑے گھسیٹ کر اپنے کمرے میں لے جاتے دروازہ بھی بند کیا، کنول نے حراساں نظر فیروز شمشیر کے سرخ بھبھول چہرے پر ثبت کی۔

"بابا جانی پلیز مجھے جانے دیں، میں نے تو کچھ نہیں کہا آپکو"

کنول کی آواز حلق میں دھنسی۔

کچھ دیر تو فیروز بھوکے بھیڑیے کی طرح کمرے کے وسط میں چکر کاٹتا رہا اور پھر رکا، خونخوار تاثرات میں کمینگی گھلی۔

"بابا جانی میں اب ویسی نہیں رہی، میرا بچہ چلا گیا۔ میری سبکے لیے نفرت دھند میں جا رہی ہے۔ م۔۔۔ مجھے طلال سے سچ میں محبت ہو گئی ہے، ا۔۔ اب میں آپکے کہے میں آکر کچھ نہیں کروں گی پلیز۔ میں طلال کو خود سے دور نہیں کر سکتی۔ مجھے جانے دیں"

کنول کی منت پر فیروز کی آنکھوں میں شیطانیت اتری۔

"تم نے کچھ نہیں کہا تبھی تو تم ابھی میرے کام کی ہو، اب تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا ورنہ میں طلال کو تمہارے سامنے مار دوں گا"

فیروز نے بروقت اسکی دکھتی رگ دبائی، کنول نے خوف کے مارے تھوک نگلا۔

"کیا کرنا ہو گا مجھے؟"

کنول نے ڈرتے ہوئے پوچھا جس پر فیروز نے نجانے اسے کیا کہا کہ کنول کے چہرے پر پھیلی بے چینی، عجیب سے سکون میں بدل گئی۔

"دیان اور پنار کے ساتھ ظلم نہیں ہو جائے گا بابا جانی؟ مطلب۔۔۔"

کنول نے اعتراض کی جسارت کی۔

"تم نے دیکھا نہیں کیسے وہ میری جان کو آرہا ہے، انکی زبان بند کروانی ہو گی۔ اسکے بدلے تمہیں طلال میسر رہے گا سوچ لو کام زیادہ مشکل اور ظالم بھی نہیں ہے"

کنول کی بے حسی جسے وقتی زنگ لگا، فیروز خوب جانتا تھا ایسے زنگ اتارنے اور اب وہ کنول کو زرا دوستانہ ہو کر استعمال کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے مجھے سب کا اعتبار گین کرنا ہو گا، اپنی بات سے مت مکر یے گا۔ میں طلال کے بنا رہنے کا اب سوچ بھی نہیں سکتی"

کنول کی یہی تڑپ ہی تو فیروز کو ان سنگین حالات میں پلس پوائنٹ لگی جبکہ کنول کو بھرپور یقین دلایا جس پر دونوں ہی خباثت سے ہنس پڑے۔

جبکہ ڈنر کے بیچ فیروز واقعی ڈر کر ڈائنگ پر نہ آیا یا منصوبے کی خوشی میں اسکا کسی کو علم نہ تھا سوائے کنول کے جو پورا وقت اوزان دایب کی زینیش کے لیے الفت بھری نگاہیں اور دیان، پنار کی مسکراہٹ ہی کدورت کے سنگ

سوچتی اکیلی ہی ڈائنگ پر بیٹھی رہی کیونکہ سب پہلے ہی ڈنر کر آئے تھے سو ڈنر پر کوئی نہ آیا۔

..________________________..

"الماں کی کال آئی تھی، وہ خیر و عافیت سے ہے۔ کہہ رہا تھا اگلے کچھ گھنٹے رابطہ نہ کر سکے گا"

جواد چینج کیے باہر آئے تو عائشہ نے ملازمہ کو کہلوا کر ڈنر کے بعد چائے بنوائی اور لاونج میں ہی بیٹھے پی رہی تھیں ساتھ نیوز دیکھنے میں مصروف تھیں۔

"مجھے تو لگتا ہے میں نے اپنا بیٹا کھو دیا جواد"

عائشہ نے کرب سے ساتھ ہی براجمان ہوتے جواد کو کہا جس پر انھیں عائشہ کی بات بہت ناگوار گزری۔

"اچھا اچھا بولو بچہ مشکل میں گھرا ہے، کوئی وقت قبولیت کا بھی ہوتا ہے"

جواد نے برہمی سے فوراً ڈپٹا۔

"بچہ اب بڑا ہو گیا ہے، اسے ماں کی کوئی ضرورت نہیں"

عائشہ نے خود اذیتی کی انتہاؤں کو چھوتے جواب دیا مگر اس سے پہلے جواد اس سر پھری بیوقوف عورت سے واپس بحث کرتے، نیوز چینل پر دیکھائی جاتی نیوز نے عائشہ اور جواد دونوں کو متوجہ کیا۔

"سابق ایم این اے فیروز شمشیر انصاری جنکو لینڈ مافیا کے ساتھ ملوث ہونے پر پچھلے دنوں اریسٹ کیے سات روزہ ریمانڈ پر سنٹرل جیل کے سپرد کیا گیا تھا، انکی ضمانت منظور کر لی گئی ہے۔ فیروز صاحب کے وکیل کا کہنا ہے کہ ان پر لگائے گئے الزامات بے بنیاد ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کورٹ کی جانب سے ملی اس مہلت پر کیا سابق ایم این اے فیروز صاحب اپنی بے گناہی ثابت کر سکیں گے۔ مزید جاننے کے لیے ہمارے ساتھ بنے رہیں"

نیوز کی سرخیاں، جواد سیال کو تو زیادہ متاثر نہ کر سکیں البتہ عائشہ سیال ضرور چائے کا کپ میز پر پٹخنے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"کیا بکواس ہے، وہ درندہ کیسے آزاد ہو گیا۔ جواد؟ یہ سب کیسے ممکن ہے جواب دیں"

عائشہ کی مخدوش حالت پر جواد بھی آہستگی سے کپ میز پر رکھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ آزاد بھی ہو جائے اب، بخشا کسی صورت نہیں جائے گا۔ تم کیوں پریشان ہو رہی ہو"

جواد کو عائشہ کا ردعمل کچھ اضافی لگا۔

"میں کیوں پریشان ہو رہی؟ یہ آپ پوچھ رہے ہیں۔ ہماری بیٹی ہے اب اس گھر۔ اگر زینو کی طرح اس بڈھے نے میری پنار کو بھی نقصان پہنچایا تو؟"

عائشہ کو الٹا جواد کی دماغی حالت ہلی لگی۔

"کیا کھلی لوٹ مچی ہے کہ وہ کسی کو بھی نقصان دیتا پھرے، کالم ڈاون میں اوزان سے بات کرتا ہوں"

جواد نے انکو ریلکس کیا اور فون لیے اوزان سے معاملہ جاننے کو باہر نکل گئے جبکہ خود عائشہ بھی فوری بیڈ روم کی طرف بڑھیں، میٹرس پر رکھا فون اٹھایا اور دیان کا نمبر ملایا۔

پنار اور دیان اس وقت خاصے پریشان چہروں کے سنگ صوفے پر براجمان تھے، پنار نے چینج نہیں کیا تھا ابھی تک اور وہ دیان کی مسلسل چپ سے کچھ خوفزدہ تھی۔

"ریلکس رہیں نہ دیان، کیا ہو گیا؟"

پنار نے اسکا چہرہ اپنی طرف پھیرتے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سمجھایا۔

"مجھے وہ شخص اپنی نظروں کے سامنے قبول نہیں پنار، دماغ خراب کر دیا ان کی شکل نے"

دیان نے کوفت سے بتایا جبکہ فون بجنے پر دیان نے جب سکرین دیکھی تو فورا پلٹالی کیونکہ وہاں عائشہ سیال کی کال تھی اور اسکے یوں پلٹانے پر پنار بھی نہ دیکھ پائی۔

"خیر تم تو اداس مت ہو، جاو چینج کر کے ایزی ہو میں یہ کال سن لوں"

پنار کا اترا چہرہ تکے وہ نرمی سے اسکی گال چومتا بولا جس پر وہ جبرا ہی سر ہلاتی اٹھ کر چینج کرنے بڑھی جبکہ خود دیان نے اسکے جاتے ہی عائشہ صاحبہ کی کال پک کی، چہرے پر سنگلاخ چٹان سی سختی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا مقابل کیا بات کی جانے والی ہے۔

"تمہارا وہ خونی دادا آزاد ہو گیا۔ یاد رکھنا دیان اگر میری بیٹی کو آنچ بھی آئی تو میں ہر لحاظ بھول جاؤں گی۔ بیٹا انصاریوں کی چہیتی لے اڑی اور بیٹی کو میں نے اپنے ہاتھوں جہنم بھیج دیا، آفرین ہے مجھ پر"

عائشہ کا سنگدل رویہ اور کڑے سخت الفاظ اتنے برے تھے کہ دیان کا دل جلا گئے لیکن اس عورت کو اب بھی احساس نہ ہوا۔

"آپ جانتی ہیں آپ کیا بول رہی ہیں، میشی سے آپکی یہ جلن مجھے سچ میں چونکا گئی ہے۔ وہ ہم سب میں سے معصوم ترین روح ہے کچھ تو خیال کریں اور مجھے دھمکانا بند کریں، پنار کو مجھ سے اب صرف موت ہی چھین سکتی ہے"

دیان کا لہجہ بے ارادہ تیز ہوا اور صاف عیاں تھا کہ وہ اپنی شرط سے مکر رہا ہے۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے، اپنی بیٹی کی خفاظت کے لیے یہ ماں اسے تم سے تو کیا کسی سے بھی چھین سکتی ہے۔ میں نے تمہیں وارن کرنا تھا کر دیا، عائشہ سیال کی دھمکی کو صرف دھمکی مت سمجھنا"

اپنے اندر اٹھتے زہر و غصے کو قابو کیے بھی وہ اپنی فضول کی دھمکیوں سے دیان کا دماغ خراب کر گئیں اوپر سے منہ پر کال بھی بند کی۔

"یا میرے اللہ یہ کس قسم کی فتنہ خیز عورت ہیں، اپنی بیٹی کا بسا گھر، بیٹے کی خوشی سب سے بڑی انکی خود کی ضد اور سیٹسفیکشن ہے۔ دماغی مریض نہ ہوں تو"

دیان ہرگز ایسا نہ کہتا پر عائشہ سیال کی حرکتیں کسی بڑے طوفان کا سیدھا سیدھا پیش خیمہ لگ رہی تھیں اور تبھی دیان کے وجیہہ چہرے پر اس وقت پریشانی اور غصے سے کھنچاو براجمان ہو چکا تھا۔

..________________________..

"یہاں آو زرا"

زینیش نے شارٹ کرتی پاجامے پر ڈھیلا سا سوئیٹر پہنے نم نم بھیگے چہرے کو ہینڈی ٹاول سے خشک کیا اور روم میں انٹر ہی ہوئی کہ اوزان کے بازو سے پکڑ کر کھینچ کر قریب سرکانے پر چہرے میں ڈر و سرخی ایک ساتھ گھلی۔

اوزان جب سے واپس آیا پہلے حسیب سے کال پر بزی رہا پھر جواد کو مطمئین کیا جبکہ اب لگ بھگ رات کے پونے بارہ کے قریب وہ روم میں آسکا، تو لگے ہاتھوں یہ حسینہ بھی قابو آئی۔

"اب کیا کر دیا میں نے؟"

اس ظالم جھٹکے و قربت نے زینیش کی سانس لمحہ بھر بے ربط کی۔

"مجھ سے پوچھ رہی ہو؟"

اوزان کو اسکی معصومیت تپا گئی۔

"پھر سے فاہیڈ کس والا معاملہ؟ ناٹ اگین اوزان۔ چھوڑ دیں نہ۔ آپکو سزا دینی ہے تو لیں سامنے ہوں جی بھر کر دے لیں۔ میرا موڈ آپکے دادا کو دیکھ کر ویسے ہیٔ آف ہو گیا ہے"

زینیش کی کوفت پر ہلکی سی مسکراہٹ اوزان کے ہونٹوں پر آکر معدوم ہوئی۔

"وہ تمہارے بھی دادا ہیں"

اوزان کے مسکراہٹ دبا کر یاد دلانے پر وہ جو منہ بسورے تھی، بھولے پن سے مسکرائی۔

"اوہ ہاں، مجھے یاد ہی نہیں رہا۔"

مسکراتی ہوئی وہ اوزان کی ساری خفگی دور کر گئی۔

اس سے پہلے وہ اسکی کمر جکڑے زینیش کی ہنسی کو بڑھا کر اور دلکش کرتا، زینیش نے ہتھیلی اسکے ہونٹوں پر دھیرے سے جمائی۔

"گھر میں اتنا ٹنس ماحول ہے لیکن آپ کو بس اپنی ہی دنیا میں مست رہنا ہے، کبھی سلو نہیں پڑتے نہ۔ کیا سپیشل ڈگری آپ نے میری جان نکالنے میں بھی لے رکھی ہے"

زینیش نے یہ سب روک تھام اور اپنے بچاو کو کر تو دیا، لیکن اوزان دایب کی سنہری پر خمار نگاہیں، آنکھوں کے راستے دل میں اترتی زینو کا سانس روک گئیں۔

"نہیں، ابھی لینی ہے ڈگری سو اپنی خیر منالو، اور سلو پڑیں اوزان دایب کے دشمن، اگر تم نے مجھے تنگ کیا تو مجھے بگھڑنے میں صرف لمحہ لگے گا"

وہ شدید من مانی کے موڈ میں تھا، اپنے ہونٹوں سے جڑی ملائم گلابی ہتھیلی چوم کر دور کرتے اسی ہاتھ کو زینیش کی پشت پر لے جاتے ہاتھ کی پکڑ میں

جکڑا، وہ ضدی، دن بھر کے لمبے سفر سے اکتایا ہوا تھا جیسے من پسند روح نشین کی قربت میں اب مست ہونے کی جستجو تھی۔

"اور وہ اک لمحہ میں آپکو دینے سے رہی، بکھڑیے گا مت میں آتی ہوں"

زینیش نے زرا سا آگے کو جھک کر جو جرت کا مظاہرہ کیا اوزان دایب نے ایسے آنے کو سراہا بھی اور محبت بھرے اس خوش آمدید نے کتنے ہی لمحے دونوں کے دل جکڑ دیے، ماحول فسوں سے دہک گیا۔

گلاب جیسی قربت، اسکا خود سے اوزان کو ملائم سے احساس بخشا اس شخص کے اندر سرسراتی بے ہنگم موجوں کو شانت کر گیا۔

"لگتا ہے یہ لڑکی بہت خوش ہے اوزان دایب کی آفیشل وائف بن کر"

زینیش کے استحقاق کے بدلے وہ اسکی نڈھال سانسیں خود ہی اسکے جامد پڑتے وجود کے سبب معطر کیے فاصلہ بناتا اسکی روشن جبین پر جھکا، نرمی سے اسے اپنے بازووں کے گھیرے میں بھرا۔

"میں آپکے سب کے سامنے مجھے فار ہیڈ کس کرنے پر بہت خوش ہوں"

زینیش نے جذبات سے گلابی ہوتی آنکھیں سینے سے لگے لگے ہی اٹھا کر اوزان کو دیکھا۔

"رئیلی؟"

اوزان نے حیرت سے تائید چاہی جس پر زینیش نے لجائی متبسم کیفیت میں سر ہلایا۔

"یہ بہت کیوٹ اور سوئیٹ تھا، آپکو پتا ہے میرے خوابوں میں اک خواب یہ بھی تھا"

زینیش نے اس سے زرا دور ہوئے سرخی میں ڈھلتے بتایا۔

"تمہارے خوابوں سے یاد آیا، آئی ہیو آ گفٹ فار یو"

زینو کو تجسس میں ڈالتا وہ اسے زرا آزاد کیے اپنے سٹڈی کی جانب بڑھا تو وہ بھی پیچھے ہی لپکی۔

اوزان نے سٹڈی کے گلاس میز پر رکھا پراسپیکٹس اٹھائے اپنے پاس آکر رکتی زینیش کو تھمایا جس پر وہ کبھی شادی مرگ سے اوزان کبھی یونیورسٹی کے پراسپیکٹس کو دیکھتے روہانسی ہوئی۔

"یہ ک۔۔ کیا؟"

زینو نے نظر اٹھائے کمزور سی آواز میں پوچھا اور جب اوزان نے اسے کھولنے کا اشارہ دیا تو وہاں ایڈمیشن فارم تھا۔

"تمہارے شوق کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے تمہارے لیے کچھ سوچا ہے, ماسٹر ان ایگریکلچر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔ لاسٹ ڈیٹ چھ دن بعد کی ہے، اپنا ایڈمیشن بھیج دو اور ایک پڑھی لکھی ڈیری اونر بننے کا سفر شروع کرو"

اوزان دایب کے اس گفٹ پر زینیش مسکراتی ہوئی اسکے گلے لگی، یہ خوشی تو اب تک کی سب خوشیوں پر سبقت لے گئی۔

"اب تھینکیو مت بولنا، میں نے صرف پرا سپیکٹس لایا ہے یہ کوئی اتنا بڑا کام نہیں۔ اصل معرکہ تو تمہارا ہو گا لیکن ہاں مجھے بہت اچھا لگے گا تمہارا یہ خواب پورا ہوتے دیکھ کر"

اوزان دایب کو اس نے ایسی نظر اٹھا کر دیکھا جو بہت مبارک اور متبرک قسم کی تھی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ رکی پڑھائی کبھی شروع کر پاوں گی، جب یعقوب بابا کی وجہ سے میں پڑھائی روکنے پر مجبور ہوئی تھی تو بہت روئی تھی۔ حالانکہ بابا نے مجھے بہت کہا کہ میں ایسا نہ کروں لیکن مجھ سے انکی تکلیف دیکھ کر کچھ بھی نہ کیا جاتا۔ اوزان آپ بہت اچھے ہیں"

ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے تکتی وہ اوزان کے پہاڑ جاذب مہکتے سینے جا لگتے آنکھیں میچ گئی۔

"کوئی بات نہیں تب انکو تمہاری مکمل توجہ کی ضرورت تھی زینیش، اور تم نے سگے اور منہ بولے دونوں بابا کا ہر حق ادا کیا۔ تم جیسی بیٹی قسمت والوں کو ملتی ہے، چلو اب مسکرا دو"

زینیش کی پشت سہلاتا جب وہ کچھ تسلی میں آئی تو خود ہی دور ہوئی، اسکی جھکی پلکوں میں اٹکی شبنم اور چہرے پر پھیلتے کرب سے اوزان دایب نے اسکی روشن جبین پر جھک کر عطا لیے ملائم لمس سے آزاد کیا۔

زینیش مسکرائی، اوزان دایب کو اسکی مسکراہٹ بے حد مرغوب تھی، وہ رک کر، تھم کر، ساکن ہو کر بنا آنکھوں کے تسلسل کو منقطع کیے اسے دیکھنے لگا، اسکے جاذب ہونٹوں پر اک گداز متبسم رنگ تھا، اوزان کی خاموشی نے

ہی بول بول کر زینش کے چہرے پر سرخیاں چھلکائیں، اتنے غور سے اوزان کے دیکھنے کی تاب نہ لائے اب تک وہ گھبرا اور بوکھلا گئی۔

"ایسے مت دیکھیں اوزان، میں خود پر...."

بڑی درماندہ ہو کر اس نے اپنی مرمریں ہتھیلی اوزان کی سنہری آنکھوں کو ڈھانپنے اسکے چہرے پر رکھی، اوزان نے ہاتھ بڑھا کر اسکا آنکھوں پر جما ہاتھ ہٹائے، نیچے کو سرکائے اسکی ہتھیلی چومی۔

زینش نے متغیر ہوتے گلاب چہرے کے سنگ پر نم آنکھوں سے اوزان کو دیکھا جو اسے کئی لمحے اپنے حصار میں یونہی لیے رہا اور جب زینش کا ہاتھ پکڑے سٹڈی سے واپس کمرے میں لایا تو آگے کا منظر دیکھ کر زینش تھم گئی۔

دس سے پندرہ منٹ میں پورا کمرہ گلاب کے بکوں اور بلونز سے خوبصورتی سے ڈیکوریٹ تھا جبکہ ایزل مریم، دیان، میشی، پنار، سعدیہ، خود طلال مسکراتے چہروں کے سنگ کمرے میں موجود تھے۔

زینو نے حیرت سے ان سبکو اور پھر اوزان کو دیکھا۔

"ہیپی برتھ ڈے دنیا کی سب سے خوبصورت بیٹی کو"

آج زینیش کی سالگرہ تھی جبکہ ٹھیک رات کے بارہ بجے سبکا اسے یوں سرپرائز کرنا زینیش کو سچ میں رلا گیا۔

طلال نے آگے لپک کر اپنے آلایہ کی پیاری نشانی کو اپنے سینے میں بھینچ لیا، زینیش نہ چاہتے ہوئے بھی رو دی۔

"نہیں میری جان! ایسے روتے نہیں ہیں۔ تم تو اس گھر، اور ہمارے دلوں کی ٹھنڈک ہو۔ تمہارے یہ آنسو کم از کم بابا برداشت نہیں کر سکتے"

طلال کی محبت کے آگے وہ مزید روہانسی ہوئی۔

اور پھر پنار نے آگے بڑھ کر زینو کو گلے لگایا۔

"سالگرہ مبارک ہو میرے بیبے بچے، ہمیشہ اپنے اوزان کے ساتھ رہو۔ اور میرے ساتھ بھی"

پنار نے بھی گلے لگاتے گال پر پیار دیے اپنے روتو بیبے بچے کو خوشی سے نہال کیا جبکہ ایزل مریم، سعدیہ اور میشی نے بھی آگے بڑھ کر باری باری زینو کو گلے لگایا۔

اس بیچ وہ اوزان کو دیکھنا کیسے بھولتی جس نے بہت چالاکی سے یہ سرپرائز پلین کیا۔

"ہیپی برتھ ڈے بھابھی جان، یہ میری طرف سے"

دیان نے بھی برادرانہ انس لیے وش کیا۔

بہت ہی خوبصورت بلو بیری اور چاکلیٹ فلور کیک جو دیان کی طرف سے تھا، زینو نے وہیں روم کے سٹنگ ایریا میں گلاس میز کے پاس نیچے بیٹھتے ہنستے کاٹا جبکہ سب نے وہیں آس پاس کھڑے اسے کلیپ کیے برتھ ڈے وش کی۔

جتنا دن اور شام عجیب اداس و بوجھل تھی، سب نے یہ رات حسین کر دی۔

اور زینو کو سب نے بہت پیارے پیارے گفٹس دیے، میشی نے کان میں جھکتے سب سے آخر پر گفٹ دیا۔

"اللہ کرے اب آپ بھی میرے اوزو کو ڈیڈی بنا دیں آمین، میرا گفٹ یہی دعا ہے باقی اچھے والا گفٹ آپکی یہ کیوٹ نند آپکو کل دے گی۔ جو سب سے بیسٹ ہو گا"

چونکہ اصل پارٹی کل تھی تو ابھی کے لیے سب نے چھوٹا سا سرپرائز دے کر زینو کے دن کا آغاز حسین کیا اور سب سے آخر پر میشی ہی اسکے کان میں سرگوشی کرتی اوزو سے لاڈ کے سنگ لپٹے دونوں کو پرائیویسی دیے جیسے ہی

کمرے سے نکلی، زینیش نے پلٹ کر اوزان کو محبت بھری نم آنکھوں سے دیکھا جو دل و جان سے اسے ہی مستقل آنکھوں کا محور بنائے ہوئے تھا۔

"اوزان"

زینیش نے بہت مشکل سے اپنی ڈوبتی آواز اسکے پاس جاتے بحال کی۔

اسکی ہتھیلی اپنے ہاتھ میں لیے قریب کرتا وہ اسکی گال پر میشی کے کیک آئسنگ شرارت سے لگا جانے کو دیکھتا وہیں لب رکھتے ملائمت و مٹھاس کو زبان پر منتقل کرتا اپنی اس بے خود و گدگداتی حرکت سے زینیش کو گلابی کر گیا۔

"آپکو کیسے پتا چلا کہ آج میری برتھ ڈے ہے"

زینیش نے اسکے دور ہونے پر اور بازوؤں کے گھیرے میں سما کر سانسوں کے قریب تر آتے پوچھا۔

جس پر اوزان نے وہیں ڈریسنگ پر رکھا زینش کا آئی ڈی کارڈ جس پر اب اوزان دایب کا نام درج تھا کی جانب توجہ دلائی تو وہ کھلکھلا دی۔

"سبکے گفٹس اور سبکا وش کرنا ایک طرف ہے لیکن آپکا گفٹ ایک طرف"

زینش نے اسکی جذب سے بھری آنکھوں کے قریب آنکھیں لے جاتے اسکی مہکتی سانسوں کو ان ہیل کیے اترا کر اور رشک کے سنگ کہا جس پر اوزان نے اسے ملائم گال سے ہونٹوں کا سفر سر کائے اپنے من پسند خدوخال کی ملائمت محسوس کرنے کی حد کر دی جبکہ اوزان دایب کا نرم سے نرم لمس بھی زینش کے دل کو مٹھی میں جکڑ لینے سا تھا، اسے ہوش سے بیگانہ کر دیتا۔

"اور میرا وش کرنا بھی ایک طرف، ہیپی برتھ ڈے، دنیا کی سب سے خوبصورت اور پیاری بیوی کو۔ جس سے اوزان دایب بہت محبت کرتا ہے"

ایسے اظہار پر وہ کیوں نہ seduce ہوتی، اب تو اوزان سے دور وہ خود بھی رہنا مشکل جاننے لگی تھی، اور زینیش کے دل کی بدلتی ہوئی یہ خوبصورت کیفیت اوزان دایب کی من پسند تھی، اسے راحتوں، نوازشوں اور من مرضیوں کی کھلی چھوٹ دیتی تھی اور وہ زینیش کی یہ خوبصورت رات کیسے نہ حسین کرتا کہ اب تو فرض تھا اس پر زینیش کی آسودگی و نشاط میں اضافہ کرنا۔

..________________________..

رات کے لگ بھگ دو کا وقت تھا، اسد کی جانب سے رات گیارہ تک کنفرمیشن ملتے ہی الماں سیال نے اپنی ٹیم کے ہمراہ پیش قدمی شروع کر دی۔

یہ ہنزہ کا سنسان علاقہ تو تھا مگر یہاں رہائشی آبادی نام کی بھی موجود نہ تھی جبکہ یہاں حملہ آور ہونا قدرے آسان تھا یہ پورا علاقہ دلاور جونیجو کی ملکیت میں آتا اور یہاں اسے کے لوگوں نے ڈیرے جمائے تھے۔

فی الحال المان سیال کے ہمراہ دس سپاہی تھے اور باقی اسد کو لیڈ کر رہے تھے۔

دو مختلف جگہوں سے وہ لوگ پوری تیاری کے ہمراہ آہستہ آہستہ ڈینجر زون میں داخل ہو رہے تھے۔

"کیپٹن المان، میں آگے بڑھ کر ٹریگر بمبز فٹ کرنے کا کام شروع کر رہا ہوں۔ کیا آپکی اجازت ہے؟"

اسد کی ائیر فون سے ابھرتی آواز پر المان جو گن پکڑے اپنے سامنے دیکھائی دیتے گھپ اندھیرے میں خفیف سی ٹارچ کے ہمراہ آگے بڑھ رہا تھا رکا۔

"ہاں لیکن محتاط ہو کر، سب بھلے اس وقت مطمئین ہیں لیکن پہرے پر موجود لوگ مسلسل مٹر گشت کرتے دیکھائی دے رہے ہیں"

الماان نے چند قدم بڑھائے ہی کہ سامنے دیکھائی دیتے میدان کی جانب نظر پڑتے ہی وہ بڑے سے پتھر کی اوٹ میں ہوا، تمام فوجی سپاہیوں نے بھی الماان کی پیروی کی اور زمین پر لیٹ کر کرولنگ کرتے آگے بڑھے۔

"سر میں یہاں گودام کی طرف آچکا ہوں، یہاں آئل کے بڑے بڑے ٹینکر اور بڑے بڑے ٹرک موجود ہیں۔ آدمی پہرے پر کوئی بھی موجود نہیں"

اسد نے اپنے قدم ٹیکرز کے قریب بڑھائے اور الماان کا اشارہ ملتے ہی وہ اپنے لوگوں کو آس پاس پھیل جانے کا کہے خود کندھے پر ڈالا بیگ اتار کر اس میں سے چھوٹی سی ٹائمر ٹریگر مشین نکال کر اسے ٹینکر کے ساتھ فٹ کیے اٹھا اور دوسرا ان چھ ٹرکوں میں سے ایک کے باہر فٹ کیا۔

مگر اسی بیچ باہر ہوتی فائرنگ پر اسد فوری گودام سے نکلا اور الممان نے بھی وہیں سے ڈھلوان کی طرف چھلانگ مارے متوجہ ہوتے آدمیوں کو پھڑکایا، دیکھتے ہی دیکھتے بھگدڑ سی مچی، دوطرفہ یلغار نے لمحے میں اس جگہ کو دھوئیں و غبار کا ڈھیر بنایا۔

اسد اپنے ٹارگٹ پوائنٹس پر بمب فسکڈ کرتا آگے بڑھ رہا تھا جبکہ الممان اور اسکی ٹیم اس پورے ایریا کی جانب پھیلے دلاور جونیجو کے لوگوں کو بھونتے جا رہے تھے۔

"یہ کیسا شور ہے صابر؟"

دلاور جونیجو باہر ہوتی فائرنگ پر چائے خانے سے ہڑبڑاتا نکلا تو آگے سے سات سے آٹھ کھلے گھیروں والے شلوار سوٹ اور گنز تھام کر انکی طرف آتے لوگوں میں سے ایک سے دریافت کیا۔

"سرکار! لگتا ہے کیپٹن نے حملہ کر دیا۔ آپکو یہاں سے باحفاظت نکلنا ہو گا۔
آیئے ہمارے ساتھ"

صابر نامی اس آدمی نے کیپٹن کے حملے کی خبر دے کر صحیح معنوں میں دلاور کی جان ہوا کی۔

وہ اپنے ساتھوں کی ڈھال میں اپنی گھپا سے نکل تو آیا مگر آج الماں سیال سے ہر گز بچ نہ سکتا تھا۔

"کیسے کر سکتا ہے وہ بدبخت، اداخیل کے سوا کسی کو ہمارے ٹھکانے علم نہ تھے۔ اداخیل منہ نہیں کھول سکتا۔۔۔"

دلاور کو غش الگ پڑے اور اس وقت سناٹے، خوف و وہشت کے سبب حالت الگ بگھڑی۔

"سر، میں نے ہر جگہ بمب فکس کر دیے"

اسد کی کان میں ابھرتی سرگوشی پر المان نے قدم زرا روکے۔

"ٹھیک ہے تم نکلو، واپس جاو اور جب میں کہوں اس پورے ایریا کو اڑا دینا۔۔۔۔"

المان کے آرڈر پر اسد کا دل کپکپایا مگر اسے چاروناچار سینیئر کے حکم پر عمل کرنا تھا تبھی اسد نے باہر کے تمام ایریا کو کلئیر کرتے ہی اپنے لوگوں کو اشارہ کیا جس پر وہ فوری ریڈ زون سے نکلتے چلے گئے۔

"سرکار جلدی چلیں، ہیلی کاپٹر ریڈی ہے۔ آپکا جانا ضروری ہے۔"

صابر نے تیزی سے قدم بڑھاتے کہا جبکہ ہیلی کاپٹر کی روانگی کی آواز سنتے ہی المان نے باقاعدہ دوڑ لگائی، پورے ایریا کو لگ بھگ خالی کر لیا گیا جبکہ ہیلی پیڈ کی جانب سے ابھرتے دھوئیں اور بوٹوں کی دھمک پر صابر اور دلاور سمیت انکے باقی پانچ لوگ بھی پلٹے تو سامنے المان سیال ہاتھ میں گنز جبکہ اسکے ساتھ کھڑا اسپاہی کلیشن کوپ لیے نظر آیا۔

"تیرا کھیل ختم ہوا دلاور جونیجو! بھاگنے کی کوشش کی تو تیرے اس اڑن کھٹولے سمیت تجھے دنیا میں ہی جہنم دیکھنی پڑے گی۔"

المان نے اپنی گن ٹھیک دلاور کے ماتھے کی جانب جمائی جبکہ اتنے سارے فوجیوں کو دیکھ کر ہی ان سبکی رنگت سفید پڑ چکی تھی۔

مگر المان تب حیرت زدہ ہوا جبکہ دلاور جونیجو اپنے ڈھال مسٹنڈوں کے بیچ سے نکل کر عین المان سیال کے سامنے آر کا۔

"ہم ایسے کھیل کھیلتے ہی نہیں کیپٹن جو اتنی جلدی ختم ہو جائیں، میں نے تو تجھے کافی سمجھدار سمجھا تھا پر تو۔۔۔۔ہاہاہا"

دلاور کی آنکھوں میں کوئی خوف نہ پائے المان بھی زرا سا گھبرایا کیونکہ دلاور بنا کسی وجہ کے اس جگہ دانت تو ہرگز نہیں نکال سکتا تھا۔

"کیا مطلب ہے تیری اک بکواس کا؟"

کیپٹن الماں سیال حلق کے بل غرایا جبکہ اسکا جواب دینے کے بجائے دائیں جانب سے قہقہہ لگا کر آتے اداخیل کو دیکھ کر زمین الماں کے پیروں سے سرکی، وہ الماں کے لوگوں کو چکما دے کر گاڑی سے نکل آیا تھا۔

"مجھے ساتھ لانے کی بڑی غلطی کر دی تو نے کیپٹن۔ مجھ سے تو نے سب اگلوا لیا لیکن تو یہ سب اپنے افسران کو بتانے کے لائق ہی نہیں بچے گا۔ اپنے لوگوں کو کہہ ہتھیار پھینک دیں۔ ورنہ آج یہ تیری لاش بھی واپس نہ لے جا پائیں گے"

اداخیل جسے الماں نے ادھ مرا کیا تھا، اس وقت اسکے سامنے اکڑتا ہوا دھمکا رہا تھا۔

الماں نے اپنے لوگوں کو گنز نیچے کرنے کا اشارہ کیا اور پیچھے ہٹنے کا آرڈر دیا جبکہ جس جگہ اداخیل اور دلاور جونیجو کھڑے تھے ٹھیک عقب میں دیوار تھی جہاں ٹریگر بمب نسب تھا۔

"اسد، ٹریگر دبا دو"

المان نے سرگوشی کی صورت ان دو کی غلیظ شکلیں دیکھیں۔

"مگر سر آپ اور ٹیم واپس نہیں آئے ابھی میں کیسے؟"

اسد نے کانپتی آواز میں جواب دیا۔

"آئی سیڈ پریس دا بٹن اسد"

المان کی دبی سی چنگارتی آواز پر اسد نے نظر اٹھائی تو المان کے ساتھ والے تمام فوجی واپس آتے نظر آئے۔

المان کے ہمراہ صرف دو لوگ رکے تھے۔

"سر"

اسد کی آنکھیں سرخ ہوئیں، المان نے جبڑے بھینچتے گہرا سانس لیا۔

"پریس دا بٹن اسد"

اس بار الماس سیال کی دھاڑ بلند و بالا درختوں، پہاڑوں اور سامنے کھڑے ہر فرد کی سماعت میں قہر بن کر گونجی اور دیکھتے ہی دیکھتے یکے بعد دیگرے بارہ بلاسٹ ہوئے، اسد نے نم آنکھوں نے سنگ ٹریگر دباتے ہی زمین پر پھینکا۔

دوڑتا ہوا ٹیم کے ہمراہ اس دھوئیں اور غبار میں داخل ہوتا گیا۔

ہیلی کاپٹر تک بری طرح پھٹا، جسکی المناک دمک کانوں کو سن کر گئی۔

زمین پر پل میں گرے پڑے مردہ لوگ جلی سڑی لاشوں میں بدل چکے تھے، اسد اور اسکے لوگ آگے بڑھتے گئے۔

مگر پورا علاقہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کا ڈھیر بن گیا، آگ کے شعلے، دھواں آسمان کی جانب اٹھ رہا تھا اور لگ ایسا رہا تھا اس جگہ کوئی زندہ نہیں بچا، کوئی زندہ بچ ہی نہ سکتا تھا۔

"اسد سر، کیپٹن؟"

ساتھی نے تکلیف کے سنگ دھوئیں کے مرغولے کو تکتے اسد کو ہوش دلایا جو اپنی درد دیتی آنکھیں رگڑتا پلٹا۔

"ہم نے انکو کھو دیا میرے ساتھیو!"

اسد کی آواز کسی گہری کھائی سے ابھری تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب لوگ گھٹنوں کے بل زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھے اور اپنی اپنی گن اور حوصلے سرنگوں کر گئے۔

دھواں، غبار، آگ، کیپٹن الماان سیال کی موجودگی کا اس ویرانے میں راکھ ہونا سب ہولناک تھا۔۔۔ لیکن رات کے اس پل آسمان پر چمکتا روشن ستارہ سب پر حسن و سکھ میں سبقت لے گیا جو دھوئیں کے غبار میں چھپتے آسمان کے باوجود پوری دلکشی سے چمک رہا تھا۔

نیند میں گہری ڈوبی مشائم الماان ڈر کر چینختی جیسے اٹھ کر بیٹھی، ایزل مریم نے بھی گھبرا کر اٹھتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"آ۔۔ آئی جان۔۔۔ میں نے بہت برا خواب دیکھا"

وہ زرا زرا کپکپاتی، کانپتی ہوئی اس سے لپٹی بولی جس پر ایزل مریم کی آنکھوں میں اتر آتا خوف بہت دلخراش تھا، وہ اسے بہلا کر سمجھا کر اپنے ساتھ لگا تیں واپس لیٹا کر اسکی جبین چومے راحت تو دے گئیں پر اپنی نیند میشی کے برے خواب کے سبب کھو بیٹھیں۔

..__________________________..

خوبصورت چمکتی دھوپ کے ملائم لمس سے اٹی صبح کے دامن میں آج ڈھیڑوں یاست تھی، زینیش نے دس سال کی عمر سے اپنی ممی کے بنا بھی کئی سالگرہ گزاریں تھیں لیکن اس بار وہ بہت بے قرار تھی، اوزان کے محبت بھرے اظہار، اسکی محبت، سبکارات وش کرنا، اوزان کا اسکے لیے ہر لمحہ وقف ہو کر میسر آنا، محبت کا ہر شدت اور نرمی سے احساس دلانا ایک طرف

لیکن وہ حساس اور مقدس دل کی مالک لڑکی تھی جسے آنے والا سنگین وقت کہیں موہوم سا اشارہ کر دیتا تبھی تو جسم و جان پر اک بے قراری طاری تھی۔

اوزان کو فجر کے بعد ہی شیخ محترم سے ملنا تھا تبھی وہ منہاس کے سنگ تب ہی مسجد النور کے سفر پر باوضو ہوئے روانہ ہو گیا تھا، اسکا ارادہ ناشتہ درویش محترمین اور شیخ صاحب کے ہمراہ کرنے کا تھا ساتھ میں وہ منہاس کو بھی ان سے متعارف کروانا چاہتا تھا کہ وہ جو تکلیف دبا رہے ہیں وہ اوزان سے پہلے ان کے سامنے کہہ دیں، اسے منہاس کی آنکھیں دیکھ کر معلوم تو ہو چکا تھا کہ وہ کسی تکلیف میں ہیں۔

زینیش نے اوزان دایب کو صبح جاتے ہوئے دعا کے حصار میں بھی بھرا تھا، اس پر دعا پڑھ کر غائبانہ پھونکی، اس سے محبت بھرے لمس بھی وصول کیے، اسکی خوبصورت آنکھوں میں دیر پا مقید بھی رہی، اسے چھو کر سکون بھی پایا لیکن پھر بھی آج زینیش کا دل بہت بے قرار تھا۔

وہ رمیو جولیٹ کے پاس امید کو جکڑے بیٹھی وہیں دھوپ کی سرد سرد چبھن کے سنگ جولیٹ کا سر سہلا رہی تھی تبھی کسی آہٹ پر زینو نے توجہ ان دوستوں سے ہٹائی، آج بہت دن بعد امید کو زینیش کے لمس ملے تھے، وہ بھی اس لیے کہ یہ یعقوب حیدر کا اس کے لیے اس سالگرہ کا ایڈوانس گفٹ تھا۔

"رومیو جولیٹ کے ساتھ باتیں ہو رہی ہیں؟"

ناشتے سے پہلے ہی زینو کچھ دیر لان میں چلی آئی تھی تاکہ تازہ ہوا لے کر اسکی بے چینی قدرے کم ہو، پر کنول سے اسکا سکون برداشت نہ تھا۔

"جی کافی دن سے انکو وقت نہیں دیا تو سوچا انکے ساتھ کچھ دیر صبح کی دھوپ میں بیٹھوں"

زینیش نے کنول کو بنا کسی تلخی کے عام سے لہجے میں جواب دیا، کنول وہیں اس سے کچھ فاصلے پر رکھی کرسی پر اسے زہریلی نظروں میں لیے بیٹھی۔

"بہت اچھا کیا، میں جانتی ہوں سالگرہ کا دن ہر بچے کے لیے بہت سپیشل ہوتا ہے۔ اسے خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ممی بابا کے ساتھ یہ دن منائے۔ میں تمہاری ممی کی جگہ تو نہیں لے سکتی لیکن کوشش ضرور کر سکتی ہوں۔ طلال کی بیٹی ہونے کے ناطے تم مجھے بہت پیاری ہو اب، تم یقین کرو یا نہیں"

زینیش نے گردن حیرت سے موڑی کیونکہ کنول صاحبہ کے منہ سے ایسی باتیں سننا اسے اور پریشان کر رہا تھا۔

"میں آپکا خود کے ساتھ رویہ، مجھے کنڈنیپ کروانا اور اوزان کو مارنے کی کوشش نہیں بھولی، آپ مجھے گمراہ نہیں کر سکتیں"

زینیش کا دل بھلے پگھل گیا ہو پر وہ آزمائے ہوؤں پر اعتبار نہیں کر سکتی تھی اور خاص کر کنول جیسی دوغلی عورت پر اور یہی وہ لمحہ تھا جب کنول نے دنیا جہاں کا درد چہرے اور آنکھوں پر حاوی کیے زینیش کے معصوم و مہربان دل کو مٹھی میں جکڑنے کا آغاز کیا۔

کنول نے یوں جوابا سر گرایا جیسے اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہو۔

"جانتی ہوں تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتی، کرنا بھی نہیں چاہیے لیکن جب سے میں نے اپنا بچہ کھویا ہے، میں بدل گئی۔ تم ہی میری بیٹی ہو اب، کیونکہ کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ تم تو بہت مہربان دل کی مالک ہو، کیا تمہیں میرے یہ آنسو جھوٹے لگ رہے ہیں"

کنول نے جیسے یکدم دردناک انداز میں سسکی بھرے رونا شروع کیا، خود زینیش گھبرا کر اٹھی اور لپک کر کنول کے ساتھ ہی دوسری کرسی پر بیٹھی اور اداس ہو کر اپنا ہاتھ تک اسکے ہاتھ پر دباو دیتے رکھا۔

"دیکھیں کنول صاحبہ! آپ بدل گئی ہوں گی۔ مجھے اس پر شک نہیں لیکن مجھے آپکے ساتھ کچھ اچھا محسوس نہیں ہوتا اور یہ فطری ہے۔ مجھے بہت دکھ ہے آپکے بے بی کے جانے پر اور سچ پوچھیں تو اپنے بہن بھائی کو دنیا میں

آنے سے پہلے کھو دینا میرے لیے بھی تکلیف دہ رہا لیکن میں آپکو ابھی تک معاف نہیں کر پائی۔ اور نہیں جانتی کب کر پاوں"

زینیش نے سادگی سے اپنی کیفیت سمجھائی جبکہ کنول من ہی من میں اسکے اتنی جلدی پگھل جانے پر مسرور ہو کر رہ گئی۔

طلال کے لیے وہ پہلے جنونی تھی ہر کام کر گزرتی تھی لیکن اب وہ شاید اس شخص کو کھونے سے واقعی ڈر گئی تبھی تو فیروز کی بات مان کر وہ اپنا اعتبار گین کرنا شروع ہو گئی۔

اسی لمحے جب زینو، کنول کو تسلی دے رہی تھی، پنار بھی زینو کو ڈھونڈتے باہر آئی تو آگے کا منظر دیکھ کر پنار کو غضب چڑھا۔

"اس لڑکی کو میں کیا کہوں، کیسے اس ناگن کو تسلی دے رہی ہے۔ اف زینو اف"

پنار نے دل میں خفگی سے سوچا اور عین ان دو کے قریب رکی تو زینو اور کنول دونوں نے پنار کے سرد تاثرات دیکھے۔

"لگتا ہے پنار کو تمہارا میرے ساتھ بیٹھنا برا لگا ہے زینو، میں چلتی ہوں۔ یہ دکھ اب مجھے ساری زندگی اٹھانا ہے"

کنول نے خود اذیتی کی حد کی اور مسکینیت اور مظلومیت کا شہکار بنی ہچکیاں بھرتی اٹھی جس پر زینو بھی پریشان ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایسا نہیں ہے پنار کو آپ سے کیا مسئلہ ہو گا"

زینو نے پنار کے گھورنے کو اگنور کیے کنول کو دیکھے نرمی سے کہا، زینش میں کسی کو روتے دیکھنے کا حوصلہ نہیں تھا بھلے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

"یہ تم پنار سے پوچھ لو اسکی نظریں میرے دل کو کاٹ رہی ہیں، میں اب کسی کی ایسی نظر بھی نہیں سہہ پاتی زینو۔ مجھے تمہاری معافی کا انتظار رہے گا"

کنول کے ان مگر مچھی آنسوؤں کے دھوکے میں زینیش تو آگئی مگر پنار ایسے کسی دکھاوے پر یقین نہ کر سکی تبھی جب کنول روتی سسکتی واپس پلٹی تو پنار نے زینیش کی بازو پکڑے اسے پیچھے جانے سے روکا۔

"پنار!"

زینیش نے شکوہ کناں نظر پنار پر ڈالی۔

"خبر دار اگر تم مجھے دوبارہ اس ناگن کے آس پاس دیکھائی دی زینو، کیا تم اسکی سابقہ حرکتیں بھول گئی۔ کیسے اس نے تمہیں اور اوزان کو اذیت دی۔ اور پھر تمہارے بابا کا کہہ کر کیسے باہر لے جاتے اپنے یار کے ہاتھوں کڈنیپ کروایا۔ اب وہ مرے یا جیے تم اس سے دور رہو"

پنار کو بہت کم غصہ آتا تھا لیکن اس بار وہ باقاعدہ کڑے تیور لیے وارن کرتے بولی۔

"انہوں نے جب سے اپنا بے بی کھویا وہ بدل گئی ہیں پنار، دیکھو کیسے رو رہی تھیں۔ مانا انہوں نے ہمارے ساتھ برا کیا لیکن قدرت نے انکو سزا دے دی۔ ایسے اگر ہم نے انکو تکلیف دی تو وہ ڈپریشن میں نہ چلی جائیں۔ رشتہ داری چھوڑو، انسانیت کے ناطے ہی سہی اللہ نے رحم کا حکم فرمایا ہے"

زینیش کے اداس ہو کر پنار کو قائل کرنے پر وہ کچھ لمحہ خاموش رہی جیسے اس مکھنی اور اللہ جی کی گائے کو عقل تھمانے کے لیے کوئی پر اثر لفظ ڈھونڈ رہی ہو۔

"یہ انکے اپنے کیے کا پھل ہے زینیش، سبکو اسکے عمل کی سزا ملتی ہے اور سہنی پڑتی ہے۔ ہمدردی کرو اس سے لیکن اسے اپنی پھر سے کمزوری مت تھما دینا۔ مجھے یہ عورت ایک آنکھ نہیں بھاتی، مجھے تمہاری بہت فکر ہے، تمہیں اتنے زخم کھا کر بھی اچھے اور برے کا فرق نہیں پتا چلا۔ جب اوزان گھر نہ ہوئے تب سے تم اب پنار کی نظر میں رہو گی۔ کسی کو اسکی جرت نہ دوں گی کہ وہ تمہیں یوز کر سکے"

پنار نے اسے سمجھایا ساتھ ہی رعب جمایا مگر زینش آگے سے مسکراتی پنار کے گلے لگ گئی، یہ حربہ تھا سہیلی کی برہمی ختم کرنے کا جو کارآمد بھی ہوا۔

"اب تو مجھے کوئی چھو بھی نہیں سکتا تمہارے ہوتے"

زینش کا لاڈ بھرا اعتراف پنار کو ہنسنے پر مجبور کر گیا، دیان تو آج صبح ہی ہوسپٹل نکل گیا تھا لیکن پنار کی ابھی ایک ہفتہ چھٹی تھی جو وہ گھر سب کے ساتھ رہ کر ہی انجوائے کرنا چاہتی تھی۔

"میں ہفتہ گھر ہوں پھر مجھے ہوسپٹل واپس جوائن کرنا ہے سو یہ ایک ویک میں تمہاری ٹرینگ کر دوں گی کہ تم پنار کے بنا بھی خود کو ان زہریلے بہو سسر کے شر سے بچا سکو۔ اور ہاں تھوڑی بے رحم ہو جاو اب اور ہر کسی کے لیے پگھلنا بھی بند کرو"

پنار کی تاکیدیں اسکے علاوہ وہیں آتے طلال نے بھی سنیں تو سہیلوں کے ایسے پیارے راز و نیاز پر افسردہ سا سر جھٹکتے مسکرا دیے۔

"وہ بھی کیا کرے، حساس ہونے میں اسکے ماں باپ بھی ڈگری یافتہ تھے۔ تم ہی اسے تھوڑا بے رحم بننا سیکھا دو لاڈلی"

طلال جو خود بھی اب چھٹیاں ختم کیے آج سے یونی جوائن کرنے والے تھے نک سک تیار عقب میں کھڑے دل جلے بنے بولے، دونوں بیک وقت پلٹیں تو زینو نے طلال کے بازو پھیلانے پر آہستگی سے قریب آتے انکے سینے سے سر ٹکا دیا۔

"آپ فکر مت کریں بڑی، میں اس پر اپنا رنگ چڑھا دوں گی۔ مشکل ہو گا پر ممکن نہیں۔ چلیں آپ دونوں لاڈ کرنے کے بعد آجائیں اندر۔ تب تک میں بڑی امی اور سعدیہ آپا کے ساتھ ناشتہ لگواتی ہوں"

پنار نے دونوں عزیز ہستوں کو پرائیویسی دی اور خود چہکتی واپس اندرونی طرف بڑھی، زینیش کا دل بابا کے سینے لگ کر راحت پا رہا تھا پر جب وہ کئی

لمحے یونہی چپ چاپ سینے لگی رہی تو طلال نے خود ہی اسکا سر چومے فکر سے پکارا۔

"میرا بچہ اداس کیوں ہے۔رات تمہاری برتھ ڈے پارٹی رکھی ہے۔خوب انجوائے کریں گے۔"

طلال نے خوش دلی سے بتاتے زینو کے زرا دور ہونے پر اسکا موہنا چہرہ دیکھا، سنپل ڈارک ایمرلیڈ کلر کی کرتی شلوار پر کرتی جتنی لمبی لوز گرے جرسی پہنے وہ کیوٹ لگ رہی تھی، بال کھلے تھے جبکہ پیروں میں گرم سلیپر جو اسکے خوبصورت پیروں کو خود میں چھپائے ہوئے تھے۔

"ممی یاد آرہی ہیں"

زینیش کی سنہری آنکھیں نم ہوئیں ساتھ ہی طلال نے آزردہ ہوئے اسکی پیشانی چومی جیسے اپنی بیٹی کے تڑپتے دل کو راحت دے رہے ہوں۔

"میں بھی کر رہا ہوں اسے مس، آج کے دن اس نے تم جیسی طلال کی خوشی کو جنم دیا۔ اس دن کی خوشی میں بھی پہلی بار مناؤں گا، وہ ہمارے ساتھ ہوتی تو سب بہت خوبصورت ہوتا، میں نے تم سے اور خود سے یہ سکھ چھین لیا۔ میں اپنے اس جرم کی تلافی بھی تو نہیں کر سکتا جیتے جی۔۔۔۔"

وہ خود رو پڑے، زینش کو کیا حوصلہ دیتے۔

"وہ میری برتھ ڈے بہت دھوم دھام سے مناتی تھیں مجھے یاد ہے، اور ہر بار دو گفٹ دیتیں۔ کہ ایک انکی طرف سے ایک بابا کی طرف سے، لیکن وہ بابا آپ تھے۔ کیونکہ ان دو گفٹس کے بعد یعقوب بابا کا تحفہ ان دو پر بازی لے جاتا، میں یعقوب بابا کو بھی بہت مس کر رہی ہوں۔ وہ اس بار میرے ساتھ نہیں ہیں۔ انکا دیا گفٹ ہے بس امید کی صورت۔۔۔۔۔ جب سوچتی ہوں کہ میں نے کیسے کیسے نگینے کھو دیے ہیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے بابا"

زینیش کے آنسو طلال کے دل پر گر رہے تھے، جتنی وہ اسکی تر گالیں پونچھتے اتنا وہ شدت سے سسک کر رو رہی تھی۔

"یعنی اس نے میری کمی نہیں ہونے دی تمہیں تو پھر بابا کیسے ہونے دیں گے، رہی بات یعقوب حیدر کی۔ ہم اسکے لیے صرف دعا کر سکتے ہیں۔ مت رو میری گڑیا کے عکس، میری جان۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ بابا تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتے۔ تم روتی ہو تو لگتا ہے وہ رو رہی ہے"

طلال کی آزردہ منت پر وہ سانس کھینچ کر ہچکی بھر کر واپس انکے سینے جا لگی۔

"آجاو اندر، سب کے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔ اوزان بھی آتا ہو گا۔ ایسے تمہیں دیکھے گا تو پھر سے آجائے گا تھانیدار بن کر میری درگت بنانے۔ اسکے رعب دبدبے سے تو آپن کی کانپیں ٹانگ جاتی ہیں"

طلال کے دانستہ پیچ کی اذیت بھری چپ توڑنے کو سیاسی وائرل جملہ بولنے کی دیر تھی کہ وہ سنہری آنکھوں والی انگی پری کھکھلائی اور روتی آنکھوں سمیت ہنس پڑی۔

طلال کو تب سکون ملا جب زینو کے آنسو تھمے۔

دونوں ایک ساتھ اندرونی طرف بڑھے جہاں مزید ارماحول میں سب ناشتے کے لیے آچکے تھے۔

میشی کا پیر تھا سو وہ بس دودھ کا گلاس ہی پی کر دیان کے ساتھ ہی نکل چکی تھی جبکے سعدیہ، پنار، ایزل مریم اور ان دو بابا بیٹی نے مزے سے ناشتہ کیا، کنول اور شمشیر کے دلوں پر فی الحال ان سبکی مسکراہٹ دیکھ کر چھریاں چل رہی تھیں۔

"اگر زینیش اکیلی ہوتی تو میں اسے قابو کر بھی لیتی بابا جانی مگر پنار! خدا کی پناہ۔ وہ راہ کا کانٹا ہے۔ اسکے ہوتے زینیش میرے چنگل میں نہ پھنسے تو پنار کا پھنسنا تو ناممکن ہی سمجھیں"

کنول نے لاونج کی جانب بیٹھے صرف چائے پیتے فیروز کے قریب آ رکتے وہاں لگے گلاس وال سے ڈائنگ کا منظر دیکھتے اپنی رائے دی، فیروز کے چہرے پر حقارت سی ابھری۔

"تمہارے لیے کب سے یہ سب مشکل ہو گیا، آج یا کل میں مجھے یہ دو لڑکیاں تنویر کے فارم ہاوس چاہیں کنول۔ اگر تم نے دیر کی تو بیوہ ہونے کی تیاری پکڑ لو۔ جس قدر باغی وہ طلال ہو چکا ہے، مجھ پر اسکا قتل بھی معاف ہے"

فیروز کی خشونت بھری سرگوشی پر کنول کرنٹ کھائے پلٹی، فیروز اسے سالم نگلنے والی نگاہوں میں لیے تھا جبکہ کنول نے حلق تر کرتے اپنی گردن مسلتے واپس ڈائنگ ہال کی سمت دیکھا۔

پورے جسم میں اذیت کی لہر سرائیت کر کے رہ گئی وہیں فیروز کسی کال کے آنے پر اٹھ کر ہال ایریا سے بپھری پاگل موج بنا نکلتا چلا گیا۔

"بہت خوب، اسکا انعام فارم ہاوس آ کر لے مجھ سے چیتے۔ اسکا دھیان رکھ اور کسی کو کان و کان خبر نہ ہو کہ تنویر کی بھاگنے میں کس نے مدد کی۔ اب تنویر پاشا سے بھی انتقام کا وقت آ گیا ہے۔ ساری زندگی اس خبیث نے مجھے انگلیوں پر نچایا۔ اب میری باری ہے"

یہ سب کہتے ہوئے فیروز کی سنہری آنکھوں میں اک تپش تھی، جبکہ فون آف کرنے کے فوری بعد وہ بے ڈھنگا ہنس پڑا۔

..________________________..

"تو یہ کہانی تھی اس مردود بہرام ملک کی، اب سمجھ آیا اسکی موت، موت نہیں اک سزا تھی۔ مرجان نے یہ بھی بتایا کہ وہ سرینڈر کرنے آئی ہیں لیکن میں انھیں اس پر کیا سزا سناتا کہ انکا جرم کچھ نہ تھا سوائے اپنی حفاظت کے"

ناشتہ کرنے کے بعد صائمہ خانزادہ کچھ دیر حویلی سے اپنی دوستوں سے ملاقات کو نکلیں اسی بیچ کل شام کی ساری روداد حسیب نے بہارے کو سنائی کیونکہ کل شام تدفین کے بعد اپنے ضمیر کی ملامت پر مرجان تھانے چلی آئیں، پہلا انکشاف بہرام کی بیوی کا کیا پھر اسے زہر دینے کی کہانی اس نے خانزادہ کے سامنے کھول دی اور فیصلے کا اختیار بھی اسی کے سپرد کیا۔

"یا میرے خدا! یہ دنیا کیسی کیسی دردناک کہانیوں سے اٹی ہے۔ مرجان صاحبہ کے دو سال کس کرب میں گزرے ہوں گے حسیب۔ میں تو انکی سچویشن میں اک لمحہ بھی زندہ نہ رہتی۔ جیسا تم نے بتایا کہ وہ اسے فزیکلی ٹارچر کرتا تھا"

بہارے اور وہ اس وقت ٹیرس پر ہلکی ہلکی دھوپ کے ہمراہ چلتی صبح کی ہوا میں کھڑے تھے، موسم انتہا کا خوبصورت تھا۔

"ایسا ہی ہے۔ میں نے بہرام ملک کی پوسٹ مارٹم رپورٹ دبا لی۔ کیونکہ زہر کی وجہ سے ہی بہرام کا دل رکا، مرجان بھلے مجرم سہی مگر میری نظر میں وہ کئی عورتوں اور بچیوں کی محافظ بنی ہیں۔ بہرام ملک نے بہت سی معصوم لڑکیوں کی زندگی برباد کیے انھیں آگے سمگل کیا۔ اللہ پھر ایسے فرعونوں کے گھر یونہی موسی بھیجتا ہے۔ خیر یہ سب تمہیں بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اب سکون پا جاو، وہ مر گیا"

حسیب کے اول جملوں پر بہار بس افسوس کر سکی جبکہ آخری پر دھیما سا مسکرا دی۔

"الحمد اللہ"

مسکرا کر مسرور سی سرگوشی کی۔

"شکر کرتا ہوا انسان بہت خوبصورت لگتا ہے یہ فطری ہے لیکن تم حسین ترین لگی"

وہ اسکا سنہری دھوپ میں چمکتا چہرہ آنکھوں کے راستے دل میں اتارنے کے بیچ جذب سے جھکتا اسکی جبین چومے بول اٹھا اور اس سے پہلے وہ جواب دیتی، حسیب کا فون جونئیر انسپیکٹر ارشاد کے نام سے رنگ کیا۔

اپنا کافی مگ بہارے کو تھمائے وہ مسکرا کر اسکی گال چومتا پلٹا اور نیچے چلا گیا مگر بہار کچھ دیر یہیں رہنا چاہتی تھی۔

"سر غصب ہو گیا ہے"

ارشاد کی کپکپاتی آواز پر حسیب جو سیڑھیاں چڑھتے نیچے آیا، تھم کر رکا۔

"خیریت ہے ارشاد، کیا ہوا؟"

حسیب نے ٹھٹک کر استفسار کیا، آواز کھردری ہوئی۔

"سر ہمارا ہی ایک جونئیر سپاہی، منحوس شمشیر اور مقبول جان کے آدمی سے مل گیا تھا۔ رات اسی کی ڈیوٹی بھی تھی اس تنویر پر۔ میں کچھ دیر کے لیے کھانا لینے گیا واپس آیا تو وہ کمینہ شیر علی ہمارے سب لوگوں کو نیند کی گولیاں چائے میں ملا کر سلائے خود تنویر کو لیے فرار ہو گیا۔۔۔۔۔"

ارشاد کی طرف سے ملتے اس دھچکے نے حسیب کو شدید بدمزہ کیا، ماتھے کی رگیں عتاب سے پھولیں۔

"تم مجھے اب بتا رہے ہو؟"

حسیب کی استفہامیہ سخت بازپرس پر ارشاد نے قریب ہی کھڑے طفیل کو خوفزدہ ہوتے دیکھا۔

"میں اور طفیل سر بہت پریشان تھے کیسے یہ آپکو بتائیں، ہم نے اپنے تئیں آگے پیچھے اسکو اور شیر علی کو بہت ڈھونڈا سر لیکن وہ کمینے فرار ہو گئے"

ارشاد نے ہمت جتاتے جواب دیا جس پر حسیب لپک کر کمرے کی طرف گیا اور اپنی جیپ کی چابی لیے جیکٹ اٹھاتا آسیہ کو بتائے حویلی سے باہر نکلا۔

"تم دو سے آکر اسکا حساب لیتا ہوں، اس وقت جب وہ ملعون شمشیر بھی آزاد ہے، مقبول کا پتا نہیں۔ اس تنویر کا ہاتھ سے نکلنا تم سبکی سوچ سے بھی خطرناک ہے۔ رکھو فون"

حسیب کی اسی ڈانٹ کے سبب ان دو کے چہرے سفید تھے۔

حسیب فوری جیپ میں سوار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے خانزادہ حویلی کے داخلی گیٹ سے نکالا اور ساتھ ہی اوزان کا نمبر ڈائیل کیے کان پر ائیر پیس نسب کیا۔

منہاس کو شیخ محترم کے ہمراہ چھوڑے اوزان خود اپنے ساتھی ایک لڑکے سے ملنے رکا تھا جو یہیں مسجد النور میں کچھ دن پہلے ہی درس و تدریس کے منسب پر فائز ہوا۔

"بہت سالوں بعد تم سے مل کر خوشی ہوئے بردار، اور اس سے دگنی خوشی تمہارے قرآنی تعلیم کو ایز آپروفیشن لینے پر ہوئی۔ اللہ اجر دے"

وہ اوزان سے کچھ سال چھوٹا تھا پر دونوں نے ساتھ خفظ کیا، اول اول خفظ کے بعد جب آخری سالوں کے دور مضان مبارک میں اوزان النور مسجد میں تروتیج پڑھاتا تو یہی واحد نامی لڑکا سامع کے منسب پر فائز ہوا کرتا تھا۔

سو پرانی قرابت داری ہمیشہ خوشی دیا کرتی ہے، کسی پرانے ہم سخن سے مل کر ویسے ہی طبعیت نہال ہوتی ہے جیسے اس وقت اوزان کی۔

ڈراک اولیوٹی شرٹ کے ہمراہ وائیٹ پینٹ، جبکہ اولیوٹی شرٹ کے اوپر وائیٹ ہی اونی جرسی پہنے اوزان زراسیا ہی سے مکمل نکلا بھلا اور اخیر پیارا لگ رہا تھا، پھر یہاں مسجد کا ماحول ویسے ہی اسکے مزاج میں عقیدت کی زیادتی بھر دیتا۔

اوزان کی توجہ حسیب کی کال پر بٹی جس پر وہ واحد سے گلے ملتا اس سے اجازت لیے مسجد کے احاطے سے باہر کھلے صحن کی جانب بڑھ گیا۔

"ویرے تنویر فرار ہو گیا ہے۔ شمشیر یا پھر مقبول جان میں سے کسی نے مدد کی اسکی"

حسیب نے کال لگتے ہی یہ خبر دے کر اوزان کے چہرے کے نکھرے خدوخال میں کھنچاو بھر دیا۔

"مطلب تین تین درندے ایک ساتھ جمع ہو گئے، مقابلہ دن بدن سخت ہوتا جارہا ہے حسیب"

اوزان نے سرد مہری اور افسوس سے کہا، خوبصورت خدوخال میں اک تھکن اتر آئی۔

"وہی تو، اب بتا ان حالات میں کیا کرنا مناسب ہے؟"

حسیب نے ڈرائیونگ سپیڈ سلو کرنے کے بیچ اوزان کو مخاطب کیا جس نے حسب منشاء خاموشی اختیار کرنے کے بعد کچھ سوچتے سر ہلایا۔

"خاموشی"

اوزان کی جانب سے غیر متوقع مشورے پر حسیب کے چہرے کے زاویے بگھڑے۔

"ہیں! مت تو نہیں ماری گئی تیری ویرے"

حسیب کا بے ارادہ دیا جواب کیوٹ تھا۔

"یار کچھ سوچنے کا ٹائم دے، دنیا کے ہر مسئلے کے بارے مشورہ بھی نہیں ہوتا میرے پاس۔ اتنی بھی توپ شے نہیں ہوں۔ مجھے شام تک کا وقت دے میں اپنے ذرائع سے پتا کرواتا ہوں"

اوزان نے پہلی بار تھا کہ کسی مسئلے کو نمٹانے کا وقت لیا، خوبصورت سی شریر مسکراہٹ نے حسیب خانزادہ کے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔

"بھابھی جان کے آنے نے تیری کوالٹیز گٹوں میں منتقل کرنی شروع کر دی ہیں، وہ وقت دور نہیں جب دی کمپلیئین، اپنی جورو کے آگے پیچھے دم چھلا بن کر گھومتا نظر آئے گا"

حسیب کی اس لمحہ یہ چوول اوزان کو درکار تھی۔

تبھی سنہری آنکھیں مسکرائیں۔

"ہاں تیرا اثر مجھ پر بھی ہو گیا ہے، کیا کروں جورو کا غلام بننے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے"

اوزان کا ڈبل مستی بھرا جواب حسیب کا سارا غصہ نگل گیا اور بچارے طفیل اور ارشاد کی بچت ہو گئی ورنہ آج خانزادہ دونوں کو دو دو چپیڑیں اس درجہ غفلت پر ٹھوک ہی ڈالتا۔

"شودا! چل ٹھیک ہے مجھے شام تک بتاتا کے یہ منحوس ٹبر ختم کیا جائے۔ قسم سے ایک ہی قسم کے کمینے دیکھ دیکھ بور ہو گیا ہوں۔ سچی پوچھ تو تھانے سے چھٹی چاہیے"

حسیب کی کوفت پر اوزان مسکرایا کیونکہ پچھلے کچھ دنوں سے حسیب مسلسل تھانے اور ان چکروں میں گھن چکر بنا تھا جس سے اس سر پھرے کو پہلے ہی چڑ تھی۔

"چل تیری چھٹی منظور کروانے کے بارے سوچتا ہوں، ابھی ارشاد اور طفیل پر غصہ نہ کریں۔ دونوں بہت وفادار ساتھی ہیں تیرے۔ سمجھا دے بس انکو کافی ہے، کبھی کبھی وفاداروں کی دل آزاری انکے دل میں تلخی لے آتی ہے۔ رہی بات ان تین خبیث یاروں کی اب فائنل رنگ میں ہمارا انہی سے مقابلہ ہو گا اور جیت سچ کی ہو گی۔ ایک طرح ان تین کا گٹھ جوڑ ہمارے لیے پلس پوائنٹ ہے کیونکہ ہمیں تینوں کا ایک ساتھ سر کچلنے کا موقع مل رہا ہے"

اتنی عجیب اور بے بسی صورت حال میں اوزان دایب کے مشورے اس سے ہر معاملے میں رہنمائی لے کر حسیب کو دلی سکون ملتا تھا۔

"بات تو تیری دم دار ہے، چل ٹھیک ہے۔ تو حسیب خانزادہ کا دماغ ہے، اور میرا یہ دماغ خاصا کام کا ہے"

حسیب نے جس طرح اترا کر رابطہ توڑا، ایسے خود پسند اعتراف پر اوزان کو بہت پیار آیا۔

وہیں منہاس نے اپنی الجھن ان درویش بزرگ کے سامنے عیاں کی جس پر دونوں کے بیچ کافی دیر خامشی چھائی رہی۔

"کیا تم نے یہ سب اوزان سے بانٹا؟ کیونکہ اگر تم یہ سب اس سے کہہ دیتے تو کسی اور سے اس بارے مشورہ لینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اسکی تجویز مجھ سے افضل ہے بچے، زندگی کے بہت سے معاملات ایسے گزرے جب میں نے دوسرا قدم اوزان سے پوچھ کر اٹھایا اور خدا گواہ ہے درست سمت پائی"

منہاس کے چہرے پر اپنی تکلیف بانٹ کر جو سکون تھا وہ شیخ محترم کے خوبصورت لب و لہجے میں کی شکائیت پر واپس شدت اختیار کر گیا۔

"میں اسے بتانا چاہتا تھا پر کل کا دن وہ مجھے دوبارہ میسر نہ آسکا۔ جب اس نے آپ کا تعارف اپنے رہنما کی صورت کروایا آج تو میرا دل چاہا آپ سے پہلے کہہ دوں، اگر آپ کہتے ہیں تو میں۔۔۔"

منہاس نے زرا بے چین ہوتے معذرت کی مگر وہ اسکا کندھا تھپکاتے بیچ میں ہی بولنے سے روک گئے۔

"حتمی رائے اسی سے لینا، دیکھو بچے تم نے فرض کی خاطر اپنی ماں کو تکلیف سے گزرا، بھائی کی پریشانی بنے۔ وہ معصوم لڑکی جو تمہاری منگ تھی اسے بھی اپنے نام کے اس موہوم تحفظ سے بے دخل کر دیا۔ ایک مالک اور غلام کے بیچ ادب، محبت اور لگن کا رشتہ ہوتا ہے لیکن تم نے اپنے سائیں سے وفاداری نبھانے کو سب احساسات پر سبقت حاصل کی۔ اور اس بیچ بہت دل

روندے گئے، میں یہ بھی جانتا ہوں تم بے بس ہو گے، میں بھی بہت بار ہو تا ہوں۔ لیکن پھر بھی جو غلط ہے وہ کبھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اب اسکی تلافی یہی ہے کہ تم اپنی والدہ کی جتنی زندگی ہے انکے پیروں میں بیٹھے رہو، جتنے آنسو وہ روئی ہیں تلافی کرو"

شیخ محترم کے انسیت بھرے لہجے میں فکر و پریشانی کا غلبہ تھا جبکہ دونوں یہ گفتگو حجرے کے باہر آرکتا اوزان سن کر دھیما سا مسکرا دیا، اسے وہیں رک کر دونوں کی گفتگو سننی ہی مناسب لگی۔

"اوزان نے بھی ایسا ہی کہا، آپ دو کی رائے بے حد ملتی ہے"

منہاس بھی مسکرائے۔

"ہم دو بھی ملتے ہیں"

شیخ محترم نے پہلی بار یہ جملہ کہا اور اوزان کی غیر موجودگی میں، نا چاہتے ہوئے بھی اوزان تھم کر رہ گیا، یہ کوئی نہیں اسکی زندگی کو سنوارنے والے

استاد، اسے غلط اور صحیح کا تعین کروانے والے اسکے رہنما نے کہا تھا اور اوزان دایب اس ایک جملے کو سننے کے لیے کئی سالوں سے منتظر تھا۔

"میں متفق ہوں، اسکے قریب بھی اپنے آپ کو انسان ایک امید کی روشنی میں محسوس کرتا ہے اور آپکے قریب بھی۔ مجھے مرجان کو لے کر بھی کچھ مشورہ دیجیئے نہ شیخ محترم، وہ نہ تو بہرام ملک کو مارنے کے گلٹ سے نکل سکے گی نہ میری سنگدلی معاف کرے گی جتنا میں اسے جانتا ہوں۔ میں اب اسے تنہا نہیں کر سکتا، اسکا اس دنیا میں کوئی نہیں"

یہ سب اوزان کے لیے دھچکا رہا کیونکہ مرجان کے متعلق کل ہی حسیب نے وہ سب اوزان کو بھی بتایا جو صبح بہارے سے ڈسکس کیا مگر اوزان کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ مرجان اور منہاس کا کوئی تعلق رہ چکا ہو گا۔

"مرجان نے جو کیا اپنے بچاو کی خاطر کیا ہے منہاس، ہمارا مذہب ہمیں کسی کی جان لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا لیکن اسی دین نے کچھ ایسی شرائط اور

کڑیاں بھی رکھی ہیں چھوٹ کی صورت جن میں اپنے دفاع کی خاطر کسی کا جانی نقصان کرنا جرم کے زمرے میں نہیں آتا۔ جیسا کہ تم نے بہرام ملک کا بتایا کہ وہ کیسا بدبخت تھا، اس نے اپنی دردندگی سے مرجان بیٹی کے لیے اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا۔ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ تم اپنی والدہ کو اس بیچ شامل کرو، تاکہ وہ ایک ماں کی طرح مرجان کو یہ باتیں سمجھائیں۔ امید ہے وہ اس احساس جرم سے بھی نکل آئے گی اور تمہیں بھی دوسرا موقع دینے کے بارے سوچے گی"

شیخ محترم کے مشورے پر منہاس کے چہرے پر اطمینان چلا آیا اور اوزان نے بھی مصنوعی کھانس کر اندر آتے اپنے آنے سے خبردار کیا جس پر آنے والے کی معطر خوشبو پورے حجرے میں جیسے پھیلی، دونوں نے بیک وقت اوزان دایب کے پہاڑ سراپے کو جھکتے اور عاجزی سے زمینی قالین پر قریب ہی آبیٹھے ملائم نظروں میں مقید کیا۔

"تو آپ کیا کہتے ہیں شیخ محترم، مرجان میم پر عدت واجب ہے یا میں منہاس سکندر کو گھوڑی چڑھانے کے انتظامات شروع کرواوں"

دونوں نے بیک وقت اوزان کے مسکراتے جتاتے استفسار ہر حیرت سے دیکھا اور پھر مسکرا دیے یعنی وہ دونوں کی گفتگو شرارت سے سن چکا تھا۔

"یہ بہت تیز ہے منہاس سکندر، اسکے دو کان کسی الیکٹرانک ڈیوائس سے بھی مضبوط ہیں۔ حوصلہ برخوردار، بالکل مرجان پر عدت واجب ہے اور یہ عدت ثواب و برکات کا سبب بنے گی۔ پھر خیر و عافیت سے عقد بھی کروا دینا مگر ان چار پانچ ماہ میں مرجان بیٹی کی مکمل رضامندی حاصل لازمی کر لینا، تاکہ اسکی زندگی بھی کچھ سکون پا سکے"

اول جملے وہ اپنے لاڈلے کی شان میں کہتے ہی سنجیدہ ہوئے جس پر اوزان نے مسکرا کر گھبرائے سے منہاس سکندر کو دیکھا۔

"آپ تو راضی ہیں نہ؟"

اوزان کے شرارت سے پوچھنے پر منہاس سر جھٹکے جیسے بلش کیے، یہ منظر ان دو نفوس کو ہنسا گیا۔

"سوال چیک کیجئے زرا اسکا شیخ محترم"

منہاس نے خفت سے گلابی ہوتے ہوئے ساتھ ہی براجمان کسی شریر لے میں ڈوبے اوزان کی شکائیت سی کی جس پر اوزان انکے گرد بازو گھما کر جیسے دوستوں کی طرح ساتھ لگا گیا وہ حسین ترین منظر تھا۔

"یہ ایسے سوال نہ کرے تو اسے کمپلیئین کون کہے گا منہاس. اسکا کاروبار نہ ٹھپ ہو جائے۔۔۔۔ یہ لفظوں کے ہیر پھیر سے ہی تو گرویدہ کرتا ہے مقابل کو"

شیخ صاحب کی شرارتی رگ بھی پھڑکی اور انکے ٹیم بدلنے پر بھی آج اوزان نہ روٹھا کیونکہ آج اس پیارے شخص نے اوزان کو اپنے جیسا کہہ کر ہوا وں میں اڑا دیا تھا۔

تینوں کی صحبت و سنگت ایک دوسرے لیے ٹانک ثابت ہو رہی تھی یہ الجھن سے پاک ہوتے مسکراتے چہروں سے عیاں تھا۔

..________________________________..

رات سے سحر، سحر سے صبح ہوئی۔ روشنی ہونے تک آگ بھی تھم گئی لیکن جلا ہوا سب بھی راکھ کر گئی۔

اسد کی آنکھیں سوجھ چکی تھیں، غائبانہ دو جلی لاشوں جن پر اندازے اور نشانیوں کے سبب اپنے دو ساتھی ہونے کا شبہ ہوا انکو الماں سے جڑی صرف اک نشانی کے ہمراہ تین عدد تابوت میں رکھے وہ واپس فوجی چھاونی پہنچ چکا تھا۔

فوجی دستہ اپنے شہید ساتھیوں کو خراج تحسین پیش کرنے گراونڈ میں جمع تھا۔

بڑے افسران تک جمع تھے، کئی لوگوں کی آنکھیں نم تھیں، میجر گلزار کو خلاف ورزی پر انکوائری بیچ کے حوالے کر دیا گیا تھا مگر ان تک الامان سیال کے شہید ہونے کی جب سے خبر پہنچی وہ اپنے کمرے میں بند تڑپ رہے تھے، میجر گلزار پر الامان کی ناگہانی موت اور اداخیل کے بنا کوئی نفع دیے مر جانے کا الزام تھوپا جا رہا تھا۔

"انکی فیملی کو اطلاع دے دو، آکر انکی ڈیڈ باڈی وصول کرلیں۔ تم سے اسکا حساب بعد میں لیا جائے گا لیفٹیننٹ اسد"

فوجی دستہ غم کا اظہار کرتا پریڈ میں مشغول تھا مگر اسد پر دوسرے میجر فہیم کی برہم نگاہ اسے اذیت و تکلیف دے گئی۔

"کیسا حساب میجر؟"

فہیم کو اس جونئیر کا آنکھوں میں آنکھیں گاڑنا آگ لگا گیا۔

"میجر گلزار نے جو کیا اس کا، دیکھ لو تم اس گلزار کی زرا سی ہٹ دھرمی نے کیا کر دیا، ہم سے ایک ہونہار کیپٹن چھین لیا۔ پر کوئی نہیں وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ ایک کیپٹن کی جان اسکے نزدیک کتنی سستی تھی یہ تم بھی دیکھ لو اسد، ہمارا پورا ڈیپارٹمنٹ دکھ میں ہے۔ یہ نقصان ہم تا عمر بھر نہ پائیں گے۔ ادا خیل سے ہاتھ تو گنوائے ہی، اپنا ہیرا بھی گنوا دیا"

میجر فہیم کی آنکھیں کہیں سے دکھ میں ہوتیں تو اسد بھی اسکی بات پر سر ہلاتا مگر وہ شخص تو یہاں صرف زہر اگلنے بھیجا گیا تھا۔

"میرے کیپٹن کو کچھ نہیں ہوا، یہ بات آپ بھی جان لیں۔ اس تیسرے تابوت میں صرف انکی کلائی کی گھڑی ہے۔ رہی بات دونوں سپاہیوں کی تو انکی فیملی آ چکی ہے۔ جب تک میں المان سر کے شہید ہونے کا مکمل ثبوت نہ پالوں نہ تو انکی فیملی کو خبر دی جائے گی نہ انکی غائبانہ قبر کی اجازت ہو گی"

اسد کے باغیانہ جواب پر فہیم کو جو آگ لگی وہ اسکی آنکھوں سے ٹپکتی صاف عیاں تھی۔

"تم اپنی حدود بھول رہے ہو لیفٹیننٹ اسد، تمہارے سامنے اس وقت تمہارا سینیر کھڑا ہے کوئی ماتحت نہیں۔ اب کیا المان سیال کی راکھ جمع کرو گے؟ اس جگہ سے کسی کا بچنا ممکن نہیں تھا۔ باز رہو ایسا نہ ہو تمہیں بھی میجر گلزار کی طرح باغی ہونے کی سزا سنادی جائے۔ المان سیال کی موت کا سبب وہ گلزار ہے اور وہی اس نقصان کی بھرپائی کرے گا"

فہیم نے اکڑتے کہا جیسے وہ ہر صورت المان سیال کو شہید ثابت کرنا چاہتا ہو اور اسد اس نجس دو نمبر آدمی کی شکل سے ہی سمجھ چکا تھا کہ اسے یہاں کس لیے بھیجا گیا ہے، اسد کو فی الحال خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب لگا کیونکہ اگر وہ مزید بولتا تو فہیم اسے بھی بند کروا دیتا لیکن اسد اس وقت المان کی تلاش خود کرنے کے سوا کچھ اہم نہ جانتا تھا۔

دونوں شہید سپاہیوں کی فیملی کو جب انکی ڈیڈ باڈی دی تو وہاں اک دلسوز منظر تھا، انکی سسکیاں، کرلاہٹیں اسد کو تڑپا گئیں۔

"یا میرے اللہ! میری مدد کریں۔ میرے کیپٹن کو واپس سونپ دیں۔ و۔۔وہ کیسے جا سکتے ہیں۔ بنا کوئی اپنا نشان چھوڑے۔ میری مدد کریں یہ لوگ المان سر کی موت کے الزام میں میجر گلزار کو سزا دلوا دیں گے اور یہی انکا مقصد ہے تاکہ میجر گلزار جیسے ایماندار شخص کو راہ سے ہٹا کر یہ اپنے گھناونے مقصد پورے کریں۔ مدد کریں میرے اللہ! میرے کیپٹن کی کوئی خبر دیں۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے میجر کو سزا ہوتی نہیں دیکھ سکتا۔ او میرے مالک آپ ہم سبکی نیت جانتے ہیں، خدارا ہمیں راہ دیکھائیں"

اسد کی آنکھیں اس وقت جہنم کی طرح جل رہی تھیں جبکہ جس مشکل میں وہ تھا، اتنا مضبوط جوان ہو کر رو دیا۔

اس ویرانے میں بھلے بظاہر سب راکھ ہو گیا ہو لیکن وہ کہتے ہیں نہ سیانے لوگ کہ آگ میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے جیسی آگ سے لڑ سکے۔

جس وقت الماں نے دھاڑ کر اسد کو ائیر فون کے پار ٹریگر دبانے کا حکم دیا اس میں اور اسد کے ٹریگر دبانے کے بیچ پورے ایک منٹ کا وقت تھا اور اسی بیچ الماں نے پہلے سے دریافت کیے زمین دوز گھڑے میں اداخیل کو گریبان سے پکڑا اور اسکے ساتھ کودا، وہ گھڑا زمینی تھا اور گہرا ابھی تبھی ادا خیل کی گرنے کے سبب دائیں ٹانگ ٹوٹی جبکہ الماں کو بھی کافی خراشیں لگیں پھر رات اندھیرا اور پھیلتے دھوئیں کے سبب اس گھڑے پر کسی کی نگاہ نہ پڑی نہ الماں نے بچاو کے لیے کوئی آواز دی کیونکہ اس میں دھواں بھر جانے کے سبب وقتی الماں بھی بے ہوش ہو گیا۔

لیکن فجر کے قریب الماں کو ہوش آیا، اور کسی طرح اس نے جب اس زمین دوز گھڑے کو دیکھا تو اسے آگے تنگ سا راستہ بھی ملا جسے پتھر ٹیک کر بند کیا گیا تھا، بس اس گھڑے سے نکلنا تو ممکن نہ تھا ان دو کا تبھی الماں نے زندگی

کی پوری ہمت جمع کی اور وہیں پڑی لکڑیوں اور بڑے پتھروں کو استعمال لائے وہ بند راستہ ایک گھنٹے کی ان تھک محنت کیے کھولا اور اداخیل جو ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے کے سبب ویسے ہی ناکارہ اور درد سے بلبلاتا بے ہوش ہوا اسے گھسیٹتے ہوئے الماں اسے لے کر نکل گیا۔

تبھی جب صبح کی روشنی میں اس گھڑے کی جانچ ہوئی تو وہاں کچھ نہ ملا سوائے اسکے باہر نیچے سے الماں کی اوپر کی جانب گھڑی کے جو اسد کو اتنا یقین دلا گئی کہ الماں زندہ ہے۔

الماں نے اداخیل کو بچا تو لیا پر وہ اسے گھسیٹ گھسیٹ کر تھک ہار گیا، وہ لوگ اس وقت جہاں تھے وہ ایک جنگلی انجان جگہ تھی، آس پاس چرند پرند تو دور کسی جانور تک کی موجودگی کا گماں نہ تھا۔

الماں کے پاس نہ تو فون تھا نہ یہاں کا کوئی نقشہ پھر وہ اس مریل اداخیل کو لے لے کہاں گھسیٹتا تبھی وہیں ایک پہاڑی غار کے پاس پڑاو ڈال لیا۔

المان نے اپنی شرٹ اتار کر اسے دو ٹکڑے کرتے اداخیل کی ٹوٹی ٹانگ پر کس کر باندھ دی تھی خود وہ کچھ دیر ارد گرد کے علاقے کا جائزہ لیے جب واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں کچھ ناریل اور پانی کا ایک پیالا تھا جو پاس ہی قریب بہتے جھرنے کے پاس پڑا مل گیا، اسے پاک صاف کیے اس میں پانی بھر کر وہ اداخیل کے لیے ساتھ لے آیا۔

اداخیل کا زندہ رہنا اس وقت المان کو اپنی زندگی سے زیادہ ضروری تھا اور تبھی المان اس وقت اپنے پھٹے گال، سر سے رس رس کر خشک ہوتے خون سے بھی بے نیاز تھا۔

" آئی ہوپ اسد کو میری گھڑی مل گئی ہو، اسے اگر میرے زندہ ہونے کا یقین آگیا تو وہ مجھے ڈھونڈ ہی لے گا۔ یا اللہ میری مدد کریں۔ اداخیل کی موت میجر گلزار کی موت ہے اور مجھے اس امانت میں خیانت کرنے سے بچا لیں۔۔۔۔ پتا نہیں میجر کس حال میں ہوں گے "

المان بھی تھک کر وہیں ٹکا، پورا جسم درد کر رہا تھا پر اس وقت صرف ادا خیل کی بیہوشی پر تشویش تھی۔

درد اور ٹوٹی ٹانگ کی ٹیسوں نے ادا خیل کے نڈھال وجود میں جنبش پیدا کی جس پر المان بھی متوجہ ہوا، اپنی جگہ سے اٹھے پاس آیا، اس پیتل کے پیالے کو اٹھا کر ادا خیل کے ہونٹوں سے جوڑا جس پر وہ پانی پینے لگا مگر المان کو دیکھ کر ادا خیل کی آنکھوں میں خوف اترا۔

"ڈرو مت فی الحال تمہاری زندگی اہم ہے میرے لیے، جان نہیں لوں گا۔ ایک ہی بار تمہیں اب پھانسی دلواوں گا۔ اٹھو اور مجھے بتاو کیا تم اس جگہ کو جانتے ہو؟"

المان نے نپے تلے سرد لہجے میں ادا خیل کو سہارا دیا جس پر وہ کراہتا ہوا ذرا پتھروں کی دیوار سے ٹیک لگا سکا۔

اور المان کے کہنے پر نظر چار سمت پھیلے جنگل کی اور دوڑائی۔

"ہاں۔ یہ مین روڈ سے تیس منٹ کی دوری والی جگہ ہے، شمال کی جانب کچھ دور جاتے ہی کچی سڑک شروع ہو گی۔ ل۔۔ لیکن تم مجھے مار دو المان سیال۔۔۔۔"

اداخیل کی تکلیف بھری منت پر المان نے ہنس کر اسکی نیل زدہ صورت دیکھی اور اگلے ہی لمحے اسکی گردن اپنے چٹانی ہاتھ میں قہرناک ہوتے دبوچی۔

"سوچنا بھی مت، تیری موت اب میرے محکمے کے چند ناسوروں کی عبرت کے ساتھ طے ہو گی اداخیل"

المان کی گہری آنکھیں اس وقت لہو چھلکا رہی تھیں جبکہ اداخیل اتنی تکلیفوں کے بعد اپنے ہی وجود سے بیزار ہوا دیکھائی دیا۔

المان نے وہ سبز ناریل اٹھا کر پتھریلی دیوار سے مارا تو وہ دو ٹکڑے ہوا، اور یوں حقارت سے اداخیل کو دیکھا جیسے بتا رہا ہو وہ اسکا بھی یہی حال کرے گا۔

اسے وہ ٹوٹا ناریل تھمائے خود المان پاس سے اٹھ کر زرا فاصلے پر آرکا اور گہرا سانس اس سرد فضا کے سپرد کیا۔

جبکہ اسد اپنے کیبن میں ہی دلبر داشتہ سے آرہا تھا جب اسکے ساتھی کی کال آئی۔

"سر جس گڑھے کی ہم نے صبح جانچ کی تھی وہاں سے ہمیں ایک راستہ ملا ہے، آپ فورا پہنچیں"

گویا المان کی جانب پہنچنے کا راستہ اللہ نے اسد کو دیکھا ہی دیا، پر امید نظروں سے آسمان کی جانب تکے وہ فوراواپس پلٹ گیا۔

..________________________..

کنول پورا دن زینیش اور پنار پر ہی نظر رکھتی رہی، لیکن اسے زینو کو ورغلانے کا دوبارہ موقع نہ ملا نہ پنار نے ایسا ممکن ہونے دیا۔ رات زینو کی برتھ ڈے پارٹی کے لیے باہر لان میں ہی خوبصورت سی ڈیکوریشن کی جانے

والی تھی جبکہ اوزان نے شیخ محترم سے ملاقات کے بعد آدھا دن اپنے پیشنٹس کے ساتھ گزارا جبکہ عدم کو دن دو بجے پاس بلایا، منہاس کو گاڑی سٹارٹ کرنے کا میسج کر دیا کیونکہ وہ لنچ واپس انصاری حویلی ہی جا کر سکے اور زینیش کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔

"جی سائیں"

عدم نے کلینک آفس روم میں انٹر ہوتے نرمی و ادب سے پوچھا۔

"عدم یہ ایڈریس ہے شمس فردوس کے گھر کا، دس سال پہلے انکی وفات ہو گئی تھی۔ تم یہاں جاو اور انکے کسی اچھے ساتھی کی تلاش کرو، انکی بیٹی کا کس سے نکاح ہوا؟ یہ سب تفصیل جاننی ہے تمہیں۔ اس نکاح میں کوئی تو اس محلے سے گواہ بنا ہو گا۔ مجھے اس آدمی کا نام جاننا ہے جس سے بریرہ کی شادی ہوئی۔ اور ہاں بریرہ نامی لڑکی کے متعلق بھی کچھ پتا چلے تو مجھے فوری بتانا"

اوزان کی دی ذمہ داری پر عدم نے فوری وہ سفید کاغذ تھامے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے سائیں میں ابھی روانہ ہوتا ہوں"

عدم نے فوری فرمابرداری سے کہا اور آفس روم سے نکلا جبکہ اوزان بھی لیپ ٹاپ شٹ ڈاون کیے اپنا فون اور گاڑی کی چابی کیے اٹھا ہی تھا کہ اسکے فون پر غیر متوقع طور پر واصف میر کی کال حیرت کا سبب بنی۔

"دادا کے چہیتے کو میری یاد کیسے آگئی؟"

اوزان نے کلینک سے پر وقار چال کے ہمراہ نکلتے طنز سے شروعات کی کیونکہ واصف میر سے اسکا ایک کھنچاو کا ہی تعلق رہا تھا۔

"تم سے ایک آفیشنل ملاقات ہو سکتی ہے اوزان دایب انصاری؟"

اوزان کے طنز کا برا منائے بنا وہ اپنے آفس میں انٹر ہوئے بنا کسی تمہید کے بولا۔

"ہمم۔۔کل پر رکھ لیں کیونکہ آج مزید کسی آفیشل چیز کا وقت نہیں"

اوزان نے بھی مقابل کے طنز بناواویلے کے ہضم کرنے پر لہجے اور رویے میں لچک لائی۔

"کل اگر دیر ہو گئی تو؟"

واصف کا لہجہ اوزان کو ٹھٹھکا گیا، پورچ کی جانب رواں قدموں کی شدت میں کمی آئی۔

"ہمم۔۔اوکے لوکیشن بھیج دو پہنچتا ہوں"

اوزان نے کچھ سوچتے ہوئے فیصلہ کیا جس پر واصف کے چہرے کا اطمینان قابل دید تھا۔

"بہت شکریہ"

واصف نے رسمی مسکراہٹ دیتے ممنون ہوئے رابطہ توڑا جبکہ ساتھ ہی قریبی ریسٹورنٹ کی لوکیشن اوزان کو میل کی۔

"وقت آگیا ہے اوزان دایب انصاری، تمہیں سچائی بتانے کا۔ بریرہ تمہاری دوسری دادی تھی جسکی نوماہ کی اذیت اور پھر موت کا سبب تمہارے دادا کی درندگی تھی۔ میں نے جنگ کا ماحول بنا دیا پندرہ سال لگا کر اب فیصلے کا اختیار میں تمہارے ہاتھ چھوڑتا ہوں۔ تم بھی یاد کرو گے کسی نے مدد کی تھی اور ایسی کی تھی کہ ساری الجھیں سلجھ گئیں"

فون سکرین کو تاسف سے تکتا واصف یہ خود کلامی کیے واپس اپنی نشت کی جانب بیٹھا اور سامنے میز پر کھلی فائیل اوپن کی۔

وہاں کوئی میڈیکل رپورٹ تھی، اسکی بھی اور بریرہ کی بھی۔

..______________________________..

اوزان نے لنچ سبکے ساتھ کرنا تھا مگر اچانک معذرت کرلی کیونکہ واصف میر سے ملاقات بھی اہم تھی سو انصاری حویلی میں سب نے اسکے بنا ہی دوپہر کا کھانا کھالیا۔

جبکہ لان میں ڈیکوریشن کا کام طلال نے یونی سے جلدی واپس آکر شروع کروادیا، میشی کا پیپر تین تک ختم ہوا اور اسے دیان نے ہی واپسی کے لیے پک کیا۔

مرجھائی ہوئی پری گاڑی میں آکر بیٹھی تو دیان نے اسکے اداس چہرے کو دیکھتے اسکی اداسی بنا کہے محسوس کیے گردن موڑی۔

"منہ کیوں بنایا ہے چمپینزی؟"

دیان سے اسکی اداسی کبھی برداشت نہ ہوتی تھی اب تو وہ اسکے لیے دگنا فکر مند رہنے لگا تھا، کیا بتاتی کہ دل وسوسوں اور پریشانیوں کے پاتال میں ڈوبا ہوا ہے۔

"رات بہت ڈراونا خواب دیکھا تھا دیان بھیا، اور کل سے الماں کا فون بھی سوئچ آف ہے"

میشی نے ڈبڈبائی آنکھیں دیان پر اٹھا کر مرکوز کیے آنسووں مئں گھلتی آواز کے سنگ بتایا جس پر دیان کے چہرے پر بھی فکر مندی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"تمہیں پتا ہونا چاہیے پہاڑی علاقوں میں سگنلز کا کتنا ایشو ہوتا ہے میشی، اور ڈیوٹی کے بیچ فون یوز کرنے کی پرمیشن بھی نہیں ہوتی۔ جیسے ہی وہ فری ہوگا سب سے پہلے اپنی ڈارلنگ کو ہی کال کرے گا۔ چلو اب یہ منہ سیدھا کرو تمہیں تمہارا فیورٹ لنچ کرواتا ہوں"

دیان نے اپنی جانب سے ہر قسم کی فکر سے اسے آزاد کیے لنچ کی آفر ہی ایسی ظالم کی کہ میشی کو جبراً مسکرانا پڑا، ویسے بھی وہ ناشتے میں بس دودھ کا گلاس پی کر آئی تھی۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے"

میشی نے روتے لہجے میں بھوک کے ستانے پر بچوں کی طرح معصومیت سے جتایا، دیان اسکی مسکینی پر ہنسا بھی اور اسکی ناک بھی دبائی۔

"آا میرا پالا بچہ ، بھوک لگی ہے بے بی کو۔۔۔ چلو تمہیں نہاری کھلاتا ہوں یہاں کی سپیشل۔ اور اب تم اداس ہوئی تو اچھا نہیں ہو گا"

دیان کی تگڑی دھمکی کا اثر یہ ہوا کہ میشی کی کھوئی مسکراہٹ اسکے پیارے چہرے پر لوٹی۔

وہ اسے بہت فیمس ڈھابے پر لایا جہاں فیملی کے لیے سپیشل پرائیویسی والی جگہ تھی اور وہیں کی ٹیبل کے گرد جمی کرسیوں پر دونوں بیٹھے۔

میشی نے پہلے کی طرح جم کر تو نہ کھایا مگر اسے کافی بھوک لگ رہی تھی یہ اسکے پورا نان ہڑپ کرنے سے دیان سمجھ گیا۔

"اپنے کھانے پینے کا دھیان رکھو میشی، صرف دودھ کا گلاس ناشتے میں کافی نہیں ہوتا۔ فروٹس لے لیا کرو اگر کچھ اور نہیں کھایا جاتا۔ تمہیں پتا ہے نہ تمہیں اپنی اب ایکسٹرا کیئر کرنی ہے"

دیان نے اسکو تکتے فکر مندی سے کہا جس پر میشی نے مسکرا کر دیان کی طرف دیکھا، وہ لڑتا ہوا ابھی اسے پیارا تھا اور اب بڑے بھائی کی طرح سمجھاتا ہوا بھی۔

"دانت کاہے نکال رہی ہے لڑکی؟"

دیان نے اسکی شریر بتیسی تکتے حیرت سے پوچھا۔

"یہی سوچ کر کہ جب پنار آپا اس کنڈیشن میں ہوں گی پھر تو آپ نے زبردستی انکو سب کھلانا ہے، ہائے دینو آپ ہٹلر آپا پر رعب کیسے جماو گے پھر؟ مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے"

مشائم کا گدگداتا لہجہ دیان کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"ایک راز کی بات بتاوں تجھے ؟"

دیان نے زرا سامیز کی اور جھکتے سر گوشی کی، میشی بھی فوراآنکھیں چنی کیے سر ہلا گئی۔

"ہاں نہ"

مشائم کی گرے آنکھیں چمکیں۔

"میرے سامنے وہ اتنی پیاری ہو جاتی ہے کہ رعب جمانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، وہ ویسی پنار نہیں رہتی جیسی دنیا کے سامنے ہے"

دیان آریز کی آنکھیں اسکا ذکر کرتے ہی اتنی روشن ہوئیں کہ رات کے چمکتے ستارے آج ان سے روشنی لازما ادھار مانگنے کا فیصلہ لے بیٹھے۔۔

مشائم نے رشک سے دیان کو دیکھا۔

"اوئے ھوئے! آپ تو گوڈے گوڈے انکے عشق میں ڈوب گئے دینو"

وہ دیان کو کیوٹ سا چھیڑے کھلکھلائی، دیان کو ارد گرد کی ہر شے مسکراتی معلوم ہوئی بس اس کوجی کے ہنسنے کے سبب۔

"محبت میں پڑ کر، فنا ہونا پڑتا ہے۔ ہم سبکی محبتیں اپنی جگہ پر جو محبت تم میں اور المان میں ہے اسکی دلکشی سب پر سبقت رکھتی ہے۔ میری کوئی بہن ہوتی سگی تب بھی تم سے کم پیاری ہوتی میشی، ہمیشہ تمہاری ان ہنستی گرے آنکھوں کے لیے دعائیں کرتا رہوں گا، اور جب تم اداس ہوتی ہو تو مجھے ایسا ہی لگتا ہے میرے ہی جسم کا کوئی حصہ درد میں ہے"

اس لمحے مشائم کو وہ واقعی اتنے لاڈ پیار سے روہانسا کر گیا، جبکہ وہ تو پہلے ہی دل کی کمزور ہوئے بیٹھی تھی۔

"اور آپ بھی تو بہت پیارے ہیں میشی کو، میرے کرائم پارٹنر"

ڈبڈبائی آنکھوں سمیت مسکرائے وہ دیان کا دل بھی مسرور کر گئی۔

"تو پھر اسکا ثبوت دیتے ہیں، ایک اچھے والا اور ایک شرارتی سا گفٹ لیتے ہیں زینو بھابھی کے لیے۔۔۔۔ تاکہ ہمارے ساتھ وہ انصاری حویلی کی تمام بڑھی روحیں بھی آج کھل کر ہنسیں۔ چلو جلدی سے فنش کرو پھر ہم گفٹس لینے چلتے ہیں"

دیان کا کسی شرارت پر آمادہ موڈ میشی کی شرارتی رگ بھی پھڑ کا گیا۔

دونوں لنچ کے بعد ساتھ مال گئے، میشی نے زینو کے لیے بہت خوبصورت سا برینڈڈ ہینڈ بیگ لیا، ایک ڈریس بھی اسے پسند آیا جو زینو کے لیے اس نے خریدا دوسرا آج والا پارٹی کیک بھی مشائم نے ہی بائے کیا۔

دیان نے بھی گفٹ پیک کروایا مگر اس میں کیا تھا یہ سوچ کر وہ دو آفت کے پرکالے اس وقت من ہی من میں ہنس رہے تھے، شائد پنچ تھا مگر اوزان سے الٹا دونوں کو مکانہ پڑ جائے ایسے گفٹ پر یہ بھی سوچنا ضروری تھا۔

..______________________..

"یہ آپکا آج کے لیے ڈریس ہے"

سعدیہ نے زینو اور اوزان کے ماسٹر بیڈ روم کے دروازے پر نرم سی دستک دیے اندر آنے کی اجازت لی جس پر زینیش جو گیلے بال آئینے کے سامنے کھڑی ڈرائے کر رہی تھی، مسکرا کر پلٹی۔

سعدیہ نے وہ پارٹی وئیر جوڑا جو کورڈ تھا، لا کر احتیاط سے میٹرس پر رکھا اور ساتھ ایک بلیک مخملی جیولری کیس تھا۔

"یہ کس نے لایا سعدیہ آپا"

زینیش میٹرس کے پاس ہی اشتیاق سے پوچھے چلی آئی، بلیک کلر دیکھ کر اسے اندازہ تو ہو گیا کہ اسکے ہیرو ہی کا تحفہ ہے مگر کنفرمیشن ضروری تھی۔

"یہ اوزان بھائی نے بھجوایا ہے منہاس سکندر جو انکے نئے ڈرائیور ہیں ان کے ہاتھ، اور ساتھ کارڈ بھی ہے۔ آپ آج یہی پہنیے گا اور ایزل باجی نے

آپکے لیے اپنا خاندانی بلیک سٹون جیولری سیٹ بھی نکالا ہے اس بلیک جوڑے کے ساتھ بہت سجے گا"

سعدیہ مسکرا کر کہے کمرے سے نکلی، زینیش نے جھک کر جوڑے کے کورڈ کی زیپ کھولے وہ کارڈ نکالا اور دھیما سا گداز مسکرائی۔

"لنچ پر نہ آپانے کے لیے سوری، لیکن تمہاری شام اب تک کی سب سے حسین شام ہو گی۔ میرا بس چلے تو تمہارے لیے اس دنیا کے تمام خوبصورت لباس لے آوں، بلیک کے لیے اگین سوری لیکن جب میری فیورٹ لڑکی میرا فیورٹ کلر پہنتی ہے تو میں اسکے سوا کسی کو نہیں دیکھ پاتا، اوزان دایب انصاری تمہارے آج کے سپیشل دن کیسے کسی اور کو دیکھنا چاہے گا۔ سمو کی آئیز پلیز۔ اینڈ یس آئی لو یو"

ایسے پیغام پر وہ کیوں نہ مر مٹتی، وہیں بیٹھے گہرا سانس بھرے سر تکیے پر گرا کر اپنی ہتھیلی جوڑے کی سطح پر سہلاتے لیٹ گئی، وہ جیسی محبت کرتا تھا ویسی

محبت نہ آج تک زینیش نے سنی تھی نہ دیکھی تھی لیکن آج وہ اس محبت سے خوف کھائے ہوئے تھی، ننھا سا دل سینے میں مچل کر رہ گیا۔

"یہ اتنی محبت کیوں کر رہے ہیں مجھ سے؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے کیوں ڈر لگ رہا ہے؟ میرے دل میں کہیں کسی جانب عجیب سی چبھن کیوں ہو رہی ہے"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ گھبرائے نم آنکھیں کرتی اٹھ بیٹھی اور اسی لمحہ کنول نے دروازے پر دستک دی تو زینو نے فوراً سے اپنے آنسو رگڑے۔

کنول کے ہاتھ میں بھی کچھ تھا، آنکھوں میں بظاہر پیار مگر دل میں زہر جو وہ اس خاندان کی رگوں میں گھول دینے پر مجبور تھی۔

"میں آجاوں میری جان؟"

کنول کے میٹھے لہجے پر اگر زینو انکار کرتی تو خود اداس ہوتی تبھی رسانیت سے سر ہلا کر آنے دیا۔

"مجھے پتا تھا تم بہت پیارے دل کی مالک ہو، رو رہی تھی؟"

کنول نے پاس ہی آکر بیٹھتے اسکی روئی آنکھیں اور میٹرس پر پڑے جوڑے اور کیس کو باری باری تکتے پوچھا۔

"آئی نو ممی یاد آرہی ہوں گی، مجھے سمجھ لو ممی۔ یہ تمہارے لیے"

کنول نے اسکی گال سہلاتے وہ کیس جو لمبائی میں تھا زینو کو دیا مگر وہ تکلف سے منع کر گئی۔

"پلیز آپ تکلف مت کریں اسکی کوئی ضرورت نہیں"

کنول کسی کو اپنا بخار نہ دے یہ تو پھر ڈائمنڈ ائیر رنگز تھے، تبھی تو زینیش کو وہ لمحہ یاد آیا جب یہی عورت اسکے ممی کے نیکلس کو چھیننے چھپٹنے کے چکر میں درندگی کی ہر حد پار کر گئی تھی۔

"ضرورت ہے، پہلے کی بات الگ تھی تب میں بہت بری کنول تھی۔ پلیز مجھے پہلے سے کمپئیر مت کرو۔ کیونکہ اپنے کیے پر میں خود شرمندہ ہوں۔ اگر تم میرا گفٹ رکھ لو گی تو مجھے لگے گا تم نے ماں نہ سہی کم از کم ماں جیسا سمجھا ہے"

کنول نے کمینگی کی ہر حد پار کر کے جو چال چلی اس میں سمجھدار بندہ تک آجاتا اور یہ تو پھر معصوم سی زینیش تھی۔

"اوکے رکھ لیتی ہوں، تھینک یو"

وہ اس وقت بات بڑھانے کے بجائے اسکا گفٹ لے کر بات ختم کر گئی۔

"بہت شکریہ میری جان"

کنول نے بے تکلفی سے اسے گلے لگایا جس پر زینیش کو بہت عجیب لگا، گلے لگنے میں نہ کوئی کشش تھی نہ سچائی تبھی تو زینو خود ہی بے چین ہوتی اسے

پرے جھٹکتی گھبرا کر حلاوت سے خالی اس حصار سے فرار کرتی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"میں آپکی جان نہیں ہوں ایسے مت پکاریں، ایسا صرف مجھے میری ممی کہتی تھیں یہ حق صرف انکا ہے"

زینیش نے تکلیف دہ لہجے میں کنول کو صاف صاف منع کیا، کنول بھی گھبرا ایا ہوا چہرہ لیے اٹھی۔

"اوہ آئی ایم سوری تمہیں برا لگا، میں دوبارہ نہیں کہوں گی۔ خیر اگر تم اچھا فیل نہیں کر رہی تو ہم واک پر چلیں حویلی سے کچھ دور، تازہ ہوا سے انسان بہت اچھا محسوس کرتا ہے۔ اگر تم چاہو تو پنار کو بھی ساتھ لے چلو۔ وہ ویسے بھی تمہیں اکیلا تو جانے نہیں دے گی"

کنول نے آفر ہی اس چالاکی سے کی کہ زینو الجھی جبکہ اسی لمحے پنار جب روم میں آئی تو کنول کو پھر سے زینو کے پاس دیکھے تپ کر رہ گئی، اور زینیش کو باقاعدہ گھوری۔

"آپ اسے اکیلا دیکھتے ہی اپنے دکھ سنانے کیوں چلی آتی ہیں مسیز طلال؟"

پنار نے بھی کوئی لحاظ نہ رکھتے پوچھ ڈالا۔

"میں کیوں ایسا کروں گی، میں تو زینیش کو واک کے لیے لے جانا چاہ رہی تھی تاکہ اسکا دل بہتر محسوس کرے۔ تم بھی ساتھ چل سکتی ہو۔ وہ رو رہی تھی"

کنول نے جس معصومیت کا اظہار کیا اس پر پنار نے جب زینو کو دیکھا تو اسکی آنکھیں واقعی سرخ تھیں۔

"اور اگر واک کے بہانے آپ نے پھر سے کوئی اپنا ہنر دیکھا دیا تو؟"

پنار کی بدلحاضی پر زینیش ہونق اور کنول لمحہ بھر لاجواب ہوئی۔

"پنار! تم کیوں مجھے لے کر اتنی کڑوی ہو۔ میں نے تمہارا تو کچھ نہیں بگاڑا کبھی۔ کتنی بار بتاوں کہ وہ سب میرا برا ماضی تھا، تم لوگ ایسے کرو گے تو میں کیسے نارمل رہ سکوں گی۔ ٹھیک ہے اگر تم دو کو مجھ پر اعتبار نہیں تو مت جاو۔ لیکن میرے دل کو تکلیف دینا بند کرو"

کنول کا سسک پڑنا زینو تو کیا پنار کا بھی دماغ الجھا گیا۔

"پلیز آپ مت روئیں ہم چل رہے ہیں، پنار۔۔۔۔"

زینیش نے خود ہی کنول کو حوصلہ دینے کے بیچ پنار کو گھورا جو بچاری خود اس شاطر کی چال میں آتی محسوس ہوئی کیونکہ کنول کا رونا واقعی دلخراش تھا۔

زینیش اور کنول کے ہمراہ حویلی سے کچھ دور پنار ساتھ آئی مگر بہت مہارت سے وہ اوزان کے ڈرائیور منہاس سکندر کو انکے پیچھے رہنے کا بھی کہہ آئی لیکن اسے کیا پتا تھا منہاس بھی انکی طرح شکار تھا۔

وہ لوگ پارک کی جانب آئے تھے، شام چار کا وقت تھا، دھوپ بادلوں کی اوٹ میں دبے سورج کے سبب ہلکی اور ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"یہ عورت فتنہ ہے، پلیز اللہ جی ہمیں کسی مشکل میں پھنسنے مت دیجیۓ گا"

پنار ان دو سے زرا کچھ قدم پیچھے تھی، پارک میں لگے بینچ پر شالوں سے خود کو اچھے سے اوڑھ کر کنول اور زینو بیٹھیں جبکہ پنار وہیں چہل قدمی کیے کچھ فاصلے پر دیکھائی دیتے منہاس بھائی کو دیکھ کر تسلی پا گئ۔

"آپ پنار کی باتوں کو دل پر مت لیجئے گا وہ مجھے لے کر فکر مند ہے بس"

کنول نے چہرے پر ہنوز درد سجا رکھا تھا جسے زرا فاصلے پر بیٹھی زینو نے بھانپا تو نرمی سے مخاطب ہوئی۔

"ہونا بھی چاہیے، ایسی سہیلی قسمت والوں کو ملتی ہے"

کنول نے حسرت سی کے سنگ کہا تو زینو کو اسکی حسرت کی شدت پر ترس سا آیا۔

"آپ چاہیں تو بابا کو اپنا دوست بنا سکتی ہیں، اپنے اچھے رویے اور محبت سے۔ زندگی کے ہر حصے میں انسان کو ہمسفر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بابا اور آپکو ساتھ دیکھ کر مجھے تکلیف نہیں ہو گی اگر آپ واقعی بدل جائیں، اس بری دنیا میں اچھی چیزیں پھیلانے والے کم ہیں، ہمیں کم والا بننا ہے۔ اندھیرا پہلے ہی چار سو ہے ہمیں اجالا پھیلانا ہو گا"

زینش کے ایسے الفاظ نے کنول کے دل کو مٹھی میں لیا، لمحہ بھر وہ بھول گئ کہ وہ فیروز شمشیر کے دھمکانے پر پھر سے ظالم بنی ہے، اک دل چاہا زینش کو بتا دیے کہ وہ اسے فریب دے رہی ہے پر دل طلال پر آتی آنچ کا سوچ کر سینے میں کپکپا گیا۔

"تمہارا دل بہت خوبصورت ہے، لیکن میرا نہیں زینش"

کنول کے اس جملے میں تکلیف تھی، زینیش ٹھٹکی۔

اسی لمحے پارک کی جانب آتے کئی لوگوں کو بھو کے بھیڑوں کی طرح آتا دیکھ کر زینیش کا سر چکرایا۔

منہاس سکندر کے سر میں کسی نے لوہے کی بندوق کا پچھلا حصہ مارا، اور اسے سنبھلنے کا موقع دیے بنا گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا گیا، پنار اس سے پہلے زینو کی مدد کو لپکتی، اسے گردن پر چبھن محسوس ہوئی اور اگلے ہی لمحے وہ بھی اس آدمی کے کندھے پر لادی گئی۔

کنول نے دیکھتے ہی دیکھتے ان تینوں کو موت کے منہ میں ڈالا اور خود دھندلائی آنکھوں سے اس سیاہ گاڑی کو جاتے دیکھا۔

"میں اس بار یہ سب نہیں کرنا چاہتی تھی، اللہ گواہ ہے۔۔۔ لیکن کرنا پڑا"

کنول کی آنکھ سے بے بسی کی آخری حد کی طرح کا اک آنسو ٹپکا۔

اپنے قدم واپسی طرف بڑھائے اس نے ایک بار پھر سے آس کے سنگ سڑک کی دوسری جانب دیکھا تھا جہاں فیروز اور تنویر کے لوگ ان تینوں کو گاڑی میں ڈال کر لے گئے تھے۔

..________________________..

واصف میر نے جو سچائیاں اوزان دایب کو بتائیں وہ دماغ چکرانے کا کام کر چکی تھیں، وحدہ کے ڈی این اے رپورٹس، بریرہ کی موت کی وجہ میڈیکلی رپورٹس سے آپرو تھی اور یہ سب تکالیف بھرے انکشافات اوزان کو ایک بار پھر ناقابل برداشت حزن و اذیت کی بھٹی سے گزار بیٹھے، خاص کر وحدہ کی طرح فیروز بھی درد نہ ہونے کی بیماری میں مبتلا تھا جو اس بڈھے سے ہی وحدہ میں منتقل ہوا، پھر گہرے پانی کا خوف تو فیروز کو ہمیشہ سے تھا۔

"بریرہ نے وحدہ کو جنم دینے کے بیچ قطرہ قطرہ اپنی زندگی گنوائی، ڈاکٹرز نے اسے پہلے ماہ ہی کہا تھا کہ وہ اس بچے کو ختم کر دے ورنہ خود نہیں بچ پائے گی

لیکن اوزان، ماں بننے کا احساس اس دنیا کے ہر مرہم پر بازی رکھتا ہے۔ اسے تمہارے دادا تک سے کوئی گلہ نہ رہا، گلا کرتی بھی کیوں۔ اس درندے کے آگے تو اسے اسکے باپ نے اپنے ہاتھوں پھینکا۔ یہ اصل رپورٹس حاصل کرنے کے لیے مجھے کئی سال لگے کیونکہ فیروز شمشیر کے حکم پر ان سب کاغذات کو تلف کر دیا گیا اور اس نے ہر ثبوت مٹا دیا، ہوسپٹل کے ریکارڈ میں وہاں کی نرس نے وحدہ کو مردہ تک ڈیکلئیر کیا جب اسے شمشیر کی بے حسی پتا چلی، جب شمشیر کو پتا چلا بریرہ ماں بننے والی ہے تو وہ اسے بچے کو مارنے تک پر اتر آیا، بربرہ کو کچھ ایسے انجکشن لگوائے جس سے اسے بلڈنگ اتنی بڑھ گئی کہ وہ مزید لمحہ بہ لمحہ موت کے منہ میں چلی گئی، تمہارے سنگ دل دادے کو اک نیا بوجھ نئی ذمہ داری قبول نہیں تھی، اسے لگتا تھا دنیا اس پر تھو کرے گی۔ کیونکہ نکاح کا تو قانونی کوئی ریکارڈ نہ تھا۔ اور اس نکاح کو قانونی طور پر درج کروانے کے لیے اسے بربرہ سے سب کے سامنے دوبارہ نکاح کرنا پڑتا جو اسکی انا پر چوٹ تھی۔ میں نے بھی تبھی خاموشی سے یہ

جنگ لڑی، میں فیروز کے ساتھ رہا کسی طرح نکاح نامے تک پہنچوں، کسی طرح اس نرس تک پہنچ سکوں جس نے بریرہ کو زہریلے انجیکشن لگائے۔ کچھ دنوں پہلے مجھے یہ سارے ثبوت ملے۔ یہ نکاح نامہ اصلی ہے اور نکاح خواں کی جانب سے تصدئق شدہ بھی ہے، وحدہ ناجائز نہیں ہے اسکا مجھے تو یقین تھا لیکن دنیا میری بریرہ کی نشانی کو ناجائز کہے یہ کیسے برداشت کرتا تبھی یہ پندرہ سال میں نے اپنی زندگی کے ان ثبوتوں کو ڈھونڈنے میں گلا دیے"

واصف میر کی آنکھوں میں اذیت تھی جبکہ اوزان خود تکلیف دہ تاثر کے سنگ واصف میر کی جانب تاسف سے دیکھنے لگا۔

"دادا اتنا کیسے گر سکتے ہیں واصف میر، خدا کا قہر ٹوٹے ان پر"

اوزان کے دل سے نکلی بددعا ہونٹوں پر چلی آئی۔

"مقبول جان، تنویر اور فیروز سے میرا ان پندرہ سالوں سے واسطہ رہا، ان تین مردودوں کے بارے بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔ تمہیں اگر ایک ماہ کے اندر اندر میری گواہی درکار ہے تو میں تیار ہوں لیکن اسکے بعد"

واصف میر کہتے کہتے رکا۔

"کیا مطلب ایسا کیوں کہا تم نے واصف؟"

اوزان کو اسکی تکلیف اور رک جانے نے پریشان کیا۔

"کینسر کی آخری سٹیج پر ہوں، آپریشن کا آپشن دیا گیا مگر دس فیصد کامیابی اور نوے فیصد ناکامی کی مناسی کے ساتھ، میں نے آپریٹ بہ کروا کے یہ بقیہ دن جینے کا فیصلہ کیا کیونکہ آپریٹ ہوا اور مر گیا تو فیروز کا انجام دیکھے بنا قبر میں جا بسوں گا اور پھر یہ چند دن مجھے میری ذمہ داریاں پوری کرنے کو بھی درکار ہیں۔

موت کا دن مقرر ہو گیا ہے اوزان، چار سالوں سے اس موذی مرض سے لڑ رہا ہوں لیکن میرے اندر یہ تکلیف وبا کی نہیں بریرہ کی جدائی کے سبب ختم ہونے پر نہ آ سکی۔ تم بھی مجھے برا ہی سمجھتے تھے کیونکہ واصف میر نے دنیا کو ہمیشہ تصویر کا وہ رخ دیکھایا جو دیکھنے کے لائق تھا، ورنہ دوسرا رخ تو ہے ہی نہیں اوزان"

وہ وہیں سسک اٹھا، اوزان نے اسکے مضبوط ہاتھ کو تھامے حوصلہ دیا۔

"اگر تم چاہو تو میں کسی سپیشلسٹ سے بات کرتا ہوں، وحدہ تمہارا جانا کیسے سہے گی۔ ہمت مت ہارو اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے"

اوزان کو اسکی سوجھی حلقے کی زد میں آئی آنکھوں کو دیکھتے دلی تکلیف ہوئی۔

"میں جی کر کیا کروں گا اوزان؟"

واصف نے آس سے پوچھا۔

"وحدہ کا اصل باپ تو اب بھی اسے نہیں ملے گا اتنا تو طے ہے، مجھے کوشش کرنے دو۔ تم نے میری اتنی مدد کی، میری تمام الجھنیں سلجھائیں۔ ایک چھوٹا سا صلہ مجھے بھی لوٹانے دو۔ کینسر کی آخری سٹیج کے باوجود کئی لوگ شفایاب ہوئے ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھو واصف میر"

اوزان دایب وہ پہلا فرد تھا جس نے بیماری کے ان چار سالوں مئں پہلی بار اسے زندگی کی امید دلائی تھی تبھی تو واصف میر نے اسے حسرت سے دیکھا جیسے کوئی مرتا شخص زندگی کو دیکھتا ہے۔

"کیا ایسا ممکن ہے؟"

واصف کا سوال اوزان کو درد کی گہرائی میں لے اترا۔

"بالکل۔ چلو میرے ساتھ۔۔۔"

میز پر رکھی تمام فائلز جن میں ان تین یاروں کو پھانسی تک لے جانے کے سارے ثبوت درج تھے، اوزان نے سمیٹیں اور اٹھا، واصف کو لیے وہ اپنے

فیملی ہوسپٹل پہنچا، وہاں کے oncologist عثمان سے ایمرجینسی میٹنگ کروائی۔

واصف میر کی میڈیکل ہسٹری اور چار سالا کینسر ٹریٹمنٹس کی تمام رپورٹس سرچ پراسیس سے گزریں۔

واصف میر کو اوزان نے جو امید کی روشنی دیکھائی اب وہ اس دعا میں تھا کہ وہ بجھے نہ۔

"کیس بہت کمپلیکس ہے اوزان، کینسر پوری باڈی میں پھیل چکا ہے، گروتھ رک چکی ہے، خون میں ڈینجرس مواد ملنا شروع ہے۔ یہ میری زندگی کا ایک رسکی کیس ہو گا"

واصف میر کو عثمان نے فوری ایڈمٹ کرواتے ٹریٹمنٹ شروع کر دیا جبکہ اوزان اور وہ ساتھ باہر آئے تو عثمان نے پوری سچائی سے اوزان کو بتایا۔

"ویسے بھی تو اسکی موت ہو ہی جائے گی عثمان، لیکن ممکن ہے ہماری زرا سی تدبیر، اسکی زندگی کے بچاو کا وسیلہ بنے۔ اللہ نے اسکی زندگی لکھ دی ہو، وسیلہ یہ رسکی آخری علاج یعنی آپریٹ ہو۔۔۔۔ تم اپنی تمام تر مہارت کا مظاہرہ کر دو، جان لگا دو۔ مسیحائی کرو تا کہ وہ کسی اور کا مسیحا بننے کے قابل بنے"

اوزان نے جس تکلیف کے سنگ درخواست کی، خود عثمان پریشان ہو گیا۔

"میں پوری کوشش کروں گا اوزان، زندگی دینے والا وہ اللہ ہے۔ تم دعا کرنا"

عثمان اسے جھوٹی امید نہ دلاتے کہہ کر چلا گیا جبکہ دعا والی بات پر بے اختیار اوزان کے دل نے وحدہ کی زندگی کی اس راحت کے سلامت رہنے کی دعا کی۔

"واحدہ کی آنکھوں کی وہ تکلیف جو اس نے واصف میر کی حسرت میں مجھ سے بانٹی تھی، میں نہیں بھول سکتا۔ آپ کے خزانے میں تولاتعداد سکھ ہیں، آسانیاں ہیں، زندگیاں ہیں، تھوڑی سا رحم واصف میر پر کریں، اسکی تکلیفوں میں کمی کریں۔ وہ مر گیا تب بھی وحدہ کے لیے تڑپتا رہ جائے گا۔ آپ بہتر جانتے ہیں کسے زندگی دینی ہے کسے موت، لیکن ہم گناہ گار صرف دعا کے قابل ہیں، وہ بھی ٹوٹی پھوٹی۔ واصف کی مشکل آسان کریں، اپنے یاشافی ہونے کا صدقہ اسے اس موذی اذیت و کرب سے شفاء دیں"

اوزان نے خود کلامی کی صورت واصف کی آسانیاں مانگیں اور اک نظر آئی سی یو روم میں موجود واصف پر ڈالتا وہ ہوسپٹل سے نکلا۔

چاچو کی کال پر اوزان کو بنا کال اٹھائے بھی تشویش ہوئی۔

"اوزان! کنول، زینو اور پنار تینوں غائب ہو گئی ہیں۔ یہاں تک کہ منہاس کا بھی کوئی اتا پتا نہیں، اسکی گن گھر کے پاس ہی پارک کے ساتھ والی سڑک میں پڑی ملی۔ کہیں ان سبکے ساتھ کچھ برا تو نہیں ہو گیا؟"

چاچو کی بات تحمل سے سننے کے بعد اوزان نے کن پٹی کی رگ ہاتھ کی انگلیوں سے دبائی۔

"کنول کے ساتھ وہ دو گئی ہی کیوں؟ کیا آپ سب لوگ سوئے تھے۔ جانے ہی کیوں دیا۔ پہلے تو میں آ کر آپ سبکی عقل ٹھکانے لگاتا ہوں پھر ان بیوقوفوں کو بھی سبق سیکھاتا ہوں۔ حد ہو گئی ہے"

اوزان نے جبڑے بھینچتے اپنا غصہ ضبط کیے کال کاٹی اور فوری گاڑی کی جانب بڑھا۔

جبکہ کنول بھی وہاں سے سیدھی ٹیکسی پکڑے تنویر کے گھر روانہ ہو گئی، پچھتاوے کی آگ نے اسے جلانا شروع کر دیا، اسکے پورے جسم پر کپکپی تھی۔

اوزان حویلی پہنچا تو لان میں شام کی چائے نوش فرماتے دادا سائیں دور سے ہی دیکھائی دیے، راہ میں آتے طلال کو اگنور کیے وہ طوفانی موج بنا سیدھا گارڈن ایریا کی طرف بڑھا، بنا دادا کو سنبھلنے کی مہلت دیے انکو بازو سے جھنجھوڑ کر کھڑا کرتا سوئمنگ پول کے پاس لیے کنارے پر اٹکائے نیچے کو دھکیلا، دادا کے چہرے کی پیلاہٹ اور خوف پر اوزان نے انکی بازو زرا سی پکڑی اور سہارا دیا لیکن پانی کے خوف کے سبب وہ شخص کانپ کر رہ گیا۔

"ا۔۔اوزان۔پاگل ہو گیا ہے؟"

فیروز اسکے کاٹ ڈالتے تیوروں سے خوف زدہ ہوئے دھاڑا، سب گھر والے لپکتے باہر آئے، ایزل مریم، سعدیہ جبکہ میشی اور دیان ابھی تک واپس نہ پہنچے تھے۔

"ہو گیا ہوں، بتائیں کہاں ہیں وہ تینوں۔ نہ بتایا تو آپکو دھکا دے کر آج آپکا کام ختم کروں گا۔ تیرنا تو آپکو آتا نہیں اور مجھے یاد ہے گہرے پانی سے آپکو خوف آتا ہے، درد آپکے وجود کو ہوتا نہیں یہ بھی آج کھل گیا تبھی تو آج تک اپنی اولاد تک کی تکلیف سے بے نیاز دردندگی کرتے گئے"

اوزان کا لفظ لفظ فیروز کو پچھاڑ کر رکھ گیا، اتنی بڑی سچائی اوزان کو کیسے پتا چلی؟ سوچ کر ہی فیروز کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔

"ی۔۔ یہ سب تجھے کیسے پتا چلا؟"

اوزان انکے حراساں ہو کر کیے سوال پر تمسخرانہ مسکرایا۔

"آپکی یہ دونوں کوالٹیز آپکے تینوں بیٹوں میں تو نہ آئیں، بیٹی میں ضرور منتقل ہو گئیں فیروز شمشیر انصاری"

اوزان کا قہرناک انکشاف ایزل مریم، سعدیہ اور طلال تک کے پیروں تلے سے زمین سرکا گیا۔

سبکے چہروں پر سفیدی کھنڈی۔

"اوزان! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ بیٹی۔۔۔ کیا میری کوئی بہن بھی ہے"

طلال نے تڑپ کر قدم اوزان کی اور بڑھائے جبکہ اوزان نے چاچو کو سرسری سا تکتے سر ہلایا۔

"ہاں آپکی بہن بھی ہے چاچو، وحدہ شمشیر انصاری۔ اس درندہ صفت شخص کے آگے ایک اسی جیسے جواری نے سولہ سال پہلے اپنی بیٹی ہاری تھی، اور انہوں نے اس کے ساتھ زبردستی نکاح کیا، اس معصوم بائیس سالا بریرہ کو دو ہفتے تکلیف سے گزارنے کے بعد طلاق دے کر اسکے گھر کسی گند کی طرح

پھنکوا دیا۔ لیکن پیارے دادا سائیں اس بات سے بے خبر تھے کہ وہ لڑکی انکے ظلم و بربریت کے باوجود نہ صرف بچ گئی بلکہ انکے بچے کی ماں بھی بن گئی۔ جب تک دادا کو پتا چلا کافی وقت بیت گیا اور اس سفاک شخص نے اس معصوم لڑکی پر ایک اور ستم ڈھایا اسکی کوکھ میں پلتے بچے کو مروانے کا، وحدہ کی زندگی تھی تبھی وہ تو بچ گئی لیکن بریرہ اسے سات ماہ کا ہی جنم دے کر چند لمحے سانسیں بھرنے کے بعد مر گئی۔۔۔۔"

اوزان نے نہ کوئی رحم کھایا نہ ترس، اس سفاک شخص کی عزت کی دھجیاں بکھیر دیں، جبکہ ایزل مریم، سعدیہ اور طلال نے جن نظروں سے اس لٹکے ہوئے درندے کو دیکھا وہ نظریں سالم اس شخص کا کلیجہ نگل گئیں۔

"کس قدر گھٹیا انسان ہیں آپ، شرم نہیں آئی آپکو یہ سب کرتے۔ آج آپکو اپنا باپ کہتے گھن آ رہی ہے مجھے خود سے بھی۔ اوزان، اس شخص کو تو زندہ زمین میں گاڑنا بھی کم ہو گا۔ یا میرے اللہ میرے گناہوں کی ایسی سزا۔۔۔۔۔"

طلال اپنا دل تھامے وہیں کرسی پر روتے تڑپتے لڑھکے جبکہ سعدیہ نے صدمے سے گرتی ایزل مریم کو سنبھالا، کیونکہ یہ سب قوت برداشت سے بہت زیادہ تھا۔

"اب بتائیں مجھے مقبول جان کو آپ نے ہی فائزہ کی گاڑی کی بریک فیلز کرنے کا کہا تھا نہ، مکر یے گا مت۔ کیونکہ آپکے ان دو ساتھیوں کی گردنیں بھی کچھ دیر تک قانون کے شکنجے میں ہوں گی۔ خانزادہ کا ہونہار انسپکٹر ان کو عبرت بنانے پورے تپاک سے نکل چکا ہے"

اوزان نے جھٹکے سے مزید انکو لہرایا جو گرنے کے خوف سے اوزان کا ہاتھ مضبوطی سے جکڑے ہوئے پھٹی آنکھوں سے اوزان کو گھورے جا رہا تھا۔

لیکن اوزان کا یہ سوال کسی اور کی چلتی سانسیں بھی روک گیا، میشی اور دیان جو خوشی خوشی واپس آئے، لان کی سمت ہوتے شور شرابے پر وہیں چلے آئے جبکہ اوزان کے سوال پر فیروز کا سر ہلاتا اقرار دیان اور میشی کی

آنکھوں کو بھی ساکن کر گیا، چلتی کائنات تو فیروز کے اس اعتراف پر سبکی رکی۔

اوزان نے پکڑ کر فیروز کو سیدھا کھڑا کیا۔

"ہاں میں نے مقبول جان کو کہا، وہ فائزہ کا پرانا عاشق تھا، نفرت و انتقام میں جل رہا تھا۔ اور مجھے اپنے دشمن خان بہادر کی بیٹی اپنے بیٹے کے ساتھ کبھی قبول نہ تھی۔ میں نے فائزہ کی گاڑی کے ساتھ حادثہ کروایا مگر قدرت نے مجھے اسکی سزا دی، میرا بیٹا، میرا آریز بھی مر گیا"

فیروز بنا روئے بھی تڑپتا ہوا یہ انکشاف کیے دیان کی رگوں میں خون کا ابال تیز کر گیا۔

دیان نے اپنی جگہ چھوڑی اور لپک کر دادا کے عین سامنے رکا، اوزان نے طلال تک کو بیچ میں آنے سے روکا کیونکہ اب دیان جو بھی کہتا یا کرتا حق بجانب تھا۔

"آپ تو سانپ نکلے دادا، اپنی اولاد کو وقت پڑتے نگلنے والے سانپ۔ میری مما نے آپکو ہمیشہ باباوالی عزت دی، ہمیشہ ممی بابا اپنے جذباتی فیصلے کی معافی مانگتے رہے، روتے تڑپتے رہے لیکن آپکا پتھر دل نہ پگھلا۔ آپ نے مجھے میرے ماموں کی اذیت بنایا، میرے پاگل پن کو کیش کیے اپنے دشمن سے نجات پائی، انکو خون کے آنسو رلا رلا مار دیا، میری مما کے قاتل، میرے بابا کے قاتل۔۔۔ آپکو زندہ رہنے کا حق کیوں ہے پھر۔ مر جائیں، مر جائیں آپ۔۔۔ اور آپکو ایسی موت ملے جو قیامت تک آپکی تکلیف بنی رہے، آپکو اتنی تکلیف ملے کہ درد کیا ہوتا ہے اسکا احساس ہی آپکی پل پل جان لے"

دیان نے انکا گریبان نہ پکڑا، آریز انصاری کی وصیت میں ایک کڑی یہ بھی تھی، لیکن دیان کے الفاظ اس شخص کی روح تک کے دھاگے ادھیڑ گئے، ہر کوئی نفرت سے فیروز کو تک رہا تھا۔

"انسپیکٹر طفیل آتا ہو گا آپکو اریسٹ کرنے اور اس بار اریسٹ وارنٹ بھی ہے اور آپکی پھانسی بننے والے تمام گواہ اور ثبوت بھی۔ اب بتادیں وہ تینوں کہاں ہیں؟"

اوزان نے آخری بار زبان سے پوچھا مگر فیروز شمشیر نے سبکو خود سے پرے دھکیلا، ہر کوئی محتاط ہوئے دو قدم پیچھے ہوا کیونکہ فیروز اپنی گن نکال کر سب پر تان چکا تھا، میشی تو ڈر کر آئی جان سے چینختی لپٹی۔

اوزان نے سعدیہ کو اشارہ کیا کہ وہ آئی جان اور میشی کو بحفاظت حویلی کی سمت لے جائے۔

"اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں اسے بھی مار ڈالوں گا، مجھے یہاں سے جانے دو"

فیروز نے باری باری اوزان، دیان اور طلال پر مخدوش بنے گن تانے سرخ ہوتی آنکھوں اور کانپتی آواز سے وارن کیا۔

اوزان کے گارڈز بھی فوری گنز لیے لپکے لیکن ان چاروں نے اوزان کا ساتھ دینے کے بجائے فیروز کے ساتھ آکر کھڑے ہو کر دیا ن، اوزان اور طلال کو بھی ششدر کیا۔

"سوری سر مگر فیروز سر نے ہماری فیملی کو کنڈنیپ کیا ہے، اگر ہم نے انکا ساتھ نہ دیا تو ہمارے بیوی بچے مار دیے جائیں گے"

انہی چار گارڈز میں سے ایک نے کرب سے اوزان کو دیکھا مگر اوزان کی جوابی نظروں کی تاب نہ لاتے فوری نظر شرمندگی سے جھکا گیا۔

فیروز نے تینوں کی سپید پڑتی شکل دیکھے قہقہہ لگایا۔

"اب تم تینوں کو پنار، زینیش اور منہاس سکندر کی صرف لاشیں چاہیں تو بھلے میری راہ میں مزاحمت جاری رکھو۔۔۔ میرا کیا ہے، مجھے کسی کی جان لیتے درد نہ ہو گا۔۔۔۔ اب ہٹو تینوں، اور مجھے جانے دو ورنہ ان تین میں سے کسی کا منہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہو گا"

فیروز اصل درندگی پر اتر انجاست سے ہنس کر اختتام پر غرایا جبکہ اوزان نے مصلحت کے تحت چاچو اور دیان کو راہ سے ہٹنے کا کہا۔

"یہ ہوئی نہ بات، میرے لاڈلے بچے۔ چلو اب تم تینوں کی کمزوری میرے پاس رہے گی تب تک جب تک میں اور میرے یار ملک سے فرار نہ ہو جائیں۔۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔۔۔ چل گائیز۔۔۔۔۔اور ہاں میری بیٹی وحدہ کا سب مل کر خیال رکھنا، بچاری بچ گئی ہے تو اسے حویلی لا کر یہاں کا وارث بنا دینا۔۔۔ویسے تم سب مجھے داد لازمی دو اس معرکے پر۔۔۔ہاہا اپنے پوتوں کو چھوٹی سی پھپھی دینے کا یہ انوکھا کام سلطان فیروز شمشیر انصاری ہی کر سکتا ہے۔۔۔۔آسکر وننگ پرفامنس پر تالیاں تو بنتی ہیں"

فیروز کسی پاگل کی طرح ہنستا ان مجبور گارڈز سے تالیاں بجواتا جیسے ان تینوں کو بے بس کیے حویلی سے فرار ہوا، وہ واقعی اس جیسا شیطان ہی کر سکتا تھا۔

"یہ شخص پاگل ہو گیا ہے اوزان۔۔۔۔اومیرے مالکا"

طلال کا تو سر ہی گھوم گیا جبکہ اوزان نے فوری حسیب کی کال پک کی، حسیب اور ارشاد ساتھ تھے اور خوش قسمتی سے منہاس کے پاس موجود ٹریکنگ چیپ کی لوکیشن ٹریس ہو گئی تھی اسکے ساتھ پارک میں موجود سی ٹی وی فوٹیج سے کنول کی سفاکی بھی کھل کر سامنے آ گئی۔

"دیان، جا کر آئی جان اور میشی کو دیکھو۔۔۔میں ان تینوں کے پیچھے جا رہا ہوں۔ منہاس کے شوز میں ایک ڈیٹکٹنگ ڈیوائس فٹ تھی اسی سے ہمیں ان تین کی لوکیشن مل گئی ہے۔ فکر مت کرو تمہاری پنار کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔۔اور چاچو آپ کا کام یہ ہے کہ کنول کو ڈھونڈیں اور اس سے تنویر کے خفیہ فارم ہاوس کی لوکیشن لیں۔۔۔نہ دے تو آپ پر ہے اسکے ٹکڑے کریں یا کسی کھائی میں جھونک دیں۔۔اجازت ہے"

دیان کی تکلیف اس وقت صرف اوزان ہی کم کر سکتا تھا، اسکی آنکھ سے بہتا آنسو اوزان نے صاف کیا اور اسے تاکید کیے، رک کر چاچو کے غصے کو ہوا دیتا خود تیزی سے بیرونی طرف لپک گیا۔

..______________________..

درد کی ٹیس پر پنار کے سوئے احساسات بیدار ہوئے جس پر وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں جکڑے اس ٹھنڈے یخ فرش سے اٹھنے کی کوشش میں کراہ اٹھی۔

ایک ہاتھ سے سر جکڑے دوسرے سے دیوار کا سہارا لیے بیٹھی مگر کھلتی بند آنکھیں اس ویران جگہ قریب ہی بے ہوش پڑی زینو اور منہاس سکندر کو دیکھ کر کھلیں۔

"یا میرے اللہ! ہم کہاں آ گئے"

پنار نے حلق تر کرتے تھوک نگلا اور لپک کر زمین پر بے سدھ پڑی زینیش تک پہنچی۔

"زینو۔ زینو۔۔۔ منہاس بھائی"

پنار نے باری باری دونوں کے چہرے تھپکائے، منہاس تو آہستہ سے سر کی پچھلی جانب سے اٹھتے درد پر ہاتھ سر پر جماتے جاگے مگر زینیش کو ہوش نہ آیا۔

"میرے سر پر کسی نے لوہے کی چیز سے وار کیا تھا پنار بہن، یہ ہم کہاں ہیں؟"

منہاس نے تکلیف کے سنگ پنار کی خوفزدہ رنگت تکتے بتایا جس پر پنار نے بھی اپنی گردن کو چھوا جہاں اب بھی نیل اور چبھن تھی۔

"پتا نہیں منہاس بھائی، مجھے بھی کسی نے انجیکٹ کیا تھا اسکے بعد کچھ یاد نہیں لیکن یہ ہوش میں کیوں نہیں آرہی"

پنار نے زینیش کی پیلی پڑتی رنگت تکتے جھک کر اسکے سینے سے کان لگایا، دھڑکن اسقدر آہستہ تھی کہ پنار کے ہاتھ پیر کپکپائے۔

"آجائے گی پریشان نہ ہو، اسکی ہتھیلیوں کو مسلو۔ وہ گھڑے سے پانی لاو، اسکے چہرے پر چھینکو"

پاس ہی زمین پر گھڑا اور اس پر پیتل کا سٹیل کو ور دیکھتے پنار نے بھی فورا تاکید پر عمل کیا اور اس میں پانی بھرے قریب آئی۔

ہاتھ پانی میں ڈبو کر زینو کے چہرے کو تر کیا۔

اسے ہوش میں آتا دیکھے پنار اور منہاس کی جان میں جان آئی۔

"میں کہاں ہوں؟"

زینو کے منمنانے پر دونوں چڑا ہوا مسکرائے۔

"دل تو کر رہا ہے دو لگاوں کہاں ہوں کی بچی، اور کرو اس ناگن سے ہمدردی۔ دیکھو کہاں پہنچا دیا اس منحوس نے۔ یا میرے اللہ ہم اس ڈربے سے کیسے نکلیں گے"

پنار نے اسے سہارہ دیے بٹھایا تو ایک تھپڑ لگانے کا دل چاہا جس پر زینو آگے
سے روہانسی ہوئی۔

منہاس نے مسکرا کر کھڑے ہوتے ارد گرد کا جائزہ لیا مگر پھر اپنے بوٹس
دیکھتے انکے چہرے پر اطمینان اترا۔

"کیا کنول نے کیا؟ مجھے تو لگا وہ بدل گئیں پنار۔ کتنی منحوس نکلیں۔ میں نے
تم دو کی جان خطرے میں ڈال دی مجھے معاف کر دو پلیز"

زینو کا رونا شروع اور اس سے پہلے پنار بھی اسکے ساتھ روتی، منہاس کے
مخاطب کرنے پر دم سادھ گئیں۔

"فکر مت کریں آپ، اوزان بہت جلد ہم تک پہنچ جائے گا"

منہاس کی بات دونوں کو مزاق لگی کیونکہ یہ کوئی قبر جیسی جگہ تھی جہاں
سانس گھٹ رہا تھا، اس سے پہلے منہاس انکو جواب دیتا، زینو نے گردن
مسل کر گہرے سانس لینے شروع کر دیے۔

"وہی ہوا جسکا ڈر تھا، اسے بند جگہ کا فوبیہ ہے منہاس بھائی۔ زینو میرے بیبے بچے گہرے گہرے سانس لو ہم نکل جائیں گے یہاں سے"

پنار نے اسکو پکڑ کر خود سے لگایا مگر زینیش کی آنکھیں بند اور ہونٹ گہرے سانس لینے کے سبب لرز رہے تھے، وہ پورا کانپ اٹھی۔

منہاس نے بند لوہے کہ سیل دروازے کو لپک کر پوری قوت سے دھکیلا مگر دروازہ شاید لاکڈ تھا۔

"زینو۔۔۔ یا اللہ مدد کریں، منہاس بھائی اس روشن دان کو کسی بھاری چیز وغیرہ سے توڑنے کی کوشش کریں۔ سانس تو میرا ابھی گھٹ رہا ہے۔ یہ تو مر جائے گی۔۔۔۔ پلیز یہ لیں میری ہیل۔۔۔ اسے ہی دے ماریں"

پنار کی نظر اس ڈربے کے واحد بند روشن دان پر گئی تو فوری اپنی ہیلز اتاریں جس پر منہاس حیرت سے پنار کی حاضر دماغی پر سن رہ گئے مگر پھر ٹھیک نشانہ

لگاتے ہیل کی پچھلی نوک روشن دان پر اٹھ کر ماری، وہ پلٹ کر واپس آئی تو منہاس نے کیچ کی۔

دوبارہ سے کوشش کی تو روشن دان کا شیشہ ٹوٹ کر نیچے گرا مگر منہاس بروقت پیچھے ہٹ گئے تو بچت ہوئی۔

آکسیجن اندر آنے لگی، اگلے دو منٹ تک پنار تو بہتر تھی، زینیش کا بھی کافی حد تک سانس معمول پر آیا لیکن وہ نڈھال ہو گئی۔

"میرے شوز میں ڈیٹیکٹیو چیپ ہے، اوزان نے کل ہی مجھے یہ دی احتیاط کے طور پر۔ اسے وہ جلد ٹریس کر کے ہم تک پہنچ جائے گا سو آپ دوبالکل پریشان نہ ہوں"

منہاس کی دی تسلی نے پنار کو بھی حوصلہ دیا جبکہ زینیش تو بالکل بے جان سی ہو کر رہ گئی۔

..________________..

"یہ کیا کر دیا تم نے کنول؟ اگر ان تینوں میں سے کوئی مر گیا؟"

کنول اپنے باپ کے بنگلے میں بد روح بنی ہر جانب گھومتی خود کو کوس رہی تھی، اس نے جو کیا اس پر تکلیف کا شکار تھی۔

"اس نے مجھ پر اعتبار کیا تھا، اور میں نے۔۔۔۔۔"

کنول کی آواز اسکے حلق میں تب دھنسی جب طلال نے اسے گردن سے پکڑے پلٹایا۔

" دیکھا دی نہ تم نے اوقات، میں نے تم پر اعتبار کیا، دوبارہ سے تمہیں اپنے آس پاس رہنے کی اجازت دی، اوزان نے مجھے وارن بھی کیا کہ تم جیسی کبھی نہیں بدل سکتی پھر بھی میں نے تم پر ترس کھایا اور تم نے پھر سے میری پیٹھ پیچھے وار کیا"

طلال یہاں اسی پارک میں لگے سی ٹی وی فوٹیج دیکھ کر پہنچے جہاں کنول کا کیا کرایہ نا صرف ریکارڈ ہو چکا تھا بلکہ جس گاڑی میں وہ لوگ زینو، پنار اور

منہاس کو لے کر گئے اسکا نمبر بھی حسیب تک پہنچ چکا تھا، ہر جانب اس گاڑی کو ڈھونڈا جا رہا تھا۔

مقبول جان، تنویر اور فیروز اس وقت تنویر کے خفیہ فارم ہاوس میں اپنی جیت کی خوشی منا رہے تھے اور اس فارم ہاوس کا پتا صرف کنول جانتی تھی۔

"طلال۔۔ تمہارے بابا نے تمہیں مارنے کی دھمکی دی تھی قسم اٹھوا لو۔ میں اس ب۔۔ بار یہ سب کر کے بالکل خوش نہیں۔ میری آنکھیں تمہیں خوش لگ رہی ہیں۔ وہ فیروز ہے نہ جو وہ کسی کو بھی مار سکتا ہے یہ تم بھی جانتے ہو۔۔۔۔ م۔۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔ قسم لے لو میں تو اب اندر سے خود مر گئی ہوں"

کنول کے رونے سسکنے پر طلال نے اسکی گردن کے گرد جکڑا ہاتھ ڈھیلا کیا۔

"تو پھر بتاو اپنے باپ کے خفیہ فارم ہاوس کا پتا، صرف اس شرط پر میں تمہاری جان بخشوں گا"

طلال نے کڑھے تیور لیے کنول کے بھیگے متورم چہرے اور آنکھوں کو فوکس کیے غراتے استفسار کیا۔

"ہاں میں بتاتی ہوں۔"

کنول کے فوری مان جانے پر طلال نے اسے آزاد کیا جس پر وہ پاگلوں کی طرح وہیں لاونج میں پڑے اپنے فون کی طرف لپکی اور کچھ لمحوں تک اس نے ایک لوکیشن طلال کو بھیجی۔

"جب تک زینیش، پنار اور منہاس نہیں ملتے تم یہیں بند رہو گی۔ اگر کسی کا جانی نقصان ہوا نہ کنول تو یاد رکھنا تمہارے باپ کا یہی سونے کا پنجرہ تمہاری قبر بنے گا"

طلال نے اسے حقارت سے تکتے پرے جھٹکا اور سر تا پیر اس کے پژمردہ وجود پر نگاہ غیض ثبت کرتے وہ بیرونی طرف بڑھے جبکہ کنول وہیں گھٹنوں کے بل ڈھے گئی۔

وہیں دوسری جانب الماان نے جیسے تیسے کر کے اداخیل کو گھسیٹ کر وہ مین روڈ تک کا فاصلہ طے کیا، محنت وصول ہوئی اور سنسان سہی پر سڑک دیکھائی دینے لگی۔

"مجھے مار کیوں نہیں دیتا تو کیپٹن، درد سہا نہیں جارہا اب"

اداخیل کی کرلاہٹ پر الماان نے اسے وہیں درخت کے ساتھ کچی گرد آلود زمین پر بٹھایا، افق کے پار نارنجی سورج پل پل تیزی سے سرکتا ہوا ڈوبنے کی جانب گامزن تھا اور اسی لحاظ سے ٹھنڈ بھی شدت اوڑھ رہی تھی۔

باریک سی سفید بنیان اور پتلون میں الماان بھی اپنے جسم کو دھیرے دھیرے سن محسوس کر رہا تھا، پھٹے گال سے رستا خون تو تھم گیا البتہ کن پٹی لہو سے بھیگی معلوم ہو رہی تھا۔

لیکن اداخیل کی حالت اب سچ میں بہت بری تھی۔

"ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے، زبان کم چلا ایسا نہ ہو دوسری ٹانگ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے"

الماں نے بیزاریت بھرے لہجے میں کٹھور پن شامل کیے ڈپٹا اور خود نگاہ سڑک پر جمائی، لگ بھگ دس منٹ گزرے کے ملٹری وین اور اسد کی گاڑی دیکھ کر الماں کی آنکھیں چمکیں۔

"آگیا میرا چیتا"

الماں نے درد و تکلیف کے باوجود مسکرا کر فرنٹ سیٹ کھول کر نکلتے اسد کو دیکھتے ہاتھ ہلایا جو ساتھی فوجی سے گرم جیکٹ لیتا شادی مرگ کی سی کیفیت میں الماں کی طرف دوڑتے ہی گلے لگا۔

"اوہ میرے کیپٹن یار، آپ نے اس بار اسد کی جان سچ میں لے لی تھی۔ میرے ببر شیر"

اسد نے زرا آہستگی سے ہی گلے لگاتے ہی مسکرا کر اسکے جیکٹ پہنائی مگر المان کے زخمی گال اور ماتھے پر وہ پریشان ہوا۔

"ٹھیک ہوں میرے چیتے، اسے ڈالو گاڑی میں۔ ایک ڈاکٹر کی اشد ضرورت ہے جو اسکا معائنہ کر سکے۔ اسکا مرنا میجر گلزار کی موت ہے۔۔۔۔ ہری آپ اسد"

اسد اپنے ہمراہ اپنے بھروسے کے آٹھ فوجی لایا جنہوں نے زخمی ادا خیل کو فوری وین میں ڈالا جبکہ اسد گاڑی سے فسٹ ایڈ باکس بھی منگوا چکا تھا، ادا خیل کو اپنے لوگوں کے ہمراہ ڈاکٹر طارق کی جانب روانہ کیا اور خود بھی المان کی ڈریسنگ کی اور پیچھے ہی وہ دو بھی روانہ ہوئے۔

المان کا چیک آپ بھی لازمی تھا سو اسد اسکی کوئی بات نہ سنتے اسے بھی ڈاکٹر طارق کے کلینک لے گیا۔

..______________________..

"ہو گیا نہ وہی جسکا ڈر تھا، اب آپ کیا کہیں گے محترم جواد سیال۔۔ اور تم دیان آریز! بڑے دعوے کر کے تم نے پنار کی رخصتی کروائی تھی، چند دن بھی اسے نہیں سنبھال سکے"

اتفاق سے عائشہ اور جواد شام انصاری حویلی آئے تو آگے سے پنار، زینیش کے ہمراہ اوزان کے ڈرائیور کے کڈنیپ ہونے کی خبر پر عائشہ سیال نے الگ ہی فساد برپا کرنے کی تیاری پکڑے سب پر چڑھ دوڑیں۔

مشائم، ایزل مریم کو دیان نے بمشکل تسلی دے کر رونے سے چپ کروایا تھا اوپر سے عائشہ کے زہریلے الفاظ سبکو ہی از سر نو تکلیف دے گئے۔

"جواد انکل! پلیز آپ انھیں فی الحال یہاں سے لے جائیں ورنہ میں کچھ ایسا کہہ بیٹھوں گا جو بے ادبی کے زمرے میں آجائے گا"

دیان نے ضبط کا بھرپور مظاہرہ کرتے جبڑے بھینچتے چہرے پر سنگلاخ چٹان سی سختی لائے تنبیہہ کی، جواد تو خود اسے یہاں لانے پر پچھتا رہے تھے، پشیمانی کے سنگ سر ہلائے عائشہ کی بازو پکڑی جسے انہوں نے جن زادی کی قوت سے چھڑوایا۔

"اگر پناریا زینو کو کچھ بھی ہوا تو میں تم سبکو نہیں چھوڑوں گی سن لو، اور تم دیان آریز کان کھول کر سنو۔ جو میری بیٹی کی چند دن حفاظت نہیں کر سکتا اسے ساری زندگی اسکا ساتھ ملے اسکے ہر گز لائق نہیں"

عائشہ اپنے اخیر برے رویے سے سبکو مزید دکھ نہ دے سکیں کیونکہ جواد، ضبط و صبر کا تمام تر شیرازہ بکھرنے پر بنا کوئی لحاظ روا رکھے عائشہ سیال کو بازو سے پکڑے گھسیٹ کر انصاری حویلی سے باہر کی جانب بڑھے۔

"تم اس لائق ہی نہ تھی عائشہ سیال کہ تم سے محبت کی جاتی"

اسکی بازو پورچ کی سمت لا کر بری طرح خود سے کسی اچھوت کی مانند پرے دھکیلتے جواد غصے سے پھٹ پڑے۔

"ہاں بالکل میں لائق نہیں تھی تو کیا وہ ایزل تھی؟ ہاں۔۔۔۔"

جواد کی برداشت عائشہ کی اخیر بدزبانی پر دم توڑ گئی اور اس سے پہلے وہ عائشہ کے منہ پر تماچہ رسید کر کے اس بدزبانی کی سزا دیتے، ایزل نے بروقت عائشہ کو انکے تھپڑ سے بچائے سامنے آ کر جواد کو ساکن کر دیا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ جواد بھائی، عائشہ پر ہاتھ مت اٹھائیں۔ وہ اپنے بچوں کے لیے تکلیف میں ہیں، پلیز"

ایزل مریم کی منت بھری آواز اور انکو بیچ میں آتا دیکھتے جواد نے حقارت سے عائشہ پر نظر ڈالی جبکہ طلال بھی باہر ہی لپک آئے تھے۔

جبکہ عائشہ سرخ ہوتی پھٹی آنکھوں سے کبھی اپنی ڈھال بنی ایزل کو دیکھ رہی تھی کبھی اس محبوب شوہر کو جس نے پہلی بار نفرت سے دیکھ کر عائشہ سیال کو آج سہی معنوں میں ہوش دلایا۔

"یہ اپنے بچوں کی تکلیف ہے ایزل بھابھی، مجھے پتا ہوتا کہ اس نے میری زندگی اس بڑھاپے میں اجیرن کرنی ہے تو شاید میں اس تنگ نظر بے رحم عورت سے پیار ہی نہ کرتا۔ افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے اس جیسی عورت کو دل کا مالک بنایا جسے زہر اگلنے کے سوا اب کچھ نہیں آتا"

جواد کا افشار ہوتا خون طلال کے سنبھالنے سے بہتر تو ہوا مگر اس وقت عائشہ کے آنسو واقعی ندامت کا احساس لیے انکے خوبصورت چہرے کو بگھو گئے۔

"کالم ڈاون جواد بھائی، انھیں سمجھنے کی کوشش کریں۔ بھابھی جان آپ عائشہ بہن کو حویلی کے اندر لے جائیں"

طلال نے خود ہی بیچ کی تلخی کم کی اور دونوں کو الگ الگ کیا جبکہ ایزل نے روتی عائشہ کو ساتھ لگایا اور عائشہ بھی بنا کوئی اعتراض تڑپتی نگاہ منہ پھیر کر صبر و ہمت کا پیکر بن کر کھڑے جواد پر ڈالے ایزل کے ہمراہ چلی گئیں۔

"کیا کر رہے ہیں؟ جوان آولاد کے ہوتے لڑ رہے ہیں بچوں کی طرح۔ آیئے ہم لان میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ بچیاں بالکل محفوظ ہیں دونوں فکر کی بات نہیں۔ کچھ دیر تک اوزان ان تک پہنچ جائے گا"

جواد سیال کا دل اس وقت اپنی بے بسی پر چینخنے کا چاہ رہا تھا لیکن دونوں کے بارے جان کر جواد قدرے سکون کر گئے۔

ایزل مریم کے ہمراہ عائشہ کو روتا ہوا اندر آتا دیکھے دیان تو غصے سے منہ پھیر کر وہاں سے اپنے کمرے کی سمت چلا گیا البتہ میشی فوراً بے قرار سی عائشہ کے پاس گئی۔

"ممی مت روئیں پلیز"

میشی نے اپنی ملائم ہتھیلوں سے انکے آنسو پونچھے جبکہ ایزل مریم نے آہستگی سے عائشہ کو کاوچ پر بٹھایا اور سعدیہ کو اشارہ کیا جو فوراً پانی لیے آئی۔

"جاو تم دیان کو دیکھو میشی"

ایزل مریم نے دیان کو غصے سے جاتا دیکھ لیا تھا تبھی میشی کو اسکے پیچھے بھیجا خود عائشہ کو آزردگی سے دیکھنے لگیں جو سسک سسک کر روتیں ہوئیں ایزل مریم کو بھی غمزدہ کر رہی تھیں۔

"میں نے آپ سے جلن میں اور دایب سے گڑیا کی تکلیف کا انتقام لینے میں اپنا گھر برباد کر دیا ایزل، اپنے بچوں کو تکلیف دی۔ یہاں تک کہ ضد میں آکر دیان کو بھی دھمکایا کہ اگر میری پنار کو کچھ ہوا تو م۔۔ میں اس سے پنار کو چھین لوں گی۔۔۔۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔۔۔۔ میں قسم لے لیں ایسی نہ تھی۔ میں ن۔۔نے میشی کو بھی رلایا، اپنے دونوں بچوں کو تکلیف دی اور آج میں نے اس شخص کو بھی ناراض کر دیا جو میری دنیا ہے"

عائشہ کو احساس ہوا اسکی ایزل مریم کو خوشی تھی لیکن میشی کے ساتھ انکا بے برحم رویہ جان کر اس ماں کا کلیجہ دہل گیا۔

"میری میشی کا کسی معاملے میں کوئی قصور نہیں ہے عائشہ، وہ تو اس باپ کے ہوش حواس والے لمس تک سے محروم رہی جو آپکے نزدیک گناہ گار تھا گڑیا کا۔ میری میشی اپنے بابا کی ڈیتھ پر صدمے میں چلی گئی تھی، بولنا کھانا پینا ہنسنا چھوڑ دیا تھا، اس سے اندازہ لگائیں وہ کتنی نازک ہے لیکن ہم سب نے اسے لاڈ دیے، اسے بہت سنبھال کر رکھا۔ میرے لیے وہ دگنی پیاری تھی کیونکہ میرے دایب کی آخری نشانی تھی، اسے آپکو تکلیف نہیں دینی چاہیے تھی۔
"

وہ سب معاف کر سکتی تھیں اپنی اولاد کے ساتھ ناانصافی نہیں، عائشہ نے تڑپ کر انکا ہاتھ تھاما وہ خفا ہوئیں تو عائشہ تڑپ اٹھیں۔

"مجھے معاف کر دیں ایزل، پلیز میں میشی کو پنار سے زیادہ پیار دوں گی وعدہ کرتی ہوں۔ آپ کہیں نہ جواد کو وہ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ میں سب سے معافی مانگوں گی، دیان سے بھی"

عائشہ کے آنسو، انکا سسکنا اور تڑپنا ایک بار پھر ایزل مریم جیسی پیاری روح کو مہربان کر گیا۔

جبکہ میشی، دیان کے پیچھے آئی تو وہ غصے اور تکلیف کے پہاڑ پر جما کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔

"دیان بھیا"

میشی نے پاس رکتے اسکا ہاتھ تھاما جس پر دیان نے اسکی طرف خالی ویران آنکھیں جمائے دیکھا۔

"ایک دن میں اتنی تکلیفیں چمپینزی، دل ہے سینے میں پتھر تھوڑی ہے"

وہ بولا مگر آواز لرزی تبھی تو میشی نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑے اسے کاوچ پر بٹھایا اور خود بھی اسکا بازو پکڑے ساتھ لگے پاس بیٹھی۔

"عائشہ ممی بہت برا رو رہی ہیں، جواد انکل بہت چلائے ان پر۔ تھپڑ بھی مار دیتے اگر آئی جان نہ روکتیں۔ کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ وہ اب پگھل جائیں گی؟"

میشی کی حسرت و آس پر دیان نے زرا پلٹے چپت سی اسکے سر پر رسید کی، میشی نے منہ بنایا۔

"خبر دار جو تم دس بار انکے سوری کرنے سے پہلے پگھلی، ورنہ تمہاری پٹائی کروں گا"

دیان کو سب سے زیادہ جو پتا تھا اس ملکہ جذبات کا، منہ بنائے وہ ہنسی تو دیان آریز کا چہرہ بھی اذیت سے زرا نکلا۔

"ہاتھ تو لگائیں زرا آپ مجھے، میرے کیپٹن آپکو ادھر گم کریں گے جدھر سی آئی ڈی بھی نہ پہنچ سکے گی بچو"

الماں کے نام کی تڑی لگائے وہ اترائی اور باخدا اسکا یہ اترانا دنیا کے ہر رشک سے حسین تھا۔

"میری پنار، سی آئی ڈی سے دو ہاتھ آگے ہے۔ وہ ہمیشہ مجھے ڈھونڈ لے گی۔ کیا اوزان لالہ کو وہ مل گئے ہوں گے میشی، کال کرتا ہوں"

دیان نے تکلیف کے سنگ اس کا ذکر کرتے ہی فوری میشی کے سر ہلانے پر اوزان کا نمبر ملایا، اوزان کا فون تو نہ لگا تبھی دیان نے حسیب کو کال کی۔

"حسیب لالہ!"

دیان کی تڑپ اسکی پکار میں سمٹی۔

"فکر مت کرو ہم لوگ منہاس سکندر کے پاس موجود جیپ تک پہنچ گئے ہیں، اوزان اور میرے لوگ اندر گئے ہیں۔ جلدی اچھی خبر دیتا ہوں"

حسیب نے یہ خبر دے کر دیان کا سوکھے پتے کی مانند لرزتا دل زرا بحال کر دیا لیکن اوزان کے پیروں تلے سے زمین تب سر کی جب اس بند کوٹھیچ میں صرف بیہوش منہاس سکندر ملے، نہ تو زینیش نہ ہی پنار دونوں میں سے وہاں کسی کا نام ونشان نہ تھا، اوزان دائب کی چلتی کائنات تھم کر رہ گئی۔

..______________________..

"اسے کہتے ہیں زور کا جھٹکا دھیرے سے لگنا، میرا لاڈلہ بچارا! وہاں صرف منہاس کو دیکھ کر اس پر بجلیاں تو خوب گری ہوں گی۔ چچ چچ"

فیروز، تنویر اور مقبول ایک ساتھ تنویر کے خفیہ فارم ہاوس کے تہہ خانے میں کھڑے زمین پر بے سدھ پڑی پنار اور زینیش کو دیکھ کر نجس ہنس دیے۔

"ارے ایسی ویسی، اب ہمیں جلد از جلد پاکستان سے نکلنا ہو گا دوستو"

تنویر نے فوری جان بچانے کا مشورہ تھما یا مگر تنویر کے مشورے پر فیروز اور مقبول جب ہنسے تو تنویر کو کچھ عجیب سا احساس چھو کے گزرا، دل کپکپایا۔

"نکلیں گے مگر ہم سب نہیں صرف میں اور مقبول"

دونوں تنویر کے اگل بغل ہوتے تہہ خانے سے نکلے تو گارڈز نے دروازہ بند کیا، تنویر کے پورے جسم میں فیروز کی شر دبار نظروں اور بھیانک الفاظ پر کرنٹ سا دوڑا، وہ خوفزدہ ہوا۔

"کیا مطلب ؟"

تنویر نے دونوں کے بیچ سے بوکھلا کر نکلتے سرد مہری سے گھورتے پوچھا، اپنے ڈر کو ہر ممکنہ چھپانے کی کوشش بھی کی گئی۔

لیکن جب فیروز اور مقبول خباثت سے ہنسے، تنویر سے دوسرا سانس کھینچنا مشکل ہوا، ٹانگیں کپکپائیں۔

"بہت ستایا ہے تو نے تنویرے، میری کمزوریوں کو استعمال کر کے، سو اب تجھے یہ بویا ہوا کاٹنے، یقینا بہت بری موت پڑے گی"

مقبول کا بے ڈھنگا قہقہہ ابھرا ساتھ ہی فیروز نے اپنی گن حقارت سے تبویر پاشا پر تانی۔

"ت۔۔ تو پاگل ہو گیا ہے فیروز، دیکھ تو بھول رہا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کی خوشی اور ضد کے لیے تجھے دھمکایا تھا، اب تو۔۔ ہم سب جیت گئے۔ ابھی بھی اگر آپسی انتقام یاد رکھا نہ برباد ہو جائیں گے۔ وہ تو نے کسان اور اسکے بیٹوں والی کہانی نہیں سنی؟۔۔ مقبول یار اسے سمجھا نہ مجھے مت مارے"

تنویر نے کمزور پڑتی آواز کو ہر ممکنہ رواں رکھتے فیروز کا دل پگھلانا چاہا، منت کی مگر مقبول اور فیروز ایک سا شیطانی ہنسے، بنا کوئی رحم کھائے ٹھیک تنویر

کے دل پر فیروز نے فائیر کیا، ایک، دو، تین۔۔۔ فیروز کی آنکھوں کی نم پتلیاں ٹھہریں۔

جھٹکے سے وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرتے بیٹھا اور اوندھے ہوئے زمین سے ٹچا۔

"تو نے میرے دائب کو اس یعقوب کے ساتھ مل کر مارا یہ سچائی جانتا ہوں تنویرے، سو تیری یہ سزا قرض تھی۔ میری ساری اولاد سے عزیز تھا وہ، یہ الگ بات ہے میں نے اسے بڑے کرب سے گزارا پھر بھی اسکا بدلا لینے کی خوشی ہو رہی ہے۔ اب جا جہنم میں، منحوس"

دیکھتے ہی دیکھتے تنویر وہیں چند اکھڑی سانسیں لیتا دم توڑ گیا، جبکہ اس سے پہلے مقبول کے چہرے کے رنگ بھی فق ہوتے، بنا اسے سنبھلنے کا موقع دیے فیروز نے پہلو میں کھڑے مقبول کے سینے میں بھی سرعت سے پلٹتے باقی تین

گولیاں اس اجلت میں گھسائیں کہ مقبول جان کو تڑپنے کا موقع بھی نہ ملا، مقبول کی آنکھیں اس بے رحمی پر باہر کو ابلیں، سسک گیا۔

"اور تو، میرے آریز کو جان بوجھ کر مارنے والا کتا۔۔۔۔ تنویر کے ساتھ تو بھی جہنم جا۔۔۔۔۔ اٹھاو ان دونوں گندگی کے ڈھیروں کو یہاں سے اور وہاں پھینکنا جہاں انکے جسموں کو چیل کوے نوچ جائیں"

فیروز شمشیر نے دونوں کو جہنم واصل کیا اور دونوں کی لاشوں کو اپنے آدمیوں کو کہے خود سے پھنکوایا۔

اپنے چہرے تک آتی ان دو کے لہو کی بوندیں رگڑتا ہوا وہ خود فارم ہاوس کے ہال میں آیا، اپنی گن میں دوبارہ سے گولیاں بھریں، کسی مخدوش پاگل کی طرح وہ خون کا پیاسا بھیڑیا دیکھائی دیا جسے اپنی ہی اولاد کی بدعائیں نگل گئیں۔

"اب تیری باری ہے اوزان دایب انصاری، تو نے مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے ہی وارث کی جان لوں، آج ایک دادا اپنے پوتے کی جان لے کر پھر سے آسکر وننگ پرفارمنس دے گا"

سرخ نفرت سے لیس آنکھیں ہال کے انٹرنس پر گاڑے فیروز نے زہر خند خود کلامی کی جبکہ پاس آکر رکتا آدمی میز پر فیروز کے فلائنگ ڈا کو منٹس رکھتا مودب ہوئے زرا پیچھے ہٹا۔

"سائیں آپکی دو گھنٹے بعد فلائیٹ ہے، دونوں لڑکیوں کا کیا کرنا ہے؟"

اپنے آدمی کے غلیظ انداز میں کیے آخری استفسار پر فیروز کی اکڑی گردن اور تنی۔

"وہی جو مناسب ہوا، دیکھتے ہیں اوزان دایب میں کتنا دم ہے۔ ہے تو میرا ہی پوتا، مجھ سے ہارنا اس کے خون میں نہیں، پھر بھی یہ تماشا دیکھنے میں مزید ار ہو گا"

فیروز کی زہریلی ہنسی پر اسکا ساتھی شاکر بھی متفقہ شیطانیت سے ہنس پڑا۔

"جا کر لڑکیوں کو دیکھ، مر ور گئی ہیں یا زندہ ہیں۔ ہوش میں نہ آنے پائیں اوزاز کے آنے تک"

فیروز کے کہنے پر شاکر فوری فرمابرداری سے سر ہلاتا یوں اپنے دوسرے ساتھی کو لیے تہہ خانے کی جانب بڑھا جیسے چاہتا ہی یہی ہو، اسکے گندے ارادے اسکی شکل پر صاف درج تھے۔

بے ہوشی کا اثر زائل ہوتے ہی زینیش کا دم گھٹنے لگا، ہاتھ اس زمینی فرش پر مارے وہ بمشکل سانس لیے جاگی، گھپ اندھیرے کو چیڑتا لہراتا سبز بلب اور کچھ فاصلے پر بے سدھ پنار کو دیکھتی وہ اس بند جگہ دم گھٹنے کے باوجود کراہتی گردن مسلتی اٹھی، دیوار کا سہارا لیے کھڑی ہی ہوئی جب بھاری بوٹوں کی آہٹ پر زینیش نے ڈر کر دم سادھا، اپنی حفاظت کو سامنے زمین پر نوکیلی

لکڑ کی پر نظریں جمائیں اس بیچ وہ گہرے گہرے سانس لیتی خود کو کمپوز کر رہی تھی۔

"اوئے ھوئے بھئی یہ حسینہ تو جاگ گئی، چل بھئی دوبارہ تجھے بے ہوش کرتے ہیں اپنے طریقے سے"

شاکر نے کمینگی کے سنگ اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے قہقہہ لگایا، اس سے پہلے وہ زینیش کے قریب آتا وہ وہیں زمین پر پڑی لکڑی اٹھا کر اسکی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتی بڑھی مگر شاکر نے ایک ہی جھٹکے سے زینیش کو گردن سے دبوچا تبھی زینیش نے چیختے ہوئے اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش کی لیکن درد و گھٹن کے باوجود خوف نہ کھاتے وہ کیل دار ڈنڈا زینو نے اسکے منہ پر دے مارا، جس سے شاکر کا جبڑا چیر گیا اور اسی سبب شاکر نے اسے خود سے درد کے سبب تڑپ اٹھتے پرے دھکیلا جس پر زینیش کا سر بری طرح دیوار سے پٹخا۔

"تیری تو"

شاکر نے لپک کر زینیش کی گردن دبوچی، رہی سہی سانس مزید گھٹی جبکہ شاکر کے اسکی شرٹ پکڑ کر نوچنے پر زینیش بری طرح دھاڑی، شاکر کا دوسرا ساتھی چینخ سنے سیڑھیاں پھلانگتا فوراً اندر آیا۔

"اوئے کیا کر رہا ہے، فیروز جان لے لے گا۔۔۔تجھے بیہوش کرنے بھیجا تھا اسے۔۔"

شاکر کی غلیظ نظر کی تاب نہ سہتے زینیش کو لگا اس سے مزید سانس نہ لیا جائے گا اور تبھی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتے وہ وہیں گری، یہ تو شاکر کو فیروز کا ڈر تھا تبھی اپنا زخمی جبڑا مسلتا وہ تنتناتا ہوا زینیش کے بے سدھ ہوتے ہی وہ چہرے کا لہو رگڑتا وہاں سے تنتناتا نکل گیا، زینیش نے کراہ کر کروٹ لی اور وہیں بے جان ہو کر رہ گئی۔

..________________________..

"جھلی نہ ہو تو، کیوں روئے جا رہی ہے میری دھی"

شام تو آجکی بہت کربناک تھی، اک ہوک کا عالم تھا، بہار جو حسیب کا انتظار کیے لیٹے لیٹے سوئی، کسی بہت بھیانک خواب کے زیر اثر جب چیخ کر جاگی تو صائمہ صاحبہ فوری دوڑی اسکے پاس آئیں، انکے پاس بیٹھتے ہی بہار نے انکی گود میں اپنا سر رکھ لیا۔

"د۔۔دل بہت درد میں ہے صائمہ آنٹی، جیسے کسی نے میرے دل کے بہت قریب چنگاری جلادی ہو۔ حسیب تو ٹھیک ہو گا نہ؟"

بہار کے آزردہ سوال پر صائمہ بھی پریشان ہوئیں۔

"اس کے ساتھ ماں کی اور اسکی پیاری بہار کی دعائیں ہیں، بھلا چنگا ہووے گا وہ کھوتا۔ نہ گھبرا اپتری"

صائمہ کے پیار سے بال سہلانے پر وہ سکون سا انکی انگلیوں کی پوروں سے خود میں اترتا محسوس کر رہی تھی پر دل کو کیسے سنبھالتی، تھی تو بیٹی ناں، باپ دنیا سے چلا گیا اسکی خبر پہنچ آئی تھی۔

"ت۔۔تو پھر ڈیڈ؟"

بہار کی سسکی سی سانس میں دبی۔

"اس لفنگے کو رب ہدایت دے، اگر تجھے وہ بے رحم اتنا ہی یاد آ رہا ہے تو فون کر لے۔ میں تجھے نہیں روکتی پتر۔ جیسا بھی ہے تیرا باپ تو ہے ہی"

صائمہ نے جبراً سہی پر بہار کی تشفی کروائی مگر وہ یکدم اٹھ بیٹھی، فون تک اٹھایا پر پھر نا جانے کیا ہوا کہ بیٹھے بیٹھے صائمہ خانزادہ کے تڑپتے سینے لگی۔

"نہیں، میں نفرت کرتی ہوں ان سے، بیٹیوں کے ساتھ تو باپ کی محبت مثالی ہوتی ہے، ہمیشہ سنا، ہمیشہ پڑھا لیکن اس شخص نے مجھے اور کنول کو ہمیشہ

بربادی کی راہ پر ڈالا۔ بس ایسے ہی دل گھبر ا رہا ہے، کیا میں کنول آپا کو کال کر لوں صائمہ آنٹی؟"

بہار کی حسرت پر صائمہ خانزادہ کا دل کر لا گیا۔

"پوچھتی کا ہے کو ہے میری جان، کر لے تا کہ تیرا دل اس سے گل کر کے ہولا ہو۔ میں بھی آسیہ کو کہہ کر کھانا لگواتی ہوں۔ فون کر کے آجا تو بھی باہر شاباش"

وہ محبت کی حد نچھاور کیے اسکے پاس سے اٹھیں اور دائیں گال محبت و شفقت سے سہلائے اٹھ کر کمرے سے نکلیں، بہار نے فون پکڑا اور کنول کا نمبر ڈائل کیا۔

"وہ مل جائیں، وہ سلامت رہیں۔۔۔ پلیز اللہ"

کنول باہر ہی کاوچ پر بیٹھی پل پل سسک رہی تھی جب فون پر بہار کا نام دیکھے کنول نے سارے آنسو گھوٹے، کتنی ہی دیر بے یقینی سے فون سکرین کو گھورتی رہی۔

"ب۔۔ بہار! تم نے مجھے خود کال کی۔۔۔۔ کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو؟"

کنول کی آواز سے بہار کو اندازہ ہوا وہ بھی کرب میں ہے، تکلیف دگنی ہو کر رہ گئی۔

"ہمم۔ بس یونہی آپکی فکر ہو رہی تھی۔ آپ رو رہی تھیں کیا؟"

بہار کا سوال، کنول کو درد کی گہرائی میں لے گیا۔

"تم نے پہلی بار میری فکر کی، مجھ سے تو وہ بھی نہ ہوئی کبھی۔ نہیں رو تو نہیں رہی۔ بس یونہی خود سے لڑ رہی تھی۔ تم ٹھیک ہو؟"

کنول کا ٹوٹا لہجہ بہار کو غمزدہ کر گیا۔

"ہمم۔ایک بات کہوں گی تو کیا مانیں گی؟"

بہار نے تکیے سے ٹیک لگائی، کنول نے دم سادھا۔

"ہاں کہو کوشش کروں گی"

کنول کے لہجے میں آس ویقین کی ہلکی سی موجود رمق نے بہار کا دل مٹھی میں لیا۔

"برا بننا چھوڑ دیں، خود سے جڑے چند اپنے جو آپکے پاس ہیں انھیں خود سے دور مت ہونے دیں۔ موت کا ایک دن مقرر ہے آپا جسکی کسی کو خبر نہیں لیکن جیتے جی اپنی لالچ، مفاد اور خود غرضی سے کسی کا دکھ نہ بنیں، اکیلا پن موت سے زیادہ برا ہے یہ بہارے سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ کہیں دل کے نہاں خانوں میں آج بھی آپکے لیے میرے دل میں فکر موجود ہے، جو میں نکال بھی نہیں سکتی۔ ممی نے کبھی ماتھے پر بوسہ تک نہیں دیا، اور آپ نے گلے تک نہیں لگایا۔ بس میری اس محرومی کو سوچ کر سمجھ جائیں کیوں بہار

اتنے سال پاگل رہی۔ میں اس تکلیف سے جب سے باہر آئی ہوں، دعا کرتی ہوں خدا کسی دشمن کو بھی اکیلے پن سے نہ گزارے۔۔۔۔ اور آپکے لیے میں چاہ کر بھی اللہ سے ایسی سزا نہیں مانگ سکی، آپکی سفاکیت کے باوجود سو پلیز طلال انکل کو کھونے کی غلطی کبھی مت کیجئے گا۔ جیتے جی مر جائیں گی آپا"

اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی کیونکہ جانتی تھی اس سے زیادہ کنول سن نہ پائے گی۔

دونوں کی آنکھوں میں بلکتی ہوئی حسرت تھی، وہ بربادی تھی جو انکے ماں باپ نے انکے مقدر میں لکھی۔ ایک اس فیز سے گزر چکی تھی جبکہ دوسری گزر رہی تھی۔

طلاق دو لوگوں میں بھلے ہوتی ہو، لیکن اسکا اثر انکی اولاد پر کیسے کیسے ہوتا ہے یہ سوچنا بھی سوہان روح ہے۔

..______________________________..

اوزان کا ذہن وہاں صرف منہاس سکندر کو دیکھ کر بھک سے اڑتا معاوف ہو چکا تھا، اسے ریسکیو کیے وہ لوگ اس بند ڈربے سے باہر لائے، منہاس سکندر کے سر پر پہلے والی جگہ کے ساتھ ہی ویسا ہی وار کیا گیا تھا، جہاں وہ گرے ملے ادھر فرش پر خون ہی اتنا تھا کہ اوزان خوف کھا گیا۔

فوری منہاس سکندر کو ہوسپٹل بجھوایا اور خود وہ شاید اس جنگل کو ہی آگ لگا ڈالتا اگر چاچو کی جانب سے بروقت پتا موصول نہ ہوتا۔

ارشاد کو حسیب نے ہوسپٹل روانہ کیا جبکہ طفیل، حسیب اور اوزان ساتھ میں تنویر کے خفیہ فارم ہاوس روانہ ہوئے۔

جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو فارم ہاوس کے گیڈ سے چار عدد آدمی دو بوریاں اٹھا کر باہر نکل رہے تھے۔

"کہیں اس تنویر نے اپنے ساتھیوں کو ٹپکا تو نہیں دیا ویرے۔۔۔۔۔ طفیل! زرا اپتا کرو یہ منحوس بوریوں میں کیا بھر کر لے جا رہے ہیں"

اوزان اور حسیب ایک گاڑی میں جبکہ طفیل سپاہوں کے ہمراہ تعاقب میں تھا، حسیب نے پہلی خود کلامی اوزان کا ضبط سے سرخ بھبھول چہرہ دیکھے کی جبکہ ساتھ ہی ائیر فون سے طفیل کو آرڈر دیا، اندھیرا گھرا ہو چکا تھا مگر سٹریٹس لائٹس کے سبب سب واضح تھا۔

"او کے سر میں دیکھتا ہوں"

طفیل کے جواب پر حسیب نے گردن موڑے فارم ہاوس کے گیڈ کی طرف دیکھ کر اپنی گن لوڈ کرتے اوزان کو دیکھا۔

"دادا ایسے نہیں مر سکتے حسیب، انکو ہر چیز کا حساب دینا ہو گا"

اوزان کے چہرے پر نفرت کی پرچھائیاں تھیں تو سنہری آنکھیں زینیش کے اس خاص دن کے غارت ہونے پر لال۔

"اس سے کوئی وعدہ وقت پر پورا نہیں کر پایا حسیب، جب سے وہ میری زندگی میں آئی ہے تکلیف تکلیف اور بس تکلیف سہہ رہی ہے۔ آج اسکی زندگی کا خاص دن تھا، اور دیکھ میں بے بس بنا یہاں اس سے بے خبر بیٹھا ہوں۔۔۔۔۔ اور دیان! اسکی تکلیف کم کرنے کا کہہ تو آیا ہوں پر پہلی بار خوف سے دل پھٹ رہا ہے کہ اگر وہ دو یہاں بھی نہ ہوئیں"

اوزان کی آواز میں واضح ٹوٹ پھوٹ تھی۔

"فکر کیوں کرتا ہے، ہم کچھ نہیں ہونے دیں گے دونوں کو۔۔۔ طفیل کی خبر آنے دے حملہ کرتے ہیں۔ ٹنشن مت لے زینو بھابھی کی شام برباد ہوئی پر تو رات حسین کر دئیں شہزادے"

حسیب نے اسے ڈوبتے دل کو بحال کرنے کی بھرپور کوشش کی جبکہ ساتھ ہی طفیل کی آواز پر حسیب چوکنا ہوا۔

"سر، یہ تو غضبناک ہے۔ تنویر اور مقبول دونوں کی لاشیں ہیں یہ۔ میں نے چاروں کو ٹپکا دیا۔ اب ان لاشوں کا کیا کروں؟"

طفیل کی خوف سے اٹی آواز پر حسیب نے بوکھلا کر اپنی طرف دیکھتے جان ہارتے اوزان کو دیکھا۔

"یا میرے خدا! یہ سب اس نے اکیلے کیا۔۔۔ کیسا ہیبت ناک شخص ہے۔ تم ایسا کرو دونوں کی لاش تھانے پہنچاو میں واپسی پر بتاتا ہوں کیا کرنا ہے۔۔۔ ابھی آجاو سپاہیوں کو لے کر واپس ہم حملہ کریں گے"

حسیب کے جملوں نے اوزان کے ماتھے پر شکنیں اتاریں۔

بنا حسیب کی سنے وہ بپھری موج بنا گاڑی سے نکلا، حسیب بھی دوسری طرف سے اپنی دونوں گنز لیے باہر نکلا۔

"اوزان رک جا"

حسیب نے اسے روکا مگر اوزان نے نہ کوئی پکار سنی نہ کسی کی رحم بھری درخواست، گیڈ پر پڑے دونوں گارڈز کو اس سے پہلے پھڑکاتا، حسیب نے بروقت دونوں کو نشانہ لگایا۔

اوزان نے گردن موڑ کر حسیب کو کھا جاتی آنکھوں سے دیکھا جس پر حسیب نے بتیسی پھیلائی۔

"سوری برو! میں تجھے کسی کا قاتل کیسے بننے دے سکتا ہوں۔ تیرے ہاتھ شفاف دعاوں والے ہی سجتے ہیں اور ایسے ہی سجیں گے۔ اب شرافت سے میرے پیچھے چل ورنہ حسیب خانزادہ کا سر پھرا تجھے بھی ٹھوک ڈالے گا لیچڑ بننے پر۔ یہ قتل و غارت ہم پر سجتا ہے ویرے، آجا شاباش"

حسیب کے لہجے میں ایسا ٹھاٹھیں مارتا وفا کا سمندر تھا کہ اوزان کو لگا اسکے پیروں میں کسی نے بیڑیاں ڈال دی ہوں۔

"ایک نمبری کمینہ ہے تو حسیب"

اوزان نے اسکے پاس سے آگے گزرنے پر تلملا کر اسے کوسا جبکہ خانزادہ صاحب آگے بڑھتے گئے، طفیل اور سپاہیوں نے دس منٹ تک پورے فارم ہاوس کو باہر سے گھیر اتا کہ فیروز شمشیر فرار نہ ہو سکے۔

وہیں تہہ خانے میں جمع دھول مٹی اور وہیں رکھے مٹی کے تیل کی سمیل پنار کے حواسوں کو بری طرح جکڑ گئی، پنار نے گہرا سانس بھرتے آنکھیں کھولیں، سیاہ چھت اور اس سے لٹکتے مکڑی کے جالے دیکھتی وہ فوری اٹھ بیٹھی، اور یوں اچانک اٹھنے پر دماغ یوں درد کیا جیسے کسی نے بری طرح ہتھوڑے برسائے ہوں۔

پنار نے فوری زینو کو ڈھونڈنے کو نظر پھیری تو دیوار کے پاس وہ کروٹ پر بے سدھ گری پڑی تھی۔

پنار نے فورا اٹھتے لپک کر اس کے پاس بیٹھے سیدھا کیا، ہلکی سی تہہ خانے میں لگی سبز روشنی کے باوجود زینیش کا پورا چہرہ سفید دیکھ کر پنار کے حلق میں

کانٹے سے اگے، اوپر سے ماتھے پر بری طرح سرخی اور چھوٹا ساز خم آویزان تھا جس سے خون رس رہا تھا۔

ڈر کر ہاتھ بڑھائے اس نے زینیش کے ناک کے قریب اسکی سانس محسوس کرنے کو ہاتھ کیا تبھی حدت محسوس ہونے پر پنار کی جان میں جان آئی۔

"ز۔زینو! میری جان ہوش میں آو۔ یا اللہ ہمیں اس مشکل سے نجات دیں۔۔۔ اسے کچھ نہ ہو۔ پلیز اسے اپنی امان میں رکھیں۔۔ یہ کس جانور نے کیا تمہارے ساتھ"

باہر ہوتے حملے پر فیروز نے شاکر اور اسکے ساتھی کو تہہ خانے دوبارہ بھیجا تاکہ وہ دونوں لڑکیوں کو لا سکیں فیروز انکو ڈھال بنا کر فرار ہو سکے مگر پنار کو جب کسی کے قدموں کی چھاپ سنائی دی تو فوراً اٹھی اور وہیں تہہ خانے میں پڑا لکڑی کا بھاری ڈنڈا جو کافی نوکیلا تھا اٹھا کر سیڑھیوں کے پاس چھپی۔

جیسے ہی وہ دو لوگ دندناتے نیچے آئے پنار نے پوری قوت سے کھینچ کر وہ لکڑی کا تختہ جو کیلوں سے اٹا تھا دونوں کے سر میں مارے موقعے پر دونوں کو بے ہوش کیا، انہی بیہوش ہونے والوں میں ایک شاکر بھی تھا جسے زینو نے پہلے ہی کراری ذوز دی اور اب پنار کے حملے کے بعد مشکل ہی تھا اسکا بچنا۔

اور فورا سے واپس لپکی۔

زینیش کو پوری قوت سے اٹھا کر بیٹھایا اور اسکی بازو پکڑے اپنی گردن میں گما کر اپنے سہارے کے سنگ اسے اٹھائے ساتھ لیتی آہستہ آہستہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی، زینیش کے قدموں میں بھی زرا گھٹن سے نکلنے پر جان آئی جس کے سبب وہ پنار کے ساتھ اس تہہ خانے سے نکلی تو سامنے ہی کمرہ دیکھائی دیا۔

پنار نے فورا سے اسے کمرے میں لے جاتے آہستگی سے بستر پر لٹایا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے خالی گلاس کو لیے واش روم کی طرف دوڑی۔

گلاس کو پانی سے بھرا، اس بیچ باہر ہوتی فائرنگ پر پنار نے لپک کر روم کا دروازہ لاک کیا اور کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیے۔

"یا اللہ اسے ہوش دیں"

پنار نے اسکے چہرے پر پانی سے تر ہتھیلیوں کو پھیرا مگر زینیش ہوش میں نہ آئی، اسکے زخم سے نکلتے خون کو صاف کیا، وہاں کٹ تھا۔

پنار کا دل اسکے بے حس و حرکت وجود پر کانپا اوپر سے گولیوں کی آوازیں قریب سے قریب آرہی تھیں۔

"ت۔۔ تم اوزان بھائی کی امانت ہو میرے بیبے بچے، پلیز ہوش میں آجاو۔۔۔ یا اللہ ایسا مت کریں نہ۔ اسے کیا ہو گیا ہے۔ یہ ہوش میں کیوں نہیں آرہی۔۔۔ اف"

پنار نے ہر کوشش کی لیکن زینیش کا پورا وجود برف ہو رہا تھا۔

وہیں حسیب نے تمام مزاحمت کرتے غنڈوں کا کام تمام کیا، اوزان دایب اور حسیب تب تھمے جب فارم ہاوس کے مرکزی حال میں ہنستا ہوا فیروز شمشیر انکے پیروں تلے سے زمین سرکا گیا۔

"ہنس مت"

حسیب کی دھار اونچی دیواروں سے ٹکرائی لیکن وہ فیروز شمشیر انصاری کے بے ڈھنگے قہقہے تلے دب کر رہ گئی۔

"ویرے جا تو ڈھونڈ دونوں کو، میں اسے دیکھتا ہوں"

حسیب نے اوزان کی تکلیف کے پیش نظر اسے جانے کو کہا مگر اوزان اپنی جگہ سے نہ ہلا، بس نفرت سے فیروز شمشیر کو دیکھنے لگا۔

"ہاں بھئی ڈھونڈ ہی لیا تو نے لاڈلے، واقعی تو اپنے دادے جیسا شاطر اور ماہر نکلا۔۔۔ اور سونے پر سہاگہ یار بھی اپنے جیسا بنایا۔ تم دو کی دوستی مجھے بہت جیلس کرتی تھی قسم سے، میں نے آج تک حسیب خانزادہ جیسا یار نہیں پایا

نہ۔۔۔۔ خیر مارنا تو میں نے بس تجھے تھا اوزان پر اب اگر تو نے خانزادہ کو ساتھ لایا ہے تو اسے بھی موت کیا ہوتی ہے جاننا ہو گا"

فیروز کے ہاتھ میں لوڈ ہوئی گن تھی جبکہ اوزان کا ایک ہاتھ اپنی پچھلی جانب پتلون کی سمت دبی گن پر تھا جبکہ حسیب کی گن آل ریڈی فیروز پر تنی تھی۔

"اتنا مت اڑ ہوا میں فیروز کہ زمین پر گرنے کے بجائے اس گڑھے میں جا اترے جہاں تیری قبر مقرر ہے۔ پھینک دے ہتھیار ورنہ آج تیرے جسم کے چیتھڑے اڑا دوں گا"

حسیب کو اسکے اب تک اکڑنے پر آگ لگی۔

طفیل بھی دو سپاہیوں کے ہمراہ جب گنز تانے اندر لپکا تو فیروز کے چہرے پر خفیف سی فکر اتری کیونکہ فیروز کے بس دو لوگ بچے تھے جبکہ وہ لوگ نفرت اور طاقت دونوں میں حاوی لگے۔

وہیں جس روم میں پنار نے زینو کو لے جا کر رکھا، یہ آوازیں اسے بہت قریب سنائی دیں تبھی لاک دروازہ کھولے وہ زرا سا باہر جھانکی تو اسے صرف اوزان ہی دیکھائی دیا۔

دل جیسے تڑپ گیا۔

دروازہ مزید کھولے وہ جب باہر نکلی تو اوزان نے اسے دیکھا، پنار نے اسے زینو کا بتانے کو اشارہ کیا جبکہ اوزان نے جواباً اسے فیروز شمشیر پر کسی چیز سے وار کا اشارہ کیا کیونکہ فیروز اب حسیب کو زندہ درکار تھا۔

پنار نے فوری عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور کچھ مارنے کے لیے کمرے میں واپس جا کر ڈھونڈنے لگی، تبھی شیشے کا واس نظر آتے پنار نے فوری اسے پھولوں کی مرجھائی ٹہنیوں سے خالی کیا اور اپنی ہیلز بھی وہیں اتاریں، ننگے پیر ہی وہ دروازہ کھولے باہر آئی، ٹھیک اسی لمحے فیروز کے ایک ساتھی کو طفیل جبکہ دوسرے کو حسیب نے ٹِکایا اور فیروز کو بنا سنبھلنے کا موقع دیے پنار

نے پوری قوت سے وہ شیشے کا واس فیروز شمشیر کے پیچھے جاتے سر کی پچھلی طرف مارا۔

فیروز اس وار پر آنکھوں کے سامنے آتے آندھیرے پر گن وہیں پھینکے اپنا سر جکڑ گیا جبکہ حسیب نے لمحہ لگنے سے پہلے طفیل کو اشارہ کیا، لپک کر اسکی گن اٹھائے فیروز شمشیر کو فوری ہتھ کڑی پہناتے زمین پر دھکا دیے دھکیلا، فیروز شمشیر ایسا جکڑا کہ دلخراش چینخ اسکے حلق سے نکلتے ہی اسے بے ہوش کر گئی۔

پنار وہ واس وہیں پھینکتی روتی ہوئی اوزان کو دیکھنے لگی۔

"اوزان بھائی۔۔۔۔و۔۔۔وہ زینو"

پنار کی آواز حلق میں دھنسی اس سے پہلے ہی اوزان اسکے پاس سے گزرتا کمرے کی طرف دوڑا۔

بیڈ پر بے جان پڑی زینیش کو دیکھتے اک لمحہ دروازے میں ہی اس مضبوط اعصاب والے کے قدم پتھرائے، پنار اور حسیب بھی پیچھے ہی لپکے۔

"یااللہ مجھے میری زینیش کے لیے مت آزمایئے گا، میں یہ نہیں سہہ پاوں گا۔اسے میری زندگی بھی لگادیں مگر اسے مجھ سے دور مت کیجئے گا"

اوزان نے ہمت کرتے قدم اس بے حال روح نشین تک پہنچائے، نرم بستر پر لیٹی زینیش کا خوبصورت ملائم گلابی چہرہ سفید تھا، ماتھے پر گہرا سرخ نشان یہی دیکھ کر اوزان کی آتی جاتی سانس رکنے لگی۔

پنار تک روتی قریب آئی، حسیب نے بھی فوری معاملہ سنگین دیکھتے ایمبولینس کو کال کی۔

"زینیش۔۔۔زینیش آنکھیں کھولو"

اوزان نے اس کے قریب ہی جھک کر بیٹھے اسکے سر تلے ہاتھ رکھ کر اونچا کیے دوسرے ہاتھ سے اسکی گال سہلائی مگر وہ ایسی سرد تھی کہ اوزان کا دل مزید نوچ گئی۔

"کیا ہوا ہے اسے پنار؟"

اوزان نے ڈرتے لہجے میں پاس کھڑی پنار کو دیکھا جسکے اپنے آنسو تھم نہ رہے تھے۔

"پ۔۔پتا نہیں، اسے بند جگہ سے خوف آتا ہے۔ اسکی بچپن سے بند جگھوں پر سانس بند ہو جاتی ہے۔ ہم پہلے منہاس بھائی کے ساتھ جس جگہ تھے تب یہ ہوش میں تھی، لیکن اسکے بعد اچانک وہاں کچھ لوگ آئے، منہاس بھائی کے سر پر وار کیا اور مجھے اور زینو کو کچھ سونگھا کر بیہوش کیا۔۔۔۔۔۔جب مجھے ہوش آیا یہ ایسے ہی تھی۔۔ زخمی۔
نڈھال۔۔۔۔ اسکی دھڑکن بہت مدھم ہے"

پنار کے بتانے پر اوزان نے اسے بنا لمحہ ضائع کیے اپنی بازوؤں میں اٹھایا، فوری اسے لے کر ہوسپٹل روانہ ہوئے۔

دیان کو بھی حسیب نے ہوسپٹل پہنچنے کا کہا۔

خود حسیب، فیروز کا معاملہ دیکھنے تھانے نکلا۔

دیان جب ہوسپٹل پہنچا تو کوریڈور میں پنار اور لالہ کو دیکھتا وہ ان دونوں کی سمت دوڑا، پنار روتی ہوئی اٹھ کر دیان سے فوری گلے لگی۔

"پنار! تم ٹھیک ہو؟"

دیان نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے تڑپ کر پوچھا جس پر پنار نے روتے ہوئے سر ہلایا اور آئی سی یو روم کے باہر کھڑے اوزان کو دیکھتے دونوں ہی اسکی طرف بڑھے۔

"لالہ! زینو بھابھی کو کیا ہوا۔۔۔وہ آئی سی یو روم میں کیوں ہیں؟"

دیان کا دل تو اوزان کو دیکھ کر ہی کپکپایا۔

اوزان دایب کی سنہری آنکھیں متورم اور بے رنگ آج پہلی بار دریافت ہوئیں۔

"نروس بریک ڈاون ہوا ہے اسے، خوف کے سبب۔۔۔۔ اسکی زندگی خطرے میں ہے۔ اور میں یہاں کھڑا اسکی آہستہ آہستہ کم ہوتی دھڑکن دیکھ رہا ہوں، کچھ کر نہیں پا رہا"

دیان اور پنار دونوں کی آنکھیں اوزان کی حالت پر انگارہ ہوئیں خود پنار کا دل زینیش کی حالت پر آدھا ہوئے جا رہا تھا۔

"پریشان مت ہوں، ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔ آئیں یہاں۔ پنار جاو لالہ کے لیے پانی لے کر آو"

دیان نے دونوں ہاتھوں سے اس مضبوط مگر اس وقت بکھرے ہوئے شخص کو پکڑے وہیں لگی کرسیوں کی جانب لے کر بیٹھایا، پنار فوراً سے سر ہلاتی پانی لینے گئی۔

" آج کا دن بہت مشکل تھا، میں نے اپنی ذمہ داری بھی ہمیشہ کی طرح آپ پر ڈال دی۔ اللہ آپکو سرخرو کرتے ہیں ہمیشہ، آج بھی کیا۔ وہ ڈر گئی ہیں لیکن اب تو سب ٹھیک ہے، ریکور کر لیں گی۔ آپ دل مت ہاریں۔ وہی تو اوزان دایب کا کل حوصلہ ہے، ہمت تھوڑا ہاریں گی۔۔۔۔۔۔۔ "

دیان کے الفاظ اس وقت اوزان کو سنائی دینے بند تھے، وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا جیسے سانس رک گئی ہو، اسی لمحے آئی سی یو روم سے ڈاکٹر باہر نکلا۔

" کیسی ہے وہ؟ "

ڈاکٹر طیب کے چہرے کی پریشانی اوزان کا دل لرزا گئی۔

"اسکی حالت اچھی نہیں ہے اوزان، اسکی ہارٹ بیٹ معمول پر نہیں آرہی۔ اسے ہم سپیشل کیئر میں شفٹ کر رہے ہیں۔ دعا کرو اس کے لیے، ڈاکٹر دیان آپ میرے ساتھ آئیں"

ڈاکٹر طبیب نے تو رہی سہی جان بھی کھینچی۔

"کیا دعا کروں میں؟ وہ میرے سارے لفظ چھین چکی ہے، وہ تو خود میری دعا ہے۔۔۔ مجھ سے کیسے چھینی جا سکتی ہے۔۔۔ نہیں پلیز۔۔۔ ایسا کوئی مت کہے کہ وہ ٹھیک نہیں۔۔۔۔"

اوزان نے بری مشکل سے لڑکھڑاتے دیوار کا سہارا لیا تھا، پنار نے بروقت اوزان کو سنبھالنا چاہا، پکڑ کر بٹھائے پانی پلایا مگر اوزان نے ہاتھ سے گلاس پرے سرکا دیا۔

"حوصلہ کریں اوزان بھائی، پلیز"

پنار کی آنکھیں اوزان کی آزردہ حالت پر بھیگیں، لیکن اوزان کی آنکھیں تو اس دروازے پر تکلیف سے لگی تھیں جہاں وہ موجود تھی۔

"اسکی زندگی خوف اور اندھیرے سے جوڑنے والا میں ہوں پنار!"

اوزان اس وقت سمجھ نہ پایا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بس خود سے پل پل دور جاتی زینیش اسکی بھی جان نکال رہی تھی۔

"ایسا مت کہیں پلیز، اسے یہ خوف بچپن سے لاحق ہے۔ وہ بہت ڈرپوک سی بچی تھی، جسے آہٹیں بھی ڈراتی ہیں۔ الایہ آنی نے اپنی زندگی میں اسے اپنی چھاوں سے اک لمحہ نہ نکالا تبھی تو وہ ایسی بنی، کئی ڈر، کئی خوف پال بیٹھی۔ لیکن جب سے وہ آپکی ہوئی ہے وہ بہت بہادر ہو گئی ہے، دیکھیے گا ٹھیک ہو جائے گی۔ اس سے بھی سنگین حالت سے لوٹی ہے وہ، جب الایہ آنی کی ڈیتھ ہوئی تھی تب ہم انکو چھوڑ کر اس فکر میں تھے کہ کہیں ایک کے ساتھ دو جنازے نہ اٹھ جائیں۔۔۔۔۔ لیکن وہ ہمت کر کے جینے لگی، پہلے

اسکے پاس یعقوب حیدر رتھے اب تو بہت سارے اپنے ہیں۔ خود کو بلیم مت کریں۔ وہ یونہی ڈراتی ہے سبکو"

پنار کے حوصلہ دیتے الفاظ کے باوجود اوزان نے تاسف کے سنگ پنار کو دیکھا۔

"لیکن اسے کہو مجھے مت ڈرائے پنار"

اوزان کے اس ایک جملے میں ایسی تڑپ اور تکلیف تھی کہ پنار سے کچھ لمحہ کچھ بولا ہی نہ گیا۔

"اتنی محبت کرتے ہیں اس سے؟"

پنار کے سوال پر اوزان نے گہرا سانس کھینچا۔

"ہمم۔ تم نہیں سمجھو گی"

اوزان کے جملے پر پنار اداس سا مسکائی۔

"بھول رہے ہیں آپ کہ محبت اس بندی نے بھی کافی دھواں دار کی ہے، اس پرچم تلے ہم بھی کھڑے ہیں محترم"

یہ سب وہ صرف اوزان کے درد میں کمی کے سبب بولی۔

"جیسی محبت اس پاگل نے کی ہے وہاں تک کوئی نہیں پہنچے گا، لکھوالو"

اوزان کا اس درجہ رشک ویقین پنار کو دلی راحت دے گیا۔

"آپ بھی کرلیں پھر اس کی حد تک محبت، اور دعا میں مانگ لیں اسے۔ شاید وہ آپکی دعا سے ہی واپس آنے کی ضد لگائے بیٹھی ہو۔ آپ کو شاید پتا نہ ہو اسکا اک خواب یہ بھی تھا کہ کبھی وہ موت کی آغوش میں جائے تو اسے واپس زندگی کی طرف لانے والی رضا اللہ کی ہو مگر دعا آپکی ہو"

پنار کہہ کر اٹھی اور چلی گئی جبکہ اوزان دایب کتنی ہی دیر کچھ بولنے تو دور دوسری سانس لینے کے قابل بھی نہ رہا۔

ڈاکٹر طارق یہاں کے بہت جانے مانے ڈاکٹر تھے اور بڑے پرائیوٹ ہوسپٹل کے ساتھ اپنے ذاتی کلینک پر بھی بیٹھتے، اسد سے انکی بہت اچھی دوستی تھی تبھی اداخیل کی خفاظت کا طارق نے یقین دلایا۔

الماں کے گال اور ماتھے کی ڈریسنگ کیے طارق نے اسد ہی کے کہنے پر الماں کو پین کلر اور نیند کی گولی دی تاکہ وہ کچھ دیر سو لے، کیونکہ اس کھڈے میں گرنے کے سبب الماں کو کچھ اندرونی چوٹیں بھی آئیں جنکا احساس اسے جسم کے ٹھنڈا ہونے پر ہونا شروع ہوا۔

"یہ پیارا بندہ تمہارے لیے اتنا عزیز کیوں ہے اسد؟"

طارق صاحب نے بے سدھ الماں کو والہانہ پریشان نظروں سے دیکھتے اسد کو بھانپے سوال کیا۔

"جب انکی ایز آ کیپٹن تقرری ہوئی تھی تب مجھے یاد ہے ہمیں ایسے ہی ایک غدار دہشتگرد کو پکڑنے کا مشن ساتھ ملا تھا، لیکن اس بیچ میں اس قدر زخمی ہو گیا کہ بچنا مشکل تھا پر اس بہت ہی پسماندہ گاوں میں وہ واحد ڈسپینسری تھی جہاں مجھے رکھا گیا، خون کی اشد ضرورت تھی، اور آپ جانتے ہیں میرا ریر بلڈ گروپ تھا اے بی نیگیٹو۔ جو اس گاوں تو دور پورے شہر میں بھی نہ تھا لیکن اللہ نے میری جان الماان سیال کے خون سے بچائی، انکا بھی اے بی نیگیٹو تھا اور اس وقت اس ڈسپینسری کا ہیڈ ڈاکٹر حیران تھا کہ یہ اللہ کا کوئی خاص کرم ہوا ہے کہ ایک جگہ ایسے رئیر خون والے دو لوگ اکھٹے ملے جو ناممکن ہوتا ہے۔ تب سے ہم پکے سچے بھائی بن گئے، تکلیف انکو ہوتی ہے مگر احساس مجھے ہوتا ہے۔ میں نے اسی لمحے دعا کی کہ مجھے اس سروس کے بیچ ہمیشہ الماان سیال کا جونئیر رکھیے، یہ جہاں جائیں اسد انکے ساتھ جائے"

اسد کی باتوں کو سن کر طارق بھی جذب بھرا مسکرائے اور اسد کا کندھا تھپکایا۔

"خیر آپ بتائیں ادا خیل کیسا ہے؟"

اسد نے فوری رخ پلٹا۔

"حالت ابھی بری ہے، اگلے چوبیس گھنٹے اہم ہیں۔ لیکن میری پوری کوشش ہے اسکی زندگی بچانے کی باقی اللہ کے ہاتھ میں زندگی اور موت کی ڈور ہے۔ اللہ تم لوگوں کو اس مشن میں سرخرو کرے"

طارق صاحب کے امید دلاتے جملوں پر اسد سمجھنے کے انداز میں سر ہلا گیا جبکہ طارق دوسرے مریضوں کو دیکھنے کمرے سے چلے گئے، نیند کی دوا کا اثر زائل ہوا تو الماان کے احساسات بھی بیدار ہوئے، اسد مسکرا کر الماان کو جاگتے دیکھتا قریب ہی کرسی کھسکا گیا۔

جاگتے ہی اسد کو دیکھ کر الماان کے لب اک مدھر مسکان میں ڈھل گئے۔

"آپ کتنی تکلیف میں تھے اور مجھے کہہ رہے تھے میں فٹ ہوں، ناٹ فیئر کیپٹن یار۔ اب کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ آپکی وائف تک آپکو سلامت پہنچانا ہے جناب کیوں انکا دل روکنے پر تل گئے ہیں آپ آجکل"

اسد کا لاڈلہ شکوہ الماں کی مسکراہٹ گہری کر گیا، سہارہ لیے وہ تکیے سے کمر ٹیکے بیٹھا۔

"ٹھیک ہوں کافی، پریشان مت ہو۔

میرا فون تو لا دو اسد، وہ مجھے یاد کر رہی ہو گی"

الماں نے بے قراری سے کہا تو اسد جو پہلے ہی فون اسکا لا چکا تھا سائیڈ ٹیبل سے اٹھا کر الماں کو دیا۔

"کل سے یہاں کی سروس بند ہے، فائدہ نہ ہو گا کیپٹن۔ دو دن صبر کر لیں۔ جا کر مل لیجئے گا بس ہمیں اس فہیم کو سبق سیکھانا ہو گا۔ اور آپ جانتے ہیں میجر گلزار ابھی بھی اپنے اپارٹمنٹ میں نظر بند کیے گئے ہیں"

الماان نے دو تین بار کال ملائی مگر کال جا نہ سکی۔

"ہمم۔۔۔ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ادا خیل ہوش میں آلے تو ہم روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن کسی طرح انٹرنیٹ کا بندوبست کرو اسد، وہ بہت پریشان ہو گی۔ اس کو اپنی خیریت بتانی ضروری ہے اس سے پہلے وہ فہیم میری شہادت کی جھوٹی خبر ان تک پہنچا دے"

الماان کی بات میں دم تھا کیونکہ فہیم ایسا ہی سب سوچ رہا تھا، وہ لوگ کسی بھی طرح اس معاملے کو سچا ثابت کر کے میجر گلزار کو گناہ گار ثابت کرنے پر لگے تھے۔

"یار بات تو آپکی درست ہے، میں کسی چارجی ڈیوائس کا پتا کرواتا ہوں اگر کسی سے ملتی ہے تو میں آپ تک پہنچاتا ہوں۔ تب تک آپ آرام کریں آپکے لیے ڈنر بھی منگواتا ہوں"

اسد نے تاکید کرتے اسے بے فکر کیا اور اٹھ کر کمرے سے نکلا، الماں نے پھر سے کال ملائی مگر سروس بالکل بند تھی، کسی سیاسی وجہ سے۔

اور الماں کو کچھ اچھی امید اس فہیم سے ہر گز نہ تھی۔

..________________________..

رات بھی دھیرے دھیرے کٹ رہی تھی، شام جل گئی اور رات اسکی سنہری متورم آنکھوں کے سامنے چپ چاپ سلگ رہی تھی اور وہ دم گھٹنے کے سبب باہر لان ایریا میں لگے بینچ پر آبیٹھا، سردی کی شدت محسوس ہونا ختم ہوگئی تھی، پورے وجود میں کوئی نوکیلا کانٹے سا احساس سانس تک لینے میں مشکل پیدا کر رہا تھا۔

دل کو کوئی احساس آہستہ آہستہ نگل رہا تھا۔

"پلیز واپس آجاو، تمہارے بغیر میری چمک اٹھتی دنیا دیکھو کیسے ویران پڑی ہے۔ میں تمہارے معاملے میں بہت چھوٹے دل کا مالک ہوں، یہ رک جائے گا۔ صرف تمہارے دور جانے کے خیال تک سے"

دل پر ہاتھ سر کا کر ہتھیلی کے سنگ رکھے سرد فضا میں دھواں اگلتا گھٹن سانس بھرتا ہوا وہ اس رات کی طرح بوجھل لگ رہا تھا، سرد مگر خاموش، آج تو کوئی پرندہ تک بول نہ رہا تھا بس سرد ہوا کے جھونکے گھٹن میں اپنی طرف سے ہر صورت کمی کر رہے تھے۔

"أنا أحبك جداً

انت حياتي الثانية

هل اعجبك ام لا

ستمتلك قلبي دائمًا

أخبرتك، مازلت أخبرك

سأموت بدونك

إذا تركتني

إذن أين أذهب؟

أنت رغبة قلبي

أنت راحتي

لا تبتعد عني،

أنا بحاجة إليك كثيرًا"

(میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں

تم میری دوسری زندگی ہو

تم چاہو یا نہ چاہو

تم ہمیشہ میرے دل کی مالک رہو گی

تم سے کہا تھا اب بھی کہہ رہا ہوں

میں تمہارے بغیر مر جاوں گا

اگر تم مجھے چھوڑ گئی

تو میں کہاں جاوں گا؟

تم میرے دل کا قرار ہو

تم میرا سکون ہو۔

مجھ سے دور مت جانا،

مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے"

درد سے اٹی نم آنکھیں اوزان نے فون کے رنگ کرنے پر رگڑیں، ان نان نمبر پر گہرا سانس بھرتے بقیہ سارے آنسو حلق میں انڈیل کر کال ریسو کی۔

"ہائے"

مقابل سے نرم سی پکار، اوزان نے حیرت سے اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کی، بیڈ پر نیم دراز لیٹی، سیاہ نائیٹ سوٹ میں وہ بوجھل لگ رہی تھی۔

" آپکا نمبر عدم بھائی سے لیا تھا جاتے ہوئے، سوچا تھا دل اداس ہوا تو آپ سے بات کرلوں گی۔ آپکو پتا ہے ڈیڈی مجھ سے ملے، وہ مجھے جلد لے جائیں گے"

وحدہ کی آواز پہچاننے میں اسے آج مشکل ہوئی کیونکہ اوزان اپنے حواسوں میں نہ تھا، اسکے لہجے کی خوشی بہت خوبصورت تھی، اوزان کے دل نے اعتراف کیا۔

"بہت خوشی ہوئی سن کر"

اوزان کی آواز میں پھیلا کرب اس پار وحدہ نے بھی محسوس کیا تبھی لیٹے سے گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"آپ اداس ہیں انکل؟"

اوزان اسکے سوال پر ساکن ہوا، وہ کیسے اسکی اداسی جان گئی۔

"تمہیں کیسے پتا چلا؟"

اوزان کے حیرت بھرے سوال پر وہ دھیما مسکرا کر واپس لیٹی۔

"آپکی آواز کی شوخی غائب ہے نہ، کیا جس طرح میں نے سالوں کا غبار آپ سے بانٹا آپ مجھے نہیں بتا سکتے؟ ایکچولی بچپن سے سب کہتے ہیں میری دعاوں میں بہت اثر ہے، بس مجھے خود کی دعا نہیں لگتی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپکے لیے دعا کر سکتی ہوں"

وحدہ کے ملائم، مرہمی، معصوم الفاظ اوزان کو مزئد درد میں مبتلا کر گئے، شاید اس میں بھی دایب انصاری جیسی روح تھی، مہربان، درد بانٹنے والی۔

"دعا تو چاہیے تمہاری"

اوزان نے کچھ دیر بعد بہت مشکل سے جملہ ادا کیا۔

"تو بتائیں نہ، پورے دل سے دعا کروں گی آپکے لیے"

وحدہ نے دل و جان سے یقین دلایا۔

"میری روح درد میں ہے، تکلیف میں ہے۔ اسے اس اذیت سے نجات ملے یہ دعا کر دو۔ مجھے اپنی دعا نہیں لگتی وحدہ۔ اور اس وقت میں ٹھیک نہیں کیونکہ وہ ٹھیک نہیں، میری خوشی۔۔۔ میرا ہونا۔۔ میری اپنی سانس، میرا اپنا دل"

اپنی مضبوط آواز کے باوجود وہ اسکی لرزش پر قابو نہ رکھ سکا، وحدہ سمجھ گئی وہ کسی سپیشل کے لیے دعا چاہتا ہے، اتنی سپیشل جو اسے خود سے بھی پیاری ہے، یہ جان کر وحدہ کو بہت سارا سکھ ملا۔

وحدہ کے دل کو عجیب سا لگا وہ اتھا اس آواز سے، اب اسکی تکلیف سے۔

"ڈن، لیکن آپ جب نیکسٹ مجھ سے ملیں گے تو پہلے جیسے کول بن کر ہی ملیے گا ایسے ادھورے نہیں اور ان کے ساتھ، مجھے جاننا ہے اتنی سپیشل ہستی کون ہے آپکی لائف میں۔ میں خود بھی کول ہوں اور چاہتی ہوں میرا یہ فرینڈ بھی ہمیشہ ایسا ہی رہے۔ اب آپ آنکھیں بند کر کے جہاں بیٹھے ہیں اس جگہ کی خاموشی کو گہرائی سے محسوس کریں، وحدہ نے آپکے لیے کیا دعا کی یہ آپکو سنائی دے گا۔ فون آن رکھیں"

وحدہ اسے حیران کرتی رابطہ ویسے ہی جوڑے رہی، اوزان نے اسکی بتائی تاکید پر عمل کرتے اپنی سنہری آنکھیں بند کر لیں، کال جاری تھی۔

وہ ایک خوبصورت سی روشنی بند آنکھوں سے بھی محسوس کر رہا تھا، اس روشنی میں اک معطر کرتی خوشبو گھلی تھی۔

"میں زیادہ تو نہیں جی سکی، یہی پندرہ سال تو عمر ہے میری۔ چھوٹی سی، لیکن میں روح کے درد کو پہچانتی ہوں۔ جانتے ہیں کیسے؟ میری ممی مجھے جنم دے کر چلی گئیں لیکن انکی روح کا درد مجھ میں ہی کہیں باقی رہ گیا، میں جب پہلی بار گری تو روئی ہی نہیں، جب اپنے ساتھ کھیلتے بچوں کو روتے چیختے دیکھتی تو حسرت ہوتی کاش یہ پانی میری آنکھوں سے بھی نکلتا، مجھے بھی روح کے درد سے نجات دیتا لیکن ایسا نہیں ہوا، رونہ پانے والے اس دنیا کے سب سے ان لکی لوگ ہیں، لیکن پھر یہ تکلیف مجھے بہت کاٹتی۔ میں نے پھر دعا کرنی سیکھی، مجھے آہستہ آہستہ پتا چلا مجھ سے رونے کا حق چھیننے والا اللہ مجھے دعاوں کی قوی قبولت میں خود کفیل کر چکا ہے۔ میرا رونہ پانے کا دکھ کم ہوا، میں خود کو چھوتی ہوا تک کو دعا دیتی ہوں۔ پھر آپ نے تو ایک ملاقات میں ہی مجھے پہاڑ جیسا کر دیا۔ ایک اور بات، مجھے نہ آپ سے مل کر ایک اپنائیت کا

احساس ہوا، ایسا ڈیڈی کے ساتھ بھی فیل نہیں ہوتا۔ شاید آپ تھوڑے وحدہ جیسے ہیں۔

میں نے دل میں دعا کی ہے آپکے لیے، آپکی روح سکون پائے گی، بہت جلد۔ روح کی تکلیف کسی دوا سے ٹھیک نہیں ہوتی، اسکا علاج دعا کرتی ہے۔ ہم دو کی دعا خود کے لیے قبول نہیں ہوتی اسکا مطلب ہے ہم واقعی کافی ملتے ہیں، اب آپ اس روشنی اور خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے پر سکون ہو جائیں، اور میرے لیے بھی بدلے میں دعا کر دیں۔ میرا دل ڈیڈی کے لیے اداس ہے، اور یہ اداسی بلاوجہ نہیں۔ وہ میرے لیے ہنستے روتے مر جانے والے انسان ہیں، دعا کریں وحدہ کو جیتے جی ان سے کبھی محروم نہ ہونا پڑے۔ شب بخیر دوست"

وہ اوزان کو اپنی دعا سے بے خبر رکھے ہی رابطہ توڑ گئی، جبکہ وہ روشنی اور خوشبو اب تک اوزان کی بند آنکھوں سے جڑی تھی، وحدہ کے لیے تو وہ یہ دعا پہلے ہی مانگ چکا تھا۔

اوزان کو ایسا لگا جیسے اس روشنی اور خوشبو کا سفر اچانک آسمان کی جانب ہوا ہو، اسکی بند آنکھیں کھلیں تو چار سو پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دی، اس پہر پرندے جاگے تھے؟ حیرانگی کی بات تھی، اس پہر فضا میں اتنی ہلچل غیر متوقع تھی۔

شاید وہ پرندے ہی وہ دعائیں ہوں جو قبولت کا لمس ملتے ہی کھلکھلائی ہوں، اسے وحدہ کی دعا خود کو لگتی دیکھائی دی۔

وہیں زینیش کے سرہانے بیٹھی پنار اسکا ہاتھ پکڑے کب سے اسکی بند آنکھیں دیکھ کر تکلیف میں ڈوبی غمزدہ تھی مگر اسکی آنکھوں کی حرکت پر پنار کا ڈوبتا دل بحال ہوا۔

"زینو۔۔۔ میرے بیبے بچے تم نے ہماری جان نکال لی تھی"

زینیش اب تک دواؤں کے اثر میں تھی، آنکھیں کھولنا اور سانس لینا اب بھی مشکل تھا لیکن وہ پنار کے آنسو اپنا ہاتھ بڑھا کر ضرور پونچھے بمشکل مسکا سکی۔

"ہمیشہ کی طرح، ا۔ اوزان ک۔۔ کہاں ہیں۔۔۔ و۔۔ وہ آدمی۔۔۔ اس نے میرے س۔۔ ساتھ ک۔۔ کچھ کیا ہے کیا؟۔۔۔ ا۔ اسے م۔۔ میں نے۔۔۔"

زینیش کے بھرپور حواس بیدار ہو کر جاگتے ہی وہ سب یاد آنے پر اچانک تڑپ اٹھی، پنار کو اسکی آڑی ترچھی باتیں مزید پریشان کر گئیں۔

حسیب اسی لمحے ہوسپٹل آیا مگر لان میں اوزان پر اسکی نظر نہ پڑ سکی، سیدھا وہ زینیش والے روم میں ہی داخل ہوا تاکہ اس سے بھی بیان لے سکے۔

"بھابھی کو ہوش آگیا۔۔۔ بھابھی آپ ٹھیک ہیں؟"

حسیب کے کمرے میں داخل ہو کر پکارنے پر وہ پنار کے سہارے زرا سا اٹھ کر تکیے سے کمر جوڑے بیٹھی، اسکی آنکھوں کا خوف حسیب اور پنار دونوں کو متفکر کر گیا۔

"و۔۔وہ آدمی۔۔۔اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا، م۔۔مجھے دھکا دیا۔۔۔ج۔۔جب وہ میرے قریب آرہا تھا۔۔۔۔"

زینیش کی کانپتی کمزور آواز میں بتائی بات سنے حسیب سارا معاملہ سمجھا اور تبھی اپنا فون نکال کر شاکر کی زخمی ہونے کی تصویر نکال کر زینو کو دیکھائی جو پہلے ہی زینیش پر حملہ کرنے اور پنار اور زینیش سے پٹنے کا اعتراف کرنے کے بعد بے ہوش ہو گیا تھا۔

"کیا یہی تھا وہ خبیث؟"

حسیب کے پوچھنے پر زینو نے ڈر کر فوری سر ہلایا۔

"پریشان نہ ہوں بھابھی، جب آپ اس پر حملہ آور ہوئیں اور اس نے آپکو دھکا دیا تو آپکے بیہوش ہوتے ہی یہ باہر نکل گیا تھا، اس نے آپکو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ ٹنشن مت لیں۔ ریلکس ہو جائیں کچھ برا نہیں ہوا"

حسیب کے بردرانہ انس کے سنگ اس ڈری زینو کو یقین دلانے پر زینیش نے گہرے سانس بھرتے روتے ہوئے اپنے آنسو رگڑے، پنار نے اسے خود سے پیار سے لگائا۔

"اس منحوس کو تو میں نے بھی مزہ چکھایا تھا، کمینہ کہیں کا۔ تم اس ٹنشن میں نروس بریک ڈاون کروا بیٹھی ہو۔۔۔ اف زینو اف۔۔۔ جو ہوا ہی نہیں اس کے ڈر کے سبب تم جان سے جانے والی تھی۔ کیا کروں میں تمہارا۔ ہم سبکی جان سولی پر لٹکا دی تھی تمہاری اس حالت نے"

پنار کا اپنا دل اب تک سہما تھا جبکہ حسیب بھی دونوں سہیلوں کے لاڈ تکتا مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکلا تو دیان کو وہیں راونڈ پر آتے دیکھتے رکا۔

"لالہ آپ؟ سب ٹھیک ہے۔"

دیان کے استفسار کے ساتھ ہی حسیب نے پکڑ کر اسے پیار سے گلے لگایا خود دیان اس اچانک گلے لگانے پر تھوڑا ڈرا۔

"سب ٹھیک ہے دیان آریز، بلکہ سب بہترین ہے، میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے، جانتا ہوں یہ معافی کا مناسب وقت اور جگہ نہیں لیکن کبھی تمہیں اپنے دل سے نہیں نکالا، تم میرے چھوٹے بھائی ہو اور ہمیشہ رہو گے۔ دعا ہے اللہ اب ہم سبکے سکون میں کمی نہ ہونے دیں"

اج کے اس کربناک دن کا اختتام اتنی بڑی جیت پر ہو گا یہ دیان نے بھی کہاں سوچا تھا، جذباتی سا یہ ملن واقعی حسین تھا۔

"میں زرا اس دیوداس کو دیکھوں کہاں ہے، اسکی روح نشین نے بچارے کی جان لینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی وہ بھی اک ڈر کے سبب۔۔۔"

حسیب نے مسکرا کر الگ ہوتے ہی دیان کی گال تھپکاتے اسے حیرت میں ڈالا اور خود اوزان کو ڈھونڈنے نکلا جبکہ دیان بھی فوری اندر کمرے کی جانب لپکا تاکہ معاملہ جان سکے۔

حسیب ہوسپٹل سے باہر نکلا، ٹھنڈ کے شدید جھونکے نے اک لمحہ پورے وجود کو ٹھٹھرایا، ہر طرف طائرانہ نگاہ گھمائے آخر کار اسے ہوسپٹل کے لان کے آخری کنارے وہ دیوانہ شخص نظر آہی گیا، سیاہی سے نکلنے کے باوجود سیاہی میں ڈوبا ہوا اوزان دایب، حسیب نے قریب جا کر پاس بیٹھتے مسکرا کر تاحد نگاہ پھیلی رات کو اسکے ہمراہ دیکھا۔

"ایک بات نوٹ کی ہے میں نے، جب بھی تو مکمل سیاہی سے نکلتا ہے یہ سارے حادثے تیرے ساتھ تبھی ہوتے ہیں۔ شاید بلیک رنگ جیلس ہو جاتا ہے تجھ پر یہ نکھرے اجلے رنگ دیکھ کر"

حسیب کے بے ڈھنگے مشاہدے پر اوزان نے ذرا گردن موڑے اسکو خالی نگاہوں سے دیکھا جو اسکی زندگی کا ایک گھنا سایہ تھا۔

"اتنی آنکھیں کیوں سوجالی ہیں تونے، بھابھی ٹھیک ہیں۔ انکو لگتا تھا کسی خبیث انکو ہاتھ لگالیا ہے، شاکر نامی خبیث نے گندی نظر ڈالی تھی ان پر، پر تیری چیتی روح نشین نے ایسا جبڑا چیڑا اسکا، مار بھی دیتیں اگر وہ کمینہ انکو دھکا نہ دیتا۔ انکا سر دیوار سے ٹکرایا اور وہ گرنے کے ساتھ جب اس آدمی کی وحشی نظر خود پر گڑی محسوس کرنے کی تاب نہ لاسکیں تو ذہنی دباو اور درد کے ایک ساتھ حملے نے انکو یہاں تک پہنچادیا"

حسیب کے روانی میں بتانے پر اوزان نے اسے برہمی سے گھورا۔

"شاکر۔۔۔۔ زندہ ہے یا گاڑ دیا تونے اسے؟"

اوزان نے تنتنا کر پوچھا، حسیب دھیما سا اسکے دو روپے کے رعب پر مسکرایا کیونکہ یار بڑا اداس اور پریشان تھا، ٹھیک سے آنکھیں بھی نہ نکال پایا۔

"گواہی دینے تک جی گیا کافی ہے، پنار اور زینیش صاحبہ دونوں نے مل کر اسے موت کے کنارے تو بھیج ہی دیا، باقی کی کسر ماہ بدولت کے یہ ڈولے شولے پوری کر دیں گے۔ تو بس ٹھنڈ کر سوہنیا، جا مل لے اپنی چہیتی سے۔ انکی یہ سپیشل رات بھی گزر گئی پر اب انکی بقیہ زندگی حسین کر دینا۔۔۔۔۔ ساتھ سلامت رہے، سالگرہیں کئی آئیں گی میرے شہزادے"

حسیب کے دل پر رکھے سارے بوجھ بھی اترے لیکن ابھی اسے بہار کو اسکے باپ کی موت کی خبر دینی تھی، اوزان نے مسکرا کر حسیب کی گال سہلائی۔

"دل کر رہا تجھے آئی لو ویو کہہ دوں شودے"

اوزان کے مسکراتے جملے پر حسیب پہلے ہنسا پھر فوری اس بھکے جن سے کوسوں دور سرکا۔

"جا کر اپنی والی کو کہہ، میں ایسا لونڈا نہیں ہوں ویرے"

حسیب کا چونچال پن لوٹا تو دونوں ایک سا اس چول کی بات پر ہنسے۔

"کمینہ، تو نہیں سدھرے گا"

اوزان اٹھا تو حسیب بھی یوں سانس کھینچے اٹھا جیسے بہت تھک گیا ہو۔

"ہم سدھر گئے تو کئی لوگوں کی دنیا اجڑ جائے گی ویرے۔۔۔۔ چل جا، میں بھی حویلی جا رہا ہوں۔ تنویر جیسا بھی تھا اسکی بیٹیوں سے اسکی موت اور ماتم کا حق نہیں چھیننا چاہیے، بہار کو یہ خبر دینی ہو گی اور میں نے طلال انکل کو بھی کہتا ہوں کہ کنول کو بتائیں، اسی نے ہمیں تنویر کے فارم ہاوس کا پتا دیا سو اسکی غلطی اس اچھے عمل کے آگے دب گئی اسکا سبکو اعتراف کرنا ہو گا، تنویر کی ڈیڈ باڈی پوسٹ مارٹم کے بعد پاشا مینشن بجھوا دوں گا، اور ہاں اپنے جنگلی دادے پادے کی اب ڈائریکٹ پھانسی کے لیے تیار رہ۔۔۔۔۔ کل ملتا ہوں"

حسیب نے اسکے تمام مسائل کے حل ہونے کی اشتیاق کے سنگ خبر سناتے اجازت لی جس پر دونوں گلے لگے، اوزان واپس ہوسپٹل کی جانب آیا تو پنار اور دیان وہیں کوریڈور میں موجود تھے۔

"لالہ بھی آگئے"

دیان نے اوزان کو وہیں آتے دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے وہ؟"

اوزان کی بے تابی پر دونوں ہئ مسکرائے۔

"جی لالہ۔ رات انکو یہیں رکھیں گے سو آپ انکے ساتھ رہیں۔ میں اور پنار واپس حویلی نکلتے ہیں وہاں سب پریشان ہوں گے۔ ان ادر ورڈز ہم آپ دو کو کھلی پرائیویسی دے رہے ہیں"

دیان کے شرارت سے کہنے پر پنار بھی نرم سا ہنسی لیکن ابھی اوزان سے مسکرانا مشکل تھا، بے قرار نگاہیں اس جانب سرک رہی تھیں جہاں وہ راحت موجود تھی۔۔

دونوں کو مطمئین کیے انصاری حویلی روانہ کیے وہ خود بھی زینیش کے پاس جانے کو لپکا۔

ڈاکٹر طیب نرس کے ہمراہ اندر ہی تھے، ڈرپ ختم ہو چکی تھی، نرس اسے اتار کر ڈاکٹر صاحب کی ہدایات پر سر ہلا رہی تھی جبکہ زینیش بند آنکھیں کیے نڈھال سی لیٹی تھی، ہوسپٹل کے لائیٹ آسمانی ٹراوزر شرٹ میں ملبوس اسکے ملائم چہرے کا سرخ وسفید رنگ زرازردی میں گھلا دیکھائی دے رہا تھا، اوزان کے کلون کی مہک اپنی سانسوں میں گھلتی محسوس کرتے ہی اس نے اپنی بند آنکھیں فوراً کھولیں، اوزان کی سوجھی آنکھیں دیکھتے لمحے میں زینو کی آنکھوں میں نمی جھلملائی۔

"کیسی ہے یہ اب؟"

اوزان نے فکر مندی سے زینیش پر سے نظر ہٹائے ڈاکٹر طیب کو مخاطب کیا۔

"کافی بہتر ہے، کل تک اگر اسکی کنڈیشن قابل اطمینان ہوئی تو ہم ڈسچارج کر دیں گے۔ خیال رکھو اسکا، اور گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ اب خطرے سے باہر ہے"

ڈاکٹر طیب نے مسکرا کر دونوں کو باری باری دیکھا اور پیار بھری شفیق نظر نڈھال سی زینو پر ڈالے اسکے سر پر ہاتھ رکھے کمرے سے نکلے، نرس بھی انکے ہمراہ ہی روم سے نکلی بھی اور دروازہ بھی بند کر گئی۔

زینیش نے اوزان کی نظروں میں سمٹے کرب کو برداشت نہ کرتے اپنا ملائم ہاتھ اسکی طرف بڑھایا۔

"دوبارہ اتنی تکلیف دینے کے بعد یوں ہاتھ بڑھاو گی تو کبھی نہیں تھاموں گا، اسے آخری وارننگ سمجھنا"

زینیش کے اس اپنی جانب بڑھے ہاتھ نے اوزان کو درد کی گہرائی میں اتارا لیکن جب وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکے پاس ہی اپنا سب ہار جاتی کیفیت میں بیٹھا تو زینیش نے زرا سا اٹھ کر بیٹھتے اپنی سمت بیٹھے اوزان کا چہرہ اپنے ملائم ہاتھوں میں لیا۔

"م۔۔میں نے ہمیشہ کوشش کی اوزان کہ آپکی ہمت بن سکوں، کمزوری نہیں۔اور وعدہ کرتی ہوں اسی جدوجہد میں ہی آخری سانس لے گی زینیش۔م۔۔مجھے لگا وہ شخص۔۔۔۔بہیوش ہونے سے پہلے میں نے جو آخری منظر دیکھا تھا وہ اس آدمی کا وحشیوں کی طرح خود کی طرف لپکنا تھا۔۔۔آئی ایم سوری، میں نے آپکو تکلیف دی، میں آپکو کبھی تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی"

وہ رو تو نہیں رہی تھی پر اسکی آنکھوں میں جمع تیر گی بہت سے غم کی ترجمان تھی، اوزان نے اپنے چہرے سے جڑی اسکے دونوں ملائم ہاتھ پکڑے ہتھیلیوں کو چوما تو اوزان کی آنکھوں کے کنارے نم ہوئے، ان سنہری آنکھوں کے ایسے کرب نے زینو کی جان سے سلب کی۔

"ہاں تم نے مجھے تکلیف دی، بہت۔"

اوزان کے کمزور جملے، اسکی گہری اداس آنکھیں زینیش کو مزید آدھا کر گئیں پھر اوزان کا اس سے نظر چرانا تاکہ اپنے آنسو رگڑ سکے، دلخراش تھا۔

"معاف نہیں کریں گے تو میں آپکو پیار کیسے کر پاوں گی؟"

زینیش نے اپنے ہاتھ چھڑوائے، اسکے صبیح ماتھے پر بے ڈھنگے ہو کر بکھرے بال پیار سے سمیٹے اپنے ہونٹوں کو اس بے داغ پیشانی سے جوڑا۔

"مجھے نہیں چاہیے پیار، تم پیار پیار کے چکر میں ہمیشہ میری جان نکالنے کی کوشش کرتی ہو۔"

اوزان نے اسکے نڈھال نرم گداز وجود کو اپنے سینے میں چھپاتے روٹھے لہجے میں کہا تو وہ ٹوٹی شاخ کی مانند اس میں سما جاتی اسکے شانے کے گرد اور دوسری بازو، اسکی بازو تلے سے نکال کر پشت پر ہاتھ باندھے، رو تو سا مسکرا دی، کئی لمحے ان کہے لفظ دھڑکنیوں کی زبانی سننے میں صرف ہو گئے، جب زینو کو لگا وہ حوصلے میں واپس آگیا تب وہ اسے پکاری۔

"ڈر گئے تھے آپ؟"

پیار سے اسکی چوڑی پشت سہلاتی وہ سرگوشی میں بولی۔

"ہمم۔ دعا کی تھی میرے لیے؟"

اوزان کے سر ہلانے پر وہ اسکی خوشبو میں سانس بھرے بولی۔

"نہیں کروائی تھی، جب تمہیں پتا تھا میری دعا مجھے نہیں لگتی تو ایسا خواب کیوں دیکھا۔ تمہیں دعا دینا خود کو دعا دینے سا ہے زینو، ایک ہی بار مجھے اپنے سب خواب بتا دو، اچھے والے رکھ کر ایسے برے والے میں کہیں دور پھینک

آوں گا۔ مجھے تمہارے چھن جانے کے خوف سے دوبارہ کبھی نہیں رونا۔ سن رہی ہو تم؟"

زینیش کے لیے یہ گرفت، یہ احساس سکون اتنا پیارا تھا کہ وہ اسکے ایسے بے خود و ناراض جملوں پر بھی کھلکھلا دی۔

"بڑے دانت نکل رہے ہیں؟"

اوزان نے جھٹکے سے اسے خود سے آزاد کیا، وہ فوراً ہنسی حلق میں دبا گئی، اوزان کی شاکی نظروں کی تاب نہ سہتے پھر سے زینو نے اسکے شانے میں سمٹنا چاہا مگر اوزان نے اسکو پکڑ کر اسکی پشت دو کھڑے نرم تکیوں سے جوڑی اور زرا سا اسکی جانب جھکا۔

"کیوں ہنسی ہو؟ مجھے رلا کر مزہ آ رہا ہے؟"

اوزان کے تیور، اسکی ناراض سنہری آنکھیں دیکھتے زینیش نے بھینچی بھینچی سانس کھینچے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، آپ یوں بہت کیوٹ لگتے ہیں نہ۔۔۔ تبھی۔ میں کیوں رلاوں گی، کیوں رلانا چاہوں گی۔ میں ہنسی کیونکہ آپکی محبت میرا سب سے بڑا سکھ ہے، کیا غصہ ہو گئے مجھ پر، غصہ نہ ہوں"

زینیش کی بھیگنے کو تیار آنکھیں اسکے ہونٹوں کی ہم نشین تھیں، اوزان نے باری باری اپنے دہکتے لبوں سے اسکی وہی پر حجم آنکھیں چومیں، زینیش کی آنکھوں کو ملتے اس سرور پر اسکے لب مسکرائے، اوزان نے مسکراتے ہونٹوں پر جھکتے پیار بھرے لمس عطا کیے، اپنی سانسوں سے ہوتے ان پر شدت گھبرائی سانسوں کے حلاوت خیز ملاپ پر زینیش نے دھیرے سے اپنی آنکھیں اوزان کو محسوس کرنے میں حد کرتے ہوئے کھولیں۔

"غصہ ہوں، آج تک جتنا میں نے تمہیں سپیشل فیل کروایا اپنے قریب لا کر، جیسے بھی اس طرح تم مجھے فیل کرواو گی۔ اور وہ بھی ایک ہی بار۔ یہ غصہ تب ہی اترے گا"

زینیش اسکی شرط سنے سرخ چہرہ لیے اسے گھوری۔

کان کی لو تک سرخی پہنچی۔

"آپ پاگل ہو گئے ہیں؟"

زینیش کی آواز کانپی۔

"ہاں ہو گیا ہوں، کر دیا ہے تم نے پاگل۔۔۔، ایک ہفتے کا وقت بھی دیا۔ لیکن مجھے تمہاری طرف سے وہ سب چاہیے، ایوری تھنگ۔"

اوزان کے شدت بھرے رویے اور تقاضے پر ابھی سے زینیش کا حلق سوکھا۔

"کتنا سارا سپیشل فیل تو کروا چکی ہوں اوزان، کیا جان لیں گے۔۔۔۔ تھوڑی تو رعایت دیں"

زینیش نے التجاء کی۔

"مجھے ہماری گولڈن ایوننگ، گولڈن نائیٹ اور گولڈن مارننگ اگین چاہیے وہ بھی بہت سپیشل، اور ایسی جگہ جہاں صرف میں اور تم ہوں۔۔۔۔بس یہی شرط ہے میرے ماننے کی اور یہ سب میرے لیے تم خود ارینج کرو گی۔ہاں تھوڑا بے شرم ہوں جو اپنے منہ سے کہہ رہا ہوں، لیکن اتنی بے شرمی اب چل جائے گی"

اوزان نے مغرور ہوتے منہ کھول کر جیسے غائبانہ ارمانوں کی تکمیل کی جان لیوا لسٹ تھمائی، زینیش نے گھبرا کر اوزان کے کڑے تیور دیکھے۔

"اللہ جی یہ بندہ میری جان لے کر رہے گا"

زینیش نے دل ہی دل میں سوچتے مسکرا کر اس کا پھیرا چہرہ اسکے چہرے سے ہتھیلی لگا کر پھیرتے خود کی سمت کیا۔

"ہماری گولڈن نائیٹ ہو نہیں چکی؟"

زینو نے بچ نکلنے کی آخری کوشش کی۔

"وہ گولڈن نائیٹ تھی؟ رونے پیٹنے میں ضائع ہو گئے ہمارے سب سے سپیشل مومنٹس۔ مجھے نہیں پتا، تم اسے میری ضد سمجھو یا جو بھی"

اوزان کے منہ بسورنے پر زینو مسکرائی۔

"اوکے مجھے منظور ہے"

ہنس کر لجائے فوری اقرار کیا۔

اوزان نے حیرت سے دیکھا اور پھر مسکرا کر معنی خیر سی نگاہ ڈالے اسکے نرم گداز وجود کو واپس بازووں کے گھیرے میں بھر گیا۔

"آئی پرامسس اب سے آپکی ہر شام، رات، اور صبح گولڈن ہئ ہو گی بلکہ پر لمحہ۔ آپ خوش تو میں خوش. اب مسکرا دیں نہ پلیز"

اتنے پیار سے تو جان مانگتی تب بھی اوزان دایب سے انکار مشکل تھا۔

"مسکراوں گا کیوں نہیں، تم میرے پاس ہو یہ مسکراہٹ کی وجہ کم نہیں ہے، دوبارہ مت کرنا ایسا۔ میں واقعی بہت ڈر گیا تھا، کیا ضرورت تھی کنول کے ساتھ واک کرنے کی، بھلے وہ بدل گئی ہے پھر بھی اسکی یہ وقتی بیوقوفی تمہیں مجھ سے چھین لیتی تو کہیں کا نہ رہتا"

اب تک ڈر اوزان کے اندر موجود تھا، اسکے مضبوط لہجے کو لرزا گیا، زینیش نے اداس ہوتے اوزان کے چہرے کا ہر نقش آنکھوں سے چھوا۔

"مجھے لگا وہ بدل گئی ہیں، مجھے کبھی غلط نہیں لگتا۔ وہ تکلیف میں تھیں، انکے جھوٹے آنسوؤں میں بھی اک سچائی تھی۔ جب آخری سہارہ بھی چھننے لگے تو بڑے بڑے ظالم تڑپ اٹھتے ہیں۔ میں بابا کو کہوں گی انکو ایک موقع دیں، اور آپ ان پر غصہ نہیں کریں گے۔ پلیز میری خاطر"

اوزان نے چند لمحے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جو کنول کے اتناسب کرنے کے باوجود اس سے نفرت کرنے کے بجائے اسکے لیے الٹا اوزان کا دل بھی نرم کر رہی تھی۔

"تم کس مٹی کی بنی ہو زینو، میرا دل تو کنول کی جان لینے کا چاہ رہا ہے"

اوزان نے اس درجہ مہربان صفتی پر زینو کو سرد نظروں سے لتاڑا۔

"نہیں نہ پلیز، آپ صرف مجھ پر توجہ دیں۔ اور بتائیں کس سے دعا کروائی آپ نے میرے لیے"

اوزان کی ساری خفگی تو زینو کے باہیں گلے میں حائل کر لینے نے دور کی پھر وہ اپنے سوال سے اوزان کو مسکراہٹ بھی بخش گئی۔

"اپنی چھوٹی سی پھپھو سے"

اوزان کا جواب زینو کے لیے جھٹکا تھا۔

"کیا۔ پھپھو؟ کیا ہماری کوئی پھپھو بھی ہے اوزان؟"

اس بار زینو نے صرف اسکی پھپھو کہنے سے گریز برتا تبھی تو اوزان ہنسا، اسکی ناک سے ناک رگڑی۔

"یس یہ تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے، صبح تمہیں ملواتا ہوں اس سے۔۔۔ابھی مجھے اپنی حسینہ کی جاتی جاتی برتھ ڈے حسین کرنے دو، سی۔۔پانچ منٹ بچے ہیں تمہارا سپیشل دن گزرنے کو"

اوزان کل سب سے وحدہ کو ملوا کر ہی زینو کو بھی ہر چیز بتانے والا تھا جبکہ اوزان کے کہنے کی دیر تھی زینو نے نظر گما کر وال کلاک پر ڈالی اور پھر ڈرتے ڈرتے اوزان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکی۔

"اور اس پانچ منٹ آپ کیا کرنے والے ہیں؟ ہم ہوسپٹل میں ہیں اوزان۔۔۔پلیز یہ جگہ اور وقت بہکنے کی نہیں نہ مجھ میں ہمت ہے آپکو ہوش دلانے کی"

ڈرتے ڈرتے وہ مقابل کی روح سہلاتی گرفت اور دل گدگداتی شریر نظروں سے خائف منمناتے اتنی کیوٹ لگی کہ اوزان نے بس پکڑ کر اسے اپنے دل سے کسی خزانے سا لپٹایا۔

"کہاں سے لاتی ہو ایسی باتیں، تمہیں دیکھنے، گلے لگانے کے بعد کا مرحلہ تمہاری انہی باتوں کے سبب تیزی سے طے پانے کو مچلتا ہے۔ دل چاہتا ہے وہ تمہیں خود میں ہی کہیں اتار کر چھپالے، اتنی پیاری مت ہو جانا مجھے کہ میں تمہیں کتنا پیارا ہوں یہ بھول ہی بیٹھوں۔"

ایسی جان لیوا بے بسی صدقہ اتارنے کے لائق تھی، وہ بس مسکرا ہی پائی، ان دھڑکنوں نے سب کہہ دیا جو اسکے سینے میں اتر کر پورے درد کرتے جسم کو راحت بخش رہی تھیں۔

"مجھے نیند آ رہی ہے"

اتنے پیارے حصار میں وہ ایسا کہے گی، اوزان نے فوری زرا دور ہوتے گھورا۔

"بد تمیز لڑکی"

اوزان کے بے ارادہ بڑبڑانے پر زینو کا نیند کی خماری میں ڈوبی ہنسی کمرے میں گونج کر کسی ساز کا روپ بدل گئی، وہی ساز جس پر اوزان کا دل دھڑکنے لگا تھا۔

"بد تمیز لڑکی ابھی بیمار ہے، ٹھیک ہونے دیں مجھے۔ آپکو پھر بتاوں گی کتنی خطرناک ہوں"

چیلنجنگ سنہری آنکھیں چار ہوئیں، اوزان نے آئیبر واچکاتے لپک کر اسکی ٹھوڑی پیار سے چومی، زینیش گدگداتی مسکائی۔

"میں خود پتا کروالوں گا کہ کتنی خطرناک ہو، ڈونٹ وری، فی الحال مجھے بہکانا بند کرو اپنی ان آنکھوں کے نشے سے۔۔۔ چلو سو جاو ترس آرہا ہے تم پر"

ترس محترم کو اپنی آنکھوں پر بھی آیا تھا جو خود بھی درد میں تھیں، اور ایسا کیسے ممکن تھا وہ سکون میں ہوتی اور اوزان کو بے چین رہنے دیتی۔

" آجائیں یہاں، آپکے لیے الگ سے بیڈ نہیں لگے گا یہاں بھلے آپکا اپنا ہوسپٹل ہے۔ آئے بڑے مجھ پر ترس کھانے والے"

اترا کر زرا سائید پر ہو کر لیٹے اوزان کے لیے جگہ بناتی وہ واقعی آفت تھی، اوزان نے ہونٹوں کو باہم بھینچ کر امڈتا قہقہہ روکا اور اٹھ کر ساتھ ہی بیٹھا، محترمہ اتنے پیارے سہارے کے ملتے ہی بازو سے لگے سر اسکے شانے سے ٹکا گئی جیسے یہ کر کہ زینیش کو اضافی سکون ملا ہو۔

"بہت تیز ہو گئی ہو"

اپنا ایک بازو اسکے گرد حائل کیے اپنے ساتھ لگاتا شکوہ کرنا نہ چاہتا تھا پر خود بخود ان ہونٹوں پر ایسی ضوفشاں شریر مسکراہٹ اور خوشی زینو کے چہرے پر ہمکتی دیکھ کر مچل گیا۔

"ہونا پڑتا ہے سمجھا کریں"

لب مسکراتے ہوئے پھیلے اور دونوں نے ایک دوسرے سے سر ٹکائے ویسے ہی مسکراتے ہوئے آنکھیں موندیں۔

کچھ لمحے سرکے، شانے سے وہ سرکتی اوزان کے سینے میں چہرہ چھپائے سمٹی، اوزان نے مسکرا کر آنکھیں کھولتے زرا اپنی کمر کے پیچھے بھی تکیہ اڑسایا، کچھ دیر اسکے موجودگی کو محسوس کیا۔

"روحي، نبضات قلبي، راحتي، كل شيء"

(میری روح، میری دھڑکن، میری راحت، میرا سب کچھ)

اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اسکی ملائمت پہلے لبوں سے چوم کر محسوس کی اور پھر اسکی ہتھیلی اپنے گال سے جوڑ کر اس پر اپنا ہاتھ رکھے خود بھی اس احساس سکون میں آنکھیں بند کرلیں۔

..________________..

طلال نے جواد سیال کا غصہ قدرے کم بھی کیا اور ایزل مریم کے سمجھانے اور معاف کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ انہوں نے دل سے سب سے معافی بھی مانگی اور جواد سے بھی پوری پشیمانی کے ہمراہ سوری کیا۔

دونوں بچیاں خیر و عافیت سے تھیں جبکہ منہاس کی حالت کے بیش نظر انکو بھی ٹریٹمنٹ دے کر رات تک ہوسپٹل ہی رکھا گیا، سر کے شدید وار نے انکو کافی نڈھال کر دیا۔

جبکہ پنار اور دیان کے ساتھ حویلی واپسی پر سب ہی پنار سے ملے، ایزل مریم تو ہوسٹل جا کر زینو کو بھی خود دیکھ کر مل کر تسلی چاہتی تھیں پر دیان نے انکو مطمئین کر دیا اور یہی پریفر کیا کہ صبح تک انتظار کریں کیونکہ ممکن تھا کل زینو گھر بھی آجاتی۔

ڈنر چونکہ کسی نے نہیں کیا تھا مگر جب سب ٹھیک ہوا تو ایزل مریم نے سعدیہ کو ڈنر لگوانے کا کہا۔

جواد اور عائشہ کو بھی روکا جبکہ دیان کو عائشہ نے جو دھمکایا اور شرط رکھی وہ بھی پنار کو جب معلوم ہوئی تو کتنی ہی دیر وہ دیان کو خفا ناراض نظروں سے دیکھتی رہی، سب موجود نہ ہوتے تو وہ ضرور دیان سے اس پر لڑتی۔

"یہ سب میری ان سکیورٹیز تھیں، میں نے اپنے بچوں کو کیا کیا دکھ دیا وہ اب محسوس ہو کر مجھے تکلیف دے رہا ہے۔ آئی ایم سوری دیان۔ پلیز مجھے معاف کر دو، میں کیا کرتی میں بہت خوفزدہ تھی"

ڈنر کے بیچ ہی طلال کو حسیب کی کال آئی تو وہ سب سے معذرت کرتے اٹھ گئے جبکہ دیان نے اک نظر بڑی امی کو دیکھا اور پھر ساتھ ہی بیٹھی پنار کو جسکی ناراضگی ابھی اسے سہنی تھی۔

"جو ہو گیا اسے بدلا نہیں جا سکتا، لیکن میں نے آپکو معاف کیا۔ میں سمجھ سکتا ہوں آپکی کنڈیشن۔ چھوڑیں یہ معافی تلافی، خوشی اور شکر کا لمحہ ان پرانی کڑوی باتوں کو دہرا کر ضائع نہیں کرتے ہیں"

دیان سے ایزل مریم کو اسی طرح کے خوبصورت جواب کی امید تھی تبھی تو وہ اسکی گال سہلائے دل سے اس بڑے پن پر مسکرائیں۔

میشی بھی دل سے مسکرا رہی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے دیان، اللہ ہم سبکے دلوں کو ایک دوسرے کے لیے صاف ہی رکھیں اب۔ کھانا کھاتے ہیں، اداسی کو پیچھے چھوڑ دیں سب"

جو اداب تک زرا بر ہم دیکھائی دے رہے تھے، درحقیقت عائشہ نے گزشتہ چند دنوں انکا اتنا ستایا کہ اب تک وہ اسکے سنور سدھر جانے کا یقین خود کو دلا نہ پا رہے تھے۔

جبکہ وہیں طلال باہر لان میں ہی آ کر رکے تھے۔

"اوہ۔ برائی کا انجام برا۔ میں سمجھ گیا۔ اچھا کیا تم نے بتا کر، میں جاتا ہوں پاشا مینشن۔ تم بھی بہار کو سنبھال لینا"

طلال کو ان دونوں بہنوں کے لیے دلی افسوس تھا جبکہ حسیب بھی سیدھا گھر ہی روانہ تھا۔

طلال نے گارڈ کو اندر اپنی روانگی کا بتانے کا کہا اور خود فوری روانہ ہوئے۔

آدھے گھنٹے تک انکی گاڑی پاشا مینشن کے پورچ میں رکی، چوکیدار دروازہ بند کیے واپس اپنی کوارٹر کی سمت بڑھ گیا۔

گاڑی لاک کیے وہ تیزی سے راہداری عبور کرتے بھاگنے کے انداز میں گھر کے اندر پہنچے، دروازہ اب تک باہر سے لاک تھا، ہنڈل گمائے طلال نے گاڑی کی چابی وہیں ابتدائی دیوار سے ملحقہ میز پر رکھی اور تیزی سے لاونچ کی سمت بڑھے، کنول وہیں فرش پر گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھی رو رہی تھی، اسکی سسکیاں اس گھٹن و وحشت میں ڈوبے ویران گھر میں گونج رہی تھیں۔۔

"کنول"

اپنے قریب آکر رکتے طلال کی نرم پکار اسے کوسوں دور سے سنائی دی پھر بھی اس نے فوری سر اٹھایا، طلال کو دیکھتے وہ فوراً اٹھی مگر لڑکھڑانے کے سبب اس سے پہلے گرتی، طلال نے اسے کمر سے پکڑ کر سنبھالا، دونوں نے اک لمحہ اک دوسرے کو دیکھا اور آنکھیں چرا لیں۔

کنول کی آنکھیں تب سے رو کر اخیر سوجھ چکی تھیں، ناچاہتے ہوئے بھی طلال کو اس عورت کی حالت غمزدہ کر گزری۔

"و۔۔وہ ٹھیک ہیں نہ، پلیز کہو طلال ان تینوں کو کچھ نہیں ہوا۔ فیروز نے کہا تھا وہ تمہیں مار دے گا تبھی مجھے دھمکایا کہ میں ایسا کروں۔ مجھ سے جس مرضی کی قسم لے لو میں نہیں کرنا چاہتی تھی، سب ختم تو نہیں ہو گیا؟ اگر کسی ایک کو بھی کچھ ہوا ہے تو تم مجھے خود مار دو۔۔۔۔پ۔۔پر مجھے پولیس کے حوالے نہ کرنا۔۔۔۔۔ تم میرا گلا دبا دو۔۔۔۔۔ مجھے اتنا سا بھی درد نہیں ہو گا"

وہ اپنے کیے پر آج جیسے تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی، طلال کے لیے سچ میں یہ مکافات دیکھنا محال تھا، صرف ایک اولاد کھونے کی تکلیف اس عورت کو کہاں سے کہاں لے آئی، پہلی بار ہی سہی کنول کی اس حالت پر اس شخص کو بہت تکلیف ہوئی۔

"تینوں ٹھیک ہیں، لیکن تم نے آخری موقع تو گنوا دیا کنول۔ تم نے پھر سے مجھے تکلیف دی، میری ان دونوں لاڈلیوں کو موت کے منہ میں ڈالا، پوری فیملی کو اذیت سے گزارا۔ میں تمہیں نہیں مار رہا، بخش رہا ہوں لیکن مجھے یہ سب کر کے تم نے کھو دیا ہے"

اسے پکڑ کر کاوچ پر بٹھاتے وہ خود اسکے ساتھ ہی بیٹھ کر اسکی جانب دیکھتے بولے، لہجے میں سفاکیت سی تھی، کنول نے انکی ہر بات، ہر جملہ، ہر لفظ سنا، برداشت کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں میں نے تمہیں کھو دیا لیکن ایک بات بتانا چاہتی ہوں بس وہ سن لو۔ پہلے مجھے تم سے محبت نہیں تھی۔ اتنی سی بھی نہیں، بلکہ مجھے تمہاری تکلیف بن کر تمہیں جلانا پسند تھا، الایہ کا نام لے کر تمہیں تکلیف دینے پر بہت مزہ آتا تھا۔ سچ کہہ رہی ہوں۔ جلن ہوتی تھی، تمہیں اپنے نام لگا کر رکھنے کا شوق تھا، تم جب مجھے نفرت دیتے تھے میں وقتی زلت محسوس کرتی تھی پھر پہلے جیسی ہو کر سب بھول بھال جایا کرتی۔۔۔"

کنول کا اک اک لفظ تکلیف کی انتہا میں گھلا تھا، طلال کی اپنی آنکھیں کناروں سے سرخ ہوئیں، وہ اسے آزردگی سے تک رہے تھے۔

"سب ٹھیک تھا، تب تک جب تک تم نے اس بری اور ناشکری عورت کو خود سے دور رکھا تھا، سب ٹھیک تھا لیکن اس کے بعد سب اندر ہی اندر بدلنے لگا۔۔۔ آہستہ آہستہ۔۔۔ میں خود نہیں سمجھی کہ بھول بھال جانے والی وہ کنول کہاں گئی، اسکے بعد جب جب تم نے مجھے نفرت سے دیکھا میں اندر ہی اندر مرتی گئی۔۔۔ تھوڑی تھوڑی۔۔۔"

وہ تڑپ کر روتی اپنی آنکھیں رگڑے کبھی کرب سے مسکرائی اور کبھی حسرت سے طلال انصاری کی سنہری آنکھوں کا کرب دیکھنے لگی۔

"جب مجھے پتا چلا میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں تب بھی تھوڑی ایسی خوشی بھی مجھے محسوس ہوئی جو بہت سچی تھی۔ نہیں سمجھی تب بھی لیکن جب وہ چلا گیا نہ میں ساری مر گئی۔۔۔۔ اسکے بعد میں اس کنول کو کرید کرید کر باہر نکالتی رہی، وہ جہاں دفن ہوئی میں اس مٹی کو کھودتی رہی کہ نہیں کنول کیسے ہار سکتی ہے، کیسے مر سکتی ہے۔ پھر ایک لمحہ ہی لگا مجھے آج یہ سمجھنے میں کہ مرنے والے کبھی نہیں لوٹ سکتے۔ سو اب وہ گندی کنول مر گئی ہے۔۔۔ میں جانتی ہوں اب میرے ہونے نہ ہونے سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن میں یہ بات دل میں نہیں رکھ سکتی پتا نہیں تم دوبارہ اتنے قریب ملو یا نہیں۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں، کچھ الگ والی۔۔۔ اب مجھے تمہارا بدلے میں پیار نہ بھی ملا تو بھی کچھ نہیں ہو گا۔ نہ میں تڑپوں گی نہ

تمہاری کمی پر روؤں گی۔۔۔بس یہی کہنا تھا اب تم جاؤ اپنی بیٹی اور لاڈلی کے پاس۔۔۔۔بس میں ٹھیک ہوں"

وہ اپنی بات مکمل کرتی اپنے بے ربط سانس کو استوار کیے یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اپنا سایہ بھی طلال کے لیے اچھا نہ سمجھتی ہو۔

طلال بھی اٹھ کر کھڑے ہوئے، وہ آنکھوں میں کرچیاں سمیٹ کر ان سے منہ پھیرے کھڑی انھیں جانے کا راستہ دے رہی تھی، ذرا پرے سرک کر، بھلے حلق میں طلال سے دور ہونے پر کانٹے اگ آئے تھے۔

"یہ اظہار تیرہ سال پہلے کرتی تب بھی میں یہی کرتا"

طلال نے اسکا کپکپاتا ہاتھ جسے اس نے مٹھی کی صورت بھینچا تھا، پکڑ کر اسے اپنی سمت پلٹایا۔

خوبصورت خدوخال والی وہ عورت اسکی محبت کا اور کیا ثبوت دیتی کہ آدھی ہو کر رہ گئی تھی، اپنے چہرے پر سلوٹ تک نہ آنے دینے والی آج صدیوں

کی بیمار لگ رہی تھی، جسکے چہرے کی تازگی اس سے روٹھی تھی، جسکا شوہر اس سے خوش نہ ہو وہ عورت آخر کب تک شاداب رہ سکتی ہے۔

"کیا؟"

کنول نے اسکے چہرے کو تکتے سسکی کی صورت پوچھا۔

طلال نے جھک کر بنا تکلف اسکی جبین چومی اور آہستگی سے اس بکھری کنول کو اپنے پہاڑ سینے میں جذب کیا۔

"قبول۔ لیکن تب تم ایسی تھی ہی نہیں جسے قبول کیا جاتا اور یہ تم نے بھی مان لیا ہے، تمہیں اللہ نے ایک ٹوٹے بکھرے شخص کا مرہم بننے کا موقع دیا تھا لیکن تم نے تیرہ سال اسے ہر لمحہ گنوایا۔

تم نے بہت ستایا ہے مجھے کنول لیکن میں نے بھی ہر بدلا لیا۔ اب جب تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے تو تمہیں اسکی سزا سہنے دوں یہ میرے مرد ہونے کی توھین ہے۔ پہلے بھی میری محبت نے اس معصوم الایہ کو نگل لیا، مجھ سے

محبت کرنے کی سزا میں اجڑ گئی وہ، مزید کسی کی موت کا بوجھ میرا یہ دل برداشت کرنے کا اہل نہیں رہا اب۔

معاف کر رہا ہوں لیکن اب اگر تم نے مجھے تکلیف دی یا دینے کی کوشش کی تو قسم اٹھاتا ہوں تمہیں بھی مار دوں گا اور خود بھی مر جاوں گا"

طلال انصاری کی زندگی اب خود بھی تھک گئی تھی، اب اگر یہ بھی مر جاتی تو ان سے جینا واقعی دوبھر ہوتا۔ اور شاید انکی قسمت بھی ایسے فیصلے ہی کی طلب گار تھی۔

کنول نے اس حصار میں سمٹے ہی وہ سارے آنسو بہائے جو اسکے دل میں دب کر گھٹن بنے تھے۔

"الایہ ر۔ روٹھ جائے گی تم سے"

کنول نے اسکے حصار کو پرے کرتے ہوش دلائی۔

"وہ تو پہلے ہی مجھ سے روٹھی ہوئی ہے، شاید اسطرح وہ یہ جان جائے کہ طلال انصاری بے رحم نہیں ہے۔ اسے بھی منالیتا، اسکے پیر پکڑ تا اگر وہ مجھے موقع دیتی، مجھے پاس آنے کی اجازت دیتی"

طلال کی آنکھوں میں الایہ کے لیے تکلیف دیکھ کر کنول کا دل تڑپا۔

"میں آخری سانس تک تم سے الایہ کی باتیں سن سکتی ہوں، تم مجھے بتاناوہ کیسی تھی میں ویسی بن جاوں گی۔ تمہارے لیے"

کنول کے لہجے میں کھارا پن تھا، طلال کی تکلیف اب دگنی تکلیف دے رہی تھی۔

"اس جیسا کوئی نہیں ہے، تم تو ہرگز نہیں"

طلال اب بھی دل توڑنے میں سفاک تھے پر کنول مسکرادی، ہاں اس مسکراہٹ نے اسکی آنکھوں کے گوشے نم کیے۔

"میں ہو بھی کیسے سکتی ہوں، اس نے تمہیں اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت دی ہے۔ بیٹی کی صورت۔ اور میں تو۔۔۔۔"

کنول نے حسرت سے کہتے یکدم طلال کے ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اٹھانے پر خاموشی اختیار کی۔

"تم بیٹا دے دینا اگر میرا دل جیتنا چاہتی ہو"

طلال ہرگز مزاق کے موڈ میں نہ تھے بلکہ انکی آنکھوں میں الگ سی چمک تھی۔

"ل۔۔ لیکن۔۔"

کنول کے ہونٹ پھڑ پھڑائے۔

"تمہاری دوست نے اسی دن سب مجھے بتا دیا تھا، اس خوف سے کہ میں تمہیں چھوڑ نہ دوں تم نے اسے یہ جھوٹ کہنے پر مجبور کیا۔ جانتی ہو کنول

میں اس لمحہ ہی سمجھ گیا کہ وہ سنگدل کنول کہیں مر رہی ہے تھوڑی، اب اگر تمہیں طلال انصاری چاہیے تو یہی ڈیل کرنی ہو گی۔ مجھے بیٹا دو اور میری نظروں میں اپنا کھویا وقار واپس پالو"

کنول کی آنکھیں سچ میں بھیگیں، سسک پڑتی وہ بے یقین بھرائی آنکھوں سے طلال کو دیکھ رہی تھی۔

"ت۔۔ تم مجھے اپنے قریب آنے دو گے؟"

کنول کا سوال ایسی آس میں گندھا تھا جو طلال کو دکھ کئ گہرائی میں لے گیا۔

"ہاں بنا قریب آئے تو تم مجھے اولڈی مگر ہنڈسم ڈیڈی تو نہیں بنا سکتی، وہ کیا ہے ابھی تک ایسی کوئی ٹیکنالوجی ایجاد نہیں ہوئی"

طلال کے شریر ہوتے جملے پر وہ ہنستی ہوئی انکے سینے میں سمٹی اور پہلی بار اس عورت کو گلے لگا کر خود طلال کو بھی کوئی برا احساس نہ ہوا بلکہ دل کچھ مسرور ہوا۔

"کنول"

کچھ دیر جب وہ انکے سینے لگی رونے کے بعد انکی موجودگی کے سکون کو محسوس کرنے لگی تب طلال نے اسے نرمی سے پکارا۔

"کیا ہوا؟"

وہ فوری گھبرائی، اب تو آہٹ بھی ڈراتی۔

"تنویر پاشا۔۔۔۔ مر گیا"

یہ سچ بتاتے وہ خود دکھ میں تھے جبکہ وہ جو ابھی رونے سے رکی پھر سے آنکھوں سے چند آنسو ٹوٹ گرے، یہ آنسو اس باپ کی موت سے زیادہ اس شخص کے گھولے زہر کے سبب تھے جو اس نے ساری زندگی اپنی اولاد کی رگوں میں گھولا تھا۔

"مجھے امید تھی اسکی، انہوں نے بہت برا کیا۔ اپنی اولاد تک سے"

شاید اس نقطے پر طلال اور کنول بالکل ایک جیسے تھے، دونوں کے باپ نے ساری زندگی اذیت دی۔

"ہمم۔ سبکو بویا ہوا کاٹنا پڑتا ہے۔ تم نے بھی کاٹا ہے اولاد کھو کر۔۔ خیر بیٹھ جاو میں تمہارے پاس ہوں۔ اس دکھ میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ جن سے محبت ہو ان سے ان لمحوں بڑی امید ہوتی ہے"

وہ اسے پکڑ کر بٹھائے خود بھی بیٹھے مگر انکا آخری جملہ انکی اپنی آنکھیں انگارہ کر گیا۔

کنول انکے سینے سے لگی جبکہ طلال نے اپنی آنکھ سے ٹپکتا آنسو پونچھا۔

"اسے بھی کتنی امید تھی مجھ سے، اس لمحے جب وہ رسوا ہو کر میری گلیوں سے نکلی تھی۔ تم نے بہت بڑی سزا دی ہے مجھے الایہ، لیکن یہ سزا میں صرف اس لیے سہہ رہا ہوں کہ اس دوسرے جہاں میں تم مجھے روٹھی ہوئی

نہ ملو، بلکہ مجھے اپنے گلے لگا کر یہ کہو کہ تم نے مجھے معاف کیا۔۔۔اگر ایسا نہ ہوا تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا"

یہ سزا شاید انکی طے تھی ورنہ الایہ نے تو اس شخص کو آخری سانس بھرتے ہی معاف کر دیا تھا۔

وہ یقیناً انکی دوسرے جہاں منتظر تھی کیونکہ طلال کی سزا بس دنیا تک تھی جو انکے محبت کو رسوا ہونے دینے پر قرض تھی۔

بھلے انکے پہلو میں ہزاروں عورتیں آجاتیں لیکن انکے دل کا پہلو تا عمر بس الایہ سے آباد تھا اور یہی الایہ کی وہ جگہ تھی جسکی وہ معصوم عورت لائق تھی۔

..________________________________..

ڈنر کرتے ہوئے رات کا ایک بج گیا، جبکہ دیان اور پنار خود جواد اور عائشہ کو باہر پورچ تک سی آف کرنے آئے۔

"پنار!"

بابا سے راضی خوشی گلے ملتے پیار لیتی وہ ممی کے پکارنے پر ناراضگی و سرد مہری سے چہرہ موڑ گئی جس پر دیان نے نظر پنار اور پھر اداس ہو جاتی عائشہ پر افسوس کے سنگ نظر ڈالی۔

"مجھ سے ابھی تک ناراض ہو پنار"

عائشہ نے نم آنکھوں سے پنار کو دیکھے تاسف و تکلہف کے سنگ پوچھا جس پر وہ پلٹ کر گھوری۔

"تو کیا آپ نے جو میرے اور دیان کے بیچ میس کریٹ کرنے کی کوشش کی وہ اتنی آسانی سے معاف کر دوں، ابھی آپ پر اور آپکے داماد دونوں پر غصہ ہے سو پلیز اس وقت مجھے مت چھیڑیں"

پنار نے قطعیت بھرے لہجے میں ممی کو کھرا جواب دیا جبکہ جواد اور دیان زرا مسکراہٹ دباتے دیکھائی دیے شاید وہ سسر داماد کی کوئی سیکرٹ سمائیل تھی۔

"کافی غصہ ہے سنبھال لینا، ہمیں اجازت دو۔۔۔ چلو عائشہ دماغ مت خراب کرو منہ لٹکا کر"

جواد نے ہی زبردستی کار ڈور اوپن کرتے عائشہ کو بیٹھایا جبکہ دیان نے گردن موڑ کر اجنبیت و خفگی سے اسے ہی تکتی پنار کو دیکھا اور ساس سسر کو سی آف کرتا پلٹا اور پنار کے پاس گیا جو اس سے منہ پھیرتی بنا ہاتھ آئے سردی کی یکدم شدت پکڑتی قہرناک دھند میں لپٹے لان کی طرف چلی گئی۔

"سنو تو"

کلائی سے پکڑے دیان نے اسے اپنی سمت کھینچے زبردستی پلٹایا، ایسی سرد نظروں سے پنار نے اسے گھورا جو دیان کے اندر کا ہر احساس منجمد کر گزریں۔

"کیا سنوں؟ جھوٹ بولا نہ آپ نے۔ مجھے ممی کے مانتے ہی شک پڑا تھا کہ یہ سب بنا کسی فضول شرط کے ممکن نہیں ہوا۔ اگر ممی مجھے آپ سے چھین لیتیں؟"

پنار نے بنا کوئی نرمی دیکھاتے اسکو تکلیف سے لبریز ہو کر تکتے جواز طلب کیا، دیان آریز کی سیاہ آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے اسکے چہرے سے چند انچ کے فاصلے پر چہرہ رکھے وہ اسکے جواب کی دم سادھے منتظر تھی۔

"میں چھیننے دیتا؟ پاگل ہو گئی ہو۔ اور جھوٹ نہیں بولا بس یہ بات اس لیے چھپائی کہ تمہارے اور عائشہ سیال کے بیچ تلخی نہ آئے۔ ماں بیٹی کا رشتہ میرے اس اعتراف سے مزید بگھڑتا، لک ایٹ می۔۔۔۔"

دیان نے پوری سچائی کا مظاہرہ کیا جبکہ وہ اب بھی ناراضگی کے پہاڑ پر جمی نظر پھیر گئی، دیان نے اسکی ٹھوڑی پر ہاتھ جمائے واپس اسکی آنکھیں خود میں جمانے کو چہرہ اپنی طرف پھیرا۔

"نہیں دیکھنا مجھے آپکو"

نروٹھے پن سے کہتی وہ اسکے مہکتے پہاڑ سینے سے جا لگی، بازو گرد باندھے، شدت سے، دیان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجی، اسے لیے وہیں لگے آرام دہ صوفوں کی سمت بڑھے وہ خود بھی بیٹھا اور پنار کو بھی بٹھایا۔

سردی کی اخیر شدت نے دھند کے ہمراہ ہر سو اک گدلا سا سماں باندھا تھا، پھر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ہڈیاں جما رہے تھے۔

"میں آج پہلی بار بہت ڈر گئی تھی دیان"

لڑنے اور بعث کرنے کی ساری ہمت کھو دیتی وہ بیٹھے بیٹھے دیان کے سینے لگی ہی دبا سا بولی۔

"میری طرف دیکھ کر بولو"

دیان نے اسکی اور جھک کر جس طرح بے تابی سے حکم دیا، پنار نے چہرہ اسکے سینے سے نکالے اپنی آنکھیں اٹھائیں۔

"میں بھی ڈر گیا تھا لیکن پھر مجھے یاد آیا پنار ہو تم، مشکل اور مصیبت کی بینڈ بجانے والی۔ رو کیوں رہی ہو یار، دیکھو ہم ساتھ ہیں۔ سب ٹھیک ہے"

وہ نرم مسکراتے بے خود انداز میں کہتا اختتام تک زرا پنار کی نم آنکھوں کو دیکھ کر پریشان ہوا۔

"آپ نے ابھی تک مجھے فیل جو نہیں کروایا کہ ہم ساتھ ہیں تبھی رونا آرہا ہے"

پنار کے روہانسے کمزور لہجے اور آنکھوں کے پر شدت تقاضے پر دیان بے ارادہ ہنس دیا۔

"یہیں لان میں فیل کروادوں کیا؟ وہ دیکھو لالہ اور بھابھی کے رومیو جولیٹ اور وہ طوطے بھی ہمیں دیکھ رہے ہیں"

دیان نے بے فائدہ سا بہانہ تراشتے بچ نکلنے کی کوشش کی جس پر پنار نے واپس حیا سے چہرہ جھکا لیا، غصہ دیکھانے کی تیاری پکڑی۔

"اوکے مت فیل کروائیں"

پنار نے ناراضگی سے منہ بسورا۔

"ٹھنڈ نہیں لگ رہی تمہیں، میں دو منٹ یہیں بیٹھا تو کانپنے لگ جاوں گا، آو تمہیں فرصت سے اپنی موجودگی فیل کرواتا ہوں تاکہ تمہاری ناک پر بیٹھا غصہ ہٹے"

دیان نے قہرناک حد تک اترتی دھند میں لان پورے کو ڈوبتے دیکھ کر لرزی سی آواز میں کہا کہ لہجے کی معنی خیزی تک ڈگمگائی، پنار نے بہت مشکل سے مسکراہٹ اپنے نرم ہونٹوں میں دبائی۔

"مجھے پسند ہے یوں دھند میں بیٹھنا، اور غصہ نہیں اترنے دینا"

بھلے سر پر سائبان تھا پر چاروں اور سے سرد ہوا کے جھونکے جسم کو سرد احساس بخش رہے تھے، دیان نے اسکی پیشانی لبوں سے چومے پنار کی بات خوبصورتی سے ہوا میں اڑی کہ وہ احتجاج بھی نہ کر سکی۔

"تمہیں پتا ہے بابا اور ممی کی گاڑی کا حادثہ دادا نے کروایا، آج یہ بھی کھل گیا"

دیان کے انکشاف پر وہ فوری اٹھ کر ٹھیک سے بیٹھی، رنگ سفید پڑا۔

"واٹ؟"

پنار کی آواز ٹوٹی۔

"ہمم۔۔۔ لیکن اب دادا کی سزا طے ہے، یہی نہیں دادا کی ایک پندرہ سالا بیٹی بھی ہے۔ وحدہ انصاری۔ کل شاید لالہ اسے یہاں لے کر آئیں"

حیرت کا مزید جھٹکا جس پر پنار کتنے ہی لمحے کچھ بول نہ پائی، سن سی کیفیت کا سامنا تھا۔

"اف یہ انسان تھا یا شیطان۔۔۔۔۔پہلے مجھے انکو واس مارنے پر افسوس تھا، اب نہیں ہے"

پنار نے منہ بناتے اپنے عمل کو سراہا، دیان نے حیرت سے پنار کو دیکھا۔

"ہاہا کیا تم نے انکو واس مارا؟"

دیان کی مسکراہٹ تکتی وہ بھی خجل سی مسکائی۔

"جی۔۔وہ اوزان بھائی نے کہا تھا"

پنار نے زرا ہچکچاتے بتایا۔

"ہاہاہا کیا چیز ہو تم؟"

دیان کا ہنسنا اس مشکل دن کے اختتام میں واقعی خوبصورت منظر تھا۔

"میں چیز بڑی ہوں مست مست"

پنار کیسے پیچھے رہتی، دونوں ایک سا مسکرا دئے۔

"اہمم اہمم کوئی شک نہیں، خیر چلو اندر ٹھنڈ مجھے سوٹ نہیں کرتی کمر میں درد ہو رہا ہے"

پنار کا دل ابھی مزید بیٹھنے کو تھا مگر دیان کا ناک اور ہونٹ واقعی گلابی پڑتے دیکھتی وہ رحم کھا کر اسکے ساتھ اندر بڑھی۔

روم میں پہنچ کر دیان نے دیواروں میں فٹ میکانزم جو کمرے کو چند منٹس میں گرم کرتا تھا اون کیا جبکہ اس سے پہلے پنار جا کر فریش ہوئے چینج کرتی، دیان نے اسکا ہاتھ پکڑے واپس کھینچا، اس اچانک افتاد پر وہ دیان کے سینے سے جا لگی۔

"ٹھنڈ پسند ہے تمہیں، دیکھائی دے رہا ہے"

پنار کی سرخ ہوتی ناک اور رخسار باری باری چومتا وہ جتا کر پنار کو مسکرانے پر اکسا گیا۔

"مجھے اس وقت صرف آپ پسند ہیں"

آنکھوں میں شوخ رنگ بھرے وہ سارے دن کی تھکن کا توڑ چاہتی نظروں سے دیان کو دیکھتے بولی جسکے بعد وہ اسکی سانسوں میں خود کی بے ترتیب سرد سانسیں تحلیل کرتا اپنے ساتھ ساتھ پنار کو بھی کسی بے خودلے میں بہانا چاہتا تھا۔

اسکے چہرے ہر ہر نقش اپنی محبت بھری شدت سے گلابی کیے اسکے مان جاتے انداز پر پہلے سے دگنا عاشق ہوا۔

"اب تو لگتا ہے تم مجھ سے بالکل خفا نہیں"

اپنی گہری نظروں سے تکتے، استحقاق بھرے پر عمل مظاہروں کے بعد پنار پر طاری مدہوش کیفیت نے دیان آریز کو صاف صاف بہکایا۔

"مزید منائیں"

پر حیا مگر مسرور سر گوشی کرتی وہ دیان کو اسی لمحے ہر پش و پیش سے بیگانہ کر گئی کیونکہ تھکن اتارنے کو ایک دوسرے کی موجودگی سے بڑی دوا ان دو کے نزدیک کوئی نہیں تھی۔

..________________________________..

"کپٹن یار۔۔"

چارجی ڈیوائس کا کہیں سے انتظام نہ ہوا مگر جب یہی بات بتانے اسد واپس کلینک آیا تو المان کو گہری نیند میں دیکھے مسکرا کر اپنی آواز دانستہ مدھم کرتے روکی۔

"میرا ببر شیر"

اسد نے لحاف الماں پر کرواتے انسیت بھری نگاہ ڈالی اور کمرے سے نکل گیا جبکہ میشی بھی آئی جان کے سینے ہر سر رکھے انکے بالوں میں انگلیاں پھیر نے پر دھیرے دھیرے نیند میں اتر رہی تھی۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ عائشہ کا تم سے رویہ ٹھیک نہیں تھا؟ ماں سے اتنی بڑی بات کوئی چھپاتا ہے"

ایزل مریم کی برہم سرگوشی پر وہ مسکرائی اور سر اٹھایا، چمکتی آنکھیں ماں کے فکر مند چہرے پر ٹھہرائیں۔

"آپ کو پتا ہے آئی جان، عائشہ ممی جتنا اور جب جب مجھے ہرٹ کرتی تھیں میرے کیپٹن مجھے اتنی دگنی محبت دے کر سب بھلا دیتے تھے۔ میں کیسے بتاتی یہ آپکو کیونکہ یہ تو سیکرٹ تھا نہ ہمارے گھر کا، اور اچھی بیٹیاں سسرال کی باتیں میکے تھوڑی بتاتی ہیں۔ جب تک میرے ساتھ الماں ہیں، مجھے کوئی کاٹ کر پھینک بھی دے درد نہیں ہو گا"

میشی سے اس درجہ سمجھداری ایزل مریم ہرگز امید نہ کر رہی تھیں تبھی تو اسے ایسے جواب پر حیران وساکن رہ گئیں۔

"یہ سب۔۔یہ سب تم نے کہاں سے سیکھا میری جان"

ایزل مریم کی آواز تک بھیگی۔

"یہ سب میں نے اپنی ماں سے سیکھا"

پیار سے انکی گال چومتی وہ ایزل مریم کو بھی جذباتی کر گئی۔

"پہلے مجھے لگتا تھا کہ اللہ نے مجھ سے دایب لے کر بہت ظلم کیا ہے لیکن اب یقین آ گیا ہے تمہاری اور اوزان کی صورت مجھے دایب واپس لوٹائے بھی تھے، تمہیں پتا ہے تم بالکل اپنے بابا جیسی ہو، تمہارے اندر جو محبت کا خزانہ ہے وہ بھی تمہارے بابا جیسا ہے۔مجھے لگتا تھا میں پتا نہیں تمہاری پرورش ٹھیک سے کر پاوں گی یا نہیں، اوزان تو سمجھدار تھا ہمیشہ سے، لیکن تم بہت چھوٹی تھی، پھر بہت بیمار ہو گئی۔ڈرتی تھی کہیں ہمارا پیار تمہاری ذات میں

بگھاڑنہ لے آئے لیکن تم تو ہم سب سے زیادہ پیاری، سمجھدار اور نصیبیوں والی نکلی ماشاءاللہ، دایب جہاں ہوں گے اپنی اس ننھی جان کے لیے بہت خوش ہوں گے جو زندگی کا ہر معاملہ اتنی کم عمری میں سمجھنا سیکھ گئی ہے"

اس لمحہ بابا کے ذکر پر میشی کی آنکھیں نم ہوئیں، لیکن اس نے آئی جان کے آنسو اپنے ملائم ہاتھ سے پونچھے۔

"میرا کوئی کمال نہیں، میں پاگل تھی اور پاگل ہی رہتی اگر المان نہ ملتے۔ انہوں نے مجھے صرف بیوی نہیں بنایا آئی جان، زندگی کا ہر خوبصورت احساس بخشا، پھر وہ مان ہو، خفاظت ہو، محبت ہو یا ذہنی سکون۔ ایک لمحہ بھی مجھے اداس رہنے نہیں دیا، میں نے یہ بات ان سے کبھی نہیں کی لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ وہ شادی سے پہلے زینو بھابھی کو پسند کرتے تھے"

میشی کے دیے اس جھٹکے پر ایزل مریم کے چہرے کا رنگ اڑا۔

"کیا؟ یہ تمہیں کیسے پتا چلا؟"

ایزل مریم نے سہم کر پوچھا۔

"کسی سے نہیں پوچھا لیکن مجھے خود فیل ہوا تھا، وہ دونوں دوست تھے یہ مجھے المان نے بتایا، پھر وہ اچانک ایک دوسرے سے بالکل دور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ذکر تک سے نکل گئے جو مجھے تھوڑا عجیب لگا۔ اس لیے کہ وہ اپنے اپنے ریلیشن میں بہت ایماندار تھے، زینو بھابھی کے دل میں یقیناً ایسا کچھ نہ تھا، آپ تو جانتی ہیں لڑکیاں ان معاملات میں کتنی ٹچی ہوتی ہیں۔ جبکہ المان کی ذات کی خوبصورتی جانتی ہیں کیا ہے؟ اس پاگل اچانک سے سر پر سوار ہوتی لڑکی کو اپنی محبت، اپنی خوشی اپنا سب کچھ بنا لیا۔ اور مجھے اسی پر اسرار سے جذبے نے انکے مزید قریب کیا، اور اب میں چاہتی ہوں وہ دو واپس دوست بنیں، کیونکہ دوستی کبھی ٹوٹنی نہیں چاہیے۔ وہ ایک دوسرے سے کبھی کبھی سہی کھل کر بات کریں۔ ایک دوسرے کو بتائیں کہ وہ اپنی اپنی لائف میں کتنے مسرور اور خوش ہیں"

مشائم کی حساسیت نے ایزل مریم کو سچ میں ششدر کر دیا، وہ واقعی بہت شفاف قلب کی مالک تھی۔

"میرے دل کا ٹکڑا، میری سمجھدار میشی"

ماں کا قربان ہونا بنتا تھا۔

"اچھا سوچا ہے نہ میں نے؟"

میشی کو لاڈ لینے کے بعد نہ جانے کیا سوجھی کہ پوچھ بیٹھی، ایزل ہنسیں۔

"سو فیصد۔۔"

ماں کے شریر جملے پر وہ بھی کھکھلائی۔

وہیں تیسری جانب میجر گلزار کی کمرے والی قید سیل میں بدل دی گئی۔

سگنل اور سروس جان بوجھ کر ہنزہ میں بند کروائی گئی، تا کہ اگر اسد کوئی سراغ ڈھونڈ بھی لے تو میجر گلزار کی سزا تک کہیں ارسال نہ کر پائے۔

ہنگامی بنیاد پر ہڑتال نے بھی رات ورات معاملہ مزید کشید کیا۔

"تمہیں یہ سب بہت مہنگا پڑے گا میجر فہیم، المان سیال واپس آئے گا اور دیکھنا وہ ادا خیل کے ساتھ آ کر تم سبکے یہ نجس ارادے مٹی میں ملا دے گا"

سلاخوں کے پیچھے میجر گلزار اک ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہے تھے جبکہ کرپٹ افسران بالا کا یہ پیادہ فہیم ان پر جوابا زہر خندی سے ہنسا۔

"اب وہ نہیں آئے گا، سب جان جائیں گے کل کہ آپکے اصولوں کے خلاف جا کر دیے حکم نے ایک ہونہار کیپٹن کے ساتھ ہمیں درکار اہم مجرم کی جان لے لی، ملک کا وقار آپکے فیصلے سے مجروع ہوا۔ دوسرے ممالک پر ہمارا برا امپریشن پڑے گا کہ ہم لوگ اپنے ساتھیوں کو یوں بھینٹ چڑھا دیتے ہیں"

فہیم کے الفاظ سے زہر ٹپک رہا تھا جبکہ میجر گلزار کی آنکھوں میں اذیت رقم تھی۔

"کل آفیشلی ادا خیل کی موت اور کیپٹن سیال کی شہادت کی خبر اناونس ہو جائے گی اور ساتھ ساتھ آپکی سزا کا تعین بھی۔ سو معذرت میں آپکے لیے کچھ نہیں کر پاوں گا"

فہیم نے غرور و بربریت کا مظاہرہ کرتے بنا رحم کھاتے حکم صادر کیا اور فوجی سلاخوں سے نکلتا گیا، میجر گلزار نے وہیں کرسی کا سہارا لیے خود کو لڑھکایا۔

"نہیں۔ الماں تمھیں واپس آنا ہو گا ورنہ اقتدار ان وحشیوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا، پھر ہم یہ ناانصافی کبھی روک نہیں پائیں گے۔ تمھیں آنا ہو گا میرے شیر۔ تمھیں مجھے اور اپنے ملک کے وقار کو بچانا ہو گا۔ یا اللہ ہمیں اس امتحان سے نکال دیں۔ اسے بھیج دیں واپس"

میجر گلزار کی آنکھوں کی نمی کربناک تھی جبکہ ملک کا وقار تب تک مجروع کیسے ہوتا جب تک اسکا تعلق جان سے جانے والے وفادار محافظوں سے جڑا ہے۔

ہر گز نہیں۔

..________________________..

"ہائے بچاری دونوں بچیاں! بھلے وہ کلموہا تھا پر باپ تو تھا ہی۔ بہار کو تبھی شام سے کوئی اذیت اندر ہی اندر ڈنگ رہی تھی پتر۔ کھانا بھی اس نے رات ٹھیک سے نہیں کھایا تھا، پھر کہتی ہے ڈر لگ رہا ہے تو میں پاس ہی بیٹھی تب سو پائی"

صائمہ اور حسیب دونوں ہی اس وقت حسیب کے ماسٹر بیڈ روم کے دروازے کے پاس کھڑے تھے، نرم بستر پر لحاف میں کروٹ پر لیٹی وہ سو رہی تھی یا جاگ، پشت سے دیکھ کر بتانا ممکن نہ تھا۔

"میری اماں تو سب سے پیاری ہیں، میری غیر موجودگی میں آپ نے بہار کو سنبھالا۔ اتنی پیاری کیوں ہیں ویسے؟"

حسیب کا جوابی لاڈ سچویشن کو حسین طرح گد گدا گیا جبکہ صائمہ نے اپنے چاند سے بچے کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا جس پر وہ خود سر جھکا کر اماں سائیں سے اپنی پیشانی پر بوسہ لیتا مسکرایا۔

"جب سے یہ آئی ہے تو بھی سدھر گیا ہے اور جو میرے اس کھوتے کو سدھارنے کی وجہ ہوں وہ اس ماں کے لیے بہت پیارے ہیں۔ جیسے میرا اوزان، اور جیسے یہ پیاری سی بچی۔ جتنی مجھے ناپسند تھی قسمے اب اتنی ہی سوہنی لگتی ہے۔ اچانک نہ دے دیویں اسے یہ بری خبر، بیٹیوں کو انکے باپ جیسے بھی ہوں بڑے پیارے ہوتے ہیں پتر"

اماں سائیں کی تاکید ایسی دلخراش تھی کہ حسیب خانزادہ کا مضبوط دل تک اپنی جگہ سے ہلا، آزردہ مگر پیار سے لبریز نگاہ اس بوجھل بے خبر وجود پر ڈالے اماں کے دونوں ہاتھوں کی پشت چومتے سر ہلایا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں اماں سائیں، ایسا ہی کروں گا۔ آئیں آپکو آپکے کمرے میں چھوڑ دیتا ہوں پہلے"

حسیب نے فوری محبت سے انکو بازو گرد باندھے حصار میں لیا۔

"نہ میں چلی جاوں گی تو اسکے پاس جا، اس وقت تیری بہار کو تیری ضرورت ہے"

یہ مائیں بھی نہ کتنی پیاری اور مہربان ہستیاں ہیں، اپنے حصے کا وقت کیسے خوشی سے اپنی اولاد کے سکھ میں قربان کر دیتی ہیں۔

"اماں۔۔۔"

پیار سے انکی جبین چومتا وہ چناکا کا بنے پکارا جس پر وہ ہنس کر اسکی گال تھپکاتیں کمرے سے نا صرف نکلیں بلکہ دروازہ بھی بند کر گئیں۔

"میری ہلکان جان"

حسیب نے جیکٹ اتار کر وہیں کاوچ پر رکھی اور بنا آواز کے قدم بڑھاتا بہار کے پہلو میں بیٹھتے ہی لیٹا، رات کے دو بج چکے تھے، حسیب کی راستے میں گاڑی خراب ہو گئی جسکی وجہ سے اتنا وقت لگا، پاس لیٹتے ہی احتیاط سے اسکے سر سے بازو گزار کر حسیب نے اسے اپنی سمت کرتے اپنی جانب کروٹ کرواتے آہستگی سے اپنے حصار میں بھر لیا، یوں محسوس ہوا جیسے تپتے جلتے دل کو اس لڑکی کے وجود کی حدت نے شفاء بخش دی ہو۔

نیند اتنی گہری نہ ہونے کے سبب وہ کسمسائی، مگر جب محسوسات نے حسیب کے پاس ہونے کی خبر دی تو وہ مزید اس میں سمٹی، بہار کی اس حرکت پر حسیب کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ رینگی۔

"اب تمہیں بالکل یاد نہیں کہ میرا سینہ زخمی ہے"

حسیب نے شرارت سے جان بوجھ کر اسکے کان پر ڈھلکی سنہری بالوں کی لٹیں پرے سرکا کر ہٹائے سر گوشی کی۔

"تم ہر اس لمحہ میرے پاس آجایا کرو نہ حسیب جب میں تمہیں آواز دوں"

بہار کی نمی میں گندھی جوابی سرگوشی پر حسیب نے اسکی جبین چومی۔

" آگیا ہوں، دیکھو تو۔۔۔بتاو کیوں ڈر لگ رہا تھا میری شیرنی کو"

اسکا رندا چہرہ اوپر کو اٹھائے حسیب نے اسکی پھر سے نمی ہوتی آنکھیں اپنی آنکھوں سے ملائیں۔

"پتا نہیں، تم ٹھیک ہو؟"

بہار نے اپنی گرم ہتھیلی حسیب کے رخسار سے جوڑے تڑپ کر پوچھا۔

"ٹھیک نہیں، بہت ٹھیک ہوں کیونکہ تمہارے قریب جو ہوں، ساری تھکن تم نے چرا لی۔ دن ٹف تھا، شام اس سے زیادہ مشکل۔ تبھی کال بھی پک نہیں کر سکا۔ آئی ایم سوری دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔اب مسکراو"

بہار کو خود بھی اسکے بازوؤں کے گھیرے آرام دے رہے تھے تبھی وہ فوری تھکا سا مسکرائی، لیکن اپنے ڈر کا اثر چہرے سے مکمل مٹا نہ پائی۔

"زور سے تمہارے گلے لگنے کے لیے سوری، تم ہو ہی اتنے پیارے کہ مجھ سے کمی رکھی ہی نہیں جاتی۔ دکھا تھا کیا زخم؟ ابھی تو بہتر ہو جانا چاہیے تھا۔ کوئی انفیکشن تو نہیں کروالیا"

بہار کو نئی فکروں میں دھت دیکھے حسیب نے اسکی گال پر لب رب کرتے نرمی سے مسکراہٹ کو چوما، بہار اسکے ایسے سوال رد کرنے پر احتجاج بھی نہ کر سکی۔

"بہتر ہے اب، تم ریلکس ہو جاو۔ نہ تو تمہارے قریب کوئی درد رہتا ہے نہ جلن۔ بس سکون، مٹھاس اور راحت جیسی کیفیات باقی بچتی ہیں۔ میری زندگی اتنی خوبصورت کبھی نہ تھی، میری ماں اتنی خوش کبھی نہ تھیں۔ جتنی تمہارے آنے سے ہوئی ہیں، تم جانتی ہو تم نے انکی ذات میں بیٹی کی کمی کا

دکھ پورا کیا، اتنی محبت سے اپنے گھر کو سنبھالا کہ میں دنگ ہوں کیا یہ وہی بہار ہے، پاگل لاپرواہ اور لاتعلق سی۔۔۔ تمہیں پتا ہے جس عورت سے اسکا شوہر راضی ہو اس سے اسکا اللہ بھی راضی ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔اور تم نے تو پہلے دن ہی مجھے راضی کر لیا تھا"

حسیب کے یہ سب اقرار، بہار کو خوشی کے ساتھ زرا خوف زدہ بھی کر گئے۔

"ت۔۔ تم یہ سب کیوں بول رہے ہو حسیب، مجھے ڈر لگ رہا ہے"

بہار کے ٹوٹے کمزور لہجے کا ڈر بھانپے وہ اسے پھر سے اپنے سینے میں سمو گیا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے، اپنی بیوی کو اسکی اہمیت بتاؤں"

حسیب کے بہلانے کے باوجود وہ ڈری رہی۔

"نہیں نہ کچھ ہوا ہے، بتاؤ مجھے میرا دل یونہی نہیں گھبرا رہا"

بہار نے اسکے حصار سے نکلتے اصرار کے سنگ آس سے پوچھا، جس پر حسیب نے کچھ دیر اسکے کھلے بالوں اور گال کو سہلایا۔

"تنویر پاشا نہیں رہا، فیروز شمشیر نے مار ڈالا اسے"

حسیب کے یہ سب خود بھی بہت دکھ سے بتایا، اک لمحہ بہار کے چہرے سے سارے رنگ روٹھے۔

"اوہ۔۔۔تو تبھی میرے دل میں عجیب سی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ جو کچھ وہ کر چکے تھے یہ تو ہونا تھا، کاش وہ اچھے ڈیڈ ہوتے۔۔۔ کم از کم اتنے کہ انکی موت پر دل سے رو پاتی"

بھلے بہار کی آنکھیں سرخ تھیں پر وہ اپنے آنسو ہر ممکنہ دبائے سفاکیت سے بولی۔

"ایسے نہیں کہتے، جانے والے کا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے اسے بھی آزاد کرتے ہیں اور خود کو بھی"

حسیب کے سمجھانے پر بہار نے حیرت سے حسیب کو دیکھا۔

"کیسے؟ جس انسان نے آپکے ساتھ ہمیشہ برا کیا ہو کیا صرف اسکی نجات و تلافی ایک موت سے ممکن ہوتی ہے؟ میرا دل تو اتنا بڑا نہیں ہے"

ان دبائے آنسوؤں نے اسکی آنکھوں سے نکل کر حسیب کی اسکے سر تلے رکھی بازو تر کی تب اسے خبر ہوئی وہ رو رہی ہے۔

"بیٹی کا دل ہوتا ہے، ہاں یہ سچ ہے اس دنیا میں جو بویا ہو وہی اس جہاں کاٹنا ہوتا ہے لیکن میرا ماننا ہے مرنے والے کو موت کے سبب اتنی آسانی دے دینی چاہیے، اس لیے نہیں کہ ہماری آسانی اسکی بخشش بنے بلکہ اس لیے کہ اس جہاں ہم سے کوئی یہ شکائیت نہ کر سکے کہ ہم بے رحم ہیں"

حسیب کی باتیں بہار کو سمجھ بھی آئیں اور حوصلہ بھی بخش گئیں۔

"چھوڑو حسیب! معافی یا آسانی پانے سا انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ پیدا کرنے کے سوا اور اپنی اولاد کو یوز کرنے کے سوا انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ تم نہیں

جانتے مجھے میڈیا فیلڈ میں لا کر ڈیڈ نے کتنا پیسہ کمایا، اور نا جانے اس بہرام سے کنول کے سبب کتنی دولت ہتھیائی۔۔۔ لیکن سب خاک ہو گیا، کس کام آئی یہ دولت؟ یہ سٹیٹس۔۔۔"

بہار کی حقیقت پسندی حسیب کو دکھ دے گئی۔

"یہی تو، جب ہم جیتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ اک دن مرنا بھی ہے۔ وہ جیسا بھی تھا تم اور کنول اسکی آخری رسومات بیٹیوں کی مانند ادا کرو۔ اپنا فرض نبھاو کل، باقی اللہ پاک بعد کے معاملات خود بہتر جانتے ہیں"

حسیب کے پیار سے تاکید کرنے پر وہ جبرا ابھی پر آنسو رگڑے سر ہلاتی اسکے سینے میں سمٹی، حسیب آزردہ ہوئے اسکے بال سہلاتا خود بھی بہار کی تکلیف محسوس کر رہا تھا سو ابھی اسے رونے کی بھرپور اجازت دی تا کہ بہار کے دل میں کوئی غبار جمع نہ ہو سکے۔

..________________________..

ایک مشکل اور طویل رات کٹ گئی تھی، حسیب صبح ہی بہار اور اماں کو پاشا مینشن ڈراپ کر آیا تاکہ دونوں کے دکھ میں شریک ہوں۔ جبکہ خود اسے فیروز کو عدالت کے سامنے پیش کرنا تھا، اور امید تھی کہ آج ہی فیروز کا فیصلہ ہو جاتا۔

تنویر کی ڈیڈ باڈی بھی طفیل نے پاشا مینشن پہنچائی، وہیں اوزان نے بھی دس بجے تک منہاس سکندر کی کنڈیشن کے سٹیبل ہونے پر ان سے ملاقات کی۔

"مجھے معاف کر دو میں ان دو کی خفاظت نہ کر سکا اوزان"

اوزان انکے سر کے زخم کے لیے تشویش میں تھا، انکے بے قرار ہو کر پشیمان ہونے پر نرمی سے انکے ہاتھ پر ہاتھ کا دباو دیا، پر کشش خدو خال میں نرمی کی حد سمٹ آئی۔

"معافی مت مانگیں، آپ نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔ بس ٹھیک ہو جائیں۔ مرجان میم کی کال آئی تھی، آپ پر حملے کی خبر ان تک پہنچ گئی تھی، فکر مند تھیں۔ عدت میں نہ ہوتیں تو ملنے بھی چلی آتیں"

اوزان نے جان بوجھ کر اس تڑپے شخص کے آگے مرجان کا حوالہ لایا اور ٹرک کام بھی کر گئی، منہاس کی بے چینی کو قرار سا ملا۔

"کیا واقعی وہ میرے لیے فکر مند تھی؟"

نظریں چرائے منہاس کے یقین چاہنے پر اوزان دھیما سا مسکرایا۔

"جی، ان کی عدت ختم ہو تو میں خود آپکے لیے انکو مناوں گا۔ اور یہ اوزان کا آپ سے وعدہ ہے۔ آپکے بھائی اور والدہ کو آپکی کنڈیشن کا نہیں بتایا تھا کہ وہ پریشان نہ ہوں۔ شام تک آپکو ڈسچارج کر دیا جائے گا، سیدھے گھر جایئے گا اور ہفتہ دس دن مکمل ریسٹ کی کھلی اجازت بھی دے رہا ہوں"

اوزان کی تاکید اور نرم ہدایت وہ یوں سنتے جیسے وہ اس سے عمر اور رتبے میں بہت بڑا ہو پھر ایسا جان لیوا وعدہ کیونکر نہ منہاس سکندر کی چمک و روشنی انکو واپس نہ تھماتا۔

"تھینکیو"

وہ مشکور تھے جبکہ اوزان نے انکا کندھا تھپکاتے اٹھ کھڑا ہوئے اجازت لی تاکہ واصف میر کی بھی خبر لے جسکا ٹریٹمنٹ شروع تھا اور نیکسٹ دو دن بعد اسکی پہلی رسکی سرجری بھی تھی۔

اور کمرے سے نکلتے ہی وحدہ کی کال نے اوزان کی صبح مزید خوبصورت کی، جسکا آج کوئی ٹیسٹ تھا اور وہ اپنی کلاس ہی کے لیے یونیفارم پہنے ریڈی تھی۔

"کیا میری دعا لگی؟"

فون لگتے ہی وحدہ کا بے قرار سوال اوزان کی سماعت سے ٹکرایا۔

"ایسی ویسی، پوچھو ہی مت"

اوزان کی آواز کی لوٹ آتی شوخی پر وحدہ کھل اٹھی۔

"سچی؟"

وحدہ کی آواز میں بے یقینی تھی۔

"مچی۔۔ خیر اگر تم فری ہو تو میں تمہیں آج کہیں بورڈنگ سے لے کر جا سکتا ہوں؟ زرا میم سے پوچھ کر بتاو مجھے"

اوزان کے استفسار پر وحدہ ہوسٹل سے سکول کے لیے نکلی۔

"میم تو کچھ ماہ کے لیے لیو پر چلی گئی ہیں، انکی جگہ سینیر پروفیسر محمود نے آج سے انچارج سنبھالا ہے، میں ان سے پوچھ کر بتاتی ہوں آپکو لیکن آپ مجھے کہاں لے کر جائیں گے؟ اپنی ان سے ملوانے؟"

وحدہ کے آخری سوال پر اوزان حسین مسکرایا۔

"میری اُن؟"

اوزان نے شریر ہوئے پوچھا۔

"جی وہی جن کے لیے آپ بہت ہرٹ تھے، جو تکلیف میں تھیں۔اس دنیا کی سب سے لکی گرل ہی ہیں نہ جنکو آپکی تھیراپی فری ملتی ہو گی"

واحدہ کے اتناسب خود ہی جان جانے پر اوزان کھل کر ہنسا۔

"تم سے کونسی فیس لی تھی، اور میں نے لینی بھی نہیں سو تمہیں بھی میری تھیراپی فری ملے گی خوش ہو جاو۔بائے داوے وہ میری وائف ہے، زینیش اوزان"

اوزان کے بتانے پر وحدہ چلتے چلتے رکتی ہنسی اور کھلکھلائی کیونکہ اوزان نے اسے اپنی زندگی کی بہت خوبصورت بات بتا کے مزید اہم ثابت کیا۔

"اومائی گارڈ! یو آر میریڈ؟ پھر تو مجھے آج ہی ملنا ہے ان سے پلیز"

وحدہ کی بچگانہ ضد اوزان کو خوشی دے گئی۔

"ہاں وہ بھی ملنا چاہتی ہے لیکن تمہیں ایک جھٹکا بھی ملے گا جسے تم نے بہت مضبوطی سے برداشت کرنا ہے، یعنی میرا اور تمہارا ایک بہت سپیشل رشتہ ہے ان فیکٹ زینیش سے بھی۔ تو کیا تم تیار ہو اپنی حقیقت، اپنی ممی اور اپنے اصل ڈیڈی کے بارے جاننے کے لیے؟"

اوزان نے یہ سب تمہیدیں باندھ کر وحدہ کا دل سا دہلا یا، وہ وہیں رکی اور کوریڈور میں لگے بینچ پر کپکپاتی ٹانگوں سمیت بیٹھی۔

"یعنی واصف میر میرے سگے ڈیڈی واقعی نہیں ہیں، اتنا بتا دیں کیا میں سچ میں ناجائز ہوں انکل؟"

وحدہ کے ان دو سوالوں میں دنیا بھر کی تڑپ موجزن تھی۔

"واصف میر تمہارا سگا باپ نہ بھی ہو لیکن تم ہمیشہ اسے ڈیڈ سمجھنا یہ میری تمہیں نصیحت ہے اور دوست ہونے کے ناطے حکم بھی سمجھو اور تم ناجائز

نہیں ہو بلکہ جائز ہو، یہ سب میں تمہیں مل کر بتاوں گا بس تمہیں سٹرونگ رہنا ہے۔ تمہاری ممی اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن وہ کون تھیں، کیسی تھیں اور تم سے کتنا پیار کرتی تھیں یہ سب بھی تمہیں پتا چلے گا"

اوزان تو اسے ڈرا رہا تھا پھر بھی وہ سب جاننے کے لیے بے قرار تھی خاص کر اپنی ماں کے بارے۔

"مطلب وہ مجھے ہی نہیں چھوڑ کر گئیں بلکہ دنیا ہی چھوڑ گئیں؟ آپ بھی پرامسس کرو نہ مجھ سے اپنی ممی شئیر کرو گے"

وحدہ کی حسرت پر اوزان کا اپنا دل بوجھل ہوا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے، تم سے اپنی ماں شئیر کر کے مجھے دگنی راحت ملے گی۔ چلو مجھے بتاو کب تک فری ہو رہی ہو آج تم تاکہ تمہیں لینے آوں"

اوزان نے پیار سے کہے رابطہ توڑا، وحدہ نے گہرا سانس بھرا، ممی کے واقعی دنیا میں کہیں نہ ہونے کا دکھ آج اسکی آنکھوں میں ویرانگی سمو لایا پر آنسو نہیں تھے وہ وحدہ کے پندرہ سال سے دل پر گر رہے تھے۔

کچھ دیر خود کو کمپوز کیے وہ اٹھ کر پرسنپل آفس کی طرف بڑھی جبکہ اوزان نے بھی واصف میر کی خیریت دریافت کرنے کو قدم بڑھائے۔

عثمان سے اسکی ملاقات ہوئی جبکہ واصف میر کو دواوں کے زیر اثر رکھا گیا تھا۔

"دو دن بعد ہم پہلی سرجری کرنے والے ہیں اوزان، یہ ایک طرح کینسر کے پھیلاو کو روکنے کی ہماری پہلی مگر چھوٹی کوشش ہو گی۔ اسکی ول پاور بہت زیادہ ہے، وہ جینے کے لیے آمادہ ہے اور یقین کرو یہ جینے کی امید اور یقین ہر دوا سے بڑی ہوتی ہے۔"

وہ لوگ کینسر وارڈ کے باہر کھڑے تھے، واصف میر کو الگ سپیشل روم میں شفٹ کیا گیا تھا۔

"ان شاء اللہ بہتر ہو گا، ہم نے کینڈا سے ڈاکٹر فاضل کو بھی اس کیس کے لیے ارجنٹ بلوالیا ہے، تم جانتے ہو وہ بہت ماہر oncologist مانے جاتے ہیں، ہم ان سے اس کیس کو لے کر رہنمائی بھی لیں گے اور ممکن ہوا تو مدد بھی"

عثمان کے یقین دلانے پر اوزان نے سر اثبات میں ہلاتے ممنون نگاہ عثمان پر ڈالی اور اچھی امید افزاء نظروں کے سنگ اجازت لی۔

زینیش کا فائنل چیک آپ کرنے ڈاکٹر طیب اسی کے کمرے میں تھے جب اوزان اپنے پر وقار مہکتے بارعب سراپے کے ہمراہ اپنی موجودگی خود سے پہلے اندر بکھیر تا خود بھی اندر داخل ہوا۔

زینیش ہوسپٹل کے کپڑوں سے اپنے کپڑوں میں آچکی تھی، بلیک شارٹ کرتی اور میرون پاجامہ، کرتی پر میرون ایمبرائڈری جبکہ ابھی تک تو دوپٹے سے بے نیاز وہ نڈھال سے بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، اوزان دایب کو دیکھتے ہی روم روم میں بھری تھکاوٹ کا توڑ ہوتا چلا گیا، دونوں کی سنہری آنکھیں ملیں تو دل دھڑکے۔

"کیسی ہے یہ؟ کیا ہم گھر جاسکتے ہیں؟"

اوزان نے قریب ہی آتے فکر سے زینو کی اب تک زرا سو جھی آنکھوں کو فکر سے تکتے ڈاکٹر طیب سے پوچھا۔

"بہتر ہے لیکن دن تک ہم اسے یہیں رکھنا چاہتے ہیں، فائنل رپورٹس آنے تک۔ ویسے اب یہ بالکل خطرے سے باہر ہے ٹنشن کی کوئی بات نہیں"

ڈاکٹر طیب نے قدرے بشاش انداز میں بتایا اور مسکرا کر نرس کے ہمراہ کمرے سے نکلے۔

"میں حویلی جا کر چینج کر آتا ہوں، تب تک تم ریسٹ کر لو، او کے؟"

اوزان نے پاس بیٹھے پیار سے زینو کی گال سہلائی پر وہ اسکی بازو سے لگی جیسے جانے نہ دینا چاہتی ہو۔

"مت کریں چینج اتنے پیارے لگ رہے ہیں بلیک سے نکل کر، الگ سے"

زینیش کی تعریف پر اوزان دھیما سا مسکرایا۔

"آئی جان پریشان ہوں گی، تمہارے لیے۔ انکو بھی تسلی دے کر آتا ہوں۔ مجھے بتاو سر میں درد تو نہیں ہے، یا کہیں اور؟"

اوزان نے اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے مرجھائے چہرے کو نظروں کا محور بنائے ماتھے پر لگے بینڈیج کو تکتے پوچھا، زینو نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"درد نہیں ہے بس سر بہت بھاری ہے جیسے پتا نہیں کیا بندھا ہوا ہے اسکے ساتھ اور پوری باڈی میں بالکل ہمت نہیں ہے۔ اسکے علاوہ کچھ نہیں ہے"

زینیش نے لاڈ سے بتانے پر اوزان نے آئبرو اچکائے۔

"اور رہ کیا گیا ہے، اتنا سب ہو رہا ہے تمہیں؟ میں سر دبا دوں؟"

مزید قریب بیٹھے وہ اسکے چہرے کے خدوخال پر نرم نظریں پھیرتا اسکے سر ہلانے پر مسکایا اور سر کو آہستہ سے اپنی انگلیوں سے دبایا۔

"آپ میرا سر دباتے بہت کیوٹ لگ رہے ہیں"

زینیش کے آنکھیں کھلنے اور بند ہونے کے بیچ بولنے پر اوزان نے اسکی گال چومی۔

"اور تم سر دبواتی ہوئی"

دونوں ہی مسکرائے، حسین ترین لگے، منظر پاگل ہوئے اس فسوں پر۔

"رات نیند آگئی تھی آپکو؟"

اپنی نرم ملائم ہتھیلی سے اوزان کی رخسار، دھاڑی اور گردن سہلاتی وہ اس کو تکتے بولی۔

"بہت خوبصورت نیند آئی، تم پر سکون تھی اور مجھے تمہیں سکون میں دیکھنا بہت خوشی دیتا ہے"

اوزان کا نرم لہجہ اسکے عشق میں کسی کو بھی مبتلا کر سکتا تھا پھر وہ آنکھیں جو زینش کو شکر گزاری پر مجبور کر دیتیں، ان خوبصورت آنکھوں کا ایسا پیارا محور وہی تھی، دو جہانوں کے لیے۔

"ایک بات پوچھوں؟"

اسکے سر دبانے پر وہ سر تکیے سے جوڑے آرام و سکون میں مبتلا تجسس کے سنگ اپنی انگلی سے اوزان کے سینے پر نادیدہ لکیر سی بناتے جھکی پلکیں اٹھائے اشتیاق سے بولی۔

"ہاں کہو؟"

فوری بے چین ہو کر پوچھا گیا۔

"آپ مجھے سے بہت پیار کرتے ہیں تو آج تک آپ نے مجھے لوورز کی طرح میری جان، میری زندگی۔ میرا شونا مونا ایسا سب کیوں نہیں کہا؟"

زینیش کا بے ارادہ سوال واقعی ہنسانے میں قوی تھا۔

"کیونکہ تم میری جان، میری زندگی نہیں ہو، جان بے اعتبار شے ہے، تم میری روح ہو، جسے کبھی مجھ سے الگ نہیں ہونا۔ جسے اس جسم سے نکل کر آسمان کی سمت سفر کرنا ہے، ہم دو کی روحیں اس جہاں بھی ملیں گی یقین ہے مجھے، جہاں تک بات رہی شونا مونا کی تو یہ الفاظ میرے مزاج کے دشمن ہیں۔۔۔ تم جانتی ہو مجھے تمہیں پیار سے زینو کہنا بے حد پیارا ہے"

وہ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر ہتھیلی چومے، اسکے سر کا درد اپنے مرہمی لمس سے کھینچ چکا تھا، زینیش نے اسکی گردن کے گرد بازو حائل کیے، آنکھیں خود بند ہوئیں۔

"آئی لو و یو اوزان"

اوزان کی خوشبو، اسکی خوبصورت آنکھوں کا چھوتا ہوا لمس محسوس کیے آنکھیں بمشکل کھولتے وہ اعتراف کرتی مسکائی۔

"روح نشین! ایسے ڈائریکٹ اعتراف مت کیا کرو۔ مجھ سے کوئی اور جواب نہیں دیا جاتا سوائے تمہاری اس مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں پر منتقل کر کے تمہیں محسوس کرنے کے، آرام کرنا میں ایک دو گھنٹے تک آتا ہوں۔"

نرمی جو ممکن نہیں تھی پھر بھی اپنے محبت بھرے لمس میں انڈھیل کر، دل کو صبر تھمانے کے بعد وہ اسکی سانسوں کو مہکاتے جلد دور ہوا اور جبین چومتے اک پیار بھری نظر اس پر ڈالے روم سے نکل گیا، اتنے پیار پر وہ کیسے مزید جاگی رہتی، اس وقت جو نیند آئی وہ کوہ نور جیسی پیاری تھی۔

اوزان جب پارکنگ میں آیا تبھی اسے وحدہ کا میسج ملا۔

"میرا آج اہم ٹیسٹ تھا جو کینسل ہو گیا سو میں آج فری ہوں، آپ آکر مجھے لے جائیں۔ دس منٹ لگا کر آیئے گا تا کہ میں یونیفارم بدل کر ریڈی ہو جاوں"

وحدہ کا میسج سین کیے اوکے کا ریپلائے دیے وہ سیدھا بورڈنگ ہی روانہ ہوا، دس کے بجائے بیس منٹس لگے جبکہ اوزان نے اسے ہوسٹل سے پک کیا اور اپنے ساتھ باہر لایا۔

وائیٹ شارک فراک کے ساتھ بلو جینز کے ہمراہ وائٹ گرم اسکارف لیے وہ بالوں کو کس کر چوٹی میں باندھے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"پیاری لگ رہی ہو، آجاو پہلے تمہیں اپنی ممی سے ملواتا ہوں"

اوزان نے اسکے لیے بیٹھنے کے لیے پچھلا دروازہ کھولا تو وہ شرارت سے کار ڈور کے ساتھ جھولتی رکی۔

"کیا آگے نہیں بیٹھ سکتی؟"

واحدہ نے ہچکچاتے پوچھا۔

"بہت تیز ڈرائیونگ کرتا ہوں، تمہارا سر چکرائے گا۔ پھر بھی بیٹھنا چاہو تو بیٹھ سکتی ہو"

اوزان نے اصل بات دبائی کہ یہ جگہ صرف زینیش کی ہے لیکن تیز ڈرائیونگ سے آتے چکروں کا سنے وہ شرافت سے پیچھے ہی بیٹھی۔

اوزان نے بمشکل ہنسی دانتوں کے اندر دبائی اور آگے گھوم کر آتا اپنی جگہ سنبھالے بیٹھا۔

"یہ بھی ممکن ہے آپ نے یہ جگہ اپنی وائف کے لیے پکی کر رکھی ہو۔ چکروں والا بہانہ ہو"

اوزان کو اس وقت وہ واقعی پھپھو ہی لگی، تبھی تو شرارت سے مسکرا کر فرنٹ مرر سیٹ کیے وحدہ کی گدگداتی صورت دیکھی۔

"تم تو کافی جینئیس ہو"

اوزان نے شرارت سے ہی جواب دیا جس پر وہ وہیں دوسری سیٹ کی سمت جھک آتی ہنسی۔

"کیا آپ دو کی لو و میرج ہے؟ مجھے تجسس ہو رہا ہے۔ کیسے ملے آپ دو۔ بنا دیکھے آپ نے مجھے انکا تھوڑا تھوڑا فین تو کر ہی دیا ہے۔ تھوڑا اور بتا دیں"

وحدہ کی دلچسپی واقعی بہت کیوٹ تھی، اسکا بس نہ چل رہا تھا اڑ کر زینیش تک جا پہنچتی۔

"ہیٹ میرج سمجھ لو"

اوزان نے گاڑی سٹارٹ کرتے دوبدو بتا کر وحدہ کو شاک کیا۔

"واٹ؟ مطلب نفرت محبت میں بدلی۔ او مائی گارڈ یہ تو کسی فلم کی کہانی جیسی ہے۔ ویسے آپ بھی کہہ رہے ہوں گے چار سال سے نہ بولنے والی اس پاگل

نے شاید سارا دماغ میرا ہی کھانا ہے لیکن مجھے آپ سے کچھ بھی پوچھتے سوچنا نہیں پڑتا۔ آپ بہت اچھے ہیں، زندہ دل"

وحدہ اور اوزان کے بیچ استوار ہوتی یہ دوستی واقعی انمول تھی، اوزان نے زرا سا سر پھیرا اور ہنس کر واپس ڈرائیونگ پر توجہ دی۔

"تمہیں پتا ہے وحدہ تمہارا اور میرا ایک بہت خاص رشتہ ہے، تمہارے اصل فارد جانتی ہو کون ہیں؟"

اوزان نے تمہید باندھی جس پر وہ اسکے چہرے کو غور سے تکتی دم سادھ گئی۔

"کون؟"

وحدہ کا لہجہ یہ پوچھتے لرزا۔

"میرے دادا سلطان فیروز شمشیر انصاری"

اوزان کے کیے انکشاف پر وحدہ کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا، جبکہ اوزان نے بھی گاڑی روکے باہر نکلتے اسے بھی باہر آنے کا کہا، شاید وہ خود اس ہولناک سچائی کو ڈائجیسٹ کرنے کے لیے کھلی فضا چاہتی تھی۔

"آپکے دادا؟ میرے اصل بابا ہیں۔۔ یہ کیسا رشتہ ہوا؟ یعنی میں آپکی پھپھو ہوئی، آپکے فادر کی بہن۔۔ یا میرے اللہ مجھے اتنی سی عمر میں آپ نے اتنا بڑا بھتیجا دے دیا۔۔ لیکن۔۔۔۔ یہ سب کیسے؟"

وحدہ نے دل دہلنے پر ہاتھ سینے پر رکھے گاڑی سے ٹیک لگا کر گہرا سانس بھرا، اوزان بھی اسکے ساتھ ہی آکر کھڑا وحدہ کے تاثرات دیکھنے لگا۔

"اب میں جو تمہیں بتانے والا ہوں وہ تم دل مضبوط کر کے سنو"

اوزان کی اگلی تمہید پر وہ پھر سے سہم کر اوزان دایب کو دیکھنے لگی۔

"تمہاری ممی کی شادی تمہارے نانا نے ایک دگنی چوگنی عمر کے آدمی سے کروا دی، تمہارے نانا نے زبردستی کی تمہاری ممی کے ساتھ اس رشتے کو لے کر۔

وہ بوڑھا شخص میرے دادا تھے، لیکن شاید پھر دونوں کے بیچ عمر اور مزاج کا فرق ساتھ کو قائم نہ رہنے دے سکا، اور یوں انہوں نے پھر تمہاری ممی کو ڈائورس دے دی۔ تب تم آنے والی تھی لیکن اس بات سے تمہارے والد بے خبر تھے سو ڈائورس نہ ہو سکی۔ بس تمہاری پیدائش کے فوری بعد تمہاری ممی بربرہ کو کچھ مسائل ہوئے اور وہ جی نہ سکیں۔۔۔ چلی گئیں، یہ جو واصف میر ہے نہ یہ وہ آدمی ہے جس سے تمہاری ممی کی پہلے شادی ہونے والی تھی۔ پسند کرتے تھے لیکن قسمت میں ہر بار وہ نہیں ہوتا جو ہم سوچتے ہیں۔ بربرہ یعنی تمہاری ممی نے یوں جاتے جاتے تمہیں واصف کی امانت بنایا، تم نے وہ بتایا تھا نہ ناجائز والا۔ یہ دنیا ایسے ہی بنا سوچے سمجھے گندی باتیں کرتی ہے، کیچڑ اچھالتی ہے، اور ویسا ہی کیچڑ واصف میر پر بھی اٹھا۔۔۔۔ میرے دادا اچھے انسان کبھی نہیں تھے، انہوں نے صرف تمہاری ممی کو نہیں بلکہ ہم سبکو بھی بہت تکلیف دی اور اب وہ جیل میں ہیں کچھ گناہوں کے سبب۔۔۔۔"

اسکی ماں کی موت کی تصدیق سے فیروز کی تمام تر سفاکی اس نے اچھے اور مناسب الفاظ کے سنگ وحدہ کو بتائی، شاید اس لیے کہ وہ وحدہ کے معصوم دل اور ذہن کو نفرت جیسی سیاہی سے دور رکھنا چاہتا تھا۔

"اتنے برے بابا ہیں میرے؟ کیا سچ میں۔۔ بربرہ نام تھا میری ممی کا، کتنا پیارا نام ہے۔۔۔"

وحدہ کی تکلیف اسکی اداس آنکھوں سے چھلکی اور سوال میں بے حد غم موجزن تھا۔

"ہمم۔۔ بہت، اپنے تینوں بیٹوں کو بھی بہت تکلیف دی۔ دو اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن ایک ہیں اللہ انکی عمر دراز کرے۔ تمہارے بھائی ہوئے وہ، اور میرے بیسٹ بڈی بھی ہیں اور میری وائف کے فادر بھی۔ اب رہی بات میری آئی جان کی تو وہ تمہاری بھابھی لگیں لیکن تم انھیں ممی بھی پکار لینا، وہ اتنی سوئیٹ ہیں تمہیں ماں کی محبت دیں گی"

اوزان نے اسے اس تکلیف سے اتنے سارے رشتوں کا بتائے جیسے نکالا وہ حسین تھا۔

"مجھے میری ممی مل گئیں یعنی انکا نام، انکے بارے سب معلوم ہو گیا میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔ڈیڈ نے مجھے ممی کے بارے کبھی کچھ نہیں بتایا ورنہ میرا دل تو ہمیشہ سے کہتا تھا وہ آسمان کا ستارہ ہیں کیونکہ ہر رات ایک ستارہ مجھے بہت چمک کر دیکھتا ہے۔ رہی بات میرے اصل بابا کی تو مجھے ان سے کبھی نہیں ملنا، بس میرا دل ان سے نہ ہی جڑے تو اچھا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نہ میری بات۔۔۔۔ اگر میں ان سے ملی تو یقینا دل کو کچھ ہو گا پھر انکو اگر سزا ہوئی تو مجھے تکلیف ہو گی سو میں کوئی ریلشن بنانا ہی نہیں چاہتی"

وحدہ کا اس کم سنی میں بھی اتنا پائیدار فیصلہ اوزان کو خوشی دے گیا، وہ خود بھی وحدہ کے دادا سے ملنے کے حق میں نہ تھا لیکن انھیں اس بات کا احساس ضرور کروانا چاہتا تھا کہ انہوں نے بیٹی جیسی نعمت ٹھکرا کر اپنی بربادی پر پندرہ سال پہلے خود مہر لگائی تھی۔

"میں سمجھ گیا لیکن تم میرے ساتھ میرے گھر تو چلو گی نہ؟ سب تم سے ملنا چاہتے ہیں"

اوزان کے نرم استفسار پر وہ دھیما مگر اداس سا مسکرائی۔

"جی ضرور، لیکن میں اب آپکو انکل تو نہیں کہہ سکتی نہ بیٹا۔ آپ ہنسیں گے پہلے والے پر دوسرے پر میری ہنسی نکل جائے گی۔ سو میں آپکو کیا کہہ کر پکارا کروں گی؟"

وحدہ کے لیے سب سے بڑی الجھن تو یہی تھی۔

"اوزو! تم مجھے میری میشی یعنی چھوٹی سسٹر کی طرح اوزو پکار سکتی ہو"

اوزان نے مسئلہ ہی حل کیا، وحدہ پھر سے مسکائی، اوزان کے خوبصورت چہرے اور سنہری آنکھوں کو دیکھا۔

"اوزو، یہ بہت کول ہے۔ اسطرح واقعی لگے گا میں آپکی پھپھو ہوں۔۔۔
مجھے اپنا یہ بھتیجا بہت پسند آیا۔ اب سے پکے فرینڈز؟"

وحدہ نے ٹیک چھوڑی اور چمکتی آنکھوں سے اوزان کو تکتے اپنا ہاتھ بڑھایا
جسے اوزان نے آج بھی بنا تکلف تھاما۔

"ایک دم پکے، اگر تم ریڈی ہو تو انصاری حویلی چلیں وحدہ انصاری۔
ہمارے گھر؟"

اوزان نے ہمارے گھر پر خاص زور دیا، جبکہ اسکا نام بھی وہ پکارا جسکی وحدہ
مستحق تھی۔

"میرے اور آپکے نام کے آگے انصاری آرہا ہے یہ سب سے مزے کی
بات ہے بھتیجے، اوہ آئی مین اوزو"

اپنی بات پر خود ہی وہ بچوں کی طرح ہنسی اور اوزان نے اس خوبصورت ہنسی
میں اپنی مسکراہٹ کے سنگ ساتھ نبھا کر اس لمحے کی دلفریبی بڑھا دی۔

دونوں مسکراتے ایک ساتھ انصاری حویلی روانہ ہوئے، خوشیوں کے طویل قیام کا وقت آچکا تھا۔

..________________________..

"آپ بہت لکی ہیں، آپکے ہسبنڈ آپکے لیے بہت تکلیف میں تھے۔ ایسا لگ رہا تھا آئی سی یو میں آپ تھیں مگر جان انکی نکل رہی تھی"

زینیش نے آرام سے سر تکیے سے لگائے نرس کی آواز کانوں میں پڑنے پر دھیرے سے اپنی مسرور لے میں بند آنکھیں کھولیں، ہونٹ خود بخود اس دلکش حوالے پر مسکرا دیے۔

"میں جانتی ہوں"

زینو نے مدھم سی مخمور سر گوشی کی، گویا اعتراف کر لیا۔

"کچھ ٹائم تک مسٹر اوزان کے ساتھ کسی لڑکی کو سوچنا بھی ہم سبکے لیے ایک انہونی سا تھا، بھلے یہ ہوسپٹل آریز انصاری نے اوپن کیا لیکن اسکے بقیہ تمام وارڈز اور مشینری انکی ڈیتھ کے بعد اور گنائز ہوئے جس میں اوزان سر اور ڈاکٹر دیان کی ان تھک محنت شامل ہے۔ تبھی ہم سٹاف کافی حد تک انکی پرسنل لائف کو جانتے ہیں، مسٹر اوزان کافی روڈ اور تنہائی پسند انسان تھے لیکن آپ کے آتے ہی وہ تو بالکل بدل گئے"

نرس کی مسکراہٹ یہ سب زینیش سے شئیر کرتے بڑھی جبکہ زینیش کو راحت محسوس ہو رہی تھی، چہرے پر خوشی ہمک رہی تھی۔

" آپ ہیں بھی تو بہت پیاری، دعا ہے ہمیشہ خوش رہیں۔ ہمارے چیف ڈاکٹر آپکا ایک بار چیک آپ کریں گے پھر آپکو ہوسپٹل سے چھٹی ملے گی مگر آپکو دو تین ہفتے ہر سٹریس سے دور رہنا ہے۔ امید ہے آپ اپنا بھرپور خیال رکھیں گی"

زینیش نے مسکرا کر فوری فرمابرداری سے سر کو اثبات میں ہلایا اور نرس کے جاتے ہی پنار اور دیان کے اندر آنے پر وہ جو کچھ دیر پھر سے سونا چاہتی تھی، ارادہ ترک کرتی دونوں کو دیکھے کھل سی اٹھی۔

"میرا بیبہ بچہ، شکر ہے تمہارے چہرے کی ہنسی بھی لوٹی اور بہار بھی۔ لگتا ہے اوزان بھائی نے کافی حسین تیمارداری کی ہے"

پنار کیسے چھیڑے بنا رہتی، دونوں کو گلے لگتا دیکھے دیان بھی اس منظر کی دلکشی پر شوخ ہوا۔

"انکی موجودگی بھی میرے لیے کسی خزانے سے کم نہیں۔ تم دونوں نے کیا ہوسپٹل ابھی سے جوائن کر لیا ہے؟"

زینیش کو فکر تھی کہ یہ نیا نویلا جوڑا کہیں پھر سے کام پر تو نہیں آ گیا۔

"ہاں یار! کچھ اہم سرجریز آ گئی ہیں تو ہمیں اب چھٹیاں اک طرف کر کے جوائنگ واپس کرنی ہے"

پنار نے فوری منہ پھلاتے زرا افسردگی سے بتایا۔

"اوہ چلو کوئی نہیں فرض سب سے اہم ہونا چاہیے"

زینیش کو ان دو کے جذبے نے خوشی دی۔

"جی بھابھی اور لگتا ہے ہم دو کا ہنی مون او پی ٹی میں ہی ہو گا، خیر آپ دو باتیں کریں میں چلتا ہوں۔ گیٹ ویل سون"

دیان نے بھی شریر ہوتے اپنے دل کے خفیف سے پھپھولے پھوڑے اور دونوں سہیلوں کو پرائیویسی دیے باہر نکل گیا۔

"لڑکی سنو! خبر دار جو تم نے میرے دیان بھیا کو اگنور کیا۔ جب جب دونوں کو فری وقت ملے ایک دوسرے کو دینا سمجھی۔ ایک تو تم دو اللہ اللہ کر کے ملے ہو جنگی طیارو! اوپر سے تم دو کا اتنا ٹف پروفیشن۔ مجھے تو فکر ہے تم دو کے بچوں کی کہ وہ کب آئیں گے"

زینیش صاحبہ فوراسے بھابھی بنے دیور کی فکر میں ہلکان ہوئیں جبکہ پنار ہنس کراسے دیکھنے لگی جو یہ سب کہتے بہت کیوٹ لگی۔

"ہماری فکر چھوڑو تم اپنا سوچو، ہم تو ماہر لوگ ہیں بچہ جب چاہیں گے فیملی بڑھالیں گے۔مجھے تو تمہاری ٹنشن ہے، میرا بیبہ بچہ پتا نہیں اماں بن کر کیسا لگے گا۔۔۔۔ویسے کیوٹ لگو گی تم"

پنار کی شوخ سرگوشی پر زینیش نے بلش کرتے نظر جھکائی۔

"تم بہت خراب ہو"

لجا کر شکوہ کرتی وہ اور کیوٹ لگی۔

"باخدا! اوزان بھائی ٹھیک بہکتے ہیں تمہارے سامنے۔ تم چیز ہی ایسی ہو۔ اتنی بھی کیوٹ نہ بننا کہ وہ تمہیں کھاجائیں۔ہائے داوے اوزان بھائی کی جان پر جیسے کل بنی تھی میں خود پریشان تھی انھیں کیسے سنبھالوں۔بہت محبت کرتے ہیں وہ میرے بیبے بچے سے، ایسی محبت جسکا صدقہ اتارنا واجب ہوتا

ہے۔ صدقے سے یاد آیا تمہارا صدقہ دینا تھا، بڑی امی نے خاص تاکید کر کے بھیجا ہے مجھے۔ وہ بھی بہت یاد کر رہی تھیں۔ آج کنول صاحبہ کے والد کی تدفین ہے تو سعدیہ اور وہ وہیں گئی ہیں، کنول نے کتنا کچھ کیا لیکن آفرین ہے ایزل مریم پر جو سب بھول بھال جاتی ہیں"

پنار کی ساری باتیں زینیش کی تھکن اتار گئیں اور پھر جس طرح وہ اس کے سر پر سے پیسے وار کر اٹھی وہ سب سے نیارہ تھا، کنول کے لیے زینو کو دلی دکھ جبکہ آئی جان کے لیے ڈھیڑوں دعائیں دل سے نکلتی محسوس ہوئیں۔

"چلو اب تم ریسٹ کرو میں بھی اپنے مریضوں کی خیر خبر لوں۔ میری جان" جھک کر اسکی کن پٹی چوم کر آرام کا کہے پنار مسکراتی ہوئی کمرے سے نکلی تو زینو نے بھی گہرا سانس بھرتے آنکھیں موند لیں۔

وہیں صبح گیارہ تک تنویر پاشا کا جنازہ اور تدفین مکمل کر لی گئی، طلال رات سے کنول کے ساتھ تھے جبکہ دونوں بہنوں نے بنا کسی واویلے کے سب

خاموشی سے یہ سب سمیٹا، ایزل مریم اور سعدیہ کے آنے نے وہیں صائمہ خانزادہ کے بہار کے ساتھ ہونے نے دونوں کو کافی حوصلہ دیا۔

جبکہ دن تک قرآن خوانی کروا کر ائزل مریم کا ارادہ کنول کو ساتھ ہی حویلی لے جانے کا تھا جبکہ بہار بھی واپس جانے والی تھی، اس سونے کے پنجرے میں ان دونوں بہنوں کو سکون محسوس ہونا ختم ہو چکا تھا، تبویر کا معاملہ اب اللہ کی عدالت میں تھا وہ بہترین انصاف کرنے والا ہے۔

..______________________..

"طبعیت کیسی ہے اب تمہاری؟"

الماان نے سو کر تھکن کافی حد تک خود پر سے اتار لی جبکہ اس وقت، وہ اسد کے ہمراہ ڈاکٹر طارق کے ساتھ ادخیل کے کمرے کی جانب لڑکھڑاتا ہوا بڑھ رہا تھا، گرنے کے سبب الماان کو بہت سی چوٹیں لگیں اور اب سامنے آیا کہ ٹانگ بھی تھوڑی دب گئی ہے جس سے چلنے میں دشواری آرہی تھی۔

"کافی بہتر ہوں، اداخیل کو ہم لے کر جا سکتے ہیں؟"

اداخیل کی جان ابھی بھی خطرے میں تھی، مگر ٹریٹمنٹ کے بروقت ہونے کے سبب وہ قدرے بہتری کی طرف گامزن تھا۔

"ہاں لیکن یہ چل نہیں پائے گا، کچھ دیر تک ہوش میں آجائے گا۔ لے کر جا سکتے ہو تم اسے"

طارق صاحب کی جانب سے امید افزاء جواب نے المان کے بوجھل اعصاب کو قدرے بحال کیا تبھی اسد اور المان ایک ساتھ کمرے سے باہر نکلے۔

"کیپٹن! پورے علاقے میں سروس بند ہے کل سے اور مجھے شبہ ہو رہا ہے یہ اسی مقصد کے تحت کی گئی ہے۔ ہمیں جلد از جلد واپسی کے لیے نکلنا ہو گا۔ میجر فہیم اس سے پہلے اپنی چال چلے، ہمیں بروقت اسکے منصوبے خاک میں ملانے ہوں گے۔ پلین بی تیار ہے عزیزم"

اسد کو پہلے تو یہی لگ رہا تھا کہ سروس بند ہونے کے پیچھے کوئی سیاسی وجہ ہو گی لیکن مسلسل فونز کا کام نہ کرنا اور سروس کی عدم دستیابی اسے بھی مشکوک کر چکی تھی، اور دونوں جانتے تھے یہ کس سبب ہے تبھی پر اسرار سی مسکراہٹ کا تبادلہ کیا لیکن مختصر سی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو اسد، فہیم کا مقصد میری اور ادا خیل کی موت کا الزام میجر گلزار پر تھوپ کر انھیں سزا دلوانا ہے، اور ہمارے پاس اسکی غداری ثابت کرنے کا خفیہ مشین پہلے ہی پہنچ چکا ہے۔ تم ٹیم کو کہو روانگی کے لیے تیار رہیں۔ جیسے ہی ادا خیل ہوش میں آتا ہے ہمیں فوری واپس کیمپ نکلنا ہو گا"

الماان نے کچھ سوچنے کے بعد حتمی فیصلہ کیا جبکہ اسد فوری حکم پر وہاں سے پورے جوش و جذبے کے سنگ چلا گیا، اسی لمحے نرس نے آکر الماان کو عقب سے پکارا۔

"آپکے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے، ڈاکٹر طارق آپکو بلا رہے ہیں"

المان نے نرس کے بتانے پر فوری کمرے کی جانب قدم بڑھائے، ادا خیل کو ہوش میں دیکھ کر المان کی آنکھوں میں چمک اتری جبکہ ادا خیل کی آنکھوں میں صاف صاف المان سیال کو دیکھ کر موت لہرائی۔

وہ ایک سادہ آسان موت سے جو بچا لیا گیا تھا اسکا خمیازہ ممکن تھا ادا خیل کو سالوں بھگتنا پڑتا۔

"ت۔۔تو نے مجھے مرنے نہیں دیا کیپٹن، بہت ڈھیٹ شے ہے تو"

ادا خیل کی مریل آواز و شکوے پر المان نے ناگواری کے سنگ ادا خیل کا سوجھا چہرہ شر دبار نظروں سے دیکھا۔

"ابھی کہاں، ابھی تو یہ ٹریلر چل رہا تھا۔ اصل فلم تو تجھے اب دیکھائی جائے گی۔ روانگی کے لیے تیار ہو جا۔ تیرے فیصلے کا وقت آگیا۔ اور تیرے ساتھ ساتھ ایک آستین کے سانپ کا سر بھی کچلنا ہے"

الماں نے گردن اکڑائے اداخیل کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں جہاں موت کا رقص واضح دیکھا جا سکتا تھا۔

وہیں میجر فہیم کے آفس روم میں کوئی سپاہی اجلت میں اجازت طلب ہوئے داخل ہوا۔

اس نے فہیم کے قریب جا کر اسکے کان میں نا جانے کیا کہا کہ میجر فہیم کی آنکھوں میں نادیدہ سی آگ لپکی، فوری اپنی نشت سے اٹھا جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔

"تو اسد بھی مجرموں کی لسٹ میں شامل ہو گیا ہے، ٹھیک ہے ان سب کو کیمپ بیس تک پہنچنے سے ہر ممکن روکو، میں جانتا ہوں اب مجھے کیا کرنا ہے"

میجر فہیم نے نفرت و کینہ توزی کی حد کرتے ہوئے اپنا لائحہ عمل بھی ترتیب دیا، الماں سیال کی شہادت اور اداخیل کی موت کی خبر وائرل کرنے کے

احکامات جاری کیے مگر جس آدمی نے فہیم کی کال اٹھائی وہ کوئی اور نہیں میجر گلزار تھے۔

فون بند کیے انہوں نے اپنے سامنے کھڑے افسران بالا کو دیکھا جن سبکی آنکھوں میں الوہی سی چمک بیدار تھی۔

"اگر تم لوگ کامیاب ہو کر اس غدار کو رنگے ہاتھوں پکڑتے ہو تو تم سبکے اس کارنامے کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا"

کچھ تو عجیب تھا کیونکہ اس وقت میجر گلزار اپنی وردی میں تھے، نہ تو چہرے پر دکھ تھا نہ تکلیف بلکہ آنکھوں میں اضافی چمک تھی جو بتارہی تھی کہ کچھ تو تھا جسکی گہری پردہ داری کی جارہی ہے۔

..________________________..

اوزان نے ڈرائیونگ سپیڈ قدرے کم کرتے فون کال آنے پر ریسیو کی، وحدہ بیک سیٹ پر پر سکون انداز میں بیٹھی کھلی ونڈو سے باہر جھانکتی اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔

"ہاں حسیب! بول کیا نیوز ہے"

اوزان نے فون کے اس پار عدالت سے باہر آکر رکتے حسیب سے دریافت کیا۔

"یار ایک بری خبر ہے، فیروز شمشیر کو پھانسی نہیں ہوئی بلکہ عمر قید کی بامشقت سزا ہوئی ہے۔ درانی نے کافی زور لگایا، حالانکہ آج فیروز کا وکیل بھی موجود نہ تھا تب بھی عدالت پھانسی پر رضامند نہیں ہوئی۔ جج کا کہنا ہے کہ فیروز کے ہاتھوں مرنے والے بھی مجرم تھے سو پھانسی لاگو نہیں ہوتی"

یہ خبر حسیب کے لیے بری ضرور تھی پر اوزان دایب کے وجیہہ چہرے پر شر انگیز سی خوشی پھیلانے کا سبب بنی۔

"بری خبر کیسے ہوئی میرے عزیز، ویٹ"

گاڑی روکے اوزان نے کچھ دیر وحدہ کو اشارہ کیا جس پر وہ مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"کیا مطلب؟"

حسیب جنجھلایا، اوزان نے گاڑی سے باہر نکلتے مسکرا کر خوبصورت سے موسم کو دیکھتے ہوا میں گہرا سانس بھرے گاڑی سے زرا فاصلے پر آ کر اپنے قدم روکے۔

"مطلب پھانسی کی تکلیف تو انکو محسوس ہی نہ ہوتی، جتنے گناہ وہ کر چکے ہیں حسیب۔ ساری زندگی کی بے بسی ہی بہترین سزا ہے۔ اور سچ پوچھ تو میں انکی ایسی ہی سزا چاہتا تھا، کیا مل سکتا ہوں ان سے؟ میں نزدیک ہی ہوں۔"

اوزان کے اپنی ہی دھن میں فیصلے کو سراہنے کے بعد فوری پوچھنے پر حسیب نے سر اثبات میں ہلایا۔

"بیس منٹ تک انکو سنٹرل جیل والے یہاں سے لے جائیں گے، آجا دل جلا لے تو بھی انکا۔ پر محتاط ہو کر آئیں۔ ابھی بھی یہ بڈھا زخمی بھیڑیا ہے کچھ بھی کر سکتا ہے"

حسیب کے شوخ ہونے کے بعد فوری احتیاط کی تاکید کرنے پر اوزان مسکرایا اور اوکے کہے واپس گاڑی کی طرف بڑھا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

"کیا کچھ ہوا ہے اوزو؟"

وحدہ کو فکر ہوئی۔

"نہیں مجھے ارجنٹ ایک کام سے کورٹ پہنچنا ہے، تمہیں پہلے حویلی ڈراپ کروں یا"

اوزان نے ڈرائیونگ سٹارٹ کرتے اپنے اہم کام کو راز رکھے ہی ترتیب دینی چاہی مگر وہ اسکی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔

"میں گاڑی میں ویٹ کرلوں گی آپ اپنا کام نمٹا لینا، اکیلے آپکے گھر جا کر مجھے عجیب لگے گا۔ کیونکہ ابھی تو میں صرف آپکو جانتی ہوں"

وحدہ کی بات بھی درست تھی، اوزان کو آپشن بہتر لگا۔

"ٹھیک ہے لیکن تم گاڑی سے ہرگز مت نکلنا مجھے بس پانچ منٹ کا کام ہے، اگین وارن کررہا ہوں گاڑی سے مت نکلنا وحدہ"

اوزان کو اسے ساتھ لے جانا مناسب نہ لگا تبھی دوبار تمہید باندھی۔

"اوکے بھتیجے مان لیا، کیا بچی کی جان لیں گے"

وحدہ کی حاضر جوابی پر اوزان تمام تر فکر کے مسکرادیا۔

"بچی تو تم کہیں سے نہیں ہو، خدا کی پناہ"

اتنی تیز اور ذہین بچی کم از کم اوزان نے تو بتیس سالا زندگی میں کہیں نہ دیکھی تبھی تو منہ ہی منہ میں بڑبڑا بیٹھا۔

خیر پندرہ منٹ تک اوزان ہائی کورٹ پہنچا، سیاسی کارکن اور مشہور شخصیت ہونے کے ناطے ایک تو فوری فیصلہ ہوا تھا دوسرا میڈیا والے بھی سلطان فیروز شمشیر انصاری کی سزا کی تمام ترکورتج لائیو اپنے چینلز پر دیکھا رہے تھے۔

اوزان نے گاڑی کورٹ کے پارکنگ ایریا میں روکی اور باہر نکلتے پھر سے وجاہت خیز شخصیت کے سحر بکھیر تارک کر پلٹا اور جھکا۔

"اگین کہہ رہا ہوں باہر مت نکلنا، گاڑی بلٹ پروف ہے لیکن یہ جگہ ہرگز سیکیور نہیں ہے۔ پاگل قسم کے لوگ یہاں دندناتے پائے جاتے ہیں۔ سمجھ گئی؟"

اوزان نے اس بار زرا سختی سے تاکید کی۔

"اوکے اوکے اوکے، ریلکس ہو جائیں مجھے اب آپ شرمندہ کر رہے ہیں اوزو۔لگ رہا ہے وحدہ کوئی بہت ڈھیٹ شے ہے جسے آپکو اتنی بار وارن کرنا پڑ رہا ہے۔ بھولیں مت آپکی پھپھو ہوں، رعب زرا کم ڈالیں"

وحدہ صاحبہ بھی غرور میں کافی آگے تھیں، اوزان نے مسکراہٹ دباتے زرا آئیبرو اچکاتے گھورا جس پر وہ فوری معصومانہ سا ہنسی۔

اسے آنے کا کہتا وہ خود ہال کی جانب بڑھا مگر سامنے سے ہی فیروز شمشیر کو پولیس کے لوگ لیے اپنی وین کی سمت بڑھ رہے تھے، درانی، حسیب اور طفیل بھی وہیں کچھ فاصلے پر کھڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

اوزان نے ان پولیس والے اہل کاروں کو زرا رکنے کا اشارہ کیا اور محظوظ سی نظر اجڑے دیکھائی دیتے دادا پر ڈالی جنکی آنکھوں میں اس وقت بھی آگ دہک رہی تھی۔

"تو فائنلی آپکی ایک ایسی سزا مقرر ہو گئی دادا جو آپکو درد کا احساس دلائے گی، جو عمر اللہ سے لو لگانے کی تھی وہ آپکی سزا اور رسوائی میں کٹنے والی ہے۔ مگر افسوس آپکو پاگل نہ کر سکا، بہت خواہش تھی بابا کا انتقام لے پاتا، آپکو اس درجے تک لے کر جاتا جہاں آپ واقعی خودکشی کر لیتے۔ پر خیر، یہ بھی بہترین ہے"

اوزان کے لفظ کوڑوں کی طرح فیروز پر برسے، جسکی آنکھوں میں نا ختم ہونے والا کرب نمودار ہوا کیونکہ نظر اوزان کی گاڑی سے باہر نکل کر کھڑی ہوتی اس لڑکی پر جو جا ٹھہری تھی، مرجان میم کی کال سننے وہ گاڑی سے نکل آئی تھی یہ بھولے کہ اوزان اسے نہ نکلنے کی تنبیہہ کر کے گیا ہے۔

دادا کی نظروں کے تعاقب میں جب اوزان نے بھی گردن موڑی تو اس ڈھیٹ کو گاڑی کے ساتھ لگ کر کھڑا فون پر مصروف دیکھے اوزان کو اخیر غضب چڑھا۔

"آپ پر گئی ہے، حاضر جواب اور ڈھیٹ"

اوزان نے گردن موڑی مگر دادا کو اسی جانب ٹکٹکی باندھ کر آنکھیں ٹکائے دیکھ کر کہیں اوزان کے دل کو بھی تپش پہنچی۔

"کیا وہ میری بیٹی ہے؟"

فیروز کی آواز بمشکل حلق سے نکلی۔

"وحدہ انصاری۔ لیکن آپ سے ملنا نہیں چاہتی اس سے اپنی بد قسمتی کا اندازہ لگالیں۔ آپ جانتے ہیں دادا بیٹی بہت قسمت والوں کو عطا کی جاتی ہے لیکن آپ اتنے بد قسمت تھے کہ آپکو اس نعمت کا فیض نصیب ہی نہ ہوا۔ اب ساری زندگی آپکو یہی دکھ کاٹتا رہے گا مجھے یقین ہے اور میں آپکی اس سزا میں اضافے کی دعا کرتا رہوں گا"

اوزان نے کوئی رحم نہ کھایا، پلٹنے بھی لگا مگر فیروز نے اسکی بازو پکڑے روکا۔

"ایسا مت کر اوزان۔۔۔ایک بار دیکھنے دے مجھے۔ملنے دے مجھے اس سے"

دادا کی التجاء پر اوزان نے اپنی بازو بے دردی سے انکے ہاتھ سے چھڑوائی، ماتھے پر اس درجہ ملتیجانہ انداز پر شکنیں نمودار ہوئیں۔

"ہر گز نہیں، یہی تو آپکی سزا ہے دادا۔اس کی ایک جھلک دیکھنے کو آپ ایڑیاں رگڑر گڑ کر بھیک مانگیں"

اوزان کی نفرت اسکی وائنی آنکھوں میں لمحہ لگاتے چلی آئی، فیروز شمشیر سسک تو سکتا نہ تھا تبھی اسکے خرافاتی دماغ میں بس مزید اذیت دینی ہی سما سکی۔

پاس کھڑے اہل کار کو سنبھلنے کا موقع دیے بنا فیروز نے اس سے گن چھپٹ کر اوزان پر تانی، ہر کوئی چوکنا ہوا، خود حسیب اور طفیل نے بھی اپنی اپنی گن فیروز پر تانی، ماحول میں سنسنی سی گھلی۔

"مجھے اس سے ملنے دے اوزان ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا،بس ایک بار اسے دیکھنے دے"

فیروز کسی مخدوش پاگل کی طرح اوزان دایب کے سینے سے گن جوڑے چلایا،وحدہ نے ائیر پوڈ لگا لیے تھے تبھی کچھ دور ہوتے ہنگامے سے بے خبر تھی۔

"گن نیچے کریے محترم،ورنہ آپکی یہ خبطی کھوپڑی اڑا دوں گا"

حسیب سے پہلے طفیل دھاڑا لیکن فیروز کبھی اپنی تنی گن اور کبھی گاڑی کے پاس لگ کر کھڑی وحدہ کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

مرجان میم کو بائے کہے،ائیر پوڈ پیس دونوان کانوں اتارتی وحدہ پلٹی مگر زمین تو اسکے پیروں سے سامنے کا ہولناک منظر دیکھ کر سر کی۔

اوزان پر اس بوڑھے آدمی نے گن تان رکھی تھی،وحدہ کو لگا دل کسی نے اس گن کے کنارے رکھ دیا ہو۔

"وحدہ گاڑی میں جاو"

اوزان نے باقاعدہ چیخ کر وحدہ کو پیچھے ہٹنے کا کہا مگر وہ بنا اسکی سنے کسی مانوس سے احساس کے تحت ان سبکی طرف میکانکی طور پر کھنچتی ہی چلی آئی۔

فیروز شمشیر انصاری کے ہاتھوں کی پکڑ اپنی بیٹی کو دیکھتے ڈھیلی پڑی۔

"وحدہ گاڑی میں جاو تمہیں سمجھ نہیں آرہی میری بات"

اوزان کے مزید قریب آتی وحدہ کو غصے سے روکا، حسیب تک کو اشارہ کیا مگر وہ کسی کو قریب نہ آنے دیتی بالکل فیروز شمشیر کے سامنے آکر رک گئی۔

"اوزو! ک۔۔ کیا یہ میرے بابا ہیں؟"

وحدہ کو تو جیسے کچھ سنائی دینا ہی بند ہو گیا تھا۔

ہر کوئی یہ منظر دیکھتا ساکن سا ہوا۔

فیروز شمشیر کی آنکھوں میں آنسو تو نہ آیا پر تکلیف سی ضرور آتری۔

"وحدہ۔میری بیٹی"

فیروز کی آواز ٹوٹی جس پر اوزان نے وحدہ کو کھینچ کر پیچھے دھکیلا اور خود دادا کی گن سے آن پہاڑ سینہ جوڑے رکا۔

"اوزو!۔۔ک۔۔کیا کر رہے ہیں۔۔۔پلیز آپ بھی گن ہٹالیں۔یہ میرے اکلوتے فرینڈ ہیں۔ایسے مت کریں"

وحدہ نے منت کرتے دونوں کو رحم طلب نظروں سے سہم کر دیکھا۔

اوزان کی برداشت کی حد ختم ہو رہی تھی۔

"وحدہ! چلی جاو"

اوزان نے ایک بار پھر غرا کر وحدہ کو پکارا اور وہ اوزان کی غصے سے بھری آنکھیں دیکھتی پلٹی بھی مگر اس سے پہلے اوزان زرا پیچھے دھکیل کر دادا کو قابو

کرتا، فیروز نے گولی چلادی مگر وہ اوزان کو نہیں اسکے سامنے بھاگ کر آتی وحدہ کے کندھے میں جا گڑی۔

اک لمحہ تو ہر سو سناٹا چھا گیا۔

اوزان نے گرتی ہوئی وحدہ کو سنبھالا جبکہ فیروز کے ہاتھ سے گن تو یہ سب کرتے ہی صدمے سے چھوٹ گئی۔

زمین پر گرتی وحدہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اوزان کا دل چاہا اسکے منہ پر دو کھینچ کر لگائے۔

"م۔۔مجھے ان سے محبت نہ ہو جائے ت۔۔ تبھی انہوں نے ایک سولڈ وجہ دے دی۔م۔۔مجھے مار کر کہ نفرت ک۔کرنی آسان ہو۔۔۔ا۔۔اب ان سے محبت نہیں ہو گی۔"

درد سے نہیں البتہ دل کو لگتی اس چوٹ نے وحدہ کو ہوش سے بیگانہ ضرور کیا۔

اوزان پریشانی کے عالم میں فوری اسے ہوسپٹل لے کر پہنچا، سٹریچر پر بھی وہ کچھ دیر ہوش میں آئی۔

"کیا ضرورت تھی میرے سامنے آنے کی وحدہ"

اوزان کی آواز بھاری تھی وہ اب بھی مسکرائی، اوزان دایب اسکار ہمنا تھا سو اسکے لیے بہت اہم تھا۔

"آپکو کچھ ہوتا تو انکا کیا ہوتا جنکے لیے دعا کروائی تھی۔ م۔۔مجھے درد نہیں ہوتا نہ۔ مرنے کی تکلیف سے بھی بچ جاوں گی۔ پریشان نہ ہوں بھتیجے، اسے بھی پھپھو کی د۔۔دعا سمجھ لیں"

اس لمحے جب اوزان اسکی لہولہان شرٹ دیکھ کر آدھا ہو رہا تھا، وہ ایسی باتیں کر کے دل دہلا رہی تھی۔ وحدہ کو فوری آپریشن تھیٹر لے جایا گیا جبکہ اوزان کی شرٹ بھی زرا لہو سے سرخ ہو چکی تھی۔

"یا اللہ، اسے کچھ نہ ہو۔ میری وجہ سے موت کے منہ میں چلی گئی ہے یہ بد دماغ۔ فیروز شمشیر آپکو اللہ پوچھے۔۔۔۔بے رحم شخص"

اوزان کا بس نہ چلا جا کر دادا کا گلا دبا آئے، کچھ دیر وہیں ٹہلتا رہا مگر پھر نرس کے آکر کوئی پیغام دینے پر وہ زینیش والے روم کی طرف بڑھا۔

جانے کو تیار وہ کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی اوزان کی منتظر تھی، اوزان نے وحدہ کو لگتی گولی کا چاچو اور آئی جان کو بھی بتایا سو وہ بھی ہوسپٹل کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

"زینیش!"

اوزان کے دروازہ کھولنے پر وہ جو مسکرا کر پلٹی، اوزان کو انہی کپڑوں میں دیکھ کر اور اسکی شرٹ پر لگے خون کو دیکھتی وہ گھبرا کر فوری اوزان کی طرف چلی آئی۔

"اوزان! یہ خون۔۔۔ کیا ہوا ہے آپکو؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟"

زینیش نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے جان ہارتے ہوئے پوچھا مگر اوزان نے اسے نرمی سے گلے لگائے پہلے ریلکس کیا اور پھر وہیں بیڈ پر بٹھائے خود بھی پاس بیٹھتے سارا معاملہ بتایا۔

"اوہ! وحدہ۔۔۔اسے کچھ نہ ہو۔ آپکی جان بچائی اس نے، وہ میری بھی محسن ہے۔ کچھ نہیں ہو گا اسے، ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی وہ۔"

زینیش کی آنکھیں بھی سارا کچھ جان کر آبدیدہ ہوئیں۔

"ان شاء اللہ! دادا نے اپنی چوتھی اولاد کو بھی ڈس ہی لیا زینو۔ خیر آو میں تمہیں حویلی ڈراپ کر دیتا ہوں۔ یہاں رہی تو طبعیت بگھاڑ لو گی۔ بہت مشکل سے تمہاری جان بچی ہے، میں کوئی رسک نہیں لے سکتا"

اوزان نے اٹھ کھڑا ہوتے بتایا مگر وہ وحدہ کے بارے جانے بنا گھر جانے پر آمادہ نہ ہو سکتی تھی۔

"نہیں اوزان، مجھے یہیں رہنے دیں۔ جب تک وہ خطرے سے باہر نہیں آتی میں کہیں نہیں جاوں گی۔ پلیز"

زینیش نے روتے ہوئے منت کی جبکہ اوزان نے اسکے گرد بازو سہلائے سر ہلا دیا، وہ ٹھیک نہ تھی پھر بھی وحدہ کے سبب گھر جانے پر راضی نہ ہوئی۔

"اگر تم نے اپنی طبعیت بگھاڑی تو اچھا نہیں ہو گا، آجاو روم کو بائے کہو تا کہ دوبارہ نہ آنا پڑے"

اوزان بھلے وحدہ کے لیے پریشان تھا مگر زینیش کو سنبھالنا بھی بخوبی جانتا تھا، افسردہ سا مسکراتی وہ اسکے ساتھ ہئ کمرے سے باہر نکلی۔

گولی وحدہ کے کندھے میں لگی تھی، خطرہ تو تھا مگر اللہ مسیحاوں کی زندگی اتنی قلیل نہیں رکھتا۔

دو گھنٹے تک نا صرف آپریٹ ہو گیا بلکہ اسکی کنڈیشن بھی سٹیبل ہوئی۔

طلال چاچو اور آئی جان کو وحدہ کے پاس چھوڑے وہ زینو کو مطمئین ہونے کے بعد حویلی لے گیا۔

خود بھی فریش ہو کر چینج کیے بلیک میں واپس آیا اور زینیش بھی چینج کیے تازہ دم ہوئی۔

میشی بھی تب تک پیپر دے کر واپس آگئی، وحدہ کے بارے سن کر اسے بھی بہت دکھ ہوا۔

مگر اوزان نے دونوں کو تسلی دی کہ وحدہ کی طبعیت اب سٹیبل ہے، جبکہ خود اوزان بھی اسکے بعد واپس ہوسپٹل جانے کا سوچ چکا تھا لیکن زینیش پھر سے ساتھ جانے کو آمادہ تھی۔

..________________________________..

الماان اور اسد کی ٹیم واپسی کے سفر پر گامزن ہو چکی تھی، کیمپ بیس تک پہنچنے میں مزید دس منٹ کا مزید راستہ باقی تھا۔

اسد کی عقابی نظریں چار سو گھوم رہی تھیں، انکی آمد کی خبر فہیم کو ہو چکی ہے اسکا شبہ ذہن میں رکھے ہی وہ احتیاطی تدابیر کر کے روانہ ہوئے تھے۔

ادا خیل کو زنجیروں اور رسیوں سے جکڑ کر المان ہی نے اپنی والی ملٹری وین میں اسے قید کروا رکھا تھا۔

"اسد! محتاط ہو جاو۔ فہیم سے کسی قسم کی درندگی بھی امید کی جا سکتی ہے۔ اگر اسے ہماری واپسی کی خبر ہو چکی ہے تو وہ اپنے گھناونے مقصد کو پورا کرنے کے لیے مجھے اور ادا خیل دونوں کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ اپنی ٹیم کو بھی کہو چوکنے ہو جائیں، آہٹ پر بھی دھیان دیں"

اسد کے ائیر فون کی جانب سے ابھرتی المان کی محتاط رہنے کی تاکید سے پہلے ہی اسد چوکنا تھا۔

فوجی چھاونی کا علاقہ دو منٹ تک شروع ہونے والا تھا مگر اسی لمحے یکدم سامنے اور دائیں جانب سے ہوتی اندھا دھند فائرنگ نے اسد اور المان دونوں کو فکر مند کیا۔

تینوں گاڑیاں رکیں اور اسد اور المان کی ٹیم نے بھی جوابی حملہ شروع کیا، اسد کو المان نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ کسی فوجی کو جان سے نہیں مارنا بلکہ بہت مجبور کریں تو پیر یا ہاتھ پر شوٹ کریں، دشمنوں سے مقابلہ تو بعد کی بات تھی پہلے اپنے ہی گھر میں لنکا ڈھاتے بھیدیوں کو سبق سیکھانا ضروری تھا۔

"اپنے اس میجر کو کہو کہ ہمت ہے تو سامنے آ کر مقابلہ کرے، بزدلوں کی طرح وار کرتے اپنی نسل کر پتا دے رہا ہے وہ بدذات"

المان نے خود ہی گاڑی سے باہر نکلتے سامنے کھڑے سپاہیوں کو دیکھ کر غصے سے للکارا، سب نے فائرنگ روک دی تھی۔

اور وہیں ان کے عقب سے باہر نکلتا فہیم جس نے وردی تک اس لمحے اتار کر سیاہ شرٹ پینٹ پہنے بس جیکٹ ملٹری والی پہن رکھی تھی، اسکے ہاتھ میں گن اور چہرے پر فتح کے رنگ اور نجس مسکراہٹ دیکھے الماں کی رگوں میں خون ابلا۔

"اوہ تو تم زندہ ہو کیپٹن، جوشیلے جواں ہمت اور نڈر لیکن وہ کیا ہے نہ اب تمہاری شہادت کی آفیشل خبر اناونس ہو چکی ہے، سب کچھ ترتیب دیا جا چکا ہے سو تمہیں مرنا ہو گا۔ بہت ایماندار ہو تم، تمہارے کچھ افسر بھی خاصے سخت ضمیر والے ہیں لیکن ہم لوگ اپنے جیسے بے ضمیروں کو مہارت سے تلاش لیتے ہیں، مجھے تم سبکی ہار درکار تھی اس ملک کی کیونکہ میں یہاں تم لوگوں کے بیچ پھوٹ ڈالنے ہئ آیا تھا، میرا مقصد تم لوگوں کو اپس میں الجھا کر اپنے کام انجام دینا ہے۔ اسکے لیے مجھے میجر گلزار جیسی راہ کی ہڈی کو ہٹانا ہے جسکے لیے تمہارا اور اداخیل کا مرنا ضروری ہے"

تو گویا فہیم اصل میں ایک دشمن ملک کا غدار تھا جو میجر کی پوسٹ پر بیٹھ کر دیمک بنا جڑیں کاٹ رہا تھا۔

"غدار! تجھ جیسے بہت آئے اور بہت مسلے بھی گئے۔ پھر تیری یہ مکرو پلاننگ کیسے کامیاب ہونے دے سکتے ہیں ہم۔ تجھے کیا لگا تو سبکی آنکھوں میں دھول جھونک چکا ہے، اپنے پیچھے دیکھ"

المان نے مسکرا کر طنزیہ ہنسی جس پر فہیم نے جب گردن موڑی تو پیچھے برگیڈیر، چیف آرمی جنرل خود کھڑے تھے جنکی آنکھوں نے بھی خود فہیم کا یہ مکرو چہرہ دیکھ اور سماعت نے اعتراف جرم سنا۔

جو سپاہی فہیم کے ساتھ تھے، برگیڈیر کے حکم پر سب نے اپنی بندوقیں فہیم پر تانی جسکی شکل چوہے جیسی بن چکی تھی، اسد بھی المان کے اشارے پر ادا خیل کو سہارہ دے کر باہر لایا۔

"ہمیں تم پر پہلے ہی شک تھا فہیم، تبھی ہم نے مل کر یہ پلین ترتیب دیا۔ اس جگہ خندق کا انتظام بھی ہم نے کیپٹن الامان کے لیے خود کیا تھا۔ تم نے ہماری آنکھوں میں بہت دھول جھونکنے کی کوشش کی لیکن کیپٹن الامان سیال اور میجر گلزار کی بروقت حکمت عملی اور موقعے پر حاصل کی گئی ریکارڈنگ سے ہمیں تمہارے غدار ہونے کا یقین آیا۔ اگر میجر گلزار وہ ریکارڈنگ نہ دیکھا تا تو ہم اپنے ہی لوگوں کے قاتل بن جاتے۔ جب تک ہمارے محکمے میں ایسے جواں ہمت اور معاملہ فہم لوگ ہیں کوئی اس پاکستان آرمی میں پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔ کوشش اچھی تھی، لیکن وہ کیا ہے تھوڑے ڈرامے باز ہم بھی ہیں عزیزم! ہم نے تمہارا ساتھ دیا، خود کو اداخیل اور دلاور جونیجو کا ثالثی پیش کیا تاکہ تم اس دھوکے میں آسکو کہ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ لیکن تم ایک بات بھول گئے کہ تم اس وقت دنیا کی پاورفل آرمیز کی ٹاپ فہرست میں آتی پاک آرمی کے بیچ ہو۔ تم جیسے غدار کی وہ عبرت ہو گی کہ دشمن ملک اپنے کارندے یہاں بھیجنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گے۔۔۔۔ لے کر چلو

اسے اور میجر گلزار کو پوری عزت کے ساتھ فوجی جیل سے انکے ہیڈ آفس پہنچانے کا حکم دیتا ہوں"

برگیڈیر، چیف آرمی جنرل دونوں نے فخر سے الامان کا کندھا تھپکایا، اور اصل مشن اپنے اندر موجود اس غدار کا خاتمہ تھا جو الامان سیال اور اسد نے جان مشکل میں ڈال کر مکمل کیا، جبکہ میجر گلزار سے اسد اور الامان کی ملاقات انکے ہیڈ آفس ہوئی جہاں تمام افسران بالا نے ایک مسکراتے ماحول میں جیت کا جشن منایا، فہیم جیسے غدار سے چھٹکارا، اداخیل اور دلاور جونیجو کے خاتمے سے کہیں بڑی جیت تھی اور میجر گلزار کا فخر اپنے ان دو نوجوانوں پر آج دگنا بڑھا تھا۔

اس سارے خفیہ مشین کا علم میجر گلزار نے کوڈ ورڈنگ کے تھرو نظر بند ہونے کے باوجود الامان کو اسکی گھڑی کے تھرو کروایا جو دراصل ایک سمارٹ فون تھی، اسی سے اسد کو ان کوڈورنگ کے ذریعے مشن کی تمام خفیہ پلاننگ موصول ہوئی۔

میجر گلزار کا نظر بند ہونا اور پھر فوجی جیل میں جانا تک ایک پلین تھا، فہیم نے برگیڈیر اور چیف جنرل تک کو بدگمان کرنے کی کوشش کی تھی تبھی شروع میں انھیں المان یا میجر گلزار کی کسی بات پر یقین نہ آیا کیونکہ فہیم پر انھیں شک نہ تھا وہ ایک ماہر جاسوس تھا لیکن فہیم کے فون سے کچھ اہم ریکارڈنگز حاصل کرنے کے بعد جب پورے ثبوت کے سنگ میجر گلزار نے افسران بالا تک حقائق پہنچائے تب انہوں نے فہیم کو بے نقاب کرنے کی ذمہ داری میجر گلزار اور انکی ہونہار ٹیم پر رکھی، بس یہ پلین اسی وقت ترتیب دیا گیا۔

جبکہ فوری کیپٹن المان سیال کی جھوٹی شہادت کی خبر کی تردید بھی کروائی گئی جس سے بات المان کے گھر نہ پہنچی ورنہ مشائم تو شاید جھوٹی سہی اس خبر سے اوپر کوچ کر جاتی، اور تبھی المان بھی شکر بجالا رہا تھا کہ یہ سب بروقت سمٹ گیا۔

"تمہیں پتا ہے المان سیال! سب سے بڑی جنگ کونسی ہوتی ہے؟"

اس وقت وہ لوگ فوجی چھاونی کے لان میں ہی واک کر رہے تھے، میجر گلزار کو انکے اختیارات واپس سونپ دیے گئے تھے، اسد واپس ریگولر ڈیوٹی پر کل واپس لاہور جانے کی تیاری کر رہا تھا، صبح سے شام ڈھل چکی تھی۔

"کونسی میجر؟"

المان نے رک کر میجر گلزار کو دیکھا۔

"اپنے آپ سے، اپنے لوگوں کے بیچ چھپے دشمنوں سے۔ جب تک ہم اپنے اندر چھپے غداروں کا خاتمہ نہیں کرتے، اپنے آپ کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ باہر والا تو ہمارے جسم پر وار کرے گا لیکن ہمارے اندر چھپا غدار ہمارے دل و دماغ مفلوج کر دے گا، اور قومیں یونہی ایسے نجس لوگوں کی مداخلت سے ہی برباد ہوتی ہیں۔

اور ایسا ہر محکمے میں ہے، جیسے سب سے بڑی جنگ اپنے نفس سے ہوتی ہے، زندگی کے ہر سفر میں ایسے موذی احساسات سے بھی پالا پڑتا رہے گا۔ میں

اکیلا اس جنگ کو کبھی جیت نہ پاتا، اگر میرے پاس تمہارے اور اسد جیسے ساتھی نہ ہوتے۔ مجھے تم پر اور اپنے اس ہونہار سٹاف پر فخر ہے۔ جب تک تم جیسے بہادر ہماری اس آرمی میں موجود ہیں، دشمن کی کوئی گھناونی چال کامیاب نہیں ہو سکتی"

میجر گلزار کی آنکھوں میں جو چمک تھی الماں اسی کو دیکھنے کا طلب گار تھا، دل تک نہال ہوا۔

"ان شاء اللہ سر! جب تک اس فورس میں ہوں، اپنا بیسٹ دوں گا۔ اور کبھی آپکو اپنے سٹاف سے ناامیدی نہ ملے گی"

الماں کے ماتھے اور گال پر اب تک زخم تھا جبکہ ٹانگ بھی عجیب سے درد کا شکار تھی، شاید یہ کھائی میں گرنے کے سبب تھا کہ اب درد بڑھ گیا تھا۔

"ان شاء اللہ! خیر اسد بتا رہا تھا تم نے ہنزہ میں گھر لیا ہے۔ یہ بہت اچھا کیا۔ میں بھی نہیں چاہتا تم اس زخمی حالت میں ملٹری ہوسٹل رہو۔ سو اسد لاہور

جا رہا ہے کل واپس ملٹری آفس تو تم بھی کچھ دن گھر جا کر آرام کرو، تمہاری طبعیت بہتر ہو تو اگلا مشن بھی تم میرے ساتھ کرو گے۔۔۔ چھٹی نہیں دے رہا کیونکہ اوپر سے پریشر ہے، تم اپنی وائف کو یہیں بلوا سکتے ہو۔ اسکی اجازت دے رہا ہوں"

الماان کو آرام کی ضرورت واقعی تھی مگر سب سے بڑی خوشی میشی کو یہیں بلوانے کی ملی جو سارے درد والم سے کوسوں دور لے گئی۔

"تھینک یو سو مچ میجر"

الماان نے مسکرا کر اجازت لی جبکہ سروس بھی اوپن ہو چکی تھی تبھی واپس کیمپ آتے ہی الماان نے اپنا فون آن کیا، اور وہیں لگے پردے ہٹا کر باہر کا خوبصورت منظر دیکھتے کال ملائی۔

میشی کے آج دو پیپر ایک ساتھ تھے اور دو فائنل کل تھے تبھی وہ کافی تھک چکی تھی، لیکن کل فائنلی پیپرز ختم ہونے کی خوشی، الماان سے رابطہ نہ ہوسکنے کی پریشانی میں دبی تھی۔

زینیش اور اوزان دوبارہ ہوسپٹل چلے گئے کیونکہ وحدہ کو جب سے ہوش آیا وہ اوزان اور زینیش سے ملنے کی خواہش ہی کیے جارہی تھی، میشی بھی جانا چاہتی تھی پر طبعیت اتنی بوجھل تھی کہ اوزان نے اسے آرام کا مشورہ دیا اور سعدیہ کو تاکید بھی کر کے گیا کہ وہ میشی کا خیال رکھے۔

تبھی وہ شام ہی آکر روم میں سوگئ تھی، فون کی بیل پر اسکی کچی نیند بھی ٹوٹی، فورا سے کروٹ بدل کر میٹرس پر رکھا فون اٹھایا، الماان کا نام دیکھتے ہی آنکھوں سے ساری خماری اڑی۔

"الماان! کہاں ہیں آپ۔۔ آپکا فون بند کیوں تھا۔ کیوں جان لینے پر تلے ہیں آپ میری"

فون لگتے ہی روہانسا شکوہ الماان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"کل تمہارا لاسٹ پیپر ہے، سو کل شام تم یہاں میرے پاس آرہی ہو۔ اوزان کو کہا ہے وہ تمہاری فلائیٹ کروادے گا، اب میرے پاس آو گی تبھی بات ہو گی۔ باقی میں نے بہت مس کیا تمہیں، مشن میں بزی تھا تبھی فون آف تھا"

الماان کی باقی باتیں تو وہ سن نہ سکی، ہنزہ جانے کی خوشی سے زیادہ الماان اور اپنے گھر جانے کا قرار ساری اداسی کی بینڈ بجا گیا۔

"میں سچی آپکے پاس آرہی ہوں؟ لیکن الماان ممی تو ٹھیک ہو گئیں "

خوشی نے یکدم اداسی کا روپ بدلا۔

"کوئی بات نہیں جب واپس آوں گا تو اپنے رویے کی معافی مانگ لوں گا، فی الحال کچھ دن مجھے صرف میری چلی ملئ چاہیے۔ اور کوئی نہیں۔ اپنا لیپ ٹاپ

لے آنا کیونکہ پریکٹیکل ورک اور پریزینٹیشن تمہاری آن لائن ہی ہو گی تم یہاں سے ہی کر لینا"

میشی کی کھوئی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر بکھری۔

"اوکے، وڈیو کال کریں نہ پلیز۔ میں آپکو دیکھنا چاہتی ہوں"

وڈیو کال تو وہ کسی صورت نہ کر سکتا تھا۔

"آ کر دیکھ لینا میری جان، ایسے مجھ سے رات گزارنی مشکل ہو گی۔ بہت تھکا ہوا ہوں۔ سونے لگا ہوں۔ تم بھی ریسٹ کر لو فلائیٹ تھکا دے گی۔ کل ملتے ہیں رات تک۔ تم ٹھیک ہو؟"

وہ رسان سے ٹال گیا تو وہ بھی بہل گئی، جبکہ آخری سوال پر گہرا سانس بھرا۔

"تھوڑی اداس تھی، لیکن کل آپ سے ملوں گی اسکی خوشی نے اچھا کر دیا۔ آپ ٹھیک ہیں المان؟ اس بار کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟"

ذرا ڈرے ڈرے لہجے میں پوچھا۔

" تھوڑی سی لگی ہے اور تمہاری موجودگی کا مرہم درکار ہے "

محبت بھرے لہجے میں وہ کہہ کر مشائم کے دل کو دھڑکا گیا۔

" انتظار کریں پھر، اور خیال رکھیں میرے آنے تک۔۔۔ اللہ حافظ۔ آرام کریں "

پیار سے الماں کو کہتے ہی میشی نے رابطہ توڑا جبکہ خود بھی وہ بہت تھکی تھی تبھی الماں کے پاس جانے کی خوشی نے آنکھوں میں واپس خمار بھر دیا۔

..________________________..

" تم ٹھیک ہو وحدہ؟ "

شام تک ہوش میں آتے ہی اپنے دائیں جانب زینیش اور بائیں طرف سامنے بیٹھے اوزان کو دیکھ کر وحدہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہمکی، فوری

زینیش کو دیکھ کر سر ہلائے مسکرا کر اوزان کو دیکھنے لگی جو پریشان دیکھائی دے رہا تھا۔

"آپکی زینیش تو میری امیجنری پرنسیز سے کہیں پیاری ہیں اوزو، ہیلو۔ میں ہوں وحدہ انصاری، آپکی چھوٹی سی پھپھو"

ہوش میں آتے ہی وحدہ کی مسکراتی چمکتی آنکھیں دونوں کے ڈرے دل کو تقویت دے رہی تھیں پھر جیسے وہ چہک کر اوزان کے ساتھ زینیش کو اپنا تعارف دے رہی تھی وہ بہت خوبصورت تھا۔

"یہ چھوٹی سی پھپھو تو مجھے اپنا فین کر چکی ہے"

زینیش بھی اپنی بوجھل طبعیت اک طرف رکھے بھرپور محبت سے بولی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں یہ سب کرنے کی وحدہ، تمہیں کچھ ہو جاتا تو خود کو کبھی معاف نہ کر پاتا"

اوزان کا دل اب تک پریشان تھا لیکن وحدہ کی زندگی سے سب تکلیفیں آج سہی معنوں میں جا چکی تھیں۔

"مجھے کچھ کیسے ہو جاتا، میں نے آپ دونوں کے لیے دعا کی تھی کہ وحدہ آپ کا بہت سا سر کھائے۔ وہ قبول ہونی ہی تھی، آپکو پتا ہے زندگی میں پہلی بار مجھے زندہ رہنے کا شوق ہوا ہے، صرف اس لیے کہ اب میری زندگی میں تنہائی نہیں بہت ساری روشنی ہے"

وحدہ کی زندگی میں آنے والی چمک اسکے چہرے پر عیاں تھی جسکی اوزان اور زینش دونوں کو خوشی تھی۔

"دادا کی طرح ڈھیٹ ہڈی ہو تم وحدہ، بھلے برا مناو میری بات کا مگر تم نے اسکا ثبوت دے دیا ہے"

اوزان کی خفگی پر وحدہ دبا دبا مسکرائی اور زینیش کا زرا حرارت میں ڈوبا ہاتھ اپنے ملائک ہاتھ میں مقید کیا جو اسکے سرہانے ہی اداس سی بیٹھی اسے متفکر ہو کر تکے جا رہی تھی۔

"جانتی ہوں، تبھی تو سروائیو کر گئی، خیر میں آپکی پرنسیز کو کیا پکاروں اوزو؟ یہ بھی مجھ سے بڑی ہیں نہ۔ آنٹی آپا سوٹ نہیں کرے گا کیونکہ پھپھو بھی ہوں"

وحدہ کو اس وقت بھی رشتوں کو فکس کرنے کی پڑی تھی، اوزان نے مسکرا کر زینیش کو والہانہ الفت خیز نگاہوں سے دیکھا۔

"تم مجھے زینو کہہ سکتی ہو وحدہ، اور آپا بھی چلے گا مجھے کوئی مسئلہ نہیں"

اوزان کا اشارہ تھا کہ وہ خود وحدہ کو جواب دے۔

تبھی تو وہ کھکھلا دی۔

"ڈن! میں آپکو زینو کہوں گی۔ زینو۔ اوزو آپ سے بہت پیار کرتے ہیں، آپ اس دنیا کی لکی گرل ہو"

یہ سب سن کر زینیش پھر سے جذباتی ہوئی، اسے لگا جیسے پوری کائنات ہی آج اسے اوزان کی محبت کا بتا رہی ہو۔

"ہمم۔ جانتی ہوں"

زینیش نے نم ہوتی آنکھوں سے اوزان کو دیکھا جو بس دیکھ کر ہی جان تک فدا کر لیتا تھا۔

"اوزو میرے ڈیڈ نہیں آئے مجھ سے ملنے؟"

یکدم ہی وحدہ کو اپنے چار سو کمی سی چبھی اور اسی لمحے واصف میر کا دروازے کی جانب دستک دے کر آنا وحدہ کی بجھی امید اجال گیا، سرجری آج رات میں تھی اور واصف کو جب سے وحدہ کے بارے علم ہوا وہ اسے ایک بار دیکھنے کو بے قرار تھا۔

"لمبی عمر ہے تمہاری واصف میر! تمہاری گڑیا تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔ تم دونوں باتیں کرو ہم چلتے ہیں۔ آجاو زینیش"

اوزان نے دونوں باپ بیٹی کو پرائیویسی دی اور چونکہ زینیش بھی ابھی مکمل ٹھیک نہ تھی تبھی اسے لیے وہ واپس گھر جانا چاہتا تھا، ایزل مریم اور طلال وہیں ہوسپٹل میں ہی تھے۔

"اوزان! اب تم لوگ گھر جاو میرے بچے۔ زینو کی طبعیت بھی اچھی نہیں۔ ہم ہیں یہاں وحدہ کے پاس"

ایزل مریم کو زینیش نڈھال لگی تبھی اسے خود سے لگاتیں وہ فکر سے اوزان سے مخاطب ہوئیں۔

"جی آئی جان! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ چلیں؟"

جانا تو زینیش نہیں چاہتی تھی مگر کھڑے رہ کر چکر آرہے تھے تبھی بنا کوئی اعتراض کیے وہ اوزان کے ساتھ جانے کو مان گئی۔

واصف میر کی حلقوں کی زد میں آئی آنکھوں کو تکتی وحدہ نے اسکی آنکھوں کو اپنے پیارے ہاتھ کی پور سے چھوا۔

"ڈیڈ! کیا آپ روئے ہیں۔ اتنی آنکھیں کیوں سوجھی ہیں۔ دیکھیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے اصل بابا نے مجھے کچھ نہیں دیا اب یہ حسرت بھی مٹ گئی، اتنا گہرا زخم دے دیا۔ لیکن آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں، مجھے بالکل درد نہیں ہوا بس تھکاوٹ ہے"

وحدہ کو سلامت دیکھ کر واصف کی آنکھوں میں نمی تھی جو اسکی تکلیف دہ جملے بڑھا گئے۔

نرمی سے اسے اپنے سینے لگائے وہ سارے آنسو آنکھوں میں ہی دبا گیا۔

"مجھے لگتا تھا آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے، کبھی اظہار نہیں کیا۔ لیکن آپکا ہگ کرنا بہت پیارا ہے، مجھے میری فیملی لوٹا دی آپ نے، لیکن آئی پرامسس میرے ڈیڈ آپ تھے، ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ آپ اس لیے تو نہیں روئے

کہ کہیں وحدہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں، بھائی بھابھی میں نہ گم جائے؟ تو بہت غلط سوچا آپ نے۔ بابا والی فیلنگ تو مجھے آپ سے ہی ملے گی۔ مجھے یہ بھی پتا چل گیا ہے کہ آپ ممی کو پسند کرتے تھے، کتنا اچھا ہوتا کہ میں سچ میں آپکی اور ممی کی بیٹی ہوتی۔ ان اولڈ ولڈ مین کی نہیں جو بہت برے ہیں"

وحدہ کی باتیں، اسکی نم نم سرگوشیاں واصف خاموشی سے سن رہا تھا، نا جانے زندگی مہلت دیتی پھر یا نہیں۔

"میں نے تمہیں ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا، تمہیں پروٹیکشن دینے کے چکر میں دور رکھا خود سے۔ لیکن سچ یہی ہے کہ میرے جینے کا مقصد صرف تم ہو وحدہ، تم جانتی ہو مجھے کینسر ہے، اول تو میرا بچنا مشکل ہے، میں مر بھی گیا تو اب سکون سے رہوں گا کیونکہ تم بہت سے اپنوں کے بیچ آگئی ہو لیکن اگر میری سرجریز کامیاب ہو جاتی ہیں اور مجھے زندگی مل جاتی ہے تو پرامسس کرو میرے ساتھ رہو گی، مجھے چھوڑ کر نہیں جاو گی۔ اگر اللہ نے مجھے نئی زندگی

دی تو اسکا مقصد بھی تمہاری حفاظت ہو گا اور اگر نہ دی تو تم یہی سمجھنا کہ تمہارے اپنوں کا حصار میری حفاظت سے زیادہ مضبوط ہے"

یہ سب وہ وحدہ سے مزید چھپانا نہ چاہتا تھا اور اوزان کی تاکید بھی یہی تھی۔

پہلے تو وہ کتنے ہی لمحے کچھ بول نہ پائی، تکلیف جسم کو بھلے نہ ہوتی ہو لیکن اسکی روح، اسکا دماغ، اسکا دل جسم کی تکلیف سے زیادہ دکھتا تھا۔

"اتنی بڑی بات آپ نے مجھ سے چھپائی؟"

وحدہ کی آنکھوں میں سرخی چھلکی۔

"چار سال سے چھپا رہا ہوں، تبھی تمہیں بھی خود سے دور کر دیا کہ کہیں مجھے کمزور دیکھ کر تمہارے اندر کی نڈر وحدہ نہ ڈگمگا جائے۔ یہ چار سال تمہیں بہادر بنا گئے ہیں وحدہ، اتنا جتنی میں نے امید بھی نہ کی تھی۔ تم اتنی نڈر ہو

کہ اپنے باپ کے دیے زخم کو بھی ہنس کر جھیل گئی، بہت سارا خون بڑھا جب مجھے اوزان نے تمہاری باتیں سنائی، بتایا کہ تم کتنی سٹرونگ ہو۔ مجھے ان چار سالوں کے لیے معاف کر دو، شاید مجھے معافی کا وقت نہ ملے"

وہ بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہو کر بھی رو دیا کیونکہ اسے وحدہ کے حصے کے آنسو بھی بہانے تھے۔

"ایسا مت کہیں ڈیڈ، آپکو کچھ نہیں ہو گا۔ آپ کے ساتھ رہوں گی ہمیشہ آئی پرامسس، لیکن مجھے مت چھوڑیے گا۔ پلیز، اگر میں رو سکتی نہ تو سچی آج بہت روتی۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ میں دعا کروں گی آپکے لیے، بلکہ میں آج سے ہر دعا آپکے لیے مانگوں گی۔ میں آپکی خود کے لیے دی قربانیاں مر کر بھی بھول نہیں سکتی ڈیڈ۔ میرے لیے آپ نے جو کچھ سہا وہ بہت زیادہ تھا"

وحدہ کی جان سی نکل رہی تھی اور واضف میر کو اسکی دعاوں نے ہی توحوصلہ دیا کہ وہ روتی آنکھوں سے مسکرا پایا۔

طلال اور ایزل مریم نے بھی اسکے بعد وحدہ سے ملاقات کی، طلال کی صورت ایک بہت پیارا بھائی پا کر وحدہ کیسے اداس رہ سکتی تھی پھر اتنی پیاری بھابھی اور اوزو سے شئیر کی گئی ماں، جسکا پہلا ماتھے پر بخشا بوسہ ہی اتنا قوی تھا کہ وحدہ کو یقین تھا یہی عورت اسکی ماں کی کمی کو پورا کرے گی۔

نعم البدل ہی سہی، کیونکہ ایزل مریم جیسی ماں، اپنی ماں جیسی لگتے دیر ہی کہاں لگاتی تھیں۔

..________________________..

اوزان اور زینیش واپس تو آئے مگر زینیش کچھ دیر اسکے ساتھ لان میں بیٹھنا چاہتی تھی، رات ہو چکی تھی، زینیش کو اس نے ڈنر باہر ہی ہلکا پھلکا کروا دیا جو

زینیش ہی کی ضد تھی کہ کچھ پرہیزی ہرگز نہیں کھانے والی سو اوزان نے بھی اسکے ساتھ ہی ڈنر کرلیا، فضا میں پھر سے دھند مل رہی تھی۔

"اوزان"

اسکے ساتھ اسکی بازو کے حصار میں لگ کر بیٹھی زینو دھیما سا پکاری، مدہوش خاموشی میں ساز سا بکھرا، دونوں بلیک میں ایک دوسرے سے زیادہ جچ اور سج رہے تھے بس زینیش کی تازگی اس سے تھوڑی روٹھی ہوئی تھی۔

"ہمم۔۔ کہو"

اوزان نے دوسرے پرکشش و مضبوط ہاتھ میں تھاما زینیش کا ملائم ہاتھ ہونٹوں کے قریب لے جاتے بوسہ دیا۔

"آج سب یہی کہہ رہے تھے آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں"

نہایت دھیمی سرگوشی میں وہ آنکھیں اوزان کی آنکھوں میں ڈالے بولی،

اوزان نے آسودگی سے جھک کر اسکی جبین چوم لی، راحت اسے اور خود کو بخشی۔

"میری محبت کی گواہی ابھی تمہیں کائنات کا ہر ذرہ دے گا، تمہیں اچھا لگا؟"

اوزان نے تولا جواب ہی کر دیا، اسکے جذب بھرے سوال پر فوری سر ہلائے مسکرائی۔

"لیکن آپ جب یہ گواہی خود دیتے ہیں تب والی خوشی میں ساری زندگی لگا کر بیاں نہیں کر سکتی۔ کبھی نہیں سوچا تھا میں اس شخص کے لیے اتنی قیمتی ہو جاوں گی جسے بس خواب جتنا اپنا بنایا تھا، میں بہت خوش ہوں"

بھلے خوشی سے وہ نڈھال تھی لیکن اسکی سنہری آنکھوں کی بوجھل نمی اوزان دایب انصاری سے برداشت نہ ہوئی۔

"خوش ہو، تو یہ آنکھیں نم کیوں ہیں زینیش۔ خوشی کیا ہے یہ احساس مجھے دلانے والی خود بات بات پر سینٹی ہو گی تو کیسے چلے گا۔ پہلے ہی تم نے اس بندہ بشر کی کافی جان نکال لی ہے، اب تو پہلے جیسا مسکرا دو تا کہ مجھے بھی سکون آئے"

لہجے میں محبت کے سارے رنگ سمو کر دھیرے سے اسکے گال کو چھوا جس پر وہ مزید اس کے سینے میں سمٹی۔

"آجاو کچھ دیر سو لو، میں بھی میشی کو دیکھوں کیسی ہے۔ الماں کا مشن مکمل ہو گیا ہے، امید ہے دونوں کی بات ہو گئی ہو گی۔ کل اسکی فلائیٹ کروا دی ہے، الماں کے پاس رہ آئے کچھ دن بہتر فیل کرے گی"

اوزان کا خود نیند سے حال برا تھا تبھی زینیش نے کوئی اعتراض نہ کیا، زینو کو روم میں چھوڑے وہ اسے چینج کرنے کا کہے خود میشی کے کمرے میں جانے کو سیڑھیاں اتر گیا۔

سعدیہ وہیں میشی کے روم میں صوفے پر لیٹی تھی تبھی آہٹ پر جاگ اٹھی۔

"جاو سعدیہ تم بھی پر سکون ہو کر سو جاو"

اوزان نے نرمی سے سعدیہ کو تاکید کی جس پر وہ مسکرا کر سر ہلاتی کمرے سے نکلی۔

کروٹ پر لیٹی تکیہ سینے سے لگا کر نیند میں گم میشی کو دیکھتے اوزان پاس ہی بیٹھا، یقیناً اگر وہ پر سکون تھی تو المان سے اسکی بات ہو چکی تھی۔

اتنی پر سکون تھی کہ اوزان نے اسکے سکون کی بار ہا نظر اتاری۔

"میری جان! میرا بچہ۔"

جھک کر اسکا سر چومے وہ اسکی بے خبری تکتا دھیرے سے مسکرا کر اٹھا اور لحاف اس پر ٹھیک کروائے اک شفقت بھری نظر ڈالے کمرے سے نکل

گیا، باہر آیا تو کنول کچن سے شاید پانی لینے آئی تھی، اوزان کو دیکھتے ڈر کر رکی۔

"ڈریں مت، اب آپکی گردن نہیں دباوں گا۔بس ایک درخواست ہے آپ سے کنول صاحبہ !میرے چاچو کی قدر کیجئے گا۔انھیں بہت ٹھوکریں لگی ہیں، بہت چوٹیں کھائیں ہیں انہوں نے۔ آپ مرہم بن کر اپنے کیے کی تلافی کریں مجھے یا زینش کو مزید آپ سے کچھ نہیں چاہیے"

اوزان کو چاچو نے ہر تفصیل سے کل ہی آگاہ کیا تھا یہ بھی کہ وہ کنول کو معاف کر کے اپنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں، زینش کی بھی یہی خواہش تھی سو اوزان کو اپنا اعتراض کرنا بے معنی ہی لگا۔

"مجھے معاف کر دو اوزان، زینش کیسی ہے؟ میں اس سے مل سکتی ہوں؟ اس سے بھی معافی مانگنی ہے"

کنول کی تڑپ کے آگے اوزان جاتے جاتے پلٹا۔

"بہتر ہے ابھی آرام کرنے دیں اسے آپ بھی ریسٹ کریں، صبح مل لیجئے گا بلکہ صبح آپ اسکے ساتھ ہی رہیے گا مجھے جلدی نکلنا ہو گا۔ آئی جان اور چاچو ہوسپٹل ہی رکیں گے وحدہ کے ساتھ۔ رہی بات معافی کی تو میرے پاس چوائز نہیں ہے، بیوی اور بڑی دونوں کا پریشر ہے۔ اللہ آپکے دل کو صبر دے"

نرمی اور سنجیدگی سے وہ کنول کے دل کے سارے بوجھ رفع کرتا واپس سیڑھیاں چڑھ گیا جبکہ کنول نے اداس سی مسکراہٹ دی اور خود بھی پانی پینے کچن کے اندر گئی۔

اوزان روم میں آیا تو زینیش بلیک نائیٹ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس ڈریسنگ کے سامنے فلفی بلیک موزے پیروں پر چڑھائے کھڑی بال برش کر رہی تھی، اوزان کو امید نہ تھی وہ جاگ رہی ہو گی کیونکہ اب تک دوا کا اثر ایسا تھا کہ سستی اور غنودگی مسلسل زینیش پر حاوی تھی۔

اوزان نے ڈور بند کیے اپنے قدم زینیش کی جانب بڑھائے اور بازو کھول کر اسکے گرد باندھ کر حصار تے ہی اسکے کھلے سنہری بالوں کی خوشبو ان ہیل کیے کان کی لو ہونٹوں سے چومتے زینیش کو مسکرانے پر آمادہ کرتا خود بھی حسین لگا۔

"میں تمہارا آتے ہی بنا چینج کیے بیڈ پر گر پڑنے کو امید کر رہا تھا، پر یہاں تو مہکی زلفیں سنوار کر، میرے من پسند رنگ اور من چاہے لباس میں سج سنور کر مجھ بہکے آدمی کی تباہی کی تیاری کی جا رہی ہے"

شرارت پر امڈتا لہجہ جو زینیش کو لجانے پر مجبور کر گزرا، اسکے مہکتے حصار میں پلٹ کر روبرو ہوئی اور اوزان دایب کو مدہوش کرتی سنہری آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

"آپ بہکے آدمی نہیں ہیں، ایسا مت بولیں نہ اوزان"

اوزان کا خود کو ایسا کہنا زینیش کو اچھا نہ لگا۔

"تمہارے لیے ہوں، آزما لو"

ماتھے پر دھیرے سے جھکتے پیار کی مہر ثبت کرتے گھمبیر جذبات سے اٹے لہجے میں یقین دلایا گیا جس پر وہ شوخ مسکرائی۔

"نہیں ہیں"

ہنسی برقرار تھی جبکہ اوزان دایب نے تفصیلا چمکتی سنہری آنکھوں کی مستی، گلابی گالوں کی لالی، اور نرم ہونٹوں کی نرماہٹ پر جو اگلے پر استحاق اور جان لیوا ستم ڈھائے اسکے بعد وہ اپنے ہنسنے پر سراپا احتجاج بنی گہرے سانس بھر کر اس سے دور ہونے کو مچلی پر وہ اسے ڈریسنگ سے لاک کیے مزید پیاس ظاہر کرتے پر خمار تیوروں سے جھکا۔

"ہیں"

فوری چہرے باہم قریب آنے پر زینیش نے سہم کر سر ہلایا، اوزان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کا لمس ابھر کر معدوم ہوا۔

"کتنا ہوں"

سانسوں کے راستے میں کسی پکے ڈھیٹ راہگیر سا قبضہ جمائے ہوئے وہ چہرہ جواب کا منتظر تھا۔

"بہت زیادہ"

ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"تمہاری برتھ ڈے کا مین گفٹ ابھی پینڈنگ ہے، ایک ماہ لگے گا اس پر۔ انتظار کر لو گی؟"

زینیش جسکی جان سی قربت کے سبب جاتی محسوس ہو رہی تھی، اوزان کے بات بدلنے پر حیرت زدہ ہوئی۔

"ایک ماہ! ایسا کونسا گفٹ ہے اوزان۔ کیا آپ اسے میرے لیے بنانے والے ہیں؟"

تجسس کے سنگ فوری پوچھا۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔ میں نے تمہیں ایک ویک کا جو وقت دیا تھا اب ایک ماہ میں بدل رہا ہوں، تب تک تم اپنا خیال رکھو گی اور پہلے جیسی ٹھیک ہو جاو، میں تمہیں دوبارہ کبھی ہوسپٹل میں نہیں دیکھنا چاہتا زینش"

اوزان کی فکر اور ایک بار پھر اپنی شدت وخواہش سے دستبردار ہونے نے زینش کو اسکی مزید محبت میں مبتلا کیا۔

"مطلب ایک منتھ آپ میرے قریب نہیں آئیں گے؟"

زینش کو لگا دل رک گیا ہے جبکہ جوابا اسکی سانسوں کو مہکاتے وہ اسکی کمر میں بازو لپیٹے پہاڑ پر حدت سینے سے لگائے قریب لایا۔

"جی نہیں، قریب نہ آنے کی کیا تک بنتی ہے بیوی ہو تم میری، میرا سکون۔ قریب رہوں گا تو جی سکوں گا۔۔۔ میں نے تمہیں سپیشل والا فیل کروانے کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی ہے تا کہ تمہارا دماغ سیٹ ہو، تم خود ٹھیک ہو

کر مجھے امپریس کرنے کے لیے اچھے اچھے آئیڈیاز سوچ سکو۔ اور ہاں ایڈمیشن بھی تو لینا ہے تمہیں اور دادا کی سزا پر عمل درامد ہو لے، ہر معاملہ سیٹ ہو لے پھر میں تمہارے ساتھ تمام فکروں سے آزاد ہو کر کہیں بھی جانے کو تیار ہوں"

اوزان کے جواب پر وہ مسکرا دی، حواس باختہ سی۔

"میری تو جان نکل گئی تھی اک لمحہ"

زینیش نے بے ارادہ کہہ دیا حالانکہ اگر اسے اس جملے کے تنائج پتا ہوتے تو منہ پر ہاتھ رکھ لیتی۔

"سچ میں؟"

اوزان کی سنہری آنکھوں میں غالب آتے خمار پر زینیش کی دھڑکنیں سینے سے لپٹیں، سانس مقابل کے ارادوں پر رکی۔

پھر ستم کہ اس شخص کی موجودگی کا سکون سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

"ن۔۔ نہیں میرا مطلب"

جواب تو موصوف کو مل گیا تبھی لمحہ لگائے زینیش کو بازوؤں میں اٹھایا۔

"اب نہیں، اب مجھے جان نکالنے کا مداوا کر لینے دو روح نشین۔ جرم کیا ہے میں نے، سزاوار ہوں تو ہر تلافی منظور ہے ہمیں"

کسی ڈرامائی بہکے انداز میں وہ اسکی گال چومتا بولا، زینیش سے اپنی ہنسی روکنا محال ہوئی۔

"بہت خطرناک لگ رہے ہیں بہک کر"

زینیش نے حیا کی زیادتی سے سرخ ہوتے لجایا ہنس کر اسکی گردن میں چہرہ چھپایا۔

"یہ خطرناک تمہیں بھی اپنے جیسا کرے گا، ابھی چند لمحے بعد تم پہچانی نہیں جاو گی"

اوزان نے قدم پلٹائے جس پر وہ سہم کر چہرہ اسکی گردن سے نکالے اوزان کو گھوری۔

"اوزان! ماروں گی آپکو۔۔۔"

اف! ڈانٹتی بھی غضب تھی۔

"نہ مارنا! میں اور جن بن جاوں گا۔۔۔۔ ابھی مجھے صرف تمہاری ہاں چاہیے"

نرمی سے میٹرس پر زینیش کو ملائم تکیے پر اسکا سر رکھ کر لٹائے باری باری دونوں آنکھیں سرور کے سنگ چومیں۔

"کب تک ہاں چاہیے میری؟ کب تک محبت کریں گے مجھ سے"

زینیش نے گلابی ہوتی ڈری آنکھوں سے اوزان کو پاس ہی بیٹھ کر خود کے چہرے پر جھکتے اسکے سینے سے، ہتھیلیوں کو جوڑے پوچھا۔

"فی الدنیا، ول آخرہ"

(In this world and the next)

اسکی مرمریں ہتھیلیوں کو اپنے سینے سے پکڑ کر ہٹائے میٹرس سے لگاتا اپنے ہاتھ مخموریت سے اسکے ہاتھوں سے جوڑے انگلیوں میں انگلیاں سرور کے سنگ پیوست کرتے وہ اسکے چہرہ موڑ لینے پر شہہ رگ پر اپنے جاندار ہونٹوں کی مہر ثبت کرتا زینیش کے اندر جو سکون کی لہر اتار چکا تھا اسکے بعد ان دو کو ایک دوسرے کے قریب ہونے کے لیے ایک دوسرے کی اجازت درکار نہ رہتی تھی۔

سب رضا و سکون بن جاتا تھا۔

..________________________..

ایک نیا دن طلوع ہوا تو امید و خوشی کی نئی امنگ کے ساتھ آیا، اوزان اپنے اہم کام نمٹانے فجر ہی حویلی سے نکلا اور زینیش کو کنول اور سعدیہ کے حوالے کر دیا جس پر اسکی موجودگی کا خمار ہی ایسا گہرا چڑھا کہ اسے خبر ہی نہ ہوئی وہ اطلسی ہوتے پہلو سے کب نکل کر آزاد ہوا، وہیں میشی کے چار بجے تک دونوں آخری پیپر ہوئے اور شام چھ تک اسکی گلگت کے لیے فلائیٹ تھی، رات کچھ بی پی سٹیبل نہ ہونے کے سبب واصف کی سرجری نہ ہو سکی سو اگلی صبح ہوئی، وحدہ کی دعائیں ایک بار پھر رنگ لائیں، پہلی سرجری تو کامیاب ہو گئی مگر ڈاکٹرز کا کہنا یہی تھا کہ لاسٹ سرجری کے لیے واصف میر کو لندن روانہ کیا جائے، بس دو تین ہفتے کے اندر اندر واصف میر کی لندن روانگی تھی اور وحدہ نے ساتھ جانے کا فیصلہ لیا کیونکہ وہ ڈیڈ کو اس حالت میں ہر گز اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی، اور سب نے ہی وحدہ کے ساتھ جانے کا فیصلہ تسلیم کیا۔

وہیں اوزان نے میشی کو ائیر پورٹ ڈراپ کیا اور وہاں سے سیدھا حسیب سے ملنے پہنچا۔

کل کے حادثے کے بعد فیروز شمشیر کی سزا میں مزید سختی آچکی تھی۔

"خبر ملی ہے تیرا دادے پادے کو پاگل پن کے دوڑے پڑ رہے ہیں، مجھے تو یہ بھی اسکی نوٹنکی لگ رہی ہے ویرے"

وہ دونوں اس وقت شام کی ملگجی روشنی میں ڈوبے تھانے کے پورچ کی جانب کھڑے تھے، دور پار افق کی جانب ڈوبتے سورج نے نارنجی شربت انڈیل رکھا تھا۔

"سچ میں ؟"

اوزان نے گردن موڑے یقین چاہا۔

"ہاں جب سے وحدہ کو گولی لگی تب سے یہی سننے میں آیا ہے کہ اسکی دھاڑیں اور سسکیاں ہی نہیں رک رہیں، کیا اسے فیروز شمشیر کی عبرت سمجھ لینا چاہیے؟ یا پھر اک نئے امتحان کا اشارہ"

حسیب کو تشویش تھی تبھی یہ معاملہ اوزان سے ڈسکس کیا۔

"یہ تو مل کر ہی ڈیسائیڈ ہو گا، میں جاتا ہوں جیل۔ دیکھتا ہوں کیا صورت حال ہے۔ کیس ختم اب تو بھی موج مار۔ اپنی موئی جیم کے ساتھ نہیں بلکہ بہار اور اماں سائیں کے ساتھ"

اوزان نے جانے کو پر تولے ہی تھے تبھی حسیب کا فون رنگ کیا۔

"گھر سے فون۔۔۔ خیر ہو"

حسیب رات بھی گھر نہ جا سکا تھا مگر اس نے بہار کو اطلاع دے دی تھی مگر اس وقت شاید اماں کال کر رہی تھیں تبھی اوزان بھی پریشانی کے سنگ رکا۔

"سیبو! کہاں ہے تو؟"

فون لگتے ہی اماں سائیں کی بے قرار آواز ابھری۔

"اماں میں تھانے میں ہوں، سب خیریت ہے"

حسیب نے فکر مندی سے استفسار کیا جبکہ اس جانب صائمہ خانزادہ بیڈ پر آرام دہ انداز میں بیٹھی لجائی و گھبرائی سے بہار کو دیکھ کر مسکائیں۔

"ستے خیراں نے کھوتے، بس چھتی نال گھر آجا۔ تیری بہار نے اس حویلی کی خوشی بڑھادی پتر"

صائمہ صاحبہ کی شادی مرگ کی سی کیفیت بھانپے حسیب کے چہرے پر بھی چمک آئی۔

اوزان نے مشکوک انداز میں حسیب کی بے قابو خوشی آبزرو کیے آئیبرو سکیڑے۔

"نہ کر اماں۔۔۔ سچی؟"

حسیب کے وارفتہ یقین چاہنے پر صائمہ اس جانب اور اوزان اس جانب مسکرایا۔

"اب یہ مت کہیں کے مجھ سے پہلے باپ بن گیا تو بھی"

اماں نے تو دل کو گدگدا کر کال بند کی جبکہ اوزان کی تنبیہی نظریں دیکھتا حسیب ہنس کر یار کو پکڑے جیسے دبوچ گیا، اوزان نے برا سا منہ بنائے اس جونک کو خود سے پرے کیا۔

"ہاہا کہا تھا سوہنیا یہ معرکہ آپن ہی پہلے ماروں گا، ہی ہی ہو ہو۔۔۔۔ ہائے اوزان! تو تو بہت نکما ہے یار۔۔۔۔ کتنی بار ماموں بننا ہے
تجھے۔۔۔۔۔ شرم کر اب تو بھی باپ بن جا"

حسیب کے زخموں پر نمک چھڑکنے پر اوزان نے اسکی گردن سے پکڑے گاڑی سے لگایا، حسیب نے بہت مشکل سے خرافاتی امڈتا قہقہہ ہونٹوں میں دبایا۔

"دیکھ مجھے تپا مت، منہ سیک دوں گا تیرا۔ اپنا بھی وقت آئے گا۔ اب یہ بتیسی اندر کر ورنہ تیری اولاد کے آگے سارے پول کھول دوں گا فیوچر میں۔ سو مجھ سے پنگے نہ لے اور اس قسم کے نازک تو ہرگز نہیں"

اوزان کی دبی دبی مسکراہٹ اسکے اندر کی خوشی عیاں کر رہی تھی پر وہ کیا ہے اس کھوتے کے باپ بن جانے نے اوزان کو تھوڑا جیلس بھی کیا۔

"ہاہا میرا معصوم بچہ!۔۔۔ تجھ سے نہ ہو پائے گا ویرے تو گلوکوز کی بوتلیں لگوا تا کہ یہ صدمہ ہضم ہو۔۔۔۔۔"

حسیب نے مسلسل اوزان کی واٹ لگائے رکھی اور اوزان کا اس بار خود ہنسی روکنا محال ہوا۔

"کمینہ ہے قسم سے تو خالص۔۔ جا دفع ہو۔۔۔۔۔"

اوزان نے ہنستے ہوئے اس کو اپنی چٹانی قوت سے آزاد کیا مگر پھر دونوں جیسے گلے لگے وہ اس شام کو حسین کر گیا۔

"مزاق اک طرف، ہمیشہ خوش رہ۔۔۔۔ پر اللہ کرے تیری اولاد تیرے جیسی نہ نکلے، خرافاتی شے ہے تو پتا نہیں کیا پیدا کرے گا"

یار کی سیدھی سیدھی دعا کہاں ہضم ہو سکتی تھی تبھی اوزان نے بھرپور ٹیڑھی کر کے ٹھوکی۔

"ہاہا نہ کر ویرے، مجھ میں اک معصوم اور پیارا سا بچہ بھی چھپا ہے۔ تو بھی جلد مار لے معرکہ کیوں ناک کٹوانے پر تلا ہے میری"

حسیب صاحب باز آتے ایسا تو اس جنم ناممکن تھا۔

"خانزادہ! اپنی ناسوں (ناک) کی خفاظت کیجئے ایسا نہ ہو مزاق میں پھوڑ دوں۔۔۔ جا بہار کا دماغ چاٹ مجھے بھی جانے دے۔ اور ہاں اب کچھ دن بہار کو ہی پیارا رہ، میں اب تجھے کوئی معرکہ مار کر ہی ملوں گا سو ڈونٹ ڈسٹرب می۔۔۔۔۔ تو نے مجھے غیرت دلا دی ہے اب کچھ کرنا پڑے گا"

دونوں کی شر انگیز ہنسی اور نظریں آفت تھیں، حسیب نے اسکو جاتے جاتے پکڑا جس پر اوزان نے ہاتھ گما کر نئے نویلے باپ کی کمر سیکی۔

"او ظالم ہاتھی! مار ڈالا مجھ مسکین کو"

حسیب نے ڈرامائی انداز میں دہائی دی۔

"ایسی مسکینی پر یہ لے"

ہاتھ کی پانچوں انگلیاں حسیب صاحب کو دیکھائے مسکراتی جتاتی نظروں سے دو روپے کی دغاباز اکٹنگ پر لعنت ارسال کیے کمیلئین صاحب اپنے

بارعب وپراعتماد انداز میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے سوار ہوئے جبکہ حسیب کا ہنس ہنس کر گردہ تو یقیناہل چکا تھا۔

اوزان کا ارادہ جیل جا کر دادا کی حالت خود دیکھنے کا تھا جبکہ حسیب بھی فوری خانزادہ حویلی نکل گیا۔

"مل لیں لیکن اپنے بل بوتے پر"

سلاخوں کے پار مستقل طور پر قید ہوا وہ شخص اوزان دایب کی نظروں کے عین سامنے تھا، اوزان نے سر تا پیر دادا پر نظر ڈالی جو جیل میں دائیں طرف بنی زرا باہر کو ڈھلوان کی مانند آگے کو سر کی دیوار پر بیٹھے دونوں ہاتھ اسی دیوار پر ٹکائے گدلے فرش کو ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

سپاہی کندھے پر ڈالی بندوق کو جھٹکا دے کر سنبھالتا اوزان کو پورے پانچ منٹ دیے وہاں سے ہٹ گیا۔

"سنا ہے بہت چیخ وپکار کر رہے ہیں آپ؟"

اوزان کی آواز اب بھی وہ شخص لاکھوں میں پہچان سکتا تھا، تبھی تو فوری گری گردن اوپر کو اٹھائی۔

"بد بخت! تجھے مارنے کے چکر میں ان ہاتھوں نے ایک بے قصور کی جان لی ہے۔ مر گئی ہے کیا وہ؟ بتا نہ۔۔۔ دیکھ میں اسے نہیں مارنا چاہتا تھا۔ تجھے سزا دینا چاہتا تھا۔ م۔۔۔ مجھے یہاں سے نکال لے، مر جاوں گا"

دادا کی مخدوش حالت پر اوزان نے تشویش کے سنگ قدم مزید سلاخوں کی سمت بڑھائے، دادا کی آنکھوں میں پہلی بار سرخی اور تکلیف دیکھنے میں دردناک تھی پر اب اوزان کے پاس ان کے لیے کوئی آسانی نہ بچی تھی۔

"مر جائیں، ایسے باپ، دادا اور انسان کو مر ہی جانا چاہیے۔ وحدہ مری تو نہیں ہے لیکن مر بھی سکتی تھی۔ ویسے ایک بات ہے دادا، آپکی ساری اولاد میں جان نثاری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، اسکا مطلب جانتے ہیں۔ کوئی بھی آپکی اولاد آپ پر نہیں گئی۔ کیونکہ آپ تو پیدا ہی دوسروں کی جان لینے

ہوئے تھے۔ہاں وحدہ میں کچھ آپ جیسی جینٹک خصوصیات ضرور موجود ہیں لیکن وہ ان کا استعمال بہترین انداز میں کرنا جلد سیکھ جائے گی۔ آپکی سب سے بڑی بد قسمتی یہی ہے کہ کوئی آپکے نقش قدم پر نہیں چلا،سب نے آپ سے پناہ ہی چاہی۔ لیکن آپکویوں دیکھ کر میرا دل خوش نہیں ہوا دادا،تکلیف ہو رہی ہے لیکن میں یہ تکلیف سہوں گا،اپنی قوت سے بڑھ کر برداشت کروں گا پر آپکی آسانی کے لیے کچھ نہیں کروں گا"

اوزان دایب کا دل دکھا ہوا تھا،اس شخص کی شکل دیکھتے وہ سارے کرب جاگ گئے۔

"دعا بھی نہیں کرے گا؟"

اوزان دایب جس نے ناگواری سے نظر موڑی تھی دادا کے اس آس بھرے سوال پر انھیں دیکھنے پر مجبور ہوا۔

"دعا؟ کیا آپ نے مجھے اس لائق چھوڑا ہے کہ میری زبان آپ کے لیے دعا پر آمادہ ہو گی۔ اگر آپ نے میرے بابا پر زرا بھی ترس کھایا ہوتا تو آج میں بھی شاید آپکی اس حالت پر پگھلنے کے بارے میں سوچتا لیکن آپ نے اپنی ہی اولاد کو ایڑیاں رگڑر گڑ کر مرنے پر مجبور کیا۔۔۔ میں آپکو سزا دینے والا نہیں ہوں نہ مجھے یہ حق کسی نے بھی دیا ہے لیکن اس زبان سے آپکے لیے بددعا تو نکل سکتی ہے دعا نہیں۔ آپکی سزا موت ہوتی تو میں کبھی سکون نہ پاتا، آپکی سزا جیتے جی مرنا اور مر نہ پانے کی یہ بے بسی ہو گئی۔ یہی مجھے اور آپکے ظلم کا شکار ہوئے بے قصور اور معصوم لوگوں کو سکون دے گا"

بھلے درد سے آواز بھاری تھی، سینہ پھٹ رہا تھا، حلق میں کانٹے اگ چکے تھے لیکن اوزان نے رحم کی کوئی جھلک تک نہ دیکھائی۔

"مت کر میرے ساتھ ایسا، معاف کر دے۔ میں مانتا ہوں جانور سے بھی بدتر اعمال ہیں پر میری سزا تو مجھے کب کی مل چکی ہے"

داداکی منت پر اوزان نے حقارت و غیض کے سنگ انکے چہرے پر پھیلے کرب کو مرکوز کیا۔

"کیسی سزا؟"

اوزان کی آواز سخت تھی تو لہجہ نیم۔

"رونا چاہتا ہوں پر رو نہیں سکتا، چینخنا بھی ممکن نہیں حلق میں پھند الگ گیا ہے"

سلطان فیروز شمشیر کی نظر جھکی تھی، اوزان کے اعصاب بھی اس شکست خوردہ شخص کی عبرت پر تنے۔

"تو پھر زرا ان پھندوں کا سوچیں جو آپ نے جیتے جاگتے سانس لیتے مسکراتے اپنے بچوں کی زندگی میں لگائے تھے، آپکی معافی بے وقعت ہو چکی ہے فیروز صاحب۔ اب بات انسانوں کی نہیں اس اللہ کی ہے، اسکی بخشیش ملے گی تو حقوق العباد بخشے جائیں گے۔ جس طرح اپنی سفاکیت سے آپ نے

ہم سبکی خوشیاں گلائیں اب اپنے اس سالم پہاڑ وجود جس پر بہت غرور تھا آپکو، اسے گلتا سڑتا دیکھیں۔ معاف کیجئے گا میرے پاس آپکی آسانی کے لیے کچھ نہیں ہے"

قطعیت کے سنگ منہ پھیرتے ہی اوزان پلٹ گیا، ہاں یہ بات سچ تھی کچھ جگہوں پر پلٹنا بڑا کٹھن ہوتا ہے جیسے آج کی یہ رات گراں حد تک جان لیوا تھی۔

"اس سے ایک بار تو ملوا دے اوزان۔۔۔۔ مت کر میرے ساتھ ایسا۔"

دادا کی سسکتی التجاء پر اوزان نے اپنے ہاتھوں کو مٹھیوں کی صورت بھینچا۔

سنہری آنکھوں کے کنارے سرخ ہوئے۔

"وہ آپ سے ملنا نہیں چاہتی اور میری کوشش ہے کبھی آپ سے ملنے کی خواہش نہ کرے۔ کوئی پاگل کیسے ہوتا ہے دایب انصاری کی طرح، اب آپ آہستہ آہستہ محسوس کریں۔ محسوس کریں کہ کسی کی اولاد کو مارنے کی

تکلیف، اپنی اولاد کے مرنے کی صورت سینے پر آ چانک آ پھٹے تو نقصان زیادہ کس کا ہوتا ہے، ہمارا یا دشمن کا۔ سمجھیں دادا سائیں کہ کسی معصوم بے گناہ کی آہیں کیسے عرش ہلاتی ہیں، اور یہ جانیں کہ اپنے ہی خون سے اپنے ہاتھ رگنے والے کو مرضی کا سانس بھی نہیں ملتا"

اپنے پیچھے وہ اک الگ طرح کی قیامت برپا کیے چلا گیا اور فیروز وہیں گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا، نظروں سے، آسمان سے یہاں تک کہ اب والا سیاہ گڑا اسے اپنے ہاتھوں سے سرزد ہوئے ہر ظلم کا احساس ضرور دلانے والا تھا۔

اور مکافات ہماری سوچ سے زیادہ برے اور طویل ہوتے ہیں، کبھی نہ ختم ہونے والی اذیت، وہ بھی دونوں جہان کے لیے۔

..________________________..

"قریب بھی مت آنا۔"

صائمہ خانزادہ سے زور کی جھپی پائے خانزادہ صاحب دوڑے کمرے میں آئے تو آگے سے بیڈ سے اتر کر اٹھ کھڑی ہوتی بہار نے گھورتے ہی دروازے میں روکا۔

حسیب کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا جس پر بہار کے چہرے پر مزید بوکھلاہٹ کے سنگ سرخیاں گھلیں۔

"اتنی بڑی نیوز میری جانو منہ تو میٹھا کرنے دو، پھر دور کیا دفع دور کر دینا مجھے"

حسیب نے پکڑ کر بہار کو جیسے خود میں بسایا، بچاری اس پہاڑی بکرے کی گرفت میں پھڑ پھڑا تک نہ سکی، چہرے کا نقش نقش اس جذباتی دیوانے نے یوں چوما کہ بہار کو لگا خدوخال مٹا ڈالے گا اپنی جنون خیزی اور شادی مرگ جیسی خوشی کے سبب۔

"تم نے پھنسا دیا نہ مجھے ان چکروں میں، اب تمہیں دیکھنے کو بھی نہیں ملنی بہار یاد رکھنا"

بہار کا دل رونے کا کر رہا تھا، جبکہ حسیب کی ہنسی نہ تھم پائی، لیکن یوں اس دکھ کے لمحے بہار کی گود کا بھرنا شاید اللہ کی طرف سے مرہم ہی تھا۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو، تمہیں کیسے اپنے لیے میسر کرنا ہے یہ آپن پر چھوڑ دو۔ یہاں دیکھو! تم مجھے حسیب خانزادہ کو باپ بنانے والی ہو شیرنی، میری اولاد جنم دینے والی ہو۔ اسی پر ایک بنگھڑا نہ ہو جائے"

حسیب کی باولی خوشی پر بہار کی اپنی ہنسی نکلی، اب وہ اس نمونے کو کیا ہی کہتی جو خود بھی کمرے میں ناچ رہا تھا اسے بھی گما کر رکھ دیا۔

"حسیب۔۔ حسیب پاگل ہو گئے ہو کیا۔ گرا دو گے مجھے"

بہار کا سر اتنے گمانے پر گھوم گیا تبھی سہم کر اس جن کو روکنا چاہا، وہ ہنستی خوبصورت سیاہ آنکھیں یکدم بہار کے لیے محبت سے بھر گئیں۔

"نہیں گراتا، خود چاہے کسی بھی دلدل میں اتر جاؤں اپنی محبت پر آنچ نہیں آنے دے گا حسیب خانزادہ۔ میری زندگی کی ایک اور راحت تم سے جڑ گئی بہارے، یو آر لکی فار می۔۔۔۔ میرے جسم و جان کی بہار تو تم ہمیشہ سے تھی، میرے اس اداس گھر کی رونق بھی بن گئی۔ میں کتنا خوش ہوں کاش اپنا یہ دل کھول کر دیکھاتا۔ اور میری ماں دیکھو ذرا جا کر ابھی سے سیروں خون بڑھ گیا انکا۔۔۔۔۔۔"

شاید ہی محبت کا کوئی جذبہ بچا ہو جو حسیب نے بہار پر نہ لٹایا ہو، اتنی محبت پر وہ خود جذباتی ہو کر حسیب کے گلے لگی۔

کتنی ہی دیر اس سکون میں دونوں گم رہے۔

"مجھ سے دور مت ہونا بھلے موٹی بھینس کیوں نہ بن گئی، پرامس کرو پہلے مجھ سے"

بہار کی روتو سی آواز پر حسیب ہنستا ہوا دور ہوا۔

"مزید قریب آوں گا سوفٹی بیوی کے پاس فکر ناٹ"

بے باکی سے شرم پیچ کھاتے خانزادہ صاحب نے بھی چھپڑ پھاڑ کر حدیں توڑیں جس پر بہار نے ہنس کر اسکے سینے پر مکا دے مارا مگر بچارے حسیب کے کراہ اٹھنے پر بہار کے چہرے کا رنگ اڑا۔

اداکاری میں تو حسیب صاحب آسکر وننگ پروفارمنس دیتے بیڈ پر گر گئے مگر بہار نے جب ڈر کر اسکی خیریت اس کی جانب جھک کر جاننی چاہی تو اسکی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیے اپنے اوپر بہار کو گرائے اس مکے کی پوری وصولی کرتے بہار کے جسم میں حرکت کرتا لہو تک اپنے استحقاق سے منجمد کر دیا اور پھر دونوں کی آنکھوں میں اتر آتی رسیلی سی خوشی نے گویا منظر پاگل کر دیے تھے۔

صائمہ صاحبہ کا بس نہ چلا ہزاروں شکرانے کے نفل پڑھ ڈالیں، اتنی خوشی تو شاید حسیب کے آنے نہ دی جتنی اپنے کھوتے کے بچوں کے آنے کے احساس نے انکے روم روم میں بھر دی تھی۔

وہیں اوزان بھی اک چکر ہوسپٹل گیا، وحدہ کافی بہتر تھی مگر ابھی تک اسے دواوں کے زیر اثر رکھا گیا تھا، سرجری کے بعد واصف کو بھی انڈر ابرویشن رکھا گیا تھا، پنار اور دیان کی نائیٹ ڈیوٹی ختم ہوئی تو وہ جواد اور عائشہ کے بہت اصرار پر ڈنر کے لیے انکی طرف چلے گئے۔

پنار کی ناراضگی ہر گز ابھی بھی نہ اترتی مگر عائشہ نے دیان کی سفارش دلوا کر آخر کار پنار کو منا ہی لیا۔

چاروں نے ساتھ اچھا وقت گزارا تو رات وہیں رک بھی گئے جبکہ طلال اور ایزل مریم بھی اوزان کے ساتھ واپس حویلی آ گئے۔

مرجان بھلے عدت میں تھیں پر وہ چاہتی تھیں وحدہ ہوسپٹل سے انکے گھر آئے تاکہ وہ اسکی کیئر بھی کریں اور ایگزامز کے لیے اسکی تیاری بھی کروا کے اپنی بوریت بھی دور کریں سو واصف کے ہوش میں آتے ہی اس نے پرمیشن دی یوں مرجان صاحبہ کا ڈرائیور اسے ہوسپٹل سے پک کر گیا، وحدہ نے طلال اور ایزل مریم دونوں سے پرامسس کیا کہ وہ بہتر ہوتے ہی گھر آئے گی لیکن ابھی وہ خود مرجان میم کے ساتھ رہنا چاہتی تھی کیونکہ ان سارے سالوں میں مرجان اور اس میں بہت پیارا دوستانہ سا رشتہ استوار ہو گیا تھا، جبکہ منہاس بھی گھر جا چکے تھے۔

طلال تو کافی تھکے تھے سو آتے ہی کمرے میں سونے چلے گئے جبکہ ایزل مریم نے لگے ہاتھوں اوزان سے سعدیہ اور عدم کے عقد کی بات کر لی۔

وہ انھیں کمرے میں چھوڑنے آیا تو کچھ دیر پاس ہی بیٹھ گیا، دادا سے مل کر آنے کے سبب طبعیت عجیب بوجھل تھی۔

"آپ کو واقعی رشتے کروانے کا آفس کھول دیتا ہوں آئی جان، کہاں عدم کو سعدیہ سے لا جوڑا آپ نے"

اوزان کے ایسے عجیب رد عمل کے لیے وہ پہلے ہی تیار تھیں تبھی تو اوزان کے منہ بنانے پر ہنس پڑیں۔

"ثواب کا کام ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں۔ تم عدم سے پوچھ لو، سعدیہ تو مجھے اور زینو دونوں کو راضی ہی لگتی ہے۔ تمہارا بڑا ساتھ دیا ہے عدم نے، کیا ساری عمر کنوارہ پھراتے رہو گے اسے۔ پوچھ لو اس سے تو ہم سادگی سے دونوں کا نکاح کروا دیتے ہیں"

ایزل مریم تو اپنے موقف پر پہاڑ سا ڈٹی تھیں۔

"چلیں ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں عدم سے، آپ چاہتی ہیں وہ میرے کام کا نہ رہے۔۔ ہے نہ؟"

اوزان کی شریر و شکوہ کناں یقین دہانی کا مفہوم سمجھے وہ پھر سے مسکرائیں۔

"کیوں شادی نکما کر دیتی ہے کیا، تمہیں نکما کیا کیا زینو نے بلکہ میرے خیال میں عقل مت ہی تمہیں اس پری نے تھمائی ورنہ تم جلاد تھے، اکڑو جلاد"

ماں کا اس درجہ اندر اسٹمیٹ کرنا اوزان کو خفا کرنے کے بجائے ہنسا گیا۔

"آئی جان یہ ناانصافی ہے"

مصنوعی بلبلایا گیا۔

"ہوتی رہے، بھئی زینیش آئی تو تم سدھرے ورنہ پتھر دل ہوتے دیر کہاں لگتی تمہیں۔ سو قدر کرنا اسکی ہمیشہ، وہ تمہاری اصل رہمنا ہے جسکے بارے تمہیں تمہاری ماں ہمیشہ مہربان رہنے کی نصیحت کر رہی ہے میری جان۔ اب جلدی سے مجھے دادی بناو تاکہ میرا بھی سیروں خون بڑھے۔ جاو شاباش"

والدہ کی جلدی پر اوزان پاس سے اٹھتا منہ پھلا گیا۔

"آپ سبکو گوگل سے ڈانلوڈ نہ کر دوں دو تین بچے، میری تو جان بخشی جائے گی۔۔۔۔یا اللہ مجھے صبر دیں"

منہ ہی منہ میں کوفت سے بڑبڑاتا وہ فوری کمرے سے نکلا، ایزل مریم بھی شرارتی ہوئے ہنسیں۔

"بس بات گما دینا ماں کی مانا مت، مجھے اصلی والے پوتے پوتیاں چاہیں، سن رہے ہو نہ اوزان۔۔۔اس سے پہلے "دادی بننا ہے مجھے" کہ پوسٹر بنا کر تم دو کے دروازے کے باہر لگا دوں مجھے شرافت سے دادی بنا دو۔۔۔۔پھر نہ کہنا ایزل مریم اتنی خطرناک تو نہ تھیں"

دروازے کے باہر پہنچتا اوزان ہنس کر اندر جھانکا، واقعی والدہ صاحبہ کا یہ روپ تو وہ بھی پہلی بار دیکھ رہا تھا، اور شاید چودہ سال بعد وہ آئی جان کو اتنا خوش دیکھ کر کہیں دل سے خود بھی بے حد مسرور تھا۔

"ایسے ہی ہمیشہ مسکرانے کا وعدہ کریں پھر سوچوں گا"

نہایت پیار سے وہ اندر جھانکتا بولا۔

"وعدہ، دل و جان سے وعدہ"

ایزل مریم اس وقت کسی بچی جیسی لگ رہی تھیں۔

اوزان نے اپنے ہاتھ پر بوسہ دیے آئی جان کی سمت ارسال کیا، ایزل مریم نے مسکرا کر فلائنگ کس کیچ کی۔

"بس پھر تیاری پکڑ لیں"

شرارت سے ماں کا بس اقرار سے ہی سیروں خون بڑھا تا وہ اوجھل ہوا تو ایزل مریم اسکے جانے کے باوجود وہیں دروازے کی جانب تکتے جذب سے مسکرا دیں۔

اوزان روم میں آیا تو دروازے کے پاس اسکے قدم تھمے، کنول اندر زینیش کے پاس بیٹھی تھی سو اوزان کو رکنا ہی مناسب لگا، دوسری جانب سعدیہ بھی موجود تھی۔

"مجھے بہت افسوس ہے آپکے بابا کی موت کا، خود کو کبھی اکیلا مت سمجھیے گا۔ اور بار بار مجھ سے معافی مت مانگیں، بس میرے بابا کو خوش رکھیں میں آپ سے ناراض نہیں ہوں"

زینیش نے آج بھی پورا دن صرف ریسٹ کیا اور کنول نے اپنی غلطی کی تلافی پورا دن زینیش کی خود کئیر کر کے کی یہی نہیں پہلی بار سعدیہ کے ساتھ مل کر اسکے لیے کھانا بھی بنایا۔

زینیش کا دل تو پہلے ہی وسیع تھا اب کنول کا یہ بدلا ہوا روپ تو اور نہال کر گیا۔

"میں نے پوری زندگی لالچ، خود غرضی اور نفرت میں گزار دی زینو لیکن میرے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اس لمحے اگر طلال بھی مجھے دھتکار دیتا تو سچ میں مر جاتی، اسے خوش رکھنے کے لیے کچھ بھی کرنا پڑا کروں گی۔ لیکن اس سارے سفر میں جو مجھے سب سے پیارا رشتہ ملا وہ تمہاری صورت ہے، کوئی خون کی کشش نہیں پھر بھی انسیت کا جہاں ہو تم۔ الایہ سے مجھے جو نفرت تھی ممکن ہے تمہاری بدولت وہ بھی الفت میں بدل جائے۔ میں ہمیشہ تمہارا خیال رکھنا چاہتی ہوں، تم میری بیٹی بن کر رہنا۔ ہمیشہ"

اوزان کے ہونٹوں پر پر سکون سی مسکراہٹ تھی جب زینیش نے کنول کے آنسوؤں کو بہت پیار سے پونچھا بھی اور ہاتھ بھی تھاما۔

"ان شاء اللہ، پرانی ہر بات بھول جائیں۔ آپکو ہمیشہ میری طرف سے دوستانہ رویہ ملے گا۔ بابا اور آپ خوش رہیں مجھے بس یہی چاہیے۔ اب جا کر آرام کریں آپ بھی اور سعدیہ تم بھی جاو۔ پورا دن مجھے پروٹوکول دیا دونوں نے کہ میں بالکل فٹ محسوس کر رہی ہوں۔"

سعدیہ بھی دوسری ہی جانب بیٹھی تھی، دونوں کا شکریہ زینیش نے بھرپور دل سے ادا کیا جس پر کنول نے اسکا تھاما ہاتھ پیار سے چوما اور سعدیہ کے ہمراہ مسکراتی ہوئی کمرے سے نکلی تو اوزان دانستہ پیچھے ہٹ گیا۔

زینیش اس سے پہلے اٹھتی، دروازہ کھول کر آتے جناب کو دیکھ کر رہی سہی تھکن خوشی بن گئی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں، تم سعدیہ اور کنول صاحبہ کے پروٹوکول سے ٹھیک ہوئی اور رات جو ہم نے محنت مشقت کیے آپکے درد الم دور کیے اسکا کیا محترمہ"

اوزان کے شکوے پر وہ اٹھ کر گھومتی ہوئی روٹھے جناب کے حصار میں آ سمائی۔

ایڑیوں ہر اٹھ کر اسکی رخسار چومی، اپنے ٹھنڈے ملائم ہاتھ اوزان کی گردن کے اطراف جمائے ایسی نظروں سے دیکھا کہ اوزان نے بنا

اعتراض اپنی گردن جھکا کر اسکے ہونٹوں کا لمس اپنی صبیح بے داغ پیشانی پر وصول کیا۔

"اسکا یہ کہ وہ تو میری مستقل راحت ہے، اور آپ انمول خزانہ۔ لیکن سچی سعدیہ اور کنول صاحبہ دونوں نے آج پورا دن مجھے کسی ریاست کی شہزادی جیسا ٹریٹ کیا۔ آپ تو صبح ہی چلے گئے تھے نہ مجھے اپنے سحر میں مدہوش کر کے، ہوش میں آتے ہوئے کتنے لمحے لگے پوچھیے ہی مت۔۔۔۔اب مجھے دنیا کا ان دو نے ہوش دلایا تو اتنا تھینکس تو بنتا تھا نہ"

زینیش کی دلبرانہ ادا کیسے نہ کمپلیئین کو گھائل کرتی جو پاس آتے ہی جسم و جان پر کسی راحت سا طاری ہو جاتی تھی۔

"ہوش میں آتے ہوئے کتنے لمحے لگے میں پھر بھی پوچھوں گا؟"

اوزان نے جذب سے اسکی ٹھوڑی سے اپنی گال رب کرتے اسکے نرم ہونٹوں سے نکلتی سانس ان ہیل کرتے مستقل گہری نظروں میں مقید کیا۔

"اس سے بہت کم جتنے آپ میرا ہوش اڑانے میں لگاتے ہیں"

اس جیسے ہی جواب کا تمنائی تھا وہ، گلے لگا کر اس کے نازک ملائم وجود کو خود میں بھینچ گیا۔

" تمہیں پتا ہے حسیب اور بہار کی بھی گڈ نیوز آگئی آج"

اوزان نے اسے آزاد کرتے بتایا جس پر زینیش مسکرا کر اسکی آنکھوں کی خواہش پر متوجہ ہوئی۔

"بہت خوشی کی بات ہے، بہار آپ پر لٹو تھی نہ۔ اچھا ہے حسیب بھائی نے اسے اپنے عشق میں گوڈے گوڈے ڈبو دیا۔ مجھے پتا ہے اس نے جس لڑکی کا اشارے اشارے میں کہا تھا مجھ سے ہوسپٹل میں وہ خود تھی۔۔۔۔"

زینیش کی پراسرار مسکراہٹ اور ان جملوں پر اوزان ٹھٹکا، پکڑ کر گھیرے زینیش کو اپنے قریب کھینچا۔

"سچ میں؟ تمہیں کیسے پتا"

اوزان کا سوال کیوٹ تھا۔

"بس اسکی عجیب سی حسرت سے معلوم ہوا، آپ نے مجھے اس لیے نہیں بتایا ہو گا کہیں آپکی یہ جنونی بیوی خوامخواہ حسیب بھائی کا نقصان نہ کر آتی۔ اسکی گردن دبوچ کر۔۔۔۔۔ بٹ جب سے آپ مجھے ملے میں نے دوسری لڑکیوں کے بارے سوچنا اور ان سکیور ہونا ہی چھوڑ دیا۔ آپ کو جو بھی چاہے بنتا ہے، آپ آسمان کا چاند ہیں جسے پانے کی تمنا کسی بھی دل میں جاگ سکتی ہے لیکن آپ میری ملکیت ہیں یہ غرور مجھے آخری سانس تو کیا اس دوسری دنیا میں بھی بہت مسرور رکھے گا۔ آپ میرے ہیں، اور میری ساری دنیا آپکی اس مسکراہٹ پر قربان"

ایسے حسین اظہار تو جناب کی دکھتی رگ پکڑ کیا دبا دیتے تھے تبھی تو اس لمحہ وہ اوزان دایب کی نظروں کی حدت تک سے گھبرا کر نظریں جھکا گئی۔

"نہ کر پگلی کھا جاوں گا"

اوزان کو وہ نارمل تو رہنے ہی نہ دیتی، بس حواس سلب کر لیتی اپنی انہی معصومانہ اداوں سے۔

"مت کھائیے گا، چلیں ایڈمیشن فارم فل کرتے ہیں۔میں نے اپنے ڈاکومنٹس کی کاپیز بھی دنکو کروالی تھیں سعدیہ آپا گئی تھیں مارکیٹ ان سے۔ میں چاہتی ہوں کل ہی بھیج دوں۔۔۔"

زینیش کی شوخی، ہنسی اور یہ خوشی سلامت رہے اوزان دایب کے دل کی بس یہی دعا تھی، دونوں نے ساتھ مل کر ایڈمیشن فارم فل کیا اور اوزان اپنے خوابوں سے زیادہ زینیش کے خوابوں کی تکمیل کے لیے خوش تھا۔

اور شاید اب زندگی صحیح معنوں میں خوبصورت ہوگئی، فارم فل کرتے ہوئے زینیش نے آس بھری نظر اس وجیہہ شخص پر ڈالے بس اک ہی دعا کی کہ

وہ اسے بھی جلد اولاد کی خوشی دے سکے جس نے اسکی زندگی کو سراپا سکھ بنا دیا ہے۔

..___________________________..

میشی کو ائیر پورٹ سے اسد نے پک کیا کیونکہ الماں کو اچانک ہی بہت فیور اور ٹانگ میں درد شروع ہو گیا تو ڈاکٹر نے اسے آرام کرنے کا سختی سے کہا تبھی اسد نے لاہور واپسی کو ڈیلے کیا پہلے مشائم الماں کو پورے احترام کے سنگ گلگت ائیر پورٹ سے پک کیا۔

اسد کو دیکھ کر وہ کافی نروس تھی۔

"الماں کہاں ہیں؟"

میشی نے گاڑی کی طرف قدم بڑھانے سے پہلے بے قراری سے متلاشی نظریں چار سو گمائیں، ٹھنڈ کا محترمہ گرم لانگ جیکٹ اور شال کے ہمراہ پورا انتظام فرما کر آئیں تھیں۔

فلائیٹ زیادہ لمبی نہ تھی مگر میشی کافی تھک چکی تھی اور ویسے بھی رات بھی ہو چکی تھی۔

"بے فکر رہیں بھابھی جی، کیپٹن بالکل فٹ ہیں بس تھوڑا فیور چمٹ گیا انھیں۔ آپکو بحفاظت ان تک پہنچانے کی ذمہ ساری بندہ ناچیز کو ملی، مجھے اسد کہتے ہیں۔ آپ مجھے اسد بھائی کہہ سکتی ہیں"

اسد کے مسکراتے جتاتے لہجے نے میشی کو قدرے بے فکر کیا مگر المان کو بخار ہے یہ سن کر مشائم کو پریشانی ہوئی۔

جبکہ گلگٹ ائیرپورٹ سے المان سیال نے جو ہنزہ میں گھر لیا اس کے بیچ لگ بھگ سوا گھنٹے کا فاصلہ تھا مگر اسد نے ڈرائیونگ کے بیچ میشی کو ہرگز بور نہ کیا بلکہ ڈنر تک لے کر دیا تاکہ وہ تھوڑی کام لگے، میشی بھی اس بیچ میسج کے تھرو المان سے رابطے میں رہی۔ رات ساڑھے گیارہ بجے تک میشی اور اسد منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

"یہ رہا بھابھی جی آپکے ان کا ٹھکانہ، فراز بھائی انکا بیگ اندر پہنچائیں اور کیپٹن کو بتا دیں کے اسد کی فلائیٹ تھی تبھی باہر سے ہی نکل گیا۔ او کے بھابھی جی اللہ حافظ، اب مجھے اپنے اکلوتے یار کی بالکل ٹنشن نہیں۔ انکی پرسنل میڈیسن آچکی ہیں"

اسد نے پورا راستہ جیسے چھوٹے موٹے چٹکلے سنا کر میشی کو انٹرٹین کیا وہ اسد کی زندہ دلی کا منہ بولتا ثبوت تھے میشی بھی مسکرا دی۔

فراز بابا گھر کے ڈور پر چوکیدار کے فرائض نبھاتے تھے، وہی مشائم کو گھر کے اندر لیے بڑھے۔

ہنزہ میں الماں کا لیا یہ گھر یہاں کے علاقائی گھروں جیسا تھا مگر خوبصورتی اور کشش میں آس پاس کے گھروں کو مات دیتا تھا۔

سرسبز ماحول، زرا فاصلے پر دیکھائی دیتے بلند و بالا پہاڑ، بہتے جھرنوں کی دھیمی دھیمی سنائی دیتی مدھر آواز اور پھر یہاں کی ہڈیاں جما دیتی اضافی ٹھنڈ سب ہی میشی کو آتے ہی اپنے سحر میں لے گیا۔

فراز بابا نے مین دروازے پر دستک دی جس پر المان خود اٹھ کر باہر آیا، اور سامنے مشائم کو دیکھتے ہی ساری تھکاوٹ دور ہوئی لیکن وہ ضرور المان کے چہرے کے زخم دیکھ کر مسکرانا بھول گئی اوپر سے وہ جیسے بمشکل دروازہ تھامے کھڑا تھا اس نے تو میشی کی جان سی کھینچی۔

فراز بابا نے سوٹ کیس گھر کے اندر رکھا اور المان کو اسد کا پیغام دیتے ہی اجازت لیے واپس گھر سے باہر چلے گئے، المان نے ہاتھ بڑھایا جسے میشی نے ڈبڈبائی آنکھوں سے تکتے تھاما۔

پکڑ کر اسے گھر کے اندر کیے جناب نے دروازہ بند کیا۔

"فائنلی تم اپنے گھر آ گئی، رونا مت پلیز۔ ورنہ میں اور بیمار ہو جاوں گا"

اپنے مہکتے حصار میں شدت سے مشائم کو بھرے ماتھے پر جھک کر پیار دیا پھر بھی ایک آدھ آنسو ضبط کے باوجود میشی کی آنکھوں سے ٹپک کر گال تر کر گیا، الماں کی خوشبو ان ہیل کرتے وہ رو پڑی۔

"ا۔۔ال۔۔۔الماں"

مشائم نے ڈوبی آواز میں اسکے چہرے کے زخموں کو ملائم ٹھنڈے یخ ہاتھ کی پوروں سے چھوتے پکارا تو آواز نم ہو کر ٹوٹ گئی۔

"جی میری جان، غازی ہوں یار۔۔۔۔ مسکرا کر ملو۔۔۔"

الماں سے اسکے آنسو سرے سے برداشت نہ ہوئے۔

"اتنا بڑا زخم میری فیورٹ گال پر، سر پر بھی۔ ٹانگ پر بھی۔۔۔۔ ایسے ہوتے ہیں غازی؟ م۔۔میں نہیں بول رہی"

فوری روٹھ کر حصار سے دور ہوئی جبکہ المان نے اسکا ہاتھ پکڑے واپس اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگایا۔

"اس راہ حق میں غازی اور شہید کا فرق مٹ جاتا ہے میشی، تم تو شکر کرو بہت حد تک سلامت ملا ہوں تمہیں واپس۔ شاید یہ زندگی مجھے کچھ فرض کے لیے اور باقی ساری تمہارے لیے دی گئی ہو، کیونکہ زندگی دینے والے نے اس سے پہلے مجھے تم جو دے دی تھی، تو پھر تمہارے لیے زندگی بھی لوٹا دی۔ زخموں کا کیا ہے میری جان، یہ تو بھر جائیں گے۔ زندگی کھو جاتی تو ہم ایک دوسرے کو ہمیشہ ڈھونڈتے رہ جا۔۔۔"

وہ اسکی تلخ قسم کی سنجیدہ باتوں کو سنتی اختتام تک اپنی مرمریں ٹھنڈی ہتھیلی المان کے بولتے ہونٹوں پر ڈر کر جما بیٹھی کیونکہ میشی کے لیے ایسا سوچنا بھی بہت تکلیف دہ تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا، میں آپکے بنا نہیں رہوں گی کبھی بھی الممان۔ ایسی زندگی جس میں مجھے آپکو ڈھونڈنا پڑتا میرے لیے بہت بھاری ہوتی اور بھاری بوجھ زیادہ دیر نہیں اٹھائے جاتے۔۔۔ آپکا خود خیال رکھوں گی۔ سارے زخم بھر جائیں گے آئی پرامسس"

ایسے خوبصورت وعدے کی ہی تو الممان کو اچھا ہونے کے لیے ضرورت تھی، اسکی وہی ہتھیلی پکڑے محبت سے چومی، آنکھوں میں میشی کو اپنے پاس دیکھنے اسے محسوس کرنے کی شکر گزاری درج تھی، اسکی ملائم مرہمی موجودگی سارے زخموں کی دوا بنتے دیر نہ لگا رہی تھی، آرام و سکون بڑھ رہا تھا۔

"بھر گئے، تم نے محبت سے دیکھ لیا۔ میرے قریب آگئی سب تکلیفیں ختم ہو گئیں۔ یہ محبت تو اس پسندیدگی پر سبقت لے گئی مشائم جسے کبھی میں نے زندگی اور موت کا مسئلہ بنایا تھا"

یہ سب وہ کہنا نہیں چاہتا تھا پھر بھی بے خودی میں میشی کے چہرے، اسکی آنکھوں کی سچائی کو تکتا کہہ بیٹھا پھر خود ہی زبان سے سرزد ہوئے اس بے رحم انکشاف پر یوں نظر جھکالی جیسے یہ جرم مقابل کی عدالت میں معاف نہ ہو سکے گا۔

میشی نے اسکا ہاتھ پکڑے لاونج کی سمت قدم بڑھائے اور المان کو آرام سے بٹھائے خود بھی اسکے پہلو میں بیٹھے پکڑا فون گلاس میز کی سطح پر رکھا، المان ہنوز نظر چرائے اپنی زبان کی بے لگامی پر الجھن و تکلیف کا شکار تھا۔

"آپ زینیش بھابھی کو پسند کرتے تھے میں یہ بات جانتی ہوں لیکن پھر آپکو ایک چڑیل چمٹ گئی جس نے آپکی ساری تکلیفیں چرا لیں، لاحاصل چاہ والی سمیت"

میشی کا معصومانہ سا پیارا انکشاف المان کے لیے دگنا دردناک تھا۔

"کیا؟ یہ سب تم۔۔۔ تمہیں کس نے بتایا"

الماں کی حیرانگی میں خوف بھی ملا تھا، مشائم دھیما سا مسکرائی جب الماں نے اسے بازو سے پکڑے اپنی سمت کھینچ کر گرے زرا سی متورم آنکھوں سے گھورا۔

"کسی نے نہیں بس آپکی شدت پسندی نے ،بہت بہکی چیز تھے نہ آپ شروع میں"

مشائم کا شرارت سے اسکی طرف جھک کر سرگوشی کرنا الماں کے تنے اعصاب بحال کرنے کے بجائے اور تناؤ سے بھر گیا، الماں کی شکوہ کناں نظروں نے میشی کی ہارٹ بیٹ مس کی۔

"سیریسلی؟ میرے اوٹ آف کنٹرول بیہویر نے تمہیں یہ سب بتایا؟ میں کیسے مانوں۔ اور وہ اٹیچمنٹ جو مجھے تم سے تھی وہ نکاح کے سبب تھی۔ اوپر سے تمہاری معصومیت پلس پوائنٹ پھر تمہارے ساتھ ہوئی ناانصافی جو مجھے تمہارے قریب کر گئی۔۔۔ ایسامت کہنادوبارہ کہ میری شدت پسندی

میری لاحاصل چاہ کا نتیجہ تھی۔۔۔کیونکہ میں تمہاری طرف جب بھی بڑھا دل سے بڑھا، کسی اپنی تکلیف کو مٹانے کی نیت نہیں باندھی بلکہ اپنا سکون محسوس کیا۔۔۔۔"

وہ روٹھ جائے گا اسکی تومیشی کو امید تک نہ تھی، وہ تو یہ سب الماں کی مسکراہٹ واپس پانے کو کر بیٹھی، اسکی شدتوں کو بری طرح مس کر رہی تھی۔

"ارے نہیں! ایسا مطلب تھوڑی تھا میرا۔ میں تو آپکی کھوئی مسکراہٹ واپس دیکھنا چاہتی تھی۔ آئی ایم سوری، مجھے بھی کبھی ایسا نہیں لگا کہ ہمارے رشتے میں کچھ بھی آرٹی فشل ہے بلکہ سب اوریجنل تھا۔"

فوری معذرت کی، اسکا چہرہ ملائم ہاتھوں کے پیالے میں لیے تڑپ اٹھی۔

"تو پھر؟"

الماان اب تک خفا تھا، اسکی گہری آنکھوں میں اپنی گہری آنکھیں جمائے اسکے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے لہجہ سوالیہ کیا۔

"بس آپ نے مجھے کہا تھا وہ آپکی دوست تھیں لیکن مجھے آپ دو کے بیچ عجیب سی اجنبیت محسوس ہوتی تھی تبھی یہ سب سوچا، کیا ہوا اگر وہ آپکی نہیں ہو سکیں، دوست تو بہترین تھیں نہ اور ہمیشہ رہیں گی۔ اور آپ کیا جانیں الماان وہ بیوی کتنی پیاری نکلیں۔ میرے بھیا کی زندگی ویران رہ جاتی ان کے بنا، آپ کو تو کوئی بھی مل جاتی، آپ کی سیرت، صورت اور مہربان صفت کے ٹرایو کے سبب لیکن میرے اوزودل اور چہرے کے پیارے تھے پر مہربانی دیکھانے میں بہت ٹیڑے تھے، اکڑو سے۔ لڑکیوں کے لیے نو انٹری سائن دل لے دروازے پر لگا کر رکھنے والے۔۔۔ تبھی اللہ نے زینو انکو دی، انکو انکی زیادہ ضرورت تھی۔۔۔ اور آپکو ہنسنے کی ضرورت تھی تبھی یہ جوکر دیا۔۔۔۔۔ آپکا پرسنل جوکر"

مشائم کی نم نم سرگوشیاں پھر آخری بے تکی سی کھلکھلاہٹ پر الماں نے بازو اسکے گرد حصار کر اپنے قریب کیا، وہ دم سادھ کر الماں کے بہت ہی پاس آنے پر اسکی گرم سانسوں کو چہرے پر پھیلتا محسوس کیے تاسف سے دیکھنے لگی۔

"میں تھپڑ لگادوں گا ہاتھ بہت بھاری ہے میرا اگر تم نے دوبارہ خود کو جوکر کہا، میری زندگی اک ربط پاسکی تو وجہ تم ہو پاگل۔ یہ زندگی خوبصورت لگی تمہارے سبب۔ میں زینیش سے شادی کا خواہشمند ضرور تھا لیکن ہم دو ہمیشہ دوست تھے، ہاں میری محبت کی طرح میری دوستی بھی شدت پسند تھی تبھی مجھے الجھا گئی۔ پھر میرے اپنوں نے جیسے اسے مجھ سے چھین کر دشمن کو سونپ دیا اصل تکلیف مجھے تب پہنچی۔ وہ بہترین تھی تبھی تو میں چاہتا تھا دوست کے ساتھ بیوی بھی بن جائے لیکن کچھ رشتے صرف دوستی کے لیے ہی پرفیکٹ ہوتے ہیں۔ مے بھی اگر ہم ایک ہو جاتے تو نہ وہ خوش رہتی نہ میں کیونکہ اس کے دل میں کوئی پہلے سے تھا اور وہ اوزان دائب انصاری تھا۔

ایسے میں میری دوستی، محبت، مہربانی کچھ بھی زینیش کو سکون نہ دیتا۔ سو میں نے اللہ کے خود کے لیے کیے اس فیصلے کو تسلیم کیا اور زینیش کو اسکے اوزان کا ہونے دیا۔ بیچ سے مکمل ہٹا رہا، اسکی خیریت پنار سے پوچھ لیتا کہ کہیں میری وجہ سے اسکی خوشی میں کوئی رکاوٹ نہ آجائے۔۔۔ لیکن اوزان جیسا بھی اکڑ مزاج ہو وہ شکی اور تنگ نظر نہیں ہے اسکا اندازہ مجھے جلد ہو گیا۔ اسکے باوجود میں اک طرف ہوں کیونکہ مجھے اپنی خوشیاں سمیٹنے سے فرصت نہیں، مجھے اپنی اس کل دولت سے نظر ہٹانے کا وقت نہیں ملتا۔ تم میری زندگی سے جڑے اب تک کے تمام رشتوں سے افضل ہو میشی، کیونکہ میری تکلیف تم نے دور کی، میری اذیت تم تک آکر ختم ہوئی۔۔۔ سمجھ گئی ہو میری بات"

وہ بنا آنکھیں چھپکائے اسکی حکائت دل، جذب بھرے یقین دلاتے افسانے، اسکی مخمور لب بستہ خاموشی میں ڈوبی التجائیں، آنکھوں کی نرم نرم یقین

دہانیاں سنتی گئی، یہ سب الماان کے ہونٹوں سے نکل کر اتنا سکون دے رہا تھا کہ میشی کی لب مدھر مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

پھر وہ اسکو چھونے کے ساتھ جب جب اپنے ہونے کا یقین دلاتا، لمحے خوبصورتی کی انتہا اوڑھ لیتے۔

"مجھے آپکی محبت پر ناز ہے، سو اپنی محبت کا یقین دلانے کی آپکو کبھی ضرورت نہیں ہوگی۔ مجھے پتا ہے آپ کی جان مجھ میں بستی ہے۔ میں بس اتنا چاہتی ہوں آپ اور زینو بھابھی کبھی آمنے سامنے آئیں تو بنا کسی ڈر اور احتیاط کے ایک دوسرے کا حال پوچھیں، ایک دوسرے کو دعا دیں۔ ایک دوسرے کو دوست کہیں۔ مجھے اور اوزو دونوں کو بہت اچھا لگے گا، کیونکہ بھلے وہ میشی سے بہت بڑے، سمجھدار اور عقل والے ہوں لیکن انکا دل بالکل میرے جیسا ہے، بچوں والا"

میشی کی خواہش اسکا یوں یہ سب چاہنا المان کے لیے بہت حیرت انگیز سی مسروری کا سبب بنا، کتنی ہی دیر وہ کچھ بول ہی نہ سکا۔

"تمہاری خوشی کے لیے ناممکنات کے دائرے میں داخل ہونے والا یہ شخص کیا ایسی ممکن شے سے انکار کر سکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ جیسا تم چاہتی ہو ویسا ہی ہو گا"

فوری بنا کسی شرط کے وہ مان گیا، میشی نے اسکی زخمی گال پر زرا اپرے لپک کر اپنے ہونٹوں کی مہر لگاتے باہیں گلے میں ڈالیں کیونکہ وہ بہت خوش تھی، اسکی گرے آنکھوں میں ڈھیروں مان اور یقین تھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں کپٹن، میشی آپ پر قربان جائے۔۔۔ آئی لو ویو سو مچ۔۔۔ ہمارے بے بی سے بھی زیادہ"

اتنے پیارے اظہار پر کیسے نہ وہ اسکی کھکھلاتی ہنسی چومتا، اسے نڈھال کیے اسکی رگ رگ میں اپنے استحقاق سے ایسا محشر برپا کیا کہ ہوش واپس تھامنے

کئ لیے فوری شرارت پر اترنا ضروری تھا، وہ اسکی شدتوں پر اب بھی گلابی گلاب کی خوشبو اوڑھ کر دل بنی دھڑکنے لگی۔

"بے بی سے یاد آیا، ہٹو تم چڑیل۔ مجھے اپنے بے بی سے ملنے دو"

فوری اسکی گود میں سر رکھ کر محترم وہیں کاوچ پر پیر پسار کر لیٹ گئے جبکہ جس طرح اسکے سٹمک میں چہرہ چھپا کر ہونٹوں کے بوسوں سے پیار جتایا اس خوبصورت عمل نے مشائم کی ہنسی جس میں گدگداتی شوخ چھنکار تھی پورے گھر میں کسی ساز سی بکھیری۔

اب وہ الماں کے پاس تھی تو کیپٹن صاحب کے زخموں اور تکلیفوں کا اللہ ہی حافظ تھا۔

"مجھے گدگدی ہو رہی، اچھا بتائیں آپ نے کچھ کھایا یا کچھ کھائیں گے بتائیں مجھے۔ میں آج آپکے لیے خود بناتی ہوں"

مشائم سے جب یہ گدگداتے لمس برداشت نہ ہوئے تو المان کو ہوش دلاتی موجودہ آفر سے چونکا بھی گئی، اس کے مہکتے وجود سے چہرہ نکالے آنکھیں چمکاتے کیپٹن شریر و مدہوش ہوئے۔

"تمہیں کوکنگ آتی ہے؟"

سر اسکی گود میں رکھے ہی ٹھیک سے لیٹے مشائم کے کھلے بالوں کی لٹوں کو چھوئے پیار سے پوچھا۔

"آئی جان کی بیٹی ہوں کیا نکمی سمجھ رکھا ہے، انہوں نے سب سے پہلے مجھے کوکنگ ہی سیکھائی تھی۔ہاں کبھی کرنے نہیں دیا کیونکہ کہتی تھیں یہ سب اپنے سسرال کرنا یہاں تم میری گڑیا ہو گڑیا بن کر رہو"

مشائم نے ایزل مریم کا ذکر بہت احترام سے کیا جیسے اسکی زبان پر مٹھاس گھل آئی ہو جبکہ عائشہ کے ساتھ اپنے روا رکھے رویے پر المان کو سخت ندامت نے گھیرا، شدت سے جی چاہا ممی سے بات کرے۔

"آپ اداس ہو گئے، اوہ جواد بابا کی وڈیو کال آ رہی۔۔ اٹھ کر بیٹھیں جلدی سے"

میشی کا وہیں میز پر رکھا فون رنگ کیا جس پر الماں فوری اپنا سر میشی کی گود سے ہٹائے اٹھ کر بیٹھا، میشی نے کال ریسیو کی تو عائشہ اور جواد کے ہمراہ پنار اور دیان بھی وہیں موجود تھے۔

الماں کے زخمی ہونے کی خبر جواد کو تھی اور جب انہوں نے سبکو بتایا تو سب پریشان ہو گئے اور عائشہ کا اصرار تھا کہ وہ ابھی الماں سے بات کریں۔

"پہنچ گیا میرا بچہ، میرے شیر ٹھیک ہو نہ؟"

بابا کی محبت بھری آواز اور نظریں الماں کو اچھا کر گئیں، میشی بھی انکی محبت کے جواب میں سر ہلاتی مسکرائی۔

"الحمد اللہ بابا میں بہتر ہوں، کیسی ہیں آپ ممی؟"

المان کے دکھ سے مخاطب کرنے کی دیر تھی کہ عائشہ کی آنکھوں میں آنسو چلے آئے۔

"پلیز مت روئیں"

المان سے انکے آنسو دیکھے نہ گئے، پنار، دیان اور جواد کا دل بھی عائشہ کے ندامت بھرے آنسوؤں سے افسردہ ہوا۔

"آئی ایم سوری میری جان، معاف کردو مجھے۔ جب سے تم روٹھے ہو میرا قرار چھن گیا۔ سب سے معافی مانگ لی پر تم سے نہیں مانگی تو لگتا ہے کسی سے نہیں مانگی۔ میشی مجھے تم سے پیاری رہے گی آئی پرامسس بس تم مجھ سے خفا مت ہونا"

یہ جذباتی منظر سبھی کو اداس کر گیا تھا، ممی کا معافی مانگنا میشی اور المان کو تڑپا سا گیا۔

"شرمندہ مت کریں ممی، معافی مجھے مانگنی چاہیے۔ آئی ایم سوری، آپکے قدموں میں میری جنت ہے اور ماں کا دل دکھانے کی کوئی معافی نہیں۔ میں بس آپکو ریئلائز کروانا چاہتا تھا کہ میشی کی بھی میری زندگی میں ایک الگ اہمیت ہے"

پرانی باتیں دہرائی جارہیں تھیں حالانکہ اب سبکے دل صاف ہو چکے تھے، الماان نے حزن و ملال کے سنگ جتایا، عائشہ نے فوری اپنے آنسو رگڑے اور نم آنکھوں سے مسکرائیں۔

"میں سب سمجھتی ہوں بچہ، بس پاگل ہو گئی تھی۔ تم دو یہاں رہو یا وہاں، میری ایک جیسی جان ہو۔ بس راضی رہو مجھ سے۔ ان فیکٹ اب میشی اس کنڈیشن میں تمہارے ساتھ ہی رہے تو بہتر ہے، اللہ تمہارے زخموں کو جلد شفا دیں۔۔۔ میشی خیال رکھنا اسکا"

ممی کا یہ خوبصورت، مہربان روپ تو المان کے لیے واقعی حیران کن تھا، دیان اور پنار نے بھی باری باری المان کی خیریت دریافت کی، المان کی جان بچی تھی سب اسی پر اللہ کے شکر گزار تھے باقی سب جانتے تھی زخم جلد بھر جاتے ہیں۔

چونکہ رات کافی ہو گئی تبھی جلد بات بھی ختم ہوئی اور دونوں جانب سکون اترا۔

میشی بھی فون بند کیے واپس میز پر رکھتے اس سے پہلے جذباتی سے المان کے لیے کچھ پرہیزی سا بنانے کچن کا رخ کرتی، المان نے اسکا میکانکی طور پر ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے تھائی پر بٹھائے اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں جمائیں، محبت کی انتہا تھی دونوں جانب۔

المان نے میشی کی ہتھیلی پکڑ کر چومی، انگ انگ تک المان کے لمس نے سکون سرائیت کیا۔

"ممی پر بھی جادو کر ہی دیا تم نے، اتنی جلدی وہ اپنی ضد سے ہٹنے والی کہاں تھیں۔ میشی! تم کتنی پیاری ہو یار"

بے اختیار مقابل کے فسوں خیز لہجے کی شدت پر مشائم نے اسکی گردن میں باہیں حمائل کیں اور اپنی گال، المان کی گال سے لاڈ کے سنگ مس کی، دونوں طرف سرور اترا۔

"مجھے پتا ہے، اب آپ یہیں آرام کریں آپکے لیے مزید ارڈنر بناتی ہوں۔ میں نے تو راستے میں کر لیا تھا آپکا وہ باتونی دوست اسد بھائی، انہوں نے کافی مزید ار چاومن کھلایا۔ اب میرے کیپٹن کی باری، درد تو نہیں ہو رہا یہاں، یہاں۔۔۔ اور ٹانگ میں؟"

چہک کر بتاتی وہ مسکائی یکدم ساتھ ہی اسکے زخمی گال، ماتھے کو فکر سے چھوا، ٹانگ کا بھی پوچھا۔

"مجھے پیار ہو رہا ہے بس"

وہ ہر گز سنجیدہ نہ تھا، اسکی پر خمار نظریں مقابل اب تک بوکھلاہٹ برپا کرنے کا موجب تھیں۔

"ہمیشہ ہوتا رہے گا میں ہوں ہی بہت پیاری"

گال چومتی وہ اسکے پہلو سے اٹھ کر گئی تو المان سیال کو لگا پہلو کی طرح یہ لڑکی اسکی ساری زندگی مہکدار کر گئی ہے، واللہ یہ سکون نظر لگ جانے کی حد تک حسین تھا جو ان دو کے حصے آچکا تھا۔

..____________________..

ایڈمیشن فارم فل کیے وہ اوزان کے پاس ہی اسکے گھٹنے پر سر رکھے لیٹی مسکراتی باتیں کرتے کرتے نیند میں چلی گئی، اسکا یوں بولتے بولتے خاموش ہونا تک خوبصورت تھا، وہ بند آنکھیں کیے بھی اوزان کے دل پر گرفت و اختیار پا سکتی تھی، کمیلئین ایسا عشق کا شکار ہوا کہ انگ انگ، روم روم زینیش جیسی روح نشین کا دم بھرنے لگا تھا، اسکے چہرے کے ملاخت بھرے

خدوخال میں زینیش کو دیکھ کر ہی ایسا سکون اترتا جسکو بیان کرنا ناممکن ہونے لگتا۔

وہ خوش تھی تبھی اوزان دایب سکندر خوش تھا، اس لڑکی کو اسکے حصے کی ہر خوشی اور سکون دینے کے بعد اسکا دامن بھی بے شمار بھر گیا۔

جب سے آئی جان نے اسے سعدیہ اور عدم کے بارے بتایا اوزان عدم کو شام سے دوبار کال کر چکا تھا مگر عدم منہاس کی تیمارداری کے لیے انکے گھر گیا تھا اور فون سائلنٹ ہونے کے سبب کال نہ اٹھا سکا۔

منہاس سکندر اب بہت بہتر تھے، عدم انکے گھر سے باہر نکلا، اور فون پر اوزان کی مس کالز دیکھے فکرمندی سے کال بیک کی۔

اوزان آسودگی سے زینیش کی نیند میں ڈوبی آنکھیں دیکھنے میں محو تھا تبھی ڈریسنگ پر پڑے فون کے وائبریٹ ہونے پر اس سکون میں برپا ہوئی ہلچل

پر زرا بیزار ہوتے گردن موڑی مگر عدم کا نام دیکھے بیزاریئت فوری ضبط کر لی۔

دھیرے سے زینیش کا سر اپنے گھٹنے سے ہٹا کر نیچے نرم تکیہ رکھے جھک کر اسکی کن پٹی محبت سے چومتا، لحاف اسکے نازک وجود پر اچھے سے کروائے پاس سے فون اٹھا کر اٹھتا کمرے سے ملحقہ بالکونی میں نکل آیا۔

"سائیں آپ کالز کر رہے تھے، سب خیریت ہے ؟"

عدم کی بے چینی میں اسکی وفاداری چھلک رہی تھی، وہ اوزان کی پکار پر خاضر نہ ہو سکا اسکی عدم کو تکلیف سی ہوئی۔

"ہاں عدم سب ٹھیک ہے، کچھ پوچھنا تھا۔ کسی سے محبت کرتے ہو؟ پیار ویار کا کوئی چکر؟"

اک لمحہ عدم نے فون کان سے ہٹا کر ہونق نظروں سے سکرین کو گھورا، اسے یقین نہ آیا کہ یہ سوال کرنے والا اوزان ہی ہے۔

"سائیں! گستاخی معاف آپ نیند میں تو نہیں؟"

عدم کی ہچکچاہٹ پر اوزان جاذب سا مسکرایا، سرد ہوا میں سانس بھری، آسمان ان گنت ستاروں اور جوبن پر آئے سفید چمکتے چاند سے سجا ہوا آنکھوں کو بھلا لگ رہا تھا۔۔

"آئی جان نے تمہارے لیے انکی منہ بولی بیٹی سعدیہ کو سوچا ہے، مطلب تم دو کی شادی کا۔ میں جانتا ہوں میری بات تمہارے لیے حکم کے برابر ہے پھر بھی سوچا پوچھ لوں۔ سعدیہ دیکھی بھالی اور سگھڑ بچی ہے، دوسرا انصاری حویلی کا سالوں سے اہم حصہ رہی ہے۔ مجھے تو تمہارے لیے وہ سادہ لوح سی بہت مناسب لگی تم بتاؤ کیا خیال ہے؟"

اوزان نے اس بار زرا کھل کر پوچھا جبکہ عدم نے کچھ دیر تو شش و پنج میں مبتلا تا حد نگاہ گھبرا کر نظریں گمائیں اور پھر راضی ہوتے سر جھکایا۔

"آپ کسی راہ چلتی سے بھی باندھ دیں منظور ہے، وہ تو پھر بہت جانی پہچانی محترمہ ہیں۔ ظافر کی اچھی تربیت اور دیکھ بھال کے چکر میں شادی محبت کو میں نے کبھی اہمیت نہیں دی۔ آپ جیسا کہیں گے سائیں کر لوں گا"

عدم کی فرمابرداری اوزان کو سرشار کر گئی۔

"جیتے رہو، اور ہاں تمہارے لیے ایک نئی جاب ہے۔ اب سے تم خان بابا کی زمینوں کا کام دیکھو گے قصور مئں جبکہ تمہاری جگہ تمہارا بھائی ظافر میرے اسٹنٹ کی جگہ سنبھالے گا، تم نے بتایا تھا اسکا یہیں لاہور یونی میں ایڈمیشن ہو گیا سو اب سے وہ کسی ہوسپٹل میں نہیں میرے کلینک فارم ہاوس رہے گا۔ تاکہ اپنی تعلیم کے ساتھ وہ اپنا بوجھ اٹھانا بھی سیکھے اور تم بے فکر ہو کر اپنی بڑھتی ذمہ داریوں کو پورا کرو۔ اسے اچھی سیلری دوں گا بے فکر رہنا۔ امید ہے یہ خبر تمہارے لیے مزید خوشی کی ثابت ہو"

اوزان نے اسکی وفاداری بہت پرکھی تھی اور اب انعام کا وقت تھا، عدم کی تو جیسی ساری فکریں ہی سمٹ گئیں، آنکھوں میں شکر گزاری کے آنسو لیے وہ سمجھ نہ پایا اب کیا کہے، کس لفظوں میں اس حسین صلے کا شکریہ ادا کرے۔

کل ہی اس نے ظافر اپنے چھوٹے انیس سالا بھائی کے بارے جاب کی بات کی تھی اور آج ہی اوزان نے اسکی ساری فکریں ہٹا دیں۔

"سائیں! ظافر آپ کی صحبت میں رہے گا تو سمجھیں سنور جائے گا۔ بہت شکریہ۔ ہمیشہ سلامت رہیں"

بہت دیر بعد عدم کچھ بولنے کے قابل ہوا، آواز اب تک بھاری تھی جس نے اوزان کو کچھ بے چین کیا۔

"تم بھی عدم۔ شب بخیر"

اوزان نے نرمی سے کہے رابطہ توڑا جبکہ آج ان سنہری آنکھوں میں اضافی سا سرور رقصاں تھا۔

خوشی تھی، سکھ تھا اور آج کی پوری رات نا جانے کیوں اوزان کو شکر گزاری میں کاٹنی ہی مناسب لگی، آج وہ اللہ سے زرا تفصیلی ہمکلام ہونا چاہتا تھا، اپنی زندگی کی اس درجہ آسودگی پر پہروں کھل کر بات کرنا چاہتا تھا۔

کیونکہ آج زندگی ایک حسین روپ میں تھی اور ایسے حسن کا شکرانہ تو واجب ہوا کرتا ہے۔

..____________________________..

ایک ماہ اور کچھ دنوں بعد۔۔۔۔

(after One Month and Some days)

دیکھتے ہی دیکھتے ایک ماہ سرک گیا، فیروز اپنی سزا کاٹنے لگا، چپ چاپ، جس پستی میں گرا تھا اب وہاں سے اٹھنا ناممکن تھا، ہفتے کے آرام کے بعد منہاس سکندر نے بھی واپس اوزان کے مشیر خاص کا منصب سنبھال لیا لیکن مرجان کو منانے کے لیے اوزان سے مشورے لینا نہ بھولے جو پورا ماہ وحدہ کے

ہمراہ رہیں کیونکہ اسکے پیپرز تھے پھر وحدہ کی کنڈیشن بھی بحال ہوتے کئی دن لگے، اور وہ واصف میر کے ہمراہ لندن جانے سے پہلے انصاری حویلی کے سب مکینوں سے مل کر گئی، واصف میر کی دونوں سرجریز کامیاب تو ہو گئی تھیں مگر ایک لمبا علاج اب بھی اسکا منتظر تھا اور وحدہ نے اپنی فیملی کو چھوڑ کر اپنے میسحا کو چنا اسکے اس فیصلے کا انصاری حویلی کے مکینوں نے دل سے اعتراف کیا۔

میشی اور الماں بھی دو ہفتے بعد واپس آئے، الماں نے عائشہ سیال سے اپنے رویے کی آمنے سامنے پھر معافی مانگی مگر وہ اسے معافی مانگنے دے ہی نہ سکیں اور پورے دل سے دونوں کو گلے لگا کر سارے شکوے دور کیے جبکہ میشی کی خواہش مزید الماں کے ساتھ رہنے کی تھی تو وہ چند دن رہ کر واپس اسکے ساتھ ہی ہنزہ جانے والی تھی کیونکہ عائشہ نے خود یہی مناسب سمجھا کہ اس کنڈیشن میں اسکا الماں کے ساتھ ہونا ہی بہترین ہے، اور جواد سیال نے بھی عائشہ کو لے کر ساری ناراضگی ختم کر دی۔

اوزان ان گزرے ہفتوں کے بیچ ایم این اے کی سیٹ سے دستبرداری لے کر اپنی پوسٹ اس کے مستحق یعنی جواد سیال کے سپرد کی مگر سیاست میں انکے ہمراہ رہنے کا بھرپور یقین دلایا، سیاست اسکے بس کا روگ تھی ہی نہیں، اسے اپنے پروفیشن اور زینیش کے سوا اب کچھ قبول نہ رہا۔

وحدہ اور واصف میر لندن روانہ ہو گئے، اس ایک ماہ میں کنول اور طلال کے رشتے میں بھی قدرے سدھار آیا اور سب سے خوبصورت بدلاو کنول کا ایزل مریم کے ہمراہ کچن سنبھالنا، گھریلو کاموں میں حصہ لینا تھا، بہار کے ساتھ بھی اسکا رشتہ دن بدن سنور رہا تھا جو اپنی زندگی اپنے پیارے خانزادہ، ماں سے بڑھ کر پیار کرتیں صائمہ اور اپنی کوکھ میں پل پل پروان چڑھتے اپنے اور حسیب کے عکس کو محسوس کرتی زندگی کو مسرور ہو کر گزار رہی تھی۔

دیان اور پنار کی زندگی حسین تھی دونوں ڈاکٹرز اسکے باوجود اپنے فرض کے سنگ جڑے دیکھائی دیتے تھے، آجکل بھی کسی اوٹ ڈور نجی علاقے میں لگائے گئے فری کیمپ میں ہی دونوں کی ڈیوٹی تھی اور جلد روانگی بھی تھی۔

جبکہ خان سانول سیال اب تک اوزان دایب کی معافی کے منتظر تھے اور تبھی انہوں نے سب کو سیال حویلی ایک بڑی سی دعوت پر مدعو کیا تاکہ اس بہانے اوزان بھی آئے اور وہ اس سے معافی لیں، اصل وجہ انکے نئے بنتے منہ بھولے بیٹے عدم کی زندگی کی خوشیوں پر مل بیٹھنا تھا، عدم نے ایک ماہ پہلے ہی یعقوب حیدر کا منسب سنبھال لیا اور ایک ماہ میں ہی وہ خان بابا کا ایک اور بچہ بن گیا سو سعدیہ اور اسکا نکاح وہ چاہتے تھے سیال حویلی ہو۔

جبکہ ظافر نے بھی تعلیم کے ساتھ اوزان کے اسسٹنٹ ہونے کے فرائض بخوبی سنبھال لیے، وفاداری میں وہ عدم پر گیا تھا مگر پڑھائی میں بہت ذہین اور اوزان اسکی ذہانت، وفاداری اور شرافت کو لے کر اول دن ہی ایک اہم فیصلہ بھی کر چکا تھا، ظافر کو اپنی شاگردی میں لانے کا مقصد ہی اسے ان فیوچر

وحدہ کی زندگی میں شامل کرنا تھا اور یہ خیال اسے ظافر کو ایک ماہ آبزرو کرنے کے بیچ آیا جسکی اس نے فی الحال زینیش تک کو خبر نہ دی لیکن وہ دعا گو ضرور تھا کہ اسکی خواہش تکمیل تک پہنچے۔

زینیش کی پورا منتھ طبعیت اوپر نیچے رہی جسکے لیے اوزان کافی پریشان رہا، ویک میں دوبار زینیش کا چیک آپ ہوتا تھا، اسکی ایک ہفتے بعد کلاسیز بھی شروع ہونے والی تھیں اور اب تو ایک ماہ کے کمپلیٹ ریسٹ سے وہ بہت بہتر ہوگئی۔

گزرے ایک ماہ میں کنول اور طلال کے رشتے میں قدرے بہتری آئی تھی، اب وہ ایک اچھی بیوی کے سب فرائض نبھانا سیکھ رہی تھی، جہاں مشکل آتی وہاں اسکے سامنے ایزل مریم کا مسکراتا چہرہ آجاتا، جو ماں، بہن، اور دوست کے ہر سانچے میں ڈھل جایا کرتی تھیں، آج ایک ماہ اور دس دن گزر چکے تھے، وقت پنکھ لگا کر اڑتا ہی جارہا تھا، لنچ پر سب موجود تھے، المان اور میشی کی دو دن بعد ہنزہ واپسی تھی جبکہ دیان اور پنار بھی دو دن بعد ایک

سپیشل میڈیکل کیمپ کے لیے سیالکوٹ روانہ ہونے والے تھے، پھر دونوں کی وہیں سے نیوزی لینڈ جانے کے پلین تھے ہنی مون کے لیے، جب سے پنار اور دیان کی شادی ہوئی دونوں ہی ہوسپٹل کو پیارے رہے، جبکہ اس میڈیکل کیمپ کے بعد دونوں دو ہفتے کی لانگ ویکیشن پلین کر چکے تھے۔

اور یہ سب پلٹوں آج انصاری حویلی اس لیے جمع تھی کہ سبکی کچھ دیر تک کوٹ روانگی تھی، آج شام سانول سیال کوٹ میں اپنے تمام محروم بچوں کے لیے ایصال ثواب کو قرآن خوانی بھی رکھوائی تھی جس پر سبھی مدعو تھے، چونکہ دو دن تک دو مین کپلز مسنگ ہونے والے تھے سو سب نے مل جل کر جانے کا پلین ترتیب دیا۔

"تم دو کیوں نہیں چل رہے بھئی؟"

زینیش اور اوزان نے آج کے بجائے کل صبح روانگی کا ارادہ بتایا تو سب ہی ایک ساتھ بول اٹھے سوائے پنار کے جو اپنے بیٹے بچے کے سنگ پر اسرار سا آئی کانٹکٹ کیے کسی پر اسرار ترنگ میں دیکھائی دی۔

"زینیش کا آج فائنل چیک آپ ہے جو سکپ نہیں ہو سکتا، آپ لوگ انجوائے کرنا پہنچ کر ہم دو صبح آپکو جوائن کر لیں گے"

اوزان کے سنجیدگی سے وجہ بتانے پر سب کو کچھ تسلی ہوئی البتہ زینیش اکیلی ہی مسکراتی اوزان دایب کی گہری نظروں میں آن سمائی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے باباسائیں چاہ رہے تھے انکے تمام بچے ان کے ساتھ آج ڈنر کریں تبھی آج ہی بلوالیا ورنہ کبھی ہمارے کیپٹن صاحب مسنگ ہوتے ہیں کبھی یہ ڈاکٹروں کی جوڑی۔ عدم کے نکاح کے لیے وہ بہت خوش ہیں جیسے انکی اپنی جوانی لوٹ آئی ہو، بہت پسند آیا وہ انھیں۔۔۔ تیس چالیس دنوں میں اس نے انھیں اپنا فین بنالیا"

جواد اور عائشہ بھی وہیں موجود تھے، جواد نے نرم مسکراتے لہجے میں بتایا جس پر سب سعدیہ کو چھیڑتی جتاتی نظروں میں لے کر شرمانے پر مجبور کرتے اور پیارے لگے۔

"ہے ہی کمال کا بچہ، بیبہ سا۔ چالاکی تو سرے سے نہیں ہے اس میں۔ خوب سجے گی میری سعدیہ اس کے ساتھ"

ایزل مریم کے پیار نے سعدیہ کو زرا حوصلہ دیا ورنہ زینش، پنار، میشی تینوں اسے چھیڑتی بہت کیوٹ لگ رہی تھیں۔

"اچھی بات ہے، بزرگوں کی جان تو انکے بچوں میں ہوتی ہے۔ طبعیت اب انکی اچھی نہیں رہتی کہ وہ خود آکر سب سے باری باری ملیں سو بہترین ہے کہ ہم سب ہی ماہ بعد انکی خیریت سب مل کر پوچھ اور اپنی بتا آئیں۔ اب ہمارے بڑے وہی ہیں"

طلال بھی مطمئین ہو کر تائید میں بولے۔

جبکہ زینیش کے چہرے پر اوزان کی معنی خیز نظروں سے پھیلتا بلش سب سے حسین تھا، تبھی محترم نے لنچ کرنے کے بیچ ہی اپنا فون جیکٹ کی جیب سے نکالا، اور گود میں رکھے کچھ ٹائپ کیا۔

"میں نے یہ بتانے کے لیے میسج کیا ہے لیڈی کمپلیئین کہ آج فائنل چیک آپ کے ساتھ ساتھ تمہاری مہلت بھی اختتام پذیر ہو جائے گی ویسے بھی دس دن اوپر لے چکی ہو ایکسٹرا، مجھے سپیشل فیل کرنا ہے بہت سارا یو نو واٹ آئی مین؟"

اوزان نے سب کے آپسی گپ شپ کرنے کا فائدہ اٹھاتے چالاکی سے میسج بھیجا جس پر زینیش اور سعدیہ میٹھا لینے کے بہانے اٹھ کر کچن کی سمت بڑھیں، زینیش کا فون وہیں پڑا تھا۔

سعدیہ بھی جانے کے لیے کافی پرجوش تھی کیونکہ عدم اور سعدیہ کا نکاح کل رات میں طے پایا جا چکا تھا، شرم وحیا کی دیوی صاحبہ کے تو رنگ ڈھنگ ہی جدا ہو چکے تھے۔

"زینو آپیا میں یہ لے کر جاتی آپ بس سپون لے آئیں"

سعدیہ نے مزید ارسی رس ملائی کا باول اور کلاس ڈشیز ٹرے میں رکھیں اور فون پر لجایا سا مسکرا کر میسج پڑھتی زینیش کو کہے کچن سے نکل گئی۔

"آئی نو مسٹر ہسبنڈ، اور میں نے اس پورا وقت آپکو ایک دن یا رات عام فیل ہونے نہیں دیا۔ پھر بھی ایک ساتھ بہت سا سپیشل فیل کروانے والا مجھے اپنا پرامسس یاد ہے سو اطمینان سے لنچ کریں، کہیں بھاگی تھوڑا جا رہی ہوں"

زینیش کے میسج کو اوزان نے فوری اوپن کیا جبکہ اسکی پر اسرار مسکراہٹ ڈائنگ پر بیٹھے ہر فرد کو مسکرانے پر مجبور کر گئی، چاچو کے ٹھوکے پر اوزان متوجہ ہوا تو سبکی دبی دبی مسکراہٹ کو محسوس کیا۔

"تم دو کی پھر لڑائی تو نہیں چل رہی جو پیغام رسانی کے لیے فون استعمال کرنے کی نوبت آگئی لاڈلے! بتا رہا ہوں اگر تم نے کوئی پنگا لیا نہ میری پری سے تو ٹانگیں سیک دوں گا۔۔"

پاس ہی بیٹھے چاچو نے کان میں گھس کر سب کے بیچ میسج پر عشق معشوقی کرنے پر زرا الفاظ بدل کر شرم دلائی۔

جس پر اوزان نے بھی جواب دینے کو چہرہ انکی طرف پھیرا، آفت خیز شرد بار انداز لیے وہ مسکایا۔

"لڑائی کے باوجود کبھی ہمارا پیار کم نہیں ہوا ناکام عاشق صاحب! ماشاء اللہ بولیں پھر نظر لگتی ہے ہمیں۔ آپ ہم پر سے سیکورٹی کیمرہ آنکھیں ہٹا کر اپنی سنوری سدھری زوجہ پر نظر ڈالیں اور اگین معرکے کی تیاری پکڑیں"

اوزان کے مست جواب پر طلال بھی دبا سا مسکرائے، بابا اور سیاں دونوں کی خود پر نظر دیکھے زینیش وہیں سعدیہ کے پیچھے آتی پراسرار ہوئی۔

"یہ دونوان چچا بھتیجا ہنس ہنس کر بھی ایک دوسرے کو طنز کے تیر ہی مار رہے ہوں گے، اوزان پلیز مجھے یوں سب کے بیچ دیکھنا بند کریں ورنہ آپکی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دوں گی۔ اف اس بندے کی یہ آنکھیں۔۔۔۔"

زینیش نے سعدیہ کے سوئیٹ ڈش سرو کرنے پر اسے سپون تھمائیں جبکہ خود دونوں کو گھورتی اپنی جگہ پر واپس بیٹھی، اوزان اسے ہی وارفتگی سے بنا آنکھیں ہٹائے دیکھ کر کنفوز کر رہا تھا جیسے سب یہاں نہ ہوں تو پکڑ کر خود میں چھپا ڈالے گا۔

"آدم اور سعدیہ کا خیر سے کل شام نکاح ہے، سب دعا کرنا دونوں بچوں کا اللہ نصیب روشن کریں"

ایزل مریم نے سبکو متوجہ کیا جس پر سب نے باری باری مسکرا کر سعدیہ کو دیکھا۔

لنچ کے فوری بعد جہاں سب کوٹ کے لیے روانہ ہوئے وہیں زینو بھی ہوسپٹل جانے کے لیے ریڈی ہونے کمرے میں چلی گئی۔

اوزان نے سبکوسی آف کیا اور خود وہیں پورچ میں رک کر زینیش کا ویٹ کرنے لگا۔

زینیش نے سادہ سی بلیک فل والیوم فراک کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنا اور بلیک ہی ٹاپ کے ہمراہ شال لے لی کیونکہ جنوری آدھا ہو چکا تھا اور ٹھنڈ بھی شدت اختیار کر چکی تھی۔

زینو کو کچھ دنوں سے کچھ اور بھی ایشوز ہو رہے تھے جسکے لیے وہ دو دن پہلے جب پنار کے ساتھ ہوسپٹل گئی تو اپنی پریگنینسی کنفرمیشن کے لیے بلڈ رپورٹ بھی کروا کے آئی تھی اور وہ آج اسکے رزلٹ کے لیے بہت پرامید تھی۔

بالوں کو کھولے شال سے باہر نکالے، کندھوں کو کور کرتی وہ آئینے کے سامنے گہرا سانس بھرتی رکی۔

"آج انکے لیے سپیشل ایوننگ، نائیٹ اور مارننگ تو ارینج کر دی میں نے لیکن انکی پوری زندگی خوبصورت صرف اس پازیٹو رپورٹ سے ہو گی"

زینیش کو اپنے اندر آتی تبدیلیوں سے ویسے تو یہ یقین ہفتے پہلے ہی ہو چکا تھا کہ وہ امید سے ہے لیکن پھر بھی اک ڈر لگ رہا تھا، اور تبھی وہ اوزان کو یہ نیوز کنفرمیشن کے بعد ہی دینا چاہتی تھی، اور فائنلی آج وہ دن آ ہی گیا۔

زینیش اپنے نازک سراپے کی رعنائیاں شال میں چھپائے حویلی سے باہر آئی تو محترم وائیٹ پینٹ کے ہمراہ لائیٹ اوشن بلو ہائی نیک پہنے، وائیٹ ہی بلیزر پہن کر ایک بار پھر مکمل سیاہ سے نکل کر ڈیشنگ لک میں کھڑے تھے مگر اس بار سیاہی سے نکلنا اسکے حق میں اچھا ہونے والا تھا۔

"تھینک گارڈ آپ نے بلیک نہیں پہنا"

زینیش جو خود سیاہ میں جان لیوا الگ رہی تھی، اوزان پر سیاہی نہ دیکھ کر جیسے کھکھلائی، اوزان نے منہ بسورا۔

"تم نے کیوں آفت مچا رکھی ہے پھر، یہ جانتے بوجھتے کہ اس رنگ میں مجھے تم صرف میرے آس پاس رہتی قبول ہو۔ اب کس کا دل چاہے گا وہ ہوسپٹل کا چکر لگا کر آئے"

گارڈز کے ارد گرد منڈلانے کے سبب اوزان نے بیچ کا فاصلہ استوار رکھا ورنہ پکڑ کر دل سے لگانے میں وہ کہاں دیر لگاتا تھا۔

"اس لیے کہ آنے جانے کے بیچ آپکا دھیان بھول کر بھی مجھ سے نہ ہٹے، سمجھا کریں"

زینیش نے ادا سے شال شانوں سے اوپر کو سرکائی اور فرنٹ سیٹ سنبھالے گاڑی میں فوری جا بیٹھی، اوزان نے بھی مسکرا کر پلٹے قدم بڑھائے اور ڈرائیونگ سیٹ پر اعتمادی سے سنبھالی اور اسکا سیٹ بیلٹ بند کرنے کے

بہانے اسکی طرف جھکتا اسکی میرون ہونٹوں پر بکھری مسکراہٹ بڑھاتا اسکی گلابی گال دانت میں ہلکی سی لے کر دبائے بنا ثبوت چھوڑتی لو وڈوز دیے پیچھے ہٹا، زینیش نے گردن پھیرے خفت سے سرخی میں گھلتے چہرے اور پھیلی آنکھوں سے گھورا۔

"میرا دھیان بھٹکنے دو ایسی تم کہیں سے نہیں ہو، سو مت کیا کرو ایسی پیاری شکی حرکتیں جو تمہاری سختی بڑھا دیں"

اوزان کو اپنی حرکت پر غرور آتا دیکھے زینیش نے ہنس کر چہرہ جھکایا پھر ونڈو کی طرف پھیر لیا۔

وہیں سب کوٹ کی طرف روانہ تھے جبکہ پنار اور دیان بھی جاتے ہوئے پہلے اپنے ہوسپٹل رکے۔

پنار نے ڈاکٹر عائشہ سے زینو کی بلڈ رپورٹ بھی پک کی، جو پازیٹو تھی جبکہ اسی نے کوٹ جاتے اسکی سہی جگہ جاتے ہوئے پہنچانا تھا۔

زینیش اور اوزان کی زندگی میں آتی اس خوشی کی کنفرمیشن سب سے پہلے پنار اور دیان کو ملی جنکی خوشی سنبھالے نہ سنبھل پائی۔

وہیں اوزان اور زینیش بھی سیدھے ہوسپٹل پہنچے، زینیش کی منٹل ہیلتھ بالکل ٹھیک تھی اور ساری رپورٹس بھی کلئیر تھیں۔

"اب مزید کوئی میڈیکیشن تو نہیں ہو گی؟"

ڈاکٹر طیب کے ہمراہ اوزان اور زینیش باہر آئے تبھی ڈاکٹر عائشہ نے کچھ دیر زینیش کو نرس کو بھیج کر بلوایا۔

"نہیں اب وہ بالکل ٹھیک ہے، ٹنشن وغیرہ سے اسے ہمیشہ دور ہی رکھنا یہی تجویز ہے۔ بھلے عورت بہت مضبوط ہوتی ہے لیکن یہ دل و دماغ کے معاملات اکثر ان بہادر خواتین کو ہرا دیتے ہیں"

ڈاکٹر طیب نے اسے مطمئین کیا جبکہ اوزان بھی زینو کو میسج بھیجے خود باہر نکل گیا۔

"میں تمہارا گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں فری ہو کر آجانا، ویسے گائنی سپیشلسٹ نے تمہیں کیوں بلایا؟"

اوزان کو تشویش تھی، ڈاکٹر عائشہ کے پاس کھڑی زینو میسج پڑھے گھبرائی۔

"انکو شک ہوا تو سارا سرپرائز خراب ہو جائے گا"

زینو نے فوری جواب لکھا۔

"میری اور میشی کی فرینڈ ہیں نہ ڈاکٹر عائشہ اور پنار کی بھی، میشی کو لے کر میں اور آئی جان انہی کے پاس آئے تھے۔ میں بس مل کر آتی ہوں سب ٹھیک ہے۔ عائشہ کہہ رہی ہیں مجھے وٹامنز اور کیلشم کی سبلیمنٹس دیں گی جس سے میں مزید فٹ ہو جاوں گی تبھی بلایا"

زینو نے اوزان کی تشفی کروائی جس پر وہ پر اسرار سا ہوا، کمپلیئین کی چھٹی حس خوامخواہ تھوڑی پھڑک رہی تھی۔

"سب کے پریشر میں آ کر یہ کہیں مدر ہڈ میں زبردستی گھسنے کے پلین تو نہیں کر رہی، کچھ پتا بھی نہیں اس لڑکی کا۔۔۔"

اوزان نے بے چین نظریں ہوسپٹل کی انٹرنس پر ڈالے خود کلامی کی، بس نہ چلا شکی عورتوں کی طرح سو بولینے اندر ہی چلا جائے۔۔

"تمہاری رپورٹ ڈاکٹر پنار نے پک کر لی تھی کچھ دیر پہلے، یو آر ایکسپیکٹنگ گرل! لیکن بہت ویک ہو۔ اپنی کیئر کرو، پنار نے کہا تھا تمہیں یہ ساری تاکیدیں بڑھا چڑھا کر کروں۔ بہت خوش کے ساتھ وہ تمہارے لیے دگنی فکر مند تھی۔ فور ویک کا ہو چکا ہے تمہارا بے بی، کھانے پینے کا بھرپور خیال رکھنا اور زیادہ سفر بھی سجیسٹ نہیں کروں گی، سٹارٹ کے دو منتھ اور لاسٹ کے دو بہت احتیاط کرنا۔ اور باقی نیکسٹ مسٹر اوزان کے ساتھ آنا تاکہ باقی احتیاط اور تاکید میں انھیں کر سکوں۔۔۔۔ بہت مبارک ہو۔"

ڈاکٹر عائشہ نے پیار سے گال سہلاتے زینو کو یہ خوشی کی خبر سنائے نہال کیا، جذباتی بھی۔

"تھینک یو، چار ہفتے سے یہ میرے پاس آچکا ہے تبھی تو زندگی دگنی خوبصورت لگ رہی تھی مجھے۔ میں اوزان کے ساتھ آؤں گی جلد۔۔۔ اگین تھینک یو"

زینیش کی نم ہوتی آنکھوں کو دیکھے عائشہ بھی دل سے ہنسی اور گلے لگا کر اسے بائے کیا، اللہ کا شکر ادا کرتی وہ بھی باہر آئی۔

اپنی بھیگی آنکھوں کو ہر ممکنہ خشک کرتے خود کو کمپوز کیے وہ صرف بیگ لیے ہی آتی دیکھائی دی جس پر اسکے بیٹھتے ہی اوزان نے اس سے اسکا بیگ لیے کھولنا چاہا۔

"اوزان! بری بات کسی لیڈی کا بیگ نہیں کھولتے"

فوری اوزان کے ہاتھ سے بیگ چھپٹ کر غرائی جسکے سبب وہ کھول نہ پایا۔

"مشکوک لگ رہی ہو، بتا رہی ہو یا لوں جان تمہاری؟"

بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچے اوزان نے اسکے بدلے بدلے چہرے کو فوری بھانپا جبکہ زینیش سے سرپرائز مزید برقرار رکھنا یہ سر پھرا مزید ناممکن کر گیا، دل چاہا وہ اسکی یہ جان پر بنتی آنکھوں میں جھانک کر بتا دے کہ وہ اسکی زندگی گولڈن کر چکی ہے مگر یہ سب وہ اسے یہاں نہیں بہت خوبصورت ماحول میں بتانا چاہتی تھی۔

"کیا بتاوں؟ پاگل واگل تو نہیں ہو گئے کیا۔۔۔۔"

زینیش نے بمشکل خود کو سب کہنے سے روکے اس وجیہہ برہم ہو کر اور حسین لگتے شخص سے نظر پھیری۔

"وہ تو کب کا ہو گیا ہوں، کیا تم روئی ہو؟"

اوزان کا سوال زینیش کو چونکا گیا، لمحہ بھر وہ سانس لینا بھی بھول گئی۔

"نووو۔۔۔کیوں رووں گی۔بہت تھکن ہو رہی ہے پلیز گھر چلتے ہیں۔لمبی سی نیند لوں گی کیونکہ کل بھی سفر ہے"

فوری خود کو اوزان سے آزاد کرواۓ زینیش نے منہ کھڑکی کی طرف پھیرا، اوزان نے اسکے اس چڑنے پر خود بھی مزید اصرار نہ کیا اور سنجیدگی سے گاڑی سٹارٹ کی۔

زینیش نے گردن موڑی تو اوزان سخت ناراض دیکھائی دیا۔

"اوزان؟"

زینیش نے اسکا سٹیرنگ ہر جما پرکشش ہاتھ تھاما جسے اوزان نے فوری اپنے آپ سے دور کیا۔

"ڈونٹ ڈسٹرب می لیڈی کمپلیئین"

قطعیت سے کھرا جواب دیے وارن کیا جبکہ زینیش نے اک اداس نظر اوزان پر ڈالی اور ایک اپنے جھٹکے ہاتھ پر۔

"بچوں کی طرح روٹھ جاتے ہیں آپ اوزان! اف مجھے بھی سرپرائز کے کیڑے نے کاٹ لیا ہے، ورنہ آپکو یوں منہ پھیرنے نہ دیتی"

اپنے آپ کو ملامت بھی کی اور بوجھل بھی ہوئی مگر جانتی تھی آج وہ زیادہ دیر روٹھا نہیں رہ سکتا۔

..________________________..

کوٹ میں سب بچوں کی آمد نے گویا خان سانول سیال کے اندر خوشی کی لہر بھر دی، منشی جلال کے بقول آج تو انکے پیر زمین پر لگ نہ رہے تھے۔

اتنے سارے مہمان، اتنی ساری رحمتوں نے سیال حویلی کو روشن کیا پھر جواد سیال اور عائشہ نے فوری مہمان سے میزبان کی جگہ سنبھالی، عدم بھی میزبانوں میں شامل تھا اور آتے ہی اسکی سعدیہ سے ملتی وہ لمحہ بھر کی نظر دل

کے بہت سے احساسات کو چھو کر گزر گئی، بھلے وہ لمحہ بہت مختصر تھا لیکن پوری زندگی پر حاوی ہونے والا تھا۔

سب موجود تھے، خان بابا نے میشی کو سب سے پہلے گلے لگایا، اپنے شیر پوتے سے گلے ملے، طلال اور کنول کو ڈھیڑ دعائیں دیں، حسیب نے بھی اماں اور بہار کے ہمراہ یہ قافلہ جوائن کر لیا تھا، خان بابا نے ان سبکو بھی دل کھول کر پیار دیتے خوش آمدید کہا۔

گویا یہ سب لوگ یہاں ایک بار انکے بلانے پر چلے آئے لیکن زینو اور اوزان کی کمی پر وہ اداس ہوئے۔

"سفر لمبا تھا سب تھوڑا آرام کرو رات کھانے پر ملتے ہیں میرے بچو"

سبکو آرام کرنے بھیج کر خود وہ طلال کی بازو پکڑے انکو جانے سے روک گئے۔

"وہ نہیں آیا؟ اب تو بہت دن گزر گئے۔ کب معاف کرے گا مینو۔ تو نے سفارش نہیں کی میری طلال؟"

خان بابا کی آنکھیں بولنے سے پہلے بھیگیں۔

"ایسی بات نہیں ہے خان بابا، زینیش کا کوئی آخری چیک آپ آگیا۔ بس تبھی وہ لوگ آج کے بجائے کل صبح آئیں گے، اور اگر وہ واقعی آپ سے ناراض ہوتا تو آپکے تحفے کو ہرگز قبول نہ کرتا، نہ صرف قبول بلکہ پچھلے ایک ماہ سے وہاں وہ کچھ سپیشل کام بھی کروا رہا تھا، ابھی تک اس جگہ جانے کی اس نے کسی کو پرمیشن نہیں دی مگر آپکی دی اس زمین کو یقیناً اس نے نکھار دیا ہو گا۔ رہی بات زبان سے اسکے معاف کرنے کی تو کل آ رہا ہے نہ، اگر زرا بھی غرور دیکھایا تو کان سے پکڑ کر آپکے سامنے لا کر کھڑا کر دوں گا"

طلال اور انکے بیچ نا جانے کس زمین کی بات ہو رہی تھی مگر جو بھی تھا خان بابا کی آنکھوں میں نمی کی جگہ خوشی اور بے یقینی نے لی۔

"سچ میں؟ کیا اس نے میرے تحفے کو اتنی اہمیت دی؟ تو سچ کہہ رہا ہے نہ طلال؟"

خان بابا کی حسرت پر طلال فوری انکے گلے لگے۔

"بالکل سچ، شاید وہاں وہ زینیش کے لیے کچھ بنانا چاہتا تھا، ایک ماہ پہلے جب کام شروع کروایا تب اس نے مجھے سیکرٹ پارٹنر بنایا تھا۔ سو یہ اسکی معافی کا ایک انداز ہے، آپ یہ فکریں چھوڑ دیں۔ عدم اور اسکے چھوٹے بھائی کو آپ نے جو اپنی فرزندی میں لیا دل جیت لیا، وہ دو آپکی شفقت پا کر بہت خوش ہیں۔ اور خیر سے کل عدم بھی ٹھکانے لگنے والا ہے"

طلال کی مسکراتی جتاتی باتوں پر وہ کھل سے اٹھے، آنے والا وقت انکے دل کے دکھ کم کرنے والا تھا۔

ظافر کے بارے جب مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے جب عدم نے رہائش اور جاب کی بات کی اسی صبح خان بابا کے منشی جلال نے اوزان سے کسی بندے کے بارے

کہا تھا جو زمینی نظام دیکھ سکے بس اوزان کو عدم ہی بہترین لگا اور اس طرح ظافر کے لیے بھی اسکے فارم ہاوس جگہ بن گئی۔

ظافر یونی کے ساتھ اوزان کے فارم ہاوس کی دیکھ ریکھ کے ساتھ مفت کی رہائش بھی پا چکا تھا، عدم کو اسکی فکر بھی نہیں تھی سو سارے معاملے سیٹ ہو چکے تھے۔

جبکہ سعدیہ اور عدم کا ابھی صرف نکاح کرنے کا ہی فیصلہ ہوا اور رخصتی کچھ ماہ بعد کرنے کا سوچا گیا تھا تب تک دونوں کے ساتھ رہنے کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ سوچ لیا جاتا۔

وہیں پنار اور دیان زرا دس منٹ سب سے پیچھے ہی تھے۔

سارا رستہ دیان نے پنار کی خوشی دیکھتے ہی گزاری۔

"مجھے لگتا ہے تم اپنی گڈ نیوز پر بھی اتنی خوش نہ ہوتی جتنی زینو بھابھی کی پر۔۔۔۔۔"

دیان نے ڈاکٹر صاحبہ کی اوٹ آف کنٹرول خوشی پر شریر ہوتے چوٹ کر ہی ڈالی۔

"ایسا ہی ہے، وہ میرے لیے سپیشل ہی اتنی ہے، او مائی گارڈ وہ وقت سوچوں جب وہ باولی بنی بس اوزان بھائی کو دن رات لاحاصل شے کی مانند حسرت سے سوچا کرتی تھی، جھر جھری سی لے اٹھتی ہوں۔ کہاں سے چلا تھا انکا رشتہ دیان، نفرت کی انتہا بخشی تھی انہوں نے میرے بیبے بچے کو اور اب سب کے سامنے بھی اس بندے کی نظریں زینو کو شرارت سے چھونے میں بے خود ہیں۔ جیسے ان دو کا ایک دوسرے کے بنا وجود ہی ناممکن ہو"

پنار کے دل میں اتنی ساری محبت دیان کو ہمیشہ خوبصورت لگتی تھی پر شادی کے بعد اسے اس لڑکی کی زندہ دلی، جنون، وابستگی مزید اچھے سے معلوم ہو کر اپنا مستانا کر چکی تھی، وہ جب جب پنار کو دیکھتا، اللہ کے روبرو اس نعمت پر شکر بجالاتا۔

"یہ تو ہے، اوزان لالہ ہر معاملے میں شدت پسند ہیں لیکن یہاں تو حدیں ختم کر دیں انہوں نے"

دیان بھی شرارت ہی کے موڈ میں تھا، پنار کو نا جانے کیا سوجھی کہ فوراً ذرا لپک کر دیان کی بازو تھامے بیٹھی۔

"ویسے وہ پکچرز دیکھ کر دونوں کیساری ایکشن دیں گے دیان؟ ہاہا کاش میں وہ مومنٹ دیکھ پاتی، اف کتنی مزے دار ایوننگ ہونے والی ہے آج انکی"

پنار کی خوشی کے بدلے دیان نے اسی جیسا مسکا کر ذرا گردن پھیرے جھک کر پنار کی گال چومی، انداز میں بے پناہ نرمی تھی۔

"تم کہو تو تمہاری بھی کر دیتا ہوں سپیشل"

دیان نے پر اسرار ہوتے گاڑی روکی جس پر پنار نے پر استحقاق سی دیان کی نظروں کا مفہوم سمجھتے اچنبھے سے اپنی گردن موڑے گاڑی سے باہر چاروں اطراف دیکھا۔

باہر خاموش سی سنسان سڑک تھی، سٹریٹ لائٹس شام چار ہوتے ہی جلائی جا چکی تھیں، سردی کی شدت میں ڈوبی سنہائی پر فضا شام چار سو پھیلی ماحول گداز کیے جا رہی تھی۔۔

"کیا مطلب ہم یہاں کیوں رکے ہیں دیان؟"

یہ علاقہ کوٹ سے کچھ ہی فاصلے پر تھا اور یہ وہی زمین تھی جو خان سانول سیال نے پنار اور دیان کو بھی شاسی کا بطور تحفہ دی لیکن یہاں شروع ہوتے کام کو دیکھ کر پنار ٹھٹکی۔

"باہر تو آو"

پنار اسکے گاڑی سے نکل کر پر اعتمادی کے سنگ گھوم کر اسکی سمت آ کر کار ڈور اوپن کرنے اور ہاتھ بڑھانے پر خوشگوار سی حیرت کے سنگ فوری باہر نکلی۔

سڑک کے بائیں طرف کنسٹرکشن کا کام شروع تھا لیکن اس وقت وہاں کوئی نہ تھا کیونکہ چار بجتے ہی کام ختم ہو چکا تھا، پھر یکدم آتی آندھی کے سبب بھی کام زرا جلدی سمیٹ دیا گیا، پنار نے تیز ہوا سے اڑتے بال سمیٹتے دیان کو دیکھا پھر اس سامنے تا حد نگاہ پھیلی زمین کو۔

وہ دونوں سڑک پر نکلے، گاڑی کے ساتھ جا کر کھڑے سامنے دیکھائی دیتی زمین دیکھ رہے تھے۔

"یہ وہی زمین ہے جو خان بابا نے تمہیں اور مجھے گفٹ کی شادی پر اور میں نے یہاں ایک اور ہوسپٹل اوپن کرنے کا فیصلہ کیا ہے، کوٹ کے لوگوں کو علاج معالجے کے لیے قصور شہر یا پھر دوسرے بڑے شہروں کی طرف جانا پڑتا ہے لیکن اب نہیں، وہ سفر جو ممی بابا نے شروع کیا تھا ساتھ مل کر میں اسے یہیں سے آگے بڑھانا چاہتا ہوں اور مجھے پتا ہے تمہارے لیے اس سے بڑا گفٹ اور سپیشل فیلنگ نہیں ہو گی کیونکہ اس ہوسٹل کا نام تمہارے نام پر ہو گا"

دیان کے کیے دلکش لب و لہجے میں انکشاف پر وہ ہنس کر قریب کھڑے ہونے سے سامنے آئی، آنکھوں میں بے یقینی بھرے دیان آریز کے موہنے ،بھاتے چہرے کو محبت والی نظروں میں مقید کیا۔

"واٹ! آر یو سیریس۔۔۔میرے نام پر ہو گا۔۔۔"

پنار کی آنکھوں میں خوشی کی زیادتی نے نمی بھری۔

"ہاں تمہارے نام کا مطلب بہتا ہوا جھرنا ہے، جو زندگی اور امید کا استعارہ ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا جسے اپنی سمت رواں دواں رکھنے کا سلیقہ قدرت بخشتی ہے۔ جیسے تم میری امید اور زندگی بنی، یہ تو بس ایک چھوٹی سی کوشش تھی تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ تم میں ہنر ہے دیان آریز کی زندگی کو سلامتی کی دعا دو تو شرطیہ لگے۔ تمہیں پسند آیا میرا یہ گفٹ؟"

پسند تو بہت چھوٹا لفظ تھا، وہ اتنی خوش تھی کہ کچھ بول پانا اس بندے نے دشوار کر دیا، وہ اسکی کمر کے اطراف ہاتھ جمائے اسے اپنے قریب کر کے کھڑا کر تا سوال کر رہا تھا۔

" آپ سے جڑی ہر چیز پسند ہے مجھے، آپ کا ہر خیال تک۔۔۔۔ بہت ایکسائٹڈ ہوں میں۔ تھینکو دیان آریز! مجھے میرے ٹائپ کا بن کر ملنے کے لیے "

دونوں ہتھیلوں میں اسکا چہرہ بھرے اسکے رخسار سے ہونٹوں کو جوڑتی دیان کے گلے لگانے پر خود بھی اس سے گرم جوش جذبات کے سنگ لپٹی۔

"اگر میں واقعی تمہارے ٹائپ کا ہوں تو کچھ ماہ تک مجھے گڈ نیوز مت سنانا، میں تمہیں تم سے جب تک مکمل چرا نہ لوں، کسی سے شئیر نہیں کروں گا۔ بننے دو ان سکو اماں ابا بہت جلدیاں پڑی تھیں کباب کی ہڈیوں کو پیدا کرنے کی۔۔۔۔ ہم فرصت سے بنیں گے او کے؟ ایک دو سال"

گلے لگا کر دیان کی بے تاب و بے باک سرگوشی پنار کو ہنسا کر رکھ گئی۔

دھیرے سے وہ اس سے دور ہوئی پر اسکے حصار میں ہنوز محصور رہتے ہوئے محبت پاش آنکھوں سے اپنے حسین و پر جمال ذاتی شخص کو دیکھا۔

"ڈن! لیکن اللہ کے کاموں میں کسی کا دخل نہیں۔۔۔۔ یہ ذہن میں رکھیے گا۔"

پنار کی تنبیہہ پر دیان کا مسکرانا واجب تھا۔

"دھمکا رہی ہو؟"

چیلنجنگ نظروں سے پنار کے پر شوق خدوخال تکتے پوچھا۔

"تھوڑا سا"

شرارت سے کہتے وہ خود ہنسی جبکہ اسکی جبین چومتا وہ بھی مسکرا کر اسے ساتھ ہی لگا کر کھڑا سامنے نگاہیں ٹکا گیا، آنے والے خوبصورت وقت کی

چمک ابھی سے دونوں کی آنکھوں میں پوری قوت سے بیدار دیکھائی دے رہی تھی۔ زہے نصیب!

..______________________..

ہوسپٹل سے واپسی پر انکو شام کے ساڑے چار بج گئے، اوزان آتے ہی منہ پھیر کر بلیزر اتارتا اسے کاوچ پر پھینکتا چینج کرنے جانے لگا تبھی زینیش نے اسکا مضبوط ہاتھ پکڑ کر روکتے اپنی سمت کھینچا، اوزان دایب انصاری کی ایسی روٹھی ہوئی نظروں سے زینیش کو تاعمر پناہ چاہیے تھی۔

"روٹھ گئے ہیں؟"

ہاتھ بڑھا کر اسکی تیکھی ناک دبائی مگر فوری اسکے ہاتھ کو پکڑ کر پرے کرتا وہ منہ پھلائے واپس جانے لگا تبھی زینو نے اسے واپس روکتے اسکی چوڑی پشت سے بازو اطراف لے جا کر اسکے پیٹ پر باندھ کر حصار تے روکا۔

اوزان کی ساری خفگی زینیش کے بے قرار ہونے پر دور ہوئی، الٹا ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"چھوڑو مجھے"

اوزان نے اپنے سینے پر جمی زینو کی ہتھیلیوں کو پکڑے ہٹانے کی کوشش کی جس پر وہ مزید اسے جکڑ گئی۔

"نہیں چھوڑوں گی، پہلے کہیں کہ ناراض نہیں ہوں ورنہ یونہی جونک بنی رہوں گی"

ضدی ہوتے سختی سے پرے نہ ہٹنے پر ڈٹی مگر اوزان نے اسکے پیٹ پر بندھے ہاتھ پکڑ کر اسے جھٹکے سے اپنے روبرو کرتے کھینچ کر دونوں اسکی بازو پکڑے اپنی سمت قریب کیے کھڑا کر ایا کہ زینیش کے ہونٹوں کو اسکے ہونٹوں سے نکلتی سانس چھونے لگی۔

"مجھے دوبارہ اگنور کرو گی تم؟"

اوزان نے آئیبرو اچکاتے اسکی سہمی سنہری آنکھوں میں آنکھیں گاڑے استفسار کیا۔

"کبھی نہیں"

فوری اپنی بازووں کو اوزان کے مضبوط ہاتھوں سے چھڑوائے نازک کانوں کو پکڑا۔

"گڈ گرل! تو تم بالکل ٹھیک ہو اب اللہ کا شکر ہے، مجھے بھی سکون ملا تمہاری کلئیر رپورٹس سے۔۔۔ سو سکتی ہو، میں بھی چینج کرلوں پھر تمہارے پاس آکر کچھ دیر سو جاوں گا، ڈنر کسی سپیشل جگہ کریں گے"

اوزان نے اسکی جبین چومتے فوری ناراضگی ہٹاتے اسے شدت سے اپنے گلے لگایا اور شرافت سے کچھ ہی دیر میں اپنے محصور کن لمس سے آزاد کرتا دور ہو گیا جس پر وہ اسکی ڈریسنگ روم کی جانب گم ہوتی پشت کو تکتی شریر مسکرائی۔

"سونے کو تو بھول ہی جایئے آج مسٹر کمپلیئین"

زینیش نے پلٹ کر روم کی ونڈوز پر گرے پردے ہٹائے، جہاں سے انصاری حویلی کا پورچ، گیڈ اور باہر کی سڑک تک دیکھائی دی اور پھر وہاں آ کر رکتی ایک سپیشل وہیکل۔۔۔۔

واش روم سے فریش ہو کر نکلے مکمل بلیک میں سرخ و سفید چہرے کے جاذب و پرکشش نقوش اور نکھرے مگر وہ زینیش کو کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھے خوشگوار حیرت سے لپک کر اسکی جانب آیا۔

"کیا دیکھا جا رہا ہے؟"

اوزان نے آہستگی سے عقب میں آ کر اسکے نازک بے خبر سراپے کو گھیرتے ملائم ی گال سے اپنے داڑھی والی کھردری گال رب کی، زینیش لجایا سا مسکرا کر زرا اوزان کی سمت پلٹی۔

دونوں کی آنکھیں ملیں اور اس سے پہلے وہ اسکے ہونٹوں کی نرمیوں کے روبرو پگھلتا، زینیش نے ہوش دلانے کو بے خودی ترک کی۔

"خود دیکھ لیں"

شریر ہوئے اوزان کی دل دھڑکاتی توجہ انصاری حویلی کے باہر سڑک پر دلوائی۔

"کیمپر وین؟ یہ حویلی کے باہر کیا کر رہی ہے؟"

اوزان نے بے خودی پرے سرکائے چونکتے استفسار کیا۔

"ہم کیمپنگ کے لیے جا رہے ہیں"

اوزان کے حصار میں پلٹ کر وہ اس انکشاف سے اوزان کو ورطہ حیرت میں ڈال گئی۔

"واٹ؟ کیمپنگ۔۔۔ آر یو سیریس۔۔۔ اور ہم جا کہاں رہے ہیں"

اوزان کو اب تک بے یقین کیفیت میں دیکھے زینیش مسکرا کر اپنے بازو اسکی گردن میں حائل کر گئی۔

"جنگل میں منگل کرنے۔ آپکو اپنی گولڈن ایوننگ، نائیٹ اور مارننگ چاہیے تھی نہ، اور آپ نے کہا تھا میں خود ارینج کروں سو میں نے یہی پلین کیا ہے۔ پلیز منع مت کیجیئے گا، مجھے ہمیشہ سے کیمپنگ کا بہت شوق تھا، اب موقع ملا ہے تو میں نے اپنا یہ خواب خود ہی پورا کر لیا۔ بھلے کچھ دیر کے لیے ہی سہی"

زینیش کے اس انوکھے ہنی مون پلین پر اوزان کتنی ہی دیر مسکرا کر زینیش کو دیکھتا رہا اور پھر کمر لپیٹ کر اپنے مزید قریب کرتے چہروں میں نام کا فاصلہ لائے رکا۔

"تم واقعی انوکھی مخلوق ہو، ہنی مون کے لیے تمہیں جنگل ہی ملا تھا؟ ہاہا سیریسلی۔ اور یہ تو بتاو زرا ہم جنگل میں منگل کرتے کسی جنگلی جانور کا ہی نوالہ بن گئے تو؟ تمہیں ڈر نہیں لگا ایسا خوفناک پلین بناتے ہوئے"

اوزان نے محظوظ ہوتے زینیش کے دم سادھے چہرے کے تاثر کو دیکھا۔

"آپ ہیں نہ مجھے اور خود کو بچانے کے لیے، ویسے بھی لائف میں کچھ تھرل نہ کیا تو کیا جیا۔ سوچیں کتنا رومنٹک ہو گا، ایک دوسرے کو بچانا۔ تھرل، ایکشن کے اضافی ٹچ کے ساتھ۔ زیادہ نہیں بس ایک دن کے لیے۔۔۔۔"

اتنے لاڈ سے فرمائش آئی تھی تو بھلا کیسے رد ہوتی، وہ اسکے بہکاتے خدوخال پر تشنہ سی نظر رکھے ہوئے زینیش کو خوامخواہ مسکرانے شرمانے پر مجبور کیے جا رہا تھا۔۔

"لیکن ہم جا کس جنگل میں رہے ہیں؟"

اوزان نے مان جاتے اگلا تجسس بیاں کیا۔

"آس پاس جو سب سے گھنا اور بڑا ہے"

فوری شرارت سے آنکھوں میں چمک بھرے بولتی وہ اوزان کو بھی ہنسا گئی۔

"اتنے بڑے جنگل میں مجھ سے کھو مت جانا بس، کب نکلنا ہے؟"

اسکی ہنسی، دگنی خوبصورت مسکراہٹ کے لمس سے چھونے کے لیے اسکی سانسوں پر تسلط سا جمائے اول جملہ بے خود ہو کر کہے فوری زینیش کے زرا دور ہونے پر سنجیدگی اختیار کی۔

"ابھی بس میں ریڈی ہو جاتی ہوں، کیمپر وین میں چوبیس گھنٹوں کے لیے ہر چیز موجود ہے، بس آپ جیکٹس اور ہڈی رکھ لیجئے گا ٹھنڈ بہت ہے۔ میں بھی ریڈی ہوتی ہوں۔ اور ہاں یہ سیکرٹ ہے کسی کو نہیں بتائیں گے"

جنگل میں جانے پر کوئی لڑکی اتنی خوش پہلی بار ہی اوزان دیکھ رہا تھا اوپر سے اسکی ایکسائٹمنٹ۔

خیر اگلے ایک گھنٹے تک وہ دو ریڈی ہوئے نیچے چلے گئے۔

دو گھنٹے میں وہ لوگ چھانگا مانگا پہنچ چکے تھے، ریزاٹ یا کوئی رہنے کی جگہ بک کروانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ خود کے پاس چلتا پھرتا لگژی اپارٹمنٹ موجود تھا۔

دس منٹ کے مزید مختصر سفر کے بعد فائنلی ان کو لنر لیک کے پاس ہی ایک خوبصورت کیمپنگ سائیڈ اویلبل کروائی گئی، فوریسٹ آفیسر ز اتفاق سے اوزان کے جاننے والے نکل آئے تبھی جنگلی جانوروں والا کام قدرے دب گیا۔

پھر بھی وہ لوگ جاتے ہوئے انکو احتیاطی تدابیر اپنانے کی ہدایت کر کے گئے۔

سردی کا شدید آغاز، جھیل کا کچھ فاصلے پر دیکھائی دیتا خوبصورت منظر، گھنے درختوں کے چار سو پھیلے جنگل کے بیچ و بیچ دونوں کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔

"اوزان! کتنا خوبصورت موسم ہے یہاں۔ اف یہاں کی شام تو دیوانہ کر رہی ہے"

جھیل کی جانب سے آتے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے زینو کو لوز مگر گرم ٹاپ کے باوجود ٹھٹھرا رہے تھے۔

"ہمم۔۔ لیکن اس قدر ٹھنڈ میں یہاں بیٹھنا تو مشکل ہو گا کچھ دیر بعد، تم مزید ارسی کافی بناو تب تک میں آگ جلانے کے لیے لکڑیاں ڈھونڈ کر لاتا ہوں"

اوزان نے آسمان کی جانب سیاہ جمع ہوتے بادلوں کو دیکھتے ٹھنڈی ہوا کے آندھی کے جھونکوں میں بدلنے کے تیور دیکھتے جیکٹ اتار کر زینو کو تھمائی۔

"آگ کیسے جلے گی بدھو! ہوا دیکھیں"

زینیش نے ہنس کر اسکی توجہ لہلاتے درختوں کی سمت کروائی۔

"میں ہوں نہ چلتا پھرتا شعلہ روح نشین! جاؤ تم کچھ ساتھ ہلکا پھلکا کھانے کو بھی بنالو۔ کام لگو"

اوزان کی معنی خیزیت پر زینیش دبا سا ہنسے فورا کیمپر وین کی طرف بڑھی اور دروازہ کھولے اندر گئی جبکہ اوزان نے بھی پچھلی طرف جنگلی راستے کی سمت قدم بڑھائے اور دیکھائی دیتے ہر لکڑی کے ٹکڑے کو جمع کرنے لگا۔

کیمپر وین ایک چھوٹے سے خوبصورت گھر جیسی تھی جہاں ہر چیز میسر تھی، چھوٹا سا کچن، چھوٹا سا بیڈ، ایک طرف واش روم۔ جبکہ یہ سب ایک چھوٹے کمرے جتنے سائز میں مہارت سے فکسڈ تھا۔

"زینو تم بہت ظالم ہو"

کھکھلا کر ہنسے دو مگ نکال کر ان میں شکر کافی اور ایک ایک سپون واٹر ڈالے کافی مکسر سے بیٹ کرنے کے بعد دونوں میں ملک ایڈ کیے زینو نے کافی بنائی اور پھر دو منٹ بیکڈ منی پیزا نکال کر انھیں چھوٹے سے اوون میں رکھا تا کہ

وہ بیک ہو جائیں، اور یہ سب وہیں بیڈ کی طرف جو فولڈ ہو کر ایک وائیٹ ٹیبل اور دو کرسیوں میں بدل جاتا تھا وہیں سیٹ کیا، اور پھر وین کے شیشے پر گرا سلکی پردہ ہٹایا تو موصوف باہر مہارت سے مٹی کا تیل ان جمع کی لکڑیوں پر چھڑک کر آگ لگانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

وہاں بھی فولڈ ہو جاتے کلوز ٹیبل اور دو کرسیوں کو اوپن کر کے رکھتے اوزان نے اسے کافی اور پیزا باہر ہی لانے کا کہا۔

زینو نے اسے مسکرا کر دونوں مگ تھمائے اور خود واپس اندر جا کر بیکڈ پیزا اور پانی کی بوتل لیے وہ بھی باہر نکل آئی، چھوٹے سے میز پر تمام چیزیں سیٹ کیں اور اوزان کی مستقل نظروں میں مقید خود بھی بیٹھی۔

گہری شام ہوتے ہی آسمان پر ستارے نکل چکے تھے، پھر جھیل کے پاس لگی خوبصورت روشیاں بھی جل چکی تھیں، سامنے ہی کچھ فاصلے پر جھیل میں بنے دو منزلہ لکڑی کا پگوڈا جو بدھ مت کے پگوڈا سے ملتا جلتا تھا کیکر لکڑی کے

ستونوں پر کھڑا روشنیوں سے جگمگا رہا تھا جہاں چند کپلز دور سے ہی اسکی خوبصورتی دیکھنے میں مصروف تھے۔ عمارت دو منزلوں پر مشتمل تھی اور لکڑی کی ایک خوبصورت یادگار دیکھائی دے رہی تھی۔ ملٹی کلر کے ساتھ پینٹنگ نے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رکھا تھا۔

"ہم وہاں بھی جائیں گے اوزان، کتنا خوبصورت ہے نہ وہ"

زینیش نے وہاں کی دلکشی دیکھتے لاڈ سے فرمائش کی۔

"ابھی جنگل ٹرین اور چڑیا گھر بھی باقی ہے، وہاں بھی لے چلوں گا۔ کیونکہ ہم ہنی مون پر تھوڑا ہم تو بچوں کی طرح پکنک منانے آئے ہیں"

اوزان کی کوفت پر زینیش نے گردن اچنبھے سے موڑی۔

"آپ غصہ ہو رہے ہیں؟"

زینیش نے میز پر جھکتے جان بوجھ کر مقابل تپے بیٹھے اوزان دایب کو چھیڑا۔

"نہیں بہت خوش ہو رہا ہوں، میں نے تمہیں کہا تھا کوئی ایسی جگہ ہو جہاں ہمارے سوا کوئی نہ دیکھائی دے۔ یہاں تو اور بھی کپلز دیکھائی دے رہے ہیں، بچے بھی ہوں گے۔ گولڈن تو دور مجھے تو یہ چوبیس گھنٹے فیوز لگ رہے ہیں۔ اوپر سے اضافی ٹھنڈ"

اوزان نے پیزا پیس ہاف اٹھا کر بے دلی اور احسان جتاتے تیور لے سنگ منہ میں ڈالے کھاتے منہ بسور کر جواب دیا جس پر زینیش نے اپنا مگ اور پیزا کا بقیہ پیس وہیں رکھا اور اٹھ کر اوزان کے قریب چلی آئی۔

"ایسا کیسے ممکن ہے، آئیں میرے ساتھ"

زینیش کے ہاتھ بڑھانے پر اوزان نے اسکی دبائی حسین مسکراہٹ دیکھی اور ہاتھ پکڑ کر اسکے مقابل اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں جا رہے ہیں ہم؟"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے پچھلی طرف بنے کچے راستے کی طرف بڑھی، جبکہ تجسس کے مارے اوزان کے پیٹ میں درد اٹھا۔

"آپکے لیے یہ پوری جگہ ریزرو کروائی ہے اوزان، سو بے فکر رہیں اس ایریا کی طرف ہماری موجودگی تک کوئی نہیں آئے گا"

جیسے جیسے وہ لوگ آگے بڑھے اندھیرا ہوتے ہی انکے سر پر چھائے گھنے درختوں پر لگائی گئی روشنیاں جل اٹھیں، چھوٹی چھوٹی ملٹی کلر روشنیوں نے درختوں کو گھیر کر چمکا رکھا تھا، جگہ جگہ رکھے گلاب کے پھولوں اور موتیے کے پھولوں کے گلدستوں نے وہ پورا ایریا مہکایا اور پھر تیز چلتی آندھی نے ان پھولوں کی خوشبوئیں فضا میں بکھیر کر مزید منظروں کو حسین کر دیا۔

اور عین درمیان میں موم بتیوں کی روشنیوں کے بیچ میز اور کرسیاں سیٹ تھیں۔

"اوہ! تو یہ تھا اصل سرپرائز۔ یہ سب تم نے کروایا؟ میرے لیے۔ کافی ایکپینسیو نہیں"

اوزان نے چارسو چمکتی روشنیوں اور پھولوں کو دیکھتے مسکرا کر بلیک میں دمکتی حسن کی ملکہ کو دیکھا، سادہ سی ہو کر بھی وہ دھڑکنوں پر براجمانی کی قوت رکھتی تھی۔

"جی! آپ بھولیں مت تھوڑی سی امیر آپکی وائف بھی ہے۔ پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا آپکو بہت بور کروں گی لیکن پھر پلین بدل دیا۔ آپکو اپنی شام گولڈن چاہیے تھی نہ لیں کر دی، گولڈن کے ساتھ کلرفل بھی۔ اور میرے پاس آپکے لیے ایک گفٹ بھی ہے۔ چھوٹا سا لیکن آپکو پسند آئے گا"

زینش نے مسکرا کر کہتے ہی موم بتیوں کے ہالے میں رکھا گفٹ پیک اٹھا کر اوزان دایب کو تھمایا جو صرف زینش کو دیکھنے میں مصروف ہر خوبصورتی کو اسکے آگے ماند محسوس کر رہا تھا۔

"مجھے رات بھی گولڈن چاہیے روح نشین، شام پر ہی مجھے بہلا مت دینا"

زینش نے اسکے پکڑ کر حصار نے پر گھبرا کر اوزان کی جذبات سے بوجھل آنکھوں میں دیکھا۔

"پہلے گفٹ دیکھ لیں، آپکی پوری زندگی گولڈن نہ ہوئی تو کہیے گا۔"

زینش نے اسکو خود سے زرا دور کرتے وہ انویلپ کھولنے پر اصرار کیا جبکہ اوزان کو اس لمحہ کسی شے میں دلچسپی نہ تھی سوائے زینش کے۔

"ایسا کیا ہے، دیکھتے ہیں"

اوزان نے اسکے ہاتھ سے وہ وائیٹ انولیپ لیتے مسکراتی جتاتی نظروں کے سنگ زینش کو دیکھا اور پھر تمام تر توجہ اس پیپر پر مرکوز کی۔

اس لفافے میں دو سفید پیپرز تھے، اور دونوں فولڈ تھے۔

"جس طرح آپ نے میری زندگی خوبصورت بنائی، میں نے بہت سوچا کہ ایسا کونسا گفٹ ہو جو آپکی محبت، آپکی موجودگی کو ڈیفائن کرے اور آپکو صلے جیسی محسوس ہو، میں اداس تھی، بہت اداس۔ کیونکہ میرے پاس تو ایسا کچھ نہ تھا میری محبت کے سوا جو میں آپکو دے کر آپکی زندگی روشن کرتی پھر اچانک مجھے کچھ محسوس ہوا، جب پہلی بار آپ نے مجھے پیار سے چھوا تھا یہ احساس اس سے بھی کہیں زیادہ قیمتی اور بیش بہا تھا۔ سو آج میں آپکو اپنی اس فیلنگ کا سیکرٹ پارٹنر بنا رہی ہوں۔"

وہ لوو لیٹر تھا جسے اوزان نے زینیش کے سامنے جذب سے پڑھا، لیکن اس ادھورے الفاظ کا تسلسل پورا کرنے کے لیے اوزان نے زینیش کو مسرور سنہری آنکھوں میں مرکوز کیا۔

"میرے چھونے سے بھی زیادہ سپیشل؟ تم مجھے جیلس کر رہی ہو۔ میرا دل تو نہیں رکے گا؟ پہلے گارنٹی دو پھر دوسرا پیپر دیکھوں گا"

اوزان کی بے قراری پر زینیش نے فوری آنکھیں حیا کی زیادتی کے سنگ جھکائیں، وہ اسکا جواب ضمانت کے طور پر لیے اس دوسرے پیپر کو دیکھتے ہوئے کچھ متفکر تھا۔

اوزان نے جب دوسرا پیپر اپنی آنکھون کے سامنے کیا تو اسکی آنکھیں اک لمحہ ٹھہر گئیں، وہاں زینیش کے ان ادھورے جملوں کا کامل حصہ جگمگا رہا تھا اور ایسی تکمیل تو دل کے ہر احساس کو ہوا کے جھونکے سا چھو گئی، بادلوں نے ان دو کے سر پر سایہ کیا، ٹھنڈ نے اس فسوں سے لمحہ بھر حرارت ادھار لی، چاند کی چاندنی میں نہائی اس سنوری جگہ پر اک طلسم سا طاری ہوا۔

وہ زینیش کی بلڈ رپورٹ تھی جہاں پازیٹو سائن اسکے اندر پروان چڑھتی اک ننھی روح کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔

اوزان نے والہانہ نظر اٹھا کر زینیش کو دیکھا جہاں آنکھوں میں ڈھیر ساری خوشی، نمی کے سنگ موجزن تھی۔

"تم۔۔۔تم؟"

اوزان نے وہ پیر میز پر رکھتے زینیش کو حصار کر اپنے قریب کیا۔

"نو۔ہم۔۔۔۔"

زینیش نے اسکی زرا خوشی کے غلبے سے سرخ پڑتی آنکھوں میں پورے یقین سے جھانک کر یقین دلایا۔

"یہ کیا کر دیا ہے تم نے؟م۔۔مجھے بھی یہ جان کر اس راحت سے دگنی خوشی ملی جو تمہیں پہلی بار محسوس کر کے حاصل ہوئی تھی۔۔۔۔زینیش!"

یہ سب بولنے کے لیے وہ ہمت جمع کر تا ہوا زینیش کو بھی آزردہ کر رہا تھا، اس ایک احساس نے اوزان کے نا جانے کس کس جذبے کو جنجھوڑا تھا، کس کس کمی کا ازالہ کیا تھا، کیسے ایک لمحے میں چلچلاتی دھوپ کے سفر نے چھاوں کا نشاط پایا تھا، اسے لفظوں میں بیاں کرنا شاید ہی اب ممکن رہا ہو۔۔

"ہمم۔ میں نے جب آج یہ جانا نہ تو روئی، اس لیے کہ یہ احساس مجھے تب بخشا گیا جب میں آپکو ایسی ہی کوئی بڑی راحت دینے کی خواہش کر رہی تھی۔ ک۔۔ کبھی کسی کی دعا اتنی جلدی قبول نہیں ہوئی ہوگی جتنی میری ہوئی، جانتے ہیں کیوں، اس لیے کہ یہ دعا میں نے آپکے لیے مانگی۔ میں ایسی ہی تو کسی وجہ کی تلاش میں تھی کہ اپنے سبب آپکی پوری زندگی گولڈن کر سکوں۔ اور آپ جانتے ہیں مجھے ممی کے جینے کی وجہ بھی اب سمجھ آئی، کہ کیوں انہوں نے ان حالات میں سانس لی جب سانس لینا محال تھا۔ صرف اس احساس کے تحت۔ یہ بہت بڑا ہے، بہت پاور فل"

وہ جذب و خزن سے بولتی گئی اور اوزان نے اسکے کہے اک اک حرف کو دل سے سنا، اسکے چہرے کی یہ تازگی بنا سانس بھرے، بنا آنکھیں جھپکائے دیکھی کیونکہ وہ اس وقت یوں دل بنی دھڑک رہی تھی کہ یہ توصیفی نگاہیں خود مستحق تھیں کہ انکا لمس زینیش پر مرکوز رہے۔

"تمہارے اس گفٹ نے تو میرے سارے گفٹس پر بازی مار لی زینیش، فائنلی بابا کے چلے جانے کا دکھ کچھ کم ہونے والا ہے۔ یہ واقعی بہت پاور فل ہے، زندگی کے جذبے کو ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف ماں یا باپ بننے کے احساس کو تو یقیناً یہی سمت بھاری ملے گی۔ رہی بات میری زندگی کی تو وہ تو تمہارے ساتھ نے ویسے ہی سنہری کر دی تھی، اب تو اسکی چمک کسی ہیلنگ پاور سا کام کرے گی۔ تھینکیو کہوں؟"

اوزان کے جذب بھرے اعترافات کے بعد وہ اسکی آخری کی مخمور سرگوشی پر نم آنکھوں سے ہی ہنسی، فضاؤں میں نامحسوس طور پر ان دو کی خوشبو رچنے کا یہ منظر سب سے خوبصورت تھا، سرد ہوا، یہ مدہوشی، یہ سرور تو آج جان پر بن رہا تھا۔۔

"آپ تھینکیو کس لیے کہیں گے؟ یہ آپکی وارفتگیوں کا رزلٹ ہے۔ سو میں کہوں گی"

زرا پیروں پر دباو دے کر اٹھے اپنے گلابی ہونٹوں کو اسکی گال سے جوڑے وہ اوزان کے مضبوط بازووں کے حصار میں سمٹی جہاں اس کے لیے دنیا جہاں کی راحت کا وجود قائم تھا۔

"مجھے اس دنیا کی بیسٹ فیلنگ سے ملوانے کے لیے تھینکیو، مجھے میری مما کی مجھ سے محبت کا بہترین احساس دلانے کے لیے تھینکیو۔ مجھ سے اپنی اتنی بڑی خواہش جوڑنے اور اسکی تکمیل پر اتنا سارا خوش ہونے کے لیے تھینکیو اوزان۔ آپ مجھے مجھ سے بھی پیارے ہیں، یہاں تک کہ اس سے بھی زیادہ جسے بہت جلد ہمارے پاس آنا ہے۔۔۔۔ آئی لو ویو سوچ، اتنی محبت جو میں ساری زندگی بھی مکمل بتا نہ پاوں"

اوزان کے مہکتے بازووں کے حصار سے زرا نکلے وہ اپنے رخساروں کو چھوتی اوزان کی حرارت بھری سانسوں کو محسوس کرتے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولتی گئی، جیسے کوئی سر بکھیر گئی ہو، جیسے اوزان دایب کے آس پاس کا ہر منظر اجال گئی ہو۔

جیسے لمحے میں اوزان دایب کے دل کی دھڑکنوں کو اپنے دل کا حصہ بنا گئی ہو۔

"تم آج بھی اول لمحے جیسی ہو، بہت معصوم اور روح کو مائل کرنے والی، میں نے جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا، تب ہی ہار گیا تھا تم پر، اور اس ہار کو تسلیم کرنے تک مجھے تم سے جھٹلائی نہ جاسکنے والی محبت ہو گئی۔ تم میرے دل پر لمحہ لگاتے قابض ہونے والی کوئی بہت نیک روح ہو جسکا اعتراف خود میری روح کرتی ہے کسی گرداں کی مانند۔ اتنا سب کہو گی تو میں کیسے کوئی ہوش مند جواب دے سکوں گا زینیش، اور اتنی خوشی کے لمحے جب مجھے سمجھ نہیں آرہا اپنی کیفیت کیسے کہوں، تم مجھے مزید لاجواب کر رہی ہو۔ یوں دیکھ کر"

وہ زینیش کی محبت کے آگے کبھی یوں لاجواب بھی ہو گا یہ بھی نہ سوچی جا سکتی باتوں میں سر فہرست تھا، زینیش نے بلش کرتے اپنا خوبصورت چہرہ جھکایا۔

چاند کی خوبناک روشنی میں اس کے دودھیا چہرے پر بکھرا گلال اوزان کو حسین ترین لگ رہا تھا۔

"نہیں دیکھتی، ہٹالی ہیں نظریں۔ آپ کہیں یونہی کچھ مزید"

زینش کی اس ادا پر اوزان نے نرمی سے اس نازک سراپے کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا۔

"پہلے ان اٹھی آنکھوں کی بے باکی تو سراہ لینے دو پھر ان جھکی پلکوں کا حق بھی ادا کر دوں گا"

ٹھوڑی پر پکڑ جمائے وہ اسے جھکے چہرے کو اٹھاتا اسکی سانسوں کو بنا مہلت دیے قید کیے اپنی بناتا زینش کی لرز کر بند ہوتی پلکوں پر مسکراتا ہوا جلد ہی دور ہوا جو زرا سی لمس بھری حرارت پر موم بن کر پگھلتی اسکے حصار مئں بے جان پڑتی محسوس ہوئی۔

"اب تک میری محبت کا یہ نرم سا اظہار تم سہہ نہیں پاتی، کم آن لیڈی۔ وی آر پروپلئیر ناو"

زینیش کے کانپتے سینے کی لرزش پورے وجود پر کسی جادو سا پھیلی، تبھی اوزان کا بے باک جملہ کانوں میں پڑا جس پر وہ کان کی لو تک سرخ پڑتی آنکھیں کھولتے ہی شرم سے نظر جھکا کر پلٹی مگر اوزان نے اسکے سٹمک پر ہاتھ رکھے اپنی سمت کھینچتے اسکی پشت اپنے سینے سے جوڑ کر بازو لپیٹا۔

"اوزان! جان لیں گے کیا۔۔۔"

وہ اسکے گردن کی اور سرکتی ہونٹوں کی حرکت پر دبا سا بولی مگر اوزان دایب نے پلٹا کر واپس اپنے روبرو کرتے مسرور نظر زینیش پر ڈالی۔

"وہ تو شاید میں نے لے لی ہے، تمہیں اتنا اپنا بنا کر۔۔۔ بائے داوے فاریسٹ از گڈ آپشن فار ہنی مون"

اوزان نے ہلکی ہلکی شروع ہوتی کن من سے زینیش کے کھلے مہکدار بالوں میں اٹکی ننھی بوندیں دیکھیں جو چہرے پر جب جمع ہوئیں تو کسی من پسند جام کی مانند اسے پیتے ہوئے بنا زینو کو سنبھلنے کا موقع دیے یکدم بازووں میں اٹھایا جس پر وہ سہم کر اسکی گردن میں بازو لپیٹے ساتھ لگی، اس قدر ٹھنڈ میں اوزان کے جسم کی حرارت کا آسرہ جان لیوا تھا۔

"نو نو۔۔۔یہ بس رومنٹک ڈیٹ تھی اوزان۔۔۔نو ہنی مون پلیز۔۔۔"

باقاعدہ رونے والی ہوتی وہ اوزان کے واپسی کی جانب بڑھتے قدموں پر خوف سے بڑبڑائی۔

"کیمپروین کا کوئی تو فائدہ اٹھانا چاہیے، گھبرا کیوں رہی ہو"

اوزان کے ارادوں پر وہ سچ میں لرزی، جتنا یہاں آنے کے وقت سوچا یہ سب جب عملی امیجن کیا اسکی روح سی لرزی، البتہ اوزان تو اسے بس بارش سے بچا رہا تھا۔

"نو اوزان پلیز، سمجھا کریں نہ۔ یہ سب آپکے لیے کیا نہ۔۔۔ کیا آزمانا ضروری ہے۔ انجوائے کرتے ہیں یہاں کا موسم۔ پلیز مجھے آپ سے آج بہت ڈر لگ رہا ہے، مطلب سچی والا ڈر"

زینیش کو صدمے سے پیلا پڑتے دیکھ کر اوزان نے کیمپر وین کے پاس لائے اسے زمین پر اتارا، آگ ہوا کے جھونکوں اور بارش کی بوندوں سے بجھ کر دھوئیں میں بدل گئی تھی۔

"مجھ سے ڈر، اپنے بے بی کے بابا سے ڈر؟ کیا اس سٹیپ کے بعد بیویاں تھوڑی بولڈ نہیں ہو جاتیں؟ تم کب ہو گی"

اوزان کے سوال پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا کر نظر پھیر گئی۔

"زینیش! تم مجھے غصہ دلا رہی ہو"

اوزان نے چڑ کر اسکی بازو پکڑے اپنی سمت دھکیلا۔

"نہیں پلیز غصہ نہیں، اوکے آپ جو کہیں گے وہی ہو گا۔ آپ رومنٹک نائیٹ چاہتے ہیں اوکے مجھے منظور ہے"

فوری ڈر کر اپنی ہچکچاہٹ اک طرف کیے دونوں ہتھیلیوں کو اوزان کی گردن سے جوڑا۔

"نو۔ اب مجھے رومنٹک نائیٹ نہیں، کیمپر وین میں رومنٹک سا تمہارا ساتھ چاہیے اس بارش کے رکنے تک اور ہم کچھ دیر میں واپس جا رہے ہیں۔ اب میرے سرپرائز کی باری ہے"

اوزان کے مسرور جواب پر وہ حیرت و خوشی سے ہنسی۔

"سچی؟ آپ کا سرپرائز بھی ہے۔۔۔۔اوہ"

فوری اوزان کے گلے لگتی وہ اسے بھی ہنسا گئی جو اسے لیے وین کے اندر چلا گیا۔

"نان رومنٹک لڑکی"

بھلے دل مسرور و مدہوش تھا پر منہ بنا کر جتانا نہ بھولا۔

دونوں نے ایک ساتھ رومنٹک سی بارش انجوائے کی اور اسکے بعد جنگل میں ہلکا پھلکا منگل کیے وہاں سے روانہ ہوئے۔

لگ بھگ مزید دو گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد اوزان نے کیمپر وین ایک بہت خوبصورت جگہ روکی، یہ لاہور سے باہر کی جگہ تھی اور کھلا پہاڑی و سرسبز میدان تھا جسکے کنارے پر ایک لکڑی سے بنا ہٹ تھا۔

اسکے باہر لگے کلر فل "مائی سوئیٹ ہوم" کے بورڈ پر چمکتی روشنی نے دونوں کو ویلکم کیا۔

وہیں دروازے کے پاس ڈیکوریشن کے طور پر دو سائکل کھڑی تھیں جن پر اصل میں چھوٹے چھوٹے گل بہاری پھول گملوں میں اگائے گئے تھے۔

"ی۔۔یہ۔۔۔یہ چھوٹا سا ہٹ ہمارا ہے؟ یہ کتنا کیوٹ ہے، اوزان وہ دیکھیں خرگوش بھاگا وہاں"

زینیش نے وہاں اچھل پر بھاگتے سفید خرگوش کو تکتے وہیں لپکنا چاہا مگر اوزان نے اسکا ہاتھ پکڑے اپنی سمت کھینچا۔

"تمہیں پتا ہے ہم کہاں ہیں، ہم تمہارے کوٹ میں ہیں۔ یہ جگہ تمہارے ڈیری فارم اور سب وے کے بہت قریب ہے، مطلب جب میری بیگم ان فیوچر فارم اور ڈیری سب وے میں بزی ہوا کرے گی تو ہم سب سے چھپ کر یہاں ڈیٹ کیا کریں گے، میں تمہیں تمہاری دنیا سے بھگا کر کچھ دیر یہاں لایا کروں گا۔ تم آیا کرو گی میرے ساتھ؟"

راستے میں وہ سو گئی تھی پھر رات کا سفر تھا تبھی سمجھ نہ پائی کہ وہ اپنی دنیا میں ہی آئی ہے۔

"میں آپکے ساتھ کہیں بھی جا سکتی ہوں، لیکن ڈیٹ کے بیچ آپکو کچھ بھی یہاں کا کھانا آلوڈ نہیں ہو گا سوائے بلیک کافی اور سنیمن کیک کے"

زینیش نے ہنس کر باہیں پھر سے اوزان کے گلے میں حائل کیں جس پر وہ اسکے گلابی مسکراتے ہونٹوں کو تکتا شر انگیز ہنسا۔

"زینیش فیلور بھی چلے گا، تم مجھے چند لمحے اپنے دے دینا۔ اوزان دایب کو بھوک تو کیا پیاس تک کی طلب محسوس نہ ہو گی، پسند آیا تمہیں یہ۔ میں نے اسے ایک ماہ اور چند دنوں میں ہنگامی بنیاد پر بنوایا ہے۔ یہ تمہارے خان بابا نے ہم دو کو گفٹ کی ہے۔

تمہارے لیے مجھے یہ الگ تھلک ساخطہ زمین بہت بھایا۔ ہم دو کے ایک چھوٹے سے سٹے ہوم کی صورت ہو گی یہ جگہ۔ میں چاہتا ہوں تم صرف میری منزل نہیں تم مجھے میرے ہر راستے میں موجود ملو"

زینیش کی محبت اب کیسے نہ طوفان بنتی، خود سپردگی کی مانند وہ اسکی سانسوں کے راستے میں خود آ کر بے باک ہوئی، اور اس قطرہ قطرہ لمس کو اوزان نے اپنی پیاس کو مٹاتا دیر تک محسوس کیا، بارش تھمی تھی پر وہ دونوں طوفان برپا کرنے کے ارادوں میں تھے۔

"یہ میری زندگی کا ایک اور بیسٹ گفٹ ہے، میں ایسا کروں گی پڑھنے کے لیے بھی یہیں آجایا کروں گی۔ یہاں بہت سکون ہے، مجھے کوئی تنگ بھی نہیں کرے گا۔ بے بی آپ سنبھال لینا اور زینیش اپنے خواب پورے کرے گی، اپنی دنیا کو اپنی دنیا کے آس پاس رہ کر سنوارنے کا سفر طے کرے گی۔"

وہ اتنی خوش تو ماں بننے پر نہ تھی جتنی اس جگہ میں آ کر خود کو ملکہ محسوس کر رہی تھی۔

"میں تنگ کروں گا، ہر لمحہ۔ جیسے آج"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا پلوں میں بہکا۔

"م۔ مطلب"

زینیش کی آواز کپکپائی۔

"یہاں ڈیٹ پر ہمیشہ آکر ہم خوشی سے بلش کریں گے اسکے لیے کچھ کرنا پڑے گا نہ، اس خوبصورت جگہ کچھ یادیں بنانی ہوں گی"

اوزان کے بے خود جواب کا مفہوم سمجھے وہ لمحے میں سرخ پڑی۔

"پ۔۔ پھر ڈرا رہے ہیں"

زینیش کی آواز لرزی۔

"آج تم مجھے ڈرا رہی ہو، خدشہ ہے اس لڑکی کو کھا ہی نہ جاوں۔۔۔۔"

اوزان کے خود کی طرف بڑھتے قدموں پر وہ ڈر کر کاٹیج کی طرف دوڑی، مگر دروازہ کھول کر اندر آتے ہی زینیش کا چلتا دل تھما۔

ہر جانب گلاب کے پھولوں سے سجا ہوا وہ دنیا جہاں کا حسین ایک کمرے، ایک کچن کارنر اور ایک واش روم سے سجا گھر تھا جسکی ایک ایک لکڑی، ایک ایک بنیاد کو اس نفاست و محبت سے ترتیب دیا گیا تھا کہ وہ تھم چکی تھی اور اسکی اور اوزان کی فریم فارہیڈ کس کرتے ہوئے تصویر واللہ حسین پھر چھوٹے سے بیڈ روم سائیڈ کارنر میں لگے نرم راونڈ میٹرس کے آس پاس رکھے سفید پھولوں کے بکے، اور وہیں ہینگ ہوا سفید موتیوں والا میکسی جوڑا، کاٹیج میں چاروں طرف شیشے کی کھڑکیاں تھیں جو بند تھیں اور ان پر سیاہ بھاری پردے گرے تھے، کمرے کے وسط میں ٹھیک چھت کی سمت سنہری ،کالے اور سفید نگوں کے ملاپ سے بنا مدہوش روشنی پھیلاتا فانوس تھا، زمینی فرش پر بھاری ملگجی کتتھئی قالین نسب تھا، اور ایک کونے میں آتش دان تھا جسکی ٹھنڈی پڑتی آگ کچھ لمحے میں دہکنے والی تھی، اسی آتش دان کے قریب دو کرسی جیسی چوکیاں اور ایک لکڑی کی میز تھی جس پر کیتلی اور

دو چھوٹے کپ ڈیکوریشن کے طور پر سجے تھے، اگر ووڈ کا مرتبان بھی اک کونے میں اوزان دایب کی پسند کا ثبوت دے رہا تھا۔

"اوزان"

وہ مبہوت ہوئے پلٹی تو اوزان کے چوڑے سینے سے ٹکرائی۔

"اب میں ہماری سپیشل، گولڈن نائیٹ ضرور چاہتا ہوں۔ اپنے اصل روپ میں آجاو، خود بھی وائیٹ پہننے والا ہوں۔ بس میرے جلووں پر اس خوبصورت لمحے بیہوش مت ہونا"

زینیش کے چہرے کے حیران نقش عقیدت سے اپنے ہونٹوں سے چھوئے وہ اسکی حالت غیر تو کر ہی چکا تھا مگر فل وائیٹ میں اوزان کو دیکھنے کی خوشی کے آگے وہ اس پل کی گھبراہٹ سے نکل آئی۔

"اب آپ اتنے بھی پیارے نہیں ہیں کہ میں آپکے حسن کی تاب نہ لاتے بیہوش ہو جاوں"

زینیش نے اسکی بے تابیوں سے زرا جان چھڑواتے بیچ کا فاصلہ بنایا جس پر اوزان نے آئیبر واچکائے۔

"تو پھر آزمالیتا ہوں، چلو چینج کر کے آو"

نہایت غرور و مد ہوشی کے سنگ چیلنجنگ نظریں زینیش پر ڈالیں۔

"آپ کے سامنے کبھی نہیں، چلیں باہر نکلیں پرائیویسی نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے"

زینیش نے اسکی کوئی بات سنے بنا دروازے سے باہر دھکیل کر فوری ہنستے ہوئے ڈور لاک کیا، گردن موڑے پلٹ کر وہ وائیٹ پرل بہت خوبصورت ڈریس دیکھ کر زینیش کی دھڑکنیں ابتر ہوئیں۔

پیروں سے جان سی سرکی۔

"یہ بیوی ہونا کتنا مشکل ہے، یہ تو مجھے خود کے لیے یوں ریڈی کروا کر ہی آدھا کر دیں گے۔ پلیز اللہ جی یہ پہن کر کر میں زیادہ پیاری نہ لگوں انھیں۔ بس ایویں سی لگوں، اتنی ایویں سی کہ وہ مجھے دیکھ کر سارے ارادے ترک کر دیں۔۔۔۔ پلیز پلیز"

گو یہ آج ممکن نہ تھا پھر بھی حسین تھا زینش کا اب تک اوزان کی قربت میں دم دیتی کیفیت سے گزرنا۔

کیونکہ وہ صرف محبت تھوڑی کرتا تھا وہ تو اپنے لیے زینش کے دل کو پاگل کر دیتا تھا۔

اپنی بلیک ٹاپ اتار کر اک طرف رکھے وہ اپنے موجود پہنے بلیک ڈریس سے چند لمحوں میں اس وائیٹ پرل ڈریس میں بدل گئی، فرشی آئینہ جو اک کسٹمٔ سٹینڈ میں فٹ تھا، اس میں اپنے آپ کو دیکھ کر زینش نے گھبرا کر اپنی دونوں گالوں سے ہتھیلیوں کو جوڑا۔

"میں تو گئی، اتنا پرفیکٹ فٹ اوپر سے اتنا پیارا اڈریس اگر میں منہ دھوئے سر پھاڑ خلیے میں بھی پہن لیتی تو آفت ہی لگتی، اب مجھے ان سے کون بچائے گا؟"

زینیش نے گہرے گہرے سانس کھینچے خود کو تقویت دی اور ساتھ ہی دروازے پر ہوتی دستک پر وہ گھبرا کر اچھلی۔

"اب کھول دو یا مجھے دروازہ توڑنا پڑے گا، تم نے جو پرائیویسی چھینی ہے مجھ سے اسکے انجام کے لیے بھی تیار ہو جاو لڑکی"

اوزان کی دھمکی زینیش کو مزید خوفزدہ کر گئی مگر ساتھ ساتھ محترمہ بلش بھی کیے جا رہی تھیں۔

"اوزان! پلیز مجھے مت دیکھیے گا۔ وارن کر رہی ہوں"

دروازے کے پاس رک کے بہت کمزور سی سرگوشی کی جسے سنے باہر کھڑا اوزان شرارت سے مسکرایا جس نے براون شرٹ کی جگہ وائیٹ شرٹ پہن کر ویسے ہی قیامت مچا رکھی تھی، پینٹ محترم پہلے ہی وائیٹ پہن کر نکلے تھے۔

"ہاں میں تمہیں نہیں دیکھوں گا، اندر جتنے مچھر ہوئے انھیں فرصت سے مار لوں گا۔ اب کھول دو یا میرے یہیں جمنے کا ویٹ کر رہی ہو۔ کیسی بیوی ہے یہ؟ یا اللہ مجھے صبر دیں"

اوزان نے مسکراہٹ کو دباتے ہی خفگی سے زرا رعب ڈالا جبکہ دروازہ کھول کر وہ فوری دروازے کے پیچھے چھپتی دیوار سے جا لگی۔

اوزان نے اندر داخل ہوتے ہی جب دروازہ بند کیے گردن موڑی تو چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر دیوار سے لگی زینیش کو دیکھ کر ہنسا مگر اس نازک مخملی سراپے پر سجا وہ باریک مخملی مگر تراش کر بنایا موتیوں کے ورک والا ہلکا پھلکا میکسی گاون دیکھ کر نظر ہٹانا بھول گیا۔

"چہرہ چھپانے سے کیا خود بھی چھپ جاو گی؟ اوہ ہیلو یہاں اوزان کا راج ہے، اتنی گھبراو گی تو مزید بہکوں گا، لک ایٹ می"

اسکے دونوں ہاتھ اسکے چہرے سے ہٹا کر اپنی کمر کے اطراف باندھے وہ اسکی بند آنکھیں تکتا جذب و شرارت سے بولا، زینیش نے مزید آنکھیں سختی سے بند کیں۔

"نو۔۔ پلیز میں آپکو فل وائیٹ میں دیکھ کر خود کو سچ میں سنبھال نہیں پاوں گی۔ پلیز مجھے اس خواب جیسے تجسس میں مبتلا رہنے دیں، امیجن کرتے ہوئے آپ بہت پیارے لگ رہے ہیں تو اصل میں۔۔۔ نہیں نہیں مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے"

زینیش کی معصومانہ باتوں پر اوزان کھل کر ہنسا۔

"اوہ ڈرامہ کوئین! نہیں مرتی تم"

اوزان کے یوں پکارنے پر وہ ڈرتے ڈرتے مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی مگر پھر پوری کھول کر دیوار اور اوزان کی اوٹ سے باہر نکلی۔

"یو لک سو ہنڈسم، تو اس لیے آپ وائیٹ نہیں پہنتے کہیں کوئی لڑکی پاگل ہی نہ ہو جائے۔ لیکن میرے لیے آپ نے شاید زندگی میں پہلی بار وائیٹ شرٹ پہنی ہے، اف میں کیسے بتاؤں کہ یہ آپ پر کتنی سوٹ کر رہی ہے۔ لیکن میں نے جتنا امیجن کیا یہ اس سے کئی گنا حسین ہے، میرے کیوٹو"

جس طرح وہ کچھ لمحہ پہلے خوفزدہ تھی، اوزان کی گال کھینچتی آخر تک جیسے بچوں کی طرح ہنسی، اوزان کتنی ہی دیر اسکی یہ کھکھلائی ہوئی مسکراہٹ ہی تکتا رہا

"کیوٹو! کتنا عجیب ورڈ ہے۔"

اوزان نے منہ بگھاڑا۔

"تو اور کیا کہوں، اتنے پیارے لگ رہے ہیں"

زینیش نے سادگی سے اسکی خفگی پر اداس ہوتے جتایا۔

"کہنے کے بجائے کچھ کر دیتی تو بات بنتی"

اوزان کے طلب و تقاضے بھانپتی وہ اس سے پہلے کچھ کرنے کا ارادہ کرتی، سر میں آتے چکر اور لہر نے اسے گما دیا اور اسی چکر نے اوزان دایب کے ارمانوں کو چکرا دیا۔

"بیوی والا کوئی کام نہ کرنا۔ اوپر سے محبوبہ سے ڈائریکٹ میرے بچوں کی ماں بننے کی سواری پکڑ لی ہے۔ ہائے میرے بیوی والے ارمان گئے پانی بھرنے۔۔۔۔"

نہایت عجیب منہ بناتا وہ اس کو بروقت سنبھال کر اس چکر کے اثر سے مکمل باہر نکلتا دیکھے برہمی سے آزاد کیے پاس سے گزرتا وہیں ارمانوں پر ایسے بہے پانی پر زمینی نرم گدے پر جا گرا، جبکہ زینیش نے ہنستے ہوئے اسکو دیکھا اور پاس ہی بیٹھی۔

"روٹھیں تو مت مجھ سے، آپکی وائف تو ہمیشہ رہوں گی۔ اور آپ سے پیار بھی بہت سارا کروں گی، اگر آپ بے بی کی وجہ سے مجھ پر ہوتے اثر سے خفا ہوتے رہیں گے تو میں رو دوں گی"

تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھتا وہ خفا ہوا اور درست تھا کیونکہ اب تو وہ زینو کو رات بھر کسی صورت آزما نہیں سکتا تھا، پہلے ہی اتنی نازک تھی اوپر سے ابھی سے شروع ہوتی یہ کیفیت، اوزان کے ہاتھ سے تکیہ چھین کر پرے پھینکتی وہ اسکے چہرے پر باقاعدہ جھکی تھی۔

"یعنی تمہیں ابھی سے شئیر کرنا پڑے گا اس سے، میں اداس ہوں اس قربانی پر۔ مجھے تم چاہیے ہو، بہت ساری۔ ہمیشہ۔ اور تم نے مجھے بہت سارا سپیشل فیل بھی تو کروانا تھا۔ جاو مجھ سے دور ہو جاو"

اوزان کی خواہش ٹالنا اس نے کبھی نہیں چاہا تھا لیکن گزشتہ ماہ وہ نروس بریک ڈاون کے شدید جھٹکے سے گزری تھی اوپر سے پریگنینسی سو یہ سر درد اور چکر ابھی سے اسی باعث شدت اختیار کر رہے تھے۔

"آپکو کیا لگتا ہے میں آپکے اتنے قریب آکر آپکو بنا سپیشل فیل کروائے آپ سے دور ہٹ سکتی ہوں، تھوڑا سا بہکا دیں نہ مجھے بھی اپنی طرح۔۔۔کیونکہ بہکائے ہوئے اس جن کو میں تو مزید نہیں بہکا سکتی نہ۔۔۔"

اپنی پر خمار چمکتی آنکھوں میں اوزان کی اداسی کا ہر توڑ کرنے والی مسکراہٹ بھرے وہ اپنے ہاتھ لے جا کر اسکے سر کے نیچے باندھتی اسکی جبین پر جھک کر اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرے زرا دور ہوئی۔

"آر یو شیور؟"

اوزان نے اسکی خود میں گھول لیتی شدت چھلکاتی آنکھوں میں شوخ ہوئے جھانکا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں، آپکے لیے ہر درد، تکلیف کو تخلیہ !"

مسرور سی سرگوشی کرتی وہ اوزان کے چہرے کا ہر نقش اپنے ملائم ہونٹوں سے مہکاتی ان سنہری آنکھوں کے نشے میں ایسی دھت ہوئی کہ ان دو کی صرف یہ رات نہیں بلکہ اس رات کے طاری ہوتے خمار کے سبب ہر شب سنہری ہو گئی۔

..______________________________..

سیال حویلی میں قرآن خوانی کے بعد سب ڈنر پر ڈائنگ ہال میں جمع ہوئے تھے، سبکی آمد نے خان بابا کی دل فرحت بخشی، سب نے نئ پرانی باتیں چھیڑ کر کبھی دل اداس کیے کبھی شاداب پر اک شکر گزاری پر سب کے دل آسودہ ہوئے۔

ڈنر کے بعد سب خواتین ایک ہی کمرے میں بیٹھیں تھیں، اور مرد حضرات نے اپنی الگ بیٹھک لگالی، یونہی رات کے لمحے سرکتے گئے، محبتوں میں

گندھے لوگ اک ساتھ مل بیٹھ جائیں تو لمحے ہواوں کی رفتار سے سرکتے چلے جاتے ہیں۔

ساری رات یونہی باتوں میں سرک گئی۔

صبح پھر سے ابر آلود طلوع ہوئی، فضامیں کالے بادلوں نے ملگجی پن بکھیرا تھا، ٹھنڈ ہڈیوں کو جمانے پر تلی تھی۔

اوزان نکھرے چہرے اور رنگ کے ہمراہ اس جنتی ماحول میں اپنی وجاہت اور د

حسن سے اک مستی و مسروری کی فضارائج کرنے میں مصروف عمل تھا۔

"اسے واپس کر کے تم انصاری حویلی جانا اور وہاں سے میری گاڑی بھی ساتھ لے آنا، تمہاراڈرائیونگ امتحان بھی لے لیتاہوں۔ اور ہاں سپیڈ زیادہ نہیں رکھنی"

اوزان نے کیمپر وین کی چابی دبلے پتلے اور بانکے مگر کافی سادہ اور خوب رو سے ظافر کو تھمائی جو آیا تو لوکل ٹرانسپورٹ سے تھا مگر کیمپر کو واپس دے کر حویلی سے اوزان کی گاڑی لانے کی ڈیوٹی ملی۔

ظافر نے گھبرائی سی نظر کیمپر وین کے حجم پر ڈالی۔

"وہ تو ٹھیک ہے اوزان بھائی مگر یہ کیمپر وین تو بہت بڑی ہے، آر یو شیور کہ میں اسے چلالوں گا؟"

ظافر نے خوفزدہ نظروں سے اوزان کو دیکھا، مسکرا کر اسکا کندھا تھپکائے اوزان نے اسکی طرف دیکھا۔

"یہی تو تمہارا امتحان ہے ان فیوچر تمہیں ایک سر پھری لڑکی کو چلانا ہے اسے ٹرینگ سمجھو، سپیڈ رولز فالو کرو گے تو منزل تک آسانی سے پہنچ جاوگے، ویسے بھی زندگی میں چیلنجیکز ہونے ضروری ہیں۔ جاوشاباش"

اوزان کی باتوں سے ظافر کو ان کے بیچ کے اس خوبصورت سیکرٹ سے خوشی اور ٹاسک کو ٹرینگ کے طور لینے پر ہمت ملی تبھی فوری مسکراتا ہوا وہ جانے کو روانہ ہوا۔

سٹارٹ ہی اس نے اتنے اچھے سے کیا کہ اوزان کو متاثر کر گیا، اسے اوجھل ہونے تک اوزان وہیں رکا اور پھر اندر جانے کو پلٹا، ہٹ میں واپس آیا تو زینو واپس بلیک میں حسینہ بنی بریک فاسٹ ریڈی کیے اسے ہی بلانے آرہی تھی۔

دونوں کے تروتازہ چہروں کے خدوخال ایک دوسرے تک آتے مسکرائے۔

"تو کیسی رہی پھر آپکی گولڈن نائیٹ؟"

زینیش کے کھلے بال جن سے اٹھتی خوشبو اوزان کی سانسوں میں گھل رہی تھی، ایک ہاتھ سے سہلاتے دوسرا ہاتھ اسکی کمر پر رکھ کر اپنے قریب کیے سوال کرنے والی کا چہرہ کچھ لمحے وارفتگی سے دیکھا۔

"ہزار راتوں سے بہتر، پر سکون، افضل اور نا بھلائی جا سکنے والی۔۔۔"

ضرورت سے بھاری مخمور لہجے میں کہتے ہی وہ اسکی سر پر لب رکھتا اپنے سینے میں چھپا گیا، انداز میں بے پناہ نرمی اور چاہت تھی۔

"مطلب آپ کی شرط میں نے پوری کر دی، اب تو آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں نہ؟"

زینیش کی بے قراری پر اوزان نے اسے خود سے آزاد کیے اسکے چہرے کو ہتھیلوں کے حصار میں لیا۔

"کیا ناراض تھا میں تم سے؟ کتنی پیاری ناراضگی تھی میری یعنی۔۔۔"

سرور نے لمحہ لگاتے شرارت کا روپ بدلا، اس درجہ خوبصورت جواب پر مسکراہٹ نے زینیش کے ہونٹوں کا احاطہ کیا اور نظریں لحظہ بھر حیا سے بوجھل ہوتے جھکائیں ہی کہ اوزان نے ہاتھ پکڑ کر اسکی ٹھوڑی سے چہرہ اوپر کو اٹھایا۔

"میرے سامنے بس مجھے دیکھا کرو۔ صرف مجھے دیکھا کرو تاکہ میرا تمہاری نظر میں رہنے کا غرور قائم رہے"

ہر خاص لمحہ سنوارنے کے بعد وہ اسکے عام سے لمحے بھی اپنی موجودگی اور اظہار سے حسین کر رہا تھا، یہ صبح ہرگز عام نہ تھی، یہ اوزان اور زینیش کی زندگی میں آنے والی ایک حسین صبح تھی۔

"دیکھتی رہوں گی تو ناشتے کا کیا ہو گا، آپکو آپکی مارننگ بھی تو گولڈن چاہیے تھی نہ، میں نے۔۔۔"

زینیش نے اسکے حصار نے پر ڈرتے ہوئے اوزان دائب کی بہکی رو سدھارنے کو سجی ٹیبل کی طرف اشارہ کیا مگر وہ تو اپنی صبح زینیش کے ہونٹوں کی خوشبو ان ہیل کر کے شروع کرنے کو گولڈن سمجھتا تھا، اسکے لمس میں بے حد سکون اور نرمی کا عنصر تھا کہ زینیش کے رخساروں پر پھر بھی سرخی اتری۔

آنکھیں محبت اور چاہت سے بھر گئیں۔

"میں صرف اس چمک پر یقین رکھتا ہوں روح نشین! جو تمہارے سبب میرے دن رات میں کھلے، میری ٹھنڈی صبحوں کو پر حدت لمس درکار ہیں تمہارے، اور تپتے دنوں میں تمہارے سائے کی چھاوں بہت ہے، سرد گرم راتوں میں تمہیں حسب ضرورت و چاہت اپنا حصار بناوں گا۔ تم سراپا سکون ہو میرا"

وہ بول نہیں رہا تھا، وہ اسم محبت پھونک کر اپنی زندگی کے سنہرے پن کو سیلیبریٹ کر رہا تھا۔

وہ پلکوں کی باڑ نہ گرا سکی، بس اپنے ہاتھوں کو اوزان کی گردن کے اطراف جما کر پیروں پر اٹھی اور اوزان نے سر جھکا کر ایک بار پھر اسکے ہونٹوں کو اپنی پیشانی میسر کی، کشادہ جبین پر تا دیر ان گلاب ہونٹوں کے بوسے کی حدت اوزان کی دھڑکنوں سے الجھتی رہی۔

"رہی بات ناراضگی کی، بلاوجہ روٹھنے کی عادت ہے مجھے لیکن تم یونہی مناتی رہنا۔ مجھے تمہارا میرے لیے اس قدر بے چین ہو جانا پسند ہے۔ میں ایسی ہمیشہ شرطیں رکھ کر تمہیں کچھ پل کے لیے اپنا قیدی بنایا کروں گا، چپ چاپ شرافت سے میری قید میں پھنس جانا، اوکے ؟"

وہ اسکی تاکید پر زرا جذب سے بھری، آنکھوں میں انتہا کی راحت اتری، اسکے مہکتے چوڑے سینے میں چہرہ چھپائے گلے لگ کر ہاں کہی، جیسے اسی قید کے لیے ہی آزادی کو قبول کیا ہو۔

"بول کر کہو، یہ بکری کی طرح سر کیوں ہلا کے چھپ گئی"

اوزان نے کچھ دیر تو اسے اپنی دھڑکنوں سے کھیلنے دیا مگر پھر پکڑ کر روبرو لائے اسکی بھیگی پلکیں دیکھ کر سنجیدہ ہوا۔

وہ آنکھیں چھپک کر آنسو کو گال پر سرکنے کی کھلی اجازت دیے پھر سے اس کے سینے میں چھپنا چاہتی تھی پر اوزان نے اسکی بازووں کو پکڑے لپٹنے سے روکا۔

"میں تمہارے لیے ایسا سب تو ہر دن ہر لمحہ کہوں گا تو کیا ہر بار ایسے روگی تم؟ سنو اچھے نہیں لگتے مجھے تمہارے آنسو۔"

اوزان کی آزردہ تنبیہہ اور اسکی گال کی نمی انگوٹھے کی پوروں میں جذب کرنے پر وہ منہ پھلا گئی۔

"اور ہنستی ہوں تو جان لے جاتی ہوں آپکی، پھر میں خوشی یاد کھ میں کیا کیا کروں گی اگر رونا ہنسنا ممنوع ہے؟"

تھوڑا تپ کر سوال آیا، اوزان کی آنکھوں کا مرکز اب تک وہی تھی۔

"میرے پاس آجایا کرنا، خوشی دکھ کے ہر ثانوی جذبات بھلا نہ دیے تو کہنا۔۔۔۔ مجھے اپنے ٹیلنٹ پر پورا بھروسہ ہے، آزما چکی ہو مجھے کئی بار،

جب جب مجھے یوں دیکھتی ہو میرے دل کے سوا یہ موسم، یہ منظر، یہ پوری دنیا خمار میں غرق ہو جاتی ہے"

ایسے مشورے پر زینیش کا دل مرکز سے ہٹا۔

"آپکے پاس موجود ہوتے ہوئے اگر دکھ یا خوشی کبھی مجھ پر شدت سے طاری ہوئے تو؟ بہت سارونا بھی پڑا یا بہت ساہنسنا"

سوال دلچسپ تھا، اوزان دایب انصاری کو تو وہ ہمیشہ لاجواب کرتی تھی پر آج تو حد کر دی۔

"تو؟ تمہارے ساتھ برابر مسکراوں گا اور رو بھی لوں گا"

سوچے بنا ہی اوزان نے کہا لیکن اسے گماں نہ تھا زینیش کھکھلا جائے گی۔

"یہ بیسٹ ہے"

فوری ہنس کر وہ اس سے دور ہٹی۔

"آجائیں ناشتہ کر لیں پھر ہم چلتے ہیں کوٹ، سب منتظر ہوں گے"

چائے، آمیلٹ، بریڈ، تازہ سب وے کا بنا اورنج جیم اور سینمن کیک جسکی خوشبو پورے ہٹ میں پھیلی تھی، اوزان نے رغبت سے ناشتے اور ناشتہ بنانے والی کو دیکھا اور چھوٹی سی کرسی پر بمشکل فٹ آیا، زینیش نے ہنسی روکنے کو منہ پر ہاتھ رکھا اور سامنے ہی بیٹھی۔

"ہنس لو بت تمیز"

اوزان نے اسکی ہنسی پر بگھڑتے گھورا۔

"نہیں ہنس رہی بس آپ پیارے لگ رہے ہیں چھوٹی سی چیئر میں پھنسے ہوئے"

زینیش نے مسکراہٹ دباتے اسے ناشتہ سرو کیا، سب بہت فریش اور یمی تھا مگر سب سے مزیدار زینیش کی کمپنی تھی۔

"اب تو آپکو شکوہ نہیں رہا نہ اوزان کہ میں نے آپکو سپیشل فیل کروانے میں کمی کی؟"

زینیش کے ساتھ گزرا عام سا لمحہ بھی اوزان دایب کے لیے بہت خاص تھا، یہ تو کمپلیئین کے بہانے تھے، گاہے بگاہے کر کے وہ زینیش کو اپنی حدود تک کچھ لمحے بنا تسلسل ٹوٹے قید کرتا تھا۔

"ہاں کمی تو کی ہے، تمہاری توجہ ہمارے بے بی کی طرف ڈائورٹ ہو چکی ہے۔ ان فیکٹ ان لمحوں میں بھی جب تمہیں اپنا بھی سوچنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن چلو کیا یاد کرو گی لیڈی کمپلیئین بخش دیا، اتنی خطا معاف ہے"

غرور و شرارت سے موصوف شکوے کے ساتھ احسان بھی زینو پر دھر گئے جس پر وہ اسکو دیکھتی بس مسکرا دی۔

آدھے گھنٹے تک دونوں ہٹ سے سیدھے فارم ہاوس اور پھر وہاں سے گھوم کر ساتھ سب وے گئے، شائستہ سمیت پورا اسٹاف دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

واپسی پر اوزان کی نظر لان سے گزرتے سفید پھول کے پودے پر گئی تو قدم خوبخود زنخیر ہوئے۔

زینو نے اسکے رکنے پر قدم موڑے، اوزان نے جھک کر جوبن پر کھلا سفید پھول پودے سے اچک کر توڑ لیا۔

" پھول نہیں توڑتے اوزان "

زینش نے اسے ٹوکا مگر جب اوزان نے وہ پھول زینش کے ہیئر ٹائے میں بندھے بالوں میں نرمی سے اٹکایا، زینش کا اعتراض اس قدر رغبت سے بالوں میں پھول سجانے والے کی خوشی پر دم توڑ گیا۔

"اب یہ ٹوٹ کر بھی نہیں مرجھائے گا، اسے بہتر گھر مل گیا میری طرح، سنو یہیں اسی جگہ سے مجھے یہ قیمتی روح ملی تھی، یہ جگہ میرے لیے ہمیشہ خاص رہے گی زینیش"

اوزان کا اسکی چھوٹی چھوٹی خوشی کا دھیان رکھنا ہی زینیش کی تروتازگی کا سبب تھا، جیسے اس لمحہ جب وہ وجیہہ شخص دل وجان کی ساری توجہ اس پر اور سفید پھول کی بڑھ جاتی خوشقسمتی پر فرصت سے ٹکائے بے حد پاس کھڑا تھا۔

"بس کریں پلیز، نظر لگ جائے گی۔ اپنی آنکھوں کو سنبھالیے اوزان"

زینیش نے جذبات سے بھاری آواز میں بولتے مقابل کو یوں وارفتگی سے کئی لوگوں کے بیچ دیکھنے پر متانت سے سمجھایا۔

"خود کو تمہارے سامنے سنبھال لیتا ہوں اسی کو غنیمت سمجھو زینو، میری آنکھوں کو معاف کرنا۔ انھیں تمہاری موجودگی کے لمحے صرف تمہیں دیکھنے کی خواہش ہے"

شاید مزید وہ رکتی تو رو دیتی تبھی اسکا ہاتھ پکڑے سب وے کے لان سے باہر نکلی، آسمان پر سیاہ بادل تھے تو ٹھنڈی ہوا ان دو کے ساتھ ہمقدم ہوئے چل رہی تھی۔

سیال حویلی وہ دونوں پیدل آئے، واک بھی ہو گئی اور ایک دوسرے کی صبح مزید خوبصورت بھی ہوئی۔

زینو تو آتے ہی اوزان سے رہائی ملتے سب خواتین سے ملنے اندر بڑھ گئی مگر اوزان کے قدم ایک بار پھر اس دہلیز پر آکر تھم گئے۔

سر اٹھا کر ان اونچی مقدم دیواروں کو اس نے حسرت سے دیکھا، اس حویلی کے کونے کونے سے سکون چھلک رہا تھا، یہاں کی فضا اسے آج بے سکون نہیں کر رہی تھی۔

وہ اندر پھر بھی نہ جا سکا، جرگے کے میدان کی طرف بڑھ گیا، لان سے ملحقہ بیٹھنے کے لیے اس خوبصورت موسم میں کاوچ لگا کر انتظام کیا گیا تھا، جرگے کا میدان خالی تھا بس اپنے پالتو مور کے ہمراہ خان سانول سیال اک سنگل صوفے پر براجمان سوچوں کی گہری دلدل میں دھنسے کہیں کھوئے بیٹھے تھے۔

تیز ہوا کا جھونکا انکے چہرے کو چھو گیا جس پر وہ چونک کر گردن موڑ گئے، اوزان کو سامنے کھڑا دیکھ کر انکی صورت کے خدوخال متبسم ہو گئے۔

فوری اٹھے، موڑا اپنے پنکھ پھیلائے لان کی نرم بھیگی گھاس پر چکر کاٹنے لگا۔

اوزان نے بیچ کے قدموں میں حائل فاصلہ قریب آ رکتے سمیٹا۔

"معافی پانے کے لیے میں اتنی بے صبری نہ مچاتا اگر بہت حیاتی ہوتی، آخری دم تک تیرے دل کے سچی وچ راضی ہون داانتظار کرتا پر اب زندگی نمانی تھک گئی ہے۔ توم۔۔ معاف کرے گا تو ہی تو وہ کرے گا جسے ہم سب کی بے حسی نے مارا۔۔۔ وہ زندہ ہوتا تو گل اور ہی ہوتی۔۔۔"

اس سے پہلے وہ آبدیدہ ہو کر اپنے ہاتھ باندھتے، اوزان نے انکے دونوں بندھے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑے تھاما بھی اور انکے کمزور سراپے کو سنبھالنے کو فوری گلے لگا۔

وہ آبدیدہ ہوئے تھے پر اوزان کے گلے لگانے پر بچوں کی طرح سسک کر اسے اپنے سینے میں بھینچ گئے، آنکھیں تو دونوں طرف نم ہوئیں۔

"میں نے آپکو معاف کر دیا، بابا نے بھی کر ہی دیا ہو گا کیونکہ وہ کسی پر کوئی قرض چھوڑ کر نہیں گئے۔ ہاں جو تکلیف انہوں نے گڑیا کو دی اسکی اتنی سزا بنتی تھی جو انہوں نے سہی، جیتے جی اور کچھ مر کر۔۔۔ غلطیاں سب نے کی

ہیں خان سانول سیال لیکن اصل جرت غلطی کا اعتراف اور تلافی کرنا ہے۔۔۔۔۔ میرے بس میں جو تھا میں نے کر دیا، جانے والوں کے لیے اب ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں"

اوزان کے معاف کرنے نے انکے دل پر لدا اگراں بوجھ ہٹایا تھا، وہ حسرت سے اسکو دیکھتے اپنی آنکھیں رگڑ گئے۔

"اور یعقوب کو؟ اسے بھی معاف کر دے۔ قیامت کے روز م۔۔ مجھ سے اپنے بچوں کی اذیت کیسے دیکھی جائے گی پتر؟ اک تیری معافی ہی شاید آسانیوں کے راستے کا پتھر ہو"

وہ خود کو اتنا اہم نہیں سمجھتا تھا لیکن اک لمحہ دل کانپا کہ اگر اسکے سبب واقعی کسی بشر کی اذیت اس جہاں بڑھ رہی ہے تو یہ ظلم ہے۔

معاف کرنے کا حکم تو اللہ نے بارہا اپنی اس کتاب میں دیا ہے جسکا وہ حافظ تھا۔

"تو سمجھیں وہ پتھر چیخ گیا۔۔۔"

اوزان کے اس ایک جملے نے اس بوڑھے شخص کی تھمی ہوئی نبض کو راحت دی تھی، وہ مسکرائے بھی تو انکی آنکھیں نم ہو گئیں۔

وہیں المان بھی باہر دادا کے پاس ہی آرہا تھا جب اسکے قدم بھی دونوں کو دیکھ کر تھمے، ہونٹوں پر مسکراہٹ اتری۔

"شکرانے کے نفل پڑھوں گا۔۔۔ جیوندا رہ تو۔۔۔ میرے دایب کا شیر"

وہ شادی مرگ سی کیفیت میں کہتے گئے تو راستے میں مسرور کھڑے اپنے شیر المان کے گال کو بھی سہلا گئے جس نے اپنے قدم خوش ہو کر اوزان دایب کی سمت بڑھائے۔

اس سارے عرصے کے بیچ المان اور اوزان میں کبھی بات نہ ہوئی تھی، نہ کبھی موقع ملا لیکن اوزان کی آنکھوں میں المان کے لیے ایک الگ طرح کی محبت خود المان نے محسوس کی۔

"میں بھی پہلے تمہیں پتھر دل ہی سمجھا تھا، دنیا جسے گرگٹ کہتی ہے، جو مطلب کے لیے رنگ بدلتا تھا۔ لیکن تمہیں پتا ہے اوزان دایب کسی کو جاننے کے لیے اس سے کم از کم ایک بات ہمکلام ہونا ضروری ہوتا ہے اور اس ہمکلام ہونے کی دیر تھی مجھ پر تم کھلتے چلے گئے، اسی لمحے میری زینیش کے لیے ہر فکر ختم ہوگئی۔ اچھا ہے تم میرے مطابق نکلے ورنہ اتنی ساری فکریں میں افورڈ نہ کر پاتا"

الماں کے لہجے میں مسکراہٹ تھی اس سے دگنی محظوظ مسکراہٹ اوزان نے جواباً اچھالی۔

"بالکل سب سے بڑی فکر جو ہم نے مل کر تم پر ڈالی وہ میشی تھی، لیکن آفرین ہے تم پر اس فکر کو اپنی خوشی بنانے میں تم نے سبکو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپس کی بات بتاتا ہوں، مجھے تم سے جلن تھی کیونکہ اس کوٹ میں ہر فرد تمہارا اور زینو کا نام لے رہا تھا۔ تب تو میں اسے جانتا بھی نہیں تھا تب بھی بہت تکلیف ہوئی۔ ہاں تم سے اسے چھیننے کا طریقہ غلط تھا، اگر معلوم ہوتا وہ میری روح کا

دوسرا حصہ ہے تو عاجزی سے اسے اس کوٹ سے اور تم سے مانگتا۔ وہ سخت وقت گزر گیا لیکن اک اداسی، کہ کاش سب کچھ الگ طرح ہوتا، اب تک دل میں موجود ہے۔ ایک اور سچ بتاتا ہوں، میشی کو نکاح کر کے تمہارے ساتھ بھیجنے کے پیچھے کا سبب اسکی خوشی کا احترام، تمہارے کردار کا یقین تو تھا ہی لیکن ایک ڈر بھی تھا"

یہ سب اعتراف کرنے میں اوزان کو بہت دن لگے پر المان کو اس سب نے اتنی خوشی دی کہ اسکی گرے آنکھوں سے چھلکتی چمک نے اسکا اظہار کیا۔

"میں شاید جانتا ہوں تمہارا وہ ڈر، کہ چھینی زینیش تم سے واپس نہ لے لوں۔۔۔ ہے نہ؟"

المان کی ذہانت پر اسے شبہ نہ تھا پر اتنی صاف گوئی سے وہ اوزان کا ڈر بھانپ چکا تھا جس پر اوزان کے چہرے پر بھی اضطراب چلا آیا۔

"ہاں"

اوزان کو سوچنا بھی نہ پڑا۔

الماں نے بیچ کا فاصلہ سمیٹا اور زرا مزید قریب آکر رکا۔

"اوزان دایب انصاری! چھینی وہ چیز جاتی ہے جو کسی دوسرے کی ملکیت ہو۔ زینیش میری ملکیت کبھی نہیں تھی سو ایسا دوبارہ کبھی مت سوچنا کہ تم نے اسے کسی سے چھینا۔ وہ تمہارے لیے ہی بنی تھی۔ میری تو بچپن کی ساتھی تک کا کردار تھا اسکا۔ اور کسی کو جاننے کے لیے اس سے ایک بار ہمکلام ہونا پڑتا ہے لیکن وہ لڑکی تمہارا نام سن کر تمہیں ایک جھلک دیکھ کر ہی پہچان گئی۔ وہ تمہیں ان دنوں اچھا کہہ رہی تھی جب تم دنیا کے لیے اچھے نہیں تھے۔۔۔۔ اس سے اندازہ لگالو کہ وہ بنائی ہی تمہارے لیے گئی تھی"

اس سے خوبصورت وضاحت، تشفی شاید ہی اس دنیا میں کسی نے تسخیر کی ہو۔

"تم ایک بہترین انسان ہو الماں سیال"

آج یہ جملہ اوزان نے فخر و رشک سے بولا۔

"اور تم بہترین روح شناس۔۔۔۔اس پر گلے لگنا چاہیے ہمیں، وہ گرویدہ کرتی اپنی چمک مجھے بھی دیکھاو کمپلیئین جس سے برا بن کر بھی تم دنیا کو اپنا دیوانہ کرتے چلے آ رہے ہو"

المان کی شرارت پر اوزان مسکرایا، دونوں گلے لگے، اوزان کو اسکی تعریف بے چین کر رہی تھی جبکہ زینو جو اوزان کو بلانے باہر آئی سامنے کا منظر دیکھ کر لمحہ بھر تھمی۔

دونوں نے بیک وقت ششدر ہوئی باقاعدہ کومہ میں جا چکی زینیش کو ایک جیسی مسکراتی نظروں میں مقید کیا۔

"آپ دونوں کی دوستی ہو گئی کیا؟"

زینیش کا سوال برخستہ آیا۔

"ہاں تم نے اپنے بچپن کا دوست یونہی لاوارث چھوڑ دیا تھا سوچا قبضہ کر لوں"

اوزان کے جواب پر زینیش اور المان نے بیک وقت اوزان کو دیکھا، اسکے چہرے پر حسین مسکراہٹ تھی۔

"تم دونوں اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے کا حال احوال پوچھ سکتے ہو، اپنے اپنے پارٹنر کی برائیاں بھی کرو تو چلے گا۔۔۔ لیکن وہ برائیاں میرے اور میشی کے سامنے بیٹھ کر ہونی چاہیں"

میشی، دیان، پنار، حسیب، بہار پانچوں کے ساتھ باہر آنے پر اوزان نے دانستہ شرارت اوڑھی، جہاں اس پر زینو اور المان ہنسے وہیں سب کے چہروں پر خوشی سی ہمکی پھر جہاں حسیب خانزادہ ہوں وہاں اداسی اور تکلیف کا کوئی کام نہ تھا۔

یہ بہار جو سبکے چہروں پر تھی اسے اب زوال نہ تھا، اوزان نے سب کے بیچ بھی جب نظر زینیش سے ملائی تو وہ سنہری آنکھیں آبدیدہ دیکھائی دیں جیسے خاموشی کی زبان میں کہہ رہی ہوں کہ تم محبت کے قابل لوگوں میں سر فہرست ہو اوزان دایب انصاری۔

اور پھر شام تو سبکی موجودگی نے اور حسین کی، سب کی دعاوں نیک تمناوں کے ساتھ عدم صاحب بھی چھروں کی فہرست سے نکل کر منکوحہ والے بن گئے، ایزل مریم نے سعدیہ کا بھی فرض بخوبی نبھادیا۔

وحدہ نے لندن سے ہی وڈیو کال کے تھر واس خوشی میں اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

اسکی اور واصف میر کی واپسی کو ممکن تھا اب ماہ نہیں سال لگتے۔

..________________________..

پانچ سال بعد((After Five Years

"اف میرے خدا! گھر میں پارٹی ہے شام، ابھی مہمان آنے لگیں گے اور ان سب نے انصاری حویلی کے لان کو فٹ بال گراونڈ بنا رکھا ہے۔۔۔۔"

اوزان کارات کے لیے بلیک تھری پیس نکال کر میٹرس پر رکھے کھلے سنہری بال لہراتی زینو چینخ کی آواز پر ہڑبڑاتی بالکونی میں ڈوری اور آگے کا منظر دیکھ کر غش آئے۔

فٹ بال ہٹ کیے ایک بار پھر رومیو جولیٹ کے گھر کو مسمار کرتے چار کھلاڑی معصوم شکلیں لے کر سر پر کھڑی خفا زینو کو دیکھ رہے تھے۔

"آج تم نہیں بچو گے تہامہ انصاری، رکو آکر میں تمہارے اندر کا یہ کھلاڑی ہلاک کرتی ہوں"

فوری دھمکی دے کر ڈراتی وہ الٹے پیروں کمرے سے نکلی، آج پوری انصاری حویلی سجی تھی کیونکہ کنول اور طلال کا بے بی فائنلی گھر آنے والا تھا اور یہ گرینڈ پارٹی انہی کے ویلکم کے لیے تھی، کنول کو دوبارہ ماں بننے میں

کافی مشکلات کا سامنا ہوا مگر فائنلی اس نے بہت کیوٹ سے سمیر انصاری کو ایک ہفتے پہلے جنم دیا، کچھ کمپلیکیشن کے سبب ماں بچے کو ہفتہ آبزرویشن میں رکھا گیا تھا۔

سب کسی نے کسی کام میں مصروف تھے، ایزل مریم، سعدیہ، میشی اور پنار نے کچن سنبھال رکھا تھا جبکہ دیان ہمیشہ کی طرح ہوسپٹل تھا جبکہ زینو جب باہر آئی تو چھوٹی سی چار سالا پلوشہ سیال، چار سالا آفت کے پرکالے تہامہ انصاری اور ان دو کے باپ خضرات بھی انہی جیسے بچے بنے پیشی کے لیے لائن میں لگے تھے جسے دیکھتے ہی زینیش کی ہنسی سلپ ہوئی۔

اوزان نے آنکھ ونگ کرتے تہامہ کو اشارہ کیا جو فوری دوڑ تا زینو کی ٹانگوں سے جا لپٹا، شرارت کے بعد محترم کو لاڈ کر کے اگلے کو سب بھلا دینے کی جو عادت تھی باپ سے ملی تھی، جبکہ پلوشہ تو تھی ہی اتنی پیاری کہ اسے دیکھ کر ہی غصہ دور ہو جاتا۔

"ممی ڈیڈا نے ہٹ کیا۔۔۔"

تہامہ نے فوری شکائیت کرتے صفائی دی جبکہ پلوشہ نے بھی فوری ہاتھ اٹھا کر الماں کی طرف اشارہ کیا،لان میں موجود سخت گرمی کے باوجود یہ لوگ کھیل کھیل کر پسینے میں شرابور ہو چکے تھے۔

"تم دو کے ڈیڈا تم دو سے چھوٹے بچے بن چکے ہیں۔ چلو جاو پنار ماما نے تم دو کے لیے فیورٹ شیک بنایا ہے۔انکی خبر میں لیتی ہوں"

زینو نے دونوں کو بہلایا مگر تہامہ اور پلوشہ کی اداس نظریں ٹوٹے پیٹ ہاوس کی طرف تھیں۔

"ڈونٹ وری بے بی، ہم مل کر جولیٹ رومیو کا نیا گھر بنالیں گے۔۔۔جاو بھاگو اور فٹ بال بھی لے کر چلو اندر"

زینو نے دونوں کو تسلی دی جس پر پلوشہ نے کچھ دن تہامہ سے بڑے ہونے کا ثبوت دیتے بڑی آپا کی مانند ہاتھ پکڑا اور اسے لیے اندر لپکی۔

جبکہ وہیں میز پر رکھی پانی کی بوتل کچھ اوزان اور الماں نے پی کچھ اپنے گرمائے سینوں میں انڈیلی۔

"اور آپ دو، جائیں مہمان آتے ہوں گے حالت درست کریں۔ یہ جو پیٹ ہاوس ٹوٹا ہے اسکی سزا میں آپ دو کو آج بیویوں کی طرف سے نو لفٹ۔۔۔۔ چلیں شاباش"

زینیش کی بات پر الماں تو اسکی بات ہنسی میں اڑاتا پاس سے گزر گیا جبکہ منہ بناتی زینو جب پلٹی تو اوزان نے ایک ہی جھٹکے سے کمر میں ہاتھ ڈالے اپنے گیلے سینے سے لا جوڑا۔

"آئی۔۔ گندے اوزان۔۔۔۔ ہٹیں پیچھے"

زینیش نے فوری اس سے نجات کو پھڑ پھڑائی مگر سامنے بھی ہزاروں ڈھیٹوں سے افضل جناب تھے، گھوٹ کر مزے سے اسے گلے لگا کر زینو کی شرٹ بھی گیلی کیے دور ہوئے اسکے دوپٹے سے تسلی سے چہرہ گردن پونچھتے

عین مسکراہٹ اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں لپٹی زینو کے چہرے کے قریب خمار سے اسکے خوبصورت چہرے کو تکتے رکا۔

"یہ گندا پورے کا پورا تمہارا ہے لیڈی کمپلیئین، آئی بڑی مس نزاکت۔۔۔ اور نو لفٹ کی ایسی کی تیسی مجھے مجبور نہ کرنا لڑکی ورنہ آج ہی تہامہ کی بہن یا بھائی لانے کی کوششیں تیز کر دوں گا"

اوزان کی پر تپش سانسوں میں سانس بھرتی وہ اسکی دھمکی پر ہنس کر دور ہٹی مگر اوزان نے چار سو نظر گماتے اسکے چودہ طبق مزید چڑانے کو ہونٹوں پر جھکتے روشن کیے اور اس سے پہلے وہ اسکا سر کچل دیتی اوزان بھاگنے کے انداز میں میز پر رکھا فون اٹھاتا اندر دوڑ گیا۔

زینش نے گھبرا کر اپنی لائیٹ اولیو شرٹ دیکھی جسے اوزان گیلا کر گیا، فوری بلش کرتی دوپٹہ کھول کر اچھے سے پھیلائے خود بھی اندر لپک گئی۔

میشی اور پنار دونوں امید سے تھیں، میشی کا دوسرا بے بی یعنی پلوشہ کا بھائی بس آجکل میں آنے والا تھا تبھی وہ میکے ہی آگئی اور چونکہ آج کنول اور طلال بھی واپس آرہے تھے تو پارٹی کے لیے المان بھی آگیا، ان گزرے سالوں اوزان اور المان کی کافی اچھی دوستی استوار ہو چکی تھی، جبکہ زینیش نے ماسٹر نہ صرف مکمل کیا بلکہ وہ ایک کامیاب بزنس وومین بن کر اپنی سب وے اور فارم کی دو مزید پرانچیز تک اوپن کر چکی تھی سو جب جب اوزان کو میسر آتی وہ اسے خوب اسے سے لوٹتا۔

جبکہ پنار اور دیان نے بھی فائنلی پیرنٹس بننے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے ننھے مہمان کو پانچ سال بعد شامل کر ہی لیا، ان گزرے سالوں میں پنار کے نام پر شروع ہوا دیان کا ہوسپٹل بھی تکمیل پا چکا تھا تبھی تو دونوں تو بہت دیر بعد بے بی پلین کرنے کی فرصت مل سکی تھی۔

زینو کو تو تہامہ کی فکر کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اسے سنبھالنے کے لیے اماؤں کی لائن کے ساتھ ایک پیاری سی دادی بھی اویلبل تھی۔

لیکن پلوشہ اور تہامہ دونوں نے لان میں کھیل کر کپڑے گندے کر لیے تھے، زینو نے تہامہ کو شیک پینے کے بعد روم میں لایا اور پہلے مسٹر اینگری مین کے کپڑے بدلے۔

اوزان بھی فریش ہو رہا تھا۔

"ممی کے بے بی اب آپ نے کپڑے گندے نہیں کرنے نہ پلوشہ کو کرنے دینے ہیں، ملیحہ اور جہاں آئیں گے تو کیا کہیں گے، او کے میری جان۔۔
یہاں آو آپکے بال بھی سیٹ کرتی ہوں"

پینٹ شرٹ میں چھوٹے ہنڈسم تیار ہوئے تو زینو نے اسے اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھایا، اسکے بال برش کرتی پیار سے اسکے دونوں سرخ و سفید گال چومے، آنکھوں کے معاملے میں یہ موصوف بھی اوزان پر گئے تھے۔

"تہامہ۔۔۔ آجاو نہ کھیلیں"

پلوشہ بھی ریڈی ہوتی ہاتھ میں ڈال پکڑے وہیں آئی جس پر تہامہ اور زینیش نے ایک ساتھ مسکرا کر وائیٹ فراک میں بہت کیوٹ لگتی پلوشہ کو دیکھا جسکے بال اسکے ڈیڈی نے بہت پیارے بنا کر ہیر بینڈ بھی بٹر فلائے والا لگایا۔

"لو آگئی مس آفت !پلوشہ جانیہ آپ اور تہامہ اب اندر ہی کھیلنا دونوں لان میں پھر گرد لگ جائے گی۔ جاو دونوں ممی بھی آتی ہیں"

تہامہ کو ڈریسنگ ٹیبل سے اتارے زینو نے دونوں کو ساتھ بھیجا اور خود پلٹی ہی تھی کہ ٹاول گلے میں لٹکا کر شرٹ لیس بھیگے بھیگے جناب کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی اور مقابل نے خمار کے سارے ریکارڈ توڑتے پلوں میں کمر پر ہاتھ لپیٹا۔

"اوزان ڈرا دیا تھا آپ نے مجھے"

اسکے بھیگے بال جو صبیح پیشانی پر ڈھلکے تھے انھیں ہاتھ پھیر کر درست کرتا وہ اپنی گیلی دھاڑی والی گال جان بوجھ کر زینو کی گال سے رگڑ گیا۔

"اب تو ڈرنا چھوڑ دو زینو، اب تو میرے جسم کی خوشبو مجھ سے زیادہ تم سے آتی ہے۔ سنو! جب تنگ ہوتی ہو تو مجھے بہت سرور ملتا ہے اب اپنے دوپٹے سے میرے بال ڈرائے کر و یہ چاہتا ہوں"

اوزان نے جس طرح بہکتے ہوئے کہا زینو نے اسکی گردن میں لٹکا ٹاول دیکھے مسکرا کر فوری گلے میں ڈالا دوپٹہ نکالا اور بنا کوئی اعتراض کیے پیار سے اسکے گیلے بالوں، نم شانوں کو خشک کرتی تب گھبرائی جب اوزان نے اپنے دونوں ہاتھ اسکی کمر پر باندھتے جکڑ کر سینے سے لگایا۔

"ہمیشہ یونہی رہیے گا، آپکا ایسا تنگ کرنا میرے سر آنکھوں پر ہے۔ لیکن ابھی بھی آپکو یکدم شرٹ لیس دیکھنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں، بہت ہاٹ ہیں آپ"

لجائی سی منمناہٹ کے سنگ اسکے سینے سے ہتھیلوں کو جوڑے وہ قریب آئی اور اپنے ہونٹ اسکے دل کی جگہ رکھے، اس جان نثار حدت پر اوزان کا دل مچلا۔

"یہ کہو پگھل جاتی ہو"

اوزان کے شریر و مدہوش سرگوشی پر زینو کی آنکھیں شرم سے بوجھل ہوئیں، چہرہ اٹھایا، اوزان نے سر نیچا کیے اسکی پلکیں چومیں، پھر اسکے نرمی سے دونوں گالوں کو لبوں سے چھوا اور اسکے نیم وا ہونٹوں کی خوشبو میں سانس لیتا چھو کر زرا دور ہوا۔

بس اتنا سا اور زینیش کا ہر اختیار اس سے کوسوں دور سرک گیا۔

وہ اسکے دور ہونے پر اسکی گردن کے اطراف ہتھیلوں کو جماتی اس حق کو خود وصول کر گئی جو اوزان نے رحم کھا کر چھینا۔

دونوں کو جب ہوش آیا تو ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ نے پورے کمرے کو روشن کیا۔

" آئی لو ویو "

یہ اظہار آج اوزان دایب نے کیا، وہ یہ کہتا ہوا اتنا حسین لگا کہ کہ وہ اسے نم کسرتی وجود میں پوری شدت سے جا سمائی، یہ حلاوت اسے راس تھی، بلکہ دونوں کو۔

" آئی لو ویو ٹو اوزان "

اظہار کے لیے وہ جیسے آج بیقرار تھی اب تا عمر رہنے والی تھی اسکی اوزان کو گہری امید لاحق تھی۔

..______________________________..

" آرام سے، تکیہ رکھنے دیں "

بہار نے کنول کو سہارا دیا تو وہ اسکا وہی ہاتھ چومے مسکرائی۔

بہار وہیں پاس ہی بیٹھی، کچھ دیر پہلے ہی ملیحہ اور جہان کو حسیب اور طلال باہر لے کر گئے کیونکہ دونوں نے فرمائش کی تھی آئس کریم کھانے کی۔

پورا ہوسپٹل کا روم سجا تھا، ویلکم بے بی کے بہت چمکتے بورڈ کے ساتھ ڈھیروں بلون تھے، اللہ نے بہار اور حسیب کو اکھٹے ٹونز دے کر ایک ہی بار مسرور کر ڈالا، اور دونوں کو بہار اکھٹے کبھی نہ سنبھال پاتی اگر صائمہ امی کا سہارہ نہ ہوتا، بہار اور حسیب سے زیادہ تو وہ دو اپنی دادو کے بچے تھے۔

کنول اور سمیر کو آج گھر جانے کی چھٹی مل چکی تھی بس فائنل چیک ہوتے ہی وہ لوگ انصاری حویلی نکلنے والے تھے۔

" تھینکو میری جان "

کنول نے بہار کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔

"اپنی ملیحہ اور جہان کی پیدائش پر بھی اتنی خوش نہ تھی جتنی سمیر کے مجھے خالہ بنانے پر خوش ہوں، اللہ نے سچ میں آپکو بہت بڑی نعمت دی ہے آپا۔ آج بھی جب وہ گزرا وقت سوچتی ہوں روح کانپ جاتی ہے۔ ہم دونوں پر کتنا کچھ بیت گیا لیکن ممی نے کبھی مڑ کر نہیں پوچھا کہ ہم زندہ ہیں یا مر گئیں۔ اس ایک خلش کے سوا سب مٹ گئیں"

بہار نا چاہتے ہوئے بھی دکھی ہوئی، ماں کی سفاکیت اسے پہروں اداس کر دیتی تھی۔

"چھوڑو انکو، انھیں اپنی زندگی میں مست رہنے دو۔ میں ہوں نہ تمہاری ماں۔ سمیر تو اب آیا میرے پاس، تم تو ہمیشہ سے تھی۔ بس مجھے دیر سے سمجھ آئی۔ یہاں آو آپا کے گلے لگو"

کنول کے پیار میں اب اک ممتا تھی تبھی تو بہار فوری اسکے سینے لگی، دروازہ کھلنے کی آہٹ پر وہ دونوں مسکرا کر متوجہ ہوئیں جہاں ملیحہ اور جہاں کے

ایک ہاتھ میں آئس کریم اور دوسرے میں پاپس پیک تھے اور باقی حسیب صاحب نے دونوں کے چرنے کا سامان اٹھار کھا تھا، سب ایک ساتھ ہنس دیے۔

ملیحہ اور جہان دونوں ہی بہت کیوٹ تھے اور ایک دوسرے جیسے لگتے۔

"ان دو نے ایک دن مجھے بیچ کھانا ہے یار، ہوسپٹل کے باہر کی ساری دکانیں گمائیں ہیں ان دونے۔ اور لی بھی دونوں نے سب سے مہنگی چیزیں۔۔۔ چاچو یار آپ بھی میرا یہ مسکین لٹا پٹا حال نوٹ فرمالیں۔ یہ آپکا سمیر جس نے آتے ہی تھر تلیاں ڈال دیں آپکو بھی دونوں ہاتھوں سے لوٹے گا"

حسیب کی مسکینت پر خود طلال بھی ہنسے، سب بچوں کے فیورٹ بابو تھے تو چھپیاں چمپیاں ملیحہ اور جہان نے رج رج کر طلال کو کیں۔

"خیر تم چاروں اب نکلو حویلی میں بھی کنول اور سمیر کو لے کر نکلتا ہوں۔ سب منتظر ہوں گے"

طلال نے کچھ دیر تک ان چاروں یعنی کیوٹ فیملی کو مخاطب کیا، ڈاکٹر نے کنول کی کنڈیشن سٹیبل ڈیکلئیر کر دی تھی۔

"جی جی نکلتے ہیں، یہ کہیں پرائیویسی چاہیے آپکو۔ اہمم اہمم سمجھ سکتا ہوں"

حسیب نے طلال کے باقاعدہ کان میں گھس کر انھیں ہنسایا جس پر بہار نے حسیب کو گھورا جو بچارے کیوٹ سے طلال کو چھیڑ کر گلابی کر رہا تھا۔

حسیب اور بہار اپنی دو مگر سوپر بھاری پلٹون کے ہمراہ روانہ ہوئے تو طلال بھی بے بی کارٹ کی طرف مسکراتے بڑھے، سمیر کی بند آنکھیں اور اسکی موجودگی دل میں ٹھنڈک برپا کر گئی اور تبھی انہوں نے اپنی سمت والہانہ نظروں سے دیکھتی کنول کو دیکھا اور پاس بیٹھے۔

اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں مقید کیا۔

"ہفتے سے میرے ساتھ ہوسپٹل بندھے ہو، مجھے تو آج پتا چلا۔ ایسا کیوں کیا؟ تمہاری طبعیت خراب ہو جاتی تو؟"

طلال نے مزید اسے کچھ کہنے نہ دیا، ہاتھ بڑھا کر اسکی نقاہت میں ڈوبی آنکھیں تکتے گال سے جوڑا۔

"اگر تمہیں یا سمیر میں سے کسی ایک کو بھی کچھ ہو جاتا تو میرے لیے زندگی بھر کی ایک اور سزا طے ہو جاتی۔ تمہارے اور اسکے پاس رہا تا کہ قریب سے تم دو کو دیکھتا رہوں۔ دعا کر سکوں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ دن دیکھایا۔ تھینکیو سو مچ"

وہ خاص نہ سہی عام سی محبت کرنے لگے تھے، اظہار بھی کرتے تھے تبھی تو کنول پر بہار آئی تھی۔

"نو۔ شکریہ تمہارا۔ مجھ گندی میلی کو بار بار قبول کرنے کے لیے۔ مجھے اس دنیا کا سب سے معتبر احساس بخشنے کے لیے۔ سمیر نہیں ملا مجھے، درحقیت تم ملے ہو۔ جس سے اب بہت محبت ہے مجھے"

محبت کا ہر رنگ اس عورت کے لہجے، آنکھوں اور موجودگی میں تھا تبھی تو طلال نے آسودگی کے سنگ اسکی پیشانی چومی بھی اور گلے بھی لگایا۔

اور پھر یہ محبتیں اب لازوال تھیں، وہ سمیر کو لیے انصاری حویلی پہنچے تو ایک خوبصورت، مہکتی چمکتی شام انکی منتظر تھی۔

آخر کو ایک اور وارث نے اس حویلی میں قدم رکھا تھا، تو کیوں نہ جشن ہوتا۔

اور پھر اس جشن کی رونق وحدہ اور واصف میر کی سرپرائز آمد نے بڑھائی۔

اس لمحہ جب وہ ایک اور بھتیجے کی پھپھو بنی، لیکن یہ بھتیجا ایسا تھا جسے وہ بہت سارے لاڈ کر کے اپنے ارمان پورے کر سکتی تھی، ورنہ باقیوں سے تو وہ لاڈ اٹھواتی رہتی تھی۔

عدم اور سعدیہ بھی ایک ساتھ خوش تھے، ابھی تک انکے ہاں ننھے مہمان کی آمد کی خبر نہ تھی، چھ ماہ پہلے ہی دونوں کی رخصتی ہوئی تھی سو ابھی دونوں کا ہنی مون ٹائم تھا۔

جبکہ منہاس نے بھی کئی سالوں پہلے مرجان کا دل جیت کر اسکے دل پر حاکمیت پالی تھی، مرجان اور منہاس بھی مدعو تھے کیونکہ وہ بھی اس گھر کی فیملی کہلاتے تھے، خیر سے دو بچوں کے والدین وہ بھی بن چکے تھے۔

ظافر تو عدم سے زیادہ وفاداری اور انسیت کے سنگ اوزان کا ساتھی بن چکا تھا، ظافر نے اپنی تعلیم مکمل کرتے ہی اوزان ہی کا فیکٹری آفس بھی جوائن کر لیا تھا، سو اوزان کے پاس کلینک کے بعد دو ہی مشغلے تھے، تہامہ کے ساتھ مل کر زندگی خوبصورت کرنا اور زینیش کو ستانا، اسے تنگ کرنا، اسکی جان نکالنا۔

سمیر کی ننھی مگر مبارک موجودگی تب حسین بنی جب ڈنر پر اچانک ہی اوزان نے ظافر اور وحدہ کے نکاح کی خبر اناونس کر دی۔

ویسے یہ اچانک بلکل نہ تھا، وحدہ کو ظافر کے حوالے سے اوزان نے کچھ سالوں پہلے ہی اسے پابند کیا تھا کہ وہ اسکی یہ خواہش پوری کرے، اور پھر ظافر کے لیے وحدہ جیسی لڑکی کیسے نہ قبول ہوتی، گو یہ ایک ارینج میرج ٹائپ رشتہ ضرور تھا پر فیملی کے ہر فرد سے لے کر خود وہ دو اس پر راضی تھے۔

واصف میر نے کینسر جیسی موزی مرض سے جنگ لڑی تھی، اس بیچ اسکی ٹوٹتی ہمت کچھ اوزان نے بندھائی کچھ وحدہ نے جو پچھلے کئی سالوں سے اسکی دیکھ بھال میں صرف ہوئی تھی، یہاں تک کہ تعلیم بھی لندن میں ہی لے رہی تھی۔

چونکہ اس نکاح کے فیصلے پر سب راضی تھے سو اگلے دن ہی نکاح کی یہ خوبصورت روائیت ترتیب دینے کا فیصلہ کرتے ہی سبکی خوشیوں میں اضافہ ہوا۔

لیکن ان گزرے سالوں میں وہ سب خان سانول سیال جیسے شفیق سائے سے محروم ہو چکے تھے، جو معافی ملنے کے بعد زیادہ دن نہ جی سکے، شاید انھیں بھی وہ معافی جا کر یعقوب حیدر کو دینے کی جلدی تھی، دایب انصاری کو گلے لگانے کی اجلت میں وہ اپنے بچوں کے سر سے اپنا سایہ اٹھا لے گئے، اب جانے والوں میں ایک فرد کا اضافہ تھا، ہر جانے والے کی کمی اپنی جگہ تھی جو تا قیامت یونہی بر قرار رہنے والی تھی۔

..________________________________..

"ویسے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا اتو سی عمر میں منکوحہ بنوں گی۔ یہ سب میرے اس اتاولے بھتیجے کی کارستانی ہے۔ انہوں نے سوچا ہو گا وحدہ

ناجانے دنیا کے کتنے لونڈوں کے دماغ کا کچرا کرے گی تو اچھا ہے اسے کچی عمر میں ہی اس سب میں پھنسا دوں۔۔۔۔زینو آپا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"

نکاح کی تیاری اگلے روز ہی ہوئی، حویلی تو پہلے ہی سجی تھی لگے ہاتھوں نکاح کی سرمنی کے لیے ضروری سجاوٹ بھی ترتیب دے دی گئی، اکیس بائیس سالا الٹرمٹیار اب آفت بن چکی تھی۔

پنار اور زینیش ہی وحدہ کو دلہن بنا رہی تھیں، سفید مخملی لباس اسکے بانکے سراپے پر انتہا کا سجا تھا۔

"ڈرنے کی کیا بات ہے، ظافر بہت سوئیٹ بچہ ہے۔ تمہیں پریشان ہونے نہیں دے گا۔ ابھی بھی تم دو دوست ہی رہو گے، سو پر سکون ہو جاو۔ باقی اوزان نے تمہارے لیے ہی ظافر کی پچھلے پانچ سالوں سے اپنے سامنے تربیت کی، اسے اپنی بہت سی اچھی باتیں عادتیں سیکھائیں۔ جیسا وہ تمہارے لیے پارٹنر چاہتے تھے ظافر ویسا ہی ہے"

زینو نے اسکے سر دپڑتے گال سہلاتے پیار سے سمجھایا پر وہ ایک ہاتھ زینو اور ایک پنار کا ڈر کر تھام گئی جس پر وہ دونوں ہنسیں کیونکہ پنار کو وحدہ کی صورت میں بچے کا دوسرا اورژن دیکھائی دیا۔

"میں نے سنا ہے شوہر لوگ بات شروع ہی کس سے کرتے ہیں، کیا یہ ٹھیک ہے؟"

وحدہ نے گھبراتے ہوئے دونوں تجربہ کار خواتین کو دیکھتے منمنا کر پوچھا جس پر دونوں یکدم ہنس پڑیں، وحدہ کا چہرہ گھبراہٹ کے مارے مزید پیلا پڑا۔

"ہنس رہی ہیں آپ دونوں، ناٹ فیئر۔ شوہر تو وہ بن ہی جائیں گے نہ۔ پلیز اس بندے کو میں نے آج تک صرف سنجیدہ ہی دیکھا ہے، ایسا سب امیجن کرتے میری ہوا ٹائیٹ ہو رہی ہے"

وحدہ کی گھبراہٹ پر اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں اوزان نے دلہن بنی وحدہ کا دیدار کرنے کو دستک دیتے کمرے کے اندر خود سے پہلے اپنے منفرد دوست

کلون کی مہک چار سو بکھیرتے سبکو متوجہ کیے قدم بڑھائے جس پر وہ بھی اپنی گھبراہٹ بھولے اٹھی اور مسکراکر اوزان کے روبرو آئی۔

" چشم بدور پھپھو جان ! آپ تو آفت لگ رہی ہیں۔ میر اشریف مسکین سا بچارا ظافر کہیں آپکو موقعے پر رخصت کروا کر بھاگ نہ جائے"

اوزان کے ادب اور چھیڑنے پر وہ مسکراتی لاڈ سے ہنس کر بلش کرتی نظر جھکا گئی۔

دیان بھی سب کو باہر بلانے اندر آیا تو پھپھی صاحبہ کو شرارت سے سراہا جبکہ اپنی حسینہ کو بنا چھوئے نظروں کی پر حدت تپش سے گلنار کیا۔

" آپ بھی مجھے ڈرا رہے ہیں"

وحدہ کی شکائیت پر اوزان مسکرایا، بلائیں سی اتاریں۔

یہ لمحہ سب نے مسرور ہوتے دیکھا۔

"ڈرنا چاہیے تمہیں، وہ اوزان کا پچھلے پانچ سالوں سے وفادار شاگرد اور ساتھی رہا ہے، میری طرح تھوڑا ٹیڑھا تو ہو ہی چکا ہے۔ چلو زیادہ نہیں تڑپاتے اسے۔ آجاو تمہارے جملہ حقوق اسکے نام کرتے ہیں"

اوزان تو اسے اور ڈرا گیا جبکہ سب وحدہ کو باہر لائے وہ گھبراہٹ کے مارے نظریں نہ اٹھا پائی، واصف میر کی آنکھوں کی خوشی اس چمک دمک سے دگنی خوبصورت تھی۔

سعدیہ اور عدم کے ساتھ ہی مرجان اور منہاس سکندر حسین سراپوں اور مسکراتے چہروں کے سنگ اس خوبصورت خوشی میں دل سے مسرور اور ایک دوسرے کے لیے قبولیت وانسیت کے جذبات سے بھرے تھے۔

بچہ پارٹی دادیوں نانیوں نے سنبھال کر کپلز کو کھلی چھوٹ دی کہ وہ اپنے اپنے سرتاج کے پہلو بھی جا کر بس کر سجنے لگے اور ماحول کو آگ لگا دے۔

سب کی موجودگی، سب کی نیک دعاوں کے ہمراہ وحدہ اور ظافر کا نکاح ہوا، ظافر خوبصورت اور سنجیدہ خدوخال کا مالک ایک سلجھا ہوا نوجوان بن چکا تھا پھر اسکے اندر کا رہا سہا بچپنا، غیر ذمہ داری بھی گزرے پانچ سالوں میں مٹ گئی۔

سب اہل خانہ کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑی، سب سے زیادہ خوشی اوزان اور زینیش کو ہوئی۔

زینیش نے ناجانے نکاح کے بعد اوزان کے کان میں کیا کہا جس پر وہ ہنس پڑا، اور اسی ہنسی کے بیچ اس سر پھرے کمیلئین نے سٹیج پر وحدہ سے کوسوں دور بیٹھے ظافر کو ناجانے کیا اشارہ کیا کہ وہ اٹھ کر پر اعمادی و مسروری کے سنگ ٹھیک وحدہ کے ساتھ جا کر جڑھ کر بیٹھا، وحدہ کو اسکے ساتھ ٹچ ہونے پر کرنٹ لگا۔

"ساتھ چپکیں مت پلیز"

وحدہ نے بنا سوچے کوفت سے کہا مگر جب یاد آیا کہ یہ ساتھ بیٹھا بندہ چپکنے کے ہر حق کو پا چکا ہے تو زبان دانتوں تلے دبائی۔

"تم منع کرو گی تو لازمی چپکوں گا، ادر وائز میرا ر خصتی سے پہلے ایسا کوئی ارادہ نہیں"

ظافر کی خاضر جوابی پر وحدہ کے چہرے پر سرخی چھلکی۔

"اوزان! باز مت آیئے گا آپ۔ وہ بچاری پہلے ہی ڈری ہوئی ہے۔ اوپر سے آپ نے اپنے وفادار کو بھی کام پر لگا دیا"

زینیش نے اوزان کی تمام حرکت نوٹ کی اور بری طرح ڈانٹ گئی جس پر وہ گردن پھیرے زرا زینیش کی اور جھکا، چہرے پر آفت خیز تبسم مچلا۔

"مجھ سے دو ایک دوسرے کے ذاتی لوگ دور دور سہنے مشکل ہیں، میری پیاری پھپھو کا ڈر میرا شاگرد آج ہی دور کرے گا"

اوزان کی شرارت پر زینیش نے جب سٹیج کی طرف دیکھا تو اسکی آنکھیں تھم گئیں، ظافر نے وحدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے چوما اور اس لمس نے وحدہ کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیا۔

"ظافر! پاگل ہو گئے ہیں؟"

وحدہ کا سرخ بھبھول چہرہ تکتا وہ اسکی گال سے ہاتھ جوڑے نرمی سے اسکی جبین پر جھکتا اپنی پہلی محبت بھری شدت سے وحدہ کے اندر برپا ہوتے طوفان کو پل میں سمیٹ گیا، انکی فار ہیڈ کس پکچر اوزان نے کیپچر کی۔

"نہیں، سب کو بتا رہا ہوں کہ یہ لڑکی میری ہے"

ظافر کے استحقاق بھرے جواب پر وحدہ نے جب سب مہمانوں کی طرف دیکھنا چاہا تو کوئی انھیں نہیں دیکھ رہا تھا سب کھانا کھانے میں مصروف تھے سوائے اوزان اور زینیش کے۔

"بہت بت تمیز ہیں آپ"

وحدہ کا دل چاہا رو دے پر اف یہ بے بسی۔

ظافر نے اسکا ہاتھ مزید حلاوت سے اپنی ہاتھ میں جکڑا۔

"یہ بت تمیز تم پر کب سے دل ہارے بیٹھا ہے، موقع چاہتا تھا کب تم دوست کی حدود سے باہر ملو اور میں تم پر اپنے جذبات سمیٹ جھپٹ پڑوں۔ کیا میں تمہیں آج ہی رخصت کروا سکتا ہوں؟"

ظافر کی بے تابیوں پر وحدہ نے اسکی طرف گردن پھیری۔

اوزان اور زینش آپس میں مسکرا رہے تھے۔

"آج؟"

وحدہ کے گلابی لب حیرت میں پھیلے۔

"ابھی"

ظافر کی آنکھوں میں جمع ہوتے خمار پر وحدہ گہرا سانس بھر کر اس سے نظر ہٹا گئی مگر اپنے ہاتھ کو ظافر کے ہاتھ سے جکڑ کر اپنا جواب دے گئی۔

ظافر نے آنکھ ونگ کرتے اوزان کو دیکھا، دونوں دبا دبا ہنسے۔

"ہو گیا کام لیڈی کمپلیٹن چلو ہم بھی پیٹ پوجا کرتے ہیں ان دو کو اپنا کام کرنے دو"

اوزان نے حیران زینو کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے لے گیا جبکہ وحدہ سے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھنا تو دور اسکے موجودگی، خوشبو اور خود پر جمی جسم و جان کی توجہ کا مرکوز ہونا بھاری تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو"

ظافر نے ہی پیچ کی ذو معنی چپ پاش پاش کی، وحدہ نے جھجک کر پھر سے چہرہ ظافر کی سمت پھیرا، وہ اسے اول لمحے ہی بھایا تھا شاید اس لیے کہ وہ اسکے رہنما نے اسکے لیے چنا تھا۔

"لیکن مزید کوئی کس نہیں کرنے دوں گی بھلے رخصت بھی ہو گئی، پہلے پرامسس کریں ظافر"

روہانسے ہوتے وعدہ مانگا، ظافر نے زرا اسکی سمت جھک کر اسکی تھرتھراتی پلکوں کو دیکھا۔

اسکی گلابی تھرتھراتے ہونٹوں کی حرکت محظوظ نظروں سے دیکھی۔

"جس سے روک رہی ہو میں نے اسی وجہ سے ہی تو رخصتی کروانی ہے"

ظافر کے مدہوش جواب پر وحدہ کی جان لبوں پر آئی۔

اور اس سے پہلے وہ سانس لیتی لیتی سانس چھوڑتی ظافر نے اسکا ہاتھ کھینچتے اپنے سینے سے جوڑ کر اپنی آنکھیں وحدہ کی آنکھوں میں جمائیں۔

"نہیں کروار ہار خصت۔ لیکن ہر حق رکھتا ہوں تم پر اب، جو سب کے بیچ تمہاری موجودگی کو سراہنے کے لیے تمہیں چھو سکتا ہے وہ اکیلے میں کبھی ملا تو اپنے حق سے پیچھے نہ ہٹے گا۔ڈیل؟"

ظافر کی نشیلی آنکھوں میں جانے کیا تھا کہ وہ بنا اعتراض مانی بھی اور مسکرائی بھی۔

"ڈن، بلکہ ڈن ڈنا ڈن"

کہہ کر وہ خود ہی ہنس دی اور اسکی ہنسی چومنے کی خواہش دباتے ظافر صاحب صبر خود کو تھما کر بس رسانیت سے آنے والے حسین وقت کا سوچ کر جبرا مسکرا دیے۔

سبکی زندگی خوبصورت تھی سوائے اس فرد کی جس نے بدصورتی پھیلائی تھی۔

پانچ سال بیت گئے تھے اسے سزا جھیلتے ہوئے، وہ پاگل پن، اذیت، تنہائی، بے بسی کی ہر حد سے گزرا تھا لیکن آہ! توبہ نصیب نہ ہوئی۔

جیل کے میلے فرش پر لیٹا ہوا وہ پتھرائی آنکھوں سے جالوں سے اٹی سیاہ چھت گھور رہا تھا، جیلر کا کہنا تھا وہ کئی دنوں سے بس چھت کو گھورتا ہے، اوزان ہر ہفتے ملنے آتا، بے رحم نہ تھا لیکن اس کو بھی فیروز شمشیر کی اذیت میں کمی کی اجازت نہ تھی۔

لیکن آج شاید وہ انتظار ختم ہو چکا تھا۔

اِنَّ الَّذِی◌ْنَ فَتَنُوا ال◌ْ مُو◌ْ مِنِی◌ْنَ وَ ال◌ْ مُو◌ْ مِنٰتِ ثُمَّ لَم◌ْ یَتُو◌ْ بُو◌ْ ا فَلَھُم◌ْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَ لَھُم◌ْ عَذَابُ ال◌ْ حَرِی◌ْ قِ
◌ؕ ۝١٠

(جن لوگوں نے مومنین اور مومنات کو اذیت دی پھر توبہ نہیں کی ان کے لیے یقیناً جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔)

اور وہ انہی میں سے تھا جن سے توبہ کا حق چھین کر ہوش سلب کر لیا گیا تھا، کیونکہ رب کی بارگاہ میں اسکی توبہ ابھی قبول نہ تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے فیروز شمشیر کی آنکھیں موندی گئیں، اس پر موت کا سکوت چھا گیا۔

اب دنیا سے اسکا ناطہ ختم، اصل حساب کی باری تھی جس سے ہم انسانوں کو رہتی دنیا تک بے خبر رکھا جانا تھا۔

ہاں کبھی کبھار موت، سزا سے بہتر ہوتی ہے، اور شاید یہی سلطان فیروز شمشیر کے معاملے میں تھا۔

اب یہاں سے دنیا اور اسکا تعلق ختم ہو گیا۔

اور ہر زندگی کا انت موت ہے یہی کل حقیقت ہے۔

روح نشین کے اس خوبصورت سفر کا اسی کے ساتھ اختتام ہوا۔

The End